مختار الصحاح

مترجم

عربی اردو

للإمام محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الرازي

ترجمہ اردو

پروفیسر عبدالرزاق صاحب

فارغ التحصیل جامعۃ الریاض سعودی عرب
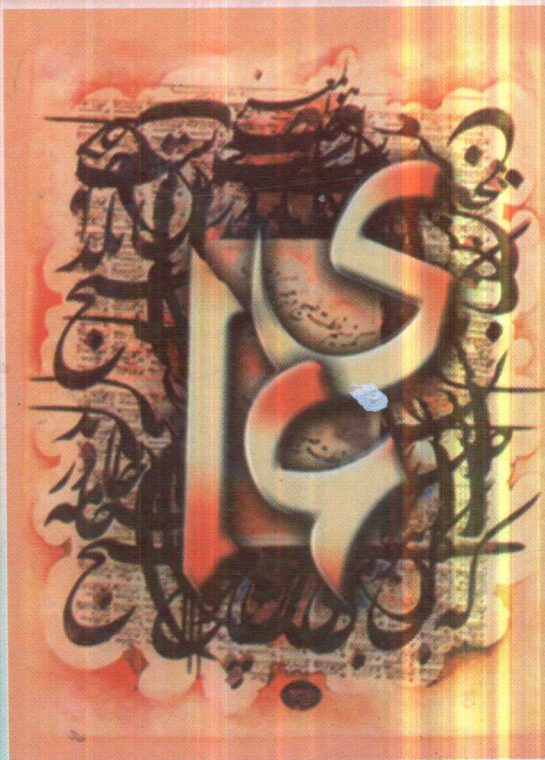
دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

مترجم اردو

للإمام محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الرازي

ترجمہ اردو

پروفیسر عبدالرزاق صاحب

فارغ التحصیل جامعۃ الریاض سعودی عرب

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : ۲۰۰۳ء حسان پرنٹنگ پریس فون: 6642832
ضخامت : ۱۰۲۴ صفحات

تصحیح نظر ثانی

مولانا محمد عابد
جامعہ دارالعلوم کراچی

……… ملنے کے پتے ………

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 دیپ روڈ لسبیلہ کراچی
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور

ادارۂ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

کتب خانہ رشیدیہ۔مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
At Continental (London) Ltd
Cooks Road, London E15 2PW

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؎

مقدمۂ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ!

یہ ''مختار الصحاح'' شیخ امام محمد بن ابی بکر رازی کی تالیف ہے، جسے انہوں نے امام اسمٰعیل بن حماد الجوہری کی کتاب ''الصحاح'' کو مختصر کر کے ترتیب دیا ہے۔ امام رازی کتاب کے مقدمے میں کہتے ہیں:

''میں نے اپنی اس تالیف میں مختصراً وہ تمام الفاظ وکلمات درج کئے ہیں جن کا جاننا اور حفظ کرنا ہر عالم، فقیہ، حافظ، محدث یا ادیب کے لئے اشد ضروری ہے کیونکہ یہ الفاظ کثیر الاستعمال ہیں اور لوگوں کی زبان پر چڑھے ہوئے یعنی زبانِ زدعام ہیں۔ ان کلمات کو یہاں اہمیت کے اعتبار سے ترتیب وار درج کیا گیا ہے، بالخصوص قرآنِ کریم اور احادیث نبویہ میں وارد الفاظ وکلمات۔

میں نے اس سلسلے میں اختصار اور حفظ میں آسانی کے پیشِ نظر غیر مانوس اور اجنبی کلمات و الفاظ کو درج کرنے سے اجتناب کیا ہے۔''

لہٰذا ''مختار الصحاح'' مختلف درجوں اور ہر سطح کے تمام طلبہ کے لئے ایک موزوں اور مناسب آسان لغت ہے۔ البتہ امام رازی نے لغات کی قدیم روایتی ترتیب یعنی کلمات کو آخری حرف سے شروع کر کے درج کرنے کے طریقِ کار کو ترک کر دیا ہے۔ کیونکہ مصری وزارت تعلیم نے اس صدی کی دوسری دہائی میں اس کتاب کو الفبائی ترتیب سے مرتب کرنے کے لئے سرکلر جاری کیا تا کہ طالب علموں کو اس کے استعمال کرنے اور اس سے استفادہ کرنے میں سہولت ہو۔

ضروری ہے کہ مبتدی طلبہ کو اس لغت میں الفاظ تلاش کرنے کی ترکیب اور طریق کار سے آگاہ کیا جائے۔ جسے ہم نے الفبائی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ وہ یہ کہ جب زاید حروف سے خالی کسی لفظ مثلاً اثم یا جُذع یا عِلم کو اس لغت میں تلاش کرنا ہو تو انہیں اپنے پہلے حرف یعنی اثم کو الف، جذع کو جیم اور علم کو عین کے تحت تلاش کرنا چاہیئے اور اگر مطلوبہ لفظ میں زاید از اصل حروف موجود ہوں تو پہلے اس لفظ کو زائد حروف سے الگ کیجئے مثلاً کلمہ محمل کو زائد حرف میم سے الگ کرکے اپنی اصل ثلاثی شکل میں لایئے۔ اس طرح یہ "حمل" رہ جائے گا۔ لہٰذا اسے اب حاء کے تحت تلاش کیجئے۔ اسی طرح لفظ "مدینة" کو زائد حروف میم اور ھاء سے الگ کرکے اس کی اصل ثلاثی شکل دین میں لوٹا کر دال کے تحت تلاش کیجئے۔

رہے وہ الفاظ وکلمات جن کی اصل معلوم کرنے میں دقت پیش آسکتی ہے تو انہیں اس لغت میں پہلے تو اسکی الفبائی ترتیب کے مطابق لفظ کے پہلے حرف کے تحت درج کیا گیا ہے پھر اس لفظ کو اپنی اصل ثلاثی شکل میں لوٹایا گیا ہے، مثلاً "اِتّادہ" کو اولاً الف کے تحت لکھا گیا ہے، پھر اسے اس کی اصل حالت واد کی طرف لوٹا کر 'واو' کے تحت درج کیا گیا ہے۔ لفظ تخمہ کو پہلے تو تاء کے تحت درج کیا گیا ہے۔ پھر اسے اپنی اصل حالت وخم کی طرف لوٹا کر 'واو' کے تحت درج کیا گیا ہے۔ اسی طرح تعالٰی کو اس کی اصل حالت علا کی طرف اور ھبۃ کو اس کی اپنی اصل حالت وَھب کی طرف لوٹا کر 'واو' کے تحت درج کیا گیا ہے۔ الخ

ہم خداوند کریم کے حضور دُعا گو ہیں کہ وہ ہمارے اس عمل کو خالصتاً اپنی ذات کے لئے قبول فرمائے اور ہمیں اپنے حسب رضا اس عربی زبان کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔ جس زبان میں اس نے اپنی کتابِ عزیز نازل کی ہے۔ وہی دُعاؤں کا سُننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مقدمۂ مؤلف

اَلحَمدُ لِلّٰہِ بِجَمِیعِ المحامِد عَلٰی جَمِیعِ النِّعَم والصَّلوٰۃ وَالسَّلامُ عَلٰی خَیرِ خَلقِہٖ مُحَمَّدِ المَبعُوثِ اِلٰی خَیرِ الاُمَمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحبِہٖ، مَفَاتِیحِ الحکم وَمَصَابِیحِ الظلم.

اپنے رب کی رحمت اور مغفرت کے طلب گار بندے محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی رحمہ اللہ نے کہا: ''یہ علم لغت کی مختصر تالیف ہے جسے میں نے امام العالم علامہ ابونصر اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ کی تالیف ''الصحاح'' سے جمع کیا ہے کیونکہ میں نے اسے ترتیب کے لحاظ سے بہترین اصول پر مبنی اور تہذیب وشائستگی کے لحاظ سے وافر وکافی اور سمجھنے کے نقطۂ نظر سے آسان اور رواج و استعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ مروج ومتداول پایا ہے۔ میں نے اپنی اس تالیف کا نام ''مختار الصحاح'' رکھا ہے۔ میں نے اس میں بطور اختصار وہ تمام کلمات والفاظ درج کئے ہیں جن کا جاننا اور حفظ کرنا ہر فقیہ، عالم، حافظ، محدث یا ادیب کے لئے اشد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ کلمات کثیر الاستعمال اور زبانِ زد عام ہیں۔ ان کلمات والفاظ بالخصوص قرآن وحدیث میں وارد الفاظ وکلمات کو اہمیت کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ میں نے اختصار اور حفظ کرنے میں سہولت کے پیشِ نظر غیر مانوس الفاظ کے استعمال سے اجتناب کیا ہے۔ میں نے ''تہذیب الازہری'' میں سے اصول لغت سے متعلق بہت سے قابل اعتبار واعتماد فوائد (تشریحی نوٹس) اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر واضح کیا، وہ فوائد درج کر دیے ہیں۔ اس کتاب میں جہاں کہیں میں نے 'قُـلْـتُ' یعنی ''میں نے کہا'' کے الفاظ لکھے ہیں، وہ اصل عبارت سے زائد اور اضافی عبارت ہے۔ جس کا میں نے اضافہ کیا ہے۔ ثلاثی افعال کے مصادر میں سے جن اوزان سے علامہ جوہری نے صرف نظر کیا ہے اور ان کے صرف افعال کا ذکر کیا ہے، میں نے ان کو یا تو حرکات پر مبنی نص کے ذریعے بیان کیا

ہے یا پھر بیس اوزان میں سے کسی ایک وزن کی طرف لوٹا کر بیان کیا ہے۔"

ان بیس اوزان کا ذکر ان شاء اللہ میں اب کروں گا۔ البتہ ان دو انواع میں سے جو الفاظ و کلمات مجھے معتبر و معتمد اصول لغت میں نہیں ملے۔ وہاں میں نے امام جوہری کا ہی تتبع کر کے انہیں بیان کرنے سے صرفِ نظر کیا ہے، تاکہ میں اصل پر اپنے قیاس سے اضافہ کرنے کا مرتکب نہ ٹھہروں۔ بلکہ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ معتبر اور معتمد اصول لغت سے نقل کر کے لکھا ہے۔

ثلاثی افعال کے ابواب صرف چھ ہیں:

پہلا باب: فَعَلَ یفعُل۔ (ماضی کے صیغے میں عین کلمہ پر فتحہ یعنی عین کلمہ مفتوح اور مضارع کے صیغے میں مضموم)۔ اس باب میں سات اوزان درج ذیل ہیں:

١۔	نَصَرَ	ینصُر	نصرًا
٢۔	دَخَلَ	یدخُل	دُخُولًا
٣۔	کتب	یکتُب	کِتابَۃً
٤۔	رَدَّ	یَرُدُّ	رَدًّا
٥۔	قَالَ	یَقُول	قولًا
٦۔	عَدَا	یعدُو	عدوًا
٧۔	سَمَا	یسمُوا	سُمُوًّا

دوسرا باب: فَعَلَ یفعِل۔ (ماضی کے صیغے میں۔ عین کلمہ مفتوح اور مضارع کے صیغے میں مکسور۔) اس باب کے پانچ اوزان بیان کئے گئے ہیں:

١۔	ضَرَبَ	یضرِبُ	ضَرْبًا
٢۔	جَلَسَ	یجلِسُ	جُلُوْسًا
٣۔	بَاعَ	یَبِیْعُ	بَیعًا
٤۔	وَعَدَ	یَعِدُ	وَعدًا
٥۔	رَمٰی	یَرْمِي	رَمْیًا

تیسرا باب: فَعَلَ یَفعَل۔ (ماضی کے صیغے میں عین کلمہ مفتوح اور مضارع کے صیغے میں بھی عین کلمہ مفتوح)۔ اس باب میں صرف دو وزن بیان کئے گئے ہیں جو یہ ہیں:

١۔	قَطَعَ	یَقْطَعُ	قطعًا
٢۔	خَضَعَ	یَخْضَعُ	خُضُوْعًا

چوتھا باب: فَعِلَ یَفعَلُ۔ (ماضی کے صیغے میں عین کلمہ مکسور اور مضارع کے صیغے میں عین کلمہ مفتوح)۔اس باب میں درج ذیل چار وزن بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ طَرِبَ یَطْرَبُ طَرِبًا
۲۔ فَهِمَ یفهَم فَهمًا
۳۔ سَلِمَ یَسْلَم سلامة
۴۔ صَدِیَ یَصدَیٰ صدًی

پانچواں باب: فَعُلَ یفعُلُ۔ (ماضی کے صیغے میں عین کلمہ مضموم اور مضارع کے صیغے میں بھی عین کلمہ مضموم)۔اس باب میں یہ دو وزن بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ ظَرُفَ یَظْرُفُ ظَرَافَةً
۲۔ سَهُلَ یَسْهُلُ سهُولَةً

چھٹا باب: فَعِلَ یَفعِلُ۔ (ماضی میں عین کلمہ مکسور اور مضارع کے صیغے میں بھی عین کلمہ مکسور)۔مثلاً وَثِقَ یَثِقُ وُثُوقًا وغیرہ۔لیکن یہ بہت قلیل ہے۔اس لئے ہم نے اس کے وزن بیان نہیں کئے کہ جن کی طرف ان کے فعل کو لوٹایا جائے بلکہ یہ کلمہ جس طرح کتاب میں درج تھا، ہم نے اسی طرح اس کے مصدر کے وزن کو درج کر دیا ہے۔میں نے صرف ان بیس اوزان کا ذکر محض اس لئے کیا ہے کہ میں نے انہیں معتبر سمجھا ہے۔کیونکہ میں نے اس ''مختصر'' میں اکثر یہی اوزان پائے ہیں۔

قاعدہ: جاننا چاہیئے کہ ثلاثی افعال کے مصادر کے اوزان میں اصول اور غالب قیاس یہ ہے کہ جب فعَل (مفتوح العین) ہو تو اس کا وزن فَعْلٌ (عین کلمہ ساکن) کے وزن پر ہوتا ہے اور یہ اس صورت میں کہ جب فعل متعدی ہو، لیکن اگر فعل لازم ہو تو پھر مصدر فُعُولٌ کے وزن پر ہوتا ہے۔پہلے باب میں اس کی مثال نَصَرَ نَصْرًا اور قَعَدَ قُعُوْدًا ہے اور دوسرے باب میں اس کی مثال ضَرَبَ ضَرْبًا اور جَلَسَ جُلُوْسًا ہے۔تیسرے باب میں اس کی مثال قَطَعَ قَطعًا اور خَضَعَ خُضُوْعًا ہے۔اور جب ماضی فَعِلَ (عین کلمہ مکسور) ہو اور مضارع یفعَل (عین کلمہ مفتوح) ہو تو فعل متعدی ہونے کی صورت میں اس کے مصدر کا وزن بھی فَعْلٌ ہوگا اور فعل لازم ہونے کی صورت میں اس کے مصدر کا وزن فَعَلٌ (فا کلمہ اور عین کلمہ دونوں مفتوح) ہوگا۔اس کی مثال فَهِمَ سے فَهْمًا اور طَرِبَ سے طَرَبًا ہے۔اور جب ماضی فعُل (عین کلمہ مضموم) ہو تو اس کا مصدر فَعَالَة (عین کلمہ مفتوح) ہوگا یا فعُولة (عین کلمہ مضموم) ہوگا یا فِعَلٌ (فا کلمہ مکسور اور

عین کلمہ مفتوح) یا فَعَالَۃ ہوگا اور غالب یہی ہے۔ اس کی مثال ظَرُفَ سے ظَرَافَۃً اور سَہُلَ سے سُہُولَۃ اور عَظُمَ سے عِظَمٌ ہے۔ تمام افعال میں یہی قیاس ہے۔ البتہ سماعی مصادر کی حرکات بندی سماع اور حفظ کے سوا اور کسی طرح ممکن نہیں۔ سماع قیاس پر مقدم ہے۔ نیز سماع کی عدم موجودگی کے بغیر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرا قاعدہ: جاننا چاہیئے کہ پہلے تین بابوں میں صرف ماضی کے صیغے میں ہی فعل کے درمیانی حرف کی حرکت نص میں موجود ہونا کافی نہیں ہے کہ جس سے مضارع کا وزن (از خود) معلوم ہو سکے کیونکہ مضارع کا وزن اس کے ماضی کے ایک ہی جیسے وزن کے باوجود مختلف ہوتا ہے۔ لہٰذا مضارع کی نص میں بھی اس (عین کلمہ کی) حرکت کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ یا پھر اسے مذکورہ اوزان میں سے کسی ایک وزن کی طرف اس کا لوٹانا ضروری ہے۔ البتہ چوتھے اور پانچویں باب میں فعل ماضی کے نص میں درمیانی حرف کی حرکت کا معلوم ہونا ضروری ہے جس سے فعل مضارع کا وزن (از خود) معلوم ہو سکتا ہے۔

ائمہ لغت کی کتابوں میں یہی اصطلاح (قاعدہ) درج ہے۔ کیونکہ ماضی اور مضارع دونوں کے عین کلمہ پر زیر کا آنا بہت کم ہے۔ اسی طرح ماضی کے صیغے میں درمیانی حرف کے نیچے زیر کے ساتھ اس کے مضارع کے صیغے کے درمیانی حرف یعنی عین کلمہ پر پیش کا آنا بھی بہت کم ہے۔ یوں گویا دو لغتوں کا باہم تداخل واقع ہوتا ہے مثلاً فَضِلَ یَفْضِلُ وغیرہ۔ اور اگر کبھی یا کہیں ایسی صورت ہو تو پھر فعل کی نص میں حرکت واضح کر دی جاتی ہے۔ ماضی کے صیغے میں فَعُلَ (عین کلمہ پر پیش) کا مضارع ہمیشہ یَفْعُلُ (عین کلمہ پر پیش) آتا ہے۔ لہٰذا چوتھے اور پانچویں باب میں ہم ماضی کے ساتھ مصدر کے صیغے کے علاوہ اور کچھ ذکر نہیں کریں گے۔ جب ہم کسی فعل مضارع کو بالضم (عین کلمہ پر پیش) یا بالکسر (عین کلمہ کے نیچے زیر) کہیں گے۔ جاننا چاہیئے کہ اس فعل کا ماضی کا صیغہ بہرحال مفتوح الوسط (درمیانی حرف پر زبر) ہوگا۔ اسی طرح ہم رباعی فعل کے مصدر کا ذکر فعل کے ساتھ نہیں کریں گے مگر نادر صورت میں، کیونکہ رباعی افعال کا مصدر لازماً اِفعال (پہلے حرف کے نیچے زیر) ہوگا۔ اس سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح ہم ہر فعل کا ذکر کرتے وقت صرف اس کی ضمیر غائب کا صیغہ لکھیں گے۔ کیونکہ یہ لکھنے میں دوسرے صیغوں سے زیادہ مختصر ہے۔ البتہ اگر کہیں فعل متعدی اور فعل لازم کے صیغوں میں اشتباہ کی صورت پیدا ہو تو وہاں ہم فعل کی تفسیر بیان کریں گے۔ یا پھر اس فعل کے ضمیر متکلم استعمال کرنے میں فائدہ ہوتا کہ واوی اور یائی مصدر کی پہچان ہو سکے، مثلاً تمزوث اور رَمَیْتُ تو وہاں ہم غائب کی ضمیر کے

بدلے ضمیر متکلم کا صیغہ استعمال کریں گے۔ جس سے اس کا مضارع معلوم ہو سکے۔ اور جہاں فعل مضاعف ہو تو وہاں ضمیر متکلم کا صیغہ استعمال ہوگا اور عین کلمہ کے حرف پر حرکت دی جائے گی۔ جس سے اس فعل کا باب معلوم ہو سکے مثلاً صَدَدْتُ اور مَسَسْتُ وغیرہ۔ اور جب کوئی ذہین طالب علم اسے تلاش کرنا چاہے تو اسے یہ لفظ مل جائے۔ ایسے موقع پر ہم ضمیر غائب کے اختصار کو چھوڑ کر ضمیر متکلم کا صیغہ استعمال کریں گے۔ تا کہ اشتباہ دور ہو سکے اور زائد فائدہ حاصل ہو سکے۔ اس اختصار کے ضمن میں ہم صرف اپنے اس قول میں لفظ ماضی استعمال کریں گے: ''کہ یہ فعل فلاں باب سے ہے'' تا کہ باب پہچاننے میں زائد فائدہ حاصل ہو سکے۔ یہ فعل بذات خود متعدی ہوتا ہے یا اسے حرف جر لگا کر متعدی بنایا جاتا ہے۔ جہاں تک ثلاثی افعال کے علاوہ دوسرے افعال کا تعلق ہے تو ہم ان کا وزن بیان نہیں کریں گے کیونکہ یہ افعال فی الغالب قیاس پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر ان کا ماضی معلوم ہو جائے تو مضارع اور مصدر خود بخود معلوم ہو جاتے ہیں۔ سوائے ایسے افعال کے کہ جن کا صیغہ قیاس نہ ہو تو ایسی صورت میں ہم اس سے باخبر کر دیں گے۔ اسی طرح ہم نے فعل لازم کے ساتھ **ھمزۃ** کا اور مضعف کی صورت میں فعل متعدی کا ذکر نہیں کیا۔ چونکہ جب فعل لازم معلوم ہو جائے تو عربی زبان کے قاعدہ کے مطابق حرف جر لگا کر یا مضعف بنا کر اس کا فعل متعدی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس قاعدے کا ذکر بھی اس کتاب کے حرفِ جار 'باء' کے ضمن میں کر دیا گیا ہے۔ جو الفِ لین کے باب میں درج ہے اور اگر فعل لازم اور فعل متعدی بالواسطہ کا کہیں ذکر آ جائے تو یہ ایک اضافی فائدہ ہوگا۔ جو اس مقام و موقع کی مناسبت سے کر دیا گیا ہوگا۔

تیسرا قاعدہ: جاننا چاہیئے کہ جہاں اور جب ہم نے **تفعیل**، **تفعّل** اور **تَفْعِلَة** کے وزن پر کسی فعل کے ساتھ مصدر کا ذکر کیا ہوگا یا ان تین اوزان میں سے کسی وزن پر اکیلے مصدر کا ذکر کیا ہو یا ہم نے ''فعّله فتفعّل'' کہلایا ہو تو یہ اس بات پر دلالت ہوگی کہ وہ فعل مشدّد (تشدید والا) ہے۔ یہ قاعدہ ہے جس سے اشتباہ باقی نہیں رہتا۔

ہم نے اوزان بیان کرنے میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ جب ہم کسی فعل کے بارے میں کہیں کہ یہ فعل ضَربَ یا نَصَرَ یا قَطَعَ وغیرہ باب سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ فعل اپنے ماضی اور مضارع اور مصدر کے صیغے کی حرکات میں اسی وزن کے مطابق ہوگا۔ اس فعل کی گردان بھی صرف اسی کے مطابق ہوگی اگر چہ اس وزن کی گردان ہماری بیان کردہ گردان کے مختلف بھی ہو سکتی ہے۔ البتہ اسماء میں سے ہم نے ہر ایسے اسم کو جس میں بالعموم اشتباہ پیدا ہو سکتا ہو، اس کے بعد مشہور مثال دے کر واضح کر دیا ہے یا اس کے ان حروف پر حرکتیں دے دی ہیں۔ جن میں

التباس پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اگرچہ ان میں سے بہت سے ایسے افعال ہیں کہ جنہیں ہم نے اس طرح واضح کردیا ہے لیکن شاید انہیں اس طرح واضح کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ اسی لئے ان کے خود واضح وظاہر ہونے کے پیشِ نظر علامہ جوہریؒ نے ایسے افعال کو نظرانداز کردیا ہے۔ لیکن ہم نے عمومی فائدے کے پیش نظر انہیں یا تو اصل صیغے پر حرکات دے کر یا اس کا وزن بیان کر کے اسے ضبط میں لائے ہیں۔ تاکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کاتبوں (کتابت و طباعت کی) تحریف اور تصحیف کے باعث کوئی اور صورت نہ بن جائے۔ کیونکہ لغت وزبان کے قواعد سے استفادہ کی کمی اور مشکل دو اسباب سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلا سبب تو ترتیب کی مشکل (یعنی غالب اور عام الفاظ کی ترتیب میں مشکل) ہے اور دوسرا سبب ان الفاظ کے مشہور اوزان کے ذکر کی کمی اور الفاظ کے حروف پر حرکات دینے میں کمی ہوتی ہے۔ ایسا مصنف کے اس اعتماد کی بناء پر ہوتا ہے کہ بعد میں تحریف اور تبدیلی مصنف کی دی ہوئی شکل کو نمایاں کرے گی۔ یا پھر مصنفوں کے اس اعتماد کی بناء پر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ایسے الفاظ کی تشکیل ظاہر ہوتی ہے اس لئے تصنیف کے وقت انہیں نظرانداز کردیتے ہیں۔

میں خداوند کریم کے حضور دعا گو ہوں کہ وہ میری علمی اور عملی کاوش کو خالصتاً اپنی ذات کے لئے قبول فرمائے نیز مجھے اور آپ کو اس سے مستفید کرے۔ بلاشبہ وہی احسان کرنے والا اور مہربان ہے۔

پیشِ لفظ

پیش خدمت کتاب امام محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی کی تالیف "مختار الصحاح" کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ تالیف بذاتِ خود امام ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوہری کی مشہور و معروف ضخیم عربی لغت تاج اللغة و صحاح العربية کا اختصار ہے۔ یہ ضخیم لغت چالیس ہزار کلمات پر مشتمل ہے۔ امام موصوف الجوہری کی وفات کا ذکر عربی زبان کی مشہور لغت المنجد میں اس طرح کیا گیا ہے کہ موصوف نے کسی لاعلاج موذی مرض سے تنگ آکر اپنے آپ کو چھت سے گرا کر جان دے دی، اللہ ان کی مغفرت کرے۔

اس ضخیم اور مستند لغت کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر امام الرازی نے اس سے ایسے کلمات چن کر ان کی شرح اور تفسیر بیان کی ہے جن کی، ان کے اپنے الفاظ میں ہر عالم، فقیہ، حافظ قرآن، محدث اور ادیب کو اشد ضرورت ہے کیونکہ اس میں جابجا قرآن، حدیث اور فقہی اصطلاحات کو ان کے سیاق و سباق کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ نیز ترجمہ و تفسیر کی صحت پر دور جاہلیت کے مستند و معروف شعراء کے اشعار ضرب الامثال اور مروّج محاورے بطور سند درج کئے گئے ہیں۔

یہ بات یوں تو ہر فن اور موضوع کے لئے ضروری ہے کہ کتاب کے کلمات کی تفسیر اور ان کا ترجمہ سیاق کلام کے مطابق کیا جائے لیکن قرآن و حدیث اور فقہ سے متعلق تو یہ بات بطور خاص ضروری ہے کیوں کہ ان کا تعلق ایمان اور عقیدے کے ساتھ ہے۔ اس معاملے میں سیاق سے ہٹ کر بات کرنا بڑے فتنے کا موجب ہوسکتا ہے۔ صاحب کتاب نے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے۔

امام الرازیؒ نے الصحاح کی تفسیر کے ساتھ ساتھ اپنی طرف سے بڑے مفید اضافے بھی کئے ہیں۔ کہیں تو کلمات کی مزید وضاحت ہے اور کہیں مؤلف کے مؤقف کی تائید ہے اور جہاں مناسب سمجھا ہے مؤلف کے مؤقف سے اختلاف بھی کیا ہے اور ساتھ ہی اپنا اختلافی مؤقف بھی بیان کیا ہے۔

متن کتاب میں قرآنی آیات اور احادیث کی طرف مختصراً اشارات کئے گئے ہیں جس کے باعث بعض مقامات پر بات پوری طرح واضح نہیں ہوتی۔ ہم نے مکمل قرآنی آیت اور حدیث کا متن بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کا ترجمہ مستند تراجم سے نقل کیا گیا ہے۔

کتاب کی اہمیت اور افادیت کے بارے میں صاحب کتاب اور ناشر کے مقدمات پر کسی قسم کے اضافے کی گنجائش نہیں ہے۔

ہم ذات باری کے حضور دعا گو ہیں کہ ہماری یہ کوشش اور کاوش تشنگی علم کے لئے تشفی کا سامان ہو اور درگاہ ایزدی میں اس کی قبولیت ہمارے لئے توشۂ آخرت بنے۔ آمین!

مترجم

ناشر

دارالاشاعت ۔ کراچی

باب الهمزة

الألف: حرف ہجی مقصور اور موقوف، اگر اسے اسم بنائیں تو اسے ممدود (لمبا کر کے) پڑھیں گے۔ مؤنث ہے تاوقتیکہ اس کے ساتھ 'حرف' کا لفظ نہ لکھیں یا پڑھیں۔

الف تین اقسام کا ہوتا ہے:

(۱) حرف مدّ۔

(۲) حرف لین، اور

(۳) حروف زیادات میں سے۔

حروف زیادات دس ہیں جن کا مجموعہ "الیوم تنساہ" ہوتا ہے۔ افعال میں الف ضمیر تثنیہ کا ہوتا ہے، مثلاً: فَعَلَا، اور یفعلان۔ اسم میں بھی الف تثنیہ کی علامت ہوتا ہے۔ جو اسم کے مرفوع ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً: رَجُلَان (دو شخصوں نے یا دو شخص) جب الف کو متحرک کیا جائے تو اس صورت میں اسے ہمزہ کہا جاتا ہے۔ اور ہمزہ جملے میں استفہام کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔ مثلاً: أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أم عمروٌ (کیا تمہارے پاس زید یا عمرو؟) اگر دو ہمزہ اکٹھے آجائیں تو انہیں الف کے ذریعے ایک دوسرے سے الگ کیا جاتا ہے۔ ذوالرمہ کا شعر ہے:

أَيَا ظَبْيَةَ الوَعْسَاءِ بين جلاجل
وَبين النقا، آأنتِ أم أُم سالم

"ارے، مقام جلاجل اور قین کے درمیان یہ کوئی تنومند آہو خرام ہے یا یہ مری محبوبہ اُم سالم ہے۔"

(یہاں أ أنتَ میں اکٹھے ہوئے اور الف لکھ کر ان کو ایک دوسرے سے الگ کیا گیا ہے)۔ الف کو ندا کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: أزيد اقبل (اے زید آگے بڑھ) البتہ یہ قریب کے شخص کو پکارنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں الف مقصور ہے۔

میرا کہنا ہے کہ یہاں ہمزہ یا تو 'أيـا' کی مقصور شکل ہے یا پھر 'ہیا' کی، یہ تینوں حرف ندا کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ امام جوہری نے کہا ہے کہ الف کی دو قسمیں ہیں:

(۱) الف وصل اور (۲) الف قطع۔

ہر وہ الف جو دوسرے لفظ سے ملتے وقت بولا جائے الف قطع ہے، اور جو بولا نہ جائے وہ الف وصل ہے۔ الف وصل تو ہمیشہ زائد ہوتا ہے لیکن الف قطع کبھی زائد ہوتا ہے مثلاً: استفہام کا الف اور کبھی لفظ کے اصل حروف میں سے ایک حرف ہوتا ہے

مثلاً: اَخَذَ اور اَمَرَ.

آ – (ا): اس شکل میں الف ممدود بھی ہوتا ہے اور مقصور بھی۔ جب اسے مقصور پڑھا جائے تو اسے منوّن کر کے الف پڑھا جاتا ہے۔ باقی کے تمام حروف تہجی کو بھی اسی طرح منوّن کر کے پڑھا جاتا ہے۔ أ (الف مقصور) کو قریب والے شخص کو بلانے کے لئے بطور حرف ندا استعمال کیا جاتا ہے لیکن دور والے شخص کو بلانے کے لئے نہیں مثلاً: أزَیْدُ اَقْبِلْ. (اے زید آگے آ)۔ الف حرف مدّ بھی ہے اور حرف لین بھی۔ حرف لین (ساکن) ہونے کی صورت میں اسے الف کہتے ہیں اور متحرک ہونے کی صورت میں اسے ہمزہ کہا جاتا ہے، اسے الف کہنا بھی جائز ہے۔ الف کی یہ دونوں صورتیں یا شکلیں حروف زیادات میں شمار ہوتی ہیں۔ افعال میں الف تثنیہ کی ضمیر کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: فَعَلا اور یفعلان. اسماء میں علامت تثنیہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے مثلاً: زَیْدَانِ اور رَجُلان.

آخِیَة: دیکھئے بذیل ا خ ا.

آفَة: دیکھئے بذیل ا و ف.

آہ: دیکھئے بذیل ا و ہ.

إبّان: دیکھئے بذیل ا ب ن.

أ ب ب – الأَبّ: چراگاہ۔

أ ب د – الأَبَد: زمانہ۔ اس کی جمع آبَادٌ بروزن آمَالٌ اور أبُوْدٌ بروزن فُلُوْسٌ ہے۔ الأَبَد کا معنی ہمیشہ بھی ہے۔

أ ب ر – أبَرَ الکلبَ: کتے کو سوئی کھلا دی۔ حدیث شریف میں ہے کہ المؤمن کالکلب المابور: مومن اس کتے کی طرح ہے جسے سدھایا گیا ہو۔

اَبَرَ نَخْلَةً: اس نے اپنے کھجور کے درخت کو پیوندکاری کر کے بارآور کیا۔ اسی لفظ سے سِکَّةٌ مَابُوْرَة بنا ہے جس سے مراد وہ راستہ ہے جس پر پیوندکاری کے ذریعے بارآور کئے ہوئے درخت ہوں۔ یعنی ثمردار کھجور کے درختوں والا راستہ۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

تَاْبِیْرُ النَّخلِ: کھجور کو پیوندکاری کے ذریعے بارآور بنانا۔ کہا جاتا ہے: نَخْلَةٌ مؤبَّرةٌ (باء مشدّد) اور نخلةٌ مابورة یعنی پیوندکاری کے ذریعے بارآور کیا ہوا کھجور کا درخت۔ اس مادے کا اسم الإبار بنتا ہے جو اِزار کے وزن پر ہے۔ تَاَبَّرَ الفَسِیلُ: کھجور کے درخت کی شاخ نے پیوندکاری قبول کی۔ یعنی بارآوری کے قابل ہوگیا۔

ابریسم: دیکھئے بذیل ب ر س م.

ابریق: دیکھئے بذیل ب ر ق.

ابزیم: دیکھئے بذیل ب ز م.

اب ط - الإبط: باء ساکن۔ بغل، مؤنث اور مذکر دونوں صیغے۔ اس کی جمع آباط ہے

تابط ، ۔ بغل میں دبالینا۔

اب ق - ابق العبدُ: غلام بھاگ گیا۔ اس کا مضارع یابِقُ اور یابُق ہے۔ (باء مضموم و مکسور)۔

اب ل - الإبل: اونٹ، اس کا واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔ اسے بطور مؤنث استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے اسماء جمع جن کا واحد کا صیغہ نہ ہو جب وہ غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتے ہوں تو ان کا مؤنث ہونا لازمی ہوتا ہے۔ شاید اسے تخفیف کے لئے باء ساکن کرکے پڑھتے ہوں۔ اس کی جمع آبالٌ ہے۔ جب اِبلان یا غنمانِ کہا جائے تو اس سے مراد اونٹوں یا بکریوں کے دو گلے یا ریوڑ ہوں گے۔ اس لفظ سے صفت نسبتی مسلسل زیر کی حرکتوں سے بچنے کے لئے اِبَلِیٌّ (باء مفتوح) آتی ہے۔ اخفش کا کہنا ہے کہ: جَاءَ اِبلُکَ (اَبابِیلَ) بمعنی اونٹوں کے ریوڑ آئے اور طیرٌ ابابِیلُ: پرندوں کے جھنڈ۔ امام جوہری نے کہا کہ یہ صیغہ کثرت کے معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ جمع کا ایسا صیغہ ہے جس کا واحد نہیں ہوتا۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس صیغے کا واحد عِجُّوْلٌ کی طرح اِبُّوْلٌ ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا واحد اِبِّیْلٌ ہے۔

امام جوہری نے کہا کہ میں نے عربوں کے ہاں اس کا واحد نہیں پایا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ اس کی مثال اور نظیر وزن اور معنی دونوں کے اعتبار سے طَیْرٌ اباديدُ اور عَبادِيدُ ہے، اور اس سے مراد لوگوں کے گروہ ہیں۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ اس کا واحد نہیں ہے۔

اَبَلَ الرَّجلُ عن اِمْرَأتِہٖ مضارع یَابِلُ: (باء مکسور) مرد اپنی بیوی کے ساتھ مضاربت سے باز رہا۔ تَابَّلَ کا بھی یہی مطلب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَقَدْ تَابَّلَ آدمُ علی ابنہِ المقتول کذا و کذا عامًا لایُصیبُ حَوَّاءَ: یعنی حضرت آدمؑ اپنے مقتول بیٹے کے غم میں ایک سال تک اسی طرح رہے کہ حضرت حوا کے قریب نہیں گئے۔

الأَبَلَةُ: پہلے دو حرف مفتوح، کھانے کے باعث بوجھل پن۔ حدیث شریف میں ہے: كُلُّ مَالٍ اُدِّيَتْ زُكَاتُهُ فَقَدْ ذَهَبَتْ اَبَلَتُهُ یعنی جس مال کی زکوۃ ادا کردی جائے۔ اس کا بوجھل پن جاتا رہتا ہے۔

اَبَلَتُهُ دراصل وَبَلَتُهُ تھا جو وبال سے مشتق ہے۔ واؤ کو الف سے بدل دیا گیا ہے، جس طرح احد دراصل وَحدٌ تھا۔ واؤ کو الف سے بدل کر اسے احدٌ کردیا

گیا۔

ابَابِیْلُ: نصاری کے راہب۔ چنانچہ نصاری حضرت عیسیٰ کو اِبِیْلُ الاِبِیْلِیْن کہتے تھے۔

ابلیس: دیکھئے بذیل ب ل س۔

ا ب ن-اَبِنَ فُلانٌ (یُؤْبَنُ) بِکَذا: فلاں شخص کو برے لفظوں سے یاد کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں عورتوں کا برے لفظوں میں ذکر نہیں کیا جاتا تھا۔ اِبَّان: الف مکسور اور باء مشدد بمعنی وقت مثلاً: پھلوں کے پکنے کا وقت، کہا جاتا ہے کہ: كُلِ الفاكهةَ فِي اِبَّانِهَا: پھلوں کو ان کے پکنے کے وقت کھاؤ۔

اِبْنٌ: دیکھئے بذیل ب ن ی۔

ا ب ہ-الأُبْهَةُ: عظمت اور بڑائی۔

اُبْهَةُ: دیکھئے بذیل ا ب ہ۔

أ ب ا-الإِبَاءُ: (الف مکسور و باء ممدود) أبَى يَأبَى (باء مفتوح) کا مصدر ہے۔ اس لفظ میں کوئی حلقی حرف نہیں ہے اور یہ شاذ ہے۔ اس کا مطلب ہے "وہ رک گیا"۔ اس کا اسم فاعل آبٍ اور أبِيٌّ نیز أبيانٌ (باء مفتوح) ہے۔

تَأبَّى عَلَيْهِ: وہ رک گیا۔ دور جاہلیت میں بادشاہوں کو سلام کرتے وقت اَبَیْتَ اللَّعْنَ کہا جاتا تھا۔ یعنی آپ سے ایسے افعال سرزد نہ ہوں جو قابل لعنت وملامت ہوں۔

الأَبُ دراصل أبَوٌ (باء مفتوح) تھا۔ کیونکہ اس کی جمع آبَاءٌ ہے جس کی مثال قفا و أقْفَاء اور رَحًا اور ارحاء ہے۔ ابَوٌ سے واؤ ہٹ گئی ہے کیونکہ تثنیہ کے صیغے میں آپ أبَوَانِ کہیں گے۔ بعض عرب أبَوَان کی واؤ کم کر کے صرف أبَانِ کہتے ہیں اور اضافت کی حالت میں أبَيْكَ کہتے ہیں۔ جب آپ اسے 'و، ن' لگا کر جمع بنا دیں تو یہ أبُوْنَ ہو جائے گا۔ اسی طرح اَخٌ سے اَخُوْنَ اور حَمُوٌ سے حَمُوْنَ اور هَنُوٌ سے هَنُوْنَ ہوگا۔ شعر ہے:

بَكَيْنَ وَفَدَّيْنَنَا بالأَبِيْنَا

"وہ رو پڑیں اور انہوں نے ہم پر ماں باپ فدا کر دیئے۔"

اسی وجہ سے بعض نے قرآن کریم کی آیت: وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحٰقَ: میں آباء کی جگہ أبِيكَ پڑھا ہے جس سے مراد أبٌ کی جمع ہے یعنی أبِيْنَكَ سے نون کو اضافت کے باعث حذف کر دیا گیا۔

الأبوان: ماں اور باپ۔ الأبُوَّةُ اَبٌ کا مصدر ہوگا جس طرح عمومۃ اور خؤولۃ ہے۔

يَا اَبَتِ افْعَلْ: قول خداوندی میں اب

کے ساتھ تائے تانیث یائے اضافت کے بدلے لگ گئی ہے اور یوں کہا جاتا ہے: یا اَبَتِ اور یا اَبَتَ۔ یہ دونوں مختلف لہجے (تلفظ) ہیں۔ جس نے اس لفظ کو باء مفتوح پڑھا اس نے تاء کو بے ضرورت سمجھ کر حذف کر دیا، چنانچہ کہتے ہیں لا اَبَ لک اور لا ابا لک یعنی تیرا باپ نہ ہو یا تیرا باپ مرے اور اس سے مراد مدح لی جاتی ہے۔ لا اَبالک کی بجائے لا اَبَاک بھی کہا گیا ہے کیونکہ لک میں لام تکلفاً داخل ہے۔

اتّـاد: دیکھئے بذیل و أ د.

اتّبَس: دیکھئے بذیل ی ب س.

اتجر بالدواء: دیکھئے بذیل و ج ر.

اتّـجَة: دیکھئے بذیل و ج ہ.

اتّدَی: دیکھئے بذیل و د ی.

اتّـزر: دیکھئے بذیل و ز ر.

اتّزَع: دیکھئے بذیل و ز ع.

اتّسخ: دیکھئے بذیل و س خ.

اتّسع: دیکھئے بذیل و س ع.

اتّسق: دیکھئے بذیل و س ق.

اتّسم: دیکھئے بذیل و س م.

اتّصف: دیکھئے بذیل و ص ف.

اتّصل: دیکھئے بذیل و ص ل.

اتّضح: دیکھئے بذیل و ض ح.

اتّطن: دیکھئے بذیل و ط ن.

اتّعد: دیکھئے بذیل و ع د.

اتّفـق: دیکھئے بذیل و ف ق.

اِتّـقی: دیکھئے بذیل و ق ع.

اتّقـد: دیکھئے بذیل و ق د.

اتّکل: دیکھئے بذیل و ک ل.

اتّـکا: دیکھئے بذیل و ک ا.

اتّهـب: دیکھئے بذیل و ہ ب.

اتّهـم: دیکھئے بذیل و ہ م.

أ ت م – المَأتَم: عربوں کے ہاں خوشی یا غمی کے موقع پر اکٹھا ہونا۔ جمع کا صیغہ المآتِم ہے۔ عام بول چال میں ماتم کا لفظ کسی کی مصیبت کے وقت موقع پر جانے کو کہتے ہیں مثلاً: کہتے ہیں: "کُنّا فِی مأتَمِ فلانٍ: ہم فلاں شخص کے ماتم پر گئے تھے، اور درست محاورہ یہ ہے کہ کہیں: کنّا فی مَنَاحة فلانٍ: ہم فلاں شخص کے نوحہ یعنی تعزیت پر گئے تھے۔

ا ت ن – الأَتانُ: گدھی، اَتَانَة نہیں کہنا چاہئے۔ تین گدھیوں کو ثلاث آتُن کہیں گے جیسے عَنَاق کی جمع اَعْنُق ہوگی۔ لیکن زیادہ تر اَتَانٌ کی جمع اُتُـنٌ اور اُتْـنٌ آتی ہے۔

الأَتُّون: تاء مشدّد، چولھا۔ عام لوگ اسے بغیر تشدید بولتے ہیں۔ اس کی جمع اَتَاتِین ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دخیل لفظ ہے جو چولہے اور بھٹی کے لئے بولا جاتا ہے۔

ا ت ی – الإتیان: آنا۔ اس کا باب رَمٰی یَرمِی ہے۔ اس کا اَتَاه یأتوهُ اَتْوَةً بھی ایک (لغت یا) لہجہ ہے۔ قول خداوندی

ہے: اِنَّهُ كَانَ مَا تِيًّا یعنی خدا کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ یہاں مَاتِيًّا کا آتِيًا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کی مثال دوسرا قول خداوندی: حِجَابًا مَّسْتُوْرًا: ہے جہاں مستور سے مراد سَاتِر ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ تمہارے پاس آتا ہے تو گویا تم خود اس کے پاس آتے ہو، (اس طرح سے یہ مفعول کے وزن پر بطور فاعل کے آتا ہے) مترجم: یہ کہنا کہ: اَتَيْتُ الْأَمْرَ مِنْ مَاتَاتِه ای مِنْ مَاْتَاهُ، یا جس طرح یہ کہنا کہ مَا اَحْسَنَ معناة هذا الكلام: اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اس کلام کا کیا خوب معنی ہے یعنی یہ کس قدر خوش معنی کلام ہے۔ اسی طرح (قرآن میں) يَوْمَ يَاْتِي: کو یاء حذف کر کے يَاتِ پڑھا گیا ہے۔ اسی طرح لَا اَدْرِ میں یاء کو حذف کر کے پڑھا گیا ہے۔ یہ قبیلہ ہذیل کی لغت ولہجہ ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ: آتَاهُ علىٰ ذلک الأمرَ (مَوَاتَاةً) یعنی اس نے اس کے موافق اور حسب منشاء کام کیا اور اس کی اطاعت کی۔ عام لوگ آتَاهُ کی بجائے وَاتَاهُ بھی کہتے ہیں۔ (وَاتَاهُ اِيْتَاءً) بمعنی اس نے اسے عطاء کیا۔
آتَاه کے معنی أتىٰ به یعنی وہ لایا بھی ہے۔ اس کی مثال قول خداوندی: وَآتِنَا غَدَاءَنَا (ہمارا کھانا لاؤ) ہے۔

الإتَـــاوة: ٹیکس یا خراج۔ اس کی جمع الأتَاوىٰ ہے۔

تَأتّى لَهُ الشَّيْءَ کے معانی ہوں گے کہ اس نے اس کے لئے کچھ تیار کیا۔ اور تَأتّى لَه کا مطلب ہوگا کہ اس نے اس کے ساتھ نرمی برتی یا خوش اخلاقی سے پیش آیا۔

ا ث ث — الأثَـاث: گھر کا ساز و سامان۔ الفَرَّاء کا کہنا ہے کہ اس لفظ کا واحد نہیں ہے۔ ابوزید نے کہا کہ الأثَاث کے معنوں میں ہر قسم کا مال و متاع آتا ہے جس میں اونٹ، بھیڑ بکری، غلام لونڈی اور دوسرا سامان شامل ہے، اور اس کا واحد کا صیغہ اثاثة ہے۔

ا ث ر — الأثْرُ: بروزن الأمْرُ: تلوار پر کی گئی نفیس نقاشی۔
المـأثـور سے مراد وہ تلوار ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی جن کی بنائی ہوئی ہے۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ فِـرِنْد: تلوار، اَثْـرٌ (جن کی بنائی ہوئی تلوار) نہیں ہے۔ اَثَـرَ الحـديث کا مطلب ہوگا کہ اس نے کسی اور سے یا اور کے حوالے سے حدیث کو روایت کیا۔ اس کا اسم فاعل آثِرٌ ہے (الف ممدود) اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے مَاثُور حدیث کی اصطلاح مشتق ہے یعنی جس حدیث کو

سلف سے خلف روایت کرتے چلے آرہے ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو اپنے والد سے قسم کھاتے سنا تو آپ ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے ذاکرو اور آثر کی حیثیت سے قسم نہیں کھائی، یعنی کسی اور سے بات بیان کرتے ہوئے کہ اس نے باپ کی قسم کھائی۔ یعنی میں نے یہ نہیں کہا کہ فلاں شخص نے کہا کہ مجھے اپنے باپ کی قسم ہے جو میں یہ کام کروں۔ ذاکرًا کا مطلب بھولنے کے بعد یاد آنا نہیں ہے بلکہ بات کا ذکر کرنے کے معنوں میں ہے۔ مثلاً: جیسے یہ کہا جائے کہ میں نے فلاں شخص سے اس بات کا ذکر کیا۔ خَرَجَ فِي إِثْرِه: (الف مکسور) کا مطلب ہوگا کہ وہ اس کے پیچھے نکلا یا چل نکلا۔ الأَثَر (ہمزہ اور ثاء دونوں مفتوح) کسی چیز یا تلوار کی ضرب کا باقی ماندہ نشان۔ نیز نبی کریم ﷺ کے سنن (مسنون اعمال) اور آپ ﷺ کے اقوال و آثار۔ استأثر بالشيء: زبردستی قبضہ کرلیا۔ اس کا اسم الأَثَرَةُ ہے، ہمزہ اور تا دونوں مفتوح ہیں۔ إِسْتَأْثَرَ اللّٰه بِفُلَانٍ: کسی کی وفات پر اس کی مغفرت کے لئے دعا کے لئے یہ کہا جاتا ہے۔

الْمَأْثُرَة: ثاء مفتوح اور مضموم۔ دعوت و ضیافت کیونکہ اسے صدیوں یاد رکھا جاتا ہے۔

آثَرَه على نفسه: اس نے اسے اپنی جان پر ترجیح دی۔ یہ لفظ ایثار سے مشتق ہے۔ أثارةٌ من عِلمٍ سے مراد علم کا بقیہ اور الأَثَرَة (ہمزہ اور ثاء دونوں مفتوح) کسی چیز پر نشان باقی رہ جانا۔

اثفية: دیکھئے بذیل ث ف ی.

ا ث ل — الأَثْلُ: ایک خاص قسم کا درخت 'جھاؤ' جس کا واحد کا صیغہ أَثْلَةٌ ہے اور جمع کا صیغہ أَثْلَاث ہے۔

التأثل: اصل مال رکھ لینا۔ یتیم کے وصی کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ وہ اس (یتیم) کے مال میں سے کھاتا ہے، لیکن وہ اپنے لئے مال اکٹھا نہیں کرتا۔ (أَنَّهُ يَأْكُلُ مِنْ مَالِهِ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مالًا)۔

ا ث م — الإثمُ: گناہ۔ أَثِمَ (ثاء مفتوح) وہ گناہ کا مرتکب ہوا۔ اس کا مصدر إِثْمًا اور مأثمًا ہے۔ اسم فاعل آثِمٌ، أَثِيم اور أَثُوم بھی ہے۔

أَثَمَهُ اللّٰه فِي كَذَا: (ہمزہ مفتوح) اللہ نے اس کے حساب میں ایک گناہ لکھ دیا۔ اس کا مضارع يَأْثُمُهُ اور يأثِمهُ (یاء مضموم اور مکسور) أثامًا. اس سے اسم مفعول مأثوم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام الازہری کا کہنا ہے کہ الفراء نے کہا: أَثَمَهُ اللّٰه يَأْثَمُهُ

اِثْمًا و أثـامًا (اللہ نے اسے گناہ کی سزا دے دی۔ لہٰذا وہ ماثوم ہے، یعنی اپنے گناہ کی سزا پانے والا ہے۔

آثَمَـهُ: (الف ممدود) اس نے اسے گناہ میں ڈال دیا یا مبتلا کیا۔

أثّمَهُ تَاْثِمًا: اس نے اسے گناہگار ٹھہرایا یعنی اس سے کہا کہ تو نے گناہ کیا۔ شراب کو بھی اثـم کہا جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے: "شَـرِبْتُ الاثمَ حتی ضَلَّ عَقْـلی، کـذاک الاثـم تذهب بـالعُقولِ" یعنی میں نے اس قدر شراب پی لی کہ میری عقل بہک گئی، شراب تو اسی طرح عقل کو بہکاتی ہے۔

عقل غارت کی میری، مری اپنی بلانوشی نے
کام ہی خانہ خرابی ہے بلا نوشی کا

تَاْثّمَ: وہ گناہ سے کبیدۂ خاطر ہو کر اس سے باز آیا۔

إلأثام: گناہ کی سزا۔ قول خداوندی ہے: یَلْقَ اَثَامًا: وہ گناہ کی سزا پالے گا۔

اُجاج: دیکھیے بذیل ا ج ج۔

ا ج ج ـالأجِيْج: آگ کا بھڑکنا۔

اَجَّـتْ تَـؤُجُّ اجیجًا: آگ بھڑک اٹھی۔ اَجّـجها غیرُهـا فَتَاجـجَتْ واتَّـجَّـتْ: کسی نے آگ بھڑکائی تو بھڑک اٹھی۔

مَاءٌ اُجَاجٌ: کھارا پانی یا کڑوا پانی۔

اَجَّ المَاءُ، یؤُجُّ اُجُوْجًا: پانی کھولا۔

(ہمزہ مضموم)۔ یَاْجُوج وَمَاْجُوج: الف کو بطور ہمزہ اور لین دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ یعنی یاْجُوج وماْجُوج بھی اور یَاجوج ومَاجوج بھی۔

اج ر ـالأجْرُ: ثواب، اَجـرَهُ اللّٰه: اللہ اسے اجر و ثواب دے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

آجــره: (الف ممدود) (الایجـار): کرائے پر دینا۔

آجَرَة: اجرت، کرایہ، مثلاً: اسْتأجرتُ: میں نے کرائے پر لیا۔ اور اگر کہیں کہ اسْتأجرتُ الرَّجُلَ فهـو یَاْجُرُنِی ثَمَـانی حِجَجٍ: یعنی میں نے آدمی کو ملازم رکھا اور وہ آٹھ سال میری ملازمت کرے گا۔

اُتُجِرَ علیه بکذا فهُو المؤتجر: وہ اتنے (مشاہرے) پر ملازم ہوا۔ اسے تنخواہ دار ملازم کہیں گے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ اسے مزدوری کے عوض پر لگایا گیا۔

آجَـرَهُ الــدار: اس نے اسے مکان کرائے پر دیا۔ عام زبان میں اسے وَاجره بھی کہتے ہیں۔

الإجّار: چھت۔

الآجُر: فارسی سے معرب لفظ ہے بمعنی اینٹ جو تعمیر میں استعمال ہوتی ہے۔

ا ج ص ـالأجّاصُ: ناشپاتی۔ یہ لفظ

دخیل ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں کسی ایک لفظ میں ج اور ص دو حروف اکٹھے نہیں آتے۔ اس کا واحد اِجّاصة ہے۔ اسے انجاص نہیں پڑھنا یا کہنا چاہئے۔

ا ج ل-الأجل: کسی چیز یا کام کی معین و مقرر مدّت۔ کہا جاتا ہے: فَعَلْتُ ذٰلِکَ مِن اجلک: میں نے یہ کام تیری وجہ سے کیا۔ (الف مفتوح اور مکسور)

اِسْتَاجَلَهٗ فَاَجَلَه: اس نے اس سے مہلت طلب کی تو اس نے اسے مہلت دے دی۔

اَجَلَ وَآجَلَهٗ: دونوں عاجَل اور عاجلہ کی ضد ہیں۔ اور معنی ہے اس نے اسے مہلت دی۔ أَجَلَ علیهم شرًّا: اس نے ان پر مصیبت ڈھادی اور شر کو بھڑکایا۔ اس کا باب نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔ خوات بن جبیر کا شعر ہے:

وأهلُ خَباءٍ صَالِحَ ذات بینهم
قَدْ احتربوا فی عاجلٍ انا آجِلُهٗ

"صالح گھاٹی کے لوگوں کی باہم ایسی حالت ہے کہ انہوں نے جلدی میں یا جلد بازی میں جنگ چھیڑ دی ہے تو میں ان کی شامت لانے والا ہوں۔"

اجل: کسی کی بات کے جواب میں 'ہاں' کہہ دینا۔ اخفش نے کہا ہے کہ مخاطب کی بات کی تصدیق کے لئے نعم کی بجائے اَجَلْ کہنا زیادہ اچھا ہے۔ اور سوالیہ انداز کے اظہار کے لئے اجل کی بہ نسبت نَعَمْ کہنا زیادہ اچھا ہے۔

ا ج م-الأجمة: سرکنڈے کا جنگل، اس کی جمع اَجَمات، أجَمٌ، إجَامٌ اور أُجُمٌ ہے۔ شام میں الفرادیس کے قریب واقع ایک گاؤں کا نام الأَجَم ہے۔

ا ج ن-الآجِنُ: ایسا پانی جس کا ذائقہ اور رنگ بدل چکا ہو۔

قَدْ اَجَنَ الماء: پانی میں سڑاند آ گئی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور دَخَلَ ہے۔ الیزیدی نے بیان کیا کہ أَجِنَ کا باب طَرِبَ ہے اور اس کا اسم فاعل أجِنٌ بروزن فَعِلٌ ہے۔

إجَّانَةٌ واحد ہے اور اس کی جمع الأجاجِیْنُ ہے۔ اسے انجانة نہیں کہنا چاہئے۔

ا ح ح-أَحَّ الرَّجُلُ: آدمی کھانسا، اس کا باب رَدَّ ہے۔

ا ح د-الأحد: بمعنی ایک۔ یہ پہلا عدد، اس کی مثال احدٌ اثنان، اَحَد عشر اور احدی عشرة یعنی ایک دو اور گیارہ ہے۔ البتہ قول خداوندی: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں احد اللّٰه کا بدل ہے کیونکہ کبھی کبھی اسم معرفہ اسم نکرہ میں بدل جاتا ہے مثلاً: یہ قول خداوندی: بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ:

تمہارا یہ کہنا کہ: لا احد فی الدار یعنی گھر میں کوئی نہیں ہے، درست ہے۔ لیکن "فیھا احد" یعنی اس میں کوئی ہے، کہنا درست نہیں ہوگا۔

یَومُ الأحد: اتوار کا دن۔

أحد کی جمع آمال کے وزن پر آحاد ہے یہ کہنا کہ ما فی الدار احد یعنی گھر میں کوئی نہیں ہے، میں احد ذوی العقول کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جس سے واحد جمع اور مؤنث کے سب صیغے شامل ہیں مثلاً قول خداوندی ہے: لستُنَّ کاحدٍ مِنَ النِّساء یعنی تمہاری حیثیت ایک عام عورت کی سی نہیں ہے۔ اور دوسرا قول خداوندی: فَمَا مِنکُم مِنْ أحَدٍ عنه حَاجِزِیْن: یعنی پھر تم میں کوئی ہمیں اس (کام) سے روکنے والا نہ ہوتا۔ اور جاءُو أُحَادَ أُحادَ: یعنی وہ لوگ ایک ایک کر کے آئے۔ میں أُحادَ أُحادَ غیر منصرف ہے کیونکہ یہ الفاظ لفظاً ومعنیً ہر دو اعتبار سے معدول واقع ہوئے ہیں۔

أُحُدٌ: (پہلے دو حرف مضموم) مدینہ شریف میں مشہور پہاڑ کا نام ہے۔ نیز یہ کہ: مَعِیَ عَشْرَةٌ فَاحِّدهُنَّ: (حاء مشدّد) یعنی میرے پاس دس ہی ہیں انہیں گیارہ بنا دو۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی سے اپنے دو ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: أَحِّدْ أَحِّدْ یعنی احد احد کہو۔

أحَـدَ: دیکھئے بذیل و ح د اور أ ح د.

ا ح ن — الأَحِنَةُ: کینہ اور دشمنی، اس کی جمع احَنٌ ہے۔ اسے حِنَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔

أحِنَ علیه (حاء مکسور)۔

یَأحَنُ، إحْـنَـةً: یعنی اس نے اس کے خلاف کینہ پالا۔

أ خ ا — الأَخ: اصل میں أَخَوٌ تھا (خاء مفتوح) کیونکہ اس کی جمع آبَـاءٍ کی طرح آخاءٍ بنائی گئی ہے۔ اس میں 'واؤ' ہٹ گئی ہے، کیونکہ تثنیہ کے صیغے میں أخَوانِ آتا ہے۔ بعض عرب 'واؤ' گھٹا کر اسے أخّانِ کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع خَرَب سے خِرْبان کی طرح إخْوان بھی بنا لیتے ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الخَرَب، الحباری کا نَر ہے جو شتر مرغ کی طرح ایک پرندہ ہے۔ الفرّاء نے اس کی جمع إِخْوَةٌ (الف مکسور) اور أُخْوَةٌ (الف مضموم) بتائی ہے۔ کبھی اس کے معنوں میں توسیع کر کے اس سے تثنیہ بھی مراد لیتے ہیں مثلاً: قول خداوندی ہے: فَإِنْ کَانَ لَهُ إِخْوَةٌ: اور تمہارا یہ کہنا کہ: إنَّا فَعَـلْنَا وَنَحْنُ فَعَلْنَا وَأَنْتُمَـا اثْنَـانِ بھی اسی طرح ہے۔ إِخْوَانٌ کا لفظ زیادہ تر دوستوں کے

لئے بولا جاتا ہے، اور رشتے کے بھائیوں کے لئے الإخوۃ کہا جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی جمع بنانے کے لئے 'و، ن' کا بھی اضافہ کیا جاتا ہے یعنی أخ کی جمع أخون بھی بنائی جاتی ہے۔ شاعر کا قول:

وَكُنْتُ لَهُمْ كَشَرِّ بَنِ الأَخِينَا

"میں ان کے چچا زاد بھائیوں کی طرح بدترین دشمن تھا۔"

جس طرح أخ أخوۃ کا ثبوت ہے، اسی طرح اختٌ بھی أخوۃ کی دلیل ہے۔

أخاہ مؤاخاۃ اور إخاءٌ: بھائی چارہ یا بھائی بندی قائم کرنا۔ عام لہجے میں آخاہ کے بدلے واخاہ، تآخیا بروزن تَفاعَلا بھی کہتے ہیں۔

تاخیتُ أخاً کا مطلب ہوگا "میں نے ایک بھائی بنالیا" تاخیتُ الشَّیْءَ: میں نے چیز کو پسند کرلیا۔

الآخِیَّةُ: (الف ممدود اور یاء مشدّد) مفرد ہے اور اس کی جمع الأَوَاخِيُّ ہے جس کا معنی کھونٹا ہے جس سے جانور کو باندھتے ہیں۔ اسے عربی میں الحُرمۃُ اور الذِّمَۃ بھی کہتے ہیں۔

أُخدُود: دیکھئے بذیل خ د د.

أ خ ذ - أخَذَ: اس نے لیا یا پکڑ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم إخذٌ (الف مکسور) ہے۔ اور اس سے فعلِ امر خُذْ بنتا ہے۔ جو دراصل أُؤْخُذْ تھا۔ دو ہمزہ اکٹھے آنے اور ثقیل ہونے کے باعث دونوں ہمزہ حذف ہوگئے۔

أكَلَ، أمَرَ اور اس قسم کے افعال سے فعل امر بنانے کا بھی یہی قاعدہ ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: خُذْ بالخطام: اور خُذِ الخطامَ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے یعنی باگ تھام یا نکیل پکڑ، أخَذَہُ بِذَنْبِہِ: اس نے اس کے گناہوں کا مواخذہ کیا۔ عام لہجے میں آخَذَہُ کی بجائے وَاخَذَہُ کہتے ہیں۔

اِتِّخاذ: أخَذَ ثلاثی فعل سے افتعال کے وزن پر ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے۔ اس میں أخَذَ کا اصل الف اور مزید فیہ کے صیغے افتعال کا الف اکٹھے ہوکر اور فاء کلمہ کو تاء میں مدغم کرنے سے یہ صورت بن گئی۔ پھر کثرت استعمال کے باعث اس سے یہ وہم پیدا ہوا کہ اس فعل میں تاء اصلی ہے اور اس طرح فَعَلَ یَفْعِلُ کے وزن پر یہ فعل تَخِذَ یَتْخِذُ بن گیا اور قرآن میں قول خداوندی: لَتَّخَذْتَ عَلَیہِ أجرًا: پڑھا گیا۔ اسی طرح اخذْتُ میں ذال کو تاء میں تبدیل کرکے اس کا دوسری تاء میں ادغام کرکے پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ ذال کو ظاہر کرکے پڑھتے ہیں لیکن ایسا بہت کم ہے۔ الأتِّخاذِ، الأخْذُ سے تَذْکَارُ کی

طرح تَفْعَال کے وزن پر ہے۔

الإخــاذةُ: الف مکسور۔ جوہڑ یا تالاب کی طرح کوئی چیز یا جگہ۔ اس کی جمع اُخذٌ ہے جیسے کِتابٌ کی جمع کُتبٌ ہے۔ کبھی اسے مخفف کر کے صرف اُخذٌ بھی کہا جاتا ہے۔ مسروق ابن اجدع کی روایت کردہ حدیث ہے: مَـا شَبَّهتُ بأصحاب محمد اِلَّا الإخـاذَة: یعنی میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخـاذہ کے سواء اور کسی کو تشبیہ نہیں دی یہاں اخـاذہ ایک سوار یا دو سواروں یا لوگوں کے ایک گروہ کیلئے کفایت کرتا ہے۔

أ خ ر - أخَّرَهُ فَتَأخَّرَ: اس نے اسے دیر کرادی تو اسے دیر ہوگئی یا اس نے اسے پیچھے چھوڑ دیا تو وہ پیچھے رہ گیا۔

اِسْتَاخر: اس نے دیر کردی۔ آخِرٌ (خاء مکسور) اسم صفت ہے یعنی آخری مثلاً: کہا جائیگا کہ جَاءَ آخِراً اَیْ اَخِیْراً: یعنی وہ آخر میں آیا۔ اس میں فاعل مقدر ہوگا۔ اس کا مؤنث کا صیغہ آخِرَةٌ اور جمع کا صیغہ أواخِرُ ہے۔

آخَـر: (خاء مفتوح) بمعنی دوسرا۔ یہ اسم ہے اور اَفْعَلُ کے وزن پر ہے۔ اس سے مؤنث کا صیغہ اُخریٰ ہے۔ البتہ اس میں صفت کا مفہوم بھی ہے کیونکہ اَفْعَل کا وزن صفت کے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہوتا۔

اسی طرح اُخْرَيَاتُ النَّاسِ کا لفظ ہے جس کا مطلب لوگوں کا آخری حصہ ہے، اور لَا اَفْعَلُهُ اُخْرَى اللَّيَالِي یعنی "میں کبھی بھی باقی راتوں میں ایسا نہیں کروں گا" بھی کہا جاتا ہے۔ بَاعَهُ بِأَخِرة: (خاء مکسور) اس نے ادھار فروخت کیا اور عَرَفَهُ بِاَخَرَةٍ (خاء مفتوح) اس نے اسے آخر پہچان لیا۔ جَـاءنَا اُخُرًا (الف مضموم) یعنی وہ آخر کار ہمارے پاس آ گیا۔

مُـؤخِرُ العَـيـن: میں مُؤخِر بروزن مـؤمِن: کنپٹی کا وہ حصہ جس کا اگلا رُخ ناک کی طرف ہوتا ہے۔

مُؤخِرَةُ الرَّحْلِ: کجاوے کا پچھلا حصہ۔ ان معنوں میں اس لفظ کا استعمال بہت کم ہے۔

آخِرَةُ الرَّحْلِ: کجاوے کا وہ حصہ جس کے ساتھ شتر سوار پیٹھ لگا کر ٹیک لگاتا ہے۔ اس لفظ کو مُؤخِرَةُ الرَّحْلِ نہیں کہنا چاہئے۔

مُؤَخَّر الشَّيْئُ: (خاء مشدد) کسی چیز کا پچھلا حصہ۔ یہ اگلے حصے کی ضد ہے۔

اُخَرُ: اُخریٰ کی جمع ہے۔ اور اُخریٰ آخر کا صیغہ مؤنث ہے اور غیر منصرف ہے۔ قول خداوندی ہے: فَعِـدَّةٌ مِـنْ اَيَّـامٍ اُخَـرَ: یعنی عذر کی صورت میں قضا روزے رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں پورے کرے۔ اُخَرَ اس لئے آیا ہے کیونکہ اَفْعَلَ کے وزن پر اسم مِنْ کے

ساتھ آنے اور نکرہ ہونے کی صورت میں نہ تو جمع بنایا جاسکتا ہے اور نہ مؤنث۔ مثلاً: کہا جائے گا: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَفْضَلَ مِنْکَ یعنی میرا ایک ایسے شخص پر گزر رہا جو تجھ سے افضل ہے۔ وَبِرِجالٍ افضلَ مِنْکَ یعنی میرا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو تجھ سے افضل ہیں۔ اور بِامرأةٍ افضلَ منک: یعنی میرا ایسی عورت پر گزر رہا جو تجھ سے افضل ہے۔ اور اگر اس پر الف لام داخل کیا جائے اور اسے اضافت دی جائے تو پھر اس سے تثنیہ جمع اور مؤنث کے صیغے بنا سکتے ہیں مثلاً: کہیں گے: مَرَرْتُ بالرَّجُلِ الأَفْضَلِ، بالرَّجُلَيْنِ الأَفْضَلَيْنِ، بالمرأة الفُضْلٰى اور بالنِّسَاءِ الفُضَلِ یعنی میرا ایک افضل شخص، دو افضل شخصوں، ایک افضل عورت اور افضل عورتوں پر گزر رہا۔ یوں بھی کہیں گے کہ: مَرَرْتُ بأفْضَلِهِم وبأفْضَلِتِهِم وبأفضليهم وبفُضلاهُنّ وبِفُضَلِهِنّ: لیکن یوں کہنا جائز نہ ہوگا: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ افضَلَ، بِرِجالٍ اَفَاضِلَ، بامْرَأةٍ فُضلٰى تاوقتیکہ ان کے ساتھ مِنْ نہ لگے یا ان پر الف لام داخل نہ ہو، یہ دونوں ان کے بعد آتے ہیں۔ لیکن آخَرُ کی یہ صورت نہیں ہے کیونکہ وہ مِنْ کے صلے کے بغیر ہی مؤنث بھی بنایا جاسکتا ہے اور جمع بھی۔ اس میں الف لام اور اضافت لگانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ کہہ سکتے ہیں: مرَرْتُ بِرَجُلٍ آخَرَ وبِرِجالٍ أُخَرَ: اور جب یہ لفظ معدول اور صفت ہو تو پھر یہ ممنوع من الصرف ہوگا اور اس کے باوجود جمع ہوگا، اور اگر یہ کسی شخص کا نام رکھا جائے تو یہ اسم نکرہ ہونے کی صورت میں اخفش کے نزدیک منصرف ہوگا اور سیبویہ کے نزدیک غیر منصرف۔

ا د ب - أَ دُ ب: (دال مضموم) أَدَبًا (پہلے دو حرف مفتوح) اس کا اسم فاعل أَدِيبٌ ہوگا۔ اِسْتَأْدَبَ: وہ باادب ہوگیا۔

ا د د - الإِدُّ: اور الإِدَّةُ (دونوں میں پہلا حرف مکسور اور دوسرا مشدّد) بمعنی بلا، آفت اور گھناؤنی بات۔ قول خداوندی ہے: شَيْئًا إِدًّا: یعنی خطرناک اور وحشتناک چیز۔

أُدَدٌ: یمن کے ایک قبیلے کا مورث اعلیٰ۔ عرب اسے منصرف استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے اسے ثُقَب کے وزن پر محمول کیا ہے نہ کہ عُمَرَ کے وزن پر۔

إِ دَ ةٌ: دیکھئے ا د د.

ا د م - الأُدُمُ: (پہلا اور دوسرا حرف مفتوح) یہ أَدِيمٌ کی جمع ہے۔ اس سے جمع کا صیغہ أَدِمَةٌ بھی بنایا جاتا ہے۔

جیسے رَغِیف سے اَرْغِفَة: شاید روئے زمین کو بھی اَدِیْم کہتے ہیں۔

الأدَمَةُ: جلد کا اندرونی حصہ جو گوشت کے ساتھ ملا ہوتا ہے۔ جلد کے بیرونی حصے کو بَشَرَةٌ کہتے ہیں۔ الأُدْمَةُ: گندمی رنگ۔

آدَمُ: گندمی رنگ کا انسان۔ اس کی جمع اُدْمان ہے۔ آدم: گہرے سفید رنگ کا اونٹ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب گہرے سفید رنگ اور سیاہ چٹیوں والا اونٹ ہے۔ اونٹ کو تو آدم کہتے ہیں اور اونٹنی کو اَدْمَاء کہتے ہیں اور اس کی جمع اُدْمٌ ہے۔

الإدامُ: وہ چیز جسے بطور سالن استعمال کیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ أدَمَ الخُبزَ باللَّحم: اس نے روٹی کے ساتھ گوشت کا سالن بنایا یعنی گوشت کے ساتھ روٹی کھائی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الأدَمُ: محبت اور اتفاق۔ کہا جاتا ہے کہ اَدَمَ اللّٰہُ بَیْنَهُما: اللہ ان دونوں کے درمیان صلح کرا دے اور ان میں باہم محبت و الفت پیدا کرے۔ اس کا باب بھی ضَرَبَ ہے۔ اسی طرح آدَمَ اللّٰہُ بَیْنَهُمَا (فعل اور اَفْعَلَ باب ہے) کا مطلب بھی یہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَوْ نَظَرْتَ الیها فَاِنَّهُ اَحْرَی اَنْ یُؤدَمَ بَیْنَکُمَا: اگر تو اس عورت کی طرف نگاہ کرتا تو یہ زیادہ قریب امکان بات تھی کہ اللہ تم دونوں کے درمیان محبت والفت پیدا کر دیتا۔

أ د ا—الأداةُ: آلہ، اس کی جمع آلات ہے۔

اللحیانی نے بتایا کہ: قَطَعَ اللّٰہُ اَدَیْهِ ای یَدَیْهِ: یہاں اَدَیْهِ، یَدَیْهِ کی جگہ استعمال ہوا ہے یعنی اللہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے۔

اَدّٰی دَیْنَهُ تَأدِیَةً: (ادا کرنا)، اس نے اپنا قرض چکا دیا۔ اس سے اسم الاداء ہے۔

آدٰی للأمانة مِنْ فُلَانٍ: وہ فلاں شخص سے زیادہ امانت دار ہے یعنی امانت کو ادا کرنے والا ہے۔

تَأدّٰی الیه الخَبَرُ: اس تک خبر پہنچ گئی۔

الأداوة: بیت الخلاء، اس کی جمع مطایا کے وزن پر الأداوی ہے۔

أ ذ—إذْ: بمعنی جب، یا جس وقت۔ یہ لفظ گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ مبنی بر سکون اسم ہے۔ اس کے استعمال کا قاعدہ یہ ہے کہ اسے جملے کی طرف مضاف بنا کر استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: یوں کہیں گے کہ جِئتُکَ إذْ قَامَ زَیْدٌ: میں اس وقت تیرے پاس آیا جب زید کھڑا تھا۔ یا اذْ زَیْدٌ قَائمٌ یا اِذْ زَیْدٌ یَقُوْمُ اور اگر اسے بطور مضاف استعمال نہ کریں تو پھر اس پر تنوین آئے گی مثلاً:

ذؤیب کا یہ شعر:

نَهَيْتُکَ عن طلابِکَ اُمّ عمرو
بعافیةٍ وانت اِذٍ صحیح

شاعر نے یہاں اِذٍ سے حِینَئِذٍ مراد لیا ہے۔ اِذ حرف جزا ہے، البتہ اسے بطور حرف جزا اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب اس کے ساتھ 'ما' شامل ہو مثلاً: إذما تاتنی آتِکَ یعنی جب تو آئے گا تو میں آؤں گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حرف 'اذ' ایسی چیز کے لئے استعمال کیا جائے جو تمہارے حسب حال ہو۔ اس کے ساتھ صرف فعل لازم آتا ہے مثلاً: ''بینما انا کَذا اذ جاء زیْدٌ یعنی میں اس حال میں تھا جس وقت زید آیا۔ صاحب کتاب نے اسے 'ذال' کے باب میں اسی طرح بیان کیا ہے۔ الف لیّنہ کے بارے میں 'اذا' کا ذکر کرنے کے بعد جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس کا متن درج ذیل ہے:

''أمّا اذ فهِيَ لِمَا مضٰی من الزمانِ وقد تکُوْنُ مَفَاجَاةً مثل 'اِذَا' وَلَا يَلِيها اِلّا الفعل الواجب کقولک بینما آما کذا اذجاء زَیْدٌ.''

یعنی: ''رہا 'اِذ' تو یہ فعل ماضی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی 'اِذا' کی طرح مفاجاۃ کیلئے بھی آتا ہے۔ اس کے ساتھ صرف فعل لازم آتا ہے مثلاً: یہ قول کہ میں اس حالت میں تھا جس وقت زید آیا۔ اور کبھی دونوں کو یعنی فعل ماضی اور مفاجاۃ کو اکٹھا کیا جاتا ہے مثلاً: قول خداوندی ہے: وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی: یعنی وَواعدنا موسٰی۔ شاعر کا قول ہے:

حتّٰی اذا اسلکوهم فی قتائدة
شلًا کما تَطْرُدُ الجمالَه الشُّرُدَا

یہ شعر چونکہ قصیدے کا آخری شعر ہے اس لئے خبر والا حصہ یا تو پہلے (شعر میں) گزر چکا ہے یا پھر ہو سکتا ہے کہ شاعر نے یہ سمجھتے ہوئے مبتداء کے بعد خبر کا ذکر نہیں کیا کہ وہ سننے والوں کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے۔

ا ذ ا - إذا: اسم ہے جو مستقبل کے زمانے پر دلالت کرتا ہے یہ لفظ جملے کی طرف اضافت کے بغیر استعمال نہیں ہوتا مثلاً: اجِیئُکَ اِذَا اِحْمَرَّ البُسْرُ وَاذا قَدِمَ فلانٌ: یعنی میں تمہارے پاس تب آؤں گا جب بُسر کھجوروں کا رنگ پک کر سرخ ہو جائیگا یا جب فلاں آدمی آئے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایسا اسم ہے جس کا وقوع اس قول کا موقع و محل ہے کہ آتِیکَ یَوْمَ یَقْدُمُ فلانٌ: یعنی میں تمہارے پاس اس دن آؤں گا جب فلاں شخص آئے گا۔ یہ اسم ظرف ہے اور اس میں شرط و جزا کا مفہوم ہے، کیونکہ شرط کی جزا کی حسب

ذیل علامتیں ہوتی ہیں:

(۱) پہلی شرط فعل ہے، مثلاً: یہ کہنا کہ اِنْ تَاتِنِیْ اٰتِکَ یعنی اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیرے پاس آؤں گا۔

(۲) دوسری شرط 'فاء' ہے مثلاً: یہ کہنا کہ: اِنْ تَاتِنِیْ فَانَا مُحْسِنٌ اِلَیْکَ یعنی اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تجھ پر احسان کروں گا۔

(۳) تیسری شرط اِذا ہے مثلاً: قول خداوندی: وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ: یعنی اگر ان پر ان کے کرتوتوں کی پاداش میں برا وقت آن پڑے تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ یہ تمہارے حسب حال ہو مثلاً: یہ کہنا کہ: خَرَجْتُ فَاِذَا زَيْدٌ قَائِمٌ: یعنی جب میں نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے زید کھڑا ہے۔

أ ذ ن ـ أَذِنَ لَهُ فِي شَيْئٍ: یعنی اس نے اسے بات کی اجازت دی۔

'ذ' مکسور۔ اِذْنًا۔ اَذِنَ کا مطلب عَلِمَ یعنی اس نے جان لیا ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ان معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ: معنیٰ: تو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ جان لو۔

اَذِنَ لَهُ: اس نے اس کی طرف کان دھر لئے یعنی اس کی بات غور سے سنی۔ اس کا باب بھی طَرِبَ ہے۔ قعنب بن ام صاحب کا شعر ہے:

إن يَأْذَنُوا رِيبةً طاروا بِهَا فَرَحًا
مِنّي وما اذنُوا من صالحٍ دَفَنُوا
صُمٌّ إذا سمعوا خَيْرًا ذُكِرْتُ بِهِ
وَان ذُكِرتُ بِشَرٍّ عِنْدَهُمْ اذنُوا

: "اگر وہ میرے بارے میں شک اور تہمت کی کوئی بات سنتے تو خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور جب کوئی اچھی بات ان کے علم میں آتی ہے تو اس کو دبا لیتے ہیں۔ اگر میرا ذکر خیر ہوتے سنتے ہیں تو بہرے بن جاتے ہیں جبکہ اپنے ہاں میرے متعلق کوئی بری بات بڑے غور سے سنتے ہیں۔"

میرا کہنا یہ ہے کہ قول خداوندی: وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ: یعنی زمین اپنے رب کی بات سن لے گی اور اس کا حق ہے کہ وہ اسے سنے۔ حدیث شریف میں ہے:

مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْئٍ كَاَذْنِهِ لِنَبِيٍّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ.

یعنی: "اللہ تعالیٰ نے کسی بات کی اس طرح اجازت نہیں دی جس طرح اس نے نبی ﷺ کو قرآن میں تغنّی کی دی ہے۔"

اَذَانٌ: اعلان۔ نماز کے لئے اذان بمعنی اعلان کی اصطلاح معروف ہے، اس کا فعل اَذَّنَ اَذَانًا ہوگا یعنی اس نے اذان دی۔

مِئْذَنَةٌ: اذان دینے کے لئے مخصوص منارہ۔ اَلْاُذُنُ: کان۔ اسے ثقیل اور خفیف دونوں طرح کہنا جائز ہے۔ اور یہ مؤنث ہے۔ اس کا اسم تصغیر اُذَيْنَةٌ ہے۔

رَجُلٌ اُذُنٌ: کان کا کچا آدمی جو ہر ایک کی

بات سنتا ہو یہ ایک شخص ہو یا بہت ہوں۔

آذَنَہ بِالشَّیْءِ: (الف ممدود) اس نے اسے معاملے کی خبر دے دی۔

آذَنَ اور تَأذَّنَ دونوں کا اَیْقَنَ اور تَیَقَّنَ کی طرح ایک ہی مطلب ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے:

وَإِذْ تَـأَذَّنَ رَبُّـکَ

یعنی: "جب تیرے پروردگار نے اعلان کیا۔"

إِذَن: تب، اگر فعل مستقبل سے پہلے آئے تو حرف مکافاۃ اور حرف جزا ہے۔ اس کے بعد فعل مضارع پر نصب آئے گی مثلاً: اگر کوئی کہے کہ اللَّیْلَةَ أَزُورُکَ: یعنی میں آج رات آپ سے ملنے آؤں گا تو آپ جواب میں کہیں گے کہ:

إِذَنْ أُکْرِمَکَ وإن تَـأخَّرَتَ اَلْغَیْثَ

یعنی: "تب میں آپ کا اکرام کروں گا اور اگر تمہیں دیر ہوجائے تو پھر آنا منسوخ کر دینا۔"

اسی طرح اگر آپ کہیں گے کہ اُکْرِمُکَ إِذَنْ: یعنی تب میں آپ کا اکرام کروں گا۔ إِذَنْ کے بعد آنے والا فعل اگر فعل حال ہو تو اس پر عامل کا اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ فعل حال پر عوامل ناصبہ (زبر دینے والے عوامل) کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

ا ذ ی - آذاہ، یُؤْذِیہِ اَذًی: تکلیف اور اذیت دینا۔ اور أذاة و أذیّه، تَأذّی بِه: تکلیف اور اذیت سہنا۔

ا ر ب - الإِرْبُ: (الف مکسور) عضو۔ اس کی جمع آراب (الف ممدود) اور ارآب (دوسرا الف ممدود) ہے۔

الإِرْبُ کے معانی ذہانت اور عقل بھی ہیں۔ اسی سے یہ قول ہے کہ: فُـلانٌ یُـؤارِبُ یعنی فلاں شخص عقل کی بات کرتا ہے۔ اسی مادے سے الأَرِیْـبُ مشتق ہے۔ جس کا معنی عاقل ہے۔ الإِرْبُ کا مطلب ضرورت اور حاجت بھی ہے۔ اور اسی طرح الأَرَبَةُ اور الأَرَبُ (پہلے دو حروف مفتوح) اور

المَأرَبَةُ: (راء مفتوح یا مضموم)۔ اس لفظ کی یہ ساری شکلیں غرض یا مطلب کے لئے مستعمل ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ امام فارابی رحمہ اللہ نے اسے مـأرِبَةٌ راء مکسور بھی نقل کیا ہے۔ اس کا باب طَـرِبَ ہے۔ قرآن کی آیت غَیْرَ اُولی الإرْبَة: میں یہ لفظ مجنون اور ذہنی مریض، معذور کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یہ حضرت سعید بن جبیرؓ کی تفسیر ہے۔

ا ر ث - الإِرْثُ: میراث، وراثت۔ اس لفظ میں ہمزہ کی اصل 'واؤ' ہے۔

ا ر ج - الأَرَجُ: اور الأَرِیْجُ: خوشبو کی مہک کہتے ہیں

أَرِجَ الطِّيبُ: خوشبو مہک اٹھی۔ اس کا باب طَـرِبَ ہے اور اَرِيْجـاً بھی۔

اَرَّجان: ایران میں ایک شہر کا نام ہے۔ شاید یہ نام راء کی تخفیف یعنی بغیر تشدید بھی آیا ہے یعنی اَرَجان۔

اُرْجُوَان: دیکھئے بذیل مادہ ر ج ا۔ (ارغوان؟)

ا ر خ: تاریخ اور تواریخ، وقت کی تعریف مثلاً: یہ کہنا کہ ارّخ الکتاب بِيَوْمِ کـذا: اس نے کتاب پر فلاں تاریخ ڈال دی۔

ورّخ: بھی انہیں معنوں میں مستعمل ہے۔

ا ر ز - الأَرُزُّ: چاول۔ اس لفظ کے چھ لہجے یا تلفظ ہیں:

(۱) أَرُزٌّ - (ہمزہ مفتوح)

(۲) أُرُزٌّ - بعد میں آنے والے حرف پر ضمہ کے باعث ہمزہ مضموم۔

(۳) أُرْزٌّ - بروزن عُسْرٌ۔

(۴) أُرُزٌّ - بروزن عُسُرٌ۔

(۵) رُزٌّ اور؛

(۶) رُنْزٌ۔

الأَرَزَةُ: (پہلے دو حرف مفتوح) اَرْزَنُ کا درخت۔

الأَرْزَةُ: (راء ساکن) صنوبر کا درخت۔

حدیث شریف میں ہے:

إنَّ الاسْـلَامَ لَيَـأْرِزُ الی المدينَةِ كَمَا تَأْرِزُ الحيَّةُ الى جُحْرِها.

"اسلام مدینہ میں اس طرح جا گھستا ہے جس طرح سانپ اپنی بل میں۔"

ا ر ش - الأَرْشُ: بروزن عَرْشٌ: زخموں کی دیت۔

ا ر ض - الأَرْضُ: مؤنث اور اسم جنس۔ واحد کا صیغہ ہونے کے اعتبار سے تو اَرْضَةٌ ہونا چاہئے تھا لیکن عربوں کے ہاں ایسا نہیں کہا گیا۔ اس کی جمع أَرَضَـــات (راء مفتوح) ہے۔ اور اَرَضُـــوْن بھی (راء مفتوح) شاید راء کو ساکن بھی سمجھا گیا ہے۔ اس کی جمع أُرُوْضٌ اور آرَاضٍ بھی بنائی گئی ہے جو اَهْلٌ اور آهَالٌ کی طرح ہے۔ غیر قیاسی یعنی سماعی طور پر الأَراضی بھی اس کی جمع ہے گویا یہ جمع آرْوَض کی بنائی گئی ہے۔ نیچے بیٹھی ہوئی ہر چیز کو اَرْضٌ کہتے ہیں۔

ارضٌ اَرِيضٌ: یعنی زكِيّـةٌ بَيِّنَـةٌ

الأَراضَةِ: کا مطلب صاف ستھری اور واضح زمین ہے۔ ابو عمرو نے الأَرْضُ الأَرِيـضَــةُ کا مطلب خوش نما زمین لکھا ہے۔ الأَرْضُ کا مطلب کپکپی اور تھرتھراہٹ بھی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وَقَدْ زُلْزِلَتِ الأَرْضُ.

أُزُلْزِلَتِ الأَرْضُ أم بِيَ الأَرْضُ: یعنی

زمین میں زلزلہ آ گیا کی تفسیر "کیا زمین ہلا دی گئی یا مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی ہے۔"

الْأَرَضَةُ: (پہلے دو حرف مفتوح) لکڑی کو کھا جانے والا ایک کیڑا۔ کہا جاتا ہے کہ: أُرِضَتِ الْخَشَبَةُ: لکڑی کو کیڑا لگ گیا۔ یہاں یہ لفظ فعل مجہول استعمال ہوا ہے۔

تُؤْرَض أَرْضًا: (راء ساکن) کا اسم مفعول مَأْرُوضَةٌ بمعنی کرم خوردہ ہوگا۔

ا ر ف - الْأُرْفَةُ: بروزن غُرْفَةٌ بمعنی حد۔ اس کی جمع أُرَف ہے۔ جیسے غُرَف۔ اس کا مطلب دو زمینوں کے درمیان کی حد ہے۔ حضرت عثمانؓ کی روایت کردہ حدیث ہے کہ: الْأُرَفُ تَقْطَعُ كُلَّ شُفْعَةٍ یعنی سرحدیں ہر قسم کے حق شفعہ کو کاٹ ڈالتی ہیں یا ختم کر دیتی ہیں۔ واضح رہے کہ حضرت عثمانؓ ہمسایہ کے حق شفعہ کے قائل نہ تھے۔

ا ر ق - الْأَرَقُ: جاگنا۔ اسکا باب طَرِبَ ہے۔

أَرَّقَهُ كَذَا تَارِيقًا: اس نے اسے جگایا۔

الْأَرَقَانُ: یرقان کا ایک دوسرا تلفظ یا لہجہ ہے۔ یہ ایک بیماری ہے جو انسان اور فصلوں دونوں کو لگ جاتی ہے۔

ا ر ک - الْأَرَاكُ: درخت۔ اس کا واحد أَرَاكَةٌ ہے۔ الْأَرِيكَةُ: کسی گنبد یا گھر میں سجایا اور بچھایا ہوا تخت۔ جس گھر میں یہ تخت نہ بچھا ہو، ایسے گھر کو حَجْلَةٌ کہتے ہیں۔ أَرِيكَةٌ کی جمع أَرَائِكُ ہے۔

ا ر م: قول خداوندی ہے: بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ: جس نے اسے اضافت نہ سمجھا، اس نے اسے اسم بنایا اور غیر منصرف قرار دیا۔ کیونکہ اس عــاد کو باپ قرار دیا اور إِرَمَ کو قبیلہ، اور إِرَمَ کو عاد کا بدل بنایا۔ اور جس نے اسے اضافت کے ساتھ پڑھا اور اسے غیر منصرف قرار دیا تو اس نے اسے قبیلے کی ماں یا شہر قرار دیا۔

أَرْمَنِي: دیکھئے بذیل ر م ن۔

ا ر ی - الْأَرْيُ: شہد۔ لوگ اسے غلط العام کے طور پر مَعْلَفٌ یعنی مویشیوں کو چارہ ڈالنے والی کھرلی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ البتہ الآری مویشیوں کے باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اسے الاخِيَّةُ بھی کہا گیا ہے۔ اس کی جمع الأواری ہے۔ اسے تخفیف و تشدید دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

أَرْيَحِيٌّ وأَرْيَحِيَّةٌ: دیکھئے بذیل ر و ح۔

أ ز ب - المِئْزَابُ، المِزْرَابُ: بمعنی پرنالہ۔ شاید اس میں ہمزہ کی آواز نہیں ہوتی۔ اس کی جمع مآزیب (الف ممدود) ہے۔

ا ز ر - الْأُزْرُ: قوت و طاقت۔ قول

خداوندی ہے: اُشْدُدْ بِهٖ أَزْرِی: یعنی اس کے ذریعے میری پیٹھ مضبوط کر۔

آزَرَهٗ: اس نے اس کی مدد کی۔ عامی لہجے میں وازرہ کہتے ہیں۔

الإِزَار: چادر تہبند، معروف لفظ ہے۔ اسے مؤنث اور مذکر دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ اسی طرح الإزارة بھی ہے۔ اس کی جمع کا صیغہ حمار اور اَحْمِرَةٌ کی طرح آزِرَةٌ بہت کم مستعمل ہے۔ البتہ حُمُرٌ کی طرح اس کی جمع أُزُرٌ کثیر الاستعمال ہے۔ لفظ إِزَار سے بطور کنایہ عورت مراد لی جاتی ہے۔ المِئزَرُ بمعنی إزار مِلْحَفٌ اور لِحَافٌ یا مِقْرَمٌ اور قِرَامٌ کی طرح ہے۔

أَزَّرَهٗ تَأزِیرًا فَتَأَزَّرَ: اس نے اسے ازار پہنائی تو اس نے پہن لی۔

اِتَّزَرَ اِزْرَةً: اس نے اچھی ازار پہن لی۔ یہ جِلْسَةٌ اور رِکْبَةٌ کی طرح کا صیغہ ہے۔

آزَر: عجمی نام ہے۔

ا ز ز—الأَزِیْز: بجلی کی کڑک اور ہانڈی کے ابلنے کی آواز، حدیث شریف میں ہے:

إِنَّهٗ کَانَ یُصَلِّی وَلِجَوْفِهٖ أَزِیْزٌ کَأَزِیْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُکَاءِ.

یعنی: "جب آپ ﷺ نماز ادا فرماتے تھے تو نماز میں گریہ وبکاء کی وجہ سے آپ ﷺ کے شکم مبارک سے ہانڈی ابلنے کی آواز کی طرح آواز نکلتی تھی۔"

الأَزُّ: اُبال، گڑھک اور ورغلانا۔ یہی لفظ قول خداوندی: تَؤُزُّهُمْ أَزًّا میں آیا ہے۔ یعنی شیاطین کافروں کو گناہوں کی رغبت دے کر ورغلاتے ہیں۔

ا ز ف—أَزِفَ. الرَّحِیلُ دَنَا: کوچ کا وقت قریب آ گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی: أَزِفَتِ الآزِفَةُ میں آیا ہے۔ یعنی قیامت کی گھڑی قریب آن لگی ہے۔

ا ز ل—الأَزَل: قدم، اسی سے لفظ ازلی کہا جاتا ہے بمعنی قدیمی (جس کے آغاز کا علم نہ ہو)۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اس کلمہ کی اصل یہ ہے کہ عرب قدیم کے لئے لم یزل بولتے تھے پھر اس کی نسبت اس کلمہ کی طرف ہوئی لیکن اس کی یہ حالت زیادہ دیر برقرار نہ رہی بلکہ مختصر ہو کر یَزَلِی رہ گئی۔ پھر یاء الف میں بدل کر أَزَلِیّ بن گیا کیونکہ بولنے میں یاء کی نسبت الف زیادہ خفیف اور ہلکا ہے۔ اسی طرح یہ لفظ ازلی وجود میں آ گیا جس طرح ذی یَزَن سے منسوب نیزے کو ذی یزنی سے أَزَنی نیزہ بنایا گیا اور جس طرح نَصْلٌ أَثْرَبِی سے اَثْرَبِی بھالا بنایا گیا۔

ا ز م—الأَزْمَة: سختی، شدت، قحط کی ناگہانی صورت حال۔

أَزَمَ عن شَيْءٍ: وہ باز رہا یا رُکا رہا۔ اسکا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إنَّ عُمَرؓ سَأَلَ الحرث بن كَلْدَة مَا الدَّوَاءُ؟ فَقَال، الأَزْمُ: یعنی حضرت عمرؓ نے حرث بن کلدہ سے پوچھا کہ دوا یا علاج کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ: ''پرہیز''۔ حرث عرب کے معروف طبیب تھے۔

المَازِمُ: گھاٹی یا دو پہاڑوں کے درمیان تنگ راستہ، جنگ کی جگہ کو بھی مازِمْ کہتے ہیں۔ اسی لئے مشعر اور عرفہ کے درمیان کی جگہ کو مَاْزِمَیْن کہا گیا ہے۔ الاصمعی کا قول ہے کہ سند(حد) میں مازم جمع اور عرفہ کے درمیان واقع تنگ گھاٹی ہے۔ حدیث شریف میں بھی ان کے لئے مَازِمَیْنِ کا لفظ آیا ہے۔

أ ز ا: کہہ سکتے ہیں کہ هُوَ بِآزَائِهِ یعنی وہ اس کے سامنے ہے یا آزَاهُ: وہ اس کے مقابل آ گیا۔ اسے وَازَاهُ نہیں کہنا چاہیئے۔

استتاب: دیکھئے بذیل ت و ب

اُسْتَسَرَّ: دیکھئے بذیل س ر ر

ا س د - الأَسَدُ: شیر۔ اس کی جمع اسو دٌ اور اُسُدٌ پہلے دو حرف مضموم ہیں۔ تلفظ کے اعتبار سے یہ لفظ ثقیل ہے۔ اس کی مخفف صورت الأُسْدُ ہے۔

آسُدٌ اور آساد: دونوں کے شروع میں الف ممدود ہے۔ یہ أَحْبُلُ اور أَحْبَال کی طرح ہیں۔ اس سے مؤنث کا صیغہ أَسَدَةٌ ہے۔

أَرْضٌ مَاْسَدَةٌ: ایسی زمین جہاں شیر ہوں۔ یہ صیغہ مَتْرَبَةٌ کے وزن پر ہے۔

أَسِدَ الرَّجُلُ کا مطلب ہوگا کہ: 'جب آدمی نے شیر دیکھا تو خوف کے مارے دہشت زدہ ہو گیا'۔

أَسِدَ: اپنے اخلاق واطوار میں وہ شیر جیسا ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اذا دَخَلَ فَهِدَ واذا خَرَجَ أَسِدَ: یعنی وہ چیتے کی طرح داخل ہوا اور شیر کی طرح باہر نکلا۔

اِسْتَأْسَدَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر جرأت کی یعنی شیر ہو گیا۔

إِسَادَةٌ: (الف مکسور) بھی ایک لہجہ یا تلفظ ہے جو وسادۃ کے بدلے بولا جاتا ہے جس کا مطلب تکیہ ہے۔

ا س ر - أَسَرَ: اس نے اسیر بنالیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ إِسَارٌ (قید کرنا) بروزن إِزَارٌ اس کا اسم مفعول أَسِيْرٌ بمعنی قیدی ہے۔ لوگ کسی شخص کو قِدْ: چمڑے کے تسمے سے باندھا کرتے تھے۔ اس طرح ہر پکڑا جانے والا أَسِيْرٌ کہلانے لگا چاہے وہ باندھا نہ بھی جائے۔

أَسَرَهُ: اس نے اسے قید کرلیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور مصدر إِسَارًا ہے

(الف مکسور) اور اسم مفعول اَسِیْرٌ بن گیا۔
اس کا اسم مفعول مَاسُوْر بھی ہے۔ اَسِیْر کی جمع اَسْرَیٰ اور اُسَارِیٰ ہوگی۔ هٰذَا لَکَ بِقَدِّهٖ کا مطلب ہوگا کہ یہ سارے کا سارا تیرا ہے۔
بِرُمَّتِهٖ کا لفظ بھی انہیں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اَسَرَہُ اللّٰہُ کا مطلب ہوگا اللہ نے اسے پیدا کیا۔ قول خداوندی ہے:
شَدَدْنَا اَسْرَهُمْ: ہم نے انہیں پیدائش کے بندھن یا قید حیات میں باندھا یعنی پیدا کیا۔
الْأُسْرُ: پیشاب کا رُک جانا ہے۔ اس کی مثال: الْحُصْرُ فِی الْغَائِطِ: پاخانہ میں بند ہو جاتا ہے۔
أُسْرَةٌ: کنبہ یا خاندان یا قبیلہ ہے کیونکہ وہ ان کے ذریعے قوت و طاقت پاتا ہے۔
إِسْـرَائِیل: اور اسـرالین: دیکھئے بذیل (س ر ا)۔
اسْـرَافِیل: دیکھئے بذیل (س ر ف)
اس س — الْأُسُّ: (الف مضموم) کی اصل بناء یعنی بنیاد ہے۔
اسی طرح الْأَسَاس اور الْأَسَسُ (پہلے دو حروف مفتوح و مقصور)۔
الْأُسّ کی جمع إِسَــاس (الف مکسور) ہے۔ اور الْأَسَــاس کی الْأُسُــس ہے۔ (پہلا اور دوسرا حرف مضموم) اور آسَــاس

(الف ممدود) ہے۔
قَدْ اَسَّــسَ الْبِنَـآءَ تَاسِیْسًا: اس نے عمارت کی مضبوط بنیاد رکھی۔
اسطـوانـة: دیکھئے بذیل (س ط ن)
اسطـورة: دیکھئے بذیل (س ط ر)
ا س ف — الأسف: انتہائی غم۔
قَدْ أسف مَا فَاتَهٗ: اس نے اپنے نقصان پر بڑا افسوس کیا۔
تَـاسَّــفَ: اسے افسوس ہوا۔ آسَـفَ عَلَيْهِ: اسے اس پر بڑا افسوس ہوا یعنی غصہ آیا، یا ناراض ہوا۔
آسَـفَـهٗ: اس نے اسے ناراض کر دیا۔
یُوْسُـفُ: اس کے تین تلفظ یا لہجے ہیں:
(۱) سین مضموم یعنی یُوسُف.
(۲) سین مفتوح یعنی یوسَف.
(۳) سین مکسور یعنی یوسِف.
کہا گیا ہے کہ اس میں ہمزہ بھی ہے۔
ا س ل — الأسل: درخت کا لمبا کانٹا۔
اسے الرِّمَاح بھی کہا جاتا ہے۔
رَجُلٌ اَسِیْلُ الْخَدِّ: نرم لمبے رخسار والا آدمی۔ کل مُسْـتَـرْسِـلٍ اَسِیْلٌ: ہر ڈھیلا ڈھالا آدمی اسیل ہے۔ اَسُلَ کا باب ظَرُفَ ہے۔
ا س م: شیر کو اُسامہ کہا جاتا ہے اور یہ اسم معرفہ ہے اسے معتل بیان کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں الف زائد ہے۔

اِسْـمٌ: دیکھئے بذیل (س م ا)

ا س ن - الآسِنُ: سڑاند والا پانی جیسے آجِن. اَسَنَ کا باب ضَرَبَ ہے۔ اَسِنَ کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل اَسِنٌ ہے۔ یہ اس کا دوسرا تلفظ یا لہجہ ہے۔

ا س ا - اَسَاهُ تَاسِيَةً: اس نے اس کی تعزیت کی۔

آساه بماله مؤاساة: اس نے مال کے ذریعے اس کی دلجوئی کی۔ وَاسَاه: اس کا ایک کمزور لہجہ ہے۔

الأُسوةُ: الف مضموم ومکسور۔ اس کے دو تلفظ ہیں۔ یعنی وہ چیز جس سے کسی غم زدہ کی دلجوئی کی جائے۔ اس کی جمع اُسَی (الف مضموم اور مکسور) ہے۔ پھر اس لفظ کو صَـبر کے معنوں میں استعمال کیا جانے لگا۔

اِتَّسَى بِهٖ: اس کی اقتداء کرو۔ محاورہ ہے کہ:

وَلَا تَـاْتَسْ بِـمَـنْ لَيْسَ لَـكَ بِـاُسْـوَةٍ.

یعنی: "اس شخص کی اقتداء نہ کر جو تیرے لئے نمونہ یا مثال نہیں ہے۔"

تَـاَسّٰى بِهٖ: اس نے اس سے تعزیت و دلجوئی پائی۔ یعنی اس کو اس سے سکون ملا۔

تَـآسَـوْا: انہوں نے ایک دوسرے کی دلجوئی کی۔

وَلِـيْ فِـيْ فُـلَانٍ اِسْوَةٌ: (الف مکسور و مضموم دونوں): فلاں شخص میرے لئے نمونہ ہے۔

الأَسَـى: (الف مفتوح اور یاء مقصور)۔ علاج اور مداوا۔ یہ حزن اور دکھ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

الإِسَـاءُ: (الف مکسور اور آخری الف ممدود)۔ معالج اور طبیب۔ یہ آسِی کی جمع کا صیغہ جیسے الرِّعاء، الراعی کی جمع کا صیغہ ہے۔

اَسَـوْتُ الْجُـرْحَ: میں نے زخم کا علاج کیا۔ اسکا باب غَـدَا ہے۔ اور اسم مفعول ماسُو ہے اور فعیل کے وزن پر اسِيٌ بھی آتا ہے۔

الآسي: طبیب۔ اس کی جمع رامٍ سے رُماة کی طرح اُساةٌ ہے۔

اسي على مُصِيْبَةٍ: اس نے ہمدردی کی یا دکھ بٹایا۔

اَسِيَ لَـهٗ: وہ اس کیلئے دکھی ہوا، ہمدردی کا اظہار کیا۔

ا ش ر - الأَشَـرُ: شر پسند۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسم فاعل اَشِرٌ اور اَشْرَان ہے۔ قَـوْمٌ اَشَـارَى: (راء مفتوح) اس کی جمع ہے۔ جس طرح سَكْرَانٌ اور اس کی جمع سکارى ہے۔

تَاشِيْرُ الأَسْنَان: دانتوں یا دندانوں کے

کناروں کا تیز کرنا۔

أَشَرَ الخشبة بالمِئْشَارِ: اس نے آری سے لکڑی کو چیرا۔ لفظ مئشارِ کی میم مکسور اور لفظ مہموز ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ا ش ش – الأَشَاش: (الف مفتوح) الهَشَاش کی طرح۔ اس کا مطلب خوشی اور راحت ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ عَلْقَمَةَ ابن قيس كان اذا رَأَى مِنْ اَصْحَابِه بَعْضَ الأَشَاشِ وَعَظَهُمْ: یعنی حضرت علقمہ بن قیسؒ جب اپنے ساتھیوں کو قدرے خوش یا ہشاش بشاش پاتے تو انہیں وعظ کرتے۔

ا ش ف – الإِشْفَى: ہمزہ مکسور اور یاء مقصور۔ اس کی جمع کا صیغہ اَشَافِي بروزن اثافِي ہے۔ جوتے گانٹھنے والی آر۔

ا ص د – الأَصِيْد: کا دوسرا تلفظ یا لہجہ، یعنی صحن، دہلیز۔

آصَدْتُ البَابَ: (الف ممدود) دوسرا تلفظ اَوْصَدْتُ البَابَ یعنی میں نے دروازہ بند کیا ہے، اسی لئے ابوعمرو نے مُؤْصَدَةٌ کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

ا ص ر – اَصَرَهُ: اس نے اسے روک لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الإِصْرُ: (الف مکسور) ذمہ داری۔ عہدہ۔ اس کا معنی گناہ اور بوجھ بھی ہے۔

اصطاف: دیکھئے بذیل (ص ی ف)

اصطبح: دیکھئے بذیل (ص ب ح)

اصطبر: دیکھئے بذیل (ص ب ر)

ا ص ط ب ل – الإصطبل: مویشیوں کے باندھنے کی جگہ۔ ابوعمرو نے کہا کہ اصطبل عربی زبان کا لفظ نہیں ہے۔

اصطدم: دیکھئے بذیل (ص د م)

اصطرخ: دیکھئے بذیل (ص خ ر)

اصطف: دیکھئے بذیل (ص ف ف)

اصطفق: دیکھئے بذیل (ص ف ق)

اصطفى: دیکھئے بذیل (ص ف ا)

اصطلح: دیکھئے بذیل (ص ل ح)

اصطلى: دیکھئے بذیل (ص ل ا)

اصطنع: دیکھئے بذیل (ص ن ع)

ا ص ل – الاصل: مفرد ہے اور اس کی جمع اُصول ہے۔ اس کا معنی جڑ ہے۔ کہا جاتا ہے: اَصْلٌ مُؤَصَّلٌ: پختہ مضبوط جڑ۔

استأصله: اس نے اسے جڑ سے اکھاڑ دیا اور لوگوں کا کہنا کہ لا اصل له ولا فصل کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کوئی حسب نسب نہیں ہے۔ فصل کا معنی زبان ہے۔

الأصيل: عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت۔ اس کی جمع کے صیغے اُصُلٌ، آصَالٌ اور اَصَائِلٌ ہیں گویا یہ اُصِيلة اور اَصلانٌ بروزن بَعِيْر: بُعْرَان کی

طرح کے جمع کے صیغے ہیں۔

آصَلَ: وہ أصیل (وقت) میں داخل ہوا۔

جاءَ مُؤصِلا: وہ اصیل کے وقت آیا۔

رَجلٌ أصیل الرأی: صائب الرائے آدمی۔

قَدْ أَصُلَ: وہ اصیل بن گیا۔ اس کا باب ظَرُف ہے۔

مَجْدٌ أصیلٌ: صاحب اصالت بزرگی۔

الأَصَلَةُ: (پہلے دونوں حرف مفتوح) سانپ کی ایک قسم۔ حدیث شریف میں دجال کے بارے میں ذکر ہے: وَكَانَ رَأسهُ اَصَلَةٌ: اس کا سر سانپ کی طرح ہے۔

اضطبع: دیکھئے بذیل (ض ب ع)۔

اضطجع: دیکھئے بذیل (ض ج ع)۔

اضطرب: دیکھئے بذیل (ض ر ب)۔

اضطَرَّ: دیکھئے بذیل (ض ر ر)۔

اضطرم: دیکھئے بذیل (ض ر م)۔

اضطغن: دیکھئے بذیل (ض غ ن)۔

اضطمر: دیکھئے بذیل (ض م ر)۔

اضطمّ: دیکھئے بذیل (ض م م)۔

اضمحل: دیکھئے بذیل (ض ح ل)۔

اِفْرِنْدِ: دیکھئے بذیل (ف ر ن د)۔

اَفْرِيقِيَّة: دیکھئے بذیل (ف ر ق)۔

أ ف ف: اسے أُفًّا اور أُفَّةً یعنی اس کے سر خاک کہا جاتا ہے۔

أُفَّةٌ اور تُفَّةٌ بھی کہا جاتا ہے، اور أَفَّفَ تافِيفًا بھی۔ جب کوئی اُفٌّ کہے تو اس کی اصل قول خداوندی: فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ ہے، یعنی والدین کو اُف تک نہ کہو۔

اس کلمے کے یہ چھ تلفظ یا لہجے ہیں:

(۱) أُفَّ

(۲) أُفِّ.

(۳) أُفُّ.

(۴) أُفٌّ.

(۵) أُفًّا.

(۶) اُفٍّ.

أُفًّا کو اسی کی اتباع میں تُفًّا بھی کہا گیا ہے۔

ا ف ق — الآفاق: اطراف۔ اس کا واحد أُفُقٌ اور أُفْقٌ ہے۔ جس طرح عُسُرٌ اور عُسْرٌ ہے۔ رَجلٌ أَفَقِيٌّ (ہمزہ اور فاء دونوں مفتوح) اطراف عالم میں پھرنے والے کو کہیں گے۔ بعض لوگ اس کا تلفظ أُفُقِيّ بھی کرتے ہیں اور یہ مبنی بر قیاس ہے۔

ا ف ک — الإفْکُ: جھوٹ، بہتان۔

اَفَکَ يَافِكُ (مضارع فاء مکسور) اس نے تہمت دھری۔

رَجُلٌ اَفَّاکٌ: سخت جھوٹا شخص۔ اس کا مصدر أُفُکٌ (الف مضموم) ہے۔

أَفَكَهُ: اس نے اسے کسی چیز سے موڑا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ ان معنوں میں قول خداوندی ہے: أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا: کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اس راستے سے موڑے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا ہے۔

وائتفكتِ البَلْدَةُ بِأَهْلِهَا: بستی اپنے باسیوں سمیت الٹ گئی۔

والمؤتفكات: وہ بستیاں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر الٹ دیا تھا۔

المؤتفكات: ایسی ہواؤں کو بھی کہتے ہیں جن کے رُخ بدلتے رہتے ہیں۔

المأفُوْلُ، المأفُوْنُ: ضعیف العقل اور ضعیف الرائے شخص۔ قول خداوندی ہے: يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ: مجاہدؒ نے اس کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ: يُؤْفَنُ عنه من أُفِنَ: یعنی اس دین ہدایت سے اسی کو موڑا جاتا ہے جس کی عقل ماری گئی ہو۔

ا ف ل - أَفَلَ: غائب ہوا۔ اسکا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔

أَقَاحَ: دیکھئے بذیل (ق ح ا)۔

أُقحوَان: دیکھئے بذیل (ق ح ا)۔

أ ق ط - الأَقِطُ: بروزن الكَتِفُ: مشہور نام ہے۔ شاید کسی شعر میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اس کا معنی خشک دودھ ہے جو پکایا جاتا ہے یعنی پنیر۔

أقت: دیکھئے بذیل (و ق ت)۔

ا ک د - التاكيد: توکید کا دوسرا لفظ یا لہجہ ہے بمعنی پختہ کرنا اور یقینی بنانا۔ قَدْ أكّد الشيئَ: اس نے بات کو یقینی بنایا۔ وَكّدَهُ: (واؤ کے ساتھ) زیادہ فصیح ہے۔

ا ک ر - الأَكَرَةُ: (پہلے دو حرف مفتوح)، یہ اکّار (کاف مشدّد) کی جمع کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہل جوتنے والا کسان ہے۔

ا ک ف - اكاف: اور وكاف، الحمارُ وكافُهُ: گدھا اور اس کا پالان۔ اس کی جمع اُكُفٌ ہے۔

قَدْ أكفَ الحِمَارَ وأوْكَفَهُ: اس نے گدھے پر پالان کسا۔

ا ک ل - اكل الطعامَ: اس نے کھانا کھایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مأكِلاً: کھانا۔ الأَكْلَةُ: (ہمزہ مفتوح) ایک وقت کا کھانا جس سے انسان سیر ہو جائے۔

الأُكْلَةُ: (ہمزہ مضموم) ایک نوالہ یا لقمہ اسے القُرصَة بھی کہتے ہیں۔

الإِكْلَةُ: کھانا کھانے کی حالت۔ جیسے الجِلسَة اور الرِّكْبَة ہے۔

الأُكُلُ: کھجور کے درخت کا پھل۔ ہر خوردنی چیز اُكُلٌ ہے۔ ان معنوں میں قول خداوندی ہے: أُكُلُهَا دائمٌ: یعنی وہاں

(جنت) کے کھانے دائمی ہوں گے۔
رَجُـلٌ اُكَـلَةٌ بروزن هُـمَـزَةٌ: بہت زیادہ کھانے والا پیٹو انسان۔ صاحب کتاب نے اسے ش ر ب کے ذیل میں بھی بیان کیا ہے۔
آكَلَهُ اِيْكَالًا: اس نے اسے کھانا کھلایا۔
آكَلَهُ مُؤَاكَلَةً: اس نے اس کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس طرح یہ اَفْعَلَ اور فَاعَلَ کے ہم شکل ہو گئے۔ اسے وَاكَلَ نہیں کہنا چاہئے۔ (یعنی الف کی بجائے واؤ کے ساتھ)۔ محاورہ ہے کہ اَكَـلَتِ النَّـارُ الحَطَبَ: آگ نے ایندھن کو جلا دیا۔
آكَلَهَا غيرُها الحطبَ: کسی اور نے آگ کو ایندھن کھلا دیا۔
المَاكِل: کمائی۔
المَاكَلَةُ: (کاف مفتوح اور مضموم) وہ جگہ جہاں سے کوئی کھائے۔ کہا جاتا ہے کہ اتخـذْتُ فُـلَانًا مَاكُلَةً: میں فلاں کے ہاں سے کھاتا ہوں۔
الأَكُوْلَةُ: وہ بکری جو چرنے چگنے کے لئے چھوڑ دی جائے اور فربہ ہو جائے۔ البتہ الأَكِيْلَةُ کا معنی کھانا یا خوراک ہے۔ کہا جاتا ہے: هِيَ اكِيْلَةُ السَّبُعِ: یعنی یہ درندوں کی خوراک ہے۔ اس پر ۃ داخل ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ نام کے غلبے یعنی کثرت استعمال کے باعث مفعول ہے۔

الأَكِيْلُ: وہ شخص جو مجھے کھلائے۔ اس کے لئے لفظ آكِلٌ بھی استعمال ہوتا ہے۔
قَـدْ اِئْتَكَلَتْ وتَاَكَّلَتْ اَسْنَانُهُ: اس کے دانتوں کو کیڑا لگ گیا۔ يَسْتَاكِلُ الضُّـعَـفَاءَ: وہ غریبوں، مسکینوں اور کمزوروں کے مال چھین کھاتا ہے۔
ا ل ا – أَلَا: آغازِ کلام کے لئے حرف تنبیہ مثلاً: اَلا اِنَّ زَيْـدًا خَارِجٌ: یعنی خبردار! جان لو کہ زید باہر جا رہا ہے۔
اِلَّا: حرف استثناء ہے۔ پانچ اسباب کے باعث یعنی پانچ موقعوں پر اس حرف کو استثناء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔
(۱) ایجاب کے بعد؛
(۲) نفی کے بعد؛
(۳) مُفَرَّغ؛
(۴) مقدم اور؛
(۵) منقطع۔
استثناء منقطع کے بعد یہ لفظ لٰکن کے معنوں میں آتا ہے۔ کیونکہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ اسے اِلَّا کے ذریعے بیان کیا جائے۔ اگر اعراب میں اسے اور اس کے بعد عبارت کو غیر جنس بنایا جائے اور اِلَّا کے بعد والے اسم کو اِلَّا سے ماقبل والے اسم کا تابع بنایا جائے تو پھر یوں کہیں گے: جاءَ القَوْمُ اِلَّا زَيْدٌ: یعنی ساری قوم آ گئی لیکن زید نہیں آیا۔ اس

کی مثال قول خداوندی ہے: "لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا" یعنی زمین و آسمان میں اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو فساد پڑ جاتا، یعنی زمین و آسمان کا نظام بگڑ جاتا۔ عمرو بن معدیکرب کا شعر ہے:

وَكُلُّ أَخٍ مُفَارِقُهُ أَخُوهُ
لَعَمْرُ أَبِيكَ إِلَّا الْفَرْقَدَانِ

"مجھے تیرے باپ کی جان کی قسم کہ دُبّ اکبر کے دو روشن ستارے الفرقدان کے سوا ہر بھائی اپنے بھائی کو چھوڑ کر رہے گا۔"

گویا شاعر نے یہاں اِلّا کو غَیْرَ کے معنوں میں استعمال کیا ہے اگر اِلّا کی اصل استثناء ہو تو پھر صفت عارضی ہوتی ہے اور اگر غَیْرُ کی اصل صفت ہو تو بھی استثناء عارضی ہوتی ہے۔

إِلَّا: (واوٌ) کی طرح عاطفہ بھی ہو سکتا ہے مثلاً: شاعر کا یہ قول:

فَارِیٰ لَهَا دَارًا بِأَغْدِرَةِ السِّيـ
ـدَانِ لَمْ يَدْرُسْ لَهَا رَسْمُ
إِلَّا رَمَادًا هَامِدًا دَفَعَتْ
عَنْهُ الرِّيَاحُ خَوَالِدٌ سُحْمٌ

"میں مقام اغدرة السیدان میں محبوبہ کے گھر کے آثار اس طرح دیکھتا ہوں کہ ابھی تک اس کے نشان پرانے ہو کر مٹ نہیں گئے اور چولہے کی بجھی ہوئی راکھ موجود ہے۔ سیاہ پہاڑوں نے ہوا کو اس تک پہنچنے سے دور رکھا ہے اور بکھرنے نہیں دیا ہے۔"

گویا یہاں شاعر نے اِلّا کو واوٌ عاطفہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

ا ل ت — أَلَتَهُ: اسے کم کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ا ل س — إلياس: عجمی نام ہے۔

ا ل ف — الألف: ہزار، اسم عدد ہے، مذکر ہے۔ کہا جاتا ہے: أَلْفٌ وَاحِدٌ: ایک ہزار، أَلْفٌ واحدة نہیں کہا جاتا۔

هٰذا الفٌ أَقْرَعُ: یہ پورا ایک ہزار ہے، اور قَرْعَاءُ یعنی پوری ایک ہزار نہیں کہا جاتا یعنی مؤنث کا صیغہ استعمال نہیں ہوتا۔

ابن السکیت نے کہا ہے کہ اگر یوں کہیں: هٰذا الف اور اس سے مراد ہزار درہم لیں تو یہ جائز ہے۔

اس کی جمع أُلُوفٌ اور آلافٌ ہے۔

الإِلْفُ: (الف مکسور) اُنس، مانوسیت، محبت و پیار۔

الأَلِيفُ: پالتو، کہتے ہیں حَنَّتِ الإِلْفُ إِلَى الإِلْفِ: یعنی دل کو دل سے راہ۔

الأليف کی جمع ألائف ہے جس طرح تَبِيعٌ کی جمع تَبَائِعُ ہے اور آلِفٌ کی جمع الأُلَّافُ ہے۔ جیسے کافر کی جمع کُفَّارٌ ہے۔

فُلَانٌ قَدْ أُلِفَ، هٰذَا الْمَوْضِعَ:

(الف مکسور)۔ فلاں شخص کا اس جگہ سے دل لگ گیا ہے یعنی وہ اس جگہ کے ساتھ مانوس ہوگیا ہے۔ اس کا مضارع یَاْلَفُ ہے اور إلْفًا (الف مکسور) اس کا مصدر ہے۔

آلَفَهُ إيَّاهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے مانوس کر لیا۔ آلَفْتُ الموضعَ أُولِفُهُ إيلافًا بھی کہتے ہیں، تو گویا اس طرح فعل ماضی میں اَفْعَلَ اور فَاعَلَ کی ایک ہی صورت بن گئی۔ أَلَّفَ بين الشيئين: اس نے دو چیزوں کو یکجا کر دیا، فَتَأَلَّفَا وَائْتَلَفَا تو وہ یکجا ہوگئیں یا جڑ گئیں۔ کہتے ہیں الف مؤلف یعنی اکٹھا ایک ہزار۔

تَألَّفَهُ على الاسلام: اس نے اسے اسلام کی طرف راغب کیا۔ اسی سے مؤلفة القلوب کی اصطلاح بنی ہے یعنی وہ لوگ جن کے دلوں کو راغب اور مائل کرنا مطلوب ہو۔ قول خداوندی ہے: لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ إِيلَافِهِمْ: خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے قریش مکہ کی تالیف کے لئے اصحاب الفیل ابرھہ کے لشکر کو ہلاک کیا اور قریش کی تالیف کے لئے سردیوں اور گرمیوں کو آسان بنایا۔ جب ایک سفر سے فارغ ہوں تو دوسرا سفر کریں۔

یہاں فَرِغُوا من ذہ اخذوا فی ذہ: اسی طرح ہے جس طرح ضَرَبْتُهُ لكذا لِكذا بغیر واؤ کے ہے۔

ا ل ق — تَألَّقَ البَرْقُ: بجلی چمکی۔ اِئْتَلَقَ بھی مستعمل ہے۔

ا ل ل — الإِلُّ: (الف مکسور) بمعنی اللہ عزّوجلّ۔ یہ لفظ عہد اور قرابت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

ا ل م — الأَلَمُ: دکھ، تکلیف اور درد۔ قَدْ أَلِمَ: اسے دکھ ہوا ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

تَألَّمَ: وہ دکھی ہوا۔ الإيلام: دکھ دینا۔ الإلِيم: دکھ دہ یا تکلیف دہ۔ اس کی مثال: سَمِيعٌ بمعنی مُسْتَمِعٌ ہے۔

ا ل ہ — أَلَهَ، يَأْلَهُ: الاهة: (دونوں صیغوں میں لام مفتوح) اس نے پرستش کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں معنوں میں قرآن کی آیت کو: وَيَذَرَكَ الاهَتَكَ: پڑھا ہے۔ یعنی تیری عبادت۔ وہ فرماتے تھے کہ فرعون کی پرستش ہوتی تھی۔ ہمارا لفظ 'اللہ' اسی سے مشتق ہے، جو اصل میں فعال (بمعنی مفعول) کے وزن پر إلاهٌ تھا کیونکہ خدا کی ذات معبود ہے یعنی اس کی پرستش ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمارا لفظ إمَامٌ ہے جو مُؤتَمٌّ بِهٖ کے معنوں میں ہے۔

إلاهٌ: پر جب اَلْ داخل ہوا تو کثرت استعمال سے تخفیف کے پیش نظر ہمزہ

حذف ہو گیا۔ اگر یہ حرف عوض ہوتے تو معوض کے ساتھ الإلٰہ میں جمع نہ ہوتے۔ اس نام کی عظمت اور فخامت کے پیش نظر ندا میں ہمزہ کٹ گیا۔ میں نے ابو علی النحوی کو کہتے سنا ہے کہ الف اور لام عوض ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ قسم اور ندا میں لام تعریف پر داخل ہونے والی ہمزہ موصولہ کو قطع کرنا جائز ہے۔ یہ بات لوگوں کے اس قول سے ثابت ہوتی ہے: افاللہ لتفعلَنّ اور یااللہ اغفرلی: کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اگر الف لام عوض نہ ہوتے یہ ندا اور قسم میں برقرار نہ رہتے جیسے کہ غیر عوض اسم سے پہلے برقرار نہیں رہتے۔ انہوں نے کہا کہ لزوم حرف کے لئے غیر عوض ہونا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے الّذی اور الّتی کے ہمزہ کا قطع کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اس کا غیر عوض ہونا اس لئے بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ ہمزہ مفتوح ہے اگرچہ موصولہ ہے جس طرح آیمُ للّٰہِ اور اَیمَنُ اللّٰہ میں جائز نہیں کیونکہ یہ ہمزہ وصل ہے اور مفتوح ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بھی جائز نہیں کہ ایسا کثرت استعمال کے باعث ہو کیونکہ اس سے ہمزہ کو اس کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی قطع کرنا واجب ہو جاتا ہے، ایسا کسی خاص مقصد کے لئے ہے جو صرف اسی جگہ کے لئے مخصوص ہے، دوسری جگہ کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ اور اس مقصد و معنی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ معوض حرف محذوف ہو جو یہاں حرف فاء ہے۔

سیبویہ نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ اللہ کی اصل 'لاھا' ہو سکتی ہے جس کا ذکر ہم ان شاء اللہ بعد میں کریں گے۔

اِلَاھَــۃُ: سورج کا ایک نام ہے۔ یہ غیر منصرف ہے اور بغیر الف لام ہے۔ شاید اس کو منصرف بنایا گیا ہو، اور اس پر الف لام داخل کر لیا گیا ہو۔ اور اس طرح اس کو الإلَاھَۃُ بنایا گیا ہو۔ ابو علی نے مجھے یہ مصرعہ سنایا:

وَأعْجَـلْنَا الإلَاھَـۃَ أن تَئُوبَـا

"ہم نے سورج کو جلدی میں ڈال دیا کہ لوٹ آئے۔"

ان معنوں میں غالب کا یہ حسب حال شعر ہے:

"زحید ایم من و تو زما عجب نہ بود
گر آفتاب سوئے خاوراں بگر دانیم"

اس لفظ پر الف لام کے داخل ہونے اور ساقط ہونے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ انہی میں سے ایک مثال نَسْر اور النَّسرُ کی ہے جو ایک بت کا نام ہے۔ یعنی ان لوگوں نے اس کی تعظیم اور پرستش

وعبادت کے پیش نظر اس کا نام اِلٰهَةُ رکھ دیا۔ بتوں کا نام الآلِـهَةُ اس لئے رکھا گیا کہ مشرکین کا یہ اعتقاد تھا کہ بت عبادت و پرستش کے لائق اور حقدار ہیں۔ اور ان بتوں کے نام مشرکین کے اعتقاد کی متابعت میں رکھے گئے تھے گویا بتوں کے نام مشرکین کے اعتقادات کا مظہر تھے ورنہ خود بتوں میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔

التالیه: عبادت و پرستش کرنا۔

التألّه: عبادت گزار ہونا اور رسوم عبادت کا پابند ہونا۔

اِلِـهَ: وہ حیرت زدہ ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اس کی اصل وَلِـهَ یُوَلَّهُ وَلَهًا ہے۔

أ ل ا — ألَا: اس کا باب عَدَا ہے اور معنی: وہ قاصر ہوا۔ فُـلَانٌ لَا (یـالوکَ) نُصْحًا: فلاں شخص نے تیری خیر خواہی میں کوتاہی کی۔ اس کا اسم فاعل آلٍ ہے۔

الآلاء: نعمتیں، واحد کا صیغہ إِلَـى (لام مفتوح) ہے۔ لام کو مکسور بھی پڑھا جاتا ہے۔ اسے مِعًى (امعـاء) کی طرح یاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

آلَى، یُؤلِي اِیْلَاءً: قسم کھانا۔

تَأَلَّى اور اِئْتَلَى کا بھی یہی معنی ہے۔ میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی: وَلَا یَأْتَلِ أُولُوا الْفَـضْـلِ مِنْکُمْ: میں بھی یہی لفظ آیا ہے۔

الأَلِیَّةُ: قسم، اس کی جمع أَلَایَا ہے۔ دُ چکی۔

اَلْأَلْیَةُ: (الف مفتوح) اَلْیَـةُ الشَّـاةِ: بکری کی دم اور دنبی یا دنبے کی چکی اسے اِلْیَـةُ نہیں کہنا چاہئے۔ اس کی جمع اَلَایَا اور تثنیہ أَلْیَانِ (بغیر تائے تانیث کے) ہے۔

ا ل ی — اِلٰی: حرف جر ہے۔ یہ حرف مقصد کے آغاز کو انتہا تک پہنچانے کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی یوں کہنا کہ: خَرَجْتُ مِنَ الکوفة اِلٰی مَکَّةَ میں اِلٰی سے مراد مکہ میں داخل ہونا، وہاں پہنچ جانا اور داخل نہ ہونا سب جائز ہے۔ کیونکہ لفظ انتہاء میں آغاز حد اور انتہائے حد دونوں شامل ہیں۔ البتہ اس حد سے بڑھنا منع ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اِلٰی کا لفظ عِنْدَ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہو مثلاً: الزود الی الزَّود (زود کے ساتھ زود مل کر) اونٹ ہوتے ہیں۔

زود کا لفظ تین سے لے کر تیس تک کے عدد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی اِبل کی اصطلاح کا اطلاق زود کے ساتھ زود اُونٹ ملا کر اونٹوں کے گلے پر ہوتا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَا تَأْکُلُوْا اَمْـوَالَهُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ: ”یتیموں کی جائداد کو اپنی جائداد کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ۔“ دوسرا

قول خداوندی: مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ: اور اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ: دونوں جگہ الی مَعَ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

الیاس: دیکھئے بذیل ا ل س۔

امان و اَمانی: دیکھئے بذیل م ن ا۔

ا م ت - الأمْتُ: بلند جگہ۔ ابوعمرو نے اس کا معنی چھوٹے چھوٹے ٹیلے بتایا ہے۔ قول خداوندی ہے: لا تَرٰی فِیهَا عِوَجًا وَلا اَمْتًا: تمہیں اس میں کوئی موڑ اور ٹیلہ نظر نہیں آئے گا یعنی نشیب و فراز نہیں ہوگا۔

ا م د - الأمَدُ: پہلے دو حرف مفتوح بمعنی انتہاء، دوران۔

ا م ر: کہا جاتا ہے کہ أمْرُ فُلانٍ مستقیمٌ وَاُمورُہُ مستقیمةٌ: یعنی فلاں شخص کا معاملہ یا معاملات درست ہیں۔ اس کی جمع أوَامِرُ ہے۔

اَمَرَہُ کے معنی کَثَّرَہُ بھی ہیں۔ یعنی اس نے اسے بہت دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ یہی معنی اس حدیث میں ہے: خَیْرُ المَالِ مُهْرَةٌ (مَاْمُوْرَةٌ) اَسَکَّةٌ مَابُوْرَةٌ: یعنی بہترین مال زیادہ بچے دینے والی بچھیری ہے یا بار آور کھجور کے درختوں سے بھرا ہوا راستہ ہے۔

آمَرَہُ: کا معنی بھی "اس نے اسے بہت دیا" ہے۔

أمِرَ: زیادہ ہوا یا بڑھا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے، لہٰذا یہ عَلِمَ اور أعلمتُہُ کی نظیر بن گیا۔ یعقوب کا کہنا ہے کہ: ابوعبیدہ کے بغیر کسی نے بھی اَمَرَہُ کو کَثَّرَہُ کے معنوں میں نہیں سمجھا یا کہا (یعنی ثلاثی باب میں اَمَرَہُ کو کَثَّرَہُ کے معنوں میں استعمال نہیں کیا)۔ بلکہ اسے ان معنوں میں رباعی فعل قرار دیا ہے حتیٰ کہ اخفش نے کہا کہ مأمُوْرَةٌ ازدواج کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس کی اصل مُخْرِجَةٌ کی طرح مُؤْمَرَةٌ ہے۔ اسی طرح عورتوں سے شادی کے معاملے میں کہا کہ:

اِرْجِعْنَ مَأْزُورَاتٍ غَیْرَ مأجوراتٍ: ازدواج سے مقصود عورتوں کا خانہ دار عورتوں کی طرح رہنا ہونا چاہئے نہ کہ اجرت پر ازدواجی تعلق قائم ہونا چاہئے۔ مأزُورات کی اصل مَوْزو رات ہے۔ اور یہ لفظ وزر سے مشتق ہے۔ قول خداوندی ہے: أمَرْنَا مُتْرَفِیهَا: یعنی ہم نے انہیں اطاعت و فرماں برداری کا حکم دیا تو انہوں نے نافرمانی کی۔ ہوسکتا ہے اس لفظ کی اصل الإمَارة ہو۔

میرا کہنا یہ ہے کہ اصول لغت و تفسیر میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ أمَرْنَا بطور مخفف اور فعل متعدی ان معنوں میں آیا ہو کہ اس کا مطلب 'اس نے ان کو امیر بنا

دیا ہو۔

الإمر: أمر شدید کی طرح ہے (یعنی سخت بوجھ) اور اس کا معنی عجب یا عجیب بھی کہا گیا ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا: یعنی تو (حضرت خضرؑ) نے عجیب حرکت کی ہے۔

الأمیر: صاحب امر، حکمران۔

أَمَرَ يَأْمُرُ: (میم مضموم) أَمْرَةً (الف مکسور) اس کا اسم فاعل أَمِيرٌ اور مؤنث کا صیغہ علامت تانیث لگ کر أَمِيرَةٌ بن گیا۔

أَمَرَ يَأْمُرُ (میم مضموم) إِمَارَةً (الف مکسور) کا معنی ومطلب بھی یہی ہے۔

أَمَّرَهُ تَأْمِيرًا: اس نے اسے امیر بنا دیا۔ اور تأمَّرَ عَلَيْهِم: وہ ان کا امیر بن بیٹھا یا ان پر مسلط ہوگیا۔

آمَرَهُ فِي كَذَا (مُؤَامَرَةً): اس نے فلاں معاملے میں اس سے مشورہ کیا، یا اسے مشورہ دیا۔ لوگ عامی لہجے میں آمَرَهُ کی بجائے وَامَرَهُ کہتے ہیں۔

ائتمر الأمر: اس نے حکم نافذ کیا۔

إِئْتَمِرُوا بِهِ: اس کا اہتمام کرو، یا اسے اہمیت دو اور باہم مشورہ کرو۔

الإئتمار اور الاستئمار: مشورہ کرنا، اسی طرح التَّأَمُّرُ بروزن تفاعُل ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ قول خداوندی: وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ: کا مطلب تم نیکی کے کاموں میں باہم مشورہ کیا کرو۔ اور الأَمَارَةُ، الأَمَارُ (دونوں مفتوح) کا معنی علامت اور وقت ہے۔

ا م س-أَمْسِ: التقاء ساکین کے پیش نظر آخری حرف کو متحرک کر دیا گیا۔ بعض عرب اسے مبنی بر کسرہ اسم معرفہ قرار دیتے ہیں۔ اور بعض عرب معرّب اسم معرفہ بتاتے ہیں۔ مجموعی لحاظ سے تمام عرب اسے معرب اسم نکرہ مضاف اور معرف بالّام قرار دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: كُلُّ غَدٍ صَائِرٌ أَمْسًا: یعنی ہر آنے والا کل گزشتہ کل میں بدل جانے والا ہے۔

اور مَضَى أَمْسُنَا: ہمارا کل گزر گیا۔ نیز ذَهَبَ الأَمْسُ المبارك: کل کا مبارک دن گزر گیا۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ ضرورت شعری کے تحت: مُذ أَمْسَ (س مفتوح) استعمال ہوا ہے۔

غَدٌ، البَارِحَةُ، كَيْفَ، أَيْنَ، مَتَى، اى، مَا اور عِنْدَ: اسمائے مشہورہ یعنی اعلام اور جمعہ کے علاوہ ہفتے کے دنوں کے ناموں کی طرح ہی أمسِ کا بھی اسم تصغیر نہیں بن سکتا۔

امسلة: دیکھئے بذیل س ی ل.

امضحلّ: دیکھئے بذیل ض ح ل.

ا م ل-الأَمَلُ: امید، توقع۔ کہا جاتا ہے:

اَمَلَ خَيْرَهُ يَاْمُلُ (میم مضموم) اَمَلًا (ابتدائی دوحرف مفتوح): اس نے بھلائی کی امید رکھی۔

اَمَّلَهُ تَاْمِيْلًا: اس نے اسے امید دلائی۔

تَاَمَّلَ: اس نے غور وفکر یا سوچ بچار کیا۔

ا م م—اُمُّ الشَّيْئِ: کسی چیز کی اصل۔ مَكَّةُ اُمُّ الْقُرىٰ: مکہ بستیوں کی اصل ہے۔

اَلْاُمُّ: ماں۔ اس کی جمع اُمَّاتٌ ہے۔ اُمّ کی اصل اُمَّهَةٌ ہے۔ اسی کے باعث اس کی جمع اُمَّهَاتٌ بتائی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُمَّهَاتٌ تو انسانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور الْاُمَّاتُ مویشیوں اور جانوروں کیلئے۔ کہتے ہیں: مَا كُنْتِ اُمًّا وَلَقَدْ اَمَمْتِ: (الف مفتوح) تو ماں تو نہ تھی لیکن بن گئی ہے۔ اس کا باب رَدَّ يَرُدُّ ہے۔

اُمُوْمَةٌ: مامتا۔ الْاُمّ کا اسم تصغیر اُمَيْمَةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: يَااُمَّتِ لَا تَفْعَلِيْ وَيَا اَبَتِ اِفْعَلْ: یعنی اے میری ماں ایسا نہ کر، اور اے میرے باپ کر لے۔ ان کلمات میں علامت 'تاء' کو یاء اضافت کا عوض اور بدل بناتے ہیں اور تانیث کی ۃ پر وقف کرتے ہیں۔ بول چال میں یہ عام محاورے ہیں۔

رَئِيْسُ الْقَوْمِ اُمُّهُمْ، اُمُّ النُّجُوْمِ الْمَجَرَّةُ، اُمُّ الطَّرِيْقِ معظمہ اور اُمُّ الدِّمَاغِ الْجِلْدَةُ الَّتِيْ تَجْمَعُ الدِّمَاغَ: یعنی قوم کا رئیس (سردار) ان کی ماں ہوتا ہے۔ ستاروں کی ماں کہکشاں ہے۔ راستے کی ماں اس کا بڑا حصہ ہے۔ اور دماغ کی ماں کھال ہے جو دماغ کو اکٹھا جوڑے رکھتی ہے۔ اُمُّ الرَّاْس بھی کہا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے: هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ: محکمات آیتیں ہی کتاب اللہ کی اصل ہیں۔ اس مفہوم کے لئے کسی نے بھی اُمّ کی جگہ اُمَّهات نہیں کہا کیونکہ یہ کہنا بطور حکایت ومحاورہ ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ: لَيْسَ لِيْ مُعِيْنٌ یعنی میرا کوئی مددگار نہیں تو آپ کہیں کہ نَحْنُ مُعِيْنُكَ: ہم تمہارے مددگار ہیں۔ گویا آپ نے یہ بات حکایۃً یا محاورۃً کہی۔ اسی طرح قول خداوندی ہے: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا: اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔

اَلْاُمَّةُ: جماعت۔ اخفش نے کہا کہ یہ کلمہ لفظاً تو واحد ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔ حیوانات کی ہر جنس کو ان کی اُمَّة کہہ سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: لَوْلَا اَنَّ الْكِلَابَ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِهَا: یعنی اگر کتے دوسرے (حیوانات کی) امتوں کی طرح ایک امت نہ ہوتے تو میں انہیں مار ڈالنے کا حکم دیتا۔

الأُمَّةُ: طریق کار اور دین۔ کہا جاتا ہے کہ:

فُلَانٌ لَا أُمَّةَ لَهُ وَلَا نِحْلَةَ: یعنی فلاں شخص کا کوئی دین وایمان نہیں ہے۔

قول خداوندی ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ: تم بہترین امت ہو۔ اخفش نے کہا کہ حدیث میں مذکور لفظ اُمَّة سے مراد امّت کے لوگ ہیں یعنی تم بہترین اہل دین ہو۔

الأُمَّةُ: کا معنی وقت بھی ہے۔

قول خداوندی ہے: وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ: اور اسے کچھ وقت یا مدت کے بعد یاد آیا یہ دوسرا قول خداوندی ہے: وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَى أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ: یعنی اگر ہم ان پر سے عذاب کو ایک معین مدت تک کے لئے مؤخر کردیں۔

الأَمّ: (الف مفتوح) قصد اور ارادہ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: أَمَّهُ اس کا باب رَدّ ہے۔

أَمَّمَهُ تَأْمِيمًا اور تَأَمَّمَهُ کے معنی ہوں گے: اس نے قصد کیا۔

أَمَّهُ: کا معنی: اس نے اسے زخمی کردیا (یا سر پھوڑ دیا) بھی ہے۔ اور دماغ کے درمیان صرف ایک ہلکی سی جھلی باقی رہ گئی ہو۔

أَمَّ الْقَوْمَ فِي الصَّلٰوةِ: اس نے نماز میں جماعت کی امامت کی۔

يَؤُمُّ اس کا مضارع ہے۔ اس کا باب رَدَّ يَرُدُّ ہے۔

إِمَامَة: امامت کرنا۔ أَتَمَّ بِهِ: اس نے اقتداء کی۔

الإِمَامُ: زمین یا راستے کا کھلا حصہ یا رقبہ۔

قول خداوندی ہے: وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ: یہ دونوں شہر کھلے راستے پر واقع تھے۔

الإمامُ: وہ شخص جس کی اقتداء کی جائے۔

اس کی جمع أَئِمَّة ہے۔ قرآنی آیت یوں پڑھی گئی ہے:

فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ: کفر کے سرغنوں کو قتل کردو۔

أَئِمَّةَ الْكُفْرِ: میں أَئِمَّة میں دو ہمزہ ہیں۔

أَمَامَهُ: اس کے سامنے، قول خداوندی ہے: وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ: میں حضرت حسن نے 'امام مبین' کو کتاب مُبِين کہا ہے۔

تَأَمَّمَ: ماں بنانا۔

أَمْ: (میم خفیف) جملہ استفہامیہ میں حرف عطف بمعنی یا ہے۔ یہ دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ایک ہمزہ استفہام کے ساتھ معادلہ کے لئے بمعنی کون ہے اور دوسرا استعمال بَلْ یعنی بلکہ کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اور یہ سارے معانی اس کی اصل میں

موجود ہیں۔

ا م ن — الأمانُ: اور الأمانَةُ: ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

قَدْامِن: وہ بچ رہا۔ اس کا باب فَهِمَ اور سَلِمَ ہے۔ اور مصدر و أمَانًا اور أمانَةً ہے۔

(دونوں جگہ ہمزہ مفتوح) اور اس کا اسم فاعل آمِنٌ ہے۔

آمَـنَـهُ غَيْرُهُ: (امن اور امان سے مشتق ہے) یعنی اسے کسی دوسرے نے امان دی۔

الإيْمـان: تصدیق کرنا۔ اللہ تعالیٰ ان معنوں میں المُؤمِنُ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ان پر ظلم کرنے سے امان دی ہے۔

آمَنَ کی اصل أأمَنَ ہے جس میں دو ہمزہ ہیں۔ دوسری ہمزہ کو لیّن کر کے الف بنا دیا گیا ہے۔ اسی سے المُهيمن کا لفظ بھی مشتق ہے جو اصل مُؤامِنٌ تھا۔ دوسری ہمزہ کو لیّن کر دیا گیا اور کراہت کے سبب اس کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا کہ دو ہمزہ اکٹھے آئے تھے۔ اور پہلی ہمزہ کو ہاء میں تبدیل کر دیا گیا جیسے لوگوں نے أرَاق الماء کو هَرَاق پڑھا ہے۔

الأمْنُ: خوف کی ضد اور الأمَنَةُ بمعنی امن وامان، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور یہی لفظ قول خداوندی: أمَنَةً نُعَاسًا: میں آیا ہے۔ نُعَاس بمعنی اونگھ۔ الأمَـنَةُ اسے بھی کہتے ہیں جو ہر شخص پر اعتماد کرے اسی طرح الأُمَنَةُ بروزن الهُمَزَةُ ہے۔ أمِنَهُ على كَذَا: اس نے اسے اس شرط پر امان دی۔

أتْمَنَهُ: کا بھی یہی مطلب ہے۔ قرآن کی آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: مَالَكَ تَأمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ: یہاں تَأمَنَّا کو ادغام اور اظہار کے مابین پڑھا گیا ہے۔ اخفش کا کہنا ہے کہ یہاں ادغام زیادہ بہتر ہے۔ یہ کہتے ہیں اُتْمِنَ فُلَانٌ میں اسے فعل مجہول سمجھا گیا ہے۔ اگر اسے مبتدا بنائیں تو دوسری ہمزہ واؤ بن جاتی ہے۔ اور یہ سب صیغے اصل میں ہیں۔ إسْتَأمَنَ عليه: اس نے امان طلب کی یا اس کی امان میں آیا۔ قول خداوندی ہے: هٰذَا البَلَدِ الأمِيْن: اس امن والے شہر کی قوم۔ اخفش نے کہا کہ اس سے مراد بَلَدٌ آمِنٌ ہے۔ یعنی امن والا شہر۔ انہوں نے کہا کہ دعا میں الآمین اور المأمون کے کلمات مدّ اور قصر دونوں طرح کہے گئے ہیں۔ البتہ میم کو مشدّد کرنا غلط ہے۔ ان کلمات کے معنی ہیں: ایسا ہی ہو۔ یہ کلمہ مبنی بر فتحہ ہے جس طرح أيْنَ اور كَيْفَ ہے ۔ یہ اس لئے تاکہ اجتماع ساکنین نہ ہوں، یعنی دو ساکن اکٹھے نہ ہوں۔ اسی مادے سے آمَنَ تَامِيْنًا بھی

ہے بمعنی اس نے امان دی۔

ا م ہ — الأمَة بمعنی چوک۔ اَمِهَ کا باب طَرِبَ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے آیت: وَادَّکَرَ بَعْدَ اَمَهٍ پڑھا ہے۔ بجائے اُمَّة کے، البتہ امام زہری کی حدیث میں جو اَمِهَ آیا ہے، اس کے معنی أقَرَّ اور اعْتَرَفَ ہے۔ یعنی اس نے اقرار کیا اور اعتراف کیا۔ یہ غیر معروف اور غیر معروف لغت یا لہجہ و تلفظ ہے۔

الأُمَّهَةُ: اس کی اصل اُمّ ہے جس کی جمع اُمَّهات اور اُمّات ہے۔

اَ م ا — الأمَةُ حُرَّةٌ کی ضد یعنی باندی یا لونڈی۔ اس کی جمع إمَاءٌ، آمٌ بروزن عَامٌ اور إمْوَان بروزن اخوان ہے۔ یہ لفظ اُمُوّت یعنی غلامی کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ إمّا (الف مکسور، میم مشدد) حرف عطف ہے بمعنی اَوْ یعنی یا۔ یہ لفظ اَوْ کے تمام احکام میں اس کے برابر ہے سوائے ایک صورت کے اور وہ یہ کہ آپ 'اَوْ' کہہ کر بات یقین کے ساتھ شروع کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد شک لاحق ہوتا ہے۔ لیکن إمّا کہہ کر تو آپ بات شروع ہی شک سے کرتے ہیں، البتہ إمّا کے ساتھ کلام شروع کرنے میں 'امّا' کو دہرانا ضروری ہوتا ہے مثلاً: آپ یوں کہتے ہیں: جَاءَنی إمّا زَیْدٌ وإمّا عمروٌ: رہی بات کہ لوگ إمّا کو بطور جزا استعمال کرتے ہیں مثلاً اِمّا تَأتِنِی اُکْرِمْک تو یہاں إمّا در اصل إنْ حرف شرط اور مَا زائد ہے۔ یعنی اگر تم میرے پاس آؤ گے تو میں تمہارا اکرام کروں گا۔ قول خداوندی ہے: اِمّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا: یعنی اگر تجھے کوئی انسان (بشر) نظر آئے۔ اس میں اِمّا شرط و جزا کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔

أمّا (الف مفتوح) افتتاح کلام کے لئے آتا ہے۔ اس کے جواب میں لازماً 'ف' آتا ہے مثلاً: أمّا عبد الله فَقَائمٌ: یعنی رہا عبداللہ تو وہ کھڑا ہے۔ گویا آپ نے یہ کہا کہ چاہے اور کچھ بھی ہو لیکن جہاں تک عبداللہ کا تعلق ہے تو وہ کھڑا ہے۔

أمَا: (بغیر تشدید میم تخفیف کے ساتھ) تحقیق کلام کے لئے آتا ہے۔ مثلاً: یہ کہنا کہ: أمَا اِنّ زَیْدًا عَاقِلٌ: تو اس سے مراد یہ ہے کہ زید حقیقت میں یعنی سچ مچ عاقل ہے۔ بطور مجاز نہیں۔

ا ن ت — رَجُلٌ مَاْنُوتٌ محسود شخص۔ ایسا انسان جس سے حسد کیا جاتا ہو۔

أنَتَهٗ: اس نے اس سے حسد کیا۔ اس کا باب اَنَتَ یَاْنِتُ ہے۔

إذَا أنَّ: جب وہ کراہے۔

اَ نِ ث — مؤنث ہونا۔ اُنْثیٰ کی جمع إنَاثٌ ہے۔ اور اُنُثٌ (پہلے دو حرف مضموم) بھی

بنائی گئی ہے۔ گویا یہ إِنَاث کی جمع ہے۔
الْأُنثَيَان: دو خصیے یا دو کان بھی۔
ا ن س — الإِنْس: آدمی، بشر۔ اس کا واحد إِنسِيٌّ (الف مکسور اور نون ساکن) اس کا ایک تلفظ أَنَسِيٌّ (پہلے دو حرف مفتوح) بھی ہے جس کی جمع أَنَاسِيٌّ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا: یعنی اور بہت سے لوگ۔ صَيَارِفَةٌ اور صَيَاقِلَةٌ کی طرح (بمعنی انسانیت) عورت کے لئے بھی لفظ انسان ہی کہا جاتا ہے۔ اسے الاَنَاسِيَةُ إِنسَانَةٌ (صیغہ مؤنث کے طور پر) نہیں کہا جاتا۔
إِنسَان العَين: وہ شکل جو آنکھ کی پتلی میں نظر آتی ہے۔ اس کی جمع أَنَاسِيّ بھی ہے۔
إِنسَان کا اسم تصغیر أُنَيْسَان ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ انسان کو اس لئے انسان کا نام دیا گیا ہے کہ اس کے ذمے ایک کام لگایا گیا تھا تو وہ اسے بھول گیا۔
الْأُنَاسُ: (الف مضموم)۔ النَّاسُ کا ایک دوسرا لہجہ ہے اور یہی اس کی اصل ہے۔
إِسْتَأْنَسَ بِفُلَان: وہ فلاں شخص کے ساتھ مانوس ہوا۔ تَأَنَّسَ بِهِ کا مطلب بھی یہی ہے۔ الأَنِيس: انس کرنے والا دوست۔ ہر وہ چیز جس سے انس ہو اور گھر کی ہر چیز۔ أُنَيْسُ: زیادہ تیز۔
آنَسَهُ: (الف ممدود) اس نے اسے غور سے دیکھا، یا دیکھا پرکھا۔
آنَسَ مِنْهُ رُشْدًا: اس نے اس میں بلوغت کے آثار پائے۔
آنَسَ الصَّوْتَ: اس نے آواز پہچان لی۔
الإِينَـاس: مانوس کرنا۔ یہ ایحاش کی ضد ہے جس کا مطلب کسی کو وحشت دلانا یا اپنے سے دور کرنا ہے۔ اسی طرح التَّأْنِيس کا بھی یہی مطلب ہے۔ عرب جمعرات کو مُؤنِس کہا کرتے تھے۔
يُونُسُ: (نون مفتوح ومکسور ومضموم تینوں حرکات کے ساتھ) کسی شخص کا نام۔ اس میں ہمزہ کی آواز بھی موجود بتائی گئی ہے۔
الأَنَس: (پہلے دو حرف مفتوح) الإِنس کا ایک دوسرا لہجہ یا لغت۔
الأُنس: بھی وحشت کی ضد ہے اور یہ أَنِسَ کا مصدر ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
أَنَسَةٌ: (پہلے دو حرف مفتوح) بھی اس لفظ کا ایک اور لہجہ یا لغت ہے۔
أَنِسَ بِهِ أُنسًا: (الف مضموم) اسے اس کے ساتھ اُنس ہو گیا۔
ا ن ف — الأَنف: اس کی جمع آنُفٌ، آنَاف، أُنوف اور أُنُفٌ ہے۔ بمعنی ناک اور ہر چیز کا آغاز۔
رَوْضَةٌ أُنُفٌ: (پہلے دو حرف مضموم) ایسی

چراگاہ جہاں ابھی تک کسی نے مویشی نہ چرائے ہوں گویا اسے اب پہلی بار چرایا جارہا ہو۔

اُسْتُوْنِفَ رَقْيُهَا: اسے ازسرنو چرایا گیا۔

اَنِفَ مِنَ الشَّيْئِ: کسی کام یا بات سے ناک بھوں چڑھانا۔ اظہار نفرت کرنا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اَنَفَةٌ (پہلے دو حرف مفتوح) کا مطلب بھی ناک بھوں چڑھانا، عار سمجھنا ہے۔

أُنِفَ الْبَعِيْرُ: اونٹ کے ناک میں تکلیف ہوگئی۔ اس کی مثال تَعِبَ ہے۔ أَنِفٌ بروزن تَعِبٌ از تَعِبَ: ناک کی تکلیف والا۔ حدیث شریف میں ہے: اَلْمُؤْمِنُ کالجمل اِن قِيْدَ انْقَادَ واِن اُنِيْخَ علٰی صَخْرَةٍ اسْتَنَاخَ: مومن کی مثال اونٹ کی سی ہے کہ جب اسے باندھا جائے تو فرماں بردار بن جائے اور کسی ٹیلے پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جائے۔ اور وہ اس تکلیف کے باعث مطیع اور منقاد ہوتا ہے۔

الاستئناف اور ائتناف: ابتداء، وآغاز ہونا۔

آنِفًا اور سالفًا: تھوڑی دیر پہلے (ابھی ابھی) اور کچھ دیر پہلے۔

ا ن ق – شَيئٌ أَنِيْقٌ: خوبصورت وپسندیدہ چیز۔

تَأَنَّقَ فِي الْأَمْرِ: کام حسن وخوبی سے سر انجام دیا یا کام میں خوبصورتی پیدا کی۔

ا ن ک – الآنُکُ: سیسہ (پگھلا ہوا) حدیث شریف میں ہے: مَنْ اسْتَمَعَ الٰی قَيْنَةٍ صُبَّ فِی اُذُنَيْهِ الآنُکُ: جس کسی نے کسی گانے والی لونڈی کے گانے کو سنا تو اس کے دونوں کانوں میں سیسہ ڈالا جائے گا۔

أَفْعُلُ بھی جمع کے اوزان میں سے ایک وزن ہے۔ اس وزن پر آنُکُ اور اَشُدّ کے سوا اور کوئی واحد نہیں آتا۔

ا ن ن – أَنَّ الرَّجُلُ من الوَجعِ: (يَئِنُّ أَنِيْنًا اور اُنَانًا الف مضموم) آدمی درد کے مارے کراہ رہا ہے یا کراہ اٹھا۔

اِنَّ اور أَنَّ دو حرف ہیں جو اپنے بعد آنے والے اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع۔

اِنَّ: (الف مکسور) خبر میں تاکید کے معنی پیدا کرتا ہے اور أَنَّ (الف مفتوح) اور اس کے بعد والا حرف مصدر کی تاویل وتشریح کرتا ہے۔ ان حروف کو بعض اوقات خفیف یعنی بغیر تشدید کے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ خفیف ہونے کی صورت میں آپ چاہیں تو اسے عامل بنائیں یعنی نصب کا عمل کرے اور آپ چاہیں تو اسے عامل نہ بنائیں یعنی نصب دینے کا عمل نہ کرے۔

بعض اوقات اَنَّ پر کاف تشبیہ کا اضافہ کیا جاتا ہے مثلاً: کَاَنَّهُ شَمْسٌ اور کبھی

كَانْ میں تخفیف کی جاتی ہے یعنی نون ساکن کردیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کا کچھ عمل نہیں ہوتا۔ لیکن کچھ لوگ ایسی حالت میں بھی اسے عامل بناتے ہیں۔

إِنّی اور إِنَّنِیْ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ اور اسی طرح كَـأَنّي اور كَـأَنَّنِيْ نیز الكِنّي اور لٰـكِنَّنِي ہے کیونکہ کثرت استعمال کے باعث نون کو دو بار بولنا ثقیل سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا یاء کے ساتھ والے نون کو حذف کر دیتے ہیں۔ اسی طرح لعلّي اور لعلني ہے جس میں نون کو قریب ہونے کے باعث حذف کرتے ہیں۔

اگر إِنَّ پر مَـا کا اضافہ کیا جائے تو اس سے تعین کے معنی پیدا ہوتے ہیں مثلاً: قول خداوندی: إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ: زکوٰۃ صرف فقراء کا حق ہے۔ کیونکہ لفظ اِنَّما حکم کے اثبات کو واجب قرار دیتا ہے اور اثبات کے علاوہ باقی کی نفی کرتا ہے۔ فعل مستقبل کے ساتھ 'اَنْ' کا استعمال اسے مصدر بنا دیتا ہے۔ اَنْ بعد والے فعل کو نصب دیتا ہے مثلاً: یوں کہیں گے: اُرِیْدُ اَنْ تَقُوْمَ میں تمہارا قیام چاہتا ہوں، اور جب یہ حرف فعل ماضی پر داخل ہو تو کوئی عمل نہیں کرتا مثلاً: کہیں گے کہ: اَعْجَبَنِی اَنْ قُمْتَ: مجھے تیرا قیام پسند آیا جو واقع ہو چکا ہے۔

اَنْ: اگر مخفف ہو یعنی بغیر تشدید ہو تو کوئی عمل نہیں کرتا مثلاً: یوں کہیں گے کہ بَلَغَنِي اَنْ زَيْدٌ خَارِجٌ: مجھے معلوم ہوا کہ زید باہر گیا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَنُوْدُوْا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا: یہاں اَن نے کوئی عمل نہیں کیا، البتہ اِنْ (الف مکسور) حرف شرط ہے۔ اس کے واقع ہونے سے جزا واقع ہوتی ہے، مثلاً: اِنْ تَـأْتِـنِيْ آتِـكَ اور اِنْ جِـئْـتَـنِي اُكْـرِمْـتُـكَ: یعنی اگر تو آیا تو میں آؤں گا۔ اور اگر تو آیا تو میں تیرا اکرام کروں گا۔ اور نفی کی صورت میں یہ 'ما' نافیہ کے معنی دیتا ہے مثلاً: قول خداوندی: اِنِ الْكَافِرُوْنَ اِلَّا فِـيْ غُـرُوْرٍ: یعنی کافر نہیں ہے مگر دھوکے میں: شاید 'مَا' اور اِنْ دونوں کو تاکید کے معنوں کے لئے اکٹھا کیا جاسکتا ہے مثلاً: کسی شاعر کا یہ قول:

مَـا اِنْ رَاَيْـنَـا مَـلِـكًـا اغـارا
"مانند یدم شبے غارت کرد"

ہم نے نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ نے غارت گری کی ہو۔ اِنْ بھی جواب قسم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً: وَاللّٰهِ، اِنْ فَعَلْتُ: خدا کی قسم جو میں یہ کام کروں، البتہ ابن قیس الرّصیات کا یہ قول:

وَيَـقُـلْـنَ شَـيْـبٌ قَـدْ عَـلا
كَ وقَـدْ كَـبِـرْتَ فَقُلْتُ اِنَّـهْ

"وہ کہتی ہیں کہ تجھ پر بڑھاپا طاری ہو گیا ہے اور تو بوڑھا ہو گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہاں یہ بات تو ہے، یعنی جو کچھ وہ کہتی

ہیں وہ بات درست ہے۔"

اس بارے میں ابو عبید کا یہ کہنا کہ عربوں کے کلام میں یہ اختصار کا ایک اسلوب ہے جس میں پوری بات کے لئے صرف ضمیر پر اکتفاء کرتے ہیں۔ یعنی بات کا مفہوم ہو گیا۔ البتہ اخفش کا یہ قول کہ یہ إِنَّهُ (نعم) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے، تو یہ اس کی ایک تاویل ہے اور نہ عربی لغت میں إِنَّـهُ کو ان معنوں کے لئے وضع نہیں کیا گیا۔ اخفش کا کہنا ہے کہ إِنَّهُ میں 'ہ' سکوت کے لئے داخل کی گئی ہے اور انہوں نے کہا کہ أَنَّ (الف مفتوح) شاید لَعَلَّ کے معنوں میں ہو۔ چنانچہ قول خداوندی ہے: وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ: حضرت اُبَیّ کی قراءت میں اس آیت میں أَنَّهَا کی بجائے لَعَلَّهَا ہے اور أَنْ مخفف یعنی بغیر تشدید شاید 'اَیْ' کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے مثلاً: قول خداوندی: وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا: میں 'أَن' 'اَیْ' کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور ممکن ہے کہ 'أَن' لَمَّا کا صلہ ہو مثلاً: قول خداوندی: فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ: اور ہو سکتا ہے کہ 'أَن' زائدہ ہو مثلاً: قول خداوندی: وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ: اس کا مطلب یہ ہے کہ: کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے، اور ہو سکتا ہے کہ إِنْ مخففہ و مکسورہ 'ما' کے ساتھ زائد ہو مثلاً: یہ کہنا کہ: مَا إِنْ يَقُومُ زَيْدٌ: نیز یہ بھی ممکن ہے کہ إِنْ نون مشددہ کی جنس سے ہو تو اس صورت میں اس کی خبر پر لام داخل ہونا ضروری ہے جو حذف ہونے والے نون کا عوض یا بدل ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی: كُلُّ نَفْسٍ لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ: ہر نفس پر ایک نگہبان مقرر ہے، اور إِنْ زَيْدٌ لَأَخُوكَ: بے شک زید تیرا بھائی ہے۔ اس إِنْ کو 'إِنْ' بمعنی 'ما' نافیہ کے ساتھ خلط نہیں کرنا چاہئے۔

أَنَا: اسم ضمیر صرف متکلم کے لئے۔ یہ مبنی بر فتح اس لئے ہے کہ اس کے درمیان اور 'أَنْ' حرف ناصب فعل کے درمیان فرق واضح ہو اور آخر میں آنے والا الف وقف کی صورت میں حرکت کے اظہار کے لئے ہے۔ اثنائے گفتگو جب باتوں کے درمیان آئے تو پھر یہ الف ساقط ہو جاتا ہے یعنی بولا نہیں جاتا، سوائے گھٹیا اور پست لب و لہجہ کی گفتگو کے، وہاں یہ الف باقی رہتا ہے مثلاً یہ شعر:

أنا سيف العَشِيْرَة فَاعْرِفُوْنِيْ

"میں خاندان کی تلوار ہوں مجھے پہچانو"

اس کے ساتھ تَاء خطاب ملایا جائے تو پھر یہ دونوں مضاف ہونے کی بجائے ایک

ہی لفظ بن جاتے ہیں مثلاً: أَنْتَ بمعنی تو، مؤنث کے صیغے کے لئے تاء مکسور، نیز أَنْتُمْ اور أَنْتُنَّ. اس پر کبھی کاف تشبیہ بھی داخل ہوتا ہے مثلاً: أَنْتَ كَأَنَا اور أَنَا كَأَنْتَ یعنی تو مجھ جیسا ہے اور میں تجھ جیسا ہوں۔ البتہ کاف تشبیہ اسم ظاہر یا ضمیر منفصل کے ساتھ تو لگتا ہے لیکن ضمیر متصل کے ساتھ نہیں لگتا مثلاً: أَنْتَ كَزَيْدٍ: عربوں کے ہاں بھی بیان کیا گیا ہے۔ یوں نہیں کہہ سکتے کہ: أَنْتَ كِيْ: بمعنی تو مجھ جیسا ہے۔ البتہ ان کے نزدیک منفصل ضمیر اسم ظاہر کی طرح ہے۔ لہٰذا ان کو یہ بات بہت اچھی لگتی ہے جب وہ کہتے ہیں: أَنْتَ كَأَنَا بمعنی 'تو مجھ جیسا ہے' اس میں انہوں نے متصل ضمیر کو چھوڑ دیا ہے۔

ا ن ی — أَنّٰى: اس کا معنی أَيْنَ یعنی کہاں ہے۔ یہ کہنا کہ: أَنّٰى لَكَ هٰذَا کا مطلب ہوگا کہ: تمہارے لئے یہ کہاں سے ہے۔ یہ کلمہ بھی ایسا اسم ظرف ہے جو بطور شرط و جزا استعمال ہوتا ہے مثلاً: یہ کہنا کہ: أَنّٰى تَأْتِنِي آتِكَ: 'جہاں سے تم آؤ گے میں بھی آؤں گا'۔ یہ کلمہ كَيْفَ بمعنی کیسے اور کیونکر بھی آتا ہے مثلاً: یہ کہنا کہ: أَنّٰى لَكَ أَنْ تَفْتَحَ الْحِصْنَ: تو قلعہ کیونکر فتح کر سکتا ہے یعنی تیرے لئے یہ کیسے یا کیونکر ممکن ہے۔

رہا أَنَا تو اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

أ ن ا — أَنَى، يَأْنِي: مثال رَمَى، يَرْمِي، مصدر إِنًى (الف مکسور) بمعنی وقت آ گیا۔ أَنَى کا معنی 'پایا' اور 'تیار ہو گیا' بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: غَيْرَ نَاظِرِيْنَ إِنَاهُ: یعنی کھانا تیار ہونے کا انتظار کرتے ہوئے۔

أَنَى الْحَمِيْمُ: پانی حد درجہ کھول گیا ہے۔ اسی سے قول خداوندی ہے: حَمِيْمٌ آنٍ: کھولتا ہوا پانی۔

آنَاءُ اللَّيْلِ: رات کی گھڑیاں یا اوقات۔ اخفش کا کہنا ہے کہ اس کا واحد إِنًى ہے جیسے مِعًى بمعنی أَنْتَ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد إِنْيٌ یا إِنْوٌ ہے۔ محاورہ ہے کہ: "مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ إِنْوٌ او إِنْوَانِ" یعنی رات کی گھڑی دو گھڑی کا وقت گزر گیا۔

تَأَنّٰى فِي الْأَمْرِ: معاملہ پر سوچ و بچار، اور غور و فکر کرنا۔

إِسْتَأْنٰى بِهٖ: اس نے انتظار کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: إِسْتَوْفٰى بِهٖ حَوْلًا: اس نے مجھے سال بھر انتظار کرایا۔ اس کا اسم الإِنَاة بروزن القناة ہے۔ الأَنَاة کا معنی حلم و بردباری بھی ہے۔

الإِنَاءُ: برتن، اس کی جمع آنِيَة اور آنِيَة کی جمع أَوَانٍ ہے۔ جس طرح سِقَاءٌ کی جمع أَسْقِيَةٌ اور اس کی جمع أَسَاقٍ ہے۔

ا و ب — تَأَوَّبَ: وہ تیار یا آمادہ ہوا۔

اُهبةُ الحَرب: جنگ کا ساز وسامان۔ اس کی جمع اُھَبٌ ہے۔

اِھَابٌ: کچا چمڑا۔ چرم خام۔

ا ہ ل-الاَھلُ، اَھلُ الرَّجلِ: آدمی کا عیال۔ أھل الدّار: گھر والے۔ اسی طرح اھلة اسکی جمع اَھَلات، اَھَلاتٌ اور اَھَالٌ ہے۔اس میں یاء کا اضافہ ہوا ہے جو غیر قیاسی ہے جس طرح لیل کی جمع لَیَالٍ ہے۔شعر میں آھَالٌ بھی آیا ہے جس طرح فَـرْخٌ سے اَفْـرَاخٌ. اِھالَةٌ: چربی۔ المستَاھل: چربی لینے یا کھانے والا شخص۔

فُـلانٌ اَھلٌ لِکذا: فلاں شخص اس کام کے اہل یا قابل ہے۔ ان معنوں میں اَھـلٌ کی جگہ مُسْتَاھِـلٌ نہیں کہیں گے۔ عام لوگ عامی لہجے میں ایسا کہہ دیتے ہیں۔

قَدْ اَھَلَ الرَّجُلُ: آدمی نے شادی کر لی ہے۔اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔ تَاَھَّلَ کا معنی بھی یہی ہے۔ اُھْلًا کا معنی خوش آمدید ہے۔ یعنی تو خوش دلی کے ساتھ آیا اور اپنا بن کر آیا، اب تو مانوس بن کر رہ اور اجنبیت محسوس نہ کر۔ اَھَّلَهُ اللّٰهُ لِلْخَیْرِ: بطور دعا اللہ اسے بھلائی کے قابل بنائے۔اس کا مصدر تاھیل ہے۔

اُھلیلج: دیکھئے بذیل ہ ل ج.

اَھَّـةٌ: دیکھئے بذیل ا و ہ.

ا و-اَوْ: بمعنی یاء۔ یہ کلمہ جب خبر پر داخل ہو تو شک اور ابہام کے معنی دیتا ہے اور جب امر یا نہی پر داخل ہو تو اختیار یا اباحت کے معنی دیتا ہے۔ شک کی مثال: رَاَیْتُ زَیْدًا اَوعَمروًا: میں نے زید کو دیکھا یا عمرو کو۔ ابہام کی مثال یہ قول خداوندی ہے: وَاِنّاَ اَو اِیّاکُمْ لَعَلٰی ھُدًی: یا تو ہم ہدایت پر ہیں یا تم ہوا اور اختیار کی مثال یہ قول خداوندی ہے: کُلِ السَّمَکَ اَو اشْـرَبِ اللَّبَنَ ای لاَ تَجْمَعْ بینھما: یعنی مچھلی کھاؤ یا دودھ پیو، یعنی دونوں کو اکٹھا نہ کرو۔ اباحت کی مثال یہ ہے: جَـالِسَ الحَسَـنَ او ابـنَ سِـیْرِیْنَ: حسن کی مجلس اختیار کرو یا ابن سیرین کی۔

اَوْ کا معنی اِلٰی بمعنی 'تک' بھی ہوتا ہے۔ لَاَضْرِبَنَّهُ اَوْ یَتُوْبَ: میں اسے ماروں گا تا آنکہ وہ توبہ نہ کرے۔ اور کبھی اس کا معنی بَل بمعنی بلکہ بھی ہوتا ہے۔ اور بات بڑھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: شاعر کا یہ قول:

بَدَتْ مِثلَ قَرْنِ الشمسِ فی رَوْنَقِ الضُّحٰی
وصُوْرَتِھَا اَو اَنتِ فِی العینِ اَمْلَحُ

"یہ سورج کی کرن ہے جو چاشت کی صورت و رعنائی بن کر ظاہر ہوئی ہے یا

(اے محبوب!) یہ تو ہے جو مجھے ایسی خوبصورت دکھائی دیتی ہو۔"

اس سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ اے محبوب! یہ سورج کی شعاع اور کرن نہیں بلکہ یہ تو ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ: ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی لوگوں کی طرف بھیجا۔ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لاکھ یا لاکھ سے زیادہ کا شک لوگوں کی نظروں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو شک سے بری ہے۔

اوائل: دیکھئے بذیل و ا ل.

ا و ب—آبَ: وہ لوٹا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

اَوْبَةٌ اور اِیابًا اس کا مصدر ہے۔ اَوَّاب: توبہ کرنے والا یا توبہ قبول کرنے والا۔

مــآب: مرجع۔ لوٹنے کی جگہ۔ اَئْتَابَ بروزن اغتابَ، آبَ کی طرح ہے جو فعل اور افتعل کے صیغے ہیں اور ایک ہی معنی ہیں۔ شاعر کا قول ہے:

وَمَــنْ يَتَّقِ فَــاِنَّ اللّٰهَ مَعَــهُ
ورزق اللّٰه مُـؤتَـابٌ وغــادی

"جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ اس کے ساتھ ہے۔ اسے اللہ کا رزق دن رات پہنچ کر رہتا ہے۔"

میرا کہنا یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں اِئْتاب، تاء مشدّد کے ساتھ ہے۔ لیکن یہ کاتب حضرات کی تحریف ہے۔ خود شعر اس پر دلالت کرتا ہے۔ یہ بات بھی ہے کہ اِتّاب کا معنی شرم کرنا ہے، جس کا ذکر بذیل 'ت و اب' موجود ہے۔ یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں ہے نہ اس کے مطابق اس کی تفسیر کرنے کا محل ہے۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ: اَبَتِ الشمسُ لفظ غَابَتْ کا ایک دوسرا لہجہ یا تلفظ ہے۔ جیسا کہ قول خداوندی میں ہے: يَا جِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهُ میں اَوِّبِی کا معنی تسبیح کرنا ہے۔

ا و د—اَوِدَ الشَّیْئُ: اس نے چیز کو ٹیڑھا کیا۔

تَاَوَّدَ: ٹیڑھا ہو گیا۔

آدَهُ الحِـــمْلُ: اسے بوجھ نے بوجھل کر دیا۔ اس کا باب قَــالَ ہے۔ اور اسم مفعول مَؤُوْدٌ بروزن مقُول ہے۔

ا و ز—الاِوَزَّةُ: اور الاِوَزُّ (دونوں میں الف مکسور) بطخ۔ اس سے جمع کا صیغہ علامت جمع و ن بڑھا کر اِوَزُّوْن بنایا گیا ہے۔

ا و س—آس: (الف ممدود) درخت۔

اوشاب: دیکھئے بذیل و ش ب اور بذیل ب و ش.

اَوْصَــد: دیکھئے بذیل ا ص د اور و ص د

ا و ف-الآفَۃُ: مصیبت، آفت، بلا۔ إِیْفَ الزَّرعُ، فعل مجہول یعنی فصل آفت زدہ ہوگئی۔ اس میں اسم مفعول مَئُوْف بروزن مَعُوْف ہے۔

اوکف: دیکھئے بذیل (و ک ف) اور بذیل (ا ک ف)۔

ا و ل-التاوِیْل: تفسیر جس کے ذریعے کسی چیز کی تشریح کی جائے۔

اَوَّلَہٗ اور تَاَوَّلَہٗ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

آلُ الرَّجلِ: آدمی کے اہل وعیال۔

آلُہٗ سے مراد پیروکار بھی ہیں۔ الآل: شخص۔

الآل اس کو بھی کہتے ہیں جسے تم دن کے شروع اور دن کے آخر میں پانی کی طرح کا سایہ سابلند ہوتے دیکھتے ہو لیکن وہ سیراب نہیں ہوتا۔

الآلَۃُ: آلہ، ہتھیار یا اوزار، اس کی جمع آلات ہے۔ الآلَۃُ جنازے کو بھی کہتے ہیں۔

الإیَالَۃُ: سیاست/دیکھ بھال کو بھی کہتے ہیں مثلاً: آل الأمیرُ رَعِیَّتَہٗ إیَالاً: حاکم نے اپنی رعایا کی سیاست کی یعنی اچھی دیکھ بھال کی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

آلَ: واپس لوٹا، اس کا باب قَالَ ہے۔ کہا جاتا ہے: طبخ الشرابُ فآل الی

قدر کذا و کذا: یعنی شراب یا پانی ابالا گیا یہاں تک وہ اس درجے تک آ گیا۔

و أ ل-الأُیَّلُ: (ہمزہ مضموم ومکسور) پہاڑی بکرا، یا نر ہرن۔

اُولوا: جمع کا ایسا صیغہ جس کا اس لفظ سے واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔ اس کا واحد مذکر کے لئے 'ذا' اور مؤنث کے لئے 'ذِہ' ہے۔ اسے مدّ اور قصر دونوں سے پڑھا جاتا ہے۔ اگر قصر سے پڑھیں تو یاء سے (اولی) پڑھیں گے اور اگر مد سے پڑھیں تو اسے مبنی بر کسرہ کر کے اُولاءِ پڑھیں گے۔ اس میں مذکر و مؤنث دونوں صیغے یکساں ہوتے ہیں۔ اس پر تنبیہ کے لئے 'ھا' بڑھایا جاتا ہے لہذا پھر اسے ھٰؤلاءِ پڑھتے ہیں۔ ابوزید نے کہا کہ: عرب ھٰؤُلاءِ قَوْمُکَ میں ہمزہ کو کسرہ اور تنوین کے ساتھ بھی بولتے ہیں۔ یعنی ھٰؤلاءٍ اس پر مخاطب کی ضمیر ک بھی داخل ہوتی ہے مثلاً: اولٰئِکَ اور اُولاکَ. الکسائی کا کہنا ہے کہ جس نے اسے اولٰئِکَ کہا تو اس کا واحد ذٰلِکَ ہے اور جس نے اولاک کہا تو اس کا واحد کا صیغہ ذاک ہے۔ اُولالِکَ: اولٰئِک کی مانند ہے۔ شاید اولٰئِک غیر ذوی العقول کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ شاعر کا قول ہے:

ذُمَّ المَنَازِلَ بعد نزلۃ اللّوی

والعیش بعد اولئک الایام

''یعنی مقام لوی کے بعد تو ہر منزل قابل مذمت ہے اور ان دنوں کے بعد زندگی ہی قابل مذمت۔''

قول خداوندی ہے: إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا: ''بے شک کان، آنکھ اور دل ان تمام کے بارے میں باز پرس ہوگی۔'' البتہ الأولی بروزن العُلَی بھی جمع کا صیغہ ہے۔ جس کا واحد کا صیغہ لفظاً نہیں ہے۔ اس کا واحد الّذی ہے۔

ا و م — الأُوَام: (ہمزہ مضموم) پیاس کی تپش اور تڑپ۔

ا و ن — الأَوَان: وقت، اس کی جمع آونَةٌ ہے جیسے زَمانٌ کی جمع أزمِنَةٌ. کہا جاتا ہے کہ: هُوَ يَفْعَلُ هٰذا الأمرَ آوِنَةً: یعنی وہ یہ کام بار بار کرتا ہے اور بار بار چھوڑ دیتا ہے۔

الإوَان اور الإيْوَان: (دونوں کے پہلے حرف مکسور) دیوان خانہ اور بڑا ہال کمرہ۔ اسی سے ایوانِ کسریٰ مشہور ہے۔ اس کی جمع الإِمَانُ اور أُوُنٌ ہے جس طرح خِوَانٌ اور خُوُنٌ ہے۔

إيْوان کی جمع ایوانات اور أَوَاوِين ہے جیسے دیوان کی جمع دَوَاوِين. کیونکہ اس کی اصل اِوّانٌ ہے۔ دو 'واؤ' میں سے ایک 'واؤ' کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا۔

ا و ہ: درد اور تکلیف کے وقت 'اوہ' کی آواز نکالنا۔ اس میں 'واؤ' ساکن ہے۔ یہ صرف درد کا اظہار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ 'واؤ' کو الف میں بدل کر اسے 'آہ' کر دیا گیا ہو اور ممکن ہے کہ 'واؤ' کو مشدد کر کے اور اسے کسرہ دے کر ھاء کو ساکن کر دیا گیا ہو اور اس طرح یہ لفظ 'اَوِّہ' بن گیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تشدید کے ہوتے ہوئے یعنی برقرار رکھ کر بھی 'ھاء' کو حذف کر دیا گیا ہو اور یوں یہ لفظ 'اَوِّ' رہ گیا ہو۔ بعض لوگ اسے الف مد، واؤ مشدد اور مفتوح کر کے ھاء کو ساکن کر کے آوَّہْ بولتے ہوں گے تاکہ اس طرح درد کی آواز لمبی ہو جائے ۔ اور ممکن ہے کہ اس پر تاء داخل کر کے اوّتاہ بنا دیا گیا ہو۔ اسے مد کے ساتھ پڑھیں یا نہ پڑھیں (دونوں صورتیں جائز ہیں)۔

أَوَّهَ الرَّجُلُ تَاوِيهًا اور تَأَوَّهَ تَأَوُّهًا: آدمی نے درد کے مارے گہری آہ بھری۔ اس سے اس کا اسم الف ممدود کے ساتھ آهَةٌ بنتا ہے۔

أَهْ أَهَّةً: اس نے (درد کے مارے) ایک آہ بھری یا کراہا۔

أَوِّ: دیکھئے بذیل (ا و ہ)۔

ا و ی — المَأْوَى: ایسی جگہ جہاں انسان رات کو یا دن کو ٹھکانا کرے قَدْ أَوَى إِلٰی

مَنْزِلِهٖ: اس نے گھر جا کر ٹھکانہ کر لیا۔
یَاْوِیْ: بروزن رَمٰی یَرْمِیْ: وہ ٹھکانہ کرتا ہے۔
اُوِیًّا بروزن فُعُوْلٌ اور اِوَاءٌ بروزن فِعَالٌ. اسی سے قول خداوندی ہے: سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَاءِ: میں کسی پہاڑ پر ٹھکانہ کرلوں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا۔
آوَاہُ غَیْرُہٗ اِیْوَاءً: اسے کسی نے پناہ دے دی۔ ابوزید کے ہاں اَوَاہٗ کا بھی یعنی دونوں کا فَعَلَ اور اَفْعَلَ کے وزن پر ایک ہی معنی ہے۔
آوَی اِلَیْهِ یَاْوِیْ، رَمٰی یَرْمِیْ کی طرح اُوِیَّةٌ اور اِیَّةٌ اُوِیَۃٌ میں 'و' کو ماقبل مکسور کے باعث یاء میں تبدیل کر کے دونوں میں ادغام کیا گیا۔
مَاوِیَةٌ: تخفیف کے ساتھ، اور مَاوِاۃٌ یعنی اس نے اس کی تعزیت کی اور ہمدردی کا اظہار کیا۔
اِبن آوی: ایک حیوان جسے فارسی میں شغال اور اردو میں گیدڑ کہتے ہیں۔ اس کی جمع بناتُ آوی ہے۔ آوی غیر منصرف ہے کیونکہ وہ اَفْعَلُ کے وزن پر ہے اور معرفہ ہے۔
ا ی ا — اِیَّا: اسم مبہم ہے۔ اس کے ساتھ تمام متصل منصوب ضمیریں مل جاتی ہیں

مثلاً: اِیَّاکَ، اِیَّایَ، اِیَّاہُ اور اِیَّانَا وغیرہ۔ ان کے اعراب کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ذَاکَ میں 'ک' ہے۔ اور اَنْتَ میں الف اور نون ہے۔ بلکہ یہ اور اس کے بعد آنے والا کاف، یاء، ھاء اور نون اس مقصد کا بیان ہے جو خطاب کا مقصود ہے گویا وہ بغیر اضافت ایک ہی چیز ہے۔ بعض نحویوں کا کہنا ہے کہ بیشک اِیَّا کا لفظ اپنے بعد والی ضمیر کی طرف مضاف ہے مثلاً: یہ کہنا کہ ضَرَبْتُ اِیَّایَ کیونکہ ضَرَبْتُنِیْ کہنا درست ہے۔ لیکن ضَرَبْتُ اِیَّاکَ نہ کہنا چاہئے کیونکہ کاف کی وجہ سے اِیَّاکَ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی البتہ ضَرَبْتُکَ اِیَّاکَ کہنا درست ہے۔
اِیَّاکَ کبھی تحذیر یعنی خبردار کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کہیں: اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ: شیر سے خبردار رہو، گویا آپ نے اِیَّاکَ کو فعل کا بدل بنالیا یعنی آپ یہ کہنا چاہتے تھے: بَاعِدْ: دور رہ۔
اِیَّاکَ کو اراق کے بدلے ھِرَاق کی طرح ھِیَّاکَ بھی کہا جاتا ہے، یہ بھی کہتے ہیں کہ: اِیَّاکَ وَاَنْ تَفْعَلَ کذا و کذا: یعنی خبردار! تم ایسا ویسا کام نہ کرنا۔ اس کے بدلے یہ نہیں کہنا چاہئے:

اِیَّاکَ کذا یعنی اِیَّاکَ کے بعد 'واؤ' کے بغیر نہیں کہنا چاہیے۔

ا ی د – الأَیْدُ: اور الآدُ (الف ممدود) طاقت اور قوت۔

آدَ الرَّجُلُ: آدمی مضبوط اور طاقتور ہوا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

الأَیْدُ سے اَیَّدَهٗ تائیدًا یعنی اس نے اسے قوت و تائید دی۔ اس کا اسم فاعل مُؤَیِّد ہے اور اسم تصغیر مُؤَیِّد بھی ہے۔

الآدُ سے فَاعَلَ کے وزن پر آیَدَهٗ: اس نے اس کی مدد کی، کہہ سکتے ہیں۔ ❶ اس کا اسم مفعول مُخْرَجٌ کے وزن پر مُؤَیَّدٌ ہے۔ تَأَیَّدَ الشَّیئُ: چیز مضبوط ہوگئی۔ اور رَجُلٌ اَیِّدٌ مضبوط شخص بروزن جَیِّدٌ ہے۔ شاعر کا قول ہے:

إذا القـــوسَ وَتَّــرَهَــا اَیِّــدٌ
رَمَى فَـأَصاب الكُلَى والـذُّراء

اس سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بادلوں میں موجود کمان کا چلّہ چڑھاتے ہیں تو یہ تیر اونٹ کے چربی دار گردوں اور کوہانوں کو جا لگتے ہیں یعنی بارش سے نباتات کی خوب روئیدگی ہوتی ہے۔

أ ی س – اَیِسَ: اس کا دوسرا تلفظ یا لہجہ یَئِسَ ہے اور اس کا باب فَهِمَ ہے۔

آیَسَ: (الف ممدود) مِنْهُ غیرُهٗ یعنی اَیْأَسَهٗ اور یاء مشدّد کر کے اَیَّسَهٗ تَأْیِیسًا: اس نے اسے بری طرح مایوس کر دیا۔

ا ی ض: یہ قول فَعَلَ ذٰلِکَ ایضًا: اس نے یہ کام بھی کیا۔ ابن السکیت نے کہا ہے کہ یہ آضَ یَئِیضُ ایضا کا مصدر ہے یعنی وہ لوٹا۔ کہا جاتا ہے: آضَ اِلٰی اهلِهٖ وہ اپنے گھر یعنی کنبے میں لوٹ آیا۔

آضَ: وہ ہو گیا۔

ا ی ک – الأَیْکُ: خم دار درخت۔ اس کا واحد اَیْکَةٌ ہے۔ جس نے قرآن میں اَصْحَابُ الْأَیْکَة: پڑھا، تو اس کا معنی گھنا جنگل ہے۔ اور جو لوگ اسے اَصْحَابُ لَیْکَةَ پڑھتے ہیں تو یہ ایک بستی کا نام ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ بستی بھی بَکَّة اور مکّہ کی طرح کی بستی ہے۔

ا ی ل – إِیْلُ: عبرانی یا سریانی زبان میں اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس طرح جِبْرَائِیل اور میکائیل ناموں کا مطلب عبداللہ اور تَیْمُ اللّٰہ ہو گا معنی اللہ کا بندہ۔

ا ی م – الأَیَــامٰی: بغیر بیوی کے مرد (رنڈوے) ہوں یا بغیر خاوند کی عورتیں (رنڈوی) ہوں، اس کا واحد اَیِّمٌ ہے۔ چاہے پہلے سے شادی شدہ ہو یا نہ ہو۔

❶ صحاح کی عبارت یہ ہے: آیَدته علی الفعلة......الخ. وهی الصواب معه: یعنی الْفَعْلَة کے وزن پر اَیَدْته......الخ. اور یہ درست ہے۔ لہٰذا متنبہ رہیے۔

اِمْـــرَاۃٌ اَیِّمٌ: بغیر خاوند عورت، چاہے کنواری ہو یا شادی شدہ۔

اٰمَتِ الْمَـــرْاَۃُ مِنْ زَوْجِھَا: عورت خاوند سے محروم یعنی بے خاوند ہوگئی۔ اس کا باب بَـاعَ ہے اور مصدر اَیُـومًا بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّـهُ کَانَ یَتَعَـوَّذُ مِـنَ الْاَیْمَۃِ: یعنی حضور ﷺ رنڈوے پن سے (اللہ کی) پناہ مانگتے تھے۔

اَیْمُ اللّٰہِ: دیکھئے بذیل (ی م ن)

ا ی ن—آنَ اَیْنُهٗ اس کا وقت آن پہنچا۔

آنَ لَـهٗ اَنْ یَفْعَلَ کَـذَا: اس کے ایسا کرنے کا وقت آ گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے یعنی حَانَ، آنَ کی طرح ہے اور آنَ اسی سے مقلوب ہوا ہے۔ ابن السکیت کا شعر ہے:

اَلَمَّـا یَئِنْ لِی اَنْ تُجَـلّٰی عَمَایَتِی
وَاُقْصِـرَ عَنْ لَیْلٰی بَلٰی قَـدْ اَنٰی لِیَا

"کیا ابھی تک میرے اندھے پن یعنی بدنصیبی یا بے خبری کے ظاہر ہونے کا وقت نہیں آیا اور کیا میری رات کے ختم ہونے یعنی میرے جاگنے کا وقت نہیں آیا۔ ہاں کیوں نہیں، اب وقت آ گیا ہے۔"

شاعر نے یہاں دو لہجے جمع کئے ہیں۔ [1]

ایک اَیْنَ جگہ اور مکان سے متعلق سوال جب کہیں کہ: اَیْـنَ زَیْـدٌ (زید کہاں ہے) گویا یہ زید کے مکان سے متعلق سوال ہے اور دوسرا اَیَّانَ بمعنی کس وقت، جو وقت کے بارے میں سوال ہے۔ جیسے مَتٰی (کب)۔ قول خداوندی ہے: اَیَّانَ مُرْسٰھَا: یعنی اس کے لنگر انداز یا واقع ہونے کا وقت کیا ہے؟

اِیَّانَ: (الف مکسور) بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ سُلَمی نے اِیَّان یُبْعَثُوْنَ کو اسی لہجہ یا تلفظ سے پڑھا ہے۔

اَلْآنَ: اب۔ اس وقت کے لئے اسم ہے جس میں تم ہو۔ ممکن ہے اس میں لام کو فتحہ دے کر دو ہمزہ یعنی الف کو حذف کر دیا گیا ہو، اور 'لَانَ' کو الآن کے معنوں میں استعمال کرتے ہوں۔

ا ی ہ—اِیْـهِ فعلِ امر کا نام ہے اس کا مطلب ہے ارشاد اور فرمایئے 'بات یا کام کو جاری رکھیئے۔ جب آپ اسے دوسرے لفظ سے ملا دیں گے تو اسے تنوین دے کر اِیْهٍ حَدِّثْنَا کہیں گے۔ کہا گیا ہے کہ اِیْـهِ کسی سے کی جانے والی بات یعنی سلسلہ کلام کو جاری رکھنے یا بڑھاوا دینے کی لئے امر ہے اور اِیْـهٍ (تنوین کے ساتھ) کوئی بات بھی کرنے کی استدعا ہے اور اگر آپ نے مخاطب کو خاموش کرا دینا ہو اور بات سے

[1] یعنی آنَ: یَئِنُ اور اَنٰی یَانِی۔ ایک ہی معنوں میں۔ پورے شعر میں این اور انّی کا مفہوم موجود نہیں۔ (مترجم)

روک دینا ہو تو کہیں گے ایْھًا عَنّا اور اگر آپ مخاطب یعنی هیهات: دور دفع۔ بعض عرب 'هیهات' کی بجائے اَمْهَات کہتے ہیں اور شاید بعض نے اسے اَیْهَانِ (نون مکسور) بھی کہا ہو۔

إیَـةٌ: دیکھئے بذیل أ و ی.

أ ی ا — الآیَة: علامت۔ اس کی جمع آیٌ اور آیاتٌ ہے۔

خَرَجَ القَومُ بِآیَتِهِم: قوم اپنی جماعت کے ساتھ یا اسے لے کر نکلی۔ کتاب اللہ میں آیۃ سے مراد حروف وکلمات کا مجموعہ ہے۔

اَیُّ: اسم معرب ہے جو بات کی وضاحت طلبی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: اَیُّهُم اَخُوکَ: ان میں سے تمہارا بھائی کون ہے؟ اور اَیُّهُم یُکرِمُنِی اُکرِمُهُ: ان میں سے جو بھی میری عزت وتکریم کرے گا میں اس کی تکریم کروں گا۔ یہ لفظ اضافت کے وقت اسم معرفہ ہوتا ہے اور اضافت ترک بھی کی جاتی ہے لیکن اس کے معنی موجود رہتے ہیں۔ اور کبھی اسے الَّذِی کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اس صورت میں صلہ کی ضرورت رہتی ہے مثلاً: اَیُّهُم فِی الدَّارِ اَخُوکَ یعنی ان میں سے گھر میں جو بھی ہے وہ تیرا بھائی ہے اور نکرہ کے لئے بطور لغت آتا ہے مثلاً: مَرَرتُ بِرَجُلٍ وایِّ رَجُلٍ: یعنی میرا ایک شخص کے ہاں سے گزر ہوا اور اس شخص کی کیا ہی بات ہے۔ اَیّ کے ساتھ 'ما' زائدہ لگا کر بھی استعمال ہوتا ہے۔

اَیّ اِمْرَاَةٍ جاءَ تکَ وَجاءَ کَ اور اَیَّةُ اِمْرَاَةٍ جَاءَتْکَ، مَرَرتُ بِجَارِیَةٍ اَیِّ جَارِیَةٍ اور اَیَّةِ جَارِیَةٍ ہر طرح سے کہنا جائز ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمَاتَدرِی نَفسٌ بِاَیِّ اَرضٍ تَمُوتُ: کسی کو معلوم نہیں کہ کس سرزمین میں اسے موت آن لے گی۔

اَیّ کو بطور حرف تعجب بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ الفراء نے کہا ہے کہ اَیُّ پر اس کا مابعد تو عمل کرتا ہے لیکن ماقبل کوئی عمل نہیں کرتا مثلاً: قول خداوندی ہے: لِنَعلَمَ اَیُّ الحِزبَینِ اَحصٰی: یہاں ایُّ پر رفع ہے، دوسرا قول: وَسَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَنقَلِبُونَ: میں اَیّ کو مابعد لفظ نے نصب دی ہے۔ الکسائی نے کہا ہے کہ لَاَضرِبَنَّ مَن فِی الدار: کہنا درست ہے لیکن ضَرَبتُ اَیُّهُم فِی الدَّار: کہنا جائز نہیں ہے۔ اس مثال میں الکسائی نے امر واقع میں اور منتظر الوقوع میں فرق کیا ہے۔

يَـٰأَيُّـهَا الرَّجُلُ اور يَـٰأَيَّـتُهَا الْمَـرْأَةُ میں ایّ اسم مبہم ہے، مفرد ہے اور نداء کے باعث معرفہ ہے، نیز بنی علی الضمّہ ہے اور اس کے آخر میں ھَـا حرف تنبیہ ہے اور 'ھَـا' بعد میں آنے والے مضاف الیہ کا بدل ہے، جو الرَّجُـلُ کو رفع دے گا کیونکہ وہ ایُّ کی صفت ہے۔ بعض اوقات ایُّ پر 'ک' داخل ہوتا ہے تو اس سے أیُّ کا معنی: 'کَمْ' یعنی 'کتنا' ہو جاتا ہے۔ اس کا ذکر (ک ی ن) کی ذیل میں آیا ہے۔

أَیَا: حروف ندا میں سے ایک حرف ہے۔ اس کے ذریعے قریب اور بعید دونوں کو پکارا جاتا ہے چنانچہ کہتے ہیں: أَیَا زَیْدُ أَقْبِلْ، یعنی اے زید آگے آؤ۔ أَیْ کی مثال 'کَیْ' کی سی ہے جس سے دور کو نہیں بلکہ قریب والے کو پکارا جاتا ہے مثلاً: أَیْ زَیْدُ أَقْبِلْ: ارے زید آگے آؤ۔ یہ کلمہ بھی ایسا ہے جو کلام کی تفسیر سے پہلے آتا ہے مثلاً: کہ: "أَیْ کَـذَا" سے مراد 'یعنی یہ بات' اسی طرح: إِیْ (الف مکسور) قسم سے پہلے آتا ہے جس کا مطلب بَلٰی یعنی ہاں کیوں نہیں ہے۔ مثلاً: یہ کہ: إِیْ وَرَبِّی، إِیْ وَاللّٰهِ: ہاں میرے رب کی قسم اور اللہ کی قسم۔

باب الباء

ب ا—الباء: حروف معجم حروف میں سے ایک حرف۔ مکسور حالت میں حرفِ جر یا حرفِ جار۔ اسے فعل کو مفعول بہ کے ساتھ ملانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: مَرَرْتُ بِزَیْدٍ: (میں زید کے پاس سے گزرا)۔ اسے استعانت کے لئے بھی استعمال کرنا جائز ہے مثلاً: کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ (میں نے قلم کے ساتھ لکھا) کبھی اسے بطور حرفِ زائد استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے قول خداوندی: وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (اللہ کی گواہی کافی ہے) اور حَسْبُکَ بِزَیْدٍ: (تیرے لئے زید کافی ہے) اور لَیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ: زید کھڑا نہیں ہے۔ اسم ظاہر اور ضمیر پر داخل ہونے والا یہ حرف حروف قسم کی اصل پر ہے مثلاً: بِاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ: اللہ کی قسم میں ضرور کروں گا۔

وَبِهٖ لَاَفْعَلَنَّ: اس کی قسم، میں ضرور کروں گا یا کر گزروں گا۔

بـاء: حروف جر میں سے ایک حرف ہے اور صرف اسماء پر داخل ہوتا ہے اور فعل کو مفعول بہ کے ساتھ جوڑنے کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: مَـرَرْتُ بزيـد: گویا آپ نے مرور فعل کو اس کے مفعول بہ زید کے ساتھ جوڑ دیا۔ ایسے تمام افعال کو جو متعدی نہ ہوں، (بلکہ لازم ہوں) آپ حرف باء ہمزہ اور تشدید کے ذریعے متعدی بنا سکتے ہیں مثلاً: طَـارَ بِـهٖ، أَطَارَ اور طَـيَّـرَهٗ یعنی اس نے اسے اڑا دیا۔ بـاء حرف زائد بھی ہو سکتا ہے مثلاً: بحسبک كذا: (تیرے لئے یہ کافی ہے) اور قول خداوندی: وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا: تیرا رب تیری ہدایت و رہنمائی اور مدد کے لئے کافی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حرف بسبب کے معنوں کے لئے وضع کیا گیا ہو یا علٰی بمعنی پر کے معنوں کے لئے بنا ہو مثلاً: قول خداوندی: وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ (ان میں ایسے بھی ہیں کہ اگر تو اسے ایک دینار پر امین بنائے) معنی علٰی دینار: اور حرف باء کی جگہ 'علٰی' کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: شاعر کا یہ قول:

إِذَا رَضِـيَتْ عَلَـيَّ بَنُـو قُشَـيْرٍ
لَعَـمْرُ اللّٰهِ اَعْجَـبَنِي رِضَـاهَا

"یعنی جب قبیلہ بنو قشیر کے لوگ مجھ سے راضی ہو گئے ہوں تو خدا کی قسم مجھے ان کی رضامندی دل کو لگے گی یعنی پسند آئے

گی۔"

میرا کہنا یہ ہے کہ مشہور ومعروف بات یہ ہے کہ اس شعر میں علی 'عن' کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ب أ ب أ - بَأْبَأْتُ الصَّبِيَّ: میں نے بچے کو بابی وامّی' کہا۔

بَأْبَأَ الرَّجُلُ: آدمی تیز رفتار ہوا۔

البُؤْبُؤُ: (باء مضموم) کسی چیز کی اصل اور آنکھ کی پتلی۔

ب أ ر - البِئْرُ: کنواں، کم مقدار پانی کے کنویں کی جمع اَبْؤُرٌ بروزن الافْلُس اور آبَارٌ بروزن اَحْجَارٌ ہے۔ اور بعض عرب ہمزہ کو الف میں بدل کر آثارٌ کی طرح آبارٌ کہتے ہیں۔ اور جہاں کنویں میں پانی زیادہ ہو تو ایسے کنویں کی جمع الدِّيَارُ کی طرح البِئَارُ ہوگی۔

بَأَرَ بِئْرًا: (باء کے بعد ہمزہ) اس نے کنواں کھودا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ب أ س - البَأْسُ: عذاب، دکھ۔ جنگ میں شدت بھی۔ اس سے بُؤُسَ الرَّجُل (ہمزہ مضموم) آدمی دکھی ہوا یا حاجت مند ہوا۔ بَئِسَ: (ہمزہ مکسور) بُؤْسًا وبَئِيسًا: سخت حاجتمند۔ اس کا اسم فاعل بائس ہے۔

بَئِيسٌ: مصدر کا قائمقام وضع شدہ اسم۔

بِئْسَ: برا ہے۔ کلمہ ذم جو نِعْمَ کی ضد ہے بمعنی 'اچھا ہے'۔ مثلاً: بِئْسَ الرَّجُلُ زَيْدٌ: زید بہت برا انسان ہے۔ اور بِئْسَتِ المَرأةُ هِنْدٌ: ہند بہت بری عورت ہے۔ یہ دونوں فعل ماضی کے صیغے ہیں لیکن ان کی گردان نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں فعل اپنے موقع ومحل سے الگ کئے گئے ہیں یعنی نِعْمَ نَعِمَ فلانٌ سے نقل کیا گیا ہے جب کہ اسے دکھ اور تنگی پہنچی ہو۔ ان فعلوں کو مدح اور ذم کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ لہٰذا اب یہ حروف کے مشابہ ہوگئے ہیں تو اب ان کی گردان نہیں ہوسکتی۔ ان حروف کے چار مختلف لہجے یا تلفظ ہیں جن کا ہم ان شاء اللہ بذیل ن ع م ذکر کریں گے۔

لَا تَبْتَئِسْ: غم نہ کر شکایت نہ کر۔ دکھی نہ ہو۔

المُبْتَئِسُ: دکھی اور غمگین۔

البأساء: سختی، دکھ، مصیبت۔

البُؤْسَى نُعْمَى کی ضد۔

بَائِقَةٌ: دیکھئے بذیل ب و ق۔

بائنَةٌ: دیکھئے بذیل ب ی ن۔

بَادِيَةٌ: دیکھئے بذیل ب د ا۔

بَارِئَةٌ: دیکھئے بذیل ب و ر۔

بَاقَةٌ: دیکھئے بذیل ب و ق۔

ب ب ل - بَابِل: عراق میں ایک جگہ کا نام جس جگہ کا جادو اور شراب مشہور ہیں۔

اخفش کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مؤنث ہونے، اسم معرفہ ہونے اور تین حروف سے زائد ہونے کے باعث غیر منصرف ہے۔

ب ت ت — البَتُّ: قطعًا یہ کہنا۔ بَتَّهُ، يَبُتُّهُ اور يَبِتُّ (باء مضموم ومکسور) شاذ ہے، کیونکہ اگر فعل مضاعف کا مضارع کا صیغہ مکسور ہو تو وہ متعدی نہیں ہوا کرتا سوائے اس فعل کے۔ اس فعل کے ہم وزن افعال یہ ہیں:

عَلَّهُ فی الشَراب، يَعُلُّهُ اور يَعِلُّهُ اسی طرح فَمَّ الحَدِيث، يَنُمُّهُ اور يَنِمُّهُ اور شَدَّهُ، يَشُدُّهُ اور يَشِدُّهُ نیز حَبَّهُ، يَحِبُّهُ، لیکن بَتَّ واحد کلمہ ہے جس کا صرف ایک ہی لہجہ یا تلفظ ہے اور وہ ہے بَتَّهُ يَبِتُّهُ یعنی مضارع میں عین کلمہ مکسور۔ ان افعال کو متعدی الی المفعول بنانے کا ان کے مضارع کے صیغوں میں ضمہ (پیش) اور کسرہ (زیر) نے کیا ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ اسی وزن پر ایک اور فعل رَمَّهُ، يَرُمُّهُ اور يَرِمُّهُ ہے۔ لہٰذا صاحب کتاب کے شمار کردہ مستثنیٰ فعلوں میں ایک کا اضافہ ہو گیا۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ بَتَّتَهُ تَبْتِيتًا کو مشدد ومبالغہ کے لئے کیا گیا ہے۔

الانبتات: کٹ جانا۔ انقطاع۔ کہا جاتا ہے کہ: لا افعلُهُ البتہ یعنی میں یہ قطعًا یا ہرگز نہیں کروں گا۔ ہر کام میں البتہ کہنے کے بعد واپسی یا رجوع کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اس فعل کا مصدر منصوب ہوتا ہے۔

لوگوں کا یہ کہنا کہ: تَصَدَّقَ فُلانٌ صَدَقَةً بَتَاتًا و صَدَقَةً بَتَّةً یعنی فلاں شخص نے قطعی طور پر صدقہ دے دیا ہے۔ داد یہ ہے کہ صدقہ صاحب صدقہ سے منقطع ہو گیا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ لفظ انبتات کی کتابت میں 'ن' کے بعد 'ت' ہے۔ مجھے اس کا سبب معلوم نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کاتبوں کی غلطی سے یہ ہوا ہو۔ اس کی اصل البَتُّ ہے مفاعلہ کے وزن پر دو تاء کے ساتھ یاتتہ تھی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ طلّقها ثلاثًا بَتَّةً (اس نے اس عورت کو قطعی طور پر تین طلاقیں دیں۔ بعض نے حضور ﷺ کا یہ قول روایت کیا ہے: لا صِيامَ لِمَنْ لَمْ يَبُتَّ الصيامَ من الليل: یعنی اس کا روزہ نہیں جس نے روزے کو رات سے منقطع نہیں کیا۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ یہ قطع عزم وارادے سے ہے۔ اور نیت کرکے روزے کو رات سے الگ یا منقطع کرتا ہے۔

البَتَات: (باء مفتوح) گھر کا ساز و سامان۔ حدیث شریف میں ہے: لا يُؤخَذُ مِنكُم عُشرُ البتاتِ: یعنی گھر کے ساز وسامان سے عشر نہیں لیا جائے گا۔

ب ت ر - بَتَرَہ: اس نے اسے مکمل کرنے سے پہلے کاٹا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
إنبِتَار: انقطاع۔
الأَبتَرُ: دُم بریدہ۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَاھٰذِہ البُتَیرَاء: یہ دُم بریدہ نماز کیسی ہے۔
الأَبتَر: وہ شخص بھی ہے جس کا کوئی پیچھا یعنی اولاد نہ ہو۔ ہر وہ کام جس کا اثر خیر سے منقطع ہو اَبتَرُ ہے۔

ب ت ع - اَبتَعُ: تاکیدی کلمہ ہے۔ کہا جاتا ہے: جَآءُوا اجمَعُونَ اَلمَعون اَبتَعُونَ: وہ سب اکٹھے کے اکٹھے آگئے۔ یعنی سب کے سب آگئے۔

ب ت ک - البتک: کاٹنا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔
بَتَّکَ آذان الأنعَام: اس نے مویشیوں کے کان کاٹ دیئے۔ کثرت استعمال کے باعث اس پر تشدید آئی ہے۔

ب ت ل - بَتَلَ الشَّیئَ: اس نے اسے دوسرے سے الگ کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ مشہور قول ہے: طَلَّقَھا بَتَّۃً وَبَتلَۃً۔ البَتُول: عورتوں میں سے وہ عورت جو کنواری ہو اور شادی سے منقطع ہو۔ کہا گیا ہے کہ بتُول سے مراد وہ عورت جو دنیا سے قطع تعلق کر کے متوجہ الی اللہ ہوئی ہو۔

التبتُّل: دنیاوی تعلق سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا۔ اسی سے لفظ 'تبتیلُ' مشتق ہے۔ یہی کلمہ قول خداوندی میں آیا ہے: وَتَبَتَّل اِلَیہِ تَبتِیلا: یعنی علائق دینوی سے منہ موڑ کر اسی کا ہو کر رہ۔

ب ث ث - بَثَّ الخَبَرَ: اس نے خبر بھیجی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔
أَبثَّہُ کا مطلب ہے 'اس نے نشر کیا یا پھیلا دیا۔
اَبثَّہُ سِرَّہُ: اس نے اس پر اس کا راز فاش کر دیا۔
البَثُّ: حالت اور حزن وغم۔

ب ث ر - البَثرُ: بہت۔ کہا جاتا ہے: کَثِیرٌ بَثِیرٌ: یعنی بہت زیادہ۔
البَثرُ و البُثُورُ: چھوٹی سی رسولی۔ اس کا واحد بَثرَۃٌ ہے۔
بَثِرَ وَجھُہُ: (ثاء مفتوح) اس کے چہرے پر آبلے پڑ گئے۔ یعنی وہ آبلہ رُو ہو گیا۔

ب ث ق - بَثَقَ السَّیلُ المَوضِعَ: سیلاب نے جگہ کو پھاڑ دیا۔ یا شگاف ڈال دیا۔
البثق: پھوٹ پڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
بِثقًا: (باء مکسور) پھوٹ پڑنا۔

ب ث ن - البَثنِیَۃُ: گندم جو شام کی ایک

جگہ سے منسوب ہیں۔ ابوالغیث کا کہنا ہے کہ میدانی زمین میں اُگنے والی گندم کو بثنیة کہتے ہیں بخلاف پہاڑی زمین میں اُگنے والی گندم کے۔ اس کا ذکر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔

ب ج ج—البَجَّةُ: جس کا ذکر حدیث شریف میں ہے وہ ایک بت کا نام ہے۔

ب ج ح—بَجَّحَهُ فتبَجَّحَ: اس نے اسے خوش کیا تو وہ خوش ہوا۔

ب ج س—بَجَسَ المَاءَ فانْبَجَسَ: اس نے پانی کھودا تو پانی پھوٹ پڑا یا پھوٹ نکلا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

ب ج ل—التبجيل: تعظیم۔

ب ح ت—بَحتٌ: صرف فقط۔ خُبزٌ بَحتٌ: صرف روٹی (اس کے ساتھ اور کچھ نہیں)۔

ب ح ث—بَحَثَ عَنهُ: اس نے اسے تلاش کیا۔

ب ح ث ر—بَحثَرَهُ فتبَحثَرَ: اس نے اسے ضائع یا منتشر کر دیا تو وہ ضائع یا منتشر ہو گیا۔ الفَرّاء نے کہا ہے کہ: بَحثَرَ مَتَاعَهُ: اس نے اس کا یا اپنا سامان تلپٹ کر دیا یعنی اُلٹ پلٹ کر دیا۔

ابوالجراح نے کہا ہے کہ بَحثَرَ الشَّيئَ وَبَعثَرَهُ کا معنی ہے: اس نے چیز کو باہر نکالا اور کھولا۔

ب ح ح—فِي صَوتِهِ بُحَّةٌ: باء مضموم اور حاء مشدد۔ اس کی آواز میں خشونت اور کھردرا پن ہے۔ کہا جاتا ہے: بَحِحتُ: 'حاء' اول مفتوح اور مکسور بَحَحًا. أَبَحُّ: خشونت والا۔ کھردرا۔ فيها بَحَحًا: ان دونوں میں خشونت صوت ہے۔

رَجُلٌ أَبَحُّ: (خرخراہٹ والی آواز والا آدمی)۔

أَبَحُّ کی جگہ باحّ کہنا درست نہیں۔

اِمرَأةٌ بَحّاء: خرخراہٹ آواز والی عورت۔

البَحبَحَةُ اور التَّبَحبُحُ: ٹھہرنے اور برقرار رہنے کی قوت وطاقت۔

بُحبُوحَةُ الدَّارِ: گھر کا وسط (دونوں باء مضموم)۔

ب ح ر—البَحرُ: ضد بَرّ. سمندر، خشکی کی ضد۔ کہا گیا ہے کہ اسے گہرائی اور وسعت کے باعث البحر کہا گیا ہے۔ اس کی جمع أَبحُرٌ، بِحَارٌ اور بُحُورٌ ہے۔ ہر بڑے دریا کو بَحر کہا جاتا ہے۔ تیز رفتار اور وسیع رفتار گھوڑے کو بھی بحر کہتے ہیں۔ انہیں معنوں میں حضرت ابو طلحہؓ کے مندوب گھوڑے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا یہ قول مبارک ہے: اِنْ وَجَدْنَاهُ

لَبَحْرًا یعنی ہم نے اسے وسیع رفتاری میں سمندر پایا۔

مَـاءٌ بَحْرٌ: نمکین یا کھارا پانی۔

اَبْحَرَ الْمَاءُ: پانی نمکین یا کھارا ہو گیا۔

اَبْحَـرَ الرَّجُلُ: آدمی سمندر پر سوار ہوا۔

• بَحْرَیْنِ: ملک کا نام۔ اس سے منسوب بحـرانی ہوگا۔[1]

بَحَـرَ اُذُنَ النَّاقَةِ: اس نے اونٹنی کا کان چھیدا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس سے مشتق البَحِیْرَۃُ ہے۔ جو السَّائبة کی بیٹی ہے۔ اس کا حکم بھی اس کی ماں کا سا ہے۔

تَبَحَّـرَ فی العِلْمِ: اس نے علم میں گہرائی اور وسعت حاصل کی۔

ب خ ت—البَخْــت: بزرگی، بڑائی، بخت، قسمت۔

المبخوت: بختاور، خوش نصیب۔

البُختی: اونٹ کی ایک مخصوص نسل یا قسم۔ اس کی جمع بَخَاتِیٌّ ہے۔ یہ غیر منصرف ہے۔ جمع اور مؤنث کے صیغے میں بُخْتِیَّةٌ کی یاء کو بغیر تشدید مخفف کر کے پڑھ سکتے ہیں۔

ب خ ت ر—التبختُرُ فی المَشْیِ: اترا کر چلنا۔

فلانٌ یمشـی البَخْتَرِیَّةَ: فلاں شخص اتراتا ہوا چلتا ہے۔

ب خ خ—بَخ: بروزن بَـلْ: یہ کلمہ کسی چیز کی تعریف کرتے وقت اور رضامندی کے اظہار کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ اظہار مبالغہ پر اسے مکرّر بولا جاتا ہے۔ لہذا ایسے موقع پر بخ بخ کہا جاتا ہے۔ اگر اسے بعد کے کلام کے ساتھ ملا کر کہنا ہو تو اسے مکسور اور منوّن کر کے بَخٍ بخٍ کہا جائے گا۔ شاید اس پر اسم کی طرح تشدید بھی دی جاتی ہو اور بَخٍّ بَخٍّ کہا گیا ہو۔

ب خ ر—بُخارُ الماء: پانی کے بھاپ جو دھوئیں کی طرح اٹھتی ہے۔

البَخُور: (باء مفتوح) جس سے دھونی دی جاتی ہے۔

البَخَرُ: (پہلا اور دوسرا حرف مفتوح) منہ کی بدبو۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اسم فاعل اَبْخَرُ ہے۔

ب خ س—البَخْسُ: کم۔ کہا جاتا ہے کہ شَـرَاهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ: اس نے اسے کم قیمت پر خریدا۔

بَخَسَهٗ حَقَّهٗ: اس نے اسے اس کا کم حق دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ لین دین میں اگر کوئی سیدھا اور کھرا ہو، تو اسے کہتے ہیں: لَا بَخْسَ فیه وَلَا شَـطَـط: یعنی اس کے لین دین میں کوئی کمی بیشی یا کھوٹ نہیں ہے۔

ب خ ص—بَخَصَ عینَهٗ: اس نے اس

---

[1] اب بحرین سے منسوب 'بحرینی' بھی کہلاتا ہے۔ (مترجم)

کی ڈھیلے سمیت آنکھ پھوڑ دی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے، اسے بخس نہیں کہنا چاہئے۔

ب خ ع—بَخَعَ نَفْسَهُ: اس نے غم کے مارے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے، قول خداوندی ہے: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ علىٰ آثَارِهِمْ: (یعنی شاید آپ ان کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے)۔

ب خ ق—بَخَقَ عينَهُ: اس نے اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

البُخْنُقُ: کپڑے کا ٹکڑا (خرقہ) جس سے لونڈی اپنا پردہ کرتی ہے یا تن ڈھانپتی ہے۔ وہ اس خرقے کے دونوں پلو اپنے حلق کے نیچے لاکر باندھتی ہے تاکہ اپنی اوڑھنی کو چربی یا تیل سے بچائے یا تیل کو گرد و غبار سے بچائے۔

ب خ ل—البُخْلُ: البَخْلُ (باء مفتوح) اور البَخَل: (باء اور خاء دونوں مفتوح) سب الفاظ کا ایک مطلب یا معنی ہے۔ اور شاید بَخِلَ کا بھی، جس کا باب فَهِمَ اور طَرِبَ ہے۔

بُخلاً: (خاء مضموم) اس کا اسم فاعل بَاخِل اور بخیل ہے۔

بَخَّلَهُ: اس نے اسے بخیل کہا یا بنایا۔ محاورہ ہے کہ: الوَلَدُ مَبْخَلَةٌ مجبَنَةٌ: بیٹا بخل اور بزدلی کا گڑھ ہوتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ یہ محاورہ یا قول نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے۔

البَخَّالُ: سخت بخیل۔

ب د ا—بَدَأَبِهُ: اس نے یہ شروع کیا یا اس سے شروع کیا۔ بَدَأَهُ: اس نے اس کو شروع کیا۔

بَـدَأَ اللّٰهُ الخَلْقَ: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔

اَبْدَأَهم کا بھی یہی معنی ہے۔ ان تینوں کا باب قَطَعَ ہے۔

البَدِئُ بروزن البَدِيْع: کنواں جو دورِ اسلام میں کھودا گیا ہو اور روایتی و پرانا کنواں نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے: حَـرِيْمُ البِـئرِ البَـدِئ خَـمْسٌ وعِشْرُوْنَ ذِرَاعًا: اسلامی کنویں کا محیط یا گھیر پچیس ذراع (ہاتھ) ہے۔

ب د د—بَدَّدَهُ: اس نے اسے منتشر کر دیا یا تتر بتر کر دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

التبديد: منتشر کر دینا۔ اسی سے شَمْلٌ مُبَدَّدٌ (منتشر خاندان) مشتق ہے۔

تَبَدَّدَ الشَّيئُ: چیز منتشر ہوئی یا (ٹوٹ پھوٹ) گئی۔

البِدَّه بروزن الشِّدَّةُ، حصہ کو کہتے ہیں۔

اَبَدَّ بَيْنَهُم العَطَاءَ: اس نے ہر شخص کو اس کا حصہ دے دیا۔ حدیث شریف میں ہے: أبْدِيْهِمْ تَمْرَةً تَمْرَةً: ان میں ایک ایک کھجور تقسیم کر دو۔ اِسْتَبَدَّ بِكَذَا:

اس نے اتنا (حصہ) الگ کرلیا۔

لَابُدَّ من کذا کا مطلب ہے کہ اُس کے بغیر کوئی چھٹکارا نہیں' اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اُس کے بغیر کوئی چارہ کار یا بدل نہیں ہے۔

ب د ر-بَدَرَ إِلَى الشَّيْءُ: کسی چیز کی طرف بڑھنا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

بَادَرَ إِلَيْهِ کا بھی یہی مطلب ومعنی ہے۔

تبادَرَ القومُ: لوگ آگے بڑھے۔

إِبْتَدَرُوا السِّلاحَ: وہ ہتھیار سنبھالنے کو آگے بڑھے۔

البَدْرُ: (چودھویں کا چاند) کو اِس لئے البدر کہتے ہیں کہ وہ رات کے وقت طلوع ہونے کے لئے سورج کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے یعنی سورج کو جلد غائب یا غروب کر دیتا ہے۔ اور خود جلد طلوع ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے مکمل شکل میں آنے کے باعث بَدْر کہا گیا ہے۔

أَبْدَرْنَا فَنَحْنُ مُبْدِرُونَ: ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔

بَدْرٌ: ایک جگہ کا نام ہے۔ مذکر اور مؤنث دونوں، ایک کنویں کا نام۔ شعبی نے کہا کہ بدر کا کنواں جس شخص کی ملکیت تھا اس کا نام بَدر تھا۔ اسی مقام پر غزوۂ بدر واقع ہوا ہے۔

البَدْرَةُ: دس ہزار درہم کی رقم۔

البَادِرَةُ: گرمی، حدت۔

بَدَرَتْ منه بوادرُ غضبٍ: غیظ و غضب کی حالت میں اس سے لغزشیں سر زد ہوئیں۔

البَادِرَةُ: بدیہی اور واضح۔

البَيْدَرُ بروزن خَيْبَرُ: وہ جگہ جہاں اناج کے دانوں کو بھوسی سے الگ کیا جاتا ہے یعنی گاہنے کی جگہ جسے عامی زبان میں 'منڈل' کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ اسے کھل یا کھلیان کہتے ہیں۔

ب د ع-أَبْدَعَ الشَّيْئَ: اس نے ایک ایسی نئی چیز ایجاد کی جس کی پہلے کوئی مثال موجود نہ تھی۔

اللّٰهُ بَدِيعُ السموٰت والأرض: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا ازسرِنو پیدا کرنے والا ہے۔ لہٰذا وہ ان کا مُبْدِع ہے۔

البَدِيع: ایجاد کرنے والا۔ ان معنوں کے لئے المُبتدع اور المُبْتَدَعُ دونوں تلفظ جائز ہیں۔ البَدِيْع کا معنی ذِقّ بمعنی کھال بطور مشکیزہ یا لوہار کی دھونکنی بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اِنَّ تِهَامَةَ كَبَدِيْعِ العسل، حلوٌ اوّله، حلوٌ آخِرُه: یعنی تہامہ شہد کا مشکیزہ ہے جو اوّل و آخر میٹھا ہے گویا حضور ﷺ نے تہامہ کو شہد کے مشکیزے سے تشبیہ دی ہے جو دودھ

کے برعکس وقت گزرنے پر بھی رکھنے سے کھٹا ہو جاتا ہے۔
اَبْدَعَ الشاعِرُ: شاعر نیا کلام لایا۔
شَيئٌ بِدْعٌ: (باء مکسور) نئی چیز۔ فُلان بِدْعٌ فی هذا الاَمرِ: فلاں آدمی اس معاملے میں انوکھی بات پیدا کرنے والا ہے۔ قول خداوندی ہے: قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ: یعنی (اے محمد ﷺ) فرمادیجئے کہ میں اور رسولوں کے برعکس کوئی انوکھا یا نیا رسول نہیں ہوں۔
البِدْعَةُ: بدعت، تکمیل دین کے بعد اس میں ایسی نئی بات (جو پہلے سے موجود نہ ہو یا اس کی بنیاد موجود نہ ہو)۔
اِسْتَبْدَعَهُ: اس نے یہ انوکھی یا نو ایجاد بات سمجھی۔
بَدَّعَهُ تَبْدِيعًا: اس نے اسے بدعت سے منسوب کیا۔

ب د ل - البَدِيلُ: بدل۔ کسی چیز کا دوسرا بدل۔ اسے بَدَلٌ بروزن شَبَهٌ اور بِدْلٌ بروزن شِبْهٌ اور مَثَلٌ اور مِثْلٌ کہتے ہیں۔
اَبْدَلَ الشَيئَ بِغَيرِهِ: اس نے ایک چیز دوسری چیز سے بدل لی۔
بَـدَّلَ اللّٰهُ تَعالَىٰ مِنَ الخوفِ اَمْنًا: اللہ تعالٰی نے خوف کو امن میں تبدیل کردیا۔
تَبْـدِيل: کسی چیز کا تبدیل کرنا، چاہے بدلے میں کوئی دوسری چیز نہ لے۔
استبدل الشيئَ بغيره وتبدّلهُ به: کسی چیز کو تبدیل کر کے اس کی جگہ دوسری چیز لینا۔
المُبادَلةُ: باہم تبدیل کرنا یا التبادُل: ایک دوسرے سے بدلنا۔
اَبْدَال: صالح اور پرہیزگار لوگوں کی ایک جماعت۔ دنیا ان سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ ایک کی وفات کے بعد اللہ دوسرے کو بھیج دیتے ہیں۔ ابن دُرَید نے اس کا واحد بَدِيل بتایا ہے۔

ب د ن - بَدَنُ الانسان: انسانی جسم۔ قول خداوندی ہے: اَلْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ: کہا گیا ہے کہ یہاں بدن سے مراد بغیر روح کے جسد ہے۔ اخفش نے کہا کہ: رہا کسی کا یہ قول بِدِرْعِكَ لَيسَ بِشَيئٍ: یعنی تیری زرہ بکتر کے اندر کوئی چیز نہیں ہے تو بدن بھی ایک مختصر سا زرہ بکتر ہے۔ (مراد اس قول سے یہ ہے کہ: تیرا جسم محض ایک خول ہے۔ اس کے اندر روح یا انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔)
اَلْبَدَنَةُ: قربانی کا جانور، اونٹنی ہو یا گائے جو مکہ میں قربان کی جاتی ہے۔ یہ نام اس لئے پڑا ہے کہ لوگ اسے اسی نام سے پکارتے تھے۔ اس کی جمع بُدْنٌ (باء مضموم) ہے۔
بَـدُنَ الرَّجلُ: آدمی تنومند ہو گیا۔ اس کا

باب ظَرُفَ ہے اور مصدر بُدْنا بروزن قُفْلاً ہے۔ اور اسم فاعل بَادِن ہے۔

البُدُنْ: (باءاوردال مضموم) موٹاپا۔

بَـدَّنَ تَبْدِيْنًا: وہ عمر رسیدہ ہوا (یا جسم بھاری ہوا) حدیث شریف میں ہے: اِنِّي قَدْ بَدَّنْتُ فَـلَا تُبَادِرُوْنِيْ بالرُكُوْعِ والسُّجُوْدِ: میں اب عمر رسیدہ (بھاری جسم) کا ہو چکا ہوں لہٰذا رکوع اور سجود میں میرے ساتھ مبادات نہ کیا کرو یعنی رکوع اور سجود میں مجھ سے پہلے نہ جایا کرو۔

ب د ہ—بَدَهَهُ: اسے کوئی بات اچانک پیش آ گئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

بَدَهَهٗ بِاَمْرٍ: کسی کو اچنبھا دینا۔

بَادَهَهُ: اچانک (یا فوری طور پر) کوئی کام کرنا۔ اس کا اسم اَلْبَـدَاهَةُ یا اَلْبَدِيْهَةُ ہے۔

ب د ا—بَدَاَ الأمْرَ: بات ظاہر ہوئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ قرآنی آیت: اَلَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاي: میں اس لفظ کا معنی 'بظاہر' ہے اور جس نے اسے بَدَاَ کو ہمزہ دے کر پڑھا تو اس کا معنی 'ابتداء' یا 'پہلی نظر میں' ہے۔

بَـدَا الْقَـوْمُ خرجوا الى بادِيَتِهِم: لوگ اپنے بادیہ میں جانے لگے۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

بَدَالَهٗ فِـى هـذا الامـر بداءً: (الف ممدود) اس معاملے میں اسے ایک بات سوجھی۔ ایسے آدمی کو ذُوبَدَوَاتٍ کہتے ہیں۔

البَدْوُ، البادية: صحرا۔

بَدَوِيٌّ: بدو میں رہنے والا (صحرانشین)

حدیث شریف میں ہے: مَـنْ بَدَا جَفَا: جو بادیہ میں جا بسا، اس میں بدویوں جیسی خشونت پیدا ہو گئی۔

البِدَاوَةُ: (باء مفتوح اور مکسور) بدو میں رہنا۔ یہ حضارت یعنی شہریت کی ضد ہے۔ ثعلب کا کہنا ہے کہ میں اس لفظ کے حرف باء پر فتحہ نہیں جانتا صرف بوعلی زید کے ہاں یہ مفتوح ہے۔ اسی سے صفت نسبتی بَدَاوِی ہوگا۔

بَـادَاهُ بـا لعَـداوة: اس نے اس سے اعلانیہ دشمنی کی۔

تَبَدَّى الـرَّجُلُ: آدمی بادیہ میں جا بسا۔

تَبَادَى: وہ بدیوں جیسا ہو گیا۔ اہل مدینہ کہتے ہیں بَدِيْنَـا بمعنی بَدَأْنا.

ب ذ أ—بَذَأْتُ الرَّحْلَ والموضعَ: میں نے آدمی سے یا جگہ سے نفرت کی۔

ب ذ ر—بَذَر البذر: اس نے بیج بویا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

تـبذِيْرُ المال: مالی کا بیجا خرچ کرنا۔

ب ذ ل—بَذَلَ الشَيْئَ: اس نے چیز بخش دی یا خرچ کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

البِـذْلة والمِبْذَلَة: (شروع کے حروف مکسور) پہناوے میں گھٹیا پن کا اظہار۔
اِبْتِذَال الثوب: کپڑوں کا گھٹیا پن۔
التَّبَذُّل: گھٹیا پن۔ سنجیدگی اور وقار کا ترک کرنا۔
ب ذ ا - البِذَآء: (مد کے ساتھ) فحش، ناشائستہ۔
فـلان بَـذِیُّ اللّسـان: فلاں آدمی بد زبان یا فحش گو ہے۔
المَرْأة بَذِيَّـةٌ: عورت بدزبان ہے۔
ب ر أ - بَـرِیئَ مِنْـهُ ومن الـدَّیْنِ والعَیْب: وہ اس سے قرض سے اور عیب سے بری ہو گیا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔
بَرِیئَ مـنَ المَـرَض: وہ بیماری سے شفایاب ہو گیا۔ اس میں راء مکسور ہے اور اس کا مصدر بُرُوْءًا (باء مضموم) ہے۔ اہل حجاز اسے بَرَأَ مـن المرض کہتے ہیں۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
بَرَأَ اللّٰہ الخَلْقَ کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم فاعل البَارِیُٔ ہے۔
البَرِیَّةُ: اس میں ہمزہ کو ترک کر دیا گیا ہے اگرچہ اس لفظ کا مادہ البَرْی نہیں ہے۔
اَبْـرَأَهُ مِـنَ الدَّیْنِ: اس نے اسے قرض سے بری کر دیا۔
بَرَّأَهُ تَبْرِئَةً اور تَبَرَّأَ مِـنْ كَذَا: وہ فلاں چیز سے بری ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل بَرَاءٌ (باء مفتوح وممدود) ہے۔ اس سے نہ تو تثنیہ کا صیغہ بنتا ہے اور نہ جمع کا، کیونکہ یہ السَّمَـاع کی طرح اسم مصدر ہے، جبکہ بَرِیْئٌ سے تثنیہ اور جمع دونوں صیغے بنتے ہیں بروزن فُقَهَـاء، اَلصِّبَا، اَشْرَاف، اَذْكِرَامٌ: اور جمع سالم کا صیغہ بھی بنتا ہے، مثلاً: هِیَ بَـرِیئَةٌ، هُـمَا بَرِیئَتان، هُنَّ بَرِیئَاتٌ وَبَرَایَا رَجُلٌ بَرِیٌّ وبُرَاءٌ (باء مضموم اور ممدود)۔
بَارَأَ شَـرِیْكَهُ: اس نے اپنے شریک کو الگ کر دیا۔ بَـارَأَ الرَّجُـلُ امْرَأتَهُ: آدمی نے اپنی بیوی کو الگ کر دیا۔
اِستبرأ مَـا عِنْـدَهُ: اس نے اپنی ہر چیز سے اظہار براءت کیا۔
البَرَاء: چاند مہینے کی پہلی رات۔
ب ر ث ن - البَـرَاثِن: درندوں اور جانوروں کے پنجے جس طرح انسان کی انگلیاں ہوتی ہیں۔
المخلب: ناخن۔
ب ر ج - بُرْج الحصنِ: قلعے کا برج۔ اس کی جمع بُرُوج اور اَبْرَاج ہے۔ شاید قلعے کو بھی اسی نسبت سے بُرج کہتے ہیں چنانچہ قول خداوندی ہے: وَلَـوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ: (موت تمہیں آ کر رہے گی) چاہے تو مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ ہو۔

البُرج: واحد ہے اور اس کی جمع بُرُوج ہے مثلاً: بُرُوج السَّماء: آسمان کے برج۔
التَبرُّج: عورتوں کا مردوں کے لئے بناؤ سنگار کرنا۔
ب ر ج س — البِرْجاسُ: ہوا میں ایک نشانہ جس پر تیر اندازی کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ نوایجاد لفظ ہے۔
ب ر ج م — البُرجُمَةُ: (باء مضموم) اس کی جمع بَرَاجِم ہے۔ انگلیوں کے جوڑ جو مشت کف پر انگلیوں کی جڑوں کے درمیان ہوتے ہیں، انگلیوں کے جوڑ۔ اگر کوئی ہتھیلی کو (زور سے) پکڑے تو یہ جوڑ اُبھر آتے ہیں۔
ب ر ح — البَارِحَةُ: قریب ترین گزری ہوئی رات۔ اس کا مادہ بَرِحَ. گزرا اور ہٹا ہے۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ:
لَقِيتُهُ البَارِحَةَ ولقيتهُ البَارِحَةَ الأُولىٰ: میں گزشتہ رات یا پہلی رات اس سے ملا ہوں۔
بُرَحَاء: (باء مضموم) بخار وغیرہ۔ درد کی شدت۔ کہتے ہیں: بَرَّحَ بِهِ الأمرُ تَبرِيحًا: یعنی معاملے نے اسے تھکا دیا۔
ضَرَبَهُ ضَرْبًا مُبَرِّحًا: (راء مشدد اور مکسور) اس نے اسے ضرب شدید ماری (ایسی ضرب جس کا نشان باقی رہے یا عضو ٹوٹ جائے)۔
تَبَارِيحُ: شوق اور ولولہ۔
لَا أَمْرَحُ افعلُ كذا: میں ہمیشہ ایسا کرتا رہوں گا۔

ب ر د — البَرْدُ: حرّ کی ضد ہے۔ بمعنی سردی، ٹھنڈ۔
البُرُودة: حرارت کی ضد، سردی، ٹھنڈک۔
بَرُدَ الشَيْئُ: چیز ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔
بَرَدَهُ غَيْرُهُ: کسی دوسرے نے اسے ٹھنڈا کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور اسم مفعول مَبْرُوْد ہے۔
بَرَّدَهُ تَبْدِيْرًا: اس نے اسے خوب ٹھنڈا کیا۔ اس کی بجائے اَبْرَدَهُ نہیں کہنا چاہئے۔ یہ گھٹیا قسم کا اسلوب زبان ہوگا۔ کہا جاتا ہے:
لَا تُبَرِّدْ عَنْ فلان: یعنی فلاں آدمی اگر تم پر ظلم بھی کرے تو بھی اسے گالی نہ دے کیونکہ اس سے اس کا گناہ کم ہوگا۔
هٰذا مَبْرَدَةٌ للبَدَن بروزن مَتْرَبَة: (یہ بدن کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے)۔ الاصمعی نے کہا کہ میں نے ایک اعرابی سے پوچھا کہ تم دوپہر کو کیوں سوتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا۔ اِنَّها مَبْرَدَةٌ لصيف ومَسْخَنَةٌ للشِّتاءِ: کہ یہ سونا گرمیوں میں ٹھنڈک پہنچاتا ہے اور سردیوں میں گرمائش۔
بَرَدَ الحَدِيْدُ بِالمِبْرَدِ: اس نے لوہے کو ریتی سے چھیلا۔
البُرادة: برادہ، لوہے کو چھیلنے یا رگڑنے سے جو لوہے کے ذرات گرتے ہیں۔ لفظ

باء مضموم ہے۔
بَرَدَ عَيْنَه بالبَرُود: اس نے اپنی آنکھ کو ٹھنڈک کی ٹکور کی۔
بَـرَدَ لَهٗ عَلَيْه كَـذا: اس پر اتنا واجب یا ثابت ہوا۔ انہیں معنوں میں ذابَ لـه وَعليه اَلف بارد بھی کہتے ہیں۔
سموم بَارِد: زائل نہ ہونے والی ثابت ہوائیں۔
البَرْدُ: نیند، یہی معنی قول خداوندی: لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا: میں ہے۔
البرد کا معنی موت بھی ہے۔ ان پانچوں افعال کا باب نصَرَ ہے۔
البَـرَدَةُ: باء اور راء مفتوح۔ بدہضمی۔
حدیث شریف میں ہے: اَصْلُ كُلِّ دَاءٍ البَرَدَةُ: ہر بیماری کا اصل سبب بدہضمی ہے۔
البَـرَدُ: اولے، ژالہ۔ اس سے فعل مجہول بُرِدَتِ الأَرْضُ: یعنی زمین پر اولے پڑے، بنا ہے۔ اور بُـرِدَتِ القَـومُ کا مطلب بھی قوم پر اولے پڑے ہیں۔
سحـاب بَـرِدٌ: راء مکسور، ٹھنڈا بادل۔
اَبْرَدُ صَـارَ ذا بَـرِدٍ: یعنی ٹھنڈ ہوگئی۔
سَحَابَةٌ بَرِدَةٌ کا معنی بھی ٹھنڈ ہوگئی۔
سَحَابَةٌ بَرِدَةٌ کا معنی بھی ٹھنڈ ہے یا سرد بادل ہے۔
البَرُوْدُ: باء مفتوح بمعنی سرد۔ یہ لفظ ہر اس چیز کے لئے بولا جاتا ہے جس سے آپ کوئی چیز ٹھنڈی کریں مثلاً: بَرُوْدُ العين: آنکھ کا سرمہ۔
البُرْدُ مِـن الثِياب: عمدے کپڑے اس کی جمع بُرُود اور اَبْرَاد ہے۔
البُرْدَةُ: سیاہ مربع دھاری دار کمبل جسے عرب اوڑھتے ہیں۔
البَرِيْدُ: تنخواہ اور منصب و مرتبہ۔ کہا جاتا ہے: حُمِلَ فُلانٌ على البَرِيْدِ: فلاں شخص کو منصب پر فائز کیا گیا۔ بارہ میل کے فاصلے کو بھی البَرِيْدَ کہتے ہیں۔ اور صَـاحِـبُ البَرِيْـد قَـدْ اَبْـرَدَ إلَى الأَمِـيْرِ: صاحب البرید ڈاک انچارج نے امیر کو ڈاک روانہ کی۔ اس لفظ سے اسم فاعل مبْرِدٌ ہے۔ ایلچی اور پیام بر کو بھی بَرِيْدٌ کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ امام الازہری نے کہا کہ: ڈاک اٹھانے والے جانور کو بَرِيْد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ڈاک اٹھا کر چلتا ہے۔ کسی اور نے کہا کہ البَرِيْدُ وہ خچر ہے جو سرائے میں بندھا رہتا ہے (ڈاک کے معنوں میں یہ لفظ فارسی الاصل ہے)۔ اس کا نام پہلے دم رکھا گیا۔ پھر اسے رسول کا نام دیا گیا جس پر ڈاک لدی ہو۔ پھر اس لفظ کو مسافت کیلئے استعمال کیا جانے لگا۔

ب ر ذ ع

البَرْذَعَةُ: (باء مفتوح)

پالان جو زمین کے نیچے رکھا جاتا ہے۔
اسے عرق گیر بھی کہتے ہیں۔
ب ر ذ ن — البِرْذَوْنُ: چوپایہ۔ الکسائی کا کہنا ہے کہ بَرَاذِین کی مؤنث بِرْذَوْنَۃٌ ہے۔
ب ر ر — البِرُّ: نیکی اور فرماں برداری، اس کی ضد عقوق یعنی نافرمانی اور حکم عدولی ہے۔ اسی طرح: المَبَرَّةُ کا معنی نیکی ہے مثلاً: بَرِرْتُ وَالِدِی: میں نے اپنے والد کے ساتھ نیک سلوک کیا یا فرماں برداری کی۔
اَبَرُّهُ بَرًّا: میں اس کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہوں۔
بَرٌّ اور بَارٌّ: نیک سلوک کرنے والا۔
بَرٌّ کی جمع اَبْرَارٌ اور بَارٌّ کی جمع بَرَرَةٌ ہے۔
فُلَانٌ يَبَرُّ: فلاں اس کا موجد اور خالق ہے۔
يَتَبَرَّرُهُ: وہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے۔
میرا کہنا ہے کہ میں صاحب کتابؒ کے علاوہ کسی اور کو اطاعت و فرماں برداری کے معنوں میں لفظ التَبَرُّر کہتے نہیں جانتا۔
الْاُمّ بَرَّةٌ بِوَلَدِهَا: ماں اپنے بچے پر نہایت شفیق ہے۔
بَرَّ فِي يَمِينِهٖ: وہ اپنی قسم میں سچا ہے۔
بَرَّ حَجُّهُ: اس کا حج مبرور ہوا۔ یعنی قبول ہوا۔
بُرَّ حَجُّهُ: (باء مضموم) اور بَرَّ اللّٰهُ حَجَّهُ يَبُرُّ (باء مضموم) سب کا اصل بِرٌّ (باء مکسور) ہے۔
تَبَارُّوْا بروزن تَفَاعَلُوْا: بِرّ سے ماخوذ ہے بمعنی باہم نیک سلوک کرنا۔ مثل مشہور ہے کہ لَا يَعْرِفُ هِرًّا مِنْ بِرٍّ: اسے اس بات کی پہچان نہیں کہ کون اسے ناپسند کرتا ہے اور کون اسے اچھا جانتا ہے۔
اِبْنُ الاعرابی نے کہا کہ: الهِرُّ دُعَاءُ الغَنَمِ وَالبِرُّ سَوْقُهَا: هِرّ کی آواز بکریوں کو بلانے کے لئے بِرّ کی آواز ان کو ہانکنے کی ہے۔
البَرُّ: بحر کی ضد ہے۔ یعنی خشکی اور زمین۔
البَرِّيَّةُ: صحرا اور ریگستان۔ اس کی جمع بَرَارِی ہے۔
البِرِّيْتُ: بروزن فِعْلِيْتُ: خشکی سے منسوب یا تعلق رکھنے والی اور جنگلی۔
البَرْبَرَةُ: غصے کی حالت میں آواز یا کلام۔ کہتے ہیں: بَرْبَرَ: وہ بڑبڑایا۔ ایسے شخص کو بَرْبَارٌ یعنی بڑبولا کہیں گے۔
بَرْبَرَة: لوگوں کی ایک نسل، انہیں بَرَابِرَة بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ میں 'ۃ' اس لفظ کے عجمی یعنی غیر عربی ہونے کی علامت ہے یا یہ 'ۃ' نسبت کی وجہ سے ہے۔ چاہیں تو اسے حذف کر سکتے ہیں۔

الْبُرُّ: اس کا واحد بُرَّةٌ ہے یعنی گندم یا گیہوں۔ سیبویہ نے اس لفظ کی جمع اَبْرار بنانے سے منع کیا ہے۔ جب کہ الْمُبَرّد نے بطور قیاس جائز قرار دیا ہے۔

اَبَرَّ اللّٰهُ حَجَّـهُ: بَرَّ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ یعنی اللہ اس کا حج قبول کرے۔

اَبَـرَّ الرَّجُلُ علىٰ اصحابه: وہ اپنے ساتھیوں میں سربرآوردہ ہوگیا۔

اَبَرَّ الرَّجُلُ: آدمی خشکی پر سوار ہوا۔

ب ر ز — بَـرَزَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے ظاہر یا نمایاں کیا۔

الْبِرَازُ: (باء مکسور) الْمُبَارَزَةُ: جنگ میں دعوت مبارزت یعنی مقابلہ کرنے کے لئے دشمن کو بلاوا دینا یا للکارنا۔ بطور کنایہ پاخانہ کو بھی کہتے ہیں۔

الْمَبْرَزُ بروزن الْمذهَب: وضو کرنے کی جگہ۔

الْبَراز: (باء مفتوح) کھلی، وسیع اور کشادہ فضاء۔

تَبَرَّزَ الرَّجُلُ: آدمی تقاضائے حاجت کے لئے نکلا۔

تَبَرَّزَ الشَّيْئَ تَبْـرِيْزًا: اس نے اسے واضح کیا یا ظاہر کیا۔ وہ اپنے ساتھیوں میں سے سربرآوردہ ہوگیا یا فوقیت پا گیا۔

ب ر ز خ — الْبَـــرْزَخ: دو چیزوں کے درمیان حائل پردہ یا رکاوٹ۔ دنیا اور آخرت کے درمیان موت سے لیکر دوبارہ جی اٹھنے تک کا دور بھی برزخ کہلاتا ہے جو شخص مر جاتا ہے وہ برزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

ب ر س م — الْبِرسَام: (باء مکسور) مشہور ومعروف ذات الجنب کی بیماری۔

بُرْسِـمَ الـرَّجُلُ: فعل مجہول۔ آدمی کو برسام کی بیماری لگ گئی۔ اس سے اسم مفعول مُبَرْسَمٌ ہے یعنی برسام زدہ شخص۔

میرا کہنا ہے کہ کتاب "التهذيب" میں یہ لفظ الْبَرسَام (باء مفتوح) ہے۔

الإبْرِيْسَم: ابریشم کا معرب لفظ ہے اور اس کے تین تلفظ ہیں عرب لوگ غیر عربی کلمات کو اپنی زبان میں ملا لیتے ہیں۔

ابن السکیت کا کہنا ہے کہ یہ لفظ الأَبْرِيْسَم ہے۔

ابن الأعرابي نے کہا کہ یہ لفظ الإبْرِيْسَم (باء راء مکسور اور سین مفتوح) ہے۔ اس نے کہا کہ کلام عرب میں اِفْعِيلِل (مکسور) وزن پر کوئی لفظ نہیں ہے۔ البتہ اِفْعِيلَل کے وزن پر کلمات موجود ہیں مثلاً: اهليلَج اور اِبْرِيسَم۔

ب ر ص — ابرَص: پھلبھری کا مریض۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَبْرَصَهُ اللّٰهُ: خدا اسے مبتلائے برص کرے۔

سَامٌ اَبْرَص: چھپکلی۔ رینگنے والے بڑے

جانوروں میں سے ایک۔ یہ نام اسم معرفہ ہے جو جنس کی تعریف کرتا ہے۔ یہ دو نام ہیں جنہیں ایک مرکب بنایا گیا ہے۔ چاہیں تو پہلے نام کو معرب بنا کر اسے دوسرے نام کا مضاف بنائیں اور چاہیں تو پہلے کو مبنی بر فتحہ کر دیں۔ اور دوسرے نام کو معرب بنائیں اور اسے غیر منصرف کا اعراب دیں۔ اس کا تثنیہ کا صیغہ سَامّا أَبْرَصَ ہوگا اور جمع سَوَامُّ ابْرَصَ ہوگا یا سِوَامٌّ. دوسرے نام کو اَبْـرَصُ یا بِـرَصَةٌ بروزن عِنَبَةٌ نہیں کہنا چاہئے نہ ہی اسے اَبَــارِصُ کہنا چاہئے۔ سَامٌّ بھی نہیں کہنا چاہئے۔

ب ر ع — بَرَعِ الرجُلُ: آدمی نے علم میں اپنے ساتھیوں پر فوقیت حاصل کی۔ اس کا اسم فاعل بَارِعٌ ہوگا۔ اس کا باب خَضَــعَ اور ظَــرُفَ اور فَـعَلَ ہے۔

مُتَبَرِّعٌ: رضا کارانہ خیرات دینے والا۔ مالی خیرات کرنے والا۔

ب ر غ ث — البُرغُوث: (باء مضموم) کاٹنے والا کیڑا، پسّو۔

ب ر ق — بَرَقَ السَّيفُ وَغَيْرُهُ: تلوار وغیرہ کوندی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور اسم البريق اور البَرقُ ہے۔ اس کی جمع بُرُوقٌ ہے۔

بُروقُ السحاب: بادل کی چمک۔ کہتے ہیں:

بَـرْقُ الخُلَّبُ اور بـرقُ خُـلَّـبٍ: (اضافت کے ساتھ) اور بَرَقٌ خُلَّبٌ (لطور صفت) اس چمکنے یا کوندنے والی بجلی کو کہتے ہیں جس میں بارش نہ ہو۔ اس کا ذکر بَرَقَتِ السماءُ کے ذیل میں ہے۔

ابْرَقْتُ: کو دیکھئے بذیل (د ع د)

البُـرَاقُ: سواری کا وہ جانور جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب سوار ہوئے تھے۔

بَرِقَ البَصَرُ: باب طَرِبَ، نظر چندھیا گئی یا جائے۔ یعنی حیرت کے مارے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔

جب بَرَقَ البَصَرُ (باء مفتوح) کہیں تو مطلب ہوگا نظر کی پتھرائی جانے والی حالت ہوگئی۔ بَرَّقَ عَيْنَهُ تَبْرِيقًا: اس نے اپنی نظر خوب تیز کر دی۔

الإبْرِيق: اس کی جمع أبَارِيق ہے۔ یہ لفظ فارسی سے معرّب ہے۔ بمعنی لوٹا۔ پانی کا کوزہ۔

الأبْرَقُ: ایسا ڈھیر جس پر پتھر، ریت اور مٹی سب کچھ ملا ہوا ہو۔ اسی طرح البَرْقَاء اور البُرْقَةُ بروزن الغُـرْفَـةُ کا بھی یہی مطلب ہے۔

البَارِقُ: بجلی والے بادل۔

السحابة البارِقةُ: بجلی والی بدلی۔

إسْتَبْرَقٌ: موٹا دیباج کا کپڑا، فارسی سے

معرب ہے۔اس کا اسم تصغیر اُبَیْرِق ہے۔

ب ر ق ش — بَرْقَشَ الشَّيئَ: اس نے مختلف رنگوں سے نقش ونگار بنائے۔اس کی اصل اَبُـو بَـرَاقِش ہے یعنی گرگٹ جو رنگ بدلتا ہے۔

ب ر ق ع — البُرقَعُ: (قاف مفتوح اور عین مضموم)، مویشی اور دیہاتی عورتوں کا پہناوا۔اسے البُرقُوع بھی کہتے ہیں۔

بَـرْقَعَهُ فَتَبَرْقَعَ: اس نے اسے برقعہ پہنایا، تو اس نے پہن لیا۔برقعہ پردہ ہے۔

ب ر ک — بَرَکَ البَعِیرُ: اونٹ بیٹھ گیا۔اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اَبْـرَکَهُ صَـاحِبُه فَتَبَرَّکَ: اس کے مالک نے اسے بٹھا دیا تو وہ بیٹھ گیا۔ان معنوں میں اس کا استعمال بہت کم ہے۔ اس کے بدلے اَنَـاخَهُ فَاسْتَنَاخَ: زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

البِرْکَةُ: تالاب۔اس کی جمع بِرَک ہے۔کہا گیا ہے کہ یہ نام حوض یا تالاب میں پانی جمع رہنے کے باعث دیا گیا ہے۔ ورنہ ہر چیز کے ٹھہرنے اور ٹکنے کو بَرَکَ کہتے ہیں۔

البَرْکَةُ: افزائش اور زیادتی۔

التَّبْـرِیکُ: برکت کی دعا، کہا جاتا ہے: بَـارَکَ اللّٰہُ لَکَ وفِیکَ وعلیکَ وَبَارَکَکَ: اللہ تجھے برکت دے۔قول خداوندی ہے: أن بُورِکَ مَنْ فِي النَّارِ، تَبَارَکَ اللّٰهُ: بابرکت ہے اللہ یعنی بَارَکَ اللّٰهُ: اس کی مثال قَاتَلَ اور تَقَاتَلَ ہے۔البتہ فَاعَلَ متعدی ہے اور تَفَاعَلَ متعدی نہیں ہے۔بلکہ فعل لازم ہے۔

تَبَـرَّکَ بِـهِ: اس نے اس سے برکت حاصل کی۔

ب ر م — بَرِمَ: اسے اکتا دیا۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَبْرَمَهُ: اس نے اسے دل گرفتہ وملول کر دیا اور اسے ڈرایا دھمکایا۔

اَبْرَمَ الشَّيئَ: کسی چیز یا معاملے کو پختہ کرنا۔

المُبْرَمُ مِـنَ الثِّـیَـابِ: دوہری بنتر کا کپڑا۔اسی سے اسم جنس المُبْرَم بنا ہے جو ایک خاص کپڑے کا نام ہے۔

البِرَامُ: یہ بُـرْمَة کی جمع ہے۔ہانڈی یا ہنڈیا۔

ب ر ن — اَلبَرْنِيُّ: کھجور کی ایک قسم۔

البُرْنِیَّةُ: مٹی کا برتن۔

یَبْرِینُ: ایک جگہ کا نام ہے۔اسے رَ مل یَبْرِین کہا جاتا ہے۔

ب ر ن س — البُرْنُس: لمبی ٹوپی۔ ابتدائے اسلام میں یہ ٹوپی زاہد لوگ پہنا کرتے تھے۔

تَبَرْنَسَ الرَّجُلُ: آدمی نے بُرنس ٹوپی پہنی۔

ب ر ہ-اَتَتْ علیہ بُرْھَۃٌ من الدھر: (باء مفتوح ومضموم)۔اس پر ایک طویل دور آیا۔

الاصمعی نے کہا کہ: بَرَهُوتٌ بروزن رَهَبُوت حضرموت میں ایک کنویں کا نام ہے۔کہا جاتا ہے کہ اس میں کفار کی روحیں ہیں۔حدیث شریف میں ہے: خَیْرُ بِئْرٍ فِی الارضِ زَمْزَمُ وَشَرُّ بِئْرٍ فی الارضِ بَرَهُوتُ: روئے زمین پر بہترین کنواں زم زم ہے۔ اور بدترین کنواں برھوت ہے۔کہا جاتا ہے کہ بُرْهُوت سُبْرُوت کی طرح ہے۔

ب ر ہ م-اِبْرَاهِیْمُ: ایک عجمی نام ہے۔ اس کے حسب ذیل مختلف تلفظ (لہجے) ہیں:

اِبْرَاهَامُ، اِبْراهَمُ اور اِبْرَاهِمُ (یاء محذوف)۔ المبرد کے ہاں ابراہیم کا اسم تصغیر اُبَیْرِہٌ ہے اور سیبویہ کے نزدیک بُرَیْهِمٌ ہے۔ یہ بہتر ہے لیکن قرین قیاس پہلا اسم ہے اور بعض اہل لغت کے نزدیک بُرَیْہٌ ہے۔

اَلْبَرَاهِمَۃُ: ایک قوم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ انبیاء ورسل کی بعثت کی قائل نہیں ہے۔اور اسے جائز نہیں سمجھتے۔ [1]

ب ر ہ ن-اَلْبُرْهَانُ: دلیل اور حجت

بَرْهَنَ علیہ: اس پر حجت قائم کی۔یعنی دلیل کے ساتھ ثابت کر دی۔

ب ر ا-اَلْبَرَی: مٹی۔ البریۃ: مخلوق۔ اس کی اصل ہمزہ ہے اور اس کی جمع بَرَایَا اور البَرِیَّات ہے۔

بَرَأَهُ اللّٰہُ: خدا نے اسے پیدا کیا۔اس کا باب عَدَا ہے۔

فُلَانٌ یُبَارِی فُلانًا: فلاں شخص فلاں شخص کا مدّ مقابل ہوتا ہے اور اس جیسا کام کرتا ہے۔

ھُمَا یَتَبَارَیَانِ: وہ دو شخص ایک دوسرے کی ریس کرتے ہیں۔

اِنْبَرَی لہٗ: وہ اس کے سامنے ہوا۔نمودار ہوا۔

اَلْبُرَایَۃُ: ستھری اور چھینی۔چھیلی یا تراشی ہوئی لکڑی اور اسی طرح البُراءُ ہے۔

المِبْرَاۃُ: ریتی یا قلم تراش۔

بَرَیْتُ القلم: میں نے قلم تراشا۔اس کا باب رمٰی ہے۔

بَرِیْتُ: دیکھیے بذیل (ب ر ر)

بَرِیَّۃٌ: دیکھیے بذیل (ب ر ر)

بَرِیَّۃٌ: دیکھیے بذیل (ب ر أ) یا (ب ر ا)

ب ز ر-اَلْبِزْرُ: بیج تخم۔

بِزرُ البَقْلِ: سبزی وغیرہ کا بیج۔

دُھنُ البِزْرِ: بیجوں کا تیل، اسے مکسور

[1] اگر یہ ہندوستان کی برہمن قوم ہے تو یہ اللہ کے انسانی روپ میں حلول کی قائل ہے۔(مترجم)

پڑھنا زیادہ فصیح ہے یعنی البِزرُ، الأبزاز اور الأبَازِیز مصالحہ جات یا مسالہ جات۔

ب ز ز – بَزَّہُ: اس نے اسے چھین لیا۔ مثل مشہور ہے: مَنْ عَزَّ بَزَّ: جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ اِبتَزَّہُ: اس نے اس کو زبردستی چھین لیا یا جبراً لے لیا۔

البَزّ من الثیاب: بزازی یعنی کپڑا

البِزَّةُ: شکل اور مصیبت (باء مکسور)

ب ز غ – بَزَغَتِ الشَمسُ: سورج طلوع ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

المِبْزَغ: (میم مکسور) نشتر

بَزَغَ الحَاجِمُ و البیطار: حجام یا بیطری نے نشتر سے چیرا۔

ب ز ق – البُزَاق: تھوک۔

بزَق: اس نے تھوکا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ب ز م – الإبْزِیمُ: بکسوا۔ جو کمر بند یا پٹی کے سرے پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَبَازِیم ہے۔

ب ز ا – البَازِیُ: باز، شکاری پرندہ۔ اس کی جمع بُزَاۃ ہے۔

ب س ا – بَسَأتُ بالشیئ بَسأ: میں کسی ایک چیز سے مانوس ہوگیا۔

ب س ر – البُسُرُ: کچی کھجور۔ کھجور کے پکنے تک اس کے مختلف مراحل یہ مختلف نام ہیں۔ شروع میں طلع، تھوڑی مدت بعد خلال (خاء مفتوح)، اس کے بعد بَلَحْ (باء اور لام مفتوح) پھر بُسُرٌ، پھر رُطَبٌ اور آخر میں تَمَرٌ ہے۔ اس کا واحد بُسُرَۃٌ ہے۔ اور جمع بُسُرات اور بُسُرٌ ہے (تینوں حروف مضموم)

اَبْسَرَ النَّخلُ: کھجور کے درخت کی کھجوریں بسر ہو گئیں۔ یعنی نخل بسردار ہوگیا۔

البَسْرُ: نبیذ تیار کرنے میں دوسری کھجوروں کے ساتھ بسر کھجوریں ملانا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَبْسُرُوا ولا تَقْجُرُوا: نہ تو بسر کو دوسری کھجوروں سے ملاؤ اور نہ ہی تم کو بُسر کے ساتھ ملاؤ۔

بَسَرَ الرَّجُلُ: آدمی کا چہرہ مرجھا گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ کہا جاتا ہے: عَبَسَ وَبَسَرَ: اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بسورا۔

بَاسُور: اس کی جمع بواسیر ہے۔ یہ ایک بیماری ہے جو مقعد یا ناک کے اندر ہو جاتی ہے۔

ب س س – البَسُّ: حَیسہ بنانا۔ جو کا ستو یا آٹا یا پیا ہوا پنیر گھی یا تیل میں ملا کر بنتا ہے جسے کھایا جاتا ہے، اسے پکایا نہیں جاتا اور وہ تری میں گندھے ہوئے سے زیادہ تر ہوتا ہے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

بَسَّ الإبِلَ وَأبَسَّهَا: اس نے اونٹ کو ڈانٹا اور اسے بَس بَس کہا۔ حدیث شریف میں ہے: یَخرُجُ قَومٌ مِنَ المدِیْنة اِلی الیمن والشام والعِراق یَبسُّونَ والمَدِیْنَةُ خیرٌ لهم لو کانو یعلمون: ''لوگوں کی ایک جماعت یا کچھ لوگ مدینہ سے یمن، شام اور عراق کی طرف بِس بِس کرتے ہوئے نکل پڑتے ہیں۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہت بہتر ہے اگر وہ جانتے''

میں کہتا ہوں کہ الصحاح التهذیب اور شرح الغریبین میں اسی طرح یَبِسُّونَ (باء مکسور کے ساتھ) لکھا ہوا ہے۔

البیہقی نے اپنے مصادر میں لکھا ہے کہ اس کا باب رَدَّ یَرُدُّ ہے۔

البَسُوس: (باء مفتوح) عرب کی ایک عورت کا نام ہے جو جساس بن مرۃ البکری کی خالہ تھی۔ اسی کی وجہ سے بکر اور تغلب دو قبیلوں کے درمیان چالیس برس تک جنگ جاری رہی اور اسی سے بدشگونی کی یہ مثل مشہور ہوگئی:

اَشْأَمُ مِن البسوس: یعنی بسوس عورت سے زیادہ منحوس۔ اس جنگ کا نام بھی اس عورت سے منسوب ہو کر حرب البسوس ہوگیا۔

ب س ط — بَسَطَ الشَّیئَ: (سین اور صاد، دونوں کے ساتھ) اس نے چیز کو پھیلا دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

بَسَطَ العُذْرَ: اس نے عذر قبول کیا۔

البَسْطَةُ: گنجائش، استعداد، کشائش

انبسط الشَّیئُ علی الأرضِ: چیز زمین پر پھیل گئی یا بچھ گئی۔

الانبساط: ترکِ احتشام۔ کہا جاتا ہے کہ: بَسَطتُ مِنْ فُلان فانبسط: میں فلاں شخص کے ساتھ خندہ روئی سے پیش آیا تو وہ خوش ہوگیا۔

البِسَاط: بچھونا، بچھائی جانے والی چیز دری وغیرہ۔

مکانٌ بسیط: فراخ، وسیع اور کشادہ جگہ۔

یَدٌ بِسْطٌ بروزن قِسْطٌ: کشادہ ہاتھ۔ حضرت عبداللہ کی قراءت میں قرآن کی آیت: بَلْ یَدَاهُ مَبْسُوطَتَان: کی بجائے یَدَاهُ بِسْطَان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ یہ محاورہ سخاوت کے لئے کنایہ ہے۔

ب س ق — البُسَاق: اور البُصاق: بلندی۔ بَسَقَ النَّخلُ: کھجور کا درخت بلند ہوگیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی سے قول خداوندی: وَالنَّخلَ بَاسِقَاتٍ: یعنی کھجور کے بلند و بالا درخت ہے۔

ب س ل–البَسَالَةُ: شجاعت اور بہادری۔ بَسُلَ باب ظَرُفَ، اسم فاعل باسِل بمعنی بہادرو دلاور ہے۔

قَوْمٌ بُسْلٌ: بہادر قوم بروزن بَازِلٌ اور بُزْلٌ۔

أَبْسَلَهُ: اس نے اسے ہلاکت کے حوالے کر دیا۔ اس کا اسم مفعول مُبْسَلٌ ہے۔

قول خداوندی ہے: أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا قَدَّمَتْ: ابوعبیدہ نے یہاں تُبْسَلَ کا ترجمہ تُسْلَمَ یعنی سپرد کرنا کہا ہے۔

المُسْتَبْسِلُ: آمادہ مرگ و ضرب، مرنے مارنے پر تلا ہوا انسان۔

استبسَلَ: اس نے اپنی جان لڑائی میں جھونک دی اور ہر حال میں مرنے یا مارنے کا تہیہ کر لیا۔

ب س م–التبسُّم: مسکراہٹ، قہقہہ سے کم ہنسی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور اسم فاعل بَاسِمٌ ہے۔

اِبْتَسَمَ وتَبَسَّمَ: وہ مسکرایا۔

المَبْسِمُ بروزن مَجلِس: منہ کا دہانہ۔

رَجُلٌ مِبْسَامٌ وبسّامٌ: ہنس مکھ اور خندہ رو شخص۔

ب س م ل–بَسْمَلَ الرَّجُلُ: آدمی نے بِسْمِ اللّٰه کہا، کہا جاتا ہے: قَدْ اَكْثَرْتَ مِنَ البَسْمَلة: تو نے کثرت سے بسم اللّٰه کہا۔

ب س ن–بَيْسَان: حدود و اطراف شام میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

ب ش ر–البَشَرَةُ والبَشَرُ: انسانی جلد کا بیرونی حصہ۔

البَشْرُ: پیدا کرنا۔

مُبَاشَرَةُ الأمورِ: کاموں کا شروع کرنا یا اپنے پیش رو لانا۔

بَشَرَ الأدِيمَ: اس نے اس کا ظاہری حصہ پکڑ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

بَشَرَهُ: اس نے اسے خوشخبری دی۔

بَشَّرَهُ تَبْشِيرًا: اس نے اسے ایک خوشخبری دی۔ اس کا اسم البِشَارةُ ہے (باء مضموم اور مکسور)۔

بَشَرَهُ بِكذا: (بغیر تشدید) اس نے اسے یہ خوشخبری دی۔

فَأَبْشَرَهُ إِبْشارًا: وہ خوش ہوا۔ (بات کرتے ہوئے)۔ کہا جاتا ہے: أَبْشِرْ بِخَيْرٍ (الف قطع کے ساتھ) تمہیں خیر کی خبر ملے یا تمہیں خوشخبری ہو۔ قول خداوندی ہے: وَأَبْشِرُوا بِالجَنَّةِ: تمہیں جنت کی خوشخبری ہو۔

بَشِرَ بِكذا وَاستبشر به: اسے یہ خوشخبری ملی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

بَشَرَني فُلان بِوَجهٍ حَسَنٍ: فلاں شخص خندہ روئی اور خوش اخلاقی سے میرے ساتھ پیش آیا۔

البِشْرُ: خندہ رُو، ہنس مکھ انسان۔

بُشریٰ: خوشخبری، جب کسی شخص کو اس نام سے پکارا جائے تو یہ غیر منصرف نہیں ہوگا، چاہے یہ مؤنث کے لئے معرفہ ہو یا نکرہ۔ اس کے آخر میں علامت تانیث 'یٰ' فاطمۃ اور طلحۃ وغیرہ کے برخلاف ہے۔ البشارۃ کا لفظ مطلقاً خیر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ الّا یہ کہ اس کے ساتھ شرّ کی قید لگا دی گئی ہو مثلاً: قول خداوندی: **فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ**: انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔

تباشَرَ القومُ: قوم نے ایک دوسرے کو خوشخبری دے دی۔

التباشِيرُ: خوشخبری (دوسروں کو خوشخبری دینا)

تَباشِيرُ الصُّبحِ: صبح کے آغاز، اسی طرح **تَباشِيرُ كُلِّ شَيْئٍ**: ہر چیز کی شروعات۔ اس سے فعل نہیں بنتا۔

البَشيرُ اور **المُبَشِّرُ** خوشخبری دینے والا۔

المُبَشِّراتُ: بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں۔

البَشارۃُ: (باء مفتوح) خوبصورتی، مثلاً: **رَجُلٌ بَشِيرٌ**: خوبصورت مرد اور **اِمْرَاَۃٌ بَشِيرَۃٌ**: خوبصورت عورت۔

ب ش ش—البَشاشَۃُ: خندہ روئی۔ ہنس مکھ ہونا۔ چہرے کی تروتازگی۔

بَشَّ بِهِ وَيَبَشُّ: خندہ روئی سے پیش آنا۔ (باء مفتوح)۔ **رَجُلٌ هَشٌّ وَبَشٌّ**: ہشاش و بشاش انسان۔

ب ش ع—شَيْءٌ بَشِعٌ: بدمزہ چیز جو حلق کو پکڑ لے۔

بَيِّنُ البَشَاعَۃِ وَاستبشع: اس نے ناپسند کیا، یا اپنی کراہت کا اظہار کیا۔

ب ش م—البَشَمُ: بدہضمی۔ کہا جاتا ہے: **بَشِمَ مِنَ الطَّعامِ**: اسے کھانے سے بدہضمی ہوگئی۔ اس کا باب **طَرِبَ** ہے۔

بَشِمَ مِنْ فلانٍ: فلاں شخص سے اس کا دل بھر گیا۔

البَشامُ: ایک خوشبودار لکڑی جس کی مسواک بنائی جاتی ہے۔

ب ص ر—البَصَرُ: دیکھنے کی قوت۔

اَبْصَرَہٗ: اس نے اسے دیکھا۔

البَصِيرُ: **ضَرِيرٌ** کی ضد بمعنی بینا اور **ضَرِيرٌ**: نابینا۔

بَصُرَ بِهِ: اس نے یہ جان لیا۔ اس کا باب **ظَرُفَ** ہے۔ اور مصدر **بَصَرًا** ہے۔ اس کا اسم فاعل **بَصِيرٌ** ہے۔ قول خداوندی ہے: **بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ**: مجھے وہ کچھ نظر آیا جو انہیں نظر نہیں آیا۔

تَبَصَّرْ: غور و فکر و تامل کر۔

تَبْصِير: تعریف اور وضاحت۔

المُبْصِرَۃُ: روشن، نمایاں۔ یہی لفظ قول

خداوندی میں ہے: فَلَمَّا جَآئَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً: جب ان کے پاس ہماری روشن اور نمایاں آیات ونشانیاں آئیں۔ اخفش نے کہا کہ اس آیت کا مطلب ومعنی یہ ہے کہ یہ آیات ان کی آنکھیں کھول دینے والی تھیں۔

المَبْصَرَةُ: بروزن المَتْرَبَةُ: دلیل اور حجت۔

البِصْرَةُ: سفیدی مائل پتھر۔ اسی نسبت سے شہر بصرہ کا نام البَصْرَة پڑا ہے۔

البصرتان: بصرہ اور کوفہ۔

بَصَّرَ تبصِيْرًا: وہ بصرہ کی طرف چل پڑا۔

البصيرة: دلیل اور حجت۔

الاستبصار فِي الشيئ: معاملے پر دلیل لانا۔ قول خداوندی ہے: بَلِ الْإِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ: بلکہ انسان اپنے نفس پر (خود) حجت ہے۔

البِنْصَر: چھنگلی کے ساتھ والی انگلی۔ اس کی جمع بَنَاصِرُ ہے۔

البُصْرُ بروزن بُشْرُ: ہر چیز کا کنارہ یا طرف۔ حدیث شریف میں ہے:

بُصْرُ كُلِّ سماء مَسِيرَةُ كذا: ہر آسمان کی موٹائی اتنی ہے۔

بُصْرَى: شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ یہاں کی تلواریں مشہور ہیں۔ کسی شاعر کا شعر ہے:

صَفَائِحُ بُصْرَى اخلصَتْهَا قُيُوْنُهَا

ب ص ص — البَصِيْصُ: چمک، قَدْ بَصَّ الشيئُ: چیز چمکی۔ اس کا مضارع يَبِصُّ (باء مکسور) اور مصدر بَصِيْصًا ہے۔

بَصْبَصَ الكلبُ: کتے نے دم ہلائی۔ تَبَصْبَصَ کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّبَصْبُصُ: چاپلوسی، تملق۔

ب ص ع — اَبْصَعُ: کلمۂ تاکید ہے بمعنی: سارے کا سارا، یا پورے کا پورا۔ بعض لوگ اس کا تلفظ ضاد سے کرتے ہیں، لیکن یہ زیادہ مستعمل مروج نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اَخَذَ حقَّهُ اَجْمَعَ اَبْصَعَ: اس نے اپنا سارا حق پورا پورا لے لیا۔ اس کی مؤنث جَمْعَاء کی طرح بَصْعَاء ہے۔

جاء القَوْمُ اجمعون اَبْصَعُوْنَ: لوگ سارے سارے یا پورے پورے آگئے۔

اور رَأَيْتُ النسوة جُمَعَ بُصَعَ: میں نے ساری کی ساری عورتوں کو دیکھا۔ اسے تاکید مرتب کہتے ہیں لیکن یہ لفظ أجْمَعَ سے پہلے نہیں آتا یعنی اَبْصَعُ اَجْمَعُ نہیں کہہ سکتے۔

ب ص ق — البُصَاق: چمک دمک۔ بَصَقَ يَبْصُقُ کا باب نَصَرَ ہے۔ سفید رنگ کے چمکدار پتھر کو بُصَاقَةُ القَمر کہتے ہیں۔

ب ص ل: پیاز۔ مشہور ومعروف سبزی

اس کا واحد بَصَلَةٌ ہے۔

ب ض ع — البِضَاعَةُ: (باء مکسور) مال و دولت، پونجی۔ مال کا ایک حصہ جو تجارت کی غرض سے بھیجا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ أَبْضَعَ الشَّيْءَ: اس نے کسی چیز کو مال تجارت بنالیا۔ اِسْتَبْضَعَ کا بھی یہی معنی ہے۔ مثل مشہور ہے: کَمُسْتَبْضِعِ تَمْرٍ إِلَى هَجَرَ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کھجور کی کان کو چھوڑ دیا۔

البَاضِعَةُ: وہ زخم جس سے جلد کٹ جائے۔ اور گوشت پھٹ جائے اور خون جم جائے لیکن بہے نہیں۔ اگر خون بہہ نکلے تو پھر اس زخم کو دَامِيَةٌ کہیں گے۔ بِضْعٌ (باء مکسور) کچھ۔ چند بعض عرب اسے باء مفتوح کے ساتھ بھی بولتے ہیں۔ یہ لفظ تین سے لے کر ۹ تک کے اعداد میں بولا جاتا ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے: بِضْعَ سِنِيْنَ: چند سال و بِضْعَةُ عَشَرَ رَجُلًا: دس سے اوپر کچھ آدمی۔

بِضْعَ عَشْرَة امرأةً: دس سے کچھ اوپر عورتیں۔ دس سے اوپر کے عدد کے لئے بِضْعٌ کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا مثلاً: بِضْعٌ وعشرون نہیں کہتے۔

البَضْعَةُ: گوشت کا ٹکڑا۔ اس کی جمع تَمْرَةٌ سے تَمْرٌ کی طرح بَضْعٌ ہے۔ اسے بَضَعٌ بھی کہا گیا ہے بروزن بَدْرَةٌ سے بِدَرٌ۔

بَضَعَ الجُرْحَ: اس نے زخم کو کھولا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

المِبْضَعُ: (میم مکسور) جس سے رگ یا چمڑے کی کھال کو کھولا جائے۔

بِئْرُ بُضَاعَةَ: میں باء مکسور اور مضموم دونوں جائز ہے۔

ب ط ا — بَطُؤَ: (طاء مضموم) بُطْئًا (باء مضموم) اس کا اسم فاعل بَطِيْءٌ: (یاء ممدود) سست، کاہل۔

أَبْطَأَ: اس نے دیر کردی۔ اس کا فاعل مُبْطِئٌ ہے۔ چلنے میں سستی کے معنوں میں أَبْطَيْتُ، مَا أَبْطَأَ بِکَ اور مَا بَطَّأَ بِکَ: (طاء مشدد) نہیں کہنا چاہئے۔

ب ط ح — بَطَحَهُ: اس نے اسے منہ کے بل گرادیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

أَبْطَحُ: ایسا وسیع چوڑا بے خشک نالہ یا ندی جس میں کنکر پتھر بھرے پڑے ہوں۔ اس کی جمع أَبَاطِحُ اور بِطَاحٌ (باء مکسور) ہے۔ اسی سے لفظ بُطَيْحَةٌ اور بَطْحَاء بنے ہیں اور اسی لفظ بطحاءِ مکۃ ہے۔

ب ط خ — البِطِّيخُ والبِطِّيخَةُ: (باء مکسور) تربوز، ہندوانہ۔

أَبْطَخَ القَوْمُ: قوم (یا لوگوں) کے پاس تربوز کی کثرت ہوگئی۔

المَبْطَخَةُ بروزن مَتْرَبَة: تربوز رکھنے کی

جگہ۔ طاء مضموم یعنی مُبطُخة بھی اس کا ایک لہجہ یا تلفظ ہے۔

ب ط ر-البَطَرُ: اِترانا، شدت خوشی کا اظہار۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔

أَبْطَرَهُ المالُ: وہ مال ودولت پر اتراتا ہے۔

بَطِرْتَ عَيْشَکَ: (تجھے مال ودولت پر اترانا نصیب ہوا۔ بطورِ محاورہ کہا جاتا ہے۔جس طرح رَشِدْتَ أَمْرَکَ: تجھے اپنے معاملے میں سیدھی راہ یا ہدایت نصیب ہوئی، کہا جاتا ہے۔

ہم نے (ر ش د) کے ذیل میں اس لفظ کی تشریح کی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے اس لفظ کو (ر ش د) کے ذیل میں نہیں بلکہ (س ف ہ) کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

ب ط ر ق-البِطْرِيقُ: (باء مکسور) روم کے قائدین میں ایک۔یہ لفظ معرّب ہے اور اس کی جمع البطارِقَةُ ہے۔

ب ط ش-البَطْشَةُ: گرفت، پکڑ، زبردستی، بالادستی، سخت گرفت وغیرہ۔اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

بَاطَشَهُ مُبَاشَطَةً: اس نے اس کی سخت گرفت کی۔

ب ط ط-بَطَّ القَرْحَةَ: اس نے زخم کو کھولا۔اس کا باب رَدَّ ہے۔

البَطُّ: بطخ۔آبی پرندہ۔اس کا واحد بَطَّةٌ ہے۔یہ 'ۃ' تانیث کی نہیں بلکہ وحدت جنس کے لئے ہے۔

هٰذِهِ بَطَّةٌ: مذکر اور مؤنث دونوں بطخوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اس کی مثال حمامةٌ (کبوتر) اور دجاجةٌ (مرغی) ہے۔

ب ط ق-البِطَاقَةُ: (باء مکسور) کرتے یعنی ثوب کے اندر جیب جس میں پیسے رکھے جاتے ہیں، مصریوں کی زبان میں اسے بطاقة اس لئے کہا گیا ہے کہ اسے کپڑے کے ایک ٹکڑے سے باندھا جاتا ہے۔

ب ط ل-الباطل: حق کا متضاد لفظ۔ اس کی جمع اباطيل ہے۔یہ غیر قیاسی جمع ہے۔گویا انہوں نے ابطيل سے یہ جمع بنائی ہے۔بَطَلَ الشيئُ: چیز باطل یعنی ناکارہ ہوگئی۔اس کا باب دخل ہے۔اور مصدر بُطْلًا بروزن صُلْحًا اور بُطلانًا بروزن طغیان ہے۔

البَطَلُ: بہادر، دلاور

البَطَلَةُ: بہادر عورت

بَطُلَ الرجل: آدمی بہادر بن گیا۔اس کا باب سَهُلَ اور ظَرُفَ ہے۔

بَطَلَ الأجِيرُ: مضارع يَبْطُلُ (طاء مضموم) مزدور بیکار رہا۔

بَطَالة: بے روزگاری۔

بَطّال: بے روزگار، بے کار، ناکارہ۔

ب ط م — البُطْمُ: سبز دانہ۔

ب ط ن — البَطْنُ: ظہر کا متضاد لفظ بمعنی پیٹ۔ یہ مذکر صیغہ ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ ایک لہجہ کے مطابق یہ مؤنث بھی ہے۔

البَطْنُ: قبیلے کم بھی۔

بُطْنَانُ الجَنَّةِ: باغ کا وسط۔

بَطَنَ الوادی: وہ آدمی وادی میں داخل ہوا۔

بَطَنَ الأمرَ: وہ معاملے کی تہ تک پہنچ گیا۔ ان دونوں فعلوں کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے ذات باری کی ایک صفت البَاطن بھی ہے۔ بَطَنَ بِفُلانٍ: وہ فلاں شخص کا رازدار دوست بن گیا۔ اس کا باب دَخَلَ اور کَتَبَ ہے۔

بُطِنَ: فعل مجہول ہے۔ اسے پیٹ میں درد ہوا۔

بَطِنَ: اس کا باب طَرِبَ ہے۔ وہ بسیار خوری سے پیٹو ہو گیا یا اس کا پیٹ بڑھ گیا۔

البِطَانُ للقتب: وہ پٹی جو اونٹ کے پیٹ کے نیچے باندھی جاتی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: التقتْ حلقتَا البِطَانِ للأمرِ: معاملہ سنگین ہو گیا۔

بِطَانَةُ الثوب: (باء مکسور) کپڑے کا استر یعنی اندرونِ جامہ یہ بیرونِ جامہ کی ضد ہے۔

بِطَانَةُ الرَّجُلِ: آدمی کا اندرون۔

أَبْطَنَهُ: اس نے اسے اپنا مقرب خاص بنایا۔

بَطَّنَ الثوب: اس نے کپڑے کے اندر استر لگایا۔

استبطنَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو چھپا لیا۔

میرا کہنا ہے کہ: اِسْتَبْطَنَ الشيئَ کا معنی ہے: 'وہ اس کے پیٹ میں داخل ہوا'۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ استَبْطَنَ الوادی وغیرہ 'وہ وادی کے (پیٹ) کے اندر داخل ہوا'۔

اِسْتَبْطَنَ الشَّيئَ: اس نے چیز چھپالی۔

واستبطنَ الشَّيئَ: اس نے پیٹ کی بات پوچھی۔

امام الازہری نے کہا کہ تَبَطَّنَ الكَلَأَ: وہ چارے میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔

البِطْنَةُ: پیٹ بھر کے کھانا۔ سیر شکمی محاورہ ہے کہ: لَيْسَ للبِطْنَةِ خَيْرٌ مِنْ خَمْصَةٍ تَتْبَعُهَا: اس شدید کی میں کوئی بھلائی نہیں جس کے بعد پھر بھوک کا سامنا کرنا پڑے۔

البَطِنُ: وہ آدمی جسے صرف اپنے پیٹ کی پڑی ہو۔

المَبْطُونُ: پیٹ درد کا مریض۔

المِبْطَانُ: کثرت طعام یعنی بیش خوری کے باعث جس کا پیٹ یا توند نکلی ہو۔

المُبَطَّنُ: پتلی کمر والا مرد۔

المُبَطَّنَةُ: پتلی کمر والی عورت۔

البَطِيْنُ: بڑے پیٹ والا۔ بطین کا معنی بعید یعنی دور بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے

شَأْوٌ بَطِيْنٌ: دور کی منزل اور اعلیٰ مقصد۔

ب ط ا—البَاطِيَةُ: برتن۔ میرا خیال ہے کہ یہ معرب لفظ ہے۔

ب ع ث—بَعَثَهُ وابْتَعَثَهُ: اس نے اسے بھیجا۔

انبعث: وہ جاگ پڑا یا اٹھ کھڑا ہوا۔

بَعَثَهُ مِنْ مَنَامِهٖ: اس نے اسے نیند سے جگایا۔

بَعْثُ الموتٰی: مُردوں کا دوبارہ زندہ ہونا۔ تینوں فعلوں کا باب قَطَعَ ہے۔

ب ع ث ر—بَعْثَرَ: اس کی تشریح بذیل (ب ح ث) میں گزر چکی ہے۔ قول خداوندی: وَبُعْثِرَ مَا فِي القُبُوْرِ: جس روز قبروں میں سے نکالا جائے گا۔ ابو عبیدہ نے اس کا معنی اُثِیْرَ اور اُخْرِجَ بتایا ہے۔

ب ع ج—بَعَجَ بَطْنَهُ بالسكين: اس نے اس کا پیٹ چھری سے چیر دیا، یا اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ اس کا اسم مفعول مَبْعُوْجٌ اور بَعِيْجٌ ہے اور اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ب ع د—بُعْدٌ: قرب کا متضاد، لفظ بمعنی دوری۔ بَعُدَ (عین مضموم) بُعْدًا: وہ دور چلا گیا۔ اس کا اسم فاعل بَعِيْدٌ بمعنی دور ہے۔

اَبْعَدَهُ غَيْرُهُ: کسی نے اسے دور کر دیا۔

بَاعَدَهُ وبَعَّدَهُ تَبْعِيْدًا: اس نے اسے بہت دور کر دیا۔

البَعَدُ: (باء اور عین مفتوح)۔

بَاعِدٌ کی جمع۔ جس طرح خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ ہے۔

البَعَدُ کا معنی ہلاک بھی ہے۔ اس کا فعل بَعِدَ ہے اور اسم فاعل بَاعِدٌ. اِسْتَبْعَدَ یعنی تَبَاعَدَ.

اسْتَبْعَدَهُ: اس نے اسے دور سمجھا یا بعید جانا۔ محاورہ ہے: وَمَا اَنْتَ عنّا بِبَعِيْدٍ: تم ہم سے دور نہیں ہو۔ اس میں صیغہ اور واحد اور جمع دونوں یکساں ہیں۔ عرب کہتے ہیں: كَبَّ اللّٰهُ الأَبْعَدَ لِفِيْهِ: خدا اسے منہ کے بل گرا دے۔

الأَبْعَدُ کا معنی خائن اور خوف زدہ بھی ہے۔

الأَبَاعِدُ: اقارب کا متضاد، یہ دونوں اسمائے ظرف ہیں جب یہ مضاف ہوں۔ ان کی اصل اضافت ہے۔ اور جب مضاف الیہ حذف کیا جائے تب یہ دونوں اسم مبنی علی الضم ہوں گے۔ تاکہ یہ پتہ چلے

یہ دونوں مبنی ہیں۔ اگرچہ اعراب میں ان پر ضم نہیں آتی کیونکہ نہ تو فاعل بنتے ہیں اور نہ مبتدا یا خبر۔ البتہ اَمَّا بعد کا معنی آغاز کلام ہے۔

ب ع ر - البَعِيرُ: اونٹ اور اونٹنی دونوں۔ جیسے انسان میں مرد اور عورت دونوں شامل ہوتے ہیں اونٹ کو بعیر صرف اس لئے کہتے ہیں وہ ابھی عمر کے پانچویں سال میں ہو یعنی نوعمر۔ اس کی جمع اَبْعِرَةٌ، اَبَاعِر، بُعْرَان ہے۔

البَعْرةُ، البَعْرُ اور الابعار کا واحد ہے۔

بَعَرَ البَعِيرُ والشَّاةُ: اونٹ اور بکری نے مینگنیاں کیں۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ب ع ض - بَعْضُ الشَّيْئِ: چیز کا کچھ حصہ، اس کی جمع اَبْعَاضِہ ہے۔

بَعَّضَهُ بَعِيْضًا: اس نے اس کے حصے بخرے کر دیئے۔

فَتَبَعَّضَ: تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

البَعُوضُ: مچھر، اس کا واحد بَعُوضَةٌ ہے۔

ب ع ق: حدیث شریف میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ تعالى يكره الانبعاق فَرَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا أوجز فى كلامه: "اللہ تعالیٰ بڑھ چڑھ کر بات کرنے کو یعنی بات کرنے میں غیر ضروری طوالت کو ناپسند کرتا ہے۔ پس اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے بات کرنے میں اختصار سے کام لیا۔

التَبَعُّق: بڑھ چڑھ کر باتیں کرنا، توڑنا۔ حدیث شریف میں ہے: يُبَعِّقُونَ لِقَاحَنَا: (وہ ہماری اونٹنیوں کو ذبح کرتے ہیں)۔

ب ع ل - البَعْلُ: خاوند، جوڑا، نَر، اس کی جمع البُعُولَةُ ہے۔ عورت کے لئے بھی بَعْلٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح سے زَوْج اور زَوْجَةٌ استعمال ہوتا ہے۔

البَعْلُ: بارانی زمین کو بھی کہتے ہیں۔ اصمعی کا قول ہے: العِذىُ مَا سَقَتْهُ السماءُ والبَعْلُ ما شَرِبَ بعُرُوقِهٖ من غَيْرِ سقيٍ ولا سماءٍ: یعنی عذی وہ زمین ہے جو بارش سے سیراب ہوتی ہو اور بعل وہ جو اپنی ہی رگوں سے بغیر آب پاشی اور بارش کے سیراب ہوتی ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مَا شَرِبَ بَعْلًا فَفِيهِ العُشرُ: جو زمین بغیر آبپاشی یا بارش سے سیراب (ہو کر کاشت ہوتی ہو) اس میں عُشر ہے یعنی پیداوار کا دسواں حصہ (بیت المال کو) دینا ہے۔

بَعْلٌ: ایک بت کا نام بھی ہے۔ جس کی پوجا حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم کرتی تھی۔ میرا کہنا ہے کہ درست یہ ہے کہ بت کے معنوں میں بَعْلٌ پر الف لام (تعریف) نہیں ہے۔ جیسا کہ صاحب کتاب نے کہا

ہے۔

بَعلبک: ایک شہر کا نام ہے۔ اس کی ترکیب 'سامّ ابرص' کی طرح ہے جس کا ذکر ہم (ب ر ص) کے ذیل میں کر آئے ہیں۔

بعلبک: دیکھئے بذیل (ب ک ک اور بذیل ب ع ل)

ب غ ت - بَغْتَةً: اچانک، لقیته بغتة: وہ اس سے اچانک ملا۔

المُبَاغتةُ: اچنبھا۔ اچانک رونما ہونا۔

ب غ ث: الفراء کا کہنا ہے کہ: بُغَاث ایک بری قسم کا پرندہ ہے۔ (باء مفتوح ومضموم ومکسور)۔ جس کا شکار نہیں کیا جاتا۔ پھر کہا گیا کہ یہ لفظ جمع ہے اور اس کا واحد بُغاثةٌ ہے۔ اور یہ نام نِعامةٌ اور نِعام (شترمرغ) کی طرح مذکر ومؤنث دونوں جنسوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مفرد (واحد) ہے اور اس کی جمع غزال سے غِزْلان کی طرح بُغْثان ہے۔

ب غ د د - بَغْدَاد:[1] اور بغداد نیز بَغْدَان (نون کے ساتھ) عراق کا ایک بہت بڑا شہر ہے۔

ب غ ض - البغضُ: حُبّ کا متضاد لفظ نفرت وکراہت۔

بَغُضَ الرجلُ: آدمی نے بغض کیا۔ اس کا باب ظَرُف ہے۔ یعنی بغض کرنے والا بن گیا یا نفرت کرنے والا۔

البَغِيْضُ: نفرت وکراہت کرنے والا۔

بَغَّضَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ تبغِيضًا فَاَبْغَضُوْه: اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں کی نظروں میں قابل حقارت بنا دیا تو لوگوں نے اس سے نفرت کی۔ اور وہ قابل نفرت و حقارت بن گیا۔

مُبْغَضٌ: قابل نفرت وحقارت۔

البَغْضَاء: شدت بغض ونفرت۔

البِغْضَةُ: (باء مکسور) شدت نفرت و حقارت۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ: ما اَبْغَضَهُ: بمعنی وہ کس قدر قابل نفرت ہے، میرے نزدیک یہ شاذ ہے۔

التَّبَاغُضُ: باہم بغض رکھنا۔ تحابٌّ کا متضاد ہے۔

ب غ ل - البَغْلُ: خچر، اس کی جمع البِغَالُ اور مؤنث بَغْلَةٌ ہے۔

البَغَّال: (غین مشدد) خچر والا۔

ب غ ی - البَغْيُ: بغاوت، زیادتی۔

بَغى عَلَيه: اس نے اس پر زبردستی کی۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔ کسی بھی چیز یا معاملے کی مقررہ حد سے تجاوز یا زیادتی۔

بُغِيٌّ: (بغاوت وزیادتی) ہے۔

[1] یہ لفظ معرب ہے اور اس کی فارسی اصل باغ داد بمعنی عدل و انصاف اور دادرسی کی جگہ ہے۔ جو کثرت استعمال سے بغداد ہو گیا۔ (مترجم)

البُغـيَـةُ: (باء مکسور ومضموم) حاجت اور ضرورت۔

بَغٰی ضـالَتَهُ: اس نے اپنی گم شدہ چیز کی تلاش کی۔

بُغاء: (باء مضموم اور ممدود)۔

بُغایَةٌ: (باء مضموم) تلاش وجستجو۔ ہر طلب و تلاش بغاء ہے۔

بَغٰی لهُ: اس نے اس کی تلاش کی۔

البغـاهُ الشـيئ: اپنی خاطر چیز کی تلاش کی۔ لوگوں کا یہ کہنا: **ینبغـی لَکَ انْ تفعـلَ کـذا:** (تجھے ایسا کہنا چاہئے۔ انفعال مطاوعت میں سے ہے)۔ کہا جاتا ہے کہ: **بَغَاهُ فانبغی** (اس نے اسے تلاش کیا تو اس میں چاہت پیدا ہوگئی)۔ جیسے کہتے ہیں **کَسَرَهُ فَانکسر:** اس نے اسے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا۔

اِبْتَغَیْتُ الشَیْئَ وتبغیتهُ: میں نے چیز کی جستجو کی یا تلاش کی۔ جس طرح **بَغَیْتُهُ** بمعنی میں نے تلاش کیا۔

تَباغَـــوْا: انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کی۔

ب ق ر—البَقَرُ: اسم جنس۔

البَـقَـــرَةُ: گائے، بیل، مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ "ۃ" افراد یعنی ایک عدد کے لئے ہے۔ اس کی جمع **البَقَرَات** ہے۔

البـــاقِـرُ: چرواہے سمیت گائے بیل کا ریوڑ۔ یمن کے لوگ الباقر کی بجائے ان معنوں کے لئے **باقُورَةٌ** کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اہل یمن کے نام زکوٰۃ وعُشر وغیرہ کے قانون کے لئے جو تحریر ارسال فرمائی، اس میں **فی ثَلا ثِینَ بَاقُورة** کے الفاظ درج تھے یعنی تیس کے ریوڑ پر ایک گائے صدقہ (زکوٰۃ) ہے۔

التَبَــقُّــرُ: علم میں گہرائی اور تبحر۔ اسی لفظ سے امام محمد کو اُن کے تبحر علمی کی وجہ سے 'الباقر' کہا جاتا ہے۔

ب ق ع—البقعَةُ مِنَ الأرض: زمین کا ایک ٹکڑا۔ اس کی جمع **البِقَاع** ہے۔

البَاقِعَةُ: بلا اور آفت۔

البَقِـیْعُ: ایسی جگہ جہاں مختلف قسم کے درختوں کے باغات ہوں۔ اسی سے **بَقِیْعُ الغَرْقَد** نام پڑا ہے۔ (یعنی غرقد درختوں کا باغ)۔ یہ مدینہ شریف میں مشہور ومعروف قبرستان کا نام ہے۔

الغُــرَاب الأبْقَعُ: چتکبرا کوا جس میں سیاہ اور سفید رنگ ملے ہوئے ہوں۔

بُقْعَـانُ الشَّام: جو حدیث میں وارد ہوا ہے، سے مُراد اُن کے ملازم اور غلام ہیں۔

ب ق ق—البَقَّةُ: مچھر۔ اس کی جمع **البَقُّ** ہے۔

رَجُـلٌ بَقَاق: (بغیر تشدید) اور **بَقَاقَة:**

كثیر الکلام یا زیادہ باتیں کرنے والا باتونی۔ اس لفظ میں ۃ مبالغہ کے لئے آئی ہے۔
البَقْبَاق: بھی باتونی کو کہتے ہیں۔
أَبَقَّ الرَّجُلُ: آدمی نے بہت باتیں کیں۔
البَقْبَقَةُ: بَقْ بَقْ آواز نکالنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: **بَقْبَقَ الكُوزُ:** پانی کے برتن (صراحی وغیرہ) سے بق بق کی آواز نکلی[1] یا 'بق بق' کی آواز پیدا ہوئی۔
ب ق ل — البَقْلُ: سبزی، ترکاری۔ اس کا واحد **بَقْلَةٌ** ہے۔
البَقْلَةُ: لوبیا کو بھی کہتے ہیں۔ اسے **البقلة الحَمقاء** بھی کہتے ہیں۔
المَبْقَلَةُ: سبزیوں کی جگہ۔ کہا گیا ہے کہ ہر وہ سبزی جس سے زمین سرسبز ہو جائے **بَقْلٌ** کہلاتی ہے۔ **بَقَلَ وَجه الغلامِ:** لڑکے کے چہرے پر سبزہ اُگ آیا سے مراد اس کی داڑھی نکل آئی ہے۔ اس کا باب **دَخَلَ** ہے۔ اسے **بَقَّلَ** (قاف کی تشدید کے ساتھ) نہیں کہنا چاہئے۔ **أَبْقَلَتِ الأرض:** زمین سے سبزہ نکل آیا۔
البَاقِلَّا: لام کو مشدد پڑھنے کی صورت میں الف ممدود **الباقلاءُ** یا **باقلاۃٌ** ہوگا۔

مثل مشہور ہے:
أَعْيَا مِنْ بَاقِلٍ: باقل کسی شخص کا نام تھا۔ اس نے ایک ہرن گیارہ درہم میں خریدا۔ اس سے کسی نے پوچھا کہ تم نے یہ ہرن کتنے میں خریدا تو اس نے جواب کے لئے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیاں کھول کر اور زبان باہر نکال کر گیارہ عدد کا اشارہ بنایا۔ اور یوں اس کے ہاتھ سے ہرن کی رسی چھوٹ گئی اور ہرن بھاگ گیا۔ اس طرح ہکلاہٹ کی شدت ظاہر کرنے کے لئے یہ ضرب المثل بن گئی۔ راجز کا قول ہے:

وَلَمْ تَذُقْ مِنَ البُقُوْلِ فُسْتَقَا

"تم نے سبزیوں میں سے کبھی فستق (پستہ) نہیں چکھا۔"

اس اعرابی کے خیال کے مطابق پستہ بھی (بجائے خشک پھل) ایک سبزی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اسے **فُستق** کی بجائے (باء کے ساتھ) **بُستُق** بھی کہتے ہیں۔ میرے خیال میں اسے **نُستُق** (نون کے ساتھ) ہونا چاہئے کیونکہ یہ لفظ **نُقل** یعنی کھانے کی چیز ہے نہ کہ **بَقل** (سبزی) ہے۔
ب ق م — البَقَّمُ. مشہور و معروف رنگ یا روغن جسے **عَنْدَم** بھی کہتے ہیں۔ میں نے اس لفظ سے متعلق ابوعلی الفسوی سے پوچھا کہ کیا یہ لفظ عربی الاصل لفظ ہے تو انہوں

---
[1] شاید اسی لفظ سے اردو زبان میں لایعنی اور غیر معقول باتیں کرنے کو 'بک بک' کرنا کہتے ہیں۔ (مترجم)

نے کہا کہ نہیں، یہ لفظ معرب ہے۔
ب ق ی—بَقِي الشَّيْئُ: (قاف مکسور) بَقَـاءً: چیز باقی رہ گئی۔ اسی طرح بَقِي الرَّجُلُ زَمَانًا طَوِيلًا: آدمی بڑی مدت تک زندہ رہا۔ اَبْقَاهُ اللّٰه: خدا سے زندگی دے۔
بَقِعَ من الشيئ: چیز میں سے کچھ باقی بچ رہا۔ جیسے بَقِيَّة کہتے ہیں۔
البَاقِيَـةُ: مصدر کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے: فَهَلْ تَـرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٌ: کیا تم کو ان میں سے زندگی کے کوئی آثار نظر آتے ہیں۔
اَبْقَى على فُلَان: اس نے اس پر ترس کھایا یا اس پر رحم کیا۔ کہا جاتا ہے لا اَبْقَى اللّٰه عليك اِنْ اَبْقَيْتَ عَلَيَّ: خدا تجھ پر رحم نہ کرے اگر تو نے مجھ پر رحم نہ کیا۔
حدیث شریف میں ہے: بَقَيْنَا رسولَ اللّٰه: (قاف مفتوح) ہم نے رسول اللہ کا انتظار کیا۔
بَقَاهُ تَبْقِيَةً، اَبْقَاهُ اور تَبَقَّاهُ: تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔
استبقى من الشيئ: اس نے چیز میں سے کچھ چھوڑ دیا۔
اِستبقاهُ: اس نے اسے زندہ چھوڑ دیا۔
قبیلہ بنوطئ والے بَقَا اور بَقَتْ کہتے ہیں بجائے بَقِيَ اور بَقِيَتْ کہنے کے۔ وہ اسی طرح دوسرے ہم وزن معتل فعلوں کو بھی (یاء کے بغیر) بولتے ہیں۔
ب ک ا—بَكَأَتِ (النَّـاقَةُ) و الشَّاةُ بُكُئًا: اونٹنی یا بکری نے دودھ کم کیا۔ ایسی اونٹنی یا بکری کو بَكِيئَة کہتے ہیں۔
ب ک ت—التَّبْكِيتُ: بروزن تَقْرِيع اور تَعْنِيف۔ بَكَّـتَهُ بالحُجة تَبْكِيتاً: اس نے دلیل سے اس پر غلبہ پایا۔
ب ک ر—البِكْرُ: کنواری، اس کی جمع اَبْكارة ہے۔
البِكْرة: اس عورت کو بھی کہتے ہیں جس نے صرف ایک ہی دفعہ بچہ پیدا کیا ہو۔
بِكْـرُهَـا: اس کا بچہ، اس میں مذکر اور مؤنث یکساں ہیں۔ اونٹ کے بچے 'البکر' میں بھی مؤنث و مذکر برابر ہوتے ہیں۔
البَكْرُ: (باء مفتوح) نوعمر اونٹ۔
بَكْرة: نوعمر اونٹنی۔
بَكْرةُ البِئرِ: بکی، کنویں کا وہ حصہ جس پر کھڑے ہو کر پانی پیا جائے۔ اس کی جمع بَكَرٌ ہے۔ اور یہ جمع شاذ ہے۔ کیونکہ فَعْلَة وزن کے واحد سے فَعَل کے وزن پر جمع نہیں بنائی جاتی۔ سوائے حروف زیادہ کرنے کے۔ مثلاً: حَلْقَة سے حَلَق اور حَمْاَة سے حَمأ اور بكرة سے بَكَرَ. اس کی جمع بَكَرات بھی ہے۔ کہا جاتا ہے:

جَلِزُوْا عَلٰی بَکْرَۃِ اَبِیْھِمْ یعنی وہ سب آ گئے۔اور اُتَیْتُہٗ بُکْرَۃً: میں صبح سویرے اس کے پاس آیا۔ اگر آپ کی مراد دن کے صبح کے وقت سے ہو تو آپ کہیں گے اتیتُہٗ بُکْرَۃَ (بکرۃ کو غیر منصرف کرکے) بَکَرَ کا باب دَخَلَ ہے۔

بَکَّرَ تَبْکِیْراً، اَبْکَرَ اِبْتَکَرَ:[1] اور بَاکَرَ سب کا ایک ہی معنی ہے۔ بَکُرَ: (کاف مضموم) نہیں کہنا چاہئے اور نہ بَکِرَ (ک مکسور) کہنا چاہئے۔ ابو زید نے کہا کہ أَبْکَرَ الغَــدَاءَ: اس نے دوپہر کا کھانا جلدی کھایا۔

بَکَــرَ عَلَی الحَــاجَۃِ: اس نے اپنی حاجت پوری کرنے میں جلدی کی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اَبْکَــرَہٗ غَیْــرُہٗ: کسی نے اسے سویرا یا جلدی کرادی۔ ہر وہ شخص جو کسی چیز یا کام کی طرف تیزی سے جائے اسے کہیں گے کہ: اَبْکَرَ اِلیہ وَبَکَّرَ تَبْکِیْرًا: یعنی اس نے اس کی طرف آنے میں جلدی کی۔ اس طرح کہا جاتا ہے: بَکِّرُوا بصلاۃ المغرب: مغرب کی نماز ادا کرنے میں جلدی کرو یعنی سورج کی ٹکیا ڈوبتے ہی یہ نماز ادا کرو۔ قول خداوندی ہے: بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ: اس میں اِبکار کو ایسا فعل بنایا گیا ہے جو وقت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی سے لفظ بُکْرَۃً ہے یعنی کل، صبح سویرے۔ قول خداوندی ہے: بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ: اس میں الغُدُوّ فعل مصدر ہے جو صبح کے وقت پر دلالت کرتا ہے۔

البَاکُوْرَۃُ: پہلا پھل۔ جمعہ کے بارے میں حدیث شریف ہے: مَــنْ بَـکَّرَ وابْتَکَرَ: جس نے جلدی کی، یعنی نماز جمعہ جلدی سے پہنچا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ بَکَّرَ فُـلانٌ (فلاں نے جلدی کی)۔

اِبْتَکَرَ: (اور خطبہ کا ابتدائی حصہ پالیا) یہ لفظ بَاکُوْرۃ سے مشتق ہے۔

ضَرْبَۃٌ بِکْرٌ یعنی کاٹنے والی مار۔ اس لفظ کا تثنیہ نہیں بنتا۔ حدیث شریف میں ہے: کَـانَتْ ضَـرَبَاتُ عَلِيِّ اَبْکَارًا اِذا اعتَلٰی قَــدَّ واِذَا اعْـتَرَضَ قَـطَّ: حضرت علیؓ کی ماریں ایک بار کی ہوتی تھیں اگر اوپر سے پڑتیں تو لمبے رُخ کاٹ دیتیں اور اگر چوڑائی کے رخ پڑتیں تو درمیان سے دو ٹکڑے کر دیتیں۔

ب ک ک — بَکَّ: اس نے ہجوم کیا۔

البَکُّ مصدر ہے بمعنی کوٹنا۔

بَکَّ عُنُقَہٗ: اس نے اس کی گردن دبوچ لی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

بَکَّۃُ: مکہ کا وسطی حصہ۔ اس کا یہ نام لوگوں

---

[1] اب لفظ اِبْتکار کسی نئی چیز کی ایجاد و اختراع کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ (مترجم)

کے ہاں ہجوم کی وجہ سے پڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے یہ نام اس لئے پڑا ہے کہ وہاں بڑے بڑے جابروں کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔

بعلبک: یہ دو الفاظ جن کو مرکب بنا دیا گیا ہے۔ ہم نے اس کے اعراب کا ذکر 'حضرموت' کے ذیل میں کیا ہے۔ اس سے اسم نسبتی بعلیّ ہے اور آپ چاہیں تو بَکِیّ بھی کہہ سکتے ہیں۔

ب ک م - رَجُلٌ اَبْکَمُ وبَکِیْمٌ: گونگا انسان۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ب ک ی - بَکیٰ یَبْکِیْ: (کاف مکسور)۔ بُکَاءٌ: ممدود اور مقصور۔ بُکَاءٌ: (الف ممدود) کا معنی آواز نکال کر رونا ہے۔ اور بُکَاء کا معنی آنسو اور آنسوؤں کا نکلنا ہے۔ بَکاهُ اور بَکیٰ عَلَیْهِ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ بَکَّا تَبْکِیَةً: کا معنی بھی یہی ہے۔ اَبْکَاهُ: اس نے اسے رُلا دیا۔ انہیں معنوں کیلئے بَاکَاهُ فَبَکَاه کہتے ہیں۔ اسی مضمون پر کسی کا یہ شعر ہے:

الشمس طالعة لیست بکاسفة
تبکی علیک نجوم اللیل والقمرا

''سورج روشن ہے گہنایا ہوا نہیں ہے۔ وہ رات کے ستاروں اور چاند کو تجھ پر رلاتا ہے۔''

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے یہ شعر (ک س ف) کی ذیل میں درج کیا ہے۔ انہوں نے شعر میں النجوم اور القمر کو بکاسفة کا منصوب بنایا ہے۔ اور یہاں انہوں نے بقول اُن کے انہیں تُبْکِیْ کا منصوب بنایا ہے۔ لہٰذا یہ شعر محل نظر ہے۔

اِسْتَبْکَاهُ اور اَبْکَاه: ہم معنی لفظ ہیں۔ بمعنی اس نے اسے رلایا۔

تَبَاکَی: اس نے مصنوعی رونا رویا۔

البَکِیُّ: (باء مفتوح) کثرت سے رونے والا۔

البُکِیُّ: (باء مضموم) بَاکٍ کی جمع ہے۔ اور اس کی مثال جالس اور جُلوس کی ہے۔ البتہ باکٍ میں واؤ، یاء میں بدل گئی ہے۔

ب ل ج - البُلُوْجُ: اشراق یعنی چاشت کا وقت۔ کہا جاتا ہے کہا بَلَجَ الصُّبْحُ: صبح روشن ہوگئی اس کا باب دخَلَ ہے۔ اِنْبَلَجَ وتَبَلَّجَ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَبَلَّجَ فُلَانٌ: فلاں شخص ہنس پڑا اور ہشاش وبشاش ہوا۔

الأَبْلَجُ: روشن اور چمکیلا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: الصُّبْحُ الأَبْلَجُ: صبح روشن۔

بَلَجَ الحَقُّ: (باء اور لام مفتوح) صبح روشن ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ الحَقُّ اَبْلَجُ وَالباطِلُ لَجْلَجٌ: حق روشن ہوتا ہے

جب کہ باطل متردد ہوتا ہے۔

الْبُلْجَةُ بروزن الضُّرْبَةُ اور الْفُرْجَةُ: دو بھنوؤں کے درمیان خالی جگہ۔ کہا جاتا ہے۔ رَجُلٌ أَبْلَجُ: دو بھنوؤں کے درمیان واضح خالی جگہ والا مرد جس کی دونوں بھنوئیں جڑی ہوئی نہ ہوں۔ اُمّ معبد کی روایت کردہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صفات کے بارے میں آیا ہے کہ آپ اَبْلَجُ الوجه تھے، یعنی روشن چہرے والے۔ حدیث میں بَلَجَ الحاجب نہیں آیا ہے کیونکہ ام معبد حدیث میں، حضور ﷺ کی صفت قرآن سے بیان کر رہی ہیں۔ ابو عبید نے بھی یہی کہا ہے۔

ب ل ح-الْبَلَحُ: (باء اور لام مفتوح) کچھ زردی مائل یعنی بُسر ہونے سے پہلے مرحلے کی کھجور۔ کیونکہ پہلے مرحلے کی کھجور طَلْعٌ پھر خلال، پھر بَلَح، پھر بُسر، پھر رُطب، اور پھر آخری مرحلے پر تَمر ہوتی ہے۔ اس کا واحد بَلَحَةٌ ہے۔

اَبْلَحَ النَّخل: کھجور کا درخت بلحدار ہوگیا۔ یعنی اس کی کھجور بَلَح کے مرحلے تک پہنچ گئی۔

ب ل د-الْبَلَدُ والْبَلْدَةُ: اور الْبُلْدَةُ تمام ہم معنی الفاظ میں اس کی جمع بِلَاد اور بُلْدَانٌ ہے۔

الْبَلَادَةُ: کند ذہنی، غباوت۔ جوذکاء کا متضاد لفظ ہے۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے اور اسم فاعل بَلِيدٌ ہے۔ بمعنی کند ذہن ہے۔

ب ل س-أَبْلَسَ مِن رحمة الله: خدا کی رحمت سے مایوس ہوا۔ اسی لئے (شیطان کا) اِبْلِيس نام پڑا۔ جس کا اصل نام عزازیل تھا۔

إِبْلَاس کے معنی انکسار بھی اور حزن بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ أَبْلَسَ فلانٌ: فلاں شخص غم کے مارے دم بخود ہوگیا۔ گھگھی بندھ گئی۔

ب ل ط-البَلَاط: (باء مفتوح) مکان وغیرہ میں بچھے ہوئے پتھر یا فرش۔

البَلُّوط: مشہور درخت۔

ب ل ع-بَلِعَ الشَّيْءَ: اس نے چیز نگل لی۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

ابْتَلَعَهُ: اس نے اسے نگل لیا۔

اَبْلَعْتُ الشَّيْئَ غَيْرِى: میں نے چیز کسی اور کو نگلوادی۔

البَالُوعَةُ: گھر کے وسط میں واقع سوراخ۔ اس کی جمع بَلَالِيعُ ہے۔

ب ل ع م-البُلعُمُ: (باء مضموم) اور بُلعُوم: نرخرہ۔ گلے میں خوراک کی نالی۔ اسے المَرِى یعنی نرخرہ کہتے ہیں۔

البلعمة الاَبتِلاع: نگلنے کی نالی۔

البَلْعَم: زیادہ کھانے والا۔ بیٹ خور بسیار خور انسان۔

الشَّدِيْدُ البَلْعِ للطَّعام: سخت بسیار خور۔

ب ل غ – بَلَغَ المكانَ: وہ جگہ پر پہنچا اور اسی طرح جگہ کے اوپر جاپہنچا۔ قول خداوندی ہے: فَإِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ: جب وہ اپنی عدت پوری کر چکیں یا اپنی عدّت کے قریب جاپہنچیں۔

بَلَغَ الغُلام: لڑکے نے پالیا۔ بالغ ہوگیا۔ دونوں کا باب دَخَلَ ہے۔

الإبْلاغ و التَّبْلِيْغ: پہنچانا۔ اس سے اسم البلاغ ہے۔

البَلاغ کا معنی کفایت یعنی کافی ہونا بھی ہے۔

شَيْئٌ بالِغٌ: اچھی چیز۔

البَلاغَةُ: فصاحت وبلاغت۔

بَلُغَ الرَّجُلُ: آدمی بلیغ ہوگیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

البَلاغات: چغلیاں۔ چغل خوریاں۔

البُلَغِيْنُ: آفت، بلا۔ یہ لفظ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں وارد ہے۔ (یہ الفاظ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل کے موقع پر کہے تھے کہ تم انتہا کو پہنچ گئے ہو۔) (مترجم)۔

بَالَغَ فی الأمْرِ: اس نے کام میں کوتاہی نہیں کی۔

البُلْغَةُ: روزی۔ گزر اوقات کا سامان۔ معاش۔

تَبَلَّغَ بكذا: اس نے اس پر گزارا کرلیا۔

ب ل غ م – بَلْغَمٌ: چار خلطوں میں ایک خِلط۔ (دوسری خِلطیں صفراء، سودا اور خون ہیں)۔ (مترجم)۔

ب ل ق – البَلَقُ: چتکبرا پن (سفید وسیاہ رنگ)۔

البُلْقَةُ: چتکبرا پن۔

فَرسٌ اَبْلَقُ: پنج کلیان گھوڑا۔

اَبْلَقَ ابلقاقاً: وہ چتکبرا ہوگیا۔

البَلْقَاء: شام کا ایک صوبہ۔

بَلَقَ البَابَ: (باب نَصَرَ) اَبْلَقَهُ فانبَلَقَ: اس نے دروازہ کھول دیا تو وہ کھل گیا۔

ب ل ق ع – البَلْقَعُ والبَلْقَعَةُ: چٹیل زمین جس میں کچھ نہ ہو کہا جاتا ہے:

اليمين الفاجرُ تَزَرُ الدِّيار بَلاقِعَ

"جھوٹی قسمیں بستی آبادیوں کو ویران چٹیل میدان بنا کر رکھ چھوڑتی ہیں۔"

میرا کہنا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک ہے۔

ب ل ل – البِلَّةُ: (باء مکسور) بل، سیم، تری، گیلا پن۔

البِلُّ: مباح وجائز۔ یہی لفظ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نے زم زم کے پانی کے بارے میں کہا وہ یہ ہے: لا

أُحِلّها لُمغتسلٍ وھی مِشارب ھِلٌّ وبِلّ: میں اسے (زم زم کے پانی کو) غسل اور نہانے دھونے کے لئے استعمال کرنا حلال قرار نہیں دیتا بلکہ یہ پینے والوں کے لئے حلال اور مباح ہے۔ اس لفظ کا معنی شفاء بھی کہا گیا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ:

بَلَّ الرَّجُلُ وابَلَّ: آدمی مرض سے شفایاب ہوا۔ یہ معنی قولین پر مبنی ہے صرف اندھی پیروی کی بناء پر نہیں ہے۔

بَلال: حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن حمامہ۔ حضور نبی کریم ﷺ کے مؤذن۔ جو حبشی النسل تھے۔

البَلَلُ: تری۔

البَلْبَلَةُ والبِلبَالُ: اندیشہ و فکر، وسواسِ صدر۔

البُلبُل: ایک معروف پرندہ، بلبل۔

بَلَّ مِن مَرَضِه، يَبِلُّ (باء مکسور) بَلّاً: وہ بیماری سے صحت یاب ہوا۔ اور اسی طرح سے أبَلَّ، اِستَبَلَّ کا معنی بھی یہی ہے۔

بَلَّهُ: اس نے اسے ترک کیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

بَلَّلَهُ: مبالغہ کے لئے اسے مشدد کر دیا گیا۔

ابتَلَّ: وہ تر بتر ہو گیا۔ بھیگ گیا۔

بَلَّ رحِمَهُ: اس نے اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی۔ حدیث شریف میں ہے:

بُلُّوا اَرْحَامَكُمْ وَلَوْ بِالسَّلَامِ: اپنے رشتہ داروں کو تر کرو اگرچہ صرف سلام سے ہی ہو، یعنی صلہ رحمی کرو اگرچہ صرف سلام کرنے سے ہی ایسا ہو۔

بَلْ: بلکہ۔ حرف عطف، اور یہ حرف پہلے جُز کی نفی کر کے دوسرے جُز کی تصدیق و تحقیق کرتا ہے مثلاً: مَا جَآءَنِیْ زَیْدٌ بَلْ عَمْرٌو: میرے پاس زید نہیں بلکہ عمرو آیا۔ اور مَا رأیتُ زیدًا بل عمرًا: میں نے زید کو نہیں بلکہ عمرو کو دیکھا اور "جاءنی اَخوک بل اَبُوکَ: میرے پاس تیرا بھائی نہیں بلکہ تیرا باپ آیا۔ بَل کے ذریعے آپ پہلے کی نفی اور دوسرے کا اثبات دونوں بیک وقت کرتے ہیں۔ ممکن ہے اس حرف کو رُبَّ کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہو۔ مثلاً: راجز کا یہ شعر:

بَل مهمه قَطَعتُ بعد مهمه

"میں نے یکے بعد دیگرے کتنی ہی مہمیں سر کیں۔"

یعنی یہاں رُبَّ مهمةٍ ہے، جہاں ایک حرف کو دوسرے حرف کے بدلے توسیع معنی کے لئے وضع کیا گیا۔ قول خداوندی ہے: بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ: اخفش کے بقول بعض یہ کہنا ہے کہ اس آیت میں بَلْ اِنَّ کے معنوں میں آیا ہے۔ اسی لئے اس پر قسم کھائی گئی ہے۔

ب ل ہ—رَجُلٌ اَبْلَهُ: سادہ لوح شخص۔
بَيِّنُ البَلَهِ والبَلَاهةِ: ایسا شخص جس پر سادہ لوحی غالب آ گئی ہو۔ اس کا باب طَرِبَ اور سَلِمَ ہے۔
تَبَلَّهُ کا بھی یہی معنی ہے۔
امرأةٌ بَلْهَاءُ: سادہ لوح عورت۔ حدیث شریف میں ہے: اَكْثَرُ اَهْلِ الجَنَّةِ البُلْهُ: اکثر اہل جنت سادہ لوح ہوں گے۔ ان کی سادہ لوحی دنیاوی امور میں قلتِ اہتمام ہی کی شکل میں ہوگی لیکن وہ آخرت کے معاملے میں ہوشیار ہوں گے۔
تَبَالَهَ: سادہ لوح بن گیا۔ اس نے سادہ لوحی ظاہر کی حالانکہ وہ سادہ لوح نہیں۔
بَلْهَ: چھوڑ دے۔ یہ لفظ مبنی علی الفتحہ ہے۔
کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا معنی 'سِوٰی' یعنی بجز ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالاَ عَيْنٌ رأتْ ولا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلا خَطَرَ على قَلْبِ بَشَرٍ بَلْهَ ما اطّلعتمَ عَلَيْهِ: میں نے اپنے صالح اور نیکوکار بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے دل پر اس کا خیال تک گزرا، ہاں بلکہ تمہیں اس کی اطلاع تک نہیں۔

ب ل ا—البَلِيَّةُ والبَلوى والبَلا: تمام الفاظ ہم معنی ہیں۔ جس کا معنی بلا اور مصیبت ہے۔ اس کی جمع البَلايَا ہے۔
بَلَاهُ: اس نے اس کو آزمایا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔
بَلَاهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے امتحان و آزمائش میں ڈالا۔
يَبْلُوهُ بَلَاءً: (الف ممدود) یہ آزمائش خیر اور شر دونوں میں ہوسکتی ہے۔
اَبْلَاهُ إِبْلَاءً حسنًا وابْتَلَاهُ: اللہ نے اسے خیر کے ذریعے آزمایا۔ لوگوں کے اس قول لَا اُبَالِيهِ: کا معنی ہے مجھے اس کی پرواہ نہیں۔
لَمْ اُبَلْ کی شکل میں الف حذف ہوگیا۔ اور یہ کثرت استعمال کے باعث ہے۔[1]
جس طرح لَا اَدْرِ میں یاء حذف ہوگئی ہے۔ اس کا معنی: 'مجھے پتہ نہیں یا میں نہیں جانتا' ہے۔
بَلِيَ الثَّوبُ: (لام مکسور) کپڑا پرانا اور بوسیدہ ہوگیا۔
بِلَی میں قصر ہوگا اور اگر مصدر کے باء کو فتحہ دیں تو اسے ممدود پڑھیں گے۔
اَبْلَاهُ صَاحِبُهُ: اس کے ساتھی نے اسے آزمایا۔ محنتی انسان کے لئے کہا جاتا ہے:

[1] صحاح میں یہی لکھا ہے۔ اس پر ابن بری نے اعتراض کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ الف التقاء ساکنین کے باعث حذف ہوا ہے۔ اللسان ملاحظہ کیجئے۔

أَبَلَ وَيُخَلِّفُ اللّٰهُ 'تدبیر کند تقدیر زند خندہ'۔

بَلٰی: ہاں کیوں نہیں، تحقیق امر کے لئے جواب ہے۔ اس سے آپ اس بات کو واجب کرتے ہیں جو آپ سے کہی جائے۔ کیونکہ یہ نفی کو ترک کرتا ہے اور یہ حرف لَا کی ضد ہے۔

ب م م — البَمُّ: چھری کی موٹی رتی۔

ب ن د — البَنْدُ: بڑا جھنڈا۔ لفظ فارسی سے معرب ہے۔ اس کی جمع بُنُودٌ ہے۔[1]

ب ن د ق — البُنْدُقُ: بندوق جس سے گولی چلائی جاتی ہے۔ اس کا واحد بُنْدُقَةٌ ہے۔ (دال مضموم) اس کی جمع بَنَادِقُ ہے۔

ب ن ق — بَنِيقَةُ القَمِيصِ: قمیض کا گریبان۔

ب ن ن — البَنَانَةُ: اس کی جمع بَنَانٌ ہے۔ انگلیوں کے پورے کہا جاتا ہے۔

بَنَانٌ مُخَضَّبٌ: خضاب لگا پورا۔ ہر جمع اور اس کے واحد کے صیغے میں حرف ھاء کا فرق ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ جمع بطور واحد اور مذکر بھی مستعمل ہے۔ (یعنی جمع تکسیر موصوف کے لئے واحد مذکر کی صفت جائز ہے)۔

ب ن ی — بَنَى بَيْتًا: اس نے ایک گھر بنایا۔ بَنَى يَبْنِي على اهله: اس نے اپنے اہل (اہلیہ) کے ساتھ زفاف کیا۔ عام زبان میں علی اهله کے بدلے بَنٰی باهله کہتے ہیں اور یہ غلط ہے۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب رحمہ اللہ نے (ع ر س) کی ذیل میں اس کا باء کے ساتھ ذکر کیا گویا اصل یہ ہے کہ: شب زفاف گزارنے کے لئے مرد ایک قبہ تعمیر کرتا تھا اس سے یہ محاورہ وجود میں آیا کہ وہ قبہ کا بانی ہے۔ اس سے کنایہ 'شب زفاف گزاری' بنا۔

ابْتَنَى اور بَنَى کا ایک ہی معنی ہے۔

البُنيان: چار دیواری۔ البَنِيَّة: (فَعِيلَة کے وزن پر) سے مراد کعبہ ہے۔ چنانچہ محاورہ ہے کہ لَا وَرَبِّ هٰذِهِ البَنِيَّة مَا كَانَ كذا و كذا: ہرگز نہیں عمارت کعبہ کی قسم کہ معاملہ اس طرح نہیں تھا۔

البُنَى (باء مضموم اور یاء مقصور) عمارت بلڈنگ۔ کہا جاتا ہے کہ: بُنْيَة، بُنًى، بِنْيَة اور بِنًى (باء مکسور و یاء مقصور) ان کی مثال جِزْيَة اور جِزًى ہے۔

فُلَانٌ صحيحُ البِنْيَة: فلاں شخص صحیح الفطرت ہے۔ الْأَبْنُ کا اصل بَنَوٌ ہے۔ اس سے واؤ اسی طرح حذف ہوگئی جس طرح اَب اور اَخ سے حذف ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آبْيَنُ البُنُوَّة کا ثبوت ہے۔ اس کا اسم تصغیر بُنَيٌّ ہے یا بُنَيَّ یعنی

[1] اب بند 'Item' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (مترجم)

اس کے یا أَبَتَ اور أَبَتِ کی طرح دو تلفظ ہیں۔

ابنٌ کی مؤنث بنت ہے۔ کہتے ہیں کہ: رَأَیْتُ بَنَاتَک (تاء مفتوح) میں تاء کو اصل تاء سمجھ کر مفتوح کرتے ہیں۔

بُنَیَّاتُ الطرِیق: پگڈنڈیاں۔ جو اصل شاہراہ سے الگ الگ ہو جاتی ہیں۔

البَنَاتُ: چھوٹی گڑیاں جن سے لڑکیاں کھیلتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے: کُنتُ العَبُ مَعَ الجَوارِي بِالبَنَاتِ: میں لڑکیوں کے ہمراہ گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔

هذِهِ ابْنَةُ فلانٍ اور بِنْتُ فلان: یہ فلاں کی بیٹی ہے۔ یہاں بِنْتُ میں تاء تانیث کی نہیں بلکہ تاء ثابتہ ہے۔ چاہے وقف کی صورت میں ہو یا وصل کی صورت میں۔

اِبْنَتُ فلانٍ کہنا غلط ہوگا۔ کیوں کہ الف تو باء کے سکون کی وجہ سے آئی ہے۔ جب آپ آخری حرف کو حرکت دے کر متحرک کریں تو اس صورت میں الف گر جاتی ہے۔ اس کی جمع صرف بَنَاتٌ ہے۔

تَبَنَّیْتُ فلاناً: میں نے فلاں کو متبنّی بنا لیا۔

ب ہ ا — بَهَأْتُ بالرَّجُلِ: بَهِئْتُ بَهْئاً، بُهُوءاً: میں اس شخص کے ساتھ مانوس ہو گیا۔

مَا بَهَأْتُ لَهُ: میں نے اسے بھانپا نہیں۔

البَهَاءُ: خوبصورتی، یہ معتل میں آتا ہے۔

بهاء: دیکھئے بذیل (ب ہ ا) اور (ب ہ ا)

ب ہ ت — بَهَتَهُ: اس نے اچانک پکڑ لیا یا جا لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قول خداوندی ہے: بَلْ تَأْتِيهِم بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُم: قیامت اچانک آئے گی اور ان کو جا لے گی۔

بَهْتَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

مَبْهُوتٌ: ششدر و حیران۔ ایسا شخص جسے معلوم نہ ہو کہ اب کیا کرے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

بَهْتاً (ہاء مفتوح) وبُهْتَاناً: اسم فاعل بَهَّاتٌ: (ہا مشدّد) ہے، اور اسم مفعول مَبْهُوتٌ ہے۔

بَهِتَ بروزن عَلِمَ: وہ حیرت زدہ اور دہشت زدہ ہوا۔

بَهُتَ بروزن ظَرُفَ کا بھی یہی معنی ہے۔ ان دونوں اوزان میں سے بَهُتَ زیادہ فصیح ہے۔ چنانچہ قول خداوندی ہے: فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ: یعنی تب کافر (نمرود) لاجواب ہو گیا کیونکہ رَجُلٌ مَبْهُوتٌ کہا جاتا ہے۔

رَجُلٌ باهِتٌ یا بَهِيتٌ نہیں کہا جاتا۔

ب ہ ج — البَهْجَةُ: خوبصورتی اور تر و تازگی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے اور اسم

فاعل بَهِيجٌ ہے۔

بَهِجَ بِہٖ: وہ اس سے خوش ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل بَهِجٌ (ھاء مکسور) ہے اور بَهِيجٌ بھی۔

بَهَجَهُ الأمرُ: اسے معاملہ پسند آیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

أَبْهَجَهُ: اس سے وہ پسند آیا۔

الابْهَاجُ: خوشی ومسرت۔

ب ہ ر — بَهَرَهُ: وہ اس پر غالب آیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

البُهْرُ: (باء مضموم) مسلسل اور لگاتار سانس لینا یا سانس چڑھ جانا۔❶

البَهْرُ: (باء مفتوح) مصدر ہے۔ سانس چڑھنا۔ کہا جاتا ہے کہ: بَهَرَهُ الحِمْلُ أیْ أَوْقَعَ علیہ البُهْرُ (باء مضموم)

فَانْبَهَرَ: اس نے اس پر بوجھ ڈالا تو اس کی سانس چڑھ گئی یا سانس پھول گئی۔

البَهَارُ: (باء مفتوح) زمین میں خودرو ایک بیل دار پودا جس کا بیج زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کا نام عینُ البقرِ ہے۔ یہ موسم بہار میں اُگتا ہے۔ اسے لوگ العَرارة کہتے ہیں۔

بَهَرَ القَمَرُ: چاند چمکا اور اس کی تیز روشنی کے باعث تاروں کی چمک ماند پڑ گئی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے:

❶ اس کا معنی موجودہ اصطلاح میں دمہ ہوتا ہے۔

قَمَرٌ بَاهِرٌ: چمکدار چاند۔

بَهَرَ الرَّجُلُ: آدمی نمایاں ہوا۔ دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔

ب ہ ر ج — البَهْرَجُ: بے کار، ردی چیز۔ کہتے ہیں دِرْهَمٌ بَهْرَجٌ کھوٹا درہم۔

ب ہ ش — البَهْشُ: بروزن العَرْش: گوگل۔ حضرت عمرؓ کی روایت کردہ حدیث ہے کہ انہیں اس بات کی خبر ہوئی کہ حضرت ابوموسیٰ اپنے مخصوص لہجے میں بات کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ: إنَّ أبا موسیٰ لَمْ يَكُنْ مِنْ أهلِ البَهْشِ: کہ ابو موسیٰ تو اہل بہش یعنی اہل حجاز میں سے نہیں ہیں کیونکہ مُقل پھل صرف حجاز میں ہوتا ہے۔

ب ہ ط — البَهَطَّةُ: بروزن مَجَرَّةٌ: کھانے کی ایک قسم جسے پانی اور چاول سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ معرّب ہے۔❷

ب ہ ظ — بَهَظَهُ الحِمْلُ: بوجھ نے اسے زیر بار اور عاجز کر دیا۔ اس سے اسم مفعول مبهوظ ہے بمعنی زیر بار۔ بوجھل اس کا باب قَطَعَ ہے۔

أَمْرٌ بَاهِظٌ: بھاری کام یا مشکل کام۔

ب ہ ق — البَهَقُ: سفیدی جو جلد یعنی کھال پر جلد کی رنگت سے الگ ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن

❷ یہ لفظ اردو کا 'بھات' یا 'بھت' ہے۔ جسے سفید چاول بھی کہتے ہیں۔ گوشت میں پکے ہوئے چاول بریانی اور پلاؤ کہلاتے ہیں۔

یہ برص (پھلبھری) کی سفیدی نہیں ہے۔

ب ہ ل — المُبَاهَلة: ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔

الإبْتِهَال: عاجزی، تفرع۔ گریہ وزاری۔ قول خداوندی: ثُمَّ نَبْتَهِلْ: میں ابتہال کا معنی دعاء میں اخلاص ہے۔

البُهْلُول مِنَ الرِّجَال: (باء مضموم) مسخرہ۔ ہنسانے والا۔

ب ہ م — البِهَام: اس کا واحد بَهْمٌ ہے۔

البَهْمُ: اس کا واحد بَهِيمَةٌ ہے۔ بھیڑ کا بچہ، نر ہو یا مادہ۔

السِّخَال: بکری کا بچہ۔ بھیڑ اور بکری کے اکٹھے ہوں تو انہیں بِهَام اور بَهْمٌ بھی کہتے ہیں۔

أمْرٌ مُبْهَم: مشکوک و غیر واضح بات یا معاملہ۔

أبْهَمَ البَابَ: اس نے دروازہ بند کیا۔

الاسماء المُبْهَمَة: نحویوں کے نزدیک اسماء اشارہ کو کہتے ہیں۔

اسْتَبْهَمَ عليه الكلام: اس پر بات مبہم غیر واضح ہوگئی۔ حدیث شریف میں ہے: يُحْشَرُ النَّاسُ حفاةً عراةً بُهْمًا: (قیامت کو) لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن اور گونگے اٹھائے جائیں گے۔ یا جمع کئے جائیں گے اور ان کے پاس کوئی چیز نہ ہوگی۔ اور کہا گیا ہے کہ لوگ أصِحَّاءُ صحیح البدن ہوں گے۔

الإبْهَامُ: انگوٹھا۔ (عربی میں) یہ مؤنث ہے اور اس کی جمع أبَاهِيمُ ہے۔

البَهِيمَةُ: چوپایہ، اس کی جمع البَهَائِمُ ہے۔

الفَرَسُ البُهْمُ: وہ گھوڑا جس کے رنگ سے کوئی دوسرا رنگ نہیں ملتا۔ اس کی جمع بُهُمٌ ہے۔ جیسے رَغِيفٌ کی جمع رُغُفٌ بمعنی روٹیاں ہے۔

ب ہ ا — البَهَاءُ: خوبصورتی۔ کہا جاتا ہے کہ: بَهِيَ الرَّجُلُ (ھاء مکسور) بَهَاءً: وہ خوبصورت ہوا۔ اس کا اسم فاعل بَهِيٌّ بمعنی خوش شکل ہے۔ نیز بَهُوَ (ھاء مضموم) بَهَاءً: اس کا اسم فاعل بھی بَهِيٌّ ہے۔

البَهْوُ: لون، ہال کمرہ۔ گھروں کے سامنے والا گھر کا حصہ۔

المُبَاهَاةُ: ایک دوسرے پر فخر جتانا۔

تَبَاهَوْا: انہوں نے ایک دوسرے پر فخر جتایا۔ لوگوں کا یہ کہنا: أبْهُوا الخَيْلَ: گھوڑوں کو کام سے فارغ چھوڑ دو یعنی ستانے دو۔ اور یہ بات حدیث میں وارد ہے۔

ب و أ — تَبَوَّأَ مَنْزِلًا: وہ منزل پر اترا۔ یا اس نے منزل پر ٹھکانہ کرلیا۔

بَوَّأَهُ اللهُ منزلًا: اس نے اپنے لئے ٹھکانہ بنایا۔

بَـوَّأَهُ منـزلًا: اس نے اس کے لئے (منزل) ٹھکانہ بنایا۔

البَوَاءُ: (باء مفتوح والف ممدود) یکساں، برابر، مساوی۔ محاورہ ہے کہ دَمُ فلانٍ بَوَاء لِدَمِ فلان: فلاں آدمی کا خون فلاں آدمی کے خون کے برابر ہے، جبکہ وہ کفو یعنی ہمسر ہوں۔ حدیث شریف میں ہے:

أمَـرَهُـمْ أنْ يَتَبَـاءَوا: صحیح اَنْ يَتَبَـاوَءُوا بروزن يَتَقَـاوَلُوا ہے۔ وہ برابر ہیں۔

بَـاءُوا بِغَـضَبٍ مِّنَ اللهِ: وہ خدا کا غضب لے کر لوٹے یہی معنی بَاءَ بِاِثْمِهٖ کا ہے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ:

بَـاءَ بِحَقِّهٖ: اس نے اس کے حق کا اقرار کیا۔

ب و ب—تَبَوَّبَ بَوَّابًا: اس نے اسے دربان بنایا۔

هٰـذا مِن بابَتِکَ: یہ تیرے مناسب ہے یا حسب حال ہے۔

ب و ح—أَبَاحَهُ الشَّيْئَ: اس نے اپنے لئے چیز کو حلال کر لیا یا کسی دوسرے کے لئے حلال کر لیا۔

المُبَاح: محظور کی ضد، جائز اور محظور کا معنی ممنوع ہے۔

اسْتَبَـاحَهُ: اس نے اسے جڑ سے اکھاڑ دیا۔

بَاحَ بِسِرِّهٖ: اس نے اپنا بھید ظاہر کر دیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

ب و ر—البُورُ الرَّجُلُ: فاسد و تباہ کن شخص، جس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔

إِمْرَأَةٌ بُورٌ اور قَوْمٌ بُورٌ: تباہ کار عورت اور تباہ کار قوم۔ قول خداوندی ہے:

وكُنْتُمْ قومًا بُورًا: تم تباہ کار قوم تھے۔ اس کا واحد بائر ہے۔ اس کی مثال حائل اور اس کی جمع حُوْل ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ ایک لہجہ ہے۔ بائر کی جمع نہیں ہوتی جس طرح کہا جاتا ہے: اَنْتَ بَشَـرٌ واَنْتُمْ بَشَرٌ بَـارَ فُلَانٌ (يَبُورُ، بَوَارًا): (باء مفتوح) فلاں شخص ہلاک ہو گیا۔

أَبَارَهُ الله: اللہ اس کو ہلاک کر دے۔

رَجُلٌ حـائِرٌ وبَائِرٌ: حائر و بائر، حیران و پریشان اور تباہ و برباد شخص جس کا رخ کسی طرف نہ ہو یعنی جس کی کوئی منزل نہ ہو۔

بائر کا لفظ حائر کا اتباع ہے۔

البُورُ، الثَّوْرُ کی طرح، غیر آباد زمین۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔

بَارَ المَتَاعُ: سامان میں گھاٹا پڑ گیا۔

بَارَ عَمَلُهُ: اس کا کام کم ہو گیا یعنی وہ بے روزگار ہو گیا۔ یہی لفظ قول خداوندی:

وَمَكْرُ أُولٰٓئِکَ هُوَ يَبُوْرُ: (ان کا مکر ہی تباہ ہو کر رہے گا) میں ہے۔

البَـارِيَـا وَالبـورِيا: (الف ممدود)

سرکنڈے کی چٹائی۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ بوریا کو عربی میں بَارِیّ، بوریّ اور بَارِیَۃ کہتے ہیں۔ (تینوں لفظوں میں یاء مشدّد ہے)۔

ب و ز – البَاز: بازی کا دوسرا لہجہ یا تلفظ ہے۔ اس کی جمع اَبْوَازٌ، اور بِیْزَان ہے۔ اور البازی کی جمع بُزَاۃٌ ہے۔

ب و س – البوس: بوسہ فارسی سے معرب ہے اور اس کا باب قَالَ ہے۔

ب و ش – البَوْشُ: (باء مفتوح) ملے جلے لوگوں کی ایک جماعت۔

الأوْشَاب: البَوش کی جمع مقلوب ہے۔ گھٹیا لوگ۔

البُوشِی: عیال دار اور نادار انسان۔

ب و ع – البَاعُ: دو ہاتھ لمبائی، بَاعَ الحَبْلَ: اس نے ہاتھ سے رسی کو ناپا۔ اس کا باب قَالَ ہے جس طرح شَبَّرَہٗ: اس نے بالشت سے ناپا ہے۔

ب و غ – تَبَوَّغَ الدَّمُ: خون نے جوش مارا۔

تَبَيَّغ بصاحبهٖ فَغَلَبَهٗ: اسے اپنے ساتھی پر غصہ آیا تو اس پر غلبہ پالیا۔

تَبَوَّغ الدَّمُ بصَاحِبِهٖ فَقَتَلَهٗ: اس کے خون نے جوش مارا۔ حدیث شریف میں ہے: عَلَيْكُمْ بالحِجامة لا يَتَبَيَّغُ بأحدكم الدَّمُ فَيَقْتُلَهٗ: تمہیں سنگیاں لگوا کر فاسد خون نکلوا دینا چاہئے تاکہ کہیں تمہارا (فاسد) خون جوش نہ مارے تو وہ کسی کو قتل کردے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ اصل میں یَتَبَغّی تھا جو مقلوب ہو کر یتبیَّغ ہوگیا جس طرح جَذَبَ مقلوب ہو کر جَبَذَ ہوگیا۔

ب و ق – البُـــوق: بگل جسے پھونک مارنے کے ذریعے بجایا جاتا ہے۔

البَـائقةُ: آفت، مصیبت، بلا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَا يَدْخُلُ الجَنَّةَ مَن لا يَأمَنُ جَارُهٗ بَـوَائِقَهٗ: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے پڑوسی اس کی آفت و مصیبت سے محفوظ نہ ہوں۔ قتادہ نے کہا کہ بوائقهٗ سے مراد اس کا ظلم اور اس کا لالچ ہے۔ الکسائی نے کہا کہ اس سے مراد اس کی تباہ کاریاں اور شرارت و بدی ہے۔

الباقَةُ: سبزی کی گڈی۔[1]

ب و ل – البَوْلُ: پیشاب۔ اس کی جمع اَبْوَال ہے۔ بَالَ: اس نے پیشاب کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

اَخَذَهٗ بُوَالٌ: (باء مضموم) اسے پیشاب کی بیماری لگ گئی۔ کہا جاتا ہے: الشَراب مَبْوَلة: (میم مفتوح) مشروب پیشاب آور ہے یا شراب پیشاب آور ہے۔

[1] اب اس دور میں الباقة سے مراد گل دستہ ہے۔ (مترجم)

المِبْوَلة: (میم مکسور) وہ برتن جس میں پیشاب کرتے ہیں۔

البَـال: دل، کہا جاتا ہے کہ مَا یَخْطُرُ فُـلانٌ ببَـالي: میرے دل میں فلاں کا خیال نہیں آتا۔

البَـال: خوشحالی۔ کہتے ہیں کہ: فُلانٌ رَخِيُّ البَالِ: فلاں شخص خوش حال ہے۔

البَـال: حال واحوال۔ کہتے ہیں: مَـا بالُک: تیرا کیا حال ہے۔

ب و م - البُـومُ: اور البُومة: اُلّو، یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ تاوقتیکہ صدی اور فیّادٌ کہا جائے تو یہ صرف مذکر کے لئے خاص ہے۔ یہ نام نَر اُلّو کے لئے مخصوص ہیں۔

ب و ن - البَـانُ: ایک درخت کا نام ہے اردو میں بانس کہتے ہیں۔ اس کا واحد البانة: بانس کا ایک درخت۔

ب ی ت - بَیْتٌ: گھر۔ اس کی جمع بُیُوتٌ ہے۔

البَیْتُ: شعر، اس کی جمع أبْیَاتٌ ہے اور 'اباییت' اس کی جمع الجمع ہے۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ یہ جمع اقوال اور اقاوِیْل کی طرح ہے۔ اس کا اسم تصغیر بُیَیْتٌ (باء مضموم) اور بِیَیْتٌ (باء مکسور) ہے۔ عامی زبان میں اسے بُوَیْتٌ کہتے ہیں۔

البَیْتُ: کسی شخص کے اہل وعیال کو بھی کہتے ہیں۔ قول شاعر ہے:

وَبَیْتٍ علی ظهر المطی بَنَیْتُهُ
بـاسم مشقوق الخیاسِیْمِ یَرْعَفُ

یعنی بیت شعر "کَتَبتُهُ بالقلم" وہ شعر جو میں نے قلم سے لکھا۔

البَائت اور البَیُّـوتُ: باسی۔ کہتے ہیں: الـخُبْزُ البائت: باسی روٹی۔

بَاتَ الرَّجُلُ: آدمی نے رات گزاری۔

بـات یَبِیْتُ وبَیَاتٌ بَیْتُوْتَةٌ: رات گزارنا، شب باشی۔

بَاتَ یفعل کذا: اس نے یہ کام کرتے رات گزاردی۔

بَیَّتَ العَـدُوَّ: اس نے رات کے وقت دشمن کو جالیا۔ اس کا اسم البَیَاتُ: شب خون مارنا۔

بَیَّتَ أمْرًا: اس نے رات کو معاملہ طے کیا۔ قول خداوندی ہے: إِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَالَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ: جب وہ راتوں کو ناپسندیدہ باتیں کرتے ہیں۔

ب ی د - البَـیْـدَاءُ: بروزن بَیْضَاءُ: جنگل بیابان۔ اس کی جمع بِیْدٌ ہے بروزن بِیْضٌ. بَادَ: وہ ہلاک اور تباہ و برباد ہوا۔ اس کا باب بَاعَ اور جَلَسَ ہے۔

أبَادَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے ہلاک کرے۔

بَیْدَ: غَیْرَ کے وزن اور معنی کی طرح یعنی بلحاظ وزن ومعنی کہتے ہیں کہ: هُـوَ کثیر

اَلْمَال بَيْدَ اَنَّهُ بَخِيْل: وہ مال دار ہے اس کے باوجود یا برعکس وہ بخیل ہے۔

ب ی س — بَيْسَان: ایک جگہ کا نام ہے جہاں کی شراب مشہور ہے۔

بَيْسَان: دیکھیے بذیل (ب س ن اور ب ی س)

ب ی ض — اَلْبَيَاضُ: سفیدی، سفید رنگ۔

بَيَاضٌ اور بياضة کہنا منزلٌ اور منزلة کی طرح دونوں جائز ہیں۔

بَيَّضَ الشَّيْءَ تَبْيِيضًا فَابْيَضَّ ابْيِضَاضًا، اِبْيَاضَّ ابْيِضَاضًا: (اس نے چیز کو سفید کیا)۔ اَبْيَضُ کی جمع بِيْضٌ ہے۔

بَابَضَهُ فَبَاضَهُ کا باب بَاعَ ہے اس کا معنی ہے کہ وہ سفیدی میں فوقیت لے گیا۔ البتہ يَبُوضُهُ نہیں کہتے۔

هٰذَا اَشَدُّ بَيَاضًا مِنْ كَذَا: یہ فلاں سے زیادہ سفید ہے۔ ان معنوں میں اَبْيَضُ مِنْهُ: نہیں کہنا چاہیے۔ لیکن اہل کوفہ ایسا کہنا جائز سمجھتے ہیں اور اس کے جائز ہونے کی دلیل راجز کا یہ شعر پیش کرتے ہیں:

جَارِيَةٌ فِي دِرْعِهَا الْفَضْفَاضِ
اَبْيَضُ مِنْ اُخْتِ بَنِي اِبَاضِ

''اپنے پھٹے ہوئے چیتھڑوں میں بھی وہ لڑکی بنی اباض کی بہن (عورتوں) سے زیادہ سفید یعنی خوبصورت ہے۔''

المبرد کا کہنا ہے کہ شاذ شعر ایسے اصل قاعدہ کے خلاف حجت نہیں ہو سکتا جس پر اجماع ہو۔ البتہ دوسرا قول:

اِذَا الرِّجَالُ شَتَوْا وَاشْتَدَّ اَكْلُهُمْ
فَاَنْتَ اَبْيَضُهُمْ سِرْبَالَ طَبَّاخِ

''جب لوگ سردیوں میں قحط کے مارے خوراک کی قلت کا شکار ہو جاتے ہیں تو ایسے میں بھی تُو ان سے پہناوے اور کھانے پینے میں سفید تر ہے۔''

ہو سکتا ہے کہ یہاں اَبْيَضُ اَفْعَلُ کے وزن پر تفضیل کے لئے یا تفضیل کے معنوں میں نہ ہو۔ اور یہ اسی طرح جیسے آپ کہیں کہ: هُوَ اَحْسَنُهُمْ وَجْهًا وَكَرِيْمُهُمْ اَبًا: کہ وہ شکل وصورت میں ان میں اچھا ہے اور خاندانی اعتبار سے شریف شکل ہے۔ اس شعر میں شاعر نے گویا یہ کہا ہے کہ تو ان میں ایک خوشحال شخص ہے۔ اضافت کی حالت میں اس نے اپنے مابعد لفظ کو بطور تمیز نصب دی ہے۔ یعنی شکل وصورت اور خوشحالی کے اعتبار سے تو ان سے بہتر ہے۔

اَلْاَبْيَضُ: تلوار اس کی جمع بھی بِيْضٌ ہے۔

اَلْبِيْضَانُ مِنَ النَّاسِ: لوگوں میں سے

سفید لوگ۔ یہ لفظ السُّوْدان (کالے لوگ) کی ضد ہے۔ ابن السّیت کا کہنا ہے کہ الأَبْیَضَانِ: دو سفید چیزوں سے مراد دودھ اور پانی ہے۔

البَیْضَةُ: انڈا، اس کی جمع البَیْض ہے۔

البَیْضَةُ: خصیہ۔

بَیْضَـةُ کُلِّ شَـیْئٍ: ہر چیز کی جانب۔

بَیْضَةُ القَـوْمِ: قوم کا میدان، صحن۔

بَـاضَتِ الطائرۃُ: پرندے نے انڈے دیئے۔ اسم فاعل بائض ہے۔

دجـاجَةٌ بَیُوْض: زیادہ انڈے دینے والی مرغی۔ اس کی جمع بُیُضٌ ہے۔ جس طرح صَبُوْر کی جمع صُبُرٌ ہے۔ ایک لہجہ میں اسے بِیُضٌ بھی کہتے ہیں جس کے مطابق رُسُلٌ کی بجائے رُسْلٌ کہتے ہیں۔ باء کو مکسور محض اس لئے کیا گیا ہے تاکہ یاء برقرار رہے۔

ب ی ع—بَاعَ الشَّیْئَ: یَبِیْعُهُ بَیْعًا ومبیْعًا: اس نے چیز بیچی یا فروخت کی۔ اس کا معنی خرید بھی ہے لیکن یہ شاذ ہے۔ اسے مَبَاعًا پر قیاس کیا گیا ہے۔

بَـاعَـهُ: اس نے اسے خرید لیا۔ یہ لفظ اضداد المعنی الفاظ میں سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لا یخطب الرجل علٰی خِطبَةِ اخـیه ولا یَبِیْعُ علٰی بَیْعِ اخیه: کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے اور نہ بھائی کی خرید کے سودے پر سودا کرے۔ اس حدیث میں بیع کے معنی خرید کے ہیں۔ لیکن ممانعت صرف خریدار پر ہے نہ کہ فروخت کرنے والے پر۔

والشَّـیْئُ مَـبِیْـعٌ اور مَبْیُوْعٌ: بمعنی فروختنی چیز جیسے مَخِیط اور مَخْیُوْط ہے۔ خریدار اور فروخت کرنے والے دونوں کو بَیِّعَان کہتے ہیں یعنی خرید و فروخت کرنے والے۔ (بَیِّعَان میں یاء مشدد ہے)۔

اَبَاعَ الشَّیْئَ: اس نے فروخت کرنے کے لئے چیز (مال) پیش کی۔

الاِبْتِیَاعُ: خرید۔

بِیْعَ الشَّیْئُ: چیز فروخت کی گئی۔ یہ فعل مجہول ہے۔ یہاں باء مکسور ہے۔ کچھ لوگ یاء کو واؤ میں بدل کر اسے بُوْعَ الشَّیْئُ کہتے ہیں۔ یعنی چیز فروخت ہوگئی۔ اس کی مثال: قِیْلَ اور کِیْل وغیرہ ہے۔

بَـایَعَهُ: اس نے اس سے بیعت لی۔ یا اس کی بیعت کی۔ اور اس نے اسے فروخت کیا، دونوں معنی مراد ہیں۔

تَبایَعا: ان دو آدمیوں نے خرید و فروخت کی یا بیعت کی۔

اسْتَبَاعَهُ: اس نے اس سے (کچھ) مول مانگا یا قیمتاً خریدنا چاہا۔

البِيْعَةُ: عبادت گاہ، نصاریٰ کے کنیسہ کی طرح۔

ب ی ن — البَيْنُ: جدائی یا فراق۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

بَيْنُونَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

البَيْنُ: ملاپ، وصل۔ یہ لفظ متضاد المعنی الفاظ میں سے ہے۔ قرآن شریف کی آیت یوں پڑھی گئی ہے: لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنُكُمْ: نون مرفوع اور منصوب دونوں طرح سے۔ رفع کی صورت میں معنی ہوگا کہ تمہارے درمیان ملاپ منقطع ہوگیا اور نصب کی صورت میں 'ما' کو مقدار مان کر معنی یہ ہوگا کہ: لَقَدْ تَقَطَّعَ مَا بَيْنَكم: تمہارے درمیان جو معاملہ ہے وہ منقطع ہو گیا۔

البَــوْنُ: فضل وکرم۔ عنایت وبخشش۔ زیادتی نعمت۔

قَــدْ بَـانَهُ: اس نے اس پر بخشش وعنایت کی۔ اس کا باب قَالَ اور بَاعَ ہے۔

بَيْنَهُمَا بَوْنٌ بعيد وبَيْنٌ بعيد: ان دو کے درمیان بہت دوری ہے۔ یا دور کا فاصلہ ہے، دونوں فصیح ہیں۔ دوری کے معنوں میں اس لفظ کو صرف اس شکل میں استعمال کیا جائے گا کہ: اِنَّ بَيْنَهما بَيْنًا: یقیناً ان دو کے درمیان دوری ہے۔

البَـيَـانُ: فصاحت اور زبان دانی۔

حدیث شریف میں ہے: اِنَّ من البيان لَسِحْرًا: یقیناً بعض بیان جادو اثر ہوتا ہے۔

فُلَانٌ اَبْيَنُ مِنْ فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں شخص سے زیادہ فصیح البیان ہے اور بات کرنے میں زیادہ واضح ہے۔

البَيَان: ایسا بیان بھی کہ جس سے کسی چیز پر دلالت واثبات وغیرہ ہو۔

بَـانَ الشَّيْئُ. بَيْنُ بَيَانًا: اس نے بات واضح کردی۔ بات واضح ہوگئی۔

بَيِّنٌ: ثبوت ودلیل۔

اَبَـانَ الشَّـيْئَ: اس نے بات واضح کردی۔

مُبِيْنٌ: بات واضح کرنے والا۔

اَبَنْتُهُ: میں نے واضح کردیا۔

استبانَ الشَّيْئُ: بات واضح ہوگئی یا ظاہر ہوگئی۔

استبَنْتُهُ: مجھے معلوم ہوگیا۔

تَبَيَّنَ الشَّيْئُ: چیز ظاہر ہوگئی۔

تَبَيَّنْتُهُ: میں نے اسے واضح کر دیا۔ یہ تینوں فعل متعدی بھی ہیں اور لازم بھی۔

التَّبْيِيْن: وضاحت کرنا اور واضح ہونا۔ مثل ہے کہ: قَـدْ بَيَّنَ الصُّبْحُ لِـذِی عَيْنَيْنِ: صبح ہوگئی لیکن آنکھ والوں کے لئے۔ یعنی بات ظاہر ہوگئی لیکن اسی کے لئے جسے سمجھ ہو۔

اَلتِّبْیَانُ: مصدر ہے اور شاذ ہے کیونکہ مصدر صرف تَفْعَال کے وزن پر مثلاً: تذکار، تکرار اور تو کاف آتے ہیں جہاں تاء مفتوح ہوتا ہے۔ یہ مصادر تاء مکسور کے ساتھ تِفْعَال کے وزن پر نہیں آتا۔ سوائے تِبْیَان اور تِلْقَاء کے۔ (لہٰذا یہ شاذ ہے)۔

ضَرَبَهُ فَابَانَ رَاْسَهُ مِنْ جَسَدِهٖ ای فَصَلَهٗ: اس نے اسے مارا تو اس کا سر دھڑ سے جدا ہوگیا۔ اس کا اسم فاعل مُبِیْن ہے۔

اَلْمُبَایَنَةُ: ایک دوسرے سے جدائی۔

تَبَایَنَ الْقَوْمُ: لوگ ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔

تَطْلِیْقَه بَائِنَةٌ: جدا کر دینے والی طلاق۔ یہاں بائِنَةٌ فاعل کی شکل مفعول واضح واقع ہوا ہے۔

غُرَابُ الْبَیْنِ: چتکبرا کوا۔ ابوالغوث کا کہنا ہے کہ اس کوے کی چونچ اور دونوں پنجے سرخ ہوتے ہیں۔ البتہ سیاہ رنگ کے کوے کو اَلْحَاتِمُ کہتے ہیں کیونکہ وہ جدائی کی حتمی پیش گوئی کرتا ہے۔

بَیْنَ: درمیان۔ مثلاً: جَلَسَ بَیْنَ الْقَوْمِ، وہ لوگوں کے درمیان بیٹھا۔ اسی طرح جَلَسَ وَسْطَ الْقَوْمِ: وہ قوم کے وسط میں بیٹھا۔ یہاں 'بَیْنَ' ظرف ہے۔ اگر اسے اسم بنایا جائے تو یہ معرب ہو جائے گا۔ اور کہا جائے گا لقد تَقَطَّعَ بَیْنُکُمْ: تمہارا ملاپ ختم ہوگیا یا کٹ گیا۔ یہاں بَیْنُ مرفوع ہوگا۔

هٰذَا الشَّیْئُ بَیْنَ بَیْنَ: یہ چیز بین بین ہے یعنی درمیانی درجے کی ہے نہ زیادہ اچھی نہ زیادہ بُری۔ بَیْنَا فَعْلَی کے وزن پر، لام پر فتحہ تشبیع کے سبب سے الف میں بدل گئی۔

بَیْنَمَا: بَیْنَ پر مـا کا اضافہ کیا گیا۔

بَیْنَا اور بَیْنَمـا کا ایک ہی معنی ہے مثلاً: بَیْنَا نَحْنُ نَرْقُبُهُ اَتَانَا: یعنی وہ ہمارے پاس اس وقت آیا جب ہم اسے دیکھ ہی رہے یا اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اصمعی بَیْنَا کے بعد آنے والے لفظ کو جر دیتے جب اس لفظ کی جگہ بَیْـنَ بھی مناسب ہوتا۔ اصمعی کے علاوہ دوسرے لوگ مبتدا اور خبر کی بناء پر بینا اور بینما کے بعد والے لفظ کو رفع دیتے تھے۔

ب ی ا: لوگ کہتے ہیں: حَیَّاکَ اللّٰهُ وَبَیَّاکَ. حَیَّاکَ کا معنی ہے اللہ تجھے زندگی دے اور بَیَّاکَ کا مطلب ہے "تجھے تحیات و برکات کے ساتھ اعتماد بخشے۔ یہ اصمعی کی تعریف ہے۔ اور ابن الاعرابی نے کہا کہ اس کا معنی ہے: خدا "تجھے لے آئے" اور الاحمر کا یہ کہنا ہے کہ

اس کا معنی ہے خدا تجھے منزل (مقصود) پر ٹھکانہ دے اس میں سے ہمزہ کو ترک کر دیا گیا اور واؤ کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا اس طرح بَوَّءکَ بَیَّاکَ بن گیا اور یوں یہ حیَّاکَ کے ساتھ اس کا جوڑا بن گیا۔ الفَرَّاء نے الاحمر کی تعریف و تفسیر کو سراہا

ہے۔ حدیث شریف میں اس کا مطلب ہے خدا تجھے ہنسنا نصیب کرے۔ کہا گیا ہے یہ لفظ روایت کی پیروی ہے لیکن ابو عُبیدہ نے اس رائے کا رَدّ کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر ایسی بات ہوتی تو پھر اس لفظ میں 'واؤ' کا حذف نہ ہوتا۔

باب التّاء

ت ۱ — التّاء: حروف زائدہ میں سے ایک حرف ہے جو فعل مستقبل کے مخاطب کے صیغے میں بڑھایا جاتا ہے مثلاً: کہتے ہیں کہ اَنْتَ تَفْعَلُ: تو کرے گا۔ اسی طرح فعل امر غائب میں یہ داخل کیا جاتا ہے مثلاً: لِتَقُمْ ھِنْدٌ: ہند کھڑی ہو جائے۔ ممکن ہے کہ اسے امر مخاطب پر بھی داخل کیا گیا ہو مثلاً: قول خداوندی: فَبِذٰلِکَ فَلْتَفْرَحُوْا: (پس اس کے ذریعے تم خوش ہو جاؤ)۔ اخفش نے کہا ہے کہ امر مخاطب پر لام کا اضافہ ایک رڈی لغت (لہجہ) ہے۔ امر کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بدلے آپ اِفْعَلْ کہہ سکتے ہیں۔ اس میں تعذر پایا جاتا ہے۔ یہ حرف فعل مجہول پر بھی داخل ہوتا ہے مثلاً: آپ کسی انسان کے خوش ہونے کے موقع پر کہتے ہیں: لِتُنْزَہْ یا رَجُلُ! اے آدمی تو خوش ہو جائے۔ اور: لِتُعْنَ بِحَاجَتِی! میری حاجت پوری کی جائے۔

تاء: قسم کے لئے واؤ کے بدلے استعمال ہوتی ہے اور 'واؤ' باء کے بدلے استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: تَاللّٰہِ لقد کان کذا: اللہ کی قسم بات اس طرح تھی۔ قسم کے لئے حرف تاء اللہ کے سواء اور کسی نام پر داخل نہیں ہوتا۔ یہ حرف فعل مستقبل کے واحد غائب کے صیغے کے شروع میں داخل ہوتا ہے اور فعل ماضی کے آخر میں مثلاً: ھِیَ تَفْعَلُ اور فَعَلَتْ. اگر یہ اسم کے آخر میں آئے تو یہ ضمیر ہوتا ہے اور اگر پہلے آئے تو علامت ہوتا ہے۔[1] فَعَلْتُ میں تاء ضمیر فاعل ہے۔ اس صیغہ میں مذکر و مؤنث دونوں مشترک اور یکساں ہوتے ہیں۔ البتہ اگر اسے مخاطب کے صیغے میں مذکر کے لئے استعمال کرنا ہو تو تاء مفتوح ہوگا اور گر مؤنث کے لئے ہو تو مکسور ہوگا۔ تاء قافیہ والے قصیدے کو قصیدہ تَاوِیَۃ کہیں گے۔

تاء: مؤنث کے لئے اسم اشارہ ہے جس طرح 'ذا' مذکر کے لئے تِہٖ، ذِہٖ کی طرح ہے، تان، تثنیہ کے لئے اور اُولاء جمع کے لئے ہے۔ اس حرف پر 'ھا' تنبیہ کے لئے داخل ہوتا ہے مثلاً: ھاتا ھند، ھَاتَان اور ھٰؤلاء: جب اسے مخاطب کے لئے استعمال کرنا ہو تو اس کے آخر میں کاف

---

[1] ابن بری نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ اور کہا کہ تاء تانیث کسی بھی حالت میں حرف کی حیثیت سے نہیں ۞، خواہ پہلے آئے یا آخر میں۔

لکھیں گے مثلاً: تِیْکَ، تِلْکَ، تَاکَ، وتَلْکَ (تاء مفتوح) لیکن یہ گھٹیا لغت (لہجہ) ہے۔ تثنیہ کے لئے تَانِکَ اور تانِکَ (نون مشدّد) اور جمع کیلئے اُولٰئِکَ، اولاکَ اور اولالِکَ.

کاف مخاطب کے صیغے میں مذکر و مؤنث، تثنیہ اور جمع کے لئے ہے اور کاف سے پہلے کا حرف مشارٌ الیہ کے لئے جس میں مذکر و مؤنث و تثنیہ اور جمع سب شامل ہیں۔ اگر آپ یہ قاعدہ حفظ کرلیں تو ان مسائل میں آپ کبھی بھی غلطی نہ کریں گے۔

تِیْکَ اور تَاکَ پر 'ھا' داخل کریں تو کہیں گے۔

هَاتِيْكَ هندٌ وهَاتَاکَ هندٌ. البتہ تِلْکَ پر 'ھا' داخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ لام 'ھاءِ تنبیہ' کا عوض ہے۔

تَالِکَ بھی تِلْکَ کا ایک اور لہجہ (لغت) ہے۔

ت ا ت ا - رَجُلٌ تَأْتَاءٌ: بروزن فَعْلَالٌ: توتلا آدمی جو بات کرتے وقت تاء کی آواز نکالنے میں ہکلاتا ہو۔

تؤدة: دیکھئے بذیل (ؤ ا د)

ت أ م - أَتْأَمَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے دو بچوں کو اکٹھے جنم دیا۔ یعنی جوڑا پیدا کیا۔ ایسی عورت کو مُتْئِمٌ کہتے ہیں اور جڑواں بچوں کو التوءمان کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ هذا تَوْءَمٌ: یہ جڑواں بچہ ہے۔ یہ فَوْعَل کے وزن پر ہے۔

هذهٖ تَوْءَمَةٌ: یہ جڑواں بچی ہے۔ ان کی جمع تَوَائِم ہے۔ جیسے قَشْعَمٌ کی جمع قَشَاعِمٌ.

تُوام بروزن حُطَام: جب یہ تعلق دو آدمیوں کے درمیان ہو اس کا جمع مذکر 'واؤ' نون کے ساتھ بنانے اور جمع مؤنث 'ت' کے ساتھ بنانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

ت ب ب - التَّبَابُ: (تاء مفتوح) خسارہ اور ہلاکت، کہتے ہیں: تَبَبْتَ (تو ہلاک ہوجائے یا ہلاک ہوگیا)

یا رَجُلُ. تَبَبْ تبابًا: اے شخص تو ہلاک ہو۔ (دوسری تاء مکسور) تَبَّتْ يَدَاهُ، تَبَّالَهُ: منصوب علی المصدر ہیں اور فعل کے اندر ہی ضمیر موجود ہے۔ یعنی اللہ اس کے ہاتھ ہلاک کردے یا اسے ہلاک کردے یا اسے تباہ کردے۔

اِسْتَتَبَّ الأمرُ: کام بن گیا اور سنور گیا۔

ت ب ر - التِبرُ: غیر مضروب یعنی بے ڈھلا سونا۔ اور جب اس سونے سے سکے ڈھالے جائیں تو اسے عینٌ (نقدی) کہیں گے۔ سونے کے علاوہ اور کسی دھات کو تِبر نہیں کہتے البتہ بعض لوگ چاندی کو تِبر کہتے ہیں۔

التَّبَار: (تاء مفتوح) ہلاکت۔

تَبَّرهُ تَتْبِيرًا: اس نے اسے ہلاک کردیا

(یا بد دعا کے طور پر) اللہ اسے ہلاک کر دے۔

هٰـؤُلَاءِ مُقَـبَّـرٌ مَاهُـم فِيْهِ: وہ اپنے کرتوتوں کے باعث ہلاک ہونے والے ہیں۔

ت ب ع — تَبِعَهُ: وہ اس کے پیچھے چلا، یا اس نے اس کی پیروی کی۔ اس کا باب طَرِبَ اور سَلِمَ ہے۔ اسی طرح اِتَّبَعَهُ اِفتعل باب سے ہے اور اُتْبِعَ اَفعل باب سے کسی آگے جانے والے کے پیچھے چلا اور اس سے جا ملا۔

اَتْبَعَ غَيْرَهُ: اس نے کسی دوسرے کے پیچھے کچھ یا کسی کو روانہ کیا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔ اخفش نے کہا کہ تَبِعَهُ اور اَتْبَعَهُ ہم معنی ہیں۔ جس طرح رَدِفَهُ اور اَرْدَفَهُ ہم معنی ہیں۔ یہی لفظ قول خداوندی: اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْـبَعَهُ شِهَابٌ ثَـاقِبٌ: ''سوائے اس کے کہ کوئی کچھ اچک لے جائے تو شہاب ثاقب اس کا پیچھا کرتے ہیں۔'' میں ہے۔

التَّبَعُ: (پیروکار) واحد اور جمع دونوں کے لئے ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا: ہم تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اس کی جمع اَتْبَاع ہے۔ تَابَعَهُ علٰی كَذَا مُتَابَعَةً دِتبَاعًا: اس نے اس بات پر اس کی پیروی کی۔

التِّبَاعُ: (تاء مکسور) کا معنی بھی ولاء اور تابعداری ہے۔

تَـابَعَ الرَّجُلُ عَمَلَهُ: آدمی نے اپنا کام جاری رکھا یا اپنے کام کو مضبوط اور مستحکم کیا۔ حضرت ابو واقد اللیثی سے روایت کی گئی حدیث ہے: تَـابَعْنَا الأعْـمَـال فَـلَمْ نَجِـدْ شَـيْـئًا اَبْلَغَ فِى طَلَبِ الآخِرَة مِنَ الزُّهْدِ فِـى الدُّنيا: ہم نے کاموں اور اعمال کی خوب جانچ پڑتال کی لیکن ہم نے طلب آخرت کے لئے دنیا سے بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں پائی۔

تَتَبَّعَ الشَّـيْئَ: اس نے مسلسل کسی چیز کی تلاش کی یا ٹوہ لگائی۔

تَبَّـعَهُ: (باء مشدد) کا بھی یہی معنی ہے۔

التِّبَـاعَةُ: (نون مکسور) تَبِعَة کی طرح ہے۔

التَّبِعَةُ: پیش رو، جس کی اتباع کی جائے۔ فارابی نے اس کا ذکر دیوان میں کیا ہے۔

التَّـبِيْعُ: تابع یا پیروکار۔ قول خداوندی ہے: ثُـمَّ لَا تَجِـدُوا لَكُـم عَـلَيْنَا بِـهٖ تَبِيْعًا: پھر تمہیں ہمارے خلاف کوئی پیرو نہیں ملے گا۔ الفراء نے تَبِيْعٌ کا ترجمہ ثائر اور طالب کیا ہے اور اس کا معنی تابع ہے۔

التَّبِيْعُ: گائے کا بچھڑا جس کی عمر ایک سال ہو۔ اس کی مؤنث یعنی بچھیا کو

التَّبِيْعَةُ کہیں گے اور جمع تِبَـاعٌ (تاء مکسور) اور اَفِيْل و اَفَائِل کے وزن پر تَبَابِعُ ہوگی۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ: مَعَهُ تابِعَةٌ کا معنی ہے کہ اس کے ساتھ جن ہے۔

ت ب ل – التَّابَلُ: (باء مفتوح و مکسور) ہانڈی، اس کی جمع تَوَابِل ہے۔❶

ت ب ن – التِّبْن: چارہ۔ اس کا واحد تِبْنَةٌ ہے۔

التَّبْنُ: مصدر ہے بمعنی چارہ ڈالنا۔ مثلاً: تَبَـنَ الـدابَّةَ: اس نے مویشیوں کو چارہ ڈالا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

تَبَّنَ تَبْيِنًا: اس نے دقّتِ نظر سے دیکھا۔ حضرت سالم بن عبداللہؓ کی روایت کردہ حدیث میں یہ لفظ آیا ہے۔

التَّبَّانُ: چارہ فروش۔ اور اگر آپ اسے فَعْلَانٌ کے وزن پر تَبٌّ سے تَبّان بنائیں تو پھر یہ منصرف نہیں ہوگا۔

التُّبَّانُ: (تاء مضموم اور باء مشدّد) بالشت بھر جانگیا جس سے ستر عورت ہو سکے جو خاصا گاڑھا یعنی موٹے کپڑے کا ہوتا ہے جو عام طور پر ملاح لوگ پہنتے ہیں۔

ت ج ا – تَجَاجَأَ: لوٹا، واپس مڑا۔

ت ج ر – تَجَـرَ: (باب نَصَرَ کَتَبَ) اور اتَّجَرَ اِتِّجَارًا: اس نے تجارت کی۔ اسم فاعل تَاجِرٌ (کاروباری) اس کی جمع صاحب سے صَحْبٌ کی طرح تَجْرٌ اور تِجَارٌ (تاء مکسور) اور تُجَّارٌ (تاء مضموم اور جیم مشدّد) ہے۔

ت ح ف – التُّحْفَةُ: ازراہِ لطف ومہربانی جو چیز آپ کسی کو پیش کریں۔

التُّحَـفَـةُ: (حاء مفتوح) کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی جمع تُحَفٌ ہے۔

ت خ خ – التَّخُّ: (تاء مفتوح) گندھا ہوا خمیر شدہ آٹا۔

تَخَّ يَتِخُّ: (تاء مکسور) تُخُوخَةٌ (خاء اول مضموم)۔ خمیر کرنا۔

اِتَّخَهُ صَاحِبُهُ: اس کے ساتھی نے اسے کھٹا (بددل) کردیا۔

ت خ م – التَّخْمُ: (تاء مفتوح) ہر گاؤں کا آخری کنارہ یا ہر زمین کی آخری حد۔ اسکی جمع فلس سے فُلُوْس کی طرح تُخُوم ہے۔ الفَرَّاء نے کہا کہ: تُخُوْمُ الأَرْضِ حُدُوْدُها: زمین کی تُخُوم حدیں، اس کی سرحدیں ہیں۔ ابوعمرو کا کہنا ہے کہ تُخُوم سے مراد زمین کی آخری حدود ہیں۔ اس کی جمع صبُور سے صُبُرٌ کی طرح تُخُمٌ ہے۔

التُّخَمَةُ: اس کی اصل 'واؤ' ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر (و خ م) کی ذیل میں ہوگا۔

ت ر ب – التُّـرَابُ: التَّوْرَابُ،

❶ اب تَوَابِل گرم مسالہ جات کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا ہم معنی لفظ بَهَارَات ہے۔ (مترجم)

التَّوْرَبُ، التَّيْرَبُ، التَّيْرَابُ، التَّرْبَاءُ (تاء مفتوح)، التُّرْبُ، التُّرْبَةُ (تاء مضموم) تمام اوزان ہم معنی ہیں، جس کا معنی مٹی ہے۔ تُراب کی جمع اَتْرِبَةٌ اور تِرْبان (تاء مکسور) ہے۔

تَرِبَ الشَّيْئُ: چیز خاک آلود ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسی سے تَرِبَ الرَّجُلُ: آدمی خاک آلود یعنی کنگال ہو گیا۔ گویا اسے مٹی لگ گئی ہے۔

تَرِبَتْ يَدَاهُ: اس کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہو گئے۔ یہ بددعا ہے۔ یعنی اس کا بھلا نہ ہو۔

تَرَّبَهُ تَتْرِيبًا فَتَتَرَّبَ: اس نے اسے خاک آلود کردیا تو وہ خاک آلود ہو گیا یعنی اس نے اسے مٹی یا گارے میں لتھیڑا تو وہ مٹی یا گارے میں لتھڑ گیا۔

أَتْرَبَهُ: اس نے اس پر مٹی ڈال دی۔

حدیث شریف میں ہے:

أَتْرَبَهُ: اس نے اس پر مٹی ڈال دی۔

حدیث شریف میں ہے: أَتْرِبُوا الْكِتَابَ فَإِنَّهُ أَنْجَحُ لِلْحَاجَةِ.

أَتْرَبَ الرجل: آدمی بے نیاز ہو گیا یعنی اس کی نظر میں مال کی قدر و قیمت خاک کے برابر ہو گئی۔

الْمَتْرَبَةُ: مسکنت، غربت، فاقہ۔

مِسْكِيْنٌ ذُوْمَتْرَبَةٍ: گرد آلود یا خاک آلود مسکین۔

التِّرْبُ: (تاء مکسور) ہم عمر، اس کی جمع أَتْرَابٌ ہے۔

التَّرْبِيْبَةُ: تحریک، حرکت دینا، ہلانا۔

حدیث شریف میں ہے: تَرْتِرُوهُ وَمَزْمِزُوهُ.

ت ر ج — الْأَتْرُجَّةُ: وَالْأُتْرُجُّ (دونوں لفظوں میں ہمزہ اور راء مضموم، اور جیم مشدّد) چکوترا یا چکودرا، گرے فروٹ۔

ت ر ح — التَّرَحُ: غمی اور دکھ، الفَرَحُ کی ضد، اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ت ر س — التُّرْسُ: ڈھال۔ اس کی جمع عِنَبَةٌ کے وزن پر تِرَسَةٌ اور تِرَاسٌ (تاء مکسور) ہے۔

رَجُلٌ تَارِسٌ: ڈھال والا آدمی۔

تَرَّاسٌ: ڈھال کا مالک۔

التَّتَرُّسُ: ڈھال کے ذریعے اپنے آپ کو چھپانا یا بچانا۔

التَّتْرِيْسُ کا بھی یہی معنی ہے۔

الْمِتْرَسُ: وہ لکڑی جو دروازے کے پیچھے رکھی جاتی ہے۔ (غالبًا دروازے بند کرنے کے لئے)۔

ت ر ع — تَرِعَ الْإِنَاءُ: برتن بھر گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

أَتْرَعَهُ غَيْرُهُ: کسی نے اسے بھر دیا۔

حَوْضٌ تَرَعٌ: (تاء اور راء مفتوح) بھرا ہوا حوض۔
جَفْنَةٌ مُتْرَعَةٌ: پانی بھرا لگن۔
التُّرْعَةُ بروزن الجُرعَةُ: دروازہ۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ مِنْبَرِی هٰذا عَلٰی تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الجَنَّةِ: بے شک میرا یہ منبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ پر (واقع) ہے۔ کہا گیا ہے کہ التُرْعَة کا معنی باغ ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ التُرعة کا معنی درجہ یا زینہ ہے۔
التِّرْعَةُ: نہروں یا کاریزوں کے دہانے۔
ت ر ف – التَّرَفُ: خوشحالی۔ سرمایہ داری۔ مال مست ہونا۔
أَتْرَفَتْهُ النِّعْمَةُ: دولت اور نعمتوں نے اسے مال مست اور سرکش کر دیا۔
ت ر ق – التِّرْيَاقُ: زہر اُتارنے کی دواء۔ فارسی سے معرب ہے۔
التَّرْقُوَةُ: گلے اور کندھے کے درمیان کی ہڈی۔ تاء کو مضموم کر کے تُرقوہ نہیں کہنا یا پڑھنا چاہئے۔
تَرْقُوَة: دیکھئے بذیل (ت ر ق)
ت ر ک – تَرَكَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو چھوڑ دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
تَارَكَهُ البَيْعَ مُتَارَكَةً: اس نے اس سے کاروبار ترک کروا دیا، یا چھڑوا دیا۔

تَرِكَةُ المَيِّتِ: مرنے والا کا وراثت میں چھوڑا ہوا مال یا جائداد۔
التُّرْكُ: تُرک قوم۔
ت ر ه – التُّرَّهَاتُ: پگڈنڈیاں اور چھوٹے راستے جو شاہراہ سے جدا ہوتے ہیں۔ اس کا واحد تُرَّهَةٌ ہے۔ فارسی سے معرب ہے۔ بعد میں اس لفظ کا استعمال بیکار چیز کے لئے بطور استعارہ ہونے لگا۔
تِرْيَاق: دیکھئے بذیل (ت ر ق)
ت س ع – التُّسْعُ: (تاء مضموم) نواں حصہ بنانا۔ التَّسِيْعُ کا بھی یہی معنی ہے۔
التَّاسُوْعاء: (الف ممدود) عاشورا سے پہلے (نواں) دن۔ میرا خیال ہے کہ یہ لفظ دخیل یا بعد میں ایجاد شدہ لفظ ہے۔
تَسَعَ القَوْمَ: (اس کا باب قَطَعَ ہے) اس نے لوگوں سے ان کے مال کا نواں حصہ لیا یا وہ نوواں آدمی تھا۔
أَتْسَعَ القَوْمُ: لوگ نو۹، نو۹ ہو گئے یا نو میں بٹ گئے۔
تَضْيِيْع: دیکھئے بذیل (ض ی ع اور بذیل ض و ع)
تَعَالَ: دیکھئے بذیل (ع ل ا)
ت ع س – التَّعْسُ: ہلاکت۔ اس کی اصل كَبٌّ ہے جو انتعاش، نشاط طبع اور صحت یابی کی ضد ہے۔
قَدْ تَعَسَ: وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کا باب

قَطَعَ ہے۔
اَتْعَسَهُ اللّٰه: اللہ اسے ہلاک کرے، بطور بددعا لوگ کہتے ہیں: تَعْسًا لِفُلَانٍ: فلاں شخص ہلاک ہوجائے یا اللہ اس شخص کو ہلاک کرے۔

ت ع ع — التَّعْتَعَةُ: بولتے اور بات کرتے وقت ہکلانا۔

ت ف أ — تَفِئَ وتَفَأً: وہ غضبناک یا غصے ہوا، یا ناراض ہوا۔

ت ف ث — التَّفَثُ فِي الْمَنَاسِكِ: مناسک حج کے دوران ناخن کٹوانا یعنی ناخن تراشنا، مونچھیں منڈھوانا، سر منڈھانا۔ بغلوں کے بال اور زیر ناف بال اتارنا، رمی جمار، قربانی وغیرہ قسم کے کام۔

ت ف ل — اَلتَّفْلُ: (تھوکنا) بجلی کی چمک کے مشابہ صورت حال۔ جس کا پہلا درجہ برق (بجلی) دوسرا درجہ تَفل تیسرا درجہ، نفث اور پھر (آخری درجہ) نفخ ہے۔
قَدْ تَفَلَ: اس نے تھوکا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

ت ف ہ — التَّافِهُ: حقیر اور معمولی۔
قَدْ تَفِهَ: اس کا باب طَرِبَ ہے۔ قرآن کے ذکر کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ: لَايَتْفَهُ وَلَا يَتَشَانُّ: ”نہ وہ حقیر ہوتا ہے اور نہ پرانا اور بوسیدہ ہوتا ہے“۔ لوگوں کے اس قول کے کثرت تکرار کی بناء پر کہ:
تَشَانَّتِ الْقِرْبَةُ: یعنی مشک پرانی ہوگئی اور شَنّ بن گئی۔

ت ق ن — إِتْقَانُ الْأَمْرِ: کام پختہ اور مستحکم کرنا۔

ت ک ک — التِّكَّةُ: اس کی جمع التِّكَكُ ہے۔ ازار بند۔

ت ل د — التَّالِدُ والتِّلَادُ و اِتْلَادُ (دونوں میں تاء مکسور) اور التَّلَادُ (تاء مفتوح) پرانا اصلی مال جو خود آپ نے کمایا ہو۔ اس کی ضد طَارِق ہے۔ بمعنی نیا پیدا ہونے والا یا ہاتھ آنے والا مال۔ حدیث شریف میں ہے: هُنَّ مِنْ تِلَادِيْ: یعنی جو سورتیں قرآن سے لی ہیں یہ اصلی اور قدیمی ہیں۔
التَّلِيْدُ بروزن وَلِيد: وہ بچہ جو عجم میں پیدا ہوا ہو، اور پھر بچپن میں ہی بلاد میں آکر پلا بڑھا ہو۔ انہیں معنوں میں حضرت شریح کی ایک ایسے شخص کے بارے میں حدیث ہے، جس نے ایک لونڈی خریدی اور یہ شرط رکھی کہ وہ مولّد ہو لیکن اس نے اسے تلید پایا تو اسے لوٹا دیا۔
المولدة، التلاد کی طرح ہے یعنی وہ بچہ جو خود آپ کے ہاں پیدا ہوا ہو۔

ت ل ع — التَّلْعَةُ: بروزن القَلْعَة: سطح مرتفع۔ زمین سے ابھری ہوئی یا دھنسی ہوئی

جگہ۔ ابوعُبَیدہ کے نزدیک یہ کلمات اضداد میں سے ہے جس کے دو متضاد معنی ہوتے ہیں۔

ت ل ف — **اَلتَّلَفُ**: ہلاک یا تلف ہونا۔ اس کا باب طَـرِب ہے۔

رَجُـلٌ مِتْـلَاف: فضول خرچ شخص۔

ت ل ل — **اَلتَّلُّ**: اس کی جمع اَلتِّلَال اور اَلتُّلُول ہے بمعنی گردن۔ ❶

تَلْتَلَهٗ: اس نے اسے ہلا دیا یا کمزور کر دیا۔

تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ: اس (حضرت ابراہیمؑ) نے اس (حضرت اسماعیلؑ) کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ اسی طرح اس کا ہم معنی لفظ کَـبَّهٗ لِـوَجْهِهٖ: یعنی اس نے اسے اوندھا گرا دیا۔

ت ل ا — **تِلْوُ الشَّیْئِ**: چیز کے پیچھے۔

تِلْوُ النَّاقَةِ: اونٹنی کا وہ بچہ جو اس کے پیچھے ہو۔

تَـلَا الْقُرآن یتلوہ تـلاوۃ: اس نے قرآن کی تلاوت کی، وہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔

تَلَوْتُ الـرَّجُلَ: میں آدمی کے پیچھے چل پڑا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

جَاءَتِ الْخَیْلُ تَتَالِیًا: گھوڑے (گھڑ سوار) آگے پیچھے ہو کر آئے۔

ت م ر — **اَلتَّمْرُ**: کھجور اسم جنس ہے۔ اس کا واحد تـمـرۃٌ کھجور کا ایک دانہ، اس کی جمع تَمَرَاتٌ (میم مفتوح) اور تَمْرٌ کی جمع تُمُور اور تُمْرَان (تاء مضموم) ہے۔ اور اس سے مراد کھجور کی انواع واقسام ہیں۔ کیونکہ اسم جنس کی حقیقت میں جمع نہیں بنتی۔

اَلتَّامِـرُ: وہ شخص جس کے پاس کھجوریں ہوں۔

رَجُـلٌ تَامِرٌ وَلَابِنٌ: وہ شخص جس کے پاس کھجوریں اور دودھ ہو۔

اَلتَّـامِرُ: کھجوریں کھلانے والے کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَلتَّمَّارُ: کھجور فروش (تاء مفتوح اور میم مشدّد)۔

اَلتَّمْرِیُّ: وہ شخص جسے کھجور بہت پسند ہو۔

اَلْمُتْـمِرُ: وہ شخص جس کے پاس بہت کھجوریں ہوں۔ کہا جاتا ہے: اَتْـمَـرَ فُلَانٌ: یعنی فلاں شخص کے پاس بہت کھجوریں ہو گئیں۔

اَلْمَـتْـمُوْرُ: وہ شخص جسے کھجوریں دی جائیں یا جس کا زادِ راہ کھجوریں ہوں۔

ت م م — **تَمَّ الشَّیْئُ یَتِمُّ**: (تاء مکسور) تَمَـامًا اور اَتَـمَّهٗ وغیرہ اور تَـمَّـمَهٗ واسْتَتَمَّهٗ سب الفاظ ہم معنی ہیں۔

اَتَـمَّتِ الْحُبْلٰی: حاملہ عورت کے حمل کے دن پورے ہو گئے۔ ایسی حاملہ عورت کو

❶ اب تَلّ ٹیلے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

مُتِمٌّ کہتے ہیں۔
وَلَدَتْ لِتِمَامٍ وتَمَامٍ: اس عورت نے پورے دنوں کا بچہ جنا۔
وُلِدَ المَولُودُ لِتِمامٍ وتَمامٍ: بچہ پورے دنوں کا پیدا ہوا۔
قَمَرٌ تَمامٌ وتِمَامٌ: پورا چاند۔ ماہ بدر۔ چودھویں کا چاند اور ماہ تمام۔
لَيلُ التِّمامِ: (تاء مکسور فقط) سال کی طویل ترین رات۔
التَّمِيمَةُ: تعویز یا نقش جو انسان گلے میں ڈالتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَلا أَتَمَّ اللهُ لَهُ: "یعنی وہ جس کسی نے گلے میں تعویز ڈالا تو خدا اسے زندگی پوری کرنا نصیب نہ کرے یعنی جواں مرگ ہو۔" کہا گیا ہے کہ اس تعویز سے وہ منکے وغیرہ مراد ہیں جو لوگ گلے میں ڈالتے ہیں۔
رہے وہ تعویز جن میں قرآنی آیات اور اللہ تعالیٰ کے اسماء درج ہوں تو ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔
التَّمْتَامُ: توتلا انسان۔ جو تاء کی آواز نکالتے وقت تُتلاتا ہو۔
تَتَامُّوا: وہ سب لوگ تُتلاتے ہوئے آئے۔
ت ن أ — تَنَأَ بالبَلَدِ تُنُوءًا: اس نے شہر میں بُود و باش یا سکونت اختیار کی۔
التَّانِي: ساکن، بود و باش اختیار کرنے والا۔
هُمْ تِنَاءُ البَلَدِ: وہ علاقے یا شہر کے رہنے والے ہیں۔ اس کا اسم تَنَاءَةٌ ہے۔
ت ن ر — التَّنُّورُ: تنور جس میں روٹی پکاتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: وَفَارَ التَّنُّورُ: تنور بھڑک اُٹھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس لفظ سے مراد روئے زمین یا سطح زمین ہے۔
ت ن ف — التَّنُوفَةُ: نجات اور چھٹکارا۔
ت ن ن — التِّنِّينُ: سانپوں کی ایک قسم۔
تَنُّور: دیکھئے بذیل (ت ن ر)
ت ہ م — تِهَامَةُ: ایک ملک کا نام ہے۔ اس سے صفت نسبتی تِهَامِيٌّ ہے۔ اور تَهَامٌ بھی۔ اگر تاء کو مفتوح پڑھیں تو پھر یاء کو مشدّد نہیں پڑھیں گے۔ لوگ جس طرح کہتے ہیں: رَجُلٌ يَمَانٍ شَآمٍ وقَومٌ تَهَامُونَ: جیسے لوگ کہتے ہیں قَومٌ يَمانُونَ۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ بعض لوگ اس سے نسبت تَهَامِيٌّ، يَمَانِيٌّ اور شَآمِيٌّ (حرف اول مفتوح اور یاء مشدّد) بھی کہتے ہیں۔
أَتْهَمَ الرَّجُلُ: آدمی تہامہ کی طرف چلا گیا۔
التُّهَمَةُ: اس کی اصل 'واوٗ' ہے لہٰذا اس کا ذکر 'و ہ م' کی ذیل میں کیا جائے گا۔

تُھْمَۃٌ: دیکھئے بذیل (و ہ م)

ت و ب – التَوْبَۃُ: گناہوں سے رجوع۔

اس کا باب قَالَ ہے۔

اور تَوْبَۃٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ اخفش کا کہنا ہے کہ التَّوْبُ، تَوبَۃٌ کی جمع ہے جیسے عَوْمَۃٌ کی جمع عَوْمٌ ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ علامہ جوہری نے (ع و م) کے تحت عومۃ کا معنی بیان نہیں کیا۔ اور مجھے بھی الصحاح کے علاوہ اپنے پاس اصول لغت کی کتابوں میں یہ لفظ نہیں ملا۔ البتہ التوب کی اس سے زیادہ مشہور مثال دَوْمَۃ کی جمع دَوْمٌ ہے۔ جس کا معنی گوگل کا درخت ہے۔ صاحب کتاب نے کہا کہ: المَتَابُ: توبہ۔ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ: اللہ اسے توبہ کی توفیق دے۔ سیبویہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ: التَّتْوِبَۃُ بروزن التَّبْصِرَۃ کا معنی بھی توبہ ہے۔

اِسْتَتَابَہُ: اس نے اسے توبہ کرنے کو کہا۔

ت و ت – التُّوتُ: توت، شہتوت۔

اسے التُّوث نہیں کہنا چاہیے۔

ت و ج – التَّاجُ: تاج، کلغی۔

تَوَّجَہُ فَتَتَوَّجَ: اس نے اسے تاج پہنایا تو اس نے پہن لیا۔

ت و ر – التَّوْرُ: پانی یا کوئی چیز پینے کا برتن۔

ت و ق – تَاقَتْ نَفْسُہُ اِلَی الشَّیئِ: اس کا نفس کسی چیز کا مشتاق ہوا۔

اِشْتَاقَتْ اِلَیْہ: وہ اس کی مشتاق ہوئی یا اس نے اس کی چاہت کی اس کا باب قَالَ ہے۔ اور تَوَقَان (واؤ مفتوح) بھی ہے۔

تَوَّۃ: دیکھئے بذیل (ت ی ہ)

ت و ی – التَّوُّ: فرد، ایک۔ حدیث شریف میں ہے: الطَّوَافُ تَوٌّ، والسَّعْیُ تَوٌّ والاستِجمارُ تَوٌّ: طواف ایک مستقل عبادت ہے، سعی ایک مستقل عبادت اور رمی جمار (شیطانوں کو کنکریاں مارنا) ایک مستقل عبادت ہے۔

التَّوَی – التَّوَیٰ: (مقصور) مال و دولت ضائع ہوجانا۔ اس کا باب صَدِیَ ہے اور اسم فاعل تَوٍ ہے۔

ت ی ر – تَیَّار: موج، لہر اور کرنٹ۔

فَعَلَ ذٰلِکَ تارۃً ای مرۃً بعد مرّۃٍ: اس نے یہ کام بار بار یکے بعد دیگرے (کبھی کبھار) کیا۔ اس کی جمع تَارَاتٌ اور عِنَبٌ کی طرح تِیَرٌ بھی ہے۔ لوگوں نے یوں بھی کہا ہے کہ فَعَلَہُ تارًا بَعد تَارٍ: اس نے یکے بعد دیگرے یہ کام کیا۔

اس میں 'ۃ' نہیں ہے۔

تَیْرَابٌ: دیکھئے بذیل (ت ر ب)

ت ی س – التَّیْسُ: بکرا، اس کی جمع تُیُوسٌ اور اَتْیَاسٌ ہے۔

فی فُلانٍ تَیْسِیَّۃٌ اور بعض لوگوں نے

تَيْسُوْسِيَّةٌ بروزن تَيْفُوْقِيَّةٌ کہا ہے۔ مجھے معلوم نہیں ان دونوں میں سے کون سا صحیح ہے۔

ت ی ع — التِّيْعَةُ: (تاء مکسور) بروزن البِيْعَةُ: چالیس بکریاں حدیث شریف میں ہے کہ چالیس بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ مال ہے۔

ت ی م — التِّيْمَـةُ: (تاء مکسور) وہ بکری جسے لوگ گھر میں دو ھ لیتے ہیں۔ یہ (باہر جنگل میں) چرنے کے لئے نہیں جاتی۔ حدیث شریف میں ہے: التِّـيْمَـةُ لأَهْلِهَـا: تیمہ بکری اپنے مالک کی ہے۔ (یعنی یہ بندھی ہوئی بکری آوارہ اور لاوارث نہیں ہوتی)۔

التَّيْمَاء: جنگل۔ تَيْمَاء: ایک جگہ کا نام بھی ہے۔

ت ی ن — التِّيْنُ: انجیر، مشہور و معروف پھل۔ اس کا واحد التِّـيْـنَـةُ: انجیر کا ایک دانہ۔ قول خداوندی: وَالتِّـيْـنِ وَالـزَّيْتُوْنِ: حضرت ابن عباسؓ نے اس کا معنی معروف پھل بتایا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دو پہاڑوں کے نام ہیں۔

ت ی ہ — تَاهَ يَتِيْهُ تِيْهًا: اس نے تکبر کیا۔ هُوَ اَتْيَهُ النَّاس: وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ متکبر ہے۔

تَاهَ فی الأرض يَتِيْهُ تَيْهَانًا: وہ زمین میں بھٹک گیا اور حیران و ششدر ہوگیا۔

تَيَّهَ نَفْسَهُ اور تَوَّهَ نَفْسَهُ کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے اپنے آپ کو حیرت زدہ و پریشان کردیا۔

وَمَـا اَتْيَهَهُ اور وَمَا اَتْوَهَهُ: وہ کس قدر پریشان ہے۔

التِّيْهُ: جنگل جس میں انسان بھٹک جاتا ہے۔

باب الثاء

ث أ ب—الأثابُ: درخت۔اس کا واحد أثَابَةٌ اور الثُّوَبَاء بروزن الرُّقَباء ہے۔ ضرب المثل ہے کہ أعْوَىٰ مِنَ الثُّوَبَاء: ثوباء درخت سے بھی زیادہ دشمن۔

تَثَائَبْتُ: اس نے جمائی لی، کو تَثَاوَبَتُ نہیں کہنا چاہیے۔(الف مد کے ساتھ)۔

ث ا ث ا—ثَـأثَـأتُ بالإبلِ: میں نے اونٹوں کو پانی پلایا۔

ثَأثَأتُ عن القَوْمِ: میں نے قوم کا دفاع کیا۔

تَثَأثَأتُ مِنْهُ: میں نے اسے بخش دیا، عطا کیا۔

أثَأتُهُ بِسَهْمٍ: میں نے اسے تیر مارا۔

ث ا ر—الثَّأرُ بروزن فَلْس: خون کا بدلہ۔

الثُّؤرَةُ بروزن الحُـمْـرَةُ: دشمنی اور عداوت، خون کا بدلہ۔ محاورہ ہے: ثَـأر القَتِيْلَ وَبالقَتِيْلِ: اس نے مقتول کے قاتل کو قتل کر دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ثُؤرَةٌ بروزن صُفْرَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

ث ا ل—الثُؤلُوْل: اس کی جمع الثّآليل ہے۔ بمعنی مسًا یا گمڑا۔

ثَـابَ: دیکھیے بذیل (ث و ب)

ثَـاخَ: دیکھیے بذیل (ث و خ)

ثَـارَ: دیکھیے بذیل (ث و ر)

ث ب ت—ثَبَتَ الشَيْئُ: چیز ٹھہر گئی، ٹِک گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ ثَباتًا کا بھی یہی معنی ہے۔

أثْبَتَهُ غَيْرُهُ: کسی دوسرے نے اسے ٹھوکا یا ثابت کیا۔

أثْبَتَهُ السُّقْمُ: جب کسی کو بیماری نہ چھوڑے۔

قول خداوندی ہے: وَيُثْبِتُوْكَ: وہ آپ علیہ السلام کو ناقابل برداشت زخم دیں گے۔

تَثَبَّتَ فِي الأمر: وہ کام میں پختہ وثابت ہو گیا۔

اور اثْبَتَتُ کا بھی یہی معنی ہے۔

رَجُـلٌ ثَـبْـتٌ: ثابت قدم انسان، یعنی ثابت دل۔ دلاور۔

رَجُـلٌ لَـهُ ثَـبَتٌ عِنْدَ الحَمْلَة: (باء مفتوح) وہ شخص حملہ کے وقت ثابت قدمی والا ہے۔ کہتے ہیں کہ: لَا أحْكُمُ بِكَذَا إلّا بِثَبَتٍ (باء مفتوح) یعنی میں یہ بات بربنائے حجت ودلیل کرتا ہوں۔

الثَّبِيْتُ: عقلمند، سلیم العقل انسان۔

ث ب ج—الثَّبَجُ: (ثاء اور باء مفتوح) کندھے اور پیٹھ کے درمیان کا حصہ۔ کہا جاتا ہے: ثَبَجُ كل شَيْئٍ: ہر چیز کا وسط۔

الأثبج: وہ شخص جس کے کندھے اور پیٹھ کا درمیانی حصہ چوڑا ہو۔ کہا گیا ہے کہ
النَّاتِي الثَّبجِ: وہ شخص جس کا ذکر حدیث شریف: إِنْ جَاءَت بِهِ أُثَيبِجُ: میں بطور اسم تصغیر کیا گیا ہے۔

ث ب ر — المُثَابَرَةُ عَلَى الأمر: کسی کام یا معاملے میں ثابت قدمی اور پابندی۔
ثَبِيرٌ: مکہ شریف میں ایک پہاڑ کا نام۔ کوہِ ثبیر۔
الثبور: ہلاکت اور خسارہ بھی۔

ث ب ط — ثَبَّطَهُ عَنِ الامر تثبيطًا: اس نے اسے کام سے باز رکھا۔ اس کی حوصلہ شکنی کی۔ کام سے توجہ ہٹادی۔

ث ج ج — ثَجَّ الْمَاءَ والدَّمَ: اس نے خون یا پانی بہا دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔
مَطَرٌ ثَجَّاجٌ: موسلا دھار بارش۔
الثَّجُّ: قربانی کے جانور کا خون بہانا۔ یہ فعل لازم ہے۔ کہتے ہیں کہ ثَجَّ الدَّمُ، يَثِجُّ (ثاء مکسور) ثَجَاجًا (ثاء مفتوح)۔ اس نے خوب خون بہایا۔[1]
میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے ابوعبید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ث ج ر — الثَّجِيرُ: ہر چیز کا نچوڑ۔ لوگ عامی زبان میں اسے الثُّجِير (ثاء کے ساتھ) کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَثْجُرُوا: یعنی نبیذ میں کھجور کا نچوڑ دوسرے نچوڑ (جوس) کے ساتھ نہ ملاؤ۔

ث خ ن — ثَخُنَ الشَّيْئُ: چیز گاڑھی اور سخت ہوگئی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اسم فاعل ثخین بمعنی گاڑھا اور سخت ہے۔
أَثْخَنَتْهُ الجِرَاحَةُ: زخم نے اسے کمزور کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ أَثْخَنَ فِي الأَرضِ قَتلاً: اس نے زمین میں خوں ریزی کی۔

ث د ا — الثُّنْدُوَةُ: عورت کے پستان کی طرح مرد کی چھاتی (یا چھاتی کا اُبھار) اصمعی کا کہنا ہے کہ یہ چھاتی کا مَغْرِز یعنی گہری جگہ ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ یہ چھاتی کے اردگرد کا گوشت ہے۔ اگر آپ ثاء کو مضموم پڑھیں تو یہ مہموز ہوگا اور فُعْلُلَة کے وزن پر ہوگا اور اگر ثاء کو مفتوح پڑھیں تو پھر یہ مہموز نہیں ہوگا بلکہ فَعْلُوا کے وزن پر ہوگا اور اس کی مثال قَرْنُوَة اور عَرْقُوَة ہوگی۔ ثعلب نے کہا کہ الثَّنْدُوَةُ (ثاء مفتوح) غیر مہموز ہے اور تَرْقُوَة کے وزن پر ہے۔ اور اس کا معنی چھاتی کا مَغْرِز ہے۔ اگر آپ اسے ثاء مضموم پڑھیں تو پھر مہموز ہوگا۔ ابوعُبید نے کہا کہ: رُؤْبة الثُّنْدُوَةُ کو مہموز پڑھتا تھا۔ عرب ان میں سے ایک کو مہموز نہیں سمجھتے تھے۔

---

[1] الصحاح میں اس فعل کے مصدر کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہمارے ہاں موجود کسی اور لغت کی کتاب میں ہے۔

ث د ن - ذُو الثُدَيَّة: والی حدیث میں لکھا ہے کہ وہ مُثْدَنُ الیَدْ ہوگا۔ کہا گیا ہے کہ مُثْدَنُ کا معنی مُخْدَج ہے۔ اور مُخْدَجُ وہ بچہ ہے جو ایامِ حمل پورے ہونے سے قبل پیدا ہوا ہو، اگرچہ وہ اپنی بدنی بناوٹ کے اعتبار سے مکمل ہو۔ ابو عبید نے کہا کہ اگر لوگوں کے قول کے مطابق مُخْدَجُ ہے تو پھر یہ لفظ مُخْدَجْ کے ساتھ چھوٹا ہونے میں مشابہت کی وجہ سے الثَـنْدُوَة سے مشتق ہے، اور قیاس یہ ہے کہ اسے مُثْـنَـدٌ کہنا چاہئے۔ البتہ اس صورت میں یہ مقلوب ہوگا۔

ث د ا - الثَّدْیُ: مذکر اور مؤنث دو صیغے ہیں۔ یعنی مرد اور عورت دونوں کی چھاتی کے لئے مستعمل ہے۔ اس کی جمع اَثْدٍ اور ثُدِیّ (ثاء مضموم و مکسور)۔

ث ر ب - الـثـرْبُ: چربی جو پیٹ اور آنتوں پر چڑھ گئی ہو۔ اور وہ پتلی ہو۔

التَّثْرِیْبُ: عار دلانا اور ملامت گوئی کرنا۔

ثَرَّب علیه تَثْرِیْبًا: اس نے اس کے کام پر اس کی برائی کی یا اسے برا بھلا کہا۔

یَثْرِبُ: مدینہ شریف کا اصلی نام۔

ث ر د - ثَـرَدَ الخـبزَ: اس نے روٹی توڑی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ (سالن میں بھگوئی ہوئی روٹی)۔ روٹی کو ثَرِیْد کہتے ہیں۔ اور مَثْرُود بھی کہتے ہیں۔ اس سے اسم الثُّرْدہ ہے۔ یعنی روٹی کو توڑ کے کسی چیز میں بھگونا۔

ث ر ق ب - الثُرْقُبِیَّـةُ: مصری روئی سے تیار شدہ سفید کپڑے۔

ثَـرْوَةٌ: دیکھئے بذیل (ث ر ی)

ث ر ی - الـثَّـرىٰ: گیلی مٹی، گارا۔

الثَّراء: (الف مد کے ساتھ) کثرتِ مال و دولت، امارت۔

الثُرَیَّـاء: ستارہ ثریا۔

الثَّرْوَة: کثرت تعداد۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ لوگوں کے اس قول: اِنَّهٗ لَذُوْ ثَرْوة وذو ثراء: کا معنی ہے کہ وہ بیشک دولت مند اور کثیر التعداد اولا دو برادری والا آدمی ہے۔

اَثْرَی الرَّجُلُ: آدمی مالدار ہو گیا۔

ث ط ا - ثَطِیَ ثَطْئًا: وہ بے وقوف و احمق ہو گیا۔

ث ط ط - رَجُلٌ اَثَطُّ: جس کے ڈاڑھی کے بال صرف تھوڑی پر ہوں[1] رخساروں پر نہ ہوں۔

رَجُلٌ من قوم ثُطّ: (ثاء مضموم) جاٹ قوم سے تعلق رکھنے والا۔

رَجُلٌ ثَـطٌّ: (ثاء مفتوح) ثِـطَـاط (جاٹ) قوم کا آدمی[2]۔

---

[1] شاید ایسے شخص کو "کھوسا" کہا جاتا ہے یا "کھودا" کہا جاتا ہے۔
[2] ثط اور اثط ہم معنی ہیں۔ (مترجم)

ث ع ب—الثُّعْبَانُ: لمبے سانپوں کی ایک قسم۔اس کی جمع ثَعَابِیْنُ ہے۔

ثَعَبْتُ الماءَ: میں نے پانی کھود نکالا۔

الثَّعْبُ: وادی میں پانی کا نالہ۔اس کی جمع ثُعْبَان ہے۔

ث ع ل ب—الثَّعْلَبُ: لومڑی۔اس کا مذکر ثُعْلُبَان،لومڑ ہے،(ثاء مضموم) ہے۔ عربی میں اس کی مؤنث ثَعْلَبَةٌ ہے۔

اَرضٌ مُثْعِلَبَةٌ: (لام مکسور)،لومڑیوں والی سرزمین۔

ث ع ع—ثَعَّ الرجلُ: آدمی نے قے (الٹی) کی۔اس کا باب رَدَّ ہے۔حدیث شریف میں ہے: فَثَعَّ ثَعَّةً: اس کے پیٹ سے کالا پلا (کتے کا بچہ) نکلا۔

ث غ ر—الثَّغْرُ: دھانہ۔منہ کا دانتوں سے اگلا حصہ۔اس کا معنی شہروں اور ملکوں کے درمیانی خطرناک مقامات بھی ہیں۔

الثُّغْرَةُ: درز یا دراڑ۔

ث غ ا—الثُّغَاءُ: بھیڑ بکری وغیرہ کے ممیانے کی آواز۔

الثَّاغِيَةُ: بکری۔

الرَّاغِيَةُ: اونٹ۔

ث ف أ—الثُّفَّاءُ: بروزن القُرَّاءِ: رائی۔ اس کا واحد ثُفَّاءَةٌ ہے۔اس کا معنی رشاد پودے کا بیج یا دانہ بھی کہا گیا ہے۔

ث ف ر—ثَفَرُ الدَّابَةِ: سواری کی زین کا کاٹھی کا پچھلا حصہ۔

اَثْفَرَهَا: اس نے سواری پر زین کو کسا۔

اِسْتَثْفَرَ بِثَوْبِهِ: اس نے اپنے کپڑے کے پلو کو دو ٹانگوں کے درمیان سے ازار بند کی طرف موڑا۔

ث ف ل—الثُّفْلُ: (ثاء مضموم) ہر چیز کا نچلا حصہ۔

ث ف ی—الأُثْفِيَّةُ: چولہا جس پر ہنڈیا رکھی جاتی ہے۔اس کی جمع اَثَافِيُّ ہے،اگر چاہیں تو اسے یاء مشدد کی بجائے یاء مخفف یعنی بغیر تشدید کے اَثَافِي بھی کہہ سکتے ہیں۔

ثَفَّى القِدْرَ: اس نے ہنڈیا کو چولہے پر رکھا۔

تَثْفِيَةً، اَثْفَاهَا: اس نے اس کے لئے چولہے تیار کیے۔

ث ق ب—الثَّقْبُ: (ثاء مفتوح) سوراخ، اس کی جمع ثُقُوْبٌ ہے۔اور الثُّقَبُ (ثاء مضموم) ثُقْبَةٌ کی جمع ہے جس طرح ثُقَبٌ (قاف مفتوح) اس کی جمع ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس کی مثال دُلْبَةٌ اور اس کی جمع دُلَبٌ اور ثُقْبَةٌ اس کی جمع ثُقَبٌ ہے۔

المِثْقَبُ: (میم مکسور) سوراخ کرنے کا آلہ۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ثَقَبَتِ النَّارُ: آگ بھڑک اُٹھی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
ثَقَابَةٌ کا بھی (ثاء مفتوح کے ساتھ) یہی معنی ہے۔
أَثْقَبَهَا: اس نے آگ بھڑکائی۔
ثَقَّبَهَا تَثْقِيبًا: اس نے اسے صاف کیا یا تیز کیا۔
شِهَابٌ ثَاقِبٌ: روشن ستارہ۔ چمک دار ستارہ۔
الثَّقُوبُ: (ثاء مفتوح) ماچس کی تیلیاں جس سے آگ سلگائی یا جلائی جاتی ہے۔

ث ق ف — ثَقِفَ الرَّجُلُ: وہ حاذق (تجربہ کار) بن گیا اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اس کا اسم فاعل ثَقِفٌ ہے جس طرح ضَخُمَ کا اسم فاعل ضَخْمٌ ہے۔ اسی سے لفظ المُثَاقَفَةُ مشتق ہے۔ ثَقِفَ کا باب طَرِبَ ہے۔ اور یہ ثَقُفَ کا ایک دوسرا لہجہ یا تلفظ ہے۔ اس کا اسم فاعل ثَقِفٌ اور ثَقُفٌ بروزن عَضُدٌ ہے۔
الثِّقَافُ: وہ آلہ جس سے نیزے سیدھے کئے جاتے ہیں۔ تَثْقِيفُهَا: نیزوں کا سیدھا کرنا۔ ثَقِفَهُ: وہ اس سے اچانک ملا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔
خَلٌّ ثِقِّفٌ: (ثاء مکسور و قاف مشدّد) سخت کھٹا اور تُرش جس طرح بَصَلٌ حِرِّيفٌ: تیز پیاز ہے۔

ث ق ل — الثِّقْلُ: بوجھ، وزن اس کی جمع أَثْقَالٌ ہے جس طرح حِمْلٌ کی جمع أَحْمَالٌ ہے۔ اسی سے یہ محاورہ ہے کہ أَعْطِهِ ثِقْلَهُ: اسے اس کا وزن یا بوجھ دے دو۔ قول خداوندی ہے: وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا: قیامت کے روز زمین اپنے بوجھ اُگل دے گی یعنی باہر نکال دے گی۔ مفسّرین نے کہا ہے کہ یہاں أَثْقَال سے مراد بنی آدم کے جسم ہیں جو زمین کے اندر دفن ہیں۔
الثِّقَلُ: بوجھل پن کا متضاد خِفَّةٌ ہلکا پن ہے۔
قَدْ ثَقُلَ الشَّيْئُ: چیز بھاری یا وزنی ہوگئی۔ (قاف مضموم) اس کا اسم فاعل ثَقِيلٌ بمعنی بھاری اور وزنی ہے۔
ثَقَلٌ: (پہلا اور دوسرا حرف مفتوح) مسافر کا ساز و سامان اور اس کے نوکر چاکر۔
الثَّقَلَانِ: (زمین کے) دو بوجھ یعنی انسان اور جن۔
التَّثْقِيلُ: التخفيف کی ضد، بھاری کرنا، بوجھل بنانا۔
قَدْ أَثْقَلَهُ الحِمْلُ: بوجھ نے اسے بوجھل کر دیا۔
أَثْقَلَتِ المرأةُ: عورت کا پیٹ میں حمل بھاری ہوگیا۔ اخفش کا قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے: عورت حمل والی ہوگئی جس

طرح اَثْمَرَ 'پھل دار ہونا' کہتے ہیں۔

الْمِثْقَال: وزن، اس کی جمع مَثَاقِيْل ہے۔سونے کا سکہ۔مِثْقَالُ الشَّيْئِ: اس کا ہم وزن، یا اس کے برابر۔

ثِقَةٌ: دیکھئے بذیل (و ث ق)

ث ک ل—الثُّكْلُ: بروزن القُفْلُ: عورت کا بچہ کھودینا۔ اسی طرح الثَّكَلُ (پہلا اور دوسرا حرف مفتوح) اس کا ہم معنی ہے۔

اِمْرَاَةٌ ثَاكِلَةٌ وثُكْلىٰ: وہ عورت جس کا بچہ مر گیا ہو۔

ثَكِلَتْهُ اُمُّهُ: (کاف مکسور) اس کی ماں اسے کھودے۔

اَثْكَلَهُ اللّٰهُ اُمَّهُ: بددعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ماں کو ثاقلہ بنادے۔

ث ل ب—ثَلَبَهُ: اس نے کسی کا عیب یا نقص واضح اور ظاہر کیا، اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

مَثَالِب: عیوب، اس کا واحد مَثْلَبَةٌ ہے۔ (لام مفتوح)۔

ث ل ث—يَوْمُ الثَّلَاثَاءِ: (الف ممدود اور ثاء مضموم) منگل وار، اس کی جمع ثَلَاثَاوَاتٌ ہے۔

الثَّلِيْثُ الثُّلُثِ: تیسرے حصے کا تیسرا حصہ لیکن ابو زید نے اس کا انکار کیا ہے۔

ثُلَاثُ: (ثاء مضموم) تیسرے حصے۔

مَثْلَثُ: تین تین۔

ثُلَاثُ اور مَثْلَثُ بروزن مَذْهَبُ: دونوں اوزان عدل اور صفت کے باعث غیر منصرف ہیں۔

ثَلَثَ القَوْمَ: (باب نَصَرَ) اس نے قوم سے ان کے مال کا تیسرا حصہ لیا۔

مَثْلَثُ: بروزن مَذْهَبُ: تین تین۔

ثلث اور مثلث: دونوں اوزان عدل اور صفت کے باعث غیر منصرف ہیں۔

ثَلَثَهُمْ: باب ضَرَبَ وہ اُن کا ثالث یعنی تیسرا ہوا۔یا خود تیسرا بن کر تین پورے کئے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ التهذيب اور دوسری کتابوں میں كَمَّلَهُمْ کے معنوں میں ثَلَثَهُمْ بغیر الف ہے یعنی اَثْلَثَهُمْ نہیں ہے۔صاحب کتاب نے کہا کہ اسی طرح دس تک البتہ اَرْبَعَهُمْ، اَسْبَعَهُمْ اور اَتْسَعَهُمْ میں دو معنوں کے سب عددوں میں عین کلمہ کو مفتوح کریں گے۔

اَثْلَثَ القَوْمُ: قوم تین (حصوں) میں بٹ گئی۔

اَرْبَعُوْا: وہ چار (حصوں) میں بٹ گئے۔ اسی طرح دس تک کہیں گے۔

الْمُثَلَّثُ: پانی کو اس قدر ابالا جائے کہ اس کا تیسرا حصہ باقی رہ جائے[1] اور دو

[1] تین ضلعوں والی شکل کو بھی مثلث کہتے ہیں۔ (مترجم)

تیسرے حصے خشک ہو جائیں۔

ث ل ج۔ ثَلْجٌ برف۔

اَرْضٌ مَثْلُوجَةٌ: وہ زمین جہاں برف پڑی ہو۔

اَثْلَجَ يَوْمُنَا: آج ہمارا برف باری کا دن ہے۔

ثَلَجَتْنَا السَّماءُ: (باب نَصَرَ) آسمان سے ہم پر برف گری۔ جیسے اَمْطَرَتْنَا السَّمَاءُ: آسمان نے ہم پر بارش برسائی۔

ثَلَجَتْ نَفْسُهُ: اسے اطمینان ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ اور طَرِبَ ہے۔

ث ل ط۔ ثَلَطَ البَعِيرُ اونٹ نے پتلی مینگنیاں کیں۔ حدیث شریف ہے: اِنَّهُمْ كانوا يَبْعَرُونَ بعراً وَاَنْتُمْ تَثْلِطُونَ ثَلْطًا: یعنی صحابہ تو کم کھانے کی وجہ سے مینگنیوں کی شکل میں پاخانہ کرتے اور تم گوبر کی طرح پاخانہ کرتے ہو۔

ث ل ل۔ الثُّلَّةُ: (ثاء مضموم) لوگوں کی ایک جماعت۔

ث ل م۔ الثُّلْمَةُ: دیوار وغیرہ میں دراڑ، شگاف، رخنہ۔

قَدْ ثَلَمَهُ: (باب ضَرَبَ) اس نے اس میں دراڑ ڈال دی فَانْثَلَمَ وتَثَلَّمَ تو اس میں دراڑ پڑ گئی۔

ثَلَّمَهُ کا بھی کثرت کے معنی پیدا کرنے کے لئے (لام مشدد) یہی معنی ہے۔

فِي السَّيْفِ ثَلَمٌ: تلوار میں دندانہ پڑ گیا۔

فِي الاناء ثَلَمٌ: برتن کے کنارے سے کچھ حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل اَثْلَمُ ہے۔

ث م أ۔ ثَمَاْتُ القَوْمَ: میں نے لوگوں کو (چربی دار) کھانا کھلایا۔

ثَمَاْتُ رَاْسَهُ: میں نے اس کا سر کچل دیا۔

ثَمَاْتُ الخُبْزَ: میں نے روٹی کے ٹکڑے کئے یا ثرید بنایا۔

ث م د۔ الثَّمْدُ والثَّمَدُ: (میم ساکن و مفتوح) کم پانی جس میں مادہ نہ ہو۔ یعنی جو گرمیوں میں خشک ہو جاتا ہو۔

ثَمُودُ: ایک قوم کا یا قبیلے کا نام۔ منصرف بھی ہے اور غیر منصرف بھی۔

الإِثْمِدُ: سرمے کا پتھر۔

ث م ر۔ الثَّمَرَةُ: پھل، یہ واحد ہے۔ اس کی جمع الثَّمَر اور الثَّمَرات ہے۔ ثَمَر کی جمع ثِمَار ہے۔ جس طرح جَبَلٌ کی جبَال اور ثِمَار کی جمع ثُمُر ہے، جس طرح كِتَابٌ کی جمع كُتُبٌ ہے۔ ثُمُرٌ کی جمع اَثْمَار ہے جس طرح عُنُقٌ کی جمع اَعْنَاق ہے۔ اس کی جمع الثُّمْرُ بھی ہے۔

المَالُ المُثَمَّرُ: (میم تشدید کے ساتھ اور

بغیر تشدید) بڑھتا ہوا مال۔ ابو عمرو نے وَكَانَ لَهُ ثُمُرٌ [1] (میم مضموم) پڑھا ہے اور ثُمُر: کی تفسیر مال کی مختلف انواع کی ہے۔ (دوسری قراءتوں میں یہ لفظ ثَمَرٌ ہے)۔

أَثْمَرَ الشَّجَرُ: درخت پر پھل لگ گیا۔

شَجَرٌ ثَامِرٌ: جب درخت پر پھل لگ جائے۔

شَجَرةٌ ثَمْرَاءُ: پھلدار درخت۔

أَثْمَرَ الرَّجُلُ: آدمی مال دار ہو گیا۔

ثَمَّرَ اللّٰهُ مَالَهُ تَثْمِيرًا: خدا اس کے مال کو بڑھائے اور زیادہ کرے۔

ثَمَرُ السِّيَاطِ: کوڑے/دُرّے کے کناروں کی گانٹھیں۔

ث م م — الثُّمَامُ: ایک کمزور پودا۔ جس کے پتے کھجور کے درخت کے پتوں جیسے ہوتے ہیں یا ان سے مشابہ پتے ہوتے ہیں۔ شاید (تکیوں یا رضائیوں وغیرہ کی روئی کی جگہ) اسے بھرتے ہیں۔ یا مکانوں کی چھتوں پر کھجور کی ٹہنیاں باندھنے کے کام آتا ہے۔ اس کا واحد ثُمَامَةٌ ہے۔ ثُمَّ: پھر۔ حرف عطف ہے جو ترتیب اور تراخی کے لئے آتا ہے۔ اس کے آخر میں شاید 'ت' کا بھی اضافہ کیا گیا ہے، بقول شاعر:

وَلَقَدْ أَمُرُّ عَلَى اللَّئِيمِ يَسُبُّنِي
فَمَضَيْتُ ثُمَّتَ قُلْتُ لَا يَعْنِينِي

"میں لئیم شخص کے پاس سے گزرتا ہوں "وہ مجھے گالیاں دیتا ہے تو میں یہ کہتا ہوا پاس سے گزر جاتا ہوں کہ میرا اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

ثَمَّ: تب وہاں، یہ قریب کے اشارے 'هُنَا' کی طرح دور یا بعید کا اشارہ ہے۔

ث م ن — ثَمَانِيَةُ رِجَالٍ: آٹھ مرد۔

ثَمَانِي نِسْوَةٍ: آٹھ عورتیں۔

ثَمَانِي مِائَةٍ: آٹھ سو، اضافت کی صورت میں یاء باقی و برقرار رہتی ہے مثلاً: قاضی عبد اللہ، رفعی اور جری حالت میں تنوین کی موجودگی میں یاء گر جاتی ہے لیکن نصبی حالت میں برقرار رہتی ہے۔ کیونکہ یہ لفظ جمع نہیں ہوتا لہٰذا ترک تصریف میں اس لفظ کا عمل جوارٍ اور سوارٍ کے اصول پر ہوتا ہے۔ البتہ شعر میں یہ لفظ جمع ہونے کے وہم کی بناء پر غیر منصرف ہوتا ہے۔ وہاں لوگوں کا یہ قول:

الثَّوْبُ سَبْعٌ فِي ثَمَانٍ: کپڑا سات ضرب آٹھ ہے۔ تو دراصل یہاں ثمان کی جگہ 'ثمانية' کہنا چاہئے۔ کیونکہ لمبائی ذراع (گزوں) کے پیمانے سے ناپی جاتی ہے اور ذراع مؤنث ہے لیکن چوڑائی شِبر (بالشت) کے حساب ناپی جاتی ہے اور شِبر مذکر ہے۔ لوگوں نے اپنے اس قول میں اسے مؤنث محض اس لئے بنایا ہے کہ انہوں نے لفظ شِبر استعمال نہیں

[1] قرآن کی آیت الکہف: ۳۴۔ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ۔

کیا مثلاً: لوگوں کا یہ قول کہ: صُمنا مِنَ الشهر خمسًا: یہاں مراد صوم الایام ہے۔ اگر لوگ لفظ اَیَّام استعمال کرتے تو پھر 'ۃ' کا اضافہ کر کے عدد کی تذکیر لازم ہو جاتی۔ البتہ شاعر کا یہ شعر:

وَلَقَدْ شَرِبْتُ ثَمَانِيًا وثَمَانِيًا
وثمانِ عَشْرَةَ واثْنَتَيْنِ وأَرْبَعًا

حق یہ تھا کہ شاعر یہاں ثمانِيَ عَشرَةَ کہتا لیکن یہاں ثماني عشرة کی یاء کو ان لوگوں کے لہجے اور لغت کے مطابق حذف کیا گیا جو طوال الأيدِي کی بجائے طوال الأيدِ کہتے ہیں۔

ثَمَنْتُ القَومَ: اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور معنی: ''میں نے قوم سے ان کے اموال کا آٹھواں حصہ لیا''، ہے۔ اس کا باب اس صورت میں ضَرَبَ ہے جب یہ کہیں کہ: كُنْتَ ثَامِنَهُمْ. اَثْمَنَ القَومُ: لوگ آٹھ آٹھ ہو گئے۔

شَيْئٌ مُثَمَّنٌ: (میم مشدّد) آٹھ رُکنی چیز، ہشت پہلو۔

الثَّمَنُ: قیمت، کہا جاتا ہے:

اَثْمَنْتُ الرَّجُلَ: (میں نے آدمی کے سامان کی قیمت لگائی) اور اَثْمَنْتُ لَهُ (میں نے اس کے لئے قیمت مقرر کی)۔

الثَّمِينُ: آٹھواں حصہ۔

شَيْئٌ ثَمِينٌ: قیمتی چیز یا گراں قیمت چیز۔

الثُّنْدُوَةُ: دیکھئے بذیل (ث د ا)

ث ن ی — الثِّنٰى: (یاء مقصور) کام کا دُہرانا۔

حدیث شریف میں: لَا ثِنَي فِي الصَّدَقَة: زکوٰۃ دو مرتبہ نہیں ہے۔ یعنی سال میں کسی مال پر دو مرتبہ زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

الثُّنْيَا: (ثاء مضموم) استثناء کا اسم اور اسی طرح الثَّنْوَى (ثاء مفتوح)۔

جَاءُوْا مَثْنَى مَثْنَى: وہ دو، دو ہو کر آئے۔ مَثْنَى اور ثُنَاءَ مَثْلَثَ اور ثُلَاثَ کی طرح غیر منصرف ہیں۔ اس کی تعلیل بذیل (ث ل ث) میں گزر چکی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُوضَعَ الأَخْيَارُ وتُرْفَعَ الأَشْرَارُ وأَنْ تُقْرأَ المَثْنَاةُ عَلَى رُءُوسِ النَّاسِ فَلَا تُغَيَّر: قیامت کی شرائط یا علامات میں سے یہ (بھی) ہے کہ نیکوکار لوگ بے قدر ہو جائیں گے اور شریر اور بدکار لوگ معزز ہو جائیں گے اور لوگوں کے سروں پر مَثْنَاة پڑھی جائیں گی۔ کہا گیا ہے: مَثْنَــاة فارسی زبان کی دو بیتی ہے اور وہ گاتا ہے۔ پس یہ (صورت حال) تبدیل نہ ہوگی۔[1] ابو عُبید نے اس کی ایک اور

[1] اس حدیث شریف میں قیامت سے پہلے پیش آنے والی صورت حال کو حافظ شیرازی نے یوں بیان کیا ہے:

لب تازی شدہ مجروح بزیر پالاں
طوقِ زریں ہمہ در گردن خری بینم

ثناۃ سے مراد لعب ولہو کا لٹریچر ہے یا اسرائیلیات اور خرافات جو کہانیاں ہیں۔ قرب قیامت کے وقت لوگ ایسے ہی لٹریچر میں زیادہ دلچسپی رکھیں گے۔

تاویل کی ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ انہوں نے کتاب التھذیب میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے نقل کی ہے۔ جب ان سے قرآن کے علاوہ دوسری چیزوں کے لکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی تفسیر بیان کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا کہ کہاوت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ سلام کے بعد احباء اور رُھبان نے کتاب اللہ کو چھوڑ کر اپنے درمیان اپنے حسب منشاء ایک کتاب وضع کی، مَثْنَاۃ وہی کتاب ہے۔ گویا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اہل کتاب سے اخذ و قبول کو ناپسند کیا، اس سے ان کی مراد رسول اللہ علیہ ﷺ کی حدیث اور سنت سے انکار مراد نہیں۔ وہ ایسا کرتے بھی کیسے جب انہوں نے خود دوسرے صحابہؓ سے زیادہ رسول اللہ علیہ ﷺ کی احادیث روایت کی ہیں۔

ثَنَى الشَّيْئَ: میں نے چیز کو دوہرا کر دیا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔

ثَنَاهُ: کا معنی 'اس نے اسے روکا' بھی ہے۔

ثَنَاهُ: اس نے اسے اپنی ضرورت وغرض سے دوسری طرف موڑا۔

ثَنَاهُ: وہ اس کا ثانی (دوسرا) بن گیا۔

ثَنَاهُ تَثْنِيَةً: اس نے اس کے دو کر دیے۔

الثَّنِيَّةُ: ثنایا (اگلے) دانتوں میں سے ایک دانت۔ اس کا معنی گھاٹی کا راستہ یا موڑ بھی ہے۔

الثَّنِيُّ: وہ جانور جس کے اگلے دانت گر گئے ہوں یا گر رہے ہوں۔ کھر دار جانوروں کے دانت عمر کے تیسرے سال میں گرتے ہیں۔❶ اس کی جمع ثُنْيَان اور ثِنَاء ہے۔ اور مؤنث ثَنِيَّةٌ ہے جس کی جمع ثَنِيَّاتٌ ہے۔

اِثْنَان: دو کا مذکر عدد۔

اِثْنَتَان: دو کا مؤنث عدد۔

ثِنْتَان: (الف محذوف) کا بھی یہی معنی ہے۔ ان دونوں لفظوں کا ابتدائی الف، الف وصل ہے۔ البتہ شعر میں یہ بطور الف قَطَع بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

يَـوْمُ الإِثْنَيْنِ: سوموار۔ اس کا تثنیہ اور جمع کا صیغہ نہیں بنتا۔ اگر آپ اسے جمع بنانا چاہیں تو اَثَانِيْن کہہ سکتے ہیں۔ ثَانِي اثْنَيْنِ: دو میں سے ایک اسی طرح ثَالِث ثلاثة اضافت کے ساتھ دس تک جاسکتا ہے۔ اسے منون یعنی ثان نہیں کہا جاسکتا۔ اور اگر یہ لفظ اضافت کے بغیر الگ الگ ہوں تو آپ چاہیں تو اضافت کے ساتھ پڑھیں یا منون کر کے پڑھیں۔ آپ ثَانِي واحد یعنی دوسرا شخص، اور ثان واحد بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور اسی طرح باقی اعداد

❶ انسانی بچوں کے اگلے دانت بھی اسی عمر میں گرتے ہیں۔ (مترجم)

ہیں۔

اِنْثَنَى: وہ مُڑ گیا۔ أَثْنَى عليه خيرًا: اس نے اس کی ثناء کی یا تعریف کی۔ اس کا اسم ثناء ہے۔

أَثْنَى: اس نے اگلا دانت گرا دیا۔

تَثَنَّى فِي مَشْيِهِ: وہ جسم جھکا کر چلا، یا دُہرا کر چلا۔

المَثَانِي مِنَ القرآن: قرآن کی وہ سورتیں جن کی آیات سو سے کم ہیں۔ سورة الفاتحہ کو اس لئے مَثَانِي کہا جاتا ہے کہ یہ سورت ہر رکعت میں دُہرائی جاتی ہے۔ پورے قرآن کریم کو بھی مَثَانِي کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں رحمت کی (بشارت) کی آیات عذاب کی آیات سے جُڑی ہوئی ہیں۔

ث و ب: سیبویہ کا کہنا ہے کہ صاحب ثِیاب (کپڑوں والے آدمی) کو ثَوَّاب کہتے ہیں۔

ثَابَ: وہ لوٹا۔ اس کا باب قَالَ ہے اور اس کا باب ثَوَبَانًا (واؤ مفتوح) بھی ہے۔

ثَابَ النَّاسُ: لوگ اکٹھے ہو گئے اور آ گئے۔ اسی طرح ثَابَ الماءُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی پانی جمع ہو کر آیا۔

مَثَابُ الحَوْضِ: حوض کا درمیانی (نشیبی) حصہ جس کی طرف پانی بہہ کر جاتا ہے۔

أَثَابَ الرَّجُلُ: انسان کا جسم اپنی حالت پر لوٹا اور ٹھیک ہو گیا۔

المَثَابَةُ: وہ جگہ جہاں انسان بار بار جائے۔ انہیں معنوں میں مکان یا گھر کو مَثَابَةٌ کہا گیا ہے۔ اس کی جمع مَثَابٌ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس کی نظیر غَمَامَةٌ اور غَمَامٌ نیز حَمَامَةٌ اور حَمَامٌ ہے۔

الثَّوَابُ اور المَثُوبَة کا معنی و مطلب ہے طاعت و فرماں برداری کا صلہ اور بدلہ۔

میرا کہنا ہے کہ یہ دونوں لفظ جزائے مُطلق کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ علامہ الازہری نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ اس کی تائید اس قول خداوندی سے ہوتی ہے: هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ: یعنی کیا کافروں کو (اپنے اعمال کا) بدلہ مل گیا۔ کیونکہ ثَوَّبَهُ کا معنی أَثَابَهُ ہے یعنی 'اسے مل گیا' نیز یہ قول خداوندی: بِشَرٍّ مِن ذٰلِكَ مَثُوبَةً: بدلے کے طور پر بدتر۔

التَّثْوِيبُ: مؤذن کا فجر کی اذان میں 'الصلوٰۃ خیر من النوم' کہنا۔

رَجُلٌ ثَيِّبٌ وامرأة ثَيِّبٌ: زن دیدہ مرد اور شوہر دیدہ عورت۔ ابن السکیت نے کہا کہ رَجُلٌ ثَيِّبٌ سے مراد زن دیدہ مرد اور امرأة ثَيِّبٌ سے مراد شوہر دیدہ عورت ہے۔ انہیں معنوں میں ثَيَّبَتِ المرأةُ تَثْيِيبًا: عورت شوہر دیدہ ہو گئی۔ یعنی شادی

شدہ ہوگئی۔

ث و خ—ثَاخَتْ قَدَمُهُ: اس کا پاؤں دھنس گیا اور غائب ہوگیا۔

ث و ر—ثَارَ الغُبَارُ: گرد وغبار اُٹھا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور مصدر ثَوَرَانًا ہے۔

أثَارَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے اُٹھایا یا بھڑکایا۔

ثَوَّرَ فُلانٌ الشَّرَّ تَثْوِيرًا: فلاں آدمی نے شر کو بھڑکایا اور تیز کیا۔

ثَوَّرَ القرآن کا معنی' اس نے قرآن کے علم میں غور وخوض کیا' بھی ہے۔

الثَّوْرُ: بیل۔ اس کی مؤنث الثَّوْرَة: گائے ہے۔ اور اس کی جمع ثِوَرَةٌ اور جِيرَانٌ اور ثِيَرَةٌ بروزن عِنَبَةٌ بھی ہے۔

ثَوْرٌ: جَبَل ثور، مکہ شریف کے نزدیک ایک معروف پہاڑ۔ اسی پہاڑ میں وہ غار ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: حَرَّمَ مَا بَيْنَ عَيْرٍ وَثَوْرٍ: یعنی عیر سے ثور تک کا علاقہ حرم ہے۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ اصل حدیث یوں ہے: حَرَّمَ مَابَيْنَ عَيْرٍ إِلَى أُحُدٍ: یعنی عیر سے لے کر اُحد تک کا علاقہ حرم ہے۔ کیونکہ مدینہ شریف میں ثور نامی کوئی پہاڑ نہیں ہے۔ دوسروں نے اسی معنی کی حدیث روایت کی ہے گویا انہوں نے مکہ شریف کے ساتھ مدینہ شریف کو بھی حرمت میں شریک کیا ہے۔

الثَّوْرُ: آسمان میں ثور نامی ایک برج ہے۔

ث و ل—الثَّوَلُ: (ثاء اور واو مفتوح) وہ جنونی اور پاگل پن کی کیفیت جو بکری پر طاری ہوتی ہے تو پھر وہ ریوڑ کے ساتھ نہیں چلتی ہے بلکہ چراگاہ میں ہی گھومتی رہتی ہے۔ ایسی بکری کو ثَوْلاءُ اور بکرے کو أَثْوَلُ کہتے ہیں۔

ث و م—الثُّومُ: تھوم۔ معروف و مشہور سبزی۔ لہسن۔

ث و ی—ثَوَى بالمُكَانِ: اس نے مکان میں ٹھکانہ کرلیا، یا بسیرا کیا۔ اس کا مضارع يَثْوِي (واو مکسور) ہے۔ اور مصدر ثَوَاءٌ اور ثُوِيًّا بھی ہے جو بروزن مُضِيٌّ ہے یعنی اس نے بسیرا کیا یا قیام پذیر ہوا۔ کہا جاتا ہے: ثَوَى البَصْرَةَ وَثَوَى بِالبَصْرَةِ: اس نے بصرہ میں قیام کیا۔ ثَوَى اور أَثْوَى کے معنوں میں ثَوَى بِالمَكَانِ' کہنا بھی ایک لغت (لہجہ) ہے۔ یہ متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔

ثَوَى غَيْرَهُ تَثْوِيَةً: اس نے کسی دوسرے کو جگہ دی بھی کہا جاتا ہے۔

ثَيِّبٌ: دیکھئے بذیل ش و ب۔

باب الجیم

ج أ ج أ—جُؤجُؤ الطائرِ والسَّفِينَةِ: پرندے یا کشتی کا سینہ (اگلا حصہ) اس کی جمع الجآجِی ہے۔ اُموی نے کہا کہ: جاجات بالإبل: میں نے اونٹ کو پانی پلانے کے لئے جئ جئ کر کے بلایا۔ اس کا اسم جِئْ ہے جس طرح جِیْعٌ ماخوذ ہے۔ اس کی اصل جِئْئٌ ہے۔ پہلی ہمزہ یاء میں بدل کر جِیْئٌ ہو گیا۔

ج أ ذ ر—الجُؤذَرُ: اور الجُوذُرُ (ذال مفتوح اور مضموم) جنگلی گائے کا بچھڑا۔ اس کی جمع جآذِرُ ہے۔

ج أ ر—الجُؤارُ: مانند الخُوار بیل کی آواز (ڈکارنا) کہا جاتا ہے۔

جَأَرَ الثَّوْرُ: بیل ڈکارا اس کا مضارع یَجْأَرُ اور مصدر جُؤارٌ ہے۔ یعنی بیل نے آواز نکالی۔ بعض نے قرآنِ کریم کی آیت: عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ میں خُوار کی جگہ جُؤار جیم سے پڑھا ہے۔

جَأَرَ إلَى اللهِ: اس نے اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی حضرت علیؓ کی روایت کردہ حدیث ہے: لأنْ أطْلِيَ بِجِواءِ قِدْرٍ أحَبُّ إلَيَّ مِنْ أنْ أطْلِيَ بالزَّعْفَرانِ: مجھے زعفران ملنے کی بہ نسبت ہانڈی رکھنے کے برتن کی کالک کا ملنا زیادہ پسند ہے۔

جِواء: ہانڈی رکھنے کا برتن ہے یا چمڑے یا کھجور کی چھال سے بنی ہوئی کوئی چیز جس پر یہ برتن رکھا جاتا ہے۔

جاءَ: دیکھئے بذیل ج ی ا۔

جائحةٌ: دیکھئے بذیل ج و ح۔

جائزةٌ: دیکھئے بذیل ج و ز۔

جالَ: دیکھئے بذیل ج و ل۔

جاهٌ: دیکھئے بذیل ج و ہ۔

ج ب أ—أجْبأ الزَّرْعَ: اس نے فصل پکنے کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے فروخت کر دی۔ حدیث شریف یہ ہے مَنْ أجْبَى فَقَدْ أرْبَى: جس نے فصل پکنے سے پہلے فروخت کر دی اس نے سود لیا۔ اس لفظ کی اصل ہمزہ ہے۔

ج ب ر—الجُبُّ: ایسا کنواں جو کچا ہو یعنی اس میں پتھر نہ لگے ہوں میرا کہنا ہے کہ یہ ایسا کنواں ہے جو پتھروں سے نہ بنایا گیا ہو۔

ج ب ت—الجِبْتُ: یہ ایسا کلمہ ہے جو بُت، کاہن اور جادوگر وغیرہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الطِّيَرةُ

وَالعِيَافَةُ وَالطُّرُوقُ[1] مِنَ الجِبتِ: آنکھ پھڑکتے پرندے اڑا کر فال لینے کا عمل، اور زمین پر کنکریاں مار کر فال نکالنا جبت ہے۔

ج ب ذ - جَبَذَ الشَّيْئَ: جَذَبَهُ کی مقلوب صورت ہے بمعنی اس نے چیز کو جذب کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ج ب ر - الجَبْرُ: کسی نادار کی حاجت روائی، دہشت گردی یا کسی کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

جَبَرَ العَظْمُ بِنَفْسِهِ: ہڈی خود بخود جڑ گئی۔ یعنی اِنْجَبَرَ مندمل ہوگئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اجتَبَرَ العَظْمُ بھی انْجَبَرَ کی طرح ہے جس کا معنی مندمل ہوتا ہے۔

جَبَرَ اللّٰهُ فُلانًا فاجْتَبَرَهُ: اللہ تعالیٰ نے فلاں کی ناداری دور کی تو اس کی ناداری دور ہوگئی۔

أجْبَرَه علَى الأمر: اس نے اسے کام پر مجبور کیا۔

الجُبَارُ بروزن الغُبار: رائیگاں ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ ذَهَبَ دَمُهُ جُبارًا: اس کا خون رائیگاں گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: المَعْدِنُ جُبَارٌ: یعنی جب کوئی وہاں گر پڑے جہاں کام کر رہا ہو تو وہ ہلاک ہو جائے اور اس کے مستاجر (مالک) سے مؤاخذہ نہ کیا جائے۔

الجَبَّارُ: (جیم مفتوح باء مشدّد) دوسروں کو بحالت غضب قتل کرنے والا۔ یا قہر و غضب سے مارنے والا۔

المُجَبِّرُ بروزن المُكَبِّرُ: ٹوٹی ہڈیاں جوڑنے والا۔

تَجَبَّرَ الرَّجُلُ: آدمی متکبر ہوگیا یا جابر بن گیا۔

الجَبْرُ: قدر کی ضد۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ یہ اصطلاح مولّد اور دخیل ہے۔

الجَبَرِيَّةُ: (باء مفتوح) القَدَرِيَّة کی ضد ہے یعنی فرقۂ جبریہ بمقابل قدریہ۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ فِيْهِ جَبْرِيَّةٌ، جَبْرُوَةٌ، جَبَرُوتٌ اور جَبُّوْرَةٌ بروزن فَرُّوجَةٌ جس کا معنی یہ ہے کہ اس میں تکبر و نخوت ہے۔

الجِبِّيْرُ بروزن السِّكِّيْتُ: سخت تکبر و نخوت والا۔

الجِبَارَةُ: (جیم مکسور) اور الجَبِيْرَةُ: وہ لکڑیاں جن کے ذریعے ہڈیاں جوڑی جاتی ہیں، [یہ پلستر کا متبادل طریق علاج ہے] (مترجم)۔

جَبْرَئِيْلُ: ا [illegible] علَم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ جَبْر ہے جیسے اِبْل کے ساتھ

[1] حدیث میں یہ لفظ طرق ہے جس کا معنی زمین پر کنکریاں مار کر فال نکالنا ہے۔

مضاف بنایا گیا ہے۔ اس لفظ کے مختلف تلفظ ہیں مثلاً: جَبْرَئِيلُ بروزن جَبْرِعِيلُ (مہموز وغیر مہموز) جَبـرِئِل جَبـرَئِل بروزن جَبْرَعِلُ جِبْرِيْل (جیم مکسور) اور جِبْرِيْنُ (جیم مفتوح اور مکسور)۔

جبـرئِلُ وجبرئِلُ وجبـريـنُ: دیکھئے بذیل ج ب ر.

ج ب س — الجِبْسُ: بروزن الدِّبْسُ: بزدل عاجز و بے بس۔

ج ب ل — الجَبَلُ: پہاڑ، اس کی جمع جِبال ہے۔

جَبَلَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے پیدا کیا۔

اَجْبَلَ القومُ: لوگ پہاڑ کی طرف چل پڑے۔

الـجِبْلَةُ بروزن القِبْلَةُ: خلقت۔ کہتے ہیں کہ مَــالٌ جِـبْلٌ بروزن شِـبْلٌ بمعنی بہت زیادہ۔

الجِـبْلُ: لوگوں کی ایک جماعت۔ اس کے بہت سے تلفظ اور مختلف لہجے ہیں۔ قول خداوندی: وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْـكُمْ جِـبِلًّا كَثِيْرًا: میں جِـبِلًّا کو جُـبْلًا بروزن قُفْل اور جَبْلًا بروزن عَدْلًا اور جِبِلًّا (جیم و باء مکسور اور لام مشدّد) پڑھا گیا ہے۔ نیز اسے جُبُلًا (جیم و باء مضموم اور لام مشدّد و مخفف) بھی پڑھا گیا ہے۔

الجِـبِلَّةُ: خلقت، قول خداوندی ہے: وَالْجِـبِلَّةَ الْأَوَّلِيْنَ: کو حضرت حسن بصریؒ نے (جیم مضموم) الجُـبُلَّةُ پڑھا ہے۔ اس کی جمع الجِبِلَّاتُ ہے۔

ج ب ن — الجُبْنُ: پنیر۔

الجُبنة: پنیر کی خاص قسم۔

الجُــبُنُ: بزدلی (جیم اور باء مضموم) ان دونوں لفظوں کا ایک تلفظ۔ بعض لوگ اسے جُبُنٌّ اور جُبُنَّةٌ (جیم مضموم اور نون مشدّد) کہتے ہیں۔

قَــدْ جَـبَنَ الـرَّجُلُ: آدمی بزدل ہو گیا ہے۔ اس کا مضارع يَجْبُنُ (باء مضموم) اور مصدر جُــبْنًا ہے۔ اس کا اسم فاعل جَبَانٌ ہے۔

جَبُنَ بروزن ظَرُفَ: وہ بزدل ہوا۔ اس کا اسم فاعل جَبِيْنٌ ہے اور مؤنث کا صیغہ بھی اِمْرَاَةٌ جَبَانٌ ہے۔ جس طرح لوگ اِمْرَاَةٌ حَصَانٌ اور رَزَانٌ کہتے ہیں۔

اَجْبَنَهُ: اس نے اسے بزدل پایا۔

جَبَّنَهُ تَجْبِيْنًا: اس نے اسے بزدلی کے ساتھ منسوب کیا۔ کہا جاتا ہے: اَلْـوَلَـدُ مَـجْـبَـنَةٌ: لڑکا سراپا یا مجسم بزدلی ہے۔ کیونکہ بزدلی کے مارے اسے زندگی اور مال پیارا ہوتا ہے۔

الجَبَّانُ والجَبَّانَةُ: (باء مشدّد) صحراء۔

الجَبِيْنُ: کنپٹی سے اوپر والی جگہ۔ پیشانی یا ماتھا۔

جَـبِيْـنَانِ: دو جبینیں، ایک چہرے کے

دائیں طرف اور دوسری بائیں طرف۔

ج ب ہ—الجَبْهَةُ: انسان وغیرہ کی پیشانی۔

الجَبْهَةُ: گھوڑے کو بھی کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: لَيْسَ فِي الجَبْهَةِ صَدَقَةٌ: (سواری) کے گھوڑے پر صدقہ یعنی زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے۔

جَبَهَهُ بالمَكْرُوه: اس نے اس کا بدولی سے استقبال کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ج ب ا—الجَابِيَةُ: وہ حوض جس میں اونٹوں کو پلانے کے لئے جمع کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع جَوَابِيُّ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی: وَجِفَانٍ كَالجَوَابِ: میں آیا ہے۔

الجَابِيَةُ: دمشق میں ایک محلّے کا نام بھی ہے۔

جَبَى الخَرَاجَ يَجْبِي جِبَايَةً وجَبًا: خراج وصول کرنا۔ اس کا تلفظ یا لہجہ يَجْبُو جِبَاوَةً بھی ہے۔

الإِجْبَا: پکنے سے پہلے فصل کا فروخت کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ أَجْبَى فَقَدْ أَرْبَى: جس نے پکنے سے پہلے فصل فروخت کی اس نے (گویا) سود لیا۔ یہ لفظ اصلاً مہموز ہے۔ اس کا ذکر بذیل ج ب ا میں گزر چکا ہے۔

التَجْبِيَةُ: رکوع کرنے والے کے قیام کی طرح کسی انسان کا اٹھنا یا قیام کرنا۔ اس کا ذکر حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے۔

إجتباهُ: اس نے اسے منتخب کیا۔

ج ث ث—الجُثَّةُ: انسان کے بحالت نشست یا نیند جسم یا دھڑ۔

جَثَّهُ: اس نے اس کو اکھاڑ دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اجْتَثَّهُ: اس نے اس کی بیخ کنی کی۔

ج ث م—جَثَمَ الطَّائِرُ: پرندہ مٹی میں لتھڑا، یا لوٹ پوٹ ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔ انسان کے مٹی میں لتھڑ جانے کو بھی جَثَم ہی کہتے ہیں۔ ابوزید نے کہا کہ الجُثْمَانُ کا معنی دھڑ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا أَحْسَنَ جُثْمَانَ الرَّجُلِ وجُثْمَانَهُ: انسان کے بدن (کی ساخت) کس قدر خوبصورت ہے۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ الجُثْمَانُ کا معنی شخص ہے اور الجُسْمَان کا معنی جسم ہے۔

ج ث ا—جَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ: وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ اس کا مضارع يَجْثِي اور مصدر جُثِيًّا ہے اور يَجْثُو جُثُوًّا ہے۔

قَوْمٌ جُثِيٌّ: بیٹھے ہوئے لوگ۔ یہ جَلَسَ جُلُوسًا کی طرح ہے۔ قول خداوندی ہے: وَنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا: ہم

ظالموں کو اس (دوزخ) میں لاشے بنا ڈالیں گے۔ (جیم مضموم ہے اور ثاء کے اتباع ومتابعت میں مکسور بھی)۔

ج ح ح — الجَحْجَاحُ: (جیم مفتوح) سردار۔ اس کی جمع الجَحَاجِحُ ہے۔ اور الجَحَاجِحُ کی جمع جَحَاجِحَةٌ ہے۔

ج ح د — الجُحُوْدُ: جانتے بوجھتے انکار کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ جَحَدَهُ حَقَّهُ: اس نے دیدہ ودانستہ اس کے حق کا انکار کیا۔ جَحَدَهُ بِحَقِّهِ: اس نے اس کے حق کا انکار کیا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔

ج ح ر — الجُحْرُ: بل، سوراخ۔ حدیث شریف ہے کہ: اذا حَاضَتِ المَرْأَةُ حَرُمَ الجُحْرَانُ: جب عورت کو حیض آیا ہو، تو اس حالت میں مجامعت حرام ہے۔

ج ح ش — الجَحْشُ: گدھے کا بچہ۔ اس کی جمع جِحَاشٌ (جیم مکسور) اور جحشَانٌ بروزن غِلْمَانٌ ہے۔ اور اس کی مؤنث جَحْشَةٌ ہے۔ اس شخص کو جو اپنی رائے پر سختی سے اڑا رہے جُحَيْشُ وَحْدِهِ وعُيَيْرُ وَحْدِهِ: یعنی نرا گدھے کا بچہ اور نرا اونٹ کا بچہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ کلمہ ذمّ ہے۔

ج ح ظ — جَحَظَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ ابھر آئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ یعنی اس کی آنکھ کا ڈھیلا ابھرا اور پھولا۔ ایسے شخص کو جَاحِظ کہتے ہیں۔

ج ح ف — أَجْحَفَ بِهِ: وہ اسے لے گیا۔ جُحْفَةُ: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام۔ اور یہ شام والوں کے لئے میقات ہے۔ اس جگہ کا پرانا نام مَهْيَعَة تھا یہاں کے لوگوں کو سیلاب بہا کر لے گیا تو پھر اس کے بعد اس کا نام جُحْفَة پڑ گیا۔

ج ح ف ل — الجَحْفَلُ: فوج اور لشکر۔ الجَحْفَلَةُ: کھر والے جانور کا ہونٹ۔ جس طرح کسی گڑھے میں آگ کے عظیم الاؤ کو بھی جحیم کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: قَالُوا ابْنُوْا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ: انہوں نے کہا کہ اس (حضرت ابراہیمؑ) کے لئے ایک کھائی تیار کرو اور اسے آگ کے الاؤ میں ڈال دو۔

أَجْحَمَ عَنِ الشَّيْئِ: وہ کسی چیز یا کام سے رک گیا۔ یہی معنی أَحْجَمَ کا ہے۔

ج ح ن — جَيْحُوْن: دریائے بلخ۔ جِيْحَان: شام میں ایک دریا کا نام۔

ج خ ف — جَخِيْفٌ: خراٹا۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت کردہ حدیث ہے: أَنَّهُ نَامَ وهُوَ جالسٌ حتى سُمِعَ جَخِيْفُهُ: بے شک آپ بیٹھے بیٹھے سو گئے تا آنکہ

آپ علیہ ﷺ کے خراٹے لینے کی آواز سنائی دی۔

ج خ ا: حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ علیہ الصّلوٰةُ والسلام جَخّیٰ فی سُجُودِهٖ: نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سجدوں میں پشت نیچے کرتے، بغلیں پھیلاتے اور زمین سے (اپنا سر) الگ رکھتے تھے۔

ج د ب — الجَدْبُ: قحط۔ خشک سالی الخِصب (شادابی) اور زرخیزی کی ضد۔ مَکَانٌ جَدْبٌ: ویران گھر، کھنڈر بھی اس کا معنی ہے۔

جَدِیبٌ، جَدُوبَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

اَرْضٌ جَدْبَةٌ اور آرضٌ جُدُبٌ: (جیم اور دال مضموم) خشک اور بنجر زمین۔

میرا کہنا ہے کہ بعض نسخوں کے حاشیے پر درست لفظ لکھا ملا ہے۔

اَرَضُوْنَ جُدُوْبٌ: ویران وبنجر زمینیں۔ لیکن درست بات وہی ہے جو اصل نسخہ میں لکھی ہے جسے علامہ ازہری نے التھذیب میں ابن شُمیل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اَجْدَبَ القَوْمُ: لوگ قحط زدہ ہوگئے۔

الجَدْبُ کا معنی عیب اور خامی بھی ہے، اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: جَدَبَ السَّمَرَ بَعْدَ العشاء: حضور علیہ ﷺ نے عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے لئے جاگنا معیوب قرار دیا ہے۔

الجُنْدُبُ: (دال مفتوح اور مضموم) ٹڈی کی ایک قسم۔

ج د ث — الجَدَثُ قبر۔ (جیم اور دال مفتوح) اس کی جمع اَجْدُث اور اجداث ہے۔

ج د د — الجَدُّ: دادا، نانا۔ قسمت، بخت اور نصیب کو بھی الجدُّ کہتے ہیں۔ اس کی جمع جُدُوْدٌ ہے۔ اسی سے محاورہ ہے: جُدِدْتَ یَا فُلانٌ: اے فلاں خدا تجھے بختاور کرے۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم فاعل جَدِیْدٌ یعنی بختاور ہوگا۔

مَجْدُوْدٌ: صاحب حظ نصیبوں والا۔

جَدٌّ بروزن خَدٌّ، اور جَدِّی بروزن مَکِّیٌّ. دعائیں۔ ان کلمات: وَلَا یَنْفَعُ ذا الجَدِّ منکَ الجَدُّ: کا معنی یہ ہے کہ (اے خدا) تیرے ہاں کسی مالدار کو اس کا مال ودولت کام نہیں دیتا بلکہ تیری اطاعت کا عمل ہی کام دیتا ہے۔ یہاں مِنکَ کا معنی عِندَکَ ہے۔ قول خداوندی: جَدُّ رَبِّنَا: کا معنی ہمارے رب کی عظمت ہے اور اسے غناء بھی کہا گیا ہے۔ حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے: کَانَ الرَّجُلُ اذا قَرَأَ البَقَرَةَ وآل

عِمرانَ جَدَّ فِينَا: جب کوئی شخص سورۃ البقرہ اور آل عمران پڑھتا تو ہماری نظروں میں اس کی عظمت بڑھ جاتی تھی۔ کسی کی خوش نصیبی اور عظمت کے لئے بھی جَدِدْتَ (دال اول مکسور) یَارَجُلُ جَدًا (جیم مفتوح) اے شخص! تو خوش بخت اور عظمت والا ہو۔

الجَادَّۃُ: شاہراہ۔ اس کی جمع جَوادٌّ (دال مشدّد) ہے۔

الجِدُّ: (جیم مکسور) سنجیدگی اور قناعت۔ یہ ھزل کی ضد ہے۔ اسی لفظ کو آپ یوں استعمال کرتے ہیں: جَدَّ فی الأمرِ یَجِدُّ ویَجُدُّ اور أجَدَّ: اس نے عظمت دکھائی۔

الجِدُّ کا معنی جدوجہد اجتہاد فی الأمر۔ معاملات میں اجتہاد کرنا بھی ہے۔ آپ اسی لفظ کو یوں استعمال کرتے ہیں: جَدَّ یَجِدُّ اور یَجُدُّ (جیم مکسور ومضموم) اور أجَدَّ فِیْ الأمرِ: اس نے معاملہ میں سنجیدگی اختیار کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: إنَّ فُلانًا لَجَادٌّ مُجِدٌّ: کہ فلاں شخص بہت سنجیدہ ہے۔ اور فُلَان محسِنٌ جِدًّا: فلاں شخص بہت زیادہ احسان کرنے والا ہے۔ (اس کے علاوہ) اور کوئی نہیں۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ فِی ھٰذا خَطَرٌ جِدٌّ یعنی اس میں سخت یا بہت زیادہ بڑا خطرہ ہے۔

الجُدَّۃُ: (جیم مضموم) راستہ، اس کی جمع جُدَد ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِیضٌ وَّحُمْرٌ: یعنی پہاڑوں کے درمیان سفید وسرخ راستے ہیں جو پہاڑوں کے رنگ سے مختلف رنگ کے ہیں۔

جَدَّ الشَّیئُ یَجِدُّ، جِدَّۃً: (دونوں میں جیم مکسور) چیز نئی ہوگئی۔ یہ خَلِیْق یعنی پرانے کی ضد ہے۔

جَدَّ الشَّیْئَ: اس نے چیز کو کاٹا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

ثَوْبٌ جَدِیْدٌ کا معنی مَجْدُوْدٌ ہے۔ جس سے مراد وہ کپڑا ہے جو جولاہے نے (ابھی) کاٹا ہو یعنی کھڈی سے اتارا ہو۔

قولِ شاعر ہے:

أبَی حُبِّی سُلیمٰی ان یَبِیْدَا
وَأمْسٰی حَبْلُھا خَلَقًا جَدِیْدًا

"میری محبت نے سُلیمیٰ سے پرانا ہونے کا انکار کر دیا جبکہ اس کے ساتھ تعلقات کی رسّی پرانی ہو کر کٹ بھی گئی ہے۔"

یہاں جدید سے مراد مقطوع (کٹی ہوئی) ہے۔ اسی لفظ کو مِلْحَفَۃٌ جَدِیْدٌ (بغیر ۃ) میں استعمال کیا گیا ہے یعنی کٹی ہوئی چادر یا لحاف۔ یہاں جدید مفعولۃ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ثِیَابٌ جُدُدٌ: (جیم اور دال مضموم) مثلاً: سَرِیرٌ وسُرُرٌ بمعنی نئے کپڑے۔
تَجَدَّدَ الشَّيْئُ: چیز نئی ہوگئی۔
أَجَدَّهُ و جَدَّدَهُ اور اسْتَجَدَّهُ کا معنی اس نے اسے نیا کیا۔
الجَدِیدَانِ: رات اور دن۔ اسی طرح الأَجَدَّانِ ہے۔
جَدَّ النَّخلَ: اس نے درخت کی شاخ تراشی یا پتے جھاڑے، اس کا باب رَدَّ ہے۔
اجَدَّ النَّخلُ: کھجور کے پھل چننے کا وقت آگیا۔
هٰذا زَمَنُ الجَدَادِ اور الجِدَادِ: (جیم مفتوح اور مکسور) یہ کھجور چننے کا وقت ہے۔

ج د ر – الجَدْرُ: (اَلْفَلْسُ کی طرح) اور الجِدَار: دیوار۔
الجِدار کی جمع جُدُرٌ ہے۔ اور الجَدْر کی جمع جُدْران ہے جس طرح بَطْنٌ کی جمع بُطْنَان ہے۔
الجُدَرِيّ: (جیم مضموم، دال مفتوح) اور الجَدَرِيُّ (دونوں میں جیم مضموم اور دال مفتوح) دونوں مختلف لہجے اور تلفظ ہیں۔
اسی سے آپ کہتے ہیں کہ جُدِرَ الصبیُّ بطور فعل مجہول، یعنی بچے کو چیچک نکلی۔ اس کا اسم مفعول مُجَدَّر ہے۔

هُوَ جَدِیدٌ بِکذا: وہ اس کا مستحق یا اس لائق ہے۔
جَنْدَرَ الکتابَ: اس نے کتاب میں مٹے ہوئے حصے پر قلم پھیر کر اسے واضح کیا۔ اسی طرح کپڑے پر مٹے ہوئے نقش و نگار کو دوبارہ نمایاں کرنا۔ میرا خیال ہے کہ یہ لفظ معرب ہے۔

ج د ع – الجَدْعُ: ناک کاٹنا اور کان کاٹنا بھی۔ ہاتھ اور ہونٹ کاٹنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ کہتے ہیں کہ جَدَعَهُ: اس نے اس کی ناک کاٹ دی۔ ایسے شخص کو اَجْدَعُ نک کٹا کہتے ہیں۔ اس کی مؤنث جَدْعَاء ہے۔ رہا ابو الخرق الطہوی کا قول تو وہ کتاب کے ابیات میں ہے:

> یَقُولُ الخِنا وَالبغضُ العُجمِ ناطقاً
> اِلٰی رَبِّنَا صَوتُ الحِمارِ اَلْیُجَدَّعُ

"وہ فحش گوئی کرتا ہے اور ہمارے رب کے نزدیک بولنے میں مکروہ ترین اور ناپسندیدہ زبان کی لکنت گدھے کی وہ آواز ہے جو کان پھاڑ رہی ہو۔[1]"

اخفش نے کہا کہ اس سے مراد ایسے گدھے کی آواز ہے جس کی ناک کاٹ دی گئی ہو، جیسے یہ کہا جائے کہ: هُوَ الیَضْرِبُکَ.
ابن السراج کا کہنا ہے کہ جب شاعر کو

[1] اس کی تائید میں قرآن کریم کی آیت: اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ہے۔ (مترجم)

قافیہ مرفوع لانا پڑے تو اسم کو فعل میں بدل دے، تو ضرورت شعری کے پیش نظر اس قسم کی تبدیلی بدترین عمل ہے۔
[اس شعر میں یہی کیا گیا ہے] (مترجم)۔

ج د ف: چپّو مارنا۔ ابن درید نے کہا کہ: مِجْدَاف السَّفِيْنَةِ (دال اور ذال دونوں حروف سے اور دونوں ہی تلفظ یعنی مجداف اور مجذاف فصیح ہیں۔

الجَدَفُ: قبر۔ (ثاء کو فاء میں تبدیل کیا گیا ہے)۔

الجَدَفُ: پانی پینے کی ضرورت کو پورا کرنے والی نباتات یعنی پانی کا بدل۔ اس کا ذکر حضرت عمرؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے جہاں انہوں نے اُس آدمی سے پوچھا جسے جنوں نے راستے سے بھٹکا دیا تھا کہ ان کی یعنی جنوں کی خوراک کیا تھی تو اس نے جواب دیا تھا کہ ان کی خوراک 'لوبیا' تھی۔ اور وہ کچھ جس پر (ذبح کرتے وقت) خدا کا نام نہ لیا جائے۔ جب آپؓ نے اس سے پوچھا کہ ان کا مشروب کیا تھا یعنی وہ پیتے کیا تھے، تو اس نے جواب دیا کہ وہ جَدَف پیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جَدَف نام کا یمن میں ایک پودا ہوتا ہے جس کو کھانے کے بعد اسے کھانے والے کو پیاس باقی نہیں رہتی یعنی اسے پانی پینے کی ضرورت نہیں رہتی۔

التَّجْدِيْفُ: (خدا کی) نعمتوں کی ناشکری کرنا۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کو کم اور قلیل سمجھنا ہے۔
حدیث شریف میں ہے: لَا تُجَدِّفُوْا بِنِعْمَةِ اللّٰهِ: اس کی نعمتوں کی تجدیف یعنی ناقدری نہ کرو۔

ج د ل — الجَدْلُ: عضو۔
الأَجْدَل: باز۔
جَادَلَهُ: اس نے اس سے جھگڑا کیا۔
مُجَادلة و جِدَالاً: اس کا اسم الجَدَ ل ہے۔ اس کا معنی دشمنی کی شدّت ہے۔
الجَنْدل: پتھر۔
الجَدْوَلُ: چھوٹی نہر، کول۔
جدول: دیکھئے بذیل ج د ل.

ج د ی — الجَدْیُ: بکری کا میمنہ (بچہ) ثَلَاثَةُ أَجْدٍ (تین میمنے) لیکن اس سے تعداد بڑھ جائے تو الجِدَاء کہیں گے۔ نہ تو الجَدَایا کہنا چاہئے اور نہ ہی الجِدْیَ (جیم مکسور)۔ جَدًا (الف مقصور) اور الجَدْوَی: عطیہ اور بخشش اور فائدہ۔
جَدَاهُ و اجْتَدَاهُ اور اسْتَجْدَاهُ تینوں کا معنی ہے کہ اس نے اس کا عطیہ طلب کیا۔
أَجْدَاهُ: اس نے اسے عطیہ دیا۔
مَا يُجْدِي عَنْک: تجھے کچھ فائدہ نہیں دے گا۔

ج ذ ب — الجَذْبُ: کھینچنا۔

جَذَبَهُ و جَبَذَهُ علَى القَلْب: اس نے اسے دل کی طرف کھینچا۔ یا دل سے لگالیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اجتَذَبَه کا معنی بھی یہی ہے۔

بَيْنِي وبَيْنَ المَنزِلِ جَذْبَةٌ: میرے اور منزل کے درمیان دوری ہے۔

ج ذ ذ — جَذَّهُ: اس نے اسے توڑا یا کاٹا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الجُذَاذُ: (جیم مکسور و مضموم) مضموم فصیح تر ہے۔

عطاءٌ غيرَ مَجْذُوذٍ: غیر مقطوع یعنی مسلسل و متواتر بخشش و عنایات۔

الجُذَاذَتُ: ریزے، ٹکڑے۔

ج ذ ر — جَذْرُ كل شَيْئٍ: ہر چیز کی اصل (اصمعی کے ہاں جیم مفتوح اور ابو عمرو کے ہاں جیم مکسور ہے) حدیث شریف ہے: إنَّ الأَمانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجالِ: امانت داری لوگوں کی گھٹی میں پڑی ہوتی ہے۔

ج ذ ع — الجَذَعُ: (تثنیہ جیم سے پہلے اور ذال مفتوح)، اس کی جمع جُذْعَانٌ اور جِذَاعٌ (جیم مکسور) ہے۔ اس کی مؤنث جَذَعة اور اس کی جمع جَذَعَاتٌ ہے اور جِذَاعٌ بھی ہے۔ دوسرے سال میں بکری کا بچہ، گائے اور کھردار جانور کا تیسرے سال کا بچہ۔ اور اونٹ کا پانچویں سال کا بچہ جَذَع کہلاتا ہے۔

الجَذَعُ: اُس عمر میں مذکورہ جانوروں کا بچہ جب نہ دانت اگنے اور نہ گرنے کا وقت ہوتا ہے۔ بھیڑ کے بچے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے دانت چھ یا نو ماہ میں اُگ آتے ہیں۔ یعنی اس عمر کا بچہ جذَع کہلاتا ہے۔

الجِذْعُ: جمع جُذُوعُ النَّخلِ: کھجور کے درخت کا تنا یا تنے۔

الجِذْعَمَةُ: چھوٹا، خورد۔ حدیث شریف میں ہے کہ: أَسْلَمَ وَاللهِ اَبُوبَكرٍ وأَنَا جِذْعَمَةٌ: قسم خدا کی، ابو بکرؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب میں ابھی بچہ تھا۔ جِذْعَمَةٌ میں میم زائد ہے۔

جُذْعُمَةٌ: دیکھیے بذیل ج ذ ع۔

ج ذ ف — المِجذافُ: چپّو جس سے کشتی کھیتے ہیں۔ یہ لفظ دال اور ذال دونوں سے ہے۔

ج ذ ل — الجَذَلُ: خوشی، فرحت۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اسم فاعل جَذْلَانُ ہے۔

ج ذ م — جَذِمَ الرَّجُلُ: آدمی ہتھ کٹا ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مَنْ تَعَلَّمَ القرآنَ ثُمَّ نَسِيَهُ يَلْقى اللهُ وهُوَ اَجْذَمُ: جس نے قرآن سیکھا اور پھر اسے بھلا دیا تو وہ

اس حالت میں اللہ سے ملے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔ اس کی جمع جَذْمَی ہے، جس طرح حَمْقَی ہے۔

الجُـذَامُ: ایک موذی مرض کا نام۔

قَدْ جُذِمَ الرَّجُلُ: آدمی کو جذام ہوگیا۔ (جیم مضموم) آدمی جذام زدہ ہوگیا۔ ایسے آدمی کو مَجْزوم یعنی جذامی کہیں گے۔ اسے أجذم نہیں کہنا چاہئے۔

ج ذ ا-الجَذْوَةُ: چنگاری (جیم مفتوح ومضموم اور مکسور) اس کی جمع جِـذَیً، جُـذیً اور جَذیً ہے۔ مجاہد نے اس قول خداوندی: أوْجَذْوَةٍ مِـنَ النَّارِ کے بارے میں کہا کہ اسکا معنی چنگاری کا ٹکڑا ہے مجاہد کا کہنا ہے کہ اس لفظ کا تمام عربوں کی زبان میں یہی معنی ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ الجذْوةُ لکڑی کا ایسا ٹکڑا ہے جس کے ایک طرف آگ لگی ہو یا نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے: مِثْلُ الأَرْزَةِ المُـجْـذِيَةِ عَلَى الأَرْضِ: یعنی زمین جڑ پکڑے گڑھے ہوئے درخت کی طرح ہے۔

ج ر أ-الجُرْأةُ: الجُرْعَةِ کی طرح اور الجُـرَةُ، کُـرَةُ کی طرح بہادری و دلاوری۔ الجَرِئُ (یاء ممدود) جرأت مند۔ پیش قدمی کرنے والا۔

قَـدْ جَـرُءَ: اس نے جرأت کی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

جَرَّأَهُ عَلَيْهِ تَجْرِئَةً فَاجْتَرَءَ: اس نے اسے اس پر جرأت دلا دی تو وہ دلیر ہوگیا یا اس نے جرأت وجسارت کی۔

جَرَائِکَ: دیکھئے بذیل ج ر ی.

جَـرَامِقَةٌ: دیکھئے بذیل ج ق۔

ج ر ب-الجَـرَبُ: جلدی بیماری خارش۔

جَـرِبَ: (راء مکسور) اسے جلدی بیماری (خارش) لگ گئی۔ اس کا اسم فاعل أجْرَبُ یعنی جلدی بیماری والا ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

قَوْمٌ جُرْبٌ وَجَرْبَی: جلدی بیماری والی قوم۔

جُـرْبٌ کی جمع جِـرَابٌ: (جیم مکسور)

الجِرَابُ: زادِ راہ کا برتن، توشہ دان۔ عامی زبان میں جیم مفتوح بولا جاتا ہے۔ یعنی اسے الجَرَاب کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع أجْرِبَةٌ اور جُرُبٌ بھی ہے۔

الجَـرِيبُ: اناج اور زمین کی ایک معروف معیّن پیائش کا پیانہ۔ اس کی جمع أجْرِبَةٌ اور جُرْبَانٌ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الجَـرِيب ناپنے کا ایک برتن ہے۔ جو چار قفِز کے برابر ہوتا ہے اور زمین کی جَریب جہاں جَریب بھر بیج بویا جا سکے، ہے۔ علامہ ازہری نے ان دونوں

معنوں میں الجَرِيب کا ذکر کیا ہے۔

المُجَرَّب: (راء مفتوح) تجربہ کار انسان جس کو تجارت اور معاملات نے پختہ کر دیا ہے۔ اگر راء کو مکسور پڑھیں تو پھر یہ فاعل بن جائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ عرب اسے راء مفتوح ہی پڑھتے ہیں۔

الجِرْبَة: (جیم مکسور) کھیتی، کھیت۔

جُـرَاب: (جیم مضموم) مکہ شریف میں ایک کنویں کا نام ہے۔

ج ر ح — جَرَحَهُ: اس نے اسے زخمی کر دیا۔ اس کا باب قطع ہے۔ اور اسم الجُرْح (جیم مضموم) ہے۔ اس کی جمع جُرُوْح ہے۔ عربوں کے ہاں شعر کے سواء کسی نے اسے جِرَاح نہیں کہا (یعنی جیم مکسور)۔ یہ جِـراحَـة (جیم مکسور) کی جمع بھی ہے۔

رَجُلٌ جَـرِيْحٌ وامْـرَأةٌ جَرِيْحَة وَرِجَـالٌ ونـسـوةٌ جَرْحٰى: زخمی مرد، زخمی عورت۔ زخمی مرد (جمع) اور زخمی عورتیں۔

جَرَحَ: اس نے کمایا، حاصل کیا۔ اس کا باب بھی قَطَعَ ہے۔

اجْتَرَحَ بھی اسی طرح ہے۔

الجَوارِحُ الإنسانِ: انسان کے اعضاء جن کے ذریعے وہ روزی کماتا ہے یا کام کرتا ہے۔

ج ر د — الجَرِيْدُ: پتوں سے صاف کی ہوئی کھجور کی ٹہنی۔ اس کا واحد: جَرِيْدَةٌ ہے۔ ایسی صورت میں اس ٹہنی کو سَعَف کہتے ہیں۔

الجُـرَادَةُ: (جیم مضموم) کسی چیز سے چھلی ہوئی یا تراشی ہوئی چھتریاں ریشے۔

التَجْـرِيْدُ مِنَ الثِّياب: کپڑے اتار کر برہنہ ہونا۔

التَجَرُّدُ: ننگا ہونا۔[1]

تَجَـرَّدَ لِلأمْـرِ: اس نے کام میں سخت محنت کی یا لگن سے کام کیا۔

إنْجَرَدَ الثَّوْبُ وَلَانَ: کپڑا گھس کر بوسیدہ ہوگیا اور کمزور ہوگیا۔

الجَرَادُ: اسم جنس ہے بمعنی ٹڈی۔ اس کا واحد الجَرَادَةُ ہے مذکر بھی اور مؤنث بھی۔ اس کی مثال البَقَرَةُ اور الحَمَامَةُ ہے۔

جَـرْدَقَـةٌ: دیکھیے بذیل ج ق.

ج ر ذ — الجُـرَذُ: عُمَرُ کی طرح، چوہے کی ایک قسم۔ اس کی جمع: الجِرذَانُ (جیم مکسور) ہے۔

ج ر ر — الجَـرَّةُ:[2] مٹی کا گھڑا۔ اس کی جمع الجِرَى، بروزن الذِّمِيُّ: مچھلی کی ایک قسم۔

---

[1] موجودہ ادب میں تجرد سے مراد غیر متاہل زندگی گزارنا ہے۔
[2] الجَرَّة: پانی کھینچنے کا طریق کار۔ (مترجم)

جَرَّ الحَبلَ: اس نے رسی کو کھینچا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ المجرَّةُ: کہکشاں۔ اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ راستے کے نشان کی طرح ہے۔

جَرَّ عَلَیْھِم جَرِیْرَۃً: اس نے ان کے خلاف جرم کا ارتکاب کیا۔

الجَارَّةُ: وہ اونٹ جسے ناک میں نکیل ڈال کر چلایا جائے۔ یہ لفظ فاعل کی شکل میں مفعول واقع ہوا ہے۔ اس کی مثال عِیشَۃٌ اور رَاضِیَۃٌ: اس لفظ کا معنی بہت یا ابلتا ہوا پانی بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَا صَـدَقَةَ فِی الإِبـلِ الجَارَّةِ: پانی کھینچنے والے اونٹوں پر کوئی زکوۃ نہیں ہے۔ جب کہ وہ سواری (یا بار برداری و بار کشی) کے کام میں لائے جاتے ہوں۔ کیونکہ زکوۃ چرنے والے جانوروں پر ہے، کام میں لائے جانے والے جانوروں پر نہیں ہے۔ بَارٌّ جَارٌّ مکرر اور اتباع میں بولے جانے والے الفاظ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: کَـانَ ذٰلِـکَ فِـی عَـامِ کَـذَا وھَـلُمَّ جُرًّا الی الیوم: کہ فلاں بات فلاں سن میں واقع ہوئی پھر آج تک ایسے ہی ہوتا رہا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: فَعَلتُ ذٰلِـکَ مِن جَرَّاکَ: میں نے یہ کام تیری وجہ سے کیا۔ یہاں مِجرَاک نہیں کہنا چاہئے۔

اِجْتَرَّهُ: اس نے اسے کھینچا۔

اِجْـتَرَّ الـبَـعِیْرُ: اونٹ نے کھینچا۔ یہ لفظ الجِرَّۃِ سے مشتق ہے اور ہر اوجھ والا جانور (پانی) کھینچتا ہے۔

اِنْجَرَّ الشَّيْءُ: چیز جذب ہوگئی۔

ج ر ز – أرضٌ جُرُزٌ وجُرْزٌ: اس کی مثال: عُسُرٌ اور عُسْرٌ ہے، ایسی زمین جس میں کوئی چیز نہ اُگی ہو۔ بے آب وگیاہ زمین۔ اور نَھْرٌ اور نَھَرٌ کی طرح جَرَزٌ اور جَرْزٌ، سب کا ایک معنی ہے۔

ج ر س – الجِرْسُ: (جیم مفتوح اور مکسور) آواز، (گھنٹی کی آواز) کہتے ہیں کہ: سَمِعتُ جَرْسَ الطَّیْرِ: میں نے پرندے کی آواز سنی، یہ وہ آواز ہے جو وہ کوئی چیز کھانے کے لئے یا کھاتے وقت پرندہ اس چیز پر چونچ مار کر نکالتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فَیَسْـمَعُوْنَ جَرْسَ طَیْرِ الجَنَّةِ: (جنتی جنت میں جنتی پرندوں کے چونچیں مارنے کی آوازیں سنیں گے۔ زیورات کی جھنکار کو بھی جَرْسُ الحُلِیِّ کہتے ہیں۔

اَجْـرَسَ الطائرُ: پرندے نے چونچ مار کر آواز نکالی۔ یہ اس کی ایک بار سنائی دینے کے موقع کی آواز ہے۔ [1]

[1] الصحاح کی عبارت یہ ہے: "إذْ سُمِعَ صوتُ مَرَّةٍ". القاموس اور اللسان میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ اور زیورات کے بارے میں بھی یہی قول ہے۔

أَجْرَسَ الْحُلِيُّ: زیورات سے جھنکار کی آواز پیدا ہوئی یا سنی گئی۔ الجَرَسُ (جیم اور را مفتوح) وہ گھنٹی جو اونٹ کے گلے میں لٹکائی جاتی ہے۔ نیز وہ گھنٹی جو بجائی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَصْحَبُ الْمَلٰئِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جَرَسٌ: فرشتے ایسی مجلس میں نہیں آتے یا رہتے جہاں گھنٹی ہو۔

ج ر ش — جَرَشَ الشَّيْئَ لَمْ يُنْعِمْ دَقَّهُ: اس نے سخت چیز کو کوٹا اور اس کا دلیہ کر دیا۔

جَرِيشٌ: دلیہ، اس کا باب نَصَرَ ہے۔

مِلْحٌ جَرِيْشٌ: دلیہ کیا ہوا نمک جو باریک نہ ہوا ہو۔

جُرَاشَةُ الشَّيْئِ: (جیم مضموم) کوٹا ہوا حصہ نکالنے کے بعد باقی رہ جانے والا پھوک۔

ج ر ع — جَرِعَ الْمَاءَ: اس نے پانی کا گھونٹ لیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے اور جَرَعَ کا باب قطع ہے۔ یہ اس لفظ کا دوسرا تلفظ یا لہجہ ہے لیکن اصمعی نے اس کا انکار کیا ہے۔

الجَرْعَاءُ بروزن الحَمْرَاءُ: ہموار ریت جس میں کچھ بھی نہ اُگتا ہو۔

الجُرْعَةُ مِنَ الْمَاءِ: (جیم مضموم) پانی کا گھونٹ۔

جَرَّعَهُ غُصَصَ الْغَيْظِ تَجْرِيعًا فَتَجَرَّعَهُ: اس نے اسے غیظ وغضب کے گھونٹ پلائے تو اس نے انہیں پی لیا یعنی غلے کو چبا لیا اور اس پر قابو پا لیا۔

ج ر ف — جَرَفَ الطِّينَ: اس نے مٹی کو جھاڑو سے صاف کیا۔ یا مٹی پر جھاڑو پھیر دیں۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے مِجْرَفَةٌ: بیلچہ بنا ہے۔

الجُرُفُ: (راء مضموم اور ساکن) زمین کا وہ حصہ جسے سیلاب بہا لے گیا ہو اور زمین سیلاب بُرد ہو گئی ہو۔ قول خداوندی ہے: عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ: اس ڈھلوان کے کنارے جو سیلاب بُرد ہو کر گرنے کے قریب ہو گئی ہو۔

ج ر ل — الجِرْيَالُ: شراب۔ جو عمدگی میں سُلاف ابتدائی جھاگ کے بغیر ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ جِرْيَالُ الْخَمْرِ سے مراد شراب کا رنگ ہے۔ جس طرح سونے کا رنگ اس کی سرخی ہوتی ہے۔

ج ر م — الجُرْمُ والجَرِيمَةُ: گناہ، جُرم۔ اسی سے فعل جَرَمَ، اَجْرَمَ اور اجْتَرَمَ بنا ہے۔ الجِرْمُ (جیم مکسور) بدن، تن۔ جَرَمَ کا معنی کمایا بھی ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ: تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ جرم نہ کرے۔

تَجَرَّمَ عَلَيْهِ: کسی پر ایسے جرم گناہ کی ذمہ داری ڈالنا جو اس نے نہ کیا ہو۔ اور لوگ جو لَا جَرَمَ کہتے ہیں تو اس کے متعلق الفَرّاء کا کہنا ہے کہ اصل میں لفظ لَا بُدَّ اور لَا محالة کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا تا آنکہ کثرتِ استعمال سے اس کا معنی قسم ہو گیا۔ اور پھر یہ لفظ حَقًّا یعنی سچ سچ کے معنوں میں بدل گیا۔ اسی لئے اس کے جواب میں لام اس طرح آتا ہے جس طرح قسم کے لئے آتا ہے۔ کیا آپ لوگوں کو یوں کہتے نہیں دیکھتے کہ: لَا جَـرَمَ لَآتِيَنَّكَ: قسم ہے میں تمہارے پاس ضرور آؤں گا۔ الفَرّاء نے کہا کہ کسی کے جَرَمْتُ حَقَقْتُ کہنے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

جُـرْمُوقٌ: دیکھئے بذیل ج ق.

ج ر ن - الجُرْنُ وَ الجَرِيْنُ: کھجور کھانے یا خشک کرنے کی جگہ۔

جَيْرُوْن: دمشق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

جُـرَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ج ر ا.

ج ر ی - جَرَى الماء وغيرهُ: پانی وغیرہ بہایا جاری ہوا۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔ اور مصدر جَـرَيَانًا بھی ہے۔

وَمَـا اَشَدَّ جِـرْيَةَ هٰذَا الماءُ: یہ پانی کس قدر تیز رواں ہے۔ قول خداوندی ہے: بِاسْمِ اللّٰهِ مَجْراهَا وَمُرْسَاهَا: اس کا چلنا اور رکنا دونوں اللہ کے نام سے ہیں۔ یہاں یہ دونوں لفظ مصدر واقع ہوئے ہیں۔ ان کا فعل ہے: اَجْـرَيْـتُ وَاَرْسَيْتُ: میں چلا دی اور کنارے لگا دی۔

مَجْـرَاهَا ومَرسَـاهَا، جَـرَتِ السَّفِينَةُ رَسَتْ فعلوں کے مصدر ہیں۔

الجِرَايَةُ: تنخواہ، وظیفہ، مشاہرہ۔

الجِرْوُ: (جیم مکسور مضموم) کتے یا درندے کا بچہ۔ اس کی جمع اَجْرِيَةٌ ہے۔

الجِرْوُ والجِـرْوَةُ: کھیرے یا ککڑی کا چھوٹا پھل یعنی چھوٹا کھیرا یا چھوٹی ککڑی۔

حدیث شریف میں ہے: اُتِيَ النَّبِيُّ بِاَجْرِ زُغْبٍ: نبی کریم ﷺ کے پاس بُٹ تیتر کے بچے لائے گئے اور ان کے ساتھ پلّوں والی کتیا تھی۔

جَارِيَةٌ: (جیم مفتوح) بھرپور جوانی والی لڑکی۔ اس کا مادہ الجَـرَايَةُ، الجَراءُ اور الجِرَاءُ (جیم مفتوح اور مکسور) ہے۔

الجَارِيَةُ: سورج کو بھی کہتے ہیں اور کشتی بھی۔

جَـارَاه مُجَـارَاةً وجِرَاءً: وہ اس کے ساتھ چل پڑا۔

جَارَاهُ فِي الحديث: اس نے اس کے ساتھ بات جاری رکھی۔

الجَرِیُّ: وکیل اور ایلچی۔
قَدْ جَرّٰی جَرِیًّا اور اِسْتَجْرٰی بھی، اس نے ایک وکیل کیا۔ اور ایک ایلچی روانہ کیا۔ حدیث شریف میں ہے: قُـوْلُوْا قَـوْلَکُـمْ وَلَا یَسْتَجْـرِیَنَّـکُم الشَّـیْطَانُ: تم اپنی بات کرو اور شیطان تم سے باتیں نہ کہلوائے۔

میرا کہنا ہے کہ علامہ ازہری نے کہا کہ قبیلہ بنی عامر کے لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے کہا کہ: آپ ہمارے والد ہیں، آپ ہمارے سردار ہیں اور آپ روشن لگن ہیں (اس سے مراد سخی ہے) تو آپ نے ان سے کہا کہ: قُوْلُوْا بقولِکُمْ: یعنی جس مقصد کے لئے آئے ہو وہ بات کہو، نہ مبالغہ کرو اور نہ بڑھ بڑھ کر باتیں بناؤ۔ تم تو اس طرح باتیں کرتے ہو گویا شیطان کی زبان سے بول رہے ہو۔ عرب لوگ مہمان نواز اور زیادہ کھانے کھلانے والے سردار کو جَفْنَة یعنی بڑے پیالے یا لگن کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے جَفْنَة کہہ کر پکارے تھے۔ اور الغَرّاء روشن چہرے والے کو کہتے تھے۔ وکیل کو جَرِیّ کے نام سے اس لئے پکارتے ہیں وہ اپنے مؤکل کی طرح تگ ودو کرتا ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ فَعَلْتُ ذاکَ مِـنْ جَـرّاکَ ومِـن جَـرائِکَ: یعنی میں نے یہ کچھ تیری وجہ سے کیا۔ تو لفظ جَرّاک (راء مشدّد) کا دوسرا لہجہ ہے۔ لفظ مِجْرَاکَ نہیں کہنا چاہیے۔

ج ز ا — جَزَّأَہُ: اس نے اس کے حصے بخرے کردیے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
جَزّأہُ تَجْزِئَةً: اس نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے۔
جَـزَأ بِہٖ کا باب قَطَعَ ہے اور معنی ہے: اس نے کفایت کی۔
أَجْـزَأَہُ الشَّیْئُ: اسے چیز کافی ہوگئی۔
أجْزأتْ عَنْہُ شَاۃٌ: اس کی طرف سے ایک بکری کافی ہوگئی، یہ جَزَتْ بمعنی قَضَتْ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔
اِجْـتَزأ بِـہٖ وتَجَـزَّأ بِـہٖ: کافی ہوا۔ یا اکتفاء کیا۔

ج ر ز — الجَزُوْرُ مِنَ الاِبِلِ: قربانی کے اونٹ یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن بالعموم مؤنث بنایا جاتا ہے۔ اس کی جمع الجُزُرُ (جیم اور زاء مضموم) ہے۔
جَـزَرُ السِّبَاعِ: درندوں کا کھانے والا گوشت۔ محاورہ ہے کہ: تَرَکُوْھُمْ جَزَرًا (ز ا ی مفتوح) انہوں نے انہیں مار ڈالا یا قتل کیا۔
الجَـزَرُ: گاجر کو جو کھائی جاتی ہے، بھی کہتے ہیں۔

جَزْرَۃٌ: ایک گاجر۔ الفراء نے کہا ہے کہ اس کا ایک تلفظ یا لہجہ الجِزَرُ بھی ہے۔
الجَزِیرَۃُ: جزیرہ [خشکی کا وہ حصہ جس کے چاروں طرف پانی ہو اور درمیان میں خشکی] (مترجم)۔ اسے جزیرہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دوسری زمین سے کٹا ہوا ہوتا ہے۔
الجَزِیرَۃُ: دجلہ اور فرات کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے البتہ جزیرۃ العرب کے بارے میں الفراء کا کہنا ہے کہ لمبائی میں یہ حضرَ أبی موسیٰ سے لے کر اقصیٰ یمن تک ہے اور چوڑائی میں رَمل یَبْرِینَ سے لے کر السَّماوہ کی سرحد تک ہے۔
جَـزَرَ الجَـذُورَ: اس نے قربانی کے جانور ذبح کئے اور ان کی کھال اتاری۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اجْتَزَرَها کا معنیٰ بھی یہی ہے۔
المَـجْـزِرُ، بروزن مَجْـلِسُ: قربان گاہ۔ جہاں قربانی کے جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی حدیث میں ہے: إيَّاكُم وَهٰـذه المَـجَازِرُ فـإنَّ لَها ضَـرَاوَةً كَضَرَاوةِ الخَمْرِ: ان ذبح خانوں کا دھیان اور ان کی احتیاط کیا کرو کیونکہ ان میں شراب کی سی رغبت و عادت ہوجاتی ہے۔ اصمعی نے کہا کہ اس سے مراد لوگوں کی مجالس ہیں کیونکہ قربانی کے جانور تو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں میں ذبح کئے جاتے ہیں۔
میرا کہنا ہے کہ علامہ الازہری نے کہا کہ المَجَازِرُ سے مراد وہ جگہیں ہیں جہاں گوشت فروخت کرنے کے لئے اونٹ ذبح کئے جاتے ہیں اور گائے اور بکریاں ذبح کی جاتی ہیں۔ اس کی جمع مَجَازِر ہے اور واحد مَجْزَرَۃٌ اور مَجْزِرَۃٌ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو گوشت کی خرید اور کھانے پر مداومت سے منع فرمایا کیونکہ اس میں شراب کی طرح ہی مال فضول خرچ کرنے اور خرابی پیدا کرنے کی خو، بو اور عادت پڑ جاتی ہے۔
جَـزَرَ الـمـاءُ: پانی زمین میں جذب ہوگیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَـرَ ہے۔
الجَـزْرُ: مدّ کی ضد ہے۔ اس کا معنیٰ پانی کا پیچھے کی طرف لوٹنا ہے۔ [مدّ و جزر کو جوار بھاٹا کہتے ہیں] (مترجم)۔

ج ز ز — جَزَّ البُرَّ والنخل والصُّوفَ:

گندم کاٹنے، کھجور اتارنے اور اون اتارنے کا وقت اور عمل، اس کا باب رَدَّ ہے۔
المِـجَـزُّ: (میم مکسور) کات، قینچی اور درانتی۔
زَمَـنُ الجَـزازِ: (جیم مفتوح اور مکسور)

فصل کاٹنے اور کھجورا تارنے کا وقت۔
اَجزَّ البُرُّ والنّخل والغَنَمُ: گیہوں کاٹنے، کھجور اتارنے اور بھیڑوں کی اون اتارنے کا وقت آگیا۔
الجُزَازَةُ: (جیم مضموم) چڑا کاٹتے یا کترتے وقت جو چھوٹی کترنیں گر پڑتی ہیں۔

ج ز ع - جَزَع الوادی: اس نے چوڑائی کی طرف سے وادی کو قطع کیا۔ اس کا باب قطع ہے۔
اَلجَزْعُ: خرزیمانی کو بھی کہتے ہیں جس میں آنکھوں کی طرح سفید اور سیاہ رنگ ملا ہوتا ہے۔
الجِزْعُ: (جیم مکسور) وادی کا موڑ۔
الجَزَعُ: بے چینی، بے صبری، واویلا۔ یہ صبر کی ضد ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
جَزِعَ من الشَّيْئِ: وہ کسی چیز سے نالاں ہوا یا تنگ آگیا۔
اَجزَعَهُ غَيْرُهُ: کسی دوسرے نے اسے تنگ کیا۔

ج ز ف - الجَزْفُ مُجازَفَةً وَجزافاً: بروزن الضَّرْبُ: بغیر تولے ناپے چیز لے لینا۔ فارسی (گزاف) سے معرب۔[1]

ج ز ل - الجَزْلُ: ایندھن کی لکڑیوں کا بڑا ڈھیر اور خشک انبار۔
الجَزِيْلُ: بڑا عظیم۔
عطـاء جَزْلٌ وجَزِيْلٌ: عظیم عنایت وبخشش۔
اَجْزَلَ لهُ مِنَ العطاء: اس نے اس پر بے پناہ عنایت کی۔ یعنی بہت کچھ دیا۔
الجَزْل لفظ الرکیک کی ضد ہے۔

ج ز م - جَزَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کاٹ دی۔ اسی سے جـزم الحَـرفِ ماخوذ ہے۔ بناء میں سکون کی طرح اعراب میں جزم دینے کو جَزْمُ الحرف کہتے ہیں۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ج ز ی - جَزَاهُ بِمَاصَنَعَ: يُجزِيه جزاءً وجَازَاه: سب کا ایک ہی معنی ہے اور وہ یہ کہ اس نے اسے اس کے کیے کا بدلہ دیا۔
جَزَى عَنْهُ هٰذا: اس کی طرف سے یہ کافی ہے۔ قول خداوندی ہے: لَاتَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا: کوئی کسی کے کچھ کام نہیں آئے گا، کہا جاتا ہے کہ جَـزَتْ عنـهُ شَاةٌ: اس کی طرف سے ایک بکری کافی ہوگئی۔ حدیث شریف میں ہے: تجزی عَنکَ ولا تجزی عن احدٍ بَعدکَ: تیری طرف سے قربانی کے لئے ایک بکری تو کافی ہے لیکن تیرے بعد کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے

[1] فارسی میں لاف وگزاف بے سوچے سمجھے بات کرنے کو کہتے ہیں۔ معرب ہو کر اس کا معنی بے تولے ناپے چیز لینا یا دینا بن گیا۔

گی۔

بنوتمیم اجْـزأتْ عَنْـهُ شـاةٌ میں اَجْزأتْ کومھموز بنا کر بولتے ہیں۔

تَجَازِیْ دَیْـنَهٗ: اس نے اپنے قرض کا تقاضا کیا۔ اس کا اسم فاعل متجازٍ ہوگا یعنی تقاضا کرنے والا۔

الجِزْیَۃُ: جزیہ جو اہل ذمّہ سے لیا جاتا ہے۔ اس کی جمع لِحْیَۃٌ سے لِحیً کی طرح الجِزَی ہے۔

ج س د ـ الجَسَدُ: بدن، تن، دھڑ۔ جسم سے بطور فعل تَجَسَّم کی طرح تَجَسَّدَ بھی کہا جاتا ہے۔

الجَــسَدُ: زعفران اور اس طرح کے رنگ کو بھی کہتے ہیں۔ اس قول خداوندی: عِجْـلاً جَسَدًا: کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ بچھڑا سنہرے سرخ رنگ کا تھا۔

ج س ر ـ الجِسْرُ: (جیم مکسور و مفتوح) پُل جس پر سے دریا یا نالہ عبور کرتے ہیں۔ اس کی جمع الجُسُور ہے۔

جَسَرَ عَلَى كذا: اس نے یہ کام کرنے کی جسارت کی اس کا مضارع یَجْسُرُ (سین مضموم) اور مصدر جَسَارة (جیم مفتوح) ہے۔

تَجَاسَرَ کا معنی بھی جسارت کرنا ہے۔

الجَــسُوْرُ: (جیم مفتوح) پیش قدمی کرنے والا، بہت جسارت مند۔

ج س س ـ جَسَّهُ بِيَدِهٖ: اس نے اپنے ہاتھ سے چھوا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اِجْتَسَّهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

جَسَّ الأخبَارَ وتَجَسَّسَهَا: اس نے خبروں کی سن گن لی یا تلاشی کی۔ اسی سے لفظ جَاسُوْس مشتق ہے۔

ج س م ـ ابو زید: ـ الجِسْمُ: بدن، دھڑ، اسی طرح الجُـسْـمَـان اور الجُــثْـمَـان ہے۔ اصمعی نے کہا کہ: الجسمُ والجُسمانُ اور الجسد والجُثمانُ کا معنی شخص ہے۔ اس نے مزید کہا کہ انسانی جسم کے (اعضاء کے) مجموعے کو بھی الجُسمان کہتے ہیں جس طرح ذِئبٌ سے ذُؤبان ہے۔

قَـدْ جَـسُمَ الشَّيْئُ: چیز بڑی ہوگئی یا بھاری ہوگئی۔ اس سے اسم فاعل جَسِيمٌ اور جُسَــامٌ ہوگا یعنی بھاری بھرکم۔ (جُسام کا جیم مضموم) اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ جَسِیْمٌ کی جمع الجِسَام (جیم مکسور) ہے۔

تَجَسَّمَ: جسم سے فعل بنا ہے بمعنی وہ مُجَسَّم بن گیا یا جَسِیم بن گیا۔

جَاسِمٌ: شام میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

ج ش ا ـ تَجَشَّأَ تَجَشُّؤًا: اور تَجَشَّأَ تَجْشِئَةً: ڈکار لینا۔ اس سے اسم الهُمَزَةُ کی طرح الجُشَأَةُ اور الجُشَاءُ (جیم مضموم

اورالف ممدود) بھی بنتا ہے بمعنی ڈکار۔

ج ش ر—مَالٌ جَشَرٌ: (جیم اور شین مفتوح) وہ مال (مویشی) جو اپنی چراگاہ میں چرتا ہو اور گھر نہ لوٹتا ہو۔

جَشَرَ دَوابَّهُ: اس نے اپنے مویشی چراگاہ کی طرف نکالے اور (شام کو گھر) واپس نہیں لائے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

خَيْلٌ مجشَرَةٌ بِالحِمٰى بروزن مُضَمَّرَةٌ: چراگاہ میں ہی رہ کر چرنے والے گھوڑے۔

ج ش ش—جَشَّ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو توڑا اور کوٹا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

سَوِيقٌ جَشِيشٌ: گیہوں وغیرہ سے تیار کردہ ستو۔

جَشَّ البُرَّ وَاَجَشَّه: اس نے گیہوں موٹے پیسے۔ اسے جَشِيشٌ اور مَجْشُوشٌ کہتے ہیں۔

ج ش ع—الجَشَع: اس نے شدید حرص وطمع کیا یا ہابڑا کیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

تَجَشَّعَ کا معنی بھی یہی ہے۔

ج ش م—جَشِمَ الأمْرَ: اس نے مشقت اور تکلیف سے کام کیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

تَجَشَّمَهُ: اس نے اسے مشقت میں ڈال دیا۔

جَشَّمَهُ الأمر تَجْشِيمًا: کام نے اسے سخت مشقت میں ڈال دیا۔

أجْشَمَهُ: اسے تکلیف یا مشقت میں ڈال دیا۔

ج ش ن—الجَوْشَنُ: سینہ، اگلا حصہ۔ زرہ بکتر کو بھی الجَوْشن کہتے ہیں۔

ج ص ص—الجَصُّ: (جیم مفتوح اور مکسور) گچ یا چونا سفیدی کرنا۔ یہ لفظ معرب ہے۔

الجَصَّاصُ: گچ یا چونا سفیدی کرنے والا۔ قلعی گر۔

جَصَّصَ دارهُ: اس نے اپنے گھر کی سفیدی کی۔

ج ظ ظ—الجَظُّ: (جیم مفتوح) موٹا آدمی۔ حدیث شریف میں ہے: أهْلُ النَّارِ كُلُّ جَظٍّ مُسْتَكْبِرٍ: ہر گراں تن موٹا (مغرور) اور متکبر انسان دوزخی ہے۔

ج ع ج ع—الجَعْجَعَةُ: چکی کی آواز۔ یہ مثل مشہور ہے کہ:

أسْمَعُ جَعْجَعَةً وَلَا أرىٰ طِحْنًا: (طاء مکسور) میں چکی کے چلنے کی آواز کو سنتا ہوں، لیکن آٹا کہیں نظر نہیں آتا۔

ج ع د: بالْ گھنگھر، جَعْدٌ بروزن فَلْس، الجُعُودَة: گھنگھریالے بال ہونا۔

قَدْ جَعُدَ الشَّعْرُ: بال گھنگھریالے ہوگئے۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔

جَعَّدَهُ صَاحِبُهُ تَجْعِيدًا: اس کے ساتھی نے اس کے بال خوب گھنگھریالے بنا دیئے۔ (اس نے اسے بری طرح الجھا دیا)۔

الجَعْدُ: (مفرد لفظ) سخی۔

جَعْدُ الیَدَیْنِ و جَعْدُ الأنامِلِ: بخیل۔ ممکن ہے مفرد لفظ بغیر یَدٌ کا صلہ لگائے کا معنی بھی بخیل ہو۔

ج ع س — الجَعْسُ: گوبر، پاخانہ، لید، جگالی۔ یہ لفظ دخیل ہے۔ عرب اسے میم کے اضافے کے ساتھ جُعْمُوسٌ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے پیٹ کے فضلات (پاخانہ) باہر نکال دیئے۔

ج ع ف ر — الجَعْفَرُ: ندی، چھوٹی نہر۔

ج ع ل — جَعَلَ كَذا: اس نے ایسا بنایا، یا کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

مَجْعَلاً بروزن مَقْعَدٌ، کا یہی معنی ہے۔

جَعَلَهُ نَبِيًّا: اس (اللہ) نے اسے نبی بنا دیا۔

جَعَلُوا المَلائِكَةَ إناثًا: انہوں (لوگوں) نے فرشتوں کو مؤنث کا نام دیا۔

الجُعْلُ: (جیم مضموم) بناوٹ۔ انسان کے لئے فعلاً جو کچھ بنایا گیا۔ اسی طرح الجِعالَةُ: (جیم مکسور) اور الجَعِيلَةُ کا بھی یہی معنی ہے۔

الجُعَلُ: سیاہ بھونرا، یا گبریلا۔

اِجْتَعَلَ بھی جَعَلَ کا ہم معنی ہے۔

ج ف ا — الجُفاءُ: جھاگ یا سیلاب سے سمندر یا دریا کے کنارے پڑا ہوا کوڑا کرکٹ۔ قول خداوندی ہے: فَيَذْهَبُ جُفاءً: (جیم مضموم اور الف ممدود) یعنی تو وہ بے کار ہو جاتا ہے۔

جَفَأَ القِدْرَ: ہانڈی یا ہنڈیا کو ٹیڑھا کرنا اور اس سے سالن یا کوئی اور چیز انڈیلنا۔ اسے أَجْفَأَها نہیں کہنا چاہیے۔ البتہ حدیث شریف: فَأَجْفَوْا قُدُورَهُمْ بِما فِيها: (یعنی انہوں نے ہانڈیوں میں جو کچھ تھا اسے انڈیل دیا یا الٹ دیا، یا پلٹ دیا) میں جو 'اَجفَوْا' آیا ہے تو یہ ایک غیر معروف لہجہ ہے۔

ج ف ر — الجَفْرُ: چار ماہ کا بکری کا بچہ۔

جَفَرَ جَنْباهُ: اس کے دونوں پہلو کشادہ ہو گئے۔ اور اپنی ماں سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اس کی مؤنث جَفْرَةٌ ہے۔

ج ف ف — جَفَّ: خشک ہونا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ: لا نَفَلَ فِي غَنِيمَةٍ حَتّى تُقْسَمَ جُفَّةً أي كُلُّها: مال غنیمت میں سے بطور بخشش کسی کو کچھ دینا جائز نہیں تاوقتیکہ (وہ شرعی قانون کے مطابق) سارے کا سارا تقسیم نہ کیا جائے۔

جَفَّ الثَّوْبُ وغیرہ يَجِفُّ (جیم مکسور) کپڑا خشک ہو گیا۔ اور جُفُوفًا کا بھی یہی

معنی ہے۔
جَجَفُّ: (جیم مفتوح) اس کا ایک اور لہجہ یا تلفظ ہے۔ اس کا ذکر ابوزید نے کیا ہے اور اسے الکسائی نے اپنے ہاں نقل کیا ہے۔
جَفَّفَهٗ غَیْرُهٗ: کسی اور نے اسے خوب خشک کر دیا۔

ج ف ل — جَفَلَ: اس نے جلدی کی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ الجافل: سراسیمہ آدمی
اَجْفَلَ الْقَوْمُ: قوم سراسیمہ ہو کر جلدی سے بھاگ کھڑی ہوئی۔

ج ف ن — الجَفْنُ: پلک۔ **جَفْنُ العَیْنِ**: آنکھ کی پلک۔ الجَفْنُ تلوار کی ڈھال یا میان (نیام) کو بھی کہتے ہیں۔
الجَفْنَةُ: بڑا پیالہ۔ کاسہ لگن۔ اس کی جمع جِفَانٌ اور جَفَنَاتٌ (تمام حروف متحرک) ہے۔ لوگوں کا یہ قول: **وَعِنْدَ جُفَیْنَة الخَبَرُ الیَقِیْنُ**: اور جُفَیْنه کے پاس یقینی خبر ہے۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ جُفَیْنه ایک شراب فروش (پیر مغان) کا نام ہے۔ اسے جُهَیْنَة نہیں کہنا چاہئے۔ ابو عبید نے کتاب الأمثال میں بیان کیا ہے کہ یہ اصمعی کا قول ہے (نہ کہ ابن السکیت کا)، ہشام ابن کلبی کا کہنا ہے کہ یہ شخص جُهَیْنَه ہے (نہ کہ جُفَیْنه) ابو عبید نے کہا کہ اس علم میں ابن الکلبی اصمعی سے بڑا تھا۔

ج ف ا — الجَفَاءُ: (الف ممدود) جفاء نیکی کی ضد۔ بدی، بدسلوکی۔
قَدْ جَفَوْتُهٗ، اَجْفُوْهُ، جَفَاءً: میں نے اس کے ساتھ جفا کی، وہ مَجْفُوٌّ ہوگا۔ اس کے بدلے جَفَیْتُهٗ نہیں کہنا چاہئے۔
تَجَافَی جَنْبُهٗ عَنِ الفِرَاشِ: اس کا پہلو بستر سے الگ رہا۔ یعنی وہ بستر پر بے چین رہا یا پہلو بدلتا رہا۔
اِسْتَجْفَاهُ: اس نے اسے جفا کار سمجھا یا شمار کیا۔

ج ق عربی کلام میں جیم اور قاف کسی ایک ہی لفظ میں اکٹھے نہیں آتے۔ اِلّا یہ کہ کسی معرب لفظ میں آئیں یا آواز کی حکایت کے طور پر ہوں مثلاً: **الجَرْدَقَة**: روٹی اور **الجُرْمُوْق**: موزوں کے اوپر پہننے والا جوتا۔
جَرَامِقَة: موصل میں آباد ایک قوم جو اصلاً عجمی ہیں۔
الجَوْسَقُ: محل۔
جِلِّقٌ: (لام مشدد جیم ولام مکسور) دمشق کا شہر۔
الجُوَالِقُ: برتن۔ اس کی جمع الجَوَالِق (جیم مفتوح) اور الجَوَالِیق بھی ہے۔ ممکن ہے کہ الجَوَالَقَات بھی اس کی جمع ہو، اگرچہ سیبویہ اسے جائز قرار نہیں دیتا۔
الجُلَاهِقُ: غلیل، اسی سے قَوْسُ

الجُلاهِقُ: غلیل کی کمان ماخوذ ہے۔

جَلَنبَقُ: بڑے دروازے کے (کواڑ) کھولنے اور بند کرنے کی آواز کا بیان کرنا۔

اَلمَنجنِيقُ: وہ دستی مشین جس کے ذریعے پتھر دور پھینکے جاتے ہیں۔ یہ لفظ معرب ہے جس کی اصل فارسی لفظ 'من چہ نیک' ہے۔ یعنی میں کس قدر عمدہ ہوں۔ یہ لفظ مؤنث شمار ہوتا ہے اور اس کی جمع منجنیقات اور مَجَانِيْقُ ہے۔ اور اس کا اسم تصغیر مُجَيْنِيق ہے۔

الجَوقَةُ: لوگوں کی ایک جماعت۔

جُلاهِقُ: دیکھیے بذیل ج ق۔

ج ل ب — جَلَبَ المَتاع وغیرہ: اس نے مال وغیرہ حاصل کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ مضارع يَجلِبُ اور مصدر جلبًا ہے اور یہ طَلَب يَطلُبُ کے وزن پر ہے۔

جَلَبَ الشَّيْءَ اِلٰى نفسه: اس نے چیز کو اپنی طرف کھینچا۔

اجتَلَبَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

جَلَبَ على فَرَسِه يَجلُبُ جَلَبًا بروزن طَلَبَ يطلُبُ طلبًا: اس نے گھوڑے کو پیچھے سے زور سے یا چیخ کر آواز دی اور آگے بڑھنے پر اُبھارا۔ اسی طرح اَجلَبَ عليه و اَجلَبُوا کا بھی یہی معنی ہے۔

الجِلبَابُ: چادر، اوڑھنی۔ اس کی جمع جَلَابِيبُ ہے۔

الجَلَبُ اور الجَلَبَةُ: (دونوں میں لام مفتوح) اور اس کا معنی ہے شور و غوغا اور آوازیں۔

ج ل د — الجَلَدُ (جیم اور لام مفتوح) جلد کا ایک دوسرا لہجہ یا تلفظ ہے۔ یہ رائے ابن الاعرابی کی ہے۔ اس کی مثال شَبَهٌ اور شِبهٌ، مَثَلٌ اور مِثلٌ ہے۔ ابن السکیت نے اس رائے کو ماننے سے انکار کیا ہے۔

جَلَّدَ جَزُورَهُ تَجلِيدًا: اس نے اپنے قربانی کے جانوروں کی کھالیں اُتاریں۔ یہ بکری کی کھال اتارنے کی طرح ہے۔ یہ کم ہی کہا جاتا ہے کہ سَلَخَ الجَزُورَ: اس نے قربانی کے جانوروں کی کھال اتاری۔

جَلَدَهُ: اس نے اسے کوڑے مارے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الجَلَدُ: مضبوطی (ج اور لام مفتوح) اور پختگی۔

الجَلادَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب ظَرُفَ اور سَهُلَ ہے۔

جَلَد اور مَجلُودٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم فاعل جَلدٌ اور جَلِيدٌ ہے۔

قَومٌ جُلدٌ بروزن قُفلٌ اور جُلَداء بروزن فُقَهَاء ور اَجلادٌ: بہادر اور سخت

جان قوم۔
التَجَلُّد: مضبوطی اور سخت جانی کا تکلف یا تصنع۔
الجـليد الضَرِيب اور السَّقِيط سے مراد آسمان سے اُترنے کے بعد زمین پر جم جانے والی برف ہے۔ (جم جانے والی پہلی برف کو الثلج کہتے ہیں، مترجم)۔
ج ل س — جَلَسَ يَجْلِس: (لام مکسور)۔ بیٹھنے کی جگہ۔ بیٹھک۔ اگر لام مفتوح ہو تو پھر یہ مصدر ہوگا۔
رَجُلٌ جُلَسَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: بہت دیر بیٹھنے والا شخص۔
الجِلْسَةُ: (جیم مکسور) بیٹھنے والے کی حالت جلوس یا انداز نشست۔
جَالَسَهُ: اس نے اس کے ساتھ بیٹھک یا مجلس کی تو وہ اس کا جِلس یا جلیس یعنی ہم نشین ہوگا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح خِدْنُهُ اور خَدِينُهُ کہتے ہیں۔
تَجَالَسُوا فِي المَجَالِسِ: وہ مجلسوں میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے۔
ج ل ف: لوگوں کا یہ کہنا کہ اِعرابی جِلْفٌ: خشک اور اکھڑ بدو۔
جِـلِقٌ: دیکھئے بذیل ج ق.
ج ل ل — الجُلُّ: چوپایہ، اس کا واحد جِلال ہے۔ اور جِلال کی جمع اَجِلَّةٌ ہے۔
جُلُّ الشَّيْئِ: چیز کا زیادہ حصہ۔ محاورہ ہے کہ: مَـالَهُ دِقٌّ وَلَا جِـلٌّ: یعنی اس کے لئے نہ باریک ہے نہ موٹا۔
جَلَالُ اللّٰه: اللہ کی عظمت۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ: فَعَلْتُهُ مِنْ جَلَالِكَ: میں نے یہ تیری خاطر کیا۔
الجَـلَّالَةُ: وہ گائے جو نجاست کے پیچھے پھرتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: نَهَى عَـنْ لَحـمِ الجَـلَّالَة: نبی اکرم ﷺ نے جلالہ گائے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔
الجليل: عظیم، عظمت والا۔
الجُلْجُل: اس کی جمع جلاجل ہے۔ اور معنی ہے پھرتیلا، تیز طرار۔
الجَلْجَةُ: گھن گرج، غلغہ۔ تَجَلْجَلَ فِي الأرضِ: وہ زمین میں دھنس گیا اور داخل ہوگا یا دب گیا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ قَـارُونَ خَـرَجَ عَلَى قَوْمِهِ يَتَبَخْتَرُ فِي حلّةٍ فَامَرَ اللّٰه الأرضَ فَاخَذَتْهُ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيهِ اِلَى يَوْمِ القِيَامَةَ: بے شک قارون لباس فاخرہ پہن کر اپنی قوم میں اتراتا ہوا نکلا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو اس نے قارون کو پکڑ لیا یا دبوچ لیا تو وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔
جَـلَّ البَعْرَ: اس نے مینگنیاں چن لیں۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسی سے نجاست

کھانے والے چوپائے کا نام الجَلالة پڑا ہے۔

جَلَّ فُلانٌ یَجِلُّ (جیم مکسور) جَلالَةً: فلاں شخص کی قدر ومنزلت بڑھ گئی۔

جَلِیْلٌ: قدر ومنزلت والا آدمی۔

اَجَلَّهُ فِی المرتبة: وہ مرتبہ میں بڑا ہوگیا۔

تجلیل الفرسِ: گھوڑے کو جھول پہناتا۔

ج ل م-الجَلَمُ: کات، وہ مخصوص قینچی جس سے اون اتاری جاتی ہے۔ اس قینچی کو جَلَمَان کہتے ہیں۔ (کیونکہ یہ بھی جوڑے کی شکل میں ہوتی ہے)

ج ل م د-الجَلْمَدُ: (جیم مفتوح) اور الجُلْمُود: چٹان۔

جَلْبَقٌ: دیکھئے بذیل ج ق.

ج ل ه م: ابوسفیانؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ: مَا کِدْتَ تَأذَنُ لِی حَتّٰی تَأذَن لِحِجارة الجُلْهُمَتَینِ: آپ مجھے تب تک اجازت دینے والے نہ تھے جب تک کہ جُلْهُمَین کے پتھروں تک کو اجازت نہ دیتے۔ ابوعبید کا کہنا ہے کہ اس سے مراد وادی جُلْهُمَة کے دونوں کنارے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ میں نے اس حدیث کے علاوہ کسی دوسری حدیث میں لفظ الجُلْهُمَة نہیں سنا۔ اور یہ لفظ جہاں کہیں آیا، اس کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور رہی ہے۔

جَلْهَمَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ج ل ه م.

ج ل ا-الجَلِیُّ: اخفیٰ کی ضد ہے۔ نمایاں، بڑا، بھاری۔

الجَلِیَّةُ: یعنی خبر یا اطلاع۔

اُسْتُعْمِلَ فُلانٌ علَى الجالِیَة: فلاں آدمی کو ذمیوں سے جزیہ وصول کرنے پر حاکم مقرر کیا گیا۔

الجَلاء: (جیم مفتوح اور الف ممدود) بڑا کام یا معاملہ۔ اسی سے کہا جاتا ہے کہ جَلالِی الخَبَرُ یَجْلُوْ جَلاءً: مجھ پر بات واضح ہوگئی۔

الجَلاء: کا معنی جلاوطنی بھی ہے۔

جَلَوْا عَنْ اَوْطَانِهِم: انہیں اپنے وطنوں سے دوسروں نے نکال دیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ اور ان کا باب بھی ان دونوں سے پہلے والا کلمہ کا باب ہے۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ أَجْلَوْا عن البَلَدِ واجلاهم غیرهم: وہ جلاوطن ہو گئے اور کسی اور نے انہیں جلاوطن کر دیا۔ یہ فعل بھی متعدی اور لازم دونوں ہے۔ أجلَوْا عَنِ القَتِیل لاغیرُ: وہ فقط مقتول کو چھوڑ کر الگ ہوگئے یا بھاگ گئے۔

جَلَا: اس نے بات واضح کی اور ظاہر کی۔

جلا بَصَرَهُ بالكُحل: اس نے سرمہ سے آنکھ کو روشن کیا۔ اس کا باب عاد

ہے۔

جِلاء: (جیم مکسور اور الف ممدود) کا بھی یہی معنی ہے۔

جَلَاهَمُّهُ عَنْهُ: اس نے اپنا یا اس کا غم اور دکھ دور کیا۔

جَلَا السَّيْفَ: اس نے تلوار کو صیقل کیا۔

يَجْلُوْ جِلَاءً: (دونوں جِلاء' میں جیم مکسور اور الف ممدود ہے)۔

جَلَا الْعَرُوسَ يَجْلُوْهَا جِلَاءً اور جِلْوَةً بھی۔ (جیم مکسور) اور اجْتَلَاهَا مَجْلُوَّةً: سب کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی اس نے دلہن کی طرف نظر بھر کر دیکھا۔

الجلاءُ: سرمہ کو بھی کہتے ہیں۔

جَلَّى السَّيْفَ تَجْلِيَةً: اس نے تلوار سونت لی۔

تَجَلَّى الشَّيْئُ: چیز ظاہر ہوگئی۔

اِنْجَلٰى عَنْهُ الْهَمُّ: اس سے غم اور دکھ دور ہوگیا، یا چھٹ گیا۔

ج م ح — جَمَحَ الْفَرَسُ: گھوڑا بدکا، سوار کو گرایا اور اس پر غالب آگیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اور مصدر جِمَاحًا (جیم مکسور)۔

فَرَسٌ جَمُوْحٌ: (جیم مفتوح) منہ زور گھوڑا۔

جَمَحَ: تیز دوڑا۔ اسی سے قول خداوندی ہے: وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ: (اس حال میں کہ وہ بدک رہے ہوں یا بدکتے ہوئے)۔

ج م د — الجَمْدُ: بروزن الفَلْسُ: پانی جو جم گیا ہو۔ یہ ذَوْب بمعنی پگھلنا کی ضد ہے۔ اس کا مصدر بھی اسی نام سے ہے۔

الجَمَدُ: (جیم اور میم مفتوح) جَامِد کی جمع، جس طرح خَادِمٌ کی جمع خَدَم ہے۔

جَمَدَ الْمَاءُ: پانی جم گیا یا ٹھہر گیا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

جُمادى الاولى وجمادى الآخِرة: (دونوں میں دال مفتوح) دو اسلامی مہینے۔

ج م ر — الجَمْرُ: جَمْرَة کی جمع بمعنی چنگاری۔

الجمرةُ، جمرات کا واحد کا صیغہ۔

جمرات، حج کے دوران تین مقامات کا نام ہے جہاں کنکریاں مارنے کا حکم ہے۔

المِجْمَرَةُ: (میم مکسور)، اس کی جمع المَجامِرُ ہے بمعنی انگیٹھی۔ اسی طرح المُجْمَرَةُ (میم مضموم وکسور) میم مکسور والا لفظ انگیٹھی کو کہتے ہیں اور میم مضموم لفظ جس کے لئے چنگاری تیار کی جائے۔

میرا کہنا ہے کہ صحیح اور درست بات یہ ہے کہ چنگاری رکھنے کے لئے جو برتن تیار کیا جائے وہ مُجْمَر (میم مضموم) ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ اَجْمَرْتِ النَّارَ مُجْمَرًا (میم مضموم) میں نے انگیٹھی کے لئے آگ سلگائی۔

الجُمَّارُ: (جیم مضموم اور میم مشدّد) درخت خُرما کا چربی نما گوند۔

جَمَّرَ النَّخلَ: اس نے کھجور کے درخت کا گوند اتار لیا۔

جَمَّـرَ شَـعْـرَهُ: اس نے اپنے بالوں کی پیچھے سے چٹیا کی اور بالوں کو کھلا نہیں چھوڑا۔ حدیث شریف میں ہے: الضَّافِرُ وَالمُلَبِّدُ والمُجَمِّرُ علیهم الحلْقُ: بالوں کی لٹیں بنانے والے اور بال تہ بہ تہ جما کر رکھنے والے اور بالوں کی چٹیا بنانے والے، سب پر (حج کے دوران) حلق ضروری ہے۔

الاسْتِجْمارُ: کنکروں یا پتھروں سے استنجاء کرنا۔

ج م ز — الجَمْزُ: گھوڑے کی چال کی ایک قسم، دُلکی چال جو عَنَق (یعنی گردن اٹھا کر تیز چلنے) سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الجَـمَّـازُ: (جیم مفتوح اور میم مشدّد) البَعِيرُ: سواری کا وہ اونٹ جس پر مُجَمِّز سوار ہوتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ دیوان میں الجَمَّازَةُ: وہ اونٹنی ہے جس پر تیز رفتار سوار ہو لیکن اس میں الجَمَّاز کا ذکر نہیں ہے۔

حِمَارٌ جَمَزَى: (یاء مقصور) یعنی تیز رفتار گدھا۔ نیز النـاقَةُ تَعْدُو الجَمَزَى: (یاء مقصور) اونٹنی تیز دوڑتی ہے۔ اسی طرح الفَـرَسُ (يَعْـدُو الجمزى): گھوڑا بھی تیز دوڑتا ہے۔

الجُمَّيْزُ بروزن الغُلَّيْقُ: انجیر سے مشابہ (پھل)۔

ج م س — الجَـامُوْسُ: اس کی جمع الجَوَامِيسُ ہے بمعنی بھینس فارسی سے معرب ہے۔ (ممکن ہے فارسی میں اصل لفظ گاؤمیش ہو، مترجم)۔

ج م ش — الجَمِـيْـشُ: بے آب وگیاہ جگہ۔ حدیث شریف میں ہے: بِخَبْتِ الجَـمِيش: بے آب وگیاہ اور بے سبزہ زمین۔ ❶

ج م ع — جَمَعَ الشَّيْئَ المُتفرِّق فاجْتَمَعَ: اس نے بکھری چیز کو اکٹھا کیا تو وہ اکٹھی ہو گئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

تَجَمَّعَ القَوْمُ: ادھر ادھر سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔

الجَمْعُ: لوگوں کی ایک جماعت، يُجْمَعُ عَلَى جُمُوْعٍ: گروہوں کی شکل میں جمع ہوتے ہیں۔

المَجْمَعُ: جمع ہونے کی جگہ (میم ثانی مفتوح ومکسور)۔

---

❶ متن حدیث یہ ہے:
انْ لَقِيْتُهَا نَعْجَةً تَحْمِلُ شَفْرَةً وَزِنَادًا بِخَبْتِ الجَمِيشِ فلا تَهِجْهَا.

الجَمْعُ کا معنی ردی قسم کے کھجور بھی ہے۔
اور جَمْعٌ: مزدلفہ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔
جُمْعُ الکَفِّ: مُکّا، مٹھی (جیم مضموم) جب کوئی مٹھی بھینچ لے یا مُکّا کس لے۔ کہا جاتا ہے کہ: ضَرَبَهُ بجمع كَفِّهٖ: اس نے کس کر مُکّا مارا۔
یَوْمُ الجُمْعةِ: (میم ساکن اور مضموم) جمعہ کا دن۔ اسکی جمع جُمُعَاتٌ اور جُمَعٌ بنتی ہے۔
المسجد الجامع: جامع مسجد۔ اسے اضافت دے کر مسجد الجامع بھی جامع مسجد کے معنوں میں کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح حَقّ الیقین اور الحق الیقین کو حَقّ الشَّیْئُ الیقین کے معنوں میں کہہ سکتے ہیں، کیونکہ یہ مفہوم مقدر مانے بغیر کسی چیز کی اپنی طرف اضافت جائز نہیں ہے۔ الفَرّاء کا کہنا ہے کہ عرب کسی چیز کی اضافت اس چیز کی طرف دو لفظوں کے اختلاف کی وجہ سے کرتے ہیں۔
أجْمَعَ الأمْرَ: اس نے پختہ ارادہ کرلیا۔
اور الأمْرُ مُجْمَعٌ: بات طے ہے۔ ان ہی معنوں میں بطور امر أجْمِعْ أمْرَکَ: اپنی بات پکی کر، یا بات پر ثابت قدم رہ۔
ولا تَدَعْهُ مُنْتَشِرًا: اور اسے پراگندہ یا بکھرا ہوا نہ چھوڑ۔ قول خداوندی ہے: فَاَجْمِعُوْا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَاءَکُمْ: یعنی اپنے شریک کو دعوت دو یا بلاؤ کیونکہ ان معنوں میں اَجْمَعَ شرکاؤہٗ: یعنی اس نے شریک یا ساتھی اکٹھے کئے، نہیں کہا جاسکتا بلکہ یوں کہا جاتا ہے کہ جَمَعَ (شرکاؤہٗ) اس نے اپنے ساتھی اکٹھے کئے۔
المَجْمُوْعُ: ادھر ادھر سے اکٹھے کئے ہوئے لوگ اگرچہ وہ اکٹھے ہو کر ایک نہ بھی بنے ہوں۔
اِسْتَجْمَعَ السَّیْلُ: ہر چیز سے سیلاب اکٹھا ہوگیا۔ مؤنث کی تاکید کے لئے جَمْعَاء کی جمع جُمَعُ بھی ہے مثلاً: یوں کہہ سکتے ہیں کہ رأیتُ النِّسوَۃَ جُمَعَ: میں نے عورتوں کو اکٹھے دیکھا۔ یہ غیر منصرف ہوگا اور الف لام کے بغیر ہی معرفہ ہوگا۔ تاکید کے معنی پیدا کرنے کے لئے یہ طریق کار اختیار کرنا ہوگا کیونکہ ایسا کرنا تاکید پیدا کرتا ہے۔ أخَذَ حَقَّهٗ: اس نے اپنا حق پورا پورا وصول کیا۔ یہ لفظ تاکید کیلئے مذکر و مؤنث دونوں کیلئے آتا ہے اور یہ تاکید محض ہے۔ اسی اَجْمَعُوْنَ اور جُمْعَاءُ، اَجْمَعُ اَکْتَعُوْنَ، اَبْتَعُوْنَ، اور اَبْصَعُوْنَ کے کلمات اپنے مقابل کی متابعت نہیں بلکہ تاکید کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ کلمات نہ تو مبتداء بنتے ہیں اور نہ خبر اور نہ فاعل بنتے ہیں نہ مفعول جب کہ دوسرے حروف تاکید کبھی تو اسم واقع ہوتے ہیں اور کبھی تاکید مثلاً: نَفْسِہٖ،

عَيْنِهٖ اور كُلِّهٖ۔ اَجْمَعُوْن، جَمْعُ، اَجْمَعَ اور اَجْمَعُ سارے کلمات جمع کے معنوں میں ہم معنی ہیں۔ اس کا لفظاً کوئی واحد کا صیغہ نہیں ہے[1]۔ اس کی مؤنث جَمْعَاء ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جمعاءٌ کو 'ا، ت' لگا کر جمع بناتے جس طرح اَجْمَعَ کو 'ون' بڑھا کر اَجْمَعُوْنَ بناتے ہیں۔ لیکن مؤنث کے لئے انہوں نے جمعاء کی جمع جُمَعُ بنایا ہے۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ جَاءَ الْقَوْمُ بِاَجْمَعِهِمْ (میم مفتوح اور مضموم) یعنی قوم ساری کی ساری آ گئی۔ اسی طرح یوں بھی کہتے ہیں: جَاءَ الْقَوْمُ بِاَكْلُبِهِمْ (کَلْبٌ کی جمع) یعنی قوم اپنے کتوں سمیت (ساری کی ساری) آ گئی۔ جَمِيْعٌ کے لفظ سے بھی تاکید کی جاتی ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں کہ جَاءُوا جَمِيْعُهُم: یعنی وہ سب کے سب آ گئے۔ جَمِيْعٌ متفرّق کی ضد ہے۔

میرا کہنا ہے کہ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا: یعنی یکجا یا الگ الگ۔

الجميع: فوج۔

الجميع: قبیلہ، سوسائٹی۔

میرا کہنا ہے کہ ان دو لفظوں میں سے ایک قول خداوندی: اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ میں آیا ہے۔ جِمَاعُ الشَّيْئِ (جیم مکسور) کسی چیز کا مجموعہ۔ کہا جاتا ہے: جِمَاعُ الْخِبَاءِ: خیمے، خیموں کا مجموعہ۔ کہا جاتا ہے کہ الخمرُ جِمَاعُ الاثم: یعنی شراب گناہوں کا مجموعہ ہے۔

جَمَّعَ الْقَوْمُ تجميعًا: لوگ جمعہ کی ادائیگی کے لئے جمع ہوئے اور جمعہ کی نماز ادا کی۔

جَمَّعَ فُلَانٌ ايضاً مالاً و ددّه: فلاں شخص نے بھی خوب مال جمع کیا اور اسے گنتا رہا۔

جَامَعَهٗ: اس نے کسی بات پر اتفاق کیا، یا اس کے ساتھ ہولیا۔

ج م ل — الجَمَلُ: نر اونٹ، اس کی جمع جِمَالٌ، اَجْمَال، جِمَالَاتٌ اور جَمَائِلُ ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ نر اونٹوں کو بالخصوص جِمَالَةٌ کہا جاتا ہے۔ قرآن کی آیت: كَاَنَّهٗ جِمَالَةٌ صُفْرٌ پڑھا گیا ہے۔

الجَمَّالَةُ: اونٹوں والا، اسی طرح الخَيَّالَةُ: گھوڑوں والا اور الحَمَّارَةُ: گدھوں والا۔

الجَمَالُ: حسن خوبصورتی۔

قَدْ جَمُلَ الرَّجُلُ: آدمی نے بناؤ

---

[1] واحد کے صیغہ کے لئے لِوحدهٖ یا المفردہ وغیرہ آتا ہے۔ بمعنی اکیلا، تنہا وغیرہ۔ (مترجم)

سنگار کیا۔

(جُمُلَ کی میم مضموم ہے) اسی سے جمیل مشتق ہے یعنی حسین اور خوب صورت مرد۔ اور الجَمِيلَةُ خوبصورت عورت۔ اور جَمْلاءُ بھی خوبصورت عورت۔ اس میں جیم مفتوح اور آخری الف ممدود ہے۔

الجُمْلَة: فقرہ۔ اس کی جمع جُمَلٌ ہے بمعنی فقرے، جملے۔ اَجْمَلَ الحِسابَ: اس نے حساب کو اجمالاً بیان کیا۔

اَجْمَلَ الصَّنِيعَةَ عِند فلانٍ: اس نے فلاں کے ہاں حسن سلوک کی تعریف کی۔

اَجْمَلَ فی صَنِيعِهٖ: اس نے اپنے سلوک میں نہایت بہتری کی۔

اَجْمَلَ القَوْمُ: قوم کے پاس اونٹوں کی کثرت ہوگئی۔

المُجَامَلَةُ: اچھی طرح سے معاملہ کرنا۔ چاپلوسی کرنا۔

حسابُ الجُمَّل: (میم مشدّد) جُمَّل نظام حساب۔

الجُمَّل: کشتی کی رسی کو بھی کہتے ہیں جس کا دوسرا نام القَلْس ہے۔ یہ رسیوں کا مجموعہ یعنی موٹا رسا ہوتا ہے۔ اسی کی رعایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن کی آیت کو ''حَتّٰی يَلِجَ الجُمَّلُ فِي سَمِّ الخِيَاطِ'' پڑھا ہے۔

جَمَّلَهٗ تَجْمِيلًا: اس نے اس کی آرائش کی یا خوبصورت بنایا۔

التَّجَمُّلُ: خوبصورت ہونے کا تکلف کرنا یا مصنوعی اظہار کرنا۔ تَجَمَّلَ کے معنی یہ بھی ہیں کہ اس نے جَمِيل یعنی پگھلی ہوئی چربی کھائی۔ کسی عورت نے اپنی بیٹی سے کہا کہ تَجَمَّلِي وَتَعَفَّفِي: یعنی چربی کھاؤ اور تھنوں میں بچا ہوا دودھ پیو۔

ج م م — جَمَّ المالُ وغیرہ: مال وغیرہ زیادہ ہونا۔ اس کا مضارع يَجُمُّ (جیم مضموم اور مکسور دونوں) اور اس کا مصدر جموم ہے یعنی مال کی افراط۔ قول خداوندی ہے: وتُحِبُّوْنَ المَالَ حُبًّا جَمًّا: یعنی تم مال سے بے پناہ محبت کرتے ہو۔

الجُمَّةُ: بالوں کا جوڑا۔

الجَمَامُ: (جیم مفتوح) ہتھیلی۔ کہا جاتا ہے کہ جَمَّ الفَرَسُ (اس کا مضارع يَجِمُّ اور يَجُمُّ اور مصدر جمام ہے) یعنی گھوڑے کی تھکاوٹ یا کسل مندی دور ہوگئی۔

جُمَّ: (فعل مجہول) یعنی گھوڑے پر سواری کرنا چھوڑ دیا گیا۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ اَجِمَّ نفسکَ یومًا او یومَيْنِ: اپنے نفس کو دن دو دن کے لئے تھامے رکھ یعنی صبر کر۔

الجمّاء الغَفِيرُ: لوگوں کی بے پناہ بھیڑ یا ہجوم (اردو میں بھی جم غفیر مستعمل ہے) غفیر کا ذکر 'غ ف ر' کے مادے کی ذیل میں ہے۔

شاۃٌ جمّاء: ایسی بکری جس کے سینگ نہ ہوں۔ یوں کہا جاتا ہے لأستَجِمَّ قَلْبِی شَیْئًا مِنَ اللَّهْوِ لِأَقْوَی بِهِ عَلَی الحق: یعنی میں اپنے دل کو قدرے تفریح اور کھیل کود سے بہلاؤں گا تاکہ حق کے لئے مضبوط ہو۔

جمجمَ الـرَّجُلُ: آدمی ہکلایا، اوراپنی بات واضح نہ کرسکا۔

الجُمْجُمة: لکڑی کا پیالہ۔

الجُمْجُمَةُ: سر کی کھوپڑی جس کے اندر دماغ ہوتا ہے۔

الجَمِیمُ: وہ پودا جو کسی قدر بڑا ہوگیا ہو لیکن ابھی وہ پورے مکمل قد کا نہ ہوا ہو۔

ج م ن - الجُمَانَةُ: دانہ جو موتی کی طرح چاندی سے بنایا جاتا ہے۔ اس کی جمع جُمَان ہے۔

ج م ہ ر: موسیٰ بن طلحہؓ کی حدیث میں جَمْهِرُوا قَبْرَهُ آیا ہے یعنی اس کی قبر پر مٹی ڈال دو لیکن لیپ نہ کرو۔

جمهُورُ الناس: عوام۔ عام لوگ۔

ج ن ب - الجَنْبُ: پہلو، قَعَدَ الی جَنْبِهِ والی جانِبِهِ: دونوں کا ایک ہی مطلب ہے یعنی وہ اس کے پہلو میں بیٹھا۔

الجنبُ، الجانِبُ اور الجَنبةُ: تینوں کا معنی جانب اور طرف ہے۔

الصاحب بالجنب: ہمسفر۔

الجارُ الجُنُبِ: اجنبی ہمسایہ یعنی دوسری قوم سے تعلق رکھنے والا پڑوسی۔

جَانَبَهُ، تَجَانَبَهُ اور اِجْتَنَبَهُ: سب کا ایک ہی مطلب ہے۔

رَجُلٌ اَجْنَبِي واَجْنَبُ و جُنُبٌ اور جانِبٌ: سب کا معنی اجنبی شخص ہے۔

جَنَبَهُ الشَّيْئَ: (نَصَرَ باب سے) وَجَنَّبَهُ الشَّيئَ تَجْنِيبًا: کا ایک ہی مطلب ہے یعنی اس نے کسی چیز کو اس سے دور ہٹایا۔ یہی لفظ اس قول خداوندی میں آیا ہے: وَاجْنُبْنِي وبَنِيَّ اَنْ نَعْبُدَ الأصنَامَ: یعنی مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے دُور رکھ۔

الجَناب: (جیم مفتوح) صحن اور لوگوں کی آبادی سے قریب کی جگہ۔

الجَنِیبُ: مسافر، اجنبی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

رَجُلٌ جُنُبٌ: جُنُبی شخص۔ جسے جنابت کے باعث غسل کی ضرورت ہو۔ یہ لفظ مفرد، جمع اور (مذکر ومؤنث) سب صیغوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جمع کی صورت میں شاید اَجْنَاب اور جُنُبُوْن بھی مستعمل

ہے۔ ظَـرُف کے وزن پر اس سے
اَجنَبَ اور جَنُبَ بھی کہہ سکتے ہیں۔
الجَنُوبُ: شمال کی مخالف سمت سے آنے
والی ہوا۔
ج ن ح—جَـنَـحَ: جُھکا۔ اس کا باب
خَضَعَ اور دَخَلَ ہے۔
جُنُوحُ اللَّيُلِ: رات کی آمد۔
الجَوَانِحُ: پسلیاں، جو ہنسلیوں کے نیچے
ہوتی ہیں۔ اور ہنسلی وہ ہڈی ہوتی ہے جو
سینے کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ جس طرح
پسلی جو پیٹھ کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ اس
کا واحد کا صیغہ جانحةٌ ہے۔
جَنَاحُ الطائر: پرندے کا پر۔ اس کی جمع
اَجْنِحَةٌ ہے۔ اور الجُناحُ (جیم مضموم)
ہے۔ کا معنی گناہ اور حرج ہے۔
جُنـحُ اللَّيـلِ: (جیم مضموم ومکسور دونوں)
رات کا حصہ۔
ج ن د—الجُـنْـدُ: مددگار، اور حمایتی۔
فُلانٌ جَـنـدَ الجُنُودَ: فلاں آدمی نے
حمایتی تیار کئے یا لشکر تیار کئے۔ اس کا
مصدر تَجْنِيد ہے۔ حدیث شریف میں
ہے: الاَرْوَاحُ جُنودٌ مُجَنَّدَةٌ: روحیں
تربیت یافتہ فوج ہوتی ہیں۔
جُنْدُبٌ: دیکھئے بذیل ج د ب۔
جَـنْدل: دیکھئے بذیل ج د ل۔
ج ن ز—الجِنازَةُ: (جیم مکسور)۔ اس کی
جمع الجَنائز ہے۔ عام لوگ جیم کو مفتوح
پڑھتے ہیں۔ اس کا معنی تختہ پر لٹائی ہوئی
میت ہے۔ اگر اس تختے پر میت نہ ہو تو ایسی
صورت میں اسے سَرِيْرٌ یا نعش کہتے ہیں۔
میرا کہنا یہ ہے کہ جو معنی ن ع ش کے
ذیل میں دیا گیا ہے وہ اس تفسیر و تشریح کے
خلاف ہے۔
ج ن س—الجِنسُ: چیز کی قسم یہ لفظ
'نوع' سے زیادہ کثیر الاستعمال ہے۔ اسی سے
المُـجَانَسَةُ اور التجنيسِ کے کلمات
مشتق ہیں۔ الاصمعی کا قول ہے کہ عوام کا
ان معنوں میں مستعمل لفظ مُجَـانـس
دخیل کلمہ ہے۔
ج ن ف—الجَنَفُ: جھکاؤ۔
قَـدْ جَـنِـفَ: وہ جھک گیا۔ اس کا باب
طَـرِب ہے۔ اسی سے یہ قول خداوندی
ہے: فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوْصٍ جَنَفاً اَوْ
اِثْمًا۔
تَجانَفَ لِاِثْمٍ: وہ گناہ کی طرف مائل ہوا۔
ج ن ن—جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيل: جَنَّهُ الليل
يَجُنُّهُ (جیم مضموم) اس پر رات چھا گئی۔
جُـنُونًا: (مصدر) چھاجانا اور اَجَنَّهُ بھی
اسی کا ہم معنی ہے۔
الجِنُّ: اِنس کی مقابل (ناری) مخلوق۔
اس کا واحد جِنِّيٌّ ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس
مخلوق کو جِنّ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس

سے پرہیز کیا جاتا ہے یعنی اس سے دور رہا جاتا ہے۔اور یہ مخلوق نظر نہیں آتی۔
جُنَّ الرَّجُلُ: (جنونًا) آدمی پاگل ہوگیا۔ اَجَنَّهُ اللّٰه: اللہ اسے پاگل کر دے۔اس سے اسم مفعول مجنون ہے۔ان معنوں میں مُجَنٌّ کہنا درست نہیں۔لوگوں کا مجنون کے بارے میں مَا اجَنَّهُ کہنا شاذ ہے۔کیونکہ مضروب کے لئے فعل مَا اَضْرَبَهُ نہیں کہا جاتا اور نہ ہی فی المسلول کے لئے مَا اسلَهُ کہا جاتا ہے۔لہٰذا اس کا ان پر قیاس نہیں ہوسکتا۔
اَجَنَّ الشَّیئَ فی صَدْرِہٖ: اس نے اپنے سینے میں کوئی بات چھپائی۔
اَجَنَّتِ المراۃ وَلَدًا: عورت کے پیٹ میں بیٹا ہے۔
الجَنِیْن: شکم مادر میں بچہ اس کی جمع اجنۃ ہے۔
الجُنَّةُ: (جیم مضموم) چھپا کر رکھا ہوا ہتھیار۔
الجُنُّ: سُترہ، نماز کے وقت سجدے کی جگہ پر بنائی ہوئی آڑ۔اس کی جمع جُنَنٌ ہے۔
اسْتَجَنَّ: اس نے سترہ بنایا۔
المِجَنُّ: ڈھال، اس کی جمع مَجَان (میم مفتوح) ہے۔
الجَنَّةُ: باغ، اس کی جمع جَنّات ہے۔
عرب نخلستان کو جَنّة کہتے ہیں۔
الجَنان: (جیم مفتوح) دل۔
الجِنَّةُ: جن، غیر مرئی مخلوق۔قول خداوندی ہے: مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن. الجنّة کا معنی جنون اور پاگل پن بھی ہے۔قول خداوندی ہے: اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ: یا اسے جن چمٹا ہوا ہے۔اسم اور مصدر دونوں اسی شکل میں ہیں۔
الجَانُّ: ابوالجن، جن والا۔
الجَانّ: سفید سانپ کو بھی کہتے ہیں۔
تَجَنَّنَ، تَجَانَنَ اور تَجَانَّ: اس نے اپنے آپ کو پاگل ظاہر کیا۔
اَرْضٌ مَجِنَّةٌ: آسیب زدہ زمین۔
الاِجْتِنَانُ: چھپنا۔
المنجنون: رہٹ جس سے آبپاشی کی جاتی ہے۔المنجنین بھی کہتے ہیں۔اور یہ مؤنث ہے۔
ج ن ی—جَنی الثَّمَرَةَ: پھل چنا۔اس کا باب رمٰی ہے۔
اجتناھا: اس نے گری پڑی چیز اٹھائی، گری پڑی چیز پانا۔
میرا کہنا یہ ہے کہ دیوان اور الصحاح کے بعض نسخوں میں جَنّی الثمرة جنّی: اس نے خوب پھل چنا، یا اس نے درخت کو خوب جھاڑا۔
الجَنی: درخت کا پھل۔کہا جاتا ہے

کہ اَتَانَا بِجَنَاةٍ طَيِّبَةٍ: ہمیں اچھا پھل یا اچھی فصل ملی۔

رُطَبٌ جَنِيٌّ: چنی ہوئی یا درخت سے اتاری ہوئی کھجور۔

جَنَى عَلَيْهِ يَجْنِي (جِنَايَةً): اس نے اس پر زیادتی کی۔

الجَنَّى، تجرّم کی طرح۔ کسی پر نا کردہ گناہ یا جرم کا الزام لگانا۔

ج ہ د — الجُهْدُ: (جیم مفتوح اور مضموم) طاقت۔ اس لفظ کو دونوں تلفظ کے ساتھ قرآن کی اس آیت میں پڑھا گیا ہے: وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ.

الجَهد: مشقت، سختی، کہا جاتا ہے جَهَدَ دَابَّتَهُ وَاَجْهَدَهَا: اس نے اپنی سواری کو مشقت میں ڈالا اور اس پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ لادا۔

جَهَدَ الرَّجلُ فِي كَذا: یعنی آدمی نے کسی کام میں سخت محنت کی۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔

جُهِدَ الرَّجُلُ: (فعل مجہول) آدمی مشقت میں پڑا۔ اس سے اسم مفعول مجہول ہوگا۔ یعنی مشقت زدہ آدمی، تھکا ہارا انسان۔

جاهَدَا في سبيل الله: اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یا جدوجہد کی۔ اس کا مصدر مجاهَدَةٌ، جِهَادٌ، اجْتِهَادٌ اور التجاهد ہے جس کا معنی مقدور بھر کوشش کرنا ہے۔

ج ہ ر — رَآهُ جَهْرَةً: اس نے اسے کھلے بندوں دیکھا۔

كَلَّمَهُ جَهْرَةً: اس نے اس سے کھلے بندوں بات کی۔ اخفش نے کہا کہ قولِ خداوندی: حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً کا معنی ہے: تا آنکہ ہم اللہ تعالیٰ کو کھلے بندوں نہ دیکھیں جس سے ہمارے اور اس کے درمیان حائل پردہ ہٹ جائے۔

الأجْهَرُ: وہ شخص جسے سورج کی روشنی میں نظر نہ آتا ہو۔

جَهَرَ بالقول: اس نے بات بلند آواز میں کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ جُهُوْرٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

رَجُلٌ جَهْوَرِيٌّ: بلند آواز آدمی۔

جَهِيْرُ الصَّوتِ: لاؤڈ سپیکر۔

إجْهَارُ الكلام: بات کا اعلان کرنا۔

لمجاهَرَةُ بالعَدَاوَةِ: دشمنی کا اظہار اور اعلان کرنا یا دشمنی شروع کرنا۔

الجَوْهَرُ: گوہر بمعنی موتی کا معرب کلمہ ہے۔ اس کا واحد جَوْهَرَةٌ ہے۔

ج ہ ز — اَجْهَزَ عَلَي الجَرِيْحِ: اس نے جلدی سے زخمی کو قتل کر دیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

جِهَازُ العُرُوْسِ: دلہن کا جہیز۔

جهاز السفر: سامان سفر۔ اس کلمہ میں جیم مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی۔

جَهَّزَ العروسَ والجَيْشَ: دلہن یا فوج کو ساز وسامان سے لیس کر دیا۔ اس کا مصدر تجہیز ہے۔ جَهَّزَهُ کا معنی بھی اس اپنا سامان سفر تیار کیا۔

تَجَهَّزَ: وہ خود تیار ہوا۔

ج ہ ش – الجَهْشُ: کسی کے آگے اس طرح جزع فزع کرنا یا رونا جس طرح کوئی بچہ ماں کے آگے روئے یا فریاد کرے۔ رونے کی تیاری کرنا۔ محاورہ ہے کہ جَهَشَ اِلَيْهِ: وہ اس کے آگے رو دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَصَابَنَا عطشٌ فَجَهَشنا اِلٰی رسول اللّٰه: ہمیں پیاس لگی تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے فریاد کی۔ اسی طرح اِجْهاش کا بھی یہی معنی ہے۔

ج ہ ل – الجَهْلُ: علم کی ضد، قَدْ جَهِلَ: اس نے جہالت کی یعنی وہ بے خبر رہا۔ اس کا باب فَهِمَ اور سَلِمَ ہے۔

تَجاهَلَ: بے خبری کا مصنوعی اظہار کرنا۔ جان بوجھ کر بے خبر بن جانا۔

اِسْتَجْهَلَهُ: اس نے اسے بے خبر اور جاہل جانا اور اس کا استخفاف بھی کیا۔

التجهيل: جہل کی طرف نسبت کرنا۔ اسی سے لوگوں کا یہ قول ہے کہ: الوَلَدُ مَجْهَلَةٌ: یعنی لڑکا سراپا جہل ہے یا کندہ ناتراش ہے۔

المَجْهَلُ: بے نشان جنگل جس میں کوئی راستہ نہ ہو۔

ج ہ م – رَجُلٌ جَهْمُ الْوَجْهِ: ترش رو انسان۔

قَدْ جَهُمَ الرَّجُلُ: آدمی ترش رو ہوا۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔

الجَهامُ: (جیم مفتوح) بے بارش کے بادل۔

ج ہ ن – جُهَيْنَةُ: ایک قبیلہ۔ ضرب المثل ہے کہ: عِنْدَ الجُهَيْنَةِ الْخَبَرُ اليَقِين: جُہینہ کے پاس یقینی اطلاع یا معلومات ہیں۔ اسے ابن الاعرابی اور اصمعی دونوں نے جَهينة کی بجائے جُفَيْنَة کہا ہے۔

ج ہ ن م – جَهَنَّمُ: دوزخ کی آگ کا ایک نام جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ (گنہگار) بندوں کو عذاب دیں گے۔ اس لفظ میں الف لام تعریف یعنی اَلْ داخل نہیں ہوتا اور نہ اس کا مؤنث کا صیغہ بنتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ فارسی سے معرب بنایا گیا ہے۔

جُهَيْنَةُ: دیکھئے بذیل مادہ ج ہ ن اور بذیل مادہ ج ف ن۔

جَوَاءٌ: دیکھئے بذیل مادہ ج ا ی۔

جُوالِقُ: یا جَوالِيقُ: دیکھئے بذیل مادہ ج ق۔

ج و ب—أَجَابَهُ: اور أَجَابَ عَن سُوالِه: اس نے اس کے سوال کا جواب دیا۔ اس کا مصدر الاجابۃ ہے اور اسم الجابۃُ ہے۔ جس طرح الطاعۃ اور الطاقۃُ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ أَساءَ سَمعًا فاساءَ جابۃً: یعنی اس نے برے طریقے سے سنا اور برے طریقے سے اس کا جواب دیا۔

الإجابۃ اور الاستجابۃ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ انہیں معنوں میں اِستَجابَ اللّٰہ دُعائَہٗ: اللہ نے اس کی دعا قبول کر لی کہتے ہیں۔

المُجَاوِبَۃُ اور التَّجَاوُبُ: باہم بات چیت یا گفتگو کرنا۔

جابَ: اس نے پھاڑا یا کاٹا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ یہی کلمہ قول خداوندی: وَثَمُودَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخرَ بالوَادِ: میں آیا ہے۔ جُبتُ البِلادَ: (جیم مضموم اور مکسور دونوں)۔ اس کا باب قال اور بَاعَ ہے۔ اور اِجتَبْتُھَا: یعنی میں نے شہروں یا ملکوں کا سفر طے کیا۔

ج و ح—جَاحَ الشَّیئَ: اس نے اسے جڑ سے اکھیڑ دیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور الجَائحَۃُ: بلا یا آفت۔ کسی قحط سالی کی ہو یا فتنہ وفساد کی جو مال کو تباہ و برباد کر دے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: جَاحَتھُمُ الجائحۃ واجتَاحَتھُم: آفت نے انہیں تباہ و برباد کر ڈالا۔

جَاحَ اللّٰہُ مَالَہ: اللہ نے اس کا مال برباد کر ڈالا یا برباد کر دے۔ اس کا باب بھی قال ہے۔ اَجَاحَہٗ کا بھی یہی مطلب ہے یعنی اللہ نے اسے کسی آفت کے ذریعے تباہ و برباد کر دیا۔

ج و د—شَیْئٌ جَیِّدٌ: عمدہ چیز، اس کی جمع جِیَادٌ ہے۔ خلاف قیاس اسے ہمزہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

جَادَ بِمَالِہ: اس نے مالی سخاوت کی۔ اس کا فعل و مضارع یَجُودُ ہے۔ مصدر جُودٌ ہے اور اسم فاعل جَوَّادٌ. قَومٌ جُودٌ: (بروزن ھُود) سخی قوم۔

اَجوَادٌ: (الف مفتوح) اَجَاوِدُ بروزن مَسَاجِدُ، جُوَدَاءُ (بروزن فُقَھَاء) یہ سب جمع کے صیغے ہیں۔ اسی طرح سے امراۃ جَوادٌ: (عمدہ و سخی) عورت اور نِسوَۃٌ جُودٌ: (عمدہ وسخی) عورتیں۔

جَادَ الشَّیئُ: چیز عمدہ ہو گئی۔ اس کا مضارع یَجُودُ اور مصدر جُودَۃٌ: (جیم مفتوح اور مضموم دونوں) بمعنی عمدگی۔

الجُودِیُّ: سرزمین الجزیرہ کی ایک پہاڑی کا نام جس پر حضرت نوحؑ کی کشتی ٹھہری تھی۔ اعمش نے قرآن کی آیت: واستَوَت عَلَی الجُودِیِّ: میں

الجُوْدِیُ کی یاء کو بغیر شد کے پڑھا ہے۔
اَجَادَ الشَّیئُ فَجَاد: اس نے چیز کو عمدہ بنایا تو وہ عمدہ بن گئی۔ جَوْدَۃ کا مطلب بھی یہی ہے۔ اس کا مصدر تجویدًا ہے۔
شَـاعِرٌ مِجْوَادٌ: (میم مکسور) بہت عمدہ شاعر۔
اَجَادَ النَّقْدَ: اس نے اسے مال عطا کیا۔ اس کا مصدر جیادًا ہے۔
اسْتَجَادَہُ: اس نے اسے عمدہ خیال کیا۔
الجِیْدُ: گردن، اس کی جمع اَجْیَاد ہے۔
ج و ر — الجَوْرُ: سیدھے راستے سے ہٹ جانا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ جَـارَ عَـنِ الطَّرِیْقِ: وہ راستے سے ہٹ گیا اور جَـارَ عَـلَیْہِ فِی الْحُکْمِ: اس نے فیصلہ کرتے وقت اس پر ظلم کیا۔
جُـــوْرُ: ایک شہر کا نام۔ مذکر اور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔
الجَارُ: ہمسایہ۔ کہا جاتا ہے کہ جاوَرَہ مُجَاوَرَۃً: وہ اس کا پڑوسی بن گیا۔
جُوَار: (جیم مضموم اور مکسور) بصورت مکسور یعنی جِوار کہنا زیادہ فصیح ہے بمعنی پڑوس۔
تَجَـاوَرُوْا اور اجْـتَـوَرُوْا: ہم معنی لفظ ہے بمعنی وہ ایک دوسرے کے پڑوسی بن گئے۔
المُجَاوَرَۃُ: مسجد میں اعتکاف بیٹھنا۔
امـرأۃ الـرَّجُلِ جَارَتُہٗ: کسی شخص کی بیوی اس کی جارہ ہے۔[1]
استَجَارَہُ من فُلانٍ: اس نے کسی سے اسے کرائے پر مانگا تو اس نے کرائے پر دے دیا۔
اجَـارَہُ اللّٰہُ مِـنَ العَذابِ: خدا اسے عذاب سے نجات دے۔
ج و ر ب — جَوْرَبٌ: جراب یا موزہ۔ اس کی جمع جَوَرِب اور جَوَارِبَۃٌ ہے۔
جَـوْرَبَہٗ فَـتَجَوْرَبَ: اس نے اسے موزے پہنائے تو اس نے پہن لئے۔
ج و ز — جَازَ المَوْضِعَ: وہ کسی جگہ گیا یا وہاں چلا۔
اَجَازَہُ: اسے پیچھے چھوڑ دیا یا اس کو قطع کیا۔
اجْتَازَ: طے کیا۔ چلا۔
جَاوَزَ الشَّیئُ اِلی غَیْرِہٖ: اس نے چیز کسی اور کو دے دی۔ تَجَاوَزَ کا بھی یہی معنی ہے۔
تَجَاوَزَ اللّٰہُ عَنْہُ: اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے۔
جَـوَّزَ لَـہٗ ما مَنَعَ تَجْوِیْزًا: اس نے اپنے کئے کو اپنے لئے جائز قرار دیا۔

[1] اردو میں بیوی کے معنوں میں لفظ 'جورو' شاید اسی سے ماخوذ ہے۔ (مترجم)

أَجَازَ لَهُ ذٰلِکَ: اس نے اسے اس بات کی اجازت دے دی۔

تَجَوَّزَ فِی صَلَاتِهِ: اس نے اپنی نماز میں تخفیف کی۔

تَجَوَّزَ فِی کَلَامِهِ: اس نے بصیغہ مجاز کلام کیا۔ یا مجازاً بات کی۔

جَعَلَ ذٰلِکَ مجازًا الی حَاجته: اس نے اس کو اپنی حاجت روائی کا ایک طریق کار بنالیا۔ یہ کہنا کہ اَللّٰهُم تَجَوَّزْ عَنِّی اور اللّٰهم تَجَاوَزْ عنی: دونوں ہم معنی ہیں۔ یعنی اے اللہ ہم سے درگزر فرما۔

الجَوزُ: اخروٹ۔ فارسی سے معرب کلمہ۔ اس کا واحد جَوْزَۃ ہے۔ اور اس کی جمع جَوْزَاتٌ ہے۔

ارض مَجَازَۃٌ: (میم مفتوح) ایسی زمین جس میں اخروٹ کے درخت ہوں۔

اجــازَہٗ بِجَائزۃ: اس نے اسے انعام دیا۔

ج و س — جَاسُوْا خلال الدِّیَارِ: وہ شہروں کے اندر کی ہر چیز تلاش کرنے داخل ہوگئے۔ جس طرح کوئی حالات و معلومات کی تلاش وطلب کرتا ہے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

اجتاسُوْا کا بھی یہی مطلب ہے۔

جـوسق: دیکھیے بذیل مادہ ج ق.

ج و ع — الجُوْعُ: بھوک، سیر شکمی کی ضد کہہ سکتے ہیں۔

جَاعَ یَجُوعُ جُوعًا: بھوکا ہونا یا بھوک لگنا۔

مَجاعَۃٌ: (میم مفتوح) قحط۔

الجَوعَۃُ: (جیم مفتوح) ایک دفعہ کی بھوک۔

قَـوْمٌ جِیَاعٌ وجُوَّعٌ: بھوکے لوگ۔

(جُوَّعٌ بروزن سُکَّرٌ) عَامُ مَجَاعَۃٍ (میم مفتوح) اور عـام مَجُوعَۃٍ: قحط کا سال (مَجْوَعۃ میں جیم ساکن)۔

أجَــاعَهُ اور جَوَّعَهٗ ہم معنی ہیں یعنی اس نے اسے بھوکا رکھا۔

تَجَوَّعَ: وہ جان بوجھ کر بھوکا رہا۔

ج و ف — جَوْفُ الانســان: آدمی کا پیٹ۔ اس کی جمع اَجْوَاف ہے۔

الاَجْوَفَانِ: دو جَوف یعنی پیٹ اور مقعد۔

الجائفۃ: پیٹ کے اندر تک پہنچنے والا نیزہ یا پیٹ میں گھسنے یا چبھ جانے والا نیزہ۔ پیٹ میں کُھبھ جانے والا نیزہ۔

الجَوَفُ: (جیم اور واؤ مفتوح) کھوکھلا۔ جیسے کہا جائے کہ شَیْئٌ اَجْوَفُ اور شَیئٌ مُجَوَّفٌ: کھوکھلی چیز یا جس میں اندر سے کھوکھلا پن ہو۔

جَوْقَـۃٌ: دیکھیے بذیل مادہ ج ق.

ج و ا — جَاءَ: گھومنا پھرنا۔ چکر لگانا۔

اس کا باب قَالَ ہے۔ اور مصدر جَوَلَانٌ (واؤ مفتوح)۔

الجَوْلَانُ: (واؤ ساکن) شام میں ایک پہاڑی کا نام۔

الاِجَالَةُ: ادارة: گھمانا پھرانا، کام چلانا۔

التِجْوَالُ: گردش کرنا۔ گھومنا پھرنا۔

جَوَّلَ فِی البِلَادِ: وہ ملک میں گھوما پھرا یا سیر کی۔ (جوّل میں واؤ مشدّد)۔

تَجَاوَلُوْا فِی الحَرْبِ: انہوں نے جنگ میں ایک دوسرے پر حملہ کیا۔

ج و ن – الجَوْن: سفید اور سیاہ بھی۔ یہ کلمات اضداد میں سے ہے جس کے دو متضاد معنی ہوتے ہیں۔ اس کی جمع جُوْنٌ ہے۔

الجُوْنَة: (جیم مضموم) عطاروں کی چمڑے کی ٹوکری۔ شاید یہ کلمہ مہموز ہے یعنی واؤ کی بجائے ہمزہ سے لکھا جاتا ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے کہا کہ الجُوْنَةُ چمڑے سے ڈھکی ہوئی یا چمڑا چڑھی ہوئی ایک چھوٹی گول ٹوکری ہوتی ہے جو عطاروں کے پاس ہوتی ہے۔

ج و ہ – الجَاهُ قدر و منزلت۔

فُلَانٌ ذُو الجَاہ: فلاں آدمی صاحب قدر و منزلت ہے۔

قَدْ اَوْجَهَهُ یاوَجَّهَهُ تَوْجِیهًا: اس نے اسے وجیہ یعنی خوش شکل بنا دیا۔

ج و ی – الجَوُّ: زمین و آسمان کے درمیان کی فضاء۔ وادیوں کی وسیع جگہ۔

الجَوَی: شدت غم کی جلن اور سوزش۔

جَوِیَ: از باب صَدِیَ، اسم فاعل جَوٍ ناپسند کرنا۔

اجْتَوَیْتُ البَلَدَ: میں نے شہر میں ٹھہرنا پسند نہیں کیا۔ چاہے مجھے آرام ہی میسر تھا۔

ج ی أ – الجَیْئُ: اور المَجِیْئُ: آنا۔ کہا جاتا ہے: جاءَ یجیئُ مَجِیئًا اور جَیْئَةٌ بروزن صَیْحَةٌ اس کا اسم الجِیئَةُ بروزن شِیْعَةٌ ہے۔ اَجَاءَہُ: وہ اسے لے آیا۔

اَجَاءَہُ اِلَی کَذَا: اس نے اسے مجبور ولاچار کر دیا۔ محاورہ ہے کہ الحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَاءَ بِکَ: اس خدا کا شکر ہے جو تمہیں لے آیا۔ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِذْ جِئْتَ: خدا کا شکر ہے کہ تو آ گیا۔ البتہ ان معنوں الحمد للّٰہ الذی جِئْتَ نہیں کہنا چاہیے۔

ج ی ر – جَیْرِ: (راء مکسور) عربوں کے ہاں بطور یہ قسم استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کا معنی برحق اور سچ مچ ہے۔

ج ی ش – الجَیْشُ: فوجی دستہ۔ اس کی جمع جُیُوْش ہے۔

جَیَّشَ فلانٌ: فلاں آدمی نے فوج تیار کر لی ہے۔

استجاشهُ: اس نے اس سے فوجی مدد مانگی۔

ج ی ف—الجِیفَةُ: مردار۔ سڑی ہوئی لاش کہتے ہیں جَیَّفَ

جَیَّفَ تَجِیفًا: وہ مردار ہوگیا۔ اس کی جمع جِیَفٌ ہے اور جمع الجمع الجیاف ہے۔

ج ی ل—جِیلٌ: انسانوں کی نسل۔ مثلاً: تُرک نسل یا رُومی نسل۔

باب الحاء

الحَـاءُ: حرف ہجاء ممدود ومقصور۔

حائجة: دیکھئے بذیل مادہ ح و ج.

حَـائطٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح و ط.

حَاجَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح و ج.

حَافَـةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح و ف.

حَـانَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح ی ن.

حَانُوتٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح ی ن.

حَاوِیٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح ی ا.

ح ب ب — حَبّةَ القَلْبِ: دانۂ دل۔ (بعض کے نزدیک) کہا گیا ہے کہ ثمرۃ دِل الحِبَّةُ: (حا مکسور) صحرا کے ایسے بیج جو خوراک کے کام نہیں آتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فَیَـنْـبُتُوْنَ کَمَا تَنبُتُ الحِبّة فی جَمِیْلِ السَّبِیل: بس یہ اسی طرح اُگتے ہیں جس طرح سیلاب آوردہ کوڑے کرکٹ سے دانے اگتے ہیں۔

الحُبَّةُ: (حا مضموم) محبت۔ کہا جاتا ہے:

حُبَّةٌ و کرامةٌ: ازراہ مہر ومحبت اور ازارہ کرامت۔

الحُـبُّ: (حا مضموم) مٹکا۔ فارسی سے معرّب ہے۔ الحُبُّ کے معنی محبت بھی ہے اور اسی طرح الحِبَّةُ (حا مکسور) کا بھی یہی معنی ہے۔

الحِـبُّ کا مطلب محبوب اور چہیتا بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَحَبَّهُ فَهُوَ مُحَبٌّ اور حَبَّهُ یَحِبُّهُ (حا مکسور) فهو مَحْبُوبٌ: یعنی دو صیغوں سے اسماء مفعول مختلف آتے ہیں۔

تَحَبَّبَ اِلَیْهِ: وہ اس کی نظروں میں محبوب ہو گیا۔

اِمْرَاۃٌ مُحِبَّةٌ لِزَوْجِهَا: خاوند سے محبت کرنے والی بیوی۔

یُحِبٌّ: چاہنے والا، محبت کرنے والا۔

الاستِحْبَابُ، الاستحسان: محبت پسندی، فضیلت دینا یا ترجیح دینا وغیرہ۔ میرا کہنا ہے کہ اِسْتَحَبَّهُ عَلَیْهِ: اس نے اس کو اپنے پر ترجیح اور اختیار کر لیا۔ اسی سے قول خداوندی: فَاسْتَحَبُّوْا العَـمٰی عَلَی الهُدٰی: پس انہوں نے ہدایت پر اندھے پن کو ترجیح دی ہے۔

استحبّهُ: اس نے اسے منسوب جانا۔ اسی مادہ سے لفظ مستحب بمعنی پسندیدہ بنا ہے۔

تَحَابُّوْا: ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو پسند کیا۔ یا انہوں نے ایک دوسرے کو پسند کیا۔

الحِبَابُ: (حاء مکسور) مٹکے یا گھڑے۔

المُحَابَة: باہم محبت۔

الحُبَابُ: (حاء مضموم) دوستی ومحبت، نیز سانپ۔

حَبَابُ المَـاءِ: (حا مفتوح) پانی کی بہتات۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب بلبلے ہیں جو پانی کی سطح پر بنتے ہیں۔ انہیں یَعَالِیْلُ بھی کہتے ہیں۔

الحَـبَبُ: (حاء مفتوح) دانتوں کا ایک قطار میں ہونا یعنی ہموار ہونا۔

ح ب ر — الحِبرُ: سیاہی جس سے لکھتے ہیں۔

المحبَرةُ: دوات (میم مکسور)۔ الحِبر کا مطلب اثر یا نشان۔ حدیث شریف میں آیا ہے: یَخرُجُ رَجُلٌ مِنَ النّارِ قد ذَهَبَ حِبرُهُ وَسِبرُهُ: جو شخص دوزخ سے نکلے گا تو اس کا رنگ اور شکل جاتی رہے گی۔ الفَرَّاء نے حِبرٌ کا معنی رنگ اور سِبرٌ کا مطلب ہیئت یعنی شکل وصورت بتایا ہے۔ اصمعی نے اس کا مطلب خوبصورتی، جمال اور ناز ونعمت کی علامت کہا ہے۔

تحبير الخط والشعر وغيره: خط اور بالوں وغیرہ کی آرائش کرنا ہے۔

الحَبرُ: (حاء مفتوح) والحَبُور: سرور اور خوشی۔

حَـبَـرَہ: اسے اچھا لگا، یا پسند آیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

حَـبْـرَةٌ: خوش ہونا۔ (حاء مفتوح)۔ قول خداوندی ہے: وَهُـمْ فِـيْ رَوْضَـةٍ يُحْـبَـرُوْنَ: وہ جنت کے باغات میں خوشیاں مناتے ہوں گے اور عیش وآرام کرتے ہوں گے۔

الحَـبرُ: (حاء مفتوح اور مکسور)۔ احبار کا واحد بمعنی یہودی عالم دین۔

الحِبرُ: (حاء مکسور) زیادہ فصیح ہے، کیونکہ اس سے فُعُولٌ کے وزن پر نہیں بلکہ صرف افعال کے وزن پر جمع آتی ہے۔ الفَرّاء نے اسے مکسور قرار دیا ہے۔ البتہ ابوعُبید نے اسے مفتوح کہا ہے۔ اصمعی نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ مکسور ہے یا مفتوح۔

كَـعْـبُ الحِـبـر: جیز بمعنی سیاہی کے ساتھ نسبت کے باعث اس نام سے معروف ہیں، کیونکہ وہ صاحب تصانیف تھے۔

الحِبَرَةُ: بروزن عِنَبَةُ: بمعنی چادر یا اس کی جمع حِبَرٌ بروزن عِنَبٌ اور حِبَرات (باء مفتوح) ہے۔

ح ب س — الحَبْسُ: تخلیہ کی ضد بمعنی روکنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

احتَبَسَهُ: اس نے اسے روک لیا۔

احتبس: کا مطلب رکنا بھی ہے، یہ کلمہ لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

تَحَبَّسَ: اپنے نفس کو روک لیا۔
الحُبْسَةُ: (حاء مضموم) خاموشی۔
اَحْبَسَ فَرَسًا فی سبیل اللّٰه: اس نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔ ایک سے اسم مفعول مُحْبَس اور حَبِس اور حُبس بروزن القُفْلُ ہے۔ یعنی مال وقف۔

ح ب ش — الحَبَش والحَبَشَة: (دونوں میں باء مفتوح) سیاہ رنگ لوگوں کی ایک قسم اس کی جمع حُبْشَان حَمَل وحُملان ہے۔
حُبَیْش: ایک معروف پرندہ۔ بروزن یہ اسم تصغیر کی صورت میں ہے مثلاً: کُمَیْت اور کُعَیْت۔

ح ب ط — حَبِطَ عَمَلُهٗ: اس کا ثواب ضائع ہو گیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے اور حُبُوطًا بھی۔
اَحْبَطَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے ضائع کر دے یا ضائع کر دیا۔
الحَبَط: (حاء اور باء دونوں مفتوح) جانوروں کا اس قدر چارہ کھانا کہ اس کے سبب ان کے پیٹ پھول جائیں۔ اور پیٹوں میں فضلہ (یا ہوا) خارج نہ ہو۔ کہا جاتا ہے اس لفظ کا مطلب ہے کہ جانور کا پیٹ ذُرق یا حدقوق نامی گھاس کھانے سے پھول جائے۔ حدیث شریف میں ہے: وانّ مما یُنبت الرَبِیعُ مَا یَقتُلُ حَبَطًا اویُلِمُّ: موسم بہار میں ایسے پودے یا گھاس بھی اُگتی ہے جس کے کھانے سے جانور پیٹ پھول کر مر جاتے ہیں یا بیمار ہو جاتے ہیں۔

ح ب ق — عِذق الحُبَیْقِ: ردی قسم کی کھجور۔ الحُبَیْقِ اسم تصغیر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّهٗ علیه الصّلوٰة والسلامُ نَهٰی عَن لَونَیْن مِنَ التَّمر الجَعْرُوْرِ وَلَوْنِ الحُبیق: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقے میں دو قسم کی کھجور لینے سے منع فرمایا ہے: ایک تمر جعرور سے، دوسرے حُبَیق سے۔

ح ب ک — الحِبَاک والحَبِیْکَة: ریت وغیرہ کے درمیان راستہ۔ حباک کی جمع حُبُک ہے اور حَبِیکَة کی جمع حَبَائک ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الحُبُکِ: ستاروں کے راستوں والے آسمان کی قسم۔ الفراء نے کہا کہ الحُبُک سے مراد ہر قسم کی چیز کا ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوتا ہے مثلاً: ریت جو ہوا کے چلنے سے بکھر جاتی ہے۔ کھڑے پانی پر ہوا کے چلنے سے ارتعاش یا لہروں کی شکل میں پانی کے بکھرنے کی حالت۔ اسی طرح لوہے کی زرہ میں بھی دندانے حُبُک کہلاتے ہیں۔ گنگھ بالوں کی

لٹوں کو بھی حُبک کہا جاتا ہے۔ دجّال کے بارے میں وارد حدیث شریف میں ہے کہ شعرُہٗ حُبُکٌ: یعنی اس کے بال لٹوں والے ہوں گے۔

حَبَکَ الثَّوبَ: اس نے عمدہ طریقے سے کپڑا بُنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ ابن اعرابی کا کہنا ہے کہ ہر اس چیز کو جسے تو مضبوط بنائے اور اسے اچھے طریقے سے تیار کرے اسے کہا جائے گا کہ اِحْتَبَکْتَهٗ.

حدیث شریف میں ہے: اَنَّ عَائِشَةَؓ کَانَتْ تَحْتَبِکُ تحت الدِّرْعِ فِي الصَّلٰوة: یعنی حضرت عائشہؓ نماز میں ازار کو مضبوطی سے باندھتی تھیں۔

ح ب ل — الحَبْلُ: رسّی۔ اس کی جمع حِبَالٌ اَحْبُلٌ ہے۔

الحَبْلُ العَهْدُ اور الحَبْلُ الامَانُ: جوڑ بمعنی ہمائیگی طرح کلمات ہیں۔ اسی طرح حبل الوصال ہے۔

حَبْلُ الوَرِیْدِ: گردن کی رگ۔

الحُبْلَةُ: بروزن المُقْلَةُ: عضاہ نامی ایک خاردار درخت کا پھل۔ حضرت سعدؓ کی روایت کردہ حدیث ہے: لَقَدْ رأیْتُنَا مَعَ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم وَمَا لنا طَعَامٌ اِلَّا الحُبْلَةَ: میں نے دیکھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے تو ہماری خوراک حُبلہ اور ببول کے پتے ہوتے تھے۔

الحَبَلُ: (حاء مفتوح) حمل۔

قد حَبِلَتِ المرأة: عورت حاملہ ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

حُبلٰی: حاملہ عورت۔

نِسْوَةٌ حَبَالٰی اور حَبَالِیَاتٌ: (دونوں میں حاء مفتوح) حاملہ عورتیں۔

حَبَلُ الحَبَلَةِ: پیداوار کی پیداوار، جنین کا بچہ۔ حدیث شریف میں ہے: نهی عن حبل الحبلة: اس سے مراد اونٹنی کے پیٹ کے اندر بچے کے بچے فروخت کرنے کی ممانعت ہے کہ، اس بیع میں غیر یقینی اور دھوکہ ہے۔

الحِبَالَة: پھندا، جس سے شکار کیا جاتا ہے۔

الحَابُوْلُ الکَرّ: کھجور کے درخت پر چڑھنے کے لئے استعمال ہونے والی رسّی۔

ح ب ا — حَبَا الصبیّ علٰی اِستِهٖ: بچہ سرین کے بل گھسٹا۔ اس کا باب عَدا ہے۔ حَبَا یَحْبُوْ، حَبْوَةً: بخشا، عطا کرنا۔

الحِبَاء: بخشش، عطا۔ حَابٰی رفی البَیْع: اس نے لین دین میں سہولت برتی یا طرفداری کی۔

ح ت ت — الحتُّ: گرنا، جھڑنا یا جھاڑنا۔

حَتَّکَ الوَرَقَ مِنَ الغصن: ٹہنی پر سے تیرا پتے جھاڑنا اور کپڑے سے منی وغیرہ کھرچنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا کہ الحتُّ کا مطلب چٹخانا۔ خارش کرنا اور چھال اتارنا ہے۔ جوہری کا کہنا ہے کہ حتّٰی بروزن فَعْلٰی، الی کی طرح جار ہے یعنی انتہا کے آخر تک۔ اور کبھی یہ واوٗ کی طرح حرف عطف ہوتا ہے اور کبھی حرف استئناف ہوتا ہے مثلاً: حَتّٰی مَاءُ دِجْلَةَ اَشْکَل۔ لوگوں میں مروّج کلمہ ''حتّام' دراصل حَتّٰی مَا ہے۔ ماء استفہامیہ سے الف حذف ہوگیا۔ اس کا معنیٰ 'کہاں تک' ہے۔ اس طرح کی تخفیف کی مثال قول خداوندی: ''فَبِمَ تُبَشِّرُون'' وَفِیمَ کُنْتُم' اور عَمَّ یَتَسَائَلُوْنَ: وغیرہ میں ہے۔
ح ت ف ـ الحَتْفُ: موت۔ اس کی جمع حُتُوف ہے۔
مَاتَ فلانٌ حتف انفه: جب کوئی قتل سے چوٹ سے نہ مرے اس لفظ سے فعل نہیں بنتا۔
ح ت م ـ الحَتْمُ: بات یا کام کا مضبوط یا پختہ کرنا۔ حَتْمٌ کا معنی قضاء بھی ہے۔ اس کی جمع حُتُوم ہے۔
حَتَمَ علیه الشَّیئُ: اس نے اس پر بات لازمی قرار دے دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
الحـاتِمُ: قطعی طور پر طے کرنے والا۔ قاضی۔
الحاتِمُ الغُرابُ الاسود: یعنی کالا کوا کیونکہ یہ لوگوں کے نزدیک فراق کے لئے بدشگونی ہے۔
ح ث ث ـ حَثَّهُ عَلَی الشَّیئِ: اس نے اسے کسی بات پر اُبھارا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔
استحثّهٗ: اس نے اسے برانگیختہ کیا تو وہ برانگیختہ ہوگیا۔
حَثَّهٗ تحثیثًا اور حَثْحَثَهٗ: ہم معنی کلمات ہیں۔
وَلّٰی حَثِیثًا: وہ تیزی سے مڑا۔
تَحَاثُّوا: انہوں نے ایک دوسرے کو اُکسایا۔
ح ث ل ـ الحُثَالَةُ: (حاء مضموم)۔ جو، چاول، کھجور اور ہر چھلکے دار اناج کو صاف کرتے وقت جو چھلکا اترتا ہے حُثَالة کہلاتا ہے۔
حُثَالَةُ الدُّهن: تیل یا چربی کی تلچھٹ، یعنی ہر چیز کا ناکارہ حصہ۔
ح ث ا ـ حَثَا فی وجهه التراب: اس نے اس کے منہ پر مٹی ڈالی۔ اس کا باب عَدا اور رمٰی ہے۔ تَحْثَاءً کا بھی

یہی معنی ہے۔

ح ج ب—الحجابُ: پردہ، ستر۔

حَجَبَهُ: اس نے اسے اندر داخل ہونے سے منع کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے الحَجْبُ فی المِراث مشتق ہے۔ یعنی کسی کو وراثت کے حق سے محروم کرنا۔

المَحْجُوبُ: اندھا۔

حَاجِبُ العین: بھویں، ابرو۔ اس کی جمع حَوَاجِب ہے۔

حاجب الأمِیْرِ: امیر کا دربان۔ اس کی جمع حُجَّاب ہے۔

حَــوَاجِب الـشَّـمس: سورج کے کنارے اور اطراف۔

اِحْتَجَبَ المَـلِـک عَنِ النَّـاسِ: بادشاہ لوگوں کی نظروں سے در پردہ ہو گیا۔

ح ج ج—الحَجّ: دراصل اس کا معنی قصد اور ارادہ ہے۔ لیکن اصطلاحی معنی مناسک عبادت ادا کرنے کے لئے مکہ کا سفر ہے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسم فاعل حَاجّ ہے اور اس کی جمع حُجّ: (حاء مضموم) ہے جس طرح بازل کی جمع بُزُل ہے۔

الحِجُّ: (حاء مکسور) اسم ہے۔

الحِجَّةُ: ایک بار فریضہ حج کی ادائیگی۔ اور یہ معنی شاذ ہے۔ کیونکہ قیاس کے مطابق تو مفتوح ہونا چاہئے۔

الحِجّةُ: سال۔ اس کی جمع الـحِـجَج بروزن عِنَبٌ ہے۔

ذُوالحِجّة: قمری ہجری سال کا بارھواں مہینہ یا حج کا مہینہ۔ اس کی جمع ذوات الحِجَّة ہے۔ ذوات کی جگہ واحد پر قیاس کر کے اس کی جمع ذَوُوْا نہیں کہنا چاہئے۔

اَلحَجِیْجُ یا الحُجّاج: حاجی حضرات۔ اس کا واحد حَاجٌ ہے جس طرح غاز اور غزِیّ ہے یا پیدل چلنے والا کے معنوں میں عادٍ اور عَدِیّ ہے۔

امراۃ حاجّة: حاجن، نسوۃ حوَاجُّ بیتِ اللّٰه: (بیت اللہ کے ساتھ اضافت دے کر) بیت اللہ کی حاجنیں بشرطیکہ انہوں نے وظیفہ حج ادا کیا ہو۔ اور اگر حج نہ کیا ہو اور صرف بیت اللہ کا قصد کیا ہو تو حَــوَاجُّ بیــت اللّٰه: (بیت کو منصوب کر کے) کہیں گے۔ کیونکہ ایسے موقع پر آپ حَوَاجّ پر تنوین دیں گے لیکن یہ کلمہ غیر منصرف ہے (اس لئے تنوین نہیں آئے گی)۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ: هــذا ضاربُ زیدٍ اَمْسِ اور ضاربٌ زیدًا غدًا. ضارب سے تنوین حذف کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے مارا ہے اور تنوین کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نے ابھی نہیں مارا۔

الحُجّة: دلیل۔ برہان۔

حَاجَّهُ فَحَجَّهُ: اس نے دلیل دی اور اس پر غلبہ پالیا۔ اس کا باب رَدَّ ہی۔ مثل مشہور ہے کہ: لَجَّ فحَجَّ: وہ بحث میں الجھا اور دلیل سے غلبہ پالیا۔ ایسے شخص کو مِحْجَاج (م مکسور) کہتے ہیں یعنی حجت باز۔

التَّحَاجُ: حجت بازی یا جھگڑا کرنا۔

المحجّة: شاہراہ، عام راستہ۔

ح ج ر — الحَجَرُ: پتھر، اس کی جمع قلت أحجار ہے۔ اور جمع کثرت حِجَار ہے اور حِجارة جس طرح جمل کی جمع جِمَلة اور ذَكَرٍ کی جمع ذكارةٍ ہے لیکن یہ شاذ ہے۔

الحَجَرانِ: سونا اور چاندی۔

حَجَرَ القاضِي: عدالت نے حکم امتناعی جاری کیا۔ یعنی قاضی نے اسے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

حِجْرُ الانسان: (حاء مکسور اور مفتوح) اس کی جمع حُجُوْرٌ ہے۔ بمعنی انسان کی عقل۔

الحُجر: (حاء مفتوح، مضموم و مکسور) حرامؑ مکسور زیادہ فصیح ہے۔ ان کلمات کو قول خداوندی میں: وَحَرْثٌ حِجْرٌ: اور قیامت کے دن مشرک عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر کہیں گے: حجرًا محجورًا: یعنی حرام اور محرّم، بمعنی دُور، دفع۔ مشرکوں کے خیال کے مطابق یہ کلمات کہنے سے اسے نفع ہوگا جس طرح وہ دینوی زندگی میں حرام مہینے میں خوفناک چیز سے بچنے کے لئے حجرًا محجورًا کہہ کر اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے تھے۔

الحُجرةُ: اونٹوں کا باڑہ، یہی لفظ گھر کے کمرے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں: احتجر حُجرةً: اس نے اسے حُجرہ بنالیا۔ یا بطور حجرہ کے استعمال کیا۔ اس کی جمع حُجَرٌ ہے جس طرح غُرْفَةٌ کی غُرَفٌ ہے۔ اس کی جمع حُجُرَات بھی ہے۔ (جیم مضموم)۔

الحِجْرُ: عقل۔ قول خداوندی ہے: هَلْ فِي ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ: کیا اس میں عقل والوں کے لئے کوئی قسم ہے۔ حِجْر سے مراد حجر کعبہ ہے۔ اس سے مراد خانہ کعبہ کے شمال میں حطیم سے گھری ہوئی جگہ ہے۔ وادی القریٰ میں شام کی جانب منازل ثمود کو بھی الحِجْرُ کہتے ہیں۔ اسی کا ذکر قول خداوندی: كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ میں آیا ہے۔ اور الحِجر: گھوڑی کو بھی کہا جاتا ہے۔

مَحْجِرُ العين بروزن مَجْلِس: نقاب میں سے دیکھنے والے حصے کو کہتے ہیں۔

الحَنْجَرة: گلا، حلق۔

ح ج ز — حَجَزَهُ: اس نے اسے روکا، فانحجز، تو وہ رک گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الحَجَزةُ: (حاء اور میم دونوں مفتوح) ظالم لوگ، یہ کلمہ حدیث قبلہ میں آیا ہے۔

الحجاز: ملک موجودہ سعودی عرب کا ایک صوبہ۔

احتجز القَوْمُ وانْحَجَزُوْا: قوم حجاز میں آئی۔

حُجْــــزَةَ الازار: ازار بند بروزن حُجْرَة. حُجْزَةُ السرويل: شلوار کا ازار باندھنے کی جگہ یا نیفہ یا وہ جگہ جہاں بٹن ہوں۔

ح ج ف: ڈھال کو کہتے ہیں جب وہ صرف چمڑے کی بنی ہو اس میں لکڑی نہ ہو اور اس میں دستہ نہ ہو۔

حَجَـفَةٌ: چمڑے کی ڈھال اس کی جمع حَجَفٌ ہے۔

ح ج ل — الحِجْلُ: (حاء مفتوح اور مکسور) بیڑی اور پازیب بھی۔

التَحْجِيْل: گھوڑے کی سب ٹانگوں یا صرف تین ٹانگوں میں سفیدی کا نشان ہونا یا اس کے پاؤں میں سفیدی تھوڑی ہو یا بہت البتہ یہ سفیدی یعنی کھروں سے تجاوز کر گئی ہو۔ لیکن کونچوں اور گھٹنوں سے نہ بڑھی ہو۔ کیونکہ احجال یعنی پنج کلیاں ہونے کی یہی جگہیں ہیں۔ اور یہی بیڑیوں اور پازیبوں کی جگہ ہے۔ ایسے گھوڑے کو فَرَس محـجل یعنی پنج کلیان گھوڑا کہا جاتا ہے۔

قَـدْ حُجِّلَتْ قـوائمهُ: (فعل مجہول) گھوڑے کی ٹانگیں سفید ہو گئیں۔ ایسی ٹانگوں کو اَحْجَال کہتے ہیں جس کا صیغہ واحد حَجْلٌ ہے۔

الحَجْلان: (حاء مفتوح) بیڑیوں میں جکڑے ہوئے انسان کی چال۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: حَجَلَ الطَائرُ، يَحْجِلُ: (جیم مکسور و مضموم)۔ پرندہ حجل چال چلا یا پھدک کر چلا۔ اس کا مصدر حَجْلَانًا ہے۔ اسی طرح کونچ کٹا ہوا اونٹ جب تین ٹانگوں پر چلے یا کوئی بچہ ایک ہی ٹانگ پر اچھل کر چلے یا دو ٹانگوں پر اچھل کود کرے۔

الحَـجَلَةُ: (حاء اور جیم دونوں مفتوح)۔ اس کی جمع احجال ہے۔ حجلہ عروسی وہ کمرہ جسے دلہن کے لئے پردے، بستر اور کپڑے ڈال کر سجایا جاتا ہے۔

الحَجَلَة: چکور کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع حَجَلٌ، حِجْلَانٌ اور حِجْلَى ہے۔

ح ج م — حَجْمُ الشَيْئُ: کسی چیز کی جسامت۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ لَيْسَ لِمِرْفَقِهِ حَجْمٌ: یعنی اس کی کہنی میں

اُبھار نہیں ہے۔

الحَجمُ: پچھنے لگوانے کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور اس کا اسم الحِجامة: (حاء مکسور) پچھنے لگوانا ہے۔

المِحجَم والمِحجَمَةُ: پچھنے لگانے کا آلہ یعنی سینگی۔

قَد احتجَمَ مِنَ الدَّمِ: اس نے خون کے پچھنے لگوائے یعنی فاسد خون جسم سے خارج کرنے کے لئے پچھنے لگوائے۔[1]

الحِجام: اونٹ کی ناک میں کوئی چیز ڈال دی جاتی ہے تاکہ وہ کاٹ نہ سکے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ حجم البعیر کہ اس نے اونٹ کو نکیل ڈال دی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ ایسا اس وقت کرتے ہیں جب اونٹ جوش کے باعث بدک گیا ہو۔ حدیث شریف میں ہے: کالجمل المحجوم: نکیل ڈالے اونٹ کی طرح۔

حَجَمَهُ عن الشَّیْئِ: اس نے اسے کسی کام یا چیز سے روک دیا۔ اس کا باب نَصَرَ فاحجَمَ یعنی اس نے اسے روکا تو وہ رک گیا۔ لیکن یہ نادر اور شاذ مثال ہے جس طرح کَبَّهُ فاکبَّ: اس نے اسے پچھاڑ دیا تو وہ پچھڑ گیا، یا پچھاڑا گیا۔

[1] جدید طبی سہولیات کے پیش نظر اب یہ طریق علاج متروک ہو چکا ہے۔

ح ج ن — المِحجَن: ہاکی کی طرح کا ٹیڑھے سر والا ڈنڈا۔

حَجَنتُ الشَّیْئَ: میں نے کسی چیز کو لکڑی سے کھینچا۔

اِحتَجَنتَهُ: تو نے لکڑی سے اپنی طرف کھینچا۔

الحَجُون: (حاء مفتوح) مکہ کے نزدیک ایک پہاڑی کا نام اور یہ قبرستان ہے۔

ح ج ا — الحِجا: عقل۔

ح د أ — الحِداَةُ: ایک معروف پرندہ، اس کی جمع حِدَأ ہے۔ جس طرح عِنَبَةٌ کی جمع عِنَبٌ ہے۔

ح د ب — الحَدَبُ: مرتفع زمین۔

الحَدَبَةُ: (دال مفتوح) کُبڑا پن، قَدْ حَدِبَ ظهره: اس کی کمر کُبڑی ہو گئی۔

حَدِبٌ: کُبڑا شخص۔ احدُوْدب بھی اسی طرح ہے بمعنی کُبڑا۔

اَحْدَبَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے کُبڑا کر دے (بد دعا) اس کا اسم فاعل اَحْدَبُ ہے بمعنی کبڑا شخص۔

ح د ث — الحَدِیث: اطلاع، خبر چھوٹی ہو یا بڑی۔ اس کی جمع ہے احادیث: لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔ الفراء نے کہا کہ ہماری رائے میں احادیث کا مفرد صیغہ اُحدُوثَةٌ: (ہمزہ اور دال مضموم) ہے۔ اسے بعید میں حدیث کی جمع بنا دیا گیا۔

الحُدُوث: (حاء مضموم) کسی چیز کا عدم سے وجود میں آنا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

أَحْدَثَهُ اللهُ فَحَدَثَ: اللہ اسے عدم سے وجود میں لایا تو وہ سرزد ہوگیا یا ظہور پذیر ہوگیا۔

الحَدَث: (حاء اور دال مفتوح)،

الحُدْثٰی بروزن الکُبریٰ.

الحَادِثَةُ اور الحَدَثَان: (حاء اور دال مفتوح) سب ہم معنی کلمات ہیں۔

استحدث خبرًا: اسے ایک نئی خبر ملی۔

رَجُلٌ حَدَثٌ: (حاء اور دال مفتوح) نوعمر، نوجوان۔ نوعمری بیان کرنے کے لئے حَدِيْثُ السِّن کہتے ہیں یا غِلْمَان کہتے ہیں۔

حِدْثَان: أَحْدَاث: واقعات۔

المُحَادَثَةُ والتَّحَادُث اور التَّحَدُّث اور التَّحْدِيْث: معروف کلمات ہیں بمعنی باہم گفتگو کرنا۔

الأُحْدُوثَةُ بروزن أُعْجُوبَةٌ: ایسا واقعہ جسے بیان کیا جائے، قصہ۔

المُحَدَّث: (دال مفتوح اور مشدد) حسن ظن والا شخص۔

ح د د— الحَدُّ: دو چیزوں کے درمیان واقع رکاوٹ یا آڑ۔

حَدُّ الشَّيْئِ: کسی چیز کا آخر۔

قَدْ حَدَّ الدَّار تَحْدِيْدًا: اس نے مکان کی حد بندی کر دی۔

الحَدُّ: روکنا۔ منع کرنا۔ اس لئے دربان اور داروغہ جیل کو حَدَّاد بھی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ باہر نکلنے سے منع کرتا ہے، یا بیڑیوں کے لوہے کو ٹھیک (درست) کرتا ہے۔

المَحْدُوْدُ: ممنوع۔ کم نصیب وغیرہ۔ حدود کے اندر بندھا ہوا۔

حَدَّهُ: اس نے اس پر حدّ قائم یا جاری کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسے حدّ یعنی اسلامی شرعی سزا کو اس لئے حدّ کہا گیا ہے کہ یہ عمل حد پانے والے جرم دوبارہ کرنے سے روکتا ہے۔

أَحَدَّتِ المرأةُ: عورت خاوند کے فوت ہونے کے بعد آرائش و زیبائش اور خضاب مہندی لگانے سے رک گئی۔ ایسی عورت کو مُحِدٌّ کہتے ہیں۔ اسی طرح حَدَّث ہے۔ اس کا مضارع تَحِدُّ: (حاء مضموم اور مکسور) اور مصدر حِدَادًا (حاء مکسور) ہے اور اسم فاعل حَادٌّ ہے۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ وہ اس کلمہ کی صرف رباعی شکل یعنی اَحَدَّث ہی کو جانتا ہے۔

المُحَادَّةُ: مخالفت اور واجب باتوں سے ممانعت ہے۔ اسی طرح التَّحَادُّ کا کلمہ ہے۔

الحَدِيْدُ: معروف دھات لوہا۔ اسے اس

لئے حدید کہا گیا ہے کہ یہ بہت سخت ہوتا ہے۔

حَدُّ کل شیئٍ: ہر چیز کی انتہاء۔

حَدُّ الرَّجُلِ: آدمی کی جرأت و جسارت۔

حَدُّ السَّیْفِ: تلوار کی دھار۔

حَدَّ یَحِدُّ: تیز ہونا، سُیُوْفٌ حِدَادٌ: تیز تلواریں۔

اَلْسِنَةٌ حِدَادٌ: تیز زبانیں۔ (حاء مکسور)۔

الحِدَاد: کالے اور ماتمی لباس کو بھی کہتے ہیں۔

الحِدَّةُ: گرمی۔ غیظ وغضب کی حالت میں انسان کی کیفیت۔ چنانچہ کہتے کہ حَدَدْتُ علی الرَّجُل: میں کسی شخص پر گرم ہوا یعنی ناراض یا غضبناک ہوا۔ اس کا مضارع اَحِدُّ (حاء مکسور) ہے۔ اس کا اسم مصدر حِدَّةٌ ہے۔ البتہ الکسائی کے ہاں اس کا مصدر حَدًّا (حاء مفتوح) بھی ہے۔

تَحْدِیْدُ الشَّفْرَةِ: چھری تیز کرنا۔ اِحْدَادُھا اور اِسْتِحْدَادُھا تینوں کلمات ہم معنی ہیں۔

اَحَدَّ النَّظَرَ اِلَیْهِ واِحْتَدَّ: اس نے اس کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھا۔ ایسے شخص کو مُحْتَدٌّ کہتے ہیں۔

ح د ر — الحَدُوْرُ: (حاء مفتوح) نیچے اُترنا۔ وہ جگہ جہاں سے کوئی نیچے گرے یا اُترے۔

الحُدُوْرُ: (حاء مضموم) نیچے اُترنے کا فعل۔

حَدَرَ السَّفِیْنَةَ: وہ کشتی کو نیچے لے گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ ان معنوں میں اَحْدَرَ نہیں کہتے۔ حَدَرَ فِی قِرَائَتِهٖ اَوْ فِی اَذَانِهٖ: اس نے قرآءت یا اذان دینے میں تیزی سے کلمات ادا کیے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الانْحِدار: لُڑھک جانا۔ اسم ظرف مُنْحَدَر (دال مفتوح) ہے۔

تَحَدَّرَ الدَّمْعُ: آنسو گرا یا ٹپکا۔

ح د س — الحَدْسُ: ظن وتخمین۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ هُوَ یَحْدِسُ یعنی وہ جو کچھ کہتا ہے اپنی رائے سے کہتا ہے۔

الحِنْدِسُ: (حاء اور دال مکسور) شدید تاریکی۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا۔

ح د ق — حَدَقَةُ العَیْنِ: آنکھ کا بڑا سیاہ حصہ یعنی پُتلی۔ اس کی جمع حَدَقٌ ہے۔

التَّحْدِیق: نظر کی تیزی۔

الحَدِیْقَةُ: باغیچہ، درختوں والا۔ قول خداوندی ہے: وَحَدَائِقَ غُلْبًا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیقه سے مراد ہر احاطہ دار

باغ ہے یعنی جس کے گرد چار دیواری ہو۔
حَدَقُوا بِہٖ تَحْدِیقًا اور اَحْدَقُوا بِہٖ: انہوں نے اس کا احاطہ کرلیا۔
حِدَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ (و ح د)۔
ح د ا—اَلْحَدْوُ: اونٹوں کی منڈی اور اونٹوں کے گیت اور نغمہ۔
قَدْ حَدَا الاِبِلَ: اس نے اونٹوں کے لئے حدی خوانی کی۔ اس کا باب عَدا ہے۔ اور حُداء بھی جس میں 'ح' مضموم اور الف ممدود ہے۔
تَحَدَّیْتُ فُلانًا: میں نے فلاں شخص کو چیلنج کیا۔
حادی عشر: گیارھواں میں حادی واحد کو مقلوب کر کے بنایا گیا ہے۔ کیونکہ واحد کی تقدیر فاعل ہے یعنی واحد کو مقدر مانا گیا۔ پھر فاء کلمہ یعنی واؤ کو مؤخر کر کے اسے ماقبل کسرہ کے باعث یاء میں تبدیل کیا گیا اور عین کلمہ یعنی حاء کو مقدم کیا گیا۔ اور اس کی تقدیر پر بجائے فاعل کے عَالِف بن گئی یعنی الٹ گئی۔
ح ذ ر—اَلْحَذَرُ والْحِذْرُ: بچاؤ۔
قَدْ حَذِرَہٗ: اس نے اسے بچالیا۔ اس کا باب طرب ہے۔
رَجُلٌ حَذِرٌ: (ذال مکسور اور مضموم) محتاط آدمی۔ اس کی جمع حَذِرُوْنَ ہے اور حَذَارَی (راء مفتوح) ہے۔

التَّحْذِیرُ: ڈرانا، ڈراوا دینا۔ خبردار کرنا۔
الْحِذَارُ وَالْمُحَاذَرَۃُ: وارننگ۔
قول خداوندی یوں پڑھا گیا ہے: وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حَاذِرُوْنَ: 'حَاذرون' کو حَذِرُون اور حَذُرُوْن (ذال مضموم) بھی پڑھا گیا ہے۔ حَاذِرُوْنَ کا معنی محتاط، ہیبت زدہ ہے اور حَذِرونَ کا معنی خوف زدہ ہے۔
ح ذ ف—حَذَفَ الشَّیْئَ: اس نے چیز کو حذف کردیا یا مٹادیا۔
حَذَفَہٗ بالعَصَا: اس نے اسے چھڑی سے مارا، یا اس پر چھڑی دے ماری۔
حَذَفَ رَاْسَہٗ بالسَّیْفِ: جب کسی نے کسی کو تلوار سے مارا ہو اور اس کا کوئی ٹکڑا کاٹ دیا ہو۔
الحَذَفُ: (حاء اور ذال مفتوح) حجاز کی چھوٹے قد کی سیاہ رنگ بکریاں۔ اس کا واحد حَذَفَۃٌ ہے یعنی ایک بکری۔ حدیث شریف میں ہے: حَذَفِ کانھابَنات.
ح ذ ف ر—حَذَافِیرُ الشَّیْئِ: کسی چیز کا اوپر والا اور ارد گرد کا حصہ۔ اس کا واحد حِذْفَارٌ: (حاء مکسور) ہے۔
ح ذ ق—حَذَقَ الصَّبِیُّ الْقُرْاٰنَ والعَمَلَ: بچے نے قرآن اور کام میں مہارت حاصل کرلی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور مصدر حِذْقًا، حِذاقًا: (دونوں

میں حاء مکسور) اور حِذْقًا بھی اس کلمہ کی ایک لغت یا لہجہ ہے۔
حَذِقَ فُلَانٌ فِی صَنْعَتِهٖ: فلاں شخص نے اپنے فن میں مہارت حاصل کی یا کمال پیدا کیا۔
حَاذِقٌ بَاذِقٌ: ماہر و با کمال۔ 'بَاذِقٌ' حاذق کا اتباع یعنی ہموزن لفظ ہے۔
حَذَقَ الخَلُّ: سرکہ بہت کھٹا یا ترش ہوگیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔
حَذَقَ فَاهُ الخَلُّ: سرکہ نے اس کے منہ میں چرچراہٹ پیدا کی۔
حَذْلَقَ الرَّجُلُ وتَحَذْلَقَ: (لام زائد) مہارت کا دعویٰ کرنا۔ مہارت کا حقیقت سے زیادہ کا دعویٰ کرنا۔
ح ذ ل — الحُذْل: بروزن القُفل. شلوار یا قمیض کا حاشہ۔ حدیث شریف میں ہے: هَاتِیْ حُذْلَکِ: دامن پسارو: تو آپ نے اس میں مال ڈال دیا۔
ح ذ م: ہر کام میں تیزی یا جلدی کرنا۔
فَقَد حَذَمْتَهُ: تو گویا تو نے اس میں تیزی کی۔ کہا جاتا ہے کہ حَذَمَ فِی قِرَاءَتِهٖ: اس نے تلاوت میں تیزی سے پڑھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: اذا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ وَاِذَا اَقَمْتَ فَاحْذِمْ: یعنی جب تو اذان دے تو ٹھہر ٹھہر کر دے اور جب اقامت کہے تو تیزی سے کہہ۔

حَذَامِ قَطَامِ کی طرح ایک عورت کا نام بھی ہے۔
ح ذ ا — حَذَا النَّعْلَ بِالنَّعْلِ: اس نے دو عورتوں میں سے ہر عورت کو اپنی ساتھی عورت پر قیاس کیا۔
حَذَاهُ: وہ اس کے سامنے بیٹھا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔
الحِذَاء: جوتا۔
اِحْتَذَی: اس نے جوتا پہنا۔
الحِذَاءُ: اونٹ کا موزہ اور گھوڑے کا نعل۔ حدیث شریف میں ہے: مَعَهَا حِذَاءُ هَا سِقَاءُ هَا: اس کا کھر اور اس کا پانی اس کے ساتھ ہے۔ اس لئے کسی گمشدہ اونٹ کو پکڑنے کی ضرورت نہیں۔
حِذَاءُ الشَّیْئِ: کسی چیز کا سامنا یا مقابل۔ کہتے ہیں جلس بِحِذَائِهٖ: وہ اس کے مقابل بیٹھا اور حَاذَاهُ: وہ اس کے مقابل ہوا۔ (اس نے اس کے خلاف محاذ قائم کیا)۔
اِحْتَذَی مِثَالَهُ: اس نے اس کی مثال کی تقلید کی۔ یا اس کے نمونے کی پیروی کی۔
ح ر ب — الحَرْبُ: مؤنث اور مذکر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی: جنگ لڑائی۔
المحراب: صدر مجلس۔ اسی سے محراب مسجد اصطلاح بنی ہے۔ المِحْرَاب کا معنی

کمرہ بھی ہے۔ قول خداوندی ہے کہ: فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَاب: پس وہ اپنے کمرۂ عبادت سے نکلے۔ کہا گیا ہے کہ وہ مسجد سے نکلے۔

ح ر ث - الحَرْث: مال کمانا۔ اس کی جمع اَحْـرَاث ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حدیث شریف ہے کہ: اُحْـرِث لدنیاک کانک تعیش ابدًا: اپنی دنیا کے لئے اس طرح جدوجہد کر گویا تو نے ہمیشہ رہنا ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ حدیث کی بقیہ عبارت یہ ہے کہ واعمل لا خرتک کانک تموت غدًا: اور اپنی آخرت کے لئے اس طرح عمل صالح کر کہ گویا تو نے کل ہی مرجانا ہے۔ فارابی نے اپنی تصنیف دیوان میں یہ حدیث اسی طرح نقل کی ہے۔

الحَرْث: زراعت اور کھیتی کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا باب نَصَرَ اور کَتَبَ ہے۔

الحَـرَّاث: کاشت کار۔ حَـرَث واحترث، زَرَعَ اور اِزْدَرَعَ کی طرح۔ اس نے خوب کاشتکاری کی۔ کہتے ہیں: اُحْرُثِ القرآنَ: قرآن کو خوب پڑھو۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بروایت ازہری الفرّاء نے کہا کہ: حَرْثُ القرآنَ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے قرآن میں خوب غور و فکر کیا۔ الازہری نے کہا کہ الحَـرْث کا معنی کتاب کی چھان پھٹک اور اس میں تدبّر کرنا ہے۔ انہیں معنوں میں حضرت عبداللہؓ کا یہ قول ہے کہ اُحْـرُثا هـذ القـرآن: ”اس قرآن میں خوب غور وفکر کرو“۔

ح ر ج - مَكانٌ حَرِجٌ وحَرَجٌ: (راء مکسور ومفتوح) تنگ اور گھنے درختوں والی جگہ۔ قول خداوندی میں مستعمل لفظ دونوں طرح پڑھا گیا ہے: ”ضَيِّقًا حَـرَجًا“

حَرِجَ صَدْرُهُ: اس کا سینہ تنگ ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

الحَرَجُ کا معنی گناہ بھی ہے۔

الحِرْجُ: (حاء مکسور) بروزن العِلْجُ بھی اس کا ایک لہجہ (لغت) ہے۔

اَحْرَجَهُ: اس نے اسے گناہ گار کیا۔

التَّحْرِيجُ: تنگ کرنا۔ تنگی دینا۔

تَحَرَّجَ: وہ گناہ آلود ہو گیا۔

حَـرِجَ عَلَيهِ الشَّـيْئُ: اس پر چیز حرام ہو گئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ح ر د - حَـرَدَ: اس نے قصد کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَغَدَوْا عَلٰی حَـرْدٍ قَادِرِيْنَ: اور کوشش کے ساتھ صبح سویرے ہی پہنچ گئے گویا (کھیتی) پر قادر ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی 'روکنا' ہے۔

الحَرَدُ: (راء متحرک)۔ غضب وقہر۔ الاصمعی کے دوست ابا نصر نے کہا کہ یہ لفظ مخفف[1] ہے۔ لہٰذا اس کا باب فَہِمَ ہے۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ اسے متحرک کیا جاسکتا ہے۔ اس بناء پر اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل حَارِدٌ اور حَرْدَانٌ ہے۔

الحُرْدِيُّ، القَصَب: (سرکنڈے کا) بروزن لُكْرِدِيّ بمعنی نبطی، یہ لفظ معرب ہے۔ اس کی جمع حَرَادِيُّ (حاء مفتوح) ہے۔ اسے الهُردِيُّ نہیں کہنا چاہئے۔

ح ر ذ ن۔ الحِرذَوْنُ: (حاء مکسور) نر سوسمار۔ رینگنے والا کیڑا۔

ح ر ر۔ الحَرُّ: گرمی۔ البَرْد کی ضد۔

الحرارة: گرمی۔ البرودة کی ضد۔

الحَرَّةُ: سیاہ رنگ کے ایسے جلے ہوئے پتھروں والی زمین جو گویا آگ سے جلے ہوئے ہوں۔ اس کی جمع الحِرار ہے۔ (حاء مکسور) اس کی جمع الحَرّات اور الحرّون بھی ہے جو 'ات' اور 'ون' کے اضافے سے بنائی گئی ہے۔

حَرُّوْن: گویا یہ اِحَرَّةٌ کی جمع ہو۔

الحَرّان: پیاسا اس کی مؤنث الحَرّی ہے یعنی پیاسی، تشنہ۔

الحُرُّ: آزاد عَبْد کی ضد۔

حُرُّ الوجهِ: گال، رخسار۔

ساق حُرّ: زُمّری۔

اَحْـرار: بطور سلاد کھائی جانے والی سبزیاں ترکاریاں۔

الحُرَّةُ: شریف زادی، اصیل۔ کہا جاتا ہے ناقَة حُرَّةٌ: اصیل اونٹنی۔

الحُرَّةُ: لونڈی کی ضد آزاد عورت۔

طِيْنٌ حُرٌّ: ریت ملے بغیر مٹی۔ اس کی جمع حَرَائر ہے۔ اس کا واحد کا صیغہ الحَرِيرة ہے۔

الحَرِيْرُ: ریشم۔ آٹے کو بھی کہتے ہیں جو دودھ کے ساتھ پکایا جاتا ہے۔

الحَرُوْر: (حاء مفتوح) گرم ہوا، جو رات کو چلتی ہے۔ دن کو چلنے والی گرم ہوا کو سمُوم کہتے ہیں، رات کو چلنے والی گرم ہوا کو سموم بھی کہتے ہیں۔

حَرَّ العَبْدُ: غلام آزاد ہوگیا۔ اس کا مصدر حرارًا (حاء مفتوح) ہے۔ حَرَّ الرَّجُلُ يَحُرُّ حُرِّيَّةً: (حاء مضموم) آزاد، اصل آدمی۔

حَرَّ الرَّجُلُ يَحَرُّ حَرَّةً: (حاء مفتوح) آدمی کو پیاس لگی۔ یہ تینوں کلمات ماضی میں مکسور العین اور مضارع میں مفتوح العین ہیں۔ البتہ حَرَّ النَّهارَ: (دن گرم ہوگیا) میں تین تلفظ یا لغات ہیں:۔

[1] یعنی راء متحرک نہیں ہے۔

(۱) حَرَرْتَ یا یوم: (مفتوح العین ماضی) تَحَرُّ: (مضموم العین مضارع) حَرّاً اسکا مصدر۔

(۲) حَرَرْتَ: (مفتوح العین ماضی) تَحِرُّ (مکسورالعین مضارع) مصدر: حَرًّا۔

(۳) حَرِرْتَ: (مکسورالعین ماضی) اور تَحِرُّ (مکسور العین مضارع) مصدر: حَرًّا. الحَرَارَةُ اور الحَرُوْرُ: الحَرُّ کی طرح دو مصدر ہیں۔ اس میں ایک لغت (لہجہ) اَحَرَّ النہارُ: (دن گرم ہوا) بھی ہے۔ الفَرّاء نے کہا کہ: رَجُلٌ حُرٌّ. الحُرُوْرَةُ: (حاء مفتوح اور مضموم)۔

تَحْرِيْرُ الكتابِ وغيره: کتاب وغیرہ کا لکھنا۔

تَحْرِيْرُ الرَّقَبة: گردن چھڑانا۔ غلام آزاد کرنا۔

تَحْرِيْرُ الوَلَدِ: لڑکے کا عبادت الٰہی کے لئے اور مسجد کی خدمت کے لئے وقف ہو جانا۔

ح ر ز - الحِرْزُ: قلعہ بند جگہ چنانچہ کہتے ہیں: هذا حرز حَرِيْزٌ: یہ بڑی محفوظ جگہ ہے۔ تعویز اور نقش کو حِرز کہتے ہیں۔

اِحْتَرَزَ مِن كَذَا: اس نے فلاں سے احتراز (پرہیز) کیا۔

تَحَرَّزَ مِنْهُ: اس نے اس سے بچاؤ کیا۔

ح ر س - حَرَسَهُ: اس نے اس کی چوکیداری یا حفاظت کی۔ اس کا باب کتب ہے۔ تَحَرَّسَ من فلان: اس نے فلاں سے اپنا بچاؤ کیا۔ اِحْتَرَسَ کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی اس نے فلاں سے اپنا بچاؤ کیا۔

الحَرَسُ: حاء اور راء مفتوح) شاہی باڈی گارڈ۔ انہیں حُرّاس کہتے ہیں۔ اس کا واحد حَرَسِيٌّ ہے۔ کیونکہ اب یہ اسم جنس بن گیا اور حَرَسِيٌّ اس سے صفت نسبتی کا صیغہ بن گیا۔ باڈی گارڈ کے معنوں میں حَارِس کہنا درست نہیں ہے۔ اس صورت میں حارِس صفت نسبتی نہ ہوگا۔

ح ر ش - التَّحْرِيش: چھیڑ خوانی کرنا، بہکانا، اُکسانا۔ التحراشِ بین الناس یعنی لوگوں کے درمیان چھیڑ خوانی کرنا اور بین الكلاب: یعنی کتوں کو ایک دوسرے سے لڑوانا بھی ہے۔

ح ر ص - الحِرْصُ: طمع، لالچ، بھوک۔

حَرَصَ علی الشَّيْئِ: کسی چیز کی خواہش کرنا۔

حَرَصَ يَحْرِصُ حَرِصًا فهو حَرِيْص. الحَرْصُ: زخم۔

الحَارِصة: ایسا زخم جس سے تھوڑی سی جلد پھٹ جائے۔ الحَرْصَةُ بروزن الضَرْبَةُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ح ر ض — رَجُلٌ حَرَضٌ: (حاء اور راء دونوں مفتوح) فاسد، ایسا مریض جس کا کپڑوں میں پیشاب اور پاخانہ خارج ہو جائے۔ بوڑھا کھوسٹ۔

میرا کہنا ہے کہ مصنف کے اس قول میں کپڑوں میں نجاست خارج ہونے کا ذکر کرنا بے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ مفرد بھی ہے اور جمع بھی۔ ابوعبیدؒ نے کہا ہے کہ حَرَضٌ وہ شخص ہے جسے حُزن اور عشق نے پگھلا دیا ہو۔ یہ لفظ مُحْرِض کے معنوں میں ہے۔

قَدْ حَرِضَ: وہ بوڑھا کھوسٹ ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَحْرَضَهُ الحُبُّ: محبت و عشق نے اسے ناکارہ کر دیا ہے۔

التَحْرِيض علَى القِتَال: جہاد پر آمادہ کرنا۔ جوش دلانا۔

الحَرْضُ: (راء ساکن اور مضموم) اشنان جس سے کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے جاتے ہیں۔

المِحْرَضَةُ: اشنان کا برتن۔

ح ر ف — حَرْفُ كُلِّ شيئٍ: ہر چیز کا کنارہ، دھار۔

حَرْف: حروف تہجی میں سے ایک حرف۔ اس کی جمع حروف ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلَى حَرْفٍ: میں علٰی حرف کا معنی ایک ہی طریقہ پر وہ یہ ہے کہ انسان تنگی کے علاوہ آرام اور راحت میں بھی اللہ کی عبادت کرے۔

رَجُلٌ مُحَارَف: (راء مفتوح) بے وسیلہ اور محروم نصیب انسان، یہ مبارک یعنی بابرکت اور خوش بخت کی ضد ہے۔

قَدْ حُورِفَ كسب فلانٍ: فلاں انسان تنگ دست ہو گیا۔ گویا روزی نے اس سے منہ موڑ لیا۔ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ: مَوْتُ المُؤمنِ عِرق الْجَبِيْن تَلْقٰى عَلَيْهِ البقيةُ مِنَ الذُنوبِ فيُحَارَفُ بها عِنْدَ المَوْتِ: یعنی مؤمن کی موت کے وقت اس کی پیشانی عرق آلود ہوتی ہے۔ گناہوں میں جو کچھ گناہ باقی رہ گئے ہوتے ہیں وہ اس سے ڈھل جاتے ہیں۔ یعنی موت کے وقت مومن پر جو کچھ سختی ہوتی ہے۔ اس سے اس کے گناہ ڈھل جاتے ہیں۔

الحُرْفُ بروزن القُفْلُ رَشَاد: (ہالوں) کے دانے۔ اسی سے لفظ شَيْئٌ

حِرِّيفٌ: (راء مشدّد اور مکسور) ایسی چیز جس کی تیزی سے زبان جلے۔ اسی طرح بَصَلٌ حَرِّيفٌ: تیز پیاز (حاء مکسور) اسے حَرِّيفٌ (حاء مفتوح) نہیں کہنا چاہیے۔

الحُـرُفُ: اسم ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں
رَجُلٌ مُحَارِفٌ: یعنی بدنصیب انسان، اس کی مال ودولت میں کوئی ترقی نہیں ہوتی۔ یہی مطلب الحِرْفَة (حاء مکسور) کا ہے۔ حضرت عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ:
لَحِرْفَةُ اَحدِهِمُ اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ عَيْلَتِهِ: میرے لئے تم میں سے کسی ایک کی بدنصیبی اس کی عیالداری سے زیادہ سخت اور ناگوار ہے۔ الحرفة کا معنی صنعت اور کاریگری بھی ہے۔
المُحْتَرِفُ: پیشہ ور کاریگر۔
فُلَانٌ حَرِيْفِيٌّ: فلاں شخص میرا ہم پیشہ ہے۔
تَحَرُّفُ الكَلامِ عَنْ مواضعه: بات میں تغیر وتبدیلی کرنا۔
تَحْرِيْفُ القَلَمِ: قلم تراشنا۔
مُحَرَّفٌ: بدلا ہوا۔
اِنْحَرَفَ عَنْهُ: وہ اس سے منحرف ہوگیا۔
تَحَرَّفَ واِحْرَوْرَفَ: وہ ایک طرف جھکا اور رخ بدلا۔

ح ر ق — الحَرَقُ: (حاء اور راء مفتوح) آگ۔ اس کا معنی احتراق یعنی جلنا بھی ہے جو کپڑے میں رگڑ کی وجہ سے لگ جاتی ہے۔ اور بجھ بھی جاتی ہے۔
اَحْرَقَهُ بالنَّار: اس نے اسے آگ سے جلایا یا داغا۔
حَرَّقَهُ: اس نے اسے خوب جلایا۔ اس میں شدت پائی جاتی ہے۔
تَحَرَّقَ الشَّيْئُ بِالنَّارِ واحترق: اس نے چیز کو آگ سے جلا دیا اور وہ جل گئی۔ اس سے اسم الحُرْقَةُ اور الحَرِيق ہے۔
حَرَقَ الشَّيْئُ: (راء بغیر تشدید) اس نے کسی چیز کو ریتی سے تیز کیا یا ایک چیز کو دوسری چیز سے رگڑا۔ حضرت علیؓ نے قول خداوندی کو لَنُحْرِقَنَّهُ پڑھا ہے، یعنی لَنَبْرُدَنَّهُ ہم اسے رگڑیں گے۔
الحُرَاقَةُ اور الحُرَاقُ: کسی چیز میں رگڑ سے آگ لگ جانا۔ عامی لہجے میں اسے تشدید کے ساتھ بولا جاتا ہے۔
الحَرَّاقَةُ: (حاء مفتوح) اور راء مشدّد) ایک خاص قسم کا سمندری جہاز جس میں آگ پھینکنے کی جگہ بنی ہوتی ہے۔ جہاں سے سمندر میں دشمن پر آتش بازی کی جاتی ہے۔

ح ر ک — الحَرَكَةُ: سکون کی ضد۔
حَرَّكَهُ فَتَحَرَّكَ: اس نے اسے حرکت دی تو وہ متحرک ہوگیا۔
مَا بِهِ حَرَاكٌ: اس میں کوئی حرکت نہیں ہے۔
غُلَامٌ حَرِكٌ: چاق وچست لڑکا۔ یا ہوشیار لڑکا۔
الحَارِكُ مِنَ الفَرَس: گھوڑے کی

پیٹھ کا اوپری حصہ۔ دو کندھوں کے درمیان کا پیٹھ کا اوپر والا حصہ اسے الکاھل بھی کہتے ہیں۔

ح ر م — الحُرْمُ: بروزن القُفْل: اِحرام۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ: كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللّٰہِ لِحِلِّهٖ وحُرْمِهٖ: میں رسول اللہ ﷺ کو احرام کی حالت اور احرام سے باہر دونوں حالتوں میں خوشبو ملتی تھی۔

الحُـــرْمَــةُ: تقدس، حُرمت۔ جس کی بے حرمتی کرنا جائز نہیں ہے۔ یہی معنی المَحْرُمَــةُ: (راء مفتوح و مضموم) کا ہے۔

قَدْ تَحَرَّمَ بِصُحْبَتِهٖ: وہ اس کا ساتھی اور محرم بن گیا یا حُرمت والا بن گیا۔

حُرْمَةُ الرَّجُلِ: آدمی کی بیوی۔

رَجُلٌ حَرَامٌ: مُحرم آدمی۔ اس کی جمع قَذَال اور قُذُل کی طرح حُرُمٌ ہے۔ سال کے مہینوں میں سے چار ماہ حُرُم ہیں یعنی احترام والے ہیں اور وہ اَشْهُرُ حُرُمٌ یہ ہیں:-

(۱) ذیقعدہ۔
(۲) ذی الحجہ۔
(۳) محرّم اور؛
(۴) رجب۔

ان میں تین ماہ تو مسلسل ہیں اور ایک ماہ اکیلا ہے۔ عرب (دور جاہلیت میں بھی) ان مہینوں میں لڑائی اور جنگ کو حلال نہ جانتے تھے سوائے دو قبیلوں خثعم اور طے کے یہ دو قبیلے ان مہینوں کی حُرمت کو پامال کرتے تھے۔

الحَـــرَامُ: حلال کی ضد ہے۔ یہی معنی حِـــرْمٌ کا ہے چنانچہ قرآن کی آیت وَحَرَامٌ کی بجائے وَحِرْمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا بھی پڑھا گیا ہے۔ یہاں حِرْمٌ میں حاء مکسور ہے۔ الکسائی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کا معنی واجب ہے۔

الحِرْمَةُ: (حاء مکسور) حدیث شریف میں ہے: اَلَّذِيْنَ تُدْرِكُهُم السَّاعَةُ تُبْعَثُ عليهم الحِرْمَةُ ويُسْلَبُوْنَ الحيَاء: قیامت کے وقت جو لوگ زندہ موجود ہونگے ان پر شہوت پرستی کا غلبہ ہوگا اور ان سے شرم و حیاء کو سلب کرلیا جائے گا۔

وَمَكَّةُ حَرَمُ اللّٰهِ: مکہ اللہ کا حرم یعنی گھر ہے۔ الحَرَمان سے مراد دو حرم مکہ اور مدینہ ہیں۔

الحَـــرَمُ، زَمَن اور زَمَان کی طرح الحَرَام بھی ہوسکتا ہے۔

المَـــحْرَمُ الحَرَام: ایسا مُحرم جس کے ساتھ نکاح حلال نہ ہو۔ چنانچہ کہتے ہیں: هُـــوَ ذُوْ مَحْـــرَمٍ منها: وہ اس عورت کا ایسا محرم ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح

حلال نہیں ہے۔

المُحَرَّمُ: ہجری سال کا پہلا مہینہ۔

التَّحْرِيم: تحلیل کی ضد۔ حرام کر دینا۔

حَرِيْمُ البئرِ: کنویں کی چار دیواری اور حدود حقوق۔

حَرُمَ الشَّيْئُ: چیز حرام ہو گئی۔ **حَرُمَتِ الصَّلاةُ على الحائضِ:** حیض والی عورت پر نماز حرام ہو گئی۔ اس کا مصدر **حُرُمًا** ہے۔ **حَرِمَت** کا بھی یہی معنی ہے اور یہ ایک لہجہ ہے۔ اس کا باب **فَهِمَ** ہے۔

حَرَمَهُ الشَّيْئُ: اس نے اسے کسی چیز سے محروم کر دیا۔ اس کا مضارع **يَحْرِمُهُ** اور مصدر **حَرِمًا** (راء دونوں صیغوں میں مکسور) جس طرح **سَرَقَهُ، يَسْرِقُهُ، سَرِقًا** ہے۔ دوسرے مصادر **حِرْمَةً، حَرِيْمَةً** اور **حِرْمَانًا** ہیں۔ **أَحْرَمَهُ** کا معنی بھی اس نے اسے محروم کر دیا ہے۔

أَحْرَمَ الرَّجُلُ: آدمی ماہ حرام میں داخل ہو گیا۔

أَحْرَمَ بالحَجِّ والعُمْرَةِ: اس نے حج اور عمرہ کا احرام باندھ لیا کیونکہ اب اس پر کچھ وہ چیزیں حرام ہو گئیں جو احرام باندھنے سے پہلے حلال تھیں مثلاً: شکار اور بیویوں سے مباشرت۔

الإِحْرَامُ بھی **التَّحْرِيم** کا ہم معنی لفظ ہے۔ کہا جاتا ہے: **أَحْرَمَهُ وحَرَّمَهُ:** اس نے اسے محروم کر دیا۔ قول خداوندی: **السَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ:** میں حضرت ابن عباسؓ نے **المحرام** سے مراد **المُحارَف** یعنی کم نصیب لیا ہے۔

ح ر م ل - الحَرْمَلُ: ایک طبی جڑی بوٹی۔

ح ر ن - فَرَسٌ حَرُوْنٌ: اڑیل گھوڑا۔ دوڑنے یا چلنے میں یکدم رک جائے۔ **حَرَنَ** از باب **دَخَلَ** اور **حَرُنَ** (راء مضموم) بمعنی وہ اڑیل بن گیا۔ اس سے اسم **الحِرَان** ہے یعنی اڑیل پن۔

حَرَّنْ: ایک شہر کا نام ہے۔ اس کا وزن **فَعَّال** ہے۔ اور **فَعْلان** بھی ہو سکتا ہے۔ اس شہر سے منسوب شخص کو **حَرْنَانِی** کہیں گے اور قیاس کے اعتبار سے **حَرَّانِی** ہونا چاہئے، جیسا کہ عام لوگوں کے ہاں مروّج ہے۔

ح ر ا - التَّحَرِّي: چیزوں وغیرہ میں سزاوار۔ قابل کے اور لائق کے معنوں میں۔

طلب ماهو احرى بالاستعمال: اس نے قابل اور لائق استعمال چیز طلب کی یا اس نے وہ چیز طلب کی جو استعمال کے لائق ہو۔ یعنی زیادہ مناسب اور زیادہ سزاوار۔ اس لفظ کا اشتقاق **حَرَى أَنْ يَفْعَلَ كذا:** وہ اس لائق ہے کہ یہ کام کرے۔

اور فُلَانٌ یَتَحرّٰی کَذا: فلاں شخص یہ کام کرنے کے لائق ہے۔ یا اسے یہ زیب دیتا ہے یا وہ یہ چاہتا ہے۔ قول خداوندی: فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوا رَشَدًا: یعنی انہوں نے سیدھے راستے کا قصد کیا یعنی وہ سیدھے راستے پر چلے۔

حِرَاء: (حاء مکسور اور راء ممدود) مکہ شریف کے قریب مشہور پہاڑ۔ مذکر اور مؤنث دونوں صیغے یکساں۔ اگر اسے مؤنث سمجھا جائے تو اس صورت میں غیر منصرف ہے۔

ح ز ب—حِزبُ الرَّجُلِ: آدمی کے ساتھی۔ الحِزبُ کا معنی ورد ہے۔ اور اسی سے اَحْزَابُ القرآن بنا ہے۔ الحِزب کا معنی طائفہ اور گروہ بھی ہے۔

تَحَزَّبوا: انہوں نے جتھا بنا لیا۔

الاَحْزَابُ: وہ جتھے اور گروہ جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف جنگ کے لئے جتھا بندی کی۔

ح ز ر—الحَزْرُ: اندازہ کرنا۔ قیافہ کرنا۔ کہتے ہیں: حَزَرَ الشَّيْئَ: اس نے چیز یا بات کا اندازہ لگالیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور نَصَرَ ہے۔ اور اسم فاعل حازِرٌ یعنی محتاط و ہوشیار ہے۔

حَــزْرَةُ المَالِ: مال کا چیدہ یعنی منتخب حصہ۔ اس کے بہترین معنی حصہ ہوتا ہے۔ اس کا وزن حَضْرَةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: هٰـذا حَــزَرَةُ نَـفْسِي: میرے پاس بہترین چیز یہی ہے۔ اس کی جمع حَزَرَات ہے۔ (زاء مفتوح ہے)۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَا تَاْخُذوا مِنْ حَزَرَاتِ اَنْفُسِ النَّاس: یعنی لوگوں سے صدقہ و زکوٰۃ کی مد میں ان کی بہترین چیزیں نہ لو۔

حَزِیْرَان: رومی کیلنڈر کا ایک مہینہ جو تموز سے پہلے آتا ہے۔

ح ز ز—حَزَّهُ: اس نے اسے کاٹا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اِحْتَزَّهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

الحَزُّ: کسی چیز میں شگاف۔ اس کا واحد الحَزَّةُ ہے۔

قَدْ حَزَّ العُوْدَ: اس نے لکڑی میں شگاف ڈال دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: الاِثْمُ حَوَازُ القُلوبِ: یعنی گناہ وہ ہے جو دلوں میں کھٹکے اور چبھے اور اس پر دل مطمئن نہ ہو۔

حُزَّةُ السَّـراوِيْلِ: (حاء مضموم) شلوار کا نیفہ۔ حدیث شریف میں ہے: اَخِــذَ بِحُــزَّتِــهِ: اُس کی گردن پکڑ کر۔ اور یہ بطور تشبیہ ہے۔

الحَزَازُ: سر درد اس کا واحد حزازة ہے۔

الحزازةُ: کا معنی دل میں غصے وغیرہ کے باعث درد ہونا بھی ہے۔

ح ز ق—الحِزْقُ: اور الحِزْقَةُ: لوگوں

مجموعہ، پرندوں کا غول اور درختوں کا جھنڈ۔

حدیث شریف میں ہے: کَانَّهُمَا حِزْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَّاف: گویا وہ پر بستہ پرندوں کے دو غول یا جھنڈ ہیں۔

الحَازِق: وہ شخص جس کا موزہ یا جوتا اسے تنگ ہو، ضرب المثل ہے: لَا رَأیَ لِحَاقِنٍ وَلَا لِحَاذِقٍ: یعنی ایسے شخص کی رائے جس کے پاؤں میں جوتا تنگ ہو اور اسے پریشان کر رہا ہو اور اس شخص کی رائے میں جس نے پیشاب روک رکھا ہو اور اس وجہ سے پریشان ہو، کوئی وزن نہیں ہوتا۔ یعنی اسے مضطرب الحال شخصوں کی رائے کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

ح ز م — حَزَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو باندھ لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الحَزْمُ کا معنی انسان کے ضبط و تحمل اور اعتماد و احتیاط بھی ہے۔

قَدْ حَزَمَ الرَّجُلُ: آدمی نے احتیاط برتی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اور اسم فاعل حَازِم یعنی محتاط شخص ہے۔

احتزم اور تَحَزَّمَ: یعنی کمر بستہ ہونا۔

الحُزْمَةُ: لکڑیوں وغیرہ کا گٹھا۔

حِزَامُ الدَّابَّةِ: چوپائے کا تنگ۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی سے حِزَامُ الصَّبِيِّ فِي مَهْدِهٖ محاورہ ہے: یعنی بچے کا حزام پنگھوڑے میں ہے۔ مَحْزِمُ الدَّابَّةِ: بروزن مَجْلِس: جانور پر تنگ کسنے کی جگہ۔

الحَيْزُوْمُ: سینے یا چھاتی کا وسط اور جہاں پٹی باندھی جاتی ہے۔

حَيْزُوْم: گھڑ سوار ملائکہ کے ایک گھوڑے کا نام ہے۔

ح ز ن — الحُزْنُ: اور الحَزَنُ: سرور و خوشی کی ضد۔

قَدْ حَزِنَ: وہ دکھی ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور مصدر حُزْنًا۔ اس کا اسم فاعل حَزِنٌ اور حَزِينٌ ہے یعنی دکھی اور غم زدہ۔

اَحْزَنَهٗ غَيْرُهٗ: اسے کسی نے دکھی کر دیا۔ حَزَنَهٗ کا بھی یہی معنی ہے۔ جس طرح أسلكه اور سَلَكَهٗ ہم معنی لفظ ہیں۔ اور اس کا اسم مبنی پر مجہول مَحْزُوْنٌ ہے۔

حَزَنَهٗ: قریش کی لغت یعنی لہجہ ہے۔ اور أَحْزَنَهٗ: قبیلہ تمیم کی لغت یعنی لہجہ ہے۔ قراءت میں دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

اِحْتَزَنَ اور تَحَزَّنَ ہم معنی ہیں۔

فُلَانٌ يَقْرَأُ بِالتَّحْزِيْنِ: فلاں شخص نہایت سوز و گداز کے ساتھ پڑھتا ہے۔ یا فلاں کی آواز میں بڑا سوز ہے۔

الحَزْنُ: زمین کا سخت ہونا۔

فيها حُزُوْنَةٌ: اس میں سختی ہے۔

ح ز ا — حُزْوَى: (حاء مضموم)۔ ریت کے

ٹیلوں میں سے ایک بڑا ٹیلہ جو دوسرے ٹیلوں سے بہت زیادہ بلند ہو۔

ح س ب — حَسَبَهُ: اس نے اس کو گِنا یا شمار کیا۔ اس کا باب نَصَرَ اور کَتَبَ ہے اور مصدر حَسابًا اور حِسَابًا (حاء مکسور بھی) نیز حُسبانًا (حاء مضموم بھی)۔

محسوب: معدود۔ شمار کیا ہوا یا گِنا ہوا۔

حَسَبٌ: فَعَلٌ بمعنی مفعول، جس طرح نفض بمعنی منقوض، اسی سے لوگوں کا یہ قول ہے: لِيَكُنْ عَمَلُكَ بِحَسَبِ ذٰلِكَ: (حاء مفتوح)، تیرا کام اس کے مطابق ہونا چاہئے۔

الحَسَبُ: خاندان یا سلسلہ نسب جس پر انسان فخر کرتے ہیں۔

حَسَبُهُ: کا معنی دِينُه (اس کا دین) اور مالُه (اس کا مال) بھی ہے۔

الرجل الحَسِيبُ: حسب ونسب والا انسان۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ: حسب اور کرم کی دو صفات تو خاندانی تعلق کے بغیر خود اپنی ذاتی بھی ہوسکتی ہیں۔ لیکن شرف اور مجد کی دو صفتیں خاندانی ہوتی ہیں۔

حسبُكَ دِرْهَمٌ: تجھے ایک درہم کافی ہے۔

شَيْئٌ حِسَابًا: کافی چیز۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی: عَطَآءً حِسَابًا: ہے یعنی کافی بخشش۔

الحُسْبَان: کا معنی عذاب بھی ہے۔

حَسِبْتُهُ صَالِحًا: میں نے اسے نیک و پارسا سمجھا۔ یہاں سین مکسور ہے۔

أَحْسِبُهُ: (سین مفتوح اور مکسور)۔

مَحْسِبَةً: (سین مفتوح اور مکسور)۔

حِسْبانًا: (حاء مکسور)، خیال کرنا۔ گمان کرنا۔

ح س د — الحَسَدُ: اپنے محسود (دشمن) کے مال و دولت اور نعمت کا زوال چاہنا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ الاخفش نے کہا کہ بعض لوگ اسے يَحْسِدُه: (سین مکسور بھی کہتے ہیں اور اس کے مصدر کو حَسَدًا: (حاء اور سین دونوں مفتوح) کہتے ہیں۔

حَسَدَهُ عَلَى الشَّيْئِ اور حَسَدَهُ الشَّيْئَ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اسے کسی سے کسی چیز پر حسد ہوا، یا حسد کیا۔

تَحَاسَدَ القومُ: قوم ایک دوسرے کی حاسد ہوگئی۔

قَوْمٌ حَسَدَةٌ: حاسد قوم۔ جس طرح حامل اور حملہ ہے۔

ح س ر — حَسَرَ كُمَّهُ عَنْ ذِرَعَيْهِ: اس نے اپنی آستین چڑھائی یعنی آمادہ ہوا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الإنْحِسار: انکشاف، کھل جانا۔

حَسَرَ البَعِيرُ: اونٹ تھک گیا۔ حَسَرَهُ

غَیْرُهُ: اسے کسی (اور) نے تھکا دیا۔

اِسْتَحْسَرَ: کا معنی بھی 'تھکا دیا' ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی: مَلُوْمًا مَحْسُوْرًا اور دوسرا قول خدوندی: وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ: میں حَسَرَ انہیں معنوں میں آیا ہے۔

حَسَرَ بَصَرُهُ: اس کی نظر تھک گئی اور دور فاصلے کو دیکھنے سے منقطع ہوگئی وغیرہ۔ اس کا اسم فاعل حَسِیْ ہے۔

حَسَّرَهُ غیرہ: کسی نے اُسے تھکا مارا۔ اس کا مصدر تحسیرًا ہے۔

التَّحَسُّر: حسرت زدہ ہونا۔

رَجُلٌ مُحَسَّرٌ بروزن مُکَسَّر: حسرت کا مارا ہوا انسان یا دکھوں کا مارا ہوا شخص۔

حدیث شریف میں ہے: اَصْحَابُهُ مُحَسَّرُوْنَ: یہاں محسّرون کا معنی محقّرون: حقارت زدہ ہے۔

بَطْنٌ مُحَسِّر: (سین مکسور) ومشدّد۔ مقام منیٰ کے پاس ایک جگہ کا نام ہے۔

ح س س — الحِسُّ والحَسِیْسُ: سرسراہٹ، بہت آہستہ آواز۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا: میں لفظ حسیسها ہے۔

حَسُّوْهُمْ: انہوں نے انہیں جڑ سے اکھاڑ مارا۔ اور اس کا باب رَدَّ ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی: اِذْ تَحُسُّوْنَهُم بِاِذْنِهٖ: ہے۔

حَسَّ الدَّابَّةَ: اس نے چوپائے کو کھرا کیا۔ اس کا باب بھی رَدَّ ہے۔

المِحَسَّةُ: (میم مکسور) بمعنی فرجون معنی کھریرا وہ برش جس سے گھوڑے کے جسم پر مالش یا صفائی کی جاتی ہے۔

الحَواسُّ: انسانی بدن میں موجود محسوس کرنے کی اہلیت وصلاحیت۔ جو پانچ ہیں اور حواس خمسہ کہلاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ سمع، بصر، شم، ذوق اور لمس یعنی سننے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی حس۔

اَحَسَّ الشَّیْئَ: اس نے محسوس کیا۔ الاخفش کا کہنا ہے کہ اَحَسَّ کا معنی اس نے گمان کیا۔ یا 'پایا' ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی: فَلَمَّا اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْکُفْرَ: جب حضرت عیسیٰؑ نے ان میں کفر و نافرمانی محسوس کی یا پائی۔

حَسَّان: نام اگر اس لفظ کو حِسّ سے فَعْلَان کے وزن پر مشتق مانیں تو اس پر جر نہیں آتی لیکن اگر اسے حُسن مادہ سے فعّال کے وزن پر مشتق مانیں تو اس پر جر آسکتی ہے۔ کیونکہ اس حالت میں نون اصلی ہوگی۔

ح س ک — الحَسَکُ: چانا۔

حَسَکُ السعدان: ایک خاردار

پودے کا چبانا۔ اسے زیادہ تر اونٹ کھاتا ہے۔

ح س م۔الحَسمَهُ: اس نے اسے قطع کیا۔ (اس کا باب ضَرَبَ ہے)۔ فَانحَسَمَ تو وہ کٹ گیا۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ اُتِیَ بِسَارِقٍ، فَقَالَ اقطَعُوهُ ثُمَّ احسِمُوهُ: حضور علیہ السلام کے پاس ایک چور لایا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا (ہاتھ) کاٹ دو اور اس کا حسم کرو، یعنی اسے آگ سے داغ دو تا کہ اس سے خون بہنا بند ہو جائے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ: عَلَیکُم بِالصَّومِ فَاِنَّهُ مُحسِمَةٌ لِلعِرقِ ومذهبة الا شر: یعنی روزے رکھا کرو کیونکہ تم ضرور روزے رکھا کرو ایسا کرنا شہوت کی رگ کو کاٹ دینے والا اور طاقت کو کم کرنے والا ہے۔ قول خداوندی: وَثَمَانِیَةَ اَیَّامٍ حُسُومًا: میں حُسُومًا سے مراد مسلسل بتائی گئی ہے۔

الحُسُومُ کا معنی منحوس اور بدشگون بھی بتایا گیا ہے۔

اللَّیَالِی الحُسُومُ: اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ راتیں لوگوں سے بھلائی کو ختم کر دیتی ہیں یا منقطع کر دیتی ہیں۔

الحُسَامُ: کاٹ دار تلوار۔

حِسمٰی: (حاء مکسور) بادیہ میں ایک جگہ کا نام۔ اس کا ذکر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں آیا ہے۔

ح س ن۔الحُسن: خوبصورتی۔ قُبح یعنی بدصورتی کی ضد۔ اور اس کی جمع مَحاسِن ہے۔ اور قیاس کے خلاف ہے کیونکہ قیاسًا تو یہ مَحسَن کی جمع معلوم ہوتی ہے۔

قَد حَسُنَ الشَّیئُ: (سین مضموم) چیز خوبصورت ہوگئی، یا اچھی ہوگئی اس کا مصدر حُسنًا ہے۔

رَجُلٌ حَسَنٌ: اچھا آدمی۔

اِمرَاۃٌ حَسَنَةٌ: اچھی عورت۔ امراۃٌ حَسنَاءُ بھی کہا گیا ہے بمعنی خوبصورت یا اچھی عورت۔ لیکن رَجُلٌ اَحسَنُ نہیں کہہ سکتے۔ یہ ایسا اسم ہے جس کے مذکر کے صیغے کے بغیر ہی مؤنث کا صیغہ بنایا گیا ہے۔ جس طرح غُلَامٌ اَمرَدُ کی مؤنث جاریة مَردَاءُ نہیں کہتے۔ لہٰذا یہ ایسا مذکر ہے جس کا مؤنث کا صیغہ نہیں ہے۔

حَسَّنَ الشَّیئُ: اس نے کسی چیز کو خوبصورت بنایا یا اس کی تحسین و تعریف کی۔ اس کا مصدر تحسینًا ہے۔

اَحسَنَ اِلَیهِ وبه: اس نے اس پر احسان کیا۔

هُوَ یُحسِنُ الشَّیئُ: وہ چیز یا کام جانتا ہے یعنی کام میں ماہر ہے۔

يَسْتَحْسِنُهُ: وہ اسے اچھا سمجھتا ہے یا شمار کرتا ہے۔
الحَسَنَةُ: السَّيِّئَةُ کی ضد ہے۔ نیکی، برائی کی ضد۔
المَحَاسِنُ: خوبیاں المَسَاوِی: خرابیوں کی ضد۔
حَسَّان: آدمی کا نام۔ اگر اسے فَعَّال کے وزن پر حُسْن سے مشتق بنائیں تو اس پر جر آتی ہے اور اگر اسے الحَسّ سے فَعْلان کے وزن پر مشتق بنائیں بمعنی کسی کو قتل کرنا یا کسی چیز کا احساس کرنا تو اس پر جر نہیں آئے گی۔
ح س ا۔حَسَا: سالن، شوربا۔ اس کا باب عدا ہے۔
الحَسْوَ: بروزن فَعُوْل: ایک مشہور کھانا، اسی طرح الحَسَاءُ بھی ایک خاص قسم کے کھانے کا نام اس لفظ میں حاء مفتوح اور الف آخر کا ممدود۔
رَجُلٌ حَسُوٌّ: حسو خور شخص۔
حَسَا حَسْوَةً وَاحِدَةً: اس نے ایک گھونٹ بھرا۔ اس لفظ میں بھی حاء مفتوح ہے۔
فِی الِنَاءِ حُسْوَةٌ: (حاء مضموم) ہانڈی میں گھونٹ بھر سالن یا شوربا ہے۔
أَحْسَيْتُهُ: میں نے اسے حسو (شوربا) پلایا تو اس نے پی لیا۔ اور احساہٗ کا معنی بھی یہی ہے۔
تَحَسَّاهُ: اس نے ٹھہر ٹھہر کر حسو پیا۔
ح ش د۔حَشَدُوْا: وہ اکٹھے ہو گئے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ یہی معنی احْتَشَدُوْا کا اور تَحَشَّدُوْا کا ہے۔ اور میرے نزدیک حَشْدٌ مِنَ النَّاسِ کا معنی لوگوں کا ایک گروہ ہے۔ حَشْدٌ فَلْسٌ کے وزن پر ہے۔ اور اصلاً یہ مصدر ہے۔
ح ش ر۔الحَشَرَةُ: (حاء اور شین مفتوح) اس کی جمع الحَشَرَات ہے۔ زمین کے کیڑے مکوڑے۔
حَشَرَ النَّاسَ: اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ انہیں معنوں میں یَوْمُ الحَشْرُ ہے۔ عکرمہ نے قول خداوندی: وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ: کے بارے میں کہا ہے کہ حَشْر کا معنی موت ہے۔
المَحْشِر: (شین مکسور) اکٹھے ہونے کی جگہ۔
الحَاشِرُ: نبی کریم ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ایک اسم حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ: میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد، احمد، الماحِی (میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا)، الحاشِرُ: (لوگوں کو اپنے نقوش پا پر جمع کروں گا) اور العَاقِب.

ح ش ش - الحُشُّ: (حاء مفتوح و مضموم) باغ۔ اس کا معنی المخرج یعنی قضائے حاجت کے لئے باہر کی جگہ بھی ہے کیونکہ لوگ قضائے حاجت کے لئے باغوں میں جایا کرتے تھے۔ اس کی جمع حُشُوش ہے۔

الحشیش: خشک بھنگ۔ سبز بھنگ کو حشیش نہیں کہتے۔

المَحَش: وہ جگہ جہاں بھنگ کثرت سے ہو۔ (میم اور حاء مفتوح)۔

المِحَشّ: (میم مکسور) درانتی۔ جس سے بھنگ کاٹی جاتی ہے۔ اور وہ برتن جس میں حشیش ڈالی جاتی ہے (میم مفتوح اور مکسور ہے لیکن مفتوح زیادہ عمدہ صورت ہے)۔

حَشَّ الحشیش: اس نے بھنگ کاٹی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اَحَشَّهُ: اس نے بھنگ کو ڈھونڈا اور اکٹھا کیا۔

الحَشَّاش: (شین مشدد) وہ لوگ جو بھنگ کاٹتے ہیں۔

حَشَّ فَرَسَهُ: اس نے گھوڑے کے آگے بھنگ ڈال دی۔ اس کا باب بھی رد ہے۔ ضرب المثل ہے: اَحُشُّکَ وَتَرُوثُنِی: میں تو تجھے گھاس یا چارہ دیتا ہوں اور تو مجھ پر لید کرتا ہے۔ اور اگر اَحُشُکَ کہیں یعنی شین کی بجائے سین کے ساتھ تو یہ بھی بعید نہیں۔

أحشَّتِ المَرْأَةُ فهي مُحِشٌّ: جس عورت کے پیٹ میں بچہ سوکھ جائے۔ اس لفظ کی ایک اور لغت یعنی لہجہ بھی ہے جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔

حَشَّ ولدُها في بطنها: اس عورت کا بچہ اس کے پیٹ میں سوکھ گیا۔ ابوعبید نے کہا کہ بعض کا قول ہے کہ حُشَّ میں حاء مضموم ہے۔

ح ش ف - الحَشَفُ: ردی ترین کھجور۔ مثل مشہور ہے کہ أحشفا وسُوْءَ کیلة: کہ کھجور ردی بھی اور تول میں بھی بُری۔

ح ش م: ابو زید کے قول کے مطابق حشمهُ اور اَحْشَمَهُ ہم معنی لفظ ہیں، بمعنی اس نے اسے اذیت دی اور غضبناک کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ ابن الاعرابی کے قول کے مطابق حَشَمَهُ کا معنی اس نے اسے شرمندہ کر دیا اور اَحْشَمَهُ کا معنی اس نے اسے غضبناک کر دیا۔ اس کا اسم الحِشْمَةُ ہے۔ جس کا معنی شرمندہ کرنا ہے۔ اسی سے احشمهُ اور احتشم ہم معنی لفظ ہیں۔

حَشَمُ الرجُلِ: آدمی کے نوکر چاکر جو اس آدمی کی وجہ سے دوسروں پر غضبناک

ہوں۔ انہیں اسی لئے اس نام سے پکارا جاتا ہے۔

ح ش ا — حَشَا الوِسَادَةَ: اس نے تکیہ وغیرہ میں روئی یا کوئی اور چیز بھر دی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

الحائض تَحْتَشِيَ ما بکرسف: حائضہ عورت روئی باندھ لیتی ہے تاکہ خون رُک سکے۔

الحَشا: پسلیوں کے اندر کی چیز یعنی آنتیں وغیرہ۔ اس کی جمع اَحْشَاءُ ہے۔

حِشْوَة البَطْنِ: (حاء مکسور و مضموم) پیٹ کے اندر کی آنتیں۔

الحَاشِيَةُ: حاشیہ، کنارا، اس کی جمع حَوَاشِي ہے۔

حواشي الثَّوْب: کپڑے کے کنارے۔

عَيْشٌ رَفِيقُ الحَوَاشِي: وافر اور آسان روزی یا زندگی۔

الحَشِيَةُ: گدی، روئی بھرا بستر۔ اس کی جمع حَشَايَا ہے۔ اور وہ گدی بھی جو عورتیں سرینوں پر باندھتی ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری کا قول ہے کہ الحشيةُ سے مراد بھرا ہوا بستر ہے۔

الحَشْوُ: بستر وغیرہ میں بھرائی کی چیز۔

حَاشَاكَ اور حَاشَا لكَ ہم معنی لفظ ہیں بمعنی خبردار رہو۔ کہا جاتا ہے:

حاشا لله: اس کا معنی ہے خدا کی پناہ۔ قرآن کریم کی کتابت کے اتباع میں اس لفظ کو حَاشَ اللهِ پڑھا جاتا ہے بمعنی حَاشَ کو بغیر الف کے ورنہ اصل میں یہ لفظ حاشا (شین کے بعد الف کے ساتھ) ہے۔

حَاشَي: حرف استثناء بھی ہے، بطور حرف بھی اور بطور فعل بھی۔ فعل کی صورت میں یہ ناصب ہوگا مثلاً: ضَرَبْتُمْ حاشي زيدًا، اور اگر اسے حرف کے طور پر استعمال کیا جائے تو پھر یہ حرف جار ہوگا۔ سیبویہ کا قول ہے کہ حاشی حرف جر کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ فعل ہوتا تو 'ما' کا صلہ ہوتا جس طرح کے خلا میں ہے۔ چونکہ جاءَ فِي القوم ما حاشي زيدًا کہنا ممنوع ہے۔ یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ فعل نہیں۔ المبرد کا کہنا ہے کہ یہ لفظ فعل ہو سکتا ہے۔ اس پر اس نے نابغہ کے اس شعر سے استدلال کیا ہے:

وَلَا أَرَى فَاعِلًا فِي النَّاسِ يُشْبِهُهُ
وَمَا أُحَاشِي مِنَ الْأَقْوَامِ مِنْ أَحَدِ

اس لفظ کا منصرف ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ فعل ہے۔ کیونکہ کہا یوں جاتا ہے حَاشا لِزَيْدٍ اور یہ جائز نہیں کہ ایک جر دوسرے حرف جر پر آئے۔ البتہ یہ جائز ہے کہ حذف پر حرف جر داخل ہو مثلاً:

حَاشَ لِلّٰہِ اور حذف صرف اسماء اور افعال میں واقع ہوتا ہے نہ کہ حرف جر پر۔

ح ص ب — الحَصْبَاء: (الف ممدود)، کنکر، پتھر۔ اسی سے لفظ المُحَصَّبُ مشتق ہے اور یہ مقام منیٰ میں کنکر مارنے کی جگہ کا نام ہے۔

الحَاصِبُ: تند و تیز ہوا جو ریت اور کنکر پتھر کو اڑا کر لے جائے۔

الحَصَبُ: (حاء اور صاد مفتوح) ایندھن جو آگ میں جلانے کے لئے ڈالا جاتا ہے۔ آگ میں جو چیز بھی جھونکی یا ڈالی جائے اس کے لئے حَصَبْتَهَا بِہٖ کہیں گے یعنی تو نے اسے آگ میں جھونک دیا۔ اور اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ح ص د — حَصَدَ الزَّرْعَ: اس نے فصل کاٹی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اس سے اسم مفعول محصود، حَصِیْدٌ اور حَصِیْدَةٌ، حَصَدٌ (حاء اور صاد مفتوح) ہے۔ حدیث میں مذکور حَصَائِدُ الأَلْسِنَةِ سے مراد لوگوں میں کی جانے والی باتیں اور ان کے اچھے یا برے نتائج ہیں۔

المِحْصَدُ: درانتی۔ وزن اور معنی پر دو کے لحاظ سے المِنْجَلُ کی طرح أَحْصَدَ الزَّرْعُ واستحصَدَ: فصل کاٹنے کا وقت آ گیا۔

هٰذا من الحِصَاد: (حاء مکسور و مفتوح) یہ فصل کی کٹائی کا وقت ہے۔ (حاء پر زیر اور زبر)۔

ح ص ر — حَصَرَهُ: اس نے اس کا گھیرا تنگ کر دیا یا اسے محصور کر دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الحَصِیْرُ: تنگ دل اور بخیل۔ الحصیر البَادِیَةُ اور الحَصِیْرُ بھی قید خانہ کو کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِيْنَ حَصِيْرًا: ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا دیا۔

الحَصَرُ: معذوری، لاچاری۔ اس کا معنی ضیق الصدر یعنی سینہ کی گھٹن کی بیماری بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حَصِرَ صَدْرُهُ: اس کا سینہ تنگ ہو گیا یا وہ گھٹن کا شکار ہوا۔ ان دونوں فعلوں کا باب طَرِبَ ہے۔ جہاں تک قول خداوندی: حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ: کا تعلق ہے (ان کے سینے تنگ ہو گئے) تو الاخفش اور کوفیوں کے نزدیک یہ بات جائز ہے کہ ماضی کے صیغے کو حال بنایا جائے۔ لیکن سیبویہ نے اسے جائز نہیں قرار دیا سوائے اس کے کہ اس سے پہلے قَدْ اور جَعَلَ لگا دیا جائے۔ اور بطور بددعا کے قد یا جعل حَصِرَتْ صُدُوْرهم: کہا جائے۔ جس کسی کو کسی بات یا چیز سے روکا جائے

اور وہ اس کام کے کرنے پر قادر نہ ہو تو کہیں گے کہ: حَصِرَ عَنهُ: یعنی وہ اس سے عاجز ہو کر رہ گیا، لہٰذا کہا جاتا ہے کہ: حَصِرَ فی القراءۃ: وہ قراءت میں عاجز ہو کر رہ گیا یا حَصِرَ عن اھلہ: وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ ملنے سے رہ گیا۔

الحُصْرُ: پیٹ کی گھٹن یا درد یا گانٹھ پڑ جانا۔ ابن السکیت نے کہا کہ اَحْصَرَهُ المَرَضُ: بیماری نے اسے سفر کرنے سے روک دیا یا بیماری نے اسے اپنا مقصود حاصل کرنے سے روک دیا۔ قول خداوندی ہے کہ: فَاِنْ اُحْصِرتُمْ: اگر تم سفر کرنے سے روک دیے جاؤ۔

قَد حَصَرَهُ العَدُوُّ: دشمن نے اس کا محاصرہ کر لیا اور گھیرا تنگ کر دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

حَاصَرُوهُ مُحَاصَرَةً وَحِصَارًا: انہوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ الاخفش نے کہا کہ: حَصَرْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو قید کر لیا، ایسے کو محصور کہیں گے۔

اَحْصَرَهُ بَولُهُ او مَرَضُه: پیشاب یا بیماری نے اسے اپنے آپ کو روکنے پر مجبور کر دیا۔ ابو عمرو نے کہا کہ: حَصَرَهُ الشَّیئُ وَاَحْصَرَهُ کا معنی، اسے کام یا کسی بات نے روک دیا۔

ح ص ر م — الحِصْرِمُ: کچا یا ناپختہ انگور۔

ح ص ص — الحِصَّة: حصہ۔ نصیب۔

اَحَصَّهُ: اس نے اسے اس کا حصہ دے دیا۔

تَحَاصَّ القَومُ: قوم نے اپنے حصے بانٹ لئے۔ اور یہی معنی المُحَاصَّةُ کا ہے یعنی باہم حصے بانٹ لینا۔

حَصْحَصَ: ظاہر ہوا۔ نمایاں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ: الآن حَصْحَصَ الحق: اب سچی بات کا پتہ چل گیا۔

الحُصَاصُ: تیز دوڑ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں وارد ہے کہ: ان الشَّیطَانَ اِذَا سَمِعَ الأذَانَ مَرَّولَهُ حُصَاصٌ: یعنی شیطان جب آذان کی آواز سنتا ہے تو تیز بھاگنے کے باعث وہ ہانپتا ہے اور اس کے منہ سے رال یا جھاگ ٹپکتی ہے۔

ح ص ف — الحَصَفُ: خشک خارش۔

ح ص ل — حَصَلَ الشَّیئُ: اس نے چیز حاصل کر لی۔ اس کا مصدر تحصیل ہے اور حَاصِلُ الشَّیئُ ومحصُولُهُ: کسی چیز کا بقیہ۔

تحصیل الکلام: بات کو اپنے نتیجے تک پہنچانا۔

الحوصلة: پوٹا۔ اس کی جمع حواصل ہے۔

قَدْ حَوْصَلَ: اس نے اپنا پوٹا بھر لیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: حَوْصِلِي وطِيرِی: میرا پوٹا اور میری پرواز۔

ح ص ن—الحِصْنُ: جمع الحصون: قلعہ۔

حِصن حصين: مضبوط قلعہ۔

حَصَّنَ القَرْيةَ: اس نے گاؤں کو قلعہ بند کیا یا گاؤں کے گرد مضبوط دیوار بنائی۔

تَحَصَّنَ العَدُوُّ: دشمن قلعہ بند ہو گیا۔

اَحْصَنَ الرَّجُل: آدمی نے شادی کر لی۔

مُحْصَنٌ: شادی شدہ مرد۔ (صاد مفتوح)۔ اَفْعَلَ کے وزن پر مُفْعَل وزن پر مفعول کی یہ ایک مثال ہے۔

اَحْصَنَتِ المراةُ: عورت پاکباز رہی۔ اس کے خاوند نے اسے پاک بازی کے حصار میں لے لیا۔ ایسی شادی شدہ عورت کو مُحْصَنَةٌ (صاد مفتوح اور مکسور) کہیں گے۔ ثعلان نے کہا کہ ہر پاکباز عورت مُحْصَنَةٌ اور مُحْصِنَةٌ ہے۔ لیکن شادی شدہ عورت کے لئے صرف محصنة (صاد مفتوح) کا لفظ مُختص ہے۔ قول خداوندی میں: فَإِذَا اُحْصِنَّ: میں اُحْصِنَّ فعل مجہول ہے یعنی جب عورتیں شادی شدہ ہو جائیں۔

حَصُنَتِ المراةُ: (صاد مضموم) مصدر حُصنًا بروزن قُفْل: عورت پاکدامن ہو گئی۔ ایسی عورت کو حاصِنٌ، حَصَانٌ: (حاء مفتوح اور حصناء بھی کہتے ہیں۔

حِصَان: گھوڑے کو بھی کہتے ہیں، (حاء مکسور)۔

التَحَصُّنُ: اصیل ہونا۔ گھوڑے کو اس لئے حِصَان کہتے ہیں کہ اس کی نسل پر فخر کیا جاتا ہے لہذا اس لفظ کا اطلاق سوائے اصیل کے کسی اور پر نہیں ہوتا۔ پھر یہ لفظ کثیر الاستعمال ہو گیا اور ہر نر گھوڑے کے لئے استعمال ہونے لگا۔

ابو حصَين: لومڑی کی کنیت۔

ح ص ا—الحَصَاة: کنکر، اس کی جمع الحَصى اور جمع الجمع حصيَاتٌ ہے، جس طرح بقرة اور بَقَرَات ہے۔

حَصَاة المِسْكُ: فارۃ المسک میں پایا جانے والا سخت ٹکرا۔

اَرْضٌ مُحْصَاةٌ: کنکروں والی زمین۔

اَحْصَى الشيئَ: اس نے کسی چیز کا شمار کیا۔

ح ض ب—الحَضْبُ: (الحَضيبُ بمعنی ایندھن) کا ایک اور لہجہ (لغت) ہے۔ اور یہ ابن عباسؓ کی قراءت ہے۔

ح ض ب—حَضْرَةُ الرَّجُلِ: آدمی کا قرب یا اس کا صحن۔

كَلَّمَهُ بِحَضْرَةِ فلانٍ وبمحضر

فلانٍ: اس نے اس سے فلاں شخص کے سامنے بات کی۔
الحَضَر: (حاء اور ضاد مفتوح) بدو کی ضد شہری آبادی۔
المَحْضَر: دستاویز۔ اقرار نامہ۔
الحَاضِرُ: شہری۔ بادی یعنی دیہاتی کی ضد۔
الحاضِرَةُ: بادیہ کی ضد۔ شہری آبادی۔ اس میں شہر دیہات اور گاؤں وغیرہ سب شامل ہیں۔ اس کی ضد بادیہ یعنی صحرا ہے۔ کہتے ہیں کہ فلانٌ من اَهل الحَاضِرَةِ وفلان من اَهل البادیه: یعنی فلاں شخص شہری ہے اور فلاں شخص بدوی ہے۔ یا صحرانشین ہے۔ یا یوں کہتے ہیں کہ فلانٌ حَضَرِیٌ فلانٌ بَدَوِیٌّ: فلاں شخص شہری ہے اور فلاں شخص بدوی ہے۔ یا فلانٌ حاضرٌ موضع کذا: یعنی فلاں شخص فلاں جگہ پر موجود یا مقیم ہے۔
الحِضَارَةُ: (حاء مکسور) ابو زید کے نزدیک اس کا معنی شہری آبادی میں رہائش ہے۔ اصمعی کے نزدیک یہ لفظ الحَضارة (حاء مفتوح) ہے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
الحُضُور: حاضری یا موجودگی ہے یہ غِیبت یعنی غیر موجودگی کی ضد ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ حَضِرَ بھی اس کا ایک دوسرا تلفظ یا لغت ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: حَضِرَ القاضِیَ امراۃٌ: ایک عورت قاضی کے پیش ہوئی۔ الفراء نے مزید کہا کہ سب لوگ یَحْضُرُ: (ضاد مضموم) کہتے ہیں۔
میرا کہنا یہ ہے کہ دیوان میں اس تلفظ کو فَعَل یَفْعُل کے باب سے قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: اللبن مُحْتَضَرٌ وَمُحضُورٌ فَغَطِ اِنَائَکَ: یعنی دودھ پر بہت سی آفات وارد ہوتی ہیں لہٰذا اپنے (دودھ کے برتن کو) ڈھانپ کے رکھو۔ دودھ پر جن بھی آتے ہیں۔
والکُنُفُ مَحْضُوْرَة: مویشیوں کے باڑوں پر آفات آتی ہیں۔ قول خداوندی: وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ: ''اے رب میں تجھ سے شیاطین کی دستبرد سے پناہ مانگتا ہوں''۔
قَوْمٌ حُضُوْرٌ: حاضر یا موجودہ لوگ۔ یہ اصل میں مصدر ہے۔
حَضَر مَوْت: ایک شہر کا نام ہے اور ایک قبیلے کا نام بھی۔ یہ لفظ دو لفظوں سے مرکب ہے۔ آپ چاہیں تو پہلے حصے کو مبنی قرار دیں اور دوسرے کو غیر منصرف قرار دے کر حضر مَوْتُ: (تاء مضموم) کہیں۔ اور اگر چاہیں تو پہلے اسم کو دوسرے کا مضاف بنائیں اور کہیں حَضَرَ مَوْتِ اور حضرًا

کو معرب بنائیں اور موت کو جز دیں۔ اور یہی معاملہ سامٌ اَبْرَص کا یا رام هُرْمُز کا ہے۔ حضرموت سے نسبت والے کو حَضْرَمی کہیں گے۔

ح ض ض — حَضَّهُ عَلَى القِتَال: اس نے اسے لڑائی پر اکسایا یا آمادہ کیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

حَضْضَهُ تحضيضا: اس نے اسے خوب اکسایا۔

التَّحَاضُّ: ایک دوسرے کو اکساتا یا بھڑکانا۔ قول خداوندی: وَلَا تَحَآضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ: میں تُحَاضُون کو تاء مضموم پڑھا گیا ہے۔

الحَضِيض: دامن کوہ۔ حدیث شریف میں ہے: کسی نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا لیکن کوئی ایسا برتن نہ تھا جس میں وہ رکھا جاتا، لہذا حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے زمین پر رکھ دو۔ میں ایک بندہ ہوں اور ایسے کھاتا ہوں جیسے بندے کھاتے ہیں۔

الحُضُض: (ضاد اول مضموم ومفتوح) ایک مشہور دوا کا نام۔

ح ض ن — الحِضْنُ: گود۔ بغل سے لے کر پہلو تک کا حصہ۔

حَضَنَ الطائرُ بَيْضَهُ: پرندے نے اپنے انڈے کو اپنے پروں تلے لے لیا۔ اسے سینا کہتے ہیں۔

حَضَنَتِ المرأةُ وَلَدَها: عورت نے بچہ گود میں لیا۔

حَاضِنَةُ الصبيِّ: بچے کی تربیت کرنے والی عورت۔

احْتَضَنَ: اس نے اسے گود لیا۔ یا اپنی زیر تربیت لیا۔

ح ط ا — حَطَأَهُ: اس نے اس کی پیٹھ تھپکی۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے میرے دونوں کندھے پکڑے اور پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ جا اور فلاں شخص کو میرے پاس بلا لا۔

ح ط ط — حَطَّ الرَّحْلَ والسَّرْجَ والقَوْسَ: اس نے کجاوہ، زین اور کمان رکھ دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

حَطَّ: وہ فروکش ہوا۔

المَحَطّ: اسٹیشن۔

انْحَطَّ السِّعْرُ: بھاؤ گر گیا۔

اسْتَحَطَّهُ من الثمن شيئاً: اس نے قیمت میں کچھ کمی کرالی۔

الحطيطة من الثمن كذا: قیمت میں اتنی کمی۔ قول خداوندی: وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ: میں حطة کا معنی گناہوں کے بوجھ میں کمی کرانا ہے۔ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو یہ کلمہ کہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اگر وہ یہ کلمہ کہتے تو ان کے بوجھ کم کر دیے جاتے۔

ح ط م—حَطَمَهُ فانْحَطَمَ: اس نے اسے توڑ دیا۔ تو وہ ٹوٹ گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

تَحطّم اور تحطيم: ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔

الحُطَمَةُ: آتش دوزخ کا ایک نام۔ کیونکہ اس میں جو چیز گرتی ہے یہ آگ اسے بھسم کر ڈالتی ہے۔

رَجُلٌ حُطَمٌ: بیش خور، پیٹو شخص۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: الحَطِيم کا معنی حجر کعبہ کی دیوار ہے۔

الحُطام: سوکھ کر ٹوٹ جانے والا ٹکڑا۔

ح ظ ر—الحَظْرُ: روک، ممانعت۔ یہ لفظ اباحت کی ضد ہے۔

مَحْظُورٌ: وہ شخص جسے روکا جائے یا جس پر کوئی چیز حرام کر دی جائے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الحِظَارُ اور الحَظِيرَةُ: اونٹوں کو روکنے کے لئے باڑہ جو درختوں سے بنایا جاتا ہے تاکہ اونٹوں کو سردی اور ہوا سے محفوظ رکھا جائے۔

المحتَظِرُ: باڑہ بنانے والا۔ اس میں ظاء مکسور ہے۔ قول خداوندی: كَهَشِيمِ المُحْتَظِرُ: پڑھا گیا۔ جس نے المحتظر کی حرف ظاء کو مکسور پڑھا اس نے اس کو فاعل بنایا اور جس نے اسے مفتوح پڑھا تو گویا اس نے مفعول به بنایا۔

ح ظ ظ—الحَظُّ: نصیب، قسمت، حصہ۔ کہتے ہیں کہ حَظَّ الرَّجُلُ تَحَظُّ حَظًّا: (ظاء مفتوح)۔ آدمی رزق روزی میں بختاور یا خوش نصیب ہوا۔ اس کا اسم فاعل حَظٌّ، حَظِيظٌ، مَحْظُوظٌ اور حَظِّنٌ بروزن مَكِّيٌّ ہے۔ صاحب کتاب نے اس کا ذکر بذیل مادہ ج د د کیا ہے۔

الحُظُظُ الحُضَضُ کا ایک تلفظ یا لغت ہے۔ اس میں پہلا ظاء مضموم اور مفتوح ہے اور یہ ایک دوا کا نام ہے۔

نیز الحُضَظُ: (ظ سے پہلے ض) بھی اس کا ایک اور تلفظ یا لغت ہے۔

ح ظ ل—الحَنْظَلُ: اندرائن، اس کا واحد حَنْظَلَةٌ ہے۔

ح ظ ا—حَظِيَتِ المَرْأَةُ عِنْدَ زَوْجِهَا: عورت اپنے خاوند کے ہاں صاحب نصیب یا نصیبوں والی ہو گئی۔ اس کا مضارع تحظى اور مصدر حُظْوَةٌ ہے (حاء مضموم اور مکسور)۔ حِظَةٌ نیز حَظِيَّةٌ اور اجدی حظاباہٗ: خوش نصیبی۔ اس کی خوش نصیبوں میں ایک خوش نصیبی۔ ضرب المثل ہے: إلّا حَظِيَّةً فلا أَلِيَّةَ: یعنی اگر اپنی مراد پانے میں قسمت تیری یاوری نہ کرے اور تو کامیاب نہ ہو تو لوگوں کی نظروں میں مقبول بننے میں کوتاہی نہ کر۔

شاید تو کسی حد تک اپنی مراد پانے میں کامیاب ہو جائے۔ یہ محاورہ دراصل اس عورت کے بارے میں ہے جس کی اپنے خاوند کے ہاں کچھ قدر و منزلت نہ ہو۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا کہ لوگوں میں مثل مشہور ہے: اِنْ لَمْ اَحْظَ عند زوجی فلا آلو فیما یحظینی عنده بنتهائی اِلٰی مَا تَهْوَاه: اگر خاوند کی نظروں میں قدر و منزلت پانے میں قسمت میرا ساتھ نہ دے تو میں اس کی پسند کے مطابق ایسے کاموں یا ایسی باتوں سے اپنے آپ کو روک کر تو خوش نصیبی حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کروں۔

رَجُلٌ حَظِیٌّ: خوش نصیب بختاور انسان۔

حَظِیَ عِنْدَ الأمِیْرِ: امیر کے ہاں اس کی قدر و منزلت ہوئی۔ یحظی حُظْوَةً اور اِحتظی ہم معنی الفاظ ہیں۔

ح ف د — الحَفْدُ: تیزی، سُرعت، جلدی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ نیز حَفْدَان: (حاء مفتوح) یہ کلمہ دعا میں انہیں معنوں میں آیا ہے۔

والیک نَسْعیٰ ونَحْفِدُ: ہم تیری طرف دوڑتے ہیں اور تیزی سے بھاگتے یا چلتے ہیں۔

اَحْفَدَهٗ: اس نے اسے تیزی و سرعت پر آمادہ کیا۔ بعض لوگ اَحْفَدَ کو بھی فعل لازم سمجھتے ہیں۔

الحَفَدَة: (ح اور فاء مفتوح) مددگار، خادم، سسرال والے اور داماد بھی اس کے معانی بتائے گئے ہیں اور اس کا معنی پوتا بھی کہا گیا ہے۔ اس کا واحد حَافِد ہے۔

ح ف ر — حَفَرَ الاَرْضَ: اس نے زمین کھودی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

احتفرها: اس نے اسے کھودا۔

الحُفْرَةُ: گڑھا۔ اس کی جمع الحُفَر ہے۔ قول خداوندی ہے: اَئِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ: (کیا ہمیں پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا)۔

ح ف ز — حَفَزَهٗ: اس نے اسے پیچھے سے دھکیلا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اللَّیْلُ یَحْفِزُ النَّهَارَ: رات دن کو پیچھے سے آگے دھکیلتی ہے۔

رأیتهٗ محتفزًا: میں نے اسے زانو پر سیدھا بیٹھے دیکھا۔ حضرت علیؓ سے مروی حدیث ہے کہ: اذا صلّت المرأة فلیحتفز: یعنی جب عورت نماز پڑھے تو سجدے اور جلسے میں زانو پر سیدھی بیٹھے جس طرح مرد جلسے اور سجدے میں بازو پھیلا کر بیٹھتے ہیں وہ نہ بیٹھے۔

ح ف ش — الحِفْش: بروزن الحِفظ، چھوٹا گھر، اس لفظ کا ذکر حدیث شریف

میں آیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ حدیث میں وارد: حَمَلًا قَعَدَ فِي حَفِش اُمِّهٖ: کا مطلب عند حفش امہ یعنی ماں کے گھر کے پاس ہے۔

ح ف ظ — حَفِظَ الشَّيْءَ: (فاء مکسور) اس کا مصدر حِفظا ہے۔ اس کا معنی ہے: اس نے چیز کی حفاظت کی۔

حفظهُ کا معنی زبانی یاد کرنا بھی ہے۔

الحفظة: وہ فرشتے جو انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔

المُحَافَظَةُ: نگرانی۔ الحِفَاظ اور المُحَافَظَةُ کا معنی وقار اور بڑائی بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمَا أَنَا عليكم بِحَفِيظٍ: میں تم پر نگران (مقرر) نہیں ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ: اَحْتَفِظُ بِهٰذَا لشيء: میں اس خبر کو سنبھال کر رکھتا ہوں یا رکھوں گا۔

التَّحَفُّظ: بیداری، و عدم غفلت۔ ہوشیاری۔

تَحَفَّظَ الكتاب: اس نے تھوڑی تھوڑی کر کے کتاب یاد کر لی۔

حَفَّظَهُ الكتاب تحفيظًا: اس نے اس کو کتاب اچھی طرح یاد کرائی۔

اِسْتَحفظهُ: اس نے اسے یاد کرنے کو کہا۔

ح ف ف — حَفَّتِ المرأةُ رَجْعَهَا من الشعر: عورت نے بالوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے اور مصدر حِفَافًا بھی ہے یعنی حاء مکسور۔

اِحْتَفَّت کا بھی یہی معنی ہے۔

المِحَفَّةُ: ہودج کی طرح عورتوں کی ایک سواری۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس میں ہودج کی طرح اوپر والا قبہ نہیں ہوتا۔

حَفُّوا حَوْلَهُ: انہوں نے اس کے گرد طواف کیا یا چکر لگایا۔ قول خداوندی ہے: وَتَرَى المَلٰئِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ العرش: تم فرشتوں کو عرش کے گرد طواف کرتے دیکھو گے۔

حَفَّهُ بالشَّيء: اس نے کسی چیز کے ساتھ اسے ڈھانپ لیا جس طرح ہودج کو کپڑے سے ڈھانپا جاتا ہے۔

حَفَّ شَارِبَهُ وَرَاسَهُ: اس نے اپنی مونچھوں اور سر کو ڈھانپ لیا۔ اس کا ثلاثی کا باب رَدَّ ہے۔

ح ف ل — حَفَلَ القَوْمُ: قوم اکٹھی ہوئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اِحْتَفَلُوا: وہ لوگ اکٹھے ہوئے۔

وَعِندهُ حَفْلٌ مِنَ النَّاس: اس کے پاس لوگوں کا جمگھٹا ہے۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

مَحْفِل القوم: قوم کی محفل یعنی اکٹھے ہونے کی جگہ۔

محتفِل: بمعنی محفل۔
حَفَلَهُ: اس نے اسے نمایاں کیا، فَتَحفّلَ واحتفَل: تو وہ نمایاں ہو گیا۔
حَفَلَ بِہٖ: اس کی پرواہ نہ کرو۔
الحُفالَةُ: (تلچھٹ اور جھاگ) ہر چیز کا ردّی حصہ۔
التَّحفِيْل: بکری سے کئی دنوں تک دودھ نہ دوھیا تاکہ بکری فروخت کرتے وقت اس کے تھنوں میں دودھ جمع ہو۔ ایسی بکری کو مُحَفَّلَةٌ اور مُصَرَّاةٌ کہتے ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے تحفیل اور تصریہ سے منع فرمایا۔

ح ف ن ۔ الحَفْنَة: دو ہتھیلیوں بھری لَپ کھانے کی ہو یا کسی اور چیز کی۔ اس سے یہ محاورہ نکلا ہے کہ انما نَحْنُ حَفْنَةٌ مِنْ حَفَنَاتِ اللّٰه: یعنی اللہ تعالیٰ کی سلطنت ورحمت کے مقابل میں ہماری حیثیت ایک حفنہ یعنی لپ کی سی ہے۔
حَفَنْتُ الشَّيْئَ: میں نے لپ بھرلی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ جب تم کسی چیز کو دونوں ہاتھوں سے سونت لو۔ یہ چیز آٹے وغیرہ کی طرح کی کوئی خشک چیز ہونا چاہئے۔
حَفَنَ لَهُ حَفْنَةً: اس نے اسے لپ بھر دیا۔ یعنی تھوڑا سا دیا۔ اِحتَفَنَ الشَّيْئَ لِنَفْسِهٖ: اس نے اپنے لئے لپ بھرلی، یعنی لے لی۔

ح ف ا ۔ حَفِيَ: (حاء مکسور) حُفُوَّةً، حِفْيَةً اور حفايَةً (سب میں حاء مکسور) اور حِفَاءً: (الف ممدود) بھی۔ ننگے پاؤں چلنا۔ حَافٍ: ننگے پاؤں (بغیر جوتوں کے) چلنے والا۔
حَفِيَ: (باب صدی) اس کا اسم فاعل حَفٍ ہے۔
رَقَّتْ قَدَمُهُ اَوْحَافِرُهُ مِنْ كَثْرَةِ المَشْيِ: زیادہ چلنے کے باعث پاؤں کا کھر ڈھیلا پڑ گیا۔
حَفِيَ بِهٖ: اس نے اس کی بہت عزت و تکریم کی یا اس کے کام میں بہت دلچسپی لی یا اس پر مہربانی کی۔
الحَفِيُّ کا مطلب پوچھنے میں پوری چھان پھٹک کرنے والا ہے۔
میرا کہنا ہے پہلے معنوں میں قول خداوندی: اِنَّهُ كَانَ بِيْ حَفِيًّا: (وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے) اور دوسرے معنوں میں قول خداوندی: كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا: "گویا تو اس سے پوری طرح باخبر ہے"۔ ہے۔
احفٰى شَوَارِبَهُ: اس نے مونچھوں کو باریک ترشوایا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم علیہ السلام نے حکم دیا کہ مونچھیں باریک ترشواؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو یعنی انہیں نہ ترشواؤ۔

ح ق ب — الحُقب: (حاء مضموم قاف ساکن) اسی سال کا وقفہ۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس سے لمبا وقفہ، اس کی جمع حِقابٌ بروزن قُفّ و قِفَاف ہے۔

الحِقبَةُ: (حاء مکسور اور قاف ساکن) اس کی جمع حِقَبٌ ہے۔ بمعنی سال۔

الحُـقُب: (حاء اور قاف مضموم) زمانہ، اس کی جمع اَحقابٌ ہے۔

ح ق د — الحِقدُ: کینہ، دشمنی، اس کی جمع اَحْقَادُ ہے۔

قَدْ حَقَدَ عَلَيْهِ: اس نے اس سے حسد کیا یا اس پر حسد کیا۔ اس کا مضارع يَحْقِدُ (قاف مکسور) ہے اور مصدر حِقْدًا (قاف مکسور) ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

رَجُلٌ حَقُودٌ: (حاء مفتوح) سخت حاسد انسان۔

ح ق ر — الحَقِيرُ: قابل حقارت۔ چھوٹا۔ ذلیل۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

حَقَرَهُ غَيرُهُ: (باب ضَرَبَ) کسی نے اسے حقیر جانا۔ اسی طرح احتَقَرَهُ، اِستَحقَرَهُ اور حَقَّرَهُ تَحقِيرًا کا معنی بھی یہی ہے۔ یعنی اس نے اسے حقیر اور چھوٹا جانا۔

المُحَقَّرَاتُ: قابل حقارت ونفرت باتیں۔

ح ق ف — الحِقفُ: ریت کا خمدار ٹیلہ یا ڈھیر۔ اس کی جمع حِقَافٌ اور اَحقَافٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ مَرَّ بظَبْيٍ حَاقِفٍ فی ظِلِّ شَجَرَةٍ: یعنی آپ ایک درخت کے سائے تلے ٹیڑھی بیٹھی ہوئی ہرنی کی طرف سے گزرے۔

حاقِف: وہ شخص جو نیند میں ٹیڑھا اور دوہرا ہو کر سویا ہو۔

الأحْقَافُ: قوم عاد کی بستیاں۔ قول خداوندی ہے: وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهُ بالأحقافِ: اور یاد کیجئے عاد قوم کے بھائی یعنی حضرت ہودؑ کو یا ان کا ذکر کیجئے جب انہوں نے احقاف میں اپنی قوم کو (خدا کے عذاب سے) ڈرایا۔

ح ق ق — الحَقّ: باطل کی ضد، بمعنی رعایت حق۔ حق کی جمع حُقُوقٌ بمعنی مراعات وغیرہ۔ الحُقَّةُ: (حاء مضموم) اس کی جمع حُقّ، حُقَقٌ، حِقَاقٌ اور الحِقُّ (حاء مکسور) بمعنی اونٹنی کا تین سالہ بچہ جو چوتھے سال میں پہنچا ہو۔ اس کی مؤنث حِقَّةٌ ہے اور حِقٌّ بھی ہے۔ اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اب وہ بار برداری کے لائق ہو چکا ہوتا ہے اور اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کی جمع حِقَاقٌ اور حُقُق (حاء وقاف مضموم) بروزن کِتابٌ و کُتُب۔

الحَاقَّةُ: قیامت، اس کا یہ نام اس لئے

پڑا کہ قیامت کے دن معاملات کی خو دہی اور حق رسی ہوگی۔

حَـاقّـهُ: اس نے اس سے حق طلبی کی یا جھگڑا کیا۔یعنی ہر شخص نے اپنے حق کا دعویٰ کیا اور جب کئی جھگڑے میں دوسرے پر غالب آیا تو کہتے ہیں کہ: حَقَّهُ وہ اس پر غالب آیا۔

التَّحاقُ: جھگڑا، دو فریقوں کے درمیان حق طلبی کا دعویٰ۔

الاحتِقاقُ: اختصام، یہ لفظ باہم جھگڑا کرنا دو فریقوں کے مابین جھگڑے کے سوا اور کسی موقع پر استعمال نہیں ہوتا۔

حَـقَّ حِـذْرَهُ: اس نے صحیح احتیاط کی یا احتیاط کا حق ادا کیا۔اس کا باب رَدّ ہے۔

اَحَـقَّهُ: کا مطلب بھی یہی ہے۔اس نے وہ کام کیا جس سے وہ بچنا چاہتا تھا۔

حَقَّ الأمرَ: اس نے بات واضح کردی۔ اس کا باب بھی ردّ ہے۔

اَحَقَّهُ: اس نے اسے سچ ثابت کردیا یعنی اس نے اس کی تحقیق کی اور اسے یقین حاصل ہوگیا۔

حُقَّ لَکَ اَنْ تفعلَ کَذا، وحَقِقتَ اَنْ تَفعَلَ هٰذا کا ایک ہی مطلب ہے یعنی تمہیں یہ کام کرنے کا حق پہنچتا ہے۔

حُـقَّ لَـهُ ان یَـفعَـلَ کَـذَا: اُسے ایسا کرنے کا حق ہے۔

هو حَقِیقٌ بِه اور مَحْصُوقٌ بِه: وہ اس کا سزاوار ہے۔اس کی جمع اِحِقّاء ہے اور محقوقُونَ ہے۔

حَـقَّ الشـیئُ یَحِقُّ حَـقًّا: چیز یا بات واجب ہوگئی۔

اَحَقَّهُ غَیـرُهُ: دوسرے نے بات واجب کردی۔

تَحـقَّقَ عنـدهُ الخَبرُ: اس کے نزدیک خبر سچ ثابت ہوگئی۔

حَـقق قَـولَهُ وظَنَّهُ: اس نے اپنی پوری بات یا اپنا خیال سچ ثابت کردیا۔

کَلامٌ محقَق: پکی بات، تصدیق شدہ بات۔

الحقیقةُ: مجاز کی ضد، الحَقِیقَةُ: وہ سچ یا واقع جس کی حمایت۔کسی شخص پر ضروری اور واجب ہو۔

فـلانٌ حـامِیُ الْـحـقیـقه: فلاں شخص حقیقت کی حمایت کرتا ہے۔یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: الحقیقةُ الرّایةُ: حقیقت واضح ہے۔

الحَقْحَقَةُ: پیٹھ کے لئے تکلیف دہ اور تھکا دینے والا چلنا۔

مطرّف کی حدیث میں وارد ہے کہ شَـرُّ السَّیرِ الْـحَـقْحَقَةَ: بدترین چلنا شروع رات کا چلنا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔

ح ق ل — الحَقْلُ: کھیتی، پودوں کے

ڈنٹھل موٹے ہونے سے پہلے موچھے نکلنے کے وقت کی فصل کہہ سکتے ہیں کہ اَحْقَلَ الزَّرْعُ یعنی کھیتی میں پودوں کے پتے نکلنے لگے۔

اَلْحَقْلُ کا مطلب اچھی خوشبو بھی ہے۔ اس کا واحد الحَقْلَةُ ہے۔

اَلْحَاقَلَةُ: کھیتی یعنی گندم کی فصل کو خوشوں ہی کی حالت میں فروخت کرنا اور یہ ممنوع ہے۔

ح ق ن — حَقَنَ دَمَهُ: اس نے اپنا خون بہنے سے بند کیا۔

حَقَنَ بَولَهُ: اس نے اپنا پیشاب نکلنے سے بند کیا۔ الکسائی نے ان معنوں میں اَحْقَنَ کہنا منکر اور غیر معروف وغیر مانوس قرار دیا ہے۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

اَلْحَاقِنُ: وہ شخص جسے سخت اور زیادہ پیشاب آیا ہو۔ محاورہ ہے کہ لَا رَأْیَ لِحَاقِنٍ: حاقِن کی کوئی رائیں نہیں ہوتی، کیونکہ پیشاب روکے رکھنے کی صورت میں کوئی رائے نہیں دے سکتا، یا اس کی رائے اور مشورے کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔

اَلْحَاقِنَةُ: ہنسلیوں اور کندھے کی رگ یا پٹھے کے درمیان کی جگہ اور گلے کی جانب ٹھوڑی کا حصہ۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے: تَوَفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَبين حاقنتي وذاقنتي: آنحضرت ﷺ نے میرے پھیپھڑے اور گلے درمیان نیز میری ہنسلی اور تھوڑی کے درمیان وفات پائی۔ یعنی میں آپ ﷺ کا سر اپنی چھاتی کے ساتھ لگائے ہوئی تھی جب آپ نے وفات پائی۔

ح ق ا — الحقو: (حاء مفتوح) پاجامہ، تہد، الحَقْوُ کا معنی کمر بھی ہے اور کمر بند بھی۔

ح ک ر — احتکار: سامان، خوراک کا ذخیرہ کرنا اور فروخت کرنے سے روکے رکھنا اور گراں قیمت ہونے تک انتظار کرنا۔

ح ک ک — حَکَّ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو رگڑا، اس کا باب رَدَّ ہے۔

حَکَّ نفسَهُ عَلَيْهِ: اس نے اپنا آپ اس پر رگڑا۔

هُوَ يَتَحَكَّکُ بِهِ: وہ اس کے ساتھ اپنا آپ رگڑتا ہے۔ یعنی وہ اس کی تکلیف اور اذیت کے مقابلے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

حِکَّةٌ: (حاء مکسور) خارش۔ کھجلی۔

اَلْحُکَاکَةُ: خارش یا رگڑ سے گرنے والا برادہ یا خشکی اور کُھرچن۔

ح ک م — اَلْحُکْمُ: فیصلہ، قَدْ حَکَمَ

بَيْنَهُم: اس نے ان کے درمیان فیصلہ کیا ہے۔ اس کا مضارع يَحْكُمُ ہے (کاف مضموم) حَكْمًا مصدر ہے۔

حُكِمَ لَهُ وحُكِمَ عَلَيْهِ: کسی کے حق میں اور کسی کے خلاف فیصلہ دینا۔ الحُكم کا مطلب عِلم کی حکمت بھی ہے یعنی دانائی۔

الحَكِيمُ: عالم اور اہل حکمت ودانش۔

الحَكِيمِ: معاملات کی تہ تک پہنچنے والے اور معاملات کی سمجھ بوجھ رکھنے والے کو بھی کہتے ہیں۔

حَكُمَ: باب ظَرُفَ: وہ حکیم بن گیا۔

اَحْكَمَهُ فَاسْتَحْكَمَ: اس نے اسے پختہ کیا تو وہ پختہ ہو گیا۔

الحَكَمُ: (حاء اور کاف مفتوح) حاکم۔ ثالث۔ پنچ۔

حَكَّمَهُ فِي مالِهِ: اس نے اسے اپنے مال میں حکم یعنی ثالث مقرر کیا۔ اس کا مصدر تَحْكِيمًا ہے۔

فَاحْتَكم عَلَيْهِ فِي ذٰلِك: اس نے اس معاملے میں اس پر مقدمہ کیا۔

اِحْتَكَمُوْا اِلَى الحَاكِمِ: وہ حاکم کے پاس مقدمہ لے گئے۔ تَحَاكَمُوْا کا بھی یہی معنیٰ ہے۔

المُحَاكَمَةُ: حاکم کے پاس مقدمہ لے جانا۔ حدیث شریف میں ہے: ان الجنة لِلْمُحَكَّمِين: بے شک جنت ثالثی اور فیصلہ قبول کرنے والوں کے لئے ہے۔ یہ اصحاب اخدود کے کچھ لوگ تھے جن کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ وہ قتل ہونے اور کفر کے درمیان ایک بات اختیار کریں۔ تو انہوں نے کفر کے مقابلے میں اسلام پر ثابت قدمی کے ساتھ قتل ہونا قبول کر لیا تھا۔

ح ک ی - حَكَى عَنْهُ الكَلَامَ: اس نے کسی کی نسبت حکایت بیان کی۔ اس کا مضارع يَحْكِيْ ہے اور مصدر حِكَايَةً. حَكَا يَحْكُوْ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

حَكَى فِعْلَهُ وحَاكَاهُ: کسی کا کسی دوسرے کے کام کی طرح کام کرنا۔

المُحَاكَاة: مُشَاكَلتْ اور مشابہت دینا۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلانٌ يَحْكِيْ الشَّمْسَ اور يُحَاكِيها: فلاں آدمی سورج کی مانند ہے۔

يَحْكِيْ اور يُحَاكِيْ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

ح ل ا: کہا جاتا ہے حَلَّا السَّوِيْقَ: اس نے ستو گھولے، اس کا مصدر تحلئیه ہے۔ الفَرّاء نے کہا کہ اسے ہمزہ سے لکھا گیا ہے حالانکہ یہ فعل مہموز نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی اصل حَلْوَاءٌ ہے۔

ح ل ب—الحَلَبُ: (لام مفتوح)، دوہا ہوا دودھ، یہ مصدر بھی ہے چنانچہ کہ سکتے ہیں حَلَبَ یَحْلُبُ (لام مضموم) حَلَبًا اور اِحتَلَبَ بھی بمعنی دوہنا ہے۔

حَـالب: دودھ دوہنے والا، اس کی جمع حَلَبَةٌ ہے۔(حاء اور لام مفتوح)۔

الحَلُوْبُ اور الحَلَبَة: دودھ۔

الحَلِيْبُ: دوھا ہوا دودھ۔

حَلَبْتُهٗ و حَلَبْتُ لَهٗ ماشِيَتَهٗ: میں نے اسے دوہا، یا اس کے لئے اس کے جانور سے دودھ دوھا، یا نکالا۔

اَحْلَبْتُهٗ: میں نے دودھ نکالنے میں اس کی مدد کی۔

المِحْلَبُ: (میم مکسور) وہ برتن جس میں دودھ دوہا، یا نکالا جائے۔

تَحَلَّبُ العَرَقِ و انْحَلَبَ: پسینہ بہہ گیا۔

الحَلْبَةُ بروزن ضَرْبَةٌ: ایک ہی اصطبل سے نہیں بلکہ مختلف اطراف سے جمع کئے گئے گھڑ دوڑ کے لئے گھوڑے۔

اَسْوَدُ حَلُوْبٌ: گہرا کالا رنگ۔

ح ل ج—حَـلَجَ القُطْنَ: اس نے روئی کو دُھنا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل حَلّاجٌ یعنی دُھنیا ہے۔

انقطن الحَلِيْجُ و المَحْلُوْجُ: دُھنی ہوئی روئی۔

المِحْــلَج بروزن مِـبْـضَــعٌ اور المِـحْــلَجَة: وہ کپڑا یا جگہ جس پر روئی دُھنی جائے۔

المِحْلاج بروزن المِفْتَاحُ: دھنک جس سے روئی دھنی جاتی ہے۔

ح ل ز ن—الحَلَزُوْن: پانی میں رہنے والا کیڑا جسے انگریزی میں snail کہتے ہیں۔ یہ کیڑا بالعموم بوسیدہ لکڑی کے تختوں میں رہتا ہے۔

ح ل س—حِلْس البيت: ایسا کپڑا جو کسی قیمتی نفیس کپڑے کے نیچے بچھایا جائے مثلاً: کمبل یا ٹاٹ وغیرہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: کُنْ حِلْسَ بَيْتِك: اپنے گھر کا ٹاٹ بن کر رہو۔ یعنی فتنوں کے زمانے میں فتنوں میں پڑنے کی بجائے گھر بیٹھے رہو۔

ح ل ف—حَلَفَ يَحلِفُ: (لام مکسور) مَحْلُوْفًا: حلف یا قسم اٹھانا۔ یہ واحد فعل ہے جس کا مصدر مفعول کے وزن پر آیا ہے۔

اَحْـلَفَهٗ، حَـلَّفَهٗ اور اسْـتَـحْلَفَهٗ سب ہم معنی الفاظ ہیں بمعنی حلف دینا۔ الحِلْفُ بروزن حِقْفٌ بمعنی عہد و پیمان کیا۔ یا اسے حلیف بنایا۔

تَحَالَفُوْا: انہوں نے ایک دوسرے سے

عہد و پیمان کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ:
انَّهُ حَالَفَ بَيْنَ قريشٍ والأنْصار: کہ نبی کریم ﷺ نے قریش اور انصار کے درمیان معاہدہ یا مواخاۃ کرایا۔ اس سے مراد معاہدہ مواخاۃ ہے۔ کیونکہ اسلام میں کسی قسم کا حلف نہیں ہے۔

الحليف المُحالِفُ: مَوْلَى، غلامی سے آزادی کے بعد سابقہ آقا اور غلام کے درمیان ولاء کا تعلق۔

الحَلْفَاء: پانی میں اُگنے والی ایک نباتات، ابو زید کا کہنا ہے کہ اس کا واحد حَلَفَةٌ ہے بروزن قَصَبَه اور طَرَفَةٌ. اصمعی نے کہا: حَلِفَة (لام مکسور) ہے۔

ذُالحُلَيْفِة: ایک جگہ کا نام ہے۔

ح ل ق — الحلْقَةُ: (لام ساکن) زرہ بکتر اور اسی طرح حلقة الباب دروازے کا حلقہ یعنی کنڈی۔

حَلقة القَوْمِ: قوم کا حلقہ، اس کی جمع **الحَلَقَ:** (حاء اور لام مفتوح) اور جمع کا یہ وزن خلاف قیاس ہے۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ: حلقہ کی جمع حِلَقٌ بروزن بِدَرَةٌ سے بِدَرٌ اور قَصْعَة کی جمع قِصَعٌ ہے۔ یونس نے ابو عمرو العلاء سے روایت کی ہے کہ حَلَقَةٌ بطور واحد میں حاء اور لام مفتوح ہے اور اس کی جمع الحَلَق والحَلَقات ہے۔ ثعلب نے کہا کہ ہر ایک نے اس کو ضعیف پڑھنا جائز قرار دیا ہے یعنی لام ساکن۔ ابو عمرو الشیبانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کلامِ عرب میں یہ لفظ کسی اور جگہ متحرک استعمال نہیں ہوا ہے۔ سوائے اس قول کے کہ:
هٰؤلاء قوم حَلَقَة یہ لفظ وہ ان لوگوں کے لئے استعمال کرتے ہیں جو سر کے بالوں کا حَلق کراتے ہیں۔ اس کا مفرد حَالِقٌ یعنی حلق کرانے والا ہے۔

الحَلْقُ: گلا، اس کی جمع حُلُوق ہے۔

تحليق الطّائر: پرندے کا فضا میں منڈلانا، حدیث شریف میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ حضرت صفیہؓ حیض سے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: **عَقْرَى حَلْقى:** میں اسے روکنے والی ہی دیکھتا ہوں۔ ابو عبید نے کہا کہ یہ قول عقرىً حلقىً تنوین کے ساتھ ہے اور محدثین کا کہنا ہے کہ عقری اور حلقی کا مطلب ہے عَقَرَهَا اللّٰهُ وحَلَقها[1]: یعنی اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو ذبح کرے اور اللہ اس کے حلق میں تکلیف پیدا کرے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہا جاتا ہے: رأسهُ وعَضدُهُ وصَدرُهُ: جب کسی کے سر پر، بازو پر سینے پر ماریں۔

[1] ان کلمات کی تفسیر میں لوگوں کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ کلمات اظہار خفگی کے ہیں۔ جن کا اردو ترجمہ بانجھ سر منڈی بھی ہے۔

حَلَقَ رأسَهُ: اس نے سر منڈھایا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
حَلَّقُوا رُؤسَهُم: انہوں نے اپنے سر منڈھائے، یہاں لام پر تشدید کثرتِ عمل کے اظہار کے لئے ہے۔
الاِحتِلَاق: مونڈھا جانا۔ کہا جاتا ہے: حَلَقَ مَعزَةً یعنی اس نے اپنی بکری کے بال اتارے۔ یہاں حلقه کی بجائے اس کا ہم معنی لفظ جَزَّهُ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔
عَنزٌ مَحلُوقَةٌ: وہ بکری جس کے بال اتارے گئے ہوں۔
شَعرٌ حَلِيقٌ: منڈھی ہوئی داڑھی۔ یہاں لحیه کی نسبت سے حَلِيقَةٌ نہیں بولا جاتا۔ یعنی 'ة' تانیث استعمال نہیں ہوتی۔
تَحلَّق القومُ: لوگ حلقے بنا کر بیٹھ گئے۔
الحَـزلَقَةُ: (لا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم) پڑھنا یا کہنا۔
ح ل ق م—الحُلقُوم: گلا۔
ح ل ک—حَـلَـكَ الشَّـيُئُ يَحلُكُ (لام مضموم) حُلُوكَة: کسی چیز کا رنگ گہرا سیاہ ہوگیا۔ اِحلَولَكَ کا مطلب بھی یہی ہے۔
الحَلَكُ: (حاء اور لام مفتوح) کالک، محاورہ ہے کہ: اَسوَدُ مِثلَ حَلَكِ الغُرابِ: کوے کی طرح کالا۔ اسی طرح مثل حنک الغراب کہا جاتا ہے یعنی کوے کی چونچ کی طرح۔
اسودُ حالک وحانک: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی گہرا کالا یا سیاہ کالا۔
الحَلكُوك: شدید کالے رنگ والا۔
ح ل ل—حَلَّ العُقدَةَ: اس نے گانٹھ یا گرہ کھولی۔
فانحلّت: تو گرہ کھل گئی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہا جاتا ہے: يَاعَاقِد اذكُر حَلًّا: یعنی گرہ دینے والے گرہ کے کھولنے کی بھی فکر کر یا دھیان رکھ۔ یہ محاورہ ہے۔[1]
حَلَّ بالمكان: وہ مکان میں اُترا، یا آبسا، اس کا باب بھی ردّ ہے، اور مصدر حلولًا اور مَحَلًّا بھی ہے۔ (حاء مفتوح)۔
المَحَل: وہ جگہ جہاں کوئی اُترے یا آبسے۔ حَلَلتُ القَومَ اور حَلَلتُ بِهِم، ہم معنی الفاظ ہیں جن کا مطلب ہے میں قوم یعنی لوگوں کے ہاں اترا۔
الحَلُّ: تِلوں کا تیل۔
الحِلّ: (حاء مکسور) حلال۔ حرام کی ضد۔
رُجُلٌ حِلٌّ من الأحرَام: احرام سے باہر آنے والا شخص اسے حلال بھی کہیں

[1] انہیں معنوں میں دوسرا محاورہ ہے: قَدِّم الخروج قبل الوُلوج یعنی: "اندر جانے سے پہلے باہر آنے کی فکر کرو۔"

گے۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ حِلٌّ وهُوَ حِرْمٌ: یعنی وہ شخص حِلّ ہے یعنی احرام میں نہیں ہے اور وہ شخص احرام میں ہے۔
میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب امام الجوہری نے ح ر م کے مادہ کے ذیل میں یہ بیان نہیں کیا کہ حِرْم مُحْرِم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ البتہ الجوہری نے اسے بذیل مادہ ح ل ل بیان کیا ہے کہ یوں کہا جاتا ہے: رَجُلٌ وَحَلَال وحِرْم وحَرامٌ ومُحِلٌّ ومُحْرِمٌ. حِلّ: حدود حرم کے باہر کی جگہ اور قَوْمٌ حِلَّةٌ: حدود حرم مکہ سے باہر رہنے والے لوگ۔ ان معنوں میں یہ لفظ کثرت سے مستعمل ہے۔
الحِلَّةُ: اس قول کا مصدر ہے کہ حَلَّ الهَدْیُ: قربانی کا جانور، قربان گاہ میں پہنچ گیا۔
المَحَلَّةُ: ہر قوم کی منزل۔ قول خداوندی ہے: حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهُ: تا آنکہ قربانی کا جانور قربان گاہ میں پہنچ جائے۔
مَحِلُّ الدَّيْنِ: قرض کی مدت۔
الحُلَلُ: یمن کے حُلّے یعنی چادریں۔
الحُلَّةُ: تہمد اور چادر، اسے حُلَّةٌ کہنا درست نہ ہوگا۔ اس کا مطلب ہوگا دو کپڑے۔
الحَلِيلُ: خاوند اور الحَلِيلَةُ: بیوی۔ یہ ایسے دو شخص بھی ہو سکتے ہیں جو تمہیں ایک ہی گھر میں ٹھہرائیں۔
الإحْلِيلُ: چھاتی یا تھن سے دودھ نکلنے کی جگہ۔
حَلَّ لَهُ الشَّيْءُ: اس کے لئے چیز حلال ہوگئی۔ اس کا مضارع يَحِلُّ (حاء مکسور) اور حَلَالًا مصدر ہے۔ اور اسم فاعل حِلٌّ بِلٌّ یعنی آزاد ہے۔
حَلَّ المُحْرِمُ: مُحرِم احرام سے باہر آگیا یعنی محرم نے احرام کھول دیا۔
أَحَلَّ کا بھی یہی مطلب ہے۔
حَلَّ الهَدْیُ يَحِلُّ (حاء مکسور) وحلولًا: قربانی کا جانور قربان گاہ پر پہنچ گیا۔
حَلَّ العذابُ يَحِلُّ (حاء مکسور) حلالًا: عذاب نازل ہوا۔ يَحُلُّ (حلولًا) ان دونوں کلمات کی تائید میں یہ قول خداوندی پڑھا گیا: فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي: تو پھر تم پر میرا غضب وقہر نازل ہوگا۔ البتہ اس قول خداوندی: أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِنْ دَارِهِمْ: میں تَحُلّ حاء مضموم ہے اور معنی یہ ہے کہ یا وہ ان کے گھر کے قریب نازل ہوگی۔
حَلَّ الدَّيْنُ يَحِلُّ (حاء مکسور) حُلُولًا، قرض کی مدت پوری ہوگئی۔
وحَلَّتِ المرأةُ تَحِلُّ: (حاء مکسور) حلالًا، کا معنی اس عورت نے عدت

پوری کرلی۔

اَحَلَّهُ: اس نے اسے اتارا یا ٹھہرایا۔

اَحَلَّ لَهُ الشَّيْئُ: اس نے اس کے لئے کسی چیز کو حلال جائز کیا۔

اَحَلَّ المُحْرِمُ: حَلَّ کا ہم معنی لغت ہے۔ اَحَلَّ کا معنی حرم سے حِل کی طرف نکلا یا معاہدے سے عہدہ برآ ہوا۔ اَحْرَمَ کا مطلب ہے وہ حرام مہینوں میں داخل ہوا۔

المُحَلِّلُ فِي السَّبَقِ: شرطیہ دوڑ میں حصہ لینے والا کہ اگر جیت گیا تو شرط جیت گیا اور اگر پیچھے رہ گیا تو اس پر کوئی تاوان نہ ہوگا۔

المُحَلِّلُ فى النكاح: حلالہ کرنے والا یعنی وہ شخص کسی عورت کو تین طلاقیں دے تا کہ وہ عورت اپنے سابقہ خاوند کے لئے حلال ہوجائے۔

اِحْتَلَّ: اترانا، ٹھہرنا، قبضہ جمانا۔

تَحَلَّلَ فى يمينِهِ: اس نے اپنی قسم میں استثناء کیا یعنی ان شاء اللہ کہا۔

اسْتَحَلَّ الشَّيْئُ: چیز کو حلال سمجھا۔

التَّحْلِيْلُ: التحریم کی ضد۔ کسی چیز کو حلال کرنا۔

حَلَّلَهُ تَحْلِيْلًا وتَحِلَّةً: اس نے حلال یا جائز ٹھہرایا۔ اس کی مثال عَزَّزَهُ تَعْزِيْزًا وتَعِزَّةً: اس نے خوب (اچھی طرح) مدد کی، یا مدد کرنے کا حق ادا کردیا۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ فَعَلَهُ تَحِلَّةً کا مطلب ہوگا۔ اس نے اپنی قسم کے مطابق وہ کام کیا اور اس میں مبالغہ نہیں کیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے: لَا تَمُوْتُ للمؤمنِ ثلاثةُ اولادٍ فتمسَّهُ النار اِلّا تَحِلَّةَ القَسَمِ: یعنی کسی مؤمن کے اگر تین بچے فوت ہوں تو اسے صرف قسم پوری کرنے کے لئے جہنم کی آگ چھوئے گی اور قسم کے بارے میں قول خداوندی ہے: وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا: تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے مگر اسے اس پر سے گزرنا ہوگا۔ یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔

الحُلَاحِلُ: (حاء اول مضموم) باوقار سردار۔ اس کی جمع حَلَاحِل ہے اس میں 'حا' مفتوح ہے۔

ح ل م—الحُلُمُ: (لام مضموم اور ساکن) خواب، سپنا۔

حَلَمَ يَحْلُمُ: (لام مضموم) حُلُمًا اور حُلْمًا اور احْتَلَمَ: ہم معنی ہیں۔ اسی طرح حَلَمَ بكذا اور حَلَمَ كذا دونوں ہم معنی ہیں، یعنی اس نے سوتے میں خواب دیکھا۔

الحِلْمُ: بردباری، نرمی۔

حَلُمَ (لام مضموم) حِلْمًا اور تَحَلَّمَ: اس نے بردباری ظاہر کی۔

تَحالَمَ: اس نے بردباری کا مظاہرہ کیا جبکہ اس میں بردباری نہیں۔

الحَلَمَةُ: چھاتی کا سرا۔ یہ دو دو سرے ہوتے ہیں۔

الحَلَمَة کا معنی بڑی چیچڑی بھی ہے اور اس کی جمع حَلَمٌ ہے۔

حَلَّمَهُ تَحْلِيمًا: اسنے اسے بردبار بنایا۔

الحَالُوم: گاڑھا کیا ہوا دودھ جو بظاہر تازہ پنیر نظر آئے لیکن وہ پنیر نہ ہو۔

ح ل ا — الحُلْوُ: میٹھا، یعنی کڑوا کی ضد۔

قَدْ حَلَا الشَّيئُ: (چیز میٹھی ہوگئی) يَحْلُوْ، حَلاوَةً اِحْلَوْمَى: کا بھی یہی معنی ہے۔ احْلَوْمَى بطور صرف شعر میں بطور فعل متعدی بھی استعمال ہوا ہے۔ ورنہ افْعَوْعَلَ کے وزن پر کوئی فعل بطور فعل متعدی استعمال نہیں ہوا ہے سوائے اِعْرَوْرِيتُ الفرسَ: میں گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر (بغیر زین) سوار ہوا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے کہا ہے کہ اِحْلَوْلَيْتُ الشَّيئَ، استَحْلَيْتُهُ اور اَحْلَيْتُ الشَّيئَ: میں نے چیز کو میٹھا بنا دیا۔

حَالَاه: اس نے اسے عمدہ بنایا۔

تَحالَتِ المرأةُ: عورت نے پسندیدگی اور شیرینی کا اظہار کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: نَهَى عن حُلْوَانِ الْكَاهِنِ: یعنی حضور ﷺ نے کاہن کو شیرینی (چڑھاوا) دینے سے منع فرمایا۔ یہ شیرینی وہ تحفہ یا ہدیہ ہے جو کاہن کو غیب کی خبریں سنانے پر دیا جاتا ہے۔

حُلْوَان: ایک جگہ کا نام بھی ہے۔

الحُلْى: عورتوں کا زیور اس کی جمع حُلِيّ ہے جس طرح ثَدْى کی جمع ثُدِيّ ہے۔ بعض اوقات حُلِيّ میں حاء مکسور بھی ہوتا ہے۔ یعنی حِلِيّ قرآن کی آیت: مِنْ حُلِيِّهِمْ میں حُلِيِّهِم (میں حاء مضموم بھی اور مکسور) دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔

حِلْيَةُ السَّيفِ: تلوار کی آب و تاب۔ اس کی جمع حِلًى ہے جس طرح لِحْيَة کی جمع لِحًى ہے۔ شاید اسے لُحَى (لام مضموم) بھی پڑھا گیا ہے۔

حِلْيَةُ الرَّجُلِ: مرد کا زیور یعنی اس کی صفات۔

حَلَيْتُ المرأةَ: میں نے عورت کو زیور پہنایا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔

حَلَوْتُهَا: میں نے اس کے لئے زیور بنایا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ حَلِيَ فُلانٌ بِعَيْنِي، وفي عَيْنِي يَحْلُوْ حلاوةً کا معنی بھی یہی ہے۔ اصمعی نے کہا کہ حَلِيَ فِي عَيْنِي (لام مکسور ہے) اور حَلَا فِي فَمِي میں لام مفتوح ہے۔

حَلِيَتِ المرأةُ حَلْيًا: (لام ساکن)

عورت زیور والی بن گئی۔ اس سے اسم فاعل حَلِیَةٌ اور حَالِیَةٌ ہوگا۔

نِسْوَةٌ حَوَالٍ: زیوروالی عورتیں۔

حَلَاهَا غَيْرُهَا: کسی دوسرے نے اسے زیور پہنایا۔ تَحْلِیَةٌ، اسی سے سَیْفٌ مُحَلًّی: نقش و نگار والی تلوار یعنی مرصع تلوار۔

حَلَّيْتُ الرَّجُلَ تَحْلِیَةً: میں نے اس شخص کے زیور یا صفات کی تعریف کی۔

حَلَّيْتُ الشَّيْئَ فِي عَيْنِ صَاحِبِه: میں نے چیز کے مالک کی نظروں میں چیز کو سہانا کردکھایا۔

حَلَّيْتُ الطَّعَامَ: میں نے کھانے کو میٹھا کردیا۔ شاید حَلَّاتُ السَّوِيقَ: میں نے ستو کو بنایا۔ اس میں لوگوں نے ہمزہ پڑھا ہے حالانکہ یہ فعل مہموز نہیں ہے۔ اس کا ذکر ح ل أ کے ذیل میں آچکا ہے۔ جس طرح الجودة سے استجادهُ بنا ہے اسی طرح الحَلاوة سے استحلاهُ بن گیا۔

تَحَلَّی بالحَلْیِ: وہ زیور سے آراستہ ہوا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ لَمْ يَحْلُ مِنْهُ بِطَائِلٍ: اس نے اس سے کوئی بڑا فائدہ نہیں اٹھایا جس کا ذکر بھی مشکل سے کیا جاتا ہے۔

الحَلْوَا: ہر کھانے والی میٹھی چیز۔ اسے مد کے ساتھ حلواء بھی پڑھا جاتا ہے اور حلوَی یائے مقصود کے ساتھ بھی۔

ح م أ — الحَمأ: (حاء اور میم مفتوح) اور الحَمْأةُ، (میم ساکن) سیاہ رنگ کی مٹی۔

الْحَمءُ: عورت کے سسرالی رشتہ دار مثلاً دیور، سسر وغیرہ۔ حَمُوٌ، ابو کی طرح اسم ہے۔ بمعنی سُسر۔ اس کی جمع اَحْمَاءٌ ہے۔

ح م د — الحمدُ: ذمّ کی ضد، حمد و ثنا، تعریف۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ مَحْمَدَةٌ بروزن مَتْرَبَةٌ: تعریف کرنا۔ اس سے اسم صفت حمید اور محمود ہے۔

التحمید: تعریف کرنا، حمد سے زیادہ بلیغ ہے۔ اور الحمدُ، الشُّكْرُ سے زیادہ کثیر الاستعمال ہے۔

المحمَّد: (میم مشدّد) وہ شخص جس کی صفات حمیدہ بہت زیادہ ہوں۔

المَحْمَدَةُ: مذمّت کی ضد ہے بمعنی ستائش کرنا۔

میرا کہنا ہے کہ المَحْمَدَةُ میں زمخشری نے مصادر مفصل میں دوسری میم کو مکسور کہا ہے۔ اور صاحب الدیوان نے بیان کیا ہے۔ ان دو الفاظ کا ایک اور تلفظ یا لہجہ المَحْمَرَة، المَحْمَدَة، المزمّة اور المَزِمّة ہے۔ یعنی دوسری میم پر زبر کے علاوہ زیر بھی ایک لہجہ ہے۔

أَحْمَدَهُ: اس نے اسے قابل تعریف پایا۔
لوگوں کا یہ کہنا کہ الْعَوْدُ أَحْمَدُ: کسی کام کا دہرانا یا دوسری بار کرنا زیادہ قابل تعریف ہے۔
رَجُلٌ حُمَدَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: چیزوں کی زیادہ تعریف کرنے والا شخص یا حد سے یا ضرورت سے زیادہ تعریف کرنے والا۔
محمود: ابرہہ کے ہاتھی کا نام جس کا ذکر قرآن کے سورۃ الفیل میں آیا ہے۔
ح ر م — الْحُمْرَةُ: سرخی، سرخ رنگ۔
إِحْمَرَّ الشَّيْئُ: چیز کا رنگ سرخ ہو گیا۔
إِحْمَارَّ کا بھی یہی معنی ہے۔
رَجُلٌ أَحْمَرُ: گورے سرخ رنگ کا آدمی۔ اس کی جمع أَحَامِرُ ہے۔ اگر تمہاری مراد سرخ رنگ سے رنگا ہوا آدمی ہو تو کہیں گے أَحْمَرُ اور اس کی جمع حُمْرٌ ہے۔
أَهْلَكَ الرِّجَالَ الْأَحْمَرَانِ، اللحم والخمر: لوگوں کو دو سرخ چیزوں گوشت اور شراب نے ہلاک کر دیا۔
اگر تم أَحَامِرَةٌ کہو گے تو اس میں پھر سرخ رنگ کی مخلوق شامل ہوگی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: أَتَانِي كُلُّ أَسْوَدَ فِيهِمْ وَأَحْمَرَ: میرے پاس کالے اور گورے ہر رنگ کے لوگ آئے۔ گورے کے لئے لفظ أَبْيَضُ نہیں بولا جائے گا۔ کالے گورے سے مراد عرب و عجم کے سب لوگ۔
مَوْتٌ أَحْمَرُ: سرخ یعنی خونیں موت۔
حدیث شریف میں آیا ہے: كُنَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ: یعنی جب جنگ شدت اختیار کر جاتی تھی تو ہم حدیث کے بقیہ کلمات: اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللهِ: تو ہم رسول اللہ ﷺ کا بچاؤ کرتے تھے۔
سَنَةٌ حَمْرَاءُ: سخت مشکل کا سال۔
الْحِمَارُ: گدھا، گورخر۔ اس کی جمع حمیر اور حُمُرٌ ہے جس طرح قُفُلٌ ہے۔ (قاف اور فاء مضموم) نیز اس کی جمع حُمُرٌ: (حاء اور میم مضموم) ہے اور حُمُرَاتٌ بھی ہے اور أَحْمِرَةٌ بھی شاید گدھی کے لئے حِمَارَةٌ بھی ہو۔
الْيَحْمُورُ: جنگلی گدھا۔
الْحَمَّارَةُ: سفر میں گدھے والے لوگ۔ اس کا مفرد حَمَّارٌ ہے جس طرح جَمَّالٌ اور بغّال (اونٹ اور خچربان)۔
ح م ز — حَمُزَ الرَّجُلُ: آدمی سخت مضبوط ہوا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔
حَمِيزُ الْفُؤَادِ: مضبوط دل والا۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے: أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ أَحْمَزُهَا: بہترین اعمال میں سے مضبوط ترین اور پختہ ترین اعمال ہیں۔
ح م س — اَلْأَحْمَسُ: دین اور جنگ میں زیادہ سخت اور سرگرم۔

الحَمَاسَةُ: بہادری (حاء مفتوح)۔

الأَحْمَسُ: بہادر۔

ح م ص — حِمْصُ: ایک شہر کا نام۔ بطور مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔

الحِمَّصُ: چنا، نخود، ثعلب کا کہنا ہے کہ میم کو مفتوح پڑھنے میں اختیار ہے یعنی الحِمُّص بھی کچھ کہہ سکتے ہیں۔ اور المبرد نے کہا کہ یہ لفظ میم مکسور کے ساتھ الحِمِّص ہے۔ اس وزن پر حِلِّز کے سوا اور کوئی اسم نہیں آتا اس کا معنی پست قد ہے۔ اور اس وزن پر دوسرا اسم جِلِّق ہے۔ یہ شام کی طرف ایک شہر کا نام ہے۔

ح م ض — الحُمُوضَةُ: تُرشی، کھٹائی۔

قَدْ حَمُضَ الشَّيئُ: چیز کھٹی یا ترش ہو گئی۔ اس کا باب سَهُلَ اور نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل حَامِضٌ (تُرش اور کھٹا) ہے اور شاذ ونادر ہے جیسا کہ ہم (ف ر ہ) کے ذیل میں اس کا ذکر کریں گے۔

الحُمَّاضُ: ایک پودا ہے جس کی سرخ روشنی ہوتی ہے۔

ح م ط: کہا جاتا ہے أَصَبْتُ حَمَاطَةَ قَلْبِهِ: میں نے اس کے دل کا نشانہ لیا۔

الحَمَاطُ: ایک پودا۔

الحَمَاطَةُ: حلق کے اندر تکلیف یا سوزش۔

الحِمْطَاط: ایک کیڑا جو منقوش گھاس میں ہوتا ہے۔

ح م ق — الحُمْقُ: (میم ساکن اور مضموم) بیوقوفی اور کم عقلی۔

قَدْ حَمُقَ: اس نے بے وقوفی کی ہے۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اس کا اسم فاعل أَحْمَقُ ہے۔ اس کا فعل حَمِقَ (میم مکسور) حُمْقًا بھی آتا ہے۔

امْرَأَةٌ حَمْقَاءُ: بیوقوف عورت۔

قَوْمٌ وَنِسْوَةٌ حُمْقٌ وحَمْقَى وحَمَاقَى: بیوقوف لوگ یا بیوقوف عورتیں۔

البَقْلَةُ الحَمْقَاءُ: خرفہ کا ساگ۔

أَحْمَقَهُ: اس نے اسے بے وقوف پایا۔

حَمَّقَهُ (تحمِيقًا): اس نے اسے بیوقوف قرار دیا۔

حَامَقَهُ: اس نے بیوقوفی میں اس کا ساتھ دیا۔

استحمَقَهُ: اس نے اسے بیوقوف گردانا۔

تَحَامَقَ: وہ بیوقوف بنا۔

ح م ل — حَمَلَ الشَّيئَ على ظَهْرِهِ: اس نے چیز اپنی پیٹھ پر اٹھائی۔

حَمَلَتِ المرأة: عورت حاملہ ہوئی۔

حملت الشجرة: درخت بار آور ہوا۔ دونوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی: فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا: (وہ قیامت کے

دن بوجھ اٹھائے گا) میں بوجھ کو پیٹھ پر اٹھانے کی تخصیص نہیں ہے۔ اور دوسرا قول خداوندی: وَسَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حِمْلًا (اور قیامت کے دن یہ بوجھ ان کے لئے بُرا ہوگا) میں مصدر پر کوئی لفظ دلالت نہیں کرتا کیونکہ محمول یعنی بوجھ کے لئے اسم استعمال ہوا ہے۔ اسی لئے قول خداوندی: حَمْلًا خَفِیْفًا: میں بھی مصدر پر دلالت موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ان دو آیتوں میں امام الجوہری کا اجتہاد محل نظر ہے۔ امام الازہری کا کہنا ہے کہ: حَمَلَ الشَّیْئَ یحملهُ (حَمْلًا و حُمْلَانًا: اس نے چیز اٹھائی۔ الحَمْل سے مراد وہ حمل ہے جو عورتیں اپنے پیٹ میں اٹھاتی ہے۔ اور حَمْل وہ بوجھ ہے جو پیٹھ پر اٹھایا جاتا ہے۔ رہا حَمْلُ الشجرة تو اس سلسلے میں کہا گیا ہے کہ درخت سے جو کچھ نمودار ہوتا ہے وہ حِمْلٌ ہے۔ اور جو چھپا ہوا ہو وہ حَمْل ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ دونوں صورتوں میں حَمْل ہے کیونکہ وہ لازم اور غیر بائن (جدا نہ ہونے والا) ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ الحَمْل (حاء مفتوح) وہ بوجھ ہے جو پیٹ میں ہو یا درخت کے اوپر ہو اور الحِمْل (حاء مکسور) وہ بوجھ ہے جو پیٹھ پر ہو یا سر پر ہو۔ امام الازہری نے کہا کہ یہ درست ہے اور اصمعی کا قول یہی ہے۔ کہا

جاتا ہے: امرأةٌ حَامِل و حاملة: جب عورت حاملہ ہو۔ جس نے عورت کے ساتھ حامِل کہا اس نے اسے نعت بنایا اور یہ صرف عورتوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور جس نے امرأة حاملة کہا اس نے اس کی بنیاد حملت پر رکھی۔ اور مؤنث اسم فاعل حاملة کہا۔ بطور دلیل یہ شعر ہے:

تمخضت المنونُ لهُ بِيَوْمٍ
أَنَى ولكل حاملةٍ تَمَامُ

"اس کے موت کے سامان ہوتے رہے
بالآخر ایک دن یہ سامان مکمل ہوگئے۔"

اور امر واقعہ یہ ہے کہ ہر حاملہ کے لئے بچہ جننے کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ اور وہ آہی جاتا ہے۔ جب کوئی عورت اپنی پیٹھ پر تھوڑا سا بوجھ اٹھائے یا اپنے سر پر اُٹھائے تو اسے صرف حاملہ یعنی بوجھ اٹھانے والی کہا جائے گا۔ کیونکہ ظُهُورِهَا میں 'ھا' کی چیز اس کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس صورت میں اس کی صفت یا خبر کے ساتھ تانیث کی علامت یعنی 'ۃ' لگانے کی ضرورت نہیں اور اگر یہ علامت رکھی بھی جائے تو اس کو اپنی اصل پر مبنی سمجھا جائے گا۔ یہ اہل کوفہ کا قول ہے۔ اور اہل بصرہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ بات غیر مستمر ہے یعنی یہ بات ہمیشہ جاری رہنے والی نہیں، کیونکہ

عرب لوگ رجل ايّمٌ اور امراة ايّمٌ، رَجُلٌ عانسٌ وامراة عانس دونوں جنسوں کے لئے مذکر کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ امراةٌ مصبيَةٌ وكلبة مُجْرِيَه یعنی وہ مؤنث کے لئے علامت تانیث استعمال کرتے ہیں۔ البتہ درست بات یہ ہے کہ یوں کہنا چاہئے کہ لوگوں کا حامل، طالِق اور حائِض وغیرہ کے کلمات کہنا اگرچہ مذکر اوصاف ہیں۔ لیکن ان صفات سے عورتوں کو منسوب سمجھا گیا ہے۔ اگرچہ جس طرح الرَّبْعَة، الرَّاوِية اور الخُجَاة مؤنث صفات ہیں لیکن ان صفات سے مرد منسوب ہیں۔ ابن درید نے کہا کہ حِمْل اشجرة میں دو لہجے ہیں۔ یعنی حمل کا حاء مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی۔ میرا کہنا یہ ہے اور ثعلب نے اپنی کتاب 'اَلفصِيح' میں اسی طرح بیان کیا ہے کہ: الحَمَلَةُ (حاء اور میم مفتوح) حَامل کی جمع ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ هُم حَمَلَةُ العَرْشِ وہ عرش بردار ہیں۔ اوحَمَلَةُ القُرآن: (قرآن کے حاملین ہیں)۔ اور حَمَلَ عَلَيْه فِي الحرب حملة: اس نے جنگ میں اس پر ایک زبردست حملہ کیا اور حَمَلَ على نفسه فِي السَّيْرِ: اس نے اپنے آپ کو چلنے میں تھکا دیا۔ نیز حَمَلَ به حَمالةً (حاء مفتوح) اس نے اس کی کفالت کی۔

حَمَلَ اِدْلالَهُ: اس نے اس کی ناز برداری کی۔ احتمل کا بھی یہی معنی مطلب ہے۔

الحَمَل: (حاء اور میم مفتوح): مینڈھا، اس کی جمع حُمْلان ہے۔

الحَمَلُ: برج حمل۔

اَحْمَلَهُ: اس نے بوجھ اٹھانے میں اس کی مدد کی۔

اسْتَحْمَلَهُ: اس نے اسے بوجھ اٹھانے کو کہا۔

حَمَّلَهُ الرِّسَالَةَ تَحْمِيلًا: اس نے اسے پیغام لے جانے کی ذمہ داری سونپی۔

تَحَمَّلَ الحَمَالَةَ: اس نے تاوان برداشت کیا۔

تَحَمَّلُوا اور احْتَمَلُوا کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ چل پڑے، لاد چلے، یا روانہ ہوئے۔

تَحَامَلَ عليه: وہ اُس پر جھکا۔

تَحَامَلَ على نفسه: اپنی جان پر محنت ومشقت ڈال دی۔

المَحْمِل بروزن المجلِس: کجاوہ، سواری (اس کی جمع محامل ہے)۔

مَحَامِلُ الحَاجِّ: حاجیوں کی سواریاں۔

الِمحْـمَل بروزن الِمـرْجَل: تلوار لٹکانے والی پٹی، چمڑے کی وہ پٹی جس کے ذریعے تلوار گردن میں حمائل کر جاتی ہے۔ اسی طرح الحِمَالَةُ (حاء مکسور) اس کی جمع الحَمَائِل ہے (حاء مفتوح)۔ یہ خلیل کا قول ہے اور اصمعی کا کہنا ہے کہ حمائلِ السَّيْفِ میں حمائل کا واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ اس کا واحد صرف مِحْمَلٌ ہے جو مِرْجَلٌ کے وزن پر ہے۔

الحَـمُـوْلَـةُ: (حاء مفتوح) بار بردار اونٹ۔ اسی طرح ہر جانور مثلاً: گدھا جس پر قبیلے والے سامان لادتے ہیں۔ خواہ اس جانور پر بوجھ لدا ہوا ہو یا نہ ہو۔ یعنی لادو جانور۔ فَعُوْلٌ پر "ۃ" کا اضافہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ اسم مفعول بہ کے معنوں میں ہو۔

الحُمُوْلة: (حاء مضموم) بار، بوجھ۔ البتہ الحُمُول بغیر "ۃ" کے اور حاء مضموم کے ساتھ، اس اونٹ کے لئے استعمال ہوتا ہے جس پر ہودے کجاوے لدے ہوں خواہ ان ہودوں میں عورتیں ہوں یا نہ ہوں۔

ح م ل ق — حِملاقُ العَيْنِ: پلکوں کا اندرونی حصہ جو سرمہ لگا کر سیاہ کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ پتلی کے گرد کا سفید حصہ ہے۔

حَمْلَقَ الرجُلُ: آدمی نے اپنی آنکھ کھولی اور گہری نظروں سے دیکھا۔

ح م م — الحَمَّةُ العَيْنُ الحارّةُ: گرم پانی کا چشمہ جس سے بیمار اور مریض شفا پاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: العَالِمُ كَالحمّة: عالم گرم پانی کے چشمے کی طرح ہے۔

حَـمَّ المَاءَ: اس نے پانی گرم کیا اس کا باب رَدّ ہے۔

حَـمَّ المَـاء بِنَفْسِه: پانی خود بخود گرم ہو گیا۔ مضارع تَحِمُّ اور مصدر حَـمَـمًا ہے۔ (حاء اور میم مفتوح)۔

حُمَّ الشَّيْئُ: چیز گرم کی گئی۔ اور أُحِمَّ دونوں فعل ماضی مجہول کے صیغے ہیں۔

مَحْـمُـوْمٌ: بخار والا آدمی۔ حُـمَّى الـرَّجُـلُ: آدمی کو بخار ہو گیا۔ یہ فعل حمّی بمعنی بخار سے مشتق ہے۔

أَحَـمَّهُ اللّٰهُ فهو محموم: اللہ نے اسے بخار کر دیا تو وہ بخار زدہ ہو گیا۔ لیکن یہ شاذ ہے۔

الحميم: گرم پانی۔

اسْتَحَمّ: اسنے گرم پانی سے غسل کیا۔ یہ اصل ہے۔ اس کے بعد ہر قسم کے غسل کے لئے استحمام کا لفظ استعمال ہونے لگا۔ پانی چاہے کیسا ہی ہو۔

أَحَمَّهُ: اس نے اسے گرم پانی سے دھویا۔

حَـمِـيـكَ فَـرِيْـبُـك الـذى تهتيم

لامــوہ: تمہارا حمیم یعنی سرگرم دوست وہ قرابت دار ہے جس کے معاملات میں تمہیں دلچسپی ہو۔

حَـمَّـمَهُ تَحْمِيمًا: اس نے کوئلوں سے اس کا یا اپنا منہ کالا کیا۔

الْحُمَمُ: راکھ اور کوئلے، ہر وہ چیز جو آگ سے جلتی ہو۔ اس کا واحد حُـمَـمَةٌ ہے۔

حَمْحَمَ الْفَـرَسُ وتَحَمْحَمَ: گھوڑا چارے کے لئے ہنہنایا۔

الْيَحْمُومُ: دھواں۔

الْحَـمْـمَةُ: اس کی جمع الحَمَائم: عمدہ مال۔ کہا جاتا ہے کہ: أَخَـذَ الْمُصَدِّقُ حَـمَـائِمَ الْإِبِلِ: صدقہ لینے والے نے اونٹوں میں سے عمدہ اور بہترین اونٹ لے لئے۔

الْحِمَامُ: (حاء مکسور) موت۔

حُـمَـةُ الْعَـقْرَبِ: بچھو کا ڈنگ یا زہر۔ حمـة میں میم مشدد اور 'ۃ' عوض ہے۔ اسے اسمائے معتل میں بھی شمار کیا گیا ہے۔

الْحَـمَـام: کبوتر، عربوں کے ہاں طوق والے پرندوں یعنی فاختاؤں، قمریوں، نر قمریوں، بھٹ تیتروں کی قسم کا ایک پرندہ۔ اس کا واحد حَـمَـامـةٌ ہے جو مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ حمـامـة میں 'ۃ' مفرد ظاہر کرنے کے لئے ہے، تانیث کی علامت نہیں ہے۔ عام لوگوں کے نزدیک یہ صرف مرغیوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

حمامـة کی جمع حَمَام، حِمامات اور حمـائم ہے شاید حمام واحد کے لئے بھی بولا جاتا ہو۔

الحَـمَّـام: (میم مشدّد) اس کی جمع الحمّامات ہے۔

حمام السـيام: جنگلی کبوتر، ایک صحرائی پرندہ، یہ اصمعی کا قول ہے۔ اور الکسائی کا کہنا یہ ہے کہ الحمام جنگلی کبوتر ہے اور الیمام پالتو کبوتر ہے۔ الحَامّة: خواص، چنانچہ کہا جاتا ہے کیف الحَامّة والعَامّـةُ خواص وعوام کیسے ہیں۔ آل حٰـمٓ: قرآن کریم میں کچھ سورتیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ آل حٰمٓ قرآن کا دیباچہ ہیں۔ الفراء کا کہنا ہے کہ عام لوگوں کا الحوامیم کہنا عربوں کا کلام نہیں ہے۔ اور ابوعبید نے کہا کہ الحَوامیم قرآن کی سورتیں ہیں اور یہ لفظ خلاف قیاس ہے۔ انہوں نے یہ مصرعہ پڑھا: وَبِالْحَـوامِيـمِ الَّتِي سُبِّعَتْ: ترجمہ: حٰـم سورتوں کی قسم جو تعداد میں سات ہیں۔ ابوعبید نے کہا کہ اولیٰ بات یہ ہے کہ حٰـم والی سورتیں جمع کی جائیں۔

ح م ی — حَـمَـاهُ، يَحْـمِيهِ، حِمَايَة: اس نے اس کی حمایت کی۔ هـذا شيئٌ

حِمیً: (یہ ممنوع چیز ہے) کوئی اس کے قریب نہ جائے۔
اَحْمَیْتُ الْمَکَانَ: میں نے جگہ کو چراگاہ بنایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَا حِمیً اِلّا لِلّٰہ ولِرَسُوْلِہٖ: چراگاہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے سواء کسی اور کے لئے مخصوص نہیں بلکہ یہ مفاد عامہ کے لئے وقف ہے۔
حَمَاۃ المرأۃ: عورت کی ساس، اس لفظ میں کوئی تلفظ یا لہجہ نہیں ہے جبکہ اس کے برخلاف الحم مذکور بذیل (ح م ا)، بمعنی سسر میں حَم کی اصل حَمْوٌ ہے (حاء اور میم مفتوح)۔
الحامی: نراونٹ، مالک کے پاس کافی عرصہ رہنے والا نراونٹ انہیں معنوں میں قول خداوندی: وَلَا وَصِیْلَۃٍ وَلَا حَامٍ: میں مذکور لفظ حَام ہے۔ الفَرّاء کا کہنا ہے کہ جب اس نراونٹ کے بچے کا بچہ جوان ہو جائے تو پھر اس بوڑھے اونٹ پر نہ تو سواری کی جاتی ہے نہ اس کے جسم سے پشم بھی اتاری جاتی، اور نہ ہی اسے کسی چراگاہ میں چرنے سے روکا جاتا ہے۔
فُلَانٌ حَامِی الحقِیْقَۃ کا ذکر ہم تفصیلاً مادہ ح ق ق کے تحت کر چکے ہیں۔ اس کی جمع حُمَاۃ اور حَامِیَہ ہے۔
حُمَۃ العقرب: بچھو کا ڈنک اور اس کی تکلیف۔
حُمَیًّا: پیالے کا پہلا چکر۔
حُمُوَّۃ الألم: تکلیف یا درد کی ٹیس۔
حَمَیْتُ الرِیْضَ الطَعام حِمْیَۃً وحِمْوَۃً: (حاء مکسور) میں نے مریض کو کھانے سے پرہیز کرایا۔
اِحْتَمَیْتُ مِنَ الطعام احتماءً: میں نے کھانے سے سخت پرہیز کیا۔
الحَمِیَّۃ: حمیت، غیرت۔ حَامَی عنہ محاماۃ وحماءً: اس نے اس کی طرف سے وکالت کی۔
حَمِیَ النَّهَارُ (میم مکسور) وَالنَّهارُ والتَّنُورُ حَمْیًا: دن اور تنور تپ گئے۔
الکسائی نے کہا ہے کہ: اشْتَدَّ حَمْیُ الشَمْس: سورج کی تمازت سخت ہوگئی۔
حَمُوْها کا مطلب بھی یہی ہے۔
اَحْمَی الحَدِیْدَ فِی النَّارِ: اس نے آگ میں لوہا تپایا، یا گرم کیا۔ اس لوہے کو مُحْمَی کہا جائے گا۔ اَحْمَی کی بجائے حَمَاہُ نہیں کہہ سکتے۔
تَحَامَاہُ النَّاسُ: لوگوں نے اس سے اجتناب کیا۔

ح ن ا — الحِنَاءُ: مہندی (نون مشدد اور الف ممدود) ہے۔ حَنَّأ رَأْسَہٗ بِالحِنَاء (تَحْنِئَۃً وتَحْنِئًا) (الف ممدود) اس نے اپنے سر کو مہندی سے رنگا۔

ح ن ت م—الحَنتَمُ: سبز رنگ کا گھڑا۔

ح ن ث—الحِنثُ: گناہ اور جرم۔

بَلغ الغُلامُ الحِنثَ: لڑکا برے بھلے کی تمیز کرنے کی عمر کو پہنچ گیا۔

الحِنثُ: قسم توڑنا۔ تم کہتے ہو: اَحْنَثَهُ فی یَمِینِهٖ فَحَنِثَ: اس نے اس سے قسم تڑوائی تو اس نے قسم توڑ دی۔ حِنثًا (حاء مکسور) قسم توڑنا۔ تَحَنَّثَ: وہ عبادت گزار بنا اور اس نے بتوں کو چھوڑ دیا۔ اس کی مثال تَحَنَّفَ ہے یعنی وہ حنیف (مخلص بندہ) بن گیا۔ تَحَنَّثَ مِنْ کَذا: فلاں گناہ سے بچا۔

ح ن ذ—حَنَذَ الشاةَ: اس نے بکری کو بھونا، اور اس کے اوپر گرم پتھر رکھا تا کہ بکری کے گوشت کو پکائے۔ اس طرح کا پکا ہوا گوشت حَنِیذ کہلاتا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ح ن ش—الحَنَشُ: (حاء اور نون مفتوح) ہر پرندہ اور الو جسے شکار کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع الأحْناش ہے۔

الحَنَش: سانپ اور اژدھا کو بھی کہتے ہیں۔

ح ن ط—الحِنطَة: گندم۔ اس کی جمع حِنَط ہے بروزن عِنَب. حَنّاط: (نون مشدد) گندم فروش۔

الحَنُوط: (حاء مفتوح) مردے پر لگانے والی خوشبو یا مسالہ یا مردے کو خوشبو لگانا۔ (لاش محفوظ کرنے کے لئے اس کے جسم پر مخصوص قسم کی کیمیاوی ادویات ملنا)۔

حَنَّطَ المیّتَ تحنیطًا: اس نے میت کو خوشبو مل دی۔ یا حنوط کیا۔

الحِناطَةُ: تحنیط کرنے کا فن یا عمل۔

ح ن ف—الحَنِیفُ: مخلص و یکسو مسلمان۔

تَحَنَّفَ الرّجُلُ: آدمی حنیف بن گیا۔ یعنی اس نے حنفیوں جیسا کام کیا۔ اس کا معنی احتتن یعنی اس نے ختنہ کیا یا اس کا ختنہ ہوا بھی کہا جاتا ہے۔ اور اِعْتَزَلَ بھی اس کا مطلب ہے یعنی اس نے بت پرستی ترک کر کے اللہ کی عبادت اختیار کی۔

ح ن ق—الحَنَقُ: غیظ غضب، اس کی جمع حِناق ہے۔ جس طرح جَبَل کی جمع جِبَال ہے۔

قَدْ حَنِقَ عَلَیْهِ: وہ اس پر غصے ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

حَنِقٌ: غضبناک، غیظ بھرا۔

ح ن ک—حَنَکَ الفَرَسَ: اس نے گھوڑے کے منہ میں رسی ڈال دی۔ اسی کا باب نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔

احتَنَکَهٗ کا بھی یہی معنی ہے۔

احتنکَ الجَرادُ الأرضَ: ٹڈی نے زمین پر موجود چیزیں کھا لیں اور اس کی

پیداوار تک پہنچ گئی یا پیداوار پر حملہ آور ہوئی۔ قول خداوندی ہے جس میں ابلیس کا قول نقل کیا گیا ہے: لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ: الفرّاء نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ میں اس کی اولاد پر چھا جاؤں گا۔

الحَنَكُ: چونچ۔ کہا جاتا ہے کہ اَسْوَدُ مثلُ حَنَكِ الغُرَابِ یعنی کالا کوے کی چونچ جیسا۔

حَانِكٌ: حالک کا ہم معنی، کالا گہرا۔ کالا سیاہ۔

الحَنَكُ: انسان وغیرہ کا ٹھوڑی سے نیچے کا حصہ۔

ح ن ن – الحَنِينُ: شوق، دلی چاہت، پیار۔

قَدْ حَنَّ إِلَيْهِ يَحِنُّ: (حاء مکسور) حِنِينًا: وہ اس کا مشتاق ہوا۔

حَانٌّ: مشتاق، چاہت کرنے والا۔

الحَنَانُ: رحم و شفقت اور چاہت۔

قَدْ حَنَّ عَلَيْهِ يَحِنُّ (حاء مکسور) حنانًا: اس نے اس پر شفقت کی۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی: وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: مَا أَدْرِي مَا الحنان: میں نہیں جانتا کہ حنان کیا ہے۔

الحِنَّانُ: (نون مشدّد) شفقت کرنے والا۔

تَحَنَّنَ عَلَيْهِ: اسے اس پر بہت رحم آیا۔ عرب کہتے ہیں کہ: حَنَانَكَ يَا رَبُّ: اے رب تجھ سے شفقت چاہتا ہوں۔

حَنَانَيْكَ يارب کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی اے رب تیری رحمت کی دعا ہے۔

حَنَّةُ الرَّجُل: آدمی کی بیوی۔

حُنَيْن: ایک جگہ کا نام، یہ نام مؤنث بھی ہے اور مذکر بھی۔ اگر اس سے مراد شہر اور جگہ ہو، تو اسے بطور مذکر استعمال کریں گے اور اسے منصرف بنائیں گے مثلاً: قول خداوندی: وَيَوْمَ حُنَيْنٍ: اور اگر اس سے مراد گاؤں اور دلدل یا زمین کا قطعہ ہو تو پھر یہ مؤنث ہوگا اور غیر منصرف ہوگا۔ اس کی مثال شاعر کا قول ہے:

نَصَرُوا نَبِيَّهُمْ وَشَدُّوا أَزْرَهُ
بِحُنَيْنَ يَوْمَ تَوَاكُلَ الأَبْطَال

"انہوں نے حنین کے مقام پر اس دن اپنے نبی کی مدد کی اور پشت پناہی کی جس دن بڑے بڑے بہادر دل چھوڑ گئے۔"

لوگوں کا یہ قول رُجِعَ بِخُفَّي حنين: ناکامی کے اظہار کے لئے بطور مثال کہا جاتا ہے۔

الجِنُّ: (حاء مکسور) جنات کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جنات اور انسانوں کے درمیان ایک مخلوق ہے۔

ح ن ا – الحَنِيَّةُ: کمان، حَنَيْتُ

ظَهْرِیْ: میں نے اپنی کمر دوہری کی۔
حَنِیْتُ الْعُوْدَ: میں نے لکڑی دوہری کی۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔ حَنَوْتُہٗ کا معنی بھی 'میں نے اسے دوہرا کیا' ہے اور اس کا باب عَدَا ہے۔
رَجُلٌ اَحْنَی الظَّھْرِ: ایک شخص نے کمر دوہری کی۔
امْرَأَۃٌ حَنْیَاءُ وَحَنْوَاءُ: کبڑی عورت۔
حَنَا عَلَیْہِ: وہ اس پر جھکا، یا اس پر مہربانی کی۔ اس کا باب سما اور عَدَا ہے۔
تَحَنّٰی عَلَیْہِ تَحَنُّنَ عَلَیْہِ: اسے اس پر رحم اور ترس آیا۔
انْحَنَی الشَّیْئُ: کوئی چیز ٹیڑھی ہوگئی۔
ح و ب — الحُوْبُ: (حاء مضموم) اور الحَابُ: گناہ۔
قَدْ حَابَ بِکَذَا: اس نے یہ گناہ کیا۔ اس کا باب قَالَ اور کَتَبَ ہے۔
حَوْبَۃٌ: (حاء مفتوح) گناہ۔
ح و ت — الحُوْتُ: مچھلی، اس کی جمع الحِیْتَانُ ہے۔
میرا کہنا یہ ہے اور یہی الازہری نے کہا ہے کہ حُوتٌ سے مطلق مچھلی مراد ہے نہ کہ کوئی خاص مچھلی۔ قول خداوندی ہے: نَسِیَا حُوْتَھُمَا: یعنی حضرت موسیٰ اور ان کا خادم اپنی مچھلی بھول گئے۔ صحیح حدیث میں منقول ہے کہ یہ مچھلی ٹوکرے میں تھی۔ تمہارا دو آدمیوں کے اس زادِ راہ بالخصوص حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھی کے زادِ رہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اس سے بھی زیادہ واضح دلیل قول خداوندی ہے: اِذْ تَاْتِیْھِمْ حِیْتَانُھُمْ: یعنی سبت کے دن جب بنی اسرائیل کے پاس ان کی مچھلیاں آئی تھیں۔ البتہ یہ قول خداوندی: فَالْتَقَمَہُ الْحُوْتُ: حضرت یونسؑ کو مچھلی نے لقمہ بنا کر نگل لیا تو اس بات کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مچھلی بڑی تھی۔ ورنہ صرف تلفظ حُوت سے مراد بڑی مچھلی نہیں لی جاسکتی جب کہ عام لوگوں کا خیال ہے۔ ابن فارس کا کہنا ہے کہ حُوت کا معنی بڑی مچھلی ہے۔
ح و ث — حَوْثُ: حَیْثُ کا ایک دوسرا تلفظ یا لہجہ ہے۔
ح و ج — الحَاجَۃُ: ضرورت، اس کی جمع حَاجٌ، حاجات اور حِوَجٌ بروزن عِنَبٌ اور خلاف قیاس حَوَائِجُ ہے۔ گویا انہوں نے اسے حَائِجَۃ کی جمع بنایا ہے۔ الاصمعی نے اسے ناپسند کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ لفظ نو ایجاد اور دخیل ہے۔ الحَوْجَاءُ بروزن العَوْجَاءُ بمعنی حاجت و ضرورت۔
حَاجَ الرَّجُلُ: آدمی ضرورت مند ہوگیا۔

احتاجَ کا بھی یہی معنی ہے۔اس کا باب قَالَ. اَحْوَجَهٗ: اسے کسی دوسرے نے حاجتمند بنا دیا۔ اَحْوَجَ کا معنی بھی 'وہ محتاج ہو گیا' ہے۔

ح و ذ: حدیث شریف میں ہے: اَلْمُؤمِنُ خفیفُ الحَاذِ: مومن سبک کمر ہے یعنی سبک سامان ہوتا ہے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِ الشَّیْطَان: شیطان اس پر غالب آ گیا۔ قول خداوندی ہے: اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْکُمْ: کیا ہم تمہارے معاملات پر غالب نہیں ہیں۔ اور تمہاری دوستی اور مروّت پر چھائے ہوئے نہیں ہیں۔

ح و ر — حَارَ: لوٹا۔ اس کا باب قَالَ اور دَخَلَ ہے۔

فُلَانٌ حَائِرٌ بَائِرٌ: فلاں شخص ہلاک ہونے والا ہے یا کھوٹا ہے یعنی کسی کام کا نہیں ہے۔

الحَوَرُ: (حاء اور واؤ مفتوح) سرخ رنگ کا چڑا یا کھال جس سے ٹوکریوں کو ڈھانپا جاتا ہے۔ اس کا واحد حَوَرَةٌ ہے۔ (حاء اور واؤ مفتوح)۔

الحَوَرُ: آنکھ کی گہری سیاہی میں شدید سفیدی۔

اِمْرَاَةٌ حَوْرَاءُ: سفید فام عورت۔

احْوَرَّتْ عَیْنُهٗ: اس کی آنکھ میں شدید سیاہی کے اندر شدید سفیدی آ گئی۔ اصمعی نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آنکھ کے اندر حَوَر کا کیا معنی ہے۔ ابو عمرو کا کہنا ہے کہ الحَوَرُ کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ ساری سیاہ ہو جائے جس طرح ہرن یا گائے کی ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ انسانوں میں اس رنگ کی آنکھیں نہیں ہوتیں۔ البتہ عورتوں کو ہرنی اور گائے کی آنکھوں کے ساتھ مشابہت دینے کے لئے حُور کہا جاتا ہے۔ اسی مفہوم میں حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کو حواری کہا گیا ہے کہ وہ دھوبی تھے اور کپڑے اُجلے سفید کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الحَوَارِیُّ کا معنی مددگار ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: الزُّبیر بن العَوَّام ابنُ عَمَّتِي وحَوَارِيّ: زبیر بن العوام میرے پھوپھی زاد بھائی اور میری امت میں سے میرے مددگار ہیں۔

الحُوَّارَی: (حاء مضموم اور واؤ مشدد) کھانے میں خاص وہ حصہ جسے سفید کر دیا گیا ہو، هٰذا دَقِیقٌ حُوَّارَی: یہ سفید آٹا ہے۔

حَوَّرَهٗ فَاحْوَرَّ: یعنی اس نے اسے سفید کر دیا تو وہ سفید ہو گیا۔

الحُوَارُ: (حاء مضموم) اونٹنی کا بچہ جو ابھی ماں سے جدا نہ کیا گیا ہو، جب جدا کیا جائے تو پھر اسے فَصِیْلٌ کہتے ہیں۔ تین

کے عدد تک تو ثَـلاثَةُ اَحْوِرَة کہیں گے لیکن اس سے زائد کے لئے حِیْـرَان اور حُوْرَان بھی کہیں گے۔

حَـوْرَان: (حاء مفتوح اور واؤ ساکن) شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔

المُحَاوَرَةُ: ایک دوسرے کو جواب دینا۔ بات چیت کرنا۔ التَّحَـاوُرُ کا بھی یہی مطلب ہے۔

ح و ز — الحَوزُ: اکٹھا کرنا۔ اس کا باب قَالَ اور کَتَبَ ہے۔ ہر شخص جس نے کسی چیز کو اپنے ساتھ ملالیا تو کہیں گے کہ حَازَهُ اور احْتَازَهُ بھی۔

الحَیِّزُ بروزن الهَیِّن: مکان یا گھر کے ارد گرد سے ساتھ ملنے والے مکانات اور تمام اطراف مکان کی حدود میں شمار ہوں گی۔

الحَوْزَةُ بروزن الحَوْرَة: طرف اور جانب۔

اَنْحَازَ عَنْهُ: وہ اس سے مڑگیا یا پھر گیا۔

اِنْحَـازَ القَـوْمُ: لوگوں نے اپنا مرکز دوسروں کے لئے چھوڑ دیا یا لوگ غیر جانبدار ہو گئے۔

ح و ش — حَاشَ الصَّیْدَ: وہ اپنے شکار کو دو طرف سے گھیر لایا تا کہ اسے اپنے جال یا پھندے کی طرف موڑے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اَحَـاشَهُ، اَحْوَشَهُ اور اُحْتَوَشَ القومُ الصَّیْدَ: قوم یا لوگ شکار کو گھیر کر پھندے کی طرف لائے۔ یا ہا کا کیا۔

اُحْتَوَش القَـوْمُ علٰی فُـلانٍ: لوگ فلاں شخص کو گھیر کر اپنے درمیان لے آئے۔

حَـاشَ الاِبِلَ: اس نے اونٹ اکٹھے کئے اور انہیں ہانکا۔

اِنْحَـاشَ عَـنْـهُ: وہ اس سے بدک گیا۔

لوگ محاورۃً کہتے ہیں: حَـاشَ لِلّٰه: خدا پاک ہے، بات ایسی نہیں ہے۔ لیکن اس ترکیب پر قیاس کر کے حَاشَ لَکَ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ حَـاشَـاکَ کہا جاسکتا ہے۔ اور حَـاشَی لَـکَ بھی کہہ سکتے ہیں۔

حُوْشِیُّ الکلام: کلام کا وَحشی یعنی غیر مانوس ہونا۔

ح و ص — الحَـوَصُ: (حاء اور واؤ مفتوح) آنکھ کے پچھلے حصے میں تنگی۔

الرَّجُلُ اَحْوَصُ: مرد اَحْوَص ہے یعنی اس کا دنبالۂ چشم تنگ ہے۔

اور المرأۃُ حَوْصاء: عورت حَوْصَاءُ ہے یعنی عورت کا دنبالۂ چشم تنگ ہے۔ اس کا باب طَـرِبَ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے "دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ کا چھوٹا ہونا"۔

ح و ض — الـحَـوْضُ: تالاب، اس کی جمع الأحواض، الحِیَاض ہے۔

حَاضَ الرَّجُلُ: آدمی نے حوض بنایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

اِسْتَحْوَضَ الْمَاءَ: اس نے حوض میں پانی جمع کیا۔

ح و ط — الحَائِطُ: دیوار۔ اس کی جمع الحِيطَانُ ہے۔ حَوَّطَ كَرْمَهُ تَحْوِيطًا: اس نے اپنے باغ (تاکستان) کی احاطہ بندی کی۔

كَرْمٌ مُحَوَّطٌ: احاطہ بند باغ۔ لوگ بطور محاورہ کہتے ہیں: أُحَوِّطُ حَوْلَ ذٰلِكَ الأَمْرِ: میں اس کام کے گرد دیوار بناتا ہوں یعنی میں اس معاملہ میں گھوم رہا ہوں یا غور و فکر کر رہا ہوں۔

حَاطَهُ: اس نے اس کی رعایت یا دیکھ بھال کی۔ اس کا باب قَالَ اور كَتَبَ ہے۔

حِيطَةٌ: پاک دامن شریف عورت۔

الحِمَارُ يَحُوطُ عَانَتَهُ: جنگلی گدھا اپنے ریوڑ کو اکٹھا کر رہا ہے۔

احتاط لنفسه: اس نے احتیاط کی۔ اعتماد حاصل کیا۔ اطمینان کر لیا۔

أَحَاطَ بِهِ: اس نے اس کا احاطہ کیا یعنی اچھی طرح جان لیا یا پورا علم حاصل کیا۔

أَحَاطَتْ الخَيْلُ بِهِ: شہسوار نے اس کو گھیر لیا۔

احتاطت بِهِ: اس نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا۔ احتیاط سے اس کا جائزہ لیا۔

ح و ف — حَافَتَا الوَادِي: وادی کے دو کنارے۔

ح و ک — حَاكَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا بُنا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

حِيَاكَةٌ: بُننا۔

حَائِكٌ: جولاہا۔

قَوْمٌ حَاكَةٌ: جولاہے لوگ۔ اسے حَوَكَةٌ (واؤ مفتوح) بھی کہتے ہیں۔

نِسْوَةٌ حَوَائِكُ: جولاہی عورتیں۔

مَحَاكَةٌ: بُننے کی جگہ۔

ح و ل — الحَوْلُ: حیلہ، تدبیر، اس کا معنی قوت بھی ہے۔ اور سال بھی۔

حَالَ عَلَيْهِ الحَوْلُ: اس پر ایک سال گزر گیا۔

حَالَتِ الدَّارُ: گھر پہ سال گزر گیا۔

حَالَ الغُلَامُ: لڑکے پر سال گزر گیا۔ یا لڑکا سال کا ہو گیا۔

حَالَتِ القَوْسُ واستحالت: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی کمان اپنی اصلی حالت سے بدل گئی اور ٹیڑھی ہو گئی۔ ان تمام صیغوں کا باب قَالَ ہے۔

حَالَتِ النَّاقَةُ تَحُولُ (حُؤُولًا): (حاء مضموم) اور حِيَالًا (حاء مکسور) نر اونٹ نے اونٹنی سے جفتی کی لیکن اونٹنی حاملہ نہ ہوئی۔ ایسی اونٹنی کو اہلِ حِيَال کہیں گے۔ یہی حالت کھجور کے درخت کی ہے۔

حَالَ عَنِ الْعَهْدِ يَحُوْلُ (حُؤُوْلًا): اُلٹ جانا۔ وعدے سے پھرنا۔
حَالَ لَوْنُهٗ: اس کا رنگ بدل گیا اور کالا ہو گیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
حَالَ الشَّيْئُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ: میرے اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی۔
حَالَ اِلٰى يَحُوْلُ حِوَلًا وحُوُوْلًا ومكان آخَرَ: (حاء مکسور اور واؤ مفتوح) وہ کسی دوسری جگہ منتقل ہو گیا۔ محاورہ ہے: قَعَدَ (حَوْلَهٗ) و(حِوَالَهٗ) و(حَوْلَيْهِ) و(حَوَالَيْهِ) نہیں کہہ سکتے۔ یعنی (لام مکسور) جس سے یہ مراد لی جائے کہ وہ اس کے اردگرد، آس پاس یا آمنے سامنے بیٹھ گیا۔ الحُوْلُ (حاء مضموم) الحِيَال اور الحُوْلُ: اونٹنی کا ایک سالہ بچہ۔ اس کا واحد حَائِل ہے۔
الحالَةُ: حالت، اس کی جمع اَحْوَال ہے یعنی حالات۔
الحَالُ: کالی مٹی۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جبریلؑ نے کہا کہ میں نے سمندر سے کالی مٹی لی اور اس کے منہ میں بھر دی، یعنی فرعون کے منہ میں۔
التحَوُّل: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ اس کا اسم الحِوَلُ ہے۔ یہی مفہوم اس قول خداوندی میں ہے: لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا: وہ اس سے پھرنا نہیں چاہتے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے الزُّجاج سے بیان کیا کہ الحِوَلُ الصِغَرُ کی طرح مصدر ہے۔
التَحَوُّل: احتیاط (بمعنی حیلہ گری) سے بھی مشتق ہے۔
اَحَالَ الرَّجُلُ: آدمی نے ناممکن کام کیا اور اَنہونی بات کی۔
اَحَالَ عَلَيْهِ الحَوْلُ: اس پر سال گزر گیا۔
احالتِ الدّار واَحْوَلَتْ: مکان یا گھر پہ سال گزر گیا۔ اسی طرح طعام وغیرہ کے لئے کہہ سکتے ہیں۔ اس کا اسم فاعل مُحْيِلٌ ہے یعنی وہ چیز یا جگہ جس پر سال گزر جائے۔
اَحَالَ عَلَيْهِ بِدَيْنِهٖ: اس نے اپنا قرض اس پر ڈال دیا۔ اس سے اسم (الحِوَالَةُ) ہے یعنی منتقل کرنا۔
اَحَالَ الرَّجُلُ بالمكانِ واَحْوَلَ: آدمی نے مکان میں سال گزارا۔
حَاوَلَ الشَّيْئُ: چیز کا ارادہ کیا، طلب کیا۔
حَوَّلَهٗ فَتَحَوَّلَ: اس نے اسے موڑا تو وہ مڑ گیا۔
حَوَّلَ بِنَفْسِهٖ: اس نے اپنے آپ کو موڑا تو خود مڑا۔ یہ متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔

الْمَحَالَةُ: (میم مفتوح) حملہ، چارہ، تدبیر۔لوگوں کا لامحالہ کہنے کا مطلب ہے: ناچار، لازماً، بہرحال۔

هُوَ أَحْوَلُ مِنْهُ: وہ اس سے زیادہ حیلہ گیر ہے۔

مَاأَحْوَلَهُ: وہ کس قدر حیلہ گیر ہے۔

رَجُلٌ حُوَّلٌ بروزن سُكَّرٌ: ہوش مند، صاحب بصیرت، معاملات سلجھانے والا۔

هُوَ حُوَّلٌ قُلَّبٌ: وہ حارہ گر اور تدبیر کرنے والا ہے۔

إِحْتَالَ: اس نے حیلہ کیا۔

احتال عَلَيْهِ بالدَّيْنِ: اس نے دوسرے کے ذمہ قرض ڈال دیا۔ یہ الحوالة سے مشتق ہے۔

رَجُلٌ أَحْوَلُ: بھینگا شخص۔

قَدْ حَوِلَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ بھینگی ہوگئی۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اسْتَحَالَ الكَلامُ: اس نے ناممکن بات کہی۔

الأَرْضُ المستحيلة: (مجاہد کی حدیث میں مذکور) ٹیڑھی زمین۔

ح و م—حَامَ الطَّائِرُ وغيرهُ حَوْلَ الشَّيْئِ: پرندہ وغیرہ کسی چیز کے گرد منڈلایا۔اس کا باب قَالَ ہے۔

حَوَمَانًا: (واؤ مفتوح) کا معنی بھی منڈلانا ہے۔

حَوْمَةُ القِتَلِ: لڑائی کا بڑا حصہ۔

حَام: حضرت نوحؑ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا جس کا نام یا کنیت 'ابوالسودان' تھی۔

ح و ا—الحَوَايا: آنتیں، اس کا واحد حَوِيَّةٌ ہے۔

الحِوَاءُ: لوگوں کے گھروں کا ایک مجموعہ جو ایک ہی جگہ ہو۔اس کی جمع الأَحْوِيَةُ ہے۔اور یہ گھر اونٹوں کے پشم سے بنے ہوتے ہیں۔یعنی خیموں کی شکل میں یا خیمہ بستی۔

الحُوَّةُ: ایسا رنگ جس کے ساتھ سیاہی مائل رنگ ملا ہوا ہو، جیسے لوہے کا زنگ ہوتا ہے۔اصمعی نے کہا کہ الحُوَّةُ سرخی ہے جو سیاہی مائل ہو۔

الحُوَّةُ: ہونٹوں کی گندمی رنگت کو بھی کہتے ہیں۔چنانچہ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ أَحْوَى، وامْرَأَة حَوَّاء: گندمی رنگت کے ہونٹوں والا مرد اور عورت۔

حَوَاهُ يَحْوِيهِ حَيًّا، احتواه: اس نے جمع کیا، سمایا، سمیٹا۔

احْتَوَى عَلَى الشَّيْءِ: کسی چیز کے اندر سمایا، اس پر قابض ہوا۔

تَحَوَّتِ الحَيَّةُ: سانپ کنڈلی مار کر اکٹھا ہوا یا سمٹا۔بَعِيرٌ أَحْوَى: اونٹ جب اس کے سبز رنگ میں سیاہ اور زرد رنگ ملا ہو۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے قول خداوندی: فَجَعَلَهُ غُثَاءً اَحْوَى: میں غُثاء کا ترجمہ خشک اور الأحوَى کا ترجمہ ہمیشہ کا سیاہ کالا کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہوسکتا ہے ترتیب کلام میں بعد میں آنے کے باوجود معنی کے لحاظ سے یہ مقدم ہو اور اس کی تقدیر اَخْرَجَ الْمَرْعَى اَحْوَى ہو یعنی سبزے سے سیاہ ہوا اور اس کے سبز ہونے کے بعد اسے خشک کر دیا۔

ح ی ث - حَيْثُ: ظرف مکاں ہے بمنزلہ جب، یہ اسم مبنی ہے اس کے آخر حرف پر حرکت حرف التقاء ساکنین کی وجہ سے دی گئی ہے۔ بعض عرب اسے مبنی بر ضمہ قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ جملہ میں صرف مضاف کی حیثیت سے استعمال میں آتا ہے مثلاً: ہم یوں کہتے ہیں: اَقُوْمُ حَيْثُ تَقُوْمُ: میں وہیں کھڑا ہوں جہاں تم کھڑے ہوگے۔ نہ تو حيث زَيْدٌ کہنا چاہئے اور نہ ہی حيث زَيْدًا. البتہ یوں کہنا چاہئے کہ: حَيْثُ تَكُوْنُ الْكَوْنُ یعنی جہاں تم ہوگے میں بھی وہیں ہوں گا۔ بعض عرب اسے مبنی بر فتحہ قرار دیتے ہیں کیونکہ یاء کے ساتھ ضمہ کا پڑھنا ثقیل ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایسے اسماء ظرف میں سے ہے جو مانگے بغیر پورے معانی نہیں دیتے مثلاً: تم کہو گے کہ حَيْثُمَا تَجْلِسْ اَجْلِسْ تم جہاں کہیں بیٹھ گئے میں بھی وہیں بیٹھوں گا۔ قول خداوندی: وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى: (جادوگر جہاں کہیں بھی ہوں گے کامیاب نہ ہوں گے) اسے ابن مسعودؓ نے اَيْنَ اَتٰى پڑھا ہے۔ عرب کہتے ہیں کہ: جِئْتُ مِنْ اَيْنَ لَا تَعْلَمُ یعنی مِنْ حيث لا تَعْلَمُ: میں وہاں سے آیا ہوں جہاں کا تجھے علم نہیں ہے۔

ح ی د - حَادَ عَنْهُ يَحِيْدُ حَيْدَةً وَحَيُوْدًا وَحَيْدُوْدَةً: وہ اس سے دور ہوا۔ یا اس نے رخ موڑ لیا اور پھر گیا۔

ح ی ر - حَارَ يَحَارُ حَيْرَةً وَحَيْرًا: (دونوں میں یاء ساکن) وہ اپنے معاملے میں حیران ہوا۔ چنانچہ هُوَ حَيْرَانُ اور قَوْمٌ حَيَارَى کہیں گے۔

حَيَّرَهُ فَتَحَيَّرَ: اس نے اسے حیران کر دیا تو وہ حیرت زدہ ہو گیا۔

رَجُلٌ حَائِرٌ بَائِرٌ: حیران و پریشان شخص، جب اسے نکلنے کا کوئی راستہ نہ سوجھتا ہو۔

الْحِيْرَةُ: حیرہ (حاء مکسور) کوفہ کے نزدیک ایک جگہ کا نام۔

ح ی س - الْحَيْسُ: ملنا یا ملانا۔ خلط ملط کرنا۔ گھلا ملا دینا۔ اسی لئے کھجور کو گھی اور پنیر میں ملانے سے جو شکل بنتی ہے اسے

الحَيْس کہتے ہیں۔

خَاسَ الحَيْسَ: اس نے حَیس بنایا (کھجور گھی اور پنیر ملاکر)۔

ح ی ص — حَاصَ عَنْهُ: اس نے اس سے منہ موڑا اور دور ہوا۔ اس کا باب بَاع ہے اور مصدر حُيُوصًا، مَحِيصًا، مَحَاصًا اور حَيَصَانًا (یاء مفتوح) ہے۔

محاورہ ہے کہ مَا عَنْهُ مَحِيصٌ: اس سے کوئی فرار یا بچاؤ نہیں ہے۔

الإنحِيَاصُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ح ی ض — حَاضَتِ المرأةُ: عورت کو حیض آ گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور مصدر مَحِيضًا بھی ہے۔ اسم فاعل حائض اور حائضة بھی۔ یہ الفراء کے قول کے مطابق ہے۔

نِسَاءٌ حُيَّضٌ وَحَوَائِضُ: حیض والی عورتیں۔

الحَيْضَةُ: ایک بار کا حیض آنا، اس کا اسم الحِيضَةُ ہے جس کی جمع الحِيَضُ ہے۔

الحِيضَةُ: (حاء مکسور) اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جو عورتیں حیض کے دنوں میں بطور لنگوٹ یا چیتھڑا باندھ لیتی ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: لَيْتَنِي كُنْتُ حِيضَةً مُلْقَاةً: کاش میں گرا پڑا چیتھڑا ہوتی۔ اسی طرح المَحِيضَةُ، جس کی جمع المَحَايِضُ کا معنیٰ بھی یہی ہے۔

اُسْتُحِيضَتِ المَرأَةُ: ماہواری کے مقررہ ایام کے بعد بھی عورت کا حیض کا خون جاری رہا۔ اور ایسی عورت کو مُسْتَحَاضَةٌ کہتے ہیں۔

تَحَيَّضَتْ: عورت نے ماہواری کے دنوں میں نماز کی ادائیگی سے بیٹھی رہی۔ یعنی نماز پڑھنا موقوف کر دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: تَحَيَّضِي فِي عِلْمِ اللّٰهِ سِتًّا أَوْ سَبْعًا: حیض کے دنوں میں علم الٰہی کے مطابق چھ یا سات دن رُکی رہو۔

ح ی ف — الحَيْفُ: ظلم و جور، زیادتی۔

قَدْ حَافَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر ظلم کیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

ح ی ق — حَاقَ بِهِ الشَّيْئُ: کسی چیز نے اسے گھیر لیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ: بری چال کا وبال چال چلنے والے پر پڑتا ہے۔

حَاقَ بِهِمُ العَذَابُ: ان پر عذاب نازل ہوا، انہیں عذاب نے گھیر لیا۔

ح ی ل — الحِيلَةُ: یہ احتیال کا اسم ہے اور مصدر واوی سے مشتق ہے۔ اسی طرح الحَيْلُ اور الحَوْلُ: چارہ، قوت طاقت۔ چنانچہ لا حول ولا قوة کے مقابل اس کا

ایک دوسرا لہجہ یا لغت لا حَیلَ ولا قوۃ بھی ہے۔

اَحْیَلُ مِنْهُ: دوسرے سے زیادہ قوت وہیبت والا اور حیلے والا۔

وَمَا اَحْیَلَهُ: وہ کس قدر سخت حیلے والا ہے۔ اسے ما اَحْوَلَهُ بھی کہہ سکتے ہیں۔

یہ دوسرا لہجہ ہے۔ یہ محاورہ: مَالَهُ حِيلَةٌ ولا مَحَالَةٌ ولا اِحْتِيَالٌ اور لا مَحَالَ سب ہم معنی ہیں۔

ح ی ن — الحِينُ: وقت۔ کہا جاتا ہے حِينَئِذٍ: جس وقت۔ شاید حیض سے پہلے تاء لگا کر اسے تَحِينُ کہتے ہیں جس کا معنی حین ہے۔

الحِينُ: مدت بھی۔ اسی مفہوم میں قول خداوندی ہے: هَلْ اَتَى عَلَى الْاِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ: بیشک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے۔

حَانَ لَهُ اَنْ يَفْعَلَ كَذَا: اس کے لئے وقت آ گیا ہے کہ وہ ایسا کرے۔ اس کا مضارع يَحِينُ ہے اور مصدر حِينًا (حاء مکسور)۔

حَانَ حِينُهُ: اس کا وقت قریب آن لگا ہے۔

عَامَلَهُ مُحَايَنَةً: اس نے اس کے ساتھ ایک معینہ وقت کے لئے معاملہ کیا۔ اسی طرح عَامَلَهُ مُسَاوَعَةً: اس نے گھڑی بھر کے لئے معاملہ کیا۔

اَحْيَنَ بِالْمَكَانِ: مکان یا جگہ میں کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ اور فلانٌ يفعل كذا اَحْيَانًا: فلاں کبھی کبھی ایسا کرتا ہے۔

وفي الاَحَايِينَ: وہ مختلف وقتوں میں ایسا کرتا ہے۔

الحَيْنُ: موت، ہلاکت (حاء مفتوح)۔

قَدْ حَانَ الرَّجُلُ: آدمی ہلاک ہو گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

اَحَانَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے ہلاک کرے۔ (بددعا)۔

الحَانَاتُ: شراب خانے۔

الحَانِيَةُ: شراب خانة یعنی شراب خانے کی نسبت کے باعث۔

الحَانَةُ: شراب خانہ۔ اسی کو حانوت الحمار یعنی شراب فروش کی دکان بھی کہتے ہیں۔

الحَانُوت: مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ اس کی جمع حَوَانِيت ہے۔

ح ی ا — الحَيَاةُ: موت کی ضد۔

الحَيّ: مردہ کی ضد۔ الحياة بروزن مَفْعَلُ بمعنی زندگی۔ تم کہتے ہو کہ: مَحْيَايَ ومَمَاتِي: میرا جینا مرنا۔

الحَيّ: قبیلہ اس کی جمع الأحياء: محلّہ کے معنوں میں یہ لفظ مستعمل ہے۔

اَحْيَاهُ اللّٰهُ: اللہ اسے زندگی دے (دُعا)

فَحِيَ اور حَيَّ بھی کہہ سکتے ہیں۔ حَيَّ میں زیادہ تر ادغام ہے چنانچہ قرآن کی آیت: وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ پڑھی جاتی ہے۔ جمع کی صورت میں حَيُوْا، یاء شدّ کے بغیر پڑھا جاتا ہے۔ حیاء بمعنی شرم و حیا سے مشتق استحیاہُ اور استحیا مِنْهُ دونوں ہم معنی ہیں۔

استحَيْتُ: (میں نے حیا کی) صرف ایک یاء کے ساتھ، اس کی اصل اسْتَحْيَيْتُ ہے۔ پہلی یاء کو حرف عِلت قرار دیا گیا اور اسے حذف کر کے اس کی حرکت حاء کو دی گئی۔ اور کثرت استعمال کے باعث استَحَيْتُ بنا دیا گیا۔ اَخفش نے کہا کہ استَحی (صرف ایک یاء کے ساتھ) کہنا تمیم کی لغت (لہجہ) ہے اور دو یاء کے ساتھ اسے استَحْيِي کہنا اہل حجاز کی لغت یعنی لہجہ ہے۔ اور وہی اصل ہے۔ یاء کو اس کلمہ کے کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کیا گیا یہ اسی طرح ہے جس طرح لوگوں نے لَا اَدْرِيْ میں سے 'ی' کو حذف کر کے حرف لَا اَدْرِ کہنا شروع کر دیا۔ قول خداوندی ہے: وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآئَكُمْ: (وہ تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے ہیں)۔ اور یہ آیت: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا: (بے شک اللہ تعالیٰ مثال دینے سے نہیں شرماتا)۔ يَسْتَحْيِي کا ترجمہ اللہ تعالیٰ مثال بیان کئے بغیر نہیں چھوڑتا' ہے۔

اَلْحَيَّةُ: سانپ۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ آخری 'ۃ' تانیث کی نہیں بلکہ افراد کی ہے جس طرح بَطَّـةٌ اور دجَاجَة کی تانیث کی نہیں بلکہ افراد کی ہے۔ اسی بناء پر کہ عربوں سے یوں روایت کی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں: رَاَیْتُ حَيًّا علٰی حَيَّةٍ: میں نے ایک نر سانپ مادہ سانپ پر دیکھا۔ اور یہ کہ: فُلَانٌ حَيَّةٌ: یعنی وہ نر سانپ ہے۔

الحَاوِیْ: سپیرا۔

الحَيَا: (الف مقصور) بارش اور شادابی و زرخیزی۔

الحَيَاءُ: (الف ممدود) شرم و حیا۔

الحَيَوَانُ: موتان کی ضد یعنی زندہ۔

المُحَيَّا: چہرہ۔

التَّحِيَّةُ: سلام و دعا، مملکت و سلطنت۔

حیاکَ اللّٰهُ: اللہ تجھے زندگی دے۔

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ: ملک اللہ کا ہے۔

مُحَيِّي: مذکر اور مُحَيِّيَةٌ: مؤنث۔ یعنی تحیّا کا اسم فاعل۔

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ: نماز کی طرف آؤ۔ یہ فعل امر کے لئے اسم ہے۔ اسی طرح عرب حَيَّ عَلَى الثَّرِيْدِ کہتے ہیں یعنی ثرید کھانے کے لئے آؤ۔

باب الخاء

خ ب أ — خَبَاهُ: اس نے اسے چھپایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ انہیں معنوں میں لفظ الخَابِيَةُ ہے جس سے ہمزہ لکھنا ترک کر دیا گیا ہے۔

الخَبْءُ: چھپی ہوئی چیز۔

خبْءُ السماء: بارش کے قطرے۔

خبْءُ الارض: نباتات، پیداوار۔

اختَبَأَ: وہ چھپ گیا۔

خ ب ب — الخِبُّ: (خاء مفتوح ومکسور) دھوکہ باز شخص، اسی سے مشتق لفظ وَخَبِبت یا رَجُلُ (باء مکسور) اے شخص تو نے دھوکا دیا۔ خِبًّا مصدر بمعنی دھوکا۔

الخَبَبُ: دوڑنے یا تیز چلنے کی ایک قسم یا ایک چال، اس کا باب رَدَّ ہے۔ خَبَبًا اور خبيبًا کا بھی یہی معنی ہے۔

خ ب ت — الإخبات: خشوع وخضوع، عاجزی۔ لوگ کہتے ہیں کہ: اَخْبَتَ لِلّٰه: اس نے اللہ کے سامنے عاجزی کی یا خشوع کیا۔

خ ب ث — الخَبِيثُ: ناپاک، طَيِّب بمعنی پاکیزہ کی ضد۔

قَدْ خَبُثَ الشَّيْئُ: چیز خراب ہوگئی یا ناپاک ہوگئی۔ (باء مضموم)۔ خَبَاثَةً اس کا مصدر ہے۔

خَبُثَ الرَّجُلُ: (باء مضموم) خُبثًا کا معنی بھی آدمی خبیث ہو گیا۔ خِبِّيثٌ: دھوکہ باز، ردی شخص۔ ناکارہ آدمی۔ أَخْبَثَهُ: اس نے اسے خباثت سکھائی اور اسے خراب کر دیا۔ أَخْبَثَ الرَّجُلُ: آدمی نے خبیثوں کی صحبت اختیار کی۔ اسے خبیث اور مُخْبِث (باء مکسور) اور مَخْبَثَانُ بروزن زَعْفَرَان اس کا معنی ہوگا خراب شخص۔

المَخْبَثَةُ: بروزن المَتْرَبَةُ: فساد اور خرابی وخباثت۔ انہیں معنوں میں عَنْتَرَہ شاعر کا یہ شعر ہے:

وَالْكُفْرُ مَخْبَثَةٌ لِنَفْسِ الْمُنْعِمِ

ترجمہ: ”فیاض انسان کے نفس پر ناشکری ایک خباثت کی طرح ناگوار ہوتی ہے۔“

خَبَثُ الحَدِيْدُ وغيرهُ: (خاء اور باء مفتوح) لوہے وغیرہ سے بھٹی میں جو گند الگ ہو جاتا ہے۔

الأَخْبَثَان: بول اور براز۔ پیشاب اور پاخانہ۔

خ ب ر — الخَبَرُ: خبر، اطلاع۔ اس کی جمع اخبار ہے۔ أَخْبَرَهُ اور خَبَّرَهُ دونوں ہم معنی لفظ ہیں بمعنی اس نے اسے خبر دی۔

الاستخبار: خبر معلوم کرنا۔ اسی طرح التَّخَبُّرُ، خبر رکھنا۔
المَخْبَرُ بروزن مصدر مَنْظَرٌ کی ضد ہے۔
المَخْبُرَةُ: (باء مضموم) یہ مراءاۃ کی ضد ہے۔ خَبَرَ الأمرَ: اس نے معاملہ جان لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور اس کا اسم الخُبْرُ (خاء مضموم) ہے۔ جس کا معنی ہے معاملہ کا علم۔
الخَبِيرُ: عالم، تجربہ کار کاشت کار، اسی سے لفظ المُخابرۃ مشتق ہے جس کا مطلب ہے۔ زمینی پیداوار کی کاشت۔
الخَبِيرُ: پیدوار۔ زمین سے اگنے والا پودا۔ حدیث شریف میں ہے: نَسْتَخْلِبُ الخَبِيرَ: ہم زمین کی پیداوار یعنی پودے کاٹتے ہیں اور اسے کھاتے ہیں۔
خَبَرَهُ: اس نے اس کا امتحان لیا۔ اختبرہُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
خِبْرَة: (خاء مکسور) تجربہ۔ کہا جاتا ہے یا محاورہ ہے کہ صَدَّقَ الخَبَرُ الخُبْرَ یعنی تجربے نے سنی ہوئی خبر کی تصدیق کر دی۔
جہاں تک ابو الدرداء کا قول: وَجَدْتُ النَّاس اَخْبُرْ تَقْلَهْ: تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب تو نے انہیں خبر کر دی تو گویا تو نے ان کو ناخوش کر دیا۔ تو انہوں نے امر کے لفظ سے یہ بات بنائی۔ اس کا معنی خبر ہے۔
خَيْبَرُ: حجاز میں ایک جگہ کا نام ہے۔

خ ب ز – الخبز: روٹی، الخَبْزَ (خاء مفتوح) مصدر ہے۔
خَبَزَ الخُبْزَ: اس نے روٹی پکائی۔
اِخْتَبَزَهُ: اس نے اسے پکایا۔ خَبَزَ القَوْمُ: قوم نے روٹی پکائی۔ اَطْعَمَهُمُ الخُبْزَ: اس نے انہیں روٹی کھلائی۔ دونوں صیغوں کا باب ضَرَبَ ہے۔ رَجُلٌ خابِزٌ روٹی دال، جس طرح لابن دودھ والا اور تامر کھجور والا۔
الخُبّاز: بروزن القُفّاز اور الخبّازی: (باء مشدّد اور یاء مقصور) ایک معروف و مشہور پودا۔

خ ب ص – الخَبِيصُ: حلوہ۔
الخَبِيصَةُ: نسبتاً زیادہ مخصوص حلوہ۔

خ ب ط – خَبَطَ البعيرُ الأرْضَ بِيَدِهِ: اونٹ نے زمین پر پاؤں دے مارا۔ اسی سیاق میں خَبْطُ عَشْوَاء کہا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی اونٹنی جس کی نظر کمزور ہو، وہ اندھا دھند چلتی ہے، کسی چیز سے ٹکرائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یا کسی چیز سے ٹکرانے کی پرواہ نہیں کرتی۔
خَبَطَ الشَّجَرَةَ: درخت سے پتے جھاڑنے کے لئے ڈنڈا استعمال کیا۔ دونوں معنوں میں خبط کا باب ضَرَبَ

ہے۔

الخُبَاطُ: جنون (خاء مضموم) کی کیفیت، ان معنوں میں یوں کہا جاتا ہے کہ تَخَبَّطَهُ الشیطٰنُ: شیطان نے اسے مخبوط یعنی پاگل کر دیا ہے۔

خ ب ل — الخَبْلُ: (یاء ساکن) فساد اور بگاڑ۔ اور اگر باء مفتوح ہو یعنی الخَبَلُ ہو تو معنی ہوگا جن۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ بِهِ خَبَلٌ یعنی اسے کوئی زمینی آفت چمٹی ہوئی ہے۔ قَدْ خَبَلَهُ: وہ آسیب زدہ ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ خَبَّلَهُ تَخْبِيْلًا اور اخْتَبَلَهُ: اس نے اس کی عقل یا جسم کا کوئی اور حصہ مار دیا۔

رَجُلٌ مَخَبَّلٌ: (باء مشدد) گویا اس کی اطراف کاٹ دیے گئے۔ الخَبَالُ: فساد بگاڑ۔ جہاں تک حدیث شریف میں وارد اس عبارت کا تعلق ہے کہ: مَنْ قَفَا مؤمِنًا بِمَا لَيْسَ فِيْهِ وَقَفَهُ اللهُ فِي رِدْغَةِ الخَبَالِ حَتّٰى يَجِيْئَ بِالْمَخْرَجِ مِنْهُ: جس کسی نے کسی مومن کی پیٹھ پیچھے وہ باتیں کہیں جو اس میں نہیں ہیں، اسے اللہ تعالیٰ جنون کی کیچڑ میں کھڑا کریں گے تا آنکہ وہ اس کیچڑ کے منبع تک آ پہنچے گا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کیچڑ دوزخیوں کی پیپ ہوگی۔ قفا کا معنی تہمت لگانا ہے اور الردغة کا مطلب کیچڑ ہے۔

خ ب ن — الخُبْنَةُ: وہ چیز جسے تم گود میں اٹھاؤ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً: کوئی آدمی کسی چیز کو جھولی میں نہ رکھے۔

خ ب ا — الخَابِيَةُ: مجت۔ اس لفظ میں الف کی جگہ اصل میں ہمزہ ہے۔ کیونکہ یہ خباٴت سے مشتق ہے۔ البتہ لوگوں نے ہمزہ کو ترک کر دیا۔ اس کا ذکر (خ ب ا) کے مادہ کے تحت پہلے ہو چکا ہے۔

الخِبَاءُ: اونٹ کی پشم یا اُون کا خیمہ۔ اس کی جمع اَخْبِيَةٌ ہے۔ یہ خیمہ بالوں کا بنا ہوا نہیں ہوتا۔ اس خیمے کے دو یا تین یا تین سے زیادہ ستون ہوتے ہیں یہ گویا گھر ہوتا ہے۔ اِسْتَخْبَيْنَا الخِبَاءُ: ہم نے خیمہ نصب کیا اور اس میں داخل ہوئے۔

خَبَتِ النار: آگ بجھ گئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

اَخْبَاهَا: کسی اور نے اسے یعنی آگ کو بجھا دیا۔

خ ت ر — الخَتْرُ: دھوکا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے: خَتَرَهُ: اس نے اسے دھوکا دیا۔

خَتَّارٌ: دھوکہ باز۔

خ ت ل — خَتَلَهُ وَخَاتَلَهُ: اس نے اسے دھوکا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

التَّخَاتُلُ: ایک دوسرے کو دھوکا دینا۔

خ ت م—خَتَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو ختم کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسم مفعول مَختوم ہے اور مبالغہ کیلئے اسے مشدّ د کر کے مُخَتَّم بنایا جاتا ہے۔ خَتَمَ اللّٰهُ بِخَيْرٍ: اللہ اس کا انجام بخیر کرے۔
ختم القرآن: اس نے قرآن ختم کیا۔
اختتم الشَّيْئَ: اس نے چیز کا اختتام کیا۔ یہ افتتحه کی ضد ہے۔ الخَاتَمُ: (تاء مفتوح ومکسور) الخَيْتَامُ اور الخَاتَامُ سب کا ایک ہی مطلب ہے۔ اس کی جمع الخواتِيم ہے یعنی انگوٹھی۔ تَخَتَّمَ: اس نے انگوٹھی پہنی۔
خاتمة الشيئ: کسی چیز کا خاتمہ یا انتہا۔ محمدٌ صلى الله عليه وسلم خاتم الانبياء عليهم الصلاة والسلام: محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔
الخِتَامُ: مٹی جس سے کسی چیز کو سربند کیا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے: خِتَامُهُ مسك: اس کی انتہاء خوشبو ہوگی۔ یعنی جنتی لوگ جنت کی شراب کے آخر خوشبو کی مہک محسوس کریں گے۔

خ ت ن—الخَتَنُ: بیوی کی نسبت سے تمام رشتہ دار یعنی بیوی کا باپ اور بھائی ان سب کو الأختان کہا جاتا ہے۔ عربوں کے ہاں یہی دستور ہے۔ البتہ عام لوگوں کے ہاں ختن کا معنی داماد ہے۔
خَتَنْتُ الصبيّ: میں نے بچے کا ختنہ کرایا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم الخِيَان یعنی خُتنہ ہے۔
الخِتانة والخِتان: پیشاب گاہ کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں ختنہ کیا جاتا ہے۔ اسی مفہوم کی حضور ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ: إِذَا التَقَى الختانان[1]: ختنہ کی تقریب پر کھانے کی دعوت کو بھی خِتان کہتے ہیں۔

خ ث ر—الخُثُورَةُ: گاڑھا ہونا۔ یہ رقّت یعنی پتلا ہونے کی ضد ہے۔
خَثَرَ اللَّبَنُ (خاء مفتوح) يَخْثُرُ: دودھ گاڑھا ہو گیا۔ مضارع میں ثاء مضموم ہے۔ الفرّاء نے کہا کہ خَثُرَ بھی ایک لہجہ ہے لیکن بہت کم۔ الکسائی نے کہا اور سنا کہ یہ لفظ خَثِرَ (ثاء مکسور) ہے۔

خ ث ی—الخِثْيُ: بیل کا پیٹ کے بل گرنا، اس کی جمع حلس سے احلاس کی طرح أخثاء ہے۔
خَثَى البَقَرُ: بیل پیٹ کے بل گرا۔

خ ج ل—الخَجَلُ: خجالت۔ شرم وحیا کے مارے حیرت ودہشت زدہ ہونا۔ قَدْ خَجِلَ: وہ شرمندہ ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ الخَجَل کا معنی مالدار ہونے

---

[1] مکمل حدیث یہ ہے: إِذَا التَقَى الخِتَانَانِ وَجَبَ الغُسْل. (مترجم)

کی بدگمانی بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اذا شَبِعْتُنَّ خَجِلْتُنَّ: جب تم سیر ہو کر کھاتی ہو تو سست ہو جاتی ہو اور اتراتی اور غرور کرتی ہو۔

رَجُلٌ خَجِلٌ: شرمندہ شخص، به خجلة: اس میں حیاو شرم ہے۔

الخَجِلُ: (جیم مکسور) بہت زیادہ گھنی گھاس والی جگہ۔ اس کا ذکر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے۔[1]

خ د ج—خَدَجَتِ النَّاقَةُ، تَخْدِجُ: (دال مکسور) خِدَاجًا (خاء مکسور) اسم فاعل خَادِجٌ: اونٹنی نے قبل از وقت بچہ دیا۔

خَدِيْجٌ: بروزن قَتِيْل، قبل از وقت پیدا ہونے والا اونٹنی کا بچہ۔ اگرچہ وہ جسمانی لحاظ سے مکمل ہو۔ حدیث شریف میں ہے:

كُلُّ صَلوٰةٍ لا تُقْرَأُ فِيْهَا بِأُمِّ الْكِتَابِ فَهِيَ[2] خِدَاجٌ: ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے ناقص ہے۔

أَخْدَجَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے نامکمل یعنی ناقص الخلق بچہ جنا۔ اور اگر دن پورے ہو گئے ہوں تو اونٹنی کو مُخْدِجٌ اور بچے کو مُخْدَجٌ کہیں گے۔

خ د د—المِخَدَّةُ: (میم مکسور) تکیہ جس پر گال رکھا جاتا ہے۔

الأُخْدُوْدُ: (الف مضموم) زمین میں مستطیل لمبا شگاف۔

خ د ر—الخِدْرُ: سَتر ڈھانپنا۔ پردہ۔

جَارِيَةٌ مُخَدَّرَةٌ: پردہ دار لڑکی یا لونڈی۔

الخَدَرُ فِي الرِّجْلِ: پاؤں کا سُن ہونا یعنی بیہوش ہو جانا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

خ د ر س—الخَنْدَرِيْسُ: (خاء مفتوح اور دال مفتوح) شراب۔

خ د ش—الخُدُوْشُ: کریدنا، نوچنا، خراش لگانا۔ قَدْ خَدَشَ وَجْهَهُ: اس نے اپنا منہ (چہرہ) نوچا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

خَدَّشَهُ: (دال مشدد) مبالغہ کے لئے۔ اس نے اسے بہت نوچا۔

خ د ع—خَدَعَهُ: اس نے اسے دھوکہ دیا۔ اسے ایسا نقصان دینا چاہا جس کا اسے پتہ نہ چل سکے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور مصدر خِدْعًا (خاء مکسور) اس کی مثال سَحَرَهُ يَسْحَرُهُ سِحْرًا ہے۔ اس فعل میں اسم الخَدِيْعَةُ ہے بمعنی دھوکا اور فریب۔

خَدَعَهُ فَانْخَدَعَ و(خَادَعَهُ مُخَادَعَةً): اس نے اسے دھوک دیا تو وہ دھوکے میں آ گیا۔ قول خداوندی ہے:

يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ اى يُخَادِعُوْنَ

---

[1] فَأَتى عَلَى وَادٍ خَجِلٍ.

[2] حدیث شریف میں یہاں ذات کا لفظ محذوف ہے۔

أَوْلِيَاءَ اللّٰه: وہ اللہ کو یعنی اللہ کے اولیاء کو دھوکہ دیتے ہیں۔ الْمُخْدَعُ: (میم مضموم اور مکسور) بڑے گھر کے اندر محفوظ اور مضبوط کوٹھڑی یا کمرہ۔ میم اصلاً مضموم ہے البتہ اسے ثقیل محسوس کرتے ہوئے میم کو مکسور کر دیا گیا ہے۔

الحَرْبُ خُدْعَةٌ: لڑائی اور جنگ دھوکہ ہے۔ یہ لفظ خَدْعَةٌ اور خُدْعَةٌ دونوں جائز ہیں لیکن خُدعَةٌ (خاء مضموم) زیادہ فصیح ہے۔ اور خُدَعَةٌ (دال مفتوح) بھی درست ہے جو هُمَزَةٌ کے وزن پر ہے۔

رَجُلٌ خُدَعَةٌ: (دال مفتوح) لوگوں کو دھوکہ دینے والا شخص۔ اور رَجُلٌ خُدْعَة (دال ساکن) وہ شخص جسے لوگ دھوکہ دیتے ہوں۔

خ د م — خَدَمَهُ يَخْدُمُ: (دال مضموم) اس نے اس کی خدمت کی۔

الخَادِمُ: خدمتگار، اس کی جمع الخَدَمُ ہے لڑکا ہو یا لڑکی۔

أَخْدَمَهُ: اس نے اسے خادم بخش دیا، یا عطا کیا، یا دے دیا۔ حدیث شریف میں ہے: فَضَّ خَدَمَتَكُمْ: (دال اور میم دونوں مفتوح) اللہ تمہاری جمعیت کو منتشر کر دے۔

خ د ن — الخِدْنُ، الخَدِينُ: دوست۔ اسی مفہوم میں قول خداوندی ہے: وَلَا

مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ: چوری چھپے دوستی کرنے والی نہ ہوں۔

خ ذ ف — الخَذْفُ بالحصٰى: انگلیوں سے کنکری مارنا۔

خ ذ ل — خَذَلَهُ يَخْذُلُهُ: (ذال مضموم) خِذْلَانًا (خاء مکسور) اس نے اس کی مدد کرنا چھوڑ دیا۔

خ ر أ — الخُرْءُ: (خاء مضموم) پاخانہ اس کی جمع خُرُوءٌ جس طرح جُنْدٌ کی جمع جُنُودٌ ہے۔

خ ر ب — خَرِبَ المَوْضِعُ: (راء مکسور) خَرَابًا: جگہ ویران ہو گئی۔

خَرِبٌ: ویرانہ۔

دَارٌ خَرِبَةٌ: ویران اور برباد گھر۔

أَخْرَبَهَا صَاحِبُهَا: گھر والے نے ہی گھر کو ویران کر دیا یا گرا دیا۔

خَرَّبُوا بيوتهم: انہوں نے اپنے گھر ویران و برباد کر ڈالے۔ فعل کو زیادہ واضح کرنے یا مبالغہ کے لئے تشدید دی گئی ہے۔

الخَرُّوبُ بروزن التَّنُّورُ: ایک معروف پودا۔ الخُرْنُوبُ بروزن العُصْفُورُ اسی کا ایک دوسرا تلفظ ہے۔ اسے الخَرْنُوبُ (خاء مفتوح) نہیں کہنا چاہیے۔

خ ر د ل — الخَرْدل: رائی، اس کا واحد خَرْدَلَةٌ ہے۔

خ ر ج — خَرَجَ: وہ نکلا، اس کا باب دَخَلَ ہے۔ مَخْرَجًا یا المَخْرَجُ: نکلنے کی جگہ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: خَرَجَ مَخْرَجًا حَسَنًا: وہ اچھے مخرج یا طریقے سے نکلا اور هٰذا مَخْرَجُهُ: یہ اس کے نکلنے کی جگہ ہے۔

المُخْرَجُ: (میم مضموم) اَخْرَجَ کا مصدر، مفعول ظرف زمان ومکان ہے۔ تم کہتے ہو: اَخْرَجَهُ مُخْرَجَ صِدْقٍ: اس نے اسے اچھی طرح نکالا۔

هٰذا مُخْرَجُهُ: یہ اس مخرج یعنی نکلنے کی جگہ ہے۔

الاستخراج: نتیجہ نکالنا، استنباط کرنا۔

الخَرْجُ والخَرَاجُ: ٹیکس۔ خَرْجٌ کی جمع اَخْرَاجٌ ہے۔ اور الخَرَاجُ کی جمع خُرِجَةٌ ہے مثلاً: زمان کی جمع اَزْمِنَةٌ اور اَخَارِيجُ بھی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی: اَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ: کو یوں پڑھا گیا ہے: اَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرَاجًا: اور اسی طرح قول خداوندی: فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا: میں بھی خَرْجًا کی جگہ خَرَاجًا پڑھا گیا ہے۔

الخَرْجُ: خرچ، دَخْلٌ بمعنی آمدن کی ضد۔ خَرَّجَهُ فِي كَذَا تَخْرِيجًا فتخرَّجَ: اس نے فلاں مد میں اتنا خرچ کیا تو وہ خرچ ہو گیا۔

الخُرْجُ: خرجین۔ گھوڑے کی زین کے ساتھ دو خانے والا تھیلا جو زین کے ساتھ لٹکا ہوتا ہے۔ اس کی جمع خِرَجَةٌ ہے۔

خ ر ر — الخَرِيرُ: پانی کے گرنے کی آواز۔

خَرَّ يَخِرُّ (خاء مکسور) خَرِيرًا: پانی کے گرنے کی آواز پیدا ہوئی۔

عَيْنٌ خَرَّارَةٌ: اُبلتا ہوا چشمہ۔

خَرَّ لِلّٰهِ سَاجِدًا: وہ خدا کے آگے سجدے میں گر پڑا۔ اس کا مضارع يَخِرُّ اور مصدر خُرُوْرًا ہے۔ یعنی گرنا۔

الخَرْخَرَةُ: خراٹے۔ سوتے میں یا گلا گھٹنے میں نکلنے والی آواز۔ چنانچہ کہتے ہیں: خَرَّ عِنْدَ النَّوْمِ: اس نے سوتے میں خراٹے لئے۔ خَرْخَرَ کا معنی بھی یہی ہے۔

خ ر ز — خَرَزَ الخُفَّ: اس نے موزے میں ٹانکے بھرے یا پروئے۔

خَرَّازٌ: ٹانکے پرونے والا موچی۔

المِخْرَزُ: بروزن المِبْضَعُ ستالی، آر، وہ آلہ جس سے موچی جوتے سیتا ہے۔

الخَرَزُ: (خاء اور راء مفتوح) ڈورے میں پروئے ہوئے منکے۔ اس کا واحد خَرَزَةٌ ہے۔

خَرَزُ الظَّهْرِ: کمر اور ریڑھ کی ہڈی کے

سکے۔

خ ر س — خَرِسَ: وہ گونگا ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَخْرَسُ: گونگا شخص۔

اَخْرَسَهُ اللّٰه: اللہ کرے وہ گونگا ہو جائے۔

خُرسِیٌّ: خراسانی، خُراسِی، ایران کے شہر خراسان کی طرف نسبت۔

خ ر ص — الخَرْصُ: کھجور کے درخت پر کھجوروں کی مقدار کا اندازہ کرنا۔

خَرَصَ النَّخلَ: اس نے کھجوروں کا اندازہ یا تخمینہ کر لیا۔

الخَرْصُ: جھوٹ۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا معنی انگل پچو بھی ہے۔

الخَرَّاصُ: جھوٹا شخص۔

تَخَرَّصَ: اس نے جھوٹ بولا۔

الخُرْصُ: (خاء مضموم اور مکسور) سونے یا چاندی کا حلقہ یعنی کانوں کی بالی۔

خ ر ط — خَرَطَ العُودَ: اس نے لکڑی کو تراشا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

خَرَطَ الوَرَقَ: اس نے کاغذ کی سلوٹیں دُور کیں۔ یعنی کاغذ کو اوپر کے سرے سے پکڑ کر ہاتھ نیچے تک پھیرا۔ ضرب المثل ہے: دُونَهُ خَرْطُ القتاد: کانٹے کا چھلکا اتارنا اس سے زیادہ آسان ہے یعنی یہ کام بڑی مشکل سے ہو سکتا ہے۔

اِنْخَرَطَ جِسْمُهُ: اس نے اپنے جسم کو کوٹا۔ خَرَطَ الحَدِيْدَ: اس نے لوہے کو کوٹ کر ستون کی طرح لمبا کیا۔

رَجُلٌ مخروطُ اللِّحْيَةِ ومَخْرُوطُ الوَجْهِ: لمبوتری داڑھی یا لمبوترے چہرے والا۔

الخَرِيْطَةُ: (خاء مفتوح) چمڑے کا برتن جسے اوپر سے سی کر بند کیا جاتا ہے یا تسموں سے بند کیا جاتا ہے۔ (اب اس کا معنی نقشہ ہے — مترجم)۔

خ ر ط م — الخُرْطُوْمُ: سونڈ، ناک۔

خ ر ع — الخَرَعُ: (خاء اور راء مفتوح) کسی چیز میں ڈھیلا پن سستی۔ قَدْ خَرِعَ الرَّجُلُ: آدمی ڈھیلا پڑ گیا، یعنی کمزور ہو گیا۔ خَرِعٌ: سست، ڈھیلا اور کمزور۔

الخَرْعُ: شگاف۔ کہتے ہیں: خَرَعَهُ فانْخَرَعَ، اِخْتَرَعَ: اس نے کھینچ نکالا۔ مشتق بنایا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے اس نے بنایا یا ایجاد کیا۔

خ ر ف — المَخْرَفَةُ: بروزن المتربة: راستہ۔ حضرت عمرؓ کی حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔

الخَرُوفُ: مینڈھا۔

الخَرِيْفُ: موسم خزاں، سال کا ایک موسم۔

تُخْتَرَفُ: اس موسم میں پھل توڑے یا چنے جاتے ہیں۔ خَرْفِیٌّ اور خَرَفِیٌّ (فاء مفتوح اور ساکن)، موسم خریف سے متعلق۔

خُرَافَةُ: ایک شخص کا نام جسے جن ورغلا کرلے گئے۔ وہ اپنی آنکھوں دیکھی آپ بیتی کی باتیں لوگوں کو سناتا تھا اور لوگ اسے جھٹلاتے تھے۔ لہٰذا اس کی ان ہونی باتوں کو حدیث خرافہ یعنی خرافہ کی باتیں کہا جانے لگا۔ نبی کریم ﷺ سے روایت کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خُرَافَةُ حَقٌّ: خرافہ سچا ہے۔ خُرَافہ میں راء بغیر تشدید کے ہے۔ خرافہ پر اَلْ داخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ اسم معرفہ ہے۔ البتہ اگر اس نام کو منسوب کر کے راتوں بیٹھ کر گپ شپ کے خرافات کہو تو اس پر ال داخل کر کے الخــرافات کہہ سکتے ہیں۔ خَرَفَ الثِّمَارَ: اس نے پھل توڑے یا چنے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور چنے ہوئے پھلوں کو مُخْرُوفٌ اور خَرِيفٌ کہتے ہیں۔

الخَرَفُ: (خاء اور راء مفتوح) بڑھاپے کے باعث سٹھیا جانا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسم فاعل خَرِفٌ ہوگا یعنی سٹھیایا ہوا۔

خ ر ف ج — عَيْشٌ مُخَرْفَجٌ: لمبی عمر۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهُ كَرِهَ السَّـرَاوِيْلَ المُخَـرْفَجَةَ: کہ آپ ﷺ نے لمبی شلواروں کو ناپسند فرمایا۔ لوگوں نے مخرفجة کا مطلب یہ بتایا کہ ایسی شلواریں جو پاؤں کے پشت پر پڑیں یعنی ٹخنوں سے نیچے ہوں۔

خ ر ق — خَرَقَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا پھاڑا۔ خَـرَّقَـهُ فَـانْخَرَقَ: اس نے اسے پھاڑ دیا تو وہ پھٹ گیا۔ تَخَرَّقَ واخْرَوْرَقَ کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فِي ثَـوبِـهِ خَرْقٌ: یعنی اس کے کپڑے میں شگاف ہے۔ خَرْق دراصل مصدر ہے۔

خَـرَقَ الْاَرضَ: اس نے زمین کو طے کیا یعنی وہ زمین پر گھوما پھرا۔ ان دونوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

اخْـتِـرَاقُ الـرِّيَاحِ: ہواؤں کا چلنا۔

التَّخَرُّقُ: التخلّق کا ایک دوسرا لہجہ ہے بمعنی جھوٹ گھڑنا۔

الخِـرْقَـةُ: کپڑے کا چیتھڑا، یا دھجی۔

المِخْرَاقُ: رومال (منہ سر لپیٹنے والا) یہ ایک صحیح عربی کی نشانی ہے۔ حضرت علیؓ کی حدیث میں ہے: الـبَـرْقُ مَخَـارِيْقُ المَلٰئِكَةِ: بجلی فرشتوں کے رومال ہیں۔ البتہ الـمَخْـرَقَـةُ تو ایجاد دخیل کلمہ ہے۔ الخَرَقُ (خاء اور راء مفتوح) مصدر

ہے۔

الأخرق: الرفیق کی ضد ہے۔ بمعنی بیوقوف۔ اس کا باب طرب ہے۔ اور اس کا اسم الخُرق ہے یعنی بے وقوفی۔ (خاء مضموم)۔

خ ر م—خرم الخرزَ: اس نے منکے میں سوراخ کیا یا چھیدا۔ اس کا باب ضرب ہے۔

ما خرم منه شيئاً: اس میں سے کوئی چیز کم نہیں ہوئی۔

الأخزم: نک کٹا۔ وہ شخص جس کی ناک کا بانسہ یا ناک کی ایک طرف کٹ گئی ہو۔ لیکن ناک بالکل نیچے سے نہ کٹی ہو۔

الأخرم اسے بھی کہتے ہیں جس کے کان میں سوراخ ہو۔

انخرم ثقبُهُ: اس نے اپنا سوراخ چھیدا۔ اور اگر نہ چھیدے تو اسے اَخزَم کہیں گے۔ ان دونوں کا باب طرب ہے۔

اخترمهم الدهر وتخرّمهم: زمانے نے جڑ سے اکھاڑ دیا یعنی بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ تَخرّم کا معنی اس نے ایک خُرمیه دین اختیار کیا بھی ہے۔ یہ لوگ یعنی خُرمی دین کے پیروکار اور معتقد تناسخ اور اباحت کے قائل ہیں۔

خ ر ن ق—الخورنق: عراق میں واقع ایک محل کا نام ہے جس نعمانِ اعظم نے بنایا تھا۔ یہ نام فارسی سے معرب کیا ہوا ہے۔

خ ز ر—الخيزُران: (زاء مضموم) ایک درخت، بید مجنوں یا بانس۔ نیزے کی لکڑی۔ اس کی جمع خیازِرُ ہے۔

الخيزرانة: بانس، چھڑی، پتوار۔

خ ز ز—الخزّ: ریشم، ریشمی کپڑا۔ اس کی جمع الخزوز ہے۔

خ ز ع ل—الخُزَعبِيلُ: باطل اور بے کار باتیں۔ لطیفے اور الخزعبِلة دوسروں کو ہنسانے والی بات۔ محاورہ ہے:

هات بعض خزعبلاتك: اپنی کچھ دلچسپ خوش طبعی کی اور ہنسانے والی بات سناؤ۔

خ ز ف—الخزف: مٹی کے برتن۔

خ ز م—خزم البعيرَ بالخِزامةِ: اس نے اونٹ کی ناک میں نکیل ڈال دی۔ یہ بالوں کا ایک حلقہ ہوتا ہے جو اونٹ کی ناک کے چھید میں ڈالا جاتا ہے جس سے اس کی رسی باندھی جاتی ہے۔ ہر چھیدی ہوئی چیز کو مَخزُوم کہتے ہیں۔ پرندے تمام مَخزُوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی چونچیں چھدی ہوتی ہیں۔

الخُزامى: خشکی کا ایک خوشبودار پودا۔

خ ز ن—خزن المالَ: اس نے مال خزانہ میں رکھا۔ اِختزن کا بھی یہی معنی ہے۔ خزن السرّ: اس نے بھید چھپایا۔

اِخْتَزَنَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

اَلْمَخْزَنُ: خزانہ رکھنے کی جگہ۔

خَزَانَةٌ: خزانہ۔ اس کی جمع خَزَائِن ہے۔

خ ز ی — خَزِیَ: (زای مکسور) خِزْیًا: وہ رسوا اور ذلیل ہوا۔ ابن السکیت نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ وہ مصیبت میں گھرا، یا گرفتارِ بلا ہوا۔

اَخْـزَاهُ اللّٰـهُ: خدا اسے رسوا کرے۔

خَزِیَ (زاء مکسور) خَزَایَةً (زاء مفتوح) اس نے شرم کی یا وہ شرمایا۔ خَزْیَانٌ: شرمندہ۔

قَوْمٌ خَزَایَا: شرمندہ قوم، امراۃ خزیا: شرمندہ عورت۔

خ س أ — خَسَأَ الْکَلْبَ: اس نے کُتّے کو دھتکارا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اور خَسَأَ بطور فعل لازم یعنی اس نے اپنے آپ کو دھتکارا، اس کا باب خَضَعَ ہے۔ انخسأ کا مطلب بھی یہی ہے۔

خَسَأَ الْبَصَرُ: نظر لوٹ آئی۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔

خ س ر — خَسِرَ فِی الْبَیْعِ: اسے تجارت میں خسارہ ہوا۔ (سین مکسور)۔ خُسْرَانًا: (خاء مضموم) نقصان۔ اور خُسْرَانًا بھی۔ خَسَرَ الشَّیْئَ: اس نے اسے تھوڑی چیز دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اَخْسَرِیْنَ کا واحد الأکبر کی طرح اَلْأَخْسَرُ ہے۔

اَلتَّخْسِیْرُ: ہلاک کرنا۔ اَلْخَسَارُ، اَلْخَسَارَةُ اور اَلْخَیْسَرٰی (تینوں میں خاء مفتوح)۔ گمراہی اور ہلاکت۔

خ س س — اَلْخَسِیْسُ: کمینہ۔

خَسَّ یَخَسُّ خِسَّةً وخَسَاسَةً

اِسْتَخَسَّهُ: اس نے اسے خسیس یا کمینہ سمجھا یا گردانا۔

اَلْخَسُّ: سلاد والی ایک سبزی۔

خ س ف — خَسَفَ الْمَکَانُ: مکان زمین میں دھنس گیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ الْأَرْضَ: خدا نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی مفہوم میں قولِ خداوندی ہے: فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ: ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ اس آیت کو لَخُسِفَ بِهِ بِنَا: بطور فعل مجہول پڑھا گیا ہے۔ اور حضرت عبداللہؓ کی قراءت کے مطابق لَانْخُسِفَ بِنَا ہے، جس طرح لَنْطُلِقَ بِنَا ہے۔

خُسُوْفُ الْقَمَرِ: چاند گرہن۔ ثعلب کا کہنا ہے کہ: کَسَفَتِ الشَّمْسُ وخَسَفَ الْقَمَرُ: یعنی سورج کو گرہن لگ گیا اور چاند کو گرہن لگ گیا، عمدہ ترین کلام ہے۔ یعنی سورج کے لئے کسوف

اور چاند کیلئے خُسوف.

خ ش ب—الخَشَبَةُ: لکڑی، اس کی جمع خَشَبٌ (خاء اور شین مفتوح) اور خُشُبٌ اور خُشْبٌ ہے جس طرح قُفْلٌ ہے اور غُفران کی طرح خُشْبَانٌ ہے۔

الأخشبان: مکہ شریف کے دو پہاڑ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لا تَزُوْلُ مكةُ حَتّی يَزُوْلَ اَخْشَبَاهُ: تب تک مکہ کو زوال نہیں ہوگا جب تک اس کے دو پہاڑوں پر زوال نہ آئے۔ ہر بڑے اور کھردرے پہاڑ کو اَخْشَبُ کہتے ہیں۔

جَبْهَةٌ خَشْبَاءُ: بدشکل خشک پیشانی۔

الخَشِبُ: (شین مکسور) کھردرا۔

اخشَوْشَبَ: کھردار ہوگیا۔ حضرت عمرؓ سے مروی حدیث شریف میں ہے: اِخْشَوْشِبُوْا: سخت جان بنو، کھردرا پن یہ ہے کہ کام کرنے میں جان لگاؤ اور اپنے اندر خشونت اور درشتی پیدا کرو۔ ننگے پاؤں چلا کرو، اس سے جسم سخت ہوگا۔

خ ش ش—الخِشَاشُ: (خاء مکسور) کیڑے مکوڑے۔ اسے خاء مفتوح کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

الخَشْخَشَةُ: اسلحہ وغیرہ کے ٹکرانے سے پیدا ہونے والی آواز یا چھنکار۔ قَدْ خَشْخَشَةُ فتخشخش: اسنے اسلحے سے آواز نکالی تو آواز نکلی۔

الخُشْخَاشُ: خشخاش، معروف و مشہور جنس۔ جس سے افیون نکلتی ہے۔

خ ش ع—الخُشُوْعُ: خضوع، عاجزی کا اظہار دونوں کا ایک ہی باب ہے، خَشَعَ اور اختَشَعَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ خَشَعَ بِبَصَرِهٖ: اس نے اسے آنکھ کا اشارہ کیا۔

الخُشْعَةُ بروزن الجُمْعَةُ: پست ٹیلہ۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَتِ الاَرْضُ خُشْعَةً على المَاءِ ثُمَّ دُحِيَتْ: زمین پہلے پانی پر پست ٹیلے کی شکل میں تھی پھر اس کے بعد اسے پھیلا دیا گیا۔

التَخَشُّعُ: بناوٹی اور وضعی خشوع۔

خ ش ف—الخُشَّافُ: چمگادڑ۔ اسے الخُطَّاف بھی کہتے ہیں۔

خ ش م—الخَيْشُوْمُ: ناک کا آخری حصہ۔ رَجُلٌ اَخْشَمُ: ناک کی بیماری والا آدمی۔

الخَشَمُ: ایک مرض جو ناک کو لاحق ہوتا ہے۔

خ ش ن—الخُشُوْنَةُ: اللِّين کی ضد بمعنی سختی۔ قَدْ خَشُنَ الشَّيْئُ: چیز سخت ہوگئی۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔

خَشِنٌ: سخت۔ اخْشَوْشَنَ الشَّيْئُ: چیز کی سختی زیادہ شدید ہوگئی۔ اور یہ صیغہ مبالغہ کے لئے ہے۔ جس طرح اَعْشَبَتِ

الأرْض واعْشَوْشَبَتْ: یعنی زمین سرسبز ہوگئی۔ اخْشَوْشَنَ الرَّجل: آدمی کھردرا لباس پہننے کا عادی ہوگیا۔ الأخشَنُ بھی الخَشِنُ کی طرح ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَخْیَشِنُ فِی ذات اللّٰہ: میں خدا کی ذات کے بارے میں خشونت اختیار کرتا ہوں۔

خَاشَنَهُ، لأَیَنَهُ کی ضد، بمعنی اس نے اسے سخت بنادیا۔

خَشَّنَ صَدْرَهُ تخشِیْنًا: اس نے اپنے سینے کو بہت سخت بنادیا۔ یعنی اپنے سینے میں غصے اور کینے کی آگ بھردی۔

(میرا کہنا ہے کہ اَوْغَرَهُ کا مطلب غیظ و غضب سے گرمانا۔)

خ ش ی—خَشِیَ: (شین مکسور) خَشْیَةً: وہ ڈرا، خوف زدہ ہوا۔

خَشْیَانٌ: خوف زدہ، ڈرا اور سہا ہوا شخص۔ المرأةُ خَشْیَا: خوف زدہ عورت۔ هذا المکان اَخْشٰی من ذاک: یہ جگہ اس جگہ سے زیادہ خوفناک ہے۔ شاعر کا قول:

وَلَقَدْ خَشِیْتُ باَنَّ مَنْ تَبِعَ الهُدٰی
سَکَنَ الجِنَانَ مَعَ النَّبِی مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

"مجھے معلوم ہے کہ جس کسی نے بھی ہدایت قبول کی تو وہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جنت میں رہے گا۔"

یہاں خَشِیْتُ سے مراد عَلِمْتُ ہے یعنی میں نے جان لیا۔ قول خداوندی ہے: فَخَشِیْنَا اَنْ یُرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وکُفْرًا: اخفش نے یہاں خَشِیْنَا کا ترجمہ کَرِهْنَا کیا ہے یعنی ہمیں ناگوار ہوا۔

خ ص ب—الخِصْبُ: (خاء مکسور) زرخیزی۔ الجدْبُ: (یعنی قحط سالی) کی ضد کہا جاتا ہے۔ بَلَدٌ خَصِیْبٌ: زرخیز ملک۔ اسے بَلَدٌ اَخْصَابٌ بھی کہہ سکتے ہیں۔ بلد مفرد کی صفت اَخْصَاب بصیغہ جمع لکھنے کی علماء نے یہ توجیہ کی ہے کہ انہوں نے بلد کو اجزاء پر مشتمل سمجھا ہے۔ اس کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔ قَدْ اَخْصَبَتِ الأرضُ: زمین زرخیز ہوگئی۔ مَکَانٌ مُخْصِبٌ وخَصِیْبٌ: زرخیز جگہ۔

خ ص ر—الخَصْرُ: کمر۔ تَشْحٌ مُخَصَّرٌ: باریک کمر۔

الخاصِرَةُ: پہلو، الخَصَرُ: (خاء وصاد مفتوح) سردی، ٹھنڈ۔ قَدْ خَصَرَ الرَّجُلُ: آدمی کے اطراف کو ٹھنڈ لگ گئی۔

مَاءٌ خَصِرٌ: ٹھنڈا پانی۔ (صاد مکسور)۔

خَصِرَ یَوْمُنَا: ہمارا دن سخت سرد ہوگیا۔

ان تمام صیغوں کا باب طَرِبَ ہے۔

الخِنْصِرُ: (خاء مکسور) چھنگلی۔ اس کی جمع

الخَنَاصِرُ ہے۔

المَخصَرَةُ: (میم مکسور) کوڑے کی طرح کی کوئی چیز جو انسان اپنے ہاتھ میں چھڑی کی طرح پکڑے۔

خَاصَرَهُ: اس نے چلنے میں اس کا ہاتھ تھاما۔

اختصارُ الطریق: قریب ترین راستے سے چلنا۔

اختصار الکلام: بات مختصر کرنا۔

خ ص ص — خَصَّهُ بالشَّیْئِ: خُصُوْصًا و خصوصیّة: (خاء مضموم و مفتوح زیادہ فصیح ہے)۔ اس نے اسے کسی چیز کے ساتھ مخصوص کر دیا۔

الخَاصّة: العَامة کی ضد بمعنی خواص۔

الخُصّ: سرکنڈوں کا گھر۔

الخَصَاصَةُ والخصَاصُ: بھوک۔ فقر و ناداری۔

خ ص ف — خَصَفَ النَّعْلَ: اس نے نعلین کو سیا، یا ٹانکے لگائے۔ قول خداوندی: وَطَفِقَا یَخْصِفَانِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّة: حضرت آدم اور حضرت حوا ء جنت کے پتوں سے اپنی شرمگاہیں ڈھانپنے لگے۔

خ ص ل — الخَصَلُ فی النِّضَالِ: جدوجہد میں درپیش خطرات۔

تخاصَلَ القَوْمُ: لوگوں نے شرط بدکر تیر اندازی کی۔ کہا جاتا ہے کہ اَحْرَزَ فُلانٌ خَصْلَهُ: فلاں شخص نے اپنی برتری کو محفوظ رکھا یعنی وہ غالب ہوا۔ اور اَصَابَ خَصْلَهُ: اس نے غلبہ پالیا۔

الخَصْلَةُ: (خاء مکسور) اچھی عادت یا خصلت۔

الخِصْلَة: (خاء مکسور) بالوں کا گچھا۔

خ ص م — الخَصْم: فریق مقدمہ، دشمن، تنازعہ کرنے والا۔ یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے، اور جمع کے لئے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اصلاً یہ مصدر ہے۔ عربوں میں سے بعض لوگ اس کی تثنیہ بھی بناتے ہیں اور جمع کا صیغہ بھی۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: خَصْمَان اور خُصُوْمٌ. الخَصِیْمُ کا معنی بھی خَصم ہے اور خَصِیْمُ کی جمع خُصَمَاء ہے۔

خَاصَمَهُ مخاصمة وخصامًا: اس نے اس سے جھگڑا کیا۔ اس سے مشتق اسم الخُصُوْمَةُ ہے۔

خاصَمَهُ مَخصَمَهُ: اس نے اس سے جھگڑا کیا تو وہ اس کا دشمن بن گیا، یا اس پر غالب آ گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور یہ شاذ ہے۔ از روئے قیاس اس کا باب نَصَرَ ہونا چاہئے جو اصل کے مطابق معروف ہے۔ حمزہ کی قراءت اسی کے مطابق ہے وہ یہ

ہے: وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ: البتہ جس نے اسے يَخَصِّمُوْن پڑھا اس کی اس سے مراد يَخْتَصِمُوْنَ ہے۔ انہوں نے تاء کو ص میں بدل کر اس کا دوسرے ص میں ادغام کیا اور اس کی حرکت خاء کو منتقل کر دی۔ عربوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو حرکت کو منتقل نہیں کرتے بلکہ خاء کو اجتماع ساکنین کے پیش نظر مکسور کرتے ہیں۔ کیونکہ قاعدے کے مطابق جب کسی ساکن کو متحرک کرنا پڑے تو کسرہ کی حرکت دے کر اسے متحرک کرتے ہیں۔ ابوعمرو خاء کی حرکت کو اختلاس سمجھتے ہیں۔ رہا جمع بین الساکنین کا معاملہ تو اس میں لحن ہے۔

الخَصِمُ: (صادمکسور) سخت دشمن۔

الخُصْمُ: (خاء مضموم) گوشہ، کنارہ۔

خُصْمُ كل شَيْئٍ: ہر چیز کا کنارہ۔

اخْتَصَمَ القَوْمُ وتخاصَمُوْا: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی لوگ آپس میں جھگڑ پڑے۔

خ ص ی — الخُصْيَةُ: (اس کی جمع الخُصَى ہے) اور الخِصْيَةُ: خصیہ۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ میں نے اس کا تلفظ خاء مضموم سنا ہے۔ اور خاء مکسور نہیں سنا۔ اسی طرح تثنیہ کی صورت میں، میں نے خُصْيَاهُ سنا ہے۔ لوگ صیغہ واحد کے طور پر خُصْىٌ نہیں کہتے۔ ابوعمرو کا کہنا ہے کہ الخُصْيَتَان کا معنی بَيْضَتَان یعنی دو خصیے ہے اور الخُصْيَان کا معنی دو چمڑے یا دو کھالیں ہیں جن کے اندر خصیے ہوتے ہیں۔ الاموی کا کہنا ہے الخُصْيَةُ البَيْضَةُ یعنی خصیہ کا معنی تو بیضہ ہے اور جب اسے تثنیہ بنائیں تو خُصيان کہیں گے، اس کے آخر میں 'ۃ' کا اضافہ نہیں کریں گے۔ اسی طرح الأَلْيَةُ (بمعنی دنبے کی چکّی) کو تثنیہ کی صورت میں بغیر 'ۃ' لگائے أَلْيَان کہیں گے لیکن دونوں مثالیں نادر ہیں۔

خَصَيْتُ الفَحْلَ أَخْصِيهِ خِصَاءً: (خاء مکسور والف ممدود)۔ میں نے نر جانور کو خَصِيّ بنا دیا۔ اس کے دونوں خصیے نکال لئے۔

الرَّجُلُ الخَصِيُّ: خصّی مرد، اس کی جمع خِصْيَان اور خِصْيَةٌ ہے۔

خ ض ب — الخِضَاب: جس مواد سے خضاب کیا جائے۔ قَدْ خَضَبَهُ: اس نے اس کا خضاب کیا یا رنگا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اخْتَضَبَ بالحنّاء: اس نے مہندی کا خضاب کیا۔ كَفٌّ خَضِيبٌ: خضاب لگی یا خضاب رنگی ہتھیلی۔

المِخْضَبُ: لگن، کپڑے دھونے یا رنگنے کا بڑا برتن۔

خ ض د – خَضَدَ الشَّجَرَ: اس نے درخت کے کانٹے کاٹے یا صاف کئے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
خَضِيْدٌ اور مَخْضُوْدٌ: بغیر کانٹے۔ بے خار یا خار بُریدہ درخت۔

خ ض ر – الْخُضْرَةُ: سبزہ، سبز رنگ۔ اخْضَرَّ الشَّيْئُ اِخْضِرَارًا واخضَوْضَرَ: چیز سرسبز ہوگئی۔ خَضَّرَهُ تَخْضِيْرًا: اس نے کسی چیز کو سرسبز کیا۔ شاید لوگوں نے الْأَسْوَدُ یعنی سیاہ کو خُضَرَ سبز کہہ دیا۔ قول خداوندی ہے: مُدْهَآمَّتَان: کا معنی علماء نے خضروان یعنی سبز کہا ہے۔ کیونکہ وہ شدید شادابی کے باعث سیاہی مائل ہوں گے۔ عراق کے دیہاتوں کو وہاں کے درختوں کی کثرت کے باعث سواد کہا گیا ہے۔
الْخُضْرَةُ: اونٹوں اور گھوڑوں میں سیاہی مائل مٹیالا رنگ ہے۔ چنانچہ فَـرَسٌ اَخْضَـرُ: سیاہی مائل مٹیالے رنگ کے گھوڑے کو کہتے ہیں۔ اور انسانوں میں الْخُضْـرَةُ گندمی رنگ کو کہتے ہیں۔
الْخَضْـرَاءُ کا معنی آسمان ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِيَّـاكُـمْ وخَـضْـرَاءَ الدِّمَن: گھوڑے پر اُگے ہوئے سبزے سے بچو۔ (اس سے مراد خوبصورت عورتوں کا فتنہ ہے۔) کیونکہ گھوڑے والی جگہ پر اُگا ہوا سبزہ اگرچہ سرسبز ہوتا ہے لیکن پھلدار نہیں ہوتا۔ محاورہ ہے: الـدُّنيا حُـلْـوَةٌ خَضِرَةٌ: دنیا میٹھی اور سبز ہے۔
الْمُخَاضَرَةُ: پھلوں کے پکنے سے پہلے فروخت کرنا اور پکنے کی علامت گہری سبز رنگت ہوتی ہے۔ اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس کاروبار میں کھجور، سبزی ترکاری وغیرہ چیزیں آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض کے نزدیک تازہ کھجوریں یعنی رُطَب ایک کنستر سے زیادہ فروخت کرنا مکروہ ہے۔ قول خداوندی ہے: فَـاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا: اخفش کا کہنا ہے کہ اس قول میں خَضِرًا سے مراد الْأَخْضَرُ ہے۔ اسی طرح محاورہ ہے کہ: ذَهَـبَ دَمُـهُ خِضْـرًا مِضْرًا: یعنی اس کا خون رائیگاں چلا گیا۔
خَضِرٌ بروزن كَبِدٌ: حضرت موسیٰ کے ساتھی خضر علیہ السلام۔ اسے خِـضْـرٌ بروزن كِتْفٌ بھی کہا گیا ہے اور یہ زیادہ فصیح ہے۔

خ ض ر م – الْمُخَضْرَمُ: وہ شاعر جس نے دورِ جاہلیت اور دورِ اسلام دونوں پائے ہوں جیسے: لَبِيْدٌ شاعر نے دونوں دور پائے۔

خ ض ض – الْخَضْخَضَةُ: پانی وغیرہ کو حرکت دینا یعنی ہلانا۔
خَضْخَضَهُ فَتَخَضْخَضَ: اس نے

پانی کو ہلایا تو وہ ہل پڑا۔

خ ض ع — الخُضُوعُ: تواضع اور انکساری۔ کہا جاتا ہے: خَضَعَ يَخْضَعُ (ضاد مفتوح) خُضُوعًا واخْتَضَعَ: اس نے تواضع وانکساری کی۔ اَخْضَعَتْنِي اِلَيْهِ الحاجةُ: مجھے ضرورت نے اس کے سامنے جھکا دیا۔ رَجُلٌ خُضعَةٌ: ہر ایک کے آگے جھکنے والا شخص۔

خ ض ل — شَيْئٌ خَضِيلٌ: نرم وتر چیز۔

الخَضِلُ: نرم ونازک پودے۔

اِخْضَلَّ الشَّيْئُ اخضِلالًا اور اخضَوْضَلَ: تر وتازہ ہو گیا۔

خ ض م — الخضمُ: منہ بھر کر کھانا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ الخِضَمُّ بروزن الهِجَفُّ: بہت زیادہ بخشش کرنے والا۔

خ ط أ — الخَطَأُ: غلط۔ صواب یعنی درست کی ضد۔ اس میں 'ا' کو الف مد کے ساتھ یعنی بغیر ہمزہ کے بھی پڑھا جاتا ہے۔ قول خداوندی: اِلَّا خَطَأً کو دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اَخْطَأَ اور تَخَطَّأَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اَخْطَيْتُ نہیں کہنا چاہیے۔ بعض لوگ اسے الخِطْءُ بمعنی گناہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ خَطِيئٌ (طاء مکسور) کا مصدر ہے۔ اس کا اسم الخَطِيئَةُ ہے۔ اسے تشدید دینا جائز ہے۔ اس کی جمع الخطايا ہے۔ ابو عبیدہ کے نزدیک خَطِيئٌ اور اَخْطَأَ کا ایک ہی معنی ہے۔ اسی سے یہ مثل مشہور ہے: مَعَ الخَوَاطِيءِ سَهْمٌ صَائِبٌ: خطا ہونے والے تیروں میں سے کوئی نشانے پر لگنے والا بھی ہوتا ہے۔ الأموی کا کہنا ہے کہ المُخْطِيءُ کا مطلب ہے کہ ایک شخص نے درست کام کرنا چاہا لیکن غلط ہو گیا۔ یعنی بھول چوک والا۔ اور الخَاطِيءُ وہ شخص جو ارادۃً اور جان بوجھ کر غلط کام کرے۔ تَخَطَّأَ لَهُ فِي المسالة: وہ اس کی غلطی تلاش کرنے میں لگ گیا۔

خ ط ب — الخَطْبُ: کام کا سبب کہا جاتا ہے۔ مَا خَطْبُكَ تمہارا کیا کام ہے۔ کس کام سے آئے ہو۔ یا تمہارا کیا مشن ہے۔ میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا کہ ما خطْبُک کا مطلب ہے تمہیں کیا کام ہے۔ اور تم کہتے ہو: هٰذا خَطْبٌ جليل: یہ بہت بڑا کام ہے۔ اور خَطْبٌ يَسِيرٌ: معمولی کام۔ اس کی جمع خُطُوبٌ ہے۔ (یہاں الازہری کی بات ختم ہوئی۔)

خَاطَبَهُ بالكلامِ مخاطبةً وخطاباً: اس نے اس سے بات کی۔ خطب على المنبرِ خُطبَةً وخَطابة: اس نے منبر پر خطبہ دیا۔ خُطْبَةٌ میں خاء مضموم ہے۔

خطب المرأةَ فِي النِّكاح خِطبَةً: اس نے عورت کے ساتھ شادی کی منگنی کی۔ یہاں خِطبة میں خاء مکسور ہے۔ اور ان دونوں میں یخطُب میں طاء مضموم ہے۔ اختطَبَ کا بھی یہی معنی ہے۔ خَطُبَ (اس کا باب ظَرُفَ ہے) وہ خطیب بن گیا۔

الخَطَّابِیَّة: رافضیوں کا ایک فرقہ ہے جو اپنی نسبت ابو الخطاب سے کرتا ہے۔ جو اپنے ساتھیوں کو اپنے مخالفین کو جھوٹا کہنے کی تلقین کرتا تھا۔

خ ط ر - الخطَرُ: (خاء اور طاء مفتوح۔) ہلاکت کے قریب پہنچا۔ یعنی موت کا خوف کہتے ہیں۔

خاطَرَ بِنَفْسِهٖ: اس نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیا۔

الخَطَرُ: شرط بدنے کے لئے دوڑ۔

خـاطَرَهُ علی کذا: اس نے اس بات پر شرط لگائی۔

خَـطَرُ الرَّجُلِ: انسان کی قدر و منزلت اور شان و شوکت۔ خَـطَـرَ الـرُّمحُ: نیزے لہرائے۔ اس کا مضارع یَخطِرُ مصدر خَطَرانًا۔

رُمحٌ خَطّارٌ: لہراتے نیزے۔ خَـطَّارٌ میں طاء مشدد ہے۔ کہا گیا ہے کہ خَطَانُ الرُّمحِ: نیزوں کا لہرانا۔ بلند کرنا۔ اور نیزہ زنی کے لئے اسے اوپر نیچے کرنا۔

رَجُلٌ خَطّارٌ: سخت قسم کا نیزہ باز آدمی۔

خَطَرَ الرَّجُلُ: آدمی لہراتا اور اتراتا ہوا چلا۔

رَجُلٌ خَطِیرٌ: قدر و منزلت والا آدمی۔

قَدْ خَطُرَ (بابِ سَهُلَ) وَخطرَ الشَّیْئُ بِبَالِه: یہ بات اس کے دل میں آئی۔ اس کا باب دَخَـلَ ہے۔ اَخـطَـرَهُ اللّٰـهُ بِبَـالِـه: اللہ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی۔

خ ط ط - الخطُّ: اس کی جمع الخطوط ہے۔ لکیر یا لائن۔ راستہ شاہراہ۔

الخَطُّ: یمامہ میں ایک جگہ کا نام بھی ہے۔ اس جگہ کا نام خَطُّ هَجر ہے۔ جہاں نیزے بنتے ہیں جنہیں خَطّی نیزے کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ہندوستان سے لائے جاتے ہیں اور یہاں سیدھے کئے جاتے ہیں۔ خَطَّ بِالقَلَمِ: اس نے قلم سے لکھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ کِسَاءٌ مُخَطَّطٌ: دھاری دھار کمبل۔ الخِطَّةُ: خِطّہ، زمین کا وہ ٹکڑا جو کوئی شخص اپنے لئے خط کھینچ کر مخصوص کر لے۔ اور اس پر خط کھینچ کر کوئی نشان لگا دے کہ اس نے یہ ٹکڑا مکان بنانے کے لئے حاصل کیا ہے۔ انہیں معنوں میں خِـطَـطُ الـبَـصْـرَةِ والـکُـوفَـة کہا جاتا ہے۔ اختَـطَّ

الغُلام: لڑکے کے گالوں پر داڑھی مونچھ اُگ آئی۔

الخُطَّةُ: (خاء مضموم) منصوبہ۔ سازش۔ کام، قصہ۔ اس کا ذکر حدیث قیلہ میں آتا ہے۔

الخُطَّةُ کا مطلب نقطہ بھی ہے۔

خ ط ف — الخَطْفُ: اُچک لے جانا۔

قد خَطِفَهُ: وہ اسے اچک کر لے گیا۔ اس کا باب فهم ہے۔ اور یہ اچھا لہجہ ہے۔ ایک دوسری لغت کے مطابق یہ فعل ضَرَبَ کے باب سے ہے۔ یہ کم بھی ہے اور ناقص بھی۔ اسے کم ہی لوگ جانتے ہیں۔

اِخْتَطَفَهُ اور تَخَطَّفَهُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الخـطّاف: پرندہ اور الخُطّاف اس لوہے کو بھی کہتے ہیں جو کنویں سے پانی نکالنے والی چرخی کے دونوں طرف لگا ہوتا ہے اور ٹیڑھا کیا ہوتا ہے۔ اسی میں چرخی کا محور ہوتا ہے۔ ویسے ہر ٹیڑھے کئے ہوئے لوہے کو خُطّاف کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں جو لفظ خَطّاف (خاء مفتوح آیا ہے) اس کا معنی شیطان ہے۔ جو شنوائی کو چوری سے اچک کر لے جاتا ہے۔

بَـرْقٌ خاطِفٌ: آنکھوں کی روشنی اچک لے جانے والی بجلی۔

خ ط ل — الخَـطَلُ: فاسد، بیکار اور مضطرب منطق۔

قَدْ خَطَلَ فِي كَـلامِهِ: وہ بات کرنے میں لڑکھڑایا یعنی اس نے بیہودہ گفتگو کی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

خ ط م — الخِطام: لگام، نکیل۔

الخِطْمِيّ: (خاء مکسور) برگ خطمی جس سے سر دھوتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ دیوان میں درج ہے کہ الخطمی میں دونوں لہجے یا تلفظ ہیں۔ ایک میں خاء مفتوح ہے اور دوسرے میں خاء مکسور۔

خ ط ا — الخُطْوَةُ: (خاء مضموم) چلتے وقت دونوں قدموں کا درمیانی فاصلہ۔ اس کی جمع ملّة خُطُوَات ہے (خاء مضموم اور مفتوح اور ساکن) اور جمع کثرت خُطى ہے۔

الخَطْوَةُ: (خاء مفتوح) ایک بار قدم کا اٹھانا۔ اس کی جمع خَطَوَاتٌ (طاء مفتوح) اور خِطَا (خاء مکسور اور الف ممدود) ہے۔ اس کی مثال رَكْوَة اور اس کی جمع رِكَاء ہے۔

خَـطَا: (باب عَدَا) اور اِخْتَطَى کا ایک ہی معنی ہے۔

تَخَطَّاهُ: آگے بڑھنا۔ اوپر سے گزرنا۔ قدم آگے بڑھانا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے

تَخطّٰی رِقَابَ النَّاسِ: وہ لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے آگے بڑھا۔

خ ف ت — خَفَتَ الصَّوتَ: اس نے آواز دھیمی کر دی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ المُخَافَتَۃُ، التخافُتُ اور الخَفتُ بروزن السَّبْتُ گفتگو یا بات چھپانا۔

خ ف ر — الخَفِیرُ: پناہ دینے والا۔ مثلاً: خَفَرَ الرَّجُلُ: آدمی نے اسے پناہ دے دی۔ کَانَ لَہٗ خَفِیرًا: اس کا ایک پناہ دینے والا تھا جو اس کی حفاظت کرتا اور اسے بچاتا تھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی طرح خَفَّرَہ تَخْفِیرًا: اس نے اسے بہت بچایا۔ تَخَفَّرَ بِفُلان: اس نے فلاں شخص کی پناہ لی۔ اَخفَرَہٗ: اس نے اس سے عہد شکنی کی اور دھوکا کیا۔ اَخفَرَہٗ: کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اس کے ساتھ خفیر یعنی محافظ بھیجا۔ اس کا اسم الخُفرَۃ (خاء مضموم ہے) اور اس کا معنی ذمّہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وَفَتْ خُفرَتُکَ: اس نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا۔ اسی طرح الخِفارَۃُ (خاء مضموم اور مکسور) اور الخَفَرُ (خاء اور فاء مفتوح) کا معنی بہت زیادہ حیاو شرم۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ جَارِیَۃٌ خَفِرَۃٌ (فاء مکسور) اور مُتَخَفِّرَۃٌ: بہت شرمیلی لونڈی۔

خ ف س — الخُنْفَسَاءُ (فاء مفتوح اور الف ممدود) اس کی مؤنث خُنفَسَاءَۃٌ ہے۔ اس کی ایک اور لغت یعنی تلفظ خُنفَس ہے، گبریلا، گوبر میں پلنے والا کیڑا۔ اس کی مؤنث خُنفَسَۃٌ ہے۔

خ ف ش — الخُفَّاشُ بروزن العُنّاب اس کی جمع الخَفَافِیشُ ہے۔ اس کا معنی چمگادڑ ہے۔

الخَفَشُ: (خاء اور فاء مفتوح) آنکھ کا چھوٹا پن اور پیدائشی نظر کی کمزوری۔ الرَّجُلُ الأَخْفَشُ: اندھرتہ شخص، ممکن ہے الخفشُ ایک بیماری ہو جس کے مریض کو رات کو تو چیزیں نظر آتی ہوں لیکن دن کو نظر نہیں آتیں۔ البتہ بادل والے دن میں بھی نظر آتا ہے۔ اسے عُرف عام میں اندھرتہ کہتے ہیں۔ صاف موسم ہو تو دن کو نظر نہیں آتا بعض مریض دن کو دیکھ نہیں سکتے۔

خ ف ض — الخَفْضُ: آسودگی۔ آسودہ حالی۔ کہا جاتا ہے: عَیْشٌ خَافِضٌ: پر سکون اور آسودہ زندگی۔

وَھُمْ فِی خَفْضٍ مِنَ العَیْشِ: وہ آسودگی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ خَفَضَ الصَّوْتَ: اس نے آواز دھیمی کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: خَفِّضْ عَلَیْکَ القَوْلَ اور

خَفِّضْ علیک الأمْرَ: معاملہ کو زیادہ سنجیدگی سے نہ لو۔

الخفض: جَرّ، یہ دونوں علامات علمائے نحو کے نزدیک بناء میں کسر کی حیثیت رکھتی ہیں۔

الانْخِفَاضُ: انحطاط، زوال۔ وَاللّٰهُ يَخْفِضُ مَنْ يَشَآءُ وَيَرْفَعُ مَنْ يَشَآء: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے زوال پذیر کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عروج بخشتا ہے۔

خ ف ف — الخُفّ: اس کی جمع اخفاف ہے بمعنی اونٹ کا کھر۔ اسکی جمع الخفاف بھی ہے جس کا مطلب پہننے کے موزے ہیں۔

التَخفِيفُ: کم کرنا۔ یہ تثقیل کی ضد ہے۔ استخَفَّهُ: یہ استثقلہٗ کی ضد ہے۔

استخفّ بـه: اس نے اسے حقیر جانا۔

خَفَّ الشَّيْئُ: چیز خفیف ہوگئی۔ اَخفَّ الرَّجلُ: اس کی حالت پتلی ہوگئی۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ بَيْنَ اَيْدِينَا عَقَبَةً كَئُوْدًا لا يَجُوْزُهَا اِلَّا المخفّ: بے شک ہمارے سامنے ایک سخت پیچیدہ گھاٹی ہے اسے سوائے سبک بار آدمی کے اور کوئی پار نہیں کرسکتا۔

خ ف ق — خَفَقَتِ الرَّايَةُ: جھنڈا لہرایا۔ اسی طرح القَلْبُ اور السَّرَاب ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ خَفَقَ يَخْفِقُ (فاء مکسور) خَفَقَانًا: (حاء اور فاء مفتوح) دھڑکنا۔ کہا جاتا ہے: خَفَقَ البَرْقُ: بجلی چمکی۔

خَفَقَتِ الرِّيْحُ خَفَقَانًا: ہوا کی سنسناہٹ ہوئی یعنی اس کے چلنے کی آواز یا گونج ہوئی۔

خَفَقَ الرَّجُلُ: آدمی نے اونگھتے ہوئے سر ہلایا یا وہ اونگھ میں جھوما۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَتْ رُؤُسُهُمْ تَخْفِقُ (خَفْقَةً) اَوْ خَفْقَتَيْنِ: ان کے سر اونگھ میں ایک بار یا دوبار جھومتے تھے۔

الخَافِقَانِ: مشرق اور مغرب کے دو اُفق یعنی کنارے کیونکہ رات اور دن انہی دو کناروں میں جھومتے رہتے ہیں۔

خ ف ی — خَفَاهُ: اُس نے چھپایا، اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے ظاہر کیا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔ یہ کلمات اضداد میں سے ہے، یعنی ایسا کلمہ ہے جس کے متضاد معانی ہوتے ہیں۔

اَخْفَاهُ: اس نے اسے چھپایا یا پوشیدہ رکھا۔ شَيئٌ خَفِيٌّ: پوشیدہ چیز۔ اس کی جمع خَفَايَا ہے یعنی پوشیدہ چیزیں یا باتیں۔

خَفِيَ عَلَيْهِ الأثَرُ يَخْفَى خَفَاءً: اس پر نشان چھپ گیا یعنی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بَرِحَ الخَفَاءُ

یعنی بات واضح ہوگئی۔

الخَـوَافِيْ: پرندے کے بازو کے اگلے دس پروں کے علاوہ چھپے ہوئے پر۔

اِسْتَخْـفٰی مِنْهُ: اس سے چھپا رہا۔ ان معنوں میں اختـفی الشّیئُ نہیں کہنا چاہئے۔

اِخْتَفَیْتُ الشَّیْئَ: میں نے بات یا چیز نکال لی۔

المُخْتَفِي: کفن چور۔ اس نسبت سے کہ وہ کفن نکال لیتا ہے۔ ان معنوں میں قول خداوندی ہے: اِنَّ السَّاعَةَ اٰكَادُ اُخْفِيْهَا: یقیناً قیامت کی گھڑی، میں جلد ہی اس کا پردہ ہٹادوں گا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے: لوگ کہتے ہیں کہ اَشْكَيْتُهُ: میں نے اس کی شکایت یا تکلیف دور کردی۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الخِفَاءُ (خاء مکسور اور الف ممدود) کا اصل معنی کمبل یا چادر ہے جس سے پانی یا دودھ کے برتن کو ڈھانپا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں اُخْفِيْهَا کو خاء مفتوح اَخْفِيْهَا بھی پڑھا گیا ہے۔

خ ق ق — الأخـقـوق: اللُّخقُوق کا دوسرا لہجہ یا تلفظ۔ زمین کے شگاف۔ حدیث شریف میں ہے کہ: فَوَقَصَتْ بِهٖ نَاقَتُهُ فِي اَخَاقِيْقَ جِرذَانٍ: اس کی اونٹنی چوہوں کے بلوں میں جاگھسی۔ اصمعی کے نزدیک اقاقِيْق بغیر اَلْ کے معروف نہیں ہے۔

خ ل أ — خَـلَأَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی بے سبب اَڑ گئی اور بیٹھ گئی۔ اس کا ذکر سُراقة کی حدیث میں آیا ہے۔

خ ل ب — الخِلابَةُ: زبان سے دھوکہ دینا۔ اس کا باب کَتَبَ ہے۔

اختَـلَبَهُ: اس نے اسے زبان سے دھوکہ دیا۔ اسے سبز باغ دکھایا۔

رَجُلٌ خَـلَّابٌ و خَلَبُوْتٌ: دھوکے باز اور جھوٹا آدمی۔

البَرْقُ الخُلَّبُ: چندھیا دینے والی بجلی۔

اسحَابُ الخُلَّبِ: ایسے بادل جن میں پانی یعنی بارش نہ ہو، گویا وہ دھوکا دینے والا ہے۔ دھوکے باز شخص کو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ: اِنَّمَـا اَنْتَ كَبَرْقٍ خُلَّبٍ: اور صرف بَرْقُ خُلَّبٌ بھی کہا جاتا ہے۔

المِـخْـلَبُ: (میم مکسور) پرندے اور درندے کا پنجہ جس طرح انسان کا ناخن ہوتا ہے۔ خَلَبَ النبات: اس نے پودے کو کاٹا، اس کا باب نَصَرَ ہے۔ استخلبه کا بھی یہی معنی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: تَسْتَخْلِبُ الخَبِيْرَ: ہم سبزی اور پودے کاٹتے ہیں اور اسے کھاتے ہیں۔

خ ل ج — خَلَجَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ پھڑکی۔ اس کا باب جلس اور دخل ہے۔ اختلجتْ کا بھی یہی معنی ہے۔

تَخَالَجَ فِی صَدْرِی مِنْهُ شَیْئٌ: مجھے اس کی طرف سے کوئی چیز کھٹکی یعنی مجھے اس پر شبہ ہوا۔

الخَلِیْجُ: سمندر کی خلیج یا کھاڑی۔ دریا کو بھی خلیج کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خَلِیْجَاه: اس کے دو کنارے۔ اس کی جمع خُلُجٌ ہے۔

الخَلَنْجُ: ایک فارسی درخت کا معرب نام ہے۔ اس کی جمع الخَلانِجُ بروزن المَعَالِمُ ہے۔

خ ل د — الخُلد: دوام، ہیشگی، اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اَخْلَدَهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ باقی رکھے۔ خَلَّدَهُ تَخْلِیْدًا کا بھی یہی معنی ہے۔

الخُلْدُ بروزن القُفْلُ: اندھے چوہوں کی ایک قسم۔ اُردو میں چھچھوندر کہتے ہیں۔

اَخْلَدُ اِلٰی فُلانٍ: اس نے فلاں کا سہارا لیا یا اسی کی طرف جھکا۔ اسی سے قول خداوندی ہے: وَلٰکِنَّهُ اَخْلَدَ اِلَی الأَرْضِ: لیکن وہ زمین یعنی پستی کی طرف جھکا۔

الخَلَدُ: (خاء اور لام مفتوح) دِل۔ محاورہ ہے: وَقَعَ ذٰلِکَ فِی خَلَدِی: یہ بات میرے دل میں آ گئی۔

خ ل س — خَلَسَ الشَّیْئَ: اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اختَلَسَهُ اور تَخَلَّسَهُ: اس نے چیز جھپٹ کر چھین لی۔ اس کا اسم الخُلْسَةُ (خاء مضموم) ہے۔ محاورہ ہے کہ: الفرصة خُلْسَةٌ: فرصت کا وقت ایک جھپٹ ہے۔ یعنی فوراً ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔

خ ل ص — خَلَصَ الشَّیْئُ: چیز خالص ہوگئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

خَلَصَ اِلَیْهِ الشَّیْئُ: چیز اس تک پہنچ گئی۔ خَلَّصَهُ مِن کَذا تخلیصًا فَتَخَلَّصَ: اس نے اسے نجات دلائی یا چھڑایا تو اسے نجات مل گئی یا وہ چھوٹ گیا۔

خُلاصَةُ السَّمن: (خاء مضموم) لسی سے صاف کیا ہوا خالص گھی۔ اور اسی طرح خِلاصَتُهُ: (خاء مکسور) کا بھی یہی مطلب ہے۔ اَخْلَصَ السَّمَنَ: اس نے گھی کو گرم کر کے صاف کیا۔

الإخلاص فی الطاعة: فرمانبرداری میں ریاکاری اور دکھلاوا کرنا۔

قَدْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ الدِّیْنَ: اس نے خدا تعالیٰ کے لئے دین خالص کیا۔

خالصَاهُ فِی العِشْرَة: اس نے رہن سہن میں اس کے ساتھ خلوص برتا۔

هٰذا الشَّیْئُ خَالِصَةٌ لک: یہ چیز صرف تمہارے لئے ہے۔

استَخْلَصَهُ النفسه: اس نے اسے اپنی

ذات کے لئے چُن لیا۔

خ ل ط — خَلَطَ الشَّيْئَ بِغَيْرِهٖ: اس نے ایک چیز کو کسی دوسری چیز میں ملا دیا۔ (اس کا باب ضَرَبَ) فاختلط تو وہ مل گئی یعنی دوسری چیز کے ساتھ خلط ملط ہو گئی۔

خَالَطَهٗ مخالَطَةً وخِلاطًا: (خاء مکسور) وہ اس سے گھل مل گیا۔

اختلط فُلانٌ: فلاں شخص کی عقل ماری گئی۔

التخلِيطُ فِي الْاَمْر: کام میں خرابی یا گڈمڈ۔

الخَلِيطُ المخالط: گھلنے ملنے والا، اوباش وآوارہ۔ اس کی مثال النَّدِيْم، المُنادم، الجَلِيسِ، المُجالِسُ ہے۔ یہ کلمہ واحد اور جمع دونوں صیغے یکساں ہیں۔ بعض اوقات اس کی جمع خُلَطَاء اور خُلُط بنائی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا خِلَاطَ وَلَا وِرَاطَ: یعنی نہ خِلاط ہے اور نہ وِراط. کہا گیا ہے کہ یہ کلمات آپ ﷺ کے ان کلمات کی طرح ہیں کہ: لايَجْمَعُ بينِ متفرّق ولا يُفَرِّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ: یعنی زکوٰۃ کے ڈر کے مارے نہ تو متفرق مال کو اکٹھا کیا جائے اور نہ اکٹھے مال کو متفرق کیا جائے۔

الخُلْطَةُ: (خاء مضموم) شراکت، کمپنی اور

الخِلْطَة: (خاء مکسور) رہن، سہن۔

الخِلْطُ: (خاء مکسور) خلط، اس کی جمع اَخْلاط ہے، (عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر) نبیذ میں دو خلیطوں سے منع کیا گیا ہے یعنی ان سے کشید کئے گئے رس کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے سے منع کیا گیا ہے، کھجور اور مُنقّی یا انگور اور تازہ کھجور۔

خ ل ع — خَلَعَ ثَوبَهٗ ونَعْلَهٗ وقائِدَهٗ: اس نے اپنا کپڑا۔ جوتا اور قائد اتار دیا۔

خَلَعَ عَلَيْهِ خِلْعَةً: اس نے اسے خلعت بخشی۔ ان سب کا باب قَطَعَ ہے۔ خَلَعَ امْرَاَتَهٗ خُلْعًا: اس نے اپنی بیوی کو خُلع دے دی (خاء مضموم)۔ خُلِعَ امْرَاَتَهٗ

خُلِعَ الوَالِي: گورنر کو معزول کر دیا گیا۔

خَالَعَتِ المَرْأةُ بَعْلَهَا: بیوی نے خاوند سے بدل دے کر خُلع طلب کیا۔ ایسی عورت کو خالِع کہیں گے۔ اس کا اسم اُخلعة (خاء مضموم) ہے۔ قَدْ تخالَعَا: ان دو نے خلع طلب کی۔ اَخْتَلَعَتْ: اس عورت کو خلع مل گئی۔ مخلعة: خلع یافتہ عورت۔

خ ل ف — خَلْفٌ: پیچھے۔ قُدَّامٌ بمعنی سامنے کی ضد۔

الخَلْفُ: ایک صدی یا نسل کے بعد آنے والی صدی یا نسل۔

هٰؤلاء خَلْفُ سُوءِ النَّاس لَاحقين بِنَاسٍ اكثر مِنْهُم: یہ ان لوگوں کے لئے برے جانشین ہیں جو ان سے زیادہ لوگوں کے ساتھ ملنے والے ہیں۔

الخَلْفُ کا معنی ردی اور ناکارہ بات بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: سَكَتَ اَلفًا ونَطَق خَلْفًا: وہ ہزاروں بار چپ رہا اور بولا تو برا بولا۔ یعنی ہزار موقعوں پر بولنے کی بجائے خاموش رہا اور جب بولا تو غلط بات کہدی۔ الخَلْفُ کا معنی پانی لینا بھی ہے۔ اور الخَلْفُ کا لام ساکن اور مفتوح بھی ہے۔ اس کا معنی بعد میں آنے والا ہے یا جانشین۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خَلَفُ سوء مِنْ ابیه وخَلَفُ صِدْق مِنْ اَبِیْهِ: وہ اپنے باپ کا برا جانشین ہے اور وہ اپنے باپ کا سچا جانشین ہے۔ اس قول میں خَلَفُ میں لام متحرک ہے۔ اخفش نے کہا کہ دونوں برابر ہیں یعنی وہ بھی جو اسے متحرک کرتے ہیں اور وہ بھی جو اسے ان سب جگہوں پر ساکن کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خَلَفُ صِدْقٍ میں خَلَفُ کو متحرک کرتے ہیں اور خَلْف سوءٍ میں ساکن کرتے ہیں تاکہ دونوں میں فرق کیا جاسکے۔ الخَلَفُ متحرک کا معنی کسی چیز میں سے باقی چھوڑا ہوا حصہ یعنی پس ماندہ یا باقی ماندہ ہے۔

الخُلْفُ: (خاء مضموم) فعل اخلاف کا اسم ہے۔ وعدہ پورا نہ کرنا۔

الخِلْفَةُ: دو چیزوں کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا۔ جیسے رات دن کا اختلاف یعنی رات کے پیچھے دن کا آنا۔

الخِلْفَةُ: ایک دفعہ گھاس یا کوئی نباتات کاٹنے کے بعد جو گھاس دوبارہ اُگ آتی ہے، اسے بھی الخِلْفَةُ کہتے ہیں۔

خِلْفَةُ الشَّجرِ: درخت پر سے بہت سا پھل اترنے کے بعد دوبارہ نکلنے والا پھل۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ اس کا معنی گرمیوں میں اگنے یا لگنے والا پھل ہے۔

الخَلِفُ بروزن الكَتِفُ: حاملہ اونٹنی۔ اس کا واحد خَلِفَةٌ بروزن نَكِرَةٌ ہے۔ قول خداوندی: رَضُوا بِاَن يَّكُوْنُوا مَعَ الخَوَالِفِ: میں الخَوَالِفِ سے مراد عورتیں ہیں۔

الخِلِّيْفَى: (خاء مکسور، لام مکسور و مشدد، یاء مقصور) خلافت۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: لَو اُطِيْقُ الأذَانَ مَعَ الخِلِّيْفَى لأذنتُ: اگر خلافت کی ذمہ داریوں کے ساتھ میرے لئے اذان دینا ممکن ہوتا تو میں اذان بھی دیتا۔ الخَلِيْفَةُ: سلطانِ اعظم، اسے بھی مؤنث کے صیغے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: کسی شاعر کا یہ شعر:

اَبُـوْکِ خَلِيْفَةٌ وَلَـدَتْهُ اُخرىٰ
وَاَنْتَ خَلِيْفَةٌ ذاک الكمال

"تیرا والد خلیفہ ہے جسے کسی اور نے جنا ہے۔اور تو بھی خلیفہ ہے، یہ کمال کی بات ہے۔"

اس کی جمع الخَلَائِف ہے۔اسے کرِيْمَة کی جمع کرائم کی طرح اپنی اصل پر جمع بنایا گیا ہے۔ لوگوں نے اس کی جمع الخُلَفَاء بھی کہا ہے۔کیونکہ یہ اسم مذکر کے سوا کسی اور کے لئے نہیں بولا جاتا۔اور اس کے آخر میں 'ۃ' ہے جسے جمع بناتے وقت ساقط کر دیا گیا ہے۔اس کی مثال ظَرِيْفٌ اور ظُرَفَاء ہے۔کیونکہ فَعِيْلَةٌ یعنی جس کے آخر میں 'ۃ' ہو کر وزن سے فُعَـلَاء کے وزن پر جمع نہیں بن سکتی۔

خَلَفَ فُـلَانٌ فُـلَانًا: فلاں آدمی فلاں آدمی کا جانشین بنا۔چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خَلَفَهُ فِي قَوْمِهِ: اس نے اسے اپنی قوم میں اپنا جانشین بنایا۔اس کا باب كَتَبَ ہے۔ اسی لئے قول خداوندی ہے: اَخْلُفْنِيْ فِـي قَوْمِيْ: تو میری قوم میں میرا جانشین بن۔ خَلَفَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ اس کے بعد آیا۔ خَـلَفَ فَـمُ الصَّـائِمِ: روزہ دار کے منہ کی بُو یا اس کا ذائقہ تبدیل ہو گیا۔ اسی طرح خَـلَـفَ اللَّبَنُ والطَّـعَامُ: دودھ اور کھانے کا ذائقہ یا اس کی بُو تبدیل ہو گئی۔اس کا باب دَخَلَ ہے۔ایک دوسرے لہجے کے مطابق خَلَفَ کی جگہ اَخْلَفَ بھی مستعمل ہے۔

جس کسی کا مال یا بیٹا یا کوئی چیز چلی جائے تو اس معاوضے کی دعا کے لئے یوں کہا جاتا ہے کہ اَخْلَفَ اللّٰهُ عَلَيْکَ یعنی خدا تجھے ضائع ہونے والی چیز کے برابر ہی اس کا بدل عطا کرے۔اور اگر کسی کا والد یا اس کی والدہ وغیرہ فوت ہو گئے ہوں جس کا عوض ممکن نہیں تو کہا جاتا ہے کہ خَـلَـفَ اللّٰهُ عَلَيْکَ: (خَلف کے شروع میں الف کے بغیر) تمہاری ضائع ہونے والی چیز کا بدل خود اللہ تعالیٰ ہو۔کہا جاتا ہے کہ:

اَخْلَفَهُ: اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص وعدہ کرے اور مستقبل میں اس وعدہ کو پورا نہ کرے۔

اَخْلَفَ فُـلَانٌ لِنَفْسِهِ: فلاں شخص نے ضائع شدہ چیز کے بدلے اپنے لئے دوسری چیز لے لی۔

اَخْـلَـفَ النباتُ: ایک دفعہ کٹنے کے بعد دوبارہ نباتات یا گھاس اُگ آئی یعنی پیداوار یا نباتات نے اپنے بعد دوسری نباتات اُگائی۔

اِسْتَخْلَفَهُ: اس نے اسے خلیفہ بنایا۔

جَلَسَ خَلْفَهُ: وہ اس کے پیچھے بیٹھا۔

الخِلَافُ: مخالفت۔قول خداوندی ہے

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰه: پیچھے پیچھے رہنے والے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے۔ خِلَاف کا ترجمہ مخالفت کی بجائے صرف خلف یعنی صرف پیچھے بھی کیا گیا ہے۔ یعنی پیچھے رہنے والے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے۔

شَجَرُ الخِلَاف: مخالفت کا سبب۔ مخالفت کی جگہ کو اَلْمَخْلَفَةُ بروزن اَلْمَتْرَبَةُ کہیں گے۔ خَلَّفَهُ وَرَائَهُ فَتَخَلَّفَ: اس نے اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیا تو وہ پیچھے رہ گیا۔

خ ل ق — الخَلْقُ: تقدیر۔ اندازہ کرنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خَلَقَ الأَدِيْمَ اس نے چمڑا کاٹنے سے پہلے اس کا اندازہ کر لیا، اس کا باب نَصَرَ ہے۔ الخَلِيْقَةُ: طبیعت وفطرت، اس کی جمع خَلَائِق ہے۔ الخَلِيْقَةُ کا معنی مخلوق یعنی لوگ بھی ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ هُمْ خَلِيْقَةُ اللّٰهِ اور هم خَلْقُ اللّٰهِ یعنی وہ خدا کی مخلوق ہیں۔ اور یہ دراصل مصدر ہے۔

الخِلْقَةُ: فطرت۔ فلان خَلِيْقٌ بِكذا: فلاں شخص اس لائق ہے۔

مُضْغَةٌ مُخَلَّقَةٌ: پوری طرح بنا ہوا لوتھڑا۔

خَلَقَ الإِفْكَ: اس نے جھوٹ گھڑ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اخْتَلَقَهُ وَتَخَلَّقَهُ: اس نے یہ بات گھڑ لی۔ اسی مفہوم میں یہ قول خداوندی ہے کہ: وَتَخْلُقُوْنَ إِفْكًا: اور تم جھوٹ گھڑتے ہو۔ الخُلْقُ: (لام ساکن و مضموم) اچھی عادت۔ فُلَانٌ يَتَخَلَّقُ بِغَيْرِ خُلُقِهِ: وہ بناوٹی طور پر اچھے خلق کا اظہار کرتا یا تکلفاً حسنِ خلق کا اظہار کرتا ہے۔ اَلْخَلَاقُ: نصیب، حصہ، حظ۔ اسی مفہوم میں قولِ خداوندی ہے: لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ: آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

مِلْحَفَةٌ خَلَقٌ اور ثَوْبٌ خَلَقٌ: پرانا لحاف یا پرانا کپڑا۔ اس میں مذکر و مؤنث کے دونوں صیغے یکساں ہیں کیونکہ یہ دراصل مصدر ہے۔

الأَخْلَقُ: زیادہ ملائم اور نرم۔ اس کی جمع خُلْقَانٌ ہے۔

خَلُقَ الثَّوْبُ: کپڑا پرانا ہو گیا۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔ اَخْلَقَ کا بھی یہی معنی ہے۔ اَخْلَقَهُ صَاحِبُهُ: اس کے مالک نے اسے پرانا کر دیا۔ یہ فعل متعدی اور لازم دو صیغوں میں یکساں ہے۔

الخَلُوْقُ: خوشبو یا عطر کی ایک قسم۔

خَلَّقَهُ تَخْلِيْقًا: اس نے اسے عطر مل دیا۔

فَتَخَلَّقَ تو اسے عطر لگ گیا۔

خ ل ل - الخَلُّ: سرکہ۔

الخَلَّةُ: (خاء مفتوح) خصلت، اس کا معنی احتیاج اور ناداری بھی ہے۔

الخُلَّةُ: دوست، اس میں مذکر ومؤنث دو صیغے یکساں ہیں کیونکہ یہ اصل میں مصدر ہے۔ مثلاً: تم کہتے ہو کہ: خَلِيلٌ بَيِّنُ الخُلَّةِ: واضح دوست۔ الخُلَّةُ والخُلُولَةُ: دوستی۔ اس کی جمع خِلَالٌ ہے۔ اس کی مثال قُلَّةٌ کی جمع قِلَالٌ ہے۔

الخِلُّ: دوستی اور دوست۔

الخَلَلُ: دو چیزوں کے درمیان خالی جگہ یا فاصلہ، اس کی جمع خِلَالٌ ہے۔ اور اس کی مثال جَبَلٌ کی جمع جِبَالٌ ہے۔ یہی لفظ قرآن کی آیت: فَتَرى الوَدْقَ يَخْرُجُ من خِلَالِهِ: پھر تم دیکھو گے کہ بادل سے مینہ نکل کر برس رہا ہے۔

وخَلَلِهِ: یہ بادلوں کے اندر خالی جگہیں ہیں جن سے بارش نکل برستی ہے۔ الخَلَلُ کا معنی کسی معاملے میں بگاڑ بھی ہے۔

الخَلَالُ: دانتوں سے ریزے نکالنے کے لئے لکڑی کی تیلی اور جس تیلی سے کپڑے میں سوراخ کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع الأَخِلَّةُ: ہے۔ الخِلَال کا معنی بچی دوستی بھی ہے۔

الخَلِيْلُ: سچا دوست، اس کا مؤنث کا صیغہ خَلِيْلَةٌ ہے۔

الخُلَالَةُ: (خاء مضموم) وہ ریزے جو خلال کرنے سے گرتے ہیں۔

فَصِيلٌ مَخْلُوْلٌ: کمزور ولاغر۔ اس کا ذکر زکوٰۃ کی حدیث میں ہے۔ خَلَّ كِسَاءَهُ على نفسه بالخِلَال: اس نے اپنے اوپر لئے کمبل میں خِلال سے سوراخ کیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

أَخَلَّ الرَّجُلُ بِمَرْكَزِهِ: آدمی نے اپنا مرکز چھوڑ دیا۔

إِخْتَلَّ الى الشَّيْئِ: وہ چیز کا محتاج ہوا۔ اسی مضمون کا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: عليكم بِالْعِلْمِ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَايَدْرِى مَتَى يُخْتَلُّ إِلَيْهِ: تمہیں علم حاصل کرنا چاہئے کیونکہ تم میں سے کسی کو اس کا ادراک نہیں کہ کس وقت لوگوں کو اس کی ضرورت پڑے جو اس کے پاس ہے یعنی علم۔

إِخْتَلَّ جِسْمُهُ: اس کا جسم لاغر ہو گیا۔

تَخَلَّلَ بَعْدَ الاكْلِ: اس نے کھانا کھانے کے بعد خلال کیا۔

تَخَلَّلَ القَوْمُ: قوم یا لوگ تتر بتر ہو گئے۔

دَخَلَ بَيْنَ خَلَلِهِمْ وخِلَالِهِمْ: وہ ان کے درمیان جا کر داخل ہوا یا گھس گیا۔

الخَلْخَالُ: پازیب، اس کی جمع خَلَاخِيلُ ہے۔ عورتوں کی پازیبیں۔

الخَلْخَلُ بھی اس کی ایک لغت یعنی لہجہ ہے۔

تَخْلِيلُ اللِّحْيَة: وضو میں داڑھی کا خلال کرنا اور (پاؤں کی) انگلیوں کا خلال کرنا۔ جب کوئی یہ کر چکے تو وہ کہے گا کہ:

تَخَلَّلْتُ: میں نے خلال کر لیا۔

(میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے یہاں اِخْتَلَّ فِي الأمْر کا ذکر نہیں کیا جس کا معنی ہے کہ کام میں خلل واقع ہوا۔)

خ ل ا — خَلا الشَّيْئُ: چیز خالی ہو گئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ خَلَوْتُ بِهِ خَلْوَةً وخَلاً: میں اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا۔

خَلا إلَيْهِ: وہ اس کے ساتھ جا ملا۔ قول خداوندی ہے: وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِيْنِهِم: جب وہ اپنے شیطان سرغنوں سے ملتے ہیں۔ اس آیت میں إِلٰى کا معنی مَعَ ہے۔ اس کی دوسری مثال قول خداوندی: مَنْ أَنْصَارِيْ إِلَى اللهِ: اللہ کے ساتھ میرا مددگار کون ہے۔ اور یہ قول خداوندی: وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلا فِيهَا نَذِيْرٌ: ایسی کوئی امت نہیں کہ جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو یا نہ بھیجا گیا ہو۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ: أَنَا مِنْكَ خَلاءٌ: کا مطلب یہ ہوگا کہ میں تم سے بَری الذمہ ہوں یہ اس لفظ کا نہ تو تثنیہ کا صیغہ بنتا ہے اور نہ جمع کا کیونکہ یہ مصدر ہے۔ أنَا خَلِيٌّ مِنْكَ: میں تم سے بری الذمہ ہوں۔ لیکن اس سے تثنیہ اور جمع دونوں کا صیغہ بنتا ہے کیونکہ یہ اسم ہے۔ الخَلاءُ: (الف ممدود) باوضو شخص۔

الخَلاءُ: ایسی جگہ کو بھی کہتے ہیں جو خالی ہو اور وہاں کچھ نہ ہو۔

الخَلِيَّةُ: وہ اونٹنی جس کی عقال یعنی گھٹنے باندھنے کی رسّی کو کھول دیا گیا اور اسے کھلا چھوڑ دیا گیا ہو۔ خاوند کی طرف سے بیوی کو أَنْتِ خَلِيَّةٌ کہہ دینا طلاق کا کنایہ ہے۔ الخَلِيَّةُ: بڑی کشتی کو بھی کہتے ہیں۔ شہد کی مکھیوں کے چھتے کو بھی الخَلِيَّة کہتے ہیں جس میں مکھیاں شہد بناتی ہیں۔

خَلا: کلمۂ استثناء بھی ہے جو اپنے مابعد کے کلمہ کو مستثنیٰ کر دیتا ہے اور نصب دیتا ہے اور جر دیتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے: جَاءُونِي خَلا زَيْدًا: یہاں زید منصوب ہے اور خَلا فعل بنایا گیا ہے جس میں فاعل مُضمر ہے۔ گویا تم نے یہ کہا کہ خَلا مَنْ جَآءَنِي مِنْ زَيْدٍ: جو شخص میرے پاس آئے وہ زید سے خالی ہیں یا زید کے بغیر ہیں۔ اور تم نے خَلا زَيْدٍ کہا تو تم نے زید کو جر دی۔ بعض نحویوں کے نزدیک خَلا حرف جر ہے۔ جو حاشی کے برابر ہے۔ اور بعض نحویوں کے نزدیک خَلا

مصدر مضاف ہے۔ رہا مَـا خَـلَا تو اس کے بعد کا اسم لامحالہ منصوب ہوگا۔ مثال کے طور پر تم یہ کہوگے کہ: جَـآءُونِی مَـا خَـلَا زَیـدًا لوگوں کا یہ کہنا کہ اِفْـعَلْ کَـذا وخَـلَاکَ ذَمٌّ: یعنی تو نے معذرت کرلی اور تم سے ذمّ یا مذمت ساقط ہوگئی۔

الخَلِیُّ: دکھ سے خالی۔ یہ الشَّجِیُّ کی ضد ہے۔ القُرُوْنُ الخالِیَۃُ: گزری ہوئی صدیاں یا زمانے۔

الخَلَی: (یاءِ مقصور) بھنگ کا تازہ پودا یا پتے۔ اس کا واحد خَـلَاۃٌ ہے۔ خَلَیْتُ الخَلَی: میں نے بھنگ کا تر پودا کاٹا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔ اخْتَلَیْتُہُ کا بھی یہی معنی ہے۔

المِخْلَی: بھنگ کاٹنے والی درانتی۔

المِخْـلَاۃ: وہ برتن یا ڈوری جس میں بھنگ رکھی جاتی ہے یعنی 'توبرا'۔

اَخْـلَـتِ الارضُ: زمین میں بہت سی بھنگ اُگ آئی۔ خَـلَالَہُ الشَّـیْئُ اور اَخْلَی کا ایک ہی معنی ہے۔

اَخْـلَـیْتُ المَکَانَ: میں نے اچانک اسے خالی پایا۔ اَخلَی الرَّجُلُ: آدمی خالی ہوا۔ وَاَخْلَی غیرہ: اس نے کسی کو خالی کیا۔ یہ فعل متعدی اور فعل لازم دونوں طرح مستعمل ہے۔

اَخْلَی عَنِ الطَّعَامِ: اس نے کھانا چھوڑ دیا۔

خَالَیْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو پچھاڑ دیا۔ چھوڑ دیا۔ مصالحت کی۔ تَخَلَّی: وہ فارغ ہوا یا خالی ہوا۔

خَلَّی عَنْہُ وخَلَّی سَبِیْلَہُ تخلیۃ: اس نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ اسے جانے دیا۔

مُخَلًّی: آزاد چھوڑا ہوا شخص۔

وَرَاَیْتُہُ مُخَلَّیًا: میں نے آزاد چھوڑا ہوا دیکھا۔

میرا کہنا ہے کہ یہ بات شاذ اور نادر ہے کہ اسم مقصور نصبی حالت میں منقوص کی طرح رفعی اور جری حالت کے خلاف ہو۔

خ م د — خَمَدَتْ النَّارُ: آگ بجھ گئی۔ آگ کے شعلے بلند ہونے بند ہوگئے۔ لیکن چنگاری ابھی نہیں بجھی۔ اس کے برعکس ھَمَدَتْ النار کا معنی ہے کہ آگ بالکل بجھ گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اَخْمَـدَھا غَیْـرُھا: کسی دوسرے نے اسے بجھایا۔

خ م ر — خَمْرَۃٌ وخُمُوْرًا: اس کی مثال تَمْرَۃٌ وتُمُورًا: معنی شراب ہے کہا جاتا ہے خَمْرَۃٌ صِرْفٌ: خالص شراب۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ خَمر کا نام اس لئے خمر پڑا ہے کہ اسے چھوڑ دیا گیا اور اس میں خمیر چڑھ گیا۔ اور خمیر ہونے کا

مطلب اس کی بُو کا تبدیل ہونا ہے۔ اور کچھ کا کہنا ہے کہ چونکہ شراب عقل کو ڈھانپ دیتی ہے اس لئے اسے خَمُر کہتے ہیں۔

الخِمِّيْرُ: ہمیشہ شراب پینے والا۔

الخُمَارِ: شراب پی کر بیہوشی کی حالت۔

رَجُـلٌ خَـمِرٌ: شراب خور آدمی۔

خَمِرٌ بروزن کَتِفٌ اور مَخْمُوْرٌ: جس شخص نے شراب پی ہو۔

اِخْتَمَرَتِ المرأة: عورت نے اوڑھنی اوڑھ لی۔

الخِمار: اوڑھنی۔

الخَـمِيْر الخَمِـيْرة: خمیرہ جو آٹا گوندھتے وقت اس میں ڈالا جاتا ہے۔

مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: خَمِرَ العَجِيْنُ آٹا خمیر ہو گیا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ خَمِرَ العَجِيْنَ: اس نے آٹا خمیر کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

التَـخْـمِـيْـرُ: ڈھانپنا۔ کہا جاتا ہے کہ خَمِّرْ اِنَاءَ کَ اپنا برتن ڈھانک لے۔

المُخامَرةُ: مُخالطہ۔ گھلانا ملانا۔ مَس کرنا۔

اسْـتَـخْمَرَهُ: اس نے اسے غلام بنالیا۔ اسی مفہوم کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث شریف ہے: مَنْ اسْـتَـخْـمَـرَ قَوْمًا اَوَّلُهُمْ احرارًا: یعنی جس کسی نے کسی قوم کو غلام بنایا اس نے انہیں جبر و قہر سے زیر قبضہ کیا۔ اور ان پر غلبہ پایا جو پہلے آزاد تھے۔[1]

خ م س — الخَمْسَةُ: پانچ کا عدد۔ جاء فُـلانٌ خَـامِـسًا: وہ پانچواں شخص آیا۔

اَخْـمَسَ القَـوْمُ: قوم پانچ حصوں میں بٹ گئی۔ يَوْمُ الخَمِيْسِ: جمعرات۔ اس کی جمع ہے اَخْـمِـسَاء اور اَخْمِسَةُ

الـخَـمِـيْسُ: فوج، کیونکہ اس میں پانچ دستے ہوتے ہیں یعنی:

(۱) مقدمہ،
(۲) قلب،
(۳) میمنہ،
(۴) میسرہ اور
(۵) اساق۔

خَـمِـيْسُ: ایسا کپڑا جس کا طول پانچ بالشت ہو۔ یہی لفظ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے کہ: اِئْتُوْنِی بِکُـلِّ خَمِيْسٍ وَلَبِيْسٍ: مجھے ہر خمیس اور لبیس کپڑا لا دو۔ گویا ان کی مراد چھوٹا کپڑا تھی۔ الخَمِيْسُ اس خمس کو بھی کہتے ہیں جس کا ذکر کتاب نے (ت ل ث) مادے کے تحت کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ابو زید نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔

[1] حدیث کا بعد کا حصہ یہ ہے: وَجِيرانٌ مُسْتَضْعَفُوْنَ فَاِنَّ لَهُ مَا قُصِرَ لِي بَيْتِهِ

خَمَسَ الْقَوْمَ: اس نے قوم سے مال کا خمس یعنی پانچواں حصہ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

خَمَسَهُمْ: جب کوئی دوسروں کا پانچواں شخص ہو یعنی وہ ان کا پانچواں بن گیا۔ یا خود مل کر ان کو پانچ پورا کر دیا۔

مُخَمَّسٌ: پانچ ارکان والی شکل۔

حَبْلٌ مَخْمُوْسٌ: پانچ لڑی والی رسّی۔

تمہارا کہنا ہے کہ: عِنْدِی خَمْسَةُ دَرَاهِمَ: میرے پاس پانچ درہم ہے۔ اس میں خَمْسَةُ پر رفع ہے۔ تم چاہو تو 'ۃ' کو دراھم کی 'د' میں مدغم کر سکتے ہو۔ اگر تم دراھم کو اَلْ لگا کر معرفہ بناؤ تو 'ۃ' پر رفع ضروری ہے۔ اور اس صورت میں 'ۃ' اور دال کا ادغام جائز نہیں۔ کیونکہ جب لام کو دال میں مدغم کیا گیا تو اب اس میں 'ۃ' کا ادغام ممکن نہیں رہا۔ تم کہتے ہو خَمْسَةُ الأَشْبَارِ وَخَمْسُ الْقُدُوْرِ: تم نے مذکر اور مؤنث دونوں صیغوں میں معدود کو جر دے دی۔ اور تم کہتے ہو: هٰذه الخمسةُ الدراهِمِ، دَرَاهِمِ: مجرور، اگر تم چاہو تو اسے رفع دے سکتے ہو لیکن تم نے اسے لغت سمجھ کر اس کو لغت کی جگہ جر دے دی ہے۔ اور دس تک اعداد کی یہی صورتِ حال ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ فُلان يَضْرِبُ أَخْمَاسًا لأسداس: فلاں شخص مکر اور دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

خ م ش — اَلْخُمُوْشُ: (خاء مضموم) اور الخدُوش: خراشیں۔

قَدْ خَمَشَ وَجْهَهُ: اس نے اپنے چہرے پر خراشیں ڈال دیں یا نوچا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

خ م ص — الأَخْمَصُ: جو پاؤں کے تلے کے اندر چبھ گیا اور پاؤں زمین پر نہ لگ سکے۔

الخَمْصَةُ: بھوک (خاء مفتوح)۔ کہا جاتا ہے کہ: لَيْسَ لِلْبِطْنَةِ خَيْرٌ مِنْ خَمْصَةٍ تَتْبَعُهَا: اس پیٹ بھر کے کھانے میں کچھ بھلائی نہیں کہ کھانے کے بعد بھی بھوک لگی رہے۔ یعنی اس شکم پُری کا کیا فائدہ کہ اس کے بعد پھر بھوک باقی ہو۔

المَخْمَصَةُ: قحط سالی۔ یہ المغضبة اور المَغْتَبَةُ کی طرح مصدر ہے۔

قَدْ خَمَصَهُ الجُوْعُ مَخْمَصَةً: اسے بھوک نے نڈھال کر دیا۔

خ م ط — الخَمْطُ: اراک درخت کی ایک قسم۔ اس پر ایک پھل لگتا جو کھایا جاتا ہے۔ اس آیت کو اضافت کے ساتھ یوں پڑھا گیا ہے: ذَوَاتَی أُكُلِ خَمْطٍ.

خ م ع — خَمَعَ فِي مِشْيَتِهِ: وہ لنگڑی چال چلا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ

ہے۔

بِہٖ خُمَاعٌ: (خاء مضموم) اس میں کچھ لنگڑاپن ہے۔

خ م ل — الخَمَلُ: پلکیں، دری، قالین، چادر۔

الخَمِيلَةُ: گھنے درخت۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ایسی ریت ہے جس میں درخت اُگتے ہیں۔

الخَامِلُ: ایسا گرا ہوا شخص جس میں بیداری نہ ہو۔ بے سدھ انسان۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

خ م م — لَحْمٌ خَامٌّ وَمُخِمٌّ: بدبودار گوشت۔

قَدْ خَمَّ اللَّحْمُ: گوشت بدبودار ہوگیا۔ اس کا مضارع يَخِمُّ (خاء مکسور) خُمُوْمًا: بھنا ہوا یا پکا ہوا گوشت بدبودار ہوگیا۔ أَخَمَّ کا بھی یہی معنی ہے۔

قَلْبٌ مَخْمُوْمٌ: دھوکے فریب اور حسد سے پاک دل۔

خ م ن — التَخمِيْنُ: اندازے اور قیافے سے بات کرنا۔ اٹکل۔ الخَمَانُ مِن الرِّمَاحِ: کمزور و بیکار نیزہ۔

خُمَّانُ النَّاسِ: گھٹیا درجے کے لوگ۔

خ ن ث — خَنَّثَهُ تخنيثا فَتَخَنَّثَ: اس نے اسے نرم کیا تو وہ نرم ہوگیا۔

خ ن ج ر — الخَنْجَرُ: خنجر۔ بڑا چھرا۔

خ ن ز — خَنَزَ اللَّحْمُ: گوشت بدبودار ہوگیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

الخُنْزُوانَةُ: بروزن الأسطوانة: تکبر۔ کہا جاتا ہے کہ: هوَ ذُو خُنزُوَانَاتٍ: وہ بڑا متکبر ہے۔

خ ن س — خَنَسَ عَنْهُ: وہ اس سے پیچھے رہ گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

أَخْنَسَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے پیچھے کر دیا اور خود اسے پیچھے چھوڑ کر چلا گیا۔

الخَنَّاسُ: شیطان کیونکہ جب اور جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو وہاں سے پیچھے بھاگتا ہے۔

الخُنَّسُ: سارے سیارے۔ کیونکہ وہ غائب رہتے ہیں، یا وہ دن کو چھپ جاتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ: کواکب یعنی سیارے تاروں سے مختلف ہوتے ہیں۔ الفراء نے کہا کہ قرآن میں ان سیاروں سے مراد زُحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عُطارد ہیں، کیونکہ وہ اپنی گردش میں پیچھے رہتے ہیں، اور اس طرح چھپے رہتے ہیں جس طرح ہرن اپنی گپھا میں چھپے رہتے ہیں۔ انہیں خُنَّس پیچھے رہ جانے کے باعث کہا گیا ہے کیونکہ سیارے سرگردان اور گردش میں رہتے ہیں۔ کبھی واپس مڑتے ہیں اور کبھی سیدھے چلتے ہیں۔ خَنَسَ فعل لازم بھی ہے اور فعل متعدی

بھی۔

خَنَسْتُهُ فَخَنَس: میں نے اسے پیچھے چھوڑا تو وہ پیچھے رہ گیا اور میں نے اسے قبضہ میں کرلیا تو وہ قبضہ میں آ گیا۔ اسی سے یہ حدیث شریف ہے کہ: وَخَنَسَ إِبْهَامَهٗ: اس نے اپنے انگوٹھے کو کھینچ لیا یا سمیٹ لیا۔ بعض لوگ اسے الف لگائے بغیر متعدی نہیں بناتے۔ چنانچہ بطور فعل متعدی اَخْنَسَ کہتے ہیں۔

خ ن ص – الخِنَّوْص: بروزن البِلَّوْرُ، خنزیر کا بچہ۔ اس کی جمع الخنانیص ہے۔

خ ن ف – الخَنِيفُ مِنَ الثیاب: بروزن العَنیف، سفید موٹا کپڑا۔ جو السی یا ریشم سے بنا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَخَرَّقَتْ عَنَّا الخُنُفُ: ہم سے ریشمی موٹے کپڑے پھٹ گئے۔

خُنْفُسَة و خنفساءُ: دیکھئے بذیل مادہ (خ ف س)۔

خ ن ق – الخَنِقُ: (نون مکسور) خَنَقَهٗ يَخْنُقُ (نون مضموم) کا مصدر گلا گھونٹنا یا گلہ گھٹنے سے مرجانا۔

خَنَّقَهٗ تَخْنِيقًا اسی سے الخُنَّاق: (نون مشدّد)، (گلے کی بیماری) سخت گلا گھونٹنے والا۔ اِنْخَنَقَ وانْخَنَقَتِ الشَّاةُ بنفسها: بکری خود بخود گلا گھٹنے سے مر گئی۔ ایسی بکری کو مُنْخَنِقَة کہیں گے۔

الخِنَاق: وہ رسی جس سے باندھا جائے۔

المِخْنَقَةُ: قلادہ۔ گلے میں ڈالنے والا پٹہ، ہار۔

خ ن ن – الخُنَّةُ: مثل الغُنَّةُ، الأَخَنُّ مثل الأَغَنُّ: ناک میں بولنا۔ ناک میں بولنے والا۔

خ ن ا – الخَنَا: بدگوئی۔ قَدْ خَنِيَ عليه: اس نے اس کے ساتھ بدکلامی کی۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔

أَخْنَى عَلَيْهِ فِي مَنْطِقِهٖ: اس نے بدکلامی کی یا فحش گوئی کی۔

أَخْنَى عَلَيْهِ الدَّهْرُ: اس پر گردش زمانہ آئی اور اسے ہلاک کر دیا۔

خ و خ – الخَوْخَة: آڑو، اس کی جمع الخَوْخ ہے۔

الخوخة کا معنی روشندان بھی ہے۔ جو روشنی کے لئے دیوار میں بنا ہوتا ہے۔

خ و ر – خَارَ الثَّوْرُ: بیل کا ڈکارنا۔ (يَخُوْرُ – خوارًا) انہیں معنوں میں یہ لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهٗ خُوَار. خَارَ الحَرُّ والرَّجُلُ يَخُوْرُ خُؤُوْرَةً: بروزن فُعُوْلَة گرمی کم ہوئی۔ آدمی کمزور پڑ گیا، اور ٹوٹ گیا۔

الخَوَرُ: (خاء اور واؤ مفتوح)۔ کمزوری۔ مثلاً تم کہتے ہو: خَوِرَ يَخْوَرُ خَوَرًا:

رَجُلٌ خَــوَّارٌ: (واؤمشدّد) اس کی جمع خُورٌ بروزن طُوْرٌ ہے۔

خ و ز —الخُوزُ: بروزن الکُوْزُ: لوگوں کی ایک نسل۔

خ و ص —الخُوصُ: کھجور کے درخت کا پتہ، ورق۔ اس کا واحد الخــوصَــةُ

الخَــوَّاصُ: کھجور کے پتے بیچنے والا۔

خ و ض —خاضَ المَاءَ: اس کا باب قَالَ ہے۔اس کا مصدر خِیاضًا بھی ہے۔ معنی وہ پانی میں گھس گیا۔

مَخاضَةٌ: پانی میں گھسنے کی جگہ۔ ایسی جگہ جہاں سے لوگ پیدل اور سوار ہوکر پانی کو پار کرتے ہوں۔ اس کی جمع مَخَاضٌ ہے۔اور مَخاوِضُ ہے۔ اَخاضَ فی المآءِ دَابَّـتَهُ: اس نے اپنی سواری پانی میں ڈال دی۔ خَاضَ الغَمَرَاتِ: اس نے مشکلات پر قابو پالیا۔ خَاضَ القَوْمُ فِی الحَدیث: قوم باتوں میں لگ گئی یا مشغول ہوگئی۔ تَخَاوَضُوْا: انہوں نے باہم بات چیت یا معاملہ پرغوروخوض کیا۔

خ و ط —الخُوطُ: ٹہنی، ملائم شاخ۔

خُــوطُ بانٍ: بانس کی شاخ۔ اس کا واحد الخُوطةُ ہے۔

خ و ف —خَــافَ یَخَــافُ خَــوْفًا وخِیفَةً ومَخَـافَةً: ڈرنا، خوف کھانا۔

خائف: خوف زدہ۔

قَــوْمٌ خُوَّفٌ: خوف زدہ قوم۔ خوّف کا لفظ مبنی عَلَی الاصل ہے اور مبنی علی اللفظ خُیَّفٌ ہے۔ اس مصدر سے فعل اَمر خَفْ ہے، (خاء مفتوح)۔

الخِیفَةُ: خوف، ڈر۔

الاِخَافَةُ: ڈرانا۔

التَّـخْوِیفُ: خوف دلانا۔ کہا جاتا ہے: وَجَــعٌ مُخِـیفٌ: خوفناک تکلیف یا درد یعنی اس درد کو جو دیکھے وہ ڈر جائے۔

طَرِیقٌ مَخُوفٌ: راستہ خوفناک اور ڈراؤنا نہیں بلکہ جس راستہ پر خوفناک ڈاکو اور راہزن ہوں یعنی پُرخطر راستہ۔ تَخَوَّفْتُ عَلَیْهِ الشَّیْئَ: میں اس کی حالت دیکھ کر ڈرا۔ خوف زدہ ہوا۔ قول خداوندی ہے: اَوْیَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ.

خ و ل —خَوَّلَ اللّٰهُ الشَّیْئَ: اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی چیز بخش دی۔ التَخَوُّلُ. تَـعَـهُّدُ: معاہدہ کرنا، اختیار دینا۔ حدیث شریف میں ہے: کَـانَ النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسـلّـم یَـتَـخَـوَّلُـنَا بـالـمَـوْعِظَةِ مَخَـافَةَ السَّـآمَةِ: نبی کریم ﷺ ہمیں زہریلا خوف دلانے والی نصیحت کرتے۔ اصمعی رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ یہ یَتَخَوَّنُنا نون کے ساتھ ہے یعنی ہم سے عہد لیتے تھے۔

خَــوَلُ الرَّجُلَ: آدمی کے خُدّام وحشم۔

ملازمین اور منتظمین، اس کا واحد خائل ہے یعنی پیش کار۔ ممکن ہے کہ الخَوَلُ بھی واحد ہو۔ یہ ایسا نام ہے جو غلام اور لونڈی دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ الفَرّاء رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ الخَوَلُ جمع ہے اور اس کا واحد کا صیغہ خَائِل ہے جس کا معنی نگہبان ہے۔ دوسروں نے کہا کہ یہ لفظ تخویل سے مشتق ہے جس کا مطلب دوسرے کا مالک بنانا اور اختیار سونپنا ہے۔

الخَالُ: ماموں، ماں کا بھائی۔

الخَالَةُ: خالہ، ماں کی بہن، اس کا مصدر الخُؤُوْلَةُ ہے۔

خ و م — الخَامَةُ: سبزے کی تروتازگی۔ حدیث شریف میں ہے: مَثَلُ المُؤمِنِ مَثَلُ الخَامَةِ مِنَ الزَّرعِ غِيلُها الرِّيحُ مرة هكذا ومرة هكذا: مومن کی مثال سبزے کی تروتازگی کی طرح ہے یا نرم اور تروتازہ سبزے کی طرح جسے ہوا کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف جھکا دیتی ہے۔

خ و ن — خانَهُ فِي كَذَا: اس نے فلاں معاملے میں اس سے خیانت کی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ قول خداوندی ہے: تَخْتَانُوْنَ اَنفُسَكُمْ: یعنی تم ایک دوسرے کے ساتھ خیانت کے مرتکب ہو رہے تھے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ آیت کی یہ تفسیر نامناسب ہے اور نزول آیت کے اسباب کے مطابق نہیں ہے۔ میں نے کسی دوسرے مفسر کو یہ تفسیر کرتے نہیں پایا۔

رَجُلٌ خائِنٌ: خیانت کار مرد۔ خائنة کا بھی یہی معنی ہے۔ 'ۃ' مبالغہ کے لئے ہے۔ جس طرح علامة اور نَسّابة میں 'ۃ' مبالغہ کی ہے نہ کہ تانیث کی۔ قَومٌ خَوَنَةٌ (خاء اور واؤ مفتوح) خیانت کار لوگ۔

خَوَّنَهُ تَخوِينًا: اس نے اسے خیانت کار کہا، یا سمجھا، یا خیانت سے منسوب کیا۔

الخِـوَانُ: دسترخوان جس پر کھانا چنا جاتا ہے۔ یہ کلمہ معرب ہے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ اس میں ایک اور لہجہ الخُوَان ہے (خاء مضموم) جسے الفارابي نے نقل کیا ہے لیکن اس کا کہنا ہے کہ خاء مکسور یعنی الخِوان زیادہ فصیح ہے۔ ثَـلاثَةُ اَخوِنَة: تین دسترخوان اور زیادہ کے لئے خُـوْن (نون ساکن) ہے۔

الخانُ: سرائے یا ہوٹل۔

خ و ی — خَوَت الدَّارُ: گھر ٹیڑھا ہو گیا۔ اس کا مضارع تَخْوِیْ اور مصدر خَـوَاء ہے۔ اور یہ معنی بھی ہے کہ مکان یا گھر گر گیا۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً: (سو یہ ان کے اوندھے گرے ہوئے گھر ہیں) یعنی

خالی پڑے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خاوِیَة کا معنی گرا ہوا ہے۔ جیسا کہ قول خداوندی ہے: فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا: یعنی یہ گھر اپنی چھتوں کے بل اوندھے گرے ہوئے ہیں۔

الخوِيَةُ: زچہ کے لئے مخصوص کھانا۔

خَوّى الرَّجُلُ تَخوِيَةً: آدمی نے نماز کے دوران سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے الگ رکھا۔

خ ی ب — خَابَ يَخِيبُ، خَيْبَةً: نامراد ہوا۔ ضرب المثل ہے:

الهَيْبَةُ خَيْبَةٌ: ہیبت زدہ ہونا یعنی خوف زدہ ہونا نامرادی ہے۔

خ ی ر — الخَيْرُ: شرّ یعنی برائی کی ضد بھلائی۔ اس کا باب باع ہے۔ کہا جاتا ہے خِرْتَ يا رَجُلُ: اے شخص تو نے بھلائی پائی۔ فَأَنْتَ خَائِرٌ: تو صاحب خیر ہے۔ قول خداوندی ہے: إِنْ تَرَكَ خَيْرًا: اگر کوئی مال ورثے میں چھوڑے، یعنی چھوڑ مرے۔

الخِيَارُ: (خاء مکسور) بھلے اور نیک لوگ۔ اشرار کی ضد۔ یہ لفظ اختیار کا اسم بھی ہے اور اس کا معنی ککڑی یا کھیرا بھی ہے۔ لیکن یہ عربی لفظ نہیں ہے۔

رَجُلٌ خَيْرٌ وخَيِّرٌ: جیسے هَيْنٌ هَيِّنٌ: سراپا خیر آدمی اور اسی طرح امرأة خَيِّرَةٌ: سراپا نیک اور خیر عورت۔ قول خداوندی ہے: أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ: ان جنتی لوگوں کے لئے سراپا نیک عورتیں ہوں گی۔ خَيْرَاتٌ خيرة کی جمع ہے۔ یعنی وہ عورت جو ہر بات میں بڑھ چڑھ کر ہو۔ اسی طرح قول خداوندی ہے: فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ: اخفش کا کہنا ہے کہ جب لفظ خیر سے کسی کی صفت بیان کی جائے تو کہا جائے گا: فُلَانٌ خَيْرٌ: یعنی صفات میں سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والا اور خیر پر 'ۃ' کا اضافہ مؤنث کے لئے کیا گیا ہے، اس سے مراد اسم تفضیل یعنی أَفْعَل کا صیغہ نہیں ہے۔ اور اگر تمہاری مراد اسے اسم تفضیل بنانا ہو، تو کہنا چاہئے کہ فُلانة خَيْرُ النَّاس کہ فلاں عورت لوگوں میں سے بہترین عورت ہے۔ یہ تو خَيْرَةُ کہنا چاہئے اور نہ ہی أَخْيَرُ کہنا چاہئے۔ یہ کلمہ نہ تو مثنٰی بنایا جاتا ہے اور نہ ہی جمع۔ کیونکہ یہ معنی کے لحاظ سے اسم تفضیل ہے بروزن أَفْعَل ہے۔ رہا شاعر کا یہ قول:

'أَلَا بَكَرَ النَّاعِي بِخَيْرَيْ بَنِي أَسَد'

تو شاعر نے یہاں بخیری کو تثنیہ اس لئے باندھا ہے کہ یہ کلمہ دراصل خَيِّئٌ (یاء مشدّد) ہے۔ ضرورت شعری کے باعث اس نے تشدید کے بدلے تخفیف کا استعمال

کیا ہے جیسے: مَیِّت کو میت اور هَیِّنٌ کو هین کہتے ہیں۔

الخِیر: (خاء مکسور) انگور کی بیل۔

الخِیَرَةُ بروزن المِیَرَةُ: اس قول کا اسم خار اللّٰہ لک فی هذا الأمر: اللہ اس مہم میں تیرا بھلا کرے یعنی خیر چاہی۔

الخِیَرَةُ: بروزن العِنَبَةُ: اس قول کا اسم اختارَ اللّٰہ تعالیٰ: اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔ کہا جاتا ہے: مُحَمَّدٌ خِیَرَةُ اللّٰهِ مِنْ خلقهِ: یعنی محمد ﷺ خلق خدا میں سے اللہ کے برگزیدہ ہیں۔ خِیَرَہ (یاء متحرک) کی بجائے الخِیْرَةُ (یاء ساکن) بھی کہا گیا ہے۔

الإختیار: چننا، چناؤ۔ یہی معنی التَخَیُّرُ کا ہے۔ مُختار کا اسم تصغیر مُخَیِّرٌ ہے جس طرح مُغَیِّر ہے۔

الاستِخَارَةُ: استخارہ۔ خیر طلب کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ: اِستَخِرِ اللّٰہ یَخِرْ لَکَ: اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرو، وہ تمہارے لئے خیر کرے گا۔ یعنی خیر سے نوازے گا۔

خَیَّرَہُ بین الشَّیئَیْنِ: اس نے اسے دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لئے کہا۔ یعنی اس نے یہ اختیار سونپ دیا۔

خیزران: دیکھئے بذیل مادہ (خ ز ر)۔

خ ی س — الخِیسُ: کچھار، شیر کے رہنے کی جگہ۔

خ ی ش — الخَیشُ: ریشمی چادروں کا کپڑا۔

خ ی ط — الخَیطُ: دھاگا۔ اس کی جمع خُیُوط اور خیوطَةٌ ہے جس طرح فَحْلٌ کی جمع فُحُولٌ اور فُحُولَةٌ ہے۔

المِخیطُ بروزن المِبْضَعُ: سوئی اور یہی معنی الخِیاط کا ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: حَتّٰی یَلِجَ الجَمَلُ فی سَمِّ الخِیَاطِ: یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے۔

الخَیطُ الاسود سے مراد فجر کے وقت مشرقی افق پر لمبی تاریک دھاری ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد رات کی سیاہی ہے۔ اور الخَیطُ الأبْیَضُ سے مراد روشنی کی سفید دھاری ہے۔

خاط الثَّوبَ: اس نے کپڑا سیا۔ اس کا مضارع یَخِیطُ اور مصدر خیاطةٌ ہے۔ اسم فاعل مَخِیطٌ اور اسم مفعول مَخُوطٌ ہے۔

خ ی ف — الخَیفُ: پہاڑ کی کھردری اور ناہموار زمین کی ڈھلوان اور پانی بہنے کی جگہ سے بلند جگہ۔ اسی نسبت سے مَسْجِد خَیف کا نام مشتق ہے۔

أخَافَ القومُ: لوگوں نے پڑاؤ ڈالا یا اُترے۔

فَرَسٌ أخْیَفُ: ایسا گھوڑا جس کی آنکھ

تو نیلی ہو اور دوسری سیاہ سُرمگین۔ اسی طرح ہر جاندار جس کی ایک آنکھ نیلگوں ہو اور دوسری سرمگین۔ اسی نسبت سے لوگ کہتے ہیں: اَخْیَافٌ جس کا معنی مختلف ہے۔

اِخْــوَۃٌ اَخْــیَــافٌ: اخیافی بھائی۔ جن کی ماں تو ایک ہو لیکن باپ مختلف ہوں۔

خِــیْــفٌ: دیکھئے بذیل مادہ (خ و ف)۔

خ ی ل — الخَیَالُ و الخَیَالَۃُ: دور سے دکھائی دینے والا ڈھانچہ یا پرچھائیں۔

الخَـیْـلُ: گھڑ سوار، شہسوار۔ اسی نسبت سے قول خداوندی ہے: وَاَجْلِبْ عَلَیْھِم بِخَیْلِکَ وَرَجِلِکَ: تو ان پر اپنے گھڑ سوار اور پیادے چڑھا لا۔ الخَـیْـلُ سے مراد گھوڑے بھی ہیں۔ اسی نسبت سے قول خداوندی ہے: وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَـمِیْرَ لِتَرْکَبُوْھَا: گھوڑے، خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سواری کرو۔

الخَیَّالَۃ: گھوڑوں والے۔

الخَـــال — خَـــال: تل جو چہرے پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع خِیْـلَان ہے۔ الخَـال: ماں کا بھائی، ماموں۔ اس کی جمع اَخْوَال ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ صاحب کتاب نے خَالٌ بمعنی ماموں کا ذکر (خ و ل) مادے کے تحت کیا ہے اور (خ ی ل) مادے کے تحت۔ اسے بہر حال کسی ایک ہی مادے کے تحت ہونا چاہیے۔

رَجُلٌ اَخْیَلُ: زیادہ تلوں والا شخص۔

الخُیَــلَاءُ: (خاء مضموم ومکسور) کبر وتکبر مثلاً: تم کہو کہ اختال: اس نے تکبر کیا۔

ذُو خُیَــلَاءَ اور ذُو خَال و ذُو مَخِیْلَۃٍ کا معنی کبر والا ہے، اترانے والا۔

خَالَ الشَّیْئَ: اس نے کسی چیز کا خیال کیا یا دھیان کیا۔ اس کا مضارع یَخَالُ اور مصدر خَیْــلًا، خِیْلَۃً وَمَخِیْــلَۃً اور خَیْلُوْلَۃً ہے اور اس کا باب ظننتُ اور اس کی جمع اخواتٌ ہے۔ تم مستقبل کے معنوں میں اِخَالُ (ہمزہ مکسور) کہو گے اور زیادہ فصیح یہی ہے۔ قبیلہ بنی اسد والے لوگ اسے اَخَــالُ (ہمزہ مفتوح) پڑھتے ہیں یا کہتے ہیں اور یہ قیاس ہے۔

اَخَالَ الشَّیْئُ: بات مشتبہ ہوگئی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: ھٰـذا اَمْرٌ لَایُخِیْلُ: یہ ایسا معاملہ ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔

خُیِّــلَ اِلَیْــهِ: اسے وہم ہوا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ تَخَیَّلَ لَـه وَتَخَایَلَ انـه کذا: اسے شبہ ہوا کہ معاملہ یوں ہے یا اسے ایسا لگا کہ معاملہ یوں ہے۔

تَخَیَّـلَهُ فَتَخَـیَّـلَ: اس نے اس بات کا خیال کیا تو اس کا خیال اس کے دل میں جم گیا یا دل میں بیٹھ گیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے جس طرح تَصَـوَّرَهُ فَتَصَـوَّرَ: اس

نے تصور کیا تو اس کے دل میں اس کا تصور بیٹھ گیا۔ یا اس نے تصویر بنائی تو تصویر بن گئی۔ اور دوسری مثال: تبیَّنَهُ فَتبَیَّنَ اس نے اسے خوب واضح کیا تو وہ خوب واضح ہو گیا اور تَحقَّقَهُ فَتَحَقَّقَ لَهُ: اس نے اس کی تحقیق کی تو بات اس پر ثابت ہو گئی۔

الأخیَلُ: ایک پرندہ۔ نکرہ کی حالت میں یہ اسم منصرف ہوتا ہے اور بعض لوگ اسے نہ معرفہ ہونے کی حالت میں منصرف سمجھتے ہیں اور نہ نکرہ ہونے کی حالت میں، بلکہ

اسے تَخیِّل سے اسم صفت بناتے ہیں۔

خ ی م — الخَیمَةُ: خیمہ جسے عرب بدو درختوں کی ٹہنیوں سے بناتے ہیں۔ اس کی جمع خَیماتٌ اور خِیَمٌ ہے جس طرح بَدْرَاتٌ اور بِدَرٌ ہے۔

الخَیمُ کا معنی بھی خیمہ ہے اور اس کی جمع خِیَامٌ ہے۔ اس کی مثال فَرخٌ وفِرَاخٌ ہے۔

خَیَّمَهُ: اس نے اسے خیمہ کی طرح بنایا۔

خَیَّمَ کا معنی کسی جگہ ڈیرہ ڈالنا بھی ہے۔

تَخَیَّمَ بمکانٍ: وہ کسی جگہ خیمہ زن ہوا۔

باب الدّال

د أ ب — دَأَبَ فِی عَمَلِہٖ: اس نے اپنے کام میں محنت کی اور تھکا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔ اور اسم فاعل دَائِبٌ ہے۔ اس میں صرف الف زائد ہے۔

الدَّائِبَان: رات اور دن۔

الدَّأْبُ: (ہمزہ ساکن) عادت اور شان: ہمزہ کبھی متحرک بھی ہوتی ہے۔

د أ م — الدَّأْمَاءُ: سمندر۔

دَاءٌ: دیکھئے بذیل مادہ د و ا۔

دائرۃ: دیکھئے بذیل مادہ د و ر۔

دارِی: دیکھئے بذیل مادہ د ر ا۔

دارۃ: دیکھئے بذیل مادہ د و ر۔

دارِیٌّ: دیکھئے بذیل مادہ د ور اور د ر ن۔

د ب ب — دَبَّ یَدِبُّ: (دال مکسور) دَبًّا اور دَبِیْبًا: وہ رینگا۔ زمین پر ہر رینگنے والا کیڑا مکوڑا دَابَّۃ ہوگا۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ اَکْذَبُ مِنْ مَنْ دَبَّ: زندوں اور مُردوں میں سب سے جھوٹا۔

مِدَبُّ السَّیْلِ: (دال مکسور و مفتوح) سیلاب کے بہنے کی جگہ۔

اسی طرح مَدَبُّ النَّمل: چیونٹیوں کے نکلنے کی جگہ۔ اسم مکسور ہوگا اور مصدر مفتوح ہوگا۔ فَعَلَ یَفْعِلُ از باب ضَرَبَ یَضْرِبُ کے تمام افعال سے اسم ظرف مَفْعِلُ کے وزن پر آئے گا۔

د ب ج — الدِّیْبَاجُ: (دال مکسور) ایک قسم کا کپڑا۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ اس کی جمع دِیَابِیْجُ ہے اور تم چاہو تو دبابیج بھی کہہ سکتے ہو۔ یعنی الف سے پہلے 'ب' لگا کر۔ الدِّیْبَاجَتَان: دو رخسار۔

د ب ح — دَبَّحَ الرَّجُلُ تَدْبِیْحًا: آدمی نے اپنی کمر پھیلا دی اور سر اس طرح جھکا دیا کہ سر دونوں سُرینوں سے بھی نیچے جھک گیا۔

حدیث شریف میں ہے: اَنَّہٗ نَھٰی اَنْ یُدَبِّحَ الرَّجُلُ فِی الرَّکُوعِ کَمَا یُدَبِّحُ الحمارُ: نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی رکوع میں گدھے کی طرح سُرینوں سے بھی نیچے سر جھکا دے۔

د ب ر — الدُّبْرُ: اور الدُّبُرُ (باء متحرک و ساکن) پیٹھ۔ قول خداوندی ہے: وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ: وہ پیٹھ پھیریں گے۔ یہ حکم جماعت پر ہے۔ جیسے قول خداوندی: لَا یَرْتَدُّ اِلَیْھِمْ طَرْفُھُمْ: ان کی نظریں ان کی

طرف لوٹ نہ سکیں گی۔

الدُّبُرُ اور الدُّبْرُ دونوں القُبُل کی ضد ہیں یعنی پشت کی شرمگاہ۔ الدَّبَرَةُ: (دال اور باء مفتوح) جنگ میں شکست۔ یہ اِدْبَار کا اسم ہے۔ محاورہ ہے کہ شَـرُّ الـرّای الدَّبَرِی بروزن الطَّبَرِی: بدترین رائے وہ ہے جو وقت اور ضرورت کا وقت گزر جانے کے بعد یاد آئے۔

فارسی مثل ہے: "مُشتے کے بعد از جنگ یاد آید بکلّہَ خود باید زد"۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلانٌ لَا یُصَـلّی (الصلوٰۃ) الا دَبَـرِیًا: فلاں شخص وقت گزرنے کے بعد نماز پڑھتا ہے، یا آخر وقت میں نماز پڑھتا ہے اور محدثین اسے دُبْرِی بروزن قُـمْـرِیُّ بولتے ہیں۔ قَـطَـعَ اللّٰـهُ دَابِرَهُمْ: خدا ان کے آخری شخص کو بھی کاٹ ڈالے۔

الـدَّبِـيْـرُ: پچھلا، وہ چیز جسے تم تکلا کاتے وقت اپنے سینے کے پیچھے چھوڑو اور القَبِيْل: اگلا، یعنی وہ چیز جو تمہارے سینے کے سامنے آتی ہو۔ محاورہ ہے کہ: فُـلَانٌ لَا یَـعْـرِفُ قَـبِيْلًا من دَبِيْرٍ: یعنی اسے اگلے پچھلے یا آگے پیچھے کا کوئی ہوش نہیں ہے۔ یعنی بُرے بھلے کی کوئی تمیز نہیں۔

الـدَّبَـارُ: ہلاکت (دال مفتوح) اور

الدِّبَارُ (دال مکسور) کا معنی ہے بعد میں یا وقت گزرنے کے بعد مثلاً: فُـلَان یاتِي الصلوٰة دِبَارًا: فلاں شخص وقت نکل جانے کے بعد یا آخرِ وقت میں نماز کے لئے آتا ہے۔

الدَّبُوْرُ: ہوا، بادِصبا۔

دَبَـرَ الـنَّـهَـارُ: دن چلا گیا، اس کا باب دَخَـلَ ہے۔ اَدْبَـرَ کا معنی بھی یہی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاللَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ: اور قسم ہے رات کی جب وہ دن کے بعد آتی ہے۔ اس آیت میں دَبَرَ کو اَدْبَرَ پڑھا گیا ہے۔

دَبَرَ الرَّجُلُ: آدمی مُڑا اور بوڑھا ہو گیا۔

دَبَـرَتِ الـرِّيْـحُ: ہوا نے مشرق کا رخ اختیار کر لیا یا بادِصبا چلی۔ اَدْبَرَ القَوْمُ: قوم یا لوگ بادِصبا میں پہنچے یا داخل ہوئے۔

الإدبار: زوال، اقبال کی ضد۔

دَابَرَهٗ: اس نے اس سے دشمنی کی۔

الاستدبار: استقبال کی ضد۔ التَّدْبِيْرُ: تدبیر۔ معاملہ کے انجام کی تدبیر کرنا اور اچھے انجام کا سوچنا۔ بندوبست کرنا۔

التَّدَبُّرُ: سوچ بچار کرنا۔ التَدبير کا معنی کسی غلام کو آزاد کرانا بھی ہے۔ ایسے آزاد شدہ غلام کو مُدَبَّر کہتے ہیں۔ جو مالک کی وفات پر آزاد ہونے کی شرط پر آزاد ہو گیا ہو۔

لا تَدَابَرُوا: یعنی ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کیا کرو۔

د ب س - الدِّبْسُ: تازہ کھجوروں سے ٹپکنے والا رس۔

د ب غ - دَبَغَ: چمڑے کا پکانا اور رنگنا۔ اس کا باب نَصَرَ اور کَتَبَ ہے۔

دِبَاغًا: بھی چمڑا رنگنا (دال مکسور) حدیث شریف میں ہے: دِبَاغُهَا طَهُوْرُهَا: چمڑے کا پکانا اور رنگنا ہی اس کو پاک کرنا ہے۔

الدِّبَاغُ: جس سے چمڑا رنگا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ: الجِلْدُ فِي الدِّبَاغِ: چمڑا رنگائی یعنی رنگنے کے عمل میں ہے۔ الدِّبْغُ (دال مکسور) کا بھی یہی معنی ہے۔

د ب ق - الدِّبْقُ: (دال مکسور) لاسہ چمٹانے کے لئے گوند کی طرح کا مواد، اس سے پرندوں کا شکار کیا جاتا ہے۔

د ب ل - دَبْلُ الأَرْضِ: زمین کو قابل کاشت بنانا۔ اسے کھاد وغیرہ ڈال کر زرخیز بنانا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ یہاں اسی طرح بیان کیا گیا ہے اور التهذيب میں بھی یہی لکھا ہے البتہ الديوان وغیرہ میں اس کا باب دَخَلَ لکھا ہے۔

اَرْضٌ مَدْبُوْلَةٌ: اصلاح شدہ زمین۔ تم جس چیز کی اصلاح کر کے اسے قابل استعمال بناؤ تو کہیں گے کہ قَدْ دَبَلْتَهُ اور قَدْ دَمَلْتَهُ. الدُّبَيْلَةُ: آفت و مصیبت۔ یہ اسم تصغیر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دَبَلَتْهُمُ الدُّبَيْلَةُ یعنی انہیں آفت نے آن گھیرا۔

د ب ی - الدَّبَى: ٹڈی، اڑنے سے پہلے کی حالت میں۔ اس کا واحد دَبَاةٌ ہے۔

الدُّبَّاءُ: (دال مضموم و مشدد اور الف ممدود) کدو۔ اس کا واحد دُبَّاءَةٌ ہے۔

د ث ر - الدِّثَارُ: (دال مکسور) جسم کے ساتھ لگے ہوئے کپڑے کے اوپر جو کچھ بھی اوڑھا ہو۔

قَدْ تَدَثَّرَ: اس نے اپنے آپ کو کمبل میں لپیٹ لیا۔

دَثَرَ الرسم: نشان مٹ گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ تَدَاثَرَ کا بھی یہی مطلب ہے۔

د ج ج - الدُّجَّةُ: بروزن الحُجَّةُ: تاریکی کی شدت۔

لَيْلَةٌ دَيْجُوجٌ: تاریک رات۔ لَيْلٌ دَيْجُوجِي (دال مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: هٰؤُلاءِ الدَّاجُّ وَلَيْسُوا بالحَاجِّ: یہ نوکر چاکر اور مزدوری پر کام کرنے والے ہیں۔ حاجی نہیں ہیں۔ الدِّجَاجُ: مرغ و مرغی۔ دال مفتوح مکسور کی بہ نسبت زیادہ فصیح ہے۔

اس کا واحد دَجَاجَةٌ ہے۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔ اس کے آخر میں 'ۃ' تانیث کے لئے نہیں بلکہ افراد کے لئے ہے جس طرح حمۃ اور بطۃ میں 'ۃ' افراد کے لئے ہے۔ کیا تم نے جریر کے اس شعر کو نہیں دیکھا:

لَمَّا تَذَكَّرْتُ بِالدَّيْرَيْنِ اَرَّقَنِي
صَوْتُ الدَّجَاجِ وَضَرْبٌ بِالنَّوَاقِيسِ

"مقام دیرین پر جب مجھے یاد آیا تو مجھے مرغ کی اذان اور ناقوس کی آواز نے بیدار کر دیا۔"

شعر میں صوت الدجاج سے مراد زُقَاءُ الدِّیک یعنی مرغ کی آواز ہے۔

د ج ر - الدَّيْجُور: تاریکی۔ لَيْلَةٌ دَيْجُورٌ: تاریک رات۔

د ج ل - الدَّجَّالُ: مسیح کذاب۔

دِجْلَةُ: دریائے دجلہ جو بغداد میں واقع ہے۔ ثعلب نے کہا تم کہتے ہو کہ عَبَرْتُ دِجْلَةَ: میں نے دجلہ عبور کیا۔ اس میں یعنی دجلہ کے شروع میں الْ نہیں ہے۔

د ج ن - الدَّجْنُ: آسمان پر بادلوں کی گھٹا۔ قَدْ دَجَنَ يَوْمُنَا: آج کے دن گھٹا چھائی ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الدُّجُنَّةُ: تاریک تہ در تہ بادل جن میں بارش نہ ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: يَوْمٌ دَجْنٌ اور يَوْمُ دُجُنَّةٍ: ابر آلود دن۔ اور یہی صورت لَيْل یعنی رات کی ہے۔ وصف اور اضافت میں اس کی بھی يَوْم کی طرح دو صورتیں ہیں۔

الدَّجْنُ کا معنی بہت بارش بھی ہے۔

الدُّجْنَةُ: (دال مضموم) تاریکی اور اندھیرا۔

الْمُدَاجَنَةُ بروزن الْمُدَاهَنَةُ۔

د ج ی - الدُّجَى: تاریکی۔

قَدْ دَجَى: رات تاریک ہو گئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ لَيْلَةٌ دَاجِيَةٌ: تاریک یا اندھیری رات۔ اسی طرح اَدْجَى اللَّيْلُ: رات تاریک ہو گئی یا رات کی تاریکی چھا گئی۔

تَدَجَّى: تاریکی چھا گئی۔

دَيَاجِي اللَّيْلِ: رات کی تاریکیاں۔ گویا یہ دَيْجَاة کی جمع ہے۔ اصمعی نے کہا کہ دَجَا اللَّيْلُ کا معنی یہ ہے کہ رات نے ہر چیز کو ڈھانپ لیا۔ اس کا تاریکی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی نسبت سے دَجَى الاسلام کا معنی ہوگا کہ اسلام چھا گیا اور اس نے ہر چیز کو ڈھانپ لیا۔

الْمُدَاجَاةُ: مُدارات۔ کہا جاتا ہے کہ دَاجَاهُ: اس نے اس سے مدارات کی یعنی دشمنی کو چھپایا اور ظاہرداری کی۔

د ح ر - دَحَرَهُ: اس نے اسے دھتکار دیا۔ دور کر دیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

د ح ر ج - دَحْرَجَهُ دَحْرَجَةً وَدِحْرَاجاً: (دال مکسور) اَلْمُدَحْرَجُ: گول۔

د ح ض - دَحَضَتْ حُجَّتُهُ: اس کی دلیل باطل ہوگئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اَدْحَضَهَا اللّٰهُ: اللہ اس کو باطل کر دے۔

دَحَضَتْ رِجْلُهُ: اس کا پاؤں پھسل گیا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔

الاِدْحَاضُ: پھسلانا۔

د ح ل - الدَّاحُوْلُ: لکڑی کا وہ پھندا جو ہرن کے شکاری شکار کے لئے گاڑھتے ہیں۔

د ح ا - دَحَا الشَّيْئَ: اس نے چیز کو بچھایا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا: اللہ نے اس کے بعد زمین کو بچھا دیا۔

دَحَا الْمَطَرُ الْحَصَى عَنْ وَجْهِ الْاَرْضِ: بارش نے سطح زمین سے کنکر پھیلا دیئے۔

دِحْيَةُ الْكَلْبِي: (دال مکسور) وہ صحابی جن کی صورت میں جبریل امین نبی کریم ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے۔ حضرت دحیہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔

مَدْحَى النَّعَامَةِ: مادہ شتر مرغ کے انڈے دینے کی جگہ اور وَاُدْحِيُّهَا: انڈوں سے بچے نکالنے کی جگہ۔

د خ خ - الدُّخُّ: (دال مضموم) دُخَانٌ کا ایک اور لہجہ یا لغت بمعنی دھواں۔

د خ ر ص - الدِّخْرِيْصُ: (دال مکسور) اس کی جمع دَخَارِيْصُ ہے۔ قمیض کے گریبان۔

د خ س - الدُّخَسُ: بروزن الصُّرَدُ ایک دریائی یا سمندری مچھلی جو ڈوبتے کو بچاتی ہے۔ اس کی کمر کو سہارا دیتی ہے تاکہ وہ تیر سکے۔ اسے ڈولفن کہتے ہیں بروزن الْمُنْجِنَ۔

د خ ل - دَخَلَ يَدْخُلُ دُخُوْلًا وَمَدْخَلًا: (میم مفتوح) داخل ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ: دَخَلَ الْبَيْتَ وہ گھر میں داخل ہوا ۔ درست جملہ یوں تھا: دَخَلَ فِي الْبَيْتِ: اس میں فی مقدر ہے۔ جب حرف جر (فی) کو حذف کیا گیا تو پھر البیت کو مفعول بہ مان کر اسے نصب دے دی گئی۔ کیونکہ ظرف مکان دو طرح کے ہوتے ہیں ایک مبہم اور دوسرا محدود۔ مبہم ظرف مکان: عالم کی چھ اطراف اور ان کے نہج وطرز پر دوسرے اسماء ظروف مثلاً: عِنْدَ، وَسْطَ بمعنی پاس اور درمیان کے ہیں۔ اور اس سے مشابہت والے

کلمات اسم ظرف ہوں گے اور یہی مبہم اسماء ظرف ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیچھے والی جہت دوسرے آدمی کے لئے سامنے والی جہت ہوگی اور اسی طرح دوسرے اسماء۔ اور محدود اسماء ظرف وہ ہیں کہ جن کی شخصیت، اور حدود و اطراف معین ہوں۔ مثلاً: الجبل، الوَادِی، السُّوق، الدّارُ اور المسجد وغیرہ۔ یہ اسماء ظرف نہیں ہوں گے۔ تم یہ نہیں کہتے کہ قَعَدْتُ الدّار: یعنی میں گھر بیٹھا اور نہ ہی صَلَّیْتُ المسجد یعنی میں نے مسجد پڑھی، کہیں گے اور نہ ہی نِمْتُ الجبل کہیں گے۔ یعنی میں پہاڑ سویا اور نہ ہی قمتُ الوادی یعنی میں وادی کھڑا ہوا، کہیں گے۔ اس طرح کے تمام جملوں میں حرف جر کو محذوف کیا گیا ہے۔ مثلاً: دَخَلَ البَیْت وَنَزَلَ الوادی اور صَعِدَ الجبل بمعنی وہ گھر میں داخل ہوا۔ وہ وادی میں اترا اور وہ پہاڑ پر چڑھا۔

اِدَّخَلَ بروزن اِفْتَعَلَ کا مطلب بھی دَخَلَ ہے یعنی وہ داخل ہوا۔ اگرچہ شعر میں اِنْدَخَلَ بھی آیا ہے لیکن یہ فصیح نہیں ہے۔

تَدَخَّلَ: وہ تھوڑا تھوڑا کر کے داخل ہوا یا آہستہ آہستہ داخل ہوا۔

تَدَاخَلَنِیْ مِنْهُ شَیْئٌ: میرے اندر اس چیز میں سے کچھ آہستہ آہستہ داخل ہوا۔

الدَّخْلُ -- الخَرْجُ کی ضد بمعنی آمدن۔ الدَّخْلُ کا معنی عیب اور شک وشبہ بھی ہے۔ عربی شعر ہے:

تَرَی الفِتْیَانَ کالنخل
وَمَا یُدرِیکَ بالدّخل

"تمہیں نوجوان کھجور کے درختوں کی طرح نظر آتے ہیں لیکن تمہیں اس بات کا پتہ ہے کہ اندر سے کیا ہیں۔"

الدَّخَلُ: (دال اور خاء دونوں مفتوح) ملاوٹ اور دھوکہ۔ کہا جاتا ہے: هٰذَا الأَمْرُ فِیهِ دَخَلٌ ودَغَلٌ: اس کام یا بات میں کچھ ملاوٹ ہے۔ دَخَلٌ اور دَغَلٌ دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔

قول خداوندی ہے: لَا تَتَّخِذُوا اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ: اپنی قسموں کو اپنے درمیان مکر وفریب نہ بناؤ۔

المَدْخَلُ: (میم مفتوح) داخل ہونا اور داخل ہونے کی جگہ بھی۔ تم کہتے ہو کہ: دَخَلَ مَدْخَلاً حَسَنًا: وہ اچھی طرح یا اچھے انداز سے داخل ہوا اور دَخَلَ مَدْخَلَ صِدْق وہ سچائی کی جگہ داخل ہوا۔

المُدْخَلُ: (میم مضموم) داخل کرنا۔ اور فعل اَدْخَلَ کا مفعول بہ بھی ہے۔ مثلاً: تم کہتے ہو: اَدْخَلَهُ مُدْخَلَ صِدْقٍ: اس نے اسے داخل ہونے کی جگہ داخل کیا۔

الدَّخِيلُ: دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے والا۔

الدَّوْخَلَّةُ: کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ٹوکری جس میں تازہ کھجوریں رکھی جاتی ہیں۔(اس لفظ میں لام مشدّد ہے اور بغیر تشدید کے بھی)۔

د خ ن — دُخَانُ النَّارِ: آگ کا دھواں، اس کی جمع دَوَاخِنُ ہے۔جس طرح عُثَان کی جمع عَوَاثِنُ ہے۔ یہ جمع خلاف قیاس ہے۔دَخَنَتِ النَّارُ: آگ کا دھواں اُٹھا۔ اس کا باب دَخَلَ اور خَضَعَ ہے۔ اِدَّخَنَتْ کا معنی بھی یہی ہے یعنی جب مزید لکڑیاں ڈالنے سے آگ کے شعلے بجھ جائیں اور دھواں اُٹھے۔

دَخِنَ الطَّبِيخُ: جب ہانڈی سے بھاپ نکلے۔یعنی ہانڈی پکے یا پکوان پکے۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔

الدُّخْنُ: باجرا یا کنگنی کا اناج۔

الدُّخْنَةُ بروزن الدرِيرَةُ: دھونی جس سے مکانوں کو دھونی دی جاتی ہے۔

د د — الدَّدُ: کھیل کود۔حدیث شریف میں ہے: مَا اَنَا مِن ددٍ و لا الدَّدُ منی: نہ تو میں کھیل کود کے لئے بنا ہوں اور نہ کھیل کود میرے لئے بنا ہے۔

د د ن — الدَّيْدَنُ: عادت و رسم و رواج۔

د د ا — الدَّدَا: کھیل۔

د ر أ — الدَّرءُ: مدافعت کرنا، اور ہٹانا۔اس کا باب قَطَعَ ہے۔

دَرَأَ: وہ اچانک نمودار ہوا۔اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اسی سے لفظ كَوْكَبٌ دِرِّيٌ بروزن سِكِّيتٌ ماخوذ ہے یعنی شدید چمکدار۔دُرِّيٌّ: (دال مضموم) موتی سے منسوب۔اسے دُرِّيءٌ: (دال مضموم اور ہمزہ کے ساتھ) پڑھا گیا ہے۔

تَدَارَأْتُمْ اور ادَّارَأْتُم: تم نے مدافعت کی اور اختلاف کیا۔

المُدَارَاَةُ: مخالفت و مدافعت۔البتہ المُدَارَاةُ بمعنی حسنِ خلق، تو اس میں ہمزہ لکھی جاتی ہے اور الف کو حرف لین کے طور پر پڑھا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ: دَارَاهُ اور دَارَأَهُ: اس نے اسے نرم وملائم کیا اور اس سے بچاؤ کیا۔

د ر ب — الدُّرْبَةُ: عادت اور جنگ کی ٹریننگ، اور دوسرے کاموں کی ٹریننگ۔

قَدْ دَرِبَ بِالشَّيْئِ: (راء مکسور) اس نے کام کی تربیت حاصل کی ہے اور اس کا عادی ہو گیا۔

رَجُلٌ مُدَرَّبٌ: تربیت یافتہ شخص۔

مُدَرِّبٌ: تربیت یا ٹریننگ دینے والا۔ اس کی مثال مُجَرَّبٌ اور مُجَرِّبٌ ہے۔

قَدْ دَرَّبَتْهُ الشَّدَائِدُ: تکلیفوں اور سختیوں نے اسے تجربہ کار بنایا ہے تا آنکہ وہ

مضبوط ہوگیا اور مشکلات برداشت کرنے کے قابل ہوا۔

د ر ج - دَرَجَ: قدم اُٹھایا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

انْدَرَجَ: وہ مرگیا۔ دَرَّجَهُ اِلَى كذا تَدْرِيْجًا واسْتَدْرَجَهُ کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے اسے بتدریج قریب کیا۔

فَتَدَرَّجَ: تو وہ اس کے قریب ہوگیا۔

المَدْرَجَةُ بروزن المتربة: مذہب و مسلک۔

الدَّرجةُ: سیڑھی۔ اس کی جمع الدَّرَجُ ہے۔ الدَّرَجة کا معنی منصب اور مرتبہ بھی ہے۔ اس کی جمع الدَّرجات ہے۔

الدَّرْجُ: (راء ساکن و مفتوح) رجسٹر جس میں اندراج ہوتا ہے۔ لوگوں کا یہ قول کہ: اَنْفَذْتُهُ فى دَرْجِ كِتَابِى: میں اسے اپنے رجسٹر میں درج کرلیا ہے، (راء ساکن) یعنی میں نے اسے اپنے رجسٹر میں شامل کر لیا ہے۔ الدُّرَّاجُ والدُّرَّجَةُ (دال مضموم) تیتر، مذکر و مؤنث دونوں کے لئے ایک ہی صیغہ مستعمل ہے۔

اَرْضٌ مَدْرَجَةٌ: تیتروں والی زمین جس میں تیتر بکثرت ہوں۔

د ر د - رَجُلٌ اَدْرَدُ: ایسا شخص جس کے منہ میں دانت نہ ہوں۔ اس کی مؤنث دَرْدَاء. اس کا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اُمِرْتُ بِالسِّوَاكِ حَتّٰى خِفْتُ لَاَدْرَدَنَّ: مجھے اتنی تاکید سے مسواک کرنے کا حکم دیا گیا کہ مجھے یہ خوف پیدا ہوا کہ میں کہیں پوپلا نہ ہوجاؤں۔ خوف سے حضور علیہ ﷺ کی مراد خیال ہے۔

دُرَيْدٌ: تلچھٹ۔ دُرَيْدٌ اَدْرَدُ کا اسم تصغیر ہے۔ یعنی پوپلا جس کے منہ میں دانت نہ ہوں۔

د ر ر - الدَّرُّ: دُودھ، کسی کی مذمت کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ لَا دَرَّ دَرُّهُ یعنی اس کی بھلائی نہ بڑھے۔ اور تعریف اور مدح کے لئے کہا جاتا ہے: لِلّٰهِ تَعَالٰى دَرُّهُ: یعنی اس کا عمل خدا کے لئے ہو۔ اور لِلّٰهِ دَرُّهُ من رَجُلٍ: اس کا کسی کے ساتھ کی ہوئی بھلائی کا اللہ صلہ دے۔

الدُّرَّةُ: موتی۔ اس کی جمع دُرٌّ، دُرَّاتٌ اور دُرَرٌ ہے۔

الكَوْكَبُ الدُّرِّيُّ: چمکدار ستارہ۔ ستارہ کی موتی کی طرف نسبت اس کی چمک اور روشنی کی وجہ سے ہے۔ دُرِّيٌّ کو کبھی کبھی دِرِّيٌّ (دال مکسور) بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس کی مثال سُخْرِيٌّ اور سِخْرِيٌّ نیز لُجِّيٌّ اور لِجِّيٌّ ہے۔

الدِّرَّةُ: دودھ کی بہتات اور روانی و فراوانی کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع دِرَرٌ ہے۔

سَمَاءٌ مِدْرَارٌ: بہت زیادہ بارش والا آسمان۔

دَرَّ الضَّرْعُ بِاللَّبَنِ: تھن دودھ سے بھر گیا۔ اس کا مضارع یَدُرُّ اور مصدر دُرُوْرًا ہے۔

اَدَرَّتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے بہت دودھ دیا۔ ایسی اونٹنی کو مُدِرٌّ کہیں گے۔

الرِّیْحُ تُدِرُّ السَّحَابَ: ہوا بادلوں کو تیز ہانکتی یا چلاتی ہے۔

تَسْتَدِرُّ: وہ دودھ دوہتی ہے۔

الدَّرْدَارُ ❶: (دال مفتوح)، ایک قسم کا درخت۔

د ر ز — الدَّرْزُ: درز، سیون، اس کی جمع دُرُوْزٌ ہے۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ جوؤں اور لیکھوں (باریک جوؤں کو بَنَاتُ الدُّرُوْز کہتے ہیں)۔

د ر س — دَرَسَ الرَّسْمُ: نشان مٹ گیا، اس کا باب دَخَلَ ہے۔

دَرَسَتْهُ الرِّیْحُ: ہوا نے اسے مٹا دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔ دَرَسَ القُرآنَ ونحوَهُ: اس نے قرآن وغیرہ پڑھا۔ اس کا باب نَصَرَ اور کَتَبَ ہے۔ دَرَسَ الحِنْطَةَ، یَدْرُسُهَا: (راء مضموم) دِرَاسًا (دال مکسور) اس نے گیہوں کو گاہا یعنی بھوسے

❶ اردو میں شاید اسی لفظ کو دیودار کہا جاتا ہے۔

سے دانے الگ کئے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو کتاب الٰہی کے زیادہ پڑھنے کی وجہ سے اِدْرِیْسؑ نام دیا گیا۔ ورنہ ان کا نام اُخْنُوْخ (دو خاء کے ساتھ) بروزن مَفْعُوْلٌ تھا۔

دَارَسَ الکُتُبَ وتَدَارَسَهَا: اس نے کتابیں پڑھیں اور مسلسل پڑھتا رہا۔

دَرَسَ الثَّوْبُ: کپڑا پھٹ گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

د ر ع — دِرْعٌ: زرہ، یہ مؤنث کا صیغہ ہے۔ ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ یہ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی۔

دِرْعُ المَرْأَةِ: عورت کی قمیض۔ ان معنوں میں دِرْعٌ مذکر ہے۔

اِدَّرَعَتِ المَرْأَةُ: عورت نے قمیض پہنی۔ دَرَّعَهَا غَیْرُهَا: اسے کسی اور نے قمیض پہنائی۔ اس کا مصدر تَدْرِیْعًا ہے۔

المِدْرَعُ بروزن المِبْضَعُ اور المِدْرَعَةُ: جبہ، چوغہ۔

الدُّرَّاعَةُ: جبہ۔ اس کی جمع الدَّرَارِیْعُ ہے۔

اَدْرَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے زرہ پہن لی۔ تَدَرَّعَ کا معنی بھی اس نے زرہ یا قمیض یا جبہ پہن لیا ہے۔ بعض اوقات جبہ پہننے کے لئے تَمَدْرَعَ کہتے ہیں لیکن یہ بہت کمزور لُغت یا لہجہ ہے۔

رَجُلٌ دارِعٌ عَلَيه: آدمی زرہ پہنے ہوئے ہے۔ گویا وہ ذُودِرْع ہے یعنی وہ زرہ والا ہے۔ اس کی مثال لابن (دودھ والا) اورتامر (کھجوروالا) ہے۔

د ر ق — الدَّرَقَةُ: چمڑے کی ڈھال۔ اس کی جمع دَرَقٌ ہے۔

دَرْيَاقٌ: تریاق کا ایک اور تلفظ یا لہجہ ہے۔

الـدَّورَقُ: پیمانہ خاص گوشراب ناپنے کا پیمانہ۔ میری رائے میں یہ فارسی سے معرب ہے۔

د ر ک — الإدراک اللُّحوق: پہنچنا، جاملنا، جالینا، پالینا۔

میرا کہنا ہے کہ الادراک کا معنی اللحوق کی بجائے اِلّحاق صحیح ہے۔

مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: مَشَى حَتّى اَدْرَكَهُ: وہ چلتا گیا تا آنکہ اس نے اس کو جالیا یا اس سے جاملا۔ اور عَاشَ حَتّى اَدْرَکَ زَمَانَه: وہ تب تک زندہ رہا، تا آنکہ اس نے اس کا زمانہ پالیا۔

اَدْرَكَهُ بِبَصَرِهِ: اس نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

اَدْرَکَ الغُلَامُ والثمر: لڑکا بالغ ہوگیا اور پھل پک گیا۔

اِسْتَدْرَکَ مافات: اس نے گم شدہ چیز بازیاب کرلی۔ تَدَارَكَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

تَدَارَکَ القَوْمُ: قوم کے سارے لوگ اکٹھے ہوگئے یا ایک دوسرے سے آملے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: حَتّٰی اذا ادّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا: یہاں تک کہ وہ سارے وہاں جا اکٹھے ہوئے۔ یہ لفظ اصل میں تَدَارکوا تھا لیکن ت اور د کے ادغام کے باعث ادّارَكُوا ہوگیا۔

لوگوں کے دَرَاک کہنے کا مطلب اَدْرِکَ ہے یعنی جان لے یا پالے اور فعل امر کے لئے اسم ہے۔

الـدَّرَکُ: تاوان۔ اس میں راء کو متحرک اور ساکن دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: مَالَحِقَکَ مِن دَرْکٍ فَعلِيَّ خَلَاصَهُ: تم پر جو تاوان پڑے میں اسے ادا کردوں گا۔

دَرَکَاتُ النَّار: دوزخیوں کے جہنم میں درجے بلکہ تہیں۔

النَّارُ دَرَکَاتٌ والجَنَّةُ دَرَجَاتٌ: دوزخ کی تہیں (درکات) ہوں گی اور جنت کے درجات ہوں گے۔ دوزخ کی آخری نچلی تہہ کو دَرْکٌ یا دَرَک کہتے ہیں۔

الدِّرَاک: (دال مکسور) مدارکہ، ایک دوسرے کے ساتھ آواز ملانا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: دَارَکَ الرجلُ صَوتَهُ: یعنی آدمی نے اپنی آواز کے ساتھ آواز

ملائی۔

الدَّرَّاکَ: (راء مشدّد) بہت زیادہ ادراک کرنے والا سمجھدار آدمی۔ اَفْعَلَ وزن سے فَعَّال کے وزن پر بہت کم مشتق آتا ہے البتہ لوگ حَسَّاسٌ دَرَّاکٌ کو یا تو ایک لہجہ سمجھتے ہیں یا تاکیدی دوہرا کلمہ۔ یعنی ازدواج کلمہ۔

د ر ک ل — الدِّرِکْلَۃُ: (دال مکسور و کاف مکسور) عجمی لوگوں کی گڑیا اور ایک قسم کا رقص بھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّہُ مَرَّ عَلٰی اَصْحَابِ الدِّرِکْلَۃِ فقال جِدُّوا یَبَنِی اَرْفِدَۃَ حَتّٰی تَعْلَمَ الیھودُ والنصاری اَنَّ فی دِیْنِنَا فُسْحَۃً: ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کا گزر اصحاب درکلہ کے ہاں سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی ارفدہ خوب ناچو کودو تاکہ یہود اور نصاری کو معلوم ہو کہ ہمارے دین میں تفریح کی گنجائش ہے۔

د ر ن — الدَّرَنُ: میل کچیل۔ قَدْ دَرِنَ الثَّوبُ: کپڑا میلا ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل دَرِنٌ ہے۔

دَارِیْنُ: بحرین میں ایک بندرگاہ کا نام ہے۔ جہاں کا عطر بہت مشہور ہے۔ چنانچہ اسی نسبت سے اس عطر کو مسکِ دارین کہا جاتا ہے۔ دارین کی طرف اسم نسبتی دَارِیٌّ ہے۔

د ر ہ م — الدِّرْھَمُ: فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ الدِّرھِم (ھاء مکسور) ہے۔ شاید اسے الدِّرھام بھی کہا گیا ہے۔ درھم کی جمع دراھم ہے۔ اور الدِّرھام کی جمع دَراھِیم ہے۔

د ر ی — دَرَاہُ: اور دَرَیٰ بِہٖ: اس نے جان لیا۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔ دِرَایَۃً اور دُرْیَۃً (دال مضموم) بھی اور مکسور بھی۔ جانکاری، درایت اور سمجھ بوجھ۔ لوگ کہتے ہیں: لَا اَدْرِ کثرتِ استعمال کے باعث تخفیف کے پیش نظر 'ی' کو حذف کیا گیا ہے۔ اس کی دوسری مثالیں: لَمْ اُبَلْ اور لَمْ یَکُ ہے۔

اَدْرَاہُ: اس نے اسے بتایا۔ قرآن کی آیت کو وَلَا اَدْرَاکُمْ بِہٖ اور نہ تمہیں اس سے واقف کرتا' پڑھا گیا ہے، اس میں وجہ ہمزہ کا ترک ہے۔

مُدَارَاۃُ النَّاس میں مُدَارَاۃ کے الف کو ہمزہ اور حرف لین کے ساتھ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ جس کا مطلب چھوٹی چھوٹی ضرورتیں پوری کرنا اور ملائمت اور نرمی کا سلوک ہے۔

د س ر — الدِّسَارُ: (دال مکسور) اس کی جمع دُسُرٌ ہے۔ وہ ڈوریاں جس سے کشتی کے تختوں کو باندھا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی کیل اور میخیں ہیں۔ قول

خداوندی ہے: عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ: ہم نے نوحؑ کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی (سوار کرایا)۔ دُسُرٍ کو تخفیف کر کے دُسْرٍ بھی پڑھا گیا ہے۔

الدَّسْرُ: دھکیلنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے عنبر مچھلی کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسی چیز ہے جسے سمندر دھکیلتا ہے۔

د س س — دَسَّ الشَّيْئَ فِي التُّراب: اس نے چیز مٹی میں دبا دی، یا چھپا دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

د س ع — الدَّسْعَةُ: بخشش کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: اَلَمْ اَجْعَلْکَ تَدْسَعُ: کیا میں نے تمہیں بہت زیادہ بخشش کرنے اور عطیہ دینے والا نہیں بنایا۔

د س م — الدَّسَمُ: گوشت یا اس کی چربی۔

دَسِمَ الشَّيئُ: چیز چکنی ہو گئی یا مٹیالے رنگ کی ہو گئی۔ اس کا باب طرب ہے۔

تَدْسِيمُ الشَّيْئِ: کسی چیز کو چکنا بنانا یا اس پر چربی ملنا۔

د س ا — دَسَّاهَا: اس نے اسے چھپایا۔ اصلاً یہ لفظ دَسَّسَهَا ہے۔ ان میں سے ایک سین کو یاء میں تبدیل کیا گیا۔

د ش ت — الدَّشْتُ: دشت، صحرا، ریگستان۔

د ع ب — الدُّعَابَةُ: مزاح، ہنسی مزاق، دل لگی۔ دَعَبَ يَدْعَبُ کا باب قطع يقطع ہے اور اسم فاعل دَعَّاب (عین مشدّد) ہے۔ المُدَاعَبَة: ہنسی مذاق کرنا۔

د ع ث ر — الدَّعْثَرَةُ: (دال مفتوح) روندنا، پامال کرنا۔

المُدَعْثَرُ: مہدوم، روندا ہوا۔ افتادہ، پامال۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَا تَقْتُلُوا اولادکم سِرًّا انّهُ لَيُدْرِكُ الفارس فَيُدَعْثِرُهُ[1]: اپنی اولاد کو اس چھپی ہوئی خواہش یا خوف سے قتل نہ کرو کہ وہ (جوان ہو کر) جب وہ سوار بنے تو سواری اسے گرا دے۔

د ع ج — الدَّعَجُ: (دال اور عین مفتوح) آنکھ کی گہری سیاہی اور بڑائی عَيْنٌ دَعْجَاءُ بڑی اور گہری سیاہ آنکھ۔ (الف ممدود) اس کا باب طرب ہے۔

د ع ر — الدَّعَرُ: (دال اور عین مفتوح) ناپاکی، خبث، پلیدی۔

الدَّعَارَةُ: (دال مفتوح) پلیدی اور فسق۔ اس کا باب طرب اور سَلِمَ ہے۔ اس کا اسم فاعل داعِرٌ ہے اور اس کی مؤنث دَاعِرَةٌ ہے۔

[1] اس سے مراد دودھ پلانے کے زمانے میں بیوی سے مباشرت ہے۔ کمزور اولاد ہوگی اور اسے قتل اولاد کے برابر سمجھا گیا ہے۔

د ع ع—دَعَّهُ: اس نے اسے دھکیلا یا دھکا دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ قول خداوندی میں یہی کلمہ آیا ہے: فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيْمَ: یہ وہی شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

د ع ک—الدَّعْكُ: ہاتھ یا پاؤں سے مل کر کسی چیز کو نرم کرنا۔ منڈنا یا ملنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

قَدْ دَعَكَ الأَدِيْمَ وَالخَصْمَ: اس نے چمڑے کو مل کر نرم کیا اور بلا طفت سے دشمن کو نرم کیا۔

تَدَاعَكَ الرَّجُلانِ فِي الحربِ: دو آدمیوں نے لڑائی میں ایک دوسرے کو زم کیا یا رگڑا، یعنی ایک دوسرے کی خوب مار پیٹ کی۔

د ع م—دَعَمَ الشَّيْئَ: اس نے کسی چیز کو سہارا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ الدِّعَامَةُ: (دال مکسور) گھر کا ستون۔ قَدْ اِدَّعَمَ: اس نے سہارا لیا۔

دعـة: دیکھئے بذیل مادہ (و د ع)۔

د ع ا—الدَّعْوَةُ اِلَى الطَّعَامِ: کھانے کی دعوت یا بلاوا (دال مفتوح)۔ کہا جاتا ہے کہ كُنَّا فِي دَعْوَةِ فُلَانٍ: ہم فلاں شخص کی دعوت میں تھے۔

مَدْعَاةُ فُلَانٍ: فلاں کا بلاوا۔ یہ مصدر ہے، اور اس سے مراد کھانے کی دعوت یا بلاوا ہے۔ الدِّعْوَةُ (دال مکسور) نسب کا دعویٰ۔ کلام عرب میں یہ کلمہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ عَدِيُّ الرِّبَابِ کے لوگ نسب کے دعویٰ کے معاملہ میں الدَّعْوَةُ میں دال کو مفتوح کرتے ہیں اور طعام یعنی کھانے کی دعوت کے معنوں میں الدِّعْوَةُ میں دال کو مکسور پڑھتے ہیں۔ الدَّعِيُّ: منہ بولا بیٹا یا متبنّٰی۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ: خدا تعالیٰ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے حقیقی اور صلبی بیٹے نہیں بنایا۔

ادَّعٰى عَلَيْهِ بِكَذَا: اس نے فلاں پر یا اس کے خلاف یوں یا یہ دعویٰ کیا ہے۔ اس فعل سے اسم الدعویٰ ہے۔

تَدَاعَتِ الحِيْطَانُ لِلْخَرَابِ: دیواریں ایک دوسرے سے متصادم ہو گئیں، یا ایک دوسرے پر گر پڑیں۔

دَعَاهُ: اس نے اسے پکارا۔ اسْتَدْعَاهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ دَعَوْتُ اللهَ لَهُ: میں نے اس کے حق میں دُعائے خیر کی۔ دَعَوْتُ عَلَيْهِ: میں نے اس کے لئے بد دعا کی۔ اَدْعُوْهُ دُعَاءً میں اسے پکارتا ہوں۔ الدَّعْوَةُ: ایک مرتبہ کا بلاوا اور الدُّعَاءُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی جمع الأَدْعِيَةُ ہے۔ اس سے مؤنث مضارع کا

صیغہ ہوگا: اَنْتَ تَدْعِيْنَ یاتَدْعُوِيْنَ اور تَدْعُيْنَ اس میں ع کی ضمہ کا اشمام ہوگا یعنی آواز نکالے بغیر صرف ہونٹ کے اشارے سے ضمہ کا اظہار۔ اور جمع مؤنث کا صیغہ ہو گا: اَنْتُنَّ تَدْعُوْنَ یہ صیغہ مذکر اور مؤنث دونوں میں ایک جیسا ہوگا۔

داعية اللّبن: دوہنے سے بچا ہوا یا چھوڑا ہوا تھنوں میں باقی ماندہ دودھ۔ حدیث شریف میں ہے: دَعْ داعِيَ اللّبن: تھنوں میں باقی ماندہ دودھ چھوڑ دو۔

د غ د غ - الدَّغدَغَةُ: گدگدی۔

د غ ر - الدَّغرَةُ: (دال مفتوح) اُچک کر کسی سے چیز چھین لینا۔ حدیث شریف میں اس کے بارے میں ہے کہ: لَا قَطعَ فِي الدَّغرَةِ: چیز اچک کر چھیننے کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔

الدَّغرُ: دھکیلنا، دھکا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: عَلَامَ تُعَذِّبْنَ اَوْلادكُنَّ: اپنے بچوں کو گلا گھونٹنے کا عذاب کیوں اور کس وجہ سے دیتی ہو۔ اس سے مراد حلق میں انگلی ڈال کر حلق کے کوے کو دبانا ہے۔ (گلے میں خراش وغیرہ کے باعث مائیں یا بوڑھی عورتیں بطور علاج بچے کے حلق میں انگلی ڈال کر کوے کو دباتی ہیں)۔

د غ ل - الدَّغَلُ: دال اور غین دونوں مفتوح۔ فساد، خرابی۔ اس کی مثال الدَّخَلُ ہے۔

د غ م - اَدْغَمْتُ الفَرَسَ اللّجام: میں نے گھوڑے کے منہ میں لگام ڈال دی۔ ادغام الحروف اسی نسبت سے کہتے ہیں۔ مثلاً: کہتے ہیں: اَدْغَمَ الحَرْفَ: اس نے حرف کا ادغام کیا یا اَدْغَمَهُ۔

د ف ا - الدِّفءُ: اونٹ کے بچے، دودھ نیز اونٹ سے حاصل ہونے والی ہر کارآمد چیز۔ قول خداوندی ہے: لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ: ان میں تمہارے لئے کارآمد چیزیں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: لَنَا مِنْ دِفْئِهِمْ مَا سَلَّموا بالْمِيْثَاق: ان کی کارآمد چیزوں میں سے ہمارے لئے وہی کچھ جائز ہے جو وہ معاہدے کی رُو سے ہمارے سپرد کریں۔ اس کا معنی گرمائش بھی ہے۔ جو فعل دَفِئَ الرَّجلُ کا اسم ہے۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ اور طرب ہے۔ اس کا معنی گرمائش پہنچانے والا بھی ہے۔ رَجلٌ دَفِئٌ (یاء مقصور) دَفْئَانُ (الف ممدود)۔ امراۃٌ دَفْأی. اور يَوْمٌ دَفِيٌّ (یاء ممدود) اس کا باب ظرف ہے۔

لَيْلَةٌ دَفِئَةٌ: گرم رات، اسی طرح ثَوْبٌ دفِيٌّ اور بَيْتٌ دَفِيٌّ کہہ سکتے ہیں یعنی گرم کپڑا اور گرم گھر۔

د ف ت ر - الدَّفْتَرُ: نوٹ بک، کاپی۔

د ف ر — اَلدَّفَرُ: گندگی۔ خاص کر کہا جاتا ہے کہ: دَفْرًا لَهُ: یعنی وہ غلاظت ہے۔ اسی نسبت سے دنیا کو اُمّ دَفْرٍ یعنی غلاظت اور گندگی کی ماں کہا گیا ہے۔ یہ اسم ہے اس کا مصدر دَفَرٌ (فاء مفتوح) ہے۔ اس کا باب طَرِب ہے۔ لونڈی کو پکارتے وقت کہا جاتا ہے: یَا دَفَارِ (راء مکسور) یعنی اے غلیظ اور گندی لڑکی۔

د ف ع — دَفَعَ اِلَيْهِ شَيْئًا: اس نے اسے کچھ دیا۔
دَفَعَهٗ فَانْدَفَعَ: اس نے اسے دھکیلا تو اسے دھکا لگا۔ یا دھکیلا گیا۔ دونوں کا باب قطع ہے۔
اِنْدَفَعَ الْفَرَسُ: گھوڑا اچل پڑا۔
اِنْدَفَعُوْا فِي الْحَدِيْثِ: انہوں نے بات کرنا شروع کی۔ اَلْمُدَافَعَةُ: ٹال مٹول۔
دَافَعَ عَنْهُ: اس نے اس کی مدافعت کی۔ دَفَعَ عَنْهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ یہی کلمہ آپ یوں کہیں گے کہ: دَافَعَ اللّٰهُ عَنْکَ السُّوْءَ: اللہ تعالیٰ تیری تکلیف دور کرے۔ دِفَاعًا اس کا مصدر ہے۔
اِسْتَدْفَعَ اللّٰهَ الْاَسْوَاءَ: اس نے اللہ سے اس کی تکلیفیں دور کرنے کی دعا کی۔
تَدَافَعَ الْقَوْمُ فِي الْحَرْبِ: قوم نے جنگ میں ایک دوسرے کو دھکیلا۔
اَلدُّفْعَةُ مِنَ الْمَطَرِ وغیرہ: بارش وغیرہ کی بوچھاڑ۔ اَلدَّفْعَةُ (دال مفتوح) دفعہ، بار، مرتبہ۔

د ف ف — اَلدُّفُّ: (دال مضموم) بجانے والا ڈھول۔ اسے دَفٌّ (دال مفتوح) بھی بولا جاتا ہے۔ دَافَّهٗ مُدَافَّةً و دِفَافًا: لادنا، بار کرنا۔ یہ کلمہ خالد بن ولیدؓ کی حدیث میں آیا ہے۔[1]

د ف ق — دَفَقَ الْمَاءَ: اس نے پانی بہایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مَاءٌ دَافِقٌ بہنے والا پانی۔ یہاں دافق سے مراد مَدْفُوْقٌ ہے جیسے کاتِم سے مَكْتُوْمٌ مراد لی جاتی ہے۔ اِنْدِفَاقٌ: بہاؤ، بہنا۔
اَلتَّدَفُّقُ: بہنا، گرنا، خارج ہونا۔
جَاءَ الْقَوْمُ دُفْقَةً وَاحِدَةً: قوم یکبارگی آگئی۔ ایک ہی دفعہ آگئی۔

د ف ل — اَلدِّفْلٰى: کڑوا پودا۔ واحد اور جمع کا ایک ہی صیغہ ہے۔ اس پر تنوین کہیں آتی اور کہیں نہیں آتی۔ الف کے الحاق اور نکرہ ہونے کی صورت میں اس پر تنوین آتی ہے اور اگر اسے مؤنث بنا دیا جائے تو پھر تنوین نہیں آتی۔

د ف ن — دَفَنْتُ الشَّيْءَ: میں نے چیز دفن کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَدْفُوْنٌ اور دَفِيْنٌ ہے۔ اِدَّفَنَ

[1] متن حدیث یہ ہے: مَنْ كَانَ مَعَهٗ اَسِيْرٌ فَلْيُدَافِّهٖ۔ (مترجم)

الشَّيْئُ: چیز دفن ہوگئی۔ یا دفن ہوا۔ اس کا باب افتعال ہے۔ یہی معنی اِنْدَفَنَ ہے۔
داءٌ دَفِيْنٌ چھپا ہوا مرض جس کی تشخیص نہ ہوسکے۔

التَّدَافُنُ: ایک دوسرے کو دفن کرنا۔ کہا جاتا ہے: لو تَكَاشَفْتُمْ مَا تَدَافَنْتُمْ: یعنی اگر تمہارے عیب ایک دوسرے پر ظاہر ہوتے تو تم ایک دوسرے کو نہ چھپاتے۔

د ف ا - اَدْفَيْتُ الجَرِيْحَ: میں نے زخمی مار ڈالا۔ یا زخمی پر گرم کپڑا ڈالا۔ حدیث شریف میں ہے: اُتِيَ بِاَسِيْرٍ يُوْعَكُ فَقَالَ بِقَوْمٍ اِذْهَبُوْا بِهٖ فادْفُوْهُ: آپ ﷺ کے پاس ایک قیدی لایا گیا جو بخار میں تھا۔ آپ ﷺ نے ایک جماعت کو حکم دیا کہ اسے لے جاؤ اور اسے سردی بچانے کے لئے گرمائش پہنچاؤ۔ لوگ اسے لے گئے اور اسے قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے وارثوں کو خون بہا ادا کیا۔

الدَّفْوَاءُ: ایک بہت بڑا درخت۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهُ اَبْصَرَ شَجَرَةً دَفْوَاءَ تُسَمّٰى ذَاتَ انواط: نبی اکرم ﷺ کی نظر ایک بہت بڑے درخت پر پڑی جسے لوگ ذات انواط کہتے تھے۔ کیونکہ اس درخت سے ہتھیار لٹکے رہتے تھے۔ اور لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اس درخت کی عبادت کرتے تھے۔

د ق ع - الدَّقْعَاءُ: بروزن الحَمْرَاءُ: مٹی۔ کہا جاتا ہے کہ: دَقِعَ الرَّجُلُ: (قاف مکسور) آدمی پھسل کر مٹی سے لت پت ہوگیا۔ الدَّقَعُ: (دال اور قاف دونوں مفتوح) فقر وناداری کی بدگمانی۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا جُعْتُنَّ دَقِعْتُنَّ: تم عورتوں کو جب فاقے لگتے ہیں تو عاجزی کے مارے زمین میں گڑ جاتی ہو۔ فَقْرٌ مُدْقِعٌ: خاک میں ملا دینے والا فقر اور ناداری۔

د ق ق - الدَّقِيْقُ: باریک اور پتلا۔ الغليظ یعنی گاڑھے اور موٹے کی ضد۔ اسی طرح الدُّقَاقُ: (دال مضموم) اور الدِّقُّ (دال مکسور) کا یہی مطلب ہے۔ اسی لفظ سے حُمَّى الدِّقِ کا لفظ مشتق ہے جس کا معنی تپ دق ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ اَخَذَ جِلَّهُ و دِقَّهُ: اس نے بیش و کم سب کچھ لے لیا۔
قَدْ دَقَّ الشَّيْئُ يَدِقُّ دِقَّةً: چیز باریک ہوگئی ہے۔
اَدَقَّهُ: اسے کسی اور نے باریک کر دیا۔
دَقَّقَهُ تَدْقِيْقًا: اس نے اسے خوب باریک کیا ہے۔ یعنی باریک بینی سے دیکھا ہے۔ المُدَاقَّةُ فی الأمرِ: معاملہ میں باریک بینی کرنا۔
التَّدَاقُّ: باریک بینی، معاملہ کی تہہ تک

پہنچنا۔

اسْتَدَقَّ الشَّيْئُ: چیز باریک ہوگئی۔

دَقَّ الشَّيْئُ فَانْدَقَّ: اس نے چیز کو کوٹا یا باریک کیا تو وہ باریک ہوگئی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

التَّدْقِيْقُ: کوٹنے کی مزدوری یا معاوضہ۔

الدَّقِيْقُ: آٹا۔ المِدَقُّ: المِدَقَّةُ کوٹنے کا آلہ۔ موسلا، دستہ۔

المُدُقُّ: (میم اور دال مضموم) یہ کوٹنے کا آلہ۔ یہ ان اوزان میں سے ایک ہے جو مُفْعُلٌ کے وزن پر بنائے جاتے ہیں۔ یعنی م اور ع کلمہ کو مضموم کر کے۔

د ق ل — الدَّقَلُ: ردی ترین کھجور۔

د ک ک — الدَّکُّ: الدَّقُّ: کوٹنا یا توڑنا اور توڑ کر زمین کے برابر کر دینا۔ اس کا باب ردّ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً: اَخفش کا کہنا ہے کہ یہ اَرْضٌ دَکٌّ ہے۔ اس کی جمع دُکُوْکٌ ہے۔ قول خداوندی ہے میں آیا ہے: جَعَلَهٗ دَكًّا: اس نے اسے زمین بوس کر دیا۔ اس نے کہا کہ ہو سکتا ہے یہ مصدر ہو یا عبارت یوں ہو کہ دَكَّهٗ دَكًّا یا اس سے مراد جَعَلَهٗ ذَادَكٍّ: پھر 'ذا' حذف ہوگیا ہو اور 'دَكَّاءَ' الف ممدود کے ساتھ پڑھا گیا۔ یعنی جَعَلَهٗ اَرْضًا دَكَّاءَ: اس نے اسے کوئی ہوئی زمین بنا دیا۔ اور پھر دَكَّاء سے الف حذف کیا گیا کیونکہ جبل مذکر ہے۔ لہٰذا اس میں کسی قسم کا ابہام یا التباس نہیں ہے۔ الدُّكْدَاكُ: زمین کے ساتھ تہ بہ تہ جمی ہوئی ریت جو ٹیلہ کی شکل میں زمین کی سطح سے بلند نہ ہو۔ اس کا ذکر جریر کی حدیث میں ہے۔ الدَّكَّةُ: (دال مفتوح) اور الدُّكَّانُ: وہ جگہ جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ لوگ دُکّان کا نون اصلی سمجھتے ہیں، (حالانکہ یہ اضافی ہے)۔

د ک ن — الدُّكْنَةُ: سیاہی مائل رنگ۔

قَدْ دَكِنَ الشَّيْئُ: چیز سیاہی مائل ہوگئی۔ ایسی چیز کو اَدْكَنُ کہیں گے۔

الدُّكَّانُ: دُکان اس کی جمع دَكَاكِيْنُ ہے فارسی سے معرب لفظ ہے۔

د ل ب — الدُّلْبُ: درخت۔ اس کا واحد دُلْبَةٌ ہے۔

الدُّوْلَابُ: اس کی جمع الدَّوَالِيْبُ ہے۔ معنی المادی۔

میرا کہنا ہے کہ الدَّوْلَابُ (دال مفتوح) رہٹ، پن چکی، کتاب المُغرِب میں اسے بطور نص استعمال کیا گیا ہے۔

د ل ج — اَدْلَجَ: شروع رات میں چل پڑا۔ اس کا اسم الدَّلَجُ ہے۔ (دال اور لام دونوں مفتوح) اور الدُّلْجَةُ و الدَّلْجَة بروزن الجُرْعَةُ و الضَرْبَةُ بھی اس فعل

کے اسم ہیں۔

اِدَّلَجَ: (دال مشدّد) رات کے آخر میں چل پڑا۔ اس کا اسم بھی الدُّلْجَةُ اور الدَّلْجَةُ ہے۔

د ل س - التَّدْلِيس: لین دین اور بیوپار میں خریدار سے سامان کا عیب یا خرابی چھپانا۔

د ل ف - الدُّلفِينُ: (دال مضموم، فاء مکسور) ڈولفن مچھلی جو سمندر میں ڈوبتے شخص کو بچالیتی ہے۔

د ل ق - الانْدِلاق: آگے بڑھنا۔ کسی چیز کا اپنی جگہ سے نکلنا۔ جو چیز باہر سے گر جائے اسے اندلَقَ کہتے ہیں یعنی وہ نمایاں ہوگئی۔ الدَّلَقُ: (دال اور لام مفتوح) ایک جانور جو فارسی سے معرب ہے۔

د ل ک - دَلَکَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو رگڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

دَلَکَتِ الشَّمْسُ: سورج ڈھل گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوکِ الشَّمْسِ: سورج ڈھلنے کے وقت سے نماز قائم کرو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سورج کے دُلُوک کا معنی اس کا غروب ہونا ہے۔ الدَّلُوک (دال مفتوح) کا معنی عطر وغیرہ کا ملنا ہے۔

تَدَلَّکَ الرَّجُلُ: آدمی نے نہاتے وقت جسم کو ملا یا رگڑا۔

د ل ل - الدَّلِيلُ: وہ حجت جس سے استدلال کیا جائے۔ الدلیل کا معنی رہنما اور گائیڈ بھی ہے۔

قَدْ دَلَّهُ عَلَى الطَّرِيقِ: اس نے اسے راستہ دکھلایا۔ اس کا مضارع يَدُلُّ (دال مضموم) ہے اور مصدر دِلالة ہے دلالة کا دال مفتوح اور مکسور۔

دُلُوْلَة: (دال مضموم اور مفتوح) بمعنی بلند تر، اعلیٰ۔ کہا جاتا ہے کہ: اَدَلَّ فَاَمَلَّ: اس نے بہت زیادہ محبت کی تو دل برداشتہ ہو گیا۔ اس کا اسم الدَّالَّة (لام مشدّد) کہا جاتا ہے: فُلَانٌ يُدِلُّ بِفُلَان: فلاں شخص فلاں پر بہت اعتماد کرتا ہے، یا اس پر ناز کرتا ہے۔ ابوعبید کا کہنا ہے کہ الدَّلُّ الھدی کا قریب المعنی لفظ ہے دونوں کا مطلب سکون، تسکین اور وقار ہے۔ یہ وقار شکل وصورت اور عادات واطوار وغیرہ میں ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ يَرْحَلُوْنَ اِلٰى عُمَرؓ فينظرون اِلٰى سَمْتِهٖ وَهَدْيِهٖ وَدَلِّهٖ فَتَشَبَّهُوْنَ بِهٖ: حضرت عبداللہ کے ساتھی حضرت عمرؓ کے پاس جاتے تو ان کا انداز ان کی رہنمائی اور ان کا پر وقار سمجھانے کا اسلوب دیکھتے تو ان کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

تَدَلْدَلَ الشَّیئُ: چیز نے لٹکتے ہوئے حرکت کی۔

د ل م–الدَّیْلَمُ: ایک قوم کا نام۔

د ل ہ م–لَیْلَۃٌ مُدْلَھِمَّۃٌ: تاریک رات۔

د ل ا–الدَّلْوُ: ڈول، جس کے ذریعے کنویں میں سے پانی نکالتے ہیں۔اس کی جمع قلت اَدْلٍ اور جمع کثرت دِلاءٌ ہے اور دُلِیٌّ ہے جو فُعُوْل کے وزن پر ہے۔

الدَّالِیَۃُ: رہٹ جس کے ذریعے فصلوں کو سینچا جاتا ہے، جسے بیل چلاتے ہیں اور النَّاعُوْرَۃ، ایسا رہٹ جو پانی سے چلتا ہے۔

دَلَا الدَّلْوَ: اس نے ڈول کھینچا۔اس کا باب عَدَا ہے۔

اَدْلَاھَا: اس نے کنویں میں ڈول ڈال دیا۔شعر میں مُدْلِی کے معنوں میں الدَّالِی استعمال ہوا ہے۔جس کا معنی ڈول ڈالنے والا ہے۔

دَلَّاہُ بِغُرُوْرٍ: اس نے اسے دھوکے میں ڈال دیا۔یہ بھی ڈول ڈالنے کی طرح ہے۔

دَلَوْتُ بِفُلَانٍ: میں نے تم سے اس کی سفارش کی ہے۔حضرت عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ جب انہوں نے حضرت عباسؓ کا واسطہ دے کر بارش کے لئے دعا کی تو فرمایا: دَلَوْنَا بِہٖ اِلَیْکَ مُسْتَشْفِعِیْنَ: ہم نے تجھ سے اس کی سفارش اور شفاعت کا واسطہ دے دیا ہے۔

تَدَلّٰی مِنَ الشَّجَرَۃِ: وہ درخت سے نیچے لٹک آیا۔قول خداوندی ہے: ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی: یعنی پھر وہ قریب ہوا اور نیچے لٹک آیا۔اس کی مثال دوسرا قول خداوندی ہے: ثُمَّ ذَھَبَ اِلٰی اَھْلِہٖ یَتَمَطّٰی: پھر اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا۔

اَدْلٰی بِحُجَّتِہٖ: اس نے حجت پیش کی۔

ھُوَ یُدْلِی بِرَحِمِہٖ: وہ اپنے رشتہ داروں کی قرابت تلاش کرتا ہے۔

اَدْلٰی بِمَالِہٖ اِلَی الْحَاکِمِ: اس نے حاکم کو اپنا مال دے دیا۔یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: لَا تُدْلُوْا بِھَا اِلَی الْحُکَّامِ: حاکموں کو رشوت نہ دو۔

د م: دیکھئے بذیل مادہ (د م ا)

د م ج–دَمَجَ الشَّیئُ: ایک چیز دوسری چیز کے اندر داخل ہو گئی اور وہاں مستحکم ہو کر رہ گئی۔اس کا باب دَخَلَ ہے۔اسی طرح اِنْدَمَجَ اور اِدَّمَجَ (دال مشدد) کا معنی بھی یہی ہے۔

اَدْمَجَ الشَّیئُ: اس نے چیز اپنے کپڑے میں لپیٹ لی۔

د م ر–الدَّمَارُ: ہلاکت۔کہا جاتا ہے کہ دَمَّرَہُ اللّٰہُ تَدْمِیْرًا: اللہ اسے پوری طرح ہلاک کرے۔دَمَّرَ عَلٰی کا معنی بھی

یہی ہے۔

دَمَرَ: بغیر اجازت لئے داخل ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ سَبَقَ طَرْفُهُ استئذانَهُ فَقَدْ دَمَرَ: جس کسی نے اجازت لینے سے پہلے کسی کے گھر کے اندر نظر ڈالی گویا وہ بغیر اجازت کے گھر میں داخل ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

تَدْمُر: شام میں ایک مشہور جگہ کا نام ہے۔

د م س—الدِّيماس: (دال مکسور) حمام۔ حدیث مسیح میں ہے: اَنَّهُ سَبْطُ الشَّعْرِ كَثِيْرُ خِيْلَانِ الْوَجْهِ كَاَنَّهُ خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسَ: یعنی ان کی تروتازگی اور چہرے کی تیز آب وتاب سے یوں محسوس ہوگا جیسے وہ حمام سے نکلے ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت مسیح کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ وہ اس صورت میں نمودار ہوں گے کہ ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے۔

د م ش ق—دِمَشْق: بروزن حِضَجْر، شام کا ایک شہر۔

د م ع—الدَّمْعُ: آنکھ کا آنسو۔

الدَّمْعَةُ: آنسو کا قطرہ۔

دَمَعَتِ العَيْنُ: آنکھ اشکبار ہوئی اس کا باب قَطَعَ ہے۔ دَمِعَتْ اس کا ایک دوسرا لہجہ ہے جس کا باب طرب ہے۔

الدَّامِعَةُ: سر کے زخم کی وجہ سے آنکھ خونین ہونے کے بعد اشکبار۔

المَدَامِعُ: آنکھ کے کنارے جہاں سے آنسو بہتے ہیں۔

د م غ—الدِّمَاغ: دماغ اس کی جمع اَدْمِغَة ہے۔

قَدْ دَمَغَهُ: اس نے اسے سر پر چوٹ لگائی کہ زخم دماغ تک گہرا ہوگیا۔ ایسے زخم کا نام الدَّامِغَةُ ہے۔

د م ک—المِدْمَاک: عمارت بنانے میں اینٹوں کا ردہ یا تہہ۔

د م ل—اندَمَلَ الجُرْحُ: زخم بھر گیا۔

الدُّمَّلُ: زخم، اس کی جمع دَمَامِيلُ ہے۔

د م ل ج—الدُّمْلُجُ: اور الدُّمْلُوج (دال مضموم ولام مضموم) بازوبند۔

د م م—الدَّمِيْمُ: بُرا، قبیح۔

دَمْدَمَ الشَّيْئَ: کسی چیز کو زمین کے ساتھ لگا دینا۔ زمین بوس کر دینا۔ دَمْدَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ: اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے۔

د م ن—الدِّمْنَةُ: کھنڈر۔ اس کی جمع دِمَنْ ہے۔

قَدْ دَمَنَ القَوْمُ الدَّار: قوم نے گھر کو کھنڈر بنا دیا۔ فُلَانٌ يُدْمِنُ كَذَا: فلاں شخص ہمیشہ ایسا کرتا ہے۔

رَجُلٌ مُدْمِنُ خَمْرٍ: ہمیشہ شراب پینے والا شخص۔ شرابی۔

د م ا—الدَّمُ: اصل میں دَمَوٌ ہے یعنی میم

متحرک۔ اس کا تثنیہ کا صیغہ دَمَیَانِ ہے اور بعض عرب اسے دَمَوَان کہتے ہیں۔ بمعنی خون۔ سیبویہ نے کہا کہ اس کی اصل دَمْیٌ بروزن فَعْلٌ ہے۔ مُبَرِّد کا کہنا ہے کہ اس کی اصل دَمَیٌ (میم متحرک) ہے۔ یاء اس میں نکل گئی۔ یہی زیادہ صحیح بات ہے۔ ہر ایک کی دلیل اصل میں موجود ہے۔ الدَّم کا اسم تصغیر دُمَیٌّ ہے اور اس کی جمع دِمَاءٌ۔

دَمِيَ الشَّيْئُ: چیز خون آلود ہوگئی۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔ اس کا اسم فاعل دَمٍ ہے۔

الدُّمْيَةُ: گڑیا۔ اس کی جمع الدُّمَى ہے۔ یہ ہاتھی دانت یا اسی طرح کی کسی اور دھات کی بنی ہوئی مورت ہوتی ہے، (جسے آجکل گڑیا کہتے ہیں)۔ شعر میں الدُّمَى کا معنی وہ کپڑے ہیں جن پر تصاویر بنی ہوں۔ سَاتِيْدَمَا: ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ دو نام ہوں جنہیں ایک بنا دیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس پہاڑ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ اس پہاڑ پر خون نہ بہے۔

الدَّامِيَةُ: زخم جس میں خون بھر گیا ہو لیکن بہہ کر باہر نہ نکلا ہو۔ اردو میں اسے نیل پڑنا کہتے ہیں۔ دَمُ الأَخَوَيْن: ایک دوائی کا نام، جس کا دوسرا نام عَنْدَم ہے۔

د ن أ — الدَّنِيئُ: (یاء ممدود) کمینہ، خسیس۔

دَنَأَ يَدْنَأُ (نون مفتوح)۔ دَنَاءَةً (دال مفتوح الف ممدود) و دُنُوءً: کمینگی۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔

الدَّنِيئَةُ: (یاء ممدود) کمینگی۔ بے عزتی، فضیحت۔

د ن س — الدَّنَسُ: (دال اور نون مفتوح) غلاظت، میل کچیل۔ قَدْ دَنِسَ الثَّوبُ: کپڑا میلا ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ دَنَّسَهُ غَيْرُهُ: کسی دوسرے نے اسے میلا کر دیا۔ اس کا مصدر تَدْنِيس ہے۔

د ن ف — الدَّنَفُ: (دال اور نون مفتوح) چمٹا ہوا مرض، مزمن مرض۔

رَجُلٌ دَنَفٌ: مزمن مریض شخص یا دائم المرض شخص۔

امرأةٌ دَنَفٌ: دائم المرض عورت۔

قَوْمٌ دَنَفٌ: دائم المرض قوم۔ اس صیغے میں مذکر و مؤنث تثنیہ اور جمع سب کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔ اگر دَنَفٌ کی بجائے دَنِفٌ (نون مکسور) پڑھیں تو پھر اس سے مؤنث کا صیغہ دَنِفَةٌ ہوگا۔ اور اس صورت میں اس کا تثنیہ بھی بنے گا اور جمع بھی۔ قَدْ دَنِفَ المَرِيضُ: مریض قریب المرگ ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ أَدْنَفَ کا

بھی یہی معنی ہے۔

اَدْنَفَهُ الْمَرَضُ: مرض نے اسے قریب المرگ کر دیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔ اس کا اسم فاعل مُدْنِفٌ اور اسم مفعول مُدْنَفٌ ہوگا۔

د ن ق – الدَّانِقُ: (نون مفتوح ومکسور) دانگ سکہ۔ درہم کا چھٹا حصہ۔

الْمُدَنِّقُ: موشگافی کرنے والا۔ حضرت حسن بصری کا فرمان ہے کہ: لَا تُدَنِّقُوا: معاملات میں موشگافیاں نہ نکالا کرو تمہارے معاملات میں بھی موشگافیاں نکالی جائیں گی۔

د ن ن – الدَّنُّ: اس کی جمع الدِّنَانُ ہے۔ مٹکا جو زمین میں کھود کر رکھا جا سکے۔

الدَّنْدَنَةُ: بھنبھناہٹ یا گنگناہٹ۔ یہ کہ تم کسی سے نغمہ کی سی آواز سنو لیکن سمجھ نہ سکو کہ وہ کہہ کیا رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: حَوْلَهَا نُدَنْدِنُ[1]: ہم بھی دوزخ اور بہشت کے گرد ہی گنگناتے ہیں۔

د ن ا – دَنَا مِنْهُ: وہ اس کے قریب ہوا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ الدُّنیا کا یہ نام اس کے قریب ہونے کی وجہ سے پڑا ہے۔ اس کی جمع الدُّنَا ہے۔ جیسے الکبری کی جمع الکُبَر ہے۔ اس کی اصل دُنْوٌ ہے۔

اجتماع ساکنین کے باعث واؤ حذف ہو گئی۔ اس کی صفت نسبتی دُنْیَاوِیُ ہو گی۔ دُنْیِوِی اور دُنْیِیٌ بھی اس کی نسبتی صفت کہی گئی ہے۔

دَانَى بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ: اس نے دو باتوں میں قُرب پیدا کیا۔

دَنَاوَةٌ: قرابت یا قُرب۔ الدَّنِيُّ: قرب۔ اس کلمہ کے آخر میں ہمزہ نہیں ہے۔ الدَّنِیْئُ: کمینہ خسیس۔ یہ مہموز ہے اور اس کا ذکر 'د ن ا' کے ذیل کے تحت کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا اَكَلْتُمْ فَدَنُّوا: یعنی دستر خوان پر اپنے سامنے والی چیز کھاؤ۔

تَدَنّٰى فُلَانٌ: فلاں شخص آہستہ آہستہ قریب ہوا۔

تَدَانَوْا: وہ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔

د ہ ر – الدَّهْرُ: زمانہ۔ اس کی جمع الدُّهور ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الدَّهر کا معنی الاَبَدُ یعنی ہمیشہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهر: زمانے کو برا نہ کہو، زمانہ تو خود ذات باری ہے۔ لوگ آفات و مصائب کو زمانے سے منسوب کرتے تھے۔ اس لئے ان سے کہا گیا کہ تم پر نازل ہونے والے مصائب اور آفات کے فاعل

[1] حدیث کا مکمل متن یہ ہے: فَاَمَّا دَنْدَنَتُکَ وَدَنْدَنَةُ معاذ فلا نُحْسِنُهَا فقال حولهما نُدَنْدِنُ۔

کو برا نہ کہو کیونکہ ان آفات کا فاعل حقیقی تو خود اللہ تعالیٰ ہے۔
الدُّهْرِيُّ: دال کو مضموم پڑھیں تو اس کا مطلب ہوگا عمر رسیدہ بوڑھا اور اگر دال کو مفتوح پڑھیں تو اس کا معنی ملحد ہوگا۔ ثعلب نے کہا کہ یہ دونوں اسم دَهْرٌ کی طرف منسوب ہیں۔ لوگوں نے شاید نسبت دینے میں تبدیلی کی جس طرح سُهْلِيٌّ کو (سَهْل) نرم زمین کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

د ہ ش—دَهِشَ الرَّجُلُ: آدمی حیرت زدہ ہوگیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ دُهِشَ، بطور فعل مجہول بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم مفعول مَدْهُوشٌ ہوگا۔
اَدْهَشَهُ اللّٰهُ: (بددعا) اللہ اسے دہشت زدہ کردے۔

د ہ ق—اَدْهَقَ الكَاسَ: اس نے پیالہ بھر دیا یا لبریز کیا۔
كَاسٌ دِهَاقٌ: چھلکتا جام۔
الدَّهْمَقَةُ: کھانے کی نرمی، خوشبو اور اس کی باریکی۔ اسی سے حضرت عمرؓ کی حدیث شریف ہے کہ: لَوْ شِئْتُ اَنْ يُدَهْمَقَ لِي لَفَعَلْتُ ولكن اللّٰه عَابَ قَوْمًا فَقَالَ اَذْهَبْتُم طَيِّبَاتِكُم فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنيا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا: اگر میں نرم و نازک اور پر تکلف کھانے کھانا چاہتا تو ضرور رکھاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک قوم پر عیب لگاتے ہوئے کہا کہ تم لوگوں نے اپنی دنیوی زندگی میں تعیشات اور پر تکلف کھانوں سے بھر پور استفادہ کیا۔

د ہ ق ن—الدِّهْقَان: دہقان۔ یہ کلمہ معرب ہے۔ اگر اس کلمہ میں شامل نون کو اصل حرف قرار دیا جائے تو پھر یہ کلمہ منصرف ہے۔ اور اگر اسے یعنی نون کو حرف زائد سمجھیں تو پھر یہ کلمہ غیر منصرف ہوگا۔

د ہ ل ز—الدِّهْلِيز: (دال مکسور) دہلیز، چوکھٹ۔ یہ فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ اس کی جمع الدَّهَالِيزُ ہوگی۔

د ہ م—دَهِمَهُمُ الاَمْرُ: ان پر معاملہ چھا گیا۔ اچانک سر پہ آپڑا۔ اس کا باب فَهِم ہے۔ اسی طرح دَهَمَتْهُمُ الخَيْلُ: ان کو گھڑ سواروں نے آلیا۔ اس کا ایک دوسرا لہجہ دَهَمَهُمْ ہے، (ھاء مفتوح)۔
الدُّهْمَةُ: سیاہی۔ کہا جاتا ہے: فَرَسٌ اَدْهَمُ کالے رنگ کا گھوڑا۔ اور بَعِيْرٌ اَدْهَمُ: یہ کالے رنگ کا اونٹ۔
نَاقَةٌ دَهْمَاءُ: سیاہ رنگ کی اونٹنی۔
اِدْهَامَّ الشَّيْئُ اِدْهِيمَامًا: چیز بالکل سیاہ ہوگئی۔ قول خداوندی ہے: مُدْهَامَّتَانِ: سیراب ہونے سے گہری سبزی کے باعث دو سیاہ۔ عرب لوگ یوں بھی ہر گہرے سبز کو سیاہ کہتے ہیں۔ عراق کے

دیہات کو سرسبزی اور شادابی کے باعث سواد کہا جاتا ہے۔ الشَّاۃ الدُّھْمَاءُ: بالکل گہرے سرخ رنگ کی بکری۔ پاؤں میں باندھنے کے لئے لگنے والی بیڑی کو اَدْھَمُ کہتے ہیں۔

د ھ ن—الدُّھْنُ: تیل یا چربی۔ الدِّھَانُ: سرخ رنگ کا چمڑا۔ اسی سے قول خداوندی: فَکَانَتْ وَرْدَۃً کَالدِّھَانِ: آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ لوگوں کے کہنے کے مطابق فَرَسٌ وَرْدٌ اور اُنثی وردۃٌ ہوگی۔ الدِّھَانُ دُھن کی جمع بھی ہے۔ قَدْ دَھَنَہٗ کا باب نَصَرَ اور قَطَعَ ہے۔ تَدَھَّنَ اور ادَّھَنَ باب افتعل ہم معنی ہیں جن کا معنی ہے کہ اس نے تیل ملایا چربی ملی۔ المُدْھُنُ: (میم مضموم) تیل کی بوتل۔ یہ ایسے اسماء ظرف میں سے ایک ہے جو مُفْعُل کے وزن پر آتے ہیں۔ اس کی جمع مَدَاھِنُ ہے۔ المُدْھُنُ کا معنی پہاڑ میں واقع ایسا گڑھا بھی ہے جہاں سے پانی رِستا ہو۔ اس کا ذکر الازہری کی حدیث میں ہے۔ المُدَاھَنَۃُ مِثل المُصَانَعَۃ: اور الإدْھان کا بھی ایک ہی معنی ہے یعنی نرمی اختیار کرنا۔ اس کی مثال قول خداوندی ہے: لَوْ تُدْھِنُ فَیُدْھِنُوْنَ: ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ دَاھَنَ کا معنی ہے اس نے فریب دیا۔ اَدْھَنَ: اس نے دھوکہ دیا۔ الدَّھْنَاءُ: بلادِ تمیم کی ایک جگہ کا نام اسے الف ممدود اور مقصور دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔

د ھ ن ج—الدَّھْنَجُ: (ھاء مفتوح) زمرّد کی طرح کا ایک قیمتی پتھر، گوہر۔

د ھ ی—الدَّاھِیَۃُ: امرِ عظیم۔ دَوَاھِی الدَّھْرِ: گردش زمانہ کی لائی ہوئی آفات و مصائب۔ کہا جاتا ہے: دَھَتْہُ داھِیَۃٌ دَھْوَاءُ ودَھْیَاءُ: اس پر بڑی مصیبت آن پڑی۔ کلمات کی تکرار تاکید معنی کے لئے ہے۔ الدَّھْیُ: (ھاء ساکن) حسن رائے۔ کہا جاتا ہے کہ رَجُلٌ داھِیَۃٌ: یہ شخص بہت بڑی بلا ہے۔ الدَّھْیُ اور الدَّھَاءُ: عقل و ذکاء اور فہم و فراست۔ کہا جاتا ہے کہ: ما دھاک تجھے کیا آفت آئی یا کیا مصیبت آن پڑی۔

د و أ—الدَّاءُ: مرض۔ کہتے ہیں: دَاءَ یَدَاءُ بروزن خاف یَخافُ: وہ بیمار ہوا۔ داء میں الف ممدود ہے۔ اس کی جمع اَدْوَاءٌ ہے بمعنی امراض۔

د و اءٌ دیکھئے بذیل مادہ (د و ی)۔

د و ح—الدَّاحُ: بچوں کو بہلانے یا ان کے کھیلنے کے لئے رنگین نقش۔ کہا جاتا ہے کہ الدُّنیا داحَۃٌ: دنیا ایک رنگین نقش یا

بہلاوا ہے۔ الدَّوحَةُ: بہت بڑا درخت، درخت کوئی بھی ہو۔ اس کی جمع دَوْحٌ ہے۔

د و خ — دَاخَ الرَّجُلُ: آدمی ذلیل و کمزور ہوا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
دَوَّخَهُ غَيْرُه: اسے کسی نے ذلیل کیا۔ چکر دیا۔

د و د — الدُّودُ: اس کا واحد دُودَةٌ ہے۔ کیڑا۔ الدُّود کی جمع دِيدَانٌ ہے۔ (دال مکسور)۔ الدُّودَةُ کا اسم تصغیر دُوَيْدٌ ہے۔ حسب قیاس اسے دُوَيْدَةٌ ہونا چاہئے۔
دَادَ الطعامُ، يَدَادُ، دَوْدًا بروزن خاف يخاف خوفًا. اَدَادَ اور دَوَّدَ سب کا ایک ہی معنی ہے وہ یہ کہ کھانے میں کیڑے پڑ گئے یا کھانا کرم آلود ہو گیا۔
دَاوُدُ: ایک عجمی نام ہے اس میں ہمزہ نہیں۔

د و ر — الدَّارُ: مؤنث مجازی ہے۔ بمعنی گھر۔ قول خداوندی ہے: لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ: متقیوں کے لئے کیا ہی اچھا ٹھکانہ ہے۔ مثوی اور موضع یعنی جگہ کے معنوں میں تو دار مذکر ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: نِعْمَ الثواب وحَسُنَتْ مُرْتفقًا: اس آیت میں اسے معنی کے اعتبار سے مؤنث قرار دیا گیا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ حَسُنَتْ میں تانیث معنی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ لفظ اَرَائک کے اعتبار سے ہے۔ المرتفق سے تو مراد فقط سہارا لینے کی جگہ ہے اور وہ سہارا لینا ہے یا پھر یہ تانیث جَنَّات کے اعتبار سے ہے جہاں مُرْتفق سے مراد منزل ہے۔ اس کی جمع قلت اَدْؤُرٌ (ہمزہ کے ساتھ اور ہمزہ کے بغیر بھی) اور اس کی جمع کثیر دِيَارٌ ہے۔ اس کی مثال جَبَلٌ سے اَجْبُل اور جِبَال ہے۔ اس کی جمع دُورٌ بھی ہے اور اس کی مثال اَسَدٌ کی جمع اُسْدٌ ہے۔
الــدَّارَةُ، دار سے زیادہ خاص ہے۔ الدارةُ کا معنی چاند کے گرد کا ہالہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: مـا بِـهَـا دَيَّارٌ: اس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے یہ دُرث سے فَيْعَال کے وزن پر اسم فاعل ہے۔ دَارَ يَـدُورُ دَوْرًا (واؤ ساکن) اور دَوَرانًا (دال مفتوح)۔ گردش کرنا۔ چکر لگانا اور پھرنا۔ ادارهُ غَـيْـرُهُ: اسے کسی اور نے پھرایا یا گھمایا۔ دَوَّرَ بِه کا بھی یہی معنی ہے۔
تَـدْوِيرُ الشَّـيْءُ: کسی چیز کو گول شکل دینا۔
المُدَاوَرَةُ بروزن المُعَالَجَة، ایک دوسرے کے ساتھ پھرنا۔ الدَّوَارِيُّ: دہر یعنی زمانہ جو انسان پر مختلف حالات لے

آتا ہے۔ الدَّارِیّ: عطر فروش، یہ دارین کے ساتھ نسبت کی وجہ سے ہے جو بحرین کی ایک بندرگاہ ہے جہاں ایک مارکیٹ تھی جہاں ہندوستان سے عطر لایا جاتا تھا۔
حدیث شریف میں ہے: مَثَلُ جَلِیس الصَّالِحِ مَثَلُ الدَّارِیُّ اِنْ لَمْ یُحْذِکَ مِنْ عِطرِہٖ عیقک من ریحِہٖ: نیک ہم نشین کی مثال عطار کی سی ہے۔ اگر چہ تمہیں اس سے عطر لینا نصیب نہ بھی ہو کم از کم تمہیں عطر کی خوشبو تو ضرور پہنچے گی۔ الدَّائرۃُ اس کی جمع الدَّوائر ہے۔ بمعنی گردش۔ اس کا معنی شکست اور ہزیمت بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: علیھم دآئرۃ السَّوْءِ: انہیں پر برے دن آئیں۔ دَیْرُ النَّصَارَیٰ: عیسائیوں کا گرجا گھر۔ اس کی جمع اَدْیَارٌ ہے۔
الدَّیْـرَانِیُّ: صاحب دیر۔ گرجا گھر کا پروہت۔

د و س — دَاسَ الشَّیْئَ بِرِجْلِہٖ: اس نے کسی چیز کو پاؤں سے روندا ہے یا مسلا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
دَاسَ الطَّعَامَ: یَدُوْسُہٗ، دِیَاسَۃً، فانْدَاس: اس نے اناج گاہا۔ یعنی بھوسے سے دانوں کو الگ کیا۔
مَـدَاسَۃٌ: گاہنے کی جگہ (میم مفتوح)
المِدْوَسُ: بروزن المِغْوَلُ. گاہنے کے آلات۔

د و ف — دَافَ الدَّوَاءَ وَغَیْرَہٗ یَدُوفُہٗ: دوائی وغیرہ کو پانی سے تر کرنا۔ اس کا اسم فاعل مَدُوْفٌ ہے اور اسم مفعول مَدُوُوفٌ ہے۔ اسی طرح مِسْکٌ مَدُوْفٌ یعنی تر عطر۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی پسا یا گھسا ہوا ہے۔

د و ل — الدَّوْلَۃُ فِی الحَرْبِ: جنگ میں پانسہ۔ جنگ کے دو فریقوں میں سے کسی ایک طرف جنگ کا پانسہ پلٹنا۔ کہا جاتا ہے کہ کَانَتْ لَنَا علیھم الدَّوْلَۃُ: ان پر ہمارا پلہ بھاری رہا۔ اس کی جمع الدِّوَلُ (دال مکسور) ہے۔
الدُّوْلَۃُ: (دال مضموم) اُلٹی بدلتی۔ مال و دولت میں حالات کا ادل بدل، چنانچہ کہا جاتا ہے: صَارَ الفَیْئُ دُولۃً بَیْنَھُمْ: مال فئ، ان کے درمیان کبھی ایک کے پاس آیا کبھی دوسرے کے پاس۔ اس کی جمع دُوَلَات اور دُوَل ہے۔ ابوعبید نے کہا کہ الدُّولۃ وہ چیز یا مال ہے جو بعینہٖ ایک سے دوسرے ہاتھ میں بدلتا رہے۔ الدَّولۃ (دال مفتوح) فعل ہے یعنی ایک سے دوسرے ہاتھ بدلنا۔ بعض نے کہا کہ الدُّوْلَۃُ اور الدَّولۃ دونوں ہم معنی لفظ ہیں لیکن اس کے دو مختلف لہجے ہیں۔ ابوعمرو بن العلاء نے کہا کہ الدُّولۃ (دال

مضموم) مال میں ادل بدل ہوتا ہے۔ اور الـدُّولَـةُ: (دال مفتوح) جنگ میں دو فریقوں کے درمیان جنگ کا پانسہ بدلنا ہے۔ عیسیٰ بن عمر کا کہنا ہے کہ دونوں لفظ مال میں ایک سے دوسرے کو بدلنے کے معنوں میں ہیں۔ اور دونوں الفاظ جنگ میں فریقین میں پلڑ اور پانسہ بدلنے کے معنوں میں بھی ہیں۔ اور یونس کا کہنا ہے کہ بخدا مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں لفظوں کے معانی میں کیا فرق ہے۔ أدالَنَا اللّٰہ مِن عَدُوِّنَا مِنَ الدَّولَة: اللہ تعالیٰ ہمیں دشمن پر غلبہ دے۔ الأدَالة: غلبہ، برتری۔ کہا جاتا ہے کہ: اللّٰھُـمَّ أدِلْـنِیْ عَلٰی فُـلانٍ: اے اللہ مجھے فلاں شخص پر غلبہ عنایت کر۔ وَانْصُرْنِی عَلَیهٖ اور مجھے اس پر فتح دے۔ دَالَـتِ الایّـام واللّٰـهُ يُـدَاوِلُهَا بين النّـاس: اور اللہ تعالیٰ ان دنوں کو لوگوں کے درمیان پھیرتا رہتا ہے۔ تَدَاوَلَتْهُ الأيْـدِی: ہاتھ اس (مال کو) آپس میں پھیرتے رہے۔ کبھی ایک کے پاس اور کبھی دوسرے کے پاس۔

د و م - دَامَ الشّـيئُ يَـدُوم ويَـدَامُ دَوْما ودَوَامًا ودَيْمُومَةً: چیز ٹھہری رہی۔ حدیث شریف میں ہے: نَهٰی اَنْ يُبَـالَ فِی الْمَـاءِ الـدَّائم: نبی کریم ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ الدُّوَّامَةُ (واو مشدد و مضموم) لٹو جسے بچے دھاگے سے گھماتے ہیں تو وہ زمین پر گھومتا ہے۔

الـدَّوْمُ: گوگل کا درخت۔ الـمُـدَامُ والمُدَامَةُ: شراب۔

اِسْتَدَامَ الـرَّجلُ الأمْرَ: آدمی نے کام کو لمبا کر دیا۔ اس کے ختم کرنے میں تاخیر کر دی اور انتظار کرتا رہا۔

الـمُـدَاوَمَةُ عَـلَی الأمرِ: کسی کام پر ہمیشہ اور مستقل مزاجی سے قائم رہنا۔ یا ہمیشہ کوئی کام کرتے رہنا۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ ما دامَ: اس کا معنی ہمیشہ ہے۔ 'ما' اسم مفعول ہے جو دام سے متعلق ہے۔ اس صورت میں یہ بطور ظرف استعمال ہوتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح مصدر بطور ظرف استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً: یوں کہہ سکتے ہیں کہ: لا اَجْـلِـسُ مـا دُمْـتَ قـائمـًا: یعنی تمہارے کھڑے رہنے تک میں نہیں بیٹھوں گا یا جیسے یوں کہیں کہ وَرَدْتُ يَـقْدمُ الحاجُّ: (میں حاجیوں کے آنے پر پہنچا)۔

د و ن - دُونَ کَم: فَـوْق کی ضد جس کا معنی زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی منزل مقصود تک نہ پہنچنا۔ اور یہ بطور اسم ظرف ہے۔

الـدُّونُ: کمینہ، حقیر شخص۔ شاعر کا قول ہے:

اذا مـا عَـلا المـرءُ رام العُـلا
وَيقْنَـعُ بـالـدُّون مَـن كان دُونا
''وہ شخص تبھی بلندی پر پہنچا جب وہ بلندی
پر جانے کا ارادہ اور عزم رکھتا ہو۔ بلندی
سے ورے یا نیچے رہنے پر تو ایک کمینہ اور
حقیر انسان ہی قناعت کرتا ہے۔''
اور کہا جاتا ہے کہ هذا دُونَ ذاك: یہ
اس سے زیادہ قریب ہے۔ اور کسی کو کسی چیز
کی طرف لبھانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ
دُونَكَهُ یعنی اسے لے لو۔
الـدِيـو ان: (دال مکسور) دیوان، مجموعہ
اشعار۔ دَوَّنتُ الدَّواوين تَدْوِيْنًا:
میں نے کئی دیوان یعنی مجموعات کلام
مدوّن کئے یا ترتیب دیئے۔
دوّ: دیکھئے بذیل (د و ی)
د و ی—الـدَّواء: (الف ممدود) اس کی
جمع ادوِيَةٌ ہے۔ الدِوا (دال مکسور) بھی
اس کا ایک لہجہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ الدِواء
دَاوَاهُ مُداواةً ودِواءً: کا مصدر ہے۔
الدَّوى (یا مقصور) مرض اور بیماری۔
قـد دَوِی: وہ بیمار ہوا۔ اس کا باب
صَدِی ہے۔ أدْوَاه غَيْرُهُ: اسے کسی اور
نے بیمار کر دیا۔
دَاوَاهُ: اس نے اس کا علاج کیا۔ کہا جاتا
ہے کہ فـلان يُـدْوِیْ ويُـداوِی:
فلاں شخص علاج کرتا ہے۔ تـداوَى
بـالشَـيْـئ: کسی چیز سے علاج کرنا۔
دَوِیُّ الرِّيحِ: ہوا کی سنسناہٹ، آواز۔
اسی طرح دوی النَّـخْـلِ: کھجور کے
درخت کی سرسراہٹ۔
دَوِی الطَّـائر: پرندے کی چہک۔
الدَّواة: (دال مفتوح) دوات، اس کی جمع
دوًی ہے۔ جس طرح نواة (گٹھلی) کی
جمع نوًی ہے۔ دُوِيٌّ بمعنی دوائیں فُعُوْلٌ
کے وزن پر جمع الجمع ہے۔ اس کی مثال
صفاة، صفًا اور صُفِيٌّ ہے۔ ثَـلاث
دوياتٍ الى العَشَرِ: تین سے لے کر
دس دواتیں۔
الدَّوُّ، الدَّوِیُّ والدَّوِيَّةُ: جنگل۔
د ی ص—الـدَّائِـصُ: چور، اس کی جمع
الدَّاصَةُ ہے۔
د ی ک: مُرغ، اس کی جمع دِيَكَةٌ اور
دُيُوْكٌ ہے۔
د ی م—الدِّيْمُ: وہ بارش جس میں کڑک
نہ ہو اور نہ بجلی ہو۔ اس کا کم سے کم دورانیہ
ایک تہائی دن ہوتا ہے یا ایک تہائی رات۔
اور زیادہ سے زیادہ جتنی ہو اس کی جمع دِيَمٌ
ہے، حدیث شریف میں ہے: كان عَمَلُهُ
دِيمَةً: آپ ﷺ کا عمل دائمی ہوتا تھا۔
مَفَازَةٌ دَيْمُومَةٌ: دور دست جنگل، دور
فاصلے پر واقع جنگل۔
د ی ن—الـدَّيْـنُ: قرض، اس کی جمع

الدُّیُوْنُ ہے۔
قَدْ دَانَہُ: اس نے اسے قرض دیا ہے۔
اس کا اسم فاعل مُدِیْنٌ یعنی قرض دینے والا
اور مدین بمقروض۔
دَانَ: اس نے قرض لیا۔ اس کا اسم فاعل
دائن یعنی قرض لینے والا، ان دونوں کا
باب بَاعَ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ 'دان' قرض دینے اور قرض
لینے کے معانی میں مشترک لفظ بن گیا۔ اسی
طرح الدّائن۔
رَجُلٌ مَدْیُوْنٌ: جس شخص کے سر قرض
ہو۔ اور مِدْیان وہ شخص قرض لینے کا عادی
ہو۔ اَدَانَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے ایک
وقت مقررہ تک کے لئے قرض دیا۔ چنانچہ
کہا جاتا ہے کہ اَدِنِی عَشَرَۃَ دَرَاھِمَ:
مجھے دس درہم قرض دو۔
اَدَّان: (دال مشدد) قرض مانگنا یا قرض
لینا۔ اس کا باب افتعال ہے۔ حدیث
شریف میں ہے: اِدَّانَ مُعْرِضًا: اس نے
منہ اٹھا کے بغیر سوچے سمجھے قرض لے لیا۔
المُعْرِضُ کا ذکر مادہ 'ع ر ض' کے
ذیل میں درج ہوا ہے۔
تَدَایَنُوا: انہوں نے قرض پر ایک
دوسرے سے لین دین کیا۔ اسْتَدَانَ: اس
نے قرض مانگا۔
دَایَنْتُ فُلَانًا: میں نے فلاں شخص کو قرض
دے دیا۔ یا اس سے قرض لے لیا۔
الدِّیْنُ: دین، طریق زندگی، عادت،
شان۔ دَانَہُ یَدِیْنُہُ دِیْنًا (دال
مکسور) اس نے اسے ذلیل کیا اور اپنا غلام
بنایا۔ حدیث شریف میں ہے: اَلْکَیِّسُ
مَنْ دَانَ نَفْسَہُ وَعَمِلَ لِمَا بعد
المَوتِ: عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس
کو قابو کیا اور مرنے کے بعد کی زندگی کے
لئے عمل کیا۔
الدِّیْن کا معنی جزا اور بدلہ بھی ہے۔ کہا
جاتا ہے: دَانَہُ یَدِیْنُہُ دَیْنًا: اس نے
اسے بدلہ دیا۔ اسی طرح مثل ہے: کَمَا تَدِیْنُ
تُدَان: جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ قول
خداوندی ہے: اِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ: کیا ہمیں
بدلہ ملے گا اور ہمارا محاسبہ ہوگا۔ الدَّیَّانُ:
صفت باری تعالیٰ۔ بہت زیادہ دینے والا،
دیالو۔
المَدِیْنُ: مقروض، غلام۔
المَدِیْنَۃُ: لونڈی۔ گویا ان دونوں غلام
اور لونڈی کو کام نے غلام بنا کے رکھ دیا
ہے۔
دَانَہُ: اس کا مالک بنا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی
لفظ سے مَدِیْنَۃ بمعنی شہر مشتق ہے۔
الدِّیْنُ کا معنی فرماں برداری اور اطاعت
بھی ہے مثلاً: دَانَ لَہُ یَدِیْنُ دِیْنًا اس نے
اس کی اطاعت کی۔ انہیں معنوں میں لفظ

دِیْنَ بنا ہے جس کی جمع اَدْیَانٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دَانَ بکذا: اس نے فلاں دین اختیار کر لیا۔ ایسے شخص کو دَیِّنٌ کہیں گے۔ تَدَیَّنَ بہ: اس نے وہ دین اختیار کیا۔ اس کا اسم فاعل مُتَدَیِّنٌ ہے۔ دَیَّنَهُ تَدْیِیْنًا: اس نے اسے دین کی طرف موڑا یا اس کو اس کے دین کے سپرد کر دیا۔

باب الذال

ذ أ ب—اَلذِّئْبُ: بھیڑیا۔ اس میں ہمزہ کو بطور حذف لین بھی پڑھا جاتا ہے لیکن اصلاً یہ مہموز ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ الذِّئْبَۃُ ہے۔
اَرْضٌ مَذْأَبَۃٌ: بھیڑیوں بھری زمین۔ مَذْأَبَۃٌ بروزن مَتْرَبَۃٌ ہے۔ **ذُؤِّبَ الرَّجُلُ:** آدمی خباثت اور چالاکی اور پھرتی میں بھیڑیا کی طرح بن گیا۔

ذ أ ر—ذَئِرَ: (جسارت کرنا) اس نے جسارت کی۔ حدیث شریف میں ہے: **ذَئِرَ النِّسَاءُ عَلٰی اَزْوَاجِهِنَّ:** بیویوں نے اپنے خاوندوں کے ساتھ گستاخی کی جسارت کی۔ ذئِر میں ہمزہ مکسور ہے۔

ذ أ م—اَلذَّامُ: عیب، یہ لفظ مہموز بھی ہے اور غیر مہموز بھی۔ کہا جاتا ہے کہ ذَامَہٗ کا باب قطع ہے اور معنی یہ ہے کہ اس نے اسے حقیر اور معیوب سمجھا۔ اس سے اسم مفعول مذءُوْمٌ ہے۔

ذ ا—ذا: یہ اسم اشارہ مذکر، ذِیْ مؤنث کا صیغہ ہے مثلاً: کہتے ہیں ذی اَمَۃُ اللّٰہِ: یہ اللہ کی باندی ہے۔ اور اگر تم اس پر تنبیہ کے لئے ھا داخل کر دو تو کہیں گے ھٰذَا زَیْدٌ وھٰذِہٖ اَمَۃُ اللّٰہِ کہ یہ زید ہے اور یہ امۃ اللہ ہے۔ ھٰذِہٖ میں ھا متحرک ہے۔ ذا کا تثنیہ ذَانِ ہے۔ چونکہ دو ساکن الف کا اجتماع درست نہیں اس لئے ایک الف گر گئی۔ جس نے 'ذا' کا الف گرا دیا وہ اِنَّ ھٰذَیْنِ لَسَاحِرَانِ: پڑھے گا اور اس کا اعراب کرے گا۔ اور جس نے تثنیہ کا الف گرا دیا وہ پڑھے گا: اِنْ ھٰذَانِ لَسَاحِرَانِ: کیونکہ ذا کے الف کا اعراب نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صورت حال بلحارث بن کعب کی قراءت کے مطابق ہے۔ اس کی جمع اُوْلَاءِ ہے۔ جس میں واحد کے لفظ کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔ اگر تم اسے مخاطب بنانا چاہو تو اس کے آخر میں 'ک' کا اضافہ کریں گے اور کہیں گے ذاک و ذٰلک۔ اس میں لام زائدہ ہے۔ اور ک مخاطب کے لئے ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مشارٌ الیہ قریب نہیں بلکہ بعید جگہ ہے۔ اور اس کا اعراب نہیں کیا جاتا۔ ذاک پر ھاء داخل کر کے اسے ھٰذاک زیدٌ پڑھا جاتا ہے۔ البتہ ذٰلک پر ھا داخل نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اولٰئک پر داخل کیا جاتا ہے، اور نہ ہی تِلک پر ھاء داخل ہوتا ہے۔ ذی

(مؤنث) پر بھی کاف داخل نہیں ہوتا۔ البتہ تاء پر کاف داخل ہوتا ہے۔ اور تِیکَ کہہ سکتے ہیں اور اسی طرح تلک کہہ سکتے ہیں۔ لیکن

ذِیک نہیں کہہ سکتے کیونکہ ایسا کہنا غلط ہو گا۔ تثنیہ میں رفعی حالت کی صورت میں ذانک اور نصبی اور جری حالت میں ذِینک کہہ سکتے ہیں۔ شاید ذانِّکَ (نون مشدد) اور مؤنث کے لئے تانِک اور تانِّک کہنا بھی درست ہو۔ ان کی جمع اُولٰئِکَ ہے۔ کاف کا حکم تاء کے بیان میں گزر چکا ہے۔

ذ ب ب۔ الذَّبُّ: روکنا اور دور ہٹانا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الذُّبَّانَۃُ: (ذال مضموم اور باء مشدد اور 'ۃ' سے پہلے نون) مکھیاں۔ اس کا واحد کا صیغہ الذُّباب ہے، اسے ذِبَّانَۃ نہیں کہنا چاہئے، یعنی ذال مکسور۔ الذُّباب کی جمع قلت اَذِبَّۃ ہے۔ اور جمع کثیر ذِبَّانٌ ہے۔ اس کی مثال غُرَابٌ سے اَغْرِبَۃ اور غِرْبَانٌ ہے۔ ابو عبیدہ کا قول: اَرْضٌ مَذَبَّۃ: مکھیوں بھری زمین۔ (میم اور ذال مفتوح) الفراء کا قول: اَرْضٌ مَذْبُوْبَۃٌ بروزن وحش سے مَوْحُوْشَۃ

الْمِذَبَّۃُ (میم مکسور) مورچھل یا چنور۔

الذَّبْذَبُ بروزن الْمَذْهَبُ: مذکر۔

تُرَدَّد: تھرتھراہٹ۔

الْمُذَبْذَبُ: متردد شخص یا ڈانواں ڈول (دو باتوں کے درمیان)۔

ذ ب ح۔ الذَّبْحُ: ذبح کرنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

الذِّبْحُ: (ذال مکسور) ذبح ہونے والا جانور۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ.

الذَّبِيحُ: ذبح ہونے والا۔ اس کی مؤنث ذبیحۃ ہے۔ اس کی 'ۃ' اس پر اسم کے غلبہ کی وجہ سے ہے۔

تَذَابَحَ الْقَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے کو ذبح کیا۔ کہا جاتا ہے کہ التَّمادُحُ التَّذابُحُ ایک دوسرے کی تعریف کرنا، ایک دوسرے کو ذبح کرنا ہے۔

الْمَذَابِحُ: قربان گاہ۔ اسے قربانیوں کی نسبت سے یہ نام دیا گیا ہے۔ الذُّبَحَۃ بروزن الْهُمَزَۃُ: حلق میں درد۔ یہ ابوزید کا کہنا ہے۔ ورنہ عام لوگ اسے باء ساکن کے ساتھ الذُّبْحَۃُ پڑھتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ الدِّیوان میں الذُّبْحَۃُ باء ساکن کے ساتھ لکھا ہے۔ الازہری نے اصمعی سے نقل کیا ہے اور اصمعی نے ابوزید سے کہ الذُّبْحَۃُ باء سکون کے ساتھ ہے۔ لیکن ابوزید سے روایت ہے کہ یہ باء مفتوح

یعنی الذَّبحَۃُ ہے۔

ذ ب ر-الذَّبْرُ: کتابت، لکھائی، اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اصمعی نے ابُو ذُوَیب کا ایک شعر پڑھا ہے:

عَرَفْتُ الدِّیَارَ کَرَقْمِ الدَّوَاۃِ
یَذْبُرُھَا الْکَاتِبُ الْحِمْیَرِیُّ

"میں نے (اُجڑے) گھروں کو اس طرح پہچانا گویا وہ اس سیاہ لکھائی کی طرح تھے جسے حمیری کاتب نے لکھا ہو۔"

میرا کہنا ہے کہ الازہری کے بیان کے مطابق ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ: زَبَرْتُ الکِتَابَ وذَبَرْتُہٗ کا معنی ہے میں نے کتاب لکھی۔ اور اصمعی کا کہنا ہے کہ: زَبَرْتُ الکتابَ کا معنی تو 'میں نے کتاب لکھی' ہے لیکن ذَبَرْتُہٗ کا معنی ہے 'میں نے کتاب پڑھی'۔ میرا کہنا ہے کہ شعر میں ذَبَرَ کا معنی پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔

ذ ب ل-الذَّبْلُ: (ذال مفتوح) ہاتھی دانت کی طرح کی کوئی چیز ہے۔ یہ سمندری کچھوے کی پیٹھ ہے یا پیٹھ کی ہڈی جس سے کنگن بنائے جاتے ہیں۔

الذُّبَالۃ: بتی۔ اس کی جمع الذُّبَالُ ہے۔

ذَبَلَ البَقْلُ: سبزی مرجھا گئی۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

ذَبُلَ: (باء مضموم) ان دونوں صیغوں سے اسم فاعل ذَابِلٌ ہوگا۔ باب فَعُلَ سے اسم فاعل الذَّابِلُ عجیب بات ہے۔ یا نادر بات ہے۔ اور خلاف معمول ہے۔

ذ ح ل-الذَّحْلُ: کینہ، دشمنی۔ کہا جاتا ہے طَلَبَ بِذَحْلِہٖ: اس نے اس سے خون بہا کا مطالبہ کیا۔ اس کی جمع ذُحُولٌ ہے۔

ذ خ ر-الذَّخِیرَۃُ: ذخیرہ، اس کی جمع ذخائر ہے۔

ذَخَرَ یَذْخَرُ ذُخْرًا: جمع کرنا۔ اِدَّخَرَ کا بھی یہی معنی ہے۔

الإذْخِرُ: اذخر ایک گھاس کا نام ہے۔ اس کا واحد اِذْخِرہ ہے۔

ذ ر ا-ذَرَأَ: پیدا کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اسی سے لفظ الذُّرِّیَّۃُ: مشتق ہے۔ اس کا معنی جن اور انسان کی نسل ہے۔ اس میں اصل میں سے ہمزہ کو ترک کیا گیا ہے۔ اس کی جمع الذَّرَارِیّ (یاء مشدّد) ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ذَرْءُ النَّارِ❶: یعنی وہ آگ کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ جس نے اسے ذَرْوَ النَّارِ: پڑھا یعنی بغیر ہمزہ کے تو اس کی مراد یہ ہے کہ یہ لوگ آگ میں بکھلا دیئے جائیں گے۔ مِلْحٌ ذَرْآنِیٌّ وذَرَءانِیٌّ (راء ساکن ومفتوح اور الف ممدود) کا معنی سفید

❶ یہ کلمات حضرت عمرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو لکھ بھیجے تھے کہ: لأظنکم آل المغیرۃ ذَرْءَ النَّارِ. (مترجم)

فام نمک ہے۔ اسے اَنْذَرَانِيٌّ نہیں کہنا چاہیئے۔

ذ ر ح - الذُّرَّاحُ: بروزن اور التُّفَّاحُ اور الذُّرُوحُ بروزن السُّبُّوحُ سرخ رنگ کا ایک کیڑا جس پر کالے نقطے ہوتے ہیں۔ یہ زہروں میں سے ایک زہر ہے۔ اس کی جمع ہے: الذَّرَارِيحُ۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ الذَّرَارِيحُ کا واحد ذُرَحْرَحٌ ہے جو بروزن مُدَحْرَجٌ ہے۔ سیبویہ کے ہاں فُعُّول کے وزن پر کوئی کلمہ نہیں ہے۔ وہ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ کو پہلے حرف کی فتحہ کے ساتھ سَبُّوحٌ اور قَدُّوسٌ کہتا تھا۔

ذ ر ر - الذَّرُّ: سب سے چھوٹی چیونٹی اس کا واحد ذَرَّةٌ ہے۔ اسی نسبت سے ذَرٌّ نام رکھا جاتا ہے اور ابو ذر کنیت رکھی جاتی ہے۔ ذُرِّيَّةُ الرَّجُلِ: آدمی کی اولاد، اس کی جمع الذَّرَارِيُّ اور الذُّرِّيَّاتُ ہے۔

ذَرَّ الحَبَّ والمِلْحَ والدَّواءَ: اس نے دانوں نمک اور دواء کو چھانٹ لیا یا الگ الگ کرلیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسی سے لفظ الذَّرِيرَةُ اور الذَّرُورَةُ مشتق ہیں (ذال مفتوح)۔ الذَّرُورَةُ، الذَّرِيرَةُ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ ان کی جمع اَسِرَّةٌ کے وزن پر اَذِرَّةٌ ہے۔

ذُرِّيَّةٌ: دیکھیے بذیل مادہ (ذ ر ا)۔

ذ ر ع - ذِرَاعٌ: ہاتھ، بازو۔ مذکر اور مؤنث دونوں۔

الذِّرَاعُ: گز جس سے پیائش کی جاتی ہے۔ ذَرَعَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا ناپا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔ ذَرَعَهُ القَيْئُ: اس پر قے کا غلبہ ہوا۔

ضَاقَ بالأمرِ ذَرْعًا: وہ کام نہ کرسکا اور نہ اس میں اس کے کرنے کی قوت تھی۔ الذَّرْعُ کے اصل معانی تو ہاتھ پھیلانا ہے۔ گویا تمہاری مراد یہ ہے کہ اس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن وہ اس تک پہنچ نہیں پایا۔ شاید لوگوں نے ضاق به ذرَاعًا کہا ہو۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ الثَّوْبُ سَبْعٌ فی ثمانیة یعنی کپڑا سات ضرب آٹھ ہے، تو سبع اس لئے کہا کہ الاذرُعُ مؤنث ہے۔ سیبویہ نے کہا کہ الذِّرَاعُ مؤنث ہے اور اس کی جمع الاذرُعُ ہے اور بس۔ اس کے سواء اور کوئی بات نہیں ہے۔ البتہ ثمانیةٌ مؤنث صرف اس لئے کہا کہ الأشبار مذکر ہے یعنی اس کا واحد شبرٌ مذکر ہے۔ التَّذْرِيعُ فی الشَّيْئِ کا معنی دونوں ہاتھوں کا ہلانا۔

الذَّرِيعَة: وسیلہ، ذریعہ (اردو میں یہ لفظ مستعمل ہے)۔ قَدْ تَذَرَّعَ فُلانٌ بِذَرِيعَةٍ: یعنی اس نے کسی وسیلہ سے کوئی ذریعہ تلاش کیا یا کوئی چیز حاصل کی۔ اس کی جمع الذَّرَائِعُ ہے۔

قَتْلٌ ذَرِيعٌ: فوری قتل۔

أَذْرِعَاتٌ: (راء مکسور) شام کا ایک جگہ کا نام جہاں کی شراب مشہور ہے یہ جگہ عرفات کی طرح مشہور و معروف ہے۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ عربوں میں سے کچھ لوگ اَذْرِعَاتِ کو منون کر کے نہیں بولتے وہ صرف اذرِعاتٌ کہتے ہیں۔ میں نے اذرِعات (راء مکسور) کو بغیر تنوین دیکھا ہے۔ اس سے صفت نسبتی اَذْرِعِيّ ہے۔

ذ ر ف — ذَرَفَ الدَّمْعُ: آنسو ٹپکا۔ اس کا باب ضَرَبَ و ذَرْفَانًا بھی ہے جو راء مفتوح کے ساتھ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ذَرَفَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ سے آنسو جاری ہوئے۔

ذ ر ق — ذَرَقَ الطَّائِرُ: پرندے کی بیٹ۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

ذ ر ا — الذَّرا: (ذال مفتوح) ہر وہ بات یا چیز جس کے ذریعے تم پناہ لو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَنَا فِي ظِلّ فلانٍ وفِي ذَرَاهِ: یعنی میں فلاں شخص کے زیر سایہ ہوں اور اس کی پناہ میں ہوں۔

ذُرَى الشَّيْئُ: چیز کا چوٹی کا حصہ۔ اس کا واحد ذُروۃ ہے۔ (ذال مضموم اور مکسور)۔

ذَرَوْتُ الشَّيْئَ: میں نے چیز اُڑا دی اور اسے لے گیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

الذَّارِيَاتُ: ہوائیں۔ ذَرَتِ الرِّيحُ التُّرابَ وَغَيْرَهُ: ہوا نے مٹی وغیرہ اُڑائی۔ اس کا باب عَدَا اور رَمٰی ہے۔ اسی سے لوگ کہتے کہ ذَرَى النَّاسُ الحِنْطَةَ: لوگوں نے گندم سے بھوسہ الگ کر کے صاف کردی۔

اِستَذْرَى بالشَّجَرَةِ: اس نے درخت کے سائے میں آرام کیا یا پناہ لی۔ یا وہ درخت کے سائے میں بیٹھا۔ اور اس کی پناہ میں ہوگیا۔

اِسْتَذْرَى بفلانٍ: اس نے اس سے التجا کی۔ اور اس کی پناہ میں آ گیا۔

تَذْرِيَةُ الأكداس: اناج کے ڈھیروں یا انباروں کا صاف کرنا۔

المِذْرَى: کنارے دار لکڑی جس سے اناج اور اناج کے تہ بہ تہ ڈھیر صاف کئے جاتے ہیں۔ اسی سے لفظ ذَرَى مشتق ہے جس کا معنی وہ معدنی مٹی ہے جس میں سونے کے ذرات تلاش کئے جاتے ہیں۔

الذُّرَةَ: مکئی، اس کے دانے بھی کھائے جاتے اور اس کا آٹا بھی پیسا جاتا ہے۔

اَذْرَتِ العَيْنُ: آنکھ سے آنسو کا ٹپکنا۔

ذ ع ر — ذَعَرَهُ: اس نے اسے ڈرا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم الذُّعْر ہے، بمعنی خوف اور ڈر بروزن العُذْرُ. اس کا اسم مفعول مَذْعُورٌ ہے، بمعنی خوفزدہ، ڈرا سہا ہوا۔

ذ ع ن — اَذْعَنَ لَهُ: وہ اس کا فرماں بردار بن گیا اور جھک گیا۔

ذ ف ر — الذَّفَرُ: (ذال اور فاء مفتوح) ہر طرح کی بو، عطر کی خوشبو ہو یا غلاظت کی بدبو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: مِسْکٌ اَذْفَرُ: بودار مشک۔ اس کا وزن طَرِبَ ہے۔ رَوْضَةٌ ذَفِرَةٌ: (فاء مکسور) خوشبودار باغیچہ۔

الذَّفَرُ: بغل گندہ، بغلوں سے نکلنے والی بدبو۔ رَجُلٌ ذَفِرٌ: بغل گند والا، اور بدبووالا آدمی۔

ذ ق ن — ذَقَنٌ: ٹھوڑی، ڈاڑھی۔

ذ ک ر — الذَّکَرُ: نر، انثی کی ضد۔ اس کی جمع ذُکُورٌ ذُکْرَانٌ اور ذِکَارَةٌ اس کی مثال حجر سے حجارۃ ہے۔

سَیْفٌ ذَکَرٌ ومُذَکَّرٌ: آبدار تلوار، پانی لگی ہوئی تلوار۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے: هِيَ سُیُوْفٌ شَفَرَتُهَا حَدِیْدٌ ذَکَرٌ ومُتونُهَا حَدِیْدٌ اَنِیْثٌ: یہ تلواریں ہیں جن کی دھار آبدار فولاد کی ہے اور ان کی پشت کند لوہے کی ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ جنوں کی کاریگری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: ذَهَبَتْ ذُکْرَةُ السَّیْفِ: تلوار کی آب جاتی رہی۔

ذُکْرَةُ الرَّجُلِ: آدمی کی حدت، تیزی و طراری۔ التَّذْکِیرُ، تانیث کی ضد ہے۔

الذِّکْرُ والذِّکْرَی اور الذُّکْرَةُ: یاد داشت۔ نِسیان یعنی بھول کی ضد۔ تم کہہ سکتے ہو کہ: ذَکَرْتُهُ ذِکْرَی غَیْرَ مُجْرَاةٍ واجعَلْهُ مِنکَ علٰی ذُکْرٍ ذِکْرٍ: (ذال مضموم ومکسور دونوں کا ایک ہی معنی ہے)۔ الذِّکْرُ: شہرت، آوازہ اور تعریف۔ قول خداوندی ہے: صٓ وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ: ''صٓ! شرف والے قرآن کی قسم۔''

ذَکَرَهُ بَعْدَ النِّسیان: اسے بھولنے کے بعد یاد آیا۔ ذَکَرَه بلسانِه وبقلبِه، یَذْکُرُهُ ذِکْرًا وذُکْرَةً وذِکْرَی: اس نے اپنی زبان اور اپنے دل سے اس کا ذکر کیا۔ تَذَکَّرَ الشَّیْئَ: اسے کوئی چیز یاد آ گئی۔ اَذْکَرَه غیرُہٗ: اس نے کسی اور کو یاد دلایا۔ ذَکَّرَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ وَادَّکَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ: اور اسے بھول جانے کے بعد یاد آیا۔ اصل میں یہ لفظ اِذْتَکَرَ تھا۔ اس میں ادغام کے باعث اِدَّکَرَ بن گیا۔ التَّذْکِرَةُ: وہ دستاویز یا چیز جس کے ذریعے کوئی ضرورت یاد دلوائی جائے۔

ذ ک ا — الذَّکَاءُ: (الف ممدود) دل کی گرمی۔ قَدْ ذَکِيَ الرَّجُلُ: (کاف مکسور) ذَکَاءً: آدمی ہوشیار ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل ذَکِيٌّ ہے بروزن فَعِیْل۔ التَّذْکِیَةُ: ذبح کرنا۔

تَذْکِیَةُ النَّار: آگ بھڑکنا اور بھڑکانا۔
ذَکَتِ النَّارُ تَذْکُو ذَکًا: (الف مقصور) آگ بھڑک اٹھی۔ اَذْکَاھَا: کسی اور نے اسے بھڑکایا۔

ذ ل ق—ذَلِقَ اللِّسان: اس کا باب طَرِب ہے۔ زبان تیز ہو گئی۔ اسے ذَلْقُ اللِّسَانِ: زبان کی لغزش بھی کہا جاتا ہے۔ (لام مضموم)۔ اس کا مصدر ذَلْقًا ہے۔ بروزن ضَرُب، اسم فاعل ذَلِیْقٌ اور اسم الذَّلَاقَةُ ہے۔

ذ ل ل—الذُّلُّ: العِزُّ کی ضد، ذلّت و خواری۔ قَدْ ذَلَّ یَذِلُّ (ذال مکسور) ذُلًّا وذِلَّةً وَمَذَلَّةً اس کا اسم فاعل ذلیل ہے جس کی جمع اَذِلَّاءُ اور اَذِلَّةٌ ہے۔
الذِّلُّ: (ذال مکسور) نرمی۔ یہ الصُّعُوْبَةُ کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے دَابَّةٌ ذَلُوْلٌ. سیدھا ہوا جانور۔ اس کی جمع ذُلُلٌ ہے۔
اَذَلَّهُ و ذَلَّلَهُ ❶ وَتَذْلِیْلًا: اللہ اسے خوب ذلیل کرے۔ استذلّهُ: ان تمام صیغوں کا ایک ہی معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا: اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے ہوں گے۔
تَذَلَّلَ لَهُ: وہ اس کے آگے جھکا۔

ذ م م—الذَّم: المَدْح کی ضد، اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسم فاعل صفت مشبہ ذمیم ہے۔

❶ ذَلَّ اللّٰهُ. (مترجم)۔

الذِّمَام: حُرمت، عزت۔
اَهْلُ العَقْدِ: مُعاہد، ذمی لوگ۔ ابوعبید نے کہا کہ الذِّمَةُ کا معنی امان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: وَیَسْعٰی بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ: ادنیٰ مسلمان بھی امان دینے کا مجاز ہے اور اس کی امان نافذ العمل سمجھی جائے گی۔
اَذَمَّهُ: اس نے اسے پناہ دی۔ اور یہ معنی بھی ہے کہ اَذَمَّهُ: اس نے اسے مذموم پایا۔
اَذَمَّ الرَّجُلُ: آدمی نے قابل مذمت حرکت کی۔ حدیث شریف میں ہے: مَا یُذْهِبُ عَنِّی مَذَمَّةَ الرَّضَاعِ فَقَال غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ: ❶ (ذال مفتوح و مکسور) رضاعی ماں کی اجرت کی ادائیگی کی ذمہ داری۔ امام النخعی نے اس حدیث شریف کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگ بچے کا دودھ چھڑانے کے وقت چاہتے تھے کہ دایہ یعنی دودھ پلانے والی عورت کو مقررہ یا مروجہ مزدوری کچھ دے دلا کر فارغ کر دیں۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا مدعا یہ ہے کہ گویا آپ ﷺ پوچھ

❶ ترجمہ: مجھے رضاعی ماں کے حق کی ادائیگی کی ذمہ داری کس طرح پوری ہوگی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بُردہ دے کر غلام ہو یا لونڈی، یعنی رضاعت کی اجرت کے علاوہ بچے کے دودھ چھڑاتے وقت رضاعی ماں کو ایک بردہ وہ غلام ہو یا لونڈی دے کر یہ ذمہ داری پوری ہو سکتی ہے۔

رہے ہیں کہ اس عورت کے حق کی ادئیگی سے کون بری الذمہ کرے گا جس نے مجھے دودھ پلایا تا کہ میں اس کے پورے اجر کی ادائیگی سے بری الذمہ قرار پاؤں۔

البُخل مَذَمَّةٌ: بخل قابل ملامت فعل ہے۔ (ذال مفتوح) یہ لفظ المَحْمَدَةُ کی ضد ہے۔ استَذَمَّ الرجلُ إلى الناسِ: آدمی نے لوگوں کے لئے قابل مذمت کام کیا۔ وتَذَمَّمَ: اسے عار محسوس ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ: لَوْلَمْ اَتْرُكِ الكَذِبَ تَاثُّما لَتَرَكْتُهُ تَذَمُّمًا: اگر میں جھوٹ بولنا گناہ سمجھتے ہوئے نہ چھوڑوں تو اسے قابل مذمت ہونے کے پیش نظر تو ضرور چھوڑوں گا۔ رَجُلٌ مُذَمَّمٌ: سخت مذموم انسان۔

ذ م ا – الذَّمَاءُ: (الف ممدود) مذبوح جانور میں باقی ماندہ جان۔

ذ ن ب – التَذْنُوبُ: مفعُول کی طرح نیم پختہ کھجور جو پکنے کے قریب ہو۔ قَدْ ذَنَّبَتِ البُسْرَةُ – تَذْنِيبًا: بسرۃ: کھجور یعنی نیم پختہ یا ادھ پکی کھجور پکنے کے قریب ہو گئی۔ ایسی کھجور کو مُذَنِّبَةٌ کہتے ہیں۔

الذَّنُوبُ: حصہ اور پانی سے بھرا ڈول بھی۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ اس کا معنی بھرنے کے قریب پانی بھرا ڈول ہے۔ مؤنث اور مذکر کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔ اسے هِيَ فَارِغَةٌ ذَنُوبٌ نہیں کہا جاتا۔

ذ ه ب – الذَّهَبُ: سونا، قیمتی معدن۔

شَيْئٌ مُذَهَّبٌ ومُذْهَبٌ: ایسی چیز جس پر سونے کا پانی چڑھا ہو۔ یعنی سنہری چیز۔ ذَهَبَ يَذْهَبُ ذَهَابًا وذُهُوبًا ومَذْهَبًا: جانا، گزرنا۔ مَذهب میم مفتوح ہے۔

ذ ه ل – ذَهَلَ عَنِ الشَّيْئِ: وہ بھول گیا۔ یا اس نے اس سے غفلت برتی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ ذَهِلَ (ھاء مکسور) ذُهُولًا کا بھی یہ معنی ہے۔

ذ ه ن – الذِّهْنُ: ذہانت، یاد داشت و حافظہ۔

الذَّهَنَ: (ذال اور ھا دونوں مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔

ذ و – ذُو: بمعنی صاحب۔ یہ لفظ بطور مضاف ہی آتا ہے۔ اگر تم اسم نکرہ کو اس کی صفت بناؤ تو براہ راست اسم نکرہ کی طرف اسے مضاف کریں گے اور اگر اس کی صفت اسم معرفہ ہو یعنی معرف باللام ہو تو پھر آپ اسے اَلْ کی طرف مضاف کریں گے البتہ اس کا ضمیر کی طرف مضاف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی زید وغیرہ قسم کے اسماء کے ساتھ اس کی اضافت جائز ہے۔ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ذِي

مالٍ وبامرأةٍ ذات مالٍ وبرجلین ذَوَیْ مالٍ (واؤ مفتوح)۔قول خداوندی ہے:أَشْهِدُوْا ذَوَیْ عدلٍ مِنْكُمْ وَبِرِجَالٍ ذَوِیْ مالٍ (واؤ مکسور) وبِنِسْوَةٍ ذَوَاتِ مالٍ اور یَا ذواتِ المال (تاء مکسور) بجائے منصوب جس طرح مُسْلِمَاتٌ کی 'ت' منصوب کی حالت میں بھی مکسور ہوتی ہے۔ذُو کی اصل ذَوَیٌ ہے جس طرح عصًا ہے۔ البتہ لوگوں کا ذَاتَ مرّةٍ کہنا اور ذَا صباحٍ کہنا تو یہ ظرف زمان ہونے کی وجہ سے ہے۔مثلاً: یہ کہتے ہیں کہ لقِیتُهُ ذَاتَ یومٍ وذاتَ لَیلةٍ وذَا غَدَاةٍ وذاتَ العِشَاءِ وذَاتَ مَرّةٍ اور ذا صَباحٍ وذا مَسَاءٍ (دونوں میں بغیر 'ت' کے)۔لیکن ذات شَهرٍ اور ذاتَ سَنةٍ نہیں کہتے۔لوگوں کا ذَیْتَ وذَیْتَ کہنا کَیْتَ، کَیْتَ کی طرح ہے۔

ذ و ب—ذَابَ: پگھل گیا، یہ جَمَدَ: جم گیا، کی ضد ہے اور اس کا باب قَالَ ہے۔ کہا جاتا ہے:أَذَابَهُ غَیرُهُ: اسے کسی اور نے پگھلا دیا۔ اور ذَوَّبَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ذَابَ لَهُ عَلَیْهِ مِنَ الحقِّ کذا کا معنی ہوگا،اس کے ذمے اتنا حق واجب ہو گیا اور ثابت ہو گیا۔

ذ و د—الذَّوْدُ: تین سے لے کر دس تک اونٹ۔ یہ صیغہ مؤنث ہے۔ اس کا لفظ واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔ البتہ کثرت کے لئے أَذْوَادٌ کہا جاتا ہے۔ضرب المثل ہے: الذَّوْدُ إِلَی الذَّوْدِ إِبِلٌ یعنی جب تھوڑے کو تھوڑے میں جمع کریں تو بہت بن جاتا ہے۔ یہاں 'إِلَی' 'مع' کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ذَادَه عَنْ کذا یَذُودُه، ذِیادًا: (ذال مکسور)،اس نے اسے دور کیا۔

وَذَادَ الإِبلَ: اس نے اونٹ کو ہانکا۔اس کا باب قَالَ ہے۔ ذَوَّدَهَا تَذْوِیدًا کا بھی یہی معنی ہے۔

ذ و ق—ذَاقَ الشَّیْئَ: اس نے چیز کو چکھا۔اس کا باب قَالَ ہے۔اس کا مصدر ذَوَاقًا (ذال مفتوح) وَمَذَاقًا ومَذَاقَةً.

مَا ذَاقَ ذَوَاقًا: (ذال مفتوح) اس نے کچھ نہیں چکھا۔

وذَاقَ ما عِنْدَ فُلانٍ: اس نے اس کو خبر دے دی۔ أَذَاقَهُ اللهُ وَبَالَ أَمرِهِ: اللہ اس پر اس کے کام کا وبال ڈالے۔

وتَذَوَّقَهُ: اس نے اسے یکے بعد دیگرے مزہ چکھایا۔

أَمْرٌ مُسْتَذَاقٌ: مجرب اور آزمائی بات یا معاملہ۔الذَّوَّاقُ: ملول، آزردہ۔

ذ و ی—ذَوِیَ البَقْلُ یَذْوِی: (ذال مکسور) ذُوِیًّا (ذال مضموم اور یاء مشدد)

سبزی جھلس گئی یا مرجھا گئی۔ اس کا اسم فاعل ذَاوٍ ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ اسے ذَوِیَ نہیں کہنا چاہئے (یعنی واؤ مکسور نہیں ہے) یونس کا کہنا ہے کہ ذَوِیَ (واؤ مکسور) بھی ایک لہجہ ہے۔

اَذْوَاهُ الحَرُّ: گرمی نے اسے جھلسا دیا، یا مرجھا دیا۔

ذیـاد: دیکھئے بذیل مادہ 'ذ و د'.

ذ ی ت: ابوعبیدہ کا قول ہے کہ کَانَ من الأمـرِ ذَیْتَ وذَیْتَ یعنی کَیْتَ وکَیْتَ: معاملے میں کوئی نہ کوئی بات تھی۔ یا دال میں کچھ کالا تھا۔ یا معاملے میں فلاں فلاں بات تھی۔

ذ ی ع-ذَاعَ الخَبَرُ: خبر پھیل گئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اس کا مصدر ذُیُوْعًا وذَیْعُوْعَةً اور ذَیَعَانًا ہے۔ (یاء مفتوح)

اَذَاعَهُ غیرُہ: کسی دوسرے نے خبر پھیلا دی۔

المِـذْیَـاعُ: (میم مکسور) جو راز نہ چھپائے۔ حدیث شریف میں ہے: لَیْسُوْا بالمَذَایِیعِ: وہ راز کو افشاء کرنے والے نہیں ہیں۔

ذ ی ل-الذَّیْلُ: قمیض، دامن۔ اس کی جمع اَذْیَال ہے اور ذُیُوْل ہے۔ الاذالة: کمزور کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ اَذَالَ فَرَسَهُ وَغُـلَامَـهُ: اس نے اپنے گھوڑے کی مناسب دیکھ بھال نہ کر کے انہیں لاغر کر دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: نَهَی عَنْ اِذَالَةِ الخَیْلِ: کہ نبی علیہ السلام نے گھوڑوں کو زیادہ کام کرانے اور زیادہ بوجھ لاد کر کمزور کرنے سے منع فرمایا۔

ذ ی م-الـذَّیْمُ والـذَّمُّ: عیب اور مذمت۔ ضرب المثل ہے: لَا تَعْـدَمُ الحَسْـنَاءُ ذَامًا: کوئی حسینہ عیب سے خالی نہیں ہوتی۔

"ماہتاب ہم داغ دارد برجبیں۔"

باب الرّاء

ر أ س—رأسٌ: سر، اس کی جمع قلت أَرْؤُس ہے اور جمع کثرت رُؤُوسٌ ہے۔
رَأَسَ فُلَانٌ القَوْمَ: فلاں قوم کا سردار بنا۔ يَرْأَسُهُمْ: وہ ان کی سرداری یا قیادت کرتا ہے۔ وہ ان کا لیڈر ہے۔ اس کا مصدر رِيَاسَةٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل رَئِيس ہے۔ رَيِّسٌ بھی کہا جاتا ہے، جو قَيِّمٌ کے وزن پر ہے۔ ذبح شدہ جانوروں کے سَر خریدنے والے کو رَءَّسٌ کہتے ہیں اور عام زبان میں اسے رَوَّاس کہتے ہیں۔
رأسُ عين ایک جگہ کا نام ہے۔ عام لوگ اسے رأس العین کہتے ہیں۔ اَعِدْ علي كَلَامَكَ مِنْ رأس: میرے لئے اپنی بات شروع سے دہرا۔ اس موقع پر مِنْ رَأسٍ کی بجائے مِنَ الرأس نہیں کہنا چاہیے۔ جبکہ لوگ ایسا کہتے ہیں۔

ر أ ف—الرَّأْفَة: انتہائی رحمت وشفقت۔
قَدْ رَؤُفَ بِهِ: اس نے اس سے بڑی شفقت کی۔ (واؤ مضموم) اس کا مصدر رَأفةٌ اور رآفةٌ ہے۔ رَأَفَ بِهِ، يَرْأَفُ بروزن قَطَعَ يقطعُ، مصدر رَأْفًا ہے، (ہمزہ مفتوح)۔ رَءِفَ بِهِ: اس کا باب طرب ہے۔ یہ تمام لہجے کلام عرب ہیں۔
اس کا اسم فاعل رؤوف بروزن فَعُوْل ہے۔ اس کا ایک وزن رَؤُفٌ بھی ہے۔ جو فَعُلَ کے وزن پر ہے۔

ر أ م—الأَرْءَام: سفید فام ہرن۔ اس کا واحد رِئْمٌ ہے۔ یہ ریت میں رہتا ہے۔

رِئَــةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ر أ ي.

رَ أ ي—الرُّؤْيَةُ بالعين: آنکھ سے دیکھنا۔ یہ متعدی بیک مفعول ہے۔ اور علم کے معنوں میں یہ فعل متعدی بہ دو مفعول ہے۔ رَأَى يَرَى رَأيًا ورُؤْيَةً اور رَاءَةً مثل راعةً. الرَّأْيُ: رائے اس کی جمع آراء اور أَرْءَاءٌ بھی جو آراء سے مقلوب صورت ہے۔ رَئِيٌّ بروزن فَعِيلٌ مثل ضَأن اور ضئين۔ کہا جاتا ہے کہ بِهِ رَئِيٌّ مِنَ الجِنّ: اسے جن کی پکڑ ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ رَأَى فِي الفقة رَأيًا: فقہ میں اس کی ایک رائے ہے۔ عربوں نے اس فعل کے مستقبل کے صیغے میں کثرت استعمال کے باعث ہمزہ کو ترک کر دیا۔ شاید کبھی ہمزہ دینے کی ضرورت بھی پڑی ہو۔ چنانچہ شاعر کا قول ہے:

وَمَنْ يَتَمَلَّ العَيْشَ يَرْءَ وَيَسْمَعْ
"جو شخص زندگی سے دل برداشتہ ہو جاتا

ہے وہ صرف دیکھتا اور سنتا ہے۔"
ایک دوسرے شاعر کا قول ہے:
أُرِیْ عَیْنَیَّ مَالَمْ تَرْءَیَاهُ
کِلَانَا عَالِمٌ بِالتُّرَّهَاتِ
"میری دو آنکھوں کو وہ کچھ دکھا دو جو تم نے
نہیں دیکھا۔ ہم دونوں یعنی میں اور تم
صرف پگڈنڈیوں سے واقف ہیں،
شاہراہوں سے نہیں۔"
ہو سکتا ہے کہ اس فعل کا ماضی ہمزہ کے بغیر
ہو۔ شاعر کا قول ہے:
صَاحِ هَلْ رَیْتَ او سمعت براعِ
رَدَّ فی الضرع ماقری فی الحِلابِ
"اے میرے ساتھی یا ہم نشیں! کیا تم نے
کسی چرواہے کے متعلق سنا، یا اُسے دیکھا
کہ اس نے مہمان نوازی میں استعمال ہوا
دودھ تھنوں میں واپس کر دیا ہو۔"
ایک روایت کے مطابق فی الحلاب
کے بدلے فی العلاب ہے۔ جب تم
اصل کے مطابق اس سے امر کا صیغہ بناؤ تو
تم إِرْءَ کو حذف کے بعد صرف 'رَہ' کہو
گے۔
أَرَیْتُهُ الشَّیْئَ: میں نے اسے کسی بات کی
رائے دی تو اس کی بھی وہی رائے ہوئی۔
اس کی اصل أَرْأَیْتُهُ ہے۔ إِرْتَآهُ اس سے
افتعال کے باب کا صیغہ ہے جس کا معنی
رائے اور تدبیر ہے۔ فُلَانٌ مُرَاةٌ: فلاں
شخص منافق ہے۔ یعنی دکھاوا کرنے والا
ہے۔
قَوْمٌ مُرَاءُوْنَ: دکھلاوا کرنے والی قوم۔
یعنی ظاہر دار قوم۔ اس کا اسم الرِّیَاءُ ہے
بمعنی دکھاوا، ظاہر داری۔ مثلاً: کہا جاتا ہے:
فَعَلَ ذٰلِکَ رِیَاءً وَسُمْعَةً: اس
نے یہ کام دکھاوے اور شہرت حاصل کرنے
کے لئے کیا۔
تَرَاءَی الْجَمْعَانِ: دو گروہوں نے ایک
دوسرے کو دیکھا۔
فُلَانٌ یَتَرَاءَی: فلاں شخص آئینے میں اپنا
چہرہ دیکھتا ہے اور تلوار میں اپنا چہرہ دیکھتا
ہے۔
الرِّئَةُ: پھیپھڑا۔ یہ لفظ مہموز ہے۔ اس کی
جمع رِئِیْن ہے۔ اور مفرد کی 'ۃ' یا کا عوض
ہے۔ تم کہہ سکتے ہو کہ رَأَیْتُهُ میں نے اس
کے پھیپھڑے پر مارا۔
التَّرِیَّةُ: ہلکی اور خفیف پیلاہٹ اور میلا
پن۔ قول خداوندی ہے:
هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْیًا
"وہ ٹھاٹھ باٹھ اور نمود و نمائش میں زیادہ
اچھے تھے۔"
جس کسی نے رِئْیًا کو ہمزہ سے پڑھا اس نے
اسے نمود و نمائش سمجھا اور اسے رَأَیْتُ سے
مشتق قرار دیا۔ یعنی جو کچھ نام و نمود اور
ظاہری حالت اور پہناوا آنکھوں نے

دیکھا۔ اور جس نے اسے ہمزہ کے بغیر پڑھا تو، یا تو اس نے ہمزہ کی تخفیف کی یا پھر اسے رَوِیَتْ سے مشتق مانا اور اس سے مراد یہ لی کہ ان کے رنگ اور ان کی کھالیں ترو تازہ اور نکھری پڑی تھیں۔ اور خوشنما تھے۔ تم کسی عورت کو کہتے ہو کہ اَنْتِ تَرَیْنِ: تو ہری بھری یا ترو تازہ ہے۔ اور جمع کے لئے اَنْتُنَّ تَرَیْنَ یعنی تم عورتیں ترو تازہ ہو، کہتے ہو۔ ان دونوں صیغوں میں اس کے سوا اور کوئی فرق نہیں کہ واحد کے صیغے میں 'ن' رفع کی علامت ہے۔ اور جمع کے صیغے میں 'ن' جمع کی علامت ہے۔ تم کہتے ہو کہ اَنْتِ تَرَیْنَنِی اور چاہو تو ادغام کر کے اسے اَنْتِ تَرَیْنِّی کہہ سکتے ہو۔ یعنی نون کو مشدد کر کے مثلاً: تَضْرِبَنِّی. شہر سَامَرِیّ جسے خلیفہ معتصم باللہ نے بنوایا تھا۔ اس کے مختلف لہجے یعنی تلفظ ہیں: سُرَّ مَنْ رَأی، سَرَّ مَنْ رای، سَاءَ مَنْ رای اور سَامَرّی.

المِــرآة: (میم مکسور) آئینہ جس میں انسان اپنی شکل دیکھتا ہے۔ فَــلاثُ مَرَاءٍ: اور اس سے زیادہ کے لئے مَرَایا کا صیغہ جمع استعمال ہوتا ہے۔

الـمَرْءَاةُ: (میم مفتوح) منظر۔ کہتے ہیں مــرأةٌ حسنة المَرْءاة: خوبصورت و خوش منظر عورت۔

المَرْأی: خوش نما اور خوش منظر۔

فُـلانٌ حَـسَـنٌ فی مَرْءاةِ العین: فلاں شخص خوش منظر ہے۔ یعنی دیکھنے میں یا نظر میں وہ شخص بہت اچھا ہے۔ ضرب المثل ہے: تُخْـبِـرُ عَـنْ مجـهُـولِهٖ مَرْءاتُـهٗ: اس کا ظاہر اس کے باطن کی خبر دیتا ہے۔ یعنی غمازی کرتا ہے۔

الرُّوَاءُ: (راء مضموم) خوش نما یا خوش شکل وخوش منظر۔ کہا جاتا ہے کہ رَائَی فُـلانٌ النَّاسَ، یُرَائِیهِمْ مُرَاءاۃً اور رَایَأَهُم مُرَایَاۃً عَلَی الْقَلْبِ: فلاں شخص نے لوگوں کے ساتھ دکھلاوا کیا، رَایَأَهم مُرَایَاۃِ علَی الْقَلْبِ کا بھی یہی معنی ہے۔

رَأی فی مَـنَـامِهٖ: اس نے خواب میں دیکھا۔ رُؤْیَا بروزن فُعلٰی بغیر تنوین، بمعنی سپنا اور خواب۔

الرُّؤْیا کی جمع رُؤًی ہے بروزن رُعًی۔

فُـلانٌ مِـنِّی عَـرْأی ومَسْمَعٍ: یعنی میں اسے گویا ہر وقت دیکھتا اور اس کی بات سنتا ہوں۔ یعنی وہ میری نظروں میں ہے۔

رائحة: دیکھئے بذیل مادہ ر و ح

راحة: دیکھئے بذیل مادہ ر و ح

رَایَـةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ر و ي

ر ب ب — رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ: ہر چیز کا مالک و پروردگار۔

الرَّبُّ: اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام۔ یہ نام اضافت کے بغیر اللہ کی ذات کے سوا کسی اور کیلئے استعمال نہیں ہوتا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اسلام سے پہلے دورِ جاہلیت میں بادشاہ کے لئے یہ نام استعمال ہوتا تھا۔

الرَّبَّانِیُّ: باخدا، خدا پرست انسان، عارف باللہ۔ قول خداوندی ہے:

وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبَّانِیِّیْنَ

"لیکن تم ربانی یا خدادوست وخدا پرست بن جاؤ۔"

رَبَّ وَلَدَهٗ: اس نے اپنے بیٹے کو پالا پوسا یا اس کی تربیت کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ رَبَّبَهٗ اور تَرَبَّبَهٗ کا بھی یہی مطلب ہے۔ یعنی اس نے اس کی تربیت کی یا پالا پوسا۔

رَبِیْبُ الرَّجُلِ: بیوی کا پہلے خاوند سے بیٹا۔ یہاں رَبِیْبٌ مَرْبُوْب کے معنی میں ہے یعنی زیرِ تربیت۔ اس کا مؤنث کا صیغہ رَبِیْبَةٌ ہے۔ الرُّبُّ: گاڑھا کیا ہوا طلا۔ زنجبیل مُرَبَّبٌ: ادرک کا رُبّ یا ادرک سے تیار شدہ رُبّ۔ جس طرح مُعَسَّلٌ: شہد میں تیار کی ہوئی کوئی چیز۔

مُرَبّٰی بھی تربیت سے مشتق ہے۔ یعنی تربیت یافتہ یا رُبّ کی شکل تیار کیا ہوا۔ غالبًا اس سے مراد اردو کا مُرَبَّہ ہے۔ رُبَّ: حرف جرّ، جس کا مجرد اسم نکرہ ہوا کرتا ہے، یہ مشدد بھی ہوتا ہے اور مخفف بھی یعنی رُبَّ کا 'ب'، مشدد بھی ہوتا ہے اور غیر مشدد بھی۔ اس کے آخر میں 'ت' کا اضافہ بھی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے رُبَّتَ کہا جاتا ہے۔ دوسرے افعال کی طرح اس پر بھی اضافی حروف وعوامل داخل ہوتے ہیں۔ مثلاً: قول خداوندی: "رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا" اس کے آخر میں 'ہ' بھی داخل ہوتی ہے۔ چنانچہ رُبَّهٗ رجلٍ کہا جاتا ہے۔

الرِّبِّیُّ: (باء مکسور) اس کی جمع الرِّبِّیُّوْنَ ہے۔ ہزاروں لوگ۔ اسی سے قول خداوندی ہے: "رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ"، ہزاروں لوگ، بہت سے لوگ۔

الرَّبْرُبُ: جنگلی گایوں کا ریوڑ۔

الرَّبَابُ: (باء مفتوح)، سفید بادل۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد صرف دکھائی دینے والے بادل ہیں۔ گویا بادل ہیں ہی نہیں۔ سفید اور سیاہ کی تو بات ہی چھوڑیے۔ اس کا واحد رَبَابَةٌ۔ عورتوں میں یہ نام رکھا جاتا ہے۔

ر ب ث — رَبَثَهٗ عَنْ حَاجَتِهٖ: اس نے اسے اس کی ضرورت سے روکا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ الرَّبِیْثَةُ بروزنِ العجیبة: وہ کام جو تمہیں روکے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "إذا کان یوم

الجُمعةِ بَعَث اِبلِيسُ جنُودَهُ اِلَى النَّاسِ فَاَخذُوا عَلَيهِم بالرَّبَائِث" جب جمعہ کا دن آتا ہے تو ابلیس اپنے لشکر لوگوں کی طرف بھیجتا ہے جو لوگوں کو ان کے ایسے کام یاد دلاتا ہے جو انہیں (جمعہ کی نماز کی ادائیگی سے) روکیں۔

ر ب ح - رَبِحَ فِي تِجَارتِه: اسے اپنے کاروبار میں نفع ہوا، یا اس نے نفع کمایا۔ رَبِحَ میں باء مکسور ہے۔ اس کا مصدر رِبحًا ہے۔ الرِّبحُ اور الرَّبَحُ (راء اور باء دونوں مفتوح) کی مثال شِبْهٌ اور شَبَهٌ کی سی ہے۔ اس کا اسم الرَّبَاحُ ہے۔ (راء مفتوح)۔

تجارةٌ رَابِحَةٌ: نفع بخش تجارت۔

اَربَحَهُ عَلى سِلعَتِه: اسے اس کے مال پر اس نے نفع دیا۔

بَاعَ الشَّيئَ مُرَابَحَةً: اس نے چیز نفع پر بیچی۔

ر ب ص - التَّربُّصُ: انتظار۔

المُتَرِبِّصُ: ذخیرہ اندوز۔ منافع کی گھات میں بیٹھا شخص۔

ر ب ض - رَبَضُ المَدِينَةِ: مدینہ یا شہر کا گرد و نواح۔ رَبَضُ میں راء اور باء دونوں مفتوح ہیں۔ رُبُوض الغَنَمِ وَالبَقَرِ والضَّربين والكَلبِ، مِثلَ بُرُوك الابل: بھیڑ بکری، گائے، گھوڑے اور گدھے کا بیٹھنا جس طرح اونٹ کے بیٹھنے کیلئے لفظ بُرُوک استعمال ہوتا ہے۔ اور پرندوں کے بیٹھنے کیلئے جُثُوم ہے۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

اَربَضَهَا غَيرُهَا. اسے کسی اور نے بٹھا دیا۔

المَرَابِضُ: بھیڑ بکریوں کا باڑہ۔ جس طرح اونٹوں کے رکھنے کی جگہ کو مَعَاطِن کہتے ہیں۔ اس کا واحد مَربِض ہے۔ بروزن مَجلِس الرُّوَيبِضَةُ جس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔ بمعنی حقیر و ناکارہ شخص۔ الرَّابِضَةُ: حاملینِ محبت کا باقی ماندہ، خدا تعالیٰ ان کے وجود سے روئے زمین کو خالی نہ کرے یا ان کی تعداد کم نہ ہو، اس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ مجھے ان معنوں میں الرَّابِضَة کا لفظ نہ تو التهذيب میں ملا اور نہ ہی شرح الغريبين میں۔

ر ب ط - رَبَطَهُ: اس نے اس کو باندھ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اور باندھنے کی جگہ کو مَربِط کہتے ہیں۔ (باء مکسور و مفتوح)۔ اِرتَبَطَ کا معنی بھی رَبَطَ ہے۔

الرِّبَاطُ: (راء مکسور)، چوپائے باندھنے اور مشکیزے رکھنے کی جگہ۔ اس کی جمع رُبُط

ہے۔ (باء ساکن)
الرِّبَاطُ کا معنی مرابطۃ بھی ہے جس سے مراد فوجی چوکی ہے۔
الرِّبَاطُ: واحد ہے، جس کی جمع الرِّباطات ہے۔
رِباطُ الخیل: گھوڑوں کے گروہ یا مجموعہ۔ مثلاً: کہتے ہیں کہ الرِّباطُ الْخَیلِ الخمسُ فما فوقَھا: پانچ یا اس سے زیادہ گھوڑوں کی تعداد یا مجموعہ۔

ر ب ع۔ الرَّبْعُ: گھر، جہاں کہیں اور جیسا بھی ہو۔ اس کی جمع رِبَاعٌ، رُبُوعٌ، أَرْبَاعٌ اور أَرْبُعٌ ہے۔ الرَّبْعُ کا معنی مَحَلّہ بھی ہے، بمعنی اترنے کی جگہ۔
الرُّبْعُ: چوتھائی، اسے عُشْرٌ سے عُشُرٌ کی طرح الرُّبُعُ (باء مضموم) بھی کہتے ہیں۔
الرِّبْعُ: (راء مکسور)، باری کا بخار جو دو چھوڑ کر چوتھے دن آتا ہے۔ اسے چوتھیا بخار بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ رُبِعَتْ عَلَيْهِ الحُمّى: اسے چوتھی کا بخار ہوا ہے۔
قَدْ رُبِعَ الرَّجُلُ: اس کا فعل مجہول ہے، یعنی آدمی کو چوتھیا بخار ہوا ہے۔ اس کا اسم مفعول مَرْبُوعٌ ہے۔
الرَّبِيعُ: عربوں کے ہاں دو ربیع ہوتے ہیں، ایک تو رَبِيعُ الشُّهور ہے اور دوسرا رَبِيعُ الأَزْمِنَة۔
رَبِيعُ الشُّهُورُ: صفر کے بعد دو ماہ۔ انہیں صرف الرَّبیع الاوّل اور الرَّبیع الآخر کہا جاتا ہے۔ رہا رَبِيعُ الأَزْمِنَة تو اس کے دو ربیع ہوتے ہیں:
الرَّبِيعُ الاوّل: جس ماہ میں کھمبی اُگتی ہیں اور پھولوں کی کلیاں کھلتی ہیں۔ اسے رَبِيعُ الکلأ یعنی گھاس کا موسم کہتے ہیں۔
الرَّبِيعُ الثانی: یہ وہ وقت ہوتا ہے جب پھل لگتے ہیں۔ بعض لوگ اسے الرَّبیع الاوّل کہتے ہیں۔ میں نے ابوالغوث کو یہ کہتے سنا ہے کہ عرب لوگ سال کو چھ ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان میں سے دو۲ ماہ الرّبیع الاوّل، دو۲ ماہ صیف یعنی گرمیوں کے، دو۲ ماہ قیظ یعنی شدید گرمی، دو۲ ماہ الربیع الثانی، دو۲ ماہ خریف اور دو۲ ماہ شِتاء سردیوں کے۔
الرَّبیع کی جمع أَرْبِعاء اور أَرْبِعَة ہے جس طرح نَصِیب کی جمع انصباء اور أَنْصِبَة ہوتی ہے۔
المَرْبَعُ: لوگوں کے اترنے یعنی اقامت پذیر ہونے کی جگہ۔ بالخصوص موسم ربیع میں ٹھہرنے یا اترنے کی جگہ۔ کہا جاتا ہے کہ هٰذِهِ مَرَابِعُنَا: یہ ہماری موسم ربیع میں اقامت کی جگہیں ہیں۔ اور مَصَایِفُنَا: اور

یہ ہماری صیف یعنی گرمیوں میں اترنے یا ٹھہرنے کی جگہیں ہیں۔ جہاں ہم موسم ربیع اور موسم صیف یعنی موسم گرما گزارتے ہیں۔ الرَّبِیْعُ کی طرف نسبت سے رِبْعِیٌّ ہوگا۔ (راء مکسور)۔

رَبَعَ الْقَوْمَ: وہ قوم کا چوتھا آدمی بن گیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ یا اس نے مال غنیمت میں سے چوتھا حصہ لیا۔ حدیث شریف میں ہے: اَلَمْ أَجْعَلْکَ تَرْبَعُ: یعنی تم مال غنیمت سے چوتھا حصہ لیتے ہو۔ قُطرب کا کہنا ہے کہ المِرْبَاع کا معنی چوتھائی ہے اور المِعْشَارُ کا معنی دسواں حصہ ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور عدد سے اس طرح کا مشتق نہیں سنا گیا۔

رَبَعَ الحَجَرَ وارْتَبَعَهٗ: اس نے قوت آزمائی کیلئے پتھر اٹھایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مَرَّ بِقَوْمٍ یَرْبَعُوْنَ حَجَرًا وَیَرْتَبِعُوْنَ: آپ ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے، جو قوت آزمائی کے لئے پتھر اٹھاتے تھے۔

رَبِیْعَةَ کی طرف منسوب کو رَبَعِیٌّ کہتے ہیں، (راء اور باء دونوں مفتوح)۔

عَامَلَهٗ مُرَابَعَةً: اس نے چوتھائی حصے کی شرط پر اس کے ساتھ معاملہ کیا۔ اس کی مثال مُصَایَفَةً اور مُشَاهَرَةً یعنی اس نے موسم گرما کی شرط پر اور ماہانہ شرط پر معاملہ کیا۔

الرَّبْعَةُ: (باء ساکن) عطاروں کی چمڑے کی ٹوکری۔

رَجُلٌ رَبْعَةٌ: درمیانے قد کا آدمی نہ زیادہ دراز اور نہ زیادہ کوتاہ قد۔ اِمْرَأَةٌ رَبْعَةٌ: کا بھی یہی معنی ہے یعنی میانہ قد عورت۔ دونوں صیغوں کی جمع رَبَعَاتٌ ہے (راء اور باء دونوں متحرک مفتوح) البتہ یہ شاذ ہے، کیونکہ فَعْلَة کے وزن پر اگر صفت ہو، تو جمع کی حالت میں اسے متحرک نہیں کیا جاتا۔ البتہ اسے متحرک صرف اسم ہونے کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ جب کہ عین کلمہ نہ واو ہو نہ یاء۔

اِرْتَبَعَ البَعِیْرُ وتَرَبَّعَ: اونٹ موسم بہار کی گھاس یا چارہ چر کر فربہ ہوا۔

اِرْتَبَعْنَا بِمَوْضِعِ کَذَا: ہم موسم بہار میں فلاں جگہ ٹھہرے یا اقامت پذیر ہوئے۔

تَرَبَّعَ: وہ چوکڑی مار کر بیٹھا۔

التَّرْبِیْعُ: کسی چیز کا مربع شکل میں بنانا۔

رُبَاعُ: اَرْبَعَةَ اَرْبِعَةَ سے معدول کلمہ۔ چار چار۔

الرَّبَاعِیَةُ بروزن الثَّمَانِیَةُ: سامنے کے چار دانتوں اور کچلیوں کے درمیان والا دانت۔ اس کی جمع رَبَاعِیَاتٌ ہے۔ جس شخص کا یہ دانت گر گیا ہو اسے رَبَاعٍ کہتے

ہیں۔ جو بروزن ثَمَانِ ہے۔ منصوب ہونے کی صورت میں اسے مکمل کر کے رباعیۃ کہا جائے گا۔ تم کہتے ہو: رَكِبْتُ بِرْذَوْنًا رَبَاعِيًا. میں چار سال کی عمر کے گھوڑے پر سوار ہوا۔

الغَنَمُ تُرْبِعُ: بکری چوتھے سال میں ہے۔ والبَقَرُ والحَافِرُ فی الخَامِسَة: گائے اور گھوڑا پانچویں سال میں اور اونٹ ساتویں سال میں ہیں۔ ان سب جانوروں کے اس عمر کو پہنچنے پر اَرْبَعَ ہی کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ جانور رَباعی ہو گیا۔

اَرْبَعَ اِبِلَهُ بمكان كذا: اس نے اپنے اونٹ کو فلاں جگہ لے کر چرایا۔

اَرْبَعَ القَوْمُ: قوم یا لوگ چار چار کی ٹولیوں میں ہو گئے۔ واَرْبَعُوا اور موسم بہار میں داخل ہو گئے۔ نیز اَرْبَعُوا یعنی بھیڑ بکریوں کیلئے چارے کی تلاش میں موسم بہار گزارنے والی جگہ میں اقامت گزیں ہو گئے۔

اَرْبَعَتْ عليه الحُمّى: اسے چوتھے کا بخار آیا، یہ رَبَعَتْ کا ایک اور لہجہ ہے۔ اسی طرح قَدْ اَرْبع، رَبَعَ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ مُرْبِع اس کا اسم فاعل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَغِبُّوْا فِي عيادةِ المَرِيْضِ واَربِعُوا الّا اَن يكون مَغْلُوْبًا: ''مریض کی عیادت میں ناغہ کیا کرو اور اسے دو دن چھوڑ دو اور پھر تیسرے دن جا کر دوبارہ بیمار پرسی کیا کرو۔

المِرْبَاعُ: علاقے کا سربراہ جو مال غنیمت میں سے چوتھا حصہ لیتا ہے۔

الأَرْبِعَاء: بدھ کا دن۔ یہ بھی بتایا گیا ہے اس میں باء مفتوح ہے۔ اس کی جمع اَرْبِعَاوَاتٌ ہے۔

اليَرْبُوْعُ: اس کی جمع اليرابيع ہے بمعنی چوہا۔

ر ب ق — الرِّبْقُ: (راء مکسور) رسی جس میں متعدد گانٹھیں لگی ہوں۔ اس سے مویشی باندھے جاتے ہیں۔ گانٹھوں میں ایک گانٹھ کو رِبْقَةٌ کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: خَلَعَ رِبْقَةِ الاسْلام من عُنُقِهِ: ''اس نے اسلام کی رسی کی گانٹھ اپنی گردن سے کھول دی۔'' رِبْقَةٌ کی جمع رِبَقٌ اَرْبَاق اور رِبَاقٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَكُمُ العَهْدُ مَالَمْ يَاكُلُوا الرِّبَاقَ: ''(ذمیوں سے) عہد کی پاسداری اور پابندی کی جائے گی جب تک کہ تم ذمہ داری کی گانٹھ نہ کھاؤ گے یعنی عہد کی پاسداری کرتے رہو گے''۔

ر ب ا — رَبَا الشيئ: چیز میں اضافہ ہوا، یا بڑھ گئی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

الرَّابِيَةُ: سطح مرتفع۔ زمین سے ابھرا ہوا حصہ۔ یہی معنی رُبْوَةٌ کا ہے۔ (راء مفتوح،

مکسور اور مضموم) الرَّبَاوَةُ: (راء مفتوح)۔ الرَّبْوُ: چڑھی ہوئی سانس یا پھولی ہوئی سانس۔ الفرّاء نے اس قول خداوندی: فَاَخَذَهُمْ اَخذَةً الرَّابِيَةَ کے متعلق کہا ہے کہ اس کا معنی بڑھ کر یا زائد ہے۔ یعنی اللہ نے ان کو زائد گرفت سے پکڑا یعنی سخت گرفت کی۔ اس کی مثال تمہارا یہ کہنا ہے کہ اَرْبَيْتُ: تم نے دیئے سے زیادہ لیا۔

رَبَّاهُ تَرْبِيَةً وَتَرَبَّاهُ: اس نے اسے کھلایا پلایا یا خوراک دی۔ اور یہ لفظ ہر نشو نما پانے والی چیز مثلاً: بچے، کھیتی وغیرہ قسم کیلئے بولا جاتا ہے۔

زنجبيل مُرَبّى ومُرَبَّب: رُبّ یا شیرہ میں پکایا ہوا ادرک یا ادرک کا مربّہ۔ اس کا ذکر ر ب ب کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

الرِّبَا: لین دین میں فائدہ، سود۔

اَرْبَى الرَّجُلُ: آدمی نے نفع کمایا۔ اسکا ایک اور لہجہ یا تلفظ الرُّبْيَةُ ہے۔ اس کا ذکر اہل نجران کے صلح نامے میں آیا ہے۔ الفراء نے کہا کہ یہ عربوں سے سماعی کلمہ رُبْيَةٌ ہے۔ از روئے قیاس اسے رُبْوَةٌ ہونا چاہیئے یعنی واو کے ساتھ۔

الأُرْبِيَّةُ: (الف مضموم اور یاء مشدد) ران کی جڑ یا ران کے اوپر والے حصے۔ اور یہ دو ہوتے ہیں جنہیں اُرْبِيَّتَانِ کہیں گے۔

ر ت ب - الرُّتْبَةُ والمَرْتَبَةُ: مرتبہ و منزلت۔ رَتَبَ الشَّيْئُ: چیز ٹک گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اَمْرٌ رَاتِبٌ: قائم ودائم، پابجا، برقرار۔

ر ت ت - الرُّتَّةُ: (راء مضموم) زبان کلام میں لڑکھڑاہٹ، ہکلا پن۔

رَجُلٌ اَرَتُّ: وہ شخص جس کی زبان میں لڑکھڑاہٹ ہو یعنی ہکلا آدمی۔

اَرَتَّهُ اللّٰهُ فَرَتَّ: اللہ نے اسے ہکلا بنادیا تو ہکلا ہوگیا۔

ر ت ج - اَرْتَجَ البَابَ: اس نے دروازہ بند کیا۔

اُرْتِجَ عَلَى القَارِئْ: قاری یعنی پڑھنے والے پر دروازہ بند کیا گیا۔ یعنی وہ پڑھ نہیں سکا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ گویا اس پر پڑھنے کا دروازہ بند کردیا گیا۔ اسی طرح اُرْتُتِجَ بھی فعل مجہول ہے۔ اسے اُرْتُجَّ نہیں کہنا چاہیئے یعنی جیم کو مشدد نہیں پڑھنا چاہیئے۔

الرَّتَجُ: (راء اور باء مفتوح) بڑا گیٹ۔ اسی طرح الرِّتَاج: (راء مکسور) ہے مثلاً: رِتَاجُ الكَعْبَةِ یعنی کعبہ کا بڑا دروازہ۔ کہا گیا ہے الرِّتَاجُ وہ بڑا بند دروازہ ہے جس کے اندر ایک چھوٹا سا دروازہ ہوتا ہے۔

ر ت ع - رَتَعَتِ المَاشِيَةُ: مال مویشی نے چر چک لیا۔ یعنی جو چاہا کھالیا۔ اس کا

باب خَضَعَ ہے۔ کہتے ہیں کہ خَرَجْنَا نَلْعَبُ وَنَرْتَعُ. ہم کھیل کود کرنے اور کچھ کھانے پینے یا چرنے چگنے کیلئے نکلے۔

مَرْتَعٌ: چراگاہ۔ چرنے چگنے کی جگہ۔

ر ت ق — الرَّتْقُ: الفتق کی ضد۔

قَدْ رَتَقَ الْفَتْقَ: اس نے شگاف کوسی دیا، پُر کیا یا جوڑ دیا۔ قول خداوندی ہے: كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهما: آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے، ہم نے انہیں الگ الگ کر دیا۔

ر ت ل — التَّرْتِيْلُ فِي الْقِرَاءة: قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کے پڑھنا اور وضاحت سے پڑھنا بغیر کسی کمی بیشی کے۔

ر ت م — الرَّتِيْمَةُ: وہ دھاگا جو انگلی سے باندھا جاتا ہے، جو کسی ضرورت یا ضروری کام کو یاد دلانے کیلئے باندھا جاتا ہے۔ اسی طرح الرَّتْمَةُ (تاء ساکن)۔

اَرْتَمَهٗ: اس نے اپنی انگلی میں یاد دہانی کیلئے دھاگا باندھا۔ شاعر کا قول ہے:

اذا لم تكنْ حاجاتُنا فى نُفوسِكُمْ
فَلَيْس بِمُغْنٍ عنك عَقْدُ الرَّتَائم

"جب تمہارے دلوں میں ہماری ضروریات کے لئے جگہ ہی نہ ہو، تو پھر یاد دہانی کیلئے تمہاری انگلیوں میں دھاگا باندھنے کا کیا فائدہ"

الرَّتَمَةُ: (راء اور تاء دونوں مفتوح) ایک قسم کا درخت ہے۔ اس کی جمع رَتَمٌ ہے۔ دورِ جاہلیت میں جب کوئی شخص سفر پر نکلتا تو ایک درخت کے پاس جاکر دو ٹہنیوں کو اکٹھا کرکے باندھ دیتا۔ جب سفر سے واپس لوٹتا اور ان ٹہنیوں کو اسی طرح بندھا پاتا تو کہتا کہ اس کے گھر والوں نے کوئی خیانت نہیں کی اور اگر ٹہنیاں بکھر گئی ہوتیں تو سمجھتا کہ گھر والوں نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ شاعر کا قول ہے:

هَلْ يَنْفعنكَ اليومَ اِنْ هَمَّتْ بهم
كَثْرةُ مَا تُوْصِي وتعْقَادُ الرُّتَمْ

"کیا آج تمہیں کثرت وصیت یا ٹہنیاں اکٹھی کرکے باندھنے کا کچھ نفع ہوسکتا ہے جب گھر والوں نے خیانت کرنے پر کمر باندھ لی ہو"

ر ت ا — الرَّتْوَةُ: قدم۔ حضرت معاذؓ کی حدیث میں ہے کہ: اِنَّهٗ يَتَقَدَّمُ العُلَماءَ يَوْمَ الْقِيمَةِ بِرَتْوَةٍ "قیامت کے دن علماء قدم آگے بڑھائیں گے۔" بِرَتْوَةٍ کی جگہ دَرَجَةٍ بھی کہا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ان الخذيرَةَ تَرْتُوا فُؤَادَ الْمَرِيْضِ "خزیرہ مریض کے دل کو سہارا دیتا ہے اور تقویت پہنچاتا ہے۔"

میرا کہنا ہے کہ خزیر یا خزیرہ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے بہت زیادہ پانی میں پکایا جاتا ہے۔ جب وہ خوب پک

جاتا ہے تو اس میں آٹا ڈالا جاتا ہے۔

ر ث ث - الرَّثُّ: (راء مفتوح)، پرانا۔ اس کی جمع رِثَاث ہے، (راء مکسور)۔ قَدْ رَثَّ، يَرِثُّ: (راء مکسور) رَثَاثَةً (راء مفتوح)۔

أَرَثَّ الثَّوبُ: کپڑا پرانا ہو گیا یا پھٹ گیا۔ بوسیدہ ہو گیا۔

اِرْتُثَّ فُلَانٌ: فلاں بوسیدہ ہو گیا۔ یہ فعل مجہول کا صیغہ ہے۔ حُمِلَ مِنَ الْمَعْرَكَةِ رَثِيْثًا: وہ میدان جنگ سے زخمی حالت میں اٹھا لایا گیا لیکن اس میں ابھی جان کی رمق باقی تھی۔

ر ث ا - رَثَيْتُ الْمَيِّتَ: میں نے میت کا مرثیہ کہا، ماتم کیا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔ اس کا مصدر میمی مَرْثِيَةٌ بھی ہے۔

رَثَوْتُهُ: میں نے اس کا مرثیہ کہا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ اس کا معنی میت پر رونا اور اس کی خوبیاں بیان کرنا ہے۔ اور اسی طرح میت کے بارے میں کوئی شعر نظم کرنا ہے۔

رَثَى لَهُ: اس کا دل اس کے لئے پسیجا، اس کا باب اس کے دو مصدروں میں سے پہلا مصدر ہے۔ شاید رَثَاتُ الْمَيِّتَ بھی کہا گیا ہو۔ جو اصل کے برخلاف همزہ سے لکھا گیا ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ ل ب أ آئے گا۔

ر ج أ - أَرْجَأَهُ: اس نے اسے مؤخر کر دیا۔ قول خداوندی ہے: وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ: یعنی کچھ دوسرے لوگوں کا معاملہ مؤخر کر دیا جائے گا تا آنکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے حکم نازل فرمائے۔ اسی سے لفظ مُرْجِئَة بروزن مُرْجِعَة مشتق ہے۔ اسے مُرْجِيَّةٌ بھی کہا گیا ہے یعنی یاء مشدد، کیونکہ بعض عرب أَرْجَيْتُ، أَخْطَيْتُ اور تَوَضَّيْتُ، بغیر ہمزہ کے بولتے ہیں۔

ر ج ب - رَجِبَهُ: وہ اس سے ڈرا اور اس کی تعظیم کی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسی وجہ سے رَجَبٌ نام پڑا ہے۔ کیونکہ جاہلیت کے دور میں عرب اس مہینہ کی تعظیم کرتے تھے اور جنگ بند کر دیتے تھے۔ اس کی جمع أَرْجَابٌ ہے۔ جب انہوں نے اس کے ساتھ شعبان کا مہینہ بھی ملا دیا تو ان دو مہینوں کے لئے انہوں رَجَبَان کہا۔

ر ج ج - رَجَّهُ: اس نے اسے ہلا دیا اور زلزلہ پیدا کیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اِرْتَجَّ الْبَحْرُ: سمندر میں طوفان آ گیا اور سمندر بپھر گیا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ رَكِبَ الْبَحْرَ حِيْنَ يَرْتَجُّ فَلَا ذِمَّةَ لَهُ:[1] ”جو شخص طوفان کے وقت

[1] یہ حدیث کاتب کا اضافہ ہے۔ درست بات یہ ہے کہ اسے حذف کر دیا جائے۔

سمندر کے سفر کو نکلے تو اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔'' اس کا باب رَدَّ ہے۔
تَرَجْرَجَ الشَّيْئُ: چیز آئی اور گئی۔

ر ج ح - رَجَحَ الْمِيزَانُ يَرْجُحُ اور يَرْجَحُ: (جیم مضموم اور مفتوح) رُجْحَانًا ترازو جھک گیا۔ اَرْجَحَ لَهُ وَرَجَّحَ تَرْجِيحًا: اس نے اُسے تول جھکا کر دیا یا اسے ترجیح دی۔
الارْجُوْحَةُ: جھولا۔

ر ج ز - الرُّجْزُ: غلاظت ونجاست۔ اس کی مثال الرِّجْسُ ہے۔ قول خداوندی: وَالرُّجْزَ فَاهْجُر میں الرِّجْزَ میں راء کو مکسور اور مضموم دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ مجاہد کا کہنا ہے کہ الرُّجْز کا معنی بت ہے۔ البتہ قول خداوندی: ''رِجْزًا مِن السَّمَاءِ'' میں رجز کا معنی عذاب ہے۔
الرَّجَزُ: (راء اور جیم دونوں مفتوح) شعر کے اقسام میں سے ایک قسم ہے۔
رَجَز الراجِزُ: رجز کہنے والے نے رجز کہا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اِرْتَجَزَ کا معنی بھی یہی ہے۔

ر ج س - الرِّجْسُ: غلاظت۔ الفراء کا کہنا ہے کہ قول خداوندی: وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى لَا يَعْقِلُوْنَ میں الرّجس کا معنی خدا کا عقاب اور غضب ہے۔ یہ قول خداوندی رِجْز کا فعل مضارع ہے۔ الفراء نے مزید کہا کہ شاید یہ دو مختلف لہجے یا تلفظ ہیں۔ ایک میں 'زای' کو 'سین' میں بدل دیا گیا ہے۔ جس طرح اَسَد کو اَزْد کہا گیا ہے جہاں 'سین' کو 'زای' میں بدل دیا گیا ہے۔
النَّرْجِسُ: (گل نرگس) معرب کلمہ ہے اور اس میں 'ن' زائد ہے۔

ر ج ع - رَجَعَ الشَّيْئُ بِنَفْسِهِ: چیز بذات خود یا بنفسہٖ لوٹ آئی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔
رَجَعَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے لوٹایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قبیلہ ہذیل کے لوگ ایسے موقع پر اَرْجَعَهُ بولتے ہیں۔ (الف زائد کے ساتھ)۔ قول خداوندی: يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ نِالْقَوْلَ: یعنی ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہیں۔
الـرُّجْعَى: رجوع۔ لوٹنا۔
الْمَـرْجِعُ - مرجِعٌ: بازگشت۔ قول خداوندی ہے: اِلٰى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ: اللہ ہی کی طرف تمہاری بازگشت ہے۔ یہ شاذ ہے کیونکہ فَعَلَ يَفْعَلُ کے مصادر مفتوح العین ہوتے ہیں۔ فُلَانٌ يُؤْمِنُ بِالرَّجْعَةِ: فلاں شخص موت کے بعد واپس دنیا میں لوٹ آنے پر یقین رکھتا ہے۔
وَلَهُ علٰى اِمْرَأَتِهِ رَجْعَةٌ: (راء مفتوح اور مکسور لیکن مفتوح زیادہ فصیح ہے)۔ اسے

اپنی بیوی پر رجعت کا حق ہے۔
الرَّاجِعُ: خاوند کے مرنے کے بعد عورت اپنے میکے آتی ہے۔ ایسی عورت کو راجع کہتے ہیں۔ لیکن مطلقہ عورت کو میکے واپس بھیجنے کیلئے المــرْدُودة کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔
الــرَّجْـــعُ: بارش، قول خداوندی ہے: وَالسَّمَـآءِ ذَاتِ الــرَّجْـعِ: بارش برسانے والے آسمان کی قسم۔ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں ذاتِ الرَّجع کا معنی نفع دینے والا ہے۔
الــرَّجِيْعُ: گوبر اور لید۔ ذو البطن: پیٹ کے اندر کی چیز۔ وَقَــدْ اَرْجَعَ الــرَّجُلُ: 'آدمی نے پاخانہ کیا'۔ وَهٰذا رَجِيْعُ السَّبُعِ: 'اور یہ درندوں کی لید ہے'۔ رَجْعُهٗ کا بھی یہی معنی ہے۔ ہر لوٹائی جانے والی چیز رَجِيْعٌ ہے کیونکہ اس کا معنی لوٹایا ہوا یا لوٹائی ہوئی ہے۔
الْمُرَاجَعَةُ: دہرانا۔ رَاجَعَهُ الكلامَ: اس نے اس کی بات کا ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ بات لوٹا دی۔
تَـرَاجَعَ الشَّيْئُ اِلَى الخلفِ: بات یا چیز واپس لوٹی۔
اِسْتَـرْجَعَ مِـنْـهُ الشَّيْئَ: اس نے اپنی دی ہوئی چیز واپس لی۔ اور کسی مصیبت پڑنے پر کسی کا اِنَّــا لِلّٰهِ وَاِنَّــا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ کہنا۔
رَجَّعَ تَرجيعًا: اذان میں ترجیع کے ساتھ کلمات کہنا۔ تَرْجِيْعُ الصوت: لحن سے پڑھنے والوں کا آواز کو دہرا کر پڑھنا۔

ر ج ف — الرَّجْفَةُ: زلزلہ۔ قَدْ رَجَفَتِ الأرضُ: زمین میں زلزلہ آیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
الــرَّجَـفَانُ: (راء اور جیم دونوں مفتوح)، شدید اضطراب۔
الإرجَافُ: خُرَفہ، اس کی جمع اَرَاجِيْفُ ہے۔
قَــدْ اَرْجَـفُــوا فِی شَيْئٍ: انہوں نے معاملہ پر غور و خوض، سوچ و بچار کیا۔
الرِّجْلُ: پاؤں، قدم، اسکی جمع الْأَرْجُلُ ہے۔
الرِّجْلَةُ: خُرفہ کا ساگ۔ ایک سبزی جسے الحَمْقَا بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ سبزی صرف پانی کی گزرگاہوں پر اُگتی ہے۔ اسی سے لوگوں کے ہاں محاورہ بن گیا ہے کہ: هُــمَ احْمَقُ مِـنْ رِجْلَةٍ: وہ رجلہ سبزی سے بھی زیادہ احمق ہے۔ عام لوگ اسے من رِجلِهٖ: ضمیر کی طرف اضافت کے ساتھ بولتے ہیں۔
الْأَرْجَلُ مِنَ الخَيْلِ: جس گھوڑے کے ایک پاؤں میں سفیدی ہو۔ ایسے گھوڑے کو ناپسند کیا جاتا ہے۔ سوائے اس کے اس

گھوڑے کے بدن پر کوئی اور واضح نشان ہو۔
الأرجَلُ من النّاس: لوگوں میں سے بڑا آدمی یا بڑی شخصیت۔
المِرجَلُ: (میم مکسور)، تانبے کی ہانڈی۔ الرَّاجِلُ: پا پیادہ۔ یہ الفارس بمعنی گھڑ سوار کی ضد ہے۔ اس کی جمع رَجْلٌ ہے۔ اس کی مثال صاحبٌ کی جمع صَحْبٌ ہے۔
رَجَّالَةٌ و رُجَّالٌ: (جیم مشدد دونوں میں)۔
الرَّجْلَانِ: پا پیادہ۔ اس کی جمع رَجْلَى ورِجَالٌ ہے۔ اس کی مثال عَجْلَانُ، عَجْلَى اور عِجَال ہے۔
اِمْرَاةٌ رَجْلَى بروزن عجلى: (پا پیادہ عورت)۔ نِسْوَةٌ رِجَال بروزن عِجالٌ: (پا پیادہ عورتیں)۔
الرَّجُلُ: مرد، اِمْرَاة کی ضد، اس کی جمع رِجالٌ اور رجالات ہے۔ اس کی مثال جِمَالٌ، جمالاتٌ اور أراجِلٌ. عورت کو رَجُلَةٌ بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: كانت عَائشةُ رضي الله عنها رَجُلَةَ الرَّأيِ: حضرت عائشہؓ صاحب رائے تھیں۔ الرَّجُلُ کا اسم تصغیر رُجَيْلٌ اور رُوَيْجِلٌ بھی ہے جو خلاف قیاس ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ رُوَيْجِلُ، رَاجِلٌ کا اسم تصغیر ہے۔
الرُّجُلَةُ: (راء مضموم)۔ الرَّجُلُ الرَّاجِلُ اور اَرْجَلُ کا مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: الرَّجُلُ بَيِّنِ الرُّجْلَةِ والرُّجُولَةِ والرُّجُولِيَّةِ، یعنی الرَّجُلُ، رُجلة رجولت اور رَجُولیت کا مظہر ہے۔ یعنی الرَّجل مردانگی کا ظاہر اور واضح ثبوت ہے۔
رَاجِلٌ جَيِّدُ الرُّجُولَةِ: اچھی مردانگی والا مرد۔
فَرَسٌ أرْجَلُ-بَيِّنُ الرَّجَلِ والرُّجْلةِ: طاقتور گھوڑا۔
شَعْرٌ رَجَلٌ وَرَجِلٌ: (جیم مفتوح و مکسور)، کم گھنگریالے بال۔ کہہ سکتے ہیں کہ رَجَّلَ شَعْرَهُ تَرْجِيلًا. اس نے بال سیدھے کیے۔
میرا کہنا ہے کہ تَرْجِيْلُ الشَّعْرِ کا مطلب تو بالوں کو گھنگریالے بنانا ہے۔ اور تَرْجِيلُهُ کا معنی صرف کنگھی کرنا بھی ہے۔
اِرتجال الخطبة والشِعر: فی البدیہہ خطبہ یا شعر پڑھنا۔
تَرَجَّلَ: وہ پیدل چل پڑا۔
ر ج م-الرَّجْمُ: قتل کرنا۔ اصلاً اس کا معنی سنگ کرنا ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس سے رَجِيْمٌ، مَرْجُوْمٌ مشتق ہیں۔ بمعنی دھتکارا ہوا اور سنگسار ہو کر مرنے

والا آدمی۔

الرُّجْمَةُ بروزن العُجمة. بڑا پتھر۔ اس کی جمع الرُّجَمُ اور الرِّجَامُ ہے۔ یعنی بڑے پتھر، اوپر تلے چنے ہوئے پتھر نہیں۔ شاید ایسے پتھر جو قبروں پر قُبّہ بنانے کے لئے رکھے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن مغفل نے اپنی وصیت میں کہا کہ: لَا تُرَجِّمُوْا قَبْرِیْ میری قبر پر پتھروں کا ڈھیر نہ بنانا۔ گویا وہ چاہتے تھے یا ان کی مراد یہ تھی کہ ان کی قبر کو زمین کے ساتھ ہموار کیا جائے۔ اور قبر زمین سے اونچی قبہ دار نہ ہو جائے۔ ضحاک نے بھی اپنی وصیت میں یہی کچھ کہا کہ: اِرْمُسُوْا قَبْرِی رَمْسًا: میری قبر کو اچھی طرح زمین کے برابر کر دو۔ محدثین کہتے ہیں کہ یہ عبارت لَا تَرْجُمُوْا قَبْرِیْ: (جیم بغیر تشدید کے) ہے۔ لیکن درست بات یہی ہے کہ تُرَجِّمُوْا میں جیم مشدد ہے۔

الرَّجْمُ: اٹکل پچو۔ یعنی صرف اندازے سے بات کرنا۔ قول خداوندی ہے: رَجْمًا بِالْغَیْبِ "بغیر دیکھے بھالے اندازے سے بات کہنا۔" اسی سے الحَدِیْثُ المُرَجَّمُ مشتق ہے۔ یعنی اٹکل پچو بات۔

تَرَاجَمُوْا بالحِجَارة: انہوں نے ایک دوسرے کو پتھر مارے۔

تَرْجَمَ کَلَامَهٗ: اس نے اپنی بات یا اپنے کلام کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا۔ اسی سے التَّرْجُمَانُ مشتق ہے۔ جس کی جمع تَرَاجِمُ ہے۔ بروزن زعفران. جمع زَعَافِرُ. تَرْجَمَان میں جیم مضموم ایک لہجہ یا لغت ہے۔ نیز تاء مضموم اور جیم مضموم دونوں اکٹھے یعنی التُّرْجُمَان بھی ایک لہجہ یا لغت ہے۔

ر ج ا — اَرْجَیْتُ الأَمْرَ: میں نے کام کو مؤخر کر دیا۔ یہ ہمزہ کے ساتھ اور حرف لین کے ساتھ دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ یعنی اَرْجَأْتُ اور اَرْجَیْتُ. قول خداوندی کو یوں پڑھا گیا ہے: وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ: یعنی دوسرے لوگوں کا معاملہ وحی الٰہی آنے تک مؤخر کر دیا گیا۔ اور وَاَرْجِهْ وَاَخَاهُ: اسے اور اس کے بھائی کو ڈھیل دے۔ اس سے اسم صفت رَجُلٌ مُرْجٍ اور قَوْمٌ مُرْجِیَةٌ ہوگا۔ اور اسے صفت نسبتی بنانے کی صورت میں کہیں گے: رَجُلٌ مُرْجِیٌّ: (یاء مشدد کر کے) جس طرح سے مادہ ر ج أ کے ذیل میں اس کا ذکر آ چکا ہے۔

الـرَّجَـاءُ: (الف ممدود) امید، آس، توقع۔ کہا جاتا ہے: رَجَاهُ: اس نے اس سے استدعا کی یا امید رکھی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ اور مصدر رَجَاءٌ اور رِجَاوَةٌ

ہے۔ تَرَجَّاهُ، إِرْتَجَاهُ اور تَرَجَّاهُ تَرْجِيَةً سب کا معنی ایک ہی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض اوقات الرَّجْوُ اور الرَّجَاءُ خوف کے معنی میں استعمال ہوئے ہوں۔ قول خداوندی ہے: مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا: یعنی تم خدا کی عظمت سے نہیں ڈرتے۔ ابوذؤیب نے کہا کہ:

إِذَا لَسَعَتْهُ النَّحلُ لم يَرْجُ لَسْعَهَا

''اسے بھڑ نے جب کاٹ لیا تو اب اسے بھڑ کے کاٹنے کا ڈر نہیں اور نہ ہی اسے اب بھڑ کے ڈسنے کی پرواہ ہے۔''

الرَّجَا مَقْصُوْرٌ: کنویں کا کنارہ۔ حَافَتَاهَا: کنویں کے دو کنارے۔ کنویں کی ہر طرف کو رَجَا کہتے ہیں۔ اس کا تثنیہ کا صیغہ رَجَوَانِ ہے اور جمع اَرْجَاء ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالْمَلَكُ عَلٰى اَرْجَآئِهَا: اور فرشتے اس کے کناروں پر اتریں گے۔

الأرْجُوَان: ارغوانی رنگ، گہرا سرخ رنگ۔ ابوعبید نے کہا کہ یہی وہ رنگ ہے جسے نشاسج [1] کہتے ہیں۔ ابوعبید نے کہا کہ بہرمان اسکے علاوہ دوسری چیز ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الارجُوان دراصل فارسی کے لفظ ارغوان سے معرّب ہے۔ ارغوان ایک درخت ہے جو حد درجہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ اس سے مشابہت رکھنے والے ہر رنگ کو ارغوانی کہتے ہیں۔

ر ح ب — الرُّحْبُ: (راء مضموم)، بساط، طاقت و قوت اور مقدور، اسی سے متعلق محاورہ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ رَحْبُ الصدر: وہ کشادہ دل انسان ہے۔ الرَّحْبُ: (راء مفتوح)، وسیع، وسعت والا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے اور مصدر رُحْبًا: (راء مضموم) بھی ہے۔ لوگوں کا مَرْحبًا اور اھلًا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اَتَيْتَ سَعَةً وَاَتَيْتَ اهلًا: خوش آمدید، تو مانوس ہو اور اجنبیت محسوس نہ کر۔ رَحَّبَ بِهٖ تَرْحِيْبًا: اس نے اس کی خوب آؤ بھگت کی یا اس نے اسے مَرْحبًا کہا۔ الرَّحِيْبُ: کشادہ دل انسان، فلانٌ رَحِيْبُ الصَّدْرِ: فلاں آدمی کشادہ دل ہے۔

رَحُبَتِ الدَّارُ مِنَ البابِ السَّابِق وارْحَبَتْ: مکان پہلے سے زیادہ وسیع ہوگیا۔

رَحَبَةُ المَسْجِدِ: (حاء مفتوح) مسجد کا صحن۔ اس کا جمع کا صیغہ رَحَبٌ اور رَحَبَاتٌ ہے۔

ر ح ض — رَحَضَ يَدَهُ وَثَوْبَهُ: اس نے اپنا ہاتھ اور کپڑا دھویا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

[1] یہ لفظ اصلاً نشاستہ ہوگا جسے معرب کیا گیا ہے۔

الثَّوْبُ رَحِيضٌ ومَرْحُوضٌ: کپڑا دُھلا ہوا ہے۔
المِرْحَاضُ: دھونے کی جگہ۔ اس کی جمع مَرَاحِيضُ ہے۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔
ر ح ق - الرَّحِيقُ: صفائے شراب۔ خالص شراب۔
ر ح ل - الرَّحْلُ: آدمی کا گھر اور گھر کا مال واسباب۔
الرَّحْلُ: کجاوہ۔ یہ قَتَب یعنی پالان سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کی جمع الرِّحَال ہے۔ تین کجاوے کے لئے کہیں گے ثلاثة اَرْحُل.
رَحَلَ البَعِيرَ: اس نے اونٹ پر کجاوہ کس دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ رَحَلَ فُلَانٌ: فلاں شخص چلا گیا یا اس نے کوچ کیا۔ اِرْتَحَلَ اور تَرَحَّلَ: دونوں کا مطلب ایک ہے۔ اس کا اسم الرَّحِيْلُ بمعنی کوچ ہے۔
الرِّحْلَةُ: (راء مکسور) کوچ۔ کہا جاتا ہے کہ: دَنَت رِحْلَتُنَا: ہمارے کوچ کا وقت قریب آ گیا۔ اَعْطَاهُ راحلةً: اس نے اسے سواری دے دی۔
الرَّاحِلَةُ: اونٹنی جو سفر کے قابل ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الرَّاحِلَةُ کا معنی سواری ہے وہ اونٹ کی ہو یا اونٹنی کی۔

المَرْحَلَةُ: مرحلہ اس کی جمع مَرَاحِلُ: دورانِ سفر رُکنے کے مقامات۔
ر ح م - الرَّحْمَةُ: نرمی اور شفقت۔
المَرْحَمَةُ: کا بھی یہی مطلب ہے۔
قَدْ رَحِمَهُ: (حاء مکسور) رَحْمَةً اور مَرْحَمَةً بھی، اس نے اس پر ترس کھایا یا رحم کیا۔
تَرَحَّمَ عليه: اس نے اس پر شفقت کی۔
تَرَاحَمَ القَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے پر ترس کھایا۔
الرَّحَمُوْتُ: رَحِمَ سے مشتق ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: تُرْهَبُوْتٌ خَيْرٌ مِن تَرْحَمُوْتٍ: یہ بات کہ تجھے سخت خوف زدہ کیا جائے بہتر ہے اس سے کہ تم پر ترس کھایا جائے۔
الرَّحِمُ: قرابت، رشتہ داری۔
الرِّحْمُ: بروزن الجِسْم کا معنی بھی یہی ہے۔
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ: دو اسم جو الرَّحْمَة سے مشتق ہیں۔ ان کی مثال نَدِيْمٌ اور نَدْمَانٌ ہے دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اگر اشتقاق مختلف ہو تو تاکید کیلئے دو اسموں کا دوبارا استعمال جائز ہے۔ اس کی ایک اور مثال: فُلَانٌ جَادٌّ مُجِدٌّ ہے۔ البتہ الرَّحْمٰنُ ایسا نام ہے جو ذات باری کے ساتھ مختص ہے۔ اللہ کی ذات کے سوا کسی کو

اس نام سے موسوم کرنا جائز نہیں ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ: گویا اللہ تعالیٰ نے الرَّحْمٰن کو ایسے اسم کے برابر قرار دیا جس میں کوئی ذات باری کا شریک نہیں ہے۔ مسیلمہ کذاب اپنے آپ کو رَحْمَانُ السَّمَامَةِ کہلاتا تھا۔ الرَّحِيْمُ ہوسکتا ہے کہ یہ مرحوم کے معنوں میں مستعمل ہوا ہو۔ جس طرح یہ راحِم کے معنوں میں بھی استعمال ہوسکتا ہے۔

الرُّحْمُ: (راء مضموم) رحمت۔ قول خداوندی ہے: اَقْرَبُ رُحْمًا: "اور جو رحمت وشفقت میں اس سے بہتر ہو۔" اور الرُّحُمُ: (راء اور حاء دونوں مضموم)، کا معنی بھی یہی ہے۔

ر ح ی—الرَّحٰی: چکی، یہ مؤنث ہے۔ اس کا صیغہ تثنیہ رَحَيَانِ ہے جس نے الرَّحٰی میں یائے ممدود کے بدلے الف ممدود بتایا تو اس نے اسے رَحَاءَ، تثنیہ رَحَاءَانِ اور جمع اَرْحِيَة کہا جس کی مثال عَطَاءَ تثنیہ عطائَيِنِ اور اَعْطِيَة ہے۔

ثلاث اَرْحٍ: تین چکیاں اور کثرت کیلئے اَرحاء کہیں گے۔

رَحَى الْقَوْمِ: قوم کا سردار۔

رَحَى الْحَرْبِ: جنگ کا بڑا حصہ۔

الرَّحٰی: داڑھ۔ الأرحاء: داڑھیں۔

ر خ ص—الرُّخْصُ: ارزانی۔ الغلاء: (گرانی) کی ضد۔

قَدْ رَخُصَ السِّعْرُ: نرخ سستا ہوگیا۔ رَخُصَ میں خاء مضموم ہے۔ اس کا مصدر رُخْصًا ہے۔

اَرْخَصَهُ اللّٰهُ: اللہ نرخ ارزاں اور سستا کرے۔ اس کا اسم فاعل رَخِيصٌ بمعنی سستا ہے۔

اِرْتَخَصَ الشَّيْئُ: اس نے چیز سستی خرید لی۔ اِرْتَخَصَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے چیز کو سستا سمجھا، یا جانا۔

الرُّخْصَةُ فِی الأمْرِ: احکام واوامر شرعیہ میں رخصت کا مؤقف اختیار کرنا بخلاف سخت مؤقف اختیار کرنے کے۔

قَدْ رَخَّصَ لَهُ فِی كَذَا تَرْخِيْصًا فَتَرَخَّصَ: فلاں معاملے میں اسے رخصت دی گئی تو اس نے رخصت کا مؤقف اپنا لیا۔

وَلَمْ يَسْتَقْصِ: اور اس نے معاملے کی زیادہ کھوج نہیں کی۔

الرَّخْصُ: نرم ونازک۔ کہا جاتا ہے کہ هُوَ رَخْصُ الْجَسَدِ: وہ نازک بدن یا نازک اندام ہے۔ الرَّخَاصَةُ اور الرُّخُوصَةُ دونوں کا یہی معنی ہے۔

ر خ م-الرَّخَمَةُ: سیاہ و سفید داغوں والے گدھ کی طرح کا پرندہ۔ اس کی جمع رَخَمٌ ہے۔ اس کا اطلاق ان پرندوں کی جنس پر ہوتا ہے۔
كَلَامٌ رَخِيمٌ: نرم و شستہ گفتگو۔
التَّرْخِيمُ: تلیین۔ حروف علت کو ہمزہ کی بجائے حروف لین کی طرح پڑھنا یا بولنا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترخیم سے مراد حذف ہے۔ اسی سے تَرْخِيمُ الاسم في النداء ہے، یعنی نداء کے آخر میں ایک یا ایک سے زیادہ حروف کا حذف۔
الرُّخَامُ: سنگ مرمر۔
ر خ ا-شَيْئٌ رِخْوٌ: (راء مکسور)، نرم و ملائم چیز۔ آسودہ۔
أَرْخَى السِّتْرَ: اس نے پردہ لٹکایا۔
اسْتَرْخَى الشَّيْئُ: چیز لٹک گئی، ڈھیلی ہو گئی۔
تَرَاخَى السَّمَاءُ: بارش برسنے میں دیر لگ گئی۔
رَخِيُّ البال: آسودہ دل، فارغ البال یا خوشحال شخص۔ بَيِّنُ الرخاء: (الف ممدود) خوشحال اور آسودہ۔
رُخَاءٌ: (راء مضموم)، نرم و خوشگوار ہوا۔
ر د أ-الرَّدِيْئُ: (یاء ممدود)، فاسد، بیکار، ردّی۔ اس کا باب ظرف ہے۔
أَرْدَأَهُ: اس نے اسے خراب کر دیا۔

أَرْدَأَهُ: کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اس کی مدد کی۔
الرِّدْءُ: مدد اور اعانت۔
ر د د-رَدَّهُ عَنْ وَجْهِهِ، يَرُدُّهُ رَدًّا وَرِدَّةً: (راء مکسور)، ومَرْدُودًا ومَرَدًّا: اس نے اسے اپنے چہرے سے دور ہٹا دیا۔ قول خداوندی ہے: فَلَا مَرَدَّ لَهُ: "پھر وہ فیصلہ ٹل نہیں سکتا۔" رَدَّ عَلَيْهِ الشَّيْئَ اذا لم يَقْبَلْهُ وَكذا اذا خَطَّأَهُ: "اس نے چیز قبول نہیں کی تو لوٹا دی۔ اسی طرح جب اس نے کسی کو غلطی پر پایا تو اسے لوٹا دیا۔
رَدَّهُ الى منزله: اس کو اس کے گھر کی طرف لوٹا دیا۔
رَدَّ اِلَيْهِ جوابًا: اس نے اس کو جواب لوٹا دیا۔
شَيْئٌ رَدٌّ: ردی و نا قابل قبول چیز۔
رَدَّدَهُ: اس نے اسے دہرایا۔ اس کا مصدر تَرْدِيدًا، تَرْدادًا (تاء مفتوح)۔
فَتَرَدَّدَ: پس وہ شک میں پڑا یا متردّد ہوا۔
الإرْتِدَادُ: رجوع، لوٹنا۔ اسی سے لفظ المُرْتَدّ مشتق ہے۔
الرِّدَّةُ: (راء مکسور)، اس کا اسم ہے جس کا معنی مرتد ہونا ہے۔
اسْتَرَدَّهُ الشَّيْئَ: اس نے اس سے چیز

واپس مانگی۔

الرِّدِّيدَى: (یاء مقصور و راء مکسور، دال مکسور ومشدد) بمعنی ردّ یعنی لوٹانا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا رِدِّيدَى فِی الصَّدَقَةِ: زکوٰۃ میں لوٹانا نہیں ہے۔

رَادَّهُ عَلَيْهِ: اس نے اسے لوٹا کر دے دیا۔

هُمَا يَتَرَادَّانِ: وہ دو ایک دوسرے کو ہر خرید وفروخت لوٹا دیتے ہیں، یعنی بیع کو فسخ کر دیتے ہیں۔

هٰذَا الأَمْرُ أَرَدُّ عَلَيْهِ: مجھے اس کام میں نفع ہوتا ہے۔ اور هٰذَا أَمْرٌ لَا رَادَّةَ لَهُ: اس کام کا کچھ فائدہ نہیں اور اس سے رجوع ممکن ہے۔

ر د ع - رَدَعَهُ عَنِ الشَّيْئِ فَارْتَدَعَ: اس نے اسے کسی چیز سے روکا تو وہ رک گیا یا باز رہا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ر د غ - الرَّدْغَةُ: (دال مفتوح وساکن) پانی، مٹی اور سخت کیچڑ۔

ر دِ ف - الرِّدْفُ - المُرْتَدِفُ: گھڑ سوار کے پیچھے بیٹھنے والا۔

أَرْدَفَهُ: اس نے اسے گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔ ایک چیز کے پیچھے آ لگنے والی چیز اس کی رِدف ہوگی۔ الرِّدف کا معنی جانور کا پچھلا حصہ یعنی پٹھ بھی ہے۔

الـرَّدِيفُ اور المُرْتَدِفُ ہم معنی الفاظ ہیں۔

رَدِفَهُ: (دال مکسور) اس نے اس کی اتباع یا متابعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ: نَزَلَ بِهِمْ أَمْرٌ فَرَدِفَ لَهُمْ آخَرُ أَعْظَمُ مِنْهُ: ان پر ایک بلا نازل ہوئی، تو اس کے پیچھے ایک اور بلا آئی جو پہلی سے زیادہ بڑی تھی۔ قول خداوندی ہے: تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ: "پھر اس کے معاً بعد ایک اور زلزلہ آئے گا۔"

أَرْدَفَهُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی اس کے پیچھے آیا۔

هٰـذِهِ دَابَّـةٌ لَا تُرَادِفُ: یہ سواری کا جانور ہے جو سوار کے پیچھے دوسرے کو نہیں اٹھاتا۔

إِسْتَرْدَفَهُ: اس نے اسے اپنے ساتھ بٹھانے کیلئے کہا۔

اَلتَّرَادُفُ: تتابع۔ ایک دوسرے کے پیچھے ہونا۔

ر د م - رَدَمَ الثُّلْمَةَ: اس نے درز بھر دی یا شگاف پر کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الرَّدْمُ: اس کا اسم ہے۔ اور اس کا معنی بھرائی یا فلنگ ہے۔

ر د ن - الرُّدْنُ: (راء مضموم) آستین۔ کہا جاتا ہے کہ: قَمِيصٌ وَاسِعُ الرُّدْنِ: چوڑی آستین والی قمیض۔ اس کی جمع الأَرْدَانُ ہے۔

الـمِرْدَنُ: تکلا۔

الْأُرْدُن: (الف مضموم اور دال مضموم و مشدد) دریائے اُردن اور شام کی بلندیوں پر ایک علاقہ۔
الْقَنَاةُ الرُّدَيْنِيَّةُ: رُدینی نیزے اور الرُّمْحُ الرُّدَيْنِيُّ: رُدینی تیر۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تیر اور نیزے سمہر کی عورت کے نام منسوب ہیں جس کا نام رُدَينَة تھا۔ یہ دونوں خط ہجر پر نیزے سیدھے کرتے تھے۔

ر د ی - رَدَى فِي الْبِئْرِ وَتَرَدَّى: وہ کنویں میں گر گیا یا پہاڑ سے لڑھک گیا۔
الرِّدَاء: چادر جو اوڑھی جاتی ہے۔ اسکا تثنیہ کا صیغہ رِدَاءَانِ اور رِدَاوَان ہے۔
تَرَدَّى اور اِرْتَدَى: اس نے چادر اوڑھ لی۔ رَدَّاهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے چادر پہنا دی۔ اس کا مصدر تَرْدِيَةٌ ہے۔
رَدِيَ: اس کا باب صَدِیَ ہے، اور معنی وہ ہلاک ہوا۔
أَرْدَاهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے ہلاک کر دیا۔

ر ذ ذ - الرَّذَاذُ: (راء مفتوح) پھوار، ہلکی بارش۔ کہا جاتا ہے: أَرَذَّتِ السَّمَاءُ: آسمان سے پھوار پڑی۔

ر ذ ل - الرَّذْلُ: خسیس اور کمینہ، رذیل شخص۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اسم فاعل رَذْلٌ اور رُذَالٌ (راء مضموم)۔ مِنْ قَوْمٍ یعنی قوم کے کمینے لوگ۔ اس کی جمع رُذُولٌ، اَرْذَالٌ، رُذَلَاءُ ہے۔ اَرْذَلَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے رذیل بنا دیا۔
رَذَلَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم مفعول مَـرْذُوْل ہے۔
رُذَالُ كُلِّ شَيْئٍ: ہر چیز کا ردی حصہ۔

ر ز أ - الرُّزْءُ والْمَرْزِئَةُ والرَّزِيئَةُ: (یاء ممدود) اور الرَّزِيَّةُ: مصیبت۔ اس کی جمع الرَّزَايا ہے۔ قَدْ رَزَأَتْهُ رَزِيئَةٌ: اس پر ایک مصیبت آئی ہے۔

ر ز ب - الْمِـرْزَابُ: یہ الْمِيزاب کا ایک اور لہجہ یا لُغت ہے۔ لیکن یہ غیر فصیح کلمہ ہے۔
الْإِرْزَبَّةُ: وہ آلہ جس سے مٹی کے ڈھیلے توڑے جاتے ہیں۔ اگر اس کو میم سے یعنی مِرْزَبَةٌ پڑھا جائے تو پھر باء مشدد نہیں ہوگا۔
الْإِرْزَبُّ: کوتاہ۔

رَ زْ دَ ق - الرُّزْدَاقُ: لفظ رُستاق بمعنی گاؤں کے معرّب کا تلفظ یا لغت ہے۔

ر ز ز - الرَّزَّةُ: وہ لوہا جس میں قفل کو داخل کیا جاتا ہے۔ رَزَّ الْبَـابَ: اس نے دروازہ درست کیا یا دروازہ پر لوہا لگا دیا۔
الرُّزُّ: (راء مضموم) الْأُرْزُ کا ایک تلفظ یا لہجہ بمعنی چاول۔

ر ز ق - الرِّزْقُ: رزق، روزی۔ جس سے

نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَرْزَاق ہے۔ الرِّزْق کا معنی عطاء اور بخشا بھی ہے۔ اور اس قول کا مصدر ہے کہ رَزَقَهُ اللہ یرزقُهٗ: (زاء مضموم) رزقًا: روزی دینا، یا صرف دینا اور بخشا۔

(میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا ہے کہ کہا جاتا ہے: رَزَقَ اللّٰهُ الخلقَ رِزْقًا: اللہ نے بندوں کو رزق دیا ہے (راء مکسور) اس کا مصدر حقیقی رزقًا ہے۔ اسم کو مصدر کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے)۔

اِرْتَزَقَ الجُنْدُ: فوج نے اپنے روزینے لے لیئے۔ قول خداوندی ہے: وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ: "خدا کی دی ہوئی روزی اور اس کے رزق کی شکر گزاری یوں کرتے ہو کہ جھٹلاتے ہو۔" اس کی ایک اور مثال یہ قول خداوندی ہے: وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ ہے جہاں القَرْيَة سے مراد اهل القرية لی گئی ہے۔ بعض اوقات بارش کو بھی رزقًا کہا گیا ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ: اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جو بارش برسائی ہے تو اس سے مردہ زمین کو زندہ کر کے سرسبز کر دیا ہے۔ اس آیت میں رزق سے مراد بارش لی گئی ہے۔ اور دوسری آیت میں ہے کہ: وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ: آسمان میں تمہاری روزی یعنی روزی کا باعث بارش ہے۔" یہ زبان کی وسعت ہے۔ اسی طرح محاورہ ہے کہ التَّمْرُ فِي قَعْرِ القَلِيْب: کھجور کنویں کی تہہ میں ہے۔ یعنی کنویں کے پانی سے سیراب ہو کر ہی کھجور کے درخت پھل لاتے ہیں۔ اسی طرح رَجُلٌ مَرْزُوْقٌ سے مراد خوش نصیب شخص لی جاتی ہے۔

ر ز م — رَزَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو اکٹھا کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الرِّزْمَةُ: (راء مکسور) کا معنی کپڑوں کا گٹھا یا گٹھڑ ہے۔ قَدْ رَزَّلَهَا تَرْزِيْمًا: اس نے کپڑوں کا گٹھڑ اچھی طرح باندھ دیا۔

المُرَازَقَةُ فِي الْاَكْلِ: کھانے میں دو چیزوں کو اکٹھے ملا کر کھانا۔ جس طرح کوئی آدمی جراد (ٹڈی) اور کھجور ملا کر کھائے۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا اَكَلْتُمْ فَرَازِمُوْا: جب تم کھانے لگو تو اس کا شکر اور اس کی حمد بیان کرو۔

(میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب تم کھانے لگو تو مُرازمه کرو۔ اس کی تفسیر میں اصمعی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خوراک میں مختلف چیزیں بدل بدل کر کے استعمال کرو۔ مثلاً:

کسی دن گوشت۔ کسی دن شہد، اور کسی دن دودھ وغیرہ۔ تا کہ ہر روز یعنی ہمیشہ کوئی ایک ہی چیز نہ کھاتے رہو۔ ابن الاعرابی نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ اپنے کھانے کے ساتھ اللہ کا شکر ساتھ ملا لو، یوں کہ ہر لقمہ اور دوسرے لقمے کے درمیان الحمد لِلّٰہ کہا کرو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ المرازمة کا معنی یہ ہے کہ انسان، نرم، خشک، میٹھا، کھٹا و ترش، سالن کے ساتھ اور بغیر سالن کے بدذائقہ ہر طرح کا کھانا کھائے۔ گویا اس سے مراد یہ ہے کہ خوشگوار و ناخوشگوار ہر طرح کا کھانا کھانا چاہیے۔

ر ز ن—الرزانَةُ: وقار، پختگی۔

قَدْ رَزُنَ الرَّجُلُ: آدمی پُر وقار اور پختہ کار ہو گیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اور اسم فاعل رَزِیْن ہے، یعنی باوقار۔

رَزَنْتُ الشَّیْئَ: میں نے چیز کو باوقار بنایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ جب تم اسے مرفوع پڑھو تا کہ اس کا ثقیل ہونا اور خفیف ہونا معلوم کرو۔ شَیْئٌ رَزِیْنٌ: بھاری چیز۔

الرَّوْزَنَةُ❶: روشن دان۔ یہ کلمہ معرب ہے۔

ر ز یـــــة: دیکھیے بذیل مادہ ر ز ا۔

ر س ب—رَسَبَ الشَّیْئُ فی الماء: پانی میں کسی چیز کا تہ میں بیٹھ جانا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

ر س ت ق—الرُّسْتَاقُ: فارسی سے معرب کلمہ۔ اسے رُسْدَاق بھی پڑھا یا اور بولا گیا ہے۔ یعنی گاؤں، دیہات۔ اس کی جمع الرَّسَاتِیْقُ ہے۔

ر س خ—رَسَخَ الشَّیْئُ: چیز ثبت ہو گئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ ہر ثابت چیز رَاسِخ ہے۔ اسی سے الرَّاسِخُوْنَ فی العِلْم ہے۔ یعنی علم میں گہری اور پائیدار نظر رکھنے والے لوگ۔

ر س س—رَسُّ الحُمّٰی: بخار کا اثر کرنا۔ یعنی بخار کا محسوس ہونا۔

الرَّسُّ کا معنی پتھروں سے لپٹا ہوا کنواں بھی ہے۔

الرَّسُّ: ایک کنویں کا نام بھی ہے جو قوم ثمود کی باقیات میں سے تھا۔

ر س غ—الرُّسْغُ من الدَّوَابِّ: چوپاؤں کی اگلی ٹانگوں میں ٹخنے کی جگہ۔ کلائی، پونچا۔ الرُّسْغ میں سین ساکن اور مضموم ہے۔

ر س ل: لوگوں کا یہ کہنا کہ اَفْعَلُ کَذَا وَکَذَا عَلٰی رِسْلِکَ (راء مکسور) میں فلاں فلاں کام باوقار طریقے سے کروں گا۔ رِسْلِکَ میں راء مکسور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عَلٰی هِیْنَتِکَ: سکون اور وقار

❶ اصل فارسی لفظ "روزن" ہے۔

سے رہو یا کرو۔ انہیں معنوں میں یہ کلمہ حدیث شریف میں آیا ہے: إِلَّا مَنْ اعْطَى فِي نَجْدِيَتِهَا وَرِسْلِهَا: سوائے اس کے کہ جس نے آسانی اور سختی کی دونوں حالتوں میں عطا کیا یا بخش دیا۔ حدیث میں نحدة اور رِسْل کا معنی آسودگی اور بدحالی ہے۔ حدیث میں ذکر ہے کہ کوئی شخص صدقہ وزکوۃ میں موٹے تازے فربہ اور خوبصورت جانور دیتا ہے، ایسے مال کا نکالنا مالک کیلئے گراں ہوتا ہے۔ اسے نَجدتُها کہا جاتا ہے۔ اور تنگی و بدحالی میں جو جانور دیتا ہے وہ نسبتاً کمزور اور دبلے پتلے ہوتے ہیں۔ الرِّسْلُ: دودھ کو بھی کہتے ہیں۔ رَاسَلَهُ مُرَاسَلَةً: اس نے اسے ایک مراسلہ لکھا۔ اس کا اسم فاعل مُرَاسِلٌ اور رَسِيلٌ ہے۔

اَرْسَلَهُ فِي رِسَالَةٍ: اسے پیغام دے کر بھیجا۔ اس کا اسم مفعول مُرْسَلٌ اور رَسُوْلٌ ہے۔ اس کی جمع رُسُلٌ ہے۔

الْمُرْسَلَاتُ: ہوائیں۔ اس کا معنی ملائکہ بھی کہا گیا ہے۔ الرَّسُوْلُ کا معنی پیغام بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: إِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ: ''ہم جہانوں کے مالک کے بھیجے ہوئے ہیں۔'' آیت میں رَسُوْلاً تثنیہ کا صیغہ نہیں ہے۔ کیونکہ فَعُوْلاً اور فعیلاً کے وزن پر اسماء میں مذکر اور مؤنث یکساں اور ایک جیسے ہوتے ہیں اور واحد اور جمع بھی یکساں ہوتے ہیں۔ اس کی مثال عَدُوٌّ اور صِدِّيْقٌ ہے۔

رَسِيْلُ الرَّجُلِ: وہ شخص جو کسی کو جھگڑے، جدوجہد وغیرہ میں خط بھیجے۔

اِسْتَرْسَلَ الشَّعْرُ: بال کنگھی کرکے سیدھے ہوگئے۔

اِسْتَرْسَلَ اِلَيْهِ: وہ خوش ہوا۔ اور مانوس ہوا۔ تَرَسَّلَ فِي قِرَاءَتِهِ: اس نے اپنی قراءت میں اپنی آواز دھیمی کر دی۔

ر س م — الرَّسْمُ: نشان۔

رَسْمُ الدَّارِ: گھر کا نشان، جو گھر کی بربادی کے بعد زمین پر باقی رہتا ہے۔ گھر مٹنے کے نشانات۔

الرَّوْسَمُ: (سین اور شین دونوں کے ساتھ) ۔ کندان لکڑی جس سے کھلیان میں اناج پر مہر لگائی جاتی ہے۔

قَدْ رَسَمَ الطَّعَامَ: اس نے اناج پر مہر لگا دی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور اسی طرح رَسَمَ لَهُ فَارْتَسَمَ: اس نے اسے حکم دیا تو وہ اسے بجا لایا۔

اِرْتَسَمَ الرَّجُلُ: آدمی نے تکبیر پڑھی اور دعا کی۔ شاعر کا قول ہے:

وَصَلّٰى عَلٰى دَنِّهَا وَارْتَسَمْ

رَسَمَ عَلٰى كَذَا وَكَذَا: اس نے فلاں فلاں چیز پر لکھا۔ اس کا باب بھی نَصَرَ

ہے۔

ر س ن — الرَّسَنُ: رسّی۔ اس کی جمع أَرْسَانٌ ہے۔

رَسَنَ الفَرَسَ: اس نے گھوڑے کو رسی سے باندھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ أَرْسَنَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ر س ا — رَسَا الشَّيْئُ: چیز ٹک گئی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ مَرْسی (میم مفتوح) لنگر انداز ہونے کی جگہ۔

رَسَتِ السَّفِيْنَةُ: جہاز لنگر انداز ہوگیا۔ اس کا باب عَدَا اور سما ہے۔

(میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے ن ج ر کے ذیل میں الأَنْجَرُ کا معنی جہازوں کی بندرگاہ لکھا ہے، یہ عراقی رسم ہے۔ وہ کہیں کہہ دیتے ہیں کہ هُوَ رَجُلٌ أَثْقَلُ من أَنْجِرِ: وہ آدمی بندرگاہ سے بھی زیادہ بھاری ہے۔ الازہری رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف "التھذیب" میں اس کی عملی صورت بیان کی ہے۔ قول خداوندی: بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسَاهَا: "اللہ کے نام سے اس کشتی کا چلنا اور لنگر انداز ہونا ہے۔" اس کا ذکر بذیل مادہ ج ر ي میں گزر چکا ہے۔

المِرْسَاةُ: جہاں کشتیاں یا جہاز لنگر انداز ہوتے ہیں۔ اسے فارسی والے لنگر کہتے ہیں۔

الرَّوَاسی من الجِبَال: پہاڑی چٹانیں۔ اس کا واحد کا صیغہ رَاسِيَةٌ ہے۔

ر ش ح — رَشَحَ: اسے پسینہ آگیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ محاورہ ہے: لَمْ يَرْشَحْ لَهُ بِشَيْئٍ: اس نے اسے کچھ نہیں دیا۔

فُلانٌ يُرَشَّحُ للوزارة: فلاں شخص وزارت کے لئے چنا جا رہا ہے۔ (اس میں شین مفتوح ہے) یعنی اسے وزارت کے منصب کے لائق سمجھا جاتا ہے اور اس منصب کیلئے اس کی تربیت کی جاتی ہے۔

ر ش د — الرَّشَاد: ہدایت و رُشد، غیّ یعنی گمراہی کی ضد۔ رَشَدَ يَرْشُدُ بروزن قَعَدَ يَقْعُدُ، رُشْدًا (راء مضموم) وہ ہدایت پاتا ہے۔ اس کا طَرِبَ باب سے ایک اور لہجہ بھی ہے۔

أَرْشَدَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے ہدایت دے۔

الطَّرِيْقُ الأَرْشَدُ: زیادہ اچھا راستہ، ہدایت کا بہتر راستہ۔ تم کہتے ہو کہ هُوَ لِرِشْدَةٍ، لِزِنْيَةٍ کی ضد ہے۔ یعنی نکاح زنا کی ضد ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس لفظ میں راء اور زاء مکسور بھی ہیں اور مفتوح بھی۔

ر ش ش — الرَّشُّ: للمَآء والدّم والدَّمع: پانی، خون اور آنسو چھڑکنا۔ یا پانی چھڑکنا، خون بہانا اور آنسو گرانا یا بہانا۔

قَدْ رَشَّ المكانَ: اس نے جگہ پر

چھڑکاؤ کیا۔ اسکا باب ردّ ہے۔
تَرَشَّشَ عَلَيْهِ الْمَاءُ: اس پر پانی کا چھڑکاؤ ہوا۔
الرَّشُّ: بارش۔ اس کی جمع رِشَاشٌ ہے۔
رَشَّتِ السماء وأَرَشَّتْ: آسمان نے مینہ برسایا۔ الرَّشَاشُ: (راء مفتوح) خون کے چھینٹے۔
ر ش ف – الرَّشْفُ: چوسنا۔
قَدْ رَشَفَهُ: اس نے چوس لیا۔ یا گھونٹ گھونٹ کرکے پیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اِرْتَشَفَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔
ضرب المثل ہے کہ الرَّشْفُ أَنْقَعُ یعنی اگر چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر انسان پانی پیئے تو پیاس میں یہ عمل زیادہ سکون بخش ہوتا ہے۔
ر ش ق – الرَّشْقُ: تیر اندازی۔ قَدْ رَشَقَهُ بالنَّبْلِ: اس نے اسے تیر مارا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
رَجُلٌ رَشِيْقٌ: حسن قامت والا شخص۔
رَشُقَ رَشَاقَةً: اس کا باب ظَرُفَ ہے۔
ر ش م – رَشَمَ الطَّعام: اس نے خوراک یا اناج پر مہر لگا دی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ الرَّوْشَمُ (سین یا شین دونوں) وہ تختی جس میں اناج کے کھلیان کو مہر لگائی جاتی ہے۔
ر ش ن – الرَّاشِنُ: بن بلایا مہمان۔ ایسا شخص جو کسی تقریب میں بغیر دعوت کے شامل ہو۔ اسی کو طفیلی بھی کہا جاتا ہے۔ البتہ ایسا شخص جو عین اس وقت مجلس میں آدھمکتا ہے جب لوگ کھانا کھا رہے ہوں تو ایسے شخص کو الوارش کہتے ہیں۔
الرَّوْشَنُ: روشندان کو کہتے ہیں۔
ر ش ا – الرِّشَاءُ: رسی۔ اس کی جمع اَرْشِيَةٌ ہے۔
الرِّشْوَةُ: (راء مکسور و مضموم) رشوت۔ اس کی جمع رِشًا ہے۔ (راء مکسور بھی ہے اور مضموم بھی)۔
رَشَاهُ: اس نے اسے رشوت دی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔
اِرْتَشٰى: اس نے رشوت لی۔
اِسْتَرْشٰى فِي حُكْمِهٖ: اس نے اپنے فیصلے میں رشوت طلب کی۔ اَرْشَاهُ: اس نے اسے رشوت دی۔ اَرْشَى الدَّلْوَ: اس نے ڈول میں رسی باندھ دی یا ڈال دی۔
ر ص د – الرَّاصِدُ لِلشَّيْءِ: کسی چیز کی گھات میں بیٹھا شخص۔ اس کا باب نَصَرَ اور رَصَدًا (راء اور صاد دونوں مفتوح) بھی ہے۔ التَّرَصُّدُ: نگرانی کرنا۔
الرَّصَدُ (راء و صاد مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ القَوْمُ يَرْصُدُوْنَ كَالْحَرَسِ – الرَّصَدُ: واحد جمع اور

مؤنث کیلئے یکساں صیغہ ہے۔ بعض اوقات رصد کی جمع ارْصاد کہا گیا ہے۔

اَلْمَرْصَدُ بروزن اَلْمَذْهَبُ: نگرانی اور گھات کی جگہ۔ اَرْصَدَهُ لِكَذَا: فلاں کیلئے اس نے گھات تیار کی۔ حدیث شریف میں ہے: اِلَّا اَنْ اُرْصِدَهُ لِدَيْنٍ عَلَيَّ: ''سوائے اس کے کہ اپنے ذمے قرض کی ادائیگی کیلئے باقی رکھ چھوڑوں'' [1]

اَلْمِرْصاد: (میم مکسور) راستہ۔

ر ص ص — رَصَّ الشَّيْئَ: کسی چیز کے ایک حصے کو دوسرے حصے سے چپکانا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسی لفظ سے بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے سیسہ پلائی ہوئی دیوار یا عمارت۔

رَصَّصَهُ تَرْصِيصًا کا معنی بھی یہی ہے۔

تَراصَّ الْقومُ فی الصف: قوم صف میں گھٹ کر کھڑی ہوگئی۔

اَلرَّصَاصُ: (راء مفتوح) سیسہ، عام لوگ اسے مکسور پڑھتے ہیں۔ یعنی اَلرِّصاص.

شَيْئٌ مُرَصَّصٌ: سیسہ پلائی ہوئی چیز۔ نہایت مضبوط۔

ر ص ع — اَلتَّرْصِيع: ترکیب۔ مرصع کرنا۔ جڑاؤ کرنا۔

تاجٌ مُرَصَّعٌ بالجواهر: جواہر سے جڑا ہوا تاج۔

سَيْفٌ مُرَصَّعٌ: جڑاؤ کاری کی ہوئی تلوار، حلقوں سے آراستہ کی ہوئی تلوار۔ اس کا واحد رَصِيْعَةٌ ہے۔

ر ص ف — رَصَفَ قَدَمَيْهِ: اس نے اپنے دونوں پاؤں جوڑ لیئے۔ یا ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

تَـرَاصف القَومُ فِي الصَّف: لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر صف میں کھڑے ہوگئے۔ عَمَلٌ رَصِيْفٌ وَجَوابٌ رَصِيْفٌ: مضبوط و محکم کام اور جواب۔

رُصافَةٌ: ایک جگہ کا نام ہے۔

ر ص ن — اَلرَّصِيْنُ: محکم اور مضبوط، پختہ۔

قَدْ رَصُنَ: وہ محکم و مضبوط ہوگیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

ر ض ب — اَلرُّضَاب: (راء مضموم) تھوک، لُعاب دہن۔

اَلرَّاضِبُ: ایک قسم کی بیری۔ اور موسلا دھار بارش۔

---

[1] حدیث کا مکمل معنی یہ ہے کہ: ''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالوں تو بھی میں اسے پسند نہیں کرتا کہ تیسری رات آجائے اور ایک اشرفی برابر بھی میرے پاس باقی بچے سوائے اس کے کہ قرض کی ادائیگی کیلئے رکھ چھوڑوں۔''

ر ض خ - رَضَخَ: اس نے اسے تھوڑا سا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

رَضْرَض: دیکھئے بذیل مادہ ر ض ض.

ر ض ض - الرَّضُّ کوٹنا، دلیا کوٹنا یا دلنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الرَّضْرَاضُ: کنکر۔ کوٹے یا توڑے ہوئے کنکر۔

رُضَاضُ الشَّيْئُ: کسی چیز کا ٹکڑا۔

رَضْرَضْتَهٗ: تو نے کسی بھی چیز کو توڑا یا ٹکڑے کیا۔

ر ض ع - رَضِعَ الصَّبِيُّ: بچے نے ماں کا دودھ پیا۔ اس کا مصدر رَضَاعًا ہے۔ (راء مفتوح ہے) یہ اہل نجد کا لہجہ یا لغت ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَرْضَعَتْهُ اُمُّهٗ: اس کی ماں نے اسے دودھ پلایا۔

امْرَاَةٌ مُرْضِعٌ: ایسی عورت جس کے پاس بچہ ہو، جسے وہ دودھ پلاتی ہو۔ دودھ پلاتی عورت۔ اور اگر تم نے بچہ کو دودھ پلانے سے عورت کو موصوف کرا ہو تو پھر کہیں گے: مُرْضِعَةٌ هُوَ اَخِيُ مِنَ الرَّضَاعَةِ: (راء مفتوح) وہ میرا دودھ شریک بھائی ہے یا رضاعی بھائی ہے۔

اِرْتَضَعَتِ الْعَنْزُ: بکری نے خود اپنا دودھ پی لیا۔ الفراء کا کہنا ہے کہ: الْمُرْضِعَةُ کا معنی ہے ماں۔ اور الْمُرْضِعُ وہ عورت جس کے پاس کسی کا بچہ ہو، جسے وہ دودھ پلاتی ہو۔ اگر ماں کیلئے یہ لفظ بغیر 'ۃ' تانیث کے استعمال ہو، جس طرح حائض اور طامث حائضہ عورت کیلئے بغیر 'ۃ' استعمال ہوتا ہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اور اگر ماں کے بغیر کسی دوسری دودھ پلانے والی عورت کو الْمُرْضِعَةُ کہا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ الخلیل کا کہنا ہے کہ الْمُرْضِعَةُ الاِرْضاع کا فاعل ہے۔ اور الْمُرْضِعُ الرَّضِيْع کی ذات ہے۔ یعنی الْمُرْضِعُ ایک طرح کا ذاتی نام ہوگا اور الْمُرْضِعَةُ صفاتی نام۔

ر ض ا - الرِّضْوَانُ: (راء مکسور و مضموم) رضامندی۔

الرِّضا اور الْمَرْضَاة دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ رَضِيْتُ الشَّيْئَ وارْتَضَيْتُهٗ: میں نے چیز کو پسند کیا اور اس پر رضامند ہوگیا۔ اس کا اسم فاعل مَرْضِيٌّ ہے اور مَرْضُوٌّ بھی ہے جو اصل پر مبنی ہے۔

رَضِيَ عَنْهُ: وہ اس سے راضی ہوا۔ یا خوش ہوا۔ (ضاد مکسور) رِضًا مصدر محض ہے بمعنی راضی ہونا، پسندیدگی۔ اس کلمہ میں الف مقصور ہے۔ اس کا اسم الرِّضَاء (الف ممدود) یہ اخفش کا قول ہے۔

عِيْشَةٌ رَّاضِيَةٌ: پسندیدہ زندگی، دل پسند زندگی۔ کیونکہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ

رُضِيَتِ مَعِيشَتُهُ: یعنی اس کی زندگی کو پسند کیا گیا۔ اور یہ فعل مجہول ہے۔ اسے رَضِيَتْ: (راء مفتوح) نہیں پڑھا یا کہا جائیگا۔ کہا جاتا ہے کہ: رَضِيَ بِهِ صَاحِبًا: شاید لوگوں نے اسے رَضِيَ عَليه بھی کہا ہو جس کا مطلب ہے کہ وہ اس سے راضی ہوگیا۔ اَرْضَيْتُهُ عَنِي: میں نے اسے اپنے سے راضی کرلیا۔ صرف اَرْضَيْتُهُ بھی کہا جاتا ہے اور رَضَّيْتُهُ بھی یعنی میں نے اسے راضی کر کے چھوڑا۔

تَرَضَّاهُ—اَرْضَاهُ: اس نے اسے بڑی کوشش کے بعد راضی کرلیا۔

استَرضَيْتُهُ فَارْضَانِي: میں نے اسے راضی کرنے کیلئے کہا تو اس نے مجھے راضی کیا یا منالیا۔

رَضْوَى: مدینہ شریف میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

ر ط ب—الرَّطْبُ: (راء مفتوح) تر، یَابِسٌ کی ضد۔ رَطُبَ الشَّيْئُ: چیز تر ہوگئی۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔ اس کا اسم فاعل یا صفت رَطْبٌ اور رَطِيبٌ بمعنی تر ہے۔

غُصْنٌ رَطِيبٌ: نرم و نازک اور ملائم ٹہنی۔ الرُّطُبُ: (راء مضموم، طاء ساکن و مضموم) گھاس، چارہ۔

الرَّطْبَةُ: (راء مفتوح) شاخ، خاص کر تر شاخ۔ اس کی جمع رِطَابٌ ہے۔

الرُّطَبُ من النخل أوِ التمر: تازہ کھجور، اس کی جمع اَرْطَابٌ اور رِطَابٌ ہے۔ اور الرُّطَبَةُ کی جمع رُطَبَاتٌ اور رُطَبٌ ہے۔

اَرْطَبَ البُسْرُ: گدرائی ہوئی نیم پختہ کھجور پک کر رُطَبْ بن گئی۔

اَرْطَبَ النَّخلُ: کھجور کے درخت پر کھجوریں پک کر رُطَبْ ہوگئیں۔ رَطَّبَهُ تَرْطِيبًا: اس نے اسے رُطَب کھجور کھلائی۔

ر ط ل—الرِّطْلُ: (راء مفتوح اور مکسور) نصف مَن، موجودہ وزن کے مطابق ۲.۵۶۶ کلوگرام یعنی ڈھائی کلو۔

ر ط ن—الرِّطَانَةُ: (راء مفتوح اور مکسور) عجمی زبان میں بات کرنا۔

رَطَنَ لَهُ: اس نے اس سے عجمی زبان میں بات کی۔ اس کا باب كَتَبَ ہے۔

رَطَانَةٌ: کا بھی یہی معنی ہے۔ رَاطَنَهُ: اس نے اس سے عجمی زبان میں بات کی۔

تَرَاطَنَ القَوْمُ: قوم نے یا لوگوں نے عجمی زبان میں بات چیت کی۔

ر ع ب—الرُّعْبُ: ڈر اور خوف۔

رَعَبَهُ يَرْعَبُهُ: اس نے اسے ڈرایا یا خوف زدہ کیا۔ جس طرح قَطَعَهُ اور يَقْطَعُهُ ہے۔ اس کا مصدر رُعْبًا ہے، (راء مضموم) اسے اَرْعَبَهُ نہیں کہنا چاہیئے۔

ر ع د — الرَّعْدُ: کڑک۔ وہ آواز جو بادلوں سے سُنی جاتی ہے۔

رَعَدَتِ السَّمَاءُ: آسمانی کڑکا۔ وَبَرِقَتْ اور بجلی چمکی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اَرْعَدَتِ السَّمَآءُ وَاَبْرَقَتْ کا بھی یہی معنی ہے۔ اصمعی نے ان دونوں فعلوں کے رباعی وزن سے انکار کیا ہے۔

الإرتعادُ: اضطراب، کپکپی، تھرتھراہٹ۔ کہا جاتا ہے کہ: اُرْعَدَهُ فَارْتَعَدَ: اُس نے اسے لرزا دیا تو وہ لرز گیا۔ اس کا اسم الرِّعْدةُ ہے، بمعنی لرزہ۔ اس میں راء مکسور ہے۔

اُرْعِدَ الرجلُ: آدمی کو لرزا دیا گیا۔ یہ فعل مجہول ہے، یعنی اسے لرزہ آ گیا۔

اُرْعِدَتْ فَرَائصُه عِنْدَ الفَزَعِ: ڈر کے مارے اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

الرَّعَّادُ: (راء مفتوح اور عین مشدد) سمندری مچھلی کی ایک قسم۔ اگر انسان اسے ہاتھ لگائے تو انسان کا ہاتھ اور بازو بے ہوش ہو جاتا ہے اور تب تک کانپتا ہے جب تک مچھلی زندہ رہے۔

(میرا کہنا ہے کہ الدیوان میں لکھا ہے کہ یہ ایسی سمندری مچھلی ہے کہ جب کوئی شخص اس کا شکار کرتا ہے اور وہ جال میں پھنس جاتی ہے تو شکاری پر تب تک کپکپی طاری رہتی ہے جب تک مچھلی جال میں رہے)۔

ر ع ز — المِرْعِزّى: (میم مکسور، عین مکسور، زائی مشدد اور یاء مقصورہ) بکری کے بالوں کے نیچے روئیں۔

المِرْعِزاء: (میم مکسور، عین مکسور، زائی بغیر تشدید اور الف ممدود، میم مفتوح بھی جائز ہے، اور بعض اوقات الف کو حذف کیا جاتا ہے اور اسے مِرْعِز کہا جاتا ہے) کا بھی یہی معنی ہے۔

ر ع ش — الرَّعَشُ: (راء اور عین دونوں مفتوح) کپکپی، رعشہ، اس کا باب طَرِبَ ہے۔ قَدْ رَعِشَ وَارْتَعَشَ: اس پر کپکپی یا رعشہ طاری ہوا۔

اُرْعَشَهُ اللّٰهُ: خدا اُسے رعشہ زدہ کرے۔

ر ع ع — تَرَعْرَعَ الصَّبِيُّ: بچے نے حرکت کی اور بڑھا یعنی نشو ونما پائی۔

الرَّعَاعُ: حوادث، واقعات، معمولی لوگ۔

ر ع ف — الرُّعَاف: نکسیر، ناک کے راستے خارج ہونے والا خون۔

رَعَفَ يَرْعُفُ بروزن نَصَرَ يَنْصُرُ اور يَرْعَفُ بروزن يَقْطَعُ: اسے نکسیر آ گئی۔

رَعُفَ: (عین مضموم) بھی اس کا ایک لہجہ یعنی لُغت ہے۔ لیکن یہ کمزور لہجہ ہے۔

رَاعُوفَةُ البِئْرِ: کنویں کی تہہ میں ڈالا جانے والا یا رکھا جانے والا پتھر، یا چٹان۔ تاکہ اس پر کنواں صاف کرنے والا بیٹھ

سکے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایسا پتھر ہے جو کنویں کے سرے پر ہوتا ہے جس پر کھڑا ہو کر آدمی کنویں سے پانی کھینچتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ عَلَيهِ الصَّلوٰة والسَّلامُ حِينَ سُحِرَ جُعِلَ سِحْرُهُ فِي جُفِّ طلعةٍ و دُفِنَ تَحْتَ رَاعُوفَةِ البِئرِ: جب نبی اکرم علیہ السلام پر جادو کیا گیا تو یہ جادو نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں رکھ کر کنویں کی تہہ میں پتھر کے نیچے دبا دیا گیا۔

ر ع ن — الرَّعُونَةُ: بے وقوفی وحماقت۔ ڈھیلا پن۔ رعونت ونخوت۔

رَجُلٌ اَرْعَنُ: رعونت والا مرد اور امرأةٌ رعْناء: رعونت والی عورت۔

الرَّعَنُ: اظہار رعونت، کسی کو متاثر کرنا۔

رَعُنَ: اس کا باب سَهُلَ ہے اور معنی وہ رعونت زدہ ہوا۔ رَعْنًا: اس کا مصدر ہے۔

رِعَةٌ: دیکھیے بذیل مادہ و ر ع.

ر ع ي — الرِّعْي: (راء مکسور) گھاس اور چارہ اور راء مفتوح ہو تو مصدر ہے۔

المَرْعَي: چرنا اور چراگاہ اور چارہ اور فعل مصدر۔ مثل مشہور ہے: مَرْعَى وَّلاَ كَالسَّعْدَانِ: چارہ تو ہے لیکن سَعدان جیسا کہاں۔

الرَّاعِي: چرواہا۔ اس کی جمع الرُّعَاة ہے جس طرح قاضِ کی جمع قُضاة ہے اور دوسری جمع رُعْيان ہے۔ جس طرح شابٌّ کی جمع شُبّان ہے۔ اور تیسری جمع رِعاءٌ ہے جس طرح جائعٌ کی جمع جِیاعٌ ہے۔ (اس اسم میں جمع کے تین اوزان اور ان کی مثالیں ہیں)۔

رَاعَى الأمْرَ: اُس نے معاملہ پر غور کیا کہ معاملہ کا رُخ کس طرف ہے۔

رَاعَاهُ: اس نے اس کا ملاحظہ کیا۔ رَاعَاهُ: اس نے حقوق کی رعایت کی یعنی حقوق کی پاسداری کی۔

اِسْتَرْعَاهُ فَرَعَاه: اس نے اس سے معاملے میں رعایت کی استدعا کی تو اس نے رعایت کی۔ ضرب المثل ہے:

مَنْ اِسْتَرْعَى الذِّئبَ فَقَدْ ظَلَمَ ”یعنی جس کسی نے بھیڑیے سے کسی رعایت کی توقع کی تو اس نے گویا ظلم کیا۔“

الرَّاعِيُ: والی۔ حاکم۔

الرَّعِيَّةُ: عام لوگ، رعایا، ۔ کہا جاتا ہے کہ: لَيْسَ المَرْعِيُّ كالرَّاعِيُ: رعایا حاکم کی طرح نہیں ہوتی۔ قَدْ اِرْعَوَى عَنِ القَبِيحِ: وہ برائی سے رک گیا۔

اَرْعَاهُ سَمْعَهُ: اس نے غور سے سنا۔ اسی سے قول خداوندی ہے: رَاعِنَا ”ہماری رعایت کیجئے۔“ اخفش کا کہنا ہے کہ یہ مراعاة سے فَاعِلْنَا کے وزن پر فعل امر

رَاعِنَا ہے، جس کا معنی ہے اَرْعِنَا سَمْعَکَ: ہمیں اپنی شنوائی دیجئے۔ لیکن اس میں سے یاء کو فعل امر کے باعث حذف کردیا گیا۔ اخفش کا کہنا ہے کہ اِعْمَال قول کی بناء پر رَاعِنَا کو تنوین لگا کر رَاعِنًا کہا جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ احمقانہ بات نہ کرو اور نہ نامعقول بات کرو۔ کیونکہ ایسی بات رعونت ہے۔

رَعَی الْاَمِیْرُ رَعِیَّتَهٗ رِعَایَةً: امیر نے اپنی رعیت کی رعایت کی اور یہی معنی رَعَی عَلَیْهِ کا بھی ہے۔ یعنی امیر نے رعایا کی حرمت کی رعایت و پاسداری کی۔

رَعَیْتُ الْاِبِلَ: میں نے اونٹ چرایا وَرَعَتِ الْاِبِلُ رَعْیًا: اونٹ نے چارہ چرا۔ رَعْیًا کے ساتھ مَرْعًی بھی اس کا ہم معنی لفظ ہے۔ اِرْتَعَتِ الْاِبِلُ کا بھی وہی معنی ہے جو رَعَتِ الْاِبِلُ کا ہے۔

رَعَی النُّجُوْمَ: اس نے ستاروں کا مشاہدہ کیا۔ اس کا اسم رِعْیَةٌ ہے۔ خنساء کا شعر ہے:

اَرْعَی النُّجُوْمَ وَمَا کُلِّفْتُ رِعْیَتَهَا

''میں تارے دیکھتی رہتی ہوں جب کہ میں انہیں دیکھنے کی مکلّف نہیں ہوں۔''

اَرْعَی اللّٰهُ الْمَاشِیَةَ

''اللہ مال مویشی کے لئے وہ کچھ اُگائے جسے وہ چر سکیں (یعنی ان کے لئے چارہ اُگائے)۔''

ر غ ب ــ رَغِبَ فِیْهِ: اس نے اس میں دلچسپی اور رغبت کا اظہار کیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ رَغِبَهٗ کا بھی یہی مطلب ہے۔ اِرْتَغَبَ فِیْهِ کا ترجمہ و معنی بھی یہی ہے۔ رَغِبَ عَنْهُ: وہ اس سے بے رغبت ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ رَغَّبَهٗ فِیْهِ: اس نے اسکو اس میں رغبت دلائی، یا اسے ترغیب دی۔ اس کا مصدر تَرْغِیْبًا ہے۔ اَرْغَبَهٗ فِیْهِ: کا معنی بھی اس نے اسے ترغیب دی ہے۔

ر غ د ــ عِیْشَةٌ رَّغْدٌ: رَغْدٌ بروزن فَلْسٌ اور رَغَدٌ بروزن فَرَسٌ یعنی فراخ اور کشادہ زندگی یعنی آرام و آسائش اور راحت کی زندگی۔ اس کا باب طَرِبَ اور ظَرُفَ ہے۔

ر غ س ــ الرَّغْسُ: بروزن الفَلْسُ: نشوونما، بالیدگی اور بھلائی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّ رَجُلًا رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالًا: بے شک ایک ایسا شخص جسے اللہ نے مال و دولت میں فراخی بخشی ہو اور برکت دی ہو۔

ر غ ف ــ الرَّغِیْفُ: روٹی۔ اس کی جمع اَرْغِفَةٌ، رُغُفٌ (راء اور غین دونوں مضموم) اور رُغْفَانٌ ہے۔

ر غ م ــ الرَّغَامُ: (راء مفتوح) مٹی۔

اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَهُ: اللہ تعالیٰ اس کی ناک خاک آلود کرے۔ اسی سے حدیث شریف ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور خضاب کے بارے میں ہے: اسْلِتِيهِ وارْغِمِيهِ: اسے جھاڑ دو اور مٹی میں ملا دو، یعنی خضاب کو۔

میرا کہنا ہے کہ حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے کہ: "اسے آہستہ سے اتارو اور اسے مٹی میں ڈال دو"۔

المُرَاغَمَةُ: ایک دوسرے سے غضبناک ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ: رَاغَمَ فُلَانٌ قَوْمَهُ: فلاں شخص نے اپنی قوم سے دشمنی کی اور قوم سے جدا ہوا اور ان کے خلاف کاروائی کی۔

رَغِمَ فُلَانٌ رَغْمًا: فلاں شخص اپنی خلاف مرضی آیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور مصدر رَغْمًا ہے، (مصدر کے راء پر تینوں حرکات یعنی ضمہ، فتحہ اور کسرہ) حصول انصاف پر قادر نہ ہونا۔ اس کا دوسرا مصدر مَرْغَمَةٌ ہے۔ نبی کریم علیہ السلام کا فرمان ہے کہ "بُعِثْتُ مَرْغَمَةً" میں اپنی مرضی سے نہیں مبعوث کیا گیا ہوں۔ یعنی میری بعثت میں میری مرضی کو کوئی دخل نہیں ہے۔

تم کہتے ہو کہ: فَعَلَ ذٰلِكَ عَلَى الرغم من اَنْفِهِ: اس نے یہ کام بادل ناخواستہ کیا۔

رَغِمَ اَنْفِي لِلّٰهِ: میری ناک اللہ کے حضور جھک گئی۔ یعنی میرا سر اطاعت خداوندی میں خم ہوا۔

(میرا کہنا یہ ہے کہ ترغَمَ انفی کا معنی ہے کہ وہ جھک گیا اور فرماں بردار ہو گیا، کیونکہ اسے مٹی لگ گئی۔ اسی سے قول خداوندی ہے: يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيْرًا: خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والا زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا۔

الفراء کا کہنا ہے کہ المُرَاغَمُ سے مراد زمین میں چلنے پھرنے کی جگہ یعنی کشائش ہے۔

ر غ ا — الرُّغَاءُ: چوپایوں کا بلبلانا یا ڈکارنا۔ قَدْ رَغَا الْبَعِيْرُ: (اونٹ بلبلایا)۔ يَرْغُوْ رُغَاءً: (راء مضموم والف ممدود)۔ الرِّغْوَةُ: مکھن (راء مفتوح و مضموم و مکسور)۔

تَرَاغَتِ الْاِبِلُ: اونٹ مختلف جگہوں پر بلبلائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهُمْ وَاللّٰهِ تَرَاغَوْا عَلَيْهِ فَقَتَلُوْهُ: بے شک وہ بخدا اس پر ہر طرف سے ایک دوسرے کو آواز دیتے آئے اور اسے قتل کر دیا۔

الرَّاغِبَةُ: اونٹنی۔

میرا کہنا ہے کہ بذیل مادہ ث غ ا، ذکر

کیا گیا ہے کہ الرَّاغِيَةُ اونٹ ہے اور یہی معنی زیادہ عام ہے۔

ر ف أ - رَفَأَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑے کو رفو کیا۔ یا کپڑے کی مرمت کی۔ اس کا باب قطَعَ ہے۔ کہیں کہیں یہ لفظ بغیر ہمزہ کے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ اَغْتَابَ خَرَقَ وَمَنْ استَغْفَرَ رَفَا: جس نے غیبت کی اس نے (کپڑے کو) پھاڑ ڈالا اور جس نے استغفار کیا اس نے (گویا کپڑے کو) رفو کیا۔ اس کا ذکر بذیل مادہ ن ص ح آیا ہے۔

ر ف ت - الرُّفَاتُ: چورا، ریزے۔

رُفِتَ الشَّيْئُ: چیز ریزہ ریزہ ہوگئی۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اسم مفعول مَرْفُوت ہے یعنی ریزہ ریزہ شدہ چیز۔

ر ف ث - الرَّفَثُ: زبانی فحش گوئی۔

قَدْ رَفَثَ يَرْفُثُ رَفْثًا: اس کی مثال طَلَبَ يَطْلُبُ طلبًا: اس نے فحش کلامی کی۔ اَرْفَثَ کا بھی یہی معنی ہے۔

ر ف د - الرِّفْدُ: (راء مکسور)، عطاء، بخشش اور صلہ و انعام۔ فاء مفتوح ہو تو یہ مصدر ہے یعنی رَفْدًا۔

رَفَدَهُ: اس نے اسے عطاء کیا۔ اس کی مدد کی۔ دونوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

الإِرْفَادُ: کا معنی بھی عطاء کرنا اور مدد کرنا ہے۔

الرِّفَادَةُ: (راء مکسور) کپڑے کا ٹکڑا جس سے زخم کی مرہم پٹی کی جا سکے۔

بَنُو اَرْفِدَةَ: جن کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔ حبشیوں کی ایک نسل ہے یا قوم ہے جو ناچتے ہیں۔

ر ف س - رَفَسَهُ: اس نے اسے لات مار دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ر ف ض - رَفَضَهُ: اس نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا مضارع يَرْفِضُ بھی ہے یعنی فاء مکسور، اور مصدر رَفَضًا (راء اور فاء دونوں مفتوح) اس کا اسم فاعل رَفِيضٌ اور اسم مفعول مَرْفُوضٌ ہے۔

الرَّافِضَةُ: شیعہ رافضی فرقہ۔

الاصمعی کا کہنا ہے کہ زید بن علی کو چھوڑ دینے کے باعث ان کا یہ نام پڑ گیا۔

ر ف ع - الرَّفْعُ: اُٹھانا بروزن الوَضْعُ: گرانے اور نیچے رکھنے کی ضد۔

رَفَعَهُ فَارْتَفَعَ: اس نے اسے اٹھایا تو وہ اٹھا۔ اس کا باب قطع ہے۔ مبنی ہونے میں ضمہ کو جو مقام اور عمل حاصل ہے وہی مقام رَفع کو اعراب میں ہے۔ یہ نحویوں کی اصطلاحات ہیں۔

رَفَعَ فُلَانٌ عَلَى العَامِلِ رَفِيعَةً: فلاں آدمی نے اپنے مزدور، یا کارندے پر

مقدمہ دائر کیا۔ حدیث شریف میں ہے: كُلُّ رَافِعَةٍ رَفَعَتْ علينا مِنَ البَلاغ: یعنی ہر مبلغ جماعت جو ہماری طرف سے ہدایات و پیغامات لوگوں تک پہنچاتی ہیں، وہ لوگوں کو بتادیں یا لوگوں تک یہ پیغام پہنچادیں کہ میں نے مدینہ شریف کو حرام قرار دیا ہے یعنی اسے حرمت والا بنادیا ہے۔

رَفْعُ الزَّرْعِ: فصل یعنی کٹی ہوئی فصل کو کھیت سے کھلیان تک اٹھا لے جانا۔ ان دنوں کو ایام رِفَاع کہا جاتا ہے۔ رِفَاع کا راء مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ میں نے راء کے مکسور ہونے کا نہیں سنا۔

الرَّفْعُ: تمہارا کسی چیز کو اٹھا کر اپنے قریب کرنا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ: مفسرین کے ہاں اس کی تفسیر ''اپنے قریب کیے ہوئے بچھونے'' کی ہے۔ انہیں معنوں میں کہا جاتا ہے کہ: رَفَعْتُهُ اِلَى السُّلْطَانِ: میں نے اسے سلطان کے قریب کردیا ہے، یا حاکم کے پیش کردیا ہے۔ اس کا مصدر الرُّفْعَان (راء مضموم) ہے۔

الفراء کا کہنا ہے کہ مَرْفُوعَة کا معنیٰ ''تہ بہ تہ رکھا ہوا'' ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کا معنی ''قابل تکریم یعنی کرامت والی عورتیں'' کیا ہے۔ یہ نتیجہ تمہارے اس قول سے نکلا ہے کہ تم کہتے ہو: وَاللّٰهُ يَرْفَعُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَخْفِضُ: اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت سے سرفراز کرتا ہے اور جسے چاہے گرادیتا ہے۔

ر ف ف - الرَّفُّ: طاقچہ کی طرح کی جگہ، (الماری)۔ اس کی جمع رُفُوفٌ ہے۔

الرَّفْرَفُ: سبز رنگ کے کپڑے جن سے مَحَابِسُ یعنی زاہد لوگوں کے عزلت خانے تیار کیے جاتے ہیں۔ اس کا واحد کا صیغہ رَفْرَفَةٌ ہے۔

رَفْرَفَ الطَّائِرُ: پرندہ پھڑپھڑایا یا منڈلایا۔ یعنی کسی چیز پر آگرنے کے لئے منڈلایا۔

ر ف ق - الرِّفْقُ: نرمی، العُنفُ خشونت کی ضد۔ قَدْ رَفَقَ بِهِ: اس نے اس سے نرمی برتی۔ اس کا مضارع يَرْفُقُ (فاء مضموم) ہے اور مصدر رِفْقًا۔ رَفَقَ بِهِ وارْفَقَهُ وَتَرَفَّقَ بِهِ: سب کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ أرفَقَهُ کا معنیٰ یہ بھی ہے کہ اس نے اسے نفع دیا۔ الرُّفْقَةُ: وہ جماعت جس کے ساتھ تم سفر پر نکلو۔ الرُّفْقَة کی راء مضموم ہے اور مکسور بھی۔ اس کی جمع رِفَاقٌ ہے۔ اسی سے مشتق تم کہتے ہو کہ رَافَقَهُ وَتَرَافَقُوا فِي السَّفَرِ: وہ اس کے ساتھ سفر پر نکلا اور انہوں نے اکٹھے سفر

کیا۔
الرَّفِيْقُ: ساتھی، ہمسفر۔ اس کی جمع الرُّفقاء ہے۔ اور جب یہ ساتھی الگ الگ ہوں تو پھر رفقاء کے نام کا ان پر اطلاق باقی نہیں رہے گا۔ البتہ الرَّفِيْقُ نام بدستور باقی رہے گا۔ یہ اسم واحد بھی ہے اور جمع بھی، جس طرح الصدیق ہے۔ قول خداوندی ہے: وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا: ''اوران کا ساتھ کتنا ہی اچھا ساتھ ہے۔'' یعنی ان کی رفاقت اچھی رفاقت ہے۔
الرَّفِيْقُ—اَخْرَقُ: (یعنی تیز ہوا یا کشادہ زمین) کی ضد بھی ہے۔
المَرْفِقُ اور المِرْفَقُ: کہنی۔ اسی طرح المِرْفَقُ وَالمَرْفِقُ مِنَ الأَمْرِ سے مراد وہ ہے جس سے تو نے نفع کمایا۔ جس نے قرآن کریم کی اس آیت کو یوں پڑھا: ''وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ مِرْفَقًا'' تو اس نے مِرْفَق کو مِقْطَع کی طرح بنایا اور جس نے اس لفظ کو مَرْفَقًا (فاء مفتوح) پڑھا تو اس نے اسے مَسْجِدْ کی طرح اسم بنایا۔ اسے مَرْفَقًا پڑھنا بھی جائز ہے۔ یعنی ساتھ اور رفاقت کے معنوں میں۔ جیسے: مَطْلَع اور مَطْلِع ہے۔ اگرچہ اسے اس طرح نہیں پڑھا گیا ہے۔
مَرَافِقُ الدَّار: گھر کے ملحقات :

المِرْفَقَةُ: (میم مکسور) تکیہ۔ قَدْ تَمَرْفَقَ: اس نے تکیہ لے لیا۔
بَاتَ فُلَانٌ مُرْتَفِقًا: فلاں شخص نے بازو کے نیچے تکیہ رکھ کر رات گزاری۔
ر ف ل—رَفَلَ فِي ثِيَابِهٖ: وہ نازنخرے سے اتراتے ہوئے دامن گھسیٹ کر چلا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل رَفِلٌ ہے۔ اَرْفَلَ فِي ثِيَابِهٖ کا بھی یہی معنی ہے۔
ر ف ہ—الاِرْفَاهُ: آسودہ زندگی بسر کرنا۔ ہر روز تیل ملنا۔ یعنی سر میں یا بدن کی مالش کرنا اور بالوں میں کنگھی کرنا۔ ایسا کرنا منع ہے۔
رَجُلٌ رَافِهٌ: آسودہ حال شخص۔ رَفَاهِيَة اور رُفَهْنِيَة کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی آسودگی اور آسائش۔
رَفِّهْ عَنْ غَرِيْمِكَ: قرض خواہ یا دشمن سے جان چھڑا۔ اس کے شر کو دور کر۔
ر ف ا—رَفَوْتُ الثَّوْبَ: میں نے کپڑے کو رفو کیا، مرمت کی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ ہمزہ سے بھی لکھا جاتا ہے اور بغیر ہمزہ کے بھی۔
رَفَوْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو رعب اور ڈر سے تسلی دی یا اس کی خوفزدہ حالت میں اسے تسلی اور سہارا دیا۔

الْمُـرَافَاةُ: اتفاق، متفق ہونا۔
الـرِّفَاء: اتفاق، متفق ہونا اور جڑنا۔
رَفَّيْتُهٗ تَرْفِيَةً: جب کسی شادی شدہ شخص سے کہیں تو مراد دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے آسودگی اور بیٹے عطاء کرے اور اس سے مراد کسی کو تسلی دینا اور سکون فراہم کرنا بھی ہے۔
رَفَوْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو تسلی اور اطمینان دلایا۔
ر ق أ - رَقَـأَ الدَّمْعُ والدَّمُ: آنسو تھم گئے اور خون بہنا رک گیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
الـرَّقُوْءُ: (راء مفتوح اور واؤ ممدود) خون بہنا روکنے کیلئے جو کچھ زخم پر ڈالا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لَا تَسُبُّوا الإبِلَ فَإِنَّ فِيهَا رَقُوْءَ الدَّمِ" اونٹ کو گالی نہ دو۔ اس میں بے شک خون بہنا روکنے کی دوا ہے۔ یعنی صلاحیت ہے وہ یوں کہ اونٹ کو خون بہا میں دیا جاتا ہے۔ جس سے قتل کے بدلے دوسرے قتل سے بچا جاتا ہے۔
ر ق ب - الـرَّقِيْبُ: حافظ۔ نگران و نگہبان اور انتظار کرنے والا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
رِقْبَةٌ: (راء مکسور) اور رِقْبَانًا کا بھی یہی معنی ہے۔

رَاقَبَ اللّٰهَ تعـالٰی: وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرا۔
التَّرَقُّبُ اور الإرْتِقَابُ: انتظار، گھات۔
أَرْقَبَهٗ دَارًا او أرْضًا: اس نے اسے مکان یا زمین عطاء کی اور کہا کہ ہماری طرف سے یہ باقی ہے یعنی تازیست تمہارا ہے۔ اس سے اسم الرُّقْبٰی ہے اور یہ المُرَاقَبَة سے مشتق ہے۔ کیونکہ اس مکان وزمین کی مشروط بخشش میں ہر فریق دوسرے فریق کی موت کا انتظار کرتا ہے۔
الرَّقَبَةُ: گردن۔ اس کی جمع رَقَبٌ رَقَبَاتٌ اور رِقَابٌ ہے۔
الرَّقَبَةُ کا معنی غلام بھی ہے۔
ر ق د - الرُّقَادُ: (راء مضموم) نیند، خواب۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔ اس کا مصدر رُقَادًا ہے۔
قَوْمٌ رُقُوْدٌ: نیند میں سوئی ہوئی یا خفتہ قوم۔
رُقَّدٌ: سوئے ہوئے، محو خواب۔ بروزن سُكَّرٌ الرَّقْدَةُ: نیند، نیند کی حالت۔
المَرْقَدُ بروزن المَذْهَبُ سونے کی جگہ، قبر۔
اَرْقَدَهٗ: جگائے رکھنے والی دوا۔
ر ق ش - الرَّقْشُ: النَّقْشُ کی طرح۔
رَقَّشَ كَلَامَهٗ تَرْقِيْشًا: اس نے اپنی بات کو خوب سجایا۔

حَيَّةٌ رَقْشَاءُ: کوڑیوں والا سانپ، جس پر سیاہ سفید دھبے بنے ہوتے ہیں۔

ر ق ص – رَقَصَ: ناچنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسم فاعل رَقَّاص بمعنی ناچنے والا، ناچکار۔

رَقَّصَتِ الْمَرْأَةُ وَلَدَهَا تَرْقِيصًا: عورت نے اپنے بچے کو خوب ہلایا جلایا۔ أَرْقَصَتْهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ر ق ط – الرُّقْطَةُ: بروزن النقطة: سیاہ رنگ جس میں سفید دھبے ہوں۔

دَجَاجَةٌ رَقْطَاءُ: چتکبری مرغی۔

ر ق ع – الرُّقْعَةُ: (راء مضموم) رقعہ، چٹ پرچی۔ اس کی جمع الرِّقَاع ہے۔ وہ رقعے یا مختصر خطوط جو لکھے جاتے ہیں۔ کپڑے کا پیوند۔ الرُّقْعَةُ کا معنی کپڑے کا ٹکڑا ہے جو پھٹے ہوئے کپڑے پر پیوند کیا جاتا ہے۔ تم لوگ کہتے ہو کہ رَقَعَ الثَّوْبَ بِالرِّقَاعِ: اس نے کپڑے پر پیوند لگائے۔ اس کا باب قطع ہے۔

تَرْقِيعُ الثَّوْبِ: کپڑے میں مختلف جگہوں پر پیوند لگانا۔ اِسْتَرْقَعَ الثَّوْبُ: کپڑا پیوند لگانے کے قابل ہو گیا۔

رُقْعَةُ الثَّوْبِ: کپڑے کی اصل اور اسکا جوہر۔

الرَّقِيعُ: آسمانِ دنیا۔ اور اسی طرح باقی سارے آسمان۔ حدیث شریف میں ہے:

مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ أَرْقِعَةٍ: سات آسمانوں کے اوپر سے۔ یہاں أَرْقِعَةٌ مؤنث معدود کے لئے عدد سبع ہونا چاہیئے تھا لیکن اسے سقف قرار دے کر عدد مؤنث لایا گیا۔[1] یعنی وہ سات چھتوں کے اوپر گیا۔

الرَّقِيعُ بھی اور الْمَرْقَعَانُ (میم مفتوح) احمق و بیوقوف شخص۔

قَدْ رَقُعَ: وہ احمق ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ أَرْقَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے حماقت کی۔

ر ق ق – الرِّقُّ: (راء مکسور) ملکیت، غلامی۔

الرَّقُّ: جھلی جس پر لکھا جاتا ہے۔ (راء مفتوح) ایک چمڑے کی باریک جھلی ہوتی ہے۔ قول خداوندی ہے: فِي رَقٍّ مَنْشُورٍ: "کھلے ہوئے کشادہ اوراق میں"۔

الرَّقَّةُ: (راء مفتوح) ایک شہر کا نام بھی ہے۔ الرُّقَاقُ: (راء مضموم) باریک روٹی۔ ثعلب نے کہا کہ: "تم کہتے ہو کہ میرے پاس ایک خادم ہے جو موٹی اور پتلی روٹی پکاتا ہے۔" پتلی روٹی کیلئے تم الرَّقِيق کہتے ہو لیکن اگر تم نے کہنا ہو کہ وہ دلیہ پکاتا ہے تو پھر تم الرَّقِيق کے بدلے الرُّقَاق کہو گے، کیونکہ یہ دونوں الگ الگ نام ہیں۔

[1] یہاں مؤنث عدد معدود کے مفرد یعنی الرقیع کے مذکر ہونے کی نسبت سے بھی ہوسکتا ہے۔

الرَّقِيق: (پتلا اور باریک)۔ الغَلِيظُ: (موٹا اور گرم) کی ضد ہے۔

رَقَّ الشَّيْئُ - يَرِقُّ (راء مکسور) رِقَّةً: اس نے چیز کو باریک کیا۔

اَرَقَّهُ غَيْرُه: کسی اور نے اسے باریک کیا۔

رَقَّقَهُ تَرْقِيقًا: اس نے اسے خوب باریک کیا، یا کر دیا۔

تَرْقِيق الكلام: بات کی تحسین۔ تَرَقَّقَ لَهُ: اس کے لئے اس کا دل پسیجا۔

اسْتَرَقَّ الشَّيْئُ: چیز پتلی یا باریک ہوگئی۔ یہ استغلظ (گاڑھی ہوگئی) کی ضد ہے۔

اسْتَرَقَّ مَمْلُوْكَهُ: اس نے اپنے مملوک کو غلام بنالیا۔

اَرَقَّهُ: اس نے اسے غلام بنالیا۔ یہ اَعْتَقَهُ کی ضد ہے۔ جس کا معنی ہے اس نے اسے آزاد کر دیا۔

الرَّقِيقُ: مملوک، غلام، واحد اور جمع دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

مَرَاقُ البَطْنِ: (میم مفتوح) پیٹ کا نرم اور پتلا حصہ۔ اس کا واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔

تَرَقْرَقَ الشَّيْئُ: چیز چمکی۔

رَقْرَاقُ السَّحَابِ: بادلوں کی چمک یعنی بادلوں کی آمد ورفت۔ ہر چیز کی چمک دمک ہوتی ہے۔ اسی کو رَقْرَاق کہتے ہیں۔

رَقْرَقَ السَّمَاءُ: پانی آیا اور گیا۔ اسی طرح الرَّقْعُ: یعنی آنسو آنکھوں میں ڈبڈبایا۔

ر ق م - الرَّقْمُ: لکھنا۔ قول خداوندی ہے کِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ: لکھی ہوئی کتاب۔ لوگ کہتے ہیں کہ۔ هُوَ يَرْقُمُ الماءَ: اس نے معاملات اور کاموں میں کمال کی مہارت حاصل کر لی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ناممکن کام بھی کر سکتا ہے اور پانی کی سطح پر لکھ سکتا ہے جہاں لکھنے کا تصور ہی ناممکن ہے۔

رَقْمُ الثَّوْبِ: کپڑے کی لکھائی یا نقش و نگار، اور کڑھائی۔ یہ دراصل مصدر ہے اور اس کا باب نَصَرَ ہے۔

قَدْ رَقَمَ الثَّوْبَ وَالْكِتَابَ: اس نے کپڑے پر لکھائی کی اور کتاب لکھی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ رَقَّمَهُ تَرْقِيمًا کا معنی بھی یہی ہے۔

الرَّقْمَةُ: وادی کی جانب یا سمت۔ اس کا معنی باغ بھی کہا گیا ہے۔

الأَرْقَمُ: وہ سانپ جس کا رنگ سیاہ اور سفید، ملا جلا ہو۔

الرَّقِيْمُ: کتاب۔ قول خداوندی ہے: "أنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ" کہا گیا ہے کہ الرَّقِيْم سے مراد وہ تختی ہے جس پر اصحاب کہف کے نام کندہ تھے اور

ان کے حالات درج تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: مَا أَدْرِي مَا الرَّقِيمُ أَكِتَابٌ أَمْ بُنْيَانٌ: مجھے معلوم نہیں کہ الرَّقیم کیا ہے۔ کیا یہ کتاب یعنی تختی ہے یا یہ عمارت یعنی وہ جگہ ہے جہاں اصحاب کہف تھے۔

رِقَةٌ: دیکھیے بذیل مادہ و ر ق.

ر ق ي - رَقِيَ فِي السُّلَّمِ: (قاف مکسور) رَقْيًا ورُقِيًّا: وہ سیڑھی پر چڑھا۔ اِرْتَقَى کا بھی یہی معنی ہے۔

المِرقاةُ: (میم مفتوح اور مکسور) سیڑھی۔ اور اوپر چڑھنے کی جگہ۔ جس نے میم کو مکسور پڑھا، تو اس کی مراد اس لفظ سے سیڑھی ہے۔ جس کے ذریعے اوپر چڑھ سکتے ہیں اور جس نے اس لفظ میں میم کو مفتوح پڑھا تو اس کی مراد اس سے سیڑھی کی جگہ ہے یا اوپر چڑھنے کی جگہ۔

تَرَقَّى فِي العِلْمِ: اس نے علم میں درجہ بدرجہ ترقی کی۔

الرُّقْيَةُ: منتر۔ جھاڑ پھونک۔ دم۔ اس کی جمع رُقًى ہے۔ اسْتَرْقَاهُ فَرَقَاهُ، يَرْقِيهِ رُقْيَةً: اس نے اس سے جھاڑ پھونک کرنے کو یا دم کرنے کو کہا تو اس نے دم کر دیا۔ اس کا اسم فاعل رَاقٍ ہے۔ بمعنی منتر پڑھنے والا۔ دم کرنے والا۔

ر ک ب: ابن السکیت نے کہا کہ: جب تم یہ کہو کہ میرے پاس سے ایک اونٹ سوار گزرا تو تم کہو گے: "مَرَّ بِنَا رَاكِبٌ". اور اگر کوئی گھوڑے یا گدھے پر سوار ہو کر گزرا تو کہو گے: "مَرَّ بِنَا فَارِسٌ عَلَى حِمَارٍ". اور عُمارہ کا کہنا ہے کہ گدھے کے سوار کو تو حَمَّارٌ کہیں گے، فَارِسٌ نہیں کہیں گے۔

الـرَّكْبُ: وہ دس یا دس سے زیادہ اونٹ والے جو سفر پر نکلیں اور ان کے ساتھ مویشی نہ ہوں یعنی اونٹ نہ ہوں۔

الرُّكْبَان: انہیں لوگوں کی ایک جماعت۔

الرِّكَابُ: اونٹ جس پر سوار ہوتے ہیں۔ اس کا واحد کا صیغہ راحلۃ ہے۔ لیکن لفظاً اس لفظ کا واحد کا صیغہ نہیں آتا جس طرح كَافِر کی جمع كُفَّارٌ ہے۔

الرُّكَّابُ: رَاكِبٌ کی جمع ہے۔

المَـرْكَبُ: سواری، خشکی کی ہو، خواہ سمندر کی۔ اس کی جمع مَرَاكِبٌ ہے۔

الرُّكُوبُ والرَّكُوبَةُ: (راء مفتوح) سواری۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کی یہ آیت یوں تلاوت کی ہے: "فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ"، ان چوپایوں میں سے کچھ تو ان کے سواری کے کام آتے ہیں۔

اِرْتِكَابُ الذُّنُوب: گناہوں کا ارتکاب کرنا۔

ر ک د - رَکَدَ الْمَاءُ: پانی ٹھہر گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
اسی طرح رَکَدَ الرِّیْحُ اور رَکَدَ السَّفِیْنَۃُ کہیں گے۔ یعنی ہوا اور کشتی ٹھہر گئی۔
ر ک ز - رَکَزَ الرُّمْحَ: اس نے زمین میں نیزہ گاڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
مَرْکَزُ الدَّائرۃ: دائرے کا وسط یا مرکز۔
مَرْکَزُ الرَّجُلِ: آدمی کی جگہ۔ کہا جاتا ہے کہ: اَخَلَّ فُلَانٌ بِمَرْکَزِہٖ: فلاں شخص نے اپنا مرکز چھوڑ دیا۔
الرِّکْزُ: دھیمی اور ہلکی آواز۔ قول خداوندی: اَوْ تَسْمَعُ لَھُمْ رِکْزًا: میں بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔
الرِّکَازُ: (راء مکسور) اہل جاہلیت کے دفن شدہ مُردے۔
اَرْکَزَ الرَّجُلُ: آدمی کو دفینہ مردہ مل گیا۔
ر ک س - الرَّکْسُ: کسی چیز کو اُلٹا کر دینا، یا اوندھا کر دینا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
اَرْکَسَہٗ: اس نے اسے اوندھا کر دیا۔ قول خداوندی ہے: وَاللّٰہُ اَرْکَسَھُمْ بِمَا کَسَبُوْا: ''اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے کرتوتوں کی پاداش میں اوندھا کر دیا۔ یعنی ان کو کفر کی طرف لوٹا دیا۔''
الرِّکْسُ: (راء مکسور) رِجس، نجاست، ناپاکی۔
ر ک ض - الرَّکْضُ: آدمی کا کسی چیز کو حرکت دینا یا ہلانا۔ قول خداوندی ہے کہ: اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ: اپنے پاؤں سے ہلا، یا حرکت دے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
رَکَضَ الْفَرَسَ بِرِجْلِہٖ: اس نے تیر چلانے کیلئے گھوڑے کو ایڑھ دی۔ پھر اور زیادہ ایڑھ دی یہاں تک گھوڑا دوڑ پڑا۔ اسے کہیں گے: رَکَضَ الْفَرَسُ: گھوڑا دوڑ پڑا۔ یہ مبنی بر اصل نہیں۔ درست بات یہ ہے کہ کہنا چاہیئے رُکِضَ الْفَرَسُ: بطور فعل مجہول کے۔ اس کا اسم مفعول مَرْکُوْضٌ ہوگا۔ استحاضہ والی حدیث شریف میں ہے: ھِیَ رَکْضَۃٌ مِنَ الشَّیْطَانِ: یہ شیطان کی طرف سے ایک ایڑھ ہے یا ایک دھکا ہے۔
رَکَضَہُ الْبَعِیْرُ: اونٹ نے اسے لات ماردی۔ اسے رَمَحَہٗ نہیں کہیں گے۔
ر ک ع - الرُّکُوْعُ: جھکنا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اسی سے نماز میں ایک رُکن رُکُوْع ہے۔
رَکَعَ الشَّیْخُ: بوڑھا آدمی کبڑا ہوگیا یا بڑھاپے کے باعث کبڑا ہوگیا۔
ر ک ک - رَکَّ الشَّیْئُ یَرِکُّ: (راء مکسور) رِکَّۃً وَرِکَاکَۃً: چیز پتلی

ہوگئی اور کمزور ہوگئی۔ اسم فاعل رَکِیک بمعنی پتلا ہے۔ لوگ کہتے ہیں: اِقْطَعْهُ مِنْ حَیْثُ رَکَّ: یعنی جہاں سے کمزور ہوجائے وہاں سے کاٹ دو، عام لوگ اس محاورے کو رَق کہتے ہیں۔

اسْتَرَكَّهٗ: اسے کمزور کردیا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّهٗ علیه السلام لَعَنَ الرُّكَاكَةَ: یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاکت پر لعنت فرمائی ہے۔ رکیک وہ شخص ہے جسے اپنے گھر والوں پر غیرت نہ آتی ہو۔

(میرا کہنا ہے کہ ابوعبید اور الہروی کی غریب حدیث میں الرُّكَاكَةُ میں راء مضموم ہے اور کاف مشدد۔ اور التهذیب میں راء مفتوح اور کاف مخفف ہے لیکن بطور ضبط نہ کہ بطور نص۔

مُرْتَكٌّ: سُكْرَانُ مُرْتَكٌّ: نشہ میں دھت شخص جسکی بات واضح نہ ہو۔ یعنی جس کی زبان لڑکھڑاتی ہو۔

ر ک م – رَكَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کا ڈھیر بنادیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اِرْتَكَمَ الشَّيْئُ: چیز ڈھیر بن گئی۔

تَرَاكَمَ: چیزوں نے ڈھیر کی شکل اختیار کی۔

الرُّكَام: ریت کا ڈھیر۔ اسی طرح السحاب المتراكم: بادلوں کے ذَل یا تہ بہ تہ بادل۔

ر ک ن – رَكَنَ اِلَيْهِ: وہ اس کی طرف جھکا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا ایک تلفظ رَكِنَ (کاف مکسور) بھی ہے۔

رُكُوْنًا: وہ اس کی طرف جھکا اور اس نے سکون پایا۔ قول خداوندی ہے کہ: لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا: ظالموں کی طرف مت جھکو۔

ابوعمرو نے بیان کیا ہے کہ رَكَنَ کا باب خَضَعَ ہے اور یہ دو لہجوں یا لغتوں میں شامل ہے۔

رُكْنُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا مضبوط اور قوی کنارہ یا جانب۔ یا اس کی مضبوط جانب۔

وَهُوَ يَأْوِي اِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ: یعنی اس نے مضبوط حفاظت کی پناہ لی ہے یا پناہ لیتا ہے۔

جَبَلٌ رَكِيْنٌ: ایسا پہاڑ جس کے کنارے بلند ہوں۔

المِرْكَنُ: (میم مکسور) کپڑے دھونے کا بڑا ٹب۔

رَجُلٌ رَكِيْنٌ: باوقار اور معزز شخص۔ قَدْ رَكُنَ: وہ مضبوط ہوا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

رُكَانَةُ: (راء مضموم) مکہ کے ایک شخص کا نام جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس

بات پر حلف لیا تھا یعنی اس نے حلفاً کہا تھا کہ اس کی مراد تین طلاقیں نہ تھیں۔

ر ک ا - الرِّکْوَۃُ: پانی کا برتن اس کی جمع رِکَاءٌ اور رَکْوَاتٌ ہے۔ (راء مفتوح)۔

ر م ح - الرُّمْحُ: نیزہ۔ اس کی جمع رِمَاحٌ ہے۔ رَمَحَهُ: اس نے اسے نیزہ مارا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

رَجُلٌ رَامِحٌ: نیزے والا شخص۔ لابن اور تامر کی طرح اس سے فعل نہیں بنتا۔

رَمَحَهُ الْفَرَسُ وَالْحِمَارُ وَالْبَغْلُ: گھوڑے، گدھے اور خچر نے اسے دولتی مار دی۔ اس کا باب بھی قَطَعَ ہے۔

الرَّمَّاحُ: (راء مفتوح اور میم مشدد) وہ شخص جو نیزے رکھتا ہو اور نیزہ سازی کرتا ہو۔

الرِّمَاحَۃُ: (راء مکسور) نیزہ سازی۔ نیزے بنانے کا پیشہ۔

ر م د - الرَّمَادُ: (راء مفتوح) راکھ، خاکستر۔ الرِّمْدِدَاءُ کا معنی بھی یہی ہے۔

التَّرْمِيْدُ: راکھ میں کچھ ڈال دینا۔

الرَّمَدُ فِي الْعَيْنِ: آشوبِ چشم، آنکھیں آنا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسم فاعل رَمِدٌ اور اَرْمَدُ ہے۔

اَرْمَدَ اللّٰهُ عَيْنَهُ: اللہ اسے آشوبِ چشم میں مبتلاء کرے۔

عَيْنٌ رَمِدَۃٌ: آئی ہوئی آنکھ، آشوب زدہ آنکھ۔ یا دکھتی آنکھ۔

ر م ز - الرَّمْزُ: اشارہ، ہونٹوں سے یا بھوؤں سے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

ر م س - رَمَسَ الْمَيِّتَ: اس نے میت کو دفن کر دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اَرْمَسَهُ کا بھی یہی مطلب و معنی ہے۔

الرَّمْسُ بروزن الفَلْسُ: قبر کی مٹی۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

المَرْمَسُ بروزن المَذْهَبُ: قبر کی جگہ۔

ر م ص - الرَّمَصُ: (راء اور میم مفتوح) وہ میل کچیل جو گوشۂ چشم میں جمع ہوتا ہے۔ اور جب یہ بہہ پڑے تو پھر اسے غَمَصٌ کہتے ہیں۔ اور اگر یہ جم جائے تو اسے رَمَصٌ کہتے ہیں۔

قَدْ رَمِصَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ دکھنے آئی ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اس کا اسم فاعل اَرْمَصُ ہے۔

ر م ض - الرَّمَضُ: (راء اور میم دونوں مفتوح) ریت پر سورج کا تیزی سے چمکنا یا پڑنا۔ اَلْاَرْضُ رَمْضَاءُ بروزن حَمْرَاءُ: تپتی ہوئی زمین۔

قَدْ رَمِضَ يَوْمُنَا: دن سخت گرم ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَرْضٌ رَمِضَۃُ الْحِجَارَۃِ: سخت گرم پتھروں والی زمین۔

رَمِضَتْ قَدَمُهٗ: اس کا پاؤں جل گیا، بھی الرَّمْضَاء سے مشتق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: صلوٰۃ الاوّابین کا وقت وہ ہے جب سورج طلوع ہونے کے بعد دھوپ سے دیواریں گرم ہوں۔ کہتے ہیں کہ چاشت کا یہی وقت ہوتا ہے۔

اَرْمَضَتْهُ الرَّمْضَاءُ: دھوپ نے اسے جلا دیا۔

شَهْرُ رَمَضَان: روزوں کا مہینہ۔ اس کی جمع رَمَضَانَاتٌ ہے۔ اور اَرْمِضَاءُ: بروزن اصفیاء ہے۔ کہاوت ہے کہ لوگوں نے جب پرانی زبانوں سے مہینوں کے نام منتقل کیے تو مہینوں کا نام ان موسموں کی نسبت سے رکھے جن میں یہ ماہ آتے ہوں۔ رمضان کا مہینہ چونکہ گرمیوں میں واقع ہوا۔ لہٰذا اس کا نام رمضانُ رکھا گیا۔ ❶

ر م ق — رَمَقَهٗ: اس نے اس کی طرف نظر کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الرَّمَقُ: باقی ماندہ جان۔

ر م ک — الرَّمَكَةُ: (راء اور میم دونوں مفتوح) مادہ ٹٹو، ترکی گھوڑی۔ اس کی جمع رِمَاكٌ، رَمَكَاتٌ اور اَرْمَاكٌ ہے، جس طرح ثِمَار اور اثمار ہے۔

يَرْمُوك: شام کی طرف ایک جگہ۔ اسی نسبت سے جنگ یرموک مشہور ہے۔

ر م ل — الرَّمْلُ: ریت، اس کی جمع الرِّمَال ہے۔ لیکن اس کی جمع الرَّمْلَةُ زیادہ مشہور ہے اور مخصوص ہے۔

رَمْلَةُ: شام میں ایک شہر کا نام ہے۔

الرَّمَلُ: (راء اور میم دونوں مفتوح) تیز تیز چلنا۔ رَمَلَ بين الصفا والمَرْوَةِ، يَرْمُلُ: (میم مضموم) رَمَلاً و رَمَلاناً: (دونوں میں میم مفتوح) اس نے صفا اور مروہ کے درمیان رَمل کیا۔

الاَرْمَلُ: رنڈوا۔ جس مرد کی بیوی نہ ہو۔

الأَرْمَلَةُ: بیوہ جس عورت کا خاوند نہ ہو۔

قَدْ اَرْمَلَتِ المَرْأةُ: عورت بیوہ ہوگئی۔ یعنی اس کا خاوند مر گیا۔

ر م م — رَمَّ الشَّيْئَ، يَرُمُّهٗ: (راء مضموم اور مکسور) رَمًّا و مَرَمَّةً: اس نے چیز کی مرمت کی۔ رَمَّهٗ کا معنی یہ بھی ہے کہ: اس نے کھایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: البَقَرُ تَرُمُّ مِن كل شَجَرٍ: گائے ہر درخت کے پتے کھاتی ہے۔

اِسْتَرَمَّ الحائط: دیوار قابل مرمت ہوگئی۔ اس وقت ہوتا ہے کہ جب اس دیوار کی لپائی کیے بہت عرصہ گزر گیا ہو۔

الرُّمَّةُ: بوسیدہ رسی کا ٹکڑا۔ اس کی جمع رُمَمٌ اور رِمَامٌ ہے۔ اسی نسبت سے ذو

❶ قمری مہینے میں موسم کا اعتبار ممکن نہیں۔ یہ تو مختلف موسموں میں آتے رہتے ہیں۔

الـرُّمَه نام پڑا ہے۔ اور اسی لفظ کو لوگ ان معنوں میں استعمال کرتے ہیں کہ: دَفَعَ اِلَیهِ الشَّیئَ بِرُمَّتِهِ: کہ اس نے ساری کی ساری چیز اسے دے دی۔ اس محاورہ کی اصل یہ ہے کہ ایک آدمی نے کسی دوسرے آدمی کو اونٹ دے دیا اور اونٹ کے گلے میں رسی تھی۔ یعنی رسی سمیت اونٹ دے دیا۔ اسی سے یہ محاورہ چل نکلا کہ اس نے ساری کی ساری چیز دے دی۔

الـرِّمَّةُ: (راء مکسور) بوسیدہ ہڈی۔ اس کی جمع رِمَـمٌ اور رِمَامٌ ہے۔ قَدْ رَمَّ العَظْمُ یَرِمُّ، رِمَّةً: (راء دونوں میں مکسور) بمعنی ہڈی بوسیدہ ہوگئی۔

رَمِیمٌ: بوسیدہ ہڈی۔ قول خداوندی ہے: مَنْ یُحْیِ العِظَامَ وهِیَ رَمِیمٌ کیونکہ فعیل اور فعول کے وزن پر اسماء میں مذکر ومؤنث) اور جمع کے صیغے رسول، عدوّ اور صدیق کی طرح یکساں ہوتے ہیں۔

الرِّمُّ: (راء مکسور) ثروت ومال۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جاءهُ بالطِّمِّ والـرِّمِّ: اس کے پاس بہت سامال آیا۔

یرمرم: پہاڑ، شاید بعض نے اسے یَلَمْلَمُ کہا ہے۔

ر م ن—الرُّمَّان: انار، اس کا واحد رُمَّانَةٌ ہے۔ خلیل نحوی کے نزدیک یہ لفظ بطور اسم غیر منصرف ہے اور اخفش کے نزدیک منصرف۔

ارمِینِیَّةُ: (الف مکسور) روم کی اطراف میں ایک علاقہ ہے۔ اس سے صفت نسبتی اَرْمَنِیَ ہے۔ (میم مفتوح) ہے۔

ر م ی—رَمَی الشَّـیْئَ مِنْ یَـدَیْهِ، یَرْمِیهِ رَمْیًا: اس نے چیز کو اپنے ہاتھوں سے گرا دیا یا پھینک دیا۔

فـارْتَـمَـی: تو وہ چیز گر پڑی۔

رَمَی بالسَّهْمِ: اس نے تیر پھینکا۔ اس کا مصدر رَمْیًا اور رِمَایَةً ہے۔

رَامَاهُ: اس نے اسے تیر مارا۔ اس کا مصدر مُرَامَاةً ہے اور رِمَاءً ہے۔

ارْتَـمَـوْا وتَرَامَوْا: انہوں نے باہم تیر اندازی کی۔ ابن السکیت کے نزدیک رَمَی عن القَـوْس: اس نے کمان سے تیر چلایا اور رَمَی عَلَیْهَا: اس نے اس پر تیر چلایا کہنا درست ہے۔ لیکن رَمَی بها نہیں کہنا چاہیے۔ یہ بات کہی گئی ہے اور کہی جاتی ہے کہ: خَـرَجَ یَتَـرَمَّی: یعنی وہ نشانوں اور درختوں کی جڑوں پر تیر اندازی کرتے یا کرتا ہوا نکلا۔ نیز خَـرَجَ یَرْتَمِی: وہ شکار پر تیر اندازی کرنے نکلا۔ عورت سے کہا جاتا ہے کہ: اَنْتِ تَرْمِینَ وَاَنْتُنَّ تَرْمِینَ: تو تیر اندازی کرتی ہے اور تم تیر اندازی کرتی ہو۔ دونوں یکساں ہیں۔ یعنی دونوں کے فعل کے صیغے میں کوئی

فرق نہیں ہے۔سوائے اس فرق کے کہ جو پہلے تَرِیْنَ میں بیان ہو چکا ہے۔

الرِّمَاءُ: (راء مفتوح اور الف ممدود) سود۔اس کا ذکر حضرت عمرؓ کی حدیث میں آیا ہے: تَرَامَى الجُرحُ الى الفَسَادِ: زخم فساد کی طرف لے جاتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ: طَعَنَهٗ فَارْمَاهُ عَنْ فَرَسِهٖ: اس نے اسے نیزہ مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔

اَرْمَى الحَجَرَ مِنْ يَدِهٖ: اس نے اپنے ہاتھ سے پتھر نیچے پھینک دیا۔

الرَّمِيَّةُ: شکار، يُرْمٰى: مضارع مجہول۔شکار کیا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ بِئْسَ الرَّمِيَّةُ الأَرْنَبُ: خرگوش بُرا شکار ہے۔حدیث شریف میں ہے: لَوْ اَنَّ اَحَدَاهُمْ دُعِيَ اِلٰى مِرْمَاتَيْنِ لأَجَابَ وَهُوَ لَايُجِيْبُ الى الصلوٰة: اگر ان میں سے کسی کو دو کھروں یعنی پایوں کے لئے بلایا جائے تو دعوت قبول کر لیتے ہیں۔لیکن نماز کے لئے دعوت کو قبول نہیں کرتے۔کہا گیا ہے کہ حدیث شریف میں وارد مِرْمَاة کا معنی ظلف ہے۔ابو عبید کا کہنا ہے کہ مرماۃ سے ظاہر مراد بکری کے دو پائے یا کھر نہیں۔ابو عبید کا کہنا ہے کہ مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں۔سوائے اس کے کہ اس لفظ کی یہی تفسیر کی جاتی ہے۔

ر ن ح۔تَرَنَّحَ: بے ہوشی یا نشہ کی حالت میں جھک جانا یا جھومنا۔

ر ن د۔الرَّنْدُ: ایک خوشبودار پودا۔یہ صحرائی پودا ہے۔شاید بعض لوگوں نے عُود کو رَند کہا ہے۔یہ اصمعی کا قول ہے۔اس نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ یہ پودا یعنی رند آلاس ہوسکتا ہے۔

ر ن ز۔الرُّنْزُ: (راء مضموم) یہ الأرز بمعنی چاول کی ایک لغت یعنی لہجہ ہے۔گویا لوگوں نے دو زاي میں سے ایک کو نون سے بدل دیا۔

ر ن ف۔اِرْتَفَتِ النَّاقَةُ بِأُذُنَيْهَا: اونٹنی نے تکان کے مارے دونوں کان لٹکا دیئے۔حدیث شریف میں ہے: كَانَ اذا نَزَلَ عَلَيْهِ الوَحْيُ وَهُوَ عَلَى القَصْوَاءِ تَذْرِفُ عَيْنَاهَا وَتُرْنِفُ بِأُذُنَيْهَا مِن ثِقَلِ الوَحْيِ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی اور وہ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوتے تو وحی کے بوجھ کی وجہ سے اونٹنی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے اور وہ اپنے دونوں کان لٹکا دیتی۔

ر ن ق۔مَاءٌ رَنْقٌ: (نون ساکن) گدلا پانی۔

الرَّنَقُ: (راء اور نون دونوں مفتوح) رَنِقَ الْمَاءُ کا مصدر ہے۔اس کا باب طَرِبَ

ہے۔
اَرْنَقَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے گدلا کردیا۔
رَنَّقَهُ: اس نے اسے گدلا کردیا۔ عَيْشٌ رَنِقٌ: تلخ زندگی۔ مکدّر یا گدلی یعنی ناخوشگوار زندگی۔
رَوْنَقُ السَّيْفِ: پانی کی آب وتاب۔ اسی لفظ سے رَوْنَق الضُّحٰى مشتق ہے۔ یعنی چاشت کے وقت کی آب وتاب۔
ر ن م — الرَّنَمُ: (راء ونون دونوں مفتوح) آواز۔ قَدْ رَنِمَ: اس نے آواز نکالی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
تَرَنَّمَ: اس نے آواز دہرائی۔ التَّرْنِيمُ کا معنی بھی یہی ہے۔
تَرَنَّمَ الطَّائِرُ فِي هَدِيْرِهِ: پرندہ ترنم سے چہچہایا۔
تَرَنَّمَ القَوسُ عِنْدَ الإِنْبَاضِ: چلہ کھینچتے وقت کمان سے آواز نکلی۔
ر ن ن — الرَّنَّةُ: آواز۔ کہا جاتا ہے کہ رَنَّتِ الْمَرْأَةُ تَرِنَ: (راء مکسور) رَنِيْنًا: عورت چیخی۔ اَرَنَّتْ کا بھی یہی معنی ہے۔
ابو زبید الطائی کا کلام ہے کہ: شَجَرَاءُهُ مُغِنَّةٌ وَاَطْيَارُهُ مُرِنَّةٌ: وہاں کے درخت گنگناتے ہیں اور پرندے چہچہاتے ہیں۔
اَرَنَّتِ الْقَوْسُ: کمان سے آواز پیدا ہوئی۔

ر ن ا — رَنَا اِلَيْهِ: اس نے اس کی طرف نظر ٹکادی یا ٹک کر دیکھا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ اور اسم فاعل رَانٍ ہے۔
ر ہ ب — رَهِبَ: وہ خوف زدہ ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
رَهْبَةً: خوف زدہ ہونا۔ (راء مفتوح)۔
رُهْبًا: (راء مضموم) خوفزدہ ہونا۔
رَجُلٌ رَهَبُوْتٌ: خوفزدہ اور دہشت کا مارا ہوا آدمی۔ کہا جاتا ہے کہ رَهَبُوْتٌ خَيْرٌ مِنْ رَحَمُوْتٍ: یعنی یہ صورتِ حال زیادہ بہتر ہے کہ تجھ کو دہشت زدہ وخوف زدہ کیا جائے۔ بجائے اس کے تجھ پر ترس کھایا جائے۔
اَرْهَبَهُ وَاسْتَرْهَبَهُ: اس نے اسے خوف زدہ کردیا۔
الرَّاهِبُ: زاہد وعبادت گزار انسان۔ اس کا مصدر الرَّهْبَةُ اور الرهبانِيَّةُ ہے۔ دونوں میں راء مفتوح ہے۔
التَّرَهُّبُ: عبادت گزاری۔
ر ہ ج — الرَّهَجُ: (راء اور ہاء دونوں مفتوح) غبار، گرد۔
ر ہ ط — رَهْطٌ: آدمی کا قوم اور قبیلہ۔
الرَّهْطُ: دس سے کم آدمیوں کا ٹولہ، جن میں کوئی عورت نہ ہو۔ قول خداوندی ہے: كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ: شہر میں نو گروہ تھے۔ لفظ ذَوْدٌ کی طرح اس کا

بھی لفظاً واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ البتہ اس کی جمع اَرْهُطٌ، ارهاط اور اَرَاهِط ہے۔ گویا یہ اُرْهُطٌ اور اَراهيطُ کی جمع ہے۔

ر ہ ف - أَرْهَفَ سَيْفَهٗ: اس نے اپنی تلوار کو تیز کیا۔ اس کا اسم فاعل مُرْهِفٌ ہوگا۔

ر ہ ق - رَهِقَهٗ: اس نے اسے ڈھانپ لیا۔ یا اس پر چھا گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ: اور ان کے چہروں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ رسوائی و ذلت اور حدیث شریف میں ہے: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُم اِلَى الشَّيْئِ فَلْيَرْهَقْهُ: جب تم میں سے کوئی کسی چیز کی طرف نماز پڑھے تو اسے ڈھانپ لے۔ اور اس سے زیادہ دور نہ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ اَرْهَقَهٗ طُغْيَانًا: وہ سرکشی کر کے اس پر چھا گیا۔ اَرْهَقَهٗ اِثْمًا حتّى رَهِقَهٗ: وہ گناہ کرانے کیلئے اس پر چھا گیا۔ یعنی اس نے اسے گناہ پر آمادہ یا مجبور کیا تو وہ گناہ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

اَرْهَقَهٗ عُسْرًا: اس نے اسے تکلیف دہ کام پر اُکسایا۔ کہا جاتا ہے: لَا تُرْهِقْنِي لاتر هقک اليه: تو مجھے تکلیف میں مبتلا نہ کر، اللہ تجھے تکلیف میں مبتلا نہ کرے۔

رَاهَقَ الغُلَامُ فَهُوَ المُرَاهِقُ: لڑکا بالغ ہو گیا۔ قول خداوندی ہے کہ: لَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا: یعنی جو خدا پر ایمان لائے اسے نہ تو کسی نقصان کا خوف ہو گا نہ کسی کے ظلم کا۔ دوسرا قول خداوندی ہے: فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا: تو انہوں نے ان کی سرکشی اور حماقت میں اضافہ کیا۔

رَجُلٌ مُرْهَقٌ: مبتلائے مصیبت انسان۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهٗ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) صَلّٰى امرأةٍ تُرْهَقُ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی عورت کی نماز جنازہ پڑھی جس پر برے کام کرنے کی تہمت تھی۔

ر ہ ل - رَهِلَ لَحْمُهٗ: اس کا گوشت تھرتھرایا اور ڈھیلا پڑ گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ر ہ م - المَرْهَمُ: مرہم جو زخموں پر رکھا جاتا ہے۔ یہ لفظ معرب ہے۔

ر ہ ن - الرَّهْنُ: گروی، رہن۔ اس کی جمع رِهَانٌ ہے۔ جس طرح حَبْلٌ کی جمع حِبَالٌ ہے۔ ابو عمرو بن العلاء کا کہنا ہے کہ یہ لفظ رُهُنٌ (ہاء مضموم) ہے۔ اخفش نے کہا کہ یہ بات قبیح ہے کہ فَعْلٌ وزن پر کسی اسم کی جمع فُعُل کے وزن پر بنے۔ یہ شاذ اور بہت کم ہے۔ اس نے مزید کہا کہ لوگ سَقْفٌ کی جمع سُقُفٌ بناتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ رُهُنٌ رِهَانٌ کی جمع ہو۔ جس

طرح فِرَاشٌ کی جمع فُرُشٌ ہے۔
قَدْ رَهَنْتُ الشَّيْءَ عِنْدَهُ: میں نے اس کے پاس چیز رہن رکھی اور رَهَنْتُهُ الشَّيْئَ ہم معنی ہیں۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اَرْهَنْتُهُ الشَّيْئَ کا بھی یہی معنی ہے۔
المُرْتَهِنُ: وہ شخص جو رہن لے۔ اور رہن میں رکھی جانے والی چیز مَرْهُوْنٌ اور رَهِيْنٌ ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ رَهِيْنَةٌ ہے۔
رَاهَنْتُهُ عَلٰى كَذَا: میں نے اس بات پر اس سے شرط باندھی یا لگائی۔ الرَّهِيْنَةُ کی جمع الرَّهَائِنُ ہے۔
اَرْهَنْتُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ: میں نے ان کے کھانے پینے کا مستقل ذمہ لیا۔ ایسے کھانے کو طَعَامٌ رَاهِنٌ کہا جاتا ہے۔

ر ہ ا — ابو عبیدہ: رَهَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ: اس نے اپنے قدم پھیلا دیئے یا کھولے۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا: اور سمندر کو کھلا چھوڑ دے۔
الرَّهْوُ: لوگوں کے محلہ میں واقع ایسی نشیبی جگہ جہاں سے بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہو۔
رَهَا الْبَحْرُ: سمندر ساکن ہو گیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

(میرا کہنا یہ ہے کہ اس کا معنی دو گھروں کے درمیان گھسا پٹا راستہ۔
اور الرَّهْوُ: پچھواڑے سے گھر کا کنارہ۔ شاید اس کا معنی تعمیر سے بغیر کھلی جگہ یعنی صحن ہو۔

ر و ا — رَوَّا فِي الْأَمْرِ: اس کا مصدر تَرْوِئَةٌ اور تَرْوِيْئًا (الف ممدود) ہے۔ اس نے معاملہ پر غور کیا اور جلد بازی نہیں کی۔ اس کا اسم الرَّوِيَّةُ ہے جس سے ہمزہ کو ترک کر دیا گیا ہے۔
رُوَاءٌ: دیکھئے بذیل مادہ ر أ ي اور بذیل مادہ ر و ي۔

ر و ب — الرَّائِبُ: دہی۔ اس سے فعل رَابَ يَرُوْبُ رَوْبًا ہے۔
رُوْبَةُ اللَّبَنِ: (راء مضموم) جاگ جو دودھ سے دہی بنانے کے لئے دودھ میں ڈال دی جاتی ہے تاکہ دودھ جم کر دہی بن جائے۔
قَوْمٌ رَوْبٰى: زیادہ چلنے کی وجہ سے سُست طبیعت اور ناسمجھ لوگ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رائب سے دہی یا لسّی پینے اور اس کے اثر سے سُست اور کاہل لوگ۔ بشر کا شعر ہے:

فَاَمَّا تَمِيْمُ تَمِيْمُ ابْنُ مُرٍّ
فَاَلْفَاهُمُ الْقَوْمُ رَوْبٰى نِيَامًا

"رہے بنو تمیم، یعنی قبیلہ بنو تمیم بن مُر کے

لوگ تو انہیں لوگوں نے یا قوم نے مدہوش اور محوِ خواب ہی پایا ہے۔"
روبَی کا واحد روبان ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد رائب ہے جس طرح هَلْكَى کا واحد هَالِك ہے۔

ر و ث — الرَّوْثَةُ: گوبر یا لید۔ اس کی جمع الرَّوْث اور ارواث ہے۔ قَدْ رَاثَ الفَرَسُ: گھوڑے نے لید کر دی۔ اس کا باب قال ہے۔

ر و ج — رَاجَ الشَّيْئُ: چیز رائج ہو گئی۔
يَرُوجُ رَوَاجًا: (راء مفتوح) کسی چیز یا بات کا رائج ہونا۔
رَوَّجَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے رواج دیا یا رائج کر دیا۔ اس کا مصدر التَّرْوِيْجُ ہے۔
مُرَوِّجٌ: رواج دینے والا۔ رائج کرنے والا۔

ر و ح — الرُّوْحُ: جان۔ مؤنث اور مذکر دونوں صیغوں کیلئے یکساں۔ اس کی جمع الأَرْوَاحُ ہے۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور حضرت جبریل علیہ السلام کو رُوح کا نام دیا جاتا ہے۔ فرشتوں اور جنوں سے منسوب بات کو بھی رُوحانی کہتے ہیں، (راء مضموم)۔ اس کی جمع رُوحَانِيُّوْنَ ہے۔ اسی طرح ہر روح والی یعنی جان دار چیز کو رُوحانی (راء مضموم) کہتے ہیں۔
مَكَانٌ رُوحَانِيٌّ: پاکیزہ جگہ۔
الرِّيْحُ: ہوا۔ اسکی جمع رِيَاحٌ اور أَرْيَاحٌ ہے۔ اور بعض اوقات اس کی جمع أَرْوَاحٌ بھی کی جاتی ہے۔ الرِّيْحُ کا معنی غلبہ اور قوت بھی ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: "وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ": اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی یعنی تمہاری قوت اور غلبہ کمزور پڑ جائے گا۔
الرَّوْحُ: (راء مفتوح) استراحة سے اور راحة سے مشتق ہے۔ الرَّوْحُ اور الرَّيْحَانُ کا معنی رحمت اور رزق ہے۔
الرَّاحُ: شراب اور الرَّاحُ راحة بمعنی ہتھیلی کی جمع ہے۔ وَجَدْتُ رِيْحَ الشَّيْئِ وَرَائِحَتَهُ کا ایک ہی معنی ہے یعنی میں نے خوشبو پائی۔
الدُّهن المُرَوَّحُ: (واؤ مشدد) خوشبودار تیل۔ حدیث شریف میں ہے کہ: أَنَّهُ أَمَرَ بِالإِثْمِدِ المُرَوَّحِ عِنْدَ النَّوْمِ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت خوشبودار سرمہ لگانے کا حکم دیا۔
أَرَاحَ اللَّحْمُ: گوشت سڑ گیا۔
أَرَاحَهُ اللّٰهُ فَاسْتَرَاحَ: خدا نے اسے راحت دی تو اس نے راحت پائی۔
الرَّوَاحُ — الصَّبَاحُ کی ضد یعنی شام۔ یہ وقت کا نام ہے۔ جو زوال سورج سے

شروع ہوتا ہے اور رات تک رہتا ہے۔ یہ لفظ رَاحَ یَرُوْحُ فعل کا مصدر بھی ہے۔ جو غَدَا یَغْدُوا کی ضد ہے۔

سَرَحَتِ الماشِيَةُ بالغَدَاةِ ورَاحَتْ بالعَشِيِّ: مویشی صبح کو چرنے کے لئے نکل گئے اور عشاء کے وقت واپس آئے یا شام کو گھر لوٹے۔ اس فعل کا مصدر رواحًا ہے۔

المُرَاحُ: (میم مضموم) وہ جگہ جہاں رات کو اونٹ اور بھیڑ بکری رہتے ہیں۔

المَرَاحُ: (میم مفتوح) وہ جگہ جہاں سے قوم یا لوگ صبح کو نکلتے ہیں۔ یا اس کی طرف آتے ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح المَغْدَاة جو الغَدَاة سے مشتق ہے۔ یعنی دوپہر کو نکلنے یا آنے کی جگہ۔

المِرْوَحَةُ: پنکھا، جس سے راحت حاصل کی جاسکے یا ہوا حاصل کی جائے۔ اس کی جمع المَرَاوِحُ ہے۔

أَرْوَحَ المَاءُ: پانی کی بو بدل گئی۔

تَرَوَّحَ المَاءُ: کسی چیز کے قریب ہونے سے پانی میں اس کی بو داخل ہونا۔

رَاحَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کی بو پالی۔ اس کا مضارع یَرَاحُهُ اور یُرِيْحُهُ ہے۔ اس کا ذکر حدیث میں ہے: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُتَعَاهِدَةً لم يَرِحْ رائحة الجَنَّة: جس کسی نے کسی معاہد یعنی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی بو تک نہیں پائے گا۔ ابوعبیدہ نے اسے رَاحَ یَرَاحُ قرار دیتے ہوئے راء کو مفتوح کر دیا ہے۔ ابوعمرو نے اسے رَاحَ یُرِيْحُ قرار دیا ہے اور راء کو مکسور کیا ہے۔ الکسائی کا کہنا ہے کہ یہ لَمْ یُرِحْ ہے۔ لہٰذا اس نے یاء کو مضموم قرار دیا ہے اور راء کو مکسور۔ یوں اس نے اسے رَاحَ کے معنوں میں اَرَاحَ سے مشتق بنایا ہے۔ اصمعی نے کہا ہے کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ لفظ راح سے مشتق ہے یا اَرَاحَ سے۔

اَلْاِرْتِيَاح: آرام و نشاط اور تروتازگی۔

اِسْتَرَاحَ: راح سے مشتق ہے یعنی اس نے آرام کیا۔

المُسْتَرَاح: نکلنے کی جگہ، مخرج۔

الاريحى: بااخلاق۔

اَخَذَتْهُ الارِيْحِيَّةُ: سخاوت کر کے مطمئن اور خوش ہوا۔

الرَّيْحَانُ: ایک مشہور پودا، وہ خوراک بھی ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "اَلْوَلَدُ مِنْ رَيْحَانِ اللّٰهِ تعالیٰ" لڑکا اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے ہے۔ اور قول خداوندی ہے کہ: وَالحَبُّ ذو العصفِ والرَّيْحَانِ: اور اناج جس کے ساتھ بھس ہوتا ہے اور خوشبودار پھول۔ العَصْفِ کا معنی پودے کا تنا اور ریحان

پتا۔ یہ الفرّاء کا قول ہے۔

ر و د - الإِرَادَة: ارادہ، مشیت۔

رَاوَدَهٗ عَلٰی کذا مُراودةً ورِوَادًا: (راء مکسور) اس نے اسے بہکایا۔

رَادَ الکلأ: اس نے چارے کی تلاش کی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ رِيَادًا (راء مکسور) کا بھی یہی معنی ہے۔ اِرْتَادَ- (ارتیاد) کا بھی یہی مطلب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اذا بال احدکم فلیرتد لبوله: تم میں سے جب کسی کو قضائے حاجت (پیشاب، پاخانے) کی ضرورت ہو تو اس کے لئے مناسب جگہ تلاش کرے۔ ایسی جگہ وہ جو نرم اور ڈھلوان ہو۔

الرَّائد: وہ شخص جسے چارہ ڈھونڈنے کیلئے بھیجا جائے۔

المَرَاد: (میم مفتوح) وہ جگہ جہاں انسان آئے جائے۔

المِرْوَدُ: (میم مکسور) میلان، رجحان۔

فُلانٌ يَمْشِيْ عَلٰی رُوْدٍ بروزن عُوْدٍ: فلاں شخص آہستہ چلتا ہے۔ اس کا اسم تصغیر رُوَيْدًا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اَرْوَدَ فِي السَّيْرِ: وہ چلنے میں دھیما ہوا۔ لوگوں کے یہ کہنے کا کہ: الدَّهْرُ اَرْوَدُ: کا معنی ہے کہ زمانہ تغیر پذیر ہے۔ یعنی آہستہ سے اپنا کام کیے جا رہا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ تمہارے اس قول: رُوَيْدَكَ عمروًا کا معنی ہے: اے عمرو! آہستہ چل۔ یہ لفظ اِرْوَادٌ سے ترخیم کے ذریعے اسم تصغیر بن گیا۔ جو اَرْوَدَ يُرْوِدُ کا مصدر ہے۔

ر و ز - رَازَهٗ: اس نے اسے پرکھا اور جانچا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

ر و ض - الرَّوْضَةُ: باغ، سبزی، انگور اور گھاس وغیرہ کا کھیت۔ اس کی جمع رَوْضٌ ہے۔

رَاضَ المُهْرَ: اس نے گھوڑے کے بچھیرے کو سدھایا۔ اس کا مضارع يَرُوْضُ اور مصدر رِيَاضًا اور رِيَاضَةً ہے۔ اس کا اسم مفعول مَرُوْضٌ ہے۔ اسی سے نَاقَةٌ مَرُوْضَةٌ ہے۔ یعنی سدھائی ہوئی اونٹنی۔

رَوَّضَهٗ: (واؤ مشدد) مبالغہ کا صیغہ، اس نے اسے اچھی طرح سدھایا۔ قَوْمٌ رُوَّاضٌ وَرَاضَةٌ: بہت اچھی طرح سدھانے والے لوگ۔

نَاقَةٌ رَيِّضٌ: (یاء مشدد) ایسی اونٹنی جو سدھانے کے ابتدائی مرحلہ میں ہو۔ ابتدائی مرحلے میں اونٹنی کا سدھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ یہ کلمہ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے یکساں ہے۔ اسی طرح غُلَامٌ رَيِّضٌ کہیں گے۔

رَوَّض القَرَاحَ: اس نے بے آب وگیاہ زمین کو باغ بنایا۔ اس کا مصدر تَرْوِيْضًا ہے۔

اَرَاضَ المَكَانُ وَاَرْوَضَ: جگہ باغات سے بھر گئی۔ کہا جاتا ہے کہ: اِفْعَلْ ذٰلِكَ مَا دامتِ النفس مُسْتَرِيْضَةً: جب تک جان میں جان ہے اس کام کو کرتے رہو۔

فُلَانٌ يُرَاوِضُ فلانًا عَلَى اَمْرٍ: فلاں شخص فلاں کو ایک کام کیلئے آمادہ کرتا ہے کہ وہ اس کام میں مصروف و مشغول ہوجائے۔

ر و ع ـ الرَّوْعُ: (راء مفتوح) ڈر اور خوف وہراس۔ الرَّوْعَةُ: خوف وہراس۔ الرُّوْعُ: (راء مضموم) دل اور عقل۔ کہا جاتا ہے کہ: وَقَعَ ذٰلِكَ فِى رُوْعِى: یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ رُوْحَ الامين نفث فِى رُوْعِي: روح الامین حضرت جبریل علیہ السّلام نے میرے دل میں پھونک دیا۔

رَاعَهُ: اس نے اس کو ڈرایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ فَارْتَاعَ: تو وہ خوفزدہ ہوگیا۔ رَوَّعَهُ تَرْوِيْعًا: اس نے اسے خوب ڈرایا۔ لوگوں کا قول ہے کہ 'لَا تُرَعْ': خوف زدہ نہ ہو۔

رَاعَهُ الشَّيْئُ: چیز اسے پسند آ گئی، اچھی لگی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ الأَرْوَعُ من الرجال: لوگوں میں خوبصورت ترین شخص۔

ر و غ ـ رَاغَ الثَّعْلَبُ: لومڑی اِدھر اُدھر پھری۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اس کا مصدر رَوَغَانًا بھی ہے جس میں رَاء اور واؤ دونوں مفتوح ہیں۔ اس کا اسم الرَّوَاغُ راء مفتوح ہے۔

اَرَاغَ اور ارْتَاغَ: اس نے تلاش کیا اور ڈھونڈا۔ رَاغَ الى كذا: وہ اس طرف مائل ہوا اور ایک طرف ہٹا۔ قول خداوندی ہے: فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ: پھر ان کو داہنے ہاتھ سے مارنا (توڑنا) شروع کیا۔ یعنی حضرت آگے بڑھے اور ان بتوں کو اپنے داہنے ہاتھ سے مارنا شروع کیا۔ الفراء نے راغ کا ترجمہ مَالَ کیا ہے یعنی وہ مائل ہوئے۔

فُلَانٌ يُرَاوِغُ فِى الْاَمْرِ مُرَاوَغَةً: فلاں شخص کام میں ورغلاتا اور پھسلاتا ہے۔

ر و ق ـ الرُّوْقُ والرُّوَاقُ: گھر کے دالان کی چھت۔ سائبان الرُّوقِ خیمہ کو بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: ضَرَبَ فلانٌ رُوْقَهُ بموضع كذا: کہ فلاں شخص نے فلاں جگہ اپنا خیمہ نصب کیا۔ یعنی وہاں اترا، یا ٹھہرا۔ حدیث شریف میں

ہے: حِيْنَ ضَرَبَ الشَّيطَانُ روقَـهُ وَمَـدَّ اطنابَهُ: جب شیطان نے اپنا خیمہ یا سائبان نصب کیا اور اس کی طنابیں کھینچیں۔ الرُّوْقُ کا معنی ایسا پردہ ہے جو چھت کے ساتھ کھینچا جاتا ہے یا لٹکایا جاتا ہے۔ اور ایسے گھر کو بَيْتٌ مُرَوَّقٌ کہتے ہیں۔

راقَهُ الشَّيْئُ: اسے چیز پسند آ گئی۔ رَاقَ الشَّـرَابُ: شراب خالص ہوگئی۔ ان دونوں کا باب قَـالَ ہے۔

الرَّاوُوْقُ: ریفائنری۔ وہ برتن جس میں شراب صاف کی جائے۔ شاید شراب کے شیشے کے برتن کو بھی الرَّاوُوق کہا گیا ہے۔

اِرَاقَةُ الماءِ ونَحْوَهُ: پانی وغیرہ کا بہانا۔

ر و ل — الرُّوالُ: (راء مضموم) لعاب، رال۔ کہا جاتا ہے کہ فـلانٌ يَسِيْـلُ رُوالُهُ: فلاں شخص کی رال ٹپکتی ہے یا ٹپکتی رہتی ہے۔

ر و م — رَوْمٌ: وہ حرکت جس کا ذکر سیبویہ نے اصل سے مشتق کر کے کیا ہے۔

المَرَامُ: مطلب ومقصد۔

رَامَةُ: بادیہ میں ایک جگہ کا نام ہے اور اسی کے بارے میں یہ مثل مشہور ہے کہ تَسْأَلُنِي بَرَامَتين سَلْجَمًا: تم مجھے صحرا میں کنویں کا پوچھتے ہو یعنی صحرا میں کنواں کہاں؟

رَامُ هُرْمُزُ: ایک شہر کا نام۔

الرُّومُ: الروم بن عِيْصُو کی اولاد کی نسل۔ چنانچہ زنج اور زنجی کی طرح ہی روم اور رومی کہا جاتا ہے۔

ر و ی — الأُرْوِيَّـةُ: (الف مضموم اور مکسور) پہاڑی بکری۔ ثلاثُ أَرَاوِيَ، یہ جمع أفَاعِيْلَ کے وزن پر ہے۔ تین سے زائد عدد کے لئے جمع کا صیغہ أَفْعَلَ کے وزن پر الأَرْوَى ہوگا اور یہ جمع خلاف قیاس ہے۔ أَرْوَى ایک عورت کا نام بھی ہے۔

الرَّيَّانُ: سیراب، عَطْشَان: بمعنی پیاسا، کی ضد ہے۔

المَرْأَةُ رَيَّا: سیراب عورت۔ رَيَّانُ: بنی عامر کے علاقے میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

الرَّوِيَّةُ: رویّہ۔ معاملہ میں سوچ بچار۔ عربوں کے کلام اور بول چال میں یہ کلمہ بغیر ہمزہ مروج ہوگیا ہے۔ رَوِيَ مِنَ المَاءِ: (واؤ مکسور) بروزن رضـا، رِيًّا: (راء مکسور ومفتوح)۔ اِرْتَوى اور تَرَوَّى سب کلمات کا ایک ہی معنی ہے۔

رَوَى الحَدِيثَ والشِّـعرَ، يَرْوِي: (واؤ مکسور) رِوَايَةً: اس نے حدیث روایت کی یا شعر روایت کیا۔ اس کا اسم فاعل رَاوٍ ہے یعنی راوٍ فـي الشِّـعرِ

والماء والحديث مِنْ قَومٍ رُواةٍ.
(شعر کا راوی، پانی کے سیراب کرنے والا۔ اور روایت کرنے والی جماعت یعنی رواۃ سے حدیث روایت کرنے والا)۔
رَوَّاهُ الشِّعْرَ تَرْوِيَةً وَأَرْوَاهُ بھی بمعنی اس نے اسے شعر روایت کرنے پر ابھارا، یا آمادہ کیا۔
يَـوْمُ التَّـرْوِية: نام اس لئے پڑا ہے کہ لوگ اس دن پانی سے سیراب ہوتے تھے۔ رَوَّى في الأمرِ: اس نے معاملہ پر غور وفکر اور سوچ بچار کیا۔ اس کلمہ کو مہموز اور غیر مہموز دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ تم کسی سے: أَنْشِدِ الْقَصِيدَةَ يَاهٰذا یعنی اے شخص! قصیدہ سناؤ کے بدلے اُرْوِهَا نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اگر تم اسے قصیدہ روایت کرنے کو یعنی زبانی یاد کئے ہوئے قصیدے کو سنانے کے لئے کہو تو 'اِرْوِ' کہہ سکتے ہو۔
الرَّايَـةَ: جھنڈا۔ الـرَّاوِيَةُ البعيـر اَوِ البَغْلُ اوِ الحِمارُ: آب بردار۔ اونٹ، خچر یا گدھا۔ جس پر پانی لادا جائے۔ عام لوگ زاد راہ یعنی راشن اٹھانے والے چوپایوں کو راویۃ کہتے ہیں اور استعارۃً ایسا کہنا جائز ہے۔ لیکن اصل بات وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔
رَجُلٌ لَهُ رُوَاءٌ: خوش منظر آدمی۔

میرا کہنا ہے کہ مصنف نے الرُّواء کو بذیل مادہ رَأى بھی درج کیا ہے۔ اسے کسی ایک ہی ذیل میں ہونا چاہیئے نہ کہ دو کے تحت۔
رَجُلٌ رَاوِيَةٌ لِلشِّعْرِ: شعر کا راوی شخص۔ یہاں 'ۃ' مبالغہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔
قَوْمٌ رِوَاءٌ مِنَ الماءِ: پانی سے سیراب لوگ۔ (راء مکسور اور الف ممدود)۔
الرَّوِيُّ: حرف قافیہ۔ کہا جاتا ہے کہ ایک ہی حرف قافیہ کے دو قصیدے۔
الرَّوِيَّةُ کا معنی 'بہت گہرا بادل' بھی ہے۔ اس کی مثال السَّفِيُّ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شَرِبَ شُرْبًا رَوِيًّا: اس نے خوب سیر ہو کر پیا۔
رَوِيَّـةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ر و ي اور بذیل مادہ ر و أ.

ر ي ب — الـرَّيْـبُ: شک، اس کا اسم الرِّيبَةُ ہے۔ اس کا معنی تہمت اور شک ہے۔ رَابَنِي فُـلَانٌ: فلاں شخص نے مجھے شک میں ڈال دیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ جب تمہیں معلوم ہو جو تمہیں شک میں ڈال دے اور تو اسے ناپسند کرے۔ اِسْتَرَبْتُ بِهِ کا بھی یہی معنی ہے۔ قبیلہ بنو ہذیل اسے أَرَابَنِي کہتے ہیں۔ أَرَابَ الرَّجُلُ: آدمی شکی ہوگیا۔ اس کا اسم فاعل مُرِيبٌ ہوگا۔ اِرْتَابَ فِيهِ: اس میں شک پیدا ہوگیا۔ رَيْبُ الـمَـنُـوْنِ: حادثاتِ

زمانہ یا گردش زمانہ۔

ر ي ث - رَاثَ عَلَيَّ خَبَرُهُ: اس نے مجھے اپنی اطلاع دیر سے دی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ مثل مشہور ہے: رُبَّ عَجَلَةٍ وَهَبَتْ رَيْثًا: بہت سی جلد بازیاں مزید تاخیر کا سبب بن جاتی ہیں۔

رِيــحٌ: دیکھئے بذیل مادہ ر و ح.

ريحان: دیکھئے بذیل مادہ ر و ح.

ر ی ش - الرِّيـشُ للطـائر: پرندے کے پر۔ اس کا واحد الرِّيشَةُ ہے اور اس کی جمع اَرْيَاش بنائی جاتی ہے۔

رَاشَ السَّهْمَ: اس نے تیر کے ساتھ پر چمٹا دیا۔ اس کا اسم فاعل مرِيْش بروزن مبِيعٌ ہوگا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

رَاشَ فُـلانًا: اس نے فلاں شخص کے حالات درست کئے۔ یہ بطور تشبیہ کہا جاتا ہے۔ الرِّيْشُ والرِّيَاش کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی عمدہ لباس اسی سے قول خداوندی ہے: وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقوىٰ: یہ بھی کہا گیا ہے کہ الرِّيْشُ سے مراد مال، زرخیزی اور روزی ہے۔

ر ی ط - الرِّيطَةُ: ایک پاٹ یا پٹی کی چادر، دو پاٹ کی نہیں۔ اس کی جمع رِيَطٌ اور رِيَاطٌ ہے۔

ر ی ع - الرَّيْعُ: (راء مفتوح) نشوونما اور بڑھوتری۔

اَرْضٌ مَـرِيْـعَـةٌ: (میم مفتوح) بروزن مَبِيْعَةٌ: زرخیز زمین۔

رَيْـعَـانُ نحـلّ شَيْئٌ: ہر چیز کا آغاز و عنفوان۔ اسی سے لفظ رَيْعَانُ الشَّبَاب بمعنی عنفوان شباب مشتق ہے۔

فَـرَسٌ رَائِعٌ: عمدہ گھوڑا۔

الرِّيْعُ: (راء مکسور) اونچی زمین۔ اس کا معنی پہاڑ بھی بتایا گیا ہے۔ قول خداوندی ہے: اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ: بھلا تم ہر اونچی جگہ پر نشان تعمیر کرتے ہو۔ جن کی تمہیں ضرورت نہیں ہوتی۔ تم ان سے صرف دل بہلاتے ہو۔

ر ي ف - الرِّيف: ایسی زمین جس میں کھیتیاں ہوں، سرسبزی اور شادابی ہو۔ اس کی جمع اَرْيَاف ہے۔

ر ي ق - الـرِّيـقُ: تھوک، اس کی جمع اَرْيَاق ہے۔

ر ي م - ابو عـمـرو: مَرْيَم بروزن مَفْعَلٌ، اس کا فعل رَامَ يَرِيْمُ ہے یعنی وہ جدا ہوا یا دور ہٹ گیا۔ بطور دعا کہا جاتا ہے لَا رِمْتَ: تو دور نہ ہو، یا خدا تجھے دور نہ کرے۔ یعنی تو باقی اور سلامت رہے۔

ر ي ن - الـرَّيْـنُ: ٹھپہ، چھاپ، میل کچیل۔ کہا جاتا ہے کہ: رَانَ ذَنْبُهُ عَلٰى قَلْبِـهٖ: اس کے گناہ نے اس کے دل پر چھاپ لگا دی۔ یعنی وہ زنگ آلود ہو گیا۔

اس کا باب بَاعَ ہے۔ اور مصدر رُدُوْنًا بھی ہے۔ بمعنی وہ غالب آ گیا۔

ابوعبیدہ کا اس قول خداوندی: کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ: کے بارے میں کہنا ہے کہ ان کے اعمال ان پر غالب آ گئے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ران کا معنی یہ ہے کہ گناہ پر گناہ کرتے چلے جانا، تا آنکہ دل سیاہ ہو جائے۔ ابوعبید نے کہا کہ: "كُلّ ما غلبك فقد رَان بِكَ ورَانَك وران عليك" ہر وہ چیز جس نے تم پر غلبہ پا لیا گویا اس نے تم پر اپنی چھاپ ثبت کر دی۔

رِيْنَ بِالرَّجُلُ: آدمی ایسی جگہ (دلدل) پھنس گیا جہاں سے نکلنا ممکن نہیں نہ اس میں طاقت ہے کہ نکل سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: وَقِيْلَ رِيْنَ بِهٖ: اِنْقُطِعَ به: کہ رین کا معنی ہے کہ اس سے تعلق منقطع ہو گیا۔

رَيْش: دیکھئے بذیل مادہ ر أ س.

رَيْض: دیکھئے بذیل مادہ ر و ض.

باب الزاء

ز ا ر — الزَّئِيْرُ: بروزن الصَّرِيْرُ: شیر کی دھاڑ۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس کا مصدر زئیرًا بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل زَائِرٌ ہے۔ باب طَرِبَ سے اس کا ایک اور لہجہ یا لغت بھی ہے۔ وہ زَئِرٌ ہے۔

تَزَئَّرَ الاَسَدُ تَزَؤُّرًا: شیر خوب دھاڑتا ہے یا زور سے دھاڑتا ہے۔

ز ا ن — كَلْبٌ زِئنِيٌّ: (ہمزہ کے ساتھ) پست قد کتا۔ اسے صِنِيٌّ نہیں کہنا چاہیے۔

الزُّؤَانُ: (زاء مضموم) اناج کا ایک دانہ جو گندم کے ساتھ ملا ہوتا ہے۔

ز ب ب — زَبَّبَ عِنَبَهٗ تَزْبِيْبًا: اس نے اپنے انگور خشک کر کے زبیب یعنی منقیٰ بنا لئے۔ کہا جاتا ہے کہ تَكَلَّمَ فُلَانٌ حَتّٰى زَبَّبَ شِدْقَاهُ: فلاں شخص نے اتنی باتیں کیں کہ اس کی باچھوں پر جھاگ چڑھ گئی۔

ز ب د — الزَّبَدُ: جھاگ۔ زَبَدُ الماءِ والبعيرِ والفِضَّةِ: پانی، اونٹ اور چاندی کی جھاگ۔

اَزْبَدَ الشَّرَابُ: مشروب پر جھاگ چڑھ آئی۔

بَحْرٌ مُزْبِدٌ: موجیں مارتا ہوا سمندر جس کی سطح پر جھاگ چڑھ آئی ہو۔

الزُّبْدُ: مکھن۔

زَبَدَهٗ: اس نے اسے مکھن کھلایا۔

زَبَدَهٗ: اس نے اسکو مال کا عطیہ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّا لا نقبلُ زَبَدَ المُشْرِكِيْنَ: ہم مشرکوں کے مالی عطیات قبول نہیں کرتے۔

ز ب ر — الزُّبْرَةُ: (زای مضموم) لوہے کا ٹکڑا یا لوہے کی شیٹ یا چادر۔ اس کی جمع زُبَرٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاٰتُوْنِي زُبَرَ الحَدِيْدِ: مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔ زُبُــرٌ: (زای مضموم و باء مضموم) کا بھی یہی معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: فَتَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا: تو پھر انہوں نے آپس میں اپنے کام کو متفرق کر کے جدا جدا کر دیا۔

الزَّبْرُ: ڈانٹ ڈپٹ، جھڑک۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الزَّبْرُ کا معنی لکھائی بھی ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

الزِّبْرُ: (زای مکسور) کتاب، اس کی جمع زُبُوْرٌ ہے۔ اس کی مثال قِدْرٌ: (ہانڈی)

کی جمع قُدُورٌ ہے۔ اسی لئے بعض نے قرآن کی آیت کو وَآتَیْنَا دَاوٗدَ زُبُوْرًا پڑھا ہے۔

المِزْبَرُ بروزن المِبْضَع: قلم۔

الزَّبُوْرُ: کتاب۔ یہ زَبَرَ فعل سے مفعول کے معنوں میں فَعُوْلٌ کے وزن پر ہے۔ الزَّبُوْرُ کا معنی حضرت داوٗد علیہ السّلام کی کتاب بھی ہے۔

الزُّنْبُوْر: (زای مضموم) بھڑ۔ یہ مؤنث ہوتی ہے۔ اس کی جمع الزَّنَابِیْرُ ہے۔

الزِّئْبِرُ: (زای مکسور، باء مکسور، مہموز) نئے کپڑے کا باہر کا حصہ یا کپڑے کا رُخ یا اس کے روئیں۔ جیسے ریشمی کپڑے کے روئیں۔ اس لفظ کا ایک لہجہ الزِّئْبُر: (باء مضموم) بھی ہے۔

ز ب ر ج د-الزَّبَرْجَدُ: بروزن السَّفَرْجَلُ: مشہور ومعروف زبرجد ہیرا۔

ز ب ع-الزَّوْبَعَةُ: اندھیری، طوفان باد۔ کہا جاتا ہے: أُمّ زَوبَعَة: یہ تیز ہوا کا طوفان جس سے گرد وغبار اُٹھتا ہے اور یہ گرد وغبار آسمان تک اٹھتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے غبار کا ایک ستون ہو۔

ز ب ق-اِنْزَبَقَ: وہ داخل ہوا۔ یہ لفظ دراصل انزقَبَ سے مقلوب ہوا ہے۔

الزَّنْبَقُ: یاسمین کا تیل/عطر۔

الزِّئْبَقُ: فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ اسے ہمزہ کا اضافہ کر کے معرب کیا گیا ہے۔ بعض لوگ اسے باء مکسور کر کے الزِّئْبِر کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔

دِرهَمٌ مُزَأبَقٌ: گھسا ہوا درہم۔ عام لوگ اسے مُزَبَّقٌ کہتے ہیں۔

ز ب ل-الزِّبْلُ: گوبر اور لید۔

المَزْبَلَةُ: (باء مفتوح اور مضموم) گوبر اور لید والی جگہ۔

الزِّبِيلُ: ٹوکرا، تھیلا۔ اگر زای کو مکسور کریں اور باء کو مشدد تو کہیں گے: الزِّبِّيلُ یا زِنْبِيلُ.

ز ب ن-الزَّبَانِيَةُ: عربوں کے ہاں اس کا معنی میدانِ جنگ میں اترنے والا پہلا سپاہی ہے۔ اسی نسبت سے بعض ملائکہ کو یہ نام دیا گیا ہے کہ دوزخیوں کو جہنم میں دھکیلیں گے۔ الزَّبْنُ کا اصل معنی دھکیلنا ہے۔ اَخفش کا کہنا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کا واحد زَبَانِیٌّ ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کا واحد زَابِنٌ بتایا ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کا واحد زِبْنِيَة کہا ہے۔ اس کی مثال عِفْرِيَة بتائی ہے۔ اَخفش نے کہا کہ عرب تقریباً اسے نہیں جانتے اور اسے ایسا جمع قرار دیتے ہیں جس کا واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔ مثلاً: اَبَابِيلِ اور عَبَادِيدِ.

زُبَانَیَا العَقرَبِ: بچھو کے دو سینگ۔
المُزَابَنَۃُ: درختوں پر لگے کچے کھجوروں کی فروخت جو شرعاً ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ بیع مجازفۃ ہے یعنی اندازے اور اٹکل سے قیمت طے کرتا ہے۔ اس میں تول ناپ نہیں ہوتا۔ البتہ بیع عَرَایَا کی رخصت اور اجازت دے دی گئی ہے۔ رہا کند ذہن اور حریف کے معنوں میں لفظ الزبون تو یہ کلمہ اہل بادیہ کے کلام میں رائج نہیں ہے۔

ز ب ا — الزُّبْیَۃُ: وہ پشتہ جس پر پانی نہ چڑھے۔ مثل مشہور ہے کہ: قَدْ بَلَغَ السَّیْلُ الزبیَ: سیلاب کا پانی پشتے تک پہنچ گیا ہے۔ الزُّبْیَۃُ کا معنی وہ گڑھا بھی ہے جو شکار کے لئے کھودا جاتا ہے۔ اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ گڑھا کسی اونچی جگہ کھودا جاتا تھا۔

ز ج ج — الزُّجُّ: (زای مضموم) نیزے کے نچلے حصے میں لگا ہوا لوہے کا ٹکڑا۔ اس کی جمع زِجَجَۃٌ بروزن عِنَبَۃٌ ہے۔ اور زِجَاج ہے۔ اس کے علاوہ اس کا جمع کا کوئی صیغہ یا وزن نہیں ہے۔

الــزَّجَــجُ: (زای مفتوح اور جیم مفتوح) بھوؤں کی باریکی اور لمبائی۔

اَزَجُّ: باریک اور لمبی بھوؤں والا شخص۔

الــزُّجَــاجَــۃُ بمعنی شیشہ۔ اس کی جمع زِجَــاج ہے جس میں زای مفتوح، مکسور اور مضموم ہے۔

ز ج ر — الزَّجْرُ: روکنا، منع کرنا۔ زَجَرَہٗ فانْزَجَرَ: اس نے اسے روکا تو وہ رک گیا۔ وازْدَجَرَہٗ فازْدَجَرَ کا بھی یہی معنی ہے۔ الزَّجْرُ کا معنی عیافہ بھی ہے جو فال گیری کی ایک قسم ہے۔ تم لوگ کہتے ہو کہ: زَجَرْتُ اَنْ یَّکُوْنَ کذا و کذا: میں نے اس بات کی فال نکالی ہے کہ ایسا ویسا ہو جائے گا۔

زَجَرَ البَعِیْرَ: اس نے اونٹ کو ڈانٹ کر ہانکا۔ تینوں کا باب نَصَرَ ہے۔

ز ج ل — الزَّجَل: (زای اور جیم مفتوح) آواز، کڑک، گرج۔ کہا جاتا ہے سَحَابٌ زَجِلٌ: گرجدار بادل۔

الــزَّنجــبیــل: ادرک۔ شراب کو بھی الزَّنجبیل کہتے ہیں۔

ز ج ا — زَجَّی الشَّیْئَ تَزْجِیَۃً: آہستہ اور نرم طریقے سے دھکیلنا۔ کہا جاتا ہے: کَــیْــفَ تَــزَجِّی الاَیَّام: تم وقت کیسے دھکیل رہے ہو، یعنی گزارتے ہو۔

تَــزَجَّی بِکَذَا: اس نے اس پر، یا اتنے پر کفایت کی۔

اَزْجَی الاِبِلَ: اس نے اونٹ کو ہانکا۔

الــمُــزْجَــی: تھوڑی مقدار۔ بِــضَــاعَــۃٌ مُزْجَاۃٌ: کم سروسامان، کم سرمایہ۔

الرِّیْحُ تُزْجِی السَّحَابَ: ہوا بادلوں کو

ہانکتی ہے۔

البَقَرَةُ تُزْجِي وَلَدَهَا: گائے اپنے بچھڑے کو ہانکتی ہے۔

ز ح ز ح - زَحْزَحَهُ عَنْ كَذَا: اس نے اسے فلاں چیز سے دور کیا۔

تَزَحْزَحَ: وہ دور ہوا یا ایک طرف ہو گیا۔ کنارے ہو گیا۔

ز ح ر - الزَّحِيرُ: پیچش شکم۔ یہی معنی الزُّحَار کا ہے۔

الزَّحِيرُ کا معنی سختی یا مشکل سے سانس لینا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: زَحَرَتِ المَرْأَةُ عِنْدَ الوِلادة. بچہ جنتے وقت عورت نے زور زور سے سانس لیے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ ہے۔

زَحْزَحَ: دیکھیے بذیل مادہ ز ح ح.

ز ح ف - زَحَفَ اِلَيْهِ: وہ اس کی طرف چلایا گیا۔

تَزَحَّفَ اليه: وہ اس کی طرف چل کر گیا یا پیدل گیا۔

ز ح ل - زَحَلَ عَنْ مَكَانِهِ: وہ اپنی جگہ سے ایک طرف ہٹ گیا۔ اور دور ہو گیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے اور تَزَحَّلَ کا معنی بھی یہی ہے۔

زُحَل: ایک ستارہ ہے جو سیارگان خنس میں سے ایک ہے۔ اور لفظ عُمَرُ کی طرح غیر منصرف ہے۔

ز ح ل ق - الزُّحْلُوقَةُ: الدُّحْرُجَة کی طرح ہے۔ پھسلنا یا رینگنا۔

قَدْ تَزَحْلَقَ: وہ پھسل گیا۔

ز ح م - الزَّحْمَةُ الزِّحَام: بھیڑ، ہجوم۔ کہا جاتا ہے: زَحَمَهُ: اس نے اس پر ہجوم کر دیا۔ اسے تنگ جگہ دھکیل دیا۔ اس کا مضارع يَزْحَمُهُ (حاء مفتوح) اور مصدر زَحْمَةٌ ہے۔ اِزْحَمَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اِزْدَحَمَ القَوْمُ عَلٰى كذا: فلاں شخص پر لوگوں نے بھیڑ کر دی۔

تَزَاحَمُوا عليه: وہ اس پر بھیڑ کر کے آ گئے۔

ز خ خ - زَخَّهُ: اس نے اسے گڑھے میں دھکیل دیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: مَنْ يَتَّبِعُ القُرْآنَ يَهْبِطُ بِهِ عَلَى رِيَاضِ الجَنَّةِ وَمَنْ يَتَّبِعُهُ القُرانَ يَزُخُّ فِي قَفَاهُ حتى يَقْذِفَ بِهِ فِي نَار جَهَنَّمَ: جو قرآن کی پیروی کرے گا تو قرآن اسے جنت کے باغات میں لے جائے گا اور جس کی پیروی قرآن کرے تو قرآن اسے اپنے پیچھے دھکیل دے گا یہاں تک کہ اسے دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔[1]

---

[1] علامہ اقبالؒ کے اس شعر میں اسی مفہوم کی ترجمانی ہے:

ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق
خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

ز خ ر-زَخَرَ الوَادِي: وادی بہت زیادہ پھیل گئی اور بلند ہوگئی۔
بَحْرٌ زَاخِرٌ: ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر۔ اس کا باب خضع ہے۔
ز خ ر ف-الزُّخْرُف: سونا، پھر بعد میں ہر نقلی اور سونے کا پانی چڑھائی ہوئی دھات کو کہنے لگے۔
المُزَخْرَف: مزین و آراستہ۔
ز ر ب-الزرابِيُّ: مسندیں اور گاؤ تکیے۔ میرا کہنا ہے کہ النَّمَارِقُ کا معنی گاؤ تکیے ہیں جن کا ذکر قرآن میں الزَّرَابِيُّ والی آیت سے پہلے آچکا ہے۔ پھر الزرابی کا معنی النمارق کیسے ہوسکتا ہے۔ الزرابیّ کا معنی تو صرف مخملی بچھونے اور قالین وغیرہ ہونا چاہیئے۔
ز ر د-زَرِدَ اللُّقْمَةَ: اس نے لقمہ نگل لیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ یہی معنی ازْدَرَدَ کا ہے۔ الزَّرْدُ: السَّرْد باعتبار وزن و معنی: زرہ، زرہ کی کڑیوں یا ایک دوسرے کے اندر پھنسنا۔
الـزَّرَدُ: (زای اور راء دونوں مفتوح) کڑیوں والی زرہ۔
الزَّرَّادُ: (راء مشدد) زرہیں بنانے والا۔
زَرُوْدُ بروزن ثَمُوْد. ایک جگہ کا نام۔
ز ر د م-الزَّرْدَمَةُ: نگلنے کی جگہ، گلے میں ہوا کی نالی۔

ز ر ر-الزِّرُّ: (زای مکسور) قمیض کا بٹن یا کاج۔ اس کی جمع أَزْرَارٌ ہے۔
الـزَّرُّ: (زای مفتوح) مصدر ہے۔ زَرَّ القَمِيْصَ: اس نے قمیض کے بٹن بند کئے یا بٹن ٹانکے۔ اس کا باب رَدّ ہے۔ کہا جاتا ہے: أَزْرُرْ عَلَيْكَ قَمِيْصَكَ: اپنی قمیض کے بٹن بند کر۔ زُرَّهٗ، زُرُّهٗ اور زُرِّهٖ: (راء مفتوح و مضموم و مکسور) سب کا ایک ہی معنی ہے۔ أَزْرَرْتَ الْقَمِيْصَ فَتَزَرَّرَ: تو نے قمیض کے بٹن بند کئے تو وہ بند ہوگئے۔ الزُّرْزُرُ بروزن هُدْهُدُ: ایک پرندہ۔
زَرْزَرَ: اس نے زرزر کی آواز نکالی۔
ز ر ج ن-الزَّرَجُوْنَ: (راء متحرک) شراب۔[1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی انگور ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ بمعنی زرگونہ یعنی سونے کے رنگ کا۔ الجرمی نے کہا کہ اس کا معنی سرخ رنگ ہے۔
ز ر ع-الزَّرْعُ: فصل۔ اس کی جمع الزُّرُوْع ہے۔ اور فصل کی جگہ یعنی کھیتی کو مَزْرَعَةٌ کہتے ہیں اور مُزْدَرَعٌ بھی کہتے ہیں۔ الزَّرْعُ کا معنی بیج بولنا بھی ہے۔ الزَّرْعُ کا مطلب پیدا کرنا اور بڑھانا اور اگانا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: زَرَعَهُ

[1] مے ارغوانی۔

اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ اس کو بڑھائے۔ اسی سے قول خداوندی ہے: أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ: "کیا تم اگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں۔" ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔ اِزْدَرَعَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے کاشت کی۔

الْمُزَارَعَةُ: کاشتکاری۔

ز ر ف—الزُّرَافَةُ: (زای مضموم ومفتوح، الف مخفف) ایک مشہور جانور، زرّافہ۔

ز ر ق—رَجُلٌ اَزْرَقُ الْعَيْنِ: نیلی آنکھوں والا آدمی۔

الزَّرَقُ: زای اور راء دونوں مفتوح۔ نیلا پن، چمک۔

الْمَرْأَةُ زرقاءُ: نیلی آنکھوں والی عورت۔

قَدْ زَرِقَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ نیلی ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم الزُّرْقَةُ ہے۔ نیزے کے پھلوں کوان کے چمکتے رنگوں کی وجہ سے زُرقاً کہتے ہیں۔

زَرَقَ الطَّائِرُ: پرندہ نے بیٹ کردی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

زَرَقْتُ عَيْنُهُ نَحْوِیْ: اس نے میری طرف نظر پھیری۔ اور اس کی سفیدی ظاہر ہوئی۔

الْمِزْرَاقُ: چھوٹا نیزہ۔ زَرَقَهُ بِالْمِزْرَاقِ: اس نے اسے چھوٹے نیزے سے مارا۔ یا دے مارا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

نَصْلٌ اَزْرَقُ: نیزے کا چمکدار پھل۔

مَاءٌ اَزْرَقُ: صاف وشفاف پانی۔

الزَّوْرَقُ: کشتی کی ایک قسم۔

ز ر م—زَرِمَ الْبَوْلُ: (راء مکسور) پیشاب رک گیا۔ اَزْرَمَهُ غَيْرُهُ: کسی نے اس کا پیشاب روک دیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُزْرِمُوهُ: "کسی پر پیشاب کرنا بند نہ کرو۔"

ز ر م ق—الزُّرْمَانِقَةُ: اونی جبہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّ مُوْسٰى لَمَّا اَتٰى فِرْعَوْنَ اَتَاهُ وَعَلَيْهِ زُرْمَانِقَةٌ: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس آئے تو اس وقت وہ اونی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ ابوعبید کا کہنا ہے کہ میری رائے میں یہ عبرانی الاصل لفظ ہے۔ اس نے کہا کہ اس کی تفسیر حدیث میں ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ فارسی الاصل ہے اور معرب ہے اور اس کی اصل اشْتُرْبَانَه یعنی سامانِ جمال و آرائش ہے۔

ز ر ي—زَرَي عَلَيْهِ فِعْلَهُ: اس نے اس کے کام کو معیوب قرار دیا۔ اس کا مضارع يَزْرِي (راء مکسور) ہے اور مصدر زِرَايَةٌ بروزن حِكَايَةٌ ہے۔ تَزَرّیٰ علیه بھی یہی معنی ہے۔

ابوعمرو نے کہا کہ: الزَّارِي عَلٰى

الانسان: کسی انسان کو کچھ نہ سمجھنے والا اور اسکے کام کا منکر۔

الإزراءُ: سستی اور کام میں کاہلی۔ کہا جاتا ہے کہ أَزْرَی بِهِ: اس نے اس کام میں سستی کی۔

إزْدَرَاهُ: اس نے اسے حقیر سمجھا۔

ز ط ط — الزُّطُّ: جاٹ۔ ایک قوم اس کا واحد زُطِّي ہے۔

ز ع ج — أَزْعَجَهُ: اس نے اسے پریشان کردیا۔ اور اسے اس کی جگہ سے اکھاڑ دیا۔

انْزَعَجَ: وہ پریشان ہوا۔

ز ع ر — الزَّعَرُ: سر کے بالوں کا کم ہونا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

أَزْعَرُ: کم بالوں والا آدمی۔

الزَّعَارَّةُ: (راء مشدد) بدخلقی، ترش مزاجی۔ اس کا کوئی فعل نہیں۔

الزُّعْرُوْرُ بروزن العُصْفُوْرُ: بد خلق انسان۔ عام لوگ کہتے ہیں: رَجُلٌ زَعِرٌ: بدخلق شخص اور فِیْهِ زَعَارَةٌ: اس شخص میں بدخلقی ہے۔

الزُّعْرُوْرُ: ایک مشہور پھل یا میوہ۔

ز ع ز ع — الزَّعْزَعَةُ: کسی چیز کو حرکت دینا یا ہلانا۔ کہا جاتا ہے کہ: زَعْزَعَهُ فَتَزَعْزَعَ: اس نے اسے ہلایا تو وہ ہل گیا۔ رِیْحٌ زَعْزَعَانٌ وزَعْزَعٌ وزَعْزَاعٌ: چیزوں کو ہلا دینے والی ہوا۔

اس کی جمع زَعَازِعُ ہے۔

ز ع ف ر — الزَّعْفَرَانُ: کیسر، زعفران۔ اس کی جمع زَعَافِرُ ہے۔ اس کی مثال تَرْجُمَان کی جمع تَرَاجِم، اور صحصحان کی جمع صَحَاصِحُ ہے۔

زَعْفَرَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑے کو زعفران کے ساتھ رنگا۔

ز ع ق — الزَّعْقُ: چیخ۔ قَدْ زَعَقَ بِهِ: اس نے چیخ ماری۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

المَاءُ الزُّعَاقُ: نمکین پانی، کھارا پانی۔

ز ع م — زَعَمَ يَزْعُمُ: (عین مضموم) زَعْمًا: خیال کرنا۔ گمان کرنا۔ (زای پر تینوں حرکتیں ہیں) یعنی زُعْمًا۔

زَعَمَ بِهِ: ضمانت دی، کفالت کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الزَّعِيْمُ: کفیل، ضامن، ذمہ دار۔ حدیث شریف میں ہے: الزَّعِيْمُ غَارِمٌ: کفیل پر تاوان ہے۔

الزَّعَامَةُ: سرداری، قیادت، لیڈری۔

زَعِيْمُ القَوْمِ سَيِّدُهم: قوم کا لیڈر ان کا سردار ہوتا ہے۔

ز غ ب — الزَّغَبُ: (زای اور غین دونوں مفتوح) چوزے کے پروں پر زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے بال یا روئیں۔

ز ف ت — الزِّفْتُ: تارکول۔ میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے کہا کہ

الـزِفْتُ: تارکول ہے اور جَرَّۃٌ مُزَفَّتَۃٌ: تارکول ملا ہوا مٹکا۔ ایسا مٹکا جس پر تارکول ملا ہوا ہو۔

ز ف ر — الزَّفِيْرُ: گدھے کی پہلی آواز۔ اس کی آخری آواز کو شھیق کہتے ہیں۔ کیونکہ الزَّفِيْر سانس لینے کو کہتے ہیں اور الشھیق سانس نکالنے کو۔

قَدْ زَفَرَ يَزْفِرُ: (فاء مکسور) زَفِيْرًا۔ اس نے آواز نکالی۔ اس کا اسم الزَّفْرَۃُ ہوگا۔ اس کی جمع زَفَرَاتٌ ہے۔ (اس میں فاء مفتوح) ہے۔ کیونکہ یہ اسم ہے نہ کہ نعت۔ شاید شاعر نے ضرورت شعری کے پیش نظر بجائے متحرک کے فاء کو ساکن کر دیا ہے۔

ز ف ف — زَفَّ العَرُوْسَ اِلٰى زَوْجِھَا: اس نے دلہن کو اس کے خاوند سے ملا دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اور مصدر زِفَافًا بھی ہے۔ (اس میں زای مکسور ہے)۔ اَزَفَّھَا اور اِزْدَفَّھَا دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ زَفَّ الْقَوْمُ فِیْ مَشْیِھِمْ يَزِفُّوْنَ: (زای مکسور) زَفِيْفًا: قوم یا لوگ تیز چلے یا تیز رفتاری سے چلے یا جلدی کی۔ اسی سے قول خداوندی ہے: فَاَقْبَلُوْا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ: وہ اس کی طرف تیزی سے آگے بڑھے۔

زَفِيْف: دیکھئے بذیل مادہ و ز ف، اور بذیل مادہ ز ف ف.

ز ق ق — الزِّقُّ: مشکیزہ۔ اس کی جمع قلت اَزْقَاق ہے اور جمع کثرت زِقَاق اور زُقَّان ہے۔ اس کی مثال ذِئَابٌ اور ذُؤْبَانٌ ہے۔

الـزُّقَاقُ: آبنائے، تنگ راستہ۔ مذکر اور مؤنث دونوں یکساں ہوتے ہیں۔ اس کی جمع زُقَّان اور اَزِقَّۃٌ ہے۔ اس کی مثال حُوَار، حُوْرَان اور اَحْوِرَۃ ہے۔

زَقَّ الطَّائِرُ فَرْخَهٗ: پرندے نے اپنے بچے کو اپنی چونچ سے چوگ کھلا دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الزَّقْزَقَۃُ: بچے کو کلیلیں بھرانا، یا خوشی سے نچانا۔ گدگدانا۔

ز ق م — الزَّقُّوْمُ: ایک کھانے کا نام جس میں کھجور کے ساتھ مکھن ملا ہوتا ہے۔

الزَّقْمُ: زقوم کا کھانا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ قول خداوندی نازل ہوا کہ: اِنَّ شَجَرَۃَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ: کہ گنہگاروں کا کھانا زقوم کا درخت ہوگا تو ابوجہل نے کہا کہ: اَلتَّمْرُ بِالزُّبْدِ نَتَزَقَّمُهٗ: یعنی مکھن کے ساتھ کھجور! ہم تو یہ زقوم کھائیں گے۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّھَا شَجَرَۃٌ تَخْرُجُ فِیْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ: کہ یہ زقوم تو وہ درخت ہے جو دوزخ کی تہہ میں اُگتا ہے۔

ز ک ر—الزُّكْرَةُ: (زای مضموم) شراب کا چھوٹا مشکیزہ۔

تَزَكَّرَ بَطْنُ الصَّبِيِّ: بچے کا پیٹ بھر گیا۔

زَكَرِيَّا: اس کے تین تلفظ یعنی لہجے ہیں: الف ممدود، الف مقصور اور الف محذوف۔ اگر اسے الف ممدود سے پڑھیں یا الف مقصور سے پڑھیں تو اس صورت میں غیر منصرف ہوگا اور اگر اسے الف محذوف کر کے پڑھیں تو پھر یہ منصرف ہوگا۔

ز ک م—الزُّكَامُ: زکام اور نزلہ۔ قَدْ زُكِمَ الرَّجُلُ: آدمی کو زکام ہو گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔

أَزْكَمَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے زکام میں مبتلا کر دیا۔ اس سے اسم مفعول مَزْكُومٌ ہے جو زُكِمَ فعل سے بنایا گیا ہے۔

ز ک ا—زَكَاةُ المَالِ: مال کی زکاۃ۔ معروف فقہی اصطلاح۔ زَكَّى مَالَهُ تَزْكِيَةً: اس نے اپنے مال کی زکاۃ ادا کی۔ زَكَّى نَفْسَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اپنی تعریف کی۔ قول خداوندی ہے: وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا: اس کا معنی یہ کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں زکوۃ کے ذریعے پاک کریں۔ زَكَّاهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ: اس نے اس سے زکاۃ وصول کی۔

تَزَكَّى: اسے صدقہ دیا۔ زَكَا الزَّرْعُ يَزْكُوا زَكَاءً: (زای مفتوح والف ممدود) کھیتی پھلی پھولی۔

غُلَامٌ زَكِيٌّ: پاکیزہ لڑکا۔

قَدْ زَكَا: وہ پاکیزہ ہو گیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ اور زَكَاء بھی۔

ز ل ج—مَكَانٌ زَلْجٌ وزَلَجٌ: فَلْسٌ اور فَرَس کی طرح۔ پھسلن والی جگہ۔

التَّزَلُّجُ: پھسلنا۔

ز ل ف—أَزْلَفَهُ: اس نے اسے قریب کر دیا۔ الزُّلْفَةُ اور الزُّلْفَى: قربت اور منزلت۔ اسی سے قول خداوندی ہے: وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَى: تمہارا مال اور تمہاری اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب بنا دیں۔ زُلْفَى اسم مصدر ہے گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفًا. الزُّلْفَةُ کا معنی رات کا پہلا حصہ بھی ہے۔ اس کی جمع زُلَفٌ اور زُلَفَاتٌ ہے۔ مُزْدَلِفَةُ: مکہ شریف میں ایک جگہ کا نام۔

ز ل ق—مَكَانٌ زَلَقٌ: پھسلن والی جگہ۔ زَلَقٌ کے تینوں حروف متحرک ہیں۔ یہ بھی دراصل مصدر ہے۔ زَلِقَتْ رِجْلُهُ: اس کا پاؤں پھسل گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

أَزْلَقَهَا غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پھسلا دیا۔ لمزلق اور المَزْلَقَةُ: ایسی پھسلن

والی جگہ جہاں قدم نہ جم سکے۔ قول خداوندی ہے: فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا: یعنی ایسی پھسلن والی زمین جس میں کچھ بھی نہ ہو۔ زَلَقَ رَأْسَهٗ: اس نے اپنا سر مونڈھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی طرح زَلَّقَهٗ و اَزْلَقَهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔

الزُّلَّيْقُ: (زای مضموم اور لام مشدد و مفتوح) نرم وملائم آڑو۔

ز ل ل - زَلَّ فِي طِيْنٍ اَوْ مَنْطِقٍ: وہ کیچڑ میں یا منطق یعنی بات کرنے میں پھسل گیا۔ اس کا مضارع يَزِلُّ (زای مکسور) ہے اور مصدر زَلِيْلًا ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ زَلَّ يَزَلُّ (زای مفتوح) زَلَلًا ہے۔ اس کا اسم الزَّلَّةُ ہے۔ اِسْتَزَلَّهٗ غَيْرُهٗ: کسی اور نے اسے پھسلا دیا۔ اَزَلَّهٗ کا بھی یہی معنی ہے۔ زَلْزَلَ اللّٰهُ الْاَرْضَ زَلْزَلَةً وَزِلْزَالًا: (زای اول مکسور) فَتَزَلْزَلَتْ: اللہ تعالیٰ نے زمین کو زلزلے سے ہلا دیا تو وہ ہل گئی یا اس میں زلزلہ آ گیا۔

الزَّلْزَالُ: (زای مفتوح) زلزلہ، بھونچال۔ اس فعل کا اسم ہے الزَّلَازِلُ: مشکلات اور مصائب۔

المَزِلَّةُ: (زای مکسور و مفتوح) پھسلنے کا گڑھا یا جگہ۔

مَاءٌ زُلَالٌ: میٹھا پانی۔ اَزَلَّ اِلَيْهِ نِعْمَةً: اس نے اس کی طرف ایک نعمت بھیجی۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ اُزِلَّتْ اِلَيْهِ نِعْمَةٌ فَلْيَشْكُرْهَا: جسے کوئی نعمت بھیجی جائے تو اسے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ الزَّلِيَّةُ کی جمع الزَّلَالِيُّ ہے۔

ز ل م - الزَّلَمُ: (زای اور لام دونوں مفتوح) جوئے کے تیر اور اسی طرح الزُّلَمُ (زای مضموم) اس کی جمع الْاَزْلَامُ ہے۔ وہ تیر جن سے دورِ جاہلیت میں لوگ قسمت اور حصے معلوم کرتے تھے۔

ز م ر - الزُّمْرَةُ: (زای مضموم) جماعت۔ اس کی جمع الزُّمَرُ بمعنی جماعتیں ہیں۔

المِزْمَارُ: بانسری، نَے۔ اس کی جمع المَزَامِيْرُ ہے۔

زَمَرَ الرَّجُلُ: آدمی نے بانسری بجائی۔ بات پھیلائی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل زَمَّارٌ یعنی نے نواز، بانسری بجانے والا۔ ان معنوں میں زَامِرٌ نہیں کہا جائے گا۔ البتہ عورت کیلئے زَامِرَةٌ کہا جائے گا اور زَمَّارَةٌ نہیں کہا جائے گا۔

ز م ر د - الزُّمُرُّذُ: (راء مشدد و مضموم) قیمتی پتھر، زبرجد۔ یہ کلمہ معرب ہے۔

ز م ع: الخلیل کا کہنا ہے کہ: اَزْمَعَ عَلَى الْاَمْرِ وہ بات پر ثابت قدم رہا، یا اس نے طے کیا۔ الکسائی نے کہا کہ ان معنوں کے

لئے أَزْمَعَ الأَمْرَ کہا جاتا ہے نہ کہ أَزْمَعَ عَلَيْهِ. الفرّاء نے کہا کہ أَزْمَعَ الأَمْرُ اور أَزْمَعَ عليه دونوں تعبیریں درست ہیں۔ اس کی مثال أَجْمَعَ الأمر اور أَجْمَعَ عليه ہے۔

الزَّمَعُ: (زای اور میم دونوں مفتوح) وحشت۔ قَدْ زَمِعَ: وہ خوف سے کانپنے لگا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ز م ل — الزَّامِلَةُ: ایسا اونٹ جس سے انسان اپنے کام لیتا ہے۔ وہ اس کا ساز و سامان اور بوجھ اٹھاتا ہے۔ یہ اس پر اپنی خوراک یا اناج لادتا ہے۔

المُزَامَلَةُ: معادلہ، اونٹ کی پشت پر بوجھ کے دونوں حصوں کو برابر کرنا۔

زَمَّلَهُ لِيَ ثَوْبِهِ: اس نے اسے اپنے کپڑے میں لپیٹ لیا۔

تَزَمَّلَ: اس نے کمبل یا کپڑا اوڑھ لیا۔

ز م م — الزِّمَامُ: وہ دھاگا جو اونٹ کی ناک میں نکیل کے ساتھ بندھی ہوئی لکڑی کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔ اور پھر اس دھاگے کے ساتھ نکیل کو باندھا جاتا ہے۔ بلکہ نکیل کو ہی زمام کہا جاتا ہے۔

زَمَّ البَعِيرَ: اس نے اونٹ کی ناک میں نکیل ڈال دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

زَمَّ: وہ چلنے میں آگے نکل گیا۔

زَمَّ بِأَنْفِهِ: اس نے تکبر کیا۔

زَامٌّ: متکبر۔

الزَّمْزَمَةُ: کڑک کی آواز۔ یہ تفسیر ابوزید کی ہے۔ الزَّمْزَمَةُ: کھاتے وقت مجوس کی آواز کو بھی کہتے ہیں۔[1]

زَمْـزَمُ: مکّہ زمزم کا کنواں۔

ز م ن — الزَّمَنُ والزَّمَانُ: کم یا زیادہ وقت کا نام۔ اس کی جمع أَزْمَان، أَزْمِنَةٌ اور أَزْمُنٌ ہے۔ عَامَلَهُ مُزَامَنَةً: اس نے اس کے ساتھ وقت کے حساب سے کام کرانا طے کیا۔ اس کی مثال مُشَاهَرَةٌ ہے یعنی ماہوار اجرت پر کام کرنا ہے۔

الزَّمَـامَـةُ: چوپایوں کی ایک بیماری۔

رَجُلٌ زَمِـنٌ: آنت کی بیماری میں مبتلاء آدمی۔ زَمِنَ کا باب سَلِمَ ہے۔

ز م ہ ر — الزَّمْهَـرِيرُ: سخت سردی۔ میرا کہنا ہے کہ ثعلب نے کہا کہ طے قبیلہ کے لہجہ میں الزَّمْهَرِيرُ چاند کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ثعلب نے یہ شعر پڑھا:

وَلَيْلَةٍ ظَلامُهَا قَدْ اِعْتَكَرْ
قَطَعْتُهَا والزَّمْهَرِيرُ مَا زَهَرْ

"رات کی تاریکی نے حملہ کر دیا۔ میں نے یہ رات گزار دی جبکہ چاند ابھی طلوع نہیں ہوا تھا"

اسی کے مطابق بعض مفسرین نے قرآن کی اس آیت: وَلَا زَمْهَرِيرًا: کی تفسیر یہ کی

[1] مجوس کھانا کھاتے وقت ایک مخصوص آواز نکالتے ہیں۔

ہے کہ وہاں ایسا نور ہوگا اور ایسی روشنی ہوگی کہ جس کے ہوتے ہوئے انہیں نہ سورج کی ضرورت ہوگی اور نہ چاندنی۔

ز ن أ—زَنَأَ فِي الجَبَلِ: پہاڑ پر چڑھا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔ الزَّنَاءُ بروزن القَضَاء: پیشاب روکنے والا۔ حدیث شریف میں ہے: نَهَى اَنْ يُصَلِّي الرَّجُلُ وَهُوَ زَنَاءٌ. رسول کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ اس شخص کو نماز پڑھنے سے جو پیشاب روکے ہوئے ہو۔ یعنی پیشاب روکے رہنے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

ز ن ج—الزَّنْجُ: سوڈان کے لوگوں کی ایک قوم یا نسل جنہیں زنگی کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع زُنُوجٌ ہے۔

ابو عمرو نے کہا ہے کہ: زَنْجٌ، زِنْجٌ، زَنْجِيٌّ اور زِنْجِيٌّ: تمام ناموں میں زای مکسور، اور مفتوح ہے۔

ز ن خ—زَنِخَ الدُّهْنُ: چربی یا تیل خراب ہوگیا۔ یا بدل گیا۔ ایسا خراب تیل یا چربی زَنِخٌ کہلائے گا۔

ز ن د—الزَّنْدُ: ہتھیلی کا بازو کی طرف والا جوڑ، یعنی کلائی۔ یہ دو ہوتے ہیں ایک کو الكُوعُ اور دوسرے کو كُرْسُوعٌ کہتے ہیں۔ الزَّنْدُ اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں جس سے آگ سلگائی جاتی ہے۔ یعنی جو چقماق کا کام دیتی ہے۔ اور یہ سب سے عمدہ ہوتی ہے۔ الزَّنْدَةُ السُّفْلى: نچلی لکڑی جس میں سوراخ ہوتا ہے۔ اسے مؤنث سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جب تثنیہ ہو تو بھی زَنْدَان کہا جاتا ہے نہ کہ زَنْدَتَانِ: اس کی جمع زِنَادٌ (زای مکسور)، اَزْنُدٌ اور ازنَادٌ ہے۔ ثَوْبٌ مُـزَنَّـدٌ کم عرض یعنی چوڑائی والا کپڑا۔

ز ن د ق—الزِّنْدِيقُ: زِندیق، دو خدا ماننے والا انسان۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ اس کی جمع زَنَادِقَةٌ ہے۔[1] قَدْ تَزَنْدَقَ: وہ زندیق ہوگیا۔ اس کا اسم زَنْدَقَةٌ ہے۔

ز ن ر—الزُّنَّارُ: نصرانیوں کا کمر بند، پٹی۔

ز ن ق—الزِّنَاقُ: چمڑے میں ٹھوڑی کے نیچے کا حصہ۔

قَدْ زَنَقَ فَرَسَهُ: اس نے اپنے گھوڑے کے منہ میں لگام ڈال دی یا رسّی ڈال دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الزِّنَاقُ: ایک زیور کو بھی کہتے ہیں۔ جسے اردو میں گلوبند کہا جاتا ہے۔

ز ن م: حدیث شریف میں ہے: "الضَّائِنَةُ (الزِّنمَةُ) یعنی شریف۔

[1] فارسی میں یہ لفظ زندیک ہے جس کی شکل معرب ہو کر زندیق ہوگئی ہے۔

الزَّنِيمُ: ایسا شخص جو اپنی قوم کو چھوڑ کر دوسری قوم میں گیا ہو۔ جس کی دوسری قوم کو ضرورت نہ ہو۔ ایسا شخص اس دوسری قوم میں زنمۃٌ ہے۔ زَنَمَةٌ ایسی چیز ہے جو بکری کے کانوں میں بالی کی طرح ہو۔ اس کا معنی اونٹ کا کان کاٹنے کے بعد لٹکتا حصہ بھی ہے۔ قول خداوندی: عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ: کے بارے میں عکرمہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ایسا کمینہ شخص ہے جو اپنی کمینگی کے لئے مشہور و معروف ہو۔ جس طرح کان میں پڑی بالی سے کوئی بکری پہچانی جاتی ہو۔

ز ہ د - الزُّهْدُ: الرَّغبَةُ بمعنی دلچسپی کی ضد ہے۔ یعنی بے رغبتی۔ ہم کہتے ہیں: زَهِدَ فِيهِ. اسے اس میں دلچسپی نہیں رہی۔ انہیں معنوں میں زَهِدَ عَنْهُ بھی کہتے ہیں۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ اس کا مصدر زُهْدًا بھی ہے۔ زَهَدَ يَزْهَدُ: (ہاء مفتوح) زُهْدًا وزَهَادَةً (زای مفتوح) ایک دوسرا لہجہ ہے۔

التَّزَهُّدُ: پرہیزگاری و عبادت گزاری۔

التَّزْهِيدُ: التَّرْغِيب کی ضد۔ بیزار کرنا، بے رغبتی دلاتا۔

المُزْهِدُ بروزن المُرْشِدُ: نادار، کم مال رکھنے والا۔ حدیث شریف میں ہے: أَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ مُزْهِدٌ: افضل انسان مؤمن مُزْهِد ہے جس کے پاس زیادہ مال نہیں ہے۔

ز ہ ر - زَهْرَةُ الدُّنْيَا: (ہاء ساکن) دنیا کی تر و تازگی اور اس کا حسن۔ زَهْرَةُ النَّبتِ بھی سبزے کا نُور ہے۔ الزَّهَرَةُ: (زای وہاء مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔

الزُّهَرَةُ: (ہاء مفتوح) ایک ستارے کا نام۔

زَهَرَتِ النَّارُ: آگ روشن ہوئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

أَزْهَرَهَا: کسی اور نے اسے روشن کیا۔

الأَزْهَرُ: روشن، روشن چاند کو القَمَرُ الأَزْهَرُ کہا جاتا ہے۔

الأَزْهَرَان: سورج اور چاند۔

رَجُلٌ أَزْهَرُ: سفید رنگ اور کھلتا ہوا چہرہ رکھنے والا آدمی۔ المرأة الزَّهْرَاءُ: خوش رنگ و خوش رُو عورت۔

أَظْهَرَ النَّبْتُ: سبزہ اُگ پڑا۔ یا کلی کھل گئی۔

المِظْهَرُ: (میم مکسور) وہ لکڑی جس سے مارا یا کوٹا جاتا ہے۔

الإِزْدِهَارُ بِالشَّيْئِ: کسی چیز کا محفوظ رکھنا یا محفوظ رہنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِزْدَهِرْ بِهٰذَا: اسے سنبھال کے رکھو۔

ز ہ ق - زَهَقَتْ نَفْسُهُ: اس کی جان نکل

گئی۔ قول خداوندی ہے: وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ: ان کی جان کفر کی حالت میں نکلتی ہے۔ زَهَقَ الْبَاطِلُ: باطل کمزور ہوگیا۔ ان دونوں کا باب خَضَعَ ہے۔ وَزَهِقَتْ نَفْسُهٗ بمعنی اس کی جان نکل گئی (ہاء مکسور اور مصدر زُهُوْقًا) بعض کے نزدیک ایک دوسرا لہجہ یالغت ہے۔

ز ہ م — الزُّهْمَةُ: بدبودار ہونا۔ الزَّهَمُ: (زای اور ہاء مفتوح) چکناہٹ۔ اس کا مصدر ہے زَهِمَتْ يَدُهٗ: اس کا ہاتھ چکنا ہوگیا۔ اس کا مصدر الزُّهُوْمَةُ ہے۔ اور اسم فاعل زَهِمَةٌ ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ز ہ ا — الزَّهْوُ: رنگدار بُسر کھجور۔ کہا جاتا ہے کہ جب کھجور کے درخت پر سرخی اور زردی نمودار ہو تو گویا اس میں زَهْو پیدا ہوگیا۔ اہلِ حجاز اسے الزُّهْوُ (زای مضموم) کہتے ہیں۔ قَدْ زَهَا النَّخلُ: کھجور کے درخت پر زَهو آ گیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ یا لغت أَزْهَى ہے جس کا ذکر ابوزید نے کیا اور اصمعی کو اس کا علم نہیں۔ الزَّهْوُ کا معنی خوش منظر بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: زُهِيَ شَيْئٌ لِعَيْنَيْكَ: تیری آنکھوں کو ایک چیز اچھی لگی یا خوبصورت لگی۔ یہاں صیغہ فعل مجہول کا استعمال ہوا ہے۔ الزَّهْوُ کا معنی کبر اور فخر بھی ہے۔ قَدْ زُهِيَ الرَّجُلُ: آدمی نے تکبر کیا۔ اس کا اسم فاعل/مفعول مَزْهُوٌّ ہوگا۔ عربوں کے ہاں بعض جملے ایسے ہوتے ہیں جو صرف بطور مفعول ہی استعمال ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ فاعل کے معنوں میں ہوں۔ مثلاً: ان کی یہی بات: زُهِيَ الرَّجُلُ اور عُنِيَ بالأَمْرِ اور نُتِجَتِ النَّاقَةُ و الشَّاةُ وغیرہ (ان میں فعل مجہول استعمال ہوا ہے، حالانکہ فاعل کے اعتبار سے اسے فعل معروف ہونا چاہیے تھا)۔ ابن درید نے بیان کیا ہے کہ زَهَا يَزْهُوْ زَهْوًا بمعنی اس نے تکبر کیا، غیر مجہول ہے اور اسی نسبت سے وہ کہتے ہیں: اَزْهَاهُ! بطور صیغہ تعجب، اور فعل مجہول سے تعجب کا صیغہ نہیں بن سکتا۔ زَهَاهُ و ازْدَهَاهُ: اس نے اسے حقیر اور کمزور جانا۔ انہیں معنوں میں ان کی یہ بات ہے: فُلَانٌ لَايُزْدَهَى بِخَدِيعَةٍ: یعنی فلاں شخص دھوکے پر فخر نہیں کرتا۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ: هُمْ زُهَاءُ مِائَةٍ: یعنی وہ تقریباً ایک سو ہیں۔ اور بعض لوگوں نے بتایا ہے کہ الزَّهْوُ کا معنی باطل اور جھوٹ ہے۔

ز و ج — الزَّوْجُ: جوڑا، نر، بیوی کو بھی زَوْجَ بمعنی جوڑا کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ

الجَنَّةَ: تو اور تیری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔ بیوی کو زَوْجَة بھی کہا جاتا ہے۔ یونس نے کہا کہ عربوں کے ہاں زَوَّجَهُ بامْرَأةٍ میں باء نہیں ہے اور نہ تَزَوَّجَ بامْرَأة میں، بلکہ ان دونوں جملوں میں باء کو حذف کیا گیا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ: یعنی ہم ان کو بڑی بڑی آنکھوں والی عورتوں سے بیاہ دیں گے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُم: ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو جمع کرو۔ الفراء کا کہنا ہے کہ تَزَوَّجَ بِامْرَأَةٍ ایک لغت یا لہجہ ہے۔

اِمْرَأَةٌ مِزْوَاجٌ: (میم مکسور) بہت زیادہ شادیاں کرنے والی عورت۔

التَّزَاوُج، المُزَاوَجَة اور الْازْدِوَاجُ تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الزَّوْجُ: الفرد کی ضد ہے۔ الزوج یعنی جوڑے میں سے ایک کو زَوْجٌ کہتے ہیں۔ دو کو هُمَا زَوْجَانِ بھی کہا جاتا ہے اور هُمَا زَوْج کہا جاتا ہے۔ جیسے هُمَا سِيَّان بھی کہا جاتا ہے اور هُمَا سَوَاءٌ بھی کہا جاتا ہے۔ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ: عِنْدِي زَوْجَا حَمَامٍ: میرے پاس کبوتروں کا جوڑا ہے، یعنی ایک نر اور ایک مادہ کبوتر۔ اور عِنْدِي زَوْجَا نَعْلٍ میرے پاس جوتے کا جوڑا ہے۔ قول خداوندی ہے: مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ: اور ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ: اس کی تفسیر میں آٹھ افراد بتائے گئے ہیں۔

ز و د—الزَّادُ: زادِ سفر، یا توشۂ سفر۔ وہ کھانا جو سفر کیلئے ساتھ لیا جائے۔ زَوَّدَهُ فَتَزَوَّدَ: اس نے اسے زادِ راہ دیا تو اس کے پاس زادِ راہ ہو گیا۔

المِزْوَدُ: (میم مکسور) توشہ دان۔ وہ برتن یا کپڑا جس میں زادِ راہ رکھا جائے۔ عرب عجمیوں کو دِقَابُ المَزَاوِدْ کا لقب دیتے ہیں۔

ز و ر—الزُّورُ: جھوٹ، غلط بیانی۔

الزَّوْرُ: سینہ کا بالائی حصہ۔ اسے الزَّائِرُونَ بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے رَجُلٌ زَائِرٌ اور قَوْمٌ زَوْرٌ: چوڑے سینے والا مرد اور چوڑے سینے رکھنے والی قوم۔ قَوْمٌ زُوَّارٌ بھی کہتے ہیں۔ اس کی مثال سَافِرٌ، سَفْرٌ اور سُفَّارٌ ہے۔ نِسْوَةٌ زُوْرٌ: چوڑے سینے والی عورتیں، نِسْوَةٌ زُوَّرٌ: اس کی مثال نَوْمٌ، نُوحٌ اور زَائِرَاتٌ ہے۔

الزَّوْرَاء: بغداد کا دریائے دجلہ۔ قَدْ اِزْوَرَّ عَنِ الشَّيْءِ اِزْوِرَارًا: اس نے ایک چیز سے پوری طرح منہ پھیرا یا انحراف کیا۔ اِزْوَارَّ عَنْهُ اِزْوِيرَارًا اور تَزَاوَرَ

عَنْهُ تَزَاوُرًا سب کا ایک ہی معنی ہے۔ قرآن کی یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے: تَزَّاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ. تَزَّاوَرُ دراصل تَتَزَاوَرُ سے مدغم ہوا ہے۔

زَارَهُ: اس نے اس کی زیارت کی یا اس سے ملا۔ اس کا باب قَالَ اور كَتَبَ ہے۔

زُوَارَةٌ: (زای مضموم) اور الزَّوْرَةُ کا معنی ایک دفعہ کی زیارت ہے۔

اسْتَزَارَهُ: اس نے اسے ملاقات کیلئے کہا۔

تَـزَاوَرُوْا: انہوں نے ایک دوسرے کی زیارت (ملاقات) کی۔

اِزْدَارَ: زَارَ سے افتعال کے وزن پر صیغہ ہے۔

التَّـزْوِيْرُ: فریب اور دھوکا۔ جھوٹی اور بناوٹی آرائش۔

زَوَّرَ الشَّيْئَ تَـزْوِيْرًا: اس نے چیز کو جھوٹ گھڑا یا اس نے جعلسازی کی۔

الْمَزَارُ: زیارت اور جائے زیارت بھی۔

الزَّمْرُ: باریک تانت۔

الـزِّيَارُ: دو لکڑیاں جن سے سالوتری گھوڑے کے ہونٹوں کو دبا کر گھوڑے کو قابو میں لاتا ہے اور اپنے کام پر قادر ہوتا ہے۔

ز و ق - الزَّاوُوْقُ: اہل مدینہ کے لہجہ میں اسے الزِّئْبَقُ کہتے ہیں۔ پارہ یہ قلعی کرنے کے کام آتا ہے۔ کیونکہ یہ سونے کے ساتھ ملا کر لوہے پر ڈالا جاتا ہے پھر اسے آگ میں ڈالا جاتا ہے جہاں پارہ ختم ہو جاتا ہے اور سونا باقی رہتا ہے۔ اس کے بعد ہر منقش چیز کو مُزَوَّقٌ یعنی قلعی شدہ کیا جانے لگا۔ اگرچہ اس میں پارہ کی قلعی نہ بھی کی گئی ہو۔

زَوَّقَ الْكَلَامَ وَالْكِتَابَ: اس نے کلام یا کتاب کو آراستہ و پیراستہ کیا۔ زِيْـقُ الْقَمِيْـصِ: قمیض کا کالر یعنی گردن کے گرد والا قمیض کا حصہ۔

ز و ل - الْإِزْدِيَالُ: ازالہ، جگہ سے ہٹانا یا ہٹنا۔ الْمُـزَاوَلَةُ، الْمُـحَاوَلَةُ اور الْمُعَالَجَةُ کی طرح۔ کام شروع کرنا۔

تَـزَامَلُوْا: انہوں نے باہم مل کر کام کرنا شروع کیا۔

زَالَ الشَّيْئُ مِنْ مَكَانِهِ: چیز اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ اس کا مضارع يَزُوْلُ اور مصدر زَوَالًا ہے۔

أَزَالَـهُ: کسی اور اس نے اسے ہٹا دیا۔

زَوَّلَهُ تَزْوِيْلًا فَانْزَالَ: اس نے اسے ہٹایا تو وہ ہٹ گیا۔

مَـا زَالَ فُلَانٌ يَفْعَلُ كَذَا: فلاں شخص ہمیشہ ایسا کرتا رہا۔

ز و ن - الزِّوَانُ: (زای مکسور) گندم میں ملے ہوئے دانے۔

الزُّوَانُ: (زای مضموم) کا معنی بھی یہی ہے۔ کبھی کبھی مضموم کو ہمزہ لگا دیتے ہیں

یعنی الزُّوَان کہتے ہیں۔ اس کا ذکر پہلے آ گیا ہے۔

ز و ي - الزَّاوِيَة: کونہ، گوشہ، اس کی جمع الزَّوَايَا ہے۔ زَوَى الشَّيئَ، يَزْوِيهِ زَيًّا: اس نے چیز جمع کی اور اس پر قبضہ کیا۔ حدیث شریف میں ہے: زُوِيَتْ لِيَ الأَرضُ فَأرِيتُ مَشَارِقَهَا ومَغَارِبَهَا: میرے لئے زمین اکٹھی کی گئی اور مجھے اس کے مشرق اور مغرب کے سارے اطراف دکھائے گئے۔

اِنزَوَتِ الجِلْدَةُ فِي النَّار: کھال آگ میں سمٹ یا سکڑ گئی۔

الزِّيُّ: لباس، شکل وصورت اور ہیئت۔

زَوَى الرَّجُلُ ما بَينَ عَيْنَيهِ وزَوى المال عَنْ وارثه: آدمی کی بھویں غصے کے مارے تن گئیں اور مال اپنے وارث کے ہاتھوں سے دور ہو گیا۔

الـزَّاي: حرف، اسے الف ممدود سے بھی پڑھا جاتا ہے اور الف مقصور سے بھی۔ لیکن لکھنے میں الف کے بعد ي (یاء) لکھنا ضروری ہوتا ہے، یعنی الزّای.

ز ا ت - زَاتَ الطَّعَامَ: اس نے کھانے میں تیل ڈالا۔ ایسا کھانا جس میں تیل (روغن) ڈالا گیا ہو اسے طَعَامٌ مَزِيتٌ اور مَزْيُوتٌ کہا جاتا ہے۔

زَاتَ القَـوْمَ: اس نے لوگوں کو یا قوم کو روغن کھلا دیا۔ ان دونوں کا باب بَاعَ ہے۔

زَيَّتُـهُـمْ تَزْيِيتًا: میں نے انہیں روغن فراہم کیا۔ هُـمْ يستـزيِتُونَ بروزن يستعينُـوْنَ: وہ روغن مانگتے ہیں۔

ز ي ح - زَاحَ: دور ہو گیا اور چلا گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اَزَاحَهٗ: کسی اور نے اسے دور کر دیا۔

ز ي د - الزِّيَادَةُ: بڑھوتری، نشوونما۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور مصدر زِيَادَةٌ بھی ہے۔

زَادَ اللّٰهُ خَيْرًا: اللہ اسے اور زیادہ بھلائی دے۔

میرا کہنا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ زَادَ الشَّيئُ وزَادَهٗ غَيْرُهٗ: چیز زیادہ ہو گئی اور کسی نے اسے زیادہ کیا۔ گویا یہ فعل لازم بھی اور متعدی بہ دو مفعول بھی ہے۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ: زاد المال درهمًا والبُرُّ مُدًّا: یعنی مال بحساب درہم بڑھ گیا اور گیہوں بہ قدر مُد بڑھ گیا۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا درهما اور مُدًّا تمیز ہے۔

المَزِيْدُ: (زای مکسور) زیادہ۔

اسْتَزَادَهٗ: اس نے اسے کوتاہ قد سمجھا۔ (اس نے اس سے زیادہ طلب کیا)۔

تَزَيَّدَ السِّعْرُ: نرخ بڑھ گیا۔ حدیث کی اصطلاح میں التَّزَيُّدُ کا معنی جھوٹ ہے۔

المَزَادَةُ: (میم مفتوح) پانی لانے کی

مشک یا مشکیزہ۔ اس کی جمع مَزَادٌ اور مَزَایِدُ ہے۔

ز ي غ—الزَّيْغُ: ٹیڑھ، جھکاؤ۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ زَاغَ الْبَصَرُ: آنکھ پتھرائی۔ زَاغَتِ الشَّمْسُ: سورج ڈھل گیا۔ یہ وہ وقت ہے جب سایہ ڈھل جائے یعنی بعد زوال۔

ز ي ف—دِرْهَمٌ زَيْفٌ وَزَائِفٌ: کھوٹا درہم۔ زَافَتْ عَلَيْهِ الدَّرَاهِمُ: کسی نے اسے کھوٹے درہم دیئے۔

ز ي ل—زِلْتُ الشَّيْئَ مِنْ مَكَانِهِ: میں نے چیز اس کی جگہ سے ہٹادی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ أَزَلْتُهُ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ زَيَّلَهُ فَتَزَيَّلَ: اس نے اس کو ہٹادیا تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ: ہم نے ان کے درمیان جدائی اور تفرقہ ڈال دیا۔

الْمُـزَايَـلَةُ: مفارقہ، جدائی۔ الگ الگ ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ زَايَـلَـهُ مُـزَايَـلَـةً وَزِيَالاً: اس نے اسے چھوڑ دیا۔ التَّزَايُلُ: ایک دوسرے سے دوری۔

ز ي ن—الزِّيْنَةُ: زینت وآرائش۔ يَوْمُ الزِّيْنَةِ: عید کا دن۔ الزَّيْنُ ضد ہے الشین کی۔ الشَّيْنُ کا معنی عیب، بدی اور بدشکلی وبدنمائی ہے۔

زَانَهُ: اس نے اسے زینت بخشی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

زَيَّـنَـهُ تَزْيِينًا: اس نے اسے خوب سجایا۔ تَزَيَّنَ اور اِزْدَانَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ کہا جاتا ہے اِزْيَنَتِ الْأَرْضُ بِعُشْبِهَا: زمین اپنے سبزے کے باعث پُر رونق ہوگئی۔ اِزَّيَّنَتْ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی اصل تَزَيَّنَتْ ہے جس میں ادغام ہوا ہے۔

باب السّین

السِّیْنُ: حروف معجمہ میں سے ایک حرف ہے اور حروف زیادات میں سے ہے۔ اس حرف کے ذریعے فعل، زمانہ مستقبل کیلئے مخصوص کیا جاتا ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں: سَیَفْعَلُ: وہ آدمی کرے گا۔ اور قول خداوندی: 'یٰسٓ'، اسی طرح 'الٓمٓ' و 'حٰمٓ'، جو سورتوں کی ابتداء میں حروف آتے ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان حروف کا معنی ہے اے انسان، کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ: کہ آپ بلاشبہ مُرسلوں میں سے ہیں۔

س أ ر — السُّؤْرُ: پس خوردہ۔ اس کی جمع أسئار ہے۔ قَدْ أسأر: اس نے پس خوردہ چھوڑ دیا۔ یعنی اس نے کھانا کھانے کے بعد کھانے میں سے کچھ مقدار باقی چھوڑ دی۔ کہا جاتا ہے کہ جب تم کچھ پیو تو کچھ باقی چھوڑ دو یعنی برتن کی تہ میں کچھ پانی باقی رہنے دو۔ اس سے نعت سَئّارٌ ہے۔ لیکن یہ خلاف قیاس ہے کیونکہ از روئے قیاس تو اسے مُسْئِرٌ ہونا چاہیئے۔ اس کی مثال اور نظیر اَجْبَرَهُ سے جَبَّار ہے۔

س أ ل — السؤال: انسان جو کچھ پوچھے۔ قول خداوندی: اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یا مُوْسٰی: میں سُؤْلَکَ ہمزہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور بغیر ہمزہ بھی۔

سَالَهُ الشَّیْئَ: اس نے اس سے چیز مانگی۔

سَالَهُ عَنِ الشَّیْئِ: اس نے اس سے چیز کے بارے میں پوچھا۔ اس کا مصدر سُؤالًا اور مَسْالَةً ہے۔ قول خداوندی ہے: "سال سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ: یعنی وقوع پذیر ہونے والے عذاب کے بارے میں سائل نے سوال کیا۔ اخفش کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے کہ: خَرَجْنَا نَسْأَلُ عَنْ فُلَانٍ وبِفُلَانٍ: کہ ہم فلاں شخص کے بارے میں اور فلاں شخص کا پوچھنے نکلے۔ اس میں ہمزہ کی تخفیف بھی کی جاتی ہے یعنی یہ کلمہ بغیر ہمزہ کے بھی لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: سَالَ یَسَالُ: اور اس سے فعل امر سَلْ بنتا ہے۔ اور پہلے صیغہ سے یعنی ہمزہ والے فعل سے فعل امر إسألْ بنتا ہے۔

رَجُلٌ سُؤَلَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: بہت زیادہ سوال کرنے والا شخص۔ فَسَاءَلُوْا: انہوں

نے ایک دوسرے سے سوال کیا۔

س أ م – سَئِمَ مِنَ الشَّيئِ: وہ چیز سے یا کام سے اکتا گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور مصدر سَآمًا (الف ممدود) اور سآمَةً ہے۔ رَجُلٌ سُؤُومٌ: اُکتایا ہوا انسان۔

سَائبة: دیکھئے بذیل مادہ س ي ب.

سَائمَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ س و م.

سَاحَة: دیکھئے بذیل مادہ س و ح.

سَاعَة: دیکھئے بذیل مادہ س و ع.

س ب أ – سَبَأ: ایک شخص کا نام۔ منصرف بھی اور غیر منصرف بھی۔

س ب ب – السَّبُّ: گالی گلوچ اور طعن۔ اس کا باب ردّ ہے۔ التَّسَابُّ: باہم گالی گلوچ کرنا اور قطع تعلق کرنا۔

هٰذا سُبَّةٌ عَلَيه: یعنی بات اس کے لئے باعث عار ہے۔ رَجُلٌ سُبَّةٌ: وہ شخص جسے لوگ گالی دیتے ہوں۔ یعنی سراپا گالی۔

سُبَبَةٌ: هُمَزَةٌ کی طرح۔ لوگوں کو گالی دینے والا شخص۔

السَّبَبُ: رسّی۔ دوسرے تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ۔

اَسْبَابُ السَّمَاء: آسمان کا اردگرد۔

س ب ت – السَّبْتُ: راحت و آرام۔ دہر و زمانہ۔ سر مونڈھنا اور گردن مارنا۔ اسی سے یوم السبت، مشتق ہے جس سے مراد ہفتے کے باقی دنوں سے انقطاع۔ اس

کی جمع اَسْبُتٌ اور سُبُوْتٌ ہے۔

السَّبْت کا معنی یہود کے یوم سبت کے حکم کی تعمیل بھی ہے۔ اسی سے متعلق یہ قول خداوندی ہے: "يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لا يَسْبِتُوْنَ" چاروں کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَسْبَتَ اليَهُوْدِی: یہودی سبت میں داخل ہوا۔

السُّبَاتُ: نیند۔ اس کی اصل راحت و آرام ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی: وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

المَسْبُوْت: میت، غشی میں مبتلا شخص۔

س ب ج – السَّبَجُ: (سین اور باء دونوں مفتوح)۔ سیاہ منکے۔

س ب ح – السِّبَاحَةُ: (سین مکسور) تیرنا، پیرنا۔ اس کا فعل سَبَحَ يَسْبَحُ ہوگا۔ (دونوں میں باء مفتوح)۔

السَّبْحُ: فراغ۔ خالی جگہ، خلا اور فرصت۔

السَّبْحُ: معاش میں تصرف بھی۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔ اس قول خداوندی: سَبْحًا طَوِيْلًا کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ایک لمبا وقفہ ہے۔ ابوعبیدہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ایک طویل متقلب ہے۔ یعنی

انقلاب۔ اور اس کا معنی فرصت اور آنا جانا، آمدورفت بھی کہا گیا ہے۔ السُّبْحَةُ: تسبیح کے دانے، جن پر تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ اس کا معنی ذکر و نماز میں مصروفیت بھی ہے یا دلچسپی بھی ہے۔ اسی سے مشتق نقرہ قَضَيْتُ سُبْحَتِيْ ہے۔

التَّسْبِيْحُ: پاکیزگی بیان کرنا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ: پاکیزگی اللہ کیلئے ہے۔ یہ لفظ بطور مصدر منصوب ہے۔ گویا کہنے والے نے کہا کہ اُبَرِّئُ اللّٰه من السُّوْءِ بَرَاءةً: میں اللہ تعالیٰ کو تمام برائیوں سے بری قرار دیتا ہوں۔

سُبُحَاتُ وَجْهِ اللّٰه تعالیٰ: (سین اور باء دونوں مضموم) اللہ تعالیٰ کا مقامِ جلال۔

سُبُّوْحٌ: اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام۔ ثعلب کا قول ہے: فَعُوْلٌ کے وزن پر ہر اسم مفتوح الاول ہوتا ہے سوائے السُّبُّوْحُ اور القُدُّوْس کے۔ ان میں پہلا حرف اکثر مضموم ہے۔ اسی طرح الذُّرُّوْحُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ عربی کلام میں فُعُّوْل کے وزن پر مضموم الفاء نہیں ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ ذ ر ح میں گزر چکا ہے۔

س ب ح ل — سَبْحَلَ الرَّجُلُ: آدمی نے سُبْحَانَ اللّٰه کہا۔

س ب خ — السَّبَخَةُ: (باء مفتوح) شور، نمک۔ اس کی جمع السِّبَاخ ہے۔

اَرْضٌ سَبِخَةٌ: شور زمین۔

(میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی شور یعنی نمک والی اور کائی والی زمین ہے۔ جس میں سے پانی رِستا ہو۔)

کہا جاتا ہے: سَبَّخَ اللّٰه عَنْهُ الْحُمّٰى تَسْبِيْخًا: اللہ تعالیٰ اس کا بخار ہلکا کردے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ عليه الصلوٰة والسلام قَالَ لِعَائِشَةَ رضی اللّٰه عنها حِيْنَ دَعَتْ علٰى سَارِقٍ سَرَقَهَا، لَا تُسَبِّخِيْ عَنْهُ بِدُعَائِكِ عليه: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت فرمایا جب وہ ایک چور کیلئے بددعا کر رہی تھیں۔ جس نے ان کی چوری کی تھی کہ: اے عائشہ! چور پر بددعا کر کے اس کے گناہوں میں تخفیف نہ کرنا۔ السَّبْخُ بروزن الفَلْس: فراغت، نیند، بعض لوگوں نے قرآن کی آیت کو یوں پڑھا ہے: اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْخًا طَوِيْلًا: یہاں سَبْخًا کا معنی فراغت و فرصت ہے۔

س ب د — مَالَه سَبَدٌ وَّلا لَبَدٌ: (باء مفتوح) اس کے پاس نہ کم ہے نہ زیادہ۔

سَبَدٌ: بال اور لَبَدٌ اُون ہے۔

التَّسْبِيْدُ: تیل لگانا ترک کرنا۔ حدیث

شریف میں ہے کہ: قَدِمَ ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ مکۃ مُسَبِّدًا رأسَهٗ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس حالت میں مکہ تشریف لائے کہ انہوں نے سر پر تیل نہیں لگایا تھا۔

س ب ر — سَبَرَ الجُرحَ: اس نے زخم کی گہرائی دیکھی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

المِسْبَارُ: (میم مکسور) جس سلائی سے زخم کی گہرائی دیکھی جا سکے۔ السِّبَارُ کا معنی بھی یہی ہے۔

کُلُّ اَمْـرٍ زُرْتَهٗ سَبَرْتَهٗ: تم نے جو چیز یا بات دیکھی، اس پر خوب غور کیا ہوگا۔

السَّبْـرَةُ: ٹھنڈی صبح۔ حدیث شریف میں ہے: اِسْـبَاغُ الوُضُوْءِ فِی السَّبَرَاتِ: جاڑوں میں اچھی طرح وضو کرنا۔

السِّبْـرُ: (سین مکسور) ہیئت، شکل و صورت۔ کہا جاتا ہے کہ: فُـلَانٌ حَسَنُ الحِبْرِ والسِّبْرِ: فلاں شخص خوبصورت اور خوش شکل ہے۔

س ب ط — شَعْرٌ سَبِطٌ: (باء مفتوح و مکسور) سیدھے بال جو گھنگھریالے نہ ہوں۔ قَدْ سَبِطَ شَعْرُهٗ: اس کے بال سیدھے ہو گئے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

رَجُلٌ سَـبِطُ الشَّعْرِ: سیدھے بالوں والا آدمی۔ اور رَجُلٌ سَبِطُ الجِسْمِ: سیدھے جسم والا آدمی بھی۔ اسے سَبْطُ الجِسْمِ: (یعنی باء ساکن) بھی کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح فَخِذٌ اور فَخْذٌ کہتے ہیں جس کا معنی صحیح القامت ہے۔

السِّبْطُ: پوتا۔ اس کی جمع الأَسْبَاطُ ہے۔

الأسْبَاطُ مِن بَنِی اِسْرَائِیْلَ: قبائل عرب کی طرح بنو اسرائیل کے خاندان۔

قول خداوندی ہے: وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَیْ عَشْـرَةَ اَسْبَاطًا اُمَـمًا: ہم نے بنو اسرائیل کو بارہ قبیلوں یا خاندانوں میں انتیں بنا کر تقسیم کر دیا۔ آیت میں اسباطًا کیلئے عدد مؤنث استعمال ہوا ہے۔ وہ صرف اس لئے کہ اسباط سے مراد فِرْقَةٌ لیا گیا ہے۔ اور پھر اطلاع دی گئی کہ یہ فرقے اسباط ہیں۔ یہاں اسْبَاط کی تفسیر کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ اثنتی عشرۃ کا بدل ہے۔ اس لئے کہ تفسیر مفرد اور نکرہ سے نہیں ہوتی۔ جس طرح کہیں اِثْنَیْ عَشَرَ دِرْهَمًا یہاں دَرَاهِمَ کہنا درست نہیں ہوگا۔

السَّابَاطُ: دو دیواروں کے درمیان واقع چبوترہ جس کے نیچے سے راستہ گزر رہا ہو۔ اس کی جمع سَوَابِیْطُ ہے اور ساباطات ہے۔

السُّبَاطَةُ: (سین مضموم) کوڑا کرکٹ۔ کنگھی کرنے سے گرے ہوئے بال۔

سُبَاطُ: رومی سال کا ایک مہینہ جو فروری میں آتا ہے۔

س ب ع – السُّبُعُ: ساتواں حصہ۔

سَبَعَ القَوْمَ: وہ قوم کا ساتواں آدمی بنا، یا اس نے قوم کے مال کا ساتواں حصہ لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ السَّبُعُ: (باء مضموم) درندے۔ اس کا واحد السِّبَاعُ ہے۔

السُّبُعَةُ: شیرنی۔ اَرْضٌ مُسَبَّعَةٌ بروزن مُتَوَّبَةٌ: سات کونوں یا گوشوں والی زمین۔

السَّبِيْعُ: ساتواں حصہ۔

الأُسْبُوْعُ: سات دنوں کا ہفتہ۔

طَافَ بِالْبَيْتِ اُسْبُوْعًا: اس نے سات مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ ثَلَاثَةُ اَسَابِيْعُ: تین ہفتے۔ سَبَعَ الشَّيْئَ: اس نے ایک چیز کے سات حصے کیے۔ لوگوں کے وَزْنُ سَبْعَةٍ کہنے سے مراد سات اوزان ہیں۔ یعنی سات باٹ۔

س ب غ – شَيْئٌ سَابِغٌ: پوری اور کافی چیز۔ سَبَغَتِ النِّعْمَةُ: نعمت وسیع ہوگئی یعنی فراوانی ہوگئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اَسْبَغَ عَلَيْهِ اللّٰهُ النِّعْمَةَ: اللہ تعالیٰ نے اس پر نعمت پوری کردی۔

اِسْبَاغُ الوضوء: وضو پوری طرح کرنا۔

ذَنَبٌ سَابِغٌ: لمبی دم۔

السَّابِغَةُ: بڑی زرہ۔

س ب ق – سَابَقَهُ فَسَبَقَهُ: اس نے اس کے مقابلے کی دوڑ لگادی تو اس سے آگے نکل گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اسْتَبَقَا فِي العَدْوِ: ان دو آدمیوں نے دوڑ میں حصہ لیا۔ قول خداوندی: اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ: کی تفسیر میں مفسرین نے نَسْتَبِقُ سے مراد نَنْتَضِلُ یعنی ہم باہم مقابلہ کرنے لگے، لیا ہے۔ السَّبَقُ: (سین و باء دونوں مفتوح) دوڑ میں حصہ لینے والوں میں آگے نکل جانے والوں کے لئے مقررہ شرط جو پہلے طے کی جاتی ہے۔

سِبَاقًا: باز کے پنجوں میں چنے وغیرہ کے روکنے کے لئے ڈالی ہوئی زنجیر یا رسی۔

س ب ک – سَبَکَ الفِضَّةَ وغیرھا: اس نے چاندی وغیرہ کو پگھلا کر اس کی ٹکیا بنالی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ چاندی کی اس ٹکیا تو سَبِيْكَةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع سَبَائِکُ ہے۔

السُّنْبُکُ: جانور کے کھر کا اگلا حصہ۔ اس کی جمع سَنَابِکُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تُخْرِجُكُمُ الرُّوْمُ مِنْهَا كَفْرًا كَفْرًا اِلَى سُنْبُکٍ مِنَ الأَرْضِ: رومی تمہیں وہاں ایک ایک دیہات سے نکال دیں گے اور ناکارہ اور لاخیر زمین کی طرف دھکیلیں گے۔

س ب ل–السَّبَلُ: (تمام حروف متحرک) خوشہ۔
قَدْ اَسْبَلَ الزَّرْعُ: فصل میں بالیاں لگ گئیں۔
اَسْبَلَ الْمَطَرُ: موسلا دھار بارش برسی۔
الدَّمْعُ هَطَلَ: آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔
اَسْبَلَ اِزَارَهٗ: اس نے اپنا پاجامہ ڈھیلا کر دیا۔
السَّبَلُ: ایک بیماری جو آنکھوں کو لگتی ہے۔ اس میں مریض کو آنکھوں کے سامنے مکڑی کے جالے کی طرح پرچھائیں نظر آتی ہیں۔ اور آنکھ کی رگیں سرخ ہوجاتی ہیں۔
السَّبِيْلُ: راستہ۔ مذکر و مؤنث دونوں کیلئے ایک ہی صیغہ۔ قول خداوندی ہے: قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ: کہہ دیجئے کہ یہ ہے میرا راستہ۔ دوسرا قول یہ ہے: وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَايَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا: اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھتے ہیں تو اسے اختیار نہیں کرتے۔ سَبَّلَ ضَيْعَتَهٗ تَسْبِيْلًا: اس نے اپنی جائداد اللہ کے راستے میں فروخت کردی۔ قول خداوندی ہے: يَا لَيْتَنِيْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا: کاش میں نے رسول کے ساتھ راہ و رسم پیدا کی ہوتی۔ السَّابِلَةُ: راہ گزار۔ راہ چلتے لوگ، مسافر، راستوں پر چلنے والے مختلف لوگ۔
السَّبَلَةُ: مونچھ۔ اس کی جمع السِّبَالُ ہے۔
السُّنبلةُ: خوشہ، بالی۔ اس کی جمع سَنَابِلُ ہے۔
سَنَابِلُ الزَّرْعِ: فصل کی بالیاں یا خوشے۔
قَدْ سَنْبَلَ الزَّرْعُ: کھیتی نے بالیاں نکالیں۔
سَلْسَبِيْلٌ: جنت میں ایک چشمہ۔ قول خداوندی ہے: عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا: جنت میں ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ یہ اسم معرفہ ہے لیکن جب آیت کے آخر میں آئے اور مفتوح ہو تو پھر اس کے آخر میں الف بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے دوسرے قول خداوندی میں ہے: قَوَارِيْرَا قَوَارِيْرَ.

س ب ہ ل–جَآءَ رَجُلٌ يَمْشِيْ سَبَهْلَلًا: جب کوئی شخص چل کر آیا اور یوں ہی چلا گیا۔ یعنی بے مقصد آیا اور چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں تم میں سے کسی شخص کو یونہی بے مقصد دیکھوں، نہ وہ دنیا کا کوئی کام کرتا ہو، اور نہ آخرت کا۔

س ب ا — السَّبْیُ والسِّبَاءُ: قید۔
قَدْ سَبَیْتُ العَدُوَّ: میں نے دشمن کو قید کرلیا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔ سِبَاءٌ (سین مکسور اور الف ممدود) بھی اور استبیتہ کا بھی یہی معنی ہے۔

السَّابِیَاءُ: گلہ بانی۔ حدیث شریف میں ہے: تِسْعَةُ اعْشِرَاءِ البَرَکَةِ فی التِّجَارَةِ وَعُشْرٌ فی السَّابِیَاءِ: "نوے فیصد برکت تو تجارت میں ہے اور دس فیصد برکت گلہ بانی میں ہے۔

س ت ت: تم کہتے ہو کہ عِنْدِی سِتَّةُ رِجَالٍ وَنِسْوَةٍ: میرے پاس چھ مرد اور عورتیں ہیں۔ نِسْوَةٍ میں تاء مجرور ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تین مرد ہیں اور تین عورتیں۔ اگر تم نِسْوَةٌ کو مرفوع کہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ تمہارے پاس چھ مرد تھے اور عورتیں تھیں۔ اسی طرح ہر عدد جس سے دو جمع کے صیغے شامل ہوں جو چھ سے زائد ہوں تو اس میں تمہارے لئے کہنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جب عدد ایسا ہو جس میں سے جمع کے دو صیغے الگ الگ کرنے کا احتمال نہ ہو تو پھر صرف رفع دیں گے۔ ایسی حالت میں تم کہو گے کہ عِنْدِي خَمْسَةُ رِجَالٍ وَنِسْوَةٌ: ایسی حالت میں نِسوۃ کو جر دینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

(میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے کہا ہے کہ یہ تمام نحویوں کا قول ہے۔ یعنی اس پر نحو کے تمام علماء کا اتفاق ہے)۔

س ت ر — السِّتْرُ: پردہ۔ اس کی جمع سُتُورٌ اور أَسْتَارٌ ہے۔

السُّتْرَةُ: وہ چیز جسے آڑ یا پردہ بنایا جائے۔ وہ جو چیز بھی ہو۔ اسی طرح السِّتَارَةُ جس کی جمع السَّتَائِر ہے بمعنی پردے۔

سَتَرَ الشَّیْئَ: اس نے چیز کو ڈھانپ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ فَاسْتَتَرَ: پس وہ چیز ڈھک گئی یا ڈھانپی گئی۔

تَسَتَّرَ: اُس نے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا۔

جَارِیَةٌ مُسَتَّرَةٌ: پردہ میں ڈھکی ہوئی لونڈی۔ قول خداوندی ہے: حِجَابًا مَسْتُورًا: یعنی پردہ در پردہ، یا پہلا پردہ دوسرے پردے کے ذریعے ڈھکا ہوا یا چھپا ہوا۔ اس سے مراد گاڑھا پردہ ہے، کیونکہ خدا نے ان کے دلوں میں پردے ڈال دیئے اور ان کے کانوں میں بوجھ۔ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں اکِنَّۃً کو مفعول بمعنی فاعل استعمال کیا گیا ہے، جس طرح اس قول خداوندی میں ہے: اِنَّہٗ کَانَ وَعْدُہٗ مَاْتِیًّا: یہاں مَاْتِیًا سے مراد آتِیًا ہے۔

رَجُلٌ مَسْتُورٌ وَسَتِیرٌ: باعفت وپاکباز مرد۔

امْرَأَةٌ سَتِيرَةٌ: پاکباز عورت۔
الإِسْتَارُ: (الف مکسور) عدد میں چوکا اور وزن میں ساڑھے چار مثقال۔

س ت ق - دِرْهَمٌ سُتُوقٌ: (سین مفتوح اور مضموم) کھوٹا، جعلی درہم۔ اسی طرح کے سارے اسم مفتوح الاول ہوتے ہیں۔ البتہ چار اسم ایسے ہیں جو شاذ سمجھے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں:
(۱) سُبُّوحٌ.
(۲) قُدُّوسٌ.
(۳) ذُرُّوحٌ اور؛
(۴) سُتُّوقٌ.
یہ چار اسم مفتوح الاول بھی ہیں اور مضموم الاول بھی۔

س ج د - سَجَدَ: اس نے سجدہ کیا یا وہ جھکا۔ اسی سے سجود الصلوٰۃ: نماز کے سجدے ماخوذ ہیں۔ نماز کے سجدے کی کیفیت یہ ہے کہ پیشانی زمین پر رکھی جائے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اور اس کا اسم السِّجْدَةُ (سین مکسور) ہے۔ البتہ سورۃ السَّجْدَة میں سین مفتوح ہے۔
السَّجَّادَةُ: سجادہ، جائے نماز، چھوٹی سی چادر، قالین۔
میرا کہنا ہے کہ الخُمْرَةُ ایک چھوٹا سا جائے نماز ہوتا ہے جو کھجور کی شاخوں سے چٹائی کی شکل میں بُنا ہوتا ہے اور دھاگوں سے سِلا ہوا ہوتا ہے۔
المَسْجِد: (جیم مکسور و مفتوح) مسجد، مسلمانوں کی عبادت گاہ۔ الفرّاء کا قول ہے کہ جو اسم فَعَلَ يَفْعُلُ کے وزن پر ہو مثلاً: دَخَلَ يَدْخُلُ تو اس کا اسم ظرف مَفْعَل کے وزن پر مفتوح العین ہوتا ہے خواہ یہ اسم ہو یا مصدر ہو۔ مثلاً: دَخَلَ يَدْخُلُ کا اسم ظرف المَدْخَلُ ہوگا اور کہیں گے کہ هٰذا مَدْخَلُهُ: یہ اس کا مدخل ہے۔ لیکن کچھ اسمائے ظرف ایسے ہیں جن کے لئے مکسور العین ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے وہ اسماء یہ ہیں:
المَسْجِدُ - المَطْلِعُ - المَغْرِبُ - المَشْرِقُ - المَسْقِطُ - المَفْرِقُ - المَجْزِرُ - المَسْكِنُ - المَرْفِقُ - جو رَفَقَ يَرْفُقُ سے مشتق ہے۔ المَنْبِتُ جو نَبَتَ يَنْبُتُ سے مشتق ہے۔ المَنْسِكُ جو نَسَكَ يَنْسُكُ سے مشتق ہے۔ علماء نے کسر کو اسم کی علامت قرار دیا ہے۔ ممکن ہے بعض عربوں نے ان کلمات کو بطور اسم مفتوح کہا ہو۔ مَسْكِنٌ اور مَسْكَنٌ دونوں تلفظ روایت کئے گئے ہیں۔ اور ہم نے المَسْجِدُ اور المَسْجَدُ نیز المَطْلَعُ اور المَطْلِعُ دونوں تلفظ سنے ہیں۔ ان تمام کلمات میں عین کلمہ کو مفتوح پڑھنا بھی جائز ہے،

اگر چہ ہم نے لوگوں کو ایسا کہتے نہیں سنا ہے۔ اور جو اسم ظرف فَعَلَ يَفْعِلُ سے مشتق کے وزن پر ہو مثلاً: جَلَسَ يَجْلِسُ تو ان کا اسم ظرف مکسور العین ہوگا اور مصدر مفتوح العین ہوگا، تا کہ ان میں فرق واضح ہو۔ تم کہہ سکتے ہو نَزَلَ فَنَزَلاً: (زای مفتوح) یعنی نُزُولاً اور هٰذا مَنْزِلُهُ: یہ اس کی منزل ہے یعنی یہ اس کا گھر ہے۔ یہ باب اس فرق کو واضح کرنے کے لئے مخصوص ہے۔ ان سے مصدر اور اسم دونوں مفتوح العین ہوتے ہیں، سوائے ان کے جن کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

المَسْجَدُ: (جیم مفتوح) انسان کی پیشانی جہاں اس پر سجدے کا نشان لگتا ہے۔ انسانی جسم کے سات اعضاء ایسے ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے۔

س ج ر — سَجَرَ التَّنُّوْرَ: اس نے تنور گرم کیا۔

سَجَرَ النَّهْرَ: اس نے نہر بھر دی۔ اسی لفظ سے البحر المَسْجُوْرُ مشتق ہے۔

ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

السَّجُوْرُ: جس سے تنور گرم کیا جاتا ہے۔

السَّاجُوْرُ: وہ لکڑی جو کتے کی گردن میں لٹکائی جاتی ہے۔ ایسے کتے کو كَلْبٌ مُسَوْجَرٌ کہا جاتا ہے۔

س ج س ج — يَوْمٌ سَجْسَجٌ: بروزن جَعْفَرٌ: ایسا معتدل موسم والا دن جس دن نہ گرمی ہو اور نہ سردی۔ حدیث شریف میں ہے: الجَنَّةُ سَجْسَجٌ: جنت معتدل مقام ہے وہاں نہ گرمی ہے نہ سردی۔

س ج ع — السَّجْعُ: مقفیٰ کلام۔ اس کی جمع اَسْجَاعٌ اور اَسَاجِيْعُ ہے۔

قَدْ سَجَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے مقفی کلام کہا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

سَجَّعَ کہنا بھی درست ہے اس کا مصدر تَسْجِيْعًا ہے۔

كَلَامٌ مُسَجَّعٌ: مقفّٰی گفتگو۔

سَجَعَتِ الحَمَامَةُ: کبوتری چہچہائی۔

سَجَعَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے اپنی طرب اور مستی بھری اور لمبی آواز نکالی۔

س ج ل — السَّجْلُ: پانی بھرا ڈول۔ یہ مذکر ہے۔ اس میں پانی کم ہو یا زیادہ۔ البتہ خالی ڈول کو سَجْلٌ نہیں کہا جاتا نہ ہی اسے ذَنُوْبٌ کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع سِجَالٌ ہے۔

(میرا کہنا ہے کہ الازہری، الفارابی اور ان کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ السَّجْلُ پانی سے پُر ڈول کو کہتے ہیں)۔

السِّجِلُّ: دستاویز کو بھی کہتے ہیں۔

سَجَّلَ الحَاكِمُ تَسْجِيْلاً: حاکم نے ایک دستاویز رجسٹرڈ کی۔ قول خداوندی ہے: حِجَارَةً مِنْ سِجِّيْلٍ: علماء نے کہا

ہے کہ سِجِّیْلٌ سے مراد مٹی کے ایسے ڈھیلے ہیں جنہیں دوزخ کی آگ میں پکایا گیا ہے۔ اور قول خداوندی کے مطابق ان ڈھیلوں پر اس قوم کے نام تحریر ہیں۔ آیت یہ ہے: لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ: تا کہ ہم ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر بھیجیں یا ماریں۔

السَّجَنْجَلُ: آئینہ۔ یہ رومی زبان سے معرب کلمہ ہے۔

س ج م—سَجَمَ الدَّمْعُ: آنسو بہا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور مصدر سِجَامًا (سین مکسور)۔ اِنْسَجَمَ کا معنی بھی یہی ہے۔ سَجَمَتِ العين دَمْعَهَا: آنکھ نے اپنا آنسو بہایا۔

عَيْنٌ سَجُوْمٌ: چشمِ اشکبار۔ آنسو بہاتی آنکھ۔

س ج ن—السِّجْنُ: قید خانہ۔ قَدْ سَجَنَهُ: اس نے اسے قید کر لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

(میرا کہنا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ زبان سے بڑھ کر اور کوئی چیز بھی زیادہ سے زیادہ قید کی مستحق نہیں۔ یہ قول الفارابی نے نقل کیا ہے۔)

سِجِّيْنٌ: ایک مقام ہے جہاں فاجروں کا اعمال نامہ یعنی ریکارڈ رکھا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ ریکارڈ ان فجار کے دیوان ہوں گے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ یہ لفظ السِّجْنُ سے فِعِّيْلٌ کے وزن میں اسم مبالغہ ہے۔

س ج ا—السَّجِيَّةُ: خُلق اور طبیعت و مزاج۔

قَدْ سَجَا الشَّيْئُ: (از باب سَمَا) چیز ٹھہر گئی اور ٹک گئی۔ قول خداوندی ہے: وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى: قسم ہے رات کی جب وہ سکون پذیر ہوگئی۔ اسی سے لفظ البَحْرُ السَّاجِىْ بنا ہے۔ یعنی پُرسکون سمندر۔

طَرْفٌ سَاجٍ: ٹھہری ہوئی نظر۔

سَجَّى المَيِّتَ: اس نے میت پر کپڑا تان دیا۔

س ح ب—السَّحَابَةُ: بادل، اس کی جمع سَحَابٌ اور سُحُبٌ (سین اور حاء مضموم) اور سَحَائِبُ ہے۔

س ح ت—السُّحُتُ: (حاء ساکن اور مضموم) حرام۔

اَسْحَتَ فِي تِجَارَتِهِ: اس نے اپنی تجارت یا اپنے کاروبار میں حرام کمایا۔

سَحَتَهُ: تو نے اس سے حرام کمایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اَسْحَتَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ تو نے اسے جڑ سے اکھاڑ دیا۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی: فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ: (یاء مضموم)

تو خداتعالیٰ تمہیں عذاب دے کر فنا کر دے گا۔

س ح ج – سَحَجَ جِلْدَهٗ: اس نے اس کی کھال چھیل دی تو چھِل گئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ بِوَجْهِهٖ سَحْجٌ بروزن فَلْسٌ: اس کے چہرے پر چھال یا چھلکا ہے۔

س ح ح – سَحَّ المَاءَ: اس نے پانی بہایا یا ڈالا۔ سَحَّ المَاءُ بنفسہٖ: پانی خود بخود لبریز ہوگیا۔ اسی طرح سَحَّ المطرُ والدَّمعُ: بارش برسی اور آنسو چھلک پڑے۔ ان دونوں کا باب رَدَّ ہے۔

س ح ر – السُّحْرُ: (سین مضموم) پھیپھڑا۔ اس کی جمع اسحار ہے جس طرح بُرْدٌ کی جمع اَبْرَاد ہے۔ اسی طرح السَّحْرُ (سین مفتوح) صبح۔ اس کی جمع سُحُوْرٌ ہے۔ اس کی مثال فَلْسٌ کی جمع فُلُوْسٌ ہے۔ حاء کو حلقی حرف ہونے کی وجہ سے حرکت بھی دی جاتی ہے، چنانچہ سَحْرٌ بھی بولا جاتا ہے اور سَحَرٌ بھی۔ جس طرح نَهْرٌ اور نَهَرٌ کہا جاتا ہے۔

السَّحَرُ: صبح سے تھوڑی دیر پہلے کا وقت۔ تم کہتے ہو: لَقِيْتُهٗ سَحَرًا: میں اسے گزشتہ رات کی سحری کے وقت ملا۔ تم اس کی تعریف نہیں کرو گے، کیونکہ یہ الف لام سے معدول ہے اور معرفہ ہے۔ اس پر بغیر اضافت اور الف لام داخل ہونے کے معرفہ ہونے کا غلبہ ہے۔ اور اگر تم اسے بطور اسم نکرہ استعمال کرو تو اس حالت میں یہ منصرف ہوگا اور اس کی تصریف ہوگی۔ قول خداوندی ہے: اِلَّا آلَ لُوْطٍ نَّجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ: (یہاں سَحَرٍ کی تصریف کی گئی ہے)۔ السُّحْرَةُ: (سین مضموم) علی الصبح۔ ہم کہتے ہیں: اَتَيْتُهٗ بِسَحَرٍ وَّبِسُحْرَةٍ: میں علی الصبح اس کے پاس گیا۔

اَسْحَرْنَا: ہم سحری کے وقت چل پڑے۔ اور اَسْحَرْنَا: ہمیں سحر ہوگئی۔ اسْتَحَرَ الدیک: مرغ نے صبح کی اذان دی۔

السَّحُوْرُ: (سین مفتوح) سحری کا کھانا۔

السِّحْرُ: جادو، پکڑ۔ ہر وہ چیز جس کی گرفت لطیف ہو اور باریک ہو۔ یعنی جو چیز اپنی طرف پکڑ کرے اور متاثر کرے وہ سحر ہے۔

قَدْ سَحَرَهٗ: اس نے اس پر جادو کیا۔ اس کا مضارع يَسْحَرُهٗ: (حاء مفتوح) ہے اور مصدر سِحْرًا ہے (سین مکسور)۔

السَّاحِرُ: جادوگر، عالم۔

سَحَرَهٗ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے دھوکہ دیا اور اسی طرح اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے بیمار کر دیا۔ سَحَّرَهٗ تَسْحِيْرًا کا بھی یہی معنی ہے۔ قول

خداوندی ہے: إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ: تم تو صرف ایک سحر زدہ انسان ہو۔ کہا گیا ہے کہ الْمُسَحَّرُ: سحر والی یعنی پھیپھڑے والی مخلوق کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ بیمار کو کہتے ہیں۔

س ح ق – سَحَقَ الشَّيْئَ فَانْسَحَقَ: اس نے چیز کو پیس دیا تو وہ پس گئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

السَّحَقُ: پرانے کپڑے کو بھی کہتے ہیں۔

السُّحْقُ: (سین مضموم) دوری کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ سُحْقًا لَهُ: وہ دور دفع ہو۔ السُّحُقُ: (سین اور حاء دونوں مضموم) کا بھی یہی مطلب ہے۔ قَدْ سَحُقَ الشَّيْئُ: (حاء مضموم) چیز پس گئی یا دور ہوگئی۔ سَحُقَ، بَعُدَ کے وزن پر ہے۔ اس کا اسم فاعل سَحِيْقٌ یعنی بعید ہے۔

أَسْحَقَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے دور دفع کرے۔

أَسْحَقَ الثَّوْبُ: کپڑا پرانا ہوگیا یا پھٹ گیا۔

إِسْحَاقُ: آدمی کا نام۔ اگر اس سے تمہاری مراد عجمی نام ہو تو معرفہ کی صورت میں غیر منصرف ہوگا کیونکہ یہ اپنی جہت سے بدل کر عربی کلام میں داخل ہوا اور صرفی عمل کے طریق کار میں غیر معروف ہے۔ اگر تم اپنے قول أَسْحَقَهُ السَّفَرُ اسحاقًا: (سفر نے اسے بہت دور کر دیا) سے اس کا مصدر مراد لیں تو پھر یہ منصرف ہوگا، کیونکہ اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

السُّمْحَاقُ: کھوپڑی پر جمی ہوئی باریک سکری یا خشکی۔ اس زخم کو بھی یہ نام دیا گیا ہے جس پر یہ سکری کھرنڈ کی طرح بیٹھ جائے۔

س ح ل – السَّحْلُ: یمنی سوتی کپڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یمن میں سحول نام کی ایک جگہ ہے اور کپڑے کا نام اس جگہ کی نسبت سے ہے۔

السُّحَالَةُ: (سین مضموم) سونے اور چاندی وغیرہ میں سے برادے کی شکل میں جو چیز جھڑتی ہے۔

السَّاحِلُ: سمندر کا کنارا۔ ابن دُرید کا قول ہے کہ یہ نام مقلوب ہے، یعنی اپنے معانی کے برعکس ہے۔ کیونکہ سمندر کے پانی نے کنارے کو چھیلا ہے یا کھال اتاری ہے۔

س ح م – السُّحْمَةُ: سیاہی، کالک۔

الأَسْحَمُ: سیاہ، کالا۔

س ح ن – السَّحَنَةُ: (سین اور حاء دونوں مفتوح) ہیئت۔ اس لفظ میں حاء کو ساکن بھی کیا جاتا ہے۔

س ح ا – الِمسْحَاةُ: بیلچے کی طرح کا

اوزار، پھاوڑا۔ البتہ بیلچہ لوہے کا ہوتا ہے اور پھاوڑا لکڑی کا۔

س خ ت - السَّخْتُ: (خاء ساکن) سخت، یہ لفظ عربی میں عام مستعمل ہے۔ عربوں نے شاید بعض ایسے عجمی الفاظ اختیار کرلئے جو دونوں زبانوں میں مشترک تھے۔ اس کی دوسری مثالیں یہ ہیں: المِلح کے وزن پر المِسْح: ٹاٹ کو بلاس اور صحرا کیلئے دشت کا لفظ۔

س خ ر - سَخِرَ مِنْهُ: اس نے اس کا مذاق اڑایا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور مصدر سُخْرًا (سین اور خاء دونوں مضموم) اور مَسْخَرًا بروزن مَذْهَب: ابو زید نے بتایا کہ سَخِرَ بِهِ زیادہ ردی تعبیر ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ: سَخِرَ منه وبه، ضَحِكَ مِنْهُ وَبِهِ. اور هَزِيءَ مِنْه وبه، تمام الفاظ یعنی دونوں صلوں سے بولے جاتے ہیں۔ اس کا اسم السُّخْرِيَةُ ہے جو العُشْرِيَة کے وزن پر ہے۔ السُّخْرِيُّ: (سین مضموم اور مکسور) تمسخر۔ قول خداوندی ہے۔ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا: ان کے بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں کا مذاق اور تمسخر اڑائیں گے۔ سَخَّرَهُ تَسْخِيرًا: اس نے اس سے بغیر معاوضہ کے کام کرایا۔ یہی معنی تَسَخَّرَهُ کا ہے۔

التَّسْخِيرُ: دوسروں کو ذلیل کرنا، اپنے سامنے جھکانا۔ اپنا غلام اور فرمانبردار بنانا۔ رَجُلٌ سُخَرَةٌ بروزن سُفْرَةٌ: جس کا تمسخر اڑایا جائے۔ سُخَرَةٌ: هُمَزَةٌ کی طرح۔ وہ جو لوگوں کا تمسخر اڑائیں۔

س خ ط - السَّخَطُ: (سین اور خاء مفتوح) ناراضگی۔

السُّخْطُ بروزن القُفْلُ: الرِّضا کی ضد۔ ناراضگی۔

قَدْ سَخِطَ: وہ ناراض یا غضبناک ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل سَاخِطٌ ہے۔ اَسْخَطَهُ: اس نے اسے ناراض کردیا۔ تَسَخَّطَ عَطَاءَهُ: اس نے اس کی بخشش کو ناپسند کیا یا کم جانا۔

س خ ف - السُّخْفُ: بروزن القُفْلُ: کم عقلی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل سَخِيفٌ ہے۔

س خ ل - السَّخْلَةُ: بھیڑ بکری کے بچے کو کہتے ہیں جسے ابھی ابھی ماں نے جنا ہو چاہے نر ہو یا مادہ۔ اس کی جمع سَخْلٌ ہے۔ جو فَلْسٌ کے وزن پر ہے۔ اور دوسری جمع سِخَالٌ ہے۔ اس میں سین مکسور ہے۔

س خ م - السُّخْمَةُ: سیاہی، کالک۔ الأَسْخَمُ: کالا یا سیاہ۔

السُّخَامُ: ہانڈی کی کالک۔ سَخَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ تَسْخِيمًا: اللہ اس کا منہ کالا

کرے۔

س خ ن-السُّخْنُ: گرم۔

سَخَنَ يَسْخُنُ: (خاء مضموم) سُخُونَةً اور سَخُنَ بھی۔ اسے گرم کیا۔ وہ گرم ہوا۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔

تَسْخِيْنُ الْمَاءِ: پانی گرم کرنا۔ اور إِسْخَانُهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

مَاءٌ مُسَخَّنٌ وسَخِيْنٌ: گرم پانی، دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ تائید میں ابن الاعرابی نے یہ شعر پڑھا:

مُشَعْشَعَةً كَاَنَّ الْحُصَّ فيها
اذا ما الماء خالطها سَخِيناً

"جب شراب میں گرم پانی ملا ہو تو پانی ملی شراب ایسی ہے گویا اس میں زعفران ڈالا گیا ہے یا زعفران پڑا ہے۔"

ابن الاعرابی رحمہ اللہ نے کہا کہ جس نے سَخِيْنًا کا معنی جُدنا باموالنا یعنی ہم نے اپنے احوال سخاوت میں خیرات کر دیئے، کہا اس کے قول کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(میرا کہنا یہ ہے کہ مصنف کتاب رحمہ اللہ نے س خ ي کے مادہ کے ذیل میں اس کے الٹ معانی لکھے ہیں)۔

مَاءٌ سُخَاخِيْنٌ بروزن فُعَاعِيْلُ: (مضموم الفاء)، عربی کلام میں اس کے سوا اور کوئی وزن نہیں ہے۔

يَوْمٌ سُخْنٌ وسَاخِنٌ وسُخْنَانٌ: گرم دن۔

لَيْلَةٌ سُخْنَةٌ وسُخْنَانَةٌ: گرم رات۔

سُخْنَةُ الْعَيْنِ-قُرَّتُها کی ضد۔ آنکھ کا گرمی یا حرارت سے جلنا۔ قَدْ سَخِنَتْ عَيْنُهُ تَسْخُنُ: اس کی آنکھ گرمی کے باعث تکلیف میں مبتلاء ہوئی۔ اس کی مثال طَرِبَ يَطْرَبُ ہے۔ سُخْنَةٌ: آنکھ کا گرمی سے جلنا۔ سَخِيْنُ الْعَيْنِ: آنکھ کی جلن۔ أَسْخَنَ اللّٰهُ عَيْنَهُ: اللہ تعالیٰ اسے رُلا دے۔

التَّسَاخِيْنُ: پاؤں میں پہننے والے موزے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ عليه السلامُ اَمَرَهُمْ اَنْ يَمْسَحُوْا عَلٰى الْمَشَاوِذِ والتَّسَاخِيْنِ: نبی علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ پگڑیوں اور موزوں پر مسح کریں۔ التَّعَاشِيْبُ کی طرح التَّسَاخِيْن کا بھی واحد کا صیغہ نہیں ہے۔

میرا کہنا ہے کہ التعاشیب کا معنی بکھری ہوئی گھاس ہے۔

س خ ا-السَّخَاءُ: سخاوت۔

قَدْ سَخَا يَسْخُوْا وَسَخِيَ، (خاء مکسور)، سخاءً: اس نے سخاوت کی۔

عمرو بن کلثوم کا شعر ہے:

مُشَعْشَعَةٌ كَأَنَّ الْحُصَّ فيها

اذا ماء الماء خالطها سَخِينا

''گرم پانی ملی شراب ایسی ہے گویا اس میں زعفران پڑا ہو۔ جب اس میں پانی ملایا ہو تو ہم نے سخاوت کی۔''

یہاں سَخِینا بطور فعل استعمال ہوا ہے۔ یعنی ہم نے اپنے مال ودولت سے سخاوت کی۔ جس نے اس شعر میں سخیناً کو السخونۃ سے مشتق کہا ہے اور اسے حال قرار دے کر منصوب مانا ہے تو اس کی کوئی اصل اور اہمیت نہیں۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب رحمہ اللہ نے مادہ س خ ن میں اس کے برعکس بات کہی ہے۔

سَخُــوَ الرَّجُلُ: آدمی سخی ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے اور فُـلَانٌ یَتَسَخّٰی عَلٰی اَصْحَابِہٖ: یعنی فلاں آدمی اپنے ساتھیوں پر سخاوت جتاتا ہے۔

س د د۔ اَلتَّسْدِیْدُ: التوفیق للسَّداد: (سین مفتوح) راہ راست پر چلنے کی توفیق۔ اس کا معنی قول وعمل سے درست اور میانہ روی کے کام کرنا ہے۔

اَلْمُسَدِّدُ: وہ شخص جو درست اور میانہ روی کے کام کرتا ہے۔ نیز سیدھا چلنے والا۔ راست باز۔

سَدَّ رُمْحَہٗ: اس نے اپنا نیزہ سیدھا کیا۔ اس کی ضد عَوَّضَہٗ ہے۔

سَدَّ قَوْلُہٗ یَسِدُّ: اس کی بات درست ہوگئی۔ اس میں سین مکسور ہے اور اس کا مصدر سَدَادًا ہے۔ یہاں سین مفتوح ہے۔

اَمْرٌ سَدِیْدٌ: درست کام۔

اَسَدّ: میانہ روی۔

اِسْتَدَّ الشَّیْئُ: چیز سیدھی ہوگئی۔ شاعر کا قول ہے:

اُعَلِّمُہُ الرِّمَایَۃَ کُلَّ یَوْمٍ
فَلَمَّا اسْتَدَّ ساعدہ رَمَانِی

''میں اسے ہر روز تیر اندازی سکھاتا رہا۔ جب اس کا بازو سیدھا ہو گیا تو اس نے مجھے ہی نشانہ بنایا۔''

اس کا فارسی ترجمہ یہ ہے:

''کس نیا موخت علم تیر از من
کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد''

اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ لفظ اشْتَدَّ (شین کے ساتھ) کہنا درست نہیں ہے۔

اَلسَّــدَدُ: (سین اور دال مفتوح) استقامت اور درست۔ یہ لفظ السَّدادُ کا ہم معنی ہے۔

سِدَادُ القَارُوْرَۃِ والثَّغرِ: خوف اور خطرے کی جگہ (سین مکسور)۔ ایک شعر کا مصرعہ ہے:

لِیَوْمِ کَرِیْہَۃٍ وَسِدَادِ ثغرٍ

''جنگ اور خوف کے دن۔''

اس کا معنی سرحد کا سواروں اور پیدل لوگوں کے ذریعے روکنا اور بسر کرتا ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ: فِيهِ سِدَادٌ مِنْ عَوَزٍ وسداد من عيش: یعنی خلاء کو پر کیا جائے تو ان معنوں میں سین مکسور بھی اور مفتوح بھی ہوگا۔ لیکن مکسور زیادہ فصیح ہے۔

سَدَّ الثُّلْمَةَ ونحوها: اس نے رخنہ وغیرہ کو بند کیا تو اس کا باب رَدَّ ہے اور معنی یہ ہے کہ اس نے رخنہ کی مرمت کی اور اسے پکا کیا۔

السُّدُّ: (سین مضموم اور مفتوح) پہاڑ، روک، بند، ڈیم۔

میرا کہنا ہے کہ الدیوان میں ہے اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ السُّدُّ (سین مضموم) تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور سین مفتوح السَّدّ انسانی کام ہوگا۔

اِسْتَدَّت عُيُوْنُ الخَرَزِ وانسَدَّتْ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی منکوں یا نگینوں کے سوراخ سیدھے ہوگئے۔

السُّدَّةُ: (سین مضموم) گھر کا دروازہ۔

حدیث شریف میں ہے کہ: الشُّعْثُ الرُّؤُوْسُ الذين لا تُفْتَحُ لهم السُّدَدُ: پراگندہ بالوں والے وہ سر ہوں گے کہ جن کی بالوں کی گرہیں نہ کھلی ہوں۔

س د ر ـ السِّدْرُ: بیری کا درخت۔ اس کا واحد سِدْرَةٌ ہے اور اس کی جمع سِدْرَاتٌ سِدِرَاتٌ: (دال مفتوح اور مکسور) اور سِدَرٌ (دال مفتوح) ہے۔

السَّدِيْرُ: نہر اور محل بھی۔

السَّادِرُ: متحیر اور حیران و ششدر انسان۔ اور اس سے مراد ایسا شخص بھی ہے جسے اس بات کی پرواہ نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اَكِيْلُكُمْ بالسَّيْفِ كَيْلَ السَّنْدَرَةِ: میں تمہیں وسیع پیمانے پر قتل کروں گا۔ کہا گیا ہے کہ السَّنْدَرَةُ: بہت بڑا پیمانہ ہے یا تول ہے۔

س د س ـ سُدُسٌ: چھٹا حصہ، سُدُسُ الشَّيْئِ: کسی چیز کا چھٹا حصہ۔ اس میں دال ساکن بھی ہے اور مضموم بھی۔ بعض لوگ سُدُس کی جگہ سَدِيْسٌ کہتے ہیں جس طرح العُشُرُ کو عَشِيْر کہتے ہیں۔

اَسْدَسَ القَوْمُ: قوم چھ چھ ہوکر بٹ گئی۔

سَدَسَ القَوْمَ: اس نے قوم کے مال کا چھٹا حصہ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

سَدَسَهُمْ کا باب ضَرَبَ ہے اور معنی وہ اس کا چھٹا آدمی بنا۔

السُّنْدُسُ: سندس نام کا ریشمی کپڑا۔ باریک اور ملائم۔

س د ل ـ سَدَلَ ثَوْبَهُ: اس نے اپنا کپڑا لٹکایا ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ شَعْرٌ مُنْسَدِلٌ: لٹکے ہوئے یا لٹکے

چھوڑے ہوئے بال۔

س د م — السَّدَم: (سین اور دال دونوں مفتوح) ندامت، حزن و غم۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

رَجُلٌ سَادِمٌ: نادم و پشیمان آدمی۔ سَدْمَانُ اور نَدْمَان دونوں کا یہی معنی ہے۔ اور دونوں سَدَمٌ کا اتباع ہیں۔

س د ن — السَّادِن: کعبہ کا خادم اور بت کدے کا خادم یا پروہت۔ اس کی جمع السَّدَنَة ہے۔

قَدْ سَدَنَ: وہ خادم بنا۔ اس کا باب نَصَرَ اور کَتَبَ ہے۔

س د ی — السَّدٰی: (سین مفتوح) تانا۔ اللُّحْمَةُ: بانا کی ضد۔ السَّدَاةُ کا معنی بھی یہی ہے۔ مثلاً: تم کہتے ہو: اَسْدَی الثَّوبَ: اس نے کپڑے کا تانا تنا۔

السُّدٰی: (سین مضموم) بیکار، مہمل، مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: إبِلٌ سُدًى: بیکار اونٹ، ناکارہ اونٹ۔ بعض لوگ اسے سَدًى (سین مفتوح) کہتے ہیں۔

اَسْدَاهَا: اس نے اسے نظر انداز کیا یا ناکارہ سمجھا۔

السادی: چھٹا۔ اس میں السادس کے سین کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

س ر ب — السَّارِبُ: زمین میں سیدھے منہ چلنے والا۔ قول خداوندی ہے:

وَسَارِبٌ بِالنَّهَار: یعنی ظاہر و نمایاں۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

السِّرْبُ: (سین مکسور) نفس۔ کہا جاتا ہے کہ فلانٌ اٰمِنٌ فی سِرْبِهٖ: فلاں شخص اپنے نفس میں یعنی اپنے اندر سے مطمئن ہے۔ اس کا معنی بھٹ، تیتروں، ہرنوں، نیل گائے، گھوڑوں اور گدھوں اور عورتوں کی ایک ٹکڑی یا چھوٹا گروہ بھی ہے۔

السَّرَبُ: (سین اور راء مفتوح) زمین کے اندر گھر یا زمین دوز مکان یا سُرنگ۔

اِنْسَرَبَ الحیوانُ وَتَسَرَّبَ: حیوان زمین دوز بل میں گھس گیا۔

(میرا کہنا ہے کہ یہی لفظ قول خداوندی: فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا میں ہے)۔

السَّرَابُ: سراب، چلچلاتی دھوپ میں پانی نظر آنے والی ریگستانی ریت۔

س ر ب ل — السِّربال: قمیض۔[1]

سَرْبَلَهٗ فَتَسَرْبَلَ: اس نے اسے قمیض پہنائی تو اس نے پہن لی۔

س ر ج — السَّرْج: زمین کجاوہ۔

قَدْ اَسْرَجْتُ الدَّابَّةَ: میں نے سواری پر زین ڈال لی یا کجاوہ کس لیا۔

السِّرَاج: چراغ، دیا۔

---

[1] صاحب کتاب نے سروال یعنی شلوار کو نہ جانے قمیض کے معنی کس طرح لکھ دیے ہیں۔ (مترجم)

الْمَسْرَجَةُ: بروزن الْمَتْرَبَة: چراغ جس میں بتی ڈلی ہوئی ہو اور تیل ہو۔

س ر ج ن - السِّرْجِيْنُ: (سین مکسور) یہ لفظ معرب ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں فَعْلِيْلٌ (فاء مفتوح) کے وزن پر کوئی کلمہ نہیں ہے۔ اسے سَرْقِيْنٌ بھی کہا گیا ہے۔ بمعنی گوبر یا لید۔

س ر ح - السَّرْحُ: بروزن الشَّرْحُ: چرانے والے مویشی۔ سَرَحَ الْمَاشِيَةُ: مال مویشی چرنے چلے گئے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ سَـرَحَتْ بِنَفْسِهَا: مال مویشی خود چرنے گئے۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ تم کہتے ہو سَرَحَتْ بِالْغَدَاةِ وَرَاحَتْ بِالْعَشِيِّ: مال مویشی صبح کو چرنے چلے گئے۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ تم کہتے ہو سَـرَحَتْ بِالْغَدَاةِ وَرَاحَتْ بِالْعَشِيِّ: مال مویشی صبح کو چرنے چلے گئے اور رات کو واپس لوٹے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَـالَـهُ سَـارِحَةٌ وَلَا رَائِحَةٌ: اس کے آگے پیچھے یا والی وارث کوئی نہیں ہے۔

تَسْرِيْحُ الْمَرْأَةِ: بیوی/عورت کو طلاق دے کر فارغ کر دینا۔ اس کا اسم السَّرَاحُ ہے (سین مفتوح) ہے۔

تَسْرِيْحُ الشَّعْرِ: بالوں میں کنگھی کرنے سے پہلے انہیں کھلا چھوڑ دینا۔ السَّرْحُ: کا معنی بڑے لمبے درخت بھی ہے۔ اس کا واحد السَّرْحَةُ ہے۔

السِّـرْحَـانُ: بھیڑیا۔ اس کی جمع سَرَاحِيْن ہے اور اس کا مؤنث کا صیغہ سِرْحَـانَةٌ ہے۔

س ر د - دِرْعٌ مَسْرُوْدَةٌ وَمُسَرَّدَةٌ: (راء مشدّد) کڑیوں میں بُنی ہوئی زرہ۔ کہا گیا ہے کہ السَّرْدُ کا معنی سوراخ یا بِل ہے۔ اور الْمَسْرُوْدَةُ کا معنی جس میں سوراخ کیا گیا ہو۔

فُـلَانٌ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ: فلاں شخص کو حدیث میں مہارت حاصل ہے۔

سَرَدَ الصَّوْمَ: فلاں شخص نے متواتر اور مسلسل روزے رکھے۔ حُرمت والے مہینوں کو لوگوں کا یہ کہنا کہ ثَـلَاثَةٌ سَرْدٌ: ان حرمت والے مہینوں میں سے تین مسلسل مہینے ہیں اور وہ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ اور محرم ہیں۔ وَوَاحِدٌ فَرْدٌ اور ایک مہینہ اکیلا ہے یعنی رجب کا مہینہ۔

سَرْدُ الدِّرْعِ وَالْحَدِيْثِ وَالصَّوْمِ[1] یعنی زرہ۔ حدیث اور صوم کے بارے میں سرد کا لفظ باب نَصَرَ سے ہے۔

س ر د ق - السُّرَادِقُ: اس کی جمع السُّرَادِقَاتُ: گھر کے صحن کے اوپر تنا ہوا

[1] زرہ۔ حدیث اور صوم سب کے سَرْد کے لفظ کا باب نَصَرَ ہے۔

سائبان یا روئی اور اُون سے بُنا ہوا ہر گھر سُـرَادِق کہلاتا ہے۔ ایسے گھر کو بَیْتٌ مُسَرْدَقٌ کہا جاتا ہے۔

س ر ر – السِّـــرُّ: سِرّ، راز بھید جو چھپایا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَسْرَارٌ ہے۔ السَّرِیْرَۃُ کا مطلب بھی یہی ہے۔ اس کی جمع سرائر ہے۔ السُّرُّ (سین مضموم) بچے کی ناف جو پیدا ہوتے وقت دائی کاٹ دیتی ہے۔ محاورہ ہے کہ عَرَفْتُ ذٰلِکَ قَبْلَ اَنْ یُقْطَعَ سُرُّکَ: مجھے تیری ناف کاٹے جانے سے پہلے اس بات کا علم یا پتہ تھا۔ اسے سُرُّکَ کی بجائے سُرَّتُکَ نہیں کہنا چاہیے۔ کیونکہ سُرَّۃ یعنی ناف کی جگہ تو نہیں کاٹی جاتی۔

السَّرَرُ: (سین مفتوح ومکسور) السُّرُّ کی ایک اور لغت یا لہجہ ہے۔ چنانچہ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ قُطِــعَ سَرَرُ الصَّبِیِّ وسَرَرُہٗ: بچے کی ناف کاٹی گئی۔ اس کی جمع اَسِرَّۃٌ ہے اور السُّرَّۃ کی جمع سُرَرٌ اور سُرَّاتٌ ہے۔

سَرَّ الصَّبِیَّ: اس نے بچے کی ناف کاٹی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ رہا ابوذویب کا یہ قول کہ:

بِـآیَـۃِ مَـا وَقَـفَـتْ وَالـرِّکَا
بِـیـنَ الحَـجُـونِ وبَــیــنِ السُّــرَرْ

"وہ کسی نشان پر نہ ٹھہری یا رُکی جب کہ سوار حجون اور سُرَر کے درمیان تھے۔"

اس شعر میں السُّرَر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں انبیاء علیہ السلام کی ناف کاٹی گئی۔ یہ جگہ مکّہ سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ اور بعض احادیث میں یہ جگہ منٰی سے مأزمین کے مقام پر واقع ہے۔ وہاں ایک باغ تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس جگہ ستر انبیاء علیہم السّلام کی ناف کاٹی گئی ہیں۔

السُّرِّیَّۃُ: گھر کی لونڈی۔ وہ لونڈی جسے تم رہنے کو گھر بنا کے دو اور اسے راز دار بناؤ۔ یعنی گھر کی رازدار لونڈی۔ لوگ بالعموم اپنی لونڈی سے بہت باتیں پوشیدہ اور چھپائے رکھتے ہیں۔ لفظ السُّـرِّیَّۃُ کی سین کو اس لئے مضموم کیا گیا ہے کہ بنی اسماء میں صفت نسبتی بننے کی صورت میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ مثلاً: دَھْر سے دُھرِیٌّ اور الارض السَّھْلَۃِ (یعنی نرم زمین) سے سُھْلِیٌّ (مضموم الاول) اس کی جمع السُّرَارِیُّ ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ لفظ سُرُوْر سے مشتق ہے۔ کیونکہ اس لونڈی سے انسان خوش ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تَسَرَّرَ جَارِیَۃً: لونڈی خوش ہوئی اور تَسَرّٰی بھی کہتے ہیں۔ جیسے: تَظَنَّنَ اور تَظَنّٰی کہتے ہیں۔

السُّرُوْرُ: حزن کی ضد ہے۔ بمعنی خوشی۔

سَرَّهُ: اسے یہ بات اچھی لگی یا پسند آئی۔ اس کا مضارع یَسُرُّ (راء مضموم) اور مصدر سُرُوْرًا اور مَسَرَّةٌ ہے۔ اس کی مثال مَبَرَّةٌ ہے۔

سُرَّ الرَّجُلُ: اس کا فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مَسْرُوْرٌ ہے۔

السَّرِیْرُ بمعنی تخت، چارپائی۔ اسکی جمع أَسِرَّةٌ اور سُرُرٌ (سین وراء مضموم) ہے۔ بعض کے نزدیک یہ لفظ سُرَرٌ (راء مفتوح) ہے۔ کیونکہ تضعیف کے ساتھ دو مضموم حرف اکٹھے ہونے سے تلفظ میں ثقل پیدا ہوتا ہے۔ یہی تبدیلی جمع کے ایسے صیغوں میں ہوتی ہے جو اس کے مشابہ ہوں مثلاً: ذَلِیْلٌ کی جمع ذُلُلٌ.

السَّرِیْرُ سے مراد حکومت اور نعمت وخوشحالی بھی ہے۔

سَرَرُ الشَّھْرِ: (سین اور راء مفتوح) مہینے کی آخری رات اسی طرح سِرَارُهُ (سین مفتوح اور مکسور) یہ لفظ لوگوں کے قول اِسْتَسَرَّ القَمَرُ (چاند مہینے کی آخری رات میں چھپا رہا) سے مشتق ہے۔ چاند کی یہ صورت شاید ایک رات رہتی ہے یا دو راتیں۔

السِّرُّ جَرِ العِنَبِ: (عین مکسور) کی طرح۔ کھبی یا کھجی پر جو چھلکا یا مٹی لگی ہوتی ہے۔ اس کی جمع اَسْرَارٌ ہے۔

السِّرَرُ: نقش جس کی جمع أَسْرَارُ الكَفِّ والجَبْهَةِ یعنی ہتھیلی اور ماتھے پر لکیروں کے نشانات ہیں۔ اس کی جمع الجمع أَسَارِیْرُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَبْرُقُ اَسَارِیْرُ وَجْهِهِ: اس کے چہرے کے نشانات چمکتے ہیں۔

السِّرَارُ، السِّرَرُ کا ایک دوسرا لہجہ ہے جس کی جمع أَسِرَّةٌ ہے۔ اس کی مثال حِمَارٌ کی جمع اَحْمِرَةٌ ہے۔

سَرَّهُ: اس نے اسے ناف میں نیزہ مارا۔

السَّرَّاءُ: خوشی اور خوشحالی۔ یہ لفظ الضَّرَّاءُ کی ضد ہے۔

أَسَرَّ الشَّيْئَ: اس نے اسے چھپایا، اس نے اس کا اعلان کیا۔ ان دونوں معانی کی تائید کے لئے قرآن کی آیت: وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ: انہوں نے پشیمانی کو چھپایا۔

أَسَرَّ إِلَيْهِ المَودَّةَ وبالْمَوَدَّةِ: اس نے اس کی طرف محبت کا ہاتھ بڑھایا۔

سَارَّهُ فِي أُذُنِهِ: اس نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اس کا مصدر مُسَارَّةٌ اور سِرَارٌ (سین مکسور) ہے۔

تَسَارُّوا: انہوں نے آپس میں سرگوشی کی۔

سُرِّيَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'س ر ر' اور 'س ر ا'۔

س ر ط — سَرِطَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو نگل لیا۔ ضرب المثل ہے کہ: لَا تَكُنْ

حُلْوًا فَتُسْتَرَطَ وَلَا مُرًّا فَتُعْقَى: "نہ اتنے میٹھے بنو کہ نگلے جاؤ اور نہ اتنے کڑوے اور تلخ بنو کہ تھوکے جاؤ"۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ الأَخْذُ سُرَّيْطَى و القَضَاء ضُرَّيْطَى: قرض لینا تو بڑا خوش کن اور خوش گوار ہوتا ہے لیکن واپس ادا کرنا بڑا تکلیف دہ۔ یعنی قرض لینے والا قرض تو نگل لیتا ہے لیکن جب قرض خواہ قرضے کی واپس ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے تو سخت ناراض ہوتا ہے۔ یہاں قرض لینے کو سُرَّيْطٌ اور واپس ادائیگی کو ضُرَّيطِ بتایا گیا ہے۔

السِّرِطْرَاطُ: فالودہ۔

السِّرَاط، الصِّراط کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔

السَّرَطَانُ: کیکڑا یا آبی کیڑا۔

س ر ع – السُّرْعَة: تیزی، یہ البُطءُ کی ضد ہے۔ تم کہتے ہو سَرُعَ (راء مضموم) سِرَعًا بروزن عِنَبٌ: اس نے تیزی کی، اس کا اسم فاعل سَرِيعٌ بمعنی تیز ہے۔

عَجِبْتُ مِنْ سُرْعَتِهِ ومِنْ سِرَعِهِ: مجھے اس کی تیزی سے تعجب ہوا۔ یا میں خوش ہوا۔ أَسْرَعَ فِي السَّيْرِ: اس نے چلنے میں جلدی کی۔ ایسا شخص دراصل مُتَعَدِّ کہلاتا ہے یعنی آگے بڑھنے والا۔

المُسَارَعَةُ الى الشَّيْئ: کسی چیز کی طرف ایک دوسرے سے تیزی سے آگے نکل جانا۔

تَسَرَّعَ الى الشَّرِّ: اس نے شر کی طرف تیز قدمی کی۔

سَارَعُوْا الى كَذا: وہ فلاں کام کی طرف آگے دوڑے۔ تَسَارَعُوْا کا بھی یہی مطلب و معنی ہے۔

س ر ف – السَّرَفُ: (سین اور راء دونوں مفتوح) اسراف کرنا۔ یہ اَلْقَصْدُ: میانہ روی اور اعتدال کی ضد ہے۔

السَّرَف کا معنی ضَرَاوَةٌ بھی ہے یعنی کسی چیز کا بے حد دلدادہ ہونا۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ اللَّحْمَ سَرَفًا كَسَرَفِ الخَمْرِ: گوشت خوری میں شراب خوری جیسا اسراف ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہاں سَرَف سے مراد اسراف ہے۔

الاسْرَافُ فِى النَّفَقَة: خرچ میں اسراف یعنی فضول خرچی۔ اِسْرَافِيْلُ، عجمی نام۔ گویا یہ لفظ اِبلُ کی طرف مضاف ہے۔

اِسْرَافِيْنُ، اِسْرَافِيْلُ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ جس طرح جِبْرِيْنُ، اِسْمَاعِيْنُ اور اِسْرَاعِيْنُ الفاظ ہیں۔

س ر ق – سَرَقَ مِنْهُ مَالًا: اس نے اس کا مال چوری کر لیا۔ اس کا مضارع يَسْرِقُ اور مصدر سَرَقًا (سین اور راء دونوں مفتوح) اس کا اسم السَرِقُ اور السَّرِقَةُ بمعنی چوری ہے۔ دونوں اسموں میں راء

مکسور ہے۔ شاید لوگوں نے سَرَقَهُ مالًا بھی ان معنوں میں کہا ہے کہ اس نے مال چرالیا۔

سَرَّقَهُ تَسْرِيقًا اس نے چوری کا الزام دیا، یا چور ٹھہرایا۔ اور قرآن کی آیت کو یوں بھی پڑھا گیا کہ: اِنَّ ابْنَکَ سُرِّقَ یعنی آپ کے بیٹے پر چوری کا الزام لگایا گیا۔

اِسْتَرَقَ السَّمْعَ: اس نے چپکے سے کان لگا کر سنا۔ نیز کہا جاتا ہے کہ هُوَ يُسَارِقُ النظر اليه: یعنی وہ موقع غنیمت جان کر یا موقع پا کر اس کی طرف دیکھتا ہے۔ یا وہ اس کی طرف چوری آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

س ر م د - السَّرْمَدُ: دائم، ہمیشہ۔

س ر و ل - السَّرَاوِيْلُ: شلوار، مشہور پہناوا۔ بطور مذکر و مؤنث یکساں۔ اس کی جمع السَّرَاوِيْلَاتُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے: سَرَاوِيْلُ: عجمی نام ہے اور واحد ہے۔ اسے عربی میں اپنایا گیا ہے: اور ان عربی الفاظ سے مشابہ ہو گیا ہے جو معرفہ اور نکرہ دونوں حالتوں میں غیر منصرف ہوتے ہیں لیکن یہ نکرہ ہونے کی صورت میں منصرف ہے۔ سیبویہ نے مزید کہا کہ اگر تم کسی شخص کا یہ نام رکھو تو پھر یہ غیر منصرف ہوگا اور اسی طرح اگر تم نے کسی شخص کا بطور حقارت یہ نام رکھا تو بھی یہ غیر منصرف ہوگا کیونکہ یہ عَنَاق کی طرح تین حروف سے زیادہ حروف پر مشتمل مؤنث کا صیغہ ہے۔

علمائے نحو میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو نکرہ کی صورت میں بھی اسے غیر منصرف قرار دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ سِرْوَال اور سِرْوَالَة کی جمع ہے۔ بطور دلیل وہ یہ مصرعہ پڑھتے ہیں: عليه من اللّوم سروالة: اس کے لئے سروال ہی باعث ملامت ہے یا اس پر ملامت کی سروال ہے۔ یہ لوگ اسکے غیر منصرف ہونے پر ابن عقیل کے اس قول کو بطورِ دلیل و حجت پیش کرتے ہیں:

فَتًى فَارِسِيٌّ فِي سَرَاوِيْلَ رَامِحُ

"ایک فارسی نوجوان سروال پہنے نیزہ بازی کرتا ہے۔"

عمل پہلے قول پر ہے لیکن دوسرا قول زیادہ قوی ہے۔

سَرْوَلَهُ: اس نے اسے سروال پہنا دی، فَتَسَرْوَلَ: تو اس نے سروال پہن لی۔ حَمَامَةٌ مُسَرْوَلَةٌ: سروال والی کبوتری یعنی جس کے پنجوں پر پَر نکلے ہوئے ہیں گویا اس نے سروال پہنی ہو۔

س ر ا - السَّرْوُ: سرو، ایک مشہور درخت۔ اس کا واحد سَرْوَةٌ ہے۔ السَّرْوُ کا معنی مروت اور سخاوت بھی ہے۔

قَدْ سَرَا يَسْرُوْ وسَرِيَ: (راء مکسور) سَرْوًا اور سَرْوٌ کا باب ظرف ہے یعنی وہ

سخی بن گیا۔ السَّرِیُّ کی جمع سَرَاۃٌ ہے۔ یہ فعیل سے فُعَلَةٌ کے وزن پر جمع ہے اس کے علاوہ اس کی اور کوئی جمع معلوم نہیں۔

تَسَرّٰی: وہ بناوٹی طور پر سخت بن گیا۔

تَسَرّٰی الجَارِيَةَ: اس نے لونڈی کو راز دار بنایا۔ یہ کلمہ السُّرِیَّةُ سے مشتق ہے۔ یعقوب کا قول ہے کہ اس کی اصل تَسَرَّرَ ہے جو السُّرُوْر سے مشتق ہے۔ ان میں ایک راء کو یاء میں تبدیل کیا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح تَقَضَّضَ سے تَقَضّٰی بنایا گیا ہے۔ السَّرِیُّ کا معنی چھوٹی نہر یا جدول بھی ہے۔

السَّــرِیَّـةُ: فوجی دستہ۔ کہا جاتا ہے کہ بہترین فوجی دستہ چار سو آدمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

اِنْسَرَی عَنْهُ الهَمُّ: اس سے غم دور ہوا۔ سُــرِّیَ عَـنْـهُ کا بھی یہی مطلب ہے۔

سُرَاۃُ کل شَيئٍ: ہر چیز کا بالائی حصہ۔

سَـرَاۃُ الفَـرَسِ: گھوڑے کی پیٹھ اور درمیانی حصہ۔ اس کی جمع سَرَوَاتٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَيْسَ لِلنِّسَاءِ سَرَوَاتُ الطَّرِيْقِ: عورتوں کے لئے راستے کی پیٹھ اور بیچ میں چلنا جائز نہیں ہے انہیں راستے کے کناروں سے چلنا چاہیے۔

السَّارِيَةُ: ستون۔

والسَّـارِيَةُ السَّحَـابَةُ: رات کو آنے والے بادل۔ سَرَی يَسْرِيُ (راء مکسور) سُرًی (سین مضموم) ومَسْرًی (میم مفتوح) اور اَسْرٰی: اس نے رات کو سفر کیا۔ ان معنوں میں الف کے ساتھ اَسْرا اہل حجاز کا لہجہ ہے۔ قرآن میں دونوں صیغے آئے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ قرآن کے حوالے سے صاحب کتاب کی مراد قول خداوندی: سُبْحَانَ الَّذِي اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ: اور دوسرا قول خداوندی: وَاللَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سَـرَيْـنَـا سَـرْيَـةً وَاحِدَةً: ہم نے رات کا ایک سفر کیا یا ہم ایک سریے میں گئے۔ اس کا اسم السُّرِيَةُ (سین مضموم) اور السُّرَی بھی ہے۔

اَسْرَاہُ اور اَسْرٰی بِهٖ، اَخَذَالخِطَام اور اخذ بالخِطَام کی طرح دونوں ہم معنی ہیں۔ جس کا مطلب رات کو سفر پر لے جانا ہے۔ قول خداوندی ہے: سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا: پاک ہے وہ ذات جو رات کو اپنے بندے کو سفر پر لے گئی۔ اگرچہ السُّرَی کا معنی بذات خود رات کو چلنا اور سفر کرنا۔ آیت میں صرف تاکید معنی کے لئے لَيْلًا آیا ہے۔ چنانچہ لوگ کہتے ہیں کہ سِرْتُ أمسِ نَهَارًا والبارحة لَيْلًا: گزشتہ کل میں دن کو چلا اور کل رات کو چلا۔

السِّرَايَةُ: (سین مکسور) کا معنی ہے رات کے وقت چلنا۔ یہ ایسا مصدر ہے جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔

اِسْرَائِيْلُ: اسم ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ اِیْل کی طرف مضاف ہے۔ الاخفش کا قول ہے کہ یہ نام ہمزہ سے بھی لکھا جاتا ہے اور ہمزہ کے بغیر بھی۔ اس نے مزید کہا کہ اس نام کو اِسْرَائِين نون کے ساتھ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس کی دوسری مثالیں جِبْرِيْنُ اور اِسْمَاعِيْن ہیں۔ جو جبریل اور اسماعیل کا بدل ہیں۔

س ط ح — سَطْحُ کل شَیْءٍ: ہر چیز کا بالائی حصہ۔

سَطَحَ اللّٰهُ الأَرْضَ: اللہ تعالیٰ نے زمین کو بچھایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

تَسْطِيْحُ القَبْرِ: (قبر کا برابر کر دینا) تسنیم کی ضد ہے جس کا معنی قبر کو اونٹ کی کوہان کی شکل میں بنانا ہے۔

السَّطِيْحُ اور السَّطِيْحَةُ: (دونوں میں طاء مکسور) دونوں صیغوں میں زائد حروف ہیں اور ان کا معنی ہموار زمین ہے۔

المِسْطَحُ: (میم مفتوح اور مکسور) وہ جگہ جہاں کھجور سکھانے کے لئے پھیلائے جائیں۔ اور خشک کیے جائیں۔

س ط ر — السَّطْرُ: لائن۔ کسی چیز کی قطار۔ کہا جاتا ہے کہ: بَنَى سَطْرًا وغَرَبَيْنِ سَطْرًا یعنی اس نے ایک صف یا لائن بنائی اور ایک لائن پودے لگائے۔

السَّطْرُ کا معنی خط اور لکھنا بھی ہے۔ اور یہ دراصل مصدر ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ سَطَرًا (سین اور طاء دونوں مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی جمع اَسْطَارٌ ہے جیسے سبب کی جمع اسبابٌ ہے۔ اس کی جمع الجمع اَسَاطِيْرُ ہے۔ سَطْرٌ کی جمع اَسْطُرٌ اور سُطُوْرٌ بھی ہے جیسے فَلْسٌ کی جمع فُلُوْسٌ ہے۔

الأَسَاطِيْرُ: خرافات۔ قصے کہانیاں۔ اس کا واحد أُسْطُوْرَةٌ (الف مضموم) اور إِسْطَارَةٌ (الف مکسور) ہے۔

اسْتَطَرَ — سَطَرَ: کی طرح ہے یعنی اس نے لکھا۔ المُسَيْطِرُ والمُصَيْطِرُ: مسلّط اور قابض۔ دوسرے کی نگرانی اور اس کے حالات کی دیکھ بھال اور اس کا کام تحریر کرنے پر مقرر شخص۔ قول خداوندی ہے: لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُسَيْطِرٍ: آپ ﷺ ان پر ان کی نگرانی کے لئے مسلّط نہیں کیے گئے۔

المِسْطَارُ: (میم مکسور) مشروب کی ایک قسم جس میں کھٹاس یعنی ترشی ہو۔

س ط ع — سَطَعَ الغُبَارُ والرَّائحةُ والصُّبْحُ: غبار اٹھا۔ خوشبو پھیلی اور صبح نمودار ہوئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

س ط ل—السَّطْلُ: ڈول، بالٹی یا اس قسم کا برتن۔ السَّيْطَلُ کا مطلب بھی یہی ہے۔

س ط م—السُّطَامُ: تلوار کی دھار۔ حدیث شریف میں ہے: العربُ سِطَامُ النّاس: عرب لوگوں کے لئے تلوار کی دھار ہیں۔

س ط ن—الاسطوانَةُ: ستون۔

س ط ا—السُّطُوُّ: جابرانہ گرفت۔ پکڑ۔ قَدْ سَطَابِهِ: اس نے اسے جابرانہ گرفت میں لیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

السَّطْوَةُ: ایک دفعہ ایک بار۔ اس کی جمع سَطَوَات ہے۔

س ع ت ر—السَّعْتَرُ: ایک بوٹی یا پودا۔ بعض لوگ اسے طب کی کتابوں میں صاد کے ساتھ الصَّعْتَر لکھتے ہیں تاکہ اس لفظ میں اور الشَّعِيْر میں التباس پیدا نہ ہو۔[1]

س ع د—السَّعْدُ: برکت، سعادت۔ تم کہتے ہو کہ سَعَدَ يَوْمُنَا: ہمارا دن بابرکت ہوا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

السُّعُوْدَةُ: نحوست کی ضد۔ خوش بختی۔

اسْتَدَ بِرُؤْيَةِ فُلَانٍ: اس نے فلاں شخص کو سعادتمند شمار کیا۔

السَّعَادَةُ: خوش بختی الشقَاوَة بمعنی بدبختی کی ضد۔ چنانچہ تم کہتے ہو کہ سَعِدَ الرَّجُلُ: آدمی نیک بخت ہوا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے اور اسم فاعل سَعِيْدٌ ہے۔

سُعِدَ: (سین مضموم) اس کا اسم مفعول مَسْعُوْد ہے۔ الکسائی نے اس آیت کو یوں پڑھا: وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا: (سین مضموم)۔

اَسْعَدَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے نیک بخت اور سعادتمند کرے۔ اس کا اسم مفعول مَسْعُوْد ہے۔ اسے مُسْعَدٌ نہیں کہتے۔

الإِسْعَادُ: مدد کرنا۔

المُسَاعَدَةُ: معاونت، تعاون۔ لوگوں کا یہ قول: لَبَّيْكَ وسَعْدَيْكَ کا مطلب ہے تمہارے لئے مدد در مدد۔

السَّعْدَانُ: بروزن المَرْجَانُ ایک پودا۔ جو اونٹ کی بہترین اور پسندیدہ خوراک ہے۔ مثل مشہور ہے کہ مَرْعًى وَلا كالسَّعْدَانِ یعنی سَعْدان جیسا چارہ کہاں۔

سَاعِدَا الانْسَانِ: انسان کے دو بازو۔

سَاعِدَا الطَّيْرِ: پرندے کے دو پر۔

س ع ر—سَعَرَ النَّارَ: اس نے آگ سلگائی۔ سَعَرَ الحَرْبَ: اس نے جنگ کی آگ کو اور تیز کیا یا بھڑکایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی ہے: وإذا الجَحِيْمُ سُعِّرَتْ: جب

[1] غالباً اسی کو اردو کی طب کی کتابوں میں "سَعتر" یا صرف "سَعتر" لکھتے ہیں۔

جہنم کی آگ بھڑکائی اور دھکائی جائے گی۔ اسے سُعِّرَت بھی کہا گیا ہے اور تشدید مبالغہ کے لئے ہے۔

اِسْتَعَرَتِ النَّارُ: آگ بھڑک اُٹھی۔ تَسَعَّرَت کا بھی یہی معنی ہے۔

السَّعِیْرُ: آگ۔ قول خداوندی ہے: اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلَالٍ وَسُعُرٍ: بلا شبہ مجرم لوگ گمراہی اور آگ میں ہوں گے۔ الفراء کا قول ہے کہ ضلال اور سُعُر کا معنی تکلیف اور عذاب ہے۔

السُّعُرُ کا معنی جنون اور پاگل پن بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَکَفٰی بِجَهَنَّمَ سَعِیْرًا: اخفش کا قول ہے کہ اس کی مثال دَهِین اور صَرِیع کی سی ہے۔ کیونکہ تم کہتے ہو کہ سُعِرَتْ سے اسم مفعول مَسْعُوْرَةٌ ہے۔

السِّعْرُ: نرخ، بھاؤ۔ اس کی جمع اَسْعَارُ الطَّعَام ہے یعنی خوراک یا اناج کا بھاؤ۔

التَّسْعِیْرُ: نرخ مقرر کرنا یا بھاؤ چکانا۔

س ع ط۔السَّعُوْطُ: (سین مفتوح) دواء جو ناک میں ڈالی جاتی ہے۔

اَسْعَطَهُ فَاسْتَعَطَ: اس نے اس کی ناک میں دوا ڈالی تو اس نے اپنی ناک میں خود دوا لے لی۔

الْمُسْعُطُ: (میم مضموم عین مضموم) وہ ڈبیا جس میں ناک میں ڈالنے والی دوا ڈالی جائے۔ (نسوار کی ڈبیا)۔ یہ ان اسمائے ظرف میں سے ایک ہے جو مضموم الاوّل ہیں۔

س ع ف۔السَّعَفَةُ: (سین اور عین دونوں مفتوح) کھجور کے درخت کی ٹہنیاں۔ اس کی جمع سَعَفٌ ہے۔ اَسْعَفَهُ بِحَاجَتِهِ: اس نے اس کی ضرورت پوری کر دی۔

الْمُسَاعَفَةُ: مساعدت، باہم مدد کرنا، معاونت۔

س ع ل۔سَعَلَ یَسْعُلُ: (عین مضموم) سُعَالًا: وہ کھانسا۔

السِّعْلَاةُ: غول بیابانی۔ یہی معنی السِّعلاء کا ہے۔ اس میں الف ممدود بھی ہے اور مقصور بھی۔ اس کی جمع السَّعَالِی ہے۔

سَعَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ و س ع۔

س ع ی۔سَعٰی: یَسْعٰی سَعْیًا: وہ دوڑا۔ اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے کام کیا اور اس نے کمایا۔ سَاعٍ: ہر وہ شخص جو قوم پر کسی چیز کا ذمہ دار بنایا جائے۔ اور ڈاکیا۔ عام طور پر یہ اصطلاح زکوٰۃ وصول کرنے والوں کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

سَعٰی عَلَیْهَا: وہ زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر ہوا۔ یا اس نے زکوٰۃ وصول کی۔ ان لوگوں کو السُّعَاۃ کہتے ہیں۔

الْمَسْعَاةُ: اس کی جمع الْمَسَاعِیُ ہے۔

سخاوت اور داد و دہش میں جدوجہد کرنا۔

سَعَی بِهٖ إِلَى الْوَالِي سِعَايَةً: اس نے حاکم سے اس کی چغلی کھائی۔

سَعَی الْمُكَاتَبُ فِي عِتْقِ رَقَبَتِهٖ سِعَايَةً: مشروط آزادی حاصل کرنے والے غلام نے اپنی گردن چھڑانے کی مقدور بھر کوشش کی۔

اسْتَسْعَيْتُ الْعَبْدَ فِي قِيمَتِهٖ: میں نے غلام کو آزادی دینے کے لئے قیمت مقرر کی۔ جس کی ادائیگی پر وہ آزاد ہو سکتا ہے۔

س غ ب – السَّغَبُ: بھوک، گرسنگی۔ اس کا باب طَرِب ہے۔ اور اس کا اسم فاعل سَاغِبٌ اور سَغْبَانُ ہے۔

اِمْرَأَةٌ سَغْبَى: بھوکی عورت۔

الْمَسْغَبَةُ: قحط۔

س ف ح – سَفْحُ الْجَبَلِ: بروزن فَلْسٌ: پہاڑ کا دامن یا نچلا حصہ۔

سَفَحَ الْمَاءَ: اس نے پانی بہایا۔ یا گرایا۔ سَفَحَ دَمَهُ: اس نے اس کا خون بہایا۔ یا خونریزی کی۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔

رَجُلٌ سَفَّاحٌ: بہت سخت خونریز شخص۔

س ف د – السَّفُّودُ: بروزن التَّنُّوْرُ: لوہے کا ٹکڑا جس سے گوشت بھونا جاتا ہے۔

س ف ر – السَّفْرُ: فاصلہ طے کرنا۔ اس کی جمع أَسْفَار ہے۔

السَّفَرَةُ: لکھنے والے۔ قول خداوندی ہے: بِأَيْدِي سَفَرَةٍ: اخفش کا قول ہے کہ سَفَرَةٌ کا واحد سَافِرٌ ہے جیسے: كَفَرَةٌ کا واحد کافِرٌ ہے۔

السِّفْرُ: (سین مکسور) کتاب۔ اس کی جمع أَسْفَارُ ہے۔ قول خداوندی ہے: كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا: ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔

السُّفْرَةُ: (سین مضموم) وہ کھانا جو مسافر کے لئے بنایا جائے۔ مسافر کی نسبت سے ہی اس کھانے کا نام السُّفْرَةُ پڑا ہے۔ جو بعد میں دسترخوان ہو گیا۔

الْمِسْفَرَةُ: (میم مکسور) جھاڑو۔

السَّفِيْرُ: قوم میں مصالحت کرنے یا کرانے والا ایلچی۔ اس کی جمع سُفَرَاءُ ہے جس طرح فَقِيْهٌ کی جمع فُقَهَاءُ ہے۔

سَفَرَ بَيْنَ الْقَوْمِ يَسْفِرُ: (فاء مکسور) سِفَارَةً (سین مکسور) یعنی اس نے قوم میں مصالحت کرائی۔

سَفَرَ الْكِتَابَ: اس نے کتاب لکھی۔

سَفَرَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے اپنے چہرے سے نقاب یا پردہ ہٹا لیا۔ اسے سَافِرٌ کہتے ہیں۔

سَفَرَ الْبَيْتَ: اس نے گھر میں جھاڑو پھیری۔ یا جھاڑو سے صفائی کی۔ ان تینوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

سَفَرَ: وہ سفر پر نکلا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ اس کا اسم فاعل سَافِرٌ ہے۔ قَوْمٌ سَفْرٌ: اس کی مثال صَاحِبٌ وصَحْبٌ ہے۔

سُفَّارٌ: اس کی مثال رَاكِبٌ اور رُكَّابٌ ہے بمعنی سفر کرنے والی قوم۔

السَّافِرَةُ: مسافر لوگ۔ سَافَرَ مُسَافَرَةً وسِفَارًا: اس نے سفر اختیار کر لیا۔

أَسْفَرَ الصُّبْحُ: صبح روشن ہوگئی۔ حدیث شریف میں ہے: أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْاَجْرِ: فجر کی نماز سویرے ادا کیا کرو کیونکہ اس کا بہت بڑا اجر وثواب ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ نماز کو صبح روشن تک لمبا کیا کرو۔

أَسْفَرَ وَجْهُهُ حُسْنًا: اس کا چہرہ خوبصورتی سے دمک اٹھا۔

س ف ر ج ل — السَّفَرْجَلُ: ایک پھل، بہی۔ اس کی جمع سَفَارِجُ ہے۔

س ف ط — السَّفَطُ: مشروبات کی ایک قسم۔ اس کی جمع الأسفاط ہے۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ رومی زبان کا لفظ ہے۔

س ف ع — سَفَعَ بِنَاصِيَةٍ: اس نے اسے پیشانی سے پکڑا۔

سَفَعَتْهُ النَّارُ والسَّمُوْمُ اذا لَفَحَتْهُ لفحًا يَسِيْرًا فَغَيَّرت لَوْنَ الْبُسْرَةِ: اسے آگ اور گرم ہوا لگی جب اسے آگ اور گرمی کی ہلکی سی لپیٹ لگ گئی۔ تو بُسرہ کھجور کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ ان دونوں فعلوں کا باب قَطَعَ ہے۔

س ف ف — سَفَّ الدَّوَاءَ: يَسُفُّهُ: (سین مضموم) سَفًّا. استَفَّهُ کا بھی یہی معنی ہے یعنی اس نے دوا پھانک لی۔ اسی طرح سَفَّ السَّوِيْقَ: اس نے ستو پھانکے یعنی بغیر گھولے کھا لئے۔ ہر دوا جو معجون بنا کر نہ کھائی جائے سَفوف کہلاتی ہے۔ اس میں سین مفتوح ہے۔

سُفَّةٌ مِنَ السَّوِيْقِ: مٹھی بھر ستو۔

أُسِفَّ وَجْهُهُ النَّؤُوْرَ اذا ذُرَّ عَلَيْه: جب اس پر کاجل چھڑکا گیا تو اس کے چہرے کا رنگ پلٹ گیا۔ حدیث شریف میں ہے: وكَأَنَّمَا أُسِفَّ وَجْهُهُ: گویا اس کے چہرے کا رنگ پلٹ گیا یوں لگتا کہ اس پر کوئی چیز چھڑک دی گئی۔

الإِسْفَافُ: نظر کی تیزی اور گرمی۔ کتابوں میں ہے: أَنَّ الشَّعْبِيَّ كَرِهَ أَنْ يُسِفَّ الرَّجُلُ النَّظَرَ اِلٰى أُمِّهِ وَابْنَتِهِ وَأُخْتِهِ: امام شعبی رحمہ اللہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص

اپنی ماں، بیٹی اور بہن کی طرف تیز یعنی گستاخ اور غصیلی نظروں سے دیکھے۔

السَّفْسَافُ: رذّی اور ناکارہ چیز اور حقیر بات۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُحِبُّ مَعَالِی الْاُمُوْرِ وَیَکْرَہ سَفْسَافَھَا: بے شک اللہ تعالیٰ بلند و بالا یعنی اونچی باتوں کو پسند فرماتا ہے اور گھٹیا اور حقیر باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حدیث میں یَکْرَہُ کے بدلے یُبْغِضُ کا لفظ آیا ہے۔

س ف ق – سَفَقَ الْبَابَ: اس نے دروازہ پھیر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَسْفَقَهٗ فَانْسَفَقَ: اس نے اسے پھیر دیا تو وہ پھر گیا۔ یعنی اس نے اسے لوٹا دیا تو وہ لوٹ گیا۔ ثَوْبٌ سَفِیْقٌ (صَفِیْقٌ): گف کپڑا۔ جس کپڑے کی بُنائی گف ہو یعنی موٹی اور بھاری بھرکم یا بھدی۔

قَدْ سَفُقَ: وہ بے شرم ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

رَجُلٌ سَفِیْقُ الْوَجْهِ: بدرُو، بے شرم انسان۔

س ف ک – سَفَکَ الدَّمَ: اس نے خون گرایا یا خونریزی کی۔

سَفَکَ الدَّمْعَ: اس نے آنسو گرائے۔ یا اشک باری کی۔

السَّفَّاکُ: (سخت خونریز انسان) زبان اور گفتگو پر قدرت رکھنے والا یعنی قادر الکلام۔

س ف ل – السِّفْلُ: (سین مضموم اور مکسور) نشیب۔

السُّفُوْلُ (سین مضموم) السَّفَالُ (سین مفتوح) اور السُّفَالَةُ (سین مضموم) العِلْوُ (عین مضموم و مکسور) اور العُلُوُّ (عین مضموم و واؤ مشدّد) اور العَلَاءُ (عین مفتوح اور الف ممدود) بمعنی بلندی کی ضد یعنی نشیب، نچان۔ کہا جاتا ہے کہ قَعَدَ بِسُفَالَةِ الرِّیْحِ وَعُلَاوَتِھَا: وہ ہوا کی بلندی اور نشیب دونوں پر بیٹھا۔ بلندی پر ہوا چلتی ہے اور نشیب اس کے اُلٹ ہے۔

السَّافِلُ: (نشیبی، نشیب میں واقع) العَالی بمعنی بُلند و بالا کی ضد۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

السَّفَالَةُ: (سین مفتوح) کمینگی یا کمینہ پن۔

قَدْ سَفُلَ: اس نے کمینہ پن کیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

السَّفِلَةُ: (سین مفتوح اور فاء مکسور) رذیل گھٹیا لوگ۔ کہا جاتا ہے کہ ھُوَ مِنَ السَّفِلَةِ: وہ کمینے اور رذیل لوگوں میں سے ہے۔ سَفِلَةٌ نہیں کہتے۔ کیونکہ یہ صیغہ جمع کا ہے۔ البتہ عام لوگ کہتے ہیں ھُوَ رَجُلٌ سَفِلَةٌ مِنْ قَوْمٍ سَفِلٍ:

وہ کمینی اور رذیل قوم کا رذیل انسان ہے۔
اور بعض عرب اسے حرکت کے بغیر تلفظ کرتے ہیں یعنی وہ کہتے ہیں: فُلَانٌ مِنْ سِفْلَةِ النَّاسِ: یعنی وہ رذیل اور گھٹیا لوگوں میں سے ہے۔ وہ فاء کی کسرہ کو 'س' پر منتقل کر دیتے ہیں۔

س ف ن — سَفِيْنَةٌ: کشتی۔
اَلسُّفَّان: کشتی والا، یا کشتی بان۔ سفینة کی جمع السَّفِيْنُ ہے۔ ابن درید کا قول ہے: سَفِيْنَةٌ بروزن فَعِيْلَةٌ بمعنی فاعِلَةٌ ہے۔ گویا وہ پانی کا چھلکا اُتارتی ہے۔

س ف ہ — اَلسَّفَهُ: الحِلْمُ کی ضد بمعنی بے صبری اور بیوقوفی۔ اس کی اصل خفت اور حرکت ہے۔ یعنی یہ حرف اصلاً متحرک اور مخفف ہے۔
تَسَفَّهَ عَلَيْهِ: اس نے اسے سنا دیا۔ اس کے سامنے دانستہ بے وقوف بنا۔
سَفَّهَهُ تَسْفِيْهًا: اس نے اسے بیوقوف ٹھہرایا۔
سَافَهَهُ مُسَافَهَةً: اس نے اس سے گالی گلوچ کی۔ کہا جاتا ہے: سَفِيْهٌ لَا يَجِدُ مُسَافِهًا: بیوقوف انسان کو اسے بیوقوف کہنے والے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یعنی اس کی حرکتیں ہی اسے بیوقوف ظاہر کرنے کو کافی ہوتی ہیں۔ لوگوں کا یہ قول: سَفِهَ نَفْسَهُ، غَبِنَ رَأْيَهُ، بَطِرَ، عَيْشَهُ، اَلِمَ بطنَهُ، وَفِقَ اَمْرَهُ اور رَشِدَ اَمْرَهُ۔
دراصل سَفِهَتْ نَفْسُ زَيْدٍ اور رَشِدَ اَمْرُهُ تھا۔ لیکن جب فعل آدمی کی طرف پھیرا گیا تو مابعد کو نصب دی گئی کیونکہ اس پر فعل واقع ہوا۔ لہٰذا وہ اب سَفَّهَ نَفْسَهُ (سَفَّهَ کا فاء مشدّد) کے معنوں میں تبدیل ہو گیا۔ یہ بصریوں کا قول اور الکسائی کا قول ہے۔ ان کے نزدیک منصوب کو مقدم کرنا جائز ہے۔ جس طرح یہ کہنا جائز ہے کہ غُلَامَهُ ضَرَبَ زَيْدٌ: الفراء کا قول ہے کہ جب فعل اپنی ذات سے اپنے مالک یا فاعل کی طرف لوٹ گیا تو اس کا مابعد مُفسّر ہو گیا تاکہ وہ اس پر دلالت کرے کہ اس میں سفاہت موجود ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اسے سَفِهَ زَيْدٌ نفسًا ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ مُفَسِّر کو ہمیشہ نکرہ ہونا چاہئے۔ لیکن اسے اس کی اضافت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا۔ اور اسے تشبیہ کے طور پر نکرہ کی طرف نصب دی گئی۔ اس کے نزدیک یعنی الفراء کے نزدیک اس کی تقدیم جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مُفسّر کو مقدم نہیں کیا جاتا۔ یہی صورت لوگوں کے اس قول کی ہے کہ: ضِقْتُ بِهِ ذَرْعًا وطِبْتُ بِهِ نَفْسًا: اس کا معنی یہ ہے کہ ضَاقَ ذَرْعِیْ اور طَابَتْ نَفْسِیْ بِهِ: میری حالت تنگ ہو گئی اور اس سے میری طبیعت

اچھی ہوگئی۔
سَفِهَ الرَّجُلُ: آدمی بیوقوف ہوگیا۔ یعنی اس کی عقل ماری گئی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔
سَفَاهًا: (فاء مفتوح) اور سَفِهَ رَايَهُ تو وہ سَفِهَ کے فاء کو لازماً مکسور کہتے ہیں۔ کیونکہ فَعُلَ کا وزن متعدی نہیں ہوتا۔

س ف ی – سَفَتِ الرِّيْحُ التُّرَابَ: ہوا مٹی اُڑا لے گئی۔ اس کا اسم فاعل صَفِيٌّ کی طرح سَفِيٌّ ہے۔ اور اس کا باب رَمٰی ہے۔ سِفْيَان (سین اور قاف مکسور) آدمی کا نام۔

س ق ب – السَّقَبُ: (سین اور قاف دونوں مفتوح) قرب، نزدیکی۔ اس کا باب طرب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: الجَارُ اَحَقٌّ بِسَقَبِهٖ: ہمسایہ قرابت دار یا رشتہ دار کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہے۔ ایک روایت کے مطابق سقب صاد مہملہ کے ساتھ صَقَبٌ بھی منقول ہے۔ معنی وہی ہے۔

س ق ر – سَقَرُ: جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

س ق ط – سَقَطَ الشَّيْئُ مِنْ يَدِهٖ: اس کے ہاتھ سے چیز گر گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اَسْقَطَهُ هُوَ: اس نے خود گرا دیا یا گرادی۔

المَسْقَطُ بروزن مَقْعَدُ بمعنی سُقُوط یعنی گرنا۔ هٰذا الفِعْلُ مَسْقَطَةٌ لِلْاِنْسَانِ من اعين النّاسِ: انسان کے لئے یہ فعل لوگوں کی نظروں میں گراوٹ کا باعث ہے۔
المَسْقَطَةُ بروزن المَتْرَبَةُ ہے۔
المَسْقِطُ بروزن المَجْلِس: جگہ۔ کہا جاتا ہے کہ: هٰذا مَسْقِطُ رأسهٖ: یہ اس کی جائے پیدائش یا جنم بھومی ہے۔ یعنی جہاں وہ پیدا ہوا ہے۔ سَاقَطَهُ: اس نے اسے گرادیا۔ الخلیل کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے کہ سَقَطَ الْوَلَدُ من بَطْنِ اُمِّهٖ: بچہ ماں کے پیٹ سے نیچے گرا۔ اس موقع پر سَقَطَ کی جگہ وَقَعَ نہیں کہتے۔
سُقِطَ فِي يَدِهٖ: وہ پشیمان ہوا۔ یا اسے ندامت ہوئی۔ قول خداوندی ہے کہ: وَلَمَّا سُقِطَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ: اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بعض نے اسے سَقَطَ (سین اور قاف دونوں مفتوح) پڑھا ہے۔ گویا انہوں نے اس فعل میں نَدَم کو مضمر کر دیا ہے۔ اخفش رحمہ اللہ نے اُسْقِطَ فِي يَدَيْهِ کہنا جائز قرار دیا ہے۔ ابو عمرو کا قول ہے کہ اُسْقِطَ (باضافہ الف) فعل مجہول بنانا درست نہیں ہے۔
السَّاقِطُ اور السَّاقِطَةُ: اپنے حسب و نسب میں گرا ہوا مرد یا گری ہوئی عورت۔

قَوْمٌ سَقْطَى بروزن مَرْضَى اور سُقَّاط (سین مضموم اور قاف مُشدّد) گری ہوئی قوم۔ بے وقار اور بے عزت قوم۔

تَسَاقَطَ عَلَى الشَّيئِ: اس نے اپنے آپ کو کسی چیز پر گرا دیا۔

السَّقْطَةُ: (سین مفتوح) ٹھوکر اور لغزش۔ یعنی جو معنی السِّقَاطُ کا ہے جس میں سین مکسور ہے۔

سَقْطُ الرَّمْلِ: ریت کا منقطع، وہ جگہ جہاں ایک حصہ دوسرے حصے سے کٹتا ہو۔

سَقْطُ الوَلَدِ: بچے کا مادر شکم سے اپنی ساخت پوری کرنے سے پہلے گر جانا۔

سَقْطُ النَّارِ: آگ کی چنگاریاں۔ جو آگ سلگاتے وقت نکلتی ہیں۔ (یہ تصور چقماق یا درختوں کی شاخوں کے ذریعے آگ جھاڑنے کے دور کا ہے)۔ ان تینوں لفظوں میں تین لہجے یعنی تلفظ ہیں۔ یعنی ایک میں سین مکسور، دوسرے میں سین مضموم اور تیسرے میں سین مفتوح ہے۔ الفَرَّاء کا قول ہے کہ سَقْطُ النَّارِ میں مؤنث و مذکر دونوں یکساں ہیں۔

أَسْقَطَتِ النَّاقَةُ وغَيْرُها: اونٹنی یا کسی دوسری مادہ چوپائے نے اپنا بچہ گرا دیا۔ یعنی مکمل ہونے سے پہلے۔

السَّقَطُ: (سین اور قاف دونوں مفتوح) ردّی سامان، ناکارہ سامان۔

السَّقَطُ: کتابت میں غلطی کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ أَسْقَطَ فِي كَلَامِهِ: اس نے اپنے کلام میں غلطی کی۔ وَتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ فَمَا سَقَطَ بحرفٍ: اس نے ایسی باتیں کہیں کہ ایک حرف کی بھی غلطی نہیں کی۔ وَمَا أَسْقَطَ حَرْفًا من يعقوب: اس نے یعقوب سے روایت کرنے میں ایک حرف بھی نہیں چھوڑا۔ الفَرَّاء نے کہا کہ اس کی مثال دَخَلَ بِهِ وأَدْخَلَ اور خَرَجَ بِهِ و أَخْرَجَ اور عَلَا بِهِ و أَعْلَاهُ ہے یعنی دونوں صیغوں کا ایک ہی معنی ہے۔

السَّقِيطُ: برف، قدرتی اور مصنوعی دونوں۔ تَسَقَّطَهُ: اس نے اس کے گرنے کی خواہش کی۔ السَّقَّاطُ: (سین مفتوح اور قاف مشدّد) جو ردی اور گری پڑی چیزیں فروخت کرتا ہے یعنی کباڑی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: وَكَانَ لَا يَمُرُّ بِسَقَّاطٍ وَلَا صَاحِبِ بِيعَةٍ إلَّا سَلَّمَ عليه: نبی کریم ﷺ کسی بھی ردی فروش یعنی کباڑی یا دکان دار کے پاس سے اُسے سلام کیے بغیر نہ گزرتے تھے۔

البِيعَةُ البَيْع سے مشتق ہے جیسے الرِّكْبَةُ اور الجِلْسَة، الرُّكُوبُ اور الجُلوس سے مشتق ہے۔

س ق ع – السُّقْعُ: بروزن القُفْلُ،

الصُّقع کا ایک اور لہجہ یا لغت ہے۔
خَطِیْبٌ مِسْقَعٌ بلند بانگ یا بلند آواز خطیب، یہ مِصْقَعٌ کی طرح ہے۔
س ق ف—السَّقْفُ لِلْبَیْتِ: گھر کی چھت۔ اس کی جمع سُقُوْفٌ اور سُقُفٌ (سین اور قاف دونوں مضموم) ہے۔ یہ اخفش رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ہے۔ اس کی مثال رَھْنٌ اور اس کی جمع رُھُنٌ ہے۔ یہ لفظ آیت میں: سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ پڑھا گیا ہے۔ الفراء کا قول ہے کہ سُقُفٌ سَقِیْفٌ کی جمع ہے جس طرح کَتِیْبٌ کی جمع کُتُبٌ ہے۔
قَدْ سَقَفَ الْبَیْتَ: اس نے گھر یا مکان پر چھت ڈال دی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
السَّقْفُ: آسمان۔ السَّقَفُ (سین اور قاف دونوں مفتوح) تختی لمبائی/فروتنی کہا جاتا ہے۔
رَجُلٌ اَسْقَفُ: جھکا ہوا یا خمیدہ آدمی۔ ابن السکیت کا قول ہے اسی لفظ سے نصاریٰ کا پیشوا اُسْقُفٌ مشتق ہے۔ کیونکہ وہ عبادت الٰہی میں جھکا رہتا ہے۔ یعنی خشوع وخضوع اور فروتنی کرنے والا ہوتا ہے۔ اور یہ ان کے مذہبی پیشواؤں میں سے ایک ہے۔
س ق م—السُّقَامُ: بیماری۔ اسی طرح السُّقْمُ اور السَّقَمُ بروزن حُزْن اور حَزَن کا معنی بھی یہی ہے۔
قَدْ سَقِمَ: وہ بیمار ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اسم فاعل سَقِیْمٌ بمعنی بیمار۔
المِسْقَامُ: بہت زیادہ بیمار رہنے والا۔
س ق ی—السَّقَاءُ: پینا، نوش کرنا۔ پانی اور دودھ دونوں کے لئے۔
القِرْبَةُ: مشک، مشکیزہ۔ یہ صرف پانی کے لئے مخصوص ہے۔
سَقَاهُ: اس نے اسے پانی پلایا یا اسے سیراب کیا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔
اَسْقَاهُ: اس نے اسے سَقْیًا کہا۔
سَقَاهُ اللّٰهُ الْغَیْثَ: اللہ تعالیٰ نے اسے بارش سے نوازا یا سیراب کیا۔
وَاَسْقَاهُ: اس نے اسے سیراب کیا۔ اس کا اسم السُّقْیَاءُ (سین مضموم) ہے۔ کہا گیا ہے کہ سَقَاهُ لِشَفَتِهٖ: اس نے اسے پانی پلا کر سیر کر دیا۔
اَسْقَاهُ لِمَاشِیَتِهٖ واَرْضِهٖ: اس نے اپنے چوپایوں اور زمین کو سیراب کیا۔
المُسْقَوِیُّ مِنَ الزَّرْعِ: پیوت کی کھیتی یعنی دریا کے بہتے پانی سے سیراب ہونے والی کھیتی۔ اس لفظ کو فاء کے ساتھ لکھنا غلطی یا تصحیف ہے۔
المَظْمِیُّ: بارانی زمین۔ بارش سے سیراب ہونے والی زمین۔
المَسْقَاةُ: (میم مفتوح) پانی پینے

کی جگہ۔ جس نے اسے میم مکسور کر کے یعنی المِسْقَاة پڑھا اس نے اس سے آلہ شرب مراد لیا۔ مثلاً: مرغ کو پانی پلانے کا برتن۔

سَقِیَ بَطْنُهُ: اس کے پیٹ میں پانی پڑ گیا۔ یعنی بیماری۔ اس کا باب رَمَی ہے۔

اسْتَسْقَی: اس کے پیٹ میں زرد پانی جمع ہو گیا۔

میرا کہنا ہے کہ استسقی کا معنی پانی طلب کرنا بھی ہے۔

السِّقْیُ: (سین مکسور) پانی کا حصہ یا باری۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کَمْ سِقْیُ أَرْضِکَ: تمہاری زمین کے پانی کا حصہ کتنا ہے۔ سَقَّاهُ الْمَاءَ: اس نے اسے خوب سیراب کیا۔ قاف مشدّد مبالغے کے لئے ہے۔

سَقَّاهُ: اس نے اسے خوب پلایا۔

سَقَّاکَ اللهُ: اللہ تجھے خوب سیراب کرے۔ اسی طرح أَسْقَاهُ کا معنی ہے کہ وہ اسے سیراب کرے۔

الْمُسَاقَاةُ: غلہ بٹائی پر کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کو کھجور کے یا انگور کے باغ میں کام کرنے پر لگانا۔

تَسَاقَی الْقَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے کو پلایا۔

اسْتَقَی مِنَ الْبِئْرِ: اس نے کنویں سے پانی پیا یا لیا۔ اسْتَسْقَی فِی الْقِرْبَةِ وَسَقَی فِیهَا: اس نے مشکیزے میں سے پانی لیا۔

میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے اس نے مشکیزے میں پانی ڈالا۔ سِقَایَةُ الْمَاءِ: پانی پلانا۔ سِقَایَةُ: جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے وہ یہ ہے حضرت یوسف علیہ السّلام نے جو پانی کا برتن حضرت بن یامین کے بوجھ میں چھپا کر رکھ دیا تھا وہ شاہی آبخورہ تھا۔

س ک ب — سَکَبَ الْمَاءَ: اس نے پانی انڈیلا یا ڈالا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مَاءٌ مَسْکُوبٌ: جاری پانی۔ آبِ رواں۔ کسی گڑھے کے بغیر زمین کی سطح پر جاری پانی۔ سَکَبَ الْمَاءُ بنفسه وانْسَکَبَ: پانی خود بخود گرا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا مصدر تَسْکَابًا ہے۔ اَنْسَکَبَ کا معنی بھی یہی ہے۔ مَاءٌ أُسْکُوبٌ (ہمزہ مضموم) اور مَاءٌ سَکَبٌ یعنی مَسْکُوبٌ اپنے مصدری معنوں میں بیان کیا گیا ہے جیسے: مَاءٌ صَبٌّ اور مَاءٌ غَوْرٌ: بمعنی بہتا پانی اور گہرا پانی۔

س ک ت — سَکَتَ: وہ خاموش ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ اور نَصَرَ ہے۔ اور مصدر سُکَاتًا (سین مضموم) بھی ہے۔

سَکَتَ الْغَضَبُ: غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔
السُّکْتَۃُ: (سین مضموم) ہر وہ چیز جس سے بچے وغیرہ کو خاموش کرایا جائے۔ اور سین مفتوح یعنی السَّکْتَۃُ: مرض سکتہ۔ غشی اور بیہوشی۔
السِّکِّیْتُ اور السَّاکُوْتُ: ہمیشہ خاموش رہنے والا شخص۔
السُّکَیْتُ بروزن کُمَیْتُ: گھڑ دوڑ کا آخری گھوڑا۔ بعض اوقات اس لفظ کا کاف مشدّد کیا جاتا ہے۔ یعنی اسے سُکَّیْتُ بنایا جاتا ہے۔

س ک ر – السَّکْرَانُ: نشہ میں دھت۔ یہ الصَّاحِی بمعنی بیدار کی ضد ہے۔ اس کی جمع سَکْرٰی اور سُکَارٰی ہے (سین مفتوح اور مضموم)۔
الْمَرْأَۃُ السَّکْرٰی نشہ میں دھت عورت۔ بنی اسد کے قبیلے کے ہاں اس لفظ کا ایک دوسرا لہجہ سَکْرَانَۃٌ ہے۔
سَکِرَ: وہ مدہوش ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم السُّکْرُ ہے یعنی نشہ و مدہوشی۔ اس میں سین مضموم ہے۔
أَسْکَرَہُ الشَّرَابُ: شراب نے اسے نشہ چڑھا دیا۔
الْمِسْکِیْرُ: بہت زیادہ نشہ کرنے والا۔ یا بہت زیادہ نشہ آور۔
السِّکِّیْرُ: (کاف مشدّد) ہمیشہ نشہ میں دھت رہنے والا۔ التَّسَاکُرُ: نشہ میں دکھائی دینا اور اصل میں نشہ میں نہ ہونا۔
السَّکَرُ: کھجور کی نبیذ۔ (سین اور کاف دونوں مفتوح)۔ قول خداوندی ہے: تَتَّخِذُوْنَ مِنْہُ سَکَرًا: تم اس سے سکر حاصل کرتے ہو یا بناتے ہو۔
سَکْرَۃُ الْمَوْتِ: موت کی سختی۔
سَکَرَ النَّھْرَ: اس نے نہر کو بند کر دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
السِّکْرُ: (سین مکسور) پشتہ بند اور سیلاب۔ قول خداوندی ہے: سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا: ہماری نظریں دہشت زدہ کر دی گئیں۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ: ہماری نظروں پر پردہ ڈالا گیا یا اُن پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اسے بغیر تشدید پڑھا ہے۔ یعنی سُکِرَتْ اور انہوں نے اس کی تفسیر کی ہے کہ ہماری نظروں پر جادو کر دیا گیا۔
السُّکَّرُ: فارسی سے معرّب کلمہ بمعنی شکر، چینی، یا کھانڈ۔ اس کا واحد کا صیغہ سُکَّرَۃٌ ہے۔

س ک ف – الاِسْکَافُ: موچی، جُفت ساز۔ اس کی جمع الأَسَاکِفَۃُ ہے۔
الأُسْکُوْفُ اس کا ایک اور لہجہ یا لغت ہے۔ کہنے والے کا یہ قول کہ عربوں کے ہاں ہر کاری گر کو اُسْکَاف کہتے ہیں، غیر معروف قول ہے۔ الشَّمَّاخ کا قول ہے:
وَشُعْبَتَا مَیْسٍ بَرَاھَا إِسْکَافٌ

"یعنی شعبے کی کجاوہ سازی کے اور اس میں مہارت موچی کو۔"
(کس قدر انہونی بات ہے) یہ محض توہم کی بناء پر ہے جیسے یہ قول کہ لم یَذُق مِن البُقُولِ فُستقًا: اس نے سبزیوں میں فُسق یعنی پستہ کبھی نہیں چکھا۔

أُسْكُفَّةُ: دہلیز، چوکھٹ۔

س ک ک - السَّكُّ: کیل، میخ۔

اُسْتُكَّتْ مَسَامِعُهُ: اس کے کان بہرے ہوگئے اور تنگ ہوگئے۔ یعنی قوت شنوائی کم ہوگئی۔

السِّكَّةُ: لوہے کا وہ اوزار جس سے زمین یا کھیتی جوتی جاتی ہے۔ السِّكَّةُ کا معنی ایسا راستہ جس کے کناروں پر کھجوروں کے درخت ہوں انہیں معنوں میں لوگوں کا یہ قول ہے کہ: بہترین مال سدھائی ہوئی بچھیری ہے یا وہ راستہ جس کے کناروں پر کھجوروں کے ایسے درخت ہوں جن پر پھل لانے کے لئے پیوندکاری کی گئی ہو۔ میرا کہنا ہے کہ یہ حدیث ہے جس کا ذکر محدثین نے کیا ہے۔ اور ائمہ لغت نے نبی کریم ﷺ سے اسے روایت کیا ہے۔ امام جوہری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "ا م ر" کے مادہ کے ذیل میں درج کیا ہے۔ امام جوہری نے اس حدیث کا ذکر یوں کیا ہے کہ وفی الحدیث یعنی حدیث شریف میں آیا ہے۔ اصمعی کہا کرتا تھا کہ یہاں السِّكَّةُ سے مراد لوہے کا وہ ٹکڑا ہے جس سے زمین میں ہل جوتا جاتا ہے اور مابورة سے مراد دُرست کیا ہوا یعنی تیز کیا ہوا ہے۔ جوہری کا قول ہے کہ اس سارے کلام کا مطلب ہے کہ بہترین مال گلہ بانی اور زراعت ہے۔ السِّكَّةُ کا معنی گلی اور تنگ راستہ بھی ہے اور سكة الدَّرَاهِم سے مراد نقش شدہ دراہم ہیں۔

السُّكُّ مِنَ الطِّيبِ: عربی خوشبو یا عطر کی ایک خاص قسم۔

س ک ن - سَكَنَ الشَّيْئُ: چیز ٹھہر گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

السَّكِينَةُ: تسکین اور وقار۔ سَكَنَ دَارَهُ يَسْكُنُهَا: (کاف مضموم) وہ گھر میں سکونت پذیر ہوا۔ اس کا اسم سُكْنَى ہے۔

أَسْكَنَهَا غَيْرَهُ: اس نے کسی اور کو گھر میں بسایا۔ اس کا مصدر إِسْكَانًا ہے۔ اس کا اسم السُّكْنَ ہے جس طرح الإِعْتَابُ سے اسم العُتْبَى ہے۔

السُّكَّان: رہائش پذیر لوگ۔ اس کا واحد سَاكِنٌ ہے۔

السُّكَّانُ: کشتی کے پچھلے حصے یعنی دُم کو بھی کہتے ہیں۔

المَسْكِنُ: (کاف مکسور) گھر اور

مکان۔ اہل حجاز اس لفظ میں کاف کو مفتوح پڑھتے ہیں۔

السَّكْنُ بروزن الجَفْنُ: گھر والے، اہل خانہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: حَتّٰی اِنَّ الرُّمَّانَةَ تُشْبِعُ السَّكْنَ: یہاں تک ایک انار سارے گھر والوں کو سیر کردے گا۔

السَّــكَنُ: (سین اور کاف مفتوح) آگ۔

السَّكَنُ: ہر وہ چیز یا بات جس سے تمہیں سکون ملے۔

المِسْكِيْنُ: فقیر محتاج۔ مادہ 'ف ق ر' کے ذیل میں اس کی پوری تفصیل و تفسیر درج ہے۔ مِســکین کا معنی ذلت اور کمزوری بھی ہوسکتا ہے۔ کہا جاتا ہے تَسَــكَّنَ اس نے سکون حاصل کیا اور تَمَسْــكَنَ وہ مسکین ہوگیا۔ اس کی مثال تَمَــدْرَعَ: اس نے زرہ پہن لی اور تَمَنْــدَلَ اس نے مندیل یعنی رومال ہاتھ میں لیا۔ لیکن یہ شاذ ہے۔ ازروئے قیاس تَــسَــكَّنَ وتَــدَرَّعَ اور تَــنَــدَّلَ ہونا چاہیے جس طرح تَشَجَّعَ اور تَحَلَّمَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَـيْــسَ المِسْـكِيْنُ الَّذِى تـردّه اللُّقْـمَـةُ اَوِ لقمتان وانّما المِسْكِيْنُ الَّـذِى لايَسْأَلُ وَلَا يُـفْـطَنُ لَـهُ فَـيُعْطٰى: مسکین وہ نہیں جو ایک یا دو لقمہ کے لئے در در کی ٹھوکریں کھاتا ہو بلکہ مسکین وہ ہے جو نہ تو مانگتا ہو نہ اس کی ہیئت کذائی سے پتہ چلتا ہو کہ وہ مسکین اور نادار ہے تاکہ اسے کچھ دیا جائے۔

والمَرْاَةُ مِسْكِيْنَةٌ ومِسْكِيْنٌ ايضًا: عورت کو مسکینہ اور مسکین بھی کہتے ہیں۔ یعنی مسکین کا لفظ مؤنث کے لئے بھی استعمال ہوسکتا ہے۔ لیکن مؤنث کے لئے 'ۃ' کے ساتھ ہی کہا گیا ہے۔ مفعِيْلٌ اور مِفْعَال کے وزن پر آنے والے اسماء میں مذکر اور مؤنث کی تفریق نہیں ہوتی۔ اور یہ الفقیرۃ کے ساتھ مشابہت کے پیش نظر ہے۔

قَــوْمٌ مَسَــاكِيْنُ: مسکین لوگ، انہیں مِسْكِيْنُوْن بھی کہتے ہیں۔ اور یہ بات محض اس لئے کہی گئی ہے کہ مؤنث یعنی عورتوں کے لئے مِسْــكِيْنَاتٌ کہا گیا ہے۔ اور یہ 'ۃ' تانیث کے داخل ہونے کے باعث ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِسْتَـقِـرُّوا عَلٰى سَكَـنَاتِكُمْ فَـقَدْ انْقَطَعَتِ الهِـجْرَةُ: اپنے اپنے گھروں بیٹھے رہو۔ بلاشبہ ہجرت منقطع ہوگئی ہے۔ یعنی اپنے اپنے ٹھکانوں میں رہو۔

السِّكِّيْنُ: چھری۔ مذکر اور مؤنث کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔ البتہ یہ زیادہ تر مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

س ل ا – سَلَأ السَّمْنَ: اس نے گھی کو پکا کر صاف کیا یعنی گرم کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اِسْتَلَأَهُ: اس نے اسے پکایا۔ اور اس نے اس کا علاج کیا۔ اس کا اسم السِّلَاءُ ہے بروزن الكِسَاءُ۔

س ل ب – سَلَبَ الشَّيْئَ: اس نے چیز چھین لی یا سلب کر لی۔

الإِسْتِلَابُ: چھیننا۔ اچک کر لے جانا۔

السَّلَبُ (لام مفتوح) والمَسْلُوبُ: چھینی ہوئی چیز اور یہی معنی السَّلِيبُ کا ہے۔

الأُسْلُوبُ: فن، طریقہ کار۔

س ل ت – السُّلْتُ: بروزن القُفْلُ: جو کی ایک قسم جس پر چھلکا نہیں ہوتا۔ ایسے لگتا ہے جیسے: گیہوں ہو۔ رأسٌ مَسْلُوتٌ: مَحْلُوتٌ ومَسْبُوتٌ ومَحْلُوقٌ سب کا ایک ہی معنی مُنڈھا ہوا سر ہے۔

س ل ج – سَلِجَ اللُّقْمَةَ: اس نے لقمہ نگل لیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ اس کا مصدر سَلَجَانًا بھی ہے۔ اسی سے یہ محاورہ بنا ہے کہ: الأَخْذُ سَلَجَانٌ والقَضَاءُ لَيَّانٌ: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی قرض لیتا ہے تو اسے بڑے مزے سے کھاتا ہے لیکن ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا ہے۔

س ل ح – السِّلَاحُ: ہتھیار۔ مذکر کا صیغہ ہے۔ کیونکہ اس کی جمع أَسْلِحَةٌ ہے۔ یہ بناء جمع مذکر کے ساتھ مخصوص ہے اس کی مثال حِمار سے أَحْمِرَةٌ اور رِدَاء سے أَرْدِيَةٌ ہے۔ اسے مؤنث بنانا بھی جائز ہے۔

تَسَلَّحَ الرَّجُلُ: آدمی مسلح ہوگیا یا آدمی نے ہتھیار سجا لئے۔

رَجُلٌ سَالِحٌ: آدمی کے پاس اسلحہ ہے۔

المَسْلَحَةُ بروزن المَصْلَحَةُ: ہتھیار بند قوم یا ہتھیار رکھنے والی قوم یا لوگ۔

المَسْلَحَةُ کا معنی سرحد اور نگرانی کی جگہ بھی ہے یا پہرہ دینے کی جگہ۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَ أَدْنَى مَسَالِحِ فَارِس الى العَرَبِ العُذَيْبُ.

العُذَيْب: فارس کی عرب کے ساتھ لگنے والی قریب ترین نگرانی کی پوسٹ تھی۔

السُّلَاحُ: پاخانہ، اسہال، یا دست۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

قَدْ سَلَحَ: اسے دست لگے ہیں۔

س ل ح ف – السُّلَحْفَاءُ: کچھوا (لام مفتوح) اس کی جمع السَّلَاحِفُ ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ یا لغت السُّلَحْفِيَةُ بھی ہے۔

س ل خ – سَلَخَ جِلْدَ الشَّاةِ: اس نے بکری کی کھال اتاری۔ اس کا باب قَطَعَ

اور نَصَرَ ہے۔

المَسْلُوْخُ: جس بکری یا جانور کی کھال اتاری گئی ہو۔

سَلَخْتُ الشَّهْرَ: میں نے پورا مہینہ گزار دیا۔

اِنْسَلَخَ الشَّهْرُ مِنْ سَنَتِهٖ: سال کا مہینہ ختم ہوا۔

اِنْسَلَخَ الرَّجُلُ من ثِيَابِهٖ: آدمی نے اپنے کپڑے اتار دیئے۔ اِنْسَلَخَ الحَيَّةُ مِنْ قِشْرِهَا: سانپ نے اپنی کیچلی اتار دی۔

اِنْسَلَخَ النَّهَارُ مِنَ اللَّيلِ: دن رات سے باہر نکل آیا۔

س ل س — شَيْئٌ سَلِسٌ: نرم و ملائم چیز۔

رَجُلٌ سَلِسٌ: نرم خو آدمی۔ فرماں بردار اور مطیع۔ اس کا اسم السَّلَاسَةُ ہے۔

فُلَانٌ سَلِسُ البَوْلِ: فلاں شخص کو مسلسل پیشاب آنے کی بیماری ہے۔ جب کسی کو پیشاب پر قابو اور کنٹرول نہ ہو۔

س ل ط — السَّلَاطَةُ: قہر و جبر اور ظلم و زیادتی۔ سَلَّطَهُ اللّٰهُ عليهم تَسْلِيْطًا: اللہ ان پر قحط مسلط کرے۔

السُّلْطَان: والی۔ حکمران بادشاہ۔ بروزن فُعْلَان مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے یکساں۔ اس کی جمع السَّلَاطِيْنُ ہے۔ السُّلْطَان کا معنی حجت اور دلیل بھی ہے۔ اس کی جمع نہیں بنتی کیونکہ یہ مصدر کی طرح ہے۔

اِمْرَأَةٌ سَلِيْطَةٌ: زباں دراز تیز طرار عورت۔

رَجُلٌ سَلِيْطٌ: زباں آور مرد۔ (مرد کے لئے صفت اور عورت کے لئے عیب)۔

السَّلُوْطَةُ: زبان درازی اور زبان آوری۔ کہا جاتا ہے کہ هُوَ اَسْلَطُهُمْ: وہ ان میں سے سب سے زیادہ زبان آور شخص ہے۔

السَّلِيْطُ بروزن البَسِيْطُ: عام عرب لوگوں کے نزدیک روغن و تیل اور اہل یمن کے ہاں سمسم یعنی تل کا تیل۔

س ل ع — السِّلْعَةُ: ساز و سامان۔ جسم میں کسی چیز کا بڑھ جانا بھی۔ مثلاً: غُدَّہ جب اسے ہلایا جائے تو حرکت کرتا ہے۔ یہ چنے کے دانے سے لے کر تربوز تک کے حجم کا ہوتا ہے۔

س ل ف — سَلَفَ الأَرْضَ: اس نے زمین کو ہموار کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

سَوَّاهَا بِالمِسْلَفَةِ: اس نے اسے یعنی زمین کو سینگے سے ہموار کر دیا یا برابر کر دیا۔

المِسْلَفَةُ کاشتکاری کا وہ آلہ ہے جس سے زمین کو برابر کیا جاتا ہے۔ اردو میں اسے ہنگا کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں

ہے کہ: اَرْضُ الجَنَّةِ مَسْلُوْفَةٌ: جنت کی زمین ہموار اور برابر ہوگی۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ایسی زمین کو مُسْتَوِيَةٌ یا مُسَوَّاةٌ کہیں گے۔

سَلَفَ يَسْلُفُ سَلَفًا: (سین اور لام دونوں مفتوح) گزر گیا۔ القَوْمُ السُّلاف: ترقی یافتہ لوگ۔ سَلَفُ الرَّجُلِ: آدمی کے اسلاف، آباؤ اجداد، اس کی جمع اَسْلاف اور سُلّاف ہے۔

السَّلَفُ: (سین اور لام دونوں مفتوح) پیشگی لین دین۔ اس میں قیمت کی ادائیگی معجّل ہوتی ہے اور مال کا قبضہ ایک مقررہ مدت کے بعد ہوتا ہے۔ قَدْ اَسْلَفَ فی کذا: اس نے فلاں معاملے میں رقم پیشگی ادا کردی ہے۔

اِسْتَسْلَفَ مِنْهُ الدَّرَاهِمِ: اس نے اس سے درہم ادھار مانگ لیے۔ تَسَلَّفَ واَسْلَفَهُ: اس نے اسے ادھار دے دیے۔

سَلِفُ الرَّجُلِ: کسی شخص کی بیوی کی بہن یعنی سالی کا خاوند۔ اُردو میں ہم زُلف۔ اسی طرح سِلْفُهُ اس کی مثال كَبِدُ اور كِبْدُ ہے۔ یعنی لام متحرک بالکسرہ بھی ہے اور ساکن بھی۔

السَّالِفَةُ: گردن کے اگلے حصے کی جانب جہاں بالیاں ہنسلی کی ہڈی کے گڑھے کی طرف لٹکائی جاتی ہیں۔

السُّلاف: نچوڑنے سے پہلے انگور کا جو رس بہہ نکلتا ہے۔ شراب کو بھی سُلاف کہا جاتا ہے۔

سُلافَةُ کل شَيْئٍ: ہر چیز کے نچوڑ کا پہلا رس۔

س ل ق — سَلَقَهُ بالكلام: اس نے اسے اپنے کلام سے اذیت دی۔ یا زبان سے تیز کلامی اور بدکلامی کرنا ہے۔ قول خداوندی ہے: سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ: انہوں نے تمہیں اپنی بدکلامی سے اذیت دی۔ سَلَقَ البَقْلَ او البَيْضَ اعلاه بالنار اِغْلائَةً خفيفةً: اس نے آگ پر رکھ کر ہلکی آنچ پر سبزی یا انڈا ابالا یا پکایا۔ ان تمام کا باب ضَرَبَ ہے۔

السِّلْقُ: ایک پودا جو بطور سلاد کھایا جاتا ہے۔

تَسَلَّقَ الجِدَارَ: وہ دیوار پر لٹک کر چڑھا۔

سَلُوْقُ: یمن میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ جہاں کی زرہیں مشہور ہیں۔ اور سلوقی کتے مشہور ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ سَلُوْقُ ایک شہر کا نام ہے جہاں کے سُلاقی کتے مشہور ہیں۔

س ل ک — السِّلْكُ: (سین مکسور) دھاگا اور تار۔

السَّلْكُ: (سین مفتوح) مصدر۔

پرونا۔ سَلَکَ الشَّیْئَ فی الشَّیْئِ: اس نے ایک چیز کو دوسری چیز میں پرویا فانْسَلَکَ: تو وہ پروئی گئی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ قول خداوندی ہے: کَذٰلِکَ سَلَکْنَاهُ فی قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ: اسی طرح ہم نے اسے مجرموں کے دلوں میں ڈال دیا۔ اَسْلَکَهُ فِیْهِ بھی اس میں ایک لہجہ یا لغت ہے۔ اصل کتاب میں سَلَکَ الطریق بمعنی وہ راستہ پر چلا، کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ میرا خیال ہے کہ صاحب کتاب اس کا ذکر کرنا بھول گئے۔ کیونکہ اس کو قصداً اور ارادۃً نہیں چھوڑا جا سکتا۔

س ل ل — سَلَّ الشَّیْئَ: اس نے کسی چیز کو کھینچا یا سونتا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ سَلَّ السَّیْفَ و اَسَلَّهُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اُس نے تلوار سونت لی۔

سَلَّةُ الخُبْزِ: روٹیوں کی ٹوکری۔

المِسَلَّةُ: بڑی سُوئی (میم مکسور) اس کی جمع مسال ہے یعنی سوئے۔

السَّلِیْلُ: لڑکا۔

السَّلِیْلَةُ: لڑکی۔

السُّلَالُ: (سین مضموم) تپ دِق، سِل۔ کہا جاتا ہے: اَسَلَّهُ اللّٰهُ: اللہ اسے تپ دِق میں مبتلا کرے۔ اس کا اسم مفعول مَسْلُوْلٌ ہے یعنی دق زدہ شخص لیکن یہ شاذ ہے۔

سُلَالَةُ الشَّیْئِ: کسی چیز کا نچوڑ۔ جیسے: نطفہ انسان کا سُلالہ یعنی نچوڑ ہے۔

انْسَلَّ مِنْ بَیْنِهِمْ: وہ ان کے درمیان میں سے کھسک گیا۔ تَسَلَّلَ کا بھی یہی معنی ہے۔ تَسَلْسَلَ الْمَاءُ فی الحَلْقِ: پانی حلق میں ٹپکا یا جاری ہوا۔

سَلْسَلَهُ غَیْرُهُ: کسی اور نے پانی ڈالا، ٹپکایا، یا جاری کیا۔ مَاءٌ سَلْسَلٌ وسَلْسَالٌ وسُلاسل (سین مضموم) مٹھاس اور صاف ہونے کے سبب سے حلق میں با آسانی ڈھلنے والا پانی۔ کہا گیا ہے کہ یَتَسَلْسَلُ کا معنی یہ ہے کہ جب پانی بہنے لگے یا ہوا سے حرکت کرنے لگے تو یوں محسوس ہو جیسے وہ رسی ہے۔

شَیْئٌ مُسَلْسَلٌ: کڑیوں میں جڑی ہوئی چیز اسی سے سِلْسِلَةُ الحَدِیْد: لوہے کی زنجیر یا کڑی ماخوذ ہے۔

س ل م — سَلْمٌ: مرد کا نام۔

سَلْمَی: عورت کا نام۔

سَلْمَان: پہاڑ اور مرد کا نام۔

سَالِمٌ: مرد کا نام۔

السَّلْمُ کا معنی استسلام یعنی ہتھیار ڈال دینا بھی ہے۔ اور السَّلْمُ ایک بڑا درخت بھی ہے جو خاردار ہوتا ہے۔ اس کا واحد سَلَمَةٌ ہے۔

سَلَمَة: ایک مرد کا نام بھی ہے۔
السُّلَّمُ: (لام مفتوح) سیڑھی۔ اس کی جمع السَّلَالِيمُ ہے۔
السَّلْمُ: سلام۔ السلام علیکم کہنا۔ ابو عمرو نے قرآن کی آیت کو یوں پڑھا ہے: اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً: اور السِّلْم سے مراد اسلام لیا ہے۔
السِّلْمُ: صُلح، امن، سلامتی (سین مفتوح اور مکسور) مذکر اور مؤنث دونوں صیغوں کے لئے۔
السِّلْمُ والمُسَالِمُ: تابع مصالحت کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ اَنَا سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَنِي: جو مجھ سے مصالحت کرے گا میں اس کے تابع ہوں یا سراپا امن و سلامتی ہوں۔
السَّلام، السَّلَامَةُ: امن و سلامتی۔
السَّلَامُ: ہتھیار ڈال دینا۔ تابع و فرماں بردار بننا۔
السَّلامُ مصدر تَسْلِيم کا اسم بھی ہے۔ اور السَّلَامُ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے ایک نام بھی ہے اور السَّلَام کا معنی عیبوں سے بری اور پاک ہوتا بھی ہے بقول اُمَیّہ۔ قول خداوندی کو: وَرَجُلًا سَلَمًا پڑھا گیا ہے۔
السُّلَامَيَات: (میم مفتوح) انگلیوں کی ہڈیاں یا جوڑ۔ اس کا واحد سُلَامَى ہے۔

یہ واحد اور جمع دونوں صیغوں کے لئے اسم بھی ہے۔
السَّلِيمُ: مارگزیدہ۔ سانپ کا ڈسا ہوا آدمی۔ یہ نام رکھنے میں ایسے مریض کے لئے نیک شگونی ہے کہ خدا اسے سلامت رکھے اور بچائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ السَّلِيمُ اس لئے کہتے ہیں کہ ایسے آدمی نے اپنی صورت حال کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا ہوتا ہے یعنی اس کے بچنے کی امید کم ہوتی ہے۔ قَلْبٌ سَلِيمٌ: دُرست حالت میں دل۔
سَلِمَ (لام مکسور) فُلَانٌ مِنَ الآفَاتِ: فلاں شخص آفات سے بچا رہا۔ اس کا اسم سَلَامَةٌ ہے۔
سَلَّمَهُ اللّٰهُ مِنْهَا: اللہ اسے اس سے بچائے۔
سَلَّمَ اِلَيْهِ الشَّيْئَ: اس نے چیز اس کے حوالے کر دی۔ فَتَسَلَّمَهُ: تو اس نے لے لی یا وصول کر لی۔ التَّسْلِيمُ: خوشی سے حکم مان لینا۔ اور کسی کے حوالے کرنا۔
التسلیم کا معنی سلام اور سلام کرنا بھی ہے۔ اَسْلَمَ فِي الطَّعَامِ: اس نے ادھار کھانا کھایا۔ اَسْلَمَ اَمْرَهُ اِلَى اللّٰهِ: اس نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کیا۔ اَسْلَمَ: وہ سلامتی میں داخل ہوا۔ یعنی اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔

اَسْلَمَ: وہ اسلام میں داخل ہوا۔ یعنی مسلمان ہوگیا۔ اَسْلَمَهُ: اس نے اسے ذلیل و بے عزت کیا۔

التَّسَالُم: باہم مصالحت کرنا۔

المُسَالَمَة: مصالحت کرنا۔

اسْتَلَمَ الحَجَرَ: اس نے حجر اسود کا استلام کیا۔ خواہ بوسہ دے کر یا ہاتھ سے چھو کر۔ اسے ہمزہ سے نہیں لکھتے لیکن بعض لوگ اسے الف کی بجائے ہمزہ سے لکھتے اور بولتے ہیں۔

اسْتَسْلَمَ: وہ مطیع و فرماں بردار بن گیا۔

س ل ا- سَلاعَنْهُ: وہ اس سے بے غم اور بے فکر ہوگیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ سَلِیَ عَنْهُ (لام مکسور) سُلِیًّا کا معنی بھی یہی ہے۔ السَّلْوَی: ایک پرندے کا نام ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ میں نے اس کا واحد کا صیغہ نہیں سُنا۔ ان کا کہنا ہے کہ لگتا ایسا ہے کہ اس کا واحد کا صیغہ بھی سلوی ہی ہونا چاہئے جس طرح لفظ دِفْلَی واحد اور جمع دونوں کے لئے یکساں ہے۔ السَّلْوَی کا معنی شہد بھی ہے۔

سَلَّاهُ من هَمِّهِ: اس نے اسے غم اور دکھ میں تسلّی دی یا اس کا دکھ دور کیا یا دُکھ درد بانٹا۔

السُّلْوَانَة: (سین مضموم) ایک قیمتی پتھر جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ اگر اس پر بارش کا پانی پڑے اور یہ پانی عاشق پئے تو اس کی بیقراری میں کمی آتی ہے یا اسے تسلّی ہوجاتی ہے۔ اس پانی کا نام السُّلْوَان ہے۔ (سین مضموم)۔ نیز لوگ کہتے ہیں کہ السُّلْوَان ایک دوا ہے جس کے پینے سے کسی غمزدہ اور دکھی انسان کو تسلّی حاصل ہوتی ہے۔ اطباء اسے المُفَرِّح کہتے ہیں۔

س م ت- السَّمْتُ: راستہ۔ اہل خیر کی تنظیم یا ادارے کو بھی السَّمْتُ کہتے ہیں۔ التَّسمِيتُ بروزن التَّشمِيتُ: کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کے اسم کا ذکر پڑھنا۔ تَسْمِيتُ العَاطِس (س اور ش دونوں حروف کے ساتھ منقول ہے) کسی چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے پر اسے يَرْحَمُكَ الله کہنا۔ ثعلب کا قول ہے کہ یہ لفظ سین کے ساتھ بولا جاتا ہے لیکن ابو عبید کا کہنا ہے کہ شین، عربوں کے کلام میں زیادہ اعلیٰ اور کثیر الاستعمال ہے۔

س م ج- سَمُجَ: قبیح یعنی بُرا ہوا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اس کا اسم فاعل سَمْجٌ (میم ساکن) ہے۔ جیسے: ضَخُمَ سے اس کا اسم فاعل ضَخْمٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل سَمِجٌ بھی ہے۔ جس کی مثال خَشُنَ سے خَشِنٌ ہے بمعنی کھردرا۔ نیز اس کا اسم فاعل سَمِيجٌ بھی ہے جس کی مثال قَبُحَ سے قَبِيحٌ ہے۔

قَوْمٌ سِمَاجٌ: بڑے لوگ۔ اس کے وزن کی مثال ضِخَامٌ ہے۔

س م ح — السَّمَاحُ: اور السَّمَاحَةُ: سخاوت اور جود۔ سَمَحَ بِهٖ، يَسْمَحُ (دونوں صیغوں میں میم مفتوح)۔

سَمَاحًا وَسَمَاحَةً: اس نے سخاوت کی۔ سَمَحَ لَهُ: اس نے اسے عطا کیا، اجازت دی۔ سَمُحَ (میم ساکن) وہ سخی بن گیا یا ہوگیا۔ قَوْمٌ سُمَحَاءُ: سخی قوم یا سخی لوگ بروزن فُقَهَاءُ.

اِمْرَأَةٌ سَمْحَةٌ: (میم ساکن) سخی عورت اور نِسْوَةٌ سِمَاحٌ سخی عورتیں۔ (سِمَاحٌ کا سین مکسور)۔

المُسَامَحَةُ: ایک دوسرے کو سہولت دینا۔

تَسَامَحُوْا: انہوں نے ایک دوسرے سے مسامحت کی یعنی درگزر کی اور معاف کر دیا۔

س م د — السَّامِدُ: لاپرواہ۔ تکبر سے سر اونچا کیا ہوا انسان۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ تَسْمِيْدُ الأَرْضِ: زمین میں کھاد ڈالنا۔

السِّمَادُ: کھاد، گوبر اور راکھ۔

س م د ع — السَّمَيْدَع: (سین مفتوح) فیاض سردار نرم خو۔ اسے السُّمَيْدَع (سین مضموم) نہیں کہنا چاہئے۔

س م ر — السَّمَرُ: المُسَامَرَةُ: رات کے وقت باتیں کرنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا مصدر سَمَرًا (سین اور میم دونوں مفتوح)۔ اس کا اسم فاعل سَامِرٌ ہے۔ السَّامِر اور السُّمَّارُ بھی۔ راتوں کو باتیں کرنے والے لوگ۔ اس کی مثال حاجیوں کو حُجَّاج اور حَاجّ کہنے کی ہے۔

التَّسْمِيْرُ بمعنی التَّشْمِيْرُ: چھوڑ دینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: مَا يُقِرُّ رَجُلٌ اَنَّهُ كَانَ يَطَأُ جَارِيَتَهُ إِلَّا اَلْحَقْتُ بِهٖ وَلَدَهَا فَمَنْ شَآءَ فَلْيُمْسِكْهَا وَمَنْ شَآءَ فَلْيُسَمِّرْهَا: جو شخص اس بات کا اقرار کرے کہ وہ اپنی لونڈی سے مباشرت کرتا رہا تو میں اس لونڈی کے بیٹے کو اس شخص کے ساتھ ملا دوں گا۔ اب جو چاہے اسے رکھ لے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے التشمير (شین منقوط کے ساتھ) تھی، تو انہوں نے شین کو سین میں بدل دیا۔

السُّمْرَةُ: گندمی رنگ۔ تم کہتے ہو سَمِرَ (میم مضموم اور مکسور) اس کا رنگ گندمی ہو گیا۔ اس کا مصدر سُمْرَةٌ ہے۔

اسْمَارَّ، اسْمِيْرَارًا کا بھی یہی معنی ہے۔

السَّمْرَاءُ: (الف ممدود) گیہوں یا

گندم۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس کا معنی گندم اور ہوا ہے۔

السَّمُرَةُ: (میم مضموم) ببول کے درخت کا رنگ یا درخت اس کی جمع سَمُرٌ بروزن رَجُلٌ، سَمُرَاتٌ اور جمع قلت أَسْمُرٌ ہے۔

المِسْمَار: کیل میخ۔

سَمَرَ الشَّيْئَ: اس نے کسی چیز میں کیل ٹھونکی۔ یا کیل لگا کر مضبوط کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ سَمَرَهُ تَسْمِيْرًا کا معنی بھی یہی ہے۔

السُّمَيْرِيَّةُ: کشتی کی ایک قسم۔ سُمیری کشتی۔

س م ط — السِّمْطُ: دھاگا جس میں منکے یا دانے پروئے ہوئے ہوں۔ ورنہ اسے سلک کہیں گے۔

السِّمْطُ: جس کی جمع السُّمُوْط ہے کا معنی وہ ڈوریاں ہیں جو زین کے ساتھ لٹکائی جاتی ہیں۔ سَمَّطَ الشَّيْئَ (تَسْمِيْطًا) اس نے ڈوریوں کے ساتھ کوئی چیز لٹکا دی یا باندھ دی۔

المُسَمَّطُ: ایسا شعر جو عروضی اجزاء پر منقسم ہو یا ایسی رباعی جس کا چوتھا مصرعہ دوسری رباعی کے چوتھے مصرع کے ہم قافیہ ہو۔ سُمِّطَ فی قَافِيَةٍ مخالفةٍ: شعر جو مخالف قافیے پر کہے گئے۔ ایسے قصیدے کو مُسَمَّطَة یا سِمطيه کہتے ہیں۔ مثلاً: شاعر کا قول:

وَشُـــيَـيْـبَـةٍ كـالـقَــسِـم
غَـيْـــر سُـــود الـلِّـمَـمْ
دَاوَيْـتُـهَـــا بـالـكَـــتَـمْ
زُوْرًا وبُـهْـــتَـانَـا

امــرئ الـقـيـس کے دو قصیدے سمــطـیّــه ہیں جن میں ایک قصیدہ درج ذیل ہے:

وَمُسْتَلْئِمٍ كَشَفْتُ بِالرُّمْحِ ذَيْلَهُ
اَقَمْتُ بِعَضْبٍ ذِی سَفَاسِقَ مِثْلَهُ
فَجَعْتُ بِهٖ فِی مُلْتَقَى الحَيِّ خَيْلَهُ
تَرَكْتُ عِتَاقَ الطَّيْرِ تَحْجُلُ حَوْلَهُ
كَاَنَّ عَلٰى سِرْبَالِهٖ نَضْحَ جِرْيَالٍ

السِّمَـاطَانِ من النخل والناسِ: درختوں اور لوگوں کی دونوں اطراف۔ کہا جاتا ہے کہ مَشَىٰ بَـيْـنَ السِّمَاطَيْنِ: وہ دو اطراف کے درمیان چلا۔

سَمَطَ الْجَدْيَ: اس نے بکری کے بچے کے جسم کے بال اتارے یا کاٹے اور اسے گرم پانی سے صاف کیا تاکہ اسے بھونے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اور اسم فاعل سَمِيْطٌ اور اسم مفعول مَسْمُوْطٌ ہے۔

س م ع — السَّمْعُ: سَمْعُ الإِنْسَان: انسان کا سننا۔ یہ واحد بھی ہو سکتا اور جمع

بھی۔ مثلاً: قول خداوندی: خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ: اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی۔ کیونکہ یہ اصلاً سَمِعَ کا مصدر ہے۔ اس کی جمع أَسْمَاعٌ بنائی جاتی ہے اور جمع الجمع أَسَامِعُ ہے۔ فَعَلَهُ رِيَاءً وَسُمْعَةً: اس نے یہ کام ریاکاری اور شہرت کے لئے کیا۔

اِسَّمَّعَ لَهُ: اس نے اس کی بات پر کان دھرا۔ یعنی غور سے سنا۔ یہی معنی تَسَمَّعَ إِلَيْهِ اور اسَّمَّعَ اليه کا ہے جس میں ادغام ہوا ہے۔ قرآن کی یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے: لَا يَسَّمَّعُوْنَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلٰى. اور کہا جاتا ہے تَسَمَّعَ إِلَيْهِ سَمِعَ إِلَيْهِ اور سَمِعَ لَهُ سب کا ایک ہی معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْآنِ: اس قرآن کی طرف دھیان نہ دو، اور یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے۔ لَا يَسْمَعُوْنَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلٰى: یہاں يَسْمَعُوْنَ کا میم مشدّد نہیں ہے۔

تَسَامَعَ بِهِ النَّاسُ: لوگوں نے یہ بات ایک دوسرے کو سنا دی۔

أَسْمَعَهُ الْحَدِيْثَ: اس نے اسے بات سُنا دی۔

سَمَّعَهُ: اس نے اسے گالی دی۔ قول خداوندی ہے: وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ اس کی تفسیر اخفش رحمہ اللہ نے یوں کی ہے کہ تو نہ سنے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ: ازراہ تعجب کہ قیامت میں خدا کے حضور پیشی کے وقت وہ کیسے سننے والے اور کہنے اور دیکھنے والے ہوں گے یعنی ان کی حالت دیدنی ہوگی۔

الْمُسْمِعَةُ: مُغنیہ، گانے والی عورت۔

سَمَّعَ بِهِ تَسْمِيْعًا: اس نے اُسے مشہور کر دیا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ فَعَلَ كَذَا سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ أَسَامِعَ خَلْقِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: جس نے ایسا فعل کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کو لوگوں کے کانوں تک پہنچا دیں گے۔

سَمَّعَهُ الصَّوْتَ تَسْمِيْعًا اور أَسْمَعَهُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی اس نے اسے آواز سُنا دی۔

السَّامِعَةُ، السَّامِعُ، کا ایک ہی معنی ہے یعنی سننے والا۔

السُّمَّعُ: گانے والا مرد۔

س م ق

السُّمَّاقُ: (میم مشدّد) ایک درخت جس کے پتوں سے چمڑا رنگا جاتا ہے اور جس کے بیج تُرشی بنانے کے کام آتے ہیں۔

س م ک

سَمَكَ اللّٰهُ السَّمَاءَ: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

سَمَکَ الشَّیْئُ: چیز بلند ہوئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ سَمْکُ البَیْتِ: (سین مفتوح) گھر کی چھت۔

السَّمَکُ: مچھلی۔ اس کا واحد اور جمع الجمع سِمَاکٌ اور سُمُوْکٌ ہے۔

س م ل- السَّمَلُ: الخَلَقُ مِنَ الثِّیَابِ: پھٹے پرانے کپڑے۔ سَمَلَ الثَّوْبُ: کپڑا پھٹ گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اَسْمَلَ: اس نے پرانا کر دیا۔

سَمَلُ العَیْنِ بحدِیْدَةٍ مُحْمَاة: گرم لوہے کے ساتھ آنکھ پھوڑنا۔

س م م- السَّمُّ: سوراخ، اسی سے سَمُّ الخِیَاطِ (سین مفتوح و مضموم) سوئی کا ناکہ ماخوذ ہے۔ السَّمُّ (سین مفتوح و مضموم) اسی طرح اس سے السَّمُّ القَاتِلُ: (قاتل زہر) ماخوذ ہے۔ اس میں بھی السُّم کا میم مفتوح بھی ہے اور مضموم بھی۔ اور اس کی جمع سُمُوْمٌ، اس سے سِمَامٌ اور مَسَام الجَسَدِ، جسم کے سوراخ بھی ماخوذ ہے۔ سَمَّهُ: زہر نے اسے بیمار کر دیا۔

سَمَّ الطَّعَامَ: اس نے کھانے میں زہر ملا دیا۔ ان دونوں کا باب رَدَّ ہے۔

السَّامَّةُ: خواص۔ کہا جاتا ہے کہ: کَیْفَ السَّامَّةُ والعَامَّةُ: عوام و خواص کا کیا حال ہے۔

السَّامَّةُ: زہریلی۔

سَامٌّ: کوڑھ۔ سَامُّ اَبْرَصَ: چھپکلی، سب سے بڑی چھپکلی۔

السَّمُوْم: گرم ہوا۔ مؤنث ہے۔ اس کی جمع سَمَائِمُ ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے: السَّمُوْمُ بالنَّهار وقد تكُوْنُ بالليل والحَرُوْرُ باللَّيل وقد تكُوْن بالنَّهار: کہ بادِ سموم تو بالعموم دن کو چلتی ہے لیکن کبھی کبھی رات کو بھی چلتی ہے اسی طرح بادِ حرور رات کو چلتی ہے اور کبھی کبھی دن کو بھی چلتی ہے۔

السَّمْسِم: تل کے دانے۔

س م ن- السَّمْنُ: گھی، اس کی جمع سُمْنَانٌ ہے جس طرح عَبْدٌ کی جمع عُبْدَانٌ ہے۔

سَمَنَ الرَّجُلُ الطَّعَامَ: آدمی نے کھانے میں گھی ڈال دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

طَعَامٌ مُسْمُوْنٌ وسَمِیْنٌ: گھی دار کھانا۔

السَّمَّانُ: اگر اسے گھی فروش کے معنوں میں لیا جائے تو یہ منصرف ہو گا اور اسے السَّمّ یعنی زہر سے مشتق قرار دیا جائے تو معرفہ ہونے کی حیثیت سے غیر منصرف ہو گا۔

سَمَّنَ القَوْمَ تَسْمِیْنًا: اس نے قوم کو گھی

فراہم کیا۔
التَّسْمِيْنُ: اہل طائف اور اہل یمن کی لغت یا لہجے میں ٹھنڈا کرنا۔
السَّمِيْنُ: فربہ، یہ المَهْزُول کمزور کی ضد ہے۔
قَدْ سَمِنَ: وہ فربہ ہوگیا۔ اس کا باب طَرِب ہے۔ اس کا اسم فاعل سَمِيْنٌ: فربہ شخص ہے۔ تَسَمَّنَ کا بھی یہی معنی ہے۔
سَمَّنَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے فربہ کیا۔ مثل ہے کہ سَمِّنْ كَلْبَكَ يَأْكُلْكَ: اپنے کتے کو گھی کھلا کر فربہ کرو وہ تم ہی کو کاٹ کھائے گا۔
السُّمْنَةُ: (سین مضموم) ایک دوا جس سے عورتیں فربہ ہوتی ہیں۔
اسْتَسْمَنَهُ: اس نے اسے فربہ خیال کیا یا سمجھا۔ نیز اسْتَسْمَنَهُ: اس نے اس سے گھی مانگا۔ السُّمَانَى: ایک پرندہ۔ اسے مشدد کر کے السُّمَّانَى نہیں کہنا چاہئے۔ اس کا واحد کا صیغہ سُمَانَاةٌ ہے اور جمع سُمَانَيَاتٌ ہے۔
السُّمَّنِيَّةُ: (سین مضموم اور میم مفتوح) بت پرستوں کا ایک فرقہ جو تناسخ کا قائل ہے اور غیب کی خبروں کے واقع ہونے کے منکر بھی ہیں۔ غالبًا ہندو جو آواگون کے قائل ہیں۔ اور آخرت کی باز پرس کے منکر۔

س م ہ ر – السَّمْهَرِيَّةُ: سخت نیزہ۔ کہا گیا ہے کہ یہ نیزے سَمْهَر نامی ایک شخص کی طرف منسوب ہیں جو نیزے اور بھالے سیدھے کرتا تھا۔ اسی کی نسبت سے رُمْحٌ سَمْهَرِي اور رِمَاحٌ سَمْهَرِية مشہور ہوا۔

س م ا – السَّمَاءُ: آسمان۔ مذکر مؤنث دونوں صیغے یکساں۔ اس کی جمع أَسْمِيَةٌ اور سمٰوٰتٌ ہے۔ وہ چیز جو تمہارے اوپر سایہ فگن ہو السَّمَاء کہلاتی ہے۔
السَّمَاء بارش کے لئے بھی استعارہ ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: مَازِلْنَا نَطَأُ حَتّٰى أَتَيْنَاكُمْ: ہم بارش میں بھیگتے تمہارے پاس آگئے یا ہم برتی بارش میں بھی تمہارے پاس آگئے۔ السُّمُوُّ: بلندی، اونچائی۔ اسی سے سَمُوْتُ اور سَمَيْتُ مشتق ہے بمعنی میں اوپر چڑھا۔ اس کی مثال عَلَوْتُ وَعَلَيْتُ اور سَلَوْتُ و سَلَيْتُ ہے۔ یہ ثعلب کے قول کے مطابق ہے۔
وَفُلَانٌ لَايُسَامَى وَقَدْ عَلَا مَن سَامَاهُ: فلاں شخص سے کوئی آدمی اوپر نہیں جا سکتا لیکن جو اس سے اوپر چلا گیا وہ بلندی پر پہنچا۔
تَسَامَوْا: بلندی پر جاتے میں انہوں نے

ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔
السَّمَاوَةُ: بادیہ میں ایک جگہ کا نام ہے جو بڑے شہروں کی طرف واقع ہے۔
سَمَّيْتُ فُلَانًا زَيْدًا وَسَمَّيْتُهُ بِزَيْدٍ: دونوں کا ایک معنی ہے۔
اَسْمَيْتُهُ فَتَسَمّٰى بِهٖ: میں نے اس کا نام رکھا تو وہ اس نام سے مشہور ہوا یا اس کا یہ نام پڑ گیا۔ هُوَ سَمِيُّ فُلَانٍ: وہ فلاں شخص کا ہم نام ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کہتے ہیں کہ هُوَ كَنِيُّهُ یعنی وہ اس کا ہم کنیت ہے۔ قول خداوندی ہے: هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا: کیا تم اس کا کوئی ہم نام جانتے ہو، یعنی اس کی نظیر جو اس جیسا نام رکھنے کا حقدار ہو۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی مُسَامِيًا يُسَامِيْهِ ہے یعنی ایسا نام والا جس کا نام اُس جیسا ہو۔
الإسْمُ، سَمُوْتُ سے مشتق کلمہ۔ اس کا معنی بلند آواز اور بلندی ہے۔ اور اس کی تقدیر اَفْعٌ بمعنی بلندی ہے۔ اس سے واؤ ہٹ گئی۔ کیونکہ اس کی جمع اَسْمَاء ہے۔ اور اس کی تصغیر سُمَيٌّ ہے۔ البتہ اس کی تقدیر کی اصل میں اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس کی تقدیر کی اصل فِعْلٌ ہے اور بعض نے کہا کہ فُعْلٌ ہے۔ دونوں کی جمع اَسْمَاءٌ ہے جس طرح جِذْعٌ کی جمع اَجْذَاع اور قُفْل کی اقفال ہے۔ اس کے صیغے کے ادراک کا دارو مدار سماع پر ہے۔ اس میں چار لغات یا لہجے ہیں:
(۱،۲) اِسْمٌ: (ہمزہ مکسور و مضموم)۔
(۳،۴) سِمٌ (سین مکسور و مضموم)۔
سُـمًا: (سین مضموم اور الف مقصور) پانچواں لہجہ ہے۔
اسم کا الف الفِ وصل ہے۔ شاعر نے شاید ضرورت شعری کے پیش نظر اسے حذف کر دیا ہے۔ اَسْمَاء کی جمع اَسَامٍ ہے۔ الفرّاء نے بتایا کہ اُعِيْذُكَ بِاَسْمٰوَاتِ اللّٰهِ تعالٰی: میں تمہیں خدا تعالیٰ کے ناموں کی پناہ میں دیتا ہوں۔

س ن ح — سَنَحَ: میری یوں رائے ہے یعنی مجھے یہ سُوجھا ہے۔ اس کی باب خَضَعَ ہے۔

س ن د — فُلَانٌ سَنَدٌ: فلاں آدمی سند یعنی با اعتماد ہے۔
سَـنَدَ اِلَى الشَّيْئِ: اس نے کسی چیز پر تکیہ لگایا یا ٹیک لگائی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اِسْتَنَدَ اِلَيْهِ کا معنی بھی یہی ہے۔
اَسْنَدَ غَيْرَهٗ: اس نے کسی اور پر اعتماد کیا۔
الإِسْنَادُ فِي الْحَدِيْثِ کا معنی ہے کہ حدیث کو اپنے بیان کرنے والے تک پہنچانا۔
خُـشُبٌ مُسَنَّدَةٌ: کثرت کے باعث گڑھی ہوئی یا نصب کی ہوئی لکڑیاں۔

سِنْدٌ: (سندھ) ایک ملک یا علاقے کا نام۔ سِندھ پاکستان کا ایک صوبہ۔ واحد کے لئے سِندِیٌّ اور جمع کے لئے سِنْدٌ اس کی مثال زِنْجِیٌّ اور زِنْجٌ ہے۔

س ن ر – سِنَّوْرٌ: بلی۔
اس کی جمع سَنَانِیْرُ ہے۔

س ن ط – السِّنَاطُ: (سین مکسور) کھودا شخص جس کے داڑھی مونچھ بالکل نہ ہو۔
یہی معنی السِّنُوطُ اور السِّنَوطی کا ہے۔

س ن م – السَّنَامُ: کوہان۔ اس کی جمع أَسْنِمَةٌ ہے۔

تَسَنَّمَهُ: اس نے اسے اونچا کیا۔ قول خداوندی ہے: وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ: اس میں تسنیم کے پانی کی ملاوٹ ہوگی۔ مفسرین کا قول ہے کہ تَسْنِیْمٌ جنت کے ایک چشمے یا پانی کا نام ہے۔ اس کا یہ نام تسنیم اس لئے پڑا ہے کہ یہ جنت کے کمروں اور محلات کے اوپر بلندی پر بہتا ہے۔

تَسْنِيمُ الْقَبْرِ: قبر کا کوہان کی طرح بنانا۔ اس کی ضد تَسْطِيحُ القبر ہے۔ یعنی قبر کو اوپر سے برابر اور ہموار کر دینا۔

س ن ن – السَّنَنُ: راستہ۔ کہا جاتا ہے کہ اسْتَقَامَ فلانٌ علَى سَنَنٍ وَاحِدٍ یعنی فلاں آدمی ایک ہی طریقے پر جما رہا یا ڈٹا رہا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اِمْضِ علَى سَنَنِكَ وسُنَنِكَ: تم اپنے راستے پر چلو۔ یا اپنی سیدھ میں اپنے رُخ پر چلو۔

تَنَحَّ عَلَى سَنَنِ الطَّرِيقِ: راستے کے کنارے سے چلو۔ اس لفظ کے تین تلفظ یا لہجے ہیں:

(۱) سَنَنٌ.
(۲) سِنَنٌ.
(۳) سُنَنٌ.

السُّنَّةُ: سیرت۔ کردار اور طرز عمل۔

الحَمَأُ المَسْنُونُ: بدبودار کیچڑ۔

سَنَّ السِّكِّينَ: اس نے چھری تیز کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

المِسَنُّ: وہ پتھر جس پر چھری چاقو تیز کرتے ہیں۔ یہی معنی السِّنَانِ اور السِّنَّانِ کا ہے۔

سِنَانُ الرُّمْحِ: نیزے کا پھل۔ اگلا لوہے والا حصہ۔ اس کی جمع أَسِنَّةٌ ہے۔

السَّنُونُ: دانت صاف کرنے کا منجن۔

اسْتَنَّ الرَّجُلُ: آدمی نے منجن سے دانت صاف کئے۔

السِّنُّ: دانت۔ اس کی جمع الأَسْنَانُ ہے اور أَسْنَانٌ کی جمع أَسِنَّةٌ ہے۔ اس کی مثال قِنٌّ کی جمع أَقْنَانٌ اور أَقْنَانٌ کی جمع أَقِنَّةٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: وإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الخِصْبِ فَأَعْطُوا الرُّكُبَ أَسِنَّتَهَا: جب تم سرسبز اور

شاداب زمین اور کھیتوں میں سفر کر رہے ہو تو اپنی سواریوں کے منہ بند رکھو۔ یعنی ان کو لوگوں کی کھیتیاں چرنے سے روکو۔

میرا کہنا ہے کہ الرُّکُب جمع ہے الرَّکُوب کی۔ جس طرح زُبُرٌ زبور کی اور عُمُدٌ عمود کی جمع ہے۔

السِّنُّ مؤنث ہے اور اس کی تصغیر سُنَیْنَة ہے۔ اور السِّنُّ سے عمر مراد لی جاتی ہے۔

سِنَّةٌ من الثوم: لہسن کی ایک گڈی یا گٹھ۔

سِنُّ القَلَمِ: قلم کی نب۔ یعنی قلم کا وہ حصہ جو گھڑا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: أَطِلْ سِنَّ قَلَمِکَ اپنے قلم کی تراش لمبی بناؤ۔ وَسَمِّنْهَا اور اس کو موٹا یعنی چوڑا بناؤ۔ وَحَرِّفْ قَطَّتَکَ اور اپنے قلم کا قط تیز رکھو وَأَیْمِنْهَا اور اسے دائیں رُخ رکھو۔

أَسَنَّ الرَّجُلُ: آدمی بوڑھا ہو گیا۔ یا عمر رسیدہ ہو گیا۔

المُسَانُّ مِنَ الإِبِلِ: بوڑھے اونٹ۔ اس کی ضد أَفْتَاء یعنی جوان اونٹ ہے۔

س ن ہ — السَّنَةُ: سال۔ اس کی جمع السِّنِیْنُ ہے۔ اس لفظ کے ناقص ہونے میں دو قول ہیں۔ ایک قول 'واؤ' ہے اور دوسرا قول 'ہ' ہے۔ اس کی اصل السَّنْهَةُ ہے بروزن الجَبْهَةُ اور اس کی تصغیر سُنَیْهَةٌ اور سُنَیَّةٌ ہے۔ اسْتَاجَرَهُ مُسَانَاةً وَمُسَانَهَةً اس نے اسے سالوں کے حساب سے کرائے پر لیا یا ملازم رکھ لیا۔ جب تم اس کی جمع بناؤ تو سین کو مکسور کر دو بعض لوگ اسے مضموم کر دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس کی جمع سِنِیْنٌ اور مئة کی جمع مِئِیْنٌ بناتے ہیں، یعنی اسے مرفوع کرتے ہیں اور آخر میں تنوین دیتے ہیں۔ اور اس کا اعراب واحد کی طرح کرتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ شعر میں یہ بات اکثر دیکھنے میں آتی ہے اور وہاں یاء لازماً لکھی اور بولی جاتی ہے۔ مثلاً: قول خداوندی: ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ: اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ یعنی سِنِیْنَ ثلاث اور مائة کا بدل ہے۔ یعنی اصل عبارت یوں ہونی چاہیے تھی کہ لَبِثُوْا ثلثمائةٍ مِنَ السِّنِیْنَ: اس نے مزید کہا کہ اگر السِّنُون کو المائة کی تفسیر سمجھا جائے تو مجرور ہے اور اگر یہ ثلاث کی تفسیر ہے تو یہ منصوب ہے۔ قول خداوندی ہے: لَمْ یَتَسَنَّهْ یعنی برسوں نے اس میں تبدیلی اور تغیر پیدا نہیں کیا۔

التَّسَنُّهُ: باسی پن جو روٹی اور پانی وغیرہ میں واقع ہوتا ہے یا آتا ہے۔ مثلاً: باسی روٹی کو خُبْزٌ مُتَسَنِّةٌ کہا جاتا ہے۔

سِنَةٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'و س ن'۔

مَسَنَّةٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'س ن ہ' اور بذیل مادہ 'س ن ا'۔

س ن ا — السَّنَا: (الف مقصور) روشنی۔ آسمانی بجلی کی روشنی یا چمک۔
السَّنَا: ایک جڑی یا بوٹی بھی ہے جس کو بطور دوا استعمال کیا جاتا ہے۔ برصغیر میں اسے 'برگ سنا' کہتے ہیں۔
السَّنَاء: بلندی۔ اس میں الف ممدود ہے۔
السَّنِيُّ: بلند و بالا۔
اَسْنَاهُ: اس نے اسے اونچا کیا۔ بلندی پر لے گیا۔ وَسَنَّاهُ تَسْنِيَةً: اس نے اسے کھولا اور آسان بنایا یا ہموار کیا۔ الفراء کے بقول: تَسَنَّى کا معنی تَغَيَّرَ یعنی بدل گیا۔ ابوعمرو کا قول ہے کہ لَمْ يَتَسَنَّ کا معنی ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ قول خداوندی: مِنْ حَمَاءٍ مَسْنُوْنٍ: میں مَسْنُوْن سے مراد متغیر ہے۔ یہاں ایک نون یاء میں تبدیل ہو گیا جس طرح تَقَضَّضَ میں ایک ضاد کو 'ی' میں بدل دیا گیا ہے۔
المُسَنَّاةُ: پشتہ۔
السَّانِيَةُ: آب برداری کے لیے استعمال ہونے والی اونٹنی۔ اس سے ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ سَيْرُ السَّوَانِي سَفَرٌ لَا يَنْقَطِعُ: آب بردار اونٹنی کا چلنا ایسا سفر ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتا۔
السَّنَةُ: جب تم اسے 'ۃ' سے پڑھو، تو گویا تم نے اس میں 'واؤ' کم کر دیا۔ اس صورت میں اس کا یہ باب ہوگا۔ تم کہتے ہو کہ اَسْنَى الْقَوْمُ یعنی لوگوں نے کسی ایک مقام پر ایک سال گزارا۔

س ہ ب — اَسْهَبَ: اس نے زیادہ باتیں کیں۔ ایسے شخص کو مُسْهَبٌ کہیں گے۔ (حاء مفتوح ہے) اسے حاء مکسور کر کے مُسْهِب نہیں کہنا چاہیے۔ ایسا کہنا بہت نادر ہے۔

س ہ د — السُّهَادُ: بیداری، جاگنا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
سَهَّدَهُ تَسْهِيْدًا: اس نے اسے جگایا یا جگائے رکھا۔ اس کا اسم مفعول مُسَهَّدًا ہوگا یعنی بیدار، جاگتے رہنے والا۔

س ہ ر — السَّهَرُ: بیداری، جاگنا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل سَاهِرٌ بمعنی بیدار ہے اور دوسرا اسم فاعل سَهْرَانُ ہے۔ اَسْهَرَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے بیدار کیا یا بیدار رکھا۔
رَجُلٌ سُهَرَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: بہت زیادہ جاگنے والا۔
السَّاهِرَةُ: روئے زمین۔

س ہ ل — السَّهْلُ: میدان۔ ہموار جگہ۔ الجبل: پہاڑ کی ضد۔
اَرْضٌ سَهْلَةٌ: ہموار میدانی زمین۔
السَّهْلُ کے ساتھ صفت نسبتی سُهْلِيٌّ

ہے۔ (س مضموم خلاف قیاس ہے)۔

اَسْهَلَ الْقَوْمُ: قوم میدانی علاقہ بن گئی۔

رَجُلٌ سَهْلُ الْخُلُقِ: خوش خلق و خوش مزاج شخص۔

السُّهُوْلَةُ: سہولت۔ زمین کی نرمی۔ الْحُزُوْنَةُ کی ضد ہے جس کا معنی زمین کی سختی ہے۔

سَهُلَ الْمَوْضِعُ: جگہ نرم ہو گئی۔ اس کا مصدر سُهُوْلَة (سین مضموم) ہے۔

اَسْهَلَ الدَّوَاءُ طَبِيْعَتَهُ: دواء نے اس کی طبیعت آسان اور نرم کر دی۔

التَّسْهِيْلُ: دوسروں کو آسانی اور سہولت فراہم کرنا۔

التَّسَاهُلُ: سستی کرنا، درگزر کرنا۔

اِسْتَسْهَلَ الشَّيْئَ: اس نے کام کو یا بات کو سہل جانا یا سمجھا۔ سُهَيْلٌ ایک سیارہ یا ستارہ۔

س ہ م ۔ السَّهْمُ: تیر۔ اس کی جمع السِّهَام ہے۔ السَّهْمُ کا معنی حصہ بھی ہے۔ اس کی جمع السُّهْمَانُ ہے۔

الْمُسَهَّمُ: کشیدہ کاری کی ہوئی چادر۔ کڑھائی کی ہوئی چادر۔

سَاهَمَهُ: اس نے اس کے ساتھ قرعہ ڈالا۔

اَسْهَمَ بَيْنَهُمْ: اس نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا۔

اِسْتَهَمُوْا: انہوں نے قرعہ ڈالا۔

تَسَاهَمُوْا: انہوں نے باہم قرعہ ڈالا۔

س ہ ا ۔ السُّهَا: ہلکا ستارہ۔ لوگ اس کے ذریعے اپنی آنکھیں یا قوت بصیرت جانچتے ہیں یا چیک کرتے ہیں۔

السَّهْوُ: غفلت، بھول، سہو۔ قَدْ سَهَا عَنِ الشَّيْئِ: اسے کسی بات میں سہو ہو گیا۔ یا بھول ہو گئی۔ اس کا باب عَدَا اور سَمَا ہے۔ اس کا اسم فاعل سَاهٍ اور سَهْوَانُ: غافل اور غفلت شعار ہے۔

س و ء ۔ سَاءَهُ: اس نے اسے دکھ پہنچایا۔ اس کی ضد سَرَّهُ اس نے اسے خوشی دی ہے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ مَسَاءَةً (الف ممدود) و مَسَائِيَةً (ہمزہ مکسور) اس کا مصدر ہے اور اس کا اسم السُّوْءُ: میں سین کو مضموم پڑھا گیا ہے۔ اور اس کا معنی ہزیمت، شکست اور برائی ہے۔ اور السَّوْءُ (سین مفتوح) بھی پڑھا گیا ہے جو الْمَسَاءَة مصدر سے مشتق ہے۔ تم هُوَ رَجُلُ سَوْءٍ، اضافت کے ساتھ کہتے ہو اور رَجُلُ السَّوْءِ لیکن تم الرَّجُلُ السَّوْءُ نہیں کہتے۔ تم الحقّ الْيَقِيْنُ اور حَقُّ الْيَقِيْنِ کہتے ہو کیونکہ السَّوْءُ شخص نہیں ہے۔ اور الیقین، حق ہے۔ رَجُلُ السُّوْءِ (سین مضموم) نہیں کہتے۔

السُّوْءَى: برائی، یہ الْحُسْنَى کی ضد

ہے۔ اور آیت میں اس کا معنی آگ ہے۔
السَّیِّئَۃُ دراصل سَیْوِئَۃٌ ہے' واؤ' یاء میں تبدیل ہو گئی اور پہلی یاء میں اس کا ادغام ہو گیا۔ قول خداوندی میں کہا گیا: مِنْ غَیْرِ سُوْءٍ: یعنی بغیر برص کی بیماری۔

س و ج — السَّاجُ: ایک قسم کا درخت۔ اس کا معنی سبز رنگ کا ریشم بھی ہے۔ اس کی جمع سِیْجَان بروزن تِیجان ہے۔

س و ح — سَاحَۃُ الدَّارِ: گھر کا صحن۔ اس کی جمع سَاحٌ، سَاحَاتٌ اور سُوْحٌ بروزن رُوْحٌ ہے۔

س و د — سَادَ قَوْمَہٗ: اس نے اپنی قوم کی سرداری یا قیادت کی۔ اس کا باب کَتَبَ ہے۔ اس کا مصدر سُوْدَدًا بھی ہے۔ (اس میں سین مضموم ہے) اور سَیْدُوْدَۃً (سین مفتوح) ہے اور اسم فاعل سَیِّدٌ ہے۔ سَیِّدٌ کی جمع سَادَۃٌ ہے۔
سَوَّدَہٗ قَوْمُہٗ: (واؤ مشدد ہے) اس کی قوم نے اسے سردار بنایا۔
ھُوَ اَسْوَدُ مِنْ فُلَانٍ: وہ فلاں شخص سے زیادہ بڑا سردار ہے۔ تم کہتے ہو کہ ھُوَ سَیِّدُ قَوْمِہٖ: وہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ اس سے تمہاری مراد زمانہ حال ہے یعنی زمانہ حال میں اپنی قوم کا سردار ہے۔ لیکن اگر تم مستقبل کے لئے کہنا چاہو تو پھر تم ھُوَ سَائِدُ قَوْمِہٖ کہو گے یا سَائِدٌ قومَہٗ (دال منون) کہو گے۔

السَّوَادُ: سیاہ رنگ۔ ان معنوں میں تم کہتے ہو: اِسْوَدَّ الشَّیْئُ: چیز سیاہ ہو گئی یا چیز کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ اس کا مصدر اسْوِدَادًا ہے یعنی (اِسْوَادَّ اسْوِیْدَادًا)
اَسْوَدُ کا صیغہ تصغیر اُسَیِّدٌ اور اُسَیْوِدُ ہے جس کا معنی ہے کہ اس کا رنگ سیاہ رنگ کے قریب ہے۔ اس کی تصغیر ترخیم سُوَیْدٌ ہے۔
الأَسْوَدُ: سانپوں میں سے سب سے بڑا سانپ جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ اس کی جمع الأَسَاوِدُ ہے۔ کیونکہ یہ اسم ہے۔ اور اگر یہ صفت ہوتو اس کی جمع فُعْل کے وزن پر ہو گی۔ السَّیِّدُ من المَعْزِ: بڑی عمر کی بکری۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ثَنِیُّ الضَّانِ خَیْرٌ مِنَ السَّیِّدِ من المَعْزِ: اگلے دو دانت گری ہوئی بھیڑ عمر رسیدہ بوڑھی بکری سے زیادہ بہتر ہے۔
السَّوَاد کا معنی شخص یا شخصیت بھی ہے۔
سَوَادُ الأَمِیْرِ: امیر کا عملہ یا ساز وسامان۔
سَواد البَصْرَۃ و الکوفۃ: بصرہ اور کوفہ کے دیہات۔
سَوَادُ القَلْبِ: دل کا دانہ۔ اسی طرح اَسْوَدُہٗ، سَوْدَاءُہٗ اور سُوَیْدَاؤُہٗ سب کا معنی ایک ہی ہے۔
سَوَادُ النَّاس: عام لوگ، پبلک۔

س و ر - السُّوْرُ: شہر کی فصیل۔ اس کی جمع اَسْوَار اور سِیْرَانٌ ہے۔

السُّــــوَرُ: سورۃ کی جمع بھی ہے۔ جیسے بُسْــرَةٍ کی جمع بُسْــرٌ ہے۔ اور یہ بناء (عمارت) کی ہر منزل ہے۔ اسی سے قرآن کی سُورۃ بھی ماخوذ ہے کیونکہ یہ مرحلہ وار نازل ہوئی ہے اور یہ سورتیں ایک دوسرے سے الگ اور کٹی ہوئی ہیں۔ اس کی جمع سُوَرٌ ہے۔ اس میں واؤ مفتوح ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس کی جمع سُوْرَاتٌ بنائی جائے۔ اس میں واؤ کی ساکن اور مفتوح دونوں صورتیں ہوں گی۔

السِّوَارُ بمعنی کنگن کی جمع اَسْوِرَةٌ ہے۔ اور اس کی جمع الجمع اَسَاوِرَةٌ ہے۔ قرآن کی یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے: فَلَوْلَا اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسَاوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ: اس پر سونے کے کنگن کیوں نازل نہیں کئے گئے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ یعنی اَسَاوِرَةٌ اَسَاوِر کی جمع ہو۔ قول خداوندی ہے: يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ: جنت میں اہل جنت کوسونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ ابو عمرو کا قول ہے کہ اس کا واحد اِسْوَار ہے۔

سَــوَّرَه تَسْــوِيْرًا: اس نے اسے کنگن پہنایا۔

فَتَسَوَّرَهٗ: تو اس نے کنگن پہن لیا۔

وَتَسَوَّرَ الحائطَ: وہ دیوار پر چڑھا۔

سَوْرَةُ الغَضَبِ: غضب اور غصے کا حملہ۔

سَوْرَةُ الشَّراب: شراب کا سر اور دماغ پر حملہ اور غلبہ۔

سَورة الحُمَة: ڈنک کی شدت۔

سَـــوْرَةُ السُّلْطَــان: بادشاہ کی شان و شوکت و دبدبہ اور زیادتی۔

س و س - سَــاسَ الرَّعِيَّةَ: اس نے رعایا کی سیاست کی۔ اس کا مصدر سِيَاسَة (سین مکسور) ہے۔

السُّــــوْسُ: کیڑا جو اون اور اناج میں پڑ جاتا ہے۔ سَــاسَ الطَّـعَـامُ يَسَاسُ (سُوسًا) اناج میں کیڑے پیدا ہو گئے۔ اسی طرح اَسَــاسَ الطَّـعَـامُ اور سَوَّسَ تَسْوِيْسًا کا بھی یہی معنی ہے۔

س و ط - السَّوْطُ: کوڑا۔ جس سے مارا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَسْوَاطٌ اور سِيَاطٌ ہے۔

سَــاطَهٗ: اس نے اسے کوڑے سے مارا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ قول خداوندی ہے: فَصَــبَّ عَلَيْــهِمْ رَبُّــكَ سَــوْطَ عَــذَاب: پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ یہاں سَوْطَ عذاب سے مراد عذاب کا حصہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد عذاب کی شدت ہے۔ کیونکہ عذاب کوڑے کے ذریعے دیا جاتا ہے۔

السَّوْطُ کا معنی ایک چیز کو دوسری چیز میں ملانا بھی ہے۔ اسی سے المِسْوَاطُ ماخوذ ہے یعنی وہ لکڑی جس سے ایک چیز کو دوسری چیز میں ملایا جائے۔ سَوَّطَهُ تَسْوِيْطًا: اس نے اسے ملایا اور اس عمل کو کثرت سے کیا۔

س و ع — السَّاعَةُ: موجودہ وقت۔ اس کی جمع السَّاعُ اور السَّاعَاتُ ہے۔

عَامَلَهُ مُسَاوَعَةً: اس نے اس کے ساتھ گھنٹوں کے حساب سے کام کرنا طے کیا، یا کام کیا۔ یہ اسی طرح جس طرح مُيَاوَمَةً کہتے ہیں یعنی دیہاڑی واری کے حساب سے کام کرنا یا روزانہ اجرت کے حساب سے کام کرنا۔ یہ لفظ صرف انہیں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

السَّاعَةُ: قیامت۔

سُوَاعٌ: (سین مضموم) ایک بت کا نام جسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی۔

س و غ — سَاغَ الشَّرَابُ: پانی یا شراب بغیر تکلیف کے حلق سے اتر گیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

سَاغَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پلایا یا پلائی۔ اس کا باب قَالَ اور بَاعَ ہے۔ یہ متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ عمدہ اور بہتر تعبیر یہ ہے کہ: اساغه غيره: قول خداوندی ہے: يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ: وہ دوزخ کے مشروب یعنی پانی کے گھونٹ تو بھرے گا لیکن اسے حلق سے نہیں اتار سکے گا۔

سَاغَ لَهُ مَا فَعَلَ: اس نے جو کچھ کیا وہ جائز تھا۔

سَوَّغَ لَهُ غَيْرُهُ تَسْوِيغًا: کسی اور نے اس کے لیے جائز کر دیا۔

س و ف — المَسَافَةُ: مسافت، دوری، فاصلہ۔ اس لفظ کی اصل السَّوْفُ ہے جس کا معنی سونگھنا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جب کوئی راہبر یعنی راستہ دکھانے والا کسی جنگل یا دشت میں سفر کر رہا ہوتا تو مٹی اٹھا کر سونگھتا ہے تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ وہ صحیح سمت میں سفر کر رہا ہے یا غلط سمت میں۔ اس کے بعد اس لفظ کا استعمال کثرت سے ہونے لگا یہاں تک کہ فاصلہ کا یہی نام پڑ گیا۔

السَّافُ: دیوار کی چنائی کا ہر ردا۔ سیبویہ کا قول ہے کہ سَوْفَ کلمہ تنفیس ہے جس کا بعد میں وقوع نہ ہو۔ کیا تم دیکھتے نہیں جب تم کہتے ہو کہ سَوَّفْتُهُ: میں نے اسے بار بار سَوْفَ کہا یعنی میں یہ کام عنقریب کروں گا۔ اس فعل سے الگ نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ حرف سین کی جگہ ہے جو سَيَفْعَلُ میں استعمال ہوتا ہے۔ لوگوں کا یہ قول ہے کہ

فُلانٌ يَقْتَاتُ الشَّوْقَ یعنی وہ خواہشات پر زندگی گزارتا ہے۔

التَّسْوِيفُ: ٹالنا، ٹال مٹول کرنا۔

س و ق — السَّاقُ: پنڈلی۔ اس کی جمع سُوْقٌ ہے اور اس کی مثال أَسَدٌ اور أُسْدٌ ہے۔ دوسری جمع سِيقَانٌ اور أَسْوُقٌ ہے۔

سَاقُ الشَّجَرَةِ: درخت کا تنا۔ سَاقُ حُرٍّ: قمری کا نر۔ قول خداوندی ہے: يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ: جس دن شدت ہوگی۔ جس طرح کہا جاتا ہے کہ: قَامَتِ الْحَرْبُ عَلَى سَاقٍ: لڑائی میں شدت آگئی۔

سَاقَةُ الْجَيْشِ: فوج کا پچھلا حصہ۔

السُّوقُ: مارکیٹ۔ مؤنث و مذکر دونوں کے لئے یکساں۔

تَسَوَّقَ الْقَوْمُ: لوگوں نے خرید و فروخت کی۔

السُّوقَةُ: الملک یعنی بادشاہ کی ضد یعنی رعایا۔ واحد اور جمع یکساں ہیں۔ اسی طرح مؤنث و مذکر بھی یکساں ہیں۔ ممکن ہے اس کی جمع سُوَقٌ (واؤ مفتوح) ہو۔

سَاقَ الْمَاشِيَةَ: اس نے چوپائے ہانکے۔ اس کا باب قَالَ اور قَامَ ہے۔ اس کا اسم فاعل سَائِقٌ اور سَوَّاقٌ ہے۔ واؤ پر تشدید مبالغہ کے لئے دی گئی۔

اِسْتَاقَهَا فَانْسَاقَتْ: اس نے انہیں ہانکا تو وہ چل پڑی۔ سَاقَ إِلَى امْرَأَتِهِ صَدَاقَهَا: اس نے اپنی بیوی کو حق مہر ادا کیا۔ السِّيَاقُ: جان نکلنا۔

السَّوِيقُ: ستو۔

س و ك — السِّوَاكُ: مسواک۔ ابو زید کا قول ہے کہ اس کی جمع سُوُكٌ ہے۔ واؤ مضموم ہے۔ اس کی مثال کتاب کی جمع كُتُبٌ ہے۔

سَوَّكَ فَاهُ تَسْوِيكًا: اس نے اپنے منہ کو مسواک کر کے صاف کیا۔ اگر اسْتَاكَ اور تَسَوَّكَ کہیں تو پھر بعد میں فم یعنی منہ کا ذکر ضروری نہیں۔

س و ل — سَوَّلَتْ لَهُ نَفْسُهُ: اس کے نفس نے اس کے لئے بات پر رونق اور خوش نما بنائی۔

س و م — السُّومَةُ: (س مضموم) علامت، نشانی، نشان۔ وہ علامت جو بکری کے گلے میں ڈالی جاتی ہے۔ اور جنگ میں بھی۔ اسی سے تَسَوَّمَ ماخوذ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَسَوَّمُوا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَدْ تَسَوَّمَتْ: نشان یا علامت لگا لیا کرو کیونکہ ملائکہ نے بھی نشان لگایا ہے۔

الْخَيْلُ الْمُسَوَّمَةُ: پلے ہوئے گھوڑے۔

الْمُسَوَّمَةُ: بطور علامت داغے ہوئے گھوڑے۔ قول خداوندی ہے: مُسَوِّمِينَ: اخفش کا قول ہے کہ اس کا معنی

نشان زدہ ہے۔ اور مُرسلین یعنی بھیجے ہوئے۔
سَوَّم فِيهَا الخَيلَ: اس نے اس میں گھوڑوں کو چرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا۔
اسی سے لفظ السَّاعَة مشتق ہے۔ یعنی چرنے والے چوپائے۔ مُسَوِّمین میں یاء اور نون ہونے کی وجہ ہے کہ اس میں شامل گھوڑے اور ان کے سوار ہیں۔ یعنی گھوڑے نشان زدہ ہیں جبکہ ان گھوڑوں پر ان کے سوار بھی ہیں۔
میرا کہنا یہ ہے کہ علامہ جوہری رحمہ اللہ نے جس اِشکال کا ذکر کیا ہے وہ محلِ نظر ہے۔
قول خداوندی ہے: حِجَارَةً مِنْ طِينٍ مُسَوَّمَةً: یعنی ان مٹی کے پتھروں پر گویا مہریں لگی ہوئی ہیں۔ السَّام: موت، مرگ
سَامٌ: حضرت نوح علیہ السّلام کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام، وہی عربوں کا مورثِ اعلیٰ ہے۔
السَّوامُ اور السَّائم دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اور وہ چرنے والا مال ہے۔
سَامَتِ الماشِيَةُ: مویشی نے چر لیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور چرنے والے چوپائے کو سَائمة کہیں گے۔
السَّائم اور السَّائمة کی جمع سَوَائم ہے۔
أَسَامَهَا صَاحِبُهَا: مویشی یعنی جانور کو اس کے مالک نے چراگاہ کی طرف ہانک دیا۔ قول خداوندی ہے: فِيهِ تُسِيمُونَ: (تم اس میں مویشیوں کو چراتے ہو)
السَّومُ فی المُبَايَعَة: خرید و فروخت یا لین دین میں بھاؤ چکانا۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں: سَاوَمَهٗ سِوَامًا (سین مکسور) اس نے اس کے ساتھ بھاؤ چکایا۔
اسْتَامَ عَلَيَّ: اس نے مجھ سے بڑھ کر بھاؤ یا نرخ پیش کیا۔
السِّيمِيَ: (یاء مقصور بدل واؤ) علامت، آثار، نشان۔ قول خداوندی ہے: سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ: ان کے چہرے ان کا نشان یا علامت ہے۔
السِّيمَاء اور السِّيمِيَاء میں الف ممدود بھی آتا ہے۔

س و ا۔ السَّوَاء: برابری۔ قول خداوندی ہے: فَانْبِذْ عَلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ: تو ان کا عہد اُن کی طرف پھینک دو اور برابری کا جواب دو۔
سَوَاءُ الشَّيْئِ: کسی چیز کا وسط۔ قول خداوندی ہے: فِي سَوَاءِ الجَحِيمِ: دوزخ کے وسط میں۔
سِوَاءُ الشَّيْئِ: کسی چیز کے سوا، علاوہ اور غیر۔ الاعشیٰ کا شعر ہے:
وَمَا عَدَلَتْ عن اَهْلِهَا لِسوائِكَا
یہاں سِوَاء بغیر کے معنوں میں استعمال

ہوا ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لفظ سِوَی جب غیر کے معنوں میں استعمال ہو یا عدل کے معنوں میں استعمال ہو تو اس کے تین لہجے ہیں۔ سین کو مضموم یا مکسور ہونے کی صورت میں آخر میں یاء مقصور آئے گا۔ اور اگر سین مفتوح ہو تو آخر میں الف ممدود ہوگا۔ چنانچہ کہیں گے مَکَانٌ سُوًی و سِوًی اور سَوَاءٌ یعنی دو فریقوں کے درمیان۔ میرا کہنا ہے کہ اسی سے قول خداوندی ہے: مَکَانًا سُوًی اور تمہارا یہ کہنا کہ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ سُوَاکَ وسِوَاکَ اور سِوَائِکَ یعنی تمہارے علاوہ یا تمہارے بغیر۔ هُمَا فِی هٰذَا الأَمْرِ سَوَاءٌ: وہ اس معاملے میں برابر ہیں۔ اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ هُمَا سَوَاءَانِ، وهُمْ سَوَاءٌ سب کے لئے هُمْ أَسْوَاءٌ اور هُمْ سَوَاسِيَةٌ بروزن ثَمَانِيَة: لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔ بقول الفراء: هٰذَا الشَّیْئُ لا یُسَاوِیْ کَذَا: یہ چیزیں برابر نہیں ہوتی۔ لَمْ یَعْرِفْ هٰذَا لا یَسْوَی کَذَا: اسے پتہ نہیں کہ یہ یوں برابر نہیں ہوتی۔ اور هٰذَا لا یُسَاوِیْهِ: یہ چیز اس کے برابر نہیں ہے۔ سَوَّیْتُ الشَّیْئَ تَسْوِیَةً فَاسْتَوَی: میں نے ایک چیز کو برابر کیا یعنی اچھی طرح سنوارا تو وہ برابر ہوگئی یا سنور گئی۔

قَسَمَ الشَّیْئَ بَیْنَهُمْ بالسَّوِیَّةِ: اس نے ان دو کے درمیان چیز برابر تقسیم کر دی۔

رَجُلٌ سَوِیُّ الخَلْقِ: برابر ساخت کا آدمی، یعنی راست قامت شخص یعنی سیدھا۔

اسْتَوَی من اعْوِجَاجٍ: وہ ٹیڑھے پن سے سیدھا ہوگیا۔ اسْتَوَی عَلٰی ظَهْرِ دَابَّتِهٖ: وہ اپنی سواری پر ٹھیک طرح بیٹھ گیا۔ اسْتَوَی إِلَی السَّمَاءِ: اس نے آسمان کی طرف قصد کیا یا توجہ کی۔

اسْتَوَی: قابض ہوگیا اور غلبہ پالیا۔ شاعر کا قول ہے:

قَدْ اِسْتَوَی بِشْرٌ علی العِرَاقِ
مِنْ غَیْرِ سَیْفٍ وَدَمٍ مُهْرَاقِ

"بشر عراق پر بغیر تلوار چلائے اور خون بہائے قابض ہوگیا۔"

اسْتَوَی الرَّجُلُ: آدمی کی جوانی ڈھل گئی۔ قَصَدَ سِوَی فُلانٍ: اس نے فلاں شخص کے بغیر قصد کیا۔ یعنی فلاں کے سواء کسی اور کا قصد یا ارادہ کیا۔ شاعر کا قول ہے:

ولأَضْرِفَنَّ سِوَی حُذَیْفَةَ مِدْحَتِی

"میں حذیفہ کے سوا ہرگز کسی کی مدح اور تعریف نہیں کروں گا۔"

اسْتَوَی الشَّیْئُ: چیز برابر ہوگئی یعنی معتدل ہوگئی۔ اس کا اسم السَّوَاءُ ہے۔ کہا

جاتا ہے کہ سَوَاءٌ عَلَیَّ اَقُمْتَ اَمْ قَعَدْتَ: میرے لئے برابر یعنی ایک جیسا ہے کہ تم کھڑے رہو یا بیٹھے رہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِذَا تَسَاوَوْا هَلَكُوْا: جب انہوں نے برابری کی تو ہلاک ہوگئے۔

تیرا کہنا ہے کہ امام الازہری نے ان کا یہ قول ذہرایا کہ لا یزال الناس بخیر ما تباینوا فاذا تساووا هلكوا: ترجمہ: ”جب تک لوگوں کے درمیان دوری اور فرق رہے گا تب تک لوگ خیر و عافیت میں رہیں گے لیکن جب ایک دوسرے کی برابری کرنے لگیں گے تو ہلاک ہوں گے۔“ اس کی اصل یہ ہے کہ لوگوں میں بھلائی نادر ہے لیکن برائی میں سب برابر ہو گئے اور ان میں بھلائی والا کوئی شخص نہ رہے تو سمجھو وہ ہلاک ہو گئے۔ امام نے یہ نہیں بتایا کہ کیا یہ حدیث ہے۔ اسی طرح الھروی نے بھی شرح الغریبین میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ قول خداوندی ہے: لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ: اگر خدا ان کے اوپر زمین برابر کر دیتا یعنی زمین کو ان کے اوپر ہموار کر کے برابر کر دیتا اور وہ زمین کے تلے دب جاتے۔

س ی ب — اَلسَّائِبَةُ: دورِ جاہلیت میں جس اونٹنی کو بطور نذر وغیرہ آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ام البحیرہ ہے۔ جب کوئی اونٹنی دس اونٹنیاں جنتی تو اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا یعنی اس سے بار برداری کا کام نہ لیا جاتا تھا۔ نہ اس پر سواری کی جاتی تھی نہ اس کا دودھ پیا جاتا تھا۔ صرف اس کا بچہ اس کا دودھ پیتا تھا یا پھر مہمان کو دیا جاتا تھا۔ مرتے دم تک اس اونٹنی کو اسی حالت میں رکھا جاتا تھا۔ اور جب وہ مر جاتی تو اس کا گوشت مرد و عورتیں سب کھاتے تھے۔ اور اس کی سب سے آخری بچی اونٹنی کا کان کاٹ دیا جاتا تھا۔ اسے البحیرہ کہا جاتا تھا۔ اور مرنے والی اونٹنی جو اس کی ماں کے درجے کی ہوتی اسے سائبة کہتے تھے۔ اس کی جمع سُیَّبٌ ہے۔ اس کی مثال نائحة کی جمع نُوَّحٌ اور نائمة کی جمع نُوَّمٌ ہے۔ السائبة غلام کو بھی کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص اپنے غلام کو کہہ دیتا کہ انت سائبة، تو وہ غلام آزاد ہو جاتا تھا۔ اور اس کے بعد اس غلام کا اپنے اس آقا کے ساتھ وِلاء کا کوئی تعلق باقی نہ رہتا تھا۔ بلکہ وہ اپنا مال جہاں چاہتا رکھ سکتا تھا۔ اس سے ممانعت آئی ہے۔

اَلسَّیَابُ: بلح کھجور اور السَّیَابَةُ: کچی کھجور کا ایک دانہ۔

س ی ح — سَاحَ الْمَاءُ: پانی زمین کی

سطح پر بہہ گیا، یا جاری ہوا۔ اس کا باب باعَ ہے۔ السَّیْحُ: آبِ رواں، جاری پانی کو بھی کہتے ہیں۔ سَاحَ فِی الْأَرْضِ یَسِیْحُ سَیْحًا و سُیُوْحًا و سِیَاحَۃً اور سَیَحَانًا (یاء مفتوح) وہ چلا گیا یا اس نے ملک کی سیاحت کی۔ حدیث شریف میں ہے: لَا سِیَاحَۃَ فِی الْاِسْلَامِ: اسلام میں کوئی سیاحت نہیں ہے۔ المِسْیَاحُ (میم مکسور) وہ جو شخص ملک کے اندر دوسروں کی چغلی کرتا پھرے اور شر پھیلائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَیْسُوْا بِالْمَسَایِیْحِ وَالْمَذَایِیْعِ الْبُذُرُ: وہ دربدر پھرنے والے، جھوٹی خبریں پھیلانے والے یا شر پھیلانے والے بدکار لوگ نہیں۔

سَیْحَانُ بروزن رَیْحَانُ: شام میں ایک نہر یا دریا کا نام ہے۔ سَاحِیْنُ (حاء مکسور) بصرہ میں ایک نہر یا دریا کا نام ہے۔

سَیْحُوْنُ: ایک دریا کا نام ہے۔

س ی ر — سَارَ: وہ چلا۔ اس کا باب باعَ ہے۔ تَسْیَارًا اور مَسِیْرًا بھی اس کا مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بَارَکَ اللہُ فِی مَسِیْرِکَ اَیْ فِی سَیْرِکَ: اللہ تمہارے سفر اور چلنے میں برکت دے۔ یعنی تمہارے رویے اور سلوک میں برکت دے۔

سَارَتِ الدَّابَّۃُ: سواری چل پڑی۔ سَارَھَا صَاحِبُھَا: اس کے مالک نے اسے چلایا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔

السِّیْرَۃُ: طریقہ، روش۔ کہا جاتا ہے کہ سَارَ بِھِمْ سِیْرَۃً حَسَنَۃً: اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھا۔ التَّسْیَارُ (تاء مفتوح) سَیْر سے تفعال کے وزن پر ہے۔

سَایَرَہٗ فَتَسَایَرَ: اس نے اسے ساتھ چلایا تو وہ چل پڑا۔

بَیْنَھُمَا مَسِیْرَۃُ یَوْمٍ: ان دونوں کے درمیان ایک دن کی مسافت ہے۔

سَیَّرَہٗ مِنْ بَلَدِہٖ: اس نے اسے اس کے شہر سے نکال دیا۔ یعنی شہر بدر کیا۔

السَّیَّارَۃُ: قافلہ، موجودہ زمانے میں موٹر کار۔

السَّیْرُ: تسمہ، چمڑے کی ڈوری یا پٹہ جو چمڑے سے کاٹا جاتا ہے۔ اس کی جمع سُیُوْرٌ ہے۔ سَائِرُ النَّاسِ: سارے لوگ۔ اس کا ایک اور لغت سَارٌ بھی ہے یعنی سَارُ الشَّیْءِ: ساری چیز۔

س ی ع — السِّیَاعُ: (سین مکسور) بھوسے ملا ہوا مٹی کا گارا جس سے لپائی کی جاتی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: سَیَّعَ الْحَائِطَ اس نے دیوار کی لپائی کی۔ اس کا مصدر تَسْیِیْعًا ہے۔

الْمِسيعَةُ: معالجہ۔

س ی ف—السَّيْفُ: تلوار۔ اس کی جمع اَسْـيَافٌ اور سُيُوفٌ ہے۔

رَجُلٌ سَائِفٌ: صاحب تلوار شخص۔

سَيَّافٌ: تلوار والا۔

الْمُسَايَفَةُ: آپس میں تلوار سے لڑنا۔ تلوار بازی۔

تَسَايَفُوْا: وہ آپس میں تلواروں سے لڑے۔

س ی ل—السَّيْلُ: سیلاب۔ اس کی جمع سُيُوْلٌ ہے۔

سَالَ الْمَاءُ وَغَيْرُهُ: پانی وغیرہ بہا۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور سَيَلَانًا بھی۔ مَسِيْلُ الماء: پانی کے بہنے کی جگہ۔ اس کی جمع مَسَايِلُ ہے۔ اس کی جمع مُسُلٌ (میم اور سین مضموم) بھی بنتی ہے۔ نیز اَمْسِلَةٌ اور مُسْلَانٌ بھی اس کی جمع ہے لیکن یہ خلاف قیاس ہیں۔

السِّيَلَانُ: (سین مکسور) خنجر یا تلوار کا وہ حصہ جو میان کے اندر داخل کیا جاتا ہے یا رہتا ہے۔

سِيْمَى، سِيْمِيَا اور سِيْمَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'س و م'۔

س ی ن—طُوْرُ سِيْنَاءَ: شام میں ایک پہاڑ۔ طور بمعنی پہاڑ، کو سِیْنا نام کے ساتھ اضافت دی گئی ہے یعنی کو وِ سِیْنا۔

سِيْنًا: ایک درخت ہے۔ اسی طرح طورِ سینین ہے۔ بقول اخفش رحمہ اللہ سِيْنِيْنٌ کا معنی درخت ہیں۔ اور اس کا واحد سِيْنِيْنَةٌ ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قرآن میں وارد لفظ کو طُوْرَ سَيْنَاء پڑھا گیا ہے۔

سِيْنًا کا لفظ سین مفتوح و مکسور دونوں کے ساتھ ہے لیکن نحو کے قواعد کی رُو سے سین مفتوح زیادہ عمدہ اور اچھا ہے۔ ابو علی کا قول ہے کہ اسے صرف اس لئے منصرف نہیں بنایا گیا کہ اس کو بقعہ نور کا اسم بنایا گیا۔

س ی ا—السِّيَّانُ: ایک جیسی دو چیزیں۔ ہم مثل دو باتیں۔ اس کا واحد سِيٌّ ہے۔

ولا سِيَّمَا: یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو استثناء کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے مستثنیٰ ہے جو مرفوع بھی ہوتا ہے اور مجرور بھی۔ اس کی مثال رفع کی: يُعْجِبُنِي الرَّبِيعُ لاسِيَّمَا اَزْهَارُهُ اور جر کی مثال: يُعجبنی الربيع السّما ازهارِهٖ۔

سِيْنَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'س و ا'۔

سَيِّدٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'س و د'۔

سِيَّمَا: دیکھئے بذیل مادہ 'س ی ا'۔

باب الشین

الشِّین: حروف معجمہ میں سے ایک حرف۔

ش أ ف — الشَّأفَۃُ: ایک پھنسی یا آبلہ جو پاؤں کے تلوے میں نمودار ہوتی ہے، اسے داغا جاتا ہے جس سے یہ تکلیف جاتی رہتی ہے۔ بطور مثل کہا جاتا ہے کہ اِسْتَأصَلَ اللّٰہُ شَأفَتَہٗ: اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو جڑ سے اکھاڑ دے جس طرح پاؤں کے تلوے کا آبلہ داغنے سے ختم ہوتا ہے۔

ش أ م — الشَّأمُ: ملک کا نام۔ مذکر و مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے، رَجُلٌ شَأمِیٌّ و شآمٌ بروزن فَعَال اور شَآمِیٌّ بھی یعنی شام کا رہنے والا یا شام سے نسبت رکھنے والا۔ یہ بقول سیبویہ ہے۔ ان معنوں میں شَأمٌ نہیں کہنا چاہیے۔ ضرورت مندی کے پیش نظر شَأمٌ کہنے کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ ملک کے نسبت کو مختصراً بیان کرتا ہے۔

اِمْـرَأۃٌ شَـآمِیَۃٌ: شامی عورت اسے شَآمِیَۃٌ بھی کہہ سکتے ہیں جس میں یا کو بغیر تشدید بولتے ہیں۔

المَشأمَۃُ: بائیں طرف، الشُّؤمُ: نحوست، الیُمْن یعنی برکت کی ضد کہا جاتا ہے کہ رَجُلٌ مَشْؤمٌ اور مَشْؤوْمٌ، منحوس آدمی یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: مَا اَشأمَ فُلَانٌ: فلاں آدمی کس قدر منحوس ہے۔ عام زبان میں کہا جاتا ہے مَا اَیْشِمَہٗ وقد تَشَاءَمَ بِہٖ (الف ممدود) اس نے اس سے بدفال لی۔

تَشَـأمَ الرَّجُلُ: آدمی کی نسبت شام سے ہوگئی یعنی وہ شامی بن گیا، جس طرح تَکَوَّفَ وہ کوفی بن گیا کہتے ہیں۔

اَشأمَ: وہ شام آیا۔

شَارٌ وشَارَۃٌ: دیکھیے بذیل مادہ ش و ر.

شَاۃٌ وشَاھَۃٌ: دیکھیے بذیل مادہ ش و ہ.

ش أ ن — الشَّأنُ: کام اور حال۔ الشَّأنُ جس کی جمع الشُّؤونَ ہے جس کا معنی کھوپڑی سے نکلنے والی آنسوؤں کی رگوں کے جوڑ بھی ہیں، جن سے آنسو آتے ہیں۔

ش أ و — الشَّـأوُ: غایت، مُدّت عـدًا

شَـأوا: وہ ایک دوڑ دوڑا، الشَّأوُ: دوڑ لگانے کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ شَاھُمْ شَأواً: وہ دوڑ میں ان سے آگے نکل گیا۔

ش ب ب — الشَّبَابُ: جوان یا نوجوان۔ اس کی جمع شَـابٌّ اور الشُّبَّانُ ہے۔

الشُّبَّابُ: نوجوانی یا جوانی کو بھی کہتے

ہیں۔ اسی طرح نوجوانی کو الشَّبِیْبَہ بھی کہتے ہیں، جو الشَّیْبُ کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شَبَّ الغُلَامُ: لڑکا جوان ہو گیا اس کا مضارع یَشِبُّ (شین مکسور) اور مصدر شَبَابًا اور شَبِیْبَةً ہے۔

اِمْرَاَةٌ شَابَّةٌ اور شَبَّةٌ کا ایک ہی معنی ہے یعنی جوان عورت۔

الشِّبَابُ: (شین مکسور) گھوڑے کا نشاط یا ترنگ میں ہونا اور اگلی ٹانگیں اٹھانا۔ کہا جاتا ہے کہ: شَبَّ الفَرَسُ یَشِبُّ: (شین مکسور) گھوڑے نے ترنگ میں آ کر یا نشاط میں اپنی دونوں ٹانگیں اٹھالیں اور کودنا شروع کیا۔

شَبَّ النَّارَ وَالحَرْبَ: اس نے آگ اور جنگ کو بھڑکایا۔ اس کا باب رَدَّ ہے اس کا مصدر شُبُوْبًا ہے اس میں شین مضموم ہے۔

الشَّبُوْبُ: (شین مفتوح) جس سے آگ جلائی یا بھڑکائی جائے۔

ش ب ث - الشَّبَثُ بِالشَّیْءِ: چیز کے ساتھ تعلق ہونا۔

الشُّبْثَةُ: تعلق، علاقہ۔

ش ب ح - الشَّبَحُ: (شین اور باء دونوں مفتوح) شخص اس میں باء کا ساکن ہونا بھی ہوسکتی ہے۔

ش ب ر - الشِّبْرُ: (شین مکسور) بالشت، اس کی جمع اَشْبَار ہے۔

الشَّبْرُ: (شین مفتوح) مصدر ہے، شَبَرَ الثَّوبَ کا معنی اس نے بالشت سے کپڑا ناپا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

الشِّبْرُ سے ماخوذ ہے۔

یا ع سے ماخوذ یا مشتق ہے۔

ش ب ط - الشَّبُّوطُ: بروزن التَّنُّوْرُ: مچھلی کی ایک قسم۔

ش ب ع - الشِّبَعُ: سیر شکمی یہ الجُوْعُ بمعنی بھوک کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شَبِعَ خُبْزًا وَلَحْمًا وَمِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ وہ روٹی اور گوشت کھلایا ہوئی یا اور گوشت سے سیر ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

الشِّبْعُ بروزن اللِّوْعُ: اسم ہے، کسی چیز سے سیر ہونے کا۔ رَجُلٌ شَبْعَانٌ سیر شکم شخص۔

اِمْرَاَةٌ شَبْعَی: سیر شکم عورت۔

اَشْبَعَهُ مِنْ جُوْعٍ: اس نے اسے بھوک سے سیر شکم کر دیا۔

اَشْبَعَ الثَّوبَ مِنَ الصِّبْغِ: اس نے کپڑے کو خوب رنگا۔

المُتَشَبِّعُ: اپنے اصل مقدور سے زیادہ نمائش کرنے والا۔ جھوٹی نمائش اور کثرت کا اظہار کرنے والا۔ حدیث شریف میں ہے: المُتَشَبِّعُ بِمَا لَا یَمْلِکُ

كَلابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ: اپنے مقدور سے بڑھ کر نمائش کرنے والا ایسا ہے جیسا دو جھوٹے کپڑے پہننے والا ہو۔

عِنْدِي شُبْعَةٌ مِنْ طَعَامٍ: میرے ایک وقت سیر کرنے کے لیے کھانا ہے یعنی ایک وقت کا کھانا ہے۔

ش ب ق - الشَّبَقُ: غلبۂ شہوت۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ش ب ک: ملانا۔ ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا اسی سے لفظ تَشْبِيكُ الاَصَابِعِ مشتق ہے یعنی انگلیوں کا ایک دوسرے میں داخل کرنا۔

الشُّبَّاكَةُ: کھڑکی یا روشندان۔ اس کی جمع شَبَابِيكُ ہے۔

الشَّبَكَةُ مِنَ الحَدِيْدِ: لوہے کا جال۔

الشَّبَكَةُ: شکاری کا جال۔ اس کی جمع شِبَاكٌ ہے۔

اشْتَبَکَ الظَّلَامُ: تاریکی گہری اور تہ بہ تہ ہوگئی۔

ش ب ل - الشِّبْلُ: شیر کا بچہ۔ اس کی جمع اَشْبُلٌ اور اَشْبَالٌ ہے۔

ش ب م - الشَّبَمُ: (شین اور باء دونوں مفتوح) سردی۔ ٹھنڈک۔

قَدْ شَبِمَ الْمَاءُ: پانی ٹھنڈا ہوا اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسم فاعل شَبِمٌ ہے۔ بمعنی ٹھنڈا اور سرد۔

ش ب ہ - شِبْهٌ وشَبَهٌ: دونوں لہجوں کا ایک ہی معنی ہے۔ صورت یا تصویر کہا جاتا ہے کہ هٰذَا شَبَهُهُ: یہ اس کی تصویر ہے۔ بَيْنَهُمَا شَبَهٌ: ان دونوں کے درمیان مشابہت ہے۔ شَبَهٌ میں باء متحرک ہے۔ اس کی جمع مَشَابِهُ ہے۔ لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔ اسی کی دوسری مثالیں مَحَاسِنُ اور مَذَاكِيرُ ہے۔

الشُّبْهَةُ: شبہ، شک، التباس۔

المُشْتَبِهَاتُ مِنَ الأُمُوْرِ: مشکل معاملات۔

المُشْتَبِهَاتُ: ایک دوسرے سے مماثلت اور مشابہت رکھنے والی۔

تَشَبَّهَ فُلَانٌ بِكَذَا: فلاں کی فلاں شخص سے مشابہت ہے یعنی شکل ملتی ہے۔

التَّشْبِيهُ: تشبیہ دینا۔ کسی کو کسی اور کی طرح قرار دینا۔

اَشْبَهَ فُلَانًا: وہ فلاں شخص کے مشابہ ہے۔

اشْتَبَهَ عَلَيْهِ الشَّيْءُ: اس پر بات مشتبہ یا مشکوک ہوگئی۔

الشَّبَهُ والشِّبْهُ: تانبے کی ایک قسم۔ کہا جاتا ہے كُوْزُ شَبَهٍ یا شِبْهٍ: تانبے کا پیالہ۔ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

ش ب ا - شَبَاةُ كُلِّ شَيْءٍ: کسی چیز کے کنارے کی دھار۔ اس کی جمع الشَّبَا اور الشَّبَوَاتُ ہے۔

ش ت ت—أَمْرٌ شَتٌّ: (شین مفتوح) بکھرا ہوا معاملہ کہتے ہیں۔

شَتَّ الْأَمْرُ يَشِتُّ: (شین مکسور) شَتًّا وشَتَاتاً: (شین مفتوح) یعنی معاملہ بکھر گیا۔ یا تتر بتر ہو گیا۔

اِسْتَشَتَّ اور تَشَعَّثَ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

شَتَّتَهٗ تَشْتِيتاً: اس نے اسے خوب بکھیر دیا۔

قَوْمٌ شَتّٰى: بکھری ہوئی یا منتشر قوم۔

اَشْيَاءُ شَتّٰى: بکھری ہوئی، منتشر یا مختلف چیزیں۔

جَاءُوا اَشْتَاتاً: وہ الگ الگ ہو کر آ گئے۔ اس کا واحد شَتٌّ (شین مفتوح) ہے۔

شَتَّانَ مَاهُمَا: ان کے درمیان کتنا فرق ہے۔

شَتَّانَ مَا عَمْرٌو وَزَيْدٌ: عمرو اور زید میں کس قدر فرق ہے یا کہاں عمرو اور کہاں زید؟ اصمعی کا قول ہے کہ: شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا نہیں کہنا چاہئے یا نہیں کہا جاتا۔ شاعر کا قول ہے: شَتَّانَ مَا بَيْنَا الْيَزِيْدَيْنِ فِي النَّدٰى: دو یزیدوں کے درمیان سخاوت کے معاملے میں کس قدر دوری ہے۔ شاعر کا یہ شعر حجت اور سند نہیں ہو سکتا شاعر اصل عرب نہیں بلکہ مُوَلّد ہے۔ البتہ اعشٰی کا قول سند اور حجت ہے۔ وہ یہ ہے:

شَتَّانَ مَا يَوْمِيْ عَلٰى كُوْرِهَا
وَيَوْمُ حَيَّانَ اَخِيْ جَابِرِ

ش ت ر—الشَّتَرُ: (شین اور تاء مفتوح) الٹنا پلٹنا۔

قَدْ شَتِرَ الرَّجُلُ: آدمی نے پلک کو الٹایا، (باب طَرِبَ)۔ اسم فاعل اَشْتَرُ ہے۔

ش ت م—الشَّتْمُ: گالی دینا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور اس کا اسم الشَّتِيْمَةُ بمعنی گالی۔ دشنام ہے۔

التَّشَاتُمُ: ایک دوسرے کو گالی دینا۔ دشنام طرازی۔

الْمُشَاتَمَةُ: باہم گالی گلوچ۔

ش ت ا—الشِّتَاءُ: سردی کا موسم۔ المُبَرِّد کا قول ہے کہ الشِّتَاءُ، شَتْوَةٌ کی جمع ہے اور الشِّتَاءُ کی جمع اَشْتِيَةٌ ہے۔ اور الشِّتَاءُ کی صفت نسبتی شَتْوِيٌّ اور شَتَوِيٌّ ہے۔ اس کی مثال خَرْفِيٌّ اور خَرَافِيٌّ ہے۔

شَتَا بِمَوْضِعِ كَذَا: اس نے فلاں جگہ سردی گزاری۔ اس کا باب غَدَا ہے۔ تَشَتّٰى کا بھی یہی معنی ہے۔

اَشْتَى الْقَوْمُ: لوگ سردیوں میں داخل ہو گئے۔

عَامَلَهٗ مُشَاتَاةً: اس نے اسے سردیوں کے موسم کے لئے کام پر لگایا۔

هٰذَا الشَّيْءُ يَشْتِيْنِيْ تَشْتِيَةً: یہ چیز مجھے میری سردیوں کے لئے کافی ہے۔ یعنی اس سے میری سردیاں گزر جائیں گی۔

ش ت ث - الشَّثُّ: (شین مفتوح) خوشبودار پودا لیکن اس کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔ یہ رنگائی کے کام آتا ہے۔

ش ج ج - الشِّجَاج: (شین مکسور) اس کا واحد شَجَّةٌ ہے۔ کہتے ہیں شَجَّهُ يَشجُّهُ (شین مضموم ومکسور) شَجّاً: اس نے اسے زخمی کر دیا۔ اس کا اسم مفعول مشَجُوجٌ ہے یعنی زخمی نیز شَجِيجٌ: زخم خوردہ اور مُشَجَّجٌ: سخت زخمی، جب زخمی زیادہ شدید ہو۔

رَجُلٌ اَشَجُّ: زخمی شخص، خاص کر جب اس کی پیشانی پر زخم کا نشان ہو۔

ش ج ر - اَلشَّجَرُ والشَّجرةُ: درخت ہر وہ زمینی پودا جو اپنے تنے پر کھڑا ہو۔

اَرْضٌ شَجِيرَةٌ وَشَجرَاء: درختوں والی زمین۔ شجرا، بروزن صَحْراء، بہت زیادہ درختوں والی زمین۔

وادٍ شَجِيرٌ: درختوں والی وادی، ان معنوں میں وادٍ اَشْجَرُ نہیں کہا جاتا۔

الشَّجرَاء کا واحد شَجرةٌ ہے۔ سوائے چند الفاظ کے اس وزن پر جمع کا صیغہ نہیں ہے، مثلاً: شَجَرَةٌ وشَجراء، قَصَبَةٌ وقَصْبَاء، طَرَفَةٌ وطَرَفَاء اور حَلَفَةٌ وحَلَفَاء: اصمعی کا کہنا ہے کہ الحَلْفَاء کا واحد حَلِفَةٌ (لام مکسور) سیبویہ نے کہا ہے کہ ان چاروں میں ہر ایک واحد اور اس کی جمع ہے۔

المَشْجَرُ: بروزن مَذْهَب: درختوں کی جگہ۔

اَرْضٌ مَشْجَرَةٌ: بروزن مَتْرَبَةٌ، درختوں کی جگہ والی زمین۔

هٰذه الأرْضُ اَشْجَرُ مِنْ هٰذهِ: یہ زمین اس زمین سے زیادہ درختوں والی ہے۔

شَجَرَ بَيْنَ القَوْم: قوم کے درمیان معاملہ میں اختلاف پڑ گیا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

اِشْتَجَرَ القَوْمُ وَتَشَاجَرُوْا: قوم میں جھگڑا پڑ گیا اور وہ جھگڑ پڑے۔

المُشَاجَرَة: منازعہ، تنازعہ، جھگڑا۔

ش ج ع - الشُّجَاعَةُ: بہادری، جنگ کے موقع پر دل کی مضبوطی، دلآوری۔

قَدْ شَجُعَ الرَّجُلُ: آدمی بہادر بن گیا، اس کا باب ظرف ہے۔ اس کا اسم فاعل شُجَاعٌ ہے۔

قَوْمٌ شِجْعَةٌ وشِجْعَانٌ: بہادر قوم اس کی مثال غُلَامٌ وغِلْمَةٌ اور غِلْمَانٌ ہے۔

رَجُلٌ شَجِيعٌ وقَوْمٌ شُجْعَانٌ: بہادر آدمی اور بہادر قوم۔ اس کی مثال جَرِيبٌ اور جُرْبَانٌ ہے۔ نیز شُجَعَاءُ، اس کی مثال فَقِيهٌ اور فُقَهَاءُ ہے۔

اَمْرأَةٌ شُجَاعَةٌ: بہادر عورت، ابوزید کا کہنا ہے کہ عورت کو اس صفت سے موصوف نہیں کہا جاتا۔
رَجُلٌ شِجَاعٌ: (شین مکسور) وَقَوْمٌ شَجْعَةٌ: (شین مفتوح) اور شَجَعَةٌ (شین اور جیم دونوں مفتوح) بہادر آدمی اور بہادر قوم۔
الأشْجَعُ مِنَ الرِّجَال اور الشُّجَاعُ ایک ہی طرح کے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ الأشْجَعُ وہ شخص ہے جس میں پُھرتیلا پن یا جلد بازی ہو جس سے اس کی قوت ظاہر ہو۔
شَجَّعَهُ تَشْجِيعاً: اس نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔
تَشَجَّعَ: اس نے بہادری کا تکلف کیا۔ جھوٹ موٹ بہادر بنا، یا اس کی حوصلہ افزائی ہوئی۔
ش ج ن—الشَّجَنُ: حزن اور غم۔ اس کی جمع اَشْجَانٌ ہے۔
قَدْ شَجِنَ: وہ دکھی یا غمزدہ ہوا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل شَجِنٌ (دکھی اور غمزدہ) ہے۔
شَجَنَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے دکھی کر دیا۔ الشَّجْنُ بروزن فَلْسٌ، دکھ، اس کی جمع شُجُونُ الأَدْوِيَةِ: علاج معالج کے طریقے۔ کہا جاتا ہے کہ الحَدِيثُ ذو شُجُونٍ: بات سے بات نکلتی ہے۔
الشِّجْنَةُ: (شین مکسور و مضموم) درخت کی گتھی ہوئی شاخیں یا باہم پیوست شاخیں۔ کہا جاتا ہے کہ: بَيْنِي وَبَيْنَهُ شِجْنَةُ رَحِمٍ: میرے اور اس کے درمیان رشتہ در رشتہ قرابت داری ہے۔
حدیث شریف میں ہے: الرَّحِمُ شِجْنَةٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالىٰ: یعنی رحم رحمٰن سے مشتق ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ شِجْنَةٌ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی باہم پیوستہ قرابت داری جیسے رگیں ہوتی ہیں۔
ش ج ا—الشَّجْوُ: غم اور دکھ۔ قَدْ شَجَاهُ: اس نے اسے دکھ دیا، اس کا باب عَدَا ہے۔
اَشْجَاهُ: اس نے اس کا گلا گھٹوا دیا یا پھندا لگوایا۔ دونوں معنوں میں اس کا فعل لازم ہوگا۔
شَجِيَ: وہ دکھی ہوا۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔
الشَّجَا: حلق میں ہڈی وغیرہ کا پھنس جانا یا اٹک جانا۔
رَجُلٌ شَجٍ: دکھی آدمی۔
اِمْرأَةٌ شَجِيَةٌ: دکھی عورت، اس کا وزن فَعِلَةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وَيْلٌ لِلشَّجِي مِنَ الخَلِيِّ: غمزدوں کے لئے بے فکروں کی وجہ سے دکھ اور ویل و افسوس

ہے۔ المبرد کا کہنا ہے کہ الشَّجِیُ کی یاء بغیر تشدید ہے اور الخَلِیّ کی یاء مشدّد ہے اس نے مزید کہا کہ الشّجِی کی یاء شعر میں مشدد کہی گئی ہے چنانچہ اس نے یہ شعر پڑھا:

نَامَ الخَلِیُّوْنَ عَنْ لَیْلِ الشَّجِیْنَا

"فارغ بے فکر لوگ غمزدہ اور دکھی لوگوں سے بے فکر ہو کر سو گئے۔"

اگر تم اشَّجِیُ کو فعل کے وزن پر بناؤ اور کہو کہ شَجَاهُ الحُزْنُ: اسے دکھ نے دکھی اور غمزدہ کر دیا، تو پھر اس سے صرف مَشْجُوٌّ اور شَجِیٌّ یاء مشدّد مشتق ہوگا۔ یعنی کوئی اور صیغہ مشتق نہ ہوگا۔

ش ح ح – الشُّحُّ: بخل اور حرص۔

قَدْ شَحِحْتَ: (حاء اول مکسور) تَشَحُّ اور تَشِحُّ (شین مضموم اور مکسور) تم نے بخل اور طمع کیا۔

رَجُلٌ شَحِیْحٌ: بخیل شخص۔

قوم شِحَاح وَاَشِحَّةٌ: (شین مکسور) بخیل لوگ۔

تَشَاحَّ الرَّجُلَانِ عَلَی الأمر لَایُرِیْدَانِ اَنْ یَفُوْتَهُمَا: دو آدمیوں نے کسی معاملے پر ایک دوسرے سے بخل کیا۔ ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ فائدہ اٹھانے کا موقع ضائع ہونے دے۔

ش ح ذ – شَحَذَ السِّکِّیْنَ: اس نے چھری تیز کی، اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ش ح ط – الشَّحْطُ: بُعد، دُوری۔ اس کا باب قَطَعَ اور خضع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شَحَطَ المَزَار: ملاقات دُور ہو گئی۔

اَشْحَطَهُ: اس نے اسے دور کر دیا۔

ش ح م – الشَّحْمُ: چربی۔ الشَّحْمَةُ الشَّحْمُ سے زیادہ خاص نام ہے۔

شَحْمَطُ الأذُن: مُعَلَّقُ القُرط کان کی لو، جس کے ساتھ بالی لٹکی یا لٹکائی ہوتی ہے۔

رَجُلٌ مُشْحِرٌ: چربی والا شخص، جس کے گھر میں بہت چربی پڑی ہو۔

شَحِیْمٌ: موٹا آدمی۔

قَدْ شَحُمَ: وہ آدمی موٹا ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

شَحَمَ فُلَانٌ اَصْحَابَهٗ: فلاں شخص نے اپنے دوستوں کو چربی کھلائی۔ اس کا باب قطع ہے۔ اس کا اسم فاعل شَاحِمٌ ہوگا۔

الشَّحَّام: چربی فروش۔

رَجُلٌ شَحِمٌ: چربی کھانے کا شوقین اور دلدادہ انسان۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ش ح ن – شَحَنَ السَّفِیْنَةَ: اس نے جہاز میں سامان لدوا دیا یا لادا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قول خداوندی ہے: فِی

الفُلْکِ المَشْحُوْنِ: لدی ہوئی کشتی میں۔
الشَّحْنَاء: دشمنی، اسی طرح الشِّحْنَۃ (شین مکسور) عَدُوٌّ مُشَاحِنٌ: سخت دشمن۔
ش خ ب - الشَّخْبُ: دوہتے وقت دودھ کا برتن میں گرنا۔ اس کا باب قَطَعَ اور نَصَرَ ہے۔ لوگوں کا قول: عُرُوْقُہٗ تَنْشَخِبُ دَماً: اس کی رگوں سے خون ٹپکتا ہے۔
ش خ ر - الشَّخِیْرُ: ڈھینکنے کی آواز نکلنا۔
شَخَرَ الحِمارُ: گدھے نے ڈھینچوں ڈھینچوں کی آواز نکالی اس کا مضارع یَشْخِرُ (خاء مکسور) ہے۔ اور مصدر شَخِیراً ہے۔
ش خ ص - الشَّخْصُ: انسان کی پرچھائیں، (سیاہ ہیولا) وغیرہ جو دور سے نظر آتا ہے۔ اس کی جمع قلت اَشْخُصٌ ہے اور جمع کثرت شُخُوْصٌ اور اشْخاصٌ ہے۔
شَخَصَ بَصَرُہٗ: اس کی نظر پتھرائی گئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس کا اسم فاعل شَاخِصٌ ہے یعنی جس نے اپنی دونوں آنکھیں کھولی ہوں اور وہ انہیں جھپکتا نہ ہو۔
شَخَصَ مِنْ بَلَدٍ إلٰی بَلَدٍ: وہ ایک ملک یا شہر سے دوسرے ملک یا شہر چلا گیا۔

اس کا باب بھی خَضَعَ ہے۔
اَشْخَصَہٗ غَیْرُہٗ: اسے کسی اور نے بھیجا۔
ش د خ - الشَّدْخُ: اندر سے خالی چیز کا توڑنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
شَدَخَ رَاْسَہٗ: اس نے اس کا سر پھوڑ دیا۔
فَانْشَدَخَ: تو وہ ٹوٹ گیا، یا پھٹ گیا۔
ش د د - شَیْءٌ شَدِیْدٌ: (دال مکسور) سخت چیز۔
قَدْ اِشْتَدَّ: وہ سخت ہو گیا ہے۔
اشْتَدَّ: وہ سخت ہوا۔
شَدَّ عَضُدَہٗ: اس نے اپنا بازو مضبوط بنایا۔
شَدَّہٗ: اس نے اسے باندھا۔ اس کا مضارع یَشُدُّ (شین مضموم اور مکسور) مصدر شَدًّا ہے۔ قول خداوندی ہے۔
حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ: تا آنکہ وہ اپنی طاقت وقوت یعنی بلوغت کو پہنچے۔ یہ عمر اٹھارہ سال سے لے کر تیس سال تک کی عمر کا مرحلہ ہوتا ہے۔ یہ ایسا واحد ہے جو جمع کی بنا پر آیا ہے، اس کی مثال آنک ہے جس کا معنی سیسہ ہے۔ ان دونوں کی اور کوئی مثال نہیں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایسی جمع ہے جس کا لفظاً واحد نہیں ہوتا مثلاً:

آسَالٍ، اَبَابِيْلَ، عَنَادِيْدَ اور مَذَاكِيْرَ سیبویہ کا کہنا ہے کہ اس کا واحد شِدَّةٌ (شین مکسور) ہے۔ اور معنی کے اعتبار سے یہ اچھا ہے، کیونکہ کہا جاتا ہے کہ بَلَغَ الغُـلَامُ شِدَّتَهُ لیکن فِعْلَةٌ بروزن کوئی لفظ أفْعُلُ کے وزن پر جمع نہیں بن سکتا۔ البتہ أنْعُمُ کا جہاں تک تعلق ہے تو اس کا واحد نُعْمٌ ہے جیسا کہ عربوں کا قول ہے: يَـوْمُ بـؤْسٍ : سختی کا دن اور يَـوْمُ نُعْمٍ: آرام اور نعمت کا دن۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد شَدٌّ ہے۔ اس کی مثال كَلْبٌ ہے، جس کی جمع أكْلُبٌ ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا واحد شِـدٌّ ہے جس کی مثال ذئبٌ ہے جس کی جمع أذْؤُبٌ ہے۔ یہ دونوں مثالیں مبنی بر قیاس ہیں۔ جس طرح کہا گیا ہے کہ اَبَابِيْلُ کا واحد إبُوْلٌ ہے۔ اسے عِجَّوْلٌ پر قیاس کیا گیا ہے۔ لیکن یہ باتیں ایسی ہیں جو عربوں سے نہیں سنی گئیں۔

ش د ق - الشِّدْقُ: باچھ، جبڑا۔ اس کی جمع أشْدَاقٌ ہے۔

ش د ن - شَدَنَ الغَزَالُ: ہرنی کا بچہ بڑا ہو کر ماں سے بے نیاز ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا اسم فاعل شَادِنٌ ہے۔ یہ ہرن کا وہ مرحلہ عمر ہے جب وہ توانا ہو جائے اور اس کے سینگ نکل آئیں۔ وہ اپنی ماں سے بے نیاز ہو جائے۔

الشَّدَنِيَّاتُ مِنَ النُّوقِ: یمن میں ایک جگہ کے نام سے منسوب اونٹنیاں۔

ش د ہ - شُـدِهَ الـرَّجُلُ شَـدْهًا: آدمی دہشت زدہ ہوا۔ اس کا اسم مفعول مُشْدُوهٌ ہے یعنی دہشت زدہ انسان۔ اس کا اسم الشَّدَهُ اور الشُّدْهُ ہے۔ اس کی مثال البَخَلُ اور البُخْلُ ہے۔ ابو زید کا کہنا ہے کہ شُدِهَ الرَّجُلُ: آدمی مشغول ہو گیا ہے، یعنی کام میں لگ گیا اور کچھ نہیں۔

ش د ا - الشَّادِي: گانے والا۔

قَـدْ شَـدَا شعراً اَوْ غناءاً: اس نے ایک شعر یا ایک گانا ترنم یعنی سریلی آواز سے گایا، اس کا باب عَدَا ہے۔

ش ذ ذ - شَذَّ: وہ جمہور سے الگ ہو گیا اور تنہا ہو گیا۔ اس کا مضارع يَشِذُّ (شین مضموم و مکسور) ہے۔ اس کا مصدر شُذُوذًا ہے، اور اسم فاعل شَاذٌّ ہے۔

اَشَـذَّهُ غَيْـرُهُ: اسے کسی اور نے جمہور سے الگ اور تنہا کر دیا۔

ش ذ ر - الشَّذْرُ مِنَ الذَّهَبِ: بروزن البَحْرُ: سونے کا وہ ٹکڑا جو پتھر کو پگھلائے بغیر حاصل ہو۔ اس کے ایک ایک ٹکڑے کو شَذْرَةٌ کہتے ہیں۔

الشَّذْرُ: چھوٹے چھوٹے موتی بھی اس

کا معنی ہے۔

ش ذ ا — اشَّذا: خوشبو کے محسوس کرنے کی تیزی۔

ش ر ب — شَرِبَ الْمَاءَ وغيرَهُ: اس نے پانی وغیرہ پیا۔ شَرِبَ میں راء مکسور ہے۔ اس کا مصدر شُرْبًا مفتوح اور مکسور تینوں حرکات سے ہے۔ قرآن کی یہ آیت یوں تلاوت کی گئی ہے: فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْم: اس آیت میں تین وجوہ سے الشرب کو تینوں حرکات سے پڑھا گیا ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ الشَّرْبُ (شین مفتوح) مصدر ہے۔ اور شین مضموم و مکسور حالت میں دو اسم ہیں۔

الشَّرْبَةُ مِنَ الْمَاءِ: ایک دفعہ میں پیا جانے والا پانی کا پینا۔ اسے مرّة الشرب کہیں گے۔

الشِّرْبُ: (شین مکسور) کا معنی پانی کی لذت ہے۔

الشَّرْبُ: (شین مفتوح) شَارِبٌ کی جمع ہے یعنی پینے والے اس کی مثال صاحِبٌ کی جمع صَحْبٌ ہے۔

المِشْرَبَةُ: (میم مکسور) وہ برتن جس میں پانی پیا جاتا ہے، یعنی آبخورہ۔

الْمَشْرَبَةُ: (میم مفتوح) کا معنی گھاٹ۔ حدیث شریف میں ہے: مَلْعُوْنٌ مَنْ اَحَاطَ على مَشْرَبَةٍ: وہ شخص لعنتی ہے یا اس شخص پر لعنت جو کسی گھاٹ کے گرد دیوار بنا کر اسے محصور کر دے۔

الْمَشْرَبُ: مصدر بھی ہے اور اسم ظرف بھی۔

أُشْرِبَ فِي قَلْبِهِ حُبُّهُ: اس کے دل میں اس کی محبت ڈال دی گئی۔ قول خداوندی میں بھی یہ معنی ہے: وَاُشْرِبُوْا فِي قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ: ان یعنی یہودیوں کے دلوں میں بچھڑے کی محبت ڈال دی گئی۔

رَجُلٌ أُكَلَةٌ وشُرَبَةٌ: بروزن هُمَزَة کا معنی بہت زیادہ کھانے والا اور پینے والا۔

وَتَشَرَّبَ الثَّوْبُ الْعَرَقَ: کپڑے نے پسینے کو جذب کر لیا۔

ش ر ح — الشَّرْحُ: کھولنا، ظاہر کرنا، کہا جاتا ہے کہ شرح الغامض: اس نے غامض اور مبہم بات کی تفسیر بیان کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اسی سے تَشْرِيْحُ اللَّحْمِ: گوشت کے ٹکڑے کاٹنا متفق ہے۔ گوشت کے ایک ٹکڑے کو شَرِيْحَة کہتے ہیں۔ گوشت سے موٹا ہونے والا ہر موٹا انسان شَرِيْحَةٌ اور شَرِيْحٌ ہے۔

شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ فَانْشَرَحَ: اللہ نے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ کھل گیا۔ اس کا باب بھی

قَطَعَ ہے۔

ش ر خ - الشَّارِخُ: جوان آدمی، اس کی جمع شَرْخٌ ہے جس کی طرح صَاحِبٌ کی صَحْبٌ جمع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اُقْتُلُوْا شُيُوخَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاسْتَحْيُوا شَرْخَهُمْ: مشرکین کے بوڑھوں کو قتل کرو اور ان کے جوانوں کو زندہ چھوڑ دو۔ شَرْخُ الأَمْرِ وَالشَّبَابِ: کسی معاملہ کا آغاز اور عنوان شباب بروزن فَلْس.

ش ر د - شَرَدَ الْبَعِيْرُ: اونٹ بدک گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اور مصدر شِرَادًا بھی ہے۔ جس میں شین مکسور ہے۔ اس کا اسم فاعل شَارِدٌ اور شَرُوْدٌ ہے۔ شَادِرٌ کی جمع شَرَدٌ اور اس کی مثال خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ ہے اور شَرُود کی جمع شُرُدٌ ہے۔ اس کی مثال زبور کی جمع زُبُرٌ ہے۔

التَّشْرِيْدُ: دھتکارنا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: "فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ" یعنی ان کی جمعیت اور اکٹھ کو تتر بتر کر دیجئے۔

الشَّرِيْدُ: دھتکارا ہوا شخص۔

ش ر ذ م - الشِّرْذِمَةُ: لوگوں کی جماعت، گروہ، کسی چیز کا ٹکڑا۔

ش ر ر - الشَّرُّ: برائی۔ الخَيْر بمعنی بھلائی کی ضد۔ کہا جاتا ہے شَرَرْتَ یَا رَجُلُ: اے شخص تو نے برائی کی ہے، اس میں راء مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی، یہ دو لہجے ہیں، اس کا مصدر شَرٌّ اور شَرَارًا اور شَرَارَةٌ ہے۔ ان میں شین مفتوح ہے۔

فُلَانٌ شَرُّ النَّاسِ: فلاں لوگوں میں بدترین شخص ہے، اسے اَشَرُّ النَّاس نہیں کہا جاتا، سوائے ردی اور ناکارہ زبان یعنی طرز گفتگو میں۔

قَوْمٌ أَشْرَار: اور اَشِرَّاء: برے لوگ، اس کی مثال اَشِدَّاءُ ہے۔ یونس کا قول ہے: الأَشْرَارُ کا واحد رَجُلٌ شَرٌّ ہے۔ اس کی مثال زَنْدٌ کی جمع اَزْنَادٌ ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ اس کا واحد شَرِيْر ہے اور اس کی مثال یتیم کی جمع اَيْتَام ہے۔ رَجُلٌ شَدِيْدٌ بروزن سَكِّيْتٌ بہت ہی بد۔

شِرَّةُ الشَّبَاب: جوانی کی حرص اور جوش۔ الشِّرَّةُ، الشَّرّ کا مصدر بھی ہے۔ الشَّرَارَةُ: چنگاری جو آگ سے اٹھتی ہے، یہی معنی الشَّرَرَةُ کا ہے، اس کی جمع شَرَرٌ ہے۔

الْمُشَارَّةُ: دشمنی۔

ش ر س - رَجُلٌ شَرِسٌ: بدخلق انسان، اس کا باب طرب اور سَلِمَ ہے۔

ش ر ط-الشَّرْطُ: شرط، اس کی جمع شُرُوْطٌ ہے، یعنی معنی شَرِيْطَةٌ کا ہے جس کی جمع شَرَائِطُ ہے۔ قَدْ شَرِطَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر شرط لگا دی ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اشْتَرَطَ کا معنی بھی یہی ہے۔ الشَّرَطُ: (شین اور راء مفتوح) تعلق، ربط، علاقہ، واسطہ۔

أَشْرَاطُ السَّاعَةِ: قیامت کی نشانیاں۔

وَأَشْرَطَ فُلَانٌ نَفْسَهُ لِأَمْرٍ: فلاں آدمی نے اپنے آپ کو کسی کام کا پابند کر دیا۔ اصمعی کا قول ہے: پولیس کو اسی لئے اس نام سے پکارا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے لئے ایک خاص علامت مقرر کر رکھی ہے جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔

الشُّرَطُ: بمعنی پولیس کا واحد شُرْطَةٌ یا شُرَطِيٌّ ہے۔ ان دونوں ناموں میں راء ساکن ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ شُرَط یعنی پولیس کا یہ نام اس لئے پڑ گیا کہ انہیں لوگوں کے اس قول کے مطابق: "اشْرَطَ من إبله وغنمه" (کہ اس نے اپنے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں میں سے کچھ تعداد فروخت کے لئے تیاری) انہیں بھی ایک مخصوص کام کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

الشَّرِيْطُ: کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی رسی۔

المِشْرَطُ: وزن اور معنی دونوں کے اعتبار سے المِبْضَع کی طرح جس کا معنی چاقو/نشتر ہے۔ المِشْرَاط کا بھی یہی معنی ہے۔

شَرَطَ الحَاجِمُ: سرجن نے نشتر لگایا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نصر ہے۔

ش ر ع-الشَّرِيعة مَشْرعة المآءِ: پانی کا گھاٹ، پنگھٹ۔ الشَّريعة کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ نظام زندگی۔

قَدْ شَرَعَ لَهُمْ: اس نے ان کے لئے مقرر کر دیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

الشَّارِعُ: شاہراہ۔

شَرَعَ فی الأمر: اس نے معاملے پر غور وخوض کیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

شرعَتِ الدَّوابُ فی الماءِ: چوپائے پانی میں گھس گئے، اس کا باب قطع اور خضع ہے۔ انہیں شُرُوْعٌ، شُرَّعٌ کہتے ہیں۔ شَرَّعَهَا صَاحِبُهَا: صاحب شریعت نے اسے مقرر کر دیا۔ لوگوں کا یہ قول ہے کہ "النَّاس فی هٰذا لامر شَرَعٌ کا معنی ہوگا کہ لوگ اس معاملے میں یکساں ہیں یا یکساں اور برابر رائے رکھتے ہیں، شَرَعٌ میں راء ساکن بھی ہے اور متحرک بھی، اس میں واحد و جمع اور مذکر و مؤنث کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔

الشِّــرعَةُ: شریعت، یہی لفظ اس قول خداوندی میں ہے: لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنکُمْ شِــرْعَةً وَمِنْهَاجًا: "ہم نے تم سب کے لئے ایک شریعت اور منہاج مقرر کی ہے"۔

الشِّرَاعُ: (شین مکسور) کشتی کے بادبان۔

اَشْـرَعَ بَابًا اِلَى الطَّـرِيْـقِ: اس نے راستہ کی طرف ایک دروازہ کھولا۔

حِـيْـتَـانٌ شُــرَّعٌ: گہرے پانی سے کنارے تک آنے والی مچھلیاں۔

ش ر ف — الشَّرَفُ: بلندی، اونچی جگہ۔

جَبَلٌ مُشْرِفٌ: بلندوبالا پہاڑ۔

رَجُلٌ شَرِيْفٌ: بلند اخلاق انسان، اس کی جمع شُــرَفَــاء اور اَشْــرَافٌ ہے۔ اس کی مثال يَتِيْمٌ کی جمع اَيْتَامٌ ہے۔

قَــدْ شَرُفَ: وہ شریف ہوا، یا بلند مرتبہ ہوا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے، اور اسم فاعل شَرِيْفٌ ہے، یعنی وہ آج یا فی الحال ہے اور شَـارِفٌ: عنقریب شریف ہونے والا۔ یہ الفرّاء کا قول ہے: شَــرَّفَــهُ اللهُ تَشْرِيْفًا: اللہ تعالیٰ نے اسے شرف بخشا۔

شَرَفَهُ: اس نے اسے غلبہ عطا کیا۔ اس کا اسم مفعول مَشْرُوفٌ ہوگا، اس کا باب نَصَرَ ہے۔

فُلَانٌ اَشْرَفُ مِنْ فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں شخص سے زیادہ شریف یا شرافت والا ہے۔

شُرْفَةُ الْقَصْرِ: محل کا بالاخانہ (جھروکا) اس کی جمع شُرَفٌ ہے، اور اس کی مثال غُرْفَةٌ کی غُرَفٌ ہے۔

تَشَرَّفْتُ بِكَذَا: اس نے فلاں چیز کو شرف سمجھا، شرف حاصل کیا۔

اَشْــرَفَ الْمَكَانَ: اس نے جگہ اونچی کی۔

اَشْرَفَ عَلَيْهِ: اس نے اوپر سے جھانکا۔

ذٰلِكَ الْمَــوْضِعُ مُشْــرِفٌ: یہ جگہ اونچی ہے۔

الْمَشْــــرَفِيَّةُ: مشارف سے منسوب یا وہاں کی بنی ہوئی تلواریں۔

مَشَارِفُ: عرب سرزمین کے وہ دیہات جو سرسبز زمینوں کے قریب ہوں۔ کہا جاتا ہے: سَيْفٌ مَشْرَفِيٌّ: مشرفی تلوار، لیکن سَيْفٌ مَشَارِفِيٌّ نہیں کہا جاتا، کیونکہ اس وزن پر جمع کے صیغے کی اس علاقہ سے نسبت نہیں دی جاتی۔

شَـارَفَ الشَّـيْءَ: اس نے اس چیز کی نگرانی کی۔

شَـارَفَ الـرَّجُـلُ غَيْـرَهُ: آدمی نے شرف میں دوسرے پر اپنا فخر جتایا۔

ش ر ق — الشَّرْقُ: مشرق، اس کا معنی سورج بھی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ طَلَـعَ الشَّـــرْقُ: سورج طلوع ہوا۔

الْمَشْرِقَانِ: موسم سرما اور گرما میں بدلنے والے دو مشرق۔

الْمَشْرَقَةُ: دھوپ میں بیٹھنے کی جگہ۔ اس میں راء مفتوح اور مضموم ہے۔

تَشَرَّقَ: وہ دھوپ میں بیٹھا۔

شَرَقَتِ الشَّمْسُ: سورج طلوع ہوا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

اَشْرَقَتْ: روشن ہوئی۔

اَشْرَقَ وَجْهُ الرَّجُلِ: آدمی کا چہرہ دمک اٹھا۔ الشَّرَقُ: شین اور راء دونوں مفتوح، دکھ اور گلا گھٹنا۔

قَدْ شَرِقَ: اس کا گلا گھٹ گیا۔ اسکا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلاةَ الى شَرَقِ الْمَوْتٰى: "تھوک سے گلا گھٹنے کے بعد مرنے تک کے وقت کی مقدار کے برابر سورج غروب ہونے سے پہلے تک نماز کو مؤخر کریں۔

تَشْرِيْقُ اللَّحْمِ: گوشت کے پارچے بنا کر دھوپ میں خشک کرنا۔ اس سے ایام تشریق کی اصطلاح ماخوذ ہے۔ یہ قربانی کے بعد تین دن ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان تین دنوں میں قربانی کے گوشت کے پارچے بنا کر دھوپ میں رکھ کر خشک کئے جاتے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان دنوں کا نام لوگوں کے اس قول کے پیش نظر پڑا کہ أَشْرِقْ ثَبِيْرُ لِيْمَا نُغِيْرَ: بعض کا یہ کہنا ہے کہ ان ایام کو ایام تشریق اس لئے کہا جاتا ہے کہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے قربانی نہیں کی جاتی۔

التَّشْرِيْقُ: کا معنی مشرق کی جانب لینا بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ شَتَّانَ بَيْنَ مُشَرِّقٍ ومُغَرِّبٍ: مشرق والے اور مغرب والے میں کس قدر بُعد اور دوری ہے۔

ش ر ک - شَرِيْک: شریک، ساتھی،

اس کی جمع شُرَكَاء اور أَشْرَاکٌ ہے۔ اس کی مثال شَرِيْف کی جمع شُرَفَاء اور أَشْرَاف ہے۔

اَلْمَرْأَةُ شَرِيْكَةٌ والنِّسَاءُ شَرَائِکُ

شَارَكَهُ: وہ اس کا شریک بن گیا۔

اشْتَرَكَا فِي كَذَا: وہ دو آدمی فلاں کام میں شریک ہوگئے۔

تَشَارَكَا: وہ باہم شریک بن گئے۔

شَرِكَهُ فِي الْبَيْعِ والْمِيْرَاثِ يَشْرَكُهُ: وہ بیع اور میراث میں اس کے شریک ہوگیا۔ اس کی مثال عَلِمَهُ يَعْلَمُهُ ہے۔ اس کا مصدر شَرِكَةٌ ہے۔ اس کا اسم الشِّرْک ہے، جس کی جمع أَشْرَاک ہے۔ اس کی مثال شِبْرٌ اور اَشْبَارٌ ہے۔

الشِّرْک کا معنی کفر بھی ہے۔

قَدْ اَشْرَکَ بِاللّٰهِ: اس نے خدا کے

ساتھ شرک کیا۔ اس کا اسم فاعل مُشْرِک ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاَشْرِكْهُ فِي اَمْرِي، اسے میرا شریک کار بنادے۔

اَشْرَکَ نَعْلَهٗ: اس نے اپنے جوتے میں تسمے ڈالے۔

شَرَّکَهَا تَشْرِيكاً: اس نے اس کے لئے تسمے بنائے۔

الشَّرَکُ: شین اور راء دونوں مفتوح۔ شکاری کی رسی یا جال اس کا واحد شَرَکَةٌ ہے۔

ش ر م—التَّشْرِيمُ: تشقیق بمعنی پھاڑنا۔ اس کا ذکر حدیث عمر رضی اللہ تعالی عنہ میں ہے۔

ش ر ه—الشَّرَهُ: حرص اور لالچ کا غلبہ۔

قَدْ شَرِهَ: اس پر لالچ کا غلبہ ہوا۔ اس کا باب طرب اور اسم فاعل شَرِهٌ ہے۔

ش ر ی—الشِّرَاءُ: (الف ممدود اور مقصور)۔

قَدْ شَرَى الشَّيْءَ: اس نے چیز خریدی۔ اس کا مضارع يَشْرِيهِ اور مصدر شِرًى اور شِرَاءٌ ہے۔ اور معنی، اس نے فروخت کیا اور خریدا بھی۔ یہ لفظ افراد میں سے ہے یعنی اس لفظ کے دو متضاد معنی ہیں، خریدنا بھی اور فروخت کرنا بھی۔ قول خداوندی ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللهِ: ''اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان فروخت کرتے ہیں''۔ دوسرا قول خداوندی ہے: وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ: ''اور انہوں نے اسے کم قیمت پر فروخت کر دیا''۔ الشَّرِی کی جمع اَشْرِيَة ہے جو شاذ ہے کیونکہ فَعِل کے وزن پر کوئی اسم اَفْعِلَة کے وزن پر جمع نہیں بنایا جا سکتا۔

شَرِیَ جِلْدُهٗ: اس کی جلد پر پت نکل آئی ہے۔ اس کا باب صَدِیَ ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے گرمی کے سرخ دانے ہوتے ہیں، جو سخت چبھتے ہیں۔ انہیں فَعِل کے وزن پر شَرِی کہتے ہیں۔

الشِّرْيَان: (شین مفتوح اور مکسور دونوں) ایک رگ، اس کی جمع الشَّرَائِين ہے۔ یہ نبض کی رگیں ہوتی ہیں۔ اور ان کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے۔

الْمُشْتَرِی: ایک سیارے کا نام ہے۔

ش ز ر—شَزَرَ: اس نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کا مصدر شَزْرًا ہے۔ اس کا معنی غضبناک شخص کا کسی کو ترچھی نظروں سے دیکھنا ہے۔

ش س ع—الشِّسْعُ: جوتا جو تسمے کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔

الشَّاسِعُ: بعید، دور۔

الشُّسُوعُ: دور، بعید (شین مفتوح)۔

ش ظ ا۔شَظْء الزرعِ والنّبات: فصل یا پودوں کی پنیری یعنی کونپلیں۔ اخفش نے کہا کہ اس کا معنی پودے کی ایک جانب ہے۔

قَدْ اُشْظَا الزَّرْعُ: فصل یا پودوں کی کونپلیں نکل آئیں۔

شاطئی الوادی: وادی کا کنارہ کہا جاتا ہے کہ: **شاطِئ الاودیة لایُجْمَعُ:** وادیوں کے کنارے جمع یا اکٹھے نہیں کیے جاتے۔

ش ط ر۔شَطْرُ الشَّیْءِ: کسی چیز کا نصف، اس کی جمع اَشْطُرٌ ہے۔ **شَاطَرَهُ مَالَهُ:** اس نے اپنے مال کو نصف نصف کردیا۔

قَصَدَ شَطْرَهُ: اس نے اس کی طرف (جانے کا) قصد کیا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: **فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ:** تو تم اسی طرف اپنے منہ پھیرلو۔

الشَّاطِرُ: وہ شخص جس نے اپنی خباثت سے اپنے گھر والوں کو پریشان کررکھا ہو۔

قَدْ شَطَرَ، یَشْطُرُ: (طاء مضموم) **شَطَارَةً** اور **شَطَرَ،** یعنی وہ خبیث و چالاک بن گیا۔ **شَطُرَ** کا باب **ظَرُفَ** ہے۔

ش ط ط۔شَطَّتِ الدَّارُ، تَشِطُّ: (شین مضموم ومکسور) **شطاً وشُطُوطاً:** گھر دور ہوگیا۔ **أشَطَّ في القَضِيَّةِ** اس نے قضیہ مقدمہ کے فیصلے کرنے میں ظلم کیا۔

اَشَطَّ فِي السَّوْمِ واشْتَطَّ: اس نے دور کردیا۔

الشَّطُّ: دریا کا کنارہ۔

الشَّطَطُ: شین اور طاء دونوں مفتوح۔ ہر چیز کی مقدار میں زیادتی۔ حدیث شریف میں ہے: "**لَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا لَاوَكَسَ وَلَاشَطَطَ**" اسے مہر مثل کا حق ہے نہ کم نہ زیادہ۔

ش ط ن۔الشَّطَنُ: شین اور طاء دونوں مفتوح، رسّی، خلیل کا قول ہے کہ اس کا معنی لمبی رسّی ہے۔ اس کی جمع اَشْطَان ہے۔ **اَلشَّيْطَان:** معروف اور جانی پہچانی شخصیت شیطان، انسان، جن اور حیوانات میں ہر سرکش شیطان ہے۔ عرب لوگ سانپ کو شیطان کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے۔ **طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُؤُسُ الشَّيَاطِيْنُ:** اس درخت کے تنے شیطانوں کے سر کی طرح ہیں۔ الفراء نے اس تشبیہ کی تین وجوہات بیان کی ہیں: پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان درختوں کے تنوں کو شیطانوں کے سروں کے ساتھ بدشکلی اور بدصورتی کی بناء پر تشبیہ دی ہے، تشبیہ کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض عرب سانپوں کو

شیطان کہتے ہیں۔ اور وہ اپنی بدی کے لئے مشہور ہیں۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ ایک قبیح اور بدشکل پودا ہے جسے لوگ رُؤسُ الشَّيَاطِيْن کہتے ہیں۔ شیطان کا 'نون' اصلی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ نون حرف زائد ہے۔ اگر لوگوں کے قول تَشَيْطَنَ الرَّجُلُ سے فیعال کے وزن پر مشتق شَيْطَان بنائیں تو یہ منصرف ہوگا اور اگر تم اسے تَشَيَّط فعل سے فَعْلَان کے وزن پر مشتق بنالو تو پھر یہ غیر منصرف ہوگا۔

ش ط ا — شَطَا: مصر کے نواح میں ایک گاؤں کا نام جہاں کے کپڑے مشہور ہیں جنہیں الشَّطَوِيَّةُ کہتے ہیں یعنی شطا کے بنے ہوئے کپڑے۔

ش ظ ظ — الشِّظَاظُ: (شین مکسور) وہ لکڑی جو اون یا بالوں کی گون میں ڈالی جاتی ہے۔

شَظَّ الجُوَالِقَ: اس نے گون پر لکڑی ڈالی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اَشَظَّهُ: اس نے گون کے لئے لکڑی تیار کی۔

ش ظ ی — الشَّظِيَّةُ: لاٹھی وغیرہ سے ٹوٹا ہوا حصہ۔ اس کی جمع شَظَايَا ہے، کہا جاتا ہے کہا تَشَظَّى الشَّيئُ: چیز کے ٹکڑے اُڑ گئے۔

ش ع ب — الشَّعْبُ: بروزن كَعْب عرب وعجم کے مختلف قبیلوں کے گروہ اس کی جمع شُعُوْبٌ ہے۔ اس کا معنی ایک بہت بڑا قبیلہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے بڑے گروہ کو الشَّعْبُ کہتے ہیں پھر اس سے چھوٹے گروہ کو القَبِيْلَة کہتے ہیں۔ اس سے چھوٹے گروہ کو الفَصِيْلَة اور اس سے چھوٹے گروہ کو العِمَارة (عین مکسور) پھر البطن اور پھر سب سے چھوٹے گروہ کو الفَخِذُ کہتے ہیں۔

شَعَبَ الشَّيْءَ: اس نے ایک چیز کو شعبوں میں تقسیم کردیا، یا الگ الگ کردیا۔ شَعَبَهُ کا معنی جَمَعَهُ بھی ہے یعنی اس نے اسے اکٹھا کیا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔ یہ کلمہ بھی کلمات اَضْدَاد میں سے ہے، یعنی ایسا کلمہ کہ جس کے دو متضاد معنی ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ''مَاهٰذِهِ الفتيا الّتي شَعَبَتْ بها النَّاسُ'' یہ کیا فتوے ہیں جنہوں نے لوگوں کو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔

الشُّعْبَةُ: شعبہ، اس کی جمع الشُّعَبُ ہے، اور اس کا معنی ٹہنی ہے۔

شُعْبَان کی جمع شُعْبَانَاتٌ ہے۔ قمری ہجری سال کا آٹھواں مہینہ۔

ش ع ث — الشَّعَثُ: (شین اور عین دونوں مفتوح) معاملے کا انتشار، کہا جاتا ہے: لَمَّ اللّٰهُ شَعَثَكَ:

اللہ تعالیٰ تمہارے منتشر امر یعنی بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کر دے۔
الشَّعثُ، اَشْعَثُ کا مصدر بھی ہے۔ جس کا معنی سر کے غبار آلود بالوں والا شخص۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ش ع ر-الشَّعْرُ: انسانوں اور دوسرے جانداروں کے بال۔شَعرٌ یعنی بال کی جمع شُعُورٌ اور اَشْعَارٌ ہے۔اس کا واحد کا صیغہ یعنی ایک بال کو شَعْرَۃٌ کہتے ہیں۔
رَجُلٌ اَشْعَرُ: جسم کے بہت زیادہ بالوں والا آدمی۔
قَوْمٌ شُعْرٌ: جسم کے بہت زیادہ بالوں والی قوم۔
الشَّعِیْرُ: جَو،اس کا واحد شَعِیْرَۃٌ یعنی جَو کا ایک دانہ۔
شَعِیْرَۃُ السِّکِّیْنِ: چھری یا خنجر کا پھل جو نیام یا میان میں داخل کیا جاتا ہے، تا کہ وہ پھل کے لئے ڈھال بن سکے۔
الشَّعِیْرَۃَ کا معنی قربانی کا جانور بھی ہے۔
الشَّعَائِرُ: حج کے اعمال ورسوم، ہر وہ چیز جو عبادت اور اطاعت الٰہی کے لئے بطور علامت اختیار کی جائے۔اصمعی نے کہا کہ لوگوں میں سے بعض نے اس کا واحد شِعَارۃٌ بتایا ہے۔
المَشَاعِرُ: مناسک حج ادا کرنے کے مقامات۔

المَشْعَرُ الحَرَام: مشعر حرام، مشاعر حج میں سے ایک مقام۔اسے میم مکسور کر کے پڑھنا یعنی الِمشْعَرُ الحَرَام بھی ایک لغت یا لہجہ ہے۔
المَشَاعِرُ کا معنی حواس بھی ہے۔
الشِّعَارُ: (شین مکسور) جسم کے ساتھ لگنے والا کپڑا۔
شِعَارُ القَوْمِ فی الحَرْبِ: جنگ میں قوم کا مخصوص نشان جس سے اپنے آدمی پہچانے جاتے ہیں۔
اَشْعَرَ الهَدِیَ: اس نے قربانی کے جانور اونٹ کی کوہان کی دائیں طرف نیزہ مارا تا کہ اس سے خون بہ نکلے، جس سے معلوم ہوا کہ وہ قربانی کا جانور ہے۔حدیث شریف میں ہے:اُشْعِرَ اَمِیْرُ المُؤْمِنِیْنَ: امیر المؤمنین کو اطلاع دے دی گئی۔
شَعَرَ بالشَّیْءِ: (شین مفتوح) یَشْعُرُ شِعْرًا: اس نے چیز کو محسوس کر لیا یا اسے بات کا پتہ چل گیا۔یہی لفظ لوگوں کے اس محاورے میں استعمال ہوتا ہے کہ: لَیْتَ شِعْرِیْ: یعنی کاش میں جانتا۔سیبویہ کا کہنا ہے کہ اصل میں یہ لفظ شِعْرَۃ ہے، لیکن لوگوں نے 'ۃ' کو حذف کر دیا جس طرح انہوں نے اپنے قول 'ذَهَبَ بِعُذْرِهَا وهُوَ ابو عُذْرِهَا' میں حذف کیا ہے۔
الشِّعْرُ: بیت، اس کی جمع اَشْعَارٌ ہے

اور الشاعر کی جمع شعراء ہے جو خلاف قیاس ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ الشَّاعِرُ لَابِنٌ اور تَامِرٌ کی طرح ہے۔ یعنی شاعر کا معنی صاحب شعر ہے، اور وہ شاعر اپنی ذکاء اور فطانت و شعور کی وجہ سے کہلایا، اسے پہلے شعور نہیں تھا پھر اسے شعور حاصل ہوا اور وہ شاعر بن گیا، اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

الْمُتَشَاعِرُ: جو دوسرے شعراء کے اشعار سناتا ہے۔

شَاعَرَهُ فَشَعَرَهُ: اس نے اس کے ساتھ شعر گوئی میں مقابلہ کیا تو دوسرے نے اسے پچھاڑ دیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

اِسْتَشْعَرَ خَوْفًا: اس نے پوشیدہ خوف کا احساس کرلیا۔

اَشْعَرَهُ فَشَعَرَ: اس نے اسے احساس دلایا تو اسے احساس ہوگیا۔

اَشْعَرَهُ: اس نے اسے شعار یعنی علامت پہنائی۔

اَشْعَرَ الْجَنِيْنَ: شکم مادر میں بچے کے بال اُگ آئے۔

تَشَعَّرَ: اس کے بال اُگ آئے۔ حدیث شریف میں ہے: ذَكَاةُ الْجَنِيْنَ ذَكَاةُ اُمِّهِ اذا اَشْعَرَ: "جب جنین کے جسم پر بال اُگ آئے ہوں تو اس کی ماں یعنی مادہ جانور کا ذبح کرنا جنین کے ذبح کے لئے کافی ہے۔

الشَّعْرَاءُ بروزن الصَّحْرَاءُ: بہت زیادہ درخت۔

الشِّعْرَى: سیارہ، کہا جاتا ہے کہ یہ دو ہیں ایک نام العَبُوْرُ ہے، اور دوسرے کا نام الغُمَيْصَاءُ عربوں کے خیال کے مطابق یہ دونوں سیارے سہیل سیارے کی بہنیں ہیں۔

ش ش ع – شُعَاعُ الشَّمْسِ: سورج کی کرن، جو اس کی روشنی سے ٹہنیوں یعنی خطوط کی چمکتی نظر آتی ہیں۔

قَدْ اَشْعَتِ الشَّمْسُ: سورج کی کرنیں پھوٹ پڑیں۔ یہی معنی لیلۃ القدر کی حدیث میں ہے۔ لیلۃ القدر کی صبح کو سورج یوں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی کرنیں نہیں ہوتیں۔ اس کا واحد شُعَاعَةٌ ہے۔

شَعْشَعَ الشَّرَابَ: اس نے شراب ملا دی۔

ش ع ف – شَعَفَهُ الْحُبُّ، يَشْعَفُهُ: (عین مفتوح) شَعَفًا (شین اور عین دونوں مفتوح) محبت نے اس کا دل جلا دیا۔ کہا گیا ہے کہ محبت نے اسے بیمار کر دیا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے آیت قرآنی کو "قد شعفها حُبًّا" پڑھا ہے، جس کا معنی ہے کہ محبت نے اسے اندر سے

جلا دیا۔

قَدْ شُعِفَ بكذا: وہ فلاں کی محبت میں دیوانہ ہوگیا، یہ فعل مجہول کا صیغہ ہے۔ اس کا اسم مفعول **مَشْعُوْق** ہے۔

ش ع ل — الشُّعلةِ مِن النار: آگ کا شعلہ، اس کی جمع **شُعَلٌ** ہے۔

الْمَشْعِلَةُ: مشعل، اس کی جمع **المَشَاعِلُ** ہے۔

اَشْعَلَ النَّارَ فِي الحَطَبِ: اس نے ایندھن میں آگ سلگائی، **فَاشْتَعَلَتْ** تو وہ بھڑک اٹھی یا سُلگ گئی۔ **وَاشْتَعَلَ رَاْسُهُ شَيْبًا:** بڑھاپے کے باعث اس کا سر۔

ش ع ا — غَارَةٌ شَعْوَاءُ: دور تک پھیلی ہوئی غارت۔

ش غ ب — الشَّغْبُ: غین ساکن، شر کا بھڑکانا۔

شَغَبٌ بالتَّحْرِيك نہیں کہا جاتا۔

ش غ ر — شَغَرَ الْبَلَدُ مِنَ النَّاس: شہر لوگوں سے خالی ہوگیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

الشِّغَارُ: (شین مکسور) اسلام سے دور جاہلیت میں نکاح کا یہ طریقہ کہ کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ تو اس شرط پر اپنی بیٹی یا بہن مجھ سے بیاہ دے کہ اس کے بدلے میں اپنی بیٹی یا بہن تمہارے ساتھ بیاہ دوں، یوں ان کا حق مہر ایک دوسرے کا ساز و سامان ہوگا۔ گویا اس طرح وہ حق مہر کی ادائیگی کو ختم کر دیتے تھے۔ اور ساز و سامان سے دستبردار ہو جاتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: **لَا شِغَارَ فِي الْاِسْلَامِ:** اسلام میں شغار کا طریق نکاح جائز نہیں ہے۔

ش غ ف — الشَّغَافُ: (شین مفتوح) دل کا غلاف۔ یہ ایک جھلّی کی طرح ہوتی ہے جس میں دل لپٹا ہوتا ہے اور یہ جھلّی پردے کی طرح ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ **شَغَفَهُ الحُبُّ:** محبت اس کے دل کے شغاف تک پہنچ گئی۔ یعنی محبت نے اسے اندھا کر دیا۔ اس کا باب شغف ہے۔ ابن عباسؓ نے قرآنی آیت کو یوں پڑھا ہے۔ "**قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا**" محبت اس کے دل کی جھلّی کے اندر تک پہنچ گئی ہے۔

ش غ ل — شُغْلٌ: (غین ساکن، مضموم) **شَغْلٌ:** (شین مفتوح اور غین ساکن) اور شین وغین مفتوح۔ اس طرح اس کے چار لہجے بن گئے اور ان چاروں کی جمع **اَشْغَال** ہے، بمعنی کام۔

شَغَلَهُ: اس نے اسے مشغول رکھا۔ یا کام پر لگایا، اس کا باب قطع ہے۔ اسم فاعل **شَاغِلٌ** ہے۔ ان معنوں میں **اَشْغَلَهُ** نہیں کہنا چاہئے کہ یہ ردی اور ناکارہ زبان یا لہجہ ہے۔

شُغْلٌ شَاغِلٌ کہنا تاکید معنی کے لئے

ہے، جس طرح لَيْلٌ لائل کہا جاتا ہے کہ شُغِلْتُ عَنْكَ بِكَذَا میں فلاں کام میں مشغول ہو کر تجھ سے غافل یا بے نیاز ہو گیا۔ یہ فعل مجہول کا صیغہ ہے۔

اشْتَغَلْتُ: میں مشغول یا مصروف ہو گیا۔ کام میں لگ گیا۔

میرا کہنا ہے کہ تعلیل سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ جب فاعل معلوم ہو تو تعلیل جائز ہے۔ معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر تم کہو کہ ضَرَبَ زَيْدٌ عمروًا: اور تم یہ کہو کہ مَا اَضْرَبَ عمروًا: بصیغہ تعجب تو یہ جائز نہیں کیونکہ تعجب صرف فاعل کے صیغے سے ہوتا ہے نہ کہ مفعول کے صیغے سے۔

ش غ ا—السِّنُّ الشَّاغِيَةُ: زائد دانت، یہ ایسا دانت ہے جو دوسرے دانتوں کے اگنے والی جگہ سے مخالف جگہ پر اگ آتا ہے، کہا جاتا ہے رَجُلٌ اَشغي یعنی دانت والا شخص اور امْرَاَة شَغوا. زائد دانت والی عورت۔

قَدْ شَغِيَ: اس کے زائد دانت اگ آیا، اس کا باب صَدِيَ ہے۔

ش ف ر—الشَّفْرَةُ: (فاء مفتوح) بڑی چھری یا چھرا۔

الشُّفْرُ: (شین مضموم) کی جمع اَشْفَارُ العين. بمعنی پپوٹوں کے کنارے جس پر بال اُگتے ہیں، انہیں الهُدْبُ. یعنی پلکیں کہا جاتا ہے، ہر چیز کے کنارے کو شَفْرُهُ اور شَفِيْرُهُ کہتے ہیں، اس کی مثال وادی وغیرہ کی ہے۔

المشْفَرُ مِنَ البَعِيْرِ بروزن مِغْفَرُ بمعنی اونٹ کا ہونٹ اور گھوڑے کے ہونٹ کو الحَجْفَلَة کہتے ہیں۔

ش ف ع—الشَّفْعُ: جفت، یہ الـوَتْرُ بمعنی طاق کی ضد ہے، کہا جاتا ہے کہ كَانَ وَتْرًا فَشَفَعَهُ. وہ طاق تھا تو اس نے اسے جفت کر دیا، یعنی اس کا جوڑا پیدا کیا، اس کا باب قطع ہے۔

الشَّفْعَةُ فِي الدَّار والأرض: گھر اور زمین میں حق شفعہ۔

الشَّفِيْعُ: صاحب شفعہ اور صاحب شفاعت یعنی شفعہ اور شفاعت کرنے والا۔

الشَّافِعُ: وہ بکری جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ "أنّه بَعَثَ مُصَدِّقًا فَاتَاهُ بِشَاةٍ شَافِعٍ فَلَمْ يَاخُذْهَا فَقَالَ اِئتِنِي بِمُعْتَاطٍ" کہ آنحضور ﷺ نے زکوۃ کے وصول کے لئے ایک شخص کو بھیجا تو وہ زکوۃ میں ایک ایسی بکری لائے جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا، آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں کیا، اور فرمایا کہ ایسی بکری لاؤ جس کے ساتھ بچہ نہ ہو۔

استِشفَعهُ اِلَى فُلَانٍ: اس نے فلاں

شخص کوسفارش کرنے کو کہا و تَشَفَّعَ الیه فِی فُلان فَشَفَّعهُ فِیهِ تَشْفِیعًا. اس نے فلاں شخص کے بارے میں اس سے سفارش کی تو اس نے اس کی سفارش سُن لی۔

ش ف ف — شَفَّ عَلَیْهِ ثَوْبُهُ: اس کا مضارع یَشِفُّ (شین مکسور) اور مصدر شَفِیْفًا ہے، اس کے سر پر ایسا شفاف کپڑا ہے، جس کے اندر سے سب کچھ نظر آتا ہے۔

ثَوْبٌ شِفٌّ: صاف وشفاف کپڑا، اس میں شین مفتوح بھی ہے، اور مکسور بھی۔

اِسْتِشَافٌ: برتن میں موجود سارا پانی پی جانا، اس کا ذکر امّ زرع کی حدیث میں ہے۔

شَـفَّـهُ الهَمُّ: دکھ نے اسے لاغر کر دیا، اس کا باب رَدَّ ہے۔

ش ف ق — الشَّفَقُ: سورج کی روشنی کا باقاعدہ حصہ اور اس کی سرخی جو ابتدائے رات سے لے کر تقریباً اندھیرا چھانے تک رہتی ہے۔ خلیل کا قول ہے کہ شفق غروب آفتاب سے لے کر نماز عشاء کے آخر وقت تک رہنے والی سرخی ہے۔ جب یہ سرخی ختم ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ذَهَـبَ الشَّـفَـقُ یعنی شفق غائب ہوگئی۔ الفراء کا کہنا ہے کہ میں نے بعض عربوں کو کہتے سنا ہے کہ "علیه ثوبٌ کَأنَّهُ شفق و کان أَمْرَ: اس پر ایسا کپڑا تھا جیسے شفق ہو، اور وہ کپڑا سرخ تھا۔

الشَّفَقَةُ الإشفاق: مصدر سے اسم ہے۔

اشفق عَلَیْهِ: اسے اس پر ترس آیا، اس کا اسم فاعل مُشْفِق اور شَفِیْقٌ ہے۔

اَشْفَقَ مِنْهُ: وہ اس سے ڈرا، ان دونوں فعلوں کی اصل ایک ہے، اَشْفَق کی بجائے شفق نہیں کہا جاتا، ابن دُرید کا قول ہے کہ شَفَقَ اور اَشْفَقَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے، لیکن اہل لغت نے اس سے انکار کیا ہے۔

ش ف ہ — الشَّفَةُ: دراصل شَفَهَةٌ ہے کیونکہ اس سے اسم تصغیر شُفَیْهَةٌ ہے، اور اس کی جمع شِفَاهٌ ھاء کے ساتھ ہے، بعض کا خیال ہے کہ الشَّفَةُ میں واو ناقص ہے کیونکہ اس کی جمع شَفَوَاتٌ ہے، لیکن اس کی صحت یعنی اس کے صحیح ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

المُشَافَهَةُ: رُو در رُو گفتگو۔

ش ف ی: کسی انسان کی موت کے موقع پر چاند کی آخری راتوں میں اور سورج کے غروب ہونے کے موقع پر کہا جاتا ہے کہ مَابَقِیَ مِنْهُ اِلَّا شَفًا: یعنی اس میں اب تھوڑا سا وقت باقی ہے۔ یوں ہر چیز کے آخری کنارے یا آخری حد کو شَفَا کہتے

ہیں۔ قول خداوندی ہے: وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ: "تم گڑھے کے دہانے پر تھے۔

شَفَاهُ اللّٰه مِنْ مرضِه: اللہ تعالیٰ اسے بیماری سے شفا بخشے۔

أَشْفَى علٰى شَيْءٍ: اس نے کسی چیز پر نگرانی کی۔

أَشْفَى الْمَرِيْضُ عَلَى الْمَوْتِ: مرض موت کے قریب پہنچا۔

استشفى: اس نے شفا طلب کی۔

تَشَفَّى مِنْ غَلِيْظِه. اس کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔

الإِشْفَى: ستالی، ابن السکیت کا کہنا ہے کہ الإسفی یعنی ستالی پانی کا ڈول اور توشہ دان وغیرہ سینے اور جوتوں کے سینے کے لئے ہوتی ہے۔ اسے ستالی کے علاوہ آر بھی کہتے ہیں۔

ش ق ح—أَشْقَحَ النَّخلُ وشَقَّحَ تَشْقِيْحًا: کھجور کے درخت پر پھل گدرایا۔ کھجور اس حالت سے پہلے یعنی پھل کے گدرانے یا رنگ پکڑنے سے پہلے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ش ق ر—الشُّقْرَةُ: گہرا سرخ اور زرد رنگ۔ اس کا باب طرب ہے۔ شُقْرَةٌ. انسان کا کھلتا ہوا سرخ رنگ اور اس کا چہرہ سفیدی مائل۔ اور گھوڑے کے رنگ میں کھلتا ہوا سرخ رنگ اور اس کے ساتھ ہی گردن یعنی بال اور دم کے سرخ بال۔ اگر بال اور دم کے بال سیاہ ہوں تو اسے گھوڑے کو کُمیت کہتے ہیں۔ اور بَعِيْرٌ أَشْقَرُ سے مراد گدلے سرخ رنگ کا اونٹ۔

ش ق ص—الشِّقْصُ: زمین کا ٹکڑا، چیزوں کا مجموعہ۔

ش ق ق—الشَّقُّ: شگاف، رخنہ، چاق اس کی جمع الشُّقُوْقُ یہ دراصل مصدر ہے۔ تم لوگ کہتے ہو کہ بيَدِ فُلانٍ وبِرِجْلِه شُقُوْقٌ. فلاں شخص کے ہاتھ اور پاؤں میں چاق پڑے ہیں یا ہاتھ پاؤں پھٹے ہوئے ہیں۔ شُقُوْقٌ کے بدلے شَقَاقٌ نہیں کہنا چاہئے۔

الشُّقَاقُ ایک بیماری ہے جو چوپایوں کو لگتی ہے۔ اور وہ بیماری چاق پڑنے یعنی جلد پھٹنے کی ہوتی ہے، جو ٹخنوں اور کلائیوں میں لگ جاتی ہے۔ شاید یہ بیماری بڑھ کر چوپایوں کی پنڈلیوں تک پہنچتی ہے۔

الشِّقُّ: چیز کا نصف حصہ، اور اس کا معنی پہاڑ کا کنارا بھی ہے۔ اُمّ زرع کی حدیث ہے کہ: "وَجَدَنِي فِي أَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ" اس نے مجھے اہل غنیمہ کے ہاں پہاڑ کے ایک کنارے میں پایا۔ ابو عُبید کا قول ہے کہ الشِّقُّ ایک جگہ کا نام ہے۔

الشِّــقُّ: کا معنی مشقت اور تکلیف بھی ہے، قول خداوندی ہے: "اِلَّا بِشِــقِّ الانْفُــسِ" سوائے جانوں کی تکلیف اور مشقت کے۔ آیت میں بِشِقِّ کو ش مفتوح کر کے بھی پڑھا گیا ہے۔

الشُّقَّةُ: کپڑے کا ٹکڑا، یادھجی۔

الشُّقَّةُ: کا معنی لمبا اور طویل سفر بھی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے: شُقَّةٌ شَاقَّةٌ: تکلیف دہ یا مشقت والا لمبا سفر، شاید اسے شین مکسور سے بھی کہتے ہیں۔

الشَّـقِيقُ: سگا بھائی۔

شَقَائِقُ النُّعمَان: کلی، غنچہ، واحد اور جمع کے صیغے دونوں ایک ہیں۔ النُّعمان کے ساتھ اس کی اضافت کا سبب یہ ہے کہ النعمان ایک چراگاہ کا نام ہے جہاں یہ کلیاں بہت ہوتی ہیں۔

الشَّقِيقَةُ: دردِ شقیقہ، یہ درد نصف سر اور چہرے میں ہوتی ہے۔

شَـقَّ الشَّيْءَ فَانْشَقَّ: اس نے چیز کو پھاڑا تو وہ پھٹ گئی، اس کا باب رَدَّ ہے۔

شَقِّ فُـلَانٌ العَصَا: محاورہ ہے کہ اس نے جماعت چھوڑ دی۔

المُشَاقَّةُ والشِّقَاقُ: دشمنی، عداوت، مخالفت۔

شَـقَّ عَلَيْهِ الشَّيْءُ: اس پر بات گراں یا شاق گزری، اس کا باب رَدَّ ہے۔

مَشَــقَّةٌ: مشقت، اس کا اسم الـشِّقُّ (شین مکسور) ہے۔

اشْـتِقَاقُ: ایک لفظ سے دوسرا لفظ بنانا۔

شَقَّقَ الحَطَبَ: اس نے ایندھن وغیرہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

تَشَقَّقَ: تو لکڑی چر گئی یا ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

العُصْفُوْر يُشَقْشِقُ فِى صَوْتِه: چڑیا چہچہاتی ہے۔

الشَّـقَـاءُ وَالشَّقَاوَةُ: (شین مفتوح) بدبختی، السَّعَادة یعنی نیک بختی کی ضد۔ قتادہ نے قرآن مجید میں اور آیت میں اس لفظ کو شِقَاوَتُنَا پڑھا ہے، یعنی شین کو مکسور کر کے یہ ایک اور لہجہ ہے۔

قَدْ شَقِيَ شَقَاءً اور شِقَاوةٌ بھی (شین مکسور) وہ بدبخت ہوگیا۔

اَشْقَاهُ اللّٰهُ فَهُوَ شَقِيٌّ: خدا نے اسے بدبخت کر دیا، تو وہ بدبخت ہوگیا۔

الشَّقْوَةُ: میں شین مکسور ہے لیکن مفتوح اس کا ایک اور لہجہ ہے۔

ش ک ر — الشُّكْرُ: ثناء، محسن کی اس بات پر تعریف وثناء کہ اس نے اس سے نیکی یا بھلائی کی ہے۔

قَدْ شَـكَرَهُ، يَشْكُرُهُ: (کاف مضموم) شُكْرًا اور شُكْرانًا. اس نے اس کا شکر ادا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: شَـكَر هُ اور

شَكَرَ لَهُ: اس نے اس کا شکریہ ادا کیا، ان معنوں میں شَكَرَ لَهُ کہنا زیادہ فصیح ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَا شُكُوْرًا ممکن ہے کہ شُكُوْرًا مصدر ہو جیسے قَعَدَ کا قُعُوْدًا مصدر ہے یا ممکن ہے کہ جمع کا صیغہ ہو جیسے بُرْد وبُرُود، كُفْرًا و كُفُوْرً۔

الشُّكْرَانُ: شکر گزاری كُفْرَان: ناشکری کی ضد۔

تَشَكَّرَ لَهُ: اور شَكَرَ لَهُ کا ایک ہی معنی ہے۔

ش ک س - رَجُلٌ شَكْسٌ: بروزن فَلْسٌ: سخت و ترش مزاج والا شخص۔

قَوْمٌ شُكُسٌ بروزن قُفْلٌ: سخت مزاج قوم، اس کا باب سَلِمَ ہے۔ الفراء نے بتایا کہ رَجُلٌ شَكِسٌ (کاف مکسور) یہ قیاس ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی "شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُوْنَ" یعنی باہم مختلف اور سخت مزاج۔

ش ک ک - الشَّكُّ: شک شبہ، اليَقِيْن کی ضد۔

قَدْ شَكَّ فِي كَذَا: اس نے فلاں معاملے میں شک کیا، اس کا باب رَدَّ ہے۔

تَشَكَّكَ: اسے شک ہوا۔

شَكَّكَهُ فيه غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے اس کے بارے میں شک میں ڈال دیا۔

ش ک ل - الشَّكْلُ: مانند، مثل، اس کی جمع اَشْكَالُ اور شُكُوْل ہے، کہا جاتا ہے: هٰـذا اَشْكَلُ بكذا. یہ فلاں کے مانند ہے۔ قول خداوندی ہے: "قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ" ہر شخص اپنے طور طریقے اور سمت و جہت کے مطابق عمل کرتا ہے۔

الشِّكَال - عقال: اونٹوں کا مخصوص طریقے سے زانو سے باندھنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "كَرِهَ الشِّكَال فِي الخَيْلِ" آپ ﷺ نے گھوڑوں کو اونٹوں کی طرح زانوؤں سے باندھنے کو ناپسند فرمایا۔ وہ یوں کہ گھوڑے کی تین ٹانگیں باندھی جاتیں اور ایک کھلی چھوڑ دی جائے یا تین ٹانگیں کھلی چھوڑ دی جائیں اور ایک باندھی جائے۔

شِكَال: صرف زانو یا پاؤں میں ہی ہوتی ہے۔ ایسے بندھے ہوئے گھوڑے کو مَشْكُوْل کہتے ہیں، اور ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اَشْكَلَ الأَمْر: معاملے میں التباس پیدا ہو گیا۔

شَكَلَ الفَرَسَ والطَّائِرَ بالشِّكَال: اس نے گھوڑے اور پرندے کو پاؤں سے باندھا۔ اور اسی طرح سے۔

شَكَلَ الكِتَاب: اس نے کتاب کی

عبارت پر حرکات اور اعراب لگا دیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: اَشْكَلَ الكِتَاب: اس نے کتاب کے اشکال والتباس کو رفع کیا۔

المُشَاكَلَة: ہم شکل ہونا۔ ایک دوسرے کے موافق ہونا، اور التَّشَاكُل کا معنی بھی یہی ہے۔

ش ک م — الشُّكْمُ: (شین مضموم) جزاء، بدلہ۔

قَدْ شَكَمَهُ يَشْكُمُهُ: (کاف مضموم) شُكْماً (شین مضموم) اس نے اسے بدلہ دیا۔ معاوضہ دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "اَنَّهُ صلى الله عليه وسلم اِحْتَجَمَ ثُمَّ قَالَ اُشْكُمُوْه" نبی اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے اس کے بعد فرمایا کہ اسے اُجرت دے دو۔

الشَّكِيْمُ والشَّكِيْمَةُ. لگام کا لوہے والا حصہ جو گھوڑے کے منہ میں دیا جاتا ہے، اس کی جمع شَكَائِم ہے۔

فُلَانٌ شَدِيْدُ الشَّكِيْمَةِ: فلاں آدمی سخت خوددار متکبر اور خود سر ہے۔

ش ک ا — شَكَاهُ: اس کا باب عَدَا ہے۔ اس کا مصدر شِكَايَةٌ (شین مکسور) شَكِيَّةٌ اور شَكَاةٌ (شین مفتوح) ہے۔ معنی یہ ہے کہ اس نے اس کی شکایت کی، یعنی اس کے برے کام کی اطلاع دی۔ جس کی شکایت کی جائے وہ مَشْكُوٌّ اور مَشْكِيٌّ ہے۔ اس کا اسم الشَّكْوَىٰ ہے۔ اَشْكَاهُ: اس نے اسے شکایت کا موقع دیا۔ اَشْكَاهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اس کی شکایت پر اسے عتاب یا سرزنش کی۔ اور شکایت دور کی۔ یہ لفظ بھی کلمات افراد میں سے ہے، جن کے دو متضاد معنی ہوتے ہیں۔ اشْتَكَاهُ کا معنی بھی وہی ہے جو شکاہ کا ہے۔

اَشْتَكَىٰ عُضْوًا مِنْ اَعْضَائِهِ: اس کے جسم کے اعضاء میں سے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوئی۔ تَشَكِّي کا معنی بھی یہی ہے۔

المِشْكَاةُ: چراغ دان۔

الشَّكْوَةُ: شیر خوار بچے کی دودھ کی بوتل یا فیڈر جو بچے کو دودھ پلانے کے لئے ہوتا ہے۔

اِشْتَكَىٰ: بچے نے فیڈر لے لیا۔

ش ل ج م — الشَّلْجَمُ: شلغم سبزی جو پکا کر کھائی جاتی ہے۔ ایک اعرابی کا قول ہے: تَسْأَلُنِي بِرَامَتَيْنِ شَلْجَمًا: تم رامتین میں مجھ سے شلغم کے بارے میں پوچھتے ہو۔

ش ل ل — شَلَّ الثَّوب: اس نے کپڑے کی ہلکی سلائی کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الشَّلَلُ: ہاتھ شل ہونا۔

قَدْ شَلَّتْ يَمِينُهُ شَلَلًا: اس کا دایاں ہاتھ شل ہوگیا۔

اَشَلَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰى: اللہ تعالی اس کا دایاں ہاتھ شل کرے۔ لوگ یوں دعا دیتے ہیں کہ: لَا تَشْلَلْ يَدُكَ وَلَا تَكْلَكَ: خدا کرے تمہارا ہاتھ نہ شل ہو، اور نہ بیکار ہو۔

قَدْ شَلِلْتَ يَارَجُلُ: اے شخص تُو تو شل ہوگیا ہے۔ شَلِلْتَ میں لام مکسور ہے۔

المَرأة شَلَّاءُ: عورت کو شل ہوا ہے۔

ش ل ا – الشِّلْوُ: گوشت کے اعضاء میں سے ایک عضو۔ حدیث شریف میں ہے: اِئْتِنِى بِشِلْوِهَا الْأَيْمَنِ: مجھے اس کے دائیں عضو کا گوشت دے دو۔

أَشْلَاءُ الإِنْسَانِ: بوسیدہ اور پراگندہ ہونے کے بعد انسانی جسم کے اعضاء۔

ثعلب کا قول ہے کہ: لوگوں کا کہنا ہے کہ اَشْلَيْتُ الكلبَ عَلَى الصَّيدِ خَطَأً: میں نے غلطی سے کتے کو شکار پر ہانکا یا دوڑایا، ابو زید کا قول ہے کہ اَشْلَيْتُ الكَلْبَ: میں نے کُتّے کو بلایا۔ ابن سکیت کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے کہ: "اَوْسَدْتُ الكَلْبَ بالصَّيد وآسَدْتُهُ" میں نے کتے کو شکار پر اُکسایا۔ ان معنوں میں اَشْلَيْتُهُ نہیں کہتے۔ الإشلاء صرف دو کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ زیاد الاعجم کا قول ہے: "أَتَيْنَا أَبَا عَمْرٍو فَاَشْلَى كِلَابَهُ عَلَيْنَا فَكِدْنَا بَيْنَ بَيْتَيْهِ نُؤكَلُ" ہم ابوعمرو کے پاس آئے تو اس نے ہم پر اپنے کتوں کو اکسایا، تو قریب تھا کہ ہم اس کے دو گھروں کے درمیان کھا لئے جائیں۔ روایت کی جاتی ہے کہ فَاَشْلَى کے بدلے اَغْرَى لفظ ہے۔

ش م ت – الشَّمَاتَةُ: دشمن کی مصیبت پر خوش ہونا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔

تَشْمِيتُ العَاطِسِ: چھینکنے والے شخص کو يَرْحَمُكَ الله کہہ کر دُعا دینا۔ دُعا دینے والا مُشَمِّتٌ ہے۔ اسے مُسَمِّتٌ بھی کہتے ہیں، یعنی سین کے ساتھ۔

ش م خ – الجِبَالُ الشَّوَامِخُ: بلند و بالا پہاڑ۔

قَدْ شَمَخَ الجَبَلُ: پہاڑ اونچا ہے۔ اس کا باب خضع ہے۔

قَدْ شَمَخَ الرَّجُلُ بِأَنْفِهِ: آدمی نے ناک اونچی کی یعنی تکبر کیا۔

ش م ر – الشَّمْرُ: چلنے میں اترانا یا اتراتے ہوئے چلنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الشَّمَّرَ إِزَارَهُ تَشْمِيرًا: اس نے اپنا ازار اونچا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: شَمَّرَ فِي اَمْرِهِ: وہ اپنے معاملے میں ہلکا ہوا۔

اِنْشَمَرَ لِلأَمْرِ وَتَشَمَّرَ: اس نے تیار

کر لی یا تہیہ کیا۔

تَشْمِيْرٌ: بھیجنا، روانہ کرنا، لوگ کہتے ہیں کہ:

شَمَّرَ السَّفِيْنَةَ: اس نے جہاز روانہ کیا۔

شَمَّرَ السَّهْمَ: اس نے تیر چلایا۔

ش م ز – اِشْمَأَزَّ الرَّجُلُ اِشْمِئْزَازًا: آدمی کبیدہ خاطر ہوا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے، وہ ڈر گیا۔

ش م س – الشَّمْسُ: سورج، اس کی جمع شُمُوْسٌ ہے۔ اس سے مراد سورج کے اردگرد کا سارا ماحول روشن ہوتا ہے۔ گویا سورج کی ہر ایک طرف ایک شَمْس ہے جس طرح مَفرق بمعنی پیشانی کو بصیغہ جمع مَفارِق کہتے ہیں، اس کا اسم تصغیر شُمَيْسَةٌ ہے۔

شَمَسَ يَوْمُنَا: آج ہمارے ہاں دھوپ نکلی ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

أَشْمَسَ کا بھی یہی معنی ہے۔

شَمَسَ الْفَرَسُ: گھوڑے نے پیٹھ پر بٹھانے سے روک دیا، یعنی سوار نہ ہونے دیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا مصدر شِمَاسًا ہے۔ اس میں شین مکسور ہے۔ ایسے گھوڑے کو شَمُوْسٌ یعنی منہ زور گھوڑا کہیں گے۔

رَجُلٌ شَمُوْسٌ: سخت مزاج آدمی، اسے شَمُوْص نہیں کہنا چاہئے۔

شَيْئٌ مُشَمَّسٌ: دھوپ میں بنائی گئی چیز۔

ش م ط – الشَّمَطُ: شین اور میم دونوں مفتوح۔ سر کے بالوں کی سفیدی جس میں کالے بال بھی ہوں۔

الرَّجُلُ أَشْمَطُ: سیاہ و سفید بالوں والا شخص یا کھچڑی بالوں والا۔

قَوْمٌ شُمْطَانٌ: سیاہ اور سفید کھچڑی بالوں والے لوگ، اس کی مثال أَسْوَد کی جمع سُوْدَان ہے۔

وَقَدْ شَمِطَ: وہ سیاہ و سفید بالوں والا ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

الْمَرْأَةُ شَمْطَاءُ بروزن حَمْرَاء: بوڑھی عورت۔

ش م ع – الشَّمَعُ: شین اور میم دونوں مفتوح۔ الفراء کا قول ہے: یہ عربوں کا کلام ہے لیکن مولدا سے میم ساکن کر کے بولتے ہیں۔

اَلشَّمْعَةُ الشَّمْعَ سے زیادہ مشہور اور خاص ہے۔

الْمَشْمَعَةُ بروزن الْمَتْرِبَةُ: بمعنی کھیل اور مزاح۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ تَتَبَّعَ الْمَشْمَعَةَ: یعنی جس نے لوگوں کے ساتھ ٹھٹھا مذاق کیا یا تمسخر اڑایا تو، "أَصَارَهُ اللّٰهُ اِلٰى حَالَةٍ يُعْبَثُ بِهِ فِيْهَا" اللہ تعالیٰ اسے ایسی حالت میں پھیر دے گا کہ اس کا تمسخر اڑا دیا جائے گا۔

ش م ل – شَمِلَهُمُ الْأَمْرُ: (میم مکسور)

شُمُــوْلاً: حکم ان سب کے لئے عام ہے۔اس کا ایک اور لہجہ بھی ہے:جس کا باب دَخَلَ یَدْخُلُ ہے۔جس کی اصمعی کو خبر نہیں۔

أمْرٌ شَامِلٌ: عام حکم جو سب کے لئے ہو، جس میں سب شامل ہوں۔

جَمَـعَ اللّٰهُ شَمْلَهٗ: اللہ تعالیٰ اس کے معاملے کو پراگندہ نہ کرے۔

فَـرَّقَ اللّٰهُ شَمْلَهٗ: اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو پراگندہ کر دے۔

الشَّمَلُ: (شین اور میم دونوں مفتوح) شَمْلٌ کا ایک اور لہجہ ہے۔

الشُّمْلَةُ: کمبل یا چادر جو بدن کو ڈھانپ لے۔

الشَّمَالُ: قُطب (شمالی) سے چلنے والی ہوا۔اس کے پانچ لہجے ہیں:

(۱) شَــمْلٌ (میم ساکن)۔

(۲) شَــمَلٌ (شین اور میم مفتوح)۔

(۳) شَمَــالٌ.

(۴) شَــمْأَلٌ اور

(۵) شَــأْمَلٌ.

شَأْمَلٌ شَمْأَلٌ سے مغلوب ہے،شاید یہ ایک لہجہ شَمْأَلٌّ (لام مُشدّد) بھی ہو۔

الشَّمَالُ کی جمع شَمَالَاتٌ اور شَمَائِلَ بھی ہے جو خلاف قیاس ہے گویا لوگوں نے یہ شِمَالَةٌ کی جمع بنائی ہے جس طرح

حِمَالَةٌ کی حَـمَائِلُ جمع ہے۔

غَـدِيْرٌ مَـشْـمُـوْلٌ تَضْرِبُهُ الرِّيْحُ الشَّــمَـالُ حتى يَـبْرُدَ: ہر طرح کی نباتات کا قطعہ سے شمالی ہوائیں آ کر ٹکراتی ہیں، تاکہ وہ ٹھنڈا ہو جائے۔اسی نسبت سے شراب کو مَشْمُوْلَةٌ کہتے ہیں کہ اس میں ٹھنڈک کا ذائقہ ہوتا ہے۔

الشَّمُوْلُ: شراب۔

الْيَدُ الشِّمالُ: بایاں ہاتھ جو الْيَدُ الْيمينُ کے خلاف ہے،اس کی جمع أشْمُلُ ہے۔اس کی مثال أعْنُقٌ اور أذْرُعٌ ہے کیونکہ یہ مؤنث ہیں۔شَمَائِل کا جمع کا صیغہ بھی خلاف قیاس ہے۔قول خداوندی ہے: "عَنِ الْيَمِيْنِ والشَّمَائِلِ" الشِّمَالُ کا معنی خلق بھی ہے۔اس کی جمع الشَّمَائل ہے۔

شَـمَـلَتِ الرِّيْـحُ: ہوا نے شمال کا رخ اختیار کیا۔اس کا باب دَخَلَ ہے۔

أشْـمَـلَ الْقَـوْمُ: قوم باد شمالی میں داخل ہوگئی۔اگر تمہاری مراد یہ ہو وہ باد شمالی میں گھر گئے تو شُمِلُوْا کہیں گے اور گھرنے والوں کو مَشْمُوْلُوْنَ کہا جائے گا۔

اشْـتَـمَـلَ بِـثَـوْبِهٖ: وہ اپنے کپڑے میں لپٹ گیا۔

اشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ: کوئی آدمی اپنے جسم کو پوری طرح چادر یا ازار میں لپیٹ لے۔

ش م م—شَمَّ الشَّیْءَ یَشَمُّہٗ: (شین مفتوح) شَمًّا وشَمِیْمًا: اس نے چیز کو سونگھا۔ شَمَّ کا باب رَدَّ بھی ایک لہجہ ہے۔

أَشَمَّہُ الطِّیْبَ: اس نے اسے خوشبو سونگھائی۔

فَشَمَّہٗ: تو اس نے اسے سونگھ لیا۔

اشْتَمَّہٗ: کا معنی بھی یہی ہے۔

تَشَمَّمَ الشَّیْءَ: اس نے کسی چیز کو وقفوں میں سونگھا۔

الشَّمَمُ: ناک کی نالی میں اونچائی اور اوپر والے حصے کی ہمواری۔

رَجُلٌ اَشَمُّ الأَنْفِ: ستواں ناک والا آدمی۔

جَبَلٌ أَشَمُّ: بلند چوٹی والا پہاڑ جس میں دونوں اونچائی نمایاں ہو۔ یعنی ناک اور پہاڑ۔

اِشْمَامُ الحَرْفِ: کسی حرف کا آواز نکالے بغیر صرف ہونٹ کے اشارے سے اس حرف کا اظہار کرنا۔

المَشْمُوْمُ: خوشبو، عطر۔

ش ن أ—الشَّانِیءُ: بغض کرنے یا رکھنے والا۔

قَدْ شَنِئَہٗ: اس نے اس سے بغض رکھا۔ اس میں نون مکسور ہے، اس کا مصدر شِنْأً (نون ساکن اور شین مفتوح، مکسور اور مضموم) اور مَشْنَأً ہے۔ اس کی مثال مَعْلَمٌ ہے، نیز اس کا مصدر شَنَآنٌ (نون ساکن اور مفتوح) ہے۔ اسے دونوں حرکتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

ش ن ب—الشَّنَبُ: دانتوں میں گرمی، کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ٹھنڈک اور مٹھاس ہے۔

اِمْرَأَۃٌ شَنْبَاءُ: ٹھنڈی اور شیریں عورت۔

ش ن خ ف—رَجُلٌ شِنَّخْفٌ: بروزن جِرْدَحْلٌ: طویل القامت انسان۔ حدیث شریف میں ہے: ''اِنَّکَ مِنْ قَوْمٍ شِنَّخْفِیْنَ'' تم طویل القامت لوگوں میں سے ہو۔

ش ن ر—الشَّنَارُ: (شین مفتوح) عیب اور عار۔

ش ن ع—الشَّنَاعَۃُ: برائی، بدی، فظاعت۔

قَدْ شَنُعَ الشَّیْءُ: چیز قبیح ہوگئی۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اسم فاعل شَنِیْعٌ اور اَشْنَعُ ہے، بمعنی قبیح۔ اس کا اسم الشُّنْعَۃُ (شین مضموم) ہے۔

شَنَّعَ عَلَیْہِ تَشْنِیْعًا: اس نے اسے برا بھلا کہا، یا گالی دی۔

میرا کہنا ہے کہ امام الازہری نے کہا کہ شَنَّعَ عَلٰی فُلَانٍ: اس نے فلاں شخص کے کام یا معاملے پر طعن وتشنیع کیا۔

ش ن ف—الشَّنْفُ: کان کی بالی، اس

کی جمع شُنُوف بمعنی کان کی بالیاں ہے۔ اس کی مثال فَلْسٌ کی جمع فُلُوس ہے۔

شَنَّفَ المَرْأَةَ فَتَشَنَّفَتْ: اس نے عورت کو بالی پہنائی تو اس نے پہن لی۔ اس کی مثال قَرَّطَهَا فَتَقَرَّطَتْ ہے۔

ش ن ق –الشَّنَقُ فِی الصَّدَقَةِ: زکوٰۃ میں دو نصابوں کو ملا کر ایک نصاب بنانا، یعنی زکوٰۃ کی وصولی اور وجوب کیلئے دو نامکمل نصابوں کی جنسوں کو ملا کر ایک نصاب پورا کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: "لَاشِنَاقَ" شناق پر زکوٰۃ نہیں، یعنی جب تک ایک جنس کا نصاب پورا نہ ہوا سے دوسری جنس کے ساتھ ملا کر نصاب پورا کر کے زکوٰۃ نہ لی جائے۔ تاوقتیکہ ایک جنس کا نامکمل نصاب پورا نہ ہو۔

ش ن ن –شَنَّ عَلَيْهِمُ الغَارَةَ: اس نے اس پر ڈاکہ ڈالا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ أَشَنَّهَا کا بھی یہی معنی ہے۔

الشَّنُّ والشَّنَّةُ: پرانی مشک یا پرانا مشکیزہ۔ الشَّنُّ کی جمع شِنَانٌ ہے۔ مثل مشہور ہے کہ: لا يُقَعْقَعُ لِي بِالشِّنَانِ: پرانے مشکیزے کی سرسراہٹ یعنی معمولی حرکتوں سے مجھے نہیں ڈرایا جا سکتا۔ یعنی میں معمولی باتوں سے خوف زدہ نہیں ہوتا۔

الشَّنَان (شین مفتوح) الشَّنَآن بمعنی بغض وحسد کا ایک لہجہ ہے۔ شَنٌّ: بنو عبد القیس کا ایک قبیلہ۔ مثل مشہور ہے: وَافَقَ شَنٌّ طَبَقَةَ: شن نے طبقہ سے موافقت کر لی۔

الشِّنْشِنَةُ: خلق، مزاج، طبیعت۔

ش ہ ب –الشُّهْبَةُ فِی الأَلْوَانِ: رنگوں میں سیاہ رنگ پر سفید رنگ کا غلبہ۔

الشِّهَابُ: آگ کا چمکتا شعلہ۔ اس کی جمع شُهُبٌ ہے جس میں شین اور ھاء دونوں مضموم ہیں۔ اور جمع کے دوسرے وزن فُعْلَان پر شُهْبَانٌ ہے۔ اس کی مثال حساب کی جمع حُسْبَانٌ ہے۔

ش ہ د –الشَّهَادَةُ: قطعی خبر، کہتے ہیں کہ شَهِدَ عَلَى كَذَا: اس نے فلاں بات کی شہادت دی یعنی صحیح، درست اور قطعی اطلاع دی۔ اس کا باب سَلِمَ ہے، شاید ھاء میں تخفیف کر کے شَهْدَ الرَّجُلُ بھی کہا گیا ہو، جس میں ھاء ساکن ہے۔ لوگ کہتے ہیں:

أَشْهَدُ بِكَذَا: میں فلاں بات کی گواہی دیتا ہوں یعنی حلف اٹھاتا ہوں۔

الشَّاهَدَةُ: معاینہ آنکھوں سے دیکھنا۔

شَهِدَهُ (ھاء مکسور) شُهُودًا: وہ وہاں حاضر ہوا۔ اس کا اسم فاعل شَاهِدٌ ہے۔

قَوْمٌ شُهُودٌ: موقع پر موجود اور حاضر لوگ۔ یہ دراصل مصدر ہے شُهُودٌ کی بجائے شُهَّدٌ بھی بولا جاتا ہے۔ اس کی مثال رَاكِعٌ کی جمع رُكَّعٌ ہے۔

شَهِدَ لَهُ بِكَذَا: اس نے اس کے حق میں فلاں بات کی گواہی دی، اس کا اسم فاعل شَاهِدٌ، اس کی جمع شَهْدٌ ہے۔ اس کی مثال صَاحِبٌ کی جمع صَحْبٌ ہے۔ نیز سَافِرٌ کی جمع سَفْرٌ ہے۔ بعض لوگوں کو اس سے انکار ہے۔ وہ الشَّهْدُ کی جمع شُهُوْدٌ اور اَشْهَادٌ بناتے ہیں۔

الشَّهِيْدُ: گواہ اس کی جمع الشُّهَدَاء ہے۔

اَشْهَدَهُ عَلٰى كَذَا: اس نے فلاں شخص کو فلاں بات پر گواہ بنایا۔ فَشَهِدَ تو وہ گواہ بن گیا۔

اِسْتَشْهَدَهُ: اس نے اسے گواہی دینے کو کہا۔ الشَّهِيْدُ: اللہ کی راہ میں جان دینے والا، اس کی جمع شُهَدَاء ہے۔

قَدْ اُسْتُشْهِدَ: اس کا فعل مجہول ہے۔ اور اس کا اسم الشَّهَادَةُ ہے۔

التَّشَهُّدُ فِي الصَّلٰوةِ: نماز میں تشہد، دو رکعتوں کے بعد دو زانو بیٹھنا۔

الشُّهْدُ: شہد، عسل، موم سمیت شہد۔ اس میں شین مضموم اور مفتوح ہے۔ اس کی جمع شِهَادٌ ہے۔

میرا کہنا ہے، صاحب کتاب نے شَهْدٌ کے ساتھ فِي شَمْعِهَا: کہہ کر اسے مؤنث بنایا کیونکہ العَسَلُ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے، لیکن اس کا مؤنث ہونا زیادہ غالب ہے۔ اس کا ذکر ہم ع س ل کے تحت کریں گے۔

ش ہ ر – الشَّهْرُ: مہینہ، ماہ، اس کی جمع الشُّهُوْرُ ہے۔

اَشْهَرْنَا: ہم پر مہینہ آیا۔ ابن السکیت کا قول ہے۔

اَشْهَرْنَا فِي هٰذَا الْمَكَانِ: ہم اس مکان میں ایک ماہ رہے۔ ثعلب نے کہا کہ اَشْهَرْنَا کا معنی ہے کہ ہم ماہ میں داخل ہوئے۔

الْمُشَاهَرَةُ: ماہانہ، جس طرح الْمُعَاوَمَة بمعنی سالانہ ہے۔

الشُّهْرَةُ: شہرت، مشہوری۔ کہتے ہیں کہ شَهَرْتُ الْأَمْرَ: میں نے بات مشہور کردی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

شُهْرَةٌ: شہرت اور مشہوری۔

اشْتَهَرَ: وہ مشہور ہوگیا۔

اَشْهَرْتُهُ: میں نے اسے مشہور کردیا۔

فَاشْتَهَرَ: تو وہ مشہور ہوگیا۔

شَهَّرْتُهُ تَشْهِيْرًا: میں نے اس کی خوب تشہیر کی۔ لِفُلَانٍ فَضِيْلَةٌ اشْتَهَرَ النَّاسُ: فلاں شخص میں ایک فضیلت ہے، جسے لوگوں نے مشہور کردیا۔ شَهَرَ سَيْفَهُ: اس نے اپنی تلوار لہرائی یا سونتی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ش ہ ق – الشَّاهِقُ: بلند پہاڑ۔

شَهِيْقُ الحِمَارِ: گدھے کی آواز کا آخری حصہ اور زَفِيْرُهٗ اس کی آواز کا ابتدائی حصہ۔

شَهَقَ: (هاء مفتوح) يَشْهَقُ: (هاء مفتوح اور مکسور دونوں)۔

شَهِيقًا: وہ رینگا، کہا گیا ہے کہ الشَّهِيْقُ کا معنی سانس لینا اور الزَّفِيْرُ کا معنی سانس چھوڑنا ہے۔

الشُّهْقَةُ: چیخ، کہا جاتا ہے کہ: شَهَقَ فُلَانٌ شَهْقَةً فَمَاتَ. فلاں شخص نے ایک چیخ ماری یا ہچکی یا سکی لی اور مر گیا۔

ش ہ ل — الشُّهْلَةُ فِي العَيْنِ: سیاہی میں نیلا پن آنا۔

عَيْنٌ شَهْلَاءُ: نیلی آنکھ۔

رَجُلٌ اَشْهَلُ العين: نیلی آنکھوں والا آدمی۔

شَهُمَ: وہ بہادر ہوا۔ اس کا باب ظرف ہے، اس کا اسم فاعل شَهْمٌ ہے یعنی شہادت اور بہادری والا، یا مضبوط دل والا ذہین شخص۔

ش ہ ا — الشَّهْوَةُ: شہوت، خواہش۔

طَعَامٌ شَهِيٌّ: مزیدار کھانا۔ اس کا اسم مفعول مُشْتَهِيٌّ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ صیغہ فعیل بمعنی مفعول ہے۔ یہ شَهِيْتَ الشَّيْءَ: تم نے کسی چیز کی خواہش سے مشتق ہے۔

رَجُلٌ شَهْوَانٌ لِلشَّيْءِ: کسی چیز کا رسیا شخص۔

شَهِيْتُ الشَّيْءَ: میں نے کسی چیز کی شدید خواہش کی۔ (هاء مکسور) (اَشْهَاهُ شَهْوَةً) اشْتَهَيْتُهُ: میں نے اس کی خواہش کی۔ تَشَهَّى عليه کا بھی یہی معنی ہے۔

هٰذا شَيْءٌ يُشَهِّي الطعامَ: یہ ایسی چیز ہے جو کھانے کی خواہش کراتی ہے۔

ش و ب — الشَّوْبُ: ملاوٹ کرنا، اس کا باب قال ہے۔

الشَّائِبَةُ: ملاوٹ، اس کی جمع الشَّوَائِبُ ہے۔ اس کا معنی گندگی اور غلاظت ہے۔

ش و ذ — المِشْوَذُ: اِلمِقْوَد کی طرح۔ پگڑی، حدیث شریف میں ہے: أَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوْا عَلَى المَشَاوِذِ و التَّسَاخِيْنِ: آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ پگڑیوں اور موزوں پر مسح کریں۔

ش و ر — اَشَارَ اِلَيْهِ بِالْيَد: اس نے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔

أو مَا و اَشَارَ اليه بالرأى: اس نے اس کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔

شَارَ العَسَلَ: اس نے شہد کو چھتے سے نکالا، اس کا باب قال ہے۔ اِشْتَارَهَا بھی اور اَشَارَهَا بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ اسے ابوعمرو نے نقل کیا ہے، لیکن اصمعی نے اس

سے انکار کیا ہے۔
الشَّوَار: (شین مفتوح) گھر اور سفر یا سواری کا ساز و سامان۔ الرَّحْلُ حاء کے ساتھ ہے۔
الشَّارَةُ: لباس اور وضع قطع۔
المِشْوَارُ: (میم مکسور) منڈی مویشیاں۔ وہ جگہ جہاں مویشی فروخت کرنے کے لئے لائے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: إِيَّاكَ وَالْخُطَبَ فَإِنَّهَا مِشْوَارٌ كَثِيْرُ العِثَارِ: زیادہ باتیں کرنے سے بچو! کیونکہ یہ ایسی منڈی ہے جہاں بہت زیادہ ٹھوکریں لگتی ہیں۔
المَشُوْرَةُ: مشورہ، رائے یا تجویز دینا۔ یہی معنی المَشْوَرَةُ کا ہے، اس میں شین مضموم ہے۔ کہتے ہیں کہ شَاوَرَهُ فِي الأَمْرِ: اس نے معاملے میں اس سے مشورہ کیا یا مشورہ لیا۔ اسْتَشَارَةُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ش و ش – التَّشْوِيش: گڑبڑ، فکر مندی۔ باتوں میں اُلجھاؤ پیدا ہونا۔
قَدْ تَشَوَّشَ عَلَيْهِ الأَمْرُ: اس کے لئے معاملہ میں گڑبڑ پیدا ہوگئی۔

ش و ص – الشَّوْصُ: دھونا اور صاف کرنا۔ اس کا باب قال ہے، کہا جاتا ہے کہ: هُوَ يَشُوْصُ بِالسِّوَاكِ: وہ مسواک کے ساتھ اپنا منہ صاف کرتا ہے۔

ش و ط – عَدَا شَوْطًا: اس نے ایک چکر کی دوڑ لگائی۔
طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ: اس نے بیت اللہ شریف کے گرد سات چکر لگائے۔
مِنَ الحجر الى الحجر شوطًا: حجر سے شروع کرکے دوبارہ حجر اسود تک ایک چکر ہوتا ہے۔

ش و ظ – الشُّوَاظُ: (شین مضموم اور مکسور) ایسا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔

ش و ف – شَافَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو روشن کیا، اس کا باب قال ہے۔
دِيْنَارٌ مَشُوْفٌ: روشن و چمکتا دینار۔
تَشَوَّفَتِ الجَارِيَةُ: لونڈی نے بناؤ سنگھار کیا۔
شِيْفَتْ تُشَافُ شَوْفًا: اسے سنوارا گیا یا اس کا سنگھار کیا گیا۔
تَشَوَّفَ إِلَى الشَّيْءِ: وہ کسی چیز کی طرف نمایاں یا نمودار ہوا۔

ش و ق – الشَّوْقُ: شوق، چاہت، کہا جاتا ہے کہ شَاقَهُ الشَّيْءُ: اسے چیز پسند آگئی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اس کا اسم فاعل شَائِقٌ شوقین ہے۔ اور اسم مفعول مَشُوْقٌ ہے یعنی پسندیدہ چیز۔
شَوَّقَهُ تَشْوِيْقًا: اس نے اسے شوق دلایا تو اس میں شوق پیدا ہوا۔

ش و ک—الشوکَۃُ: کانٹا، خار۔ یہ الشَّوک کا واحد کا صیغہ ہے۔
شَجَرٌ شَائِکٌ: خاردار درخت۔
شَجَرَۃٌ شَاکَۃٌ: بہت زیادہ کانٹے دار درخت۔
شاکَتۡہُ الشَّوکَۃُ: اس کے جسم میں کانٹا چبھ گیا۔
شَاکَ الرَّجُلُ غَیرَہٗ: آدمی نے کسی اور کے کانٹا چبھو دیا۔ ان دونوں کا باب قَالَ ہے۔
شِیکَ الرَّجُلُ: آدمی کے کانٹا چبھا، یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا مضارع یُشَاکُ ہے۔ اور مصدر شَوکًا ہے۔
الشَّوکَۃُ: شدت جنگ، اور اسلحے کی دھار۔
شَوَّکَ الحَائِطَ تَشوِیکًا: اس نے دیوار کے اوپر کانٹے لگا دیئے۔
شَجَرَۃٌ مُشوِکَۃٌ: بہت زیادہ کانٹوں والا درخت۔
اَرضٌ مُشوِکَۃٌ: بہت زیادہ کانٹوں والی زمین۔
شَوکَۃُ العَقرَبِ: بچھو کا ڈنک۔

ش و ل—شُلتُ بالجَرَّۃِ، اَشُولُ بِھا: (شین مضموم) میں نے گھڑا اُٹھایا اور اٹھاتا ہوں۔ اس کا مصدر شَولًا ہے۔ اسے شِلتُ نہیں کہنا چاہئے یعنی شین مکسور نہیں ہے۔ الشَّلتُ الجَرَّۃَ بھی کہا جاتا ہے

فَانشَالَت ھِیَ: یعنی میں نے گھڑا اُٹھایا تو وہ اُٹھ گیا۔ شَالَ المِیزان: ترازو کا پلڑا اوپر اٹھ گیا۔ شَوَّالٌ: حج کے مہینوں میں سے پہلا مہینہ۔ اس کی جمع شَوَّالاتٌ اور شَوَاوِیلُ ہے۔

ش و ہ—شَاھَتِ الوُجُوہُ: چہرے مسخ و بدشکل ہوگئے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
شَوَّھَہُ اللّٰہُ تَشوِیھًا: اللہ تعالیٰ اس کا خوب منہ کالا کرے۔ اس کا اسم فاعل مُشَوَّہٌ ہے۔
فَرَسٌ شَوھَاءُ: گھوڑے کا کسی اچھی صورت کا ہونا۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اس کے وسیع جبڑے ہیں، نر گھوڑے کے لئے اَشوَہُ نہیں کہتے۔
الشَّاۃُ: بکری۔ یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
فُلانٌ کَثِیرُ الشَّاۃِ وَالبَعِیرِ: اس کے پاس بہت زیادہ بکریاں اور اونٹ ہیں۔ یہاں مفرد صیغے سے مراد جمع ہے کیونکہ ان پر الِ جنس کا داخل ہے۔ الشَّاۃُ کی اصل شَاھَۃٌ ہے، کیونکہ اس کا اسم تصغیر شُوَیھَۃٌ ہے۔ اور اس کی جمع شِیَاۃٌ ہے۔ کہا جاتا ہے ثَلاثُ شِیَاہٍ بمعنی تین بکریاں، دس تک لفظ شِیَاہٍ ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے بعد کی تعداد کے لئے شَاۃٌ کہتے ہیں۔ اور جب بہت کثرت

ہو جائے تو کہا جاتا ہے: هٰذِهِ شَاءٌ كَثِيرَةٌ. الشَّاءُ کی جمع شَوِيٌّ ہے۔

ش و ی- شَوَى اللَّحْمَ يَشْوِيهِ شَيًّا: اس نے گوشت بھونا، اسے بھونتا ہے۔ اس کا اسم الشِّوَاءُ ہے، اور بھونے ہوئے گوشت کے ایک ٹکڑے کو یا ایک بوٹی کو شِوَائَةٌ کہتے ہیں۔

انْشَوَى اللَّحْمُ: گوشت بھن گیا، اس کے بدلے ہمیں اشتوی نہیں کہنا چاہئے۔

اَشْوَيْتُ الْقَوْمَ: میں نے قوم کو بھنا ہوا گوشت کھلایا۔

الشَّوَى، شَوَاةٌ کی جمع ہے جس کا معنی سر کی جلد ہے۔

ش ی أ- الْمَشِيئَةُ: ارادہ، اس کا فعل شَاءَ يَشَاءُ مَشِيئَةً ہوگا۔ میں نے کہا ہے کہ دیوانُ الادب میں ہے کہ الْمَشِيئَةُ الارادة سے معنی کے لحاظ سے زیادہ قریب المفہوم ہے۔

ش ی ب- الشَّيْبُ والْمَشِيبُ: ہم معنی ہیں، اس کا باب بَاعَ ہے۔ اور مصدر مَشِيبًا ہے۔ اس کا اسم فاعل شَائِبٌ ہے۔ اصمعی کا قول ہے کہ الشَّيْبُ کا معنی سر کی سفیدی ہے۔ اور الْمَشِيبُ: مرد کا بڑھاپے کے مرحلے میں داخل ہونا ہے۔

الأَشْيَبُ: سفید سر آدمی، اس کی جمع شِيبٌ ہے۔

ش ی ح- الشِّيحُ: ایک پودا۔

الْمَشْيُوحَاءُ: (الف ممدود اور شین ساکن) ایسی زمین جہاں الشِّيحُ پودا اُگتا ہو۔

ش ی خ- الشَّيْخُ: بوڑھا شخص، اس کی جمع شُيُوخٌ، أَشْيَاخٌ اور شِيَخَةٌ بروزن عِنَبَةٌ. شِيخَانٌ بروزن غِلْمَانٌ اور مَشْيَخَةٌ (میم مفتوح یاء مفتوح) بروزن مَتْرَبَةٌ، مَشَايِخُ، مَشْيُوخَاءُ (الف ممدود) اور شین ساکن ہے۔

الْمَرْأَةُ شَيْخَةٌ: بوڑھی یا بزرگ عورت۔

قَدْ شَاخَ الرَّجُلُ: آدمی بوڑھا ہو گیا۔ اس کا مضارع يَشِيخُ اور مصدر شَيْخُوخَةٌ اور شَيْخًا ہے۔ اس میں یاء مفتوح ہے۔ الشَّيْخُ کا اسم تصغیر شُيَيْخٌ (شین مضموم اور مکسور) اسے شُوَيْخٌ نہیں کہنا چاہیے۔

ش ی د- الشِّيدُ: (شین مکسور) ہر وہ مواد جس سے دیوار کو لیپا جائے یعنی جس سے دیوار کی لپائی کی جائے، وہ چونا ہو یا ٹائل ہو۔

شَادَهُ: اس نے اس پر پلستر کیا یا چونے کا پلستر کیا، اس کا باب بَاعَ ہے۔

الْمَشِيدُ: یاء مخفف، گچ چونا کیا ہوا۔ پختہ کیا ہوا۔ الکسائی کا قول ہے کہ:

الْمَشِيْد واحد کا صیغہ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں قَصْرٍ الْمَشِيْد: مضبوط محل میں آیا ہے۔ اور الْمُشَيَّدُ جمع کے صیغے کے لئے استعمال ہوتا ہے، مثلاً: قول خداوندی ہے: "فِي بُرُوْجٍ مُشَيَّدَةٍ".

ش ی ز–الشِّيْزُ: شین مکسور۔

الشِّيْزَى: شین مکسور یاء مقصور، سیاہ رنگ کی لکڑی جس سے پیالے بنتے ہیں۔

ش ی ص–الشِّيْصُ: شین مکسور اور الشِّيْصَاء شین مکسور اور الف ممدود، کھجور جس کی گٹھلی سخت نہیں ہوتی۔

يَتَشَيَّصُ اذا لَمْ تُلقحِ النَّخلُ: اگر کھجور کے درخت کو بار آور کرنے کے لئے پیوند نہ کیا جائے تو وہ رڈی کھجور پیدا ہوتی ہے۔

ش ی ط–شَاطَ: وہ ہلاک ہوا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

أَشَاطَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے ہلاک کر دیا۔

شَاطَ السَّمْنُ والزَّيْتُ: اتنا پک گیا کہ پک کر جل گیا۔

شَاطَتِ الْقِدْرُ: ہانڈی جل گئی۔

وَيَصِيق بِهَا الشَّيْءُ: اور اس میں موجود چیز چمٹ گئی۔

أَشَاطَهَا هُوَ: اسی نے اسے جلا دیا۔ تمام کا باب بَاعَ ہے۔

ش ی ع–شَاعَ الْخَبَرُ: خبر پھیل گئی۔ اس کا مضارع يَشِيْعُ اور مصدر شُيُوْعَةُ ہے۔

سَهْمٌ مُشَاعٌ وشَائِعٌ: غیر تقسیم شدہ حصہ۔

أَشَاعَ الْخَبَرَ: اس نے خبر پھیلا دی۔

شَيَّعَهُ عِنْدَ رَحِيْلِهِ تَشْيِيْعًا: اس نے جاتے وقت اس کی اچھی مشایعت کی۔

شِيْعَةُ الرَّجُلِ: آدمی نے شیعہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ ہر وہ قوم جن کا معاملہ مشترک یعنی ایک ہو۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کی رائے پر چلتا ہو تو ایسے لوگوں کو شِيَعٌ کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: "كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِنْ قَبلُ" یعنی گزشتہ قوموں میں سے ان جیسے لوگوں کے ساتھ جس طرح کا سلوک کیا گیا۔

ش ی م–الشَّامُ: شامہ کی جمع ہے بمعنی تل یا خال۔ یہ مصدر یائی سے مشتق ہے۔

رَجُلٌ مَشِيْمٌ اور مَشْيُوْمٌ: اس کی مثال مَكِيْلٌ اور مَكْيُوْلٌ ہے۔

الأَشْيَمُ: وہ شخص جس پر تل ہو۔ اس کی جمع شِيْمٌ ہے یعنی تل والے لوگ۔

الْمَشِيْمَةُ: وہ جھلی جس میں بچہ شکم مادر میں لپٹا ہوتا ہے، جو ولادت کے بعد بچے

کے ساتھ ہی نکل آتی ہے، اس کی جمع مَشَایِمُ ہے۔اس کی مثال مَعَایِشُ ہے۔

شَامَ مَخَایِلَ الشَّیْءِ: وہ نظریں اٹھائے اس کا انتظار کرتا رہا۔

شَامَ البَرْقَ: وہ بادلوں کی طرف دیکھتا رہا کہ کہاں برسے گا، دونوں کا باب بَاعَ ہے۔

الشِّیْمَةُ: خُلق اور مزاج۔

ش ی ن — الشَّیْنُ الدَّین: خوبصورتی اور خوبی کی ضد۔

قَدْ شَانَهُ: اس نے اسے عیب لگایا۔اس کا باب بَاعَ ہے۔

باب الصّاد

ص أ ب — الصُؤابَةُ: (ہمزہ کے ساتھ) لیکھ، جوؤں کے بچے۔ اس کی جمع صُؤبٌ اور صِئبَانٌ ہے۔

قَدْ صَئِبَ رَاسُهُ: اس کے سر میں لیکھیں پڑیں۔ اس کا باب طرب ہے۔ أَصْأَبَ بھی اسی کا ہم معنی ہے یعنی اس کی لیکھیں بہت زیادہ ہوگئیں۔

ص ب أ — صَبَأَ: وہ ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہوا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ صَبَأَ کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ صَابی ہوگیا۔

الصَّابِئُوْنَ: اہل کتاب کی ایک جنس یا قسم۔

ص ب ب — صَبَّ الماءَ فَانْصَبَّ: اس نے پانی بہایا تو وہ بہہ گیا یا اس نے پانی گرایا، تو وہ گر گیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الصَّبَابَةُ: ذوق وشوق۔ والہانہ شوق، اور اس کی سوزش۔

الصُّبَابَةُ: برتن میں بچا کھچا پانی۔

ص ب ح — الصُّبْحُ: صبح، فجر، سویرا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ الاصباح یعنی صبح کرنے کا اسم بھی ہے جس کا ذکر بذیل مادہ 'م س ا' میں ہے۔

الصَّبَاحُ = المَسَاء: یعنی شام کی ضد، یعنی صبح۔

الصَّبِيْحَةُ: تم کہتے ہو اَصْبَحَ الرَّجُلُ: آدمی نے صبح کی۔

صَبَّحَهُ اللّٰهُ تَصْبِيْحًا. خدا اس کی صبح اچھی کرے۔

صَبَّحْتُهُ: میں نے اسے صبح بخیر کہا۔ یعنی اسے عِمْ (عین مکسور) صباحًا کہا۔ صَبَّحْتُهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ میں اس کے پاس صبح کے وقت گیا۔

اَصْبَحَ فُلَانٌ عَالِمًا: فلاں شخص عالم بن گیا۔ فُلَان يَنَامُ الصُّبْحَة: فلاں شخص صبح کو سوتا ہے۔ اس میں صاد مفتوح بھی ہے اور مضموم بھی اور باء ساکن ہے۔ یعنی وہ صبح کے وقت سوتا ہے۔ ان معنوں میں ہم کہتے ہیں کہ تَصَبَّحَ الرَّجُلُ 'آدمی صبح کو سویا۔

المَصْبَحُ بروزن المَذْهَبُ: صبح ہونے یا کرنے کا وقت، میں کہتا ہوں کہ:

المُصْبَحُ: (میم مضموم) کا ذکر بذیل مادہ 'م س ا' ہے۔

الصَّبُوْحُ: صبح کے وقت شراب پینا۔ یہ الغَبُوْقُ کی ضد ہے۔ جس کا معنی ہے شام کی شراب۔ اسی لفظ کو تم یوں کہتے ہو کہ:

صَبَحَهُ: اس نے اسے صبوحی پلائی۔ اس

کا باب قطع ہے۔اس کا معنی یہ بھی ہے
کہ وہ اس کے پاس صبح کے وقت گیا۔
اِصْطَبَحَ الرَّجُلُ: آدمی نے صبوحی پی،
اس کا اسم فاعل مُصْطَبِحٌ اور صَبْحَانٌ
ہے۔
اَلْمَرْأَةُ صَبْحَى: صبوحی پی ہوئی
عورت۔اس کی مثال سَكْرَانٌ اور
سَكْرَى ہے۔
اَلْمِصْبَاحُ: چراغ۔
قَدِ اسْتَصْبَحَ بِهٖ: اس نے چراغ جلایا۔
اَلشَّمْعُ: وہ جس سے چراغ جلایا جاتا
ہے۔
اَلصَّبَاحَةُ: جمال اور خوبصورتی۔اس
کا باب ظَرُفَ ہے۔اس کا اسم فاعل
صَبِيْحٌ اور صُبَاحٌ ہے۔اس میں صاد
مضموم ہے۔
ص ب ر– اَلصَّبْرُ: رونے پیٹنے سے
سانس روک لینا۔اس کا باب ضَرَبَ
ہے۔
صَبَرَهٗ: اس نے اس کو روک لیا۔قول
خداوندی ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ: یعنی
اپنے نفس کو بے قراری اور بے صبری کے
اظہار سے روک لے۔نبی کریم ﷺ کی
حدیث شریف اس شخص کے بارے میں
ہے کہ جس نے ایک شخص کو روک رکھا اور
دوسرے شخص نے اسے قتل کر دیا۔آپ
ﷺ نے فرمایا کہ: اُقْتُلُوا الْقَاتِلَ
وَاصْبِرُوا الصَّابِرَ: کہ قاتل کو تو قتل کر
دو اور دوسرے روکنے والے کو مرتے دم
تک قید میں رکھو جس نے اسے مروانے
کے لئے پکڑ رکھا تھا۔
اَلتَّصَبُّرُ: صبر کا دکھلاوا۔تم لوگوں کو کہتے
ہو کہ اِصْطَبِرْ: بمعنی صبر کر۔اور اِصْبَرَّ
بمعنی اس نے بڑا صبر کیا۔اس کی جگہ اِطَّبَرَ
نہیں کہنا چاہئے۔
اَلصَّبِرُ: (باء مکسور) ایک تلخ دواء۔
ضرورت شعری کے سوا اس لفظ میں باء کو
ساکن نہیں کیا جاتا۔
اَلصُّبْرَةُ: اناج کا ڈھیر،اس کی جمع
اَلصُّبَرُ ہے۔
اِشْتَرِى الشَّيْءَ صُبْرَةً: اس نے
ناپے تولے بغیر چیز خریدلی۔
اَلصَّنَوْبَرُ: بروزن اَلسَّفَرْجَلُ: ایک
درخت۔کہا گیا ہے کہ اس کا معنی اس
درخت کا پھل۔
اَلصِّنَّبْرُ: (ضاد مکسور، نون مشدد و مفتوح
و باء ساکن) سردی کے آخری سات دنوں
میں دوسرا دن۔
ص ب ع– اَلْإِصْبَعُ: انگلی۔مذکر و
مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔اس
میں پانچ لہجے ہیں:
(۱) إِصْبَعٌ،

(۲) أَصْبَعٌ: (ہمزہ مضموم ومفتوح اور باء مفتوح)،

(۳) إِصبِعٌ: (ہمزہ اور باء مکسور)،

(۴) أُصْبُعٌ: (ہمزہ اور باء مضموم)۔

(۵) أَصْبِعٌ: (ہمزہ مفتوح اور باء مکسور)۔

ص ب غ - الصِّبْغُ و الصِّبْغُ اور الصِّبْغَةُ: رنگ جس سے ملبوسات رنگے جاتے ہیں یا دوسری چیزوں کو رنگا جاتا ہے۔

الصِّبْغُ کی جمع أَصْبَاغ ہے۔

الصِّبْغُ سے مراد کھانے والا رنگ یعنی سالن میں ڈالنے والا رنگ بھی ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَصِبْغٍ لِلْآكِلِينَ: اسکی جمع صِبَاغٌ ہے۔ الراجز کا شعر ہے:

تَزَجَّ مِنْ دُنْيَاكَ بِالْبَلَاغِ
وَبَاكِرِ الْمِعْدَةَ بِالدِّبَاغِ
بِكِسْرَةٍ لَيِّنَةِ الْمَضَاغِ
بِالْمِلْحِ أَوْ مَا خَفَّ مِنْ صِبَاغِ

صَبَغَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا رنگا۔ اس کا باب قَطَعَ اور نَصَرَ ہے۔

صِبْغَةُ اللهِ: اللہ کا دین۔ کہا گیا ہے کہ اس اصطلاح کی اصل عیسائیوں کا اصطباغ ہے۔ جس میں وہ اپنے بچوں کو ایک پانی سے رنگتے ہیں۔

ص ب ن - الصَّابُون: صابن۔

ص ب ا - الصَّبِيُّ: بچہ، لڑکا۔ اس کی جمع صِبْيَةٌ: ہے اور صِبْيَان ہے۔

الصِّبَي: صبا سے مشتق ہے۔ اور الصَّبَا میں اگر تم صاد کو مفتوح پڑھو تو آخر میں الف ممدود ہوگا اور اگر صاد کو مکسور پڑھو تو الف مقصور ہوگا۔

الجَارِيَةُ صَبِيَّةٌ: لونڈی، لڑکی ہے۔ اس کی جمع صَبَايَا ہے۔ اس کی مثال مَطِيَّةٌ کی جمع مَطَايَا بمعنی سواریاں ہے۔ الصبا کی معنی شوق بھی ہے، کہا جاتا ہے کہ اسی لفظ سے تَصَابا مشتق ہے۔

صَبَا يَصْبُو صَبْوَةً وَصُبُوًّا کا معنی ہے کہ وہ جہل اور فتوت کی طرف مائل ہوا۔

صَبِي صَبَاءً: جس کی مثال سَمِعَ سَمَاعًا ہے کا معنی ہے: وہ لڑکوں کے ساتھ کھیلا۔

الصَّبَا: بادِ صبا۔ یہ مشرق سے چلتی ہے، جب رات دن برابر ہوں اور اس کے مقابل کی ہوا کو دَبُور کہتے ہیں، جس کا ذکر مادہ 'د ب ر' میں گزر چکا ہے۔ اس سے فعل صَبَتْ ہے، جس کا معنی ہے بادِ صبا چلی اس کا باب سَمَا ہے۔

ص ح ب - صَحِبَهُ: وہ اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ اس کا مصدر صَحَابَةٌ ہے اور صُحْبَةٌ بھی ہے جس

میں صاد مضموم ہے۔
صَاحِبٌ کی جمع صَحْبٌ ہے۔ اس کی مثال رَاکِبٌ سے رَکْبٌ ہے۔ اور صُحْبَةٌ ہے، جس کی مثال فَارِةٌ اور فُرْهَةٌ ہے اور صِحَابٌ ہے جس کی مثال جَائِعٌ اور جِيَاعٌ ہے، نیز صُحْبَانٌ ہے، جس کی مثال شَابٌّ اور شُبَّانٌ ہے۔
الأَصْحَابُ: ساتھی اور دوست، اس کا واحد صَحْبٌ ہے۔ اس کی مثال فَرْخٌ اور اَفْرَاخٌ ہے۔
الصَّحَابَةُ: (صاد مفتوح) کا معنی اصحاب، صحابی اور ساتھی ہے، یہ دراصل مصدر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس لفظ کے سوا اور کوئی لفظ فاعل سے فَعَالَةٌ کے وزن پر جمع نہیں بنتا۔
اَصْحَابٌ کی جمع اَصَاحِيبٌ ہے۔ ندا کے موقع پر لوگوں کا یہ قول يَا صَاحِ یعنی يَا صاحِبِی: اے میرے دوست یا ساتھی! صرف اس ایک مقام کے علاوہ اور کسی جگہ مضاف کی ترخیم یعنی اس کے آخری حرف کا حذف جائز نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ عربوں سے اسی طرح ترخیم کی صورت میں سنا گیا ہے۔
اَصْحَبَهُ الشَّیْءَ: اس نے کسی چیز کو اس کا ساتھی بنایا۔
اِسْتَصْحَبَهُ الكتاب وغَيْرَهُ: اس نے کتاب وغیرہ اپنے ساتھ رکھ لی۔ ہر وہ چیز جو دوسری چیز کے ساتھ مناسبت یا ملائمت رکھے اسے فَقَدْ اسْتَصْحَبَهُ کہیں گے۔

ص ح ح — الصِّحَّةُ: صحت و تندرستی۔ یہ السُّقْمُ بمعنی بیماری کی ضد ہے۔
قَدْ صَحَّ يَصِحُّ: (صاد مکسور) وہ صحت مند ہوا۔ اِسْتَصَحَّ کا معنی بھی صَحَّ کا ہے۔
صَحَّحَهُ اللّٰهُ تَصْحِيحًا: اللہ نے اسے اچھی یا مکمل صحت عطا کی۔ اس کا اسم فاعل صَحِيحٌ اور صَحَاحٌ (صاد مفتوح) ہے۔
صَحِيحُ الأدِيْمِ اور صَحَاحُهُ دونوں ہم معنی ہیں یعنی غیر مقطوع۔ اَصَحَّ القَوْمُ فَهُمْ مُصِحُّوْنَ: قوم کے مال و اسباب پر کوئی آفت نازل ہوئی اور پھر رفع ہوگئی۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يُوْرِدَنَّ ذُو عَاهَةٍ عَلَى مُصِحٍّ: اور کہا جاتا ہے کہ السَّفَرُ مَصَحَّةٌ: (میم اور صاد مفتوح) یعنی سفر صحت کی جگہ ہے یا تندرستی و صحت کا باعث ہے۔

ص ح ر — الصَّحْرَاءُ: ریگستان۔ یہ غیر منصرف ہے اگر یہ تانیث کی صفت نہ ہو اور اس میں لزوم تانیث نہ ہو مثلاً: بُشْرَى تو

کہہ سکتے ہیں کہ صَحْرَاء وَاسِعَةٌ یعنی ریگستان بڑا وسیع ہے۔ لیکن صَحْرَاءَةٌ نہیں کہہ سکتے۔ اس طرح سے یہ تانیث در تانیث والا معاملہ ہو جائے گا۔ اس کی جمع الصَّحَارَی: جس میں راء مفتوح ہے، اور الصَّحْرَاوَاتُ ہے۔ اور اسی طرح فعلاء کے وزن پر ہر اسم کی جمع ہوگی جب کہ وہ اَفْعَلُ کی تانیث نہ ہو، مثلاً: عَذْرَاءَ، خَبْرَاءَ اور ورقاءَ جو کسی مرد کا نام ہے۔ اور بعض عرب اسے الصَّحَارِی (راء مکسور) کہتے ہیں اور یہ دراصل صَحَارٍ ہے۔ اس کی مثال جَوَارٍ ہے۔

اَصْحَرَ الرَّجُل: آدمی صحراء کی طرف چلا گیا۔

ص ح ف – الصَّحْفَةُ، القَصْعَةُ کی طرح۔ اس کی جمع صِحَافٌ ہے۔ بمعنی پیالہ، کاب، الکسائی کا قول ہے کہ سب سے بڑا پیالہ الجَفْنَةُ ہے اس کے بعد یعنی اس سے چھوٹا القَصْعَة ہے۔ جس میں دس آدمی سیر ہو کر کھانا کھائیں۔ اس سے چھوٹا الصَّحْفَةُ ہے، جس سے پانچ آدمی پیٹ بھر کے کھائیں۔ پھر اس سے چھوٹا المِئْكَلَةُ ہے جس میں دو یا تین آدمی سیر ہو کر کھانا کھا سکیں۔ پھر اس سے چھوٹا پیالہ الصُّحَيْفَة ہے جس میں صرف ایک آدمی کے سیر ہو کر کھانے کی گنجائش ہوتی ہے۔

الصَّحِيْفَةُ: کتاب، اس کی جمع صُحُفٌ اور صَحَائِفُ ہے۔

المِصْحَفُ: (میم مضموم اور مکسور) اصلاً میم مضموم ہے۔ کیونکہ وہ اُصْحِفُ سے مشتق یا ماخوذ ہے یعنی جس میں صحیفے جمع کئے گئے۔

ص ح ن – صَحْنُ الدَّار: گھر کا وسط۔

الصِّحْنَاء (صاد مکسور) مچھلی کا سالن، اس لفظ میں الف ممدود بھی ہے اور مقصور بھی، البتہ الصِّحْنَاءَةُ زیادہ مخصوص ہے۔

ص ح ا – صَحَامِنْ سُكْرٍ: وہ نشے کی حالت میں سے ہوش میں آیا۔ اس کا باب عدا ہے اور اسم فاعل صَاحٍ ہے۔

الصَّحْوُ: کا معنی بادلوں کا چھٹ جانا بھی ہے۔

اليَوْمُ صَاحٍ: آج کا موسم صاف ہے۔

اَصْحَتِ السَّمَاءُ: آسمان پر سے بادل چھٹ گئے۔ صاف آسمان کو مُصْحِيَةٌ کہتے ہیں۔ الکسائی کا قول ہے کہ ان معنوں میں یہ لفظ صَحْوٌ ہے، اسے مُصْحِيَةٌ نہیں کہنا چاہیے۔

اَصْحَيْنَا: آسمان ہمارے لئے صاف ہو گیا۔

ص خ خ – الصَّاخَّةُ: چیخ، جس کی

شدت آواز نے کان بہرے کردیے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اس وجہ سے قیامت کا نام الصَّاخَّةُ رکھا گیا ہے۔

ص خ ر – الصَّخْرُ: بڑے پتھر۔ چٹانیں۔ انہیں الصُّخُوْرُ کہتے ہیں۔ صَخَرٌ: (خاء ساکن اور مفتوح) کہا جاتا ہے۔ اس کا واحد صَخْرَةٌ ہے، جس میں خاء ساکن اور مفتوح بھی ہے۔

ص د أ – صَدَأُ الحَدِيْدِ لوہے کا زنگ، اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل صَدِئٌ: زنگ آلود بروزن كَتِف.

ص د ح – صَدَحَ الدِّيْكُ مرغ نے اذان دی۔ والغُرَابُ صَاحَ یعنی کوا بولا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ص د د – صَدَّ عَنْهُ: اس نے اس سے منہ موڑا۔ يَصُدُّ (صاد مضموم) صُدُوْدًا صَدَّهُ: اس نے اسے روکا اور اس سے ہٹایا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اس میں أَصَدَّهُ بھی ایک لہجہ ہے۔

صَدَّ، يَصُدُّ ويَصِدُّ: (صاد مضموم ومکسور) صَدِيْدًا: اس نے شور مچایا۔

الصَّدَدُ: قرب ونزدیکی۔ کہا جاتا ہے کہ دَارِيْ صَدَدَ دَارِهٖ: یعنی میرا گھر اس کے گھر کے نزدیک ہے۔ یہ لفظ اسم ظرف ہونے کے باعث منصوب ہے۔

صَدَّاء: (دال مفتوح اور مشدد، الف ممدود) میٹھے پانی کے ایک کنویں کا نام۔ مثل مشہور ہے: مَاءٌ ولا كَصَدَّاءِ: صدّاء کنویں جیسا میٹھا پانی کہاں، میں نے ابوعلی النحوی سے کہا کہ کیا مضاعف سے فَعْلَاءُ کا وزن ہے، تو اس نے کہا کہ ہاں، بعض لوگ اسے صَدْءَاءُ ہمزہ کے ساتھ بروزن حَمْرَاءُ بولتے ہیں۔ میں نے اس کے متعلق بادیہ میں رہنے والے ایک شخص سے پوچھا جو قبیلہ بنی سُلَيْمٍ کا آدمی تھا، تو اس نے اس لفظ کا ہمزہ سے تلفظ نہیں کیا۔

صَدِيْدُ الجُرْحِ: زخم کی پیپ۔ جس میں خون کی آمیزش ہو۔ پیشتر اس کے پیپ جم جائے یا گاڑھی ہوجائے۔

أَصَدَّ الجُرْحُ: زخم میں پیپ پڑ گئی۔

صَدَاء: دیکھیے بذیل مادہ 'ص د د'.

ص د ر – الصَّدْرُ: سینہ، چھاتی۔ اس کی جمع الصُّدُوْرُ ہے، یہ مذکر ہے البتہ اعشی نے کہا ہے کہ: "كَمَا شَرِقَتْ صَدْرُ القناةِ من الدَّمِ" اس نے لفظ کے معنی پر محمول کرکے اسے مؤنث استعمال کیا ہے۔ کیونکہ صدر القناةِ سے مراد اصل القناة ہے اور وہ مؤنث ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول یا محاورہ ہے کہ ذَهَبَتْ بَعْضُ أَصَابِعِهٖ: کیونکہ لوگ مضاف کے اسم کو مؤنث استعمال کرتے

ہیں۔

صَدْرُ کل شَيْءٍ: ہر چیز کا اول ابتداء یا شروع۔

المَصْدُوْرُ: سینہ کی درد کا مریض۔

الصَّدَرُ: (دال مفتوح) تمہارے اس قول کا اسم کہ: ''صَدَرَ عَنِ الماءِ وعَنِ البِلادِ: بمعنی صدور یعنی صادر ہونا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

اَصْدَرَہُ فَصَدَرَہُ: یعنی اس نے لوٹایا تو وہ لوٹ گیا۔

مصْدَرُ: صادر ہونے کی جگہ، اس سے افعال کے مصادر کی اصطلاح ماخوذ ہے۔

صَادَرَہٗ علٰی کذا: اس نے اس سے فلاں چیز پر اصرار کیا۔

صدَّرَ کِتَابَہٗ تَصْدِیْرًا: اس نے اپنی کتاب کا دیباچہ لکھا۔

صَدَّرَ کا موجودہ معنی برآمد کرنا بھی ہے۔

صَدَّرَہٗ فِي المَجْلِسِ: اس نے اسے صدر مجلس بنایا۔

فَتَصَدَّرَ: تو اس نے صدارت کی۔

ص د ع – الصَّدْعُ: پھٹنا، رخنہ پڑنا، چاق ہونا۔

قَدْ صَدَعَہٗ فانْصَدَعَ: اس نے اسے پھاڑ دیا تو وہ پھٹ گیا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قول خداوندی ہے: وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ: چاق دار زمین کی قسم۔

صَدَعَ بالحَقِّ: اس نے حق بات بلند آواز سے کہی۔ قول خداوندی ہے: فاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ: آپ ﷺ کو جو حکم دیا جاتا ہے اسے علی الاعلان اور بلند آواز سے کہیے۔ الفراء کا قول ہے کہ: فاصْدَعْ بما تُؤْمَرُ سے مراد یہ ہے کہ اپنے دین کو ظاہر کیجئے۔

تَصَدَّعَ القَوْمُ: قوم منتشر ہوگئی یا بکھر گئی۔

الصُّدَاعُ: دردسر۔

صُدِّعَ الرَّجُلُ: آدمی کے سر میں درد ہوا۔ یہ فعل مجہول ہے۔

تَصْدِیْعًا: اس کا مصدر ہے۔

ص د غ – الصُّدْغُ: کن پٹی۔ کن پٹی پر لٹکتے بالوں کو بھی صُدْغ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ صُدْغٌ مُعَقْرَبٌ: خمیدہ بال جو کن پٹی پر لٹکتے ہوں۔

ص د ف – صَدَفَ عَنْہُ: اس نے اس سے منہ موڑا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَصْدَفَہٗ عَنْہُ: اس نے اسے اس سے موڑا۔

صَدَفُ الدُّرَّۃِ: سیپی۔ اس کا واحد صَدَفَۃٌ ہے۔

الصُّدُفُ: (صاد اور دال مفتوح اور مضموم بھی) پہاڑ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے والی

بلند جگہ۔ قول خداوندی کو یوں پڑھا گیا ہے: بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ صَادَقَ فُلَانًا: وہ اچانک فلاں آدمی سے ملا، یا اُس نے اسے پالیا۔

ص د ق – الصِّدْقُ: سچ، الكِذْبُ بمعنی جھوٹ کی ضد۔

قَدْ صَدَقَ فِي الحَدِيْثِ، يَصْدُقُ: اس نے سچ بات کہی اور کہتا ہے۔ يصدُق میں دال مضموم ہے۔ اس کا مصدر صدقًا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: صَدَقَهُ الحَدِيْثَ: اس نے اس سے سچی بات کہی۔

تَصَادَقَا فِي الحَدِيْثِ وفِي المَوَدَّةِ: وہ دونوں بات کے سچے اور دوستی میں مخلص اور سچے ہیں۔

المُصَدِّقُ: وہ شخص جو تمہاری بات کی تصدیق کرے اور وہ جو مال مویشی کی زکوۃ جمع اور وصول کرتا ہو۔

المُتَصَدِّقُ: وہ شخص جو صدقہ دیتا ہو۔

مَرَرْتُ بِرَجُلٍ يَسْأَلُ: میں ایک سوالی یعنی گداگر کے پاس سے گزرا، ان معنوں میں یعنی مانگنے کے معنوں میں يَتَصَدَّقُ نہیں کہیں گے، اگرچہ عام لوگ اسی طرح کہتے ہیں۔ مُتَصَدِّقٌ تو بلاشبہ وہ شخص ہے جو صدقہ وخیرات دیتا ہو، نہ کہ لیتا یا مانگتا ہو۔ قول خداوندی ہے: إِنَّ المُصَّدِّقِيْنَ وَالمُصَّدِّقَاتِ: (صاد مشدّد) یہ لفظ اصل میں المُتَصَدِّقِيْنَ ہے۔ تاء صاد میں بدل گئی اور دوسرے حرف صاد میں اس کا ادغام ہوگیا۔

الصَّدَاقَةُ والمُصَادَقَةُ: دوستی۔ دوست مرد کو صَدِيق کہتے ہیں اور عورت کو صديقة کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَصْدِقاء ہے۔ جمع مذکر ومؤنث کے لئے صَدِيْقٌ کہتے ہیں۔

الصِّدِّيْقُ بروزن السِّكِّيْتُ: ہمیشہ تصدیق کرنے والا۔ اس کا معنی وہ شخص بھی ہے جو اپنے عمل اپنے قول کی تصدیق کرتا ہو۔ هٰذا مِصْدَاق هذا کا معنی ہے کہ یہ بات دوسری بات کی تصدیق کرتی ہے۔

الصَّدَقَةُ: صدقہ خیرات جو فقراء اور مساکین کو دی جاتی ہے۔

الصِّدَاقُ: (صاد مفتوح اور مکسور) عورت کا حق مہر۔ یہی معنی الصَّدُقَة کا بھی ہے۔ یہی لفظ اس قول خداوندی میں ہے: وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً: عورتوں کو ان کے حق مہر برضا ورغبت دے دو۔

الصُّدْقَةُ بروزن الغُرْفَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔

اَصْدَقَ المَرْأَةَ: اس نے عورت کے لئے حق مہر مقرر کیا۔

الصُّنْدُوق: اس کی جمع صَنَادِيْقُ ہے۔

صندوق اور بکس جس میں چیزیں محفوظ رکھی جاتی ہیں۔

ص د م — صَدَمَهُ: اس نے اسے اپنے جسم سے دھکا مارا، یا ٹکرایا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

صَادَمَهُ، تَصَادَمَا اور اصْطَدَمَا: سب کا یہی معنی ہے۔ یعنی وہ دوسرے سے ٹکرایا۔ باہم ٹکرائے اور ٹکر لگ گئی۔ حدیث شریف میں ہے: الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُوْلٰی: بلاشبہ ہر مصیبت اور مشکل کی آخری حد تو صبر ہوتی ہے، لیکن مصیبت کی شدت میں صبر کرنا زیادہ قابل تعریف و ستائش ہوتا ہے۔

ص د ن — الصَّيْدَنَانِيُّ: صیدلی۔ دوا فروش (فارمیسٹ) دواساز۔

ص د ی — الصَّدَی: اُلّو کا عضو خاص، صدائے بازگشت۔ گونج۔

قَدْ اَصْدَی الْجَبَلُ: وہ پہاڑ سے صدائے بازگشت آئی ہے یا پہاڑ گونجا ہے۔

التَّصْدِيَةُ: تالی بجانا۔

تَصَدِّی لَهُ: اس نے تعرض کیا۔ وہ آڑے آیا۔ اور وہ شخص جو دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی نگرانی کر رہا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا اصل تَصَدُّدَ ہے جو الصَّدَدُ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی قرب اور نزدیکی ہے۔ دالوں میں سے ایک دال بدل کر یاء بن گئی یا باء میں مقلوب ہو گئی، جس طرح تَقَضَّضَ اور تَظَنَّنَ سے تَقَضَّی اور تَظَنَّی بن گیا۔

الصَّدَی کا معنی پیاس بھی ہے۔

قَدْ صَدِیَ: اسے پیاس لگی (دال مکسور)

صَدٍ: اس کا اسم فاعل صَدٍ، صَادٍ اور صَدْيَانُ ہے۔

اِمْرَأَةٌ صَدْيَا: پیاسی عورت۔

ص ر ح — الصَّرْحُ: محل اور ہر بلند و بالا عمارت۔ اس کی جمع صُرُوْحٌ ہے۔

الصَّرِيْحُ: واضح اور خالص۔

التَّصْرِيْحُ: التعرض بمعنی آڑے آنے کی ضد ہے یعنی راستہ دینا۔ جانے دینا۔ دل کی بات واضح کرنا۔

صَرَّحَ مَا فِي نَفْسِهٖ تَصْرِيْحًا: اس نے اپنے دل کی بات پوری طرح ظاہر کردی۔

ص ر خ — الصُّرَاخُ: (صاد مضموم) آواز چیخ۔

قَدْ صَرَخَ يَصْرُخُ صَرْخَةً: وہ چیخا۔ يَصْرُخُ میں راء مضموم ہے۔ اصْطَرَخَ کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّصَرُّخُ: جھوٹ موٹ چیخ مارنا۔ کہا جاتا ہے:

التَّصَرُّخُ بالعُطاس حُمُقٌ: چھینک کے ساتھ چیخ مارنے کا تکلف کرنا حماقت

ہے۔

المُصْرِخُ بروزن **المُخْرِجُ**: فریادرسی کرنے والا۔

المُسْتَصْرِخُ: مستغیث۔ کہتے ہیں۔

استصرخہ فاصرخہ: اس نے اس سے مدد مانگی تو اس نے اس کی مدد کی۔

الصَّرِیْخُ: چیخ و پکار کرنے والے کی آواز۔

الصَّارِخُ کا معنی بھی چیخ و پکار کرنے والا ہے، اور مغیث بھی یعنی فریاد سننے والا بھی۔ یہ لفظ بھی کلمات افراد میں سے ہے۔

ص ر خ د — **صَرْخَدٌ**: ایک جگہ کا نام ہے، اشعار میں اس جگہ کی طرف شراب کی نسبت کا ذکر آتا ہے۔

ص ر ر — **الصَّرَّةُ**: (صاد مفتوح) چیخ و پکار۔

الصُّرَّةُ: (صاد مضموم) دراہم رکھنے کے لئے تھیلی۔

صَرَّ الصُّرَّةَ: اس نے تھیلی باندھ لی یا تھیلی کا منہ باندھ لیا۔

صَرَّ النَّاقَةَ، شَدَّ علیها الصِّرَارَ: (صاد مکسور) اس نے اونٹنی کے تھن باندھ دیئے تاکہ اس کا بچہ دودھ نہ پی جائے۔ ان دونوں صیغوں کا باب ردّ ہے۔

الصِّرُّ: (صاد مکسور)۔ ایسی سردی یا کورا جو پودوں اور فصلوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

رَجُلٌ صَرُوْرَةٌ: (صاد مفتوح) **صَارُوْرَةٌ** اور **صَرُوْرِيٌّ** ایسا شخص جس نے ابھی حج نہ کیا ہو۔

امْرَأَةٌ صَرُوْرَةٌ: ایسی عورت جس نے ابھی حج نہ کیا ہو۔

أَصَرَّ عَلَى الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز یا بات پر اصرار کیا۔

صَرَّارُ اللَّیْلِ: (راء مشدد اور مفتوح) جھینگر جو ٹڈی سے تھوڑا سا بڑا ہوتا ہے۔ اور بعض عرب اسے الصدی کا نام دیتے ہیں۔

صَرَّ القَلَمُ والباب: قلم کے چلانے اور دروازے کے سرسرانے کی آواز جسے صریر خامہ اور صریر دروازہ کہتے ہیں۔ اس کا مضارع **یَصِرُّ** (صاد مکسور) ہے اور مصدر **صَرِیْرًا** ہے۔

صَرَّ الجُنْدُبُ: ٹڈی نے آواز نکالی۔

صَرْصَرَ الأَخْطَبُ: شکرے نے آواز نکالی۔ اس کا اسم صرصرۃ ہے۔ گویا انہوں نے ٹڈی کی آواز میں لمبی تان کا اندازہ لگایا۔ اور شکرے کی آواز میں ترجیع یعنی آواز بار بار دھرانا۔ اس لئے انہوں نے **صَرْصَرَ** کا لفظ استعمال کیا۔ اسی طرح **صَرْصَرَ البَازِيُّ** کا معنی ہے 'باز نے آواز نکالی'۔

رِیْحٌ صَرْصَرٌ: سرد ہوا۔ کہا گیا ہے کہ

اس کی اصل صَرَّرَ ہے جس کا معنی سرد ہے۔ اور یہ الصِّرُّ سے مشتق ہے۔ پھر درمیانی راء کو الفعل کے فاء سے بدل دیا۔ اس کی مثال لوگوں کا قول کَبْكَبُوْا ہے۔ جس کی اصل كَبَّبُوْا ہے۔ اور دوسری مثال تَجَفْجَفَ الثوبُ ہے۔ جس کی اصل تَجَفَّفَ ہے۔

ص ر ط- الصِّراط السِّراط اور الزِّرَاطُ: راستہ۔

ص ر ع- صارَعَهُ فَصَرَعَهُ: اس نے اس کے ساتھ مقابلہ کیا تو اسے پچھاڑ دیا۔ اس کا باب تمیم کی لغت یا لہجے میں قَطَعَ ہے، اور بنو قیس کی لغت میں المُجْمَعُ مقابلہ یا لڑائی کی جگہ یا میدان۔

رَجُلٌ صُرَعَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: لوگوں سے لڑنے جھگڑنے والا آدمی۔

الصَّرْعُ: مشہور بیماری مرگی۔

التَّصْرِيْعُ فِي الشِّعْرِ: شعر کی قافیہ بندی یا مصرعہ بندی۔

المِصْرَاعُ الاوّل: پہلا مصرعہ، یہ مِصْرَاعُ الباب: دروازے، کواڑ سے مشتق ہے جو دو ہوتے ہیں۔

ص ر ف- الصَّرْفُ: توبہ، کہا جاتا ہے کہ: لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ: نہ اس کی توبہ قبول ہوگی اور نہ اس سے تاوان یا عوض قبول کیا جائے گا۔ یونس کا قول ہے کہ الصَّرْفُ الحِيْلَةُ: کہ صرف حیلہ ہے۔ اسی لفظ سے لوگوں کا یہ قول مشتق یا ماخوذ ہے کہ اِنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِي الأُمُوْرِ: اور قول خداوندی ہے: فَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا:

صَرْفُ الدَّهْرِ: حوادث۔

شَرَابٌ صِرْفٌ: خالص شراب۔ بغیر کسی ملاوٹ کے۔

صَرِيْفُ البَكْرَةِ: پانی کھینچتے وقت چرخی سے جو آواز نکلتی ہے۔

وَقَدْ صَرَفَتْ: چرخی میں سے آواز نکلی۔ اس کا مضارع تَصْرِفُ ہے (راء مکسور) اور مصدر صَرِيْفًا ہے۔ اسی طرح صَرِيْفُ الباب دروازے کے کھولنے اور بند کرنے کے وقت کی آواز اور نَابِ البَعِيْرِ: اونٹ کے بلبلانے کی آواز۔

الصَّيْرَفِي الصَّراف: صرّاف، کرنسی کی تجارت کرنے والا۔

قَوْمٌ صَيَارِفَةٌ: کرنسی کا کاروبار کرنے والے لوگ۔ صیارفة کی ۃ نسبتی ہے۔

الصَّيَارِيْفُ کا لفظ اشعار میں بھی استعمال ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: صَرَفْتُ الدَّرَاهِمَ بالدَّنَانِيْرِ: میں نے درہموں کے بدلے دینار لئے۔

بَيْنَ الدرهمين صَرْفٌ: دو درہموں کے درمیان میں تبادلہ ہوتا ہے کیونکہ بعض

درہم دوسروں سے چاندی میں زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ طَلَبَ صَرْفَ الحَدِيْثِ: ابوعبید نے کہا کہ صرف حدیث بات کو بات بڑھا کر زینت دینا ہے۔

صَرَفْتُ الرَّجُلَ عَنِّي: میں نے آدمی کو اپنی طرف سے ٹال دیا یا ہٹا دیا۔

فَانْصَرَفَ: تو وہ چلا گیا۔ المُنْصَرَفُ کا معنی مکان اور مصدر و ماخذ بھی ہے۔

صَرَفَ الصِّبْيَانَ: اس نے بچوں کی کایا پلٹ دی۔

صَرَفَ اللّٰهُ عنک الاذیٰ: اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیف دور کر دے، پانچوں صیغوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

صَرَّفَهُ فِي أَمْرِهِ: اس نے اسے اس کے معاملے میں اختیار دے دیا۔

فَتَصَرَّفَ: تو اس نے اختیار استعمال کر لیا۔

استصرفتُ اللّٰهَ المَكَارِهَ: میں نے اللہ تعالیٰ سے تکلیفوں کو ہٹانے کی دعا کی۔

ص ر م — صَرَمَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو کاٹ دیا۔

صَرَمَ الرَّجُلَ: اس نے آدمی سے بات چیت ختم کر دی۔ اس کا اسم الصُّرْمُ (صاد مضموم) ہے۔

صَرَمَ النَّخلَ: اس نے کھجور کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ ان تینوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

أَصْرَمَ النَّخلُ: کھجور کے درخت کو اکھاڑنے کا وقت آ گیا۔

الْاِنْصِرَامُ: انقطاع۔

التَّصَارُمُ: ایک دوسرے سے تعلق توڑنا۔

التَّصَرُّمُ: باہم تعلق کا ٹوٹ جانا۔

الصَّرْمُ: فارسی کے لفظ چرم کا معرب بمعنی کھال۔

الصَّرَامُ: (صاد مفتوح اور مکسور) کھجور کے درخت کا اکھاڑنا۔

الصَّارِمُ: تلوار۔ کاٹنے والی تلوار۔

رَجُلٌ صَارِمٌ: بہادر انسان۔

قَدْ صَرُمَ: وہ بہادر بن گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

الصَّرِيْمُ: تاریک رات۔ الصَّرِيْمُ کا معنی صبح بھی ہے۔ یہ لفظ بھی کلمات اضداد میں سے ہے۔

الصَّرِيم کا معنی اکھیڑا ہوا اور کٹا ہوا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ: یعنی جل کر سیاہ ہو گئیں۔

الصَّرِيْمَةُ: کسی چیز پر عزیمت کرنا۔

ص ر ی — صَرَّى الشَّاةَ: اس نے کئی روز تک بکری کا دودھ نہیں دوہا تا کہ اس کے تھنوں میں دودھ جمع رہے۔ ایسی بکری کو مُصَرَّاةٌ کہتے ہیں۔

الصَّارِی: ملّاح۔

ص ع ب — الصَّعْبُ بخت۔ الزَّلُوْلُ: نرم، مطیع وفرماں بردار۔ اِمْرَأَۃٌ صَعْبَۃٌ: سخت عورت۔ الْمُصْعَبُ: سانڈ۔ اَصْعَبْتُ الْجَمَلَ فَهُوَ مُصْعَبٌ: جب تم اونٹ کو یونہی چھوڑے رکھو نہ اس پر سواری کرو اور نہ ہی اسے رسی چھوئے تو ایسے اونٹ کو مُصْعَبٌ کہتے ہیں۔ صَعُبَ الْأَمْرُ: معاملہ مشکل ہو گیا۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔ اِسْتَصْعَبَ کا بھی معنی بھی یہی ہے۔

ص ع د — صَعِدَ فِي السُّلَّمِ (عین مکسور) سیڑھی پر چڑھا۔ اس کا مصدر صُعُوْدًا ہے۔ صَعَّدَ فِي الْجَبَلِ أَوْ عَلَى الْجَبَلِ تَصْعِيْدًا: وہ پہاڑ پر چڑھا۔ ابوزید کا قول ہے کہ لوگ ان معنوں میں صَعِدَ بغیر عین کی تشدید کے نہیں جانتے تھے۔ اور اخفش کا قول ہے کہ اَصْعَدَ فِي الْأَرْضِ کا معنی ہے کہ وہ گیا اور چلا۔ اَصْعَدَ فِي الْوَادِيْ اور صَعَّدَ فِيْهِ تَصْعِيْدًا کا معنی ہے وہ وادی میں داخل ہوا یا وادی میں اترا۔ عَذَابٌ صَعَدٌ: (صاد اور عین دونوں مفتوح) سخت عذاب۔ الصَّعُوْدُ: چڑھنا۔ الْهُبُوْطُ بمعنی نیچے اترنے کی ضد ہے۔

الصَّعِيْدُ: مٹی۔ ثعلب کا قول ہے کہ اس کا معنی زمین کی سطح ہے۔ بقول خداوندی: فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا۔ صَعِيْدِ مِصْرَ: مصر کی ایک جگہ کا نام۔ الصَّعْدَۃُ: سیدھا نیزہ، جو سیدھا ہی اگا ہوا ہو اور جسے سیدھا کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ الصُّعَدَاءُ: (صاد مضموم اور الف ممدود) لمبا سانس کھینچا۔

ص ع ر — الصَّعَرُ: (صاد اور عین دونوں مفتوح) گلے پھلانا یا پھولنا۔ قَدْ صَعَّرَ خَدَّهٗ: اس نے اپنے گلے پھلا دیئے۔ اس کا مصدر تَصْعِيْرًا ہے۔ صَاعَرَهٗ: اس نے اسے یعنی گلے کو تکبر و نخوت سے ٹیڑھا کیا یا پھلایا، یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ: لوگوں کیلئے اپنے گلے نہ پھلاؤ۔

ص ع ق — الصَّاعِقَۃُ: بجلی۔ شدید کڑک کے ساتھ آسمان سے اترنے والی آگ کہا جاتا ہے کہ صَعَقَتْهُمُ السَّمَاءُ: ان پر آسمان سے بجلی گری۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ الصَّاعِقَۃُ کا معنی عذاب کی چیخ اور کرخت آواز بھی ہے۔ صَعِقَ الرَّجُلُ: (عین مکسور) صَعْقًا: آدمی پر غشی طاری ہوگئی۔ اس کا مصدر تَصْعَاقًا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے:

"فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْض" آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے اس پر غشی طاری ہو جائے گی۔ یعنی ہر چیز مرجائے گی۔

ص ع ل ک — الصُّعْلُوْکُ: فقیر و نادار۔

التَّصَعْلُکُ: ناداری وفقیری۔

ص ع ا — الصَّعْوَہ: پرندہ ممولا۔ اس کی جمع صَعْوٌ اور صِعَاءٌ ہے۔

ص غ ر — الصِّغَرُ: چھوٹا پن۔

الکِبَرُ: بمعنی بڑائی کی ضد۔

قَدْ صَغُرَ: (غین مضموم) وہ چھوٹا ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل صَغِیْرٌ اور صُغَارٌ (صاد مضموم) ہے۔

اَصْغَرَہُ غَیْرُہُ: کسی اور نے اسے چھوٹا بنادیا یا اسے حقیر بنادیا۔

اِسْتَصْغَرَہُ: اس نے اسے چھوٹا یا حقیر جانا یا سمجھا۔ شعر میں الصَّغِیْرُ کی جمع صُغَرَاء کے وزن پر بنائی گئی ہے۔

الصُّغْرٰی: چھوٹی۔ اَصْغَرُ کی مؤنث۔ اس کی جمع الصُّغَرُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ نِسْوَۃ صُغَرٌ نہیں کہا جاتا اور نہ ہی قَوْمٌ اَصَاغِرُ کہا جاتا ہے۔ صرف الف لام کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ اس نے مزید کہا کہ ہم نے عربوں کو الأَصَاغِرُ کہتے سنا ہے۔ اگر تم چاہو تو الأصْغَرُوْن کہہ سکتے ہو۔

الصَّغَارُ: ذلت ورسوائی۔ اسی طرح الصُّغْرُ کا معنی ہے۔

قَدْ صَغِرَ الرَّجُلُ: آدمی بے عزت ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل صَاغِرٌ یعنی ذلیل ہے۔ الصَّاغِرُ کا معنی بھی وہ شخص ہے جو ذلت اور رسوائی پر راضی ہو گیا ہو۔

ص غ ا — صَغَا: وہ جھکا۔ اس کا باب عَدَا سَمَاء رَقِي صَدِيَ اور صُغِيًّا بھی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قول خداوندی میں یہی لفظ آیا ہے: "فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا" تو تمہارے دونوں کے دل جھک گئے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: "وَلِتَصْغٰی اِلَیْہِ اَفْئِدَۃُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالآخِرَۃ."

اَصْغٰی اِلَیْہِ: اس نے اس کی طرف کان دھرا۔

اَصْغَی الإِنَاءَ: اس نے برتن جھکایا۔

ص ف ح — صَفْحُ الشَّيْءِ: چیز کا کنارہ یا طرف۔

صَفْحُ الجَبَلِ: سُفح کی طرح ہے۔ بمعنی پہاڑ کی جانب۔

صَفْحَۃُ کل شَيْءٍ: ہر چیز کا کنارا۔

صَفَائِحُ البَابِ: دروازے کی چادریں۔ شیٹیں یا تختے۔

صَفَحَ عَنْهُ: اس نے اپنے جرم یا گناہ سے منہ موڑ لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
ضَرَبَ عَنْهُ صَفْحًا: اس نے اس سے منہ موڑا اور اسے چھوڑ دیا۔
تَصَفَّحَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو خوب غور سے دیکھا۔ الْمُصَافَحَةُ: ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا، یعنی ہاتھ ملانا۔
التَّصَافُحُ: ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا۔
الْمُصْفَحُ بروزن الْمُصْحَف: جھکا ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: ”قَلْبُ الْمُؤْمِنِ مُصْفَحٌ عَلَى الحق“ مؤمن کا دل حق پر جھکا ہوتا ہے۔
التَّصْفِيحُ مثل التَّصْفِيْنُ: تالی بجانا۔ ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ”التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيحُ لِلنِّسَا“ نماز میں امام کی غلطی پر اسے متنبہ کرنے کے لئے مردوں کے لئے سبحان اللہ کہنا ہے اور عورتوں کیلئے تالی یعنی ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ روایت ہے کہ التصفیح کی بجائے التصفیق کا لفظ بھی آیا ہے۔

ص ف د - صَفَدَهُ: اس نے اسے باندھ لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور اسی طرح صَفَّدَهُ تَصْفِيدًا اس نے اسے اچھی طرح باندھ لیا۔
الصَّفَدُ: (صاد اور فاء دونوں مفتوح) اور الصِّفَادُ: (صاد مکسور) ہتھکڑی۔ زنجیر، بیڑی جس سے قیدی کو باندھا جاتا ہے۔
الأَصْفَاد: بیڑیاں۔ اس کا واحد صفدَ ہے۔

ص ف ر - الصُّفْرَةُ: زرد رنگ۔
قَدْ اصْفَرَّ الشَّیْءُ: چیز کا رنگ زرد ہو گیا یا پیلا پڑ گیا۔
اِصْفَارَّ وصَفَّرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پیلا کر دیا۔ اس کا مصدر تَصْفِيرًا ہے۔
اَهْلَكَ النِّسَآءَ الأَصْفَرانِ، الذَّهَبُ والزعفران عورتوں کو دو زرد چیزوں نے ہلاک کر دیا۔ ایک سونے نے اور دوسرا زعفران نے۔ کہا گیا ہے کہ الوَرْسُ والزَّعْفَرانُ: یعنی سونے کے بدلے ورس نے۔ ورس ایک گھاس ہے جس سے رنگائی کا کام لیا جاتا ہے۔
بَنُوا الأَصْفَرِ: رومی لوگ۔ عربوں نے سیاہ رنگ کے لوگوں کو بھی اَصْفَر کہا ہے۔
الصُّفْرُ: (صاد مضموم) تانبہ جس سے برتن بنائے جاتے ہیں۔ ابوعبید نے اسے صاد مکسور سے کہا ہے۔
الصِّفْرُ: صفر (صاد مکسور) خالی۔ کہا جاتا ہے کہ بَيْتٌ صِفْرٌ من المَتاع سامان سے خالی گھر اور رَجُلٌ صِفْرُ الْيَدَيْنِ: خالی ہاتھ آدمی۔ حدیث شریف میں ہے:
إِنَّ اَصْفَرَ الْبُيُوْتِ من الخَيْرِ

الْبَيْتُ الصُّفْرُ مِنْ كِتَابِ اللّٰہ: بے شک خیر سے خالی وہ گھر ہے جو گھر قرآن کریم سے خالی ہو۔ یعنی جس گھر میں قرآن نہ ہو۔

قَدْ صَفِرَ: وہ خالی ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل صَفِرٌ ہے۔

أَصْفَرَ الرَّجُلُ: آدمی نادار ہو گیا۔

مُصْفِرٌ: نادار و فقیر۔

صَفَرٌ: محرم کے بعد کا قمری اسلامی مہینہ۔ اس کی جمع أَصْفَار ہے۔ ابن درید کا قول ہے: الصَّفَرَانِ: سال کے دو مہینے۔ اسلام میں ان دو مہینوں میں سے ایک کا نام محرم رکھا گیا۔

الصَّفَرُ: (صاد اور فاء دونوں مفتوح) عربوں کا خیال ہے کہ یہ ایک سانپ ہے جو انسان کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ جو بھوک کے باعث انسان کو کاٹتا ہے۔

اللَّدغ: یعنی ڈس، جو سانپ کے بھوک کی وجہ سے کاٹنے سے انسان محسوس کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ" نہ صفر کی کوئی حقیقت و اہمیت ہے نہ ھامَہ کی۔

صَفَرَ الطَّائِرُ: پرندہ چہچہاتا ہے۔ اس کا مصدر صَفِيرًا ہے۔

الصُّفَارِيَةُ بروزن الغرابية: ایک پرندہ۔

ص ف ع۔ الصَّفْعُ: تھپڑ یا دَھپا۔ نو دخیل: اجنبی کلمہ۔

الرَّجُلُ صَفْعَانٌ: جسے بہت زیادہ تھپڑ مارے جائیں۔

ص ف ف۔ الصَّفُّ: صف، قطار۔ اس کی جمع الصُّفُوف ہے۔

صَافُّوهُمْ فِي القتال: انہوں نے لڑائی میں صف بندی کی۔

المَصَفُّ: لڑائی کی جگہ، اس کی جمع المَصَافُّ ہے

صُفَّةُ الدَّارِ: گھر کا چبوترہ۔ اس کی جمع الصُّفَفُ ہے۔

صَفَّ القَوْمَ: اس نے قوم کی صف بندی کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

فَاصْطَفُّوا: تو قوم یا لوگ صف بند ہو گئے۔

صَفَّتِ الإبلُ قَوَائِمَهَا: اونٹ نے اپنی ٹانگیں ایک قطار میں کیں۔

فَهِيَ صَافَّةٌ رصَوَافّ: تو وہ ایک قطار میں ہو گئیں۔

الصَّفْصَفُ: ہموار زمین۔

الصَّفصَاف: اختلاف پیدا ہونا۔

ص ف ق۔ الصَّفْقُ: دھپا۔ دھول جس کی آواز سنائی دے۔ اسی طرح تَصْفِيقٌ: آواز پیدا کرنا۔ اسی سے التصفیق بالید: تالی بجانا مشتق ہے۔ یعنی ہاتھ

پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کرنا۔

صَفَقَ لَهُ بِالْبَيْعِ وَالْبَيْعَةِ: اس نے لین دین اور بیعت کے لئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: رَبِحَتْ صَفْقَتُكَ: تیرا سودا کرنا یعنی لین دین یا خریداری کامیاب رہی۔

صَفْقَةٌ رَابِحَةٌ: نفع بخش سودا۔ یا لین دین۔ خرید وفروخت۔

صَفْقَةٌ خَاسِرَةٌ: گھاٹے کا سودا۔

صَفَقَ الْبَابَ: اس نے دروازہ بند کیا۔ اصفقهٔ کا بھی یہی معنی ہے۔

الرِّيحُ تَصْفِقُ الْاشجَارَ فتصْطَفِقُ: ہوا درختوں کو ہلا دیتی ہے تو وہ ہلتے ہیں۔

ثَوْبٌ صَفِيقٌ وَوَجْهٌ صَفِيقٌ: موٹا کپڑا اور بے حیا انسان۔

الصَّفَاقَةُ: بھدا پن۔ بے شرمی۔

تَصْفِيقَ الشَّرَابِ: شراب کا ایک برتن سے دوسرے میں انڈیلنا۔

ص ف ن – الصُّفْنُ: (صاد مضموم) چرواہے کا تھیلا، جس میں اس کا کھانا، چقماق اور دوسری ضرورت کی چیزیں ہوتی ہیں۔

الصَّافِنُ مِنَ الْخَيْلِ: تین ٹانگوں پر کھڑا ہونے والا گھوڑا یعنی چوتھی ٹانگ اوپر اٹھا کر۔

قَدْ صَفَنَ الفَرَسُ: گھوڑے تین ٹانگوں پر کھڑا ہو۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

الصَّافِنُ: جو دو ٹانگیں اُٹھائے۔ اس کی جمع صُفُونٌ ہے۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔

صِفِّيْنُ: ایک مقام جہاں مشہور جنگ صفین واقع ہوئی۔

صِفَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ص ف'.

ص ف ا – الصَّفَاءُ: (الف ممدود) صفائی۔

الكَدَر: غلاظت کی ضد۔

قَدْ صَفَا الشَّرَابُ: شراب خالص اور صاف ہے۔ اس کا مضارع يَصْفُو اور مصدر صَفَاء ہے۔ صَفَّاهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے اسے صاف کیا۔ اس کا مصدر تَصْفِيَةٌ ہے۔

صَفْوَةُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا خالص ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ مُحَمَّدٌ صَفْوَةُ اللهِ مِنْ خَلْقِهِ: محمد ﷺ مخلوق خدا میں سے اللہ کے خالص بندے ہیں۔

مُصْطَفَاهُ: اس کے چنے ہوئے خالص بندے۔ بقول ابوعبیدہ: کہا جاتا ہے کہ لَهُ صِفْوَةُ مَالِي: (صِفْوَة کی تین حرکات کے ساتھ) اس کے لئے میرا خالص مال ہے۔ جب صفوة سے ة کو ہٹا لیا جائے تو

باقی صرف صَفْوُ المال رہ جاتا ہے۔

اس میں صاد مفتوح ہے۔

الصَّفَاةُ: ملائم چٹان۔ اس کی جمع صفًا (الف مضموم) ہے۔

اَصْفَاءٌ اور صُفِيٌّ بروزن فُعُوْلٌ ہے۔

الصَّفْوَاء: پتھر۔ اسی طرح الصَّفْوَان ہے۔ اس کا واحد صَفْوَانَةٌ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ: اس کی مثال چٹان یا پتھر کی سی ہے جس پر مٹی ہو۔

الصَّفَا: مکہ شریف میں مشہور عام جگہ۔

الصَّفَاةُ: شراب صاف کرنے کا پیالہ۔ موجودہ دور میں ریفائنری الصَّفِيُّ

المَصَافِيُّ کا بھی یہی معنی ہے۔

الصَّفِيُّ: تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے رئیس جو حصہ اپنے لئے مخصوص کرے اسے الصَّفِيَّةُ بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع صَفَايَا ہے۔

اَصْفَاهُ الوُدَّ: اس نے اس کے لئے محبت خالص کردی۔ یعنی وہ اس کا مخلص دوست بنا۔

صَافَاهُ اور تَصَافَيَا: وہ ایک دوسرے کے مخلص دوست بنے۔

اصْطَفَاهُ: اس نے اسے چن لیا۔

ص ق ر — الصَّقْرُ: شکرا، جسکے ذریعے شکار کیا جاتا ہے۔ اہل مدینہ کے الصَّقْرُ پکائے ہوئے گاڑھے شیرے کو بھی کہتے ہیں۔

ص ق ع — الصُّقْعُ: (صاد مضموم) جانب، کنارا۔

الصَّقِيْعُ: کورا جو برف کی طرح آسمان سے رات کو گرتا ہے۔

قَدْ صُقِعَتِ الأَرْضُ: زمین پر کورا پڑا ہے۔ زمین کو ایسی حالت میں مَصْقُوْعَةٌ کورازدہ زمین کہتے ہیں۔

ص ق ل — صَقَلَ السَّيْفَ: اس نے تلوار کو صیقل کیا یا پالش کیا۔ یا چلا دی۔ سَقَلَ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا مصدر صَقْلاً ہے یعنی چلا دینا، پالش کرنا یا صیقل کرنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا مصدر صِقَالًا (صاد مکسور) بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل صَاقِلٌ ہے یعنی صیقل گر۔ چلا دینے والا اور پالش کرنے والا۔ اس کی جمع صَقَلَةٌ ہے۔ اس میں صاد اور قاف دونوں مفتوح ہیں۔ بنانے والے کو صَيْقَلٌ کہتے ہیں جس کی جمع الصَّيَاقِلَةُ ہے۔

الصَّيْقَل: تلوار۔

المِصْقَلَةُ: جس سے تلوار وغیرہ کو صیقل کیا جاتا ہے۔

ص ک ک — صَكَّهُ: اس نے اسے مارا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ یہی لفظ اس قول خداوندی میں ہے: ”فَصَكَّتْ وَجْهَهَا“

اس نے اپنا چہرہ پیٹ لیا۔ محاورۃً اس نے اپنا سر پیٹ لیا۔

الصَّکُ: دستاویز۔ یہ لفظ فارسی سے معرّب ہے۔ اس کی جمع اُصُکٌّ، صِکَاکٌ اور صُکُوکٌ ہے۔

ص ل ب—الصُّلْبُ والصَّلِيْبُ: سخت۔ اس کا باب ظرف ہے۔

الصُّلْبُ: کمر میں ریڑھ کی ہڈی۔

صَلَّبَهُ: لام پر تشدید کثرت کے اظہار کیلئے ہے۔ قول خداوندی ہے: "وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوْعِ النَّخْلِ" میں ضرور تمہیں درختوں کے تنوں سے باندھ کر مار ڈالوں گا۔

الصَّلِيْبُ کی جمع صُلُبٌ: (صاد اور لام مضموم)۔ اور صُلْبَانٌ ہے۔

ص ل ج—الصَّوْلَجَان: (لام مفتوح) فارسی سے معرب ہے، اس کا معنی ہاکی یا ٹیڑھے سر والی لاٹھی۔ بطور قاعدہ، کلام عرب میں صاد اور جیم کسی ایک کلمہ میں اکٹھے نہیں آتے، لہٰذا ہر ایسا کلمہ معرب ہوگا۔ اس کی جمع الصَّوَالِجَةُ ہے۔ جس میں لام مکسور ہے۔

ص ل ح—الصَّلَاحُ: بناؤ۔ یہ الفَسَادُ یعنی بگاڑ کی ضد ہے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ الفرّاء نے اس کا ماضی کا صیغہ صَلُحَ (لام مضموم) بھی نقل کیا ہے۔

هٰذَا يَصْلُحُ لَكَ: یہ تمہارے حسب حال ہے۔

الصِّلَاحُ: (صاد مکسور) المُصَالِحَةُ کا مصدر ہے۔ اور اس کا اسم الصُّلْحُ ہے۔ یہ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی۔

قَدِ اصْطَلَحَا تَصَالَحَا اور اصَّالَحَا: (صاد مشدد) سب کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی انہوں نے صلح کی۔ الإِصْلَاحُ: درستی کرنا، بناؤ کرنا۔ یہ الإِفْسَاد: بگاڑ پیدا کرنا کی ضد ہے۔

المَصْلَحَةُ: مصلحت۔ اس کی جمع المَصَالِحُ ہے۔

الاسْتِصْلَاحُ: الاستفساد کی ضد ہے۔ یعنی صلح جوئی۔

ص ل د—حَجَرٌ صَلْدٌ: سخت چکنا پتھر۔

صَلَدَ الزَّنْدُ: چقماق کا پتھر سخت ہوا یعنی ضرب تو لگی لیکن آگ کی چنگاری پیدا نہ ہوئی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

اَصْلَدَ الرَّجُلُ: آدمی کے چقماق کا پتھر سخت ہوا یعنی آدمی ناکام ہوا۔ یا ناکارہ ہوگیا۔ یا آدمی سخت یعنی بخیل اور کنجوس بن گیا۔ یا بے فیض ہوگیا۔

ص ل ع—رَجُلٌ اَصْلَعُ: گنجا آدمی جس کے ماتھے کی طرف سے سر کے بال جھڑ گئے ہوں۔ اس کا باب طرب ہے۔ گنج والی

جگہ کو الصَّلَعَۃُ (لام مفتوح) اور الصُّلْعَۃ بھی کہتے ہیں۔ جو الجُرْعَۃ کے وزن پر ہے۔

ص ل ف – صَلِفَتِ المَرْأۃُ: عورت خاوند سے ناخوش ہوگئی اور خاوند نے اسے ناپسند کیا۔ ایسی عورت کو صَلِفَۃ کہتے ہیں۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ الخلیل کا خیال ہے کہ الصَّلَف کا معنی اپنی حیثیت سے آگے بڑھنا اور ڈینگیں مارنا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر تکبر کرنا ہے، ایسے شخص کو رَجُلٌ صَلِفٌ کہتے ہیں اور اس کے فعل کو قَدْ تَصَلَّفَ کہتے ہیں۔

ص ل ق – الصَّلْق: سخت آواز۔ حدیث شریف میں ہے: "لَیْسَ مِنَّا مَنْ صَلَقَ اَوْ حَلَقَ" حلق اور صلق کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو اپنی آواز اونچی کرے یا مصائب کے وقت حلق یعنی سر کے بال منڈا دے۔ اسے بدراؤ کہتے ہیں۔ الفراء نے کہا کہ سَلَقُوکُمْ بِالسِنَۃٍ میں صَلَقُوکُمْ دو لہجے ہیں۔

الصَّلَائِق: پتلی روٹیاں۔

ص ل ل – الصِّل: (صاد مکسور) سانپ، جس کے ڈسے پر منتر کام نہیں کرتا۔

الصَّلْصَال: مٹی ریت ملا کر گوندھی گئی ہو پھر اسے خشک ہونے پر یَتَصَلْصَلُ کہیں گے اور جب اسے بھٹی میں ڈال کر پکایا جائے تو اسے الفَخَّار کہتے ہیں۔

صَلْصَلَۃُ اللِّجَامِ: لگام کی آواز۔ جب یہ دوہری ہو جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آواز دوہری ہو جائے الازہری کا کہنا ہے کہ لیث نے کہا کہ کہا جاتا ہے صَلَّ اللِّجام: یعنی لگام سے صَلَّ کی آواز آئی۔ یا جب تمہیں اس آواز کے آنے کا وہم یا اندازہ ہو۔ اور جب آواز صل دوبارہ آئے تو تم اسے صَلْصَلَ کہتے ہو۔

تَصَلْصَلَ الحَلْیُ: زیورات کے چھنکنے کی آواز آئی۔

صَلَّ اللَّحْمُ یَصِلُّ: (صاد مکسور) صُلُولاً: گوشت بدبودار ہو گیا چاہے پکا ہوا ہو یا کچا۔ اَصَلَّ کا بھی یہی معنی ہے۔

طِیْنٌ صَلَّالٌ و مِصْلَالٌ: کھنکھناتی مٹی۔ بھٹی میں پکائی ہوئی نئی مٹی کی طرح کی آواز۔

ص ل م – الاصطلام: جڑ سے اکھاڑنا۔ قلع قمع کرنا۔

ص ل ا – الصَّلاۃُ: دعا۔ الصلاۃ مِن اللّٰہ تعالٰی: اللہ تعالیٰ کی رحمت۔ اس کی جمع الصلوات ہے۔ یعنی فرض نماز میں یہ ایسا اسم ہے جو مصدر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے صَلّٰی صَلَاۃ

اس نے نماز ادا کی۔ صلاۃ کی بجائے تَصْلِيَةٌ نہیں کہا جاتا۔

صَلّٰى عَلَى النبى صلّى الله عليه وسلّم: اس نے نبی اکرم ﷺ پر دُرود و سلام پڑھا۔

صَلّٰى العَصَا بالنار: اس نے لاٹھی کو آگ میں ڈال کر نرم کرکے سیدھا کیا۔

المُصَلِّي: پہلے کے بعد آنے والا۔ کہا جاتا ہے کہ صَلّٰى الفَرَسُ: گھوڑا دوڑ میں دوسرے نمبر پر آیا کیونکہ اس کا سر اول آنے والے کی دم کی جگہ ہوتا ہے۔

الصَّلَايَةُ: سِل بٹا۔ جس پر دواء یا اور چیز کوٹتے ہیں۔ اس میں لام مشدّد نہیں ہے۔

الصلاءة: (ہمزہ کے ساتھ) کا معنی بھی یہی ہے۔ صَلَيْتُ اللَّحْمَ وغيره: میں نے گوشت وغیرہ پکایا۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "أَنَّهُ أُتِيَ بِشَاةٍ مَصْلِيَةٍ" روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک پکی ہوئی یا بھنی ہوئی بکری لائی گئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صَلَيْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو آگ میں داخل کیا اور اسے آگ بھڑکانے دیا۔ اگر تم نے اسے اس طرح آگ میں ڈالا کہ تم اسے جلانا چاہتے ہو تو تم أَصْلَيْتُهُ کہو گے (شروع میں الف زائد کے ساتھ) اور صَلَّيْتُهُ تَصْلِيَةً کہو گے۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی ہے: "وَيُصَلّٰى سَعِيْرًا" جس نے اسے مشدّد نہیں پڑھا تو گویا اس نے لوگوں کی طرح اسے صَلِيَ فلان النَّارَ: (لام مکسور) يَصْلٰى صَلِيًّا پڑھا جس کا معنی ہے کہ وہ جل گیا۔ قول خداوندی ہے: هُمْ أَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا: وہ اس میں جلنے کے لائق ہیں۔ اصْطَلٰى بالنَّار اور تَصَلّٰى بها کا بھی یہی معنی ہے۔

فُلَانٌ لَا يُصْطَلٰى بنا رہ: فلاں شخص اس کی آگ میں نہیں ڈالے گا۔ اگر وہ بہادر ہوگا تو کوئی اس پر قدرت حاصل نہیں کریگا۔

المَصَالِي: وہ جال جو پرندوں کے شکار کے لئے نصب کئے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ لِلشَّيْطَانِ فُخُوخًا وَمَصَالِيَ: شیطان میں بہت سے جال اور پھندے ہیں، اس کا واحد کا صیغہ مِصْلَاةٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ: ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ یہود کے کنیسے ہیں جو ان کے عبادت خانے ہیں۔

ص م ت — صَمَتَ: وہ خاموش ہوا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے، اس کا مصدر صُمَاتًا (صاد مضموم) ہے۔ أَصْمَتَ کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّصْمِيْتُ: خاموش کرنا اور خموشی بھی۔
رَجُلٌ صِمِّيْتٌ، سِكِّيْتٌ کا ہم وزن اور ہم معنی ہے۔ یعنی خاموش شخص یا خاموشی پسند انسان۔ کہا جاتا ہے کہ مَالَهُ صَامِتٌ وَلَا نَاطِقٌ: نہ اس کے پاس صامت ہے اور نہ ناطق۔ صامت سے مراد سونا چاندی ہے اور ناطق سے مراد اونٹ بکری ہے۔ محاورے کا ترجمہ یہ ہے کہ اس کے پاس نہ نقد ہے نہ جنس یعنی کچھ بھی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مادہ 'ن ط ق' کی ذیل میں بیان کردہ تفسیر سے یہ زیادہ بہتر اور خصوصی تفسیر ہے۔

ص م خ — الصِّمَاخُ: (صاد مکسور) کان چھیدنے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی خود کان ہے۔ سین کے ساتھ سماخ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

ص م د — الصَّمَدُ: سید، سردار کیونکہ ضرورتوں کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صَمَدَهُ اس نے اس کی طرف رجوع کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ یعنی اس نے اس کا قصد کیا۔

ص م ع — الأَصْمَعُ: چھوٹے کانوں والا۔ اس کا مؤنث کا صیغہ صَمْعَاءُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّ ابن عباس رضی اللّٰه عنه كَانَ لَايَرَى بَاْسًا بِاَنْ يُضَحِّى بِالصَّمْعَاءِ: روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کان کٹی بکری کی قربانی میں کچھ حرج نہیں دیکھتے تھے۔ یعنی ان کے نزدیک ایسے جانور کی قربانی درست تھی۔
ثَرِيْدَةٌ مُصَمَّعَةٌ: کوٹا ہوا اور باریک ثرید۔
صَوْمَعَةُ النصارى: نصاریٰ کا گرجا گھر۔ یہ اس مادے سے فوعلة کے وزن پر ہے کیونکہ یہ باریک سر یا کلس والا ہوتا ہے۔

ص م غ — الصَّمْغُ: اس کی جمع صُمُوْغ ہے۔ اور معنی درخت اور درخت کی بہت سی انواع واقسام۔
الصَّمْغُ العَرَبِيُّ: درخت کی گوند یا اس کا ایک ٹکڑا یعنی صَمْغَةٌ.

ص م ل — رَجُلٌ صُمُلٌّ: (صاد اور میم دونوں مضموم اور لام مشدد۔ مضبوط جسمانی ساخت کا آدمی۔

ص م م — صِمَامُ القَارُوْرَةِ: بوتل کا ڈھکن۔ صماء میں صاد مکسور ہے۔
حَجَرٌ أَصَمُّ: بہت زیادہ سخت پتھر۔
الصَّمَّاءُ: بلا۔
فِتْنَةٌ صَمَّاءُ: سخت فتنہ۔
رَجُلٌ أَصَمُّ: کانوں سے بالکل بہرا آدمی۔
وَرَجَبٌ شَهْرُ اللّٰهِ الأَصَمّ: رجب، اللہ تعالیٰ کا بہرا مہینہ۔ خلیل کا قول ہے کہ

اس مہینہ کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس ماہ میں نہ کسی فریادی کی آواز سنی جاتی تھی نہ جنگ کی کوئی حرکت دیکھی جاتی تھی، نہ کسی اسلحے کی کوئی جھنکار سنی جاتی تھی، کیونکہ یہ حرمت والے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے۔ ابو عبید نے کہا کہ اشتمال الصَّمَّاء یعنی پوری طرح لپٹنا یہ ہے کہ انسان اپنے جسم کو اپنے کپڑے سے اس طرح ڈھانپ لے کہ جس طرح بدُّو اعرابی لوگ اپنے آپ کو اپنے کپڑوں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ آدمی اپنی چادر کو دائیں طرف سے بائیں بازو پر موڑ لے اور بائیں کندھے پر ڈالے، پھر دوبارہ اپنی پیٹھ کی طرف سے دائیں بازو کی طرف پھیر لے اور دائیں کندھے پر چادر کو ڈال لے۔ اور دائیں بازو اور کندھے کو ڈھانپ لے۔ ابو عبید نے بیان کیا کہ فقہاء کا قول ہے کہ آدمی اپنے آپ کو صرف ایک کپڑے میں ڈھانپ لے۔ اس کے بغیر اس کے پاس کوئی اور کپڑا نہ ہو۔ پھر وہ اس کپڑے کو ایک کنارے سے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالے تو اس کی شرم گاہ ظاہر ہو۔ جب تم یہ کہو کہ اشْتَمَلَ فُلَانٌ الصَّمَّاء کہ فلاں شخص نے اپنے کو پوری طرح ڈھانپ لیا تو گویا تم نے یہ کہا کہ اس شخص نے اپنے آپ کو اشتمال صمّا کے مشہور و معروف طریقے سے اپنے آپ کو چادر میں لپیٹ لیا۔ کیونکہ الصَّمَّاء بذات خود اشتمال کی ایک قسم ہے۔

صمیم الشَّيْءِ: خالص چیز۔

صَمِيْمُ الحَرِّ وصميم البرد: سخت گرمی اور سخت سردی۔

الصَّمْصَامُ والصَّمْصَامَةُ: مضبوط تلوار جو دوہری نہ ہوتی ہو۔

صَمَّمَ فی السَّيْرِ: وہ چل پڑا۔

اَصَمَّهُ اللّٰهُ فَصَمَّ: (اللہ اسے بہرہ کر دے یا اللہ نے اسے بہرا کیا تو وہ بہرا ہو گیا۔ اس کا مضارع يَصَمُّ (صاد مفتوح) اور مصدر صَمَمًا ہے۔ أَصَمَّ کا معنی صَمَّ بھی ہے یعنی وہ بہرا ہو گیا۔

تَصَامَّ: وہ بہرا بن گیا۔ یعنی وہ بہرا دکھائی دیتا ہے لیکن بہرا ہے نہیں۔

ص م ی — أَصْمَيْتَ الصَّيْدَ: جب تم نے تیر مار کر شکار کو ہلاک کر دیا اور وہ تمہاری نظروں کے سامنے مرا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ”كُلْ مَا اَصْمَيْتَ ودَعْ ما اَنْمَيْتَ“ اس شکار کو کھا جسے تم نے تیر مار کر اپنی نظروں کے سامنے مرتے دیکھا ہو اور اس شکار کو چھوڑ دو جو تیر لگنے کے بعد تمہاری نظروں سے اوجھل کسی اوٹ میں جا مرا ہو۔

ص ن ج — صَنْجَةٌ: ترازو۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ اسے سَنْجَةٌ نہیں کہنا چاہیے۔ (فارسی لفظ سنجیدن بمعنی تولنا

ہے)۔

ص ن د — الصِّنْدِيْدُ: بروزن القِنْدِيْل: سردار، بہادر۔ الصَّنَادِيْدُ: (صاد مفتوح) بلا۔ حسن بصری کا قول ہے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ من صَنَادِيْدِ القَدَر: تقدیر کی بلاؤں سے خدا کی پناہ۔

ص ن د ل — الصَّنْدَلُ: ایک خوشبودار درخت۔

الصَّنْدَلانی، الصَّيْدَلانی: بمعنی دوا ساز کا ایک لہجہ ہے۔

ص ن ر — الصِّنَّارَةُ: (صاد مکسور و نون مشدد) تکلے کا سرا۔

ص ن ع — الصُّنْعُ: (صاد مضموم) بنانا اور کرنا۔ تمہارے اس قول کا مصدر ہے صَنَعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفًا: اس نے اس کے ساتھ بھلائی کی۔ صَنَعَ بِهٖ صَنِيْعًا قَبِيْحًا اَیْ فَعَلَ: اس نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا۔

الصِّنَاعَةُ: (صاد مکسور) کاریگری، کاریگر کا کام اور پیشہ۔

الصَّنْعَةُ: (صاد مفتوح) کاریگری۔ ہنر۔

اِصْطَنَعَ عِنْدَهٗ صَنِيْعَةً: اس نے اس کے پاس کاریگری کا کام کیا۔

اِصْطَنَعَهٗ لِنَفْسِهٖ: اس نے اپنی ذات کے لئے کام کیا، تیار کیا یا بنایا۔

الصَّنِيْعَةُ: احسان، حسن سلوک۔

التَّصَنُّعُ: بناوٹ، تکلف۔

تَصَنَّعَتِ المَرْاَةُ: عورت نے اپنا بناؤ سنگار کیا۔

المُصَانَعَةُ: رشوت۔ مثل مشہور ہے کہ: مَنْ صَانَعَ بِالمَالِ لم يَحْتَشِمْ من طَلَبِ الحَاجَةِ: جس نے مال کی رشوت دی وہ اپنی حاجت طلبی پر کبھی شرمندہ نہ ہوا۔

المَصْنَعَةُ: (میم مفتوح، نون مضموم و مفتوح) حوض کی طرح جس میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے۔

المَصَانِعُ: قلعے۔ کارخانے۔ صَنْعَاء: یمن کا ایک شہر۔ اس سے صفت نسبتی صَنْعانِی ہے۔ لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔

ص ن ف — الصِّنْفُ: قسم، نوع۔ صاد مفتوح بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

تَصْنِيْفُ الشَّیْءِ: کسی چیز کو دو حصوں میں تقسیم کر دینا۔ ایک سے دوسری چیز میں تمیز کرنا۔ (موجودہ دور میں لکھنا)۔

ص ن م — الصَّنَمُ: بت، مورتی۔ اس کی جمع اَصْنَام ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ شمن کا معرب ہے۔ جس کا معنی بت ہے۔

ص ن ن — الصِّنّ: مہینے کے آخری سات دنوں میں سے پہلا دن۔

الصُّنَان: بغل گند۔

قَدْ اَصَنَّ الرَّجُلُ: آدمی کو بغل گند ہوئی ہے۔

صِنبر: دیکھیے بذیل مادہ ص ب ر۔

ص ن ا: جب کسی ایک جڑ سے دو یا تین کھجور کے درخت اُگ آئیں۔ تو ان میں ہر درخت صِنْوٌ ہوگا اور دو صِنْوَان ہوں گے اور اس کی جمع صِنْوَانٌ اور أَصْنَاء ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی لفظ اس قول خداوندی میں ہے: صِنْوانٌ وغَیْرُ صِنْوَانٍ: حدیث شریف میں ہے: عَمُّ الرَّجُل صِنْوُ أَبِیْهِ: کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی ضو ہوتا ہے۔

ص ہ ر- الأَصْهَار: سسرال۔ بقول خلیل۔ بعض عرب سسر اور بیوی کی دو بہنوں کو بھی سسرال میں شامل کرتے ہیں۔

صَهَرَ الشَّیْءَ فَانْصَهَرَ: اس نے کوئی چیز بھٹی میں ڈال کر پگھلا دی تو وہ پگھل گئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم فاعل صَهِیْرٌ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: یُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُوْنِهِم: ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اسے بھٹی میں ڈال کر پگھلا دیا جائے گا۔

ص ہ ر ج- الصِّهْرِیْجُ: (صاد مکسور) حوض جس میں پانی جمع ہوتا ہے۔ پانی کا ٹینک۔ اس کی جمع صَهَارِیج (صاد مفتوح) ہے۔

ص ہ ل- الصَّهِیْل: گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز۔

قَدْ صَهَلَ یَصْهِلُ: (ہاء مکسور) صَهِیْلًا وصُهَالًا (صاد مضموم) فَرَسٌ صَهَّال: ہنہنانے والا گھوڑا۔

ص ہ- صَهْ: مبنی بر سکون۔ فعل امر کا اسم ہے جس کا معنی ہے "خاموش رہ"۔ جب تم کسی کو چپ کرانا چاہو تو یہ کہتے ہو کہ صَهْ یعنی چپ ہو۔ اگر تم نے یہ کلمہ دھرانا ہو تو اس کے آخر میں تنوین لگائیں گے اور کہیں گے صَهٍ صَهْ. المُبَرِّد نے کہا کہ جب تم صَهٍ یارَجُلُ تنوین کے ساتھ کہیں گے تو تمہاری مراد صرف تعریف اور تنکیر میں فرق کرنا ہوگا، کیونکہ تنوین تنکیر کی علامت ہے۔

ص و ب- الصَّوْبُ: بارش کا برسنا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

الصَّیِّبُ: بارش والے بادل۔

صَابَهُ المَطَرُ: اس پر بارش بری۔

صَابَ السَّهْمُ: تیر نشانے پر لگ گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے، جو أَصَابَ کا ایک لہجہ ہے۔ مثل ہے کہ: مَعَ الخَوَاطِيءِ سَهْمٌ صَائِبٌ: نشانہ چوکنے والے تیروں میں سے کوئی نشانہ پر لگنے والا بھی ہوتا ہے۔

الصَّوْبُ- الصَّوَاب: بمعنی درست کا ایک لہجہ ہے۔

اور الصَّوَاب، الخطاء یعنی غلط کی ضد ہے۔

الْمُصَابُ: مصیبت زدہ۔ یہ اصابَتْهُ مُصِيبَةٌ کا مفعول ہے۔

الْمُصَابُ زخم کو بھی کہتے ہیں۔

رَجُلٌ مُصَابٌ: یعنی ایسا شخص جسے جنون کی شکایت رہی ہو۔

صَوَّبَهُ: اس نے اسے اَصَبْتَ کہا یعنی، تم نے ٹھیک کیا۔

اِسْتَوْصَبَ فِعْلَهُ اور اسْتَصَابَ کا ایک ہی معنی ہے، یعنی اس نے اس کے کام کو ٹھیک قرار دیا۔

الْمُصِيبَةُ: مصیبت، دکھ۔ اس کی جمع

الْمَصَائِب: اس کی اصل وُ ہے۔ اس لحاظ سے اس کی جمع الْمَصَاوِبُ ہوگی، اور اصل یہی ہے۔

الْمَصُوبَةُ بروزن الْمَثُوبَة، الْمُصِيبَةُ کا ایک اور لہجہ ہے۔

الصَّابُ: (باء مخفف) تلخ درخت کی گوند یا نچوڑ۔

ص و ت- الصَّوْتُ: آواز۔ صَاتَ الشَّيْءُ: چیز سے آواز پیدا ہوئی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

صَوَّتَ تَصْوِيتًا کا بھی یہی معنی ہے۔

الصَّائِتُ: چیخنے والا۔ آواز نکالنے والا یا صرف آواز والا۔

رَجُلٌ صَيِّتٌ: (یاء مکسور اور مشدد) وَصَاتٌ: سخت آواز والا آدمی۔ بلند آواز شخص۔

الصِّيتُ: (صاد مکسور) شہرت۔ شہرہ۔ مشہوری۔ ذکر خیر، جو لوگوں میں پھیل جائے۔ اس میں کوئی بری بات یا برائی شامل نہ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ: ذَهَبَ صِيتُهُ فِي النَّاس: لوگوں میں اس کی اچھی شہرت پھیل گئی۔ شاید یہ بھی کہا گیا ہے کہ انْتَشَرَ صَوْتُهُ فِي النَّاس: اس میں صَوْتٌ، صِيتٌ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ص و خ- اَصَاخَ لَهُ: اس نے سنا، یا کان دھرا۔

ص و ر- الصُّوْرُ: ہارن، نرسنگا بگل۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے۔ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ: جس روز صور پھونکا جائے گا۔ الکلبی کا قول ہے کہ: لَا اَدْرِي مَا الصُّوْرُ: میں نہیں جانتا کہ صور کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ صُوَرٌ صُوْرَةٌ کی جمع ہے۔ اس کی مثال بُسْرَةٌ اور بُسْر ہے۔ یعنی قیامت کے دن مردہ روحوں کی صورتوں میں پھونکا جائے گا۔ حضرت حسن بصری نے اس آیت کو یوں پڑھا ہے: يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوَرِ: اس میں واؤ مفتوح ہے۔

الصِّوَرُ: (صاد مکسور) الصُّوَرُ کا ایک لہجہ ہے جو صورۃ کی جمع ہے۔
صَوَّرَهُ تَصْوِيرًا فَتَصَوَّرَ: اس نے اس کا ایک تصور باندھا تو وہ تصور بندھ گیا۔
تَصَوَّرْتُ الشَّيْءَ: میں نے کسی چیز کا خیال یا تصور قائم کیا۔
تَصَوَّرْتُ صُوْرَتَهُ فَتَصَوَّرَ بِي: میں نے اس کا تصور باندھا تو میرے سامنے اس کا تصور قائم ہوگیا۔
التَّصَاوِيْرُ: تصویریں۔ مجسمے۔ صَارَهُ: اس نے اس کو مائل کیا یا جھکایا۔ اس کا باب قَالَ اور بَاعَ ہے۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی ہے: فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ: (صاد مضموم اور مکسور دونوں طرح) اخفش کا قول ہے کہ اس کا معنی وَجِّهْهُنَّ ہے یعنی انہیں اپنی طرف متوجہ کر۔
صَارَ الشَّيْءَ: کا معنی دو بابوں کے تحت قَطَعَهُ اور فَصَلَهُ بھی ہے۔ یعنی اس نے کاٹا اور اس نے جدا کیا۔ جس نے اس لفظ کی یہ تفسیر کی تو انہوں نے آیت میں اس کی تقدیم و تاخیر کو مقدر مانا یعنی فَخُذْ اَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ.
ص و ع—الصَّاعُ: صاع پیمانہ جو چار مُدّ کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَصْوُعٌ ہے۔ تم چاہو تو واو مضموم کو ہمزہ میں بدل سکتے ہو۔
الصُّوَاعُ الصَّاعُ کا ایک اور لہجہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ پانی پینے کا ایک برتن ہے۔
ص و غ—صَاغَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو گھڑ لیا۔ اس سے اسم فاعل صَائِغٌ ہے بمعنی سنار۔ زرگر۔
صَوَّاغٌ اور صَيَّاغٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ صَاغٌ اہل حجاز کا لہجہ ہے۔ اس عمل یا پیشے کو الصِّيَاغَةُ یعنی زرگری کہتے ہیں۔
فُلَانٌ يَصُوْغُ الْكَذِبَ: فلاں شخص جھوٹ گھڑتا ہے۔ یہ بطور استعارہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "كِذْبَةٌ كَذَابَهَا الصَّاغُوْنَ" یہ ایک جھوٹ ہے جسے جھوٹ والوں نے گھڑ لیا ہے۔
ص و ف—الصُّوْفُ: بھیڑ بکری کی اُون۔
الصُّوْفَةُ: ان معنوں کے لئے زیادہ مناسب لفظ ہے۔
ص و ل—صَالَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر دست درازی کی یا حملہ کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اس کا مصدر صَوْلَةٌ ہے۔ محاورہ ہے کہ "رُبَّ قَوْلٍ اَشَدُّ مِنْ صَوْلٍ" زبان کا گھاؤ تلوار کے گھاؤ سے زیادہ گہرا اور سخت ہوتا ہے۔
الْمُصَاوَلَةُ: ایک دوسرے پر حملہ کرنا۔ یہی معنی الصِّيَالُ اور الصِّيَالَةُ کا ہے۔

صَئُولَ الْبَعِيرُ: اونٹ نے حملہ کر دیا۔ (اس کا باب ظرف ہے) یعنی اونٹ لوگوں کو مارنے اور ان پر حملہ آور ہونے لگا۔ ایسے اونٹ کو جَمَلٌ صَؤُولٌ کہتے ہیں۔

صولجان: دیکھئے بذیل مادہ ص ل ج.

ص و م: خلیل کا قول ہے کہ: صوم کا معنی بغیر عمل کے قیام ہے۔ اور الصوم کھانے سے رُکنا ہے۔

قَدْ صَامَ الرَّجُلُ: آدمی نے روزہ رکھا۔ اس کا باب قَالَ ہے، اور مصدر صِيَامًا بھی ہے۔

قَوْمٌ صُوَّمٌ: روزہ دار لوگ۔ صُوَّمٌ میں واؤ مشدد ہے۔ اسے صُيَّمٌ بھی کہتے ہیں۔

رَجُلٌ صَوْمَانٌ: آدمی روزے سے ہے یعنی روزہ رکھے ہوئے ہے۔

صَامَ الْفَرَسُ: گھوڑا بغیر چارہ کھائے کھڑا رہا۔

صَامَ النَّهَارُ: دوپہر ہوگئی اور برابر ہوگئی۔

الصَّوْمُ کا معنی ہوا کا رکنا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: ''اِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا'' حضرت ابن عباسؓ نے اسے صَمْتًا پڑھا ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ ہر شخص جو کھانے سے، بات کرنے سے اور چلنے سے رک جائے وہ صَائِمٌ ہے۔

ص و ن — صَانَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کی حفاظت کی۔ اس کا باب قَالَ ہے، اور مصدر صِيَانًا اور صِيَانَةً ہے۔ اس کی صفت مفعولی مَصُونٌ ہے۔ اسے مَصَانٌ نہیں کہنا چاہئے۔

ثَوْبٌ مَصُونٌ عَلَى النَّقْصِ: کپڑا کسی خرابی سے محفوظ ہے۔

وَمَصُونٌ عَلَى التَّمَامِ: پوری طرح محفوظ۔

جَعَلَ الثَّوْبَ فِي صُوَانِهِ: اس نے کپڑے کو محفوظ رکھا۔ اس میں صاد مضموم بھی ہے اور مکسور بھی۔ صُوَان سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کپڑا محفوظ رکھا جاتا ہے۔

الصَّوَّانُ: صاد مفتوح اور واؤ مشدد۔ ایک قسم کا پتھر۔ اس کا واحد صَوَّانَةٌ ہے۔

الصِّيْنُ: چین، ایک ملک کا نام ہے۔

الصَّوَانِي: چینی برتن۔

ص و ی — الصُّوَى: سنگ میل۔ اس کا واحد صُوَّةٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّ لِلْاِسْلَامِ صُوًى وَمَنَارًا كَمَنَارِ الطَّرِيقِ: بے شک اسلام کے سنگ میل اور روشنی کے مینار ہیں۔ جس طرح راستوں میں روشنی کے منارے ہوتے ہیں۔

ص ي ح — الصِّيَاحُ: آواز۔ قَدْ صَاحَ يَصِيحُ صَيْحًا وَصَيْحَةً وَصِيَاحًا اور صُيَاحًا (صاد مضموم و مکسور) صَيَحَانًا (یاء مفتوح) اس نے آواز نکالی۔

الْمُصَايِحَةُ وَاتِّصَايُحُ: لوگوں کا باہم آوازیں نکالنا۔

الصَّيْحَةُ: عذاب۔

الصَّيْحَانِيُّ: صاد مفتوح اور یاء مشدّد۔ مدینہ شریف کی کھجوروں کی ایک قسم۔

ص ی د – صَادَهُ يَصِيدُهُ ويَصَادُهُ: (صَيدًا اصْطَادَهُ) الصَّيْدُ بھی المَصيدُ: اس نے شکار کیا۔

خَرَجَ فُلَانٌ يَتَصَيَّدُ: فلاں آدمی شکار کرنے نکلا۔

المِصْيَدُ و المِصْيَدَةُ: (میم مکسور) آلہٗ شکار۔

كَلْبٌ صَيُودٌ: شکاری کتا (صاد مفتوح)۔

كِلَابٌ صُيُدٌ: (صاد و یاء دونوں مضموم) شکاری کتے۔ صُيُدٌ کے ساتھ صِيدٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ صَيْدَاء (صاد مفتوح اور الف ممدود) ایک ملک کا نام۔

ص ی ر – صَارَ الشَّيْءُ كَذا: چیز ایسے ہوگئی۔ یا یوں ہوگئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اس کا مصدر صَيْرُورَةٌ بھی ہے۔

صَارَ الَى فُلان مَصِيرًا: وہ اس شخص کی طرف گیا۔ اس کی مثال قول خداوندی ہے۔ "وَالَى اللهِ الْمَصِيرُ" اللہ ہی کی طرف جائے بازگشت ہے، لیکن یہ شاذ ہے۔ قیاس کے مطابق اسے مَعَاش کی طرح مَصَارٌ ہونا چاہئے۔ صَيَّرَهُ كَذا تَصْيِيرًا: اس نے اسے ایسا بنا دیا۔

الصِّيرُ: (صاد مکسور) نمک لگی چھوٹی مچھلی۔

الصِّيرُ کا معنی دروازے کی دراڑ بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "مَنْ نَظَرَ مِنْ صِيرِ بابٍ فَفُقِئَتْ عَينُهُ: جو دروازے کی دَرز سے دیکھے تو اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے، تو اس کا کوئی تاوان نہ ہوگا۔ بقول ابو عبید، اس حدیث شریف کے سوا یہ لفظ ان معنوں میں کہیں نہیں سنا گیا۔

ص ی ص – الصَّيَاصِيُّ: قلعے۔

ص ی ف – الصَّيْفُ: موسم گرما۔ سال کے موسموں میں ایک موسم۔ یہ موسم ربیع الاول کے بعد آتا ہے اور سخت گرمی کا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے: صَيْفٌ صَائِفٌ دوسرا لفظ تاکید معنی کے لئے ہے۔ یعنی سخت گرم موسم۔ اس کی مثال لَيْلٌ لائِلٌ ہے۔

شَيْئٌ صَيْفِيٌّ: موسم گرما کی چیز۔

يَوْمٌ صَائِفٌ: گرم دن۔

لَيْلَةٌ صَائفةٌ: گرم رات۔

عَامَلَهُ مصايفةً: اس نے اس کو موسم گرما کیلئے کام پر رکھا۔ اس کی مثال المُعَاوِمَة اور المُشَاهِرَة اور المُيَاوَمَةُ ہے جس کا معنی سالانہ ماہانہ اور روزانہ بنیاد پر ہے۔

صَافَ بِالمَكَانِ: اس نے مکان میں

موسم گرما میں قیام کیا۔
اَصْطَاف کا معنی بھی یہی ہے یعنی گرمیاں گزاریں۔ گرمائی مقام کو مَصِیْف اور مُصْطَاف کہتے ہیں۔ تَصَنَّف، الصَّیْف سے مشتق ہے۔ اس کی مثال الشِّتَاء سے تَشَتّٰی ہے۔

صَیِّب: دیکھئے بذیل مادہ ص و ب.

صَیِّت: دیکھئے بذیل مادہ ص و ت.

باب الضّاد

ضئزیٰ: دیکھئے بذیل مادہ ض ی ز.

ض أ ل - رَجُلٌ ضَئِیلٌ: کمزور شخص۔ جو کوتاہ جسم اور لاغر ہو۔

قَـدْ ضَـئُلَ: وہ لاغر ہو گیا۔ (فعل مجہول ہے) اس کا باب ظرف ہے۔

ض أ ن - الضَّائِنُ: ماعز یعنی بکری کی ضد بھیڑ۔ اس کی جمع الضَّانُ ہے۔ اور الماعز کی جمع المَعْزُ ہے۔ اس کی مثال رَاکِبٌ کی جمع رَکْبٌ ہے۔ مسافر کی جمع سَفْرٌ ہے۔ ضأن کی مثال حارس کی جمع حَرَسٌ بھی ہے۔ اس کی جمع ضِئِیْنٌ ہے اور اس کی مثال غَازِی سے غَزِیٌّ ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ ضَائِنَۃٌ ہے۔ جس کی جمع ضَوَائِن ہے۔

أضــأَنَ الرَّجُلُ: آدمی کے پاس بہت بھیڑیں ہو گئیں۔

ض ب ب - الضُّبَابُ: اس کا واحد ضَبَابَۃٌ ہے۔ دھوئیں کی طرح زمین پر چھا جانے والے بادل۔ کہا جاتا ہے: أَضَـبَّ یَوْمُنَا: ہمارے لئے آج بادلوں نے زمین ڈھانپ لی۔ أَضَبَّ کی باء مشدد ہے۔

ض ب ث - ضَبَثَ بِالشَّیْءِ: ہتھیلی سے کوئی چیز پکڑ لینا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

مَضَابِثُ الأَسَدِ: شیر کے پنجے۔ حدیث شریف میں ہے:

الخطَایَا بَیْنَ أَضْبَاثِہِمْ: غلطیاں ان کی مٹھیوں میں ہیں۔❶

ض ب ح: بقول ابو عبید: ضَبَحَتِ الخَیْلُ: گھوڑوں نے چلنے، اپنی ٹانگیں یعنی قدم لمبے کئے۔ ابو عبید کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ الضَّبْحُ کا معنی دوڑتے وقت سانس لینا ہے۔ یعنی ہانپنا۔

ض ب ط - ضَبَطَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو بڑی احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

رَجُلٌ ضَابِطٌ: محتاط آدمی۔

ض ب ع - الضَّبُعُ: بجّو۔ اس کی جمع أَضْبَاع ہے۔ اس کی مثال فَرْخ کی جمع أَفْوَاخٌ ہے۔

الضَّـبُـعُ مِـنَ السِّبَاعِ: درندوں میں سے بجّو۔ اسے ضَبُعَۃ نہیں کہنا چاہئے کیونکہ نر بجّو کو ضِبْعَانٌ کہتے ہیں۔ جس کی جمع ضَـبَـاعِـیْـنُ ہے۔ اس کی مثال سِـرْحَـانٌ کی جمع سَـرَاحِیْنُ ہے۔ اور

❶ مکمل متن حدیث یہ ہے: "لَا یَدْعُونِی وَالْخَطَایَا بَیْنَ أَضْبَاثِہِم" مجھے اس حالت میں نہ پکاریں کہ ان کے ہاتھ گناہ آلود ہوں۔ یہ وحی حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی کہ یہ بات بنی اسرائیل سے کہہ دیں۔

مؤنث کا صیغہ ضِبْعَانَةٌ ہے اور اس کی جمع ضِبْعَانَاتٌ ہے۔ ضِبَاعٌ مذکر و مؤنث دونوں کی مشترک جمع ہے۔

الاضطِبَاعُ: بیت اللہ شریف کا طواف کرنے والے کو اس بات کا حکم ہے کہ وہ اپنی چادر یعنی احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے پھیر کر بائیں کندھے پر ڈالے اس طرح کہ اس کا دایاں کندھا تو ننگا رہے لیکن بایاں کندھا ڈھکا رہے۔ اس فعل کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ چادر کو دو بغلوں میں سے ایک بغل کے نیچے سے گزارنے سے اس فعل کی ابتداء کی جاتی ہے۔ اصمعی کے نزدیک اس کا معنی کسی چیز کا بغل میں لینا ہے۔

ض ج ج — أَضَجَّ الْقَوْمُ اضجَاجًا: لوگوں نے شور مچایا اور چیخے۔ اگر انہوں نے کچھ جزع فزع کی اور مغلوب ہو گئے تو کہا جائے گا کہ: ضَجُّوا يَضِجُّوْنَ: (جیم مکسور) ضَجِيجًا۔

الضَّجَّةُ: شور و غوغا، چیخ و پکار۔

ض ج ر — الضَّجَرُ: غم کے مارے قلق۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسکا اسم فاعل ہے ضَجِرٌ

رُجُلٌ ضَجُوْرٌ: رنج و غم کے مارے قلق زدہ شخص۔

اَضْجَرَهُ فُلَانٌ: فلاں شخص نے اسے تنگ کیا۔ اسم مفعول مُضْجَرٌ ہوگا۔

قَوْمٌ مَضَاجِيْرُ و مَضَاجِرُ: دل تنگ لوگ۔ پریشان لوگ۔

ض ج ع — ضَجَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے لیٹنے کے لئے اپنا پہلو زمین پر ٹکایا۔ اس کا باب قطع اور خضع ہے۔ اسم فاعل ضَاجِعٌ ہے۔ اضْطَجَعَ کا بھی یہی معنی ہے۔

اَضْجَعَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پہلو کے بل لٹایا۔

ضِجِيْعُكَ الَّذِيْ يُضَاجِعُكَ: تمہارا ضَجِيْعُ یعنی ساتھ لیٹنے والا وہ ہے جو تمہیں ساتھ لٹائے۔

التَّضْجِيْعُ فِي الْأَمْرِ: کام میں کوتاہی۔

ض ح ح — مَاءٌ ضَحْضَاحٌ: بروزن خَلْخَالٌ: پایاب پانی۔ تھوڑا پانی۔

الضِّحُّ: (ضاد مکسور اور حاء مشدد) سورج یا دھوپ۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَقْعُدَنَّ اَحَدُكُمْ بَيْنَ الضِّحِّ وَالظِّلِّ فَاِنَّهُ مَقْعَدُ الشَّيْطَانِ: تم میں ہرگز کوئی شخص دھوپ اور چھاؤں کے بیچ نہ بیٹھے کیونکہ وہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔

ضَحْضَاحٌ: دیکھئے بذیل مادہ ض ح ح۔

ض ح ک — ضَحِكَ: (حاء مکسور) وہ ہنسا۔ ضَحِكًا: بروزن عَلِمَ وفَهِمَ ولَعِبَ، ضِحِكًا بھی اس کا مصدر ہے۔

جس میں ضاد اور حاء دونوں مکسور ہیں۔
الضَّحْكَةُ: ایک بار کا ہنسنا۔
ضَحِكَ بِہٖ ومِنْهُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے مذاق اُڑایا۔
تَضَاحَكَ الرَّجُلُ واسْتَضْحَكَ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی آدمی بہ تکلف ہنسا۔
أضْحَكَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے ہنسائے۔
رَجُلٌ ضُحَكَةٌ: بے حد اور بہت زیادہ ہنسنے والا۔ ہنسوڑ اس میں حاء مفتوح ہے۔
ضُحْكَةٌ: (حاء ساکن) جس کا تمسخر اڑایا جائے۔
الأُضْحُوكَةُ: لطیفہ ہنسانے والی بات۔
ض ح ل—اضْمَحَلَّ الشَّيْءُ: چیز گئی، إمْضَحَلَّ بنو کلاب کے ہاں اَضْمَحَلَّ کا ایک لہجہ۔ جس میں میم کو مقدم کیا گیا ہے۔
ض ح ا—ضَحْوَةُ النَّهَارِ: سورج طلوع ہونے کے بعد کا وقت پھر اس کے بعد کا وقت الضُّحَا: سورج کے طلوع ہونے کا وقت ہے۔ اس میں الف مصدر ہے اور صیغہ مذکر ومؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ جس نے اسے مؤنث مانا وہ اس طرف گیا کہ یہ ضَحْوَةٌ کی جمع ہے اور جس نے اسے مذکر سمجھا تو وہ اس طرف گیا کہ یہ فُعَلٌ کے وزن پر اسم ہے۔ اس کی مثال صُرَدٌ اور نُغَرٌ ہے۔ اور یہ ظرف غیر ممکن ہے۔ جیسے سَحَرٌ ہے۔ مثلاً: تم کہتے ہو کہ لَقِيْتُهٗ ضُحًا میں اس سے ضحا یعنی چاشت کے وقت ملا۔ اگر تمہاری مراد اس دن کے چاشت کا وقت ہو تو اس حالت میں تم اسے تنوین سے نہ پڑھوگے۔ اس کے بعد کا وقت الضَّحَاء ہے جس میں ضاد مفتوح اور الف ممدود ہے۔ یہ مذکر کا صیغہ ہے۔ یہ کافی دن چڑھے کا وقت ہوتا ہے۔ تم اسے یوں استعمال کر کے کہتے ہو کہ اَقَامَ بِالنَّهَارِ حَتّٰى اَضْحٰى وہ دن کو کھڑا ہوا یہاں تک کافی دن چڑھا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح الصَّبَاح سے اَصْبَحَ فعل بنائیں۔ یہ لفظ حضرت عمرؓ کے قول میں ہے، آپؓ نے فرمایا: يَاعِبَادَ اللّٰهِ اضْحُوْا بِصَلَاةِ الضُّحَا یعنی لَا تُصَلُّوْهَا اِلٰى ارْتِفَاعِ الضُّحَا: اے لوگو! نماز کو چاشت کے وقت پر پڑھا کرو یعنی تب تک نہ پڑھو جب تک دن کافی نہ چڑھے۔
ضَاحِيَةُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا کنارا۔ کہا جاتا ہے کہ هُمْ يَنْزِلُوْنَ الضَّوَاحِي یعنی وہ آبادی سے باہر ظاہر کناروں پر اُترتے ہیں۔ یعنی نواحی علاقوں میں اُترتے ہیں۔
مَكَانٌ ضَاحٍ: ظاہر کھلی جگہ مکان۔
ضَحِيَ لِلشَّمْسِ: (حاء مکسور) ضَحَاءً

(ضاد مفتوح اور الف ممدود) وہ سورج کے سامنے ہوا۔ ضَحَى يَضْحَى بروزن سَعَى يَسْعَى ضَحَاءً (ضاد مفتوح اور الف ممدود) کا بھی یہی معنی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّ ابن عُمَرؓ رایٰ رَجُلًا مُحرِمًا قَدِ اسْتَظَلَّ فَقَالَ أضحِ لِمَنْ اَحْرَمْتُ لَهُ: روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سائے میں بیٹھے دیکھا تو فرمایا کہ جس کے لئے تم نے احرام باندھا ہے اس کے سامنے ہو جا۔ محدثین اسی طرح اسے ہمزہ مفتوح اور حاء مکسور کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ اور یہ أضحى سے مشتق ہے۔ اصمعی کا قول ہے کہ یہ لفظ تو إضْحَ ہے جس میں ہمزہ مکسور ہے اور حاء مفتوح۔ اور یہ ضَحِيَ سے مشتق ہے۔ کیونکہ ابن عمرؓ نے اس شخص کو سائے سے نکل کر باہر کھلی جگہ دھوپ میں آنے کو کہا۔ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: وَأَنَّكَ لَاتَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَى وَاضْحَى فُلَانٌ يَفْعَلُ كَذَا: فلاں شخص ایسا کرنے لگا۔ یہاں یہ بطور فعل ناقص استعمال ہوا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ظَلَّ يَفْعَلُ كَذَا: وہ ایسا کرنے لگا۔

ضَحَّى بِشَاةٍ من الأضحيَةِ: اس نے ایک بکری کی قربانی دی۔ یعنی قربانی کے دن بکری ذبح ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے أُضْحِيَةٌ (ہمزہ مضموم اور مکسور) بمعنی قربانی۔ اس کی جمع أضاحِيُّ اور ضَحِيَّةٌ بروزن فَعِيْلَةٌ ہے۔ اور اس کی جمع ضَحَايَا اور اَضْحَاةٌ ہے۔ اور اس کی جمع أضْحَى ہے جس کی مثال اَرْطَاةٍ کی جمع اَرْطَى ہے۔ اسی نسبت اس کا نام یوم الأضحیٰ پڑا۔ الفَرّاء کا قول ہے کہ الأضحیٰ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ البتہ جس نے اسے مذکر سمجھا اس نے یوم کو پیش نظر رکھا۔

ض خ م — الضَّخْمُ: بھاری، بڑا، دبیز۔ ہر چیز سے بھاری اور موٹا۔ اس کا مؤنث کا صیغہ ضَخْمَةٌ ہے اور جمع ضَخْمَاتٌ ہے جس میں خاء ساکن ہے۔ کیونکہ وہ صفت ہے۔ اگر وہ اسم ہو تو اس صورت میں خاء متحرک ہوگا۔ مثلاً: جَفَنَاتٌ اور نَمَرَاتٌ.

قَدْ ضَخُمَ: وہ بڑا بھاری یا موٹا ہو گیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اس کا مصدر ضِخَمًا بھی ہے جو عِنَب کے وزن پر ہے۔ اس کا اسم فاعل ضَخْمٌ اور ضُخَامٌ (ضاد مضموم) ہے۔

قَوْمٌ ضِخَامٌ: بھاری بھرکم لوگ۔ موٹے لوگ۔ اس میں ضاد مکسور ہے۔

ض د د — الضِّدُّ والضَّدِيْدُ: اس کی جمع اَضْدَادٌ ہے بمعنی مخالف، الٹ کبھی لفظ

ضد جمع کے صیغے کے طور پر استعمال ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی ہے: يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا وَقَدْ ضَادَّهُ مُضَادَّةً وهُمَا مُتَضَادَّان. کہا جاتا ہے کہ لا ضِدَّ لَهُ ولا ضَدِيْدَ لَهُ یعنی لا نظر له ولا كُفء له: ذات باری کی نہ تو نظیر ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر اور برابر۔

ض ر ب – ضَرَبَهُ يَضْرِبُهُ ضَرْبًا: اس نے اسے مارا۔ ضَرَبَ فِي الارض: وہ روئے زمین پر تلاش معاش کے لئے چلا، یا سفر کیا۔ اس کا مصدر ضَرْبًا اور مَضْرَبًا (راء مفتوح) ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اِنَّ فِي الف دِرْهَم مَضْرَبًا: بے شک ہزار درہم پر جزیہ ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً: اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان کی۔

ضَرَبَ الجُرْحُ ضَرَبَانًا: (راء مفتوح) زخم نے مار ماری یا حوادث زمانہ میں مبتلا کر دیا۔

أضْرَبَ عَنْهُ: اس نے اس سے منہ موڑ لیا۔

تَضَارَبَا: ان دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو مارا۔ اضْطَرَبَا کا بھی یہی معنی ہے۔

المَوْجُ يَضْطَرِبُ: لہریں باہم ٹکراتی ہیں۔

اضْطِرَابُ: حرکت، پریشانی۔

اضْطَرَبَ اَمْرُهُ: اس کا معاملہ دگرگوں ہو گیا۔

ضَارَبَهُ فِي المَال: اس نے اس کے ساتھ مال کی مضاربت یعنی شراکت و تجارت کی۔ اور یہ قرض دینا ہے۔

الضَّرْبُ: قسم۔

دِرْهَمٌ ضَرْبٌ: درہم سکہ ہے۔ اپنے مصدری معنوں میں بیان ہوا ہے۔

ض ر ج – تَضَرَّجَ بالدَّم: خون میں لت پت ہو گیا۔

ضَرَّجَهُ اَنْفَهُ بِدَم: اس نے اس کی ناک کو خون آلود کر دیا۔ اس کا مصدر تَضْرِيْجًا ہے یعنی دوسرے کا خون نکالنا۔

ض ر ح – الضَّرْحُ: کنارے کرنا، دور کرنا۔ اس کا باب قطع ہے۔

هُوَ شَيْءٌ مُضْطَرَحٌ: وہ ایک کنارے پھینکی ہوئی چیز ہے۔

الضَّرِيْحُ: دور اور قبر کے وسط میں دراڑ یا رخنہ۔

اور اللّحد: قبر کے کنارے پر دراڑ۔

ضَرَحَ القَبْرَ: اس نے قبر کھودی۔ اس کا باب بھی قطع ہے۔

ض ر ر – الضَّرُّ: نقصان۔

النَّفْعُ: (فائدے) کی ضد ہے۔ اس کا باب ردّ ہے۔

ضَارَّهُ: (راء مشدد) اس نے اسے نقصان دیا۔
ضَــرَّهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم الضَّرَرُ ہے۔
ضُــرَّةُ الـمـرأةِ: عورت کی سوکن۔ یعنی خاوند کی دو بیویوں کا آپس کا رشتہ۔
البأسَاء والضَّرَّاء: سختی۔ یہ دونوں صیغے بغیر مذکر کے مؤنث ہیں۔ یعنی ان کا مذکر کا صیغہ نہیں ہے۔
الضُّرُّ: (ضاد مضموم) کمزوری و بدحالی۔
المَـضَرَّةُ، المنفعة کی ضد۔ نقصان دہ ہونا۔
الضِّرارُ المُضَارَّةُ: سخت نقصان دہ۔
رَجُــلٌ ذُو ضَــارُوْرَةٍ وضَــرُورةٍ: صاحب حاجت۔ یا حاجت مند شخص۔
اضْطُرَّ الى الشَّيْءِ: وہ کسی چیز کا محتاج و مجبور ہوا۔
رَجُلٌ ضَـرِيْرٌ بَيِّنُ الضَّرَارَةِ: اندھا آدمی۔ (ضاد مفتوح ہے)۔
الضَّرَائِرُ: محتاج لوگ۔ ضرورتمند لوگ۔
حدیث شریف میں ہے کہ: لَا تُضَارُّوْنَ فِي رُؤيتِه: بعض اسے لَا تَضَــارُّوْنَ پڑھتے یا کہتے ہیں۔ یعنی کسی کا حق نہ مارو۔

ض ر س — الضِّــرْسُ: داڑھ۔ یہ مذکر ہے، جب تک وہ اس نام سے رہے۔ کیونکہ داڑھوں اور کچلیوں کے سوا باقی سب دانت مؤنث ہیں۔ شاید اس کی جمع ضُرُوْسٌ بھی بتائی جاتی ہے۔ شاعر کا قول ہے جو اپنے اشعار میں چیچڑی کا وصف بیان کرتا ہے:

وَمَــا ذَكَـرٌ فَــان يكـبر فـأنثى
شَـدِيْدُ الأزمِ ليس لـه ضُـرُوْس

"اب کوئی نہیں جو عمر میں بڑا ہونے کے باعث مؤنث بن جائے۔"
(یعنی چیچڑی جس کا نام قُراد ہے اور جو مذکر نام ہے لیکن جب یہ کیڑا بڑا ہوتا ہے تو حَلَمَة کہلاتا ہے جو مؤنث ہے)۔ باوجود داڑھیں نہ ہونے کے یہ بری طرح کاٹتا ہے۔
الضَّــرَسُ (راء مفتوح) الكَلال في الأسْنَانِ: دانتوں کا آم آنا یعنی کھٹا ہو جانا۔

ض ر ط — الضُّرَاطُ: (ضاد مضموم) گوز۔ بادِ شکم کا اخراج۔ قَــدْ ضَـرِطَ يَضْرِطُ ضَرِطًا: (راء مکسور)۔ اس نے ہوا خارج کی، گوز مارا۔
اَضْرَطَهُ غَيْـرُه: کسی اور نے اس سے گوز مروایا۔
ضَرَّطَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ: الأخـذُ سُـرَّيْطٌ والقضـاء ضُرَّيْطٌ: شاید اس مثل کے الفاظ یوں بھی ہیں: الأخـذ سُرَّيطَى والقـضـاء ضُرَّيطَى: قرض لینا تو بڑا خوشگوار ہوتا ہے

اور اس کا واپس ادا کرنا ناگوار۔ اَضْرَطَ بِهٖ اور ضَرَّطَ بِهٖ تَضْرِيطًا دونوں کا ایک ہی مطلب ہے، یعنی اس نے اس کا مذاق یا تمسخر اڑایا۔ اور گوز مارنے والے کے فعل کو یعنی اس کی آواز اپنے منہ نکالی۔ اس مثل سے مراد یہ ہے کہ قرض لینے والا قرض لے کر تو خوش ہوتا ہے لیکن جب قرض خواہ قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے تو اسے سخت ناگوار ہوتا ہے۔

ض ر ع - الضَّرْعُ: تھن۔ تمام کھر والے جانوروں کے تھن ہوتے ہیں۔

الضَّرِيْعُ: ایک خاردار جھاڑ جو دوزخ میں دوزخیوں کی خوراک ہوگا۔

ضَرَعَ الرَّجُلُ يَضْرَعُ: (دونوں میں راء مفتوح) ضَرَاعَةً: جھکنا اور ذلیل ہونا۔

اَضْرَعَهٗ غَيْرُهٗ: کسی اور نے اسے جھکا دیا۔ مثل ہے کہ: الحُمّٰى اَضْرَعَتْنِيْ اِلَيْكَ: بخار نے مجھے تیرا محتاج کر دیا۔

تَضَرَّعَ اِلَى اللّٰهِ: اس نے اللہ کے حضور گریہ وزاری اور عاجزی کی۔

المُضَارَعَةُ: مشابہت۔

ض ر غ م - الضِّرْغَام: شیر۔

ض ر م - الضِّرَامُ: (ضاد مکسور) حلفاء وغیرہ بوٹی میں آگ کا بھڑکنا۔ اس کا معنی ایسی لکڑی کے ایندھن کی چیپیاں جن میں فوراً آگ لگ جاتی ہے۔ (یہ لکڑی عام طور پر کائل یا چیل کی لکڑی ہوتی ہے جس کی چیپیوں سے مشعل تیار کی جاتی ہے)۔

الضَّرَمَةُ: (ض اور ر دونوں مفتوح) کھجور کی شاخیں یا گھاس پھونس جس کے ایک طرف آگ لگی ہو۔

ضَرِمَتِ النَّارُ: آگ بھڑک اٹھی۔ یہی معنی تَضَرَّمَتْ اور اِضْطَرَمَتْ کا ہے۔

اَضْرَمَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے آگ بھڑکائی۔

ضَرَّمَهَا: (تشدید مبالغہ کے لئے ہے) یعنی اس نے خوب آگ بھڑکائی۔

ض ر ا - ضَرِيَ الْكَلْبُ بِالصَّيْدِ: (راء مکسور) ضَرَاوَةً: کتا شکار کا عادی ہو گیا۔

كَلْبٌ ضَارٍ: سدھایا ہوا کتا اور كَلْبَةٌ ضَارِيَةٌ: سدھائی ہوئی کتیا۔

اَضْرَاهُ صَاحِبُهٗ: کتے کے مالک نے اسے سدھایا یعنی شکار کا عادی کیا۔

اَضْرَاهُ بِهٖ: اس نے اسے اکسایا۔ ضَرَّاهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَضْرِيَةٌ: اس کا مصدر ہے یعنی اکسانا۔ عادی کرنا۔

قَدْ ضَرِيَ الرَّجُلُ بِكَذَا: آدمی کو اس کی لت پڑ گئی۔

ضَرَاوَةٌ: لت، عادت، نشہ۔ یہی لفظ

حضرت عمرؓ کے اس قول میں ہے: إِيَّاكُمْ وَهٰذِهِ الْمَجَازِرَ فَإِنَّ لَهَا ضَرَاوَةً كَضَرَاوَةِ الْخَمْرِ: ان ذبیحوں یعنی کثرت سے گوشت کھانے سے بچو، بے شک اس میں شراب کا سا نشہ یا لت ہے۔ اس کا ذکر مادہ ج ز ر کے تحت ہو چکا ہے۔

ض ع ع — ضَعْضَعَهُ: اس نے اسے منہدم کر دیا۔ گرا دیا یا زمین بوس کر دیا۔

تَضَعْضَعَتْ اَرْكَانُهُ: اس کے ستون زمین بوس ہو گئے۔

ضَعْضَعَهُ الدَّهْرُ: زمانے نے اسے مار گرایا۔ فَتَضَعْضَعَ: تو وہ زمین بوس ہو گیا۔ یعنی تباہ ہو گیا، یا ذلیل وخوار ہو گیا۔

حدیث شریف میں ہے: مَا تَضَعْضَعَ امْرُؤٌ لِآخَرَ يُرِيْدُ بِهٖ عَرَضَ الدُّنيا إِلَّا ذَهَبَ ثُلُثَا دِيْنِهٖ: جب کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے کسی دنیاوی فائدے کے لئے عاجزی وانکساری کرتا ہے تو اس کا دوتہائی دین جاتا رہا۔

ض ع ف — الضَّعْفُ: (ضاد مفتوح و مضموم) کمزوری۔ لاغری، یہ قوت کی ضد ہے۔

قَدْ ضَعُفَ فَهُوَ ضَعِيْفٌ: وہ آدمی کمزور ہو گیا تو ایسا شخص ضعیف ہے۔

اَضْعَفَهُ غَيْرُهُ: کسی دوسرے نے اسے کمزور کر دیا۔ قَوْمٌ ضِعَافٌ: کمزور قوم یا کمزور لوگ۔

ضُعَفَاء وضَعَفَة: (ضاد اور عین مفتوح اور بغیر تشدید) کا معنی بھی یہی ہے۔

اسْتَضْعَفَهُ: اس نے اسے کمزور خیال کیا۔ خلیل نے بیان کیا کہ تضعیفٌ کا معنی یہ ہے کہ اصل پر کچھ اضافہ کیا جائے۔ اور اضافہ کر کے اسے دگنا یا اس سے زیادہ بنا دیا جائے۔ یہی مفہوم اضعاف اور مضاعفة کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ضَعَّفَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو دگنا کر دیا۔ اس کا مصدر تَضْعِيْفًا ہے۔ اَضْعَفَهُ وضَاعَفَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ضِعْفُ الشَّيْءِ: چیز کا مثل یعنی اس کے برابر اور۔ ضِعْفَاهُ: چیز کا دوگنا۔ اَضْعَافُهُ: چیز کا کئی گنا۔ قول خداوندی ہے: إِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وضِعْفَ الْمَمَاتِ: یعنی تب تو ہم تجھے زندگی اور موت کا دگنا عذاب چکھائیں گے۔ فرمان خدا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں عذاب دگنا کر رکھا ہے۔ لوگوں کا یہ قول کہ: وَقَّعَ فُلَانٌ فِي اَضْعَافِ كِتَابِهٖ: اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے سطروں کے درمیان اور حاشیوں پر دستخط کئے۔

أُضْعِفَ الْقَوْمُ: قوم کو دگنا کر دیا گیا۔

اَضْعَفْتُ الشَّيْءَ: میں نے چیز کو دگنا کر

دیا۔ اس دگنی کی ہوئی چیز کو مضعوف کہتے ہیں۔ لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔

ض غ ب س — الضَّغْبُوس: بروزن العُصْفُوْرُ اور الضَّغَابِيْسُ: چھوٹے چھوٹے کھیرے یا ککڑی کے چھوٹے چھوٹے دانے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: أُهْدِىَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ضَغَابِيْسُ: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چھوٹے چھوٹے کھیرے یا ککڑی کے دانے بطور ہدیہ وتحفہ پیش کئے گئے۔

ض غ ث — الضِّغْثُ: مٹھی بھر سوکھے گیلے ملے جلے تنکے۔

اَضْغَاثُ اَحْلَام: ایسے خواب جن کے گڈمڈ ہونے کے باعث ان کی درست تعبیر نہ ہو سکے۔

ض غ ط — ضَغَطَهُ: اس نے اسے دھکیل کر دیوار وغیرہ کے ساتھ لگا دیا۔ اس کا باب قطع ہے۔ اسی سے ضَغْطَةُ القَبْرِ کی اصطلاح مشتق ہے۔ یعنی قبر کا دباؤ۔ اس میں ضاد مفتوح ہے۔ البتہ الضُّغْطَةُ (ضاد مضموم) کا معنی سختی اور مشقت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا هٰذِهِ الضُّغْطَةَ: اے اللہ ہم سے یہ مشقت اور تکلیف وسختی اٹھا دے۔ یعنی دور کر دے۔

الضَّاغِطُ: نگران اور امین۔ کہا جاتا ہے کہ: اَرْسَلَهُ ضَاغِطاً عَلٰى فُلَانٍ: اس نے اسے فلاں شخص پر نگران مقرر کر کے بھیجا۔ اسے یہ نام اس لئے دیا گیا تا کہ یہ کام کرنے والے پر کام کے لئے دباؤ ڈالے بقول معاذ: كَانَ عَلَيَّ ضَاغِطٌ: مجھ پر ایک نگران تھا۔

ض غ م — الضَّيْغَمُ: شیر۔

ض غ ن — الضِّغْنُ والضَّغِيْنَةُ: حسد اور کینہ۔

قَدْ ضَغِنَ عَلَيْه: اس نے اس سے حسد کیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

تَضَاغَنَ الْقَوْمُ: قوم یعنی لوگوں نے ایک دوسرے کے ساتھ حسد کیا۔

وَاضْطَغَنُوْا: اور انہوں نے ایک دوسرے سے حسد کیا۔

ض ف د ع — الضِّفْدِعُ: مینڈک۔ بروزن الخِنْصِرُ: اس کی جمع الضَّفَادِعُ ہے اور اس کا مؤنث کا صیغہ ضِفْدِعَةٌ ہے۔ بعض لوگ اسے ضاد مفتوح کر کے پڑھتے ہیں یا بولتے ہیں۔ خلیل نے اس سے انکار کیا ہے یعنی اس کے درست ہونے سے۔

ض ف ر — الضَّفْرُ: بالوں کا گوندھنا یعنی مینڈھیاں بنانا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ التَّضْفِيْرُ کا معنی بھی یہی ہے۔

الضَّفِيْرة العقيصَةُ: مڑی ہوئی مینڈھی یعنی بالوں کی چوٹی یا چٹیا۔

تَضَافَرُوا عَلَى الشَّيْءِ: انہوں نے ایک بات پر تعاون یا اتفاق کیا۔

ض ف ف — الضَّفَفُ: (ضاد اور فاء دونوں مفتوح) کثرت عیال۔ عیالداری۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عليه وسلّم علىٰ خُبْزٍ ولَحْمٍ إِلَّا عَلٰى ضَفَفٍ: رسول اکرم ﷺ نے صرف لوگوں کے ساتھ مل کر ہی سیر ہو کر روٹی اور گوشت تناول فرمایا۔ یعنی اکیلے میں کبھی پیٹ بھر کے گوشت اور روٹی نہیں کھائی۔ خلیل کا قول ہے کہ الضَّفَفُ کا معنی کھانے پر ہاتھوں کی بہتات ہے۔ ابوزید اور ابن الاعرابی کا کہنا ہے کہ اس لفظ کا معنی تنگی اور شدت ہے۔ اصمعی کا قول ہے کہ مال کم ہو اور کھانے والے بہت۔ الفراء نے کہا کہ اس لفظ کا معنی حاجت اور ضرورت ہے۔

الضِّفَّةُ: (ضاء مکسور) کا معنی دریا یا نہر کا کنارا ہے۔

ض ف ن — الضَّيْفَنُ: ضَيْف: بمعنی مہمان کے ساتھ تاکید کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

ض ف ا — الضَّفْوُ: خوشگواری، دل پسندی، آسودہ حالی۔

قَدْ ضَفَا الشَّيْءُ: چیز دل پسند یا پسندیدہ بن گئی۔ اس کا باب عَدَا اور سَمَا ہے۔

ثَوْبٌ ضَافٍ: کھلا، یا فراخ کپڑا۔

ض ل ع — الضِّلَعُ: بروزن عِنَبٌ: پسلی۔ اس کی جمع الضُّلُوْعُ اور الاَضْلَاعُ ہے۔ مفرد لفظ میں لام کو ساکن کرنا جائز ہے یعنی الضِّلْعُ کہنا بھی جائز ہے۔

الضَّلْعُ بروزن الضَّرْعُ: میلان و رجحان، جھکاؤ۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ضَلْعِ الدَّيْنِ: میں تجھ سے قرض کے بوجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ: ضَلْعُکَ مَعَ فُلَانٍ: تیرا میلان اور خواہش فلاں شخص کی طرف ہے۔ مثل مشہور ہے کہ: لَا تَنْقُشِ الشَّوْكَةَ بِالشَّوْكَةِ فَإِنَّ ضَلْعَهَا مَعَهَا: (چبھے ہوئے) کانٹے کو کانٹے سے نکالنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ اس کانٹے کا میلان اس کانٹے کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ مثال اس شخص کے بارے میں دی جاتی ہے جو دوسرے شخص سے لڑتا جھگڑتا ہو تو وہ اسی سے کہے کہ اپنے اور میرے درمیان اس شخص کو واسطہ بناؤ تو فریق مخالف کا ہم خیال ہو۔

تَضَلَّعَ الرَّجُلُ: آدمی نے خوب کھایا پیا۔

ض ل ل–ضَلَّ الشَّيْءُ: چیز گم ہو گئی یا ضائع ہو گئی۔ اس کا مضارع یَضِلُّ

الضَّالَّةُ: گم شدہ چوپایہ نر ہو یا مادہ۔

اَرْضٌ مَضِلَّةٌ: (ضاد مفتوح اور مکسور اور میم مفتوح) ایسی زمین یا علاقہ جہاں انسان راہ بھٹک جائے۔ محاورہ ہے: فُلَانٌ يَلُوْ مُنِي ضَلَّةً اذا لَمْ يُوَفَّقْ للرَّشاد في عَذْلِهِ: جب وہ میرے برسر ہدایت ہونے پر مجھے لعنت ملامت کرنے میں کامیاب نہ ہوا تو وہ اب میرے راہ بھٹکنے پر مجھے ملامت کرتا ہے۔

رَجُلٌ ضِلِّيْلٌ و مُضَلَّلٌ: سخت گمراہ اور بھٹکا ہوا شخص۔

الضَّلَالُ: گمراہی۔

الرَّشَاد: ہدایت کی ضد ہے۔

قَدْ ضَلَّ يَضِلُّ ضَلَالًا و ضَلَالَةً: وہ راہ سے بھٹک گیا۔ قول خداوندی ہے: قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِي: (اے نبی ﷺ لوگوں سے) فرمایئے کہ اگر میں بھٹک گیا تو لازماً اس کا نقصان میری ہی جان کو ہوگا۔ یہ نجد والوں کا لہجہ ہے اور یہ فصیح لغت ہے۔ اہل عالیہ (بالائی علاقے کے لوگ) ضَلِلْتُ سے اَضِلُّ (ضاد دونوں میں مکسور ہے) اَضَلَّهُ اس نے اسے ضائع اور ہلاک کر دیا۔ بقول ابن السکیت: اَضْلَلْتُ بَعِيْرِي: جب میرا اونٹ تیرے ہاتھوں سے نکل گیا تو سمجھ کہ تم نے اسے ضائع کر دیا یا ہلاک کر دیا۔

ضَلَلْتَ المَسْجِدَ والدَّار اذا لم تَعْرِفْ لَوْضِعَهُمَا: جب تمہیں مسجد اور گھر کی جگہ یا موقع کا پتہ نہیں تو تم نے مسجد اور گھر دونوں کو ضائع کر دیا۔ اور اسی ہر مقیم جگہ کا پتہ معلوم نہ ہونے کے باعث وہاں تک راہ نہیں پا سکتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَعَلِّي اَضِلُّ اللّٰه: اس سے مراد یہ ہے کہ سب کہیں خدا سے اوجھل نہ ہو جاؤں۔ قول خداوندی ہے: اَئِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْض: کیا جب ہم زمین میں پوشیدہ ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اصل حدیث شریف یہ ہے کہ: اِنَّ بَعْضَ الْعُصَاةِ الخائِفِيْنَ قَالَ لاهله اذا فاحْرِقُوْنِي ثم ذَرُوْنِي فِي الريح لعلي اَضِلُّ اللّٰهَ تعالىٰ: کہ کسی سرکش شخص نے جو خوفزدہ لوگوں میں سے تھا۔ اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور مجھے یعنی میری راکھ کو ہوا میں اڑا دینا اس طرح شاید میں اللہ کی نظروں سے چھپ جاؤں یا چھپ سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کر دیا اور وہ گمراہ ہو گیا۔ تم کہتے ہو کہ: اِنَّكَ تَهْدِي الضَّالَّ ولا تهدي المُتَضَالَّ: آپ کسی راستے سے بھٹکے شخص کو تو راہ دکھا سکتے ہیں، لیکن جان بوجھ کر بھٹکنے والوں یا ایسا

ظاہر کرنے والے کو راہ نہیں دکھا سکتے۔

تَضْلِيْلُ الرَّجُلِ: کسی شخص کو گمراہی کی طرف منسوب کرنا۔ قول خداوندی ہے: اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِي ضَلَالٍ وسُعُر ای فی ھَلَاکٍ: بے شک مجرم لوگ گمراہی اور دوزخ کی آگ میں ہیں یعنی ہلاکت میں ہیں۔

ض م خ – تَضَمَّخَ بالطِّيْبِ: اس نے اپنے پر عطر یا خوشبو تھوپ دی یعنی وہ عطر میں لت پت ہو گیا۔

ضَمَّخَهٗ غَرْدَهٗ: کسی اور نے اسے عطر مَل دیا۔ اس کا مصدر تَضْمِيْخًا ہے۔

ض م د – ضَمَدَ الجُرْحَ: اس نے زخم پر مرہم پٹی کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الضِّمَادَةُ: (ضاد مکسور) پٹی۔ مرہم پٹی۔

ضَمَّدَ رَاسَهٗ تَضْمِيْدًا: اس نے سر کی اچھی طرح سے مرہم پٹی کی۔ یعنی پگڑی کے علاوہ اس نے سر کو پٹی سے یا کسی کپڑے سے باندھ دیا۔

ض م ر – الضُمْرُ: (میم ساکن و مضموم) لاغری اور جسم پر کم گوشت۔

قَدْ ضَمَرَ الفَرَسُ: گھوڑا لاغر بدن یا چھریرا ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

ضَمُرَ: (میم مفتوح) ضُمْرًا بروزن قُفْلٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ اسم فاعل ضامِرٌ ہے۔

اَضْمَرَهٗ: مالک نے اسے لاغر یا چھریرا بنا دیا۔

ضَمَّرَهٗ تَضْمِيْرًا فاضْطَمَرَهُوَ: اس نے اسے اچھی طرح لاغر کر دیا تو وہ لاغر ہو گیا۔

نَاقَةٌ ضَامِرٌ وَضَامِرَةٌ: لاغر و کمزور اونٹنی۔

تَضْمِيْرُ الفَرَسِ کا یہ معنی بھی ہے کہ اسے چارہ کھلائیں تاکہ وہ فربہ ہو جائے۔ یہ عمل چالیس دن جاری رہتا ہے۔ اس مدت کو المِضْمَار کہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد قوت بحال ہوتی ہے۔ جہاں گھوڑوں کا یہ عمل کیا جاتا ہے۔ اس جگہ کو بھی المِضْمَار کہتے ہیں۔

اَضْمَرَ فِي نفسه شَيْئًا: اس نے اپنے نفس میں کوئی بات چھپا رکھی۔ اس کا اسم الضَّمِيْرُ ہے۔ جس کی جمع ضَمَائِر ہے۔

المُضْمَرُ: جگہ اور چھپائے رکھنے والی بات۔

الضِّمَار: جس قرض کی وصولی کی کوئی امید نہ ہو اور ہر وہ چیز جس کے بارے میں وثوق نہ ہو۔

ض م م – ضَمَّ الشَّیْءَ اِلَی الشَّیِٔ فانْضَمَّ: اس نے ایک چیز کو دوسری چیز میں ملا دیا، تو وہ اس کے ساتھ مل گئی۔

ضَامَّهٗ: اس نے اسے ملا دیا۔

تَضَامَّ الْقَوْمُ: قوم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئی۔
اضطَمَّتْ عَلَيْهِ الضُّلُوْعُ ای اشْتَمَلَتْ: اس کی پسلیاں اس پر جڑ گئیں یعنی اکٹھی ہوگئیں۔

ض م ن – ضمن الشيء: (میم مکسور) ضَمَانًا: اس نے چیز کی ضمانت دی، ایسے شخص کو ضَامِنٌ اور ضَمِيْنٌ کہتے ہیں۔
ضَمَّنَهُ الشَّيْءَ تَضْمِينًا فَتَضَمَّنَهُ عنه: اس نے اسے کسی چیز کا ضامن بنادیا تو وہ اس کی طرف سے ضامن بن گیا۔ مثلاً: غَرَّمَهُ: اس نے اس پر تاوان ڈالا۔ ہر وہ چیز جسے آپ برتن میں ڈالیں گویا آپ نے اس کی ضمانت حاصل کی۔
الْمُضَمَّنُ مِنَ الْبَيْتِ: شعر کا وہ صیغہ جس کے معنی تب تک مکمل نہ ہوں جب تک اس کے بعد والا حصہ ساتھ نہ ملے۔
فَهِمْتُهُ ما تَضَمَّنَهُ كِتَابُكَ: جو کچھ آپ کی کتاب یا خط میں درج ہے میں نے اسے سمجھ لیا۔ اور میں نے اسے اپنی کتاب میں شامل کرلیا۔
الضَّمَانَةُ: پرانا ہوجانا۔
قَدْ ضَمِنَ الرَّجُلُ: آدمی پرانا ہوگیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ایسا شخص ضَمِنٌ یعنی پرانا روگی کہلاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ اِكْتَتَبَ نَفْسَهُ ضَمِنًا بَعَثَهُ اللهُ ضَمِنًا: جو شخص مجاہدین کی فہرست میں اپنے آپ کو معذور لکھوائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اسی حال میں اٹھائیں گے۔
الضَّامِنَةُ مِنَ النَّخِيْلِ: کھجور کا وہ درخت جو کسی دیہات میں ہو یا گھر کے اندر ہو[1]۔ اس کا ذکر حدیث حارثہ میں ہے۔
الْمَضَامِيْنُ: نر جانداروں کے صلبوں میں جو کچھ ہوتا ہے۔

ض ن ک – الضَّنْكُ: تنگ۔

ض ن ن – ضَنَّ بالشَّيْءِ يَضِنُّ: ضِنًّا (ضاد مکسور) اور ضَنَانَةً (ضاد مفتوح) اس نے چیز میں بخل کیا۔ ایسے شخص کو ضَنِيْنٌ به یعنی بخیل کہتے ہیں۔ الفراء کا قول ہے کہ: ضَنَّ يَضَنُّ (ضاد مکسور) ضَنًّا: ایک لہجہ ہے۔
فُلَانٌ ضِنِّي مِنْ بَيْنِ إِخْوَانِيْ: میرے بھائیوں میں سے فلاں شخص بخیل ہے۔ یہ نیم اختصاص ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ لِلّٰهِ ضِنًّا مِنْ خَلْقِهِ يُحْيِيهِمْ فِي عَافِيَةٍ وَيُمِيتُهُمْ فِي عَافِيَةٍ: (اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی مخلوق کے لئے بخل کی حد تک لگاؤ ہے وہ انہیں عافیت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور عافیت میں مارتا

[1] ایسے درخت جو بستیوں یعنی محلوں یا گھروں کے اندر ہوں تو ان پر زکوۃ لینے والوں کو کوئی دخل یا اختیار نہیں ہے۔

ہے۔

هٰـذا عِلْقٌ مَضَنَّةٍ: (ضاد مفتوح اور مکسور) یہ ایسی قیمتی چیز ہے جس میں بخل کیا جاسکتا ہے۔ یعنی جو کسی کو دینے کے لئے جی نہیں چاہتا۔

ض ن ی – الضَّنیٰ: مرض، بیماری۔ اس کا باب صَدِیَ ہے۔ ایسے مریض کو رَجُلٌ ضَنیً اور رَجُلٌ ضَنٍ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: تَرَكْتُهُ ضَنَی وضنیناً: میں نے اسے بیماری کی حالت میں چھوڑا۔

اَضْناهُ المَرَضُ: بیماری نے اسے گراں بار کر دیا۔ بیماری اس پر بوجھ بن گئی۔

ض ہ ا – المُضاهَاةُ: ہم شکل ہونا۔ یہ لفظ حرف ہمزہ کیساتھ اور حرف لین دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ یعنی ھاء کو بغیر ہمزہ ھا بھی پڑھا جاتا ہے۔

ض ہ ی – المُضاهَاةُ: مشابہ یا ہم شکل ہونا۔ اسے ہمزہ اور حرف لین سے دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے۔

ض و ا – الضَّوْءُ والضُّوْءُ: (ضاد مضموم) الضِّیاءُ: روشنی۔

ضَاءَتِ النَّارُ تَضُوْءُ ضَوْءًا وضُوْءًا: آگ روشن ہوئی۔

اضاءَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔

اَضَـاءَتْ غَیْرُها: کسی اور نے اسے روشن کیا۔ یہ فعل لازم و متعدی دونوں

ہے۔

ض و ر – ضَارَهُ: اس نے اسے نقصان پہنچایا، یا تکلیف دی۔

ضَرَّهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب قَالَ اور بَاعَ ہے۔

التَّضَوُّرُ: مار کھاتے وقت کسی کا چیخنا چلانا اور لوٹ پوٹ ہونا، پیچ و تاب کھانا۔

ض و ع – ضَاعَ المِسْکُ: خوشبو پھیل گئی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

تَضَوَّعَ کا معنی بھی یہی ہے اور تَضَیَّعَ کا معنی بھی یہی ہے۔

ض و ی – الضَّوَی: کمزوری، دبلا پن۔ اس کا باب صَدِیَ ہے۔

غُلامٌ ضَاوِیٌّ: لڑکا کم وزن اور دبلا و لاغر ہے۔

فِیْهِ ضَاوِیَةٌ: اس میں کمزوری ہے۔

جَـارِیَةٌ ضَاوِیَةٌ: نحیف و لاغر لونڈی۔

حدیث شریف میں ہے کہ: اغْتَـرِبُوْا لاتُضْوُوْا: اجنبی عورتوں سے شادی کرو، چچازادوں سے شادی نہ کرو، یوں تم لاغر اور دبلے نہیں ہوگے۔ یعنی نسل کمزور اور لاغر نہیں ہوگی۔ یہ اس لئے کہ عربوں کا خیال یہ ہے کہ آدمی کی اپنی قرابت دار بیوی کے بطن سے کمزور اور لاغر اولاد پیدا ہوگی۔ معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی قرابت دار بیوی سے اولاد شریف اور اپنی قوم کی

طبیعت اور مزاج پر پیدا ہوتی ہے۔

ض ی ز –ضَازَ فِي الْحُکْمِ: اس نے فیصلہ دینے میں زیادتی کی یا ظلم کیا۔

ضَازَهُ حَقَّهُ: اس نے اس کا حق مارا۔ان دونوں کا باب بَاعَ ہے۔قول خداوندی ہے: قِسْمَةٌ ضِيْزَى: ظالمانہ اور بے انصاف تقسیم۔یہ فُعْلَى کا وزن ہے۔اس کی مثال طُوبَى اور حُبْلَى ہے۔حرف اول کے نیچے کسرہ محض اس لئے ہے کہ 'یاء' سلامت رہے۔ کیونکہ عربی زبان میں فِعْلَى کے وزن پر صفت نہیں آتی ۔ یہ وزن تو صرف مبنی اسماء کے لئے ہے مثلاً: الشِعْرىَ اور الدِفْلَى عربوں میں ایسے بھی ہیں جو ضِئْزَى کو ہمزہ کے ساتھ تلفظ کرتے ہیں۔

ض ی ع –ضَاعَ الشَّيْءُ يَضِيعُ ضِيَاعًا وضَياعًا: (ضاد مفتوح اور مکسور) چیز ضائع ہوگئی۔

فُلَان بِدَار مَضِيْعَةٍ بروزن مَعِيْشَةٍ: فلاں شخص جائے ہلاکت میں ہے۔

الاضَاعَة والتَضْيِيْعُ کا ایک ہی معنی ہے۔

الضَّيعَةُ: جائیداد۔زمین ومکان وغیرہ۔ اس کی جمع ضِيَاعٌ اور ضِيَعٌ ہے۔اس کی مثال بَدْرَةٌ کی جمع بِدَرٌ اور الضُّيَعَةُ کا اسم تصغیر ضُيَيْعَةٌ ہے اسے ضُوَيْعَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری الضَّيْعَةُ سے مراد شہری لوگوں کے نزدیک کھجور، انگور اور زمین ہے۔ اور عرب الضَّيْعَةُ سے صنعت و حرفت کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔

تَضَيَّعَ المِسْکُ تَضَوَّعَ: بمعنی خوشبو پھیل گئی، ایک لہجہ ہے۔

ضـيـفـن: دیکھئے بذیل ض ف ن اور ض ی ف۔

ض ی ف –الضَيْفُ: مہمان، واحد اور جمع دونوں کے لئے مشترک۔ لیکن اس کی جمع الأضـيَـاف، الضُـيُـوف اور الضِّـيـفَان بنائی جاتی ہے۔

المـرأة ضَـيْـفٌ: مہمان عورت۔

أضَـاف الـرَّجُلَ وضَيَّفَهُ تَضْيِيْفًا: اس نے کسی شخص کو بطور مہمان بلایا اور اس کی مہمان درازی یا خاطر تواضع کی ۔ یہی معنی تَضَيَّفَهُ کا ہے۔

تَضَـيَّـفَتِ الشَّـمْـسُ: سورج غروب ہونے کے قریب ہوا۔

أضَـاف الشَّيْءَ الى الشَّيْءِ: اس نے ایک چیز کو دوسری چیز میں جمع کیا۔

المُضَافُ: قوم کے ساتھ چمٹا ہوا یا جڑا ہوا شخص۔

الضَّـيْـفَنُ: مہمان کے ساتھ آنے والا

والا شخص۔ اس میں نون زائدہ ہے۔

اِضَافَةُ الاسْمِ اِلَی لِاسم: ایک اسم کو دوسرے اسم کے ساتھ اضافت دینا اس سے غرض اسے معرفہ بنانا اور خاص کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی چیز کو خود اپنے ساتھ ہی اضافت نہیں دی جا سکتی۔ اگر ایسا ہوتا تو ایک کو دوسرے کے ساتھ اضافت دینے کی ضرورت نہ ہوتی۔

ض ی ق۔ ضَاقَ الشَّيْءُ: چیز تنگ ہوگئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اور مصدر ضِيقًا بھی ہے۔

الضِّيقُ۔ الضَّيِّقُ کی مخفف صورت۔

قَدْ ضَاقَ عَنْهُ الشَّيْءُ: اس سے کوئی چیز تنگ ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ: لَا يَسْعُنِي شَيْءٌ وَيَضِيقُ عَنْكَ: جو چیز تم سے تنگ ہو وہ میرے ہاں بھی وسعت نہیں پا سکتی۔ بلکہ جب میرے لئے کشائش ہوگی تو تمہارے لئے بھی کشائش ہوگی۔ صاحب کتاب نے بذیل مادہ و س ع اسی طرح اس کی تفسیر کی ہے۔

ضَاقَ الرَّجُلُ: آدمی بخیل ہوا۔

اَضَاقَ: اس کا مال جاتا رہا۔

ضَيَّقَ عَلَيْهِ الْمَوْضِعُ: لوگوں کے قول: ضَاقَ بِهِ ذَرْعًا: کا معنی ہے کہ وہ لاچار اور بیزار ہوگیا۔

تَضَايَقَ الْقَوْمُ: لوگ ایک دوسرے سے بیزار ہوگئے یا دل تنگ ہوگئے اور ان میں اخلاق وجگہ کے اعتبار سے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہ رہی۔

ض ی م۔ الضَّيْمُ: ظلم۔

قَدْ ضَامَهُ: اس نے اس پر ظلم کیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اسم فاعل مُضِيمٌ ہے یعنی ظلم کرنے والا۔ اسْتَضَامَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اسم مفعول مُسْتَضَام ہے۔ بمعنی مظلوم۔

قَدْ ضُمْتُ: (ضاد مضموم) مجھ پر ظلم ہوا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس میں تین لہجے ہیں:

(۱) ضِيمَ الرَّجُلُ،
(۲) ضُيِمَ الرَّجُلُ: (ضاد کی ضمہ کا اظہار اشمام سے ہوگا) اور
(۳) ضُومَ۔

اس کی شرح مادہ ب ی ع میں گزر چکی ہے۔ ان تینوں لہجوں میں اس لفظ کے معنی ہے کہ آدمی پر ظلم کیا گیا۔

باب الطّاء

طَامِنْ: دیکھیے بذیل مادہ ط م ن.

طائفة: دیکھیے بذیل مادہ ط و ف.

ط ب ب—الطَّبِیْبُ: علم طب کا جاننے والا۔ اس کی جمع قلت اَطِبَّۃٌ اور جمع کثرت اَطِبَّا ہے۔ تم کہتے ہو کہ طَبِبْتَ یَا رَجُلُ (باء مکسور) طِبًّا: یعنی اے شخص تو طبیب بن گیا۔

المُتَطَبِّبُ: طبیب نما، جعلی طبیب۔

الطِّبّ: (طاء مفتوح اور مضموم) اس کے تلفظ کے دو لہجے ہیں۔ عربوں کے ہاں ہر ماہر اور تجربہ کار شخص کو طبیب کہتے ہیں۔

ط ب ر ز ذ: بقول اصمعی طبرزذ چینی یا مصری۔ سفید رنگ کی سخت چینی اسے سُکّر طَبَرْزَلٌ اور طَبَرْزَنٌ کہتے ہیں۔

طَبَرْزَلٌ اور طَبَرْزَنٌ: دیکھیے بذیل مادہ ط ب ر ز ذ.

ط ب خ—طَبَخَ القِدْرَ واللَّحْمَ: اس نے ہانڈی (سالن) اور گوشت پکایا۔ فَانْطَبَخَ تو وہ پک گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ پکانے کی جگہ یعنی کچن کو مَطْبَخ کہتے ہیں۔ (میم مفتوح) اِطَّبَخَ (طاء مشدد) اس نے پکوان تیار کرایا۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ: اِطِّبَاخ کا معنی ہانڈی میں پکانا اور بھوننا دونوں ہے۔ تم کہتے ہو کہ: هَذِهِ خُبْزَة جَيِّدَة الطُّبخِ: اور یہ اچھی طرح پکی ہوئی اینٹ ہے۔ نیز تم کہتے ہو کہ هَذا مُطَّبَخُ القوم: (طاء مشدد) وهٰذا مُشْتَواهم: یہ قوم کی بھٹی ہے اور یہ ان کے گوشت بھوننے کی جگہ ہے۔

ط ب ع—الطَّبْعُ: مزاج، عادت و خصلت جو انسان کی گھٹی میں پڑا ہو۔ یہ لفظ دراصل مصدر ہے۔

الطَّبِيْعَةُ کا معنی بھی وہی ہے۔

الطُّبُعُ: مٹی وغیرہ کی تاثیر۔

الطَّابِعُ: کا (باء مفتوح) بمعنی مہر اور باء مکسور بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

طَبَعَ عَلَى الكِتَابِ: اس نے خط پر مہر لگا دی۔

طَبَعَ السَّيْفَ والدِّرْهَمَ: اس نے تلوار اور درہم ڈھالے یا بنائے۔

طَبَعَ مِنَ الطين جَرَّةً: اس نے مٹی سے گھڑا بنایا۔ ان تمام کا باب قَطَعَ ہے۔

ط ب ق—الطَّبَقُ: طبقہ، مرتبہ۔ اس کی جمع طَبَقَاتٌ اور مرتبے۔

السَّمٰوٰتُ طِبَاقٌ: آسمان طبقات میں منقسم ہیں یعنی ایک کے اوپر ایک۔

الطَّـبَـقُ: حال، حالت۔ قول خداوندی ہے: لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ: تم قیامت کے دن ضرور ایک حالت سے دوسری حالت میں لائے جاؤ گے۔

التَطبِيقُ فِي الصَّلاة: نماز کے دوران رکوع میں دونوں رانوں کے درمیان رکھنا۔

المُطَابَقَةُ: موافقت۔

التَّطَـــابُقُ: اتفاق۔

طَـابَقَ بَيْـنَ الشَّيْـئَيْنِ: اس نے دو چیزوں کے درمیان مطابقت پیدا کی یعنی دو چیزوں کو ایک ہی رخ پر رکھا اور انہیں جوڑ دیا۔

اَطْبَقُوا عَلَى الأَمْرِ: انہوں نے بات پر اتفاق کرلیا۔

اَطْبَقَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو ڈھانپ دیا۔

جَعَلَهُ مُطَبَّقًا فَتَطَبَّقَ: اس نے اسے تہ بہ تہ رکھ دیا تو وہ ایسا ہوگیا۔ اور یہ الفاظ لوگوں کے قول میں ہیں کہ لَوْ تَطَبَّقَتِ السَّمَـآءُ عَلَى الأَرْضِ مـا فَعَلْتُ كَذَا: اگر آسمان بھی زمین پر تہ بہ تہ رکھے جاتے تو میں تب بھی ایسا نہ کرتا۔

الـحُمَّى الـمُطبِقَةُ: (باء مکسور) مستقل رہنے والا بخار جو نہ رات کو مریض کو چھوڑتا نہ دن کو۔

الـطَّـابَقُ: بڑی پختہ اینٹ۔ فارسی سے معرب کلمہ۔

ط ب ل — الطَّبْلُ: بجانے والا ڈھول یا دف۔

طَبْلُ الدَّرَاهِم: جس پر درہم گنے جاتے ہیں۔

ط ج ن — الطَّيْجَنُ اور الطَّاجَنُ: (جیم مفتوح) کڑاھی۔ دیگ جس میں کوئی چیز اُبالی جائے۔ یہ دونوں لفظ معرب ہیں۔ کیونکہ اصل عربی کلام میں طاء اور جیم دونوں حرف اکٹھے نہیں آتے۔

ط ح ل — الطِّحَال: تلی۔ سیاہ رنگ کا گوشت کا ٹکڑا۔

ط ح ل ب — الطُّحْلُبُ: (طاء مضموم، لام مضموم ومفتوح) وہ سبز رنگ کی کائی جو کھڑے پانی کی سطح پر جم جاتی ہے۔

قَـدْ طَحْـلَبَ المَاءُ: پانی پر کائی جم گئی ہے۔ یہ لفظ دَحْرَجَ کے وزن پر ہے۔

عَيْنٌ مُطَحْلِبَةٌ: (لام مکسور) ایسا چشمہ جس پر کائی جمی ہوئی ہو۔

ط ح ن — طَحَنَتِ الرَّحَى البُرَّ: چکی نے گندم کو پیسا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

الطِّحْنُ: (طاء مکسور) آٹا۔

الطَّاحُونَة الرَّحَى: چکی کی پسائی۔

الطَّواحِنُ: داڑھیں۔

الطَّحَّانُ: اگر اسے طَحَنَ بمعنی پیسنا سے مشتق بنائیں تو پھر فعل حال جاری ہوگا۔

اور اگر اسے الطَّحُّ اور الطَّحَا سے مشتق بنالیں تو پھر فعل حال جاری نہ ہوگا تو اس کا معنی پھیلی ہوئی زمین ہے۔

ط ح ا—طَحَاهُ: اس نے اسے پھیلا دیا۔ اس کی مثال دَحَاهُ ہے۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

ط ر ا—طَرَأَ عَلَيْهِ: کسی دوسرے شہر یا علاقے سے اس کے پاس اچانک آیا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔

ط ر ب—التَّطْرِيْبُ فِي الصوت: آواز کو لمبا اور خوبصورت بنانا۔

طَرْطَبَ الحَالِبُ لِلْمَعْزِ: گوالے نے بکری کو بلایا یا آواز دی۔

الطُّرْطُبُّ: (باء مشدد) لمبی چھاتی۔

الطَّـرَبُ: شدت غم یا شدت خوشی سے انسان پر کیفیت طاری ہوتی ہے۔

قَدْ طَرِبَ: (راء مکسور) وہ جھوم گیا۔ اس کا مصدر طَـرَبًا اَطْرَ بَـهُ غَيْـرُهُ وتَطَرَّبَهُ: اسے کوئی طرب ووجد میں لایا۔ دونوں الفاظ کے معانی ایک ہیں۔

ط ر ح—طَرَحَ الشَّيْءَ وبالشَّيْءِ: اس نے پھینک دیا یا تفریق کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

إطَّـرَحَـهُ: طاء مشدد۔ اس نے اسے دور کر دیا۔

مُطَـارَحَـةُ الكلام: شعر یا کلام میں مقابلہ کرنا۔ میں کہتا ہوں کہ المُـطَارَحَة کا معنی ہے قوم کا ایک دوسرے کے سامنے مسائل کا پیش کرنا۔ تم کہتے ہو: طَارَحَهُ الكلام: اس نے بات اس کے سامنے پیش کی۔ یہ فعلِ متعدی بہ دو مفعول ہے۔

طِرْجهاره: دیکھئے بذیل مادہ ط ر ج ہ ل۔

ط ر ج ہ ل—الطِّرْجِهالَةُ: چھوٹا پیالہ۔ شاید اسے لوگوں نے الطِّرْجِهَاره بھی کہا ہے یعنی بجائے لام کے راء کے ساتھ۔

ط ر د—طَرَدَهُ: اس نے اسے دور کر دیا۔ یا ہٹا دیا یا دھتکارا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا مصدر طَرَدًا (طاء اور دال مفتوح) ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طَرَدَهُ کا معنی پس وہ چلا گیا۔ اس مادہ سے اِنفعل اور افتعل کے وزن پر فعل نہیں آتا۔ صرف گھٹیا گفتگو میں ہی ان ابواب کے وزن پر اس مادہ سے فعل کا صیغہ بنتا ہے۔ اس کا اسم مفعول مَطْرُوْدٌ بمعنی دھتکارا ہوا ہے۔

طَرِيْدٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

اَطْرَدَهُ السُّلْطَانُ: حاکم نے اسے شہر بدر کر دیا۔ یہ صیغہ الف زائدہ کے ساتھ ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ اَطْرَدَ الرَّجُلُ غَيْرَهُ: آدمی نے کسی دوسرے کو دھتکار دیا۔

اور طَـرَدَهُ: اس نے اسے جلاوطن کر دیا یا دوسرے سے کہا کہ اِذْهَبْ عنا: ہم سے

ہٹ جاؤ یا چلے جاؤ۔

إطَّرَدَ الشَّيْءُ إطِّرَادًا: چیزیں ایک دوسرے کے پیچھے لگ کر دوڑیں۔ تم کہتے ہو کہ إطَّرَدَ الأمْرُ: معاملہ سیدھا ہو گیا۔

الأنْهَارُ تَطَّرِدُ: نہریں بہتی ہیں۔

ط ر ر- الطُّرَّةُ: کپڑے کی گوٹ۔ یہ وہ جانب ہے جس جانب جھالر لگی ہو۔

طُرَّةُ النَّهْرِ: دریا کا کنارا۔

طُرَّةُ الوادي: وادی کا کنارا۔

طُرَّةُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا کنارا۔ اس کی جمع طُرَرٌ ہے۔

الطُّرَّةُ: پیشانی۔ جَاءُوْا طُرًّا: وہ سب کے سب لوگ آ گئے۔

طَرَّ النَّبْتُ: پودا اُگا یا سبزہ اُگا۔ اس کا باب رد ہے۔ اسی سے لفظ الطَّرَّارُ اور الطُّرْطُوْر مشتق ہیں۔ اس میں طاء مضموم ہے۔ بمعنی اعراب یعنی بدوؤں کی لمبی اور باریک سر والی ٹوپی۔

ط ر ز- الطِّرَازُ: کپڑے کا علم۔ فارسی سے معرب ہے۔

قَدْ طَرَّزَ الثَّوْبَ تَطْرِيزًا: اس نے کپڑے کو کاٹا۔

الطَّرْزُ والطِّرَازُ: کٹائی، سٹائل، شکل، ڈیزائین۔ حضرت حسان بن ثابت کا شعر ہے:

بِيضُ الوجوه كريمةٌ احسابهم
شُمُّ الأنوف مِنَ الطِّرَازِ الأوّلِ

"یہ سفید رُو اور شریف الحسب اور شریف النسب لوگ ہیں ان میں پہلے لوگوں کی طرز کی خود داری موجود ہے۔ (یعنی یہ پہلے لوگوں کے ڈھب کے لوگ ہیں)۔"

میرا کہنا ہے کہ الطرز کا معنی شکل ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ هٰذا طِرْزُ هٰذا: یہ اس شکل کا ہے۔

ط ر س- الطِّرْسُ: (طاء مکسور) تختی جسے مٹایا جاتا ہے پھر لکھا جاتا ہے۔

الطِّلْس کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی جمع أطْرَاسٌ ہے۔

طَرَسُوْسَ: (طاء اور راء مفتوح) ایک شہر کا نام۔ اسے ضرورت شعری کے علاوہ مخفف کر کے نہیں پڑھا جاتا یعنی راء ساکن کر کے، کیونکہ فَعْلُوْل کا وزن عربی بناوٹ میں نہیں ہے۔

ط ر ش- الطَّرَشُ: (طاء اور راء مفتوح) ہلکا بہرہ پن۔

ط ر ف- الطَّرْفُ العَيْنُ: آنکھ کا جھپکنا۔ اس کا جمع کا صیغہ نہیں بنتا کیونکہ یہ لفظ دراصل مصدر ہے، لہٰذا یہ واحد اور جمع دونوں کے لئے مشترک ہے۔ قول خداوندی ہے: لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ: ان کی آنکھیں ان کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور خوف کے مارے

ان کے دل ہوا ہو رہے ہونگے۔ اصمعی کا قول ہے کہ الطِّرْفُ کا معنی اصل گھوڑا ہے۔ ابو زید نے کہا کہ یہ لفظ صرف مذکر صیغوں کی نعت ہے۔

الطَّـرْف کا معنی ناحیہ اور چیزوں کا گروپ یا مجموعہ ہے۔ مثلاً: فُلَانٌ کریم الطرفین: یعنی فلاں آدمی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے شریف ہے۔ اس سے مراد ماں اور باپ کی نسبت ہے۔

الطَّـرْفَاء: درخت اس کا واحد طَرَفَةٌ ہے۔ اسی نسبت طَرَفه بن العبد کا نام طَرفة رکھا گیا ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ: الطَّرْفاء واحد اور جمع دونوں کیلئے مشترک صیغہ ہے۔

المُطْـرَف: (میم مضموم اور مکسور) ریشمی چادر جس پر خانے نقش کئے ہوئے ہوں۔ اس کی جمع المَطارِف ہے۔ اصل میں لفظ میم مضموم کے ساتھ ہے۔ اسْتَطْرَفَهُ اس نے اسے نیا سمجھا یا پایا۔ یہ لفظ التَّالِدُ اور التَّلِيْدُ کی ضد ہے جس کا معنی جدی اور موروثی جائداد ہے۔ اس کا اسم الطُّرْفَةُ ہے۔

اَطْرَفَ الرَّجُلُ بطرفة: آدمی نے کوئی نئی بات پیش کی۔

طَـرَفَ بَصَرَهُ: اس نے اپنی آنکھ جھپکی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس سے مراد ایک پلک کو دوسری پلک پر صرف ایک بار رکھنا ہے۔ اور جھپک یعنی ایک دفعہ کے جھپکنے کو طَرْفَة کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اَسْـرَعُ مِـنْ طَرْفَةِ العين: آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ جلدی اور تیز۔

طَرَفَ عَيْنَهُ: آنکھ میں کوئی چیز پڑی جس سے آنسو ٹپکا۔ اس کا باب بھی ضَـرَب ہے۔

قَدْ طُرِفَتْ عَيْنُهُ فهي مَطْرُوفَةٌ: اس کی آنکھ کو چوٹ لگی لہٰذا ایسی چوٹ لگی آنکھ کو مطروفة کہیں گے۔

الطُّـرْفَةُ کا معنی خون کا وہ سرخ دھبہ بھی ہوتا ہے جو آنکھ میں چوٹ لگنے سے پڑ جاتا ہے۔

ط ر ق — الطَّرِيْقُ: راستہ۔ مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے مثلاً: الطَّرِيْقُ الاعْظَمُ والطَّـرِيْقُ العُظمٰی: اس کی جمع اَطْـرِقَةٌ اور طُـرُقٌ ہے۔ طَرِيْقَةُ القَومْ: قوم کے بڑے بزرگ لوگ۔ کہا جاتا ہے کہ هٰذا طَرِيْقَةُ قَوْمِه: وہ اپنی قوم کا بڑا بزرگ ہے۔

هٰـؤُلاءِ طَرِيْـقَـةُ قَـوْمِـهِـمْ: وہ لوگ اپنی قوم کے نیک لوگ ہیں اس لفظ کا معنی شریف یا شرفاء بھی ہے۔ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: كُنَّـا طَرَائِقَ قِدَدًا: ہمارے کئی طرح کے مذہب تھے۔

طَـرِيْـقَـةُ الرَّجُلِ: آدمی کا مذہب۔ کہا جاتا ہے: مَا زَالَ فُلانٌ علیٰ طَرِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ: وہ ابھی تک ایک ہی حالت پر ہے۔

الطَّـرْقُ: (طاء مفتوح) اور المَطْرُوقُ: بارش کا پانی جس میں اور پیشاب کرتے ہیں اور مینگنیاں کر دیتا ہے۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے: الـوُضُوْءِ بـالطَّرْقِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ التَّيَمُّمِ: مجھے بارش کے کھلے تالاب بہے پانی سے وضو کرنا، تیمم کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

طَـرَقَ: وہ رات کو آیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسم فاعل طَارِقٌ ہے۔ یعنی رات کا مسافر یا رات کو آنے والا۔

الطَّارِقُ کا معنی وہ ستارہ بھی ہے جسے صبح کا ستارہ کہتے ہیں۔

الطَّـرْقُ کا معنی کنکر پھینکنا بھی ہے جو کہانت کی ایک صورت ہے۔

الطُّـرَّاقُ: کہانت کرنے والے مرد یا فال گیر مرد۔

الطَّوَارِقُ: کہانت کرنے والی عورتیں یا فال گیر عورتیں۔ لبید کا شعر ہے:

لَعَمْرُکَ مَا تَدْرِي الطَّوارِقُ بِالحَصَى
وَلَا زَاجِـراتُ الطَّيْرِ مَا اللهُ صَانِعُ

"تیری جان کی قسم، نہ کنکر پھینکنے والی فال گیر عورتیں اور نہ ہی پرندوں کے اڑنے سے فال نکالنے والی عورتیں جانتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیا کرنے والے ہیں۔"

مِطْرَقَةُ الحَدَّادِ: لوہار کا ہتھوڑا۔

اَطْـرَقَ الرَّجُلُ: آدمی چپ ہو گیا، اور اس نے بات نہ کی اور اَطْرَقَ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے نظریں نیچی کیں اور زمین کی طرف دیکھا یا دیکھنے لگا۔

طَـرَّقَ لَـهُ تَطْـرِيقًا: اس نے اپنے لئے راستہ بنایا۔

ط ر م — طَارِمَةٌ: لکڑی کا گھر۔ فارسی سے معرب۔

ط ر م ث — الطُّرْمُوْثُ: بھوبھل (گرم راکھ) میں پکی ہوئی روٹی۔

ط ر م س — الطُّرْمُوْسُ: بروزن عُصْفُوْرٌ: تھرموس۔ بوتل۔

ط ر ا — شَيْءٌ طَرِيٌّ: تازہ چیز۔ ترو تازہ۔

طَـرُوَ يَطْرُو وطراوة اور طَرِيَ يَطْرِيْ طراوۃ یا طراءۃ میں کچھ فرق نہیں۔

طَـرَّيْتُ الثَّـوْبَ تَـطْـرِيَةً: میں نے کپڑے کو نرم کیا۔

اَطْـرَاهُ: اس نے اس کی تعریف کی۔

الإِطْـرِيَةُ: ایک قسم کا کھانا۔

ط س ت — الطَّسْتُ: طشت۔ قبیلہ بنوطی کے لہجے میں اسے الطَّسُّ کہتے ہیں۔

ط س ج — الطَّسُّوْجُ: بروزن الفَرُّوْجُ: دو دانگ کا وزن۔ ایک دانگ۔ چار طسج کے

برابر ہوتا ہے۔ دونوں لفظ معرب ہیں۔

ط س س — الطَّسُّ اور الطَّسَّةُ: الطَّسْتُ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ اس کی جمع طِسَاسٌ اور طُسُوسٌ ہے۔ اور طَسَّاتٌ بھی۔

ط س م — الطَّوَاسِيمُ اور الطَّوَاسِين: قرآن کی سورتیں۔ جن کی جمع غیر قیاس ہے۔ درست اور صحیح یہ ہے کہ ایسے اسماء کی جمع ذوات لگا کر اور واحد کے صیغے کے ساتھ اسے مضاف کر دیا جائے۔ مثلاً: ذَوَاتُ طسم اور ذواتُ حم۔

ط ع م — الطَّعَامُ: کھانا۔ شاید گندم کے کھانے کا مخصوص ہو۔ یعنی خاص کر گندم کی خوراک کھانا۔ حدیث شریف میں ہے، جو حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے: كُنَّا نُخْرِجُ صَدَقَةَ الفِطْرِ على عهد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم صَاعًا من طَعَامٍ وصَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ: ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں صدقہ فطر ایک صاع گندم اور ایک صاع جو دیا کرتے تھے۔

الطَّعْمُ: ذائقہ، مثلاً: کہا جاتا ہے: طَعْمُهُ مُرٌّ: اس کا ذائقہ کڑوا ہے۔

الطَّعْمُ کا معنی وہ چیز بھی ہے جسے کھانے کو دل چاہے۔ کہا جاتا ہے کہ: لَيْسَ لَهُ طَعْمٌ: اسے کھانے کی خواہش نہیں ہے یا اس کا کھانے کو دل نہیں چاہتا۔

وَمَا فُلانٌ بِذِی طَعْمٍ: فلاں آدمی نحیف اور لاغر ہوا۔

الطُّعْمُ: (طاء مضموم) کھانا۔ طعام۔

قَدْ طَعِمَ طُعْمًا: (طاء مضموم) اس نے کھانا کھایا یا چکھا، اس کا اسم فاعل طَاعِمٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: اذا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا: جب کھانا کھا چکو، تو منتشر ہو جاؤ۔ دوسرا قول خداوندی ہے: وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَانَّهُ مِنِّي: اور جو اسے نہ چکھے گا تو وہ مجھ سے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ قَلَّ طَعْمُهُ: فلاں شخص کی خوراک کم ہوگئی۔

الطُّعْمَةُ: کھانا۔ کہا جاتا ہے: جَعَلْتُ هٰذه الضَّيْعَةَ فُلَانٌ: میں نے یہ جائیداد یا زمین فلاں شخص کی گزر اوقات یعنی کھانے پینے کے لئے بنائی۔

الطُّعْمَةُ کا معنی کمائی بھی ہے مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ عَفِيْفُ الطُّعْمَة: فلاں شخص کی کمائی پاکیزہ ہے۔

اسْتَطْعَمَهُ: اس نے کھانا مانگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اذا اِسْتَطْعَمَكُمُ الإمامُ فَاَطْعِمُوْهُ: جب امام دوران قراءت لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو۔ اَطْعَمَتِ النخلة: کھجور کے درخت پر پھل آ گیا۔

اَطْعَمَتِ البُسْرَةُ: (طاء مشدد) بسرہ

کھجور میں ذائقہ پڑ گیا۔ یہ فعل طعم کے باب افتعال سے ہے۔ اس کی مثال طلب سے اطَّلَبَ ہے۔

رَجُلٌ مِطْعَمٌ: (میم مضموم) وہ شخص جسے کھلایا جائے۔ رَجُلٌ مِطْعَامٌ: بہت زیادہ کھانے کھلانے والا۔ مہمان نواز۔ لوگوں کے اس قول: تَطَعَّمْ تَطعَمْ کا معنی ہے کہ کھانا چکھو تاکہ تمہاری بھوک چمکے یعنی کھانے کی خواہش پیدا ہو اور تم کھاؤ۔

ط ع ن — طَعَنَهُ بالرُّمحِ: اس نے اسے نیزہ مارا۔ اور طَعَنَ فی السِّین: وہ عمر رسیدہ ہوگیا۔ دونوں کا باب نصر ہے۔

طَعَنَ فِیْهِ: اس نے اس پر طعن کیا۔ اس کا باب بھی نَصَرَ ہے۔ اس کا مصدر طَعَنَانًا بھی ہے یعنی مفتوح العین۔

الصّحاح میں یہی درج ہے۔ اس میں یہ بھی درج ہے کہ: ''الفراء اس لفظ کو ہر جگہ مفتوح العین پڑھنا جائز قرار دیتا ہے''۔

امام الازہری نے اپنی کتاب التھذیب میں لکھا ہے کہ اطَّعَنَانُ لیث کا قول ہے۔ اس کے علاوہ دوسروں کے نزدیک تمام افعال میں مصدر صرف الطَّعْنُ ہے۔ لیث کے نزدیک یہ فعل تمام مضارع صیغوں میں مضموم العین ہے۔ البتہ بعض الطعن کے مضارع کے صیغے میں عین کلمہ کو مفتوح کرتے ہیں تاکہ مصدر اور مضارع میں فرق ہو سکے۔ الکسائی کا کہنا ہے کہ میں نے اس فعل کے تمام صیغوں میں عین کلمہ پر جزم کے سوا کچھ نہیں سنا۔ الفراء کا کہنا ہے کہ میں نے یَطْعَنُ بالرمح میں مضارع کے عین کلمہ کو مفتوح سنا ہے۔

الدیوان میں صاحب کتاب نے الطَّعْن بالرمح واللسان میں طعن کا باب نَصَرَ بتایا ہے، اور پھر اس کا باب قطع کہا ہے۔ اور طَعَنَ یَطْعُنُ اور طَعَنَ یطعَنُ کو دو مختلف بابوں سے مشتق کیا ہے۔

المِطْعَانُ: شدید نیزہ باز۔ دشمن پر شدید نیزہ بازی کرنے والا۔

قَوْمٌ مَطَاعِیْنُ: نیزہ باز قوم یا نیزہ باز لوگ۔ حدیث شریف میں ہے: لَایَکُوْنُ الْمُؤمِنُ طَعَّانًا: مومن لوگوں کی عزت وآبرو سے کھیلنے والا نہیں ہوتا۔

الطَّاعُوْنُ: وبائی موت۔ اس کی جمع طواعین ہے۔

ط غ م — الطَّغَامُ: کمینے لوگ۔ اس میں صیغہ واحد اور جمع یکساں ہے۔

ط غ ا — طَغَا یَطْغَی: دونوں (غین مفتوح) یطغو طغیانا وطُغُوَانًا: حد سے تجاوز کرنا۔

طَاغ اور طِغِیَ: (غین مکسور) کا معنی بھی یہی ہے۔

اَطْغَاہُ المَالُ: مال ودولت نے اسے

سرکش بنا دیا۔

طَغَی الْبَحْرُ: سمندر میں طوفان اٹھا۔ اور لہریں اُٹھیں۔

طَغَی السَّیْلُ: پانی کا سیلاب آ گیا۔

الطُّغْوَی: (طاء مفتوح) طغیان۔

الطَّاغِیَۃُ: کڑک۔ قول خداوندی ہے: فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُھْلِکُوْا بِالطَّاغِیَۃِ: قوم ثمود عذاب کی کڑک سے ہلاک کی گئی۔

الطَّاغُوْتُ: کاہن۔ غیب کی خبریں سنانے والے اور شیطان۔ نیز گمراہی کا ہر سرغنہ، یہ لفظ صیغہ واحد کے لئے بھی مستعمل ہے، مثلاً: قول خداوندی ہے: یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ: یہ لوگ طاغوت سے اپنے معاملات کے فیصلے کرواتے ہیں حالانکہ انہیں طاغوت کی نافرمانی اور حکم عدولی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور صیغہ جمع کے لئے مستعمل ہے مثلاً: قول خداوندی ہے: اَوْلِیَآئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ: ان کے دوست اور سرپرست طاغوت ہیں۔ جو انہیں (روشنی و ہدایت) سے نکالتے ہیں۔ اس کی جمع الطَّوَاغِیْتُ ہے۔

ط ف ا — طَفِئَتِ النَّارُ: (فاء مکسور) طُفُوْءًا اور اِنْطَفَاءً کا ایک ہی معنی ہے، یعنی آگ بجھ گئی۔ اَطْفَاھَا غَیْرُھَا: اسے کسی اور نے بجھایا ہے۔

مُصْطَفِئُ الْجَمْرِ: سخت سردی کے دنوں میں سے ایک دن۔

ط ف ح — طَفَحَ الْاِنَاءُ: برتن بھر گیا اور لبریز ہو گیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

اَطْفَحَہٗ غَیْرُہٗ: کسی اور نے اسے بھر دیا۔

طَفَّحَہٗ تَطْفِیْحًا: وہ خوب بھر گیا۔

طَفَحَ السُّکْرَانُ: شرابی نشے میں مست ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل طَافِحٌ ہے، یعنی شراب سے مخمور۔

ط ف ر — الطَّفْرَۃُ: حملہ، جھپٹ، جھپٹنا۔ گرفت۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

ط ف ف — الطَّفِیْفُ: تھوڑا۔ معمولی۔

طَفُّ الْمَکُّوْکِ: پیالے کو بھر کر لبریز کر دینا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: کُلُّکُمْ بَنُوْ آدَمَ طَفُّ الصَّاعِ لَمْ تَمْلَؤُوْہُ: تم سب آدم کی اولاد ہو اور پانی بھرے پیالے کی طرح ہو، جو لبریز ہونے کے قریب ہے یہ لبریز نہ ہونے پائے۔

التَّطْفِیْفُ: ناپ میں کمی کرنا وہ یہ کہ تم پیمانہ بھر کر نہیں ناپتے۔ طَفَّفَ بِہِ الْفَرَسُ: گھوڑا بدک گیا یا جھپٹ پڑا۔ اس کا ذکر حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں آیا ہے۔

ط ف ق — طَفِقَ یَفْعَلُ کَذَا: وہ ایسا کرنے لگا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ یہی

لفظ قول خداوندی میں وارد ہے: وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا: وہ (آدم وحوا) اپنے اوپر (جنت کے پتے) چپکانے لگے۔ بعض نے اس کا باب جَلَسَ بتایا ہے۔

ط ف ل – الطِّفْلُ: بچہ۔ ہر وحشی یعنی جنگلی جانور کا بچہ الطِّفْلُ ہے۔ اس کی جمع اَطْفَالٌ ہے۔

الطِّفْلُ: واحد اور جمع دونوں بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کی مثال جُنُبٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا: کہا جاتا ہے کہ اسی مادہ سے اَطْفَلَتِ الْمَرْاَةُ مشتق ہے جس کا معنی ہے کہ عورت بچے والی ہوگئی۔

الطَّفَلُ: طاء اور فاء مفتوح۔ بارش۔

الطُّفَيْلِيّ: بن بلایا مہمان۔ عرب اسے الوَارِش کہتے ہیں۔

ط ف ا – الطُّفْيُ: (طاء مضموم) مُقل درخت کے پتے۔ اس کا واحد طُفْيَةٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اُقْتُلُوْا مِنَ الْحَيَّاتِ ذَا الطُّفْيَتَيْنِ[1]: سانپوں میں سے دو دھاری زہریلے سانپ اور دم بریدہ سانپ کو مار ڈالو۔ اس سانپ کی پیٹھ پر نقش دھاریاں دو طفیوں کی طرح لگتی ہیں۔ شاید اس سانپ کو طفیۃ اس لئے نام دیا گیا ہے کہ یہ طفیہ والا ہوتا ہے۔

طَفَى الشَّيْءُ: کوئی چیز پانی کی سطح پر تیری یا ابھر آئی اور ڈوبی نہیں۔ اس کا باب غَدَا اور سَمَا۔

ط ل ب – طلبه يَطْلُبُهُ: (لام مضموم) طَلَبًا (طاء اور لام دونوں مفتوح) اس نے اسے تلاش کیا یا طلب کیا۔

اِطَّلَبَهُ: (طاء مشدد) اس نے اسے تلاش کیا۔

الطَّلَبُ: طالب کی جمع بھی ہے۔

الطَّلُّبُ: بار بار طلب کرنا۔

الطَّلِبَةُ: (لام مکسور) مطلوبہ چیز۔

اَطْلَبَهُ بروزن اَبْطَلَهُ: اس نے اس کی ضرورت یا حاجت روائی کی۔ اَطْلَبَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے طلب کا حاجتمند کر دیا۔

ط ل ح – الطَّلْحُ: بروزن الطَّلْعُ: ببول کا بڑا درخت۔ اس کا واحد طَلْحَةٌ: الطَّلْحُ، الطَّلْعُ کا ایک لہجہ بھی ہے۔ میرا کہنا ہے کہ قرآن میں مذکور لفظ الطلح کا معنی جمہور مفسرین نے کیلا بتایا ہے۔

ط ل س – طَلَسَ الْكِتَابَ: اس نے خط کو یا تحریر کو مٹا دیا۔

لَتَطَلَّسَ: تو تحریر مٹ گئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الأَطْلَسُ: پرانا اور بوسیدہ۔ اسی طرح

---

[1] مکمل حدیث یہ ہے: اقتلوا ذا الطُّفْيَتَيْنِ والأبتر: "دو دھاری والے سانپ اور دم بریدہ سانپ کو مار ڈالو"

الطِلْسُ (طاء مکسور) کا معنی بھی یہی ہے۔
کہا جاتا ہے کہ: رَجُلٌ اَطْلَسُ الثَّوْب: پھٹے پرانے کپڑوں والا شخص۔
ذِئْبٌ اَطْلَسُ: بھورے رنگ کا بھیڑیا جس پر سیاہ رنگ غالب ہو۔ اس رنگ کی ہر چیز اَطْلَس ہے۔
الطَّيْلَسَانُ: (لام مفتوح) اس کا صیغہ جمع الطَّيَالِسَة ہے۔ جمع کے صیغے میں ۃ عجمہ کی علامت ہے کیونکہ یہ فارسی سے معرب لفظ ہے۔ عام لوگ اسے لام مکسور کر کے الطَّيْلِسَان پڑھتے ہیں۔ اس کا معنی سبز چادر ہے۔

ط ل ع — طَلَعَتِ الشَّمْسُ والكواكب: سورج اور ستارہ طلوع ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور مصدر مَطْلَعًا بھی ہے۔
المَطْلِعُ: (لام مکسور و مفتوح) طلوع ہونے کی جگہ۔
طَلَعَ الجَبَلَ: وہ پہاڑ پر چڑھا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَهِيدَنَّكُمُ الطَّالِعُ: تمہیں صبح کاذب ہرگز گھبراہٹ میں نہ ڈال دے۔
میرا کہنا ہے کہ صبح کاذب کی پرواہ نہ کرو یا اس کی طرف دھیان کرنے سے سحری میں کھانے پینے سے نہ رکو۔
اِطَّلَعَ عَلٰى بَاطِنِ اَمْرِهٖ: وہ اس کے بھید سے باخبر ہو گیا۔ اس کا باب افتعال ہے۔
طَالَعَهٗ: اس نے اس کا مطالعہ کیا۔
طَالَعَهٗ بِكُتُبِهٖ: اس نے اپنی کتابوں کا مطالعہ کیا۔
طَالَعَ الشَّيْءَ: وہ چیز سے باخبر ہوا۔
تَطَلَّعَ اِلٰى وُرُوْدِ كِتَابِهٖ: اسے کتاب کے پہنچنے کا شدید انتظار رہا۔
الطُّلْعَةُ: رؤیت دیکھنا۔
میرا کہنا ہے کہ لوگوں کا اَنَا مُشْتَاقٌ اِلٰى طَلْعَتِكَ: میں تمہیں دیکھنے کا مشتاق ہوں، اسی لفظ سے ماخوذ ہے۔
الطَّلْعُ: کھجور کے درخت کا تنا۔
اَطْلَعَ النَّخْلُ: کھجور کا درخت تناور ہو گیا۔
اَطْلَعَهٗ عَلٰى سِرِّهٖ: اس نے اسے اپنے راز سے باخبر کر دیا۔
اِسْتَطْلَعَ رَأْيَهٗ: اس نے اس کی رائے پوچھی۔
المُطَّلَعُ: آنے کی جگہ۔ کہا جاتا ہے کہ اَيْنَ مُطَّلَعُ هٰذَا الْاَمْرِ: یہ معاملہ کہاں جا پہنچے گا۔ اس کا معنی کسی اونچی جگہ سے ڈھلوان پر دیکھنے کی جگہ بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مِنْ هَوْلِ الْمُطَّلَعِ: آنے والے ہول یعنی دہشت سے۔ اس حدیث میں آخرت کے ہول سے سر پر آنے والی دہشت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

طُوَيْلَعٌ: بنی تمیم کے کنویں کا اسم تصغیر ہے۔

ط ل ق - رَجُلٌ طَلْقُ الْوَجْهِ و طَلِيْقُ الْوَجْهِ: کشادہ کھلتا ہوا چہرہ۔

قَدْ طَلُقَ: وہ فصیح زبان ہوگیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔

رَجُلٌ طَلْقُ الْيَدَيْنِ: سخی وفیاض شخص۔

اِمْرَأَةٌ طَلْقُ اليدينِ کا معنی بھی فیاض اور سخی عورت ہے۔

رَجُـلٌ طَلْقُ اللِّسَان: فصیح اردو زبان آور شخص۔

طَلِيْقُ اللِّسان کا معنی بھی یہی ہے۔

لِسَانٌ طَلْقٌ: تیز زبان۔

طَلِيْقٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

الطَّلْقُ: بچہ جننے کی تکلیف۔

قَـدْ طُلِقَتْ: فعل ماضی مجہول ہے۔ اس عورت کو طلاق دی گئی یا اسے چھوڑ دیا گیا۔

اس کا مضارع تُطْلَقُ اور مصدر طَـلْـقًا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: عَدَ الفَـرَسُ طَلَقًا اَوْ طَلَقَيْنِ: گھوڑا ایک چکر یا دو چکر دوڑا۔

اَطْـلَـقَ الْأَسِـيْـرَ: اس نے قیدی کو آزاد کردیا۔

اَطْـلَقَ النَّاقَةَ مِـنْ عِقَـالِهَا: اس نے اونٹنی کا عقال کھول دیا۔

فَطَـلَـقَـتْ: تو وہ چل پڑی۔ اس میں طاء مفتوح ہے۔

اَطْلَقَ يَدَهُ بالخَيْرِ: اس نے بھلائی کے لئے ہاتھ کھول دیا۔

طَـلَـقَـهَا: بغیر الف زائد وتشدید لام کا بھی یہی معنی ہے۔

الطَّـلِـيْـقُ: آزاد شدہ قیدی یا رہا کیا ہوا قیدی۔

الطِّـلْقُ: (طاء مکسور) حلال اور جائز۔ کہا جاتا ہے کہ: هُـوَ لَـکَ طِـلْـقًا وہ تیرے لئے حلال ہے۔

الاِنْطِلَاقُ: چلے جانا۔ چل پڑنا۔

اِسْتِطْلَاقُ الْبَطْنِ: پیٹ کا رواں ہونا۔ دست لگ جانا۔

طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ: اس نے اپنی عورت کو طلاق دے دی۔

طَلَقَتْ هي: اسے طلاق ہوگئی۔ اس کا مضارع تَطْـلُقُ (لام مضموم) ہے اور مصدر طلاقًا اس کا اسم فاعل طَالِقٌ ہے اور طَالَقَةٌ بھی۔ اخفش کا قول ہے: لا يُقَـال طَـلُـقَـتْ کو ان معنوں میں طَلُقَتْ (لام مضموم) نہیں کہا جاتا۔

ط ل ل - الطَّلُّ: ہلکی بارش۔ پھوار۔ اس کا جمع کا صیغہ طِلَالٌ ہے۔ تم کہتے ہو کہ طُلَّتِ الأَرْضُ: زمین نم آلود ہوگئی۔

طَـلَّـهَـا النَّدَى: زمین کو شبنم نے گیلا یا نمدار کردیا۔ اسی زمین کو مَطْـلُـوْلَـةٌ کہتے ہیں۔

الطَّـلَـلُ: گھروں کے کھنڈرات کے

نشانات۔ اس کی جمع اَطْلَالٌ ہے اور طُلُول ہے۔ بقول ابوزید:

طُلَّ دَمُهٗ: اس کا خون رائیگاں گیا۔ اس کا اسم مفعول مَطْلُوْلٌ ہے۔

اُطِلَّ دَمُهٗ: اس کا خون رائیگاں گیا۔

طَلَّهُ اللّٰهُ تعالٰی وَاَطَلَّهُ: اللہ نے اس کا خون رائیگاں کر دیا۔ ابوزید نے مزید کہا کہ ان معنوں میں طَلَّ دَمُهٗ نہیں کہا جاتا۔ ابو عبیدہ اور الکسائی کہتے ہیں کہ ایسا کہنا درست ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اس لفظ کے تین لہجے ہیں:

(۱) طَلَّ دَمُهٗ.

(۲) طُلَّ دَمُهٗ.

(۳) اُطِلَّ دَمُهٗ.

اَطَلَّ عَلَيْهِ: اس نے اوپر سے جھانکا، نگرانی کی۔

ط ل م — الطُّلْمَةُ: (طاء مضموم) روٹی۔ یہ وہ روٹی ہے جسے لوگ المَلَّةُ یعنی بھوبھل میں پکی ہوئی روٹی کہتے ہیں۔ م م ل کے ذیل میں ہم جس کا ذکر کر آئے ہیں۔ یہ اس سے مختلف ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهُ علیه الصَّلاة والسَّلام مَرَّ بِرَجُلٍ يُعَالِجُ طُلْمَةً لِاَصْحَابِهٖ فِي سفرٍ وقد عَرِقَ فقال لايُصِيبُهُ حَرُّ جَهَنَّمَ اَبَدًا: روایت ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا گزر ایک ایسے آدمی کے پاس سے ہوا جو اپنے ساتھیوں کے لئے روٹی بنا رہا تھا اور پسینے میں شرابور تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کبھی بھی جہنم کی آگ نہ لگے گی۔

ط ل ا — الطَّلَا: کھردار جانوروں کا نوزائیدہ بچہ۔

الطُّلَى: گردنیں۔ اصمعی کا قول ہے کہ اس کا واحد طُلْيَةٌ ہے۔ ابوعمرو اور الفرّاء کا کہنا ہے کہ اس کا واحد طُلَاةٌ ہے۔

الطُّلَاوَةُ: (طاء مضموم و مفتوح) خوبصورتی۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا عَلَيْهِ طُلَاوَةٌ: اس کے چہرے پر رونق اور حسن نہیں ہے۔

الطِّلَاءُ: انگور کے رس کا شیرا جو پکا کر دو تہائی باقی رہ جائے۔ اسے عجمی لوگ میبختج (مے پختہ) کہتے ہیں اور بعض عرب شراب کو الطِّلَاء کہتے ہیں۔ اس سے ان کی مراد صرف اس کا نام خوبصورت بنانا ہوتا ہے نہ اس لئے یہ واقعی الطِّلا ہوتا ہے۔

الطِّلَاء کا معنی قطران بھی ہے۔ لیپ یا لپائی کرنے والی ہر چیز کو بھی طلاء کہتے ہیں۔

طَلَاهُ بِالدُّهْنِ: اس نے اس کی تیل سے مالش کی۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔

تَطَلّٰى بِالدُّهْنِ: اس کی تیل سے مالش

ہوئی۔

اِطَّلَى بِهِ: اس نے اپنی مالش کی۔ یہ افتعال کے باب سے ہے۔

ط م ح - طَمَحَ بَصَرُهُ: اس کی نظر کسی بلند چیز پر پڑی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس کا مصدر طِمَاحًا بھی ہے۔ اس میں طاء مکسور ہے۔ ہر بلند چیز کو طَامِحٌ کہتے ہیں۔

رَجُلٌ طَمَّاحٌ: طاء مفتوح میم مشدد۔ حریص اور لالچی۔

ط م ر - الطِّمْرُ: چیتھڑا۔ پھٹا پرانا کپڑا۔ اس کی جمع اَطْمَارٌ ہے۔

الطُّوْمَارُ: اس کی جمع الطَّوَامِيْرُ ہے۔ طویل اور لمبا چوڑا خط۔

الْمَطْمُوْرَةُ: گڑھا جس میں خوراک چھپا کر یا دبا کر رکھی جاتی ہے۔

قَدْ طَمَرَهَا: اس نے گڑھے کو بھر دیا ہے۔

ط م س - الطُّمُوْسُ: مٹ جانا اور نشانات کا محو ہو جانا۔

قَدْ طَمَسَ الطَّرِيْقُ: راستے کے نشانات مٹ گئے۔ اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔

طَمَسَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے مٹا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم ہے۔

تَطَمَّسَ الشَّيْءُ وَانْطَمَسَ: چیز مٹ گئی، بوسیدہ ہوگئی۔ قول خداوندی ہے:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ: اے ہمارے رب! ان کے اموال کو بدل دے۔ اسی طرح دوسرا قول ہے: مِنْ قَبْلِ اَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا: پیشتر اس کے کہ ہم چہرے بدل دیں۔

ط م ع - طَمِعَ فِيْهِ: اس نے اس میں لالچ کیا۔ اس کا باب طرب اور سَلِمَ ہے۔ اس کا مصدر طَمَاعِيَةٌ بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل طَمِعٌ (میم مضموم اور مکسور) ہے۔

اَطْمَعَهُ فِيْهِ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے اس میں لالچ دلایا۔

ط م م - جَاءَ السَّيْلُ فَطَمَّ الرَّكِيَّةَ: سیلاب آیا اور اس نے کنویں کے پاٹ کو زمین کے برابر کر دیا۔ اور ہر چیز کی بہتات ہوگئی، یہاں تک وہ بلند ہوئی اور دوسری چیزوں پر غالب آگئی۔

طَمَّ: وہ بھر گیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ فَوْقَ كُلِّ طَامَّةٍ طَامَّةٌ: ہر مصیبت پر ایک اور بڑھ کر مصیبت آتی ہے۔ اسی نام سے قیامت کا نام الطَّامَّةُ پڑا ہے۔

الطِّمُّ: (طاء مکسور) سمندر۔ کہا جاتا ہے کہ جَاءَ بِالطِّمِّ وَالرِّمِّ: وہ بہت سا مال و دولت لے کر آیا۔

ط م ن - اِطْمَاَنَّ الرَّجُلُ اطْمِئْنَانًا وَطُمَانِيْنَةً: آدمی کو پوری تسلی ہوگئی۔

هُوَ مُطْمَئِنّ الى كذا: وہ فلاں پر مطمئن ہے۔

وذاك مُطْمَأَنّ اليه: اور اسے اس سے تسلی ہے۔

طَمْأَن ظَهْرَهٗ وطَأمَنَهٗ: اس نے اپنی پیٹھ جھکالی۔ دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے اور دونوں الفاظ میں قلب ہوگیا ہے۔

ط م ا — طَمَا الماءُ: پانی چڑھ گیا۔ بلند ہوا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

طَمَى يَطْمِيْ: (میم مکسور) طُمِيًّا بروزن مُضِيّ: اس کا اسم فاعل طَامٍ: پانی بلند ہوا اور دریا پانی سے بھر گیا۔

ط ن ب — الطُّنُبُ: نون اور باء (دونوں مضموم) خیمہ کی رسی۔

ط ن ب ر — الطُّنْبُوْرُ: (طاء مضموم) طنبورہ: فارسی سے معرب ہے۔ الطُّنْبَار اس کا ایک اور لہجہ ہے۔

ط ن ز — الطَّنْزُ: طنز، تمسخر اور مزاق۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل طَنَّاز ہے اس میں نون مشدد ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ لفظ یا تو دخیل لفظ ہے یا معرب ہے۔

ط ن ف س — الطِّنْفِسَةُ: (طاء مفتوح اور مکسور) اس کی جمع طَنَافِسُ ہے۔ اور معنی بدشکل و بدخلق انسان۔

ط ن ن — الطَّنِيْنُ: مکھی کی بھنبھناہٹ۔

طشت اور بطخ کی آوازیں۔ تم کہتے ہو طَنَّ يَطِنُّ (طاء مکسور) طنينًا: بھنبھنانا۔

الطُّنُّ: (طاء مضموم) گنے کا مٹھا۔ مٹھے میں سے ایک گنے کو طُنَّةٌ کہیں گے۔

ط ہ ر — طَهَرَ الشَّيْءُ: (هاء مضموم و مفتوح) يَطْهُرُ (هاء مضموم) طَهَارَةً چیز پاک ہوگئی۔ اس کا اسم الطُّهْرُ ہے بمعنی پاکیزگی۔ اس میں ھاء مضموم ہے۔

طَهَّرَهٗ تَطْهِيْرًا: اس نے اسے خوب پاک کیا۔

تَطَهَّرَ بالماء: اس نے پانی سے پاکیزگی حاصل کی۔

وَهُمْ قَوْمٌ يَتَطَهَّرُوْنَ: وہ لوگ ناپاکی اور نجاست سے پاک رہنے والے لوگ ہیں۔

رَجُلٌ طَاهِرَ الثياب: وہ پاک وصاف کپڑے پہننے والا شخص ہے۔

ثِيَابٌ طَهَارَى: پاک وصاف کپڑے یہ بروزن حَيَارَى ہے، لیکن خلاف قیاس ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے طَهْرَان کی جمع ہو۔

الطُّهْرُ: حیض کا متضاد لفظ بمعنی حیض کے بعد کی پاکیزگی۔

المَرْأة طَاهِرٌ کا معنی ہوگا کہ وہ حیض سے پاک ہے۔ اور طَاهِرَةٌ کا معنی ہے کہ وہ نجاست اور عیوب سے پاک ہے۔

الطَّهُوْرُ: (طاء مفتوح) جس کے ذریعہ

پاکیزگی حاصل کی جائے۔ اس کی مثال الفُطُوْرُ، السَّحُوْرُ اور الوَقُوْدُ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَآءً طَهُوْرًا: ہم نے آسمان سے پانی برسایا جس سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ المُطَرِّزِیُ نے المُغرِب میں نقل کیا ہے کہ الطُّهُوْرُ (طاء مفتوح) مصدر ہے جس کا معنی تَطَهُّرٌ ہے اور جس کے ذریعے پاکیزگی حاصل کی جائے اس کا اسم ہے۔ اور قول خداوندی میں بطور صفت آیا ہے یعنی وانزلنا مِنَ السَّمآءِ مَآءً طَهُوْرًا۔ المَطْهَرَةُ: (میم مفتوح اور مکسور) آلۂ پاکیزگی وصفائی۔ میم مفتوح زیادہ اچھا ہے۔ اس کی جمع المَطَاهِرُ ہے کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی مسواک ہے جس سے منہ صاف کیا جاتا ہے۔ یہ بروزن مَتْرَبَةٌ ہے۔

ط ه م — وَجْهٌ مُطَهَّمٌ: گٹھا ہوا گول منہ۔ یہی لفظ حدیث شریف میں ہے کہ: لَمْ يَكُنْ بِالمُطَهَّمِ وَلا بِالمُكَلْثَمِ: آپ ﷺ کا دہانِ مبارک نہ تو گٹھا ہوا تنگ اور گول تھا اور ابھرے ہوئے رخساروں والا تھا بلکہ آپ ﷺ کا چہرہ کتابی اور ناک ستواں تھی۔

میرا کہنا ہے کہ المُوَجَّن کا معنی بڑے بڑے رخساروں والا اور اسی کو المتکلثم کہتے ہیں اور مسنون الوجہ کا معنی جس کے چہرے اور ناک میں لمبائی ہو۔

ط ه ا — الطَّهْوُ: گوشت پکانا۔ اس کا باب عدا ہے۔

مَطْهَاه طَهْيًا: بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فَمَا طَهْوِی إِذَنْ: اگر میں نے اس کو مضبوطی سے نہ کیا تو پھر میرا کام یا عمل کیا ہے۔

الطَّاهِی: پکانے والا۔ باورچی۔

طُوبٰی: دیکھیے بذیل ط ی ب.

ط و ح — طَاحَ: ہلاک ہوا۔ اور گر گیا یا گر پڑا۔ اس کا باب قَالَ اور بَاعَ ہے۔ اور اسی طرح اذا تَاهَ فی الارض کا معنی ہے کہ وہ سرزمین پر حیران و پریشان یا دربدر پھرا۔

طَوَّحَهُ تَطْوِيْحًا: اس نے اسے دربدر کیا تو وہ دربدر ہوا۔

طَوَّحَتْهُ الطَّوَائِحُ: اسے گردشوں نے دربدر کر دیا۔ اس کی بجائے المُطَوِّحَاتُ نہیں کہا جاتا۔ یہ نادر کلمات میں سے ہے، مثلاً: قول خداوندی ہے: وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ: "ہم نے ہواؤں کو درختوں پر بار آور کرنے کے لئے بھیجا ہے"۔ ان کی تفسیر دونوں تاویلوں میں سے کسی ایک کے مطابق ہے۔

ط و د — الطَّوْدُ: بڑا پہاڑ۔ کوہِ گران۔

ط و ر – ء اطْوَرَهُ: وہ اپنی حد سے بڑھ گیا۔

الطَّوْرُ: مرتبہ، بار، دفعہ، درجہ۔ قول خداوندی ہے: وَخَلَقْنَاكُمْ اَطْوَارًا: ہم نے تمہیں درجہ بدرجہ پیدا کیا۔ اخفش نے اس کا معنی یہ بتایا ہے کہ ہم نے کبھی تو تم کو علقه کی شکل دی اور پھر مضغه یعنی گوشت کا لوتھڑا بنایا۔

النّاس اطوارًا: لوگ طرح طرح کے ہوتے ہیں اور اس اختلاف کا انحصار مختلف حالت پر ہوتا ہے۔

الطُّوْرُ: پہاڑ، کوہ۔

ط و ع – هُوَ طَوْعُ يَدَيْهِ: وہ اس کا مطیع اور فرماں بردار ہے۔

الاسْتِطَاعَةُ: طاقت۔ بعض اوقات صرف اسطاع يَسْطِيْعُ کہتے ہیں اور 'ت' کو حذف کر دیتے ہیں۔ اور ایسا ثقل کے پیش نظر کرتے ہیں جو 'ت' اور 'ط' کے یکجا ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ بعض عرب استاع يَسْتِيْعُ ہمزہ قطعی کے ساتھ اس کا تلفظ کرتے ہیں۔

التَّطَوّعُ بالشَّيْءِ: کوئی چیز بطور ثواب دے دینا۔ یعنی خیرات کرنا۔

وَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ اَخِيْهِ: اس کے نفس نے اس کے لئے بھائی کا قتل گوارا اور آسان بنا دیا۔

المُطَوِّعَةُ: رضا کار لوگ۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْن المُطَّوِّعِين: جو لوگ رضا کارانہ جہاد کرنے والوں پر طنز کرتے ہیں، دراصل یہ لفظ المتطوّعين ہے۔ اس میں ادغام ہوا ہے۔

المطَاوَعَةُ: موافقت۔ شاید نحویوں نے فعل لازم کو مُطَاوِع کا نام دیا ہے۔

ط و ف – طَافَ حَوْلَ الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز کے گرد طواف کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے اور طَوَفَانًا بھی 'طاء' اور 'واؤ' دونوں مفتوح ہیں۔

تَطَوَّفَ اور اسْتَطَافَ کا معنی بھی یہی ہے۔

الطَّوْفُ کا معنی وہ کھالیں بھی ہیں جن میں ہوا بھر کر ان کے منہ کو باندھ کر بند کیا جاتا ہے۔ اس طرح ایک طرح کی کشتی کی سطح بن جاتی ہے جس پر سوار ہو کر پانی میں سفر کیا جاتا ہے اور اس پر سامان بھی لادا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس قسم کا ڈولا لکڑی کا بھی بنایا جاتا ہے۔

الطَّائِفُ: کوتوال۔ چوکیدار۔ نیز بنو ثقیف کا علاقہ طائف۔

الطائفة من الشَّيْءِ: چیزوں کا مجموعہ یا گروپ۔ قول خداوندی ہے: وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ: مومنوں میں سے ایک گروہ یا طائفہ ان کی

سزا کا مشاہدہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایک اور ایک کے زائد عدد پر بھی الطائفة کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

الطُّوفَانُ: سخت بارش۔ اور پانی کا ایسا ریلا کہ ہر چیز کو بہالے جائے۔ یا ہر چیز کو ڈھانپ لے۔ قول خداوندی ہے: فَاَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُوْنَ: پس طوفان نے انہیں گھیر لیا اور وہ ظلم کرنے والے تھے۔ اخفش کا قول ہے کہ ازراہ قیاس اس کا واحد کا صیغہ طُوفَانَةٌ ہونا چاہیے۔

طَوَّفَ الرَّجُلُ: آدمی نے بہت طواف کئے۔

اَطَافَ بِهٖ: وہ اس سے چمٹ گیا اور اس کے قریب ہوا۔

ط و ق — الطَّوْقُ ہار۔ اس کی جمع اَطْوَاقٌ ہے۔

طَوَّقَهُ فَتَطَوَّقَ: اس نے اسے ہار پہنایا تو اس نے پہن لیا۔

الْمُطَوَّقَةُ: کبوتر جس کے گلے میں طوق ہو۔

الطَّوْق کا معنی طاقت بھی ہے۔

اَطَاقَ الشَّيْءَ: وہ کوئی کام کرسکا۔ اس کا مصدر اِطَاقَةٌ ہے۔

هُوَ فِي طَوْقِهٖ: یہ بات اس کے بس میں ہے۔

طَوَّقَهُ الشَّيْءَ: اس نے ایک کام اس کے ذمے لگادیا۔

الطَّاق: طاق۔ طاقچہ محراب، جو مکانوں میں بنائے جاتے ہیں۔ اس کی جمع الطاقات اور الطِّيقَانِ ہے۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ کہا جاتا ہے: طَاقُ نَعْلٍ: جوتے کا تلا اور طَاقَةُ رِيحَانٍ: ریحان کا گلدستہ۔

ط و ل — الطُّوْل لمبائی۔ العرض بمعنی چوڑائی کی ضد۔

طَالَ الشَّيْءُ يَطُوْلُ طُوْلًا: چیز یا بات لمبی ہوگئی۔ بڑھ گئی یا پھیل گئی۔

طَوَّلَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے لمبا کیا۔

اَطَالَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

طَاوَلَنِيْ فُلَانٌ فَطُلْتُهُ: فلاں شخص نے میرے ساتھ دراز قد ہونے میں مقابلہ کیا تو میں اس سے زیادہ لمبا تھا۔ یہ کلمہ الطُّول اور الطَّول دونوں سے مشتق ہے۔ اور اس کا باب قَالَ ہے۔

الطِّوَل بروزن العِنَبُ: وہ لمبی رسی جس سے چوپائے کو باندھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بندھی چرتا رہے۔ ایسی رسی کو الطُّوِيْلَةُ بھی کہتے ہیں۔

الطُّوَال: (طاء مضموم) بہت زیادہ لمبا شخص ایسے شخص کو الطُّوَّال (واؤ مشدد) بھی کہتے ہیں۔

الطِّوَالُ: (طاء مکسور) طویل کی جمع لمبے لوگ۔

الأَطَاوِلُ–اَطْوَلُ: بمعنی درازتر کی جمع۔
الطُّوْلٰی–الأَطْوَل کا صیغہ تانیث۔ اس کی جمع کا صیغہ الطُّوَل ہے۔ اس کی مثال الکُبْرٰی کی جمع الکُبَرُ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ هٰذا اَمْرٌ لَا طَائِلَ فیه: یہ کام ایسا ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کلمہ تذکیر وتانیث دونوں کے لئے یکساں ہے۔ اور یہ کلمہ منفی صورت کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔
الطَّوْلُ: (طاء مفتوح) منت اور احسان۔ کہا جاتا ہے کہ: طَالَ علیه اس نے اس پر احسان کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
تَطَوَّلَ عَلَیْهِ: اس نے اس پر بہت زیادہ احسان کیا یا مسلسل احسان کرتا رہا۔
طَاوَلَهُ فِی الأَمر: وہ اسے معاملے میں ٹالتا رہا۔
اَطَالَتِ المَرْأَةُ: عورت نے دراز قد بچہ پیدا کیا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ القَصِیْرَةَ قَدْ تُطِیْلُ: ممکن ہے کوتاہ قد عورت دراز قد بچہ جنے۔
طَوَّلَ لَهُ تَطْوِیْلًا: اس نے اسے مہلت دی۔
اسْتَطَالَ عَلَیْهِ: اس نے اس پر ظلم کیا۔ یا زیادتی کی۔ ممکن ہے کہ اسْتَطَال کا معنی طَالَ یعنی لمبا ہوا ہو۔
ط و ی–طَوَاه یَطْوِیه طَیًّا
فَانْطَوٰی: اس نے اسے لپیٹا تو لپٹ گیا۔

الطَّوٰی: بھوک۔ اس کا باب صَدِیَ ہے۔ اسم فاعل طَاوٍ ہے اور طَیَّانٌ ہے۔
طَوَی یَطْوِی (واؤ مکسور) طَیًّا: کسی بات کا پختہ ارادہ کرنا۔
فُلَانٌ طَوٰی کَشْحَهُ: فلاں شخص نے اس کی دوستی سے منہ پھیرلیا۔
تَطَوَّتِ الحَیَّةُ: سانپ نے کنڈلی مارلی۔
طُوًی: طاء مضموم اور مکسور۔ شام میں ایک جگہ کا نام۔ یہ لفظ منصرف بھی ہے اور غیر منصرف بھی۔ جس نے اسے منصرف مانا اس نے اسے ایک وادی یا جگہ کا نام سمجھ کر ایسا کیا اور اس کو اسم نکرہ قرار دیا۔ اور جس نے اسے غیر منصرف مانا اس نے اسے ایک شہر یا دلدل یا قطعۂ زمین سمجھ کر ایسا کیا۔ اور اُسے اسم معرفہ سمجھ کر اسے غیر منصرف قرار دیا۔ اور بعض لوگوں نے یہ کہا کہ طُوًی: مکّہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔
الطَّوِیَّةُ: ضمیر۔
ط ی ب–الطَّیِّبُ پاکیزہ۔ الخبیث بمعنی نجس کی ضد ہے۔
طَابَ یَطِیْبُ طِیْبَةً: (طاء مکسور) اور تَطْیَابًا (تاء مفتوح) وہ پاکیزہ ہوگیا۔ خوشگوار ہوگیا۔ یا اچھا ہوگیا۔
الإِسْتِطَابَةُ: استنجاء۔ لوگوں کے اس قول مَا اَطْیَبَهُ اور مَا اَیْطَبَهُ: وہ کس قدر یا کتنا اچھا ہے۔ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

دوسرا لفظ پہلے لفظ سے مقلوب ہے۔
مَـا بِهٖ مِنَ الطِّيْبِ شَيْءٌ: اس میں اچھائی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ان معنوں میں مِـنَ الطِّيْبَةِ نہیں کہنا چاہئے۔ اسی طرح تم لوگ کہتے ہو: اَطَايِبُ الْأَطْعِمَةِ: اچھے اچھے کھانے، ان معنوں میں مَطَايِبُهَا نہیں کہنا چاہئے۔
طَايَبَهٗ: اس نے اس کے ساتھ خوش گپی یا مزاح کیا۔
طُوْبَى الطِّيْبُ سے فُعْلٰى کا وزن۔ اس میں 'یاء' کو 'واؤ' میں تبدیل کیا گیا کیونکہ ماقبل ضمہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طُوْبَى لَكَ: تمہیں مبارک ہو، یا طُوْبَاكَ بھی تمہیں نصیب ہو یا مبارک ہو، کہتے ہیں۔
طُوْبَى: جنت میں ایک درخت کا نام ہے۔
سَبْيٌ طِيَبَةٌ: صحیح قیدی۔ جو بغیر کسی غداری یا عہد شکنی کے ذریعے قید کئے گئے ہوں۔

ط ی ر — الطَّائِرُ: پرندہ۔ اس کی جمع الطَّيْرُ: اس کی مثال صَاحِبٌ اور صَحْبٌ کی ہے اور الطَّيْرُ کی جمع طُيُوْرٌ اور اَطْيَارٌ ہے۔ اس کی مثال فَرْخٌ، فُرُوْخٌ اور اَفْرَاخٌ ہے۔ قُطرب اور ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ الطَّيْرُ کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے، اور اس آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ: تو پھر وہ پرندہ بن جاتا ہے۔
طَـائِرُ الْإِنْسَانِ: انسان کا نامۂ اعمال جو انسان پہنے ہوتا ہے۔
الطَّـيْـرُ، فعل التَّطَيُّرُ کا اسم بھی ہے۔ مثلاً: لوگوں کا یہ قول ہے کہ: لَا طَـيْـرَ اِلَّا طَـيْـرُ اللّٰهِ: شگون صرف اللہ ہی کا شگون ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے: لَا اَمْـرَ اِلَّا اَمْـرُ اللّٰهِ: امر صرف اللہ ہی کا ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ: کہا جاتا ہے کہ طَـائِرُ اللّٰهِ وَلَا طَـائِـرُكَ: شگون اللہ ہی کا ہے، تمہارا نہیں۔ اس کے بدلے یعنی طَائِرُ اللّٰهِ کے بدلے طَيْرِ اللّٰهِ نہیں کہنا چاہئے۔
اَرْضٌ مَطَـارَةٌ: بہت زیادہ پرندوں والی زمین یا خطہ ارضی۔ اس میں میم مفتوح ہے۔ لوگوں کا یہ قول: كَـأَنَّ عَـلٰـى رُؤُوْسِهِمِ الطَّيْرُ: ہیبت کے مارے وہ ایسے گم صم ہیں گو ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ اصل قصہ یہ ہے کہ کوّا اونٹ کے سر پر بیٹھتا ہے اور اس کے سر کے بالوں میں سے جوئیں اور لیکھیں چن کر کھاتا ہے اور اونٹ اپنا سر نہیں ہلاتا تاکہ کوّا ڈر کر نہ اُڑ جائے۔
طَارَ يَطِيْرُ طَيْرُوْرَةً وطَيَرَانًا: وہ اُڑا یا اُڑ گیا۔
اَطَارَهٗ غَيْرُهٗ: کسی نے اسے اڑایا۔

طَيِّرَةٌ اور طايِرَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔
تَطَايَرَ الشَّيْءُ: چیز اڑ کر تتر بتر ہوگئی یا منتشر ہوگئی۔ تَطَايَرَ کا معنی طال لمبا ہوا، بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: خُذْ مَا تَطَايَرَ مِنْ شَعْرِكَ: اپنے بالوں میں سے جو منتشر ہوگئے انہیں پکڑو۔
اِسْتَطَارَ الْفَجْرُ غَيْرُهُ: صبح کی روشنی پھیل گئی۔ پو پھٹ گئی۔
اسْتُطِيرَ الشَّيْءُ: چیز اُڑائی گئی۔ تَطَيَّرَ مِنَ الشَّيْءِ وَبِالشَّيْءِ: کسی چیز سے نیک یا بدشگون لینا۔ اس کا اسم الطِّيَرَةُ: شگون لینا ہے اس کا وزن العِنَبَةُ ہے۔ اس سے بدشگونی لی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الْفَالَ وَيَكْرَهُ الطِّيَرَةَ: آپ ﷺ نیک فال لینا پسند فرماتے اور بدشگون لینا ناپسند فرماتے تھے۔ قول خداوندی ہے: قَالُوْا اطَّيَّرْنَا بِكَ: انہوں نے کہا کہ ہم نے تم سے بدشگون لیا ہے۔ اصل لفظ تَطَيَّرْنَا ہے جس میں ادغام کیا گیا۔

ط ی س – الطَّاسُ: تھال یا بڑا پیالہ جس میں پینے کا کام لیا جاتا ہے۔
الطَّاوُوسُ: مور۔ اس کا اسم تصغیر طُوَيْسٌ ہے۔ زائد حروف حذف کرنے کے بعد یہ صورت بن گئی۔

ط ی ش – طَاشَ السَّهْمُ عَنِ الْهَدَفِ: تیر نشانے سے چوک گیا۔
اَطَاشَهُ الرَّامِيْ: تیرانداز سے تیر نشانے پر لگنے سے چوک گیا۔ یا تیرانداز نے نشانہ خطا کیا۔
الطَّيْشُ: کا معنی غصہ اور غصے میں بے قابو ہونا بھی ہے۔
الرَّجُلُ الطَّيَّاشُ: طیش والا شخص۔ غصہ والا شخص۔ ان دونوں کا باب بَاعَ ہے۔

ط ی ف – طَيْفٌ: جھونکا آنا۔ طَيْفُ الخيال: نیند میں خیالات کا ذہن میں آنا تم کہتے ہو کہ طَافَ الخيال: میرے دل میں خیال آیا۔ اس کا باب باعَ ہے اور اس کا مصدر مَطَافًا بھی ہے۔ لوگوں کا قول ہے: طَيْفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ: کا معنی شیطانی خیال یا وسوسہ ہے۔ اسی طرح لَمَمٌ مِنَ الشَّيْطَانِ کا معنی بھی یہی ہے۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی: اِذَا مَسَّهُمْ طَيْفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ: جب ان کے دل میں کوئی شیطانی وسوسہ آتا ہے، اور طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

ط ی ن – الطِّيْنُ: گارا، کیچڑ۔
الطِّيْنَةُ: ان معنوں میں زیادہ مخصوص لفظ ہے۔ طَيَّنَ السَّطْحَ تَطْيِيْنًا: اس نے اچھی طرح چھت کی لپائی کی۔ بعض لوگ اس سے انکار کرتے ہیں۔ وہ اس کے

بدلے طَانَهٗ کہتے ہیں۔ اس کا باب باعَ ہے۔ اسم فاعل مَطِيْنٌ ہے۔

الطِّيْنَةُ: فطرت اور سرشت۔ طَانَ كِتَابَهٗ: اس نے اپنی کتاب پر مٹی کی مہر

ثبت کی اس کا باب بَاعَ ہے۔ اس کا اسم فاعل بھی مَطِيْنٌ ہے۔

فِلسطِيْن: فاء مکسور۔ ایک ملک یا علاقے کا نام۔

باب الظاء

ظ أ ر — الظِئرُ: (ظاء مکسور، مہموز) دایہ، انّا، ستون، اس کی جمع ظُئوار (ظاء مضموم) اس کی مثال فُعَال، ظُئور فُلُوس اور اَظْئار ہے جس کی مثال اَحْمَال ہے۔

ظ ب ی — الظَّبیُ: ہرن۔ ثَلاثةُ أَظْب، تین ہرن۔ اس سے زیادہ ہوں تو ظِبَاءٌ: ظُبِیٌّ بروزن فُعُول، اس کی مثال ثُدِیٌّ اور ظَبَیَات (باء مفتوح) ہے۔

ظ ر ف — الظَّرفُ: برتن اسی لفظ سے ظُرُوف الزَّمَانِ والمَکَانِ مشتق ہے۔ یعنی زمان و مکان کے حالات۔ یہ تاویل نحویوں کے نزدیک ہے۔

الظَّرف کا معنی کیاست یعنی دانائی یا ظرافت بھی ہے۔

قَدْ ظَرُفَ الرَّجُلُ: (راء مضموم) آدمی عقلمند یا ظریف ہوگیا۔ اس کا مصدر ظَرَافَةٌ ہے۔ اسم فاعل ظَرِیفٌ ہے۔

قَومٌ ظُرَفَاءُ وَظِرَاف: ظریف وہوشیار لوگ۔ علماء نے زائد حروف حذف کرنے کے بعد ظَرْف کی جمع ظُرُوف بنائی ہے۔ خلیل کا خیال ہے کہ یہ لفظ بمنزلہ مَذَاکِیر ہے جو ذکر سے جمع مکسر نہیں بنایا گیا۔

تَظَرَّفَ: وہ تکلفاً ظریف بن گیا۔

ظ ع ن — ظعن: وہ چل پڑا، نکلا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور مصدر ظَعَنٌ بھی ہے جس میں ظاء اور عین دونوں مفتوح ہیں۔ یہ دونوں لفظ قول خداوندی میں یوں پڑھے گئے ہیں: یَوْمَ ظَعْنِکُمْ.

الظَّعِینَةُ: ہودج، کجاوہ، اس میں عورت ہو یا نہ ہو اس کی جمع ظُعُنٌ، ظُعْنٌ، ظَعَائن اور اَظْعَان ہے۔ بقول ابوزید حُمُولٌ اور ظُعُنٌ صرف اس اونٹ کے لئے استعمال کر سکتے ہیں جس کے اوپر کجاوہ کسا ہو، خواہ اس کجاوے میں عورتیں ہوں یا نہ ہوں۔

الظَّعِینَةُ: ہودج یا کجاوہ میں سوار عورت۔ اگر ہودج میں عورت نہ بیٹھی ہو تو ایسی عورت کو ظعِینَة نہیں کہتے۔

ظ ف ر — ظُفُرٌ: ناخن۔ اس کی جمع اَظْفَارٌ ہے اور اُظْفُورٌ (الف مضموم) اور اَظَافِیرُ ہے۔

رَجُلٌ أَظْفَرُ: لمبے ناخن والا آدمی۔ یہ لفظ الظَّفَرُ (ظاء وفاء مفتوح) سے مشتق ہے۔ اس کی مثال رَجُلٌ اَشْعَرُ: لمبے بالوں والا آدمی ہے۔

الظَّفَرَةُ: (ظاء اور فاء مفتوح) ناخنہ۔ آنکھ کی ایک بیماری جو آنکھ کو ڈھانپ لیتی ہے۔

اسے ظُفُرٌ بروزن قُفْلٌ کہا جاتا ہے۔
قَدْ ظَفِرَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ میں ناخنہ ہوگیا ہے۔اس کا باب طرب ہے۔
الظَّفَرُ کا معنی کامیابی اور فتح بھی ہے۔
قَدْ ظَفِرَ بِعَدُوِّہٖ: اس نے اپنے دشمن پر غلبہ پالیا ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
ظَفِرَهٗ کا معنی لَحِقَ بِهٖ یعنی اس سے جا ملا بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل ظَفِرٌ ہے جو كَتِفٌ کے وزن پر ہے۔ ظَفِرَ عَلَيْهِ اور ظَفِرَ بِهٖ کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ اس پر غالب آگیا۔
اِظَّفَرَ: (ظاء مشدد) کا معنی بھی ظَفِرَ ہے۔ اَظْفَرَهُ اللّٰهُ بِعَدُوِّهٖ: اللہ نے اسے اس کے دشمن پر غلبہ دیا۔
ظَفَّرَهٗ تَظْفِيْرًا: اس نے اسے بڑی بھاری کامیابی دی۔
رَجُلٌ مُظَفَّرٌ: فتحمند شخص۔ جنگ میں فتح پانے والا۔
التَّظْفِيْرُ: سیب وغیرہ میں ناخن چبھونا۔
ظ ل ف — الظِّلْفُ: گائے، بکری اور ہرن کے پائے جس طرح دوسرے چوپایوں کے کھر ہوتے ہیں۔ بطور استعارہ اس کا معنی گھوڑا ہے۔
ظ ل ل — الظِّلُّ: سایہ۔ اس کی جمع ظِلَال ہے۔ سایہ بھی وہ جو بادلوں کی طرح تم پر سایہ فگن ہو۔

ظِلُّ اللَّيْلِ: رات کی تاریکی۔ یہ بھی استعارہ ہے۔ کیونکہ سایہ حقیقت میں شعاع کا عکس یا روشنی بغیر شعاع کے ہوتا ہے۔ اور جب اس میں روشنی نہ ہوگی تو تاریکی ہوگی، سایہ نہ ہوگا۔
ظِلٌّ ظَلِيْلٌ: گھنا سایہ۔
مكان ظَلِيْلٌ: سایہ دار مکان۔ فُلَانٌ يَعِيْشُ فِي ظِلِّ فلانٍ: فلاں آدمی فلاں آدمی کے زیر سایہ رہتا ہے۔
الظُّلَّةُ: (ظاء مضموم) چبوترے کی طرح کا سائبان۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی ہے۔ فِي ظُلَلٍ عَلَى الأرائكِ مُتَّكِئُوْنَ: جنتی لوگ صوفوں پر تکیے لگائے سایہ میں ہوں گے۔ الظُّلَّةُ: (ظاء مضموم) کا معنی وہ پہلا بادل ہے جو سایہ کرے۔ وَعَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ کا معنی بتایا گیا ہے کہ ایسے بادل جن کے نیچے گرم ہوا ہوگی۔
المِظَلَّةُ (میم مکسور) بالوں سے بنا ہوا بڑا گھر۔ عَرْشٌ مُظَلَّلٌ: ڈھکا ہوا سایہ دار عرش۔
اَظَلَّتْنِي الشَّجَرَةُ وَغَيْرُهٗ: مجھے درخت وغیرہ نے سایہ دیا۔
اَظَلَّکَ فُلَانٌ اذا دَنَا مِنْکَ: فلاں نے تم پر سایہ کیا جب وہ تمہارے قریب ہوا۔ گویا اس نے تجھ پر اپنا سایہ ڈالا پھر یہ محاورہ بن گیا۔ اَظَلَّکَ اَمْرٌ یا اَظَلَّکَ

شَهْرٌ كَذا: یعنی فلاں کام یا مہینہ تمہارے قریب آن لگا۔

اِسْتَظَلَّ بالشَّجَرَةِ: وہ درخت کے سائے تلے بیٹھا۔ ظَلَّ يَفْعَلُ كَذا: وہ سارا دن ایسا کرتا رہا۔ ظَلِلْتُ: (لام مکسور) ظُلُوْلاً: (ظاء مضموم) رہنا یا رہ جانا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: فَظَلْتُمْ تفكَّهُوْنَ: تو تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔ یہاں لام بغیر تشدید کے شاذ مثالوں میں سے ہے۔

ظ ل م — ظَلَمَهُ يَظْلِمُهُ: (لام مکسور) ظُلْمًا ومَظْلِمَةً (لام مکسور) اس نے اس پر ظلم کیا۔ ظلم کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی چیز کا اپنی مخصوص جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ رکھنا۔ کہا جاتا ہے کہ: مَنْ اَشْبَهَ اَبَاهُ فَمَا ظَلَمَ: جس نے اپنے باپ سے مشابہت کی اس نے ظلم نہیں کیا۔ ضرب المثل ہے کہ مَنْ اسْتَرْعَى الذِّئب فَقَد ظَلَم: جس نے بھیڑیے کے ساتھ رعایت کی اس نے ظلم کیا۔ الظُّلامَةُ والمظْلَمَةُ: (لام مفتوح) وہ بات جو تم کسی ظالم شخص کے پاس پاؤ۔ یہ اس فعل کا اسم ہے جو کچھ اس نے تم سے لیا ہے۔ یعنی ظلم سے لی ہوئی چیز۔

تَظَلَّمَهُ: اس نے اس کے مال کو کم کیا یا اس پر ظلم کیا۔

تَظَلَّمَ مِنْهُ: اس نے اس کے ظلم کی شکایت کی۔

تَظَالَمَ القَوْمُ: لوگوں نے ایک دوسرے پر ظلم کیا۔

ظَلَّمَهُ تَظْلِيمًا: اس نے اسے ظالم قرار دیا۔ تَظَلَّمَ وانْظَلَمَ: اس نے ظلم برداشت کیا یا وہ ظلم کا شکار ہوا۔

الظَّلِيْمُ بروزن السِّكِّيتُ: سخت ظالم۔

الظُّلْمَةُ: تاریکی۔ النور بمعنی روشنی کی ضد۔ لام مضموم یعنی الظُّلُمَةُ: بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ الظُّلْمَةُ کی جمع ظُلَمٌ ظُلُمَاتٌ وظُلَمَاتٌ اور ظُلْمَاتٌ (ان میں لام مضموم، مفتوح اور سکون تینوں ہیں۔) اَظْلَمَ اللَّيْلُ: رات کی تاریکی چھا گئی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ مَا اَظْلَمَهُ وَمَا اَضْوَأَهُ: کس قدر تاریکی ہے اور کس قدر روشنی ہے۔ لیکن یہ شاذ ہے۔

الظَّلامُ: ابتدائے شب۔

الظَّلْمَاءُ: تاریکی بعض اوقات یہ بطور صفت میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: لَيْلَة ظَلْمَاءُ: اندھیری رات۔ ظَلِمَ اللَّيْلُ (لام مکسور) ظَلامًا، اَظْلَمَ بمعنی تاریک ہوئی، کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اَظْلَمَ القَوْمُ: لوگ اندھیرے میں داخل ہوئے یعنی ان پر اندھیرا چھا گیا۔ قول

خداوندی ہے: فَإِذَاهُمْ مُظْلِمُوْنَ: تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اندھیرے میں ہیں، یعنی ان پر اندھیرا چھایا ہوا ہے۔

الظَّلِيْمُ: نر شتر مرغ۔ الظَّلْمُ: (ظاء مفتوح) دانتوں کا پانی اور لعاب۔ یہ دانت کی ہڈی کے اندر دانت کی شدید سفیدی کے باعث سیاہ رنگ کا لگتا ہے۔ اس کی مثال جوہرِ تلوار کی طرح ہے یعنی تلوار کے نقش ونگار۔ اس کی جمع ظُلُوْمٌ ہے۔

ظ م أ—الظَّمأُ: پیاس۔ پانی کی طلب۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اسم الظِّمْءُ: (ظاء مکسور) ہے۔ اور اسم فاعل ظَمْآنٌ اور اس کا مؤنث ظمآی ہے اور اس کی جمع ظِمَاءٌ (ظاء مکسور اور الف ممدود) ہے۔

ظ م ی—المَظْمِيّ: بارانی زمین۔ اس کے مقابل نہری یا چاہی زمین کو المَسْقَوِيُّ کہتے ہیں۔ اس کا ذکر بذیل مادہ (س ق ی) گزر چکا ہے۔

ظ ن ن—الظَّنُّ: گمان۔ کسی چیز کے متعلق غیر یقینی علم۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ جیسے تم کہو کہ: ظَنَنْتُكَ زَيْدًا: میں نے گمان کیا کہ تم زید ہو اور ظَنَنْتُ زَيْدًا إِيَّاكَ: میں نے خیال کیا کہ زید تم ہی ہو۔ اس میں ضمیر مُنفصل کو متصل ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے۔

الظَّنِين: متہم شخص۔ الظِّنَّةُ: تہمت۔ الزام۔ أَظِنَّةٌ اور أَظَنَّةٌ: (طاء اور ظاء کے ساتھ) اس نے اس پر تہمت لگا دی۔ ابن سیرین رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے: لَمْ يَكُنْ عليٌّ رضي الله عنه يُظَنُّ فِي قَتْلِ عُثْمَانَ رضي الله عنه: حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قتل عثمان کی تہمت نہیں تھی۔ یہ لفظ يُظَنُّ يُفْتَعَلُ کے وزن پر يُظْتَنُّ تھا جو ادغام کے بعد يُظَّنُّ بن گیا۔

مَظِنَّةُ الشَّيْءِ: کسی چیز کے بارے میں گمان کرنے کی جگہ یعنی گمان کا موقع۔ اس کی جمع المَظَانُّ ہے۔

ظ ن ی—تَظَنِّي: یہ لفظ الظَّنّ سے مشتق ہے۔ متعدد نونات میں سے ایک نون کو یاء میں بدل دیا گیا ہے۔ اس کی مثال تَقَضَّضَ سے تَقَضَّي کی سی ہے۔

ظ ہ ر—الظَّهْرُ: ظاہر۔ باطن کی ضد۔ اس کا معنی سواری بھی ہے اور خشکی کا راستہ بھی۔ کہا جاتا ہے: هُوَ نَازِلٌ بَيْنَ ظَهْرَيْهِمْ (راء مفتوح) و ظَهْرَانَيْمْ (نون مفتوح) وہ ان کے درمیان اترا۔

اسے ظَهْرَانِيهِمْ نہیں کہنا چاہیے، یعنی نون کو مکسور نہیں کرنا چاہیے۔

الظُّهْرُ: (ظاء مضموم) بعد زوال یا بعد دوپہر کا وقت اسی سے صَلَاةُ الظُّهْرِ: ظہر کی نماز ماخوذ ہے۔

الظَّهِيرَةُ: کڑکتی دوپہر۔

الظَّهِيرُ: معاون و مددگار۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَالمَلٰئِكَةُ بَعْدَ

ذٰلِک ظَھِیْرٌ: البتہ اس کا جمع کا صیغہ نہیں بنایا گیا جب کہ ہم نے قَعِیْدٌ کے سلسلے میں ذکر کیا ہے۔ شاعر کا قول ہے:

اِنَّ العَــوَاذِلَ لَسْنَ لِی بِاَمِـیْـرِ

''یعنی نوحہ گر عورتیں مجھ پر حکمران نہیں ہیں۔''

یہاں شاعر نے اُمراء کی بجائے مفرد اَمِیْر استعمال کیا ہے۔

الظِّـھْـرِیُّ: پیٹھ پیچھے۔ یعنی فراموش یا بھلا دیا ہوا شخص از یاد رفتہ۔ قول خداوندی ہے: وَاتَّخَذْ تُمُوْہُ وَرَاءَ کُمْ ظِھْرِیًّا: تم نے اسے پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے۔

الظَّاھِرُ: ظاہر، نمایاں۔ یہ الباطن یعنی پوشیدہ کی ضد ہے۔

ظَھَرَ الشَّیْءُ: چیز ظاہر ہوگئی۔

ظَھَرَ عَلٰی فُلَانٍ: وہ فلاں شخص پر غالب آ گیا۔ ان دونوں کا باب خَضَعَ ہے۔

اَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلٰی عَدُوِّہٖ: اللہ نے اسے اس کے دشمن پر فتح دی۔

اَظْھَرَ الشَّیْءَ: اس نے چیز یا بات کو ظاہر کر دیا۔ اَظْھَرَ کا معنی، اس نے دوپہر کر دی، بھی ہے یعنی وہ دوپہر کو چلا۔

المُظَاھَــرَۃُ: ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

التَّظَــاھُــرُ: (ظاہرداری) تعاون۔

اِسْتَظْھَرَ بِہٖ: اس نے اس سے مدد مانگی۔

الظِّھَارَۃُ: ابرا، دوہرے کپڑے کا بیرونی کپڑا۔ یہ البطانۃ کی ضد ہے جس کا معنی اندرس یا اندرونی کپڑا ہے۔

الظِّھَارُ: مرد کا اپنی بیوی سے ظہار کرنا اور اسے اپنے اوپر حرام قرار دینا۔ اور یہ الفاظ کہہ دینا کہ اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّی: یعنی تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔

ظَاھَرَ مِنْ اِمْرَاَتِہٖ: اس نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا۔

تَظَھَّرَ کا بھی یہی معنی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صاحب کتاب نے تَظَاھَرَ، کا ذکر چھوڑ دیا حالانکہ یہ قرآن کی ساتوں قراءتوں میں پڑھا گیا ہے۔ اور انہوں نے ظَھَّرَ کا ذکر کر دیا حالانکہ یہ غریب ہے۔ اسے کسی شاذ قرأت میں بھی نہیں پڑھا گیا۔ اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ: اَتَانَا فُلَانٌ مُظَھِّرًا (ھاء مشدّد) یعنی فلاں شخص ہمارے پاس ظہر کے وقت آیا۔ ابوعبید نے کہا اور کسی دوسرے نے بھی کہا کہ: اَتَانَا فُلَانٌ مُظْھِرًا: (بغیر تشدید) اور یہ درست ہے۔

باب العین

العین: عربی حروف ہجاء کا ایک حرف۔
عَادَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ ع و د.
عَارِیَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ ع و ر.
عَامٌ: دیکھئے بذیل مادہ ع و م.
عَاھَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ ع و ہ.
ع ب أ—عَبَأَ الطِّیْبَ والْمَتَاعَ: اس نے ساز و سامان اور مال و متاع تیار کر لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ عَبَّأَہٗ تَعْبِئَۃً کا معنی بھی یہی ہے۔
العِبْءُ: (عین مکسور) بوجھ۔ اس کی جمع اَعْبَاءٌ ہے۔
مَا عَبَأْتُ بِہٖ: اس نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
ع ب ب—العَبُّ: چکھے یا چوسے بغیر یا گھونٹ لئے بغیر پانی پینا جس طرح کبوتر اور چوپائے پانی پیتے ہیں۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ''الکُبَادُ مِنَ العَبِّ'': ''جگر درد بغیر سانس لئے پانی پینے سے ہوتا ہے۔''
ع ب ث—العَبَثُ: کھیل، بے کار مشغلہ۔ اس کا باب طرب ہے۔
ع ب د—العَبْدُ: غلام۔ الحُرّ (آزاد) کی ضد۔ اس کی جمع عَبِیْدٌ جس کی مثال کلب سے کَلِیْبٌ: یہ نادر جمع ہے۔ اس کی دوسری جمع اَعْبُدٌ، عِبَادٌ اور عُبْدَانٌ (عین مضموم) جس کی مثال تَمْرٌ کی جمع تُمْرَان، اور عِبْدَانٌ (عین مکسور) جس کی مثال جَحْشٌ سے جِحْشَان ہے۔
عِبِدَّان: (عین مکسور اور دال مشدد)، عِبِدَّی (عین مکسور اور دال مشدّد اور یائے مقصور و ممدود)، مَعْبُوْدَاءُ (الف ممدود) اور عُبُدٌ (عین اور باء مضموم) ہے جس کی مثال سَقْفٌ سے سُقُفٌ ہے۔ بعض نے قرآن کی آیت کو یوں پڑھا ہے: وَعُبُدَ الطَّاغُوْتِ: یہ ترکیب اضافی ہے۔ اور بعض نے عَبُدَ الطَّاغُوْتِ بروزن عَضُدٌ اضافت کے ساتھ پڑھا ہے اس کا معنی ہے: ''طاغوت کے خادم''۔ اخفش نے کہا کہ یہ جمع نہیں ہے کیونکہ فَعُلٌ کے وزن پر کسی اسم کی جمع فَعُلٌ کے وزن پر نہیں بن سکتی، بلکہ یہ صرف اسم ہے جو فَعُلٌ کے وزن پر بنایا گیا ہے۔ اس کی مثال حَذُرٌ اور نَدُسٌ ہے۔ تم کہتے ہو کہ عَبْدٌ جو العُبُوْدَۃِ اور العبودیۃ سے مشتق ہے۔
العُبُوْدِیَّۃُ کا اصل معنی جھکنا اور ذلیل و خوار ہونا ہے۔ التَّعْبِیْدُ کا معنی تذلیل ہے۔ کہا

جاتا ہے کہ طَرِيقٌ مُعَبَّدٌ: پختہ کی ہوئی سڑک۔

التَّعْبِيْدُ کا معنی الاِستعباد بھی ہے یعنی کسی شخص کو غلام بنانا۔ اور یہی معنی الاِعْتَبَادُ کا ہے۔حدیث میں ہے: رَجُلٌ اِعْتَبَدَ مُحَرَّرًا: یہی معنی الاِعْبَاد اور التَّعَبُّدُ کا ہے۔کہا جاتا ہے: تَعَبَّدَهُ: اس نے اسے غلام بنایا۔

العِبَادَةُ: عبادت وطاعت الٰہی۔

التَّعَبُّدُ: عبادت گزاری و پرہیزگاری۔

عَبِـدَ: اس کا باب طَرِبَ ہے یعنی وہ غضبناک ہوا اور اس نے ناک بھوں چڑھائی۔اس کا اسم العَبَدَةُ (عین اور باء دونوں مفتوح) ہے۔

الفرزدق کا شعر ہے:

وَاَعْبَدُ ان اَهْجُوَ كُلَيْبًا بِدَارِم

ابوعمرو نے کہا کہ قول خداوندی ہے: ”فَاَنَا اَوَّلُ العـابِدِيْنَ“ میں یہی مفہوم ہے۔

قول خداوندی ہے: ”فَادْخُلِي فِي عِبَادِيْ:“ میری جماعت میں داخل ہوجاؤ۔العَبَادِلَةُ سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم ہے۔میں کہتا ہوں کہ صاحب کتاب رحمہ اللہ نے العَبَادِلَة کا ذکر باب اَلِفُ لَيِّنه میں حاء کی اقسام کے ضمن میں کیا ہے۔وہ اس کے خلاف جو یہاں بیان ہوا ہے۔

ع ب ر — العِبْرَةُ: (عین مکسور) اعتبار کا اسم ہے۔اور عین مفتوح ہوتو آنسو کا قطرہ گرنا ہے۔

عَبِرَ الرَّجُلُ والمَرْأةُ والعين: آدمی، عورت یا آنکھ نے آنسو بہائے۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔اور بطور نعت، تینوں کے لئے عَابِرٌ ہوگا۔

اِسْتَعْبَرَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ آنسوؤں سے ڈبڈبائی بھی اس کا معنی ہے۔

العَبْرَانُ: رونے والا۔گریان۔

عُبْرُ النَّهرِ بروزن عُذْرٌ نہر کا کنارہ۔

عُبْرُهُ: اس کی جانب، اس کی طرف۔اس کا کنارا۔

العِبْرِيُّ: بروزن المِصْرِيُّ: عبرانی۔یہ یہود کی زبان ہے۔

المِعْبَرُ: بروزن المِبْضَعُ: پل جس پر سے گزرا جائے۔وہ پل ہو یا کشتی ہو۔ابوعبید کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ایسی سواری ہے کہ جس میں بیٹھ کر پانی وغیرہ عبور کیا جاسکے۔

رَجُلٌ عَابِرٌ: راہ گزار، مسافر۔

عَبَرَ: وہ گزر گیا یعنی فوت ہوگیا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

عَبَرَا لنَّهْرَ وَغَيْرَهُ: اس نے دریا عبور کرلیا۔اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

عَبَّرَ الرُّؤْيا: اس نے خواب کی تعبیر بتائی۔ اس کا باب کَتَبَ ہے۔
عَبَّرَهَا ایضاً تعبیرًا: اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے تفسیر بیان کی۔
عَبَّرَ عَنْ فُلَانٍ ایضاً: اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے فلاں شخص کی طرف سے بات کی۔
اللّسان يُعَبِّرُ ما في الضمير: دل میں جو بات ہوتی ہے زبان اسے بیان کر دیتی ہے۔
العَبِيْرُ بروزن البعير: اصمعی کے قول کے مطابق مختلف چیزوں کا زعفران میں ملانا۔ ابوعبیدہ کے قول کے مطابق اس کا معنی صرف زعفران ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "أَتَعْجِزُ إِحْدَاكُنَّ اَن تَتَّخِذَ تومتَيْنِ ثُمَّ تَلَطِّخُهُمَا بِعَبِيْرٍ اَوْ زَعْفَرَان:" اس سے معلوم ہوتا ہے عَبِیْر زعفران کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔
ع ب س - عَبَسَ الرَّجُلُ: آدمی ترش رُو ہوا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔
عَبَّسَ وَجْهَهُ: میں عبس کو مبالغہ کے لئے مشدد کیا گیا۔
التَّعَبُّسُ: سخت ترش رو ہونا۔
يَوْمٌ عَبُوْس: سخت مشکل دن۔
ع ب ط - مَاتَ فُلَانٌ عَبْطَةً: فلاں شخص بھرپور جوانی میں اور تندرستی کی حالت میں مر گیا۔
العَبِيْطُ مِنَ الدَّمِ: خالص اور تازہ خون۔
ع ب ق - العَبَقُ یہ عَبِقَ کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے وہ چمٹ گیا یا چپک گیا۔ لگ جانا۔
عَبِقَ بِهِ الطِّيْبُ: خوشبو یا عطر اس کے ساتھ لگ گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور عَبَاقِيَةٌ بھی اس کا مصدر ہے۔
ع ب ق ر - العَبْقَرُ بروزن العَنْبَرُ: ایسی جگہ جس کے بارے میں عربوں کا خیال ہے کہ وہ جنوں کی سرزمین ہے۔ پھر لوگوں نے اس کے ساتھ ہر اس چیز کی نسبت کری جس پر انہیں اس چیز کی عمدگی اور حسن کاریگری کی وجہ سے حیرانی ہوئی۔ تو انہوں نے اس کو عَبْقَرِي کہنا شروع کر دیا۔ یہ واحد کا صیغہ ہے اس کی جمع اور مؤنث کا صیغہ عَبْقَرِيَّةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: ثِيَابٌ عَبْقَرِيَّةٌ: لاجواب عمدہ کپڑے۔
حدیث شریف میں ہے کہ: أَنَّهُ كَانَ يَسْجُدُ عَلَى عَبْقَرِيّ: اس سے مراد ایسا کپڑا ہے جس میں طرح طرح کے رنگ اور نقش و نگار ہوں۔ حتی کہ لوگوں نے ظُلْمٌ عَبْقَرِيٌّ کہا یعنی بے مثال اور انوکھا ظلم۔ اور لوگوں نے مضبوط اور طاقتور آدمی کو عَبْقَرِيٌّ قوم کہہ دیا۔ حدیث شریف میں ہے: "فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِي

فَرِيئَهُ:" میں نے کوئی عبقری ایسا نہیں دیکھا جو اپنے حیرت انگیز کام پر تعجب کرتا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو باہم تعارف کے باعث مخاطب کر کے کہا کہ عَبْقَرِي حِسَان: وہ لوگ انوکھی قسم کی مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ بعض نے اس آیت کو وعَباقِرِيَ پڑھا ہے جو غلط ہے، کیونکہ منسوب اپنی نسبت کے اعتبار سے جمع نہیں بنایا جاتا۔

ع ب ل — رَجُلٌ عَبْلُ الذراعين ذو موٹے تازے بازوؤں والا شخص۔

فَرَسٌ عَبْلُ الشوى: موٹی اور فربہ ٹانگوں والا گھوڑا۔

قَدْ عَبُلَ: وہ موٹا ہو گیا یا فربہ ہو گیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔

إمراۃٌ عَبْلَةٌ: کامل ساخت کی عورت یا فربہ عورت۔ اس کی جمع عَبْلاتٌ ہے اور عِبَالٌ ہے۔ اس کی مثال ضَخْمَاتٌ اور ضِخَامٌ ہے۔

عَبَلَ الشَّجَرَةَ: اس نے درخت کے پتے جھاڑے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:"فِي شَجَرَةٍ سُرَّ تَحْتَهَا سَبْعُوْن نبيًا فَهِيَ لا تُسْرَفُ وَلَاتُعْبَلُ وَلا تُجْرَدُ:" اس درخت کے بارے میں جس کے نیچے ستر انبیاء کی نافیں کاٹیں گئیں، اس درخت کے پتوں کو نہ تو کیڑے لگتے ہیں، نہ پتے جھڑتے ہیں یا جھاڑے جاتے ہیں اور نہ انہیں ٹڈی کھاتی ہے یا نہ اس درخت کو چھیل کر ننگا کیا جاتا ہے۔ یعنی اس درخت میں کیڑا لگتا ہے نہ پتے جھڑتے ہیں اور نہ ہی اسے ٹڈی کھاتی ہے۔

ع ب ا — العَبَاءَةُ و العَبَايَةُ عَبایا قبا۔ چوغہ (ایک پہناوا) اس کی جمع العَباءات ہے۔

ع ت ب — عَتَبَ عَلَيْهِ اس نے پایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور طرب ہے۔ اور مَعْتَبًا بھی۔ اس میں تاء مفتوح ہے۔

العَتَب: (تاء مفتوح) العَتْبُ (تاء ساکن) کی طرح ہے۔ اس کا اسم المَعْتَبَةُ (تاء مفتوح اور مکسور) ہے۔ الخلیل کا قول ہے: العِتَاب کا معنی مخاطلب ادلال ہے یا مذاکرۃ المَوجدہ ہے یعنی عَتَاب اظہار ناراضگی اور تنبیہ ہے۔

عَاتَبَهُ مُعاتبةً و اعتابًا: اس نے اس پر عتاب کیا۔

أَعْتَبَهُ: اس نے اس پر عتاب کرنے کے بعد اسے خوش کیا۔ اس کا اسم العُتبیٰ ہے۔

اسْتَعْتَبَ اور آعْتَبَ کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی اس نے اسے رضا مند کر لیا۔

اسْتَعْتَبَ کا معنی اس نے اسے رضا مند کرنا چاہا بھی ہے۔ تم کہتے ہو کہ اسْتَعْتَبَهُ

فَاَعْتَبَهُ: اس نے اسے رضامند کرنا چاہا تو اسے رضامند کرلیا۔

العَتَبُ: دہلیز۔ ہر سیڑھی یا پائے کو عَتَبَةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع عتباتٌ ہے اور عَتَبٌ بھی ہے۔

العَتَبَةُ: چوکھٹ کو بھی کہتے ہیں۔ میرا کہنا ہے کہ الازہری نے اس کا ذکر ع ت ب کی ذیل میں کیا ہے۔ اور ابن شمیل نے اسے دروازے کی بالائی چوکھٹ کہا ہے۔ اور زیریں چوکھٹ کو الأُسْکُفَّةُ کہا ہے۔ اور اس کا ذکر س ک ف کے ذیل میں کیا ہے۔ اللیث کا قول ہے کہ الأسکفة الباب زیریں چوکھٹ ہے جس پر دروازہ نصب ہوتا ہے۔

ع ت د — اَلْعَتِیْدُ: حاضر، موجود، میسر۔ قَدْ عَتُدَهُ تَعْتِیْدًا: اور اَعْتَدَهُ اعتاداً: اس نے ایک دن کے لئے اسے تیار کیا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں وارد ہے: وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّکَأً: اس نے زنانِ مصر کیلئے گاؤ تکیے لگا دیئے۔ یعنی ان کے بیٹھنے کا عمدہ انتظام کیا۔

ع ت ر — العِتْرُ بروزن التِّبْرُ: مرزنجوس طرح کی ایک بوٹی ہے۔ جو بطور دوا استعمال ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لَاباْسَ للمحرِمِ اَنْ یَتَداوَیٰ بالسنا والعِتْرِ": "محرم کو برگ سنا اور عتر سے علاج کرانے میں کوئی گناہ نہیں۔

عِتْرَۃُ الرَّجُلِ: انسان کی نسل اور قریبی خاندان یا رشتہ دار۔

العِتْرُ اور العَتِیْرَةُ بروزن الذَّبِیْحَةُ: اس بکری کو بھی کہتے ہیں جو مشرکین رجب کے مہینے میں اپنے بتوں پر چڑھاوے کے لئے ذبح کرتے تھے۔

ع ت ر س — العَتْرَسَةُ بروزن الهَنْدَسَةُ: سختی اور جبر کے ساتھ کوئی چیز لینا۔ غصب کرنا۔ چھیننا۔

العِتْرِیْسُ بروزن العِفْرِیْتُ: جابر۔ غضبناک۔

ع ت ق — العِتْقُ: کرم، مہربانی۔ اس کا معنی خوبصورتی بھی ہے۔ اور اس کا معنی آزادی اور حریت بھی ہے۔ اسی طرح العَتَاق (عین مفتوح) اور العَتَاقَةُ: اسی سے مشتق اور ماخوذ الفاظ ہیں۔ اسی سے مشتق لفظ ہے: عَتَقَ العَبْدُ یَعْتِقُ (تاء مکسور) عِتْقًا اور عِتَاقًا بھی۔ غلام آزاد ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل عَتِیْقٌ اور عَاتِقٌ ہے۔

اَعْتَقَهُ مَوْلَاهُ: اس کے آقا نے اسے آزاد کر دیا۔

فُلَانٌ مَوْلَی عَتَاقَةٍ ومَوْلَی عَتِیْقٍ ومُوْلَاةٌ عَتِیْقَةٌ ومَوَالٍ عُتَقَاء ونِسَاءٌ عَتَائِقُ: بمعنی آزاد شدہ غلام،

اسی مادہ سے ماخوذ کلمات ہیں۔

عَتُقَ الشَّیْءُ: چیز آزاد ہوگئی۔ عَتَقَ یَعْتِقُ بروزن دَخَلَ یَدْخُلُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم فاعل عَاتِقٌ ہے۔

دَنَانِیْرُ عُتُقٌ: پرانے دینار۔

عَتَّقَهُ تَعْتِیقًا: اس نے اسے بہت پرانا کر دیا۔

اَلْمُعْتَقَةُ: پرانی شراب۔ شراب کہنہ۔ جس شراب کو بہت عرصے رکھے رہنے دیا جائے تا آنکہ کہنہ ہو جائے۔

اَلْعَاتِقُ: پرانی شراب۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی سر بمہر شراب ہے۔

جَارِیَةٌ عَاتِقٌ: ایسی خوبصورت نوجوان کنیز جو ابھی کنواری ہو۔

اَلْعَاتِقُ: کندھا۔ اوڑھنی رکھنے کی جگہ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔

اَلْعَتِیْقُ: قدیم ترین۔ یہاں تک لوگوں نے رَجُلٌ قَدِیْمٌ کہا یعنی پرانا آدمی۔ اس کا معنی آزاد کردہ غلام بھی ہے، اس کا معنی کریم اور شریف ترین آدمی بھی ہے۔

فَرَسٌ عَتِیْقٌ: خوبصورت اور عمدہ گھوڑا۔ اس کی جمع عِتَاقٌ ہے۔

عِتَاقُ الطَّیْرِ: پرندے کے اعضاء۔

اَلْبَیْتُ الْعَتِیْقُ: خانہ کعبہ۔ حضرت ابو بکرؓ کو ان کے جمال کے باعث عَتِیْق کہا جاتا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے عَتِیْق کہلانے کا سبب یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں "اَنْتَ عَتِیْقٌ مِنَ النَّارِ:" فرمایا تھا یعنی تم دوزخ کی آگ سے آزاد ہو۔ حضرت ابو بکر کا نام عبد اللہ تھا۔

قَنْطَرَةٌ عَتِیْقَةٌ: کو 'ۃ' اور قَنْطَرَةٌ جَدِیْدٌ میں صفت کو بغیر 'ۃ' لکھنے کا سبب یہ ہے کہ العتیقة الفاعلة کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور الجَدِیدِ المفعولة کے معنوں میں۔ اس سے مراد فاعل اور مفعول میں تمیز کرنا ہے۔

ع ت ل

عَتَلَ الرَّجُلَ: اس نے آدمی کو سختی سے پکڑا اور کھینچا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

اَلْعُتُلُّ: غلیظ گندہ شخص۔ شیخی خورہ۔ قول خداوندی ہے: عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ.

ع ت م

اَلْعَتَمَةُ: نمازِ عشاء کا وقت۔ الخلیل کا قول ہے کہ العَتَمَةُ رات کی پہلی تہائی ہے۔ اور یہ شفق کے غائب ہونے کے وقت سے لے کر تہائی حصے رات تک ہے۔

قَدْ عَتَمَ اللَّیْلُ: رات چھا گئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

عَتَمَتُهُ: اس کی تاریکی۔ اَعْتَمْنَا: ہمیں رات پڑ گئی۔ اس کی مثال اَصْبَحْنَا ہے بمعنی ہمیں صبح ہوئی۔

عَـتـمَ تَـعْـتِـيمًا: اسے نمازِ عشاء کا وقت ہو گیا۔

ع ت ہ ـ المَعْتُوہ: معذور، ناقص العقل۔
قَـدْ عُتِهَ: وہ معذور ہو گیا۔ ایسے مریض کو مَعْتُوہٌ کہتے ہیں۔

ع ت ا ـ عَتَا: اس نے سرکشی کی۔ اس کا باب سَمَا ہے اور عُتِيًّا بھی۔ اس میں عین مضموم اور مکسور۔ اس کا اسم فاعل عَـاتٍ ہے۔
قَوْمٌ عُتِيٌّ: سرکش قوم۔
تَـعَتّٰی کا معنی بھی عَتٰی کی طرح ہے۔
اس فعل سے عَتَيْتُ نہیں کہا جاتا۔ میں کہتا ہوں کہ العَاتِي کا معنی تکبر میں سے گزرنے والا شخص ہے۔ اور العَاتِي کا معنی جبار اور زور آور بھی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ العَـاتِي کا معنی سرکش اور گناہوں کے ارتکاب میں مبالغہ کرنے والا شخص ہے۔ اس شخص پر پند و نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ علامہ الجوہریؒ نے اس کی کوئی تفسیر بیان نہیں کی۔
عَتَا الشَّيْخُ يَعْتُو عُتِيًّا: (عین مضموم و مکسور) شیخ بوڑھا ہو گیا اور اس نے پیٹھ پھیر لی۔
عَتّٰی: اسی لفظ کا ہذیل اور ثقیف قبیلوں کا تلفظ ہے، وہ یہ لفظ حَتّٰی کے بدلے بولتے ہیں۔ وہ آیت حَتّٰی حِين کو عَتّٰی حِيْن پڑھتے ہیں۔

ع ث ث ـ العُثَّةُ: بروزن الحُقَّةُ: گھن۔ اون چاٹنے والا کیڑا۔ اس کی جمع عُثٌّ ہے اس میں عین مضموم ہے۔
قَدْ عَثَّتِ الصُّوفُ: اون کو گھن لگ گیا۔
اس کا باب رَدَّ ہے۔

ع ث ر ـ العَثْرَةُ: ٹھوکر۔
قَـدْ عَثَرَ فِي ثَوْبِهِ، يَعْثُرُ: (ثاء مضموم) عِـثَارًا (عین مکسور) اس کا پاؤں کپڑے میں اٹک گیا اور اسے ٹھوکر لگی۔ کہا جاتا ہے:
عَثَرَ بِـهِ فَـرَسُهُ: اس کے گھوڑے نے اسے ٹھوکر کھا کر گرا دیا۔
عَثَرَ عَـلَيْـهِ: اسے اس کا پتہ چلا۔ اس کا باب نصر اور دخل ہے۔
أَعْـثَـرَهُ عَـلَيـه غَـيْـرُهُ: کسی اور نے اسے اس کا پتہ بتایا۔ قول خداوندی ہے: "وَكَـذٰلِكَ أَعْثَرْنَا عليهم:" اور ہمیں اسی طرح ان کا پتہ چلا یا ہم نے اسی طرح ان کا پتہ چلا لیا۔
العِثْيَرُ بروزن المِنْبَرُ: گرد و غبار۔

ع ث ا ـ عَثَافِي الأرض: اس نے زمین پر فساد پھیلا دیا۔ اس کا باب سـمـا ہے۔
عَثِـيَ: (ثاء مکسور) عُـثُوًّا بھی اور عَثَى (عین اور ثاء مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔
قول خداوندی ہے: "وَلَا تَـعْـثَـوْا فِـي

الأرض مُفسِدِينَ: "زمین میں فساد نہ پھیلاؤ یا فساد پھیلاتے نہ پھرو۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ الازہری نے کہا کہ تمام قاری اس بات پر متفق ہیں کہ اس لفظ میں ثاء مفتوح ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم صرف دوسرے لہجے یا لغت میں نازل ہوا ہے۔

ع ج ب- العَجَبُ وَ العُجَابُ: (عین مضموم) قابل تعجب و حیرت بات۔ اسی طرح العُجّابُ (جیم مشدد) یہ زیادہ مستعمل ہے۔ اسی طرح الأعْجُوبَةُ کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّعَاجِيبُ: عجائب۔ انوکھی باتیں۔ عَجَبٌ اور عَجِيبٌ دونوں کی جمع نہیں بنتی۔ اس کی مثال أَفِيلٌ اور أَفَائِلُ ہے۔ نیز تَبِيعٌ اور تَبَائِعُ ہے۔ لوگوں کا قول "أعَاجِيبُ" لفظ أعْجُوبَةٌ کی جمع لگتا ہے۔ اس کی مثال أُحْدُوثَةٌ اور أَحَادِيث کی ہے۔

عَجِبَ مِنْهُ: اسے اس پر تعجب ہوا یا وہ اس پر حیرت زدہ ہوا۔ اس کا باب طرب ہے۔

تَعَجَّبَ اور اسْتَعْجَبَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

عَجَّبَ غَيْرَهُ: اس نے کسی اور کو تعجب میں ڈال دیا یعنی حیران کر دیا۔ اس کا مصدر تَعْجِيبًا ہے۔

أُعْجِبَ بِنَفْسِهِ وبِرَأْيِهِ: وہ اپنی ذات اور رائے پر مغرور ہوا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مُعْجَبٌ ہے۔ اس میں جیم مفتوح ہے۔ اس کا اسم العُجْبُ یعنی غرور اور تکبر ہے۔

العَجْبُ: (عین مفتوح) دُم کی جڑ۔ یہ لفظ العُجُوبُ کا صیغہ واحد بھی ہے جس کا معنی ریت کا آخری حصہ ہے۔

ع ج ج- العَجُّ: شور و غوغا۔ چیخ و پکار۔
قَدْ عَجَّ يَعِجُّ: (عین مکسور) عَجِيجًا: اس نے شور مچایا۔

عَجْعَجَ: اس نے یکے بعد دیگرے آواز نکالی۔

العَجَاجُ: (عین مفتوح) غبار اور گرد۔ اور دھواں بھی۔ اس کے لئے لفظ العَجَاجَة زیادہ مخصوص ہے۔

عَجَّتِ الرِّيحُ: ہوا نے گرد و غبار اڑایا۔ وأعَجَّتْ اور ہوا یا آندھی اور تیز ہو گئی۔ اس کا معنی یہ بھی ہے کہ ہوا نے دھواں اور گرد و غبار اُڑایا۔

يَوْمٌ مَعِجٌّ (عین مکسور) اور عَجَّاجٌ: (جیم مشدد) آندھی والا دن۔

عَجَّجْتُ البَيْتَ دُخَانًا فَتَعَجَّجَ: میں نے دھوئیں سے گھر بھر دیا تو وہ بھر گیا۔

نَهْرٌ عَجَّاجٌ: دریائے پر شور (جیم مشدد)

اسی طرح آواز پیدا کرنے والی چیز مثلاً: کمان اور ہوا وغیرہ کی آواز۔

ع ج ر۔الْمِعْجَرُ: (میم مکسور) ایسا کپڑا وغیرہ جس سے عورتیں اپنا سر باندھتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: اِعْتَجَرَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے اپنا سر باندھ لیا۔
الْاِعْتِجَارُ: سر پر پگڑی لپیٹنا یا باندھنا بھی اس کا مطلب ہے۔

ع ج ر ف۔فُلَانٌ يَتَعَجْرَفُ عَلٰى فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں شخص کے ساتھ اکھڑ پن سے پیش آتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ الازہری کا کہنا ہے کہ الْعَجْرَفَة کا معنی گفتگو میں اکھڑ پن اور کام میں سستی اور کھردرا پن ظاہر کرنا۔
تَعَجْرَفَ فُلَانٌ عَلَيْنَا: فلاں آدمی ہمارے ساتھ اکھڑ پن سے پیش آیا۔
رَجُلٌ فِيْهِ تَعَجْرُفٌ: فلاں شخص میں تکبر اور اکھڑ پن ہے۔

ع ج ز۔الْعَجُزُ: (جیم مضموم) کسی چیز کا پچھلا حصہ، مذکر اور مؤنث دونوں یکساں اس کی جمع أَعْجَازٌ ہے۔
الْعَجِيْزَةُ: عورت کا سرین۔ عورت کے لیے مخصوص ہے۔
الْعَجْزُ: ضعف اور کمزوری۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
مَعْجَزًا: (جیم مفتوح اور مکسور) اور مَعْجِزَة: (جیم مکسور) عاجز ہو جانا، قادر نہ ہونا، وغیرہ۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُلِثُّوْا بِدَارِ مَعْجِزَةٍ: ایسی جگہ رہائش نہ رکھو جہاں روزی کمانے سے عاجز رہو۔
عَجِزَتِ الْمَرْأَةُ: عورت بوڑھی ہوگئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی طرح عَجَّزَتْ تَعْجِيْزًا: اس نے عاجز کر دیا۔
عَجِزَتْ: وہ عاجز اور لاچار ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا مصدر عُجْزًا ہے بروزن قُفْلٌ۔
عَظُمَتْ عَجِيْزَتُهَا: اس عورت کے سرین بڑے ہوگئے۔
اِمْرَأَةٌ عَجْزَاءُ: بڑے سرینوں والی عورت۔ بروزن حَمْرَاءُ۔
أَعْجَزَهُ الشَّيْءُ: اس کے ہاتھوں سے چیز چلی گئی۔
عَجَّزَهُ تَعْجِيْزًا: اس نے اسے سخت عاجز کر دیا۔ یا اسے عاجز قرار دیا۔
الْمُعْجِزَةُ: معجزہ۔ اس کی جمع مُعْجِزَاتٌ ہے یعنی مُعْجِزَاتُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ: انبیا علیہم السلام کے معجزات۔
الْعَجُوْزُ: بوڑھی عورت۔ اسے عَجُوْزَةٌ نہیں کہنا چاہیے۔ اگرچہ عام لوگ ایسے کہتے ہیں۔ اس کی جمع عَجَائِزُ ہے اور عُجُزٌ ہے۔
أَيَّامُ الْعَجُوْزِ: عربوں کے ہاں سخت

سردیوں کے پانچ دن ہوتے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

(۱) صِنٌّ.

(۲) صِنَبْرٌ اوران کے دو چھوٹے بھائی۔

(۳) وَبْرٌ.

(۴) مُطْفِيءُ الجَمْرِ اور

(۵) مُكفِيء الظُّعن.

ابوالغوث کا قول ہے: یہ سات دن ہوتے ہیں۔ بطور دلیل ابن احمد کا شعر سنایا:

كُسِعَ الشِّتَآءُ بِسَبْعَةٍ غُبْرِ
اَيَّام شَهْلَتِنَا مِنَ الشَّهرِ
فَاِذا انقَضَتْ اَيَّامُها ومَضَت
صِنٌّ وصِنَبْرٌ مَعَ الوَبْرِ
وبِآمِرٍ وأخِيهِ مُؤتَمِرٍ
ومُعَلِّلٍ وبِمُطْفِيءِ الجَمْرِ
ذهب الشِّتَآءُ مُوَلِّيًا عَجِلاً
وَاَتَتْكَ وَاقِدَةٌ من النَّجرِ

میں کہتا ہوں کہ ان اشعار میں ان ایام کی ترتیب تو وہی ہے البتہ مطفئی الجَمْر چھٹا دن ہے اور مُكفئی الظعن ساتواں دن ہے۔ اس کی جگہ پہلے مُعَلِّلٌ کا ذکر ہوا ہے۔

اَعْجَازُ النَّخلِ: درخت کی جڑیں۔

ع ج ف — العَجَفُ: کمزوری اور لاغری۔ دُبلاپن۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل اَعْجَفُ ہے اور اس کی مؤنث عَجْفَاءُ ہے۔ عَجُفَ (جیم مضموم) اس کا ایک لہجہ ہے۔ اس کی جمع عِجَاف ہے۔ اس میں عین مکسور ہے اور یہ خلاف قیاس ہے۔ اس لئے کہ اَفْعَلَ اور فَعْلاء کے وزن پر اسم فِعَالٌ کے وزن پر جمع نہیں بنتے۔ لیکن لوگوں نے اسے سِمَان کے وزن پر جمع بنالیا ہے۔ عرب کبھی کبھی کسی چیز کو اس کی ضد پر مبنی بنا لیتے ہیں۔ اس کی مثال عَدُوَّة کی بھی ہے جو صَدِيقَةٌ پر مبنی بنایا گیا ہے۔ اور فَعُولٌ کے وزن پر مبنی بنایا گیا بشرطیکہ فَعُولٌ فاعل کے معنوں میں ہو۔ اثرہ آخر میں 'ہ' داخل نہیں ہوتی۔

اَعْجَفَهُ: اس نے اسے دبلا کر دیا۔

ع ج ل — العِجْلُ: بچھڑا اسی طرح العِجُّوْل کا معنی بھی بچھڑا ہے۔ اس کی جمع العَجَاجِيْلُ ہے۔ اور اس کی مؤنث عِجْلَةٌ ہے۔

بَقَرَةٌ مُعْجِلٌ: بچھڑے والی گائے۔

(ذات العَجَلة میں عین اور جیم دونوں مفتوح ہیں)۔

العَجَلَةُ: چھکڑا یا گڈا جسے دو بیل کھینچتے ہیں۔ اس کی جمع عَجَلٌ ہے اور اَعْجَالٌ ہے۔

العَجَلُ اور العَجَلَةُ: عجلت۔ جلد بازی۔ یہ البُطْءُ کی ضد ہے۔ قَدْ عَجِلَ اس نے جلدی کی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور

عَجَلَةٌ بھی ہے۔ رَجلٌ عَجِلٌ وعَجُلٌ: (اس میں جیم مکسور اور مضموم ہے) وعَجُولٌ وعَجْلَانٌ: جلد باز مرد، پھرتیلا مرد۔

اِمْرَأةٌ عَجْلَی: جلد باز عورت، یا پھرتیلی عورت۔

نِسوةٌ عَجَالَي اور عِجَالٌ بھی۔ جلد باز یا پھرتیلی عورتیں۔

العَاجِلُ اور العَاجِلَةُ: فوری۔ اس کی ضد الآجِلُ اور الآجِلَةُ ہے جس کا معنی ہے وقت گزرنے پر۔

عَاجَلَهُ بِذَنْبِهِ: اس نے اسے اس کے گناہ پر پکڑ لیا اور مہلت نہیں دی۔ قول خداوندی ہے: أعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ: کیا تم نے اللہ کے امر میں جلدی مچادی یعنی پہل کی۔ تم کہتے ہو: اَعْجَلَهُ وعَجَّلَهُ تَعْجِيْلاً: اس نے اسے جلدی میں ڈال دیا۔ یعنی اسے اُکسایا یا جلدی کرنے کو کہا۔

وتَعَجَّلَ مِنَ الكِرَاءِ كذا: اس نے کرائے یا مزدوری میں جلدی کی یا جلد بازی کی، یعنی پیشگی کرایہ لے لیا۔

عَجَّلَ لَهُ مِنَ الثمنِ كذا تَعْجِيْلاً: یعنی اس نے قیمت پیشگی ادا کردی۔

اُسْتُعْجَلَهُ: اس نے اس سے اس کا چھکڑا یا گڈا مانگا۔

ع ج م — العَجَمُ: (عین اور جیم مفتوح) گٹھلی۔ اور ہر وہ بیج جو کسی کھانے والی چیز مثلاً: انگور یا منقہ وغیرہ کے اندر ہو۔ اس کا واحد کا صیغہ عَجَمَةٌ ہے۔ اس کی مثال قَصَبَةٌ اور قَصَبٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لَيْسَ لِهٰذا الرُّمَّانِ عَجَمٌ: اس انار کے اندر تو ایک دانہ بھی نہیں ہے۔ عام لوگ اسے عَجْمٌ (جیم ساکن) بولتے ہیں۔

اَلْعَجَمُ کا معنی غیر عرب بھی ہے۔ اس کا واحد کا صیغہ عَجَمِیٌّ ہے اور العُجْمُ (عین مضموم) ہے یہ العُرْبُ کی ضد ہے۔ فِيْ لِسَانِهِ کا معنی ہوگا کہ اس کی زبان میں لکنت ہے۔

العَجْمَاءُ: درندگی و بہیمیت، حدیث شریف میں ہے: "جُرْحُ العَجْمَاءِ جُبَارٌ": "درندوں کے زخموں کا قصاص نہیں۔ اس زخم کو عَجْمَاء اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ہر وہ شخص جو بالکل نہ بول سکے اسے أعجم کہا جاتا ہے یعنی گونگا۔ اسے مُسْتَعْجِمٌ بھی کہتے ہیں۔ الأعْجَمُ کا معنی وہ شخص بھی ہے جو اپنی بات وضاحت اور فصاحت نہ کر سکے۔ اگرچہ وہ عربی النسل ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی عورت کو اَلْعَجْمَاءُ کہیں گے۔ الأعْجَمُ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کی زبان میں لکنت ہو اگرچہ اپنی عجمی زبان میں صاف بات کر سکتا ہو۔

رَجُلَانِ اَعْجَمَان: دو گونگے آدمی۔ دو عجمی آدمی۔

قَوْمٌ اَعْجَمُوْن: گونگے لوگ، انہیں اَعَاجِم بھی کہتے ہیں۔ اس کا معنی عجمی لوگ بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلٰى بَعْضِ الْأَعْجَمِيْنَ: اگر ہم یہ (قرآن) کسی عجمی شخص پر نازل کرتے، پھر اس لفظ کو نسبت دے کر اَعْجَمِيّ بن گیا۔ چنانچہ لِسَانٌ اعجمی اور کِتَابٌ اَعْجَمِيٌّ کا معنی عجمی زبان اور عجمی کتاب ہوگا۔ انسان کے لئے رَجُلٌ اَعْجَمِيٌّ نہیں کہا جائے گا۔ اسے اپنی ذات کے ساتھ نسبت نہیں دی جا سکتی۔ سوائے اس کے کہ اَعْجَمٌ اور اعْجَمِيٌّ کو ہم معنی قرار دیا جائے۔ اس کی مثال دَوَّارٌ اور دَوَّارِيٌّ ہے۔ اور جَمَلٌ قَعْسَرٌ اور قَعْسَرِيٌّ ہے جس کا معنی ہے مضبوط اور موٹا اونٹ۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کوئی ایسی ضرورت پیش آئے جسے ٹالا نہ جا سکے۔

صَلَاةُ النَّهَارِ عَجْمَاء: دن کی نمازیں عجماء ہوتی ہیں کیونکہ ان میں قراءت بلند آواز سے نہیں پڑھی جاتی۔

العَجْمُ: دانت سے کاٹنا۔

قَدْ عَجَمَ العُوْدَ: اس نے لکڑی کو دانت سے کاٹا اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس نے لکڑی کو اس لئے کاٹا تا کہ دیکھے لکڑی نرم ہے یا سخت۔

العَجْمُ: سیاہ نقطے ڈالنا مثلاً: تاء کے اوپر دو نقطے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَعْجَمَ الحَرْفَ: اس نے حرف پر نقطہ ڈالا۔ عَجَّمَهُ تَعْجِيمًا کا بھی یہی معنی ہے۔ ان معنوں کے لئے عَجَمَهُ نہیں کہتے۔ انہیں معنوں میں حروف مُعْجَمُ ہیں۔ یہ حروف مقطعہ ہیں جو کسی اسم کے تمام حروف میں سے اکثر حروف نقطوں والے ہوں۔ اور اس کا معنی ہے خط معجم کے حروف مثلاً: لوگوں کا یہ قول مسجد الجَامِع اور صلاة الأُولٰى: یعنی مَسْجِدُ اليوم الجَامِع اور صلاة السَّاعة الأُولٰى: بعض لوگ المُعْجَم کو الاعجام کے معنوں میں مصدر سمجھتے ہیں مثلاً: المُخْرَج اور المُدْخَل یعنی ان حروف کا تقاضا ہے کہ ان کو معجم بنایا جائے۔

اَعْجَمَ الکتاب: بمعنی اس نے کتاب کے اعراب نہیں دیئے یہ اعراب کی ضد ہے۔

اسْتَعْجَمَ عَلَيْهِ الكلامُ: اس کے لئے بات مبہم یعنی غیر واضح ہوگئی۔

ع ج ن — العَجِيْنُ: گندھا ہوا آٹا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اعْتَجَنَ کا بھی یہی معنی ہے۔

عَجَنَ الرَّجُلُ کا معنی یہ بھی ہے کہ آدمی

بڑھاپے کے باعث زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ شاعر کا قول ہے:

فاصْبَحْتُ كُنْتِيًّا واَصْبَحْتُ عَاجِنًا
وَشَرُّ خِصَالِ الْمَرْءِ كُنْتٌ وعَاجِنٌ

''میں عمر رسیدہ یعنی بوڑھا اور زمین پر ٹیک لگا کر اٹھنے والا ہو گیا ہوں۔ کسی انسان کی بدترین خصلتیں یہی دو ہیں کہ وہ بوڑھا ہو اور ٹیک لگا کر زمین سے اٹھتا ہو''

ع ج ا — العَجوةُ: بہترین کھجور کی ایک قسم جو مدینہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کھجور کے درختوں کو لِيْنَةٌ کہتے ہیں۔

ع د د — عَدَّهٗ: اس نے اس کا شمار کیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے اور اس کا اسم العَدد اور العَدِيْدُ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: ''هُمْ عَدِيدُ الحَصَى'' یعنی گنتی یا شمار کے عدد ہیں۔

عَدَّهٗ فاعْتَدَّ: اس نے اسے گنا تو وہ گنا گیا۔

اعْتَدَّ به کا بھی یہی معنی اور مفہوم ہے۔

الأيَامُ الْمَعْدُودات: گنے چنے دن۔ اس سے مراد ایام تشریق ہیں۔

اَعَدَّهٗ لأمر كذا: اس نے فلاں کے حق میں تیار کیا۔

الاسْتِعْدَاد للأمر: کسی کام کی تیاری۔

عِدَّةُ المرأةِ: عورت کی عدت کے دن۔

اعْتَدَّتْ: اس عورت نے عدت کے دن پورے کر لئے۔

اَنْفَذَ عِدَّةَ كُتُبٍ: اس نے کچھ کتابیں بھیجیں۔

العُدَّةُ: (عین مضموم) تیاری۔ ساز و سامان۔ کہا جاتا ہے۔ كُونُوا على عُدَّةٍ اپنا ساز و سامان درست کر لو، نیز مَا اعْدَدْتَهٗ لحوادث الدهر من المال والسلاح: تم نے زمانے کے حوادث کے مقابلے کیلئے مالی اور دفاعی کیا تیاری کی ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ یہ لفظ خداوندی میں ہے: ''جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهٗ'': اس نے مال جمع کیا اور اس کو گنتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ جَعَلَهٗ ذامالٍ: اس نے اسے مال دار بنا دیا۔

مَعَدّ: معد بن عدنان، عربوں کا مورث اعلیٰ۔

تَمَعْدَدَ الرَّجُلُ تَزَيًّا بِزِيّهم: آدمی وضع قطع میں پوری طرح ان جیسا ہو گیا یا انتسب اِلَيْهِم: ان کی طرف منسوب ہوا یا ان کی طرز زندگی اختیار کر لی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اخْشَوْشِنُوا وتَمَعْدَدُوا:'' سخت جان بنو اور بھرپور تیاری کرو۔ ابو عبید کا قول ہے کہ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے مراد جسمانی کھردرا پن اور سخت جانی ہے۔ لڑکے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

جب وہ جوان ہو جائے اور سخت جان ہو جائے تو گویا وہ بھرپور تیار ہو گیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تشبیہ ہے یعنی معد کی طرز زندگی کی مشابہت پیدا کرلو۔ کیونکہ وہ زندگی کے معاملات میں سخت جان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مراد یہ کہ تم انہیں جیسے بن جاؤ۔ اور عیش و عشرت و آرام طلبی کی زندگی چھوڑ دو، نیز عجمیوں کی وضع قطع کو ترک کردو۔ اسی طرح ان کی ایک اور حدیث ہے: علیکم باللِّبسَة المَعْدِيَّة: تمہیں معدی لباس اور وضع قطع اپنانا چاہئے۔

عَادَتُهُ اللَّسْعَةُ: اسے ڈس کا وقت آن پہنچا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مَا زَالَتْ اُكْلَةُ خَيْبَرَ تُعَادُنِي فهذا اَوَانُ قَطَعَتْ اَبْهَرِيْ: خیبر میں، میں نے جو زہر کا لقمہ کھایا تھا وہ اپنا اثر بار بار دکھاتا رہا اور اب تو اس زہر سے میرے دل کی رگ کٹ گئی۔

فلانٌ فی عِدَادِ اَهْلِ الخير: عداد کا عین مکسور۔ یعنی وہ اہل خیر میں شمار ہوتا ہے۔

ع د س — العَدَس: مسور کی دال۔

ع د ل — العَدْل: انصاف۔ الجَوْرُ بمعنی ظلم کی ضد، کہا جاتا ہے۔

عَدَلَ عَلَيْهِ فِی القَضِيَّةِ: اس نے مقدمہ میں اس کے ساتھ انصاف کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل عَادِلٌ ہے۔

بَسَطَ الوَالِیُ عَدْلَهُ ومَعْدِلَتَهُ: (دال مکسور و مفتوح) والی یا حاکم نے اپنا انصاف پھیلا دیا یعنی عام کر دیا۔

فُلانٌ مِنْ اَهْلِ المَعْدَلَة: فلاں شخص انصاف والا ہے۔

المعدلة: میں دال مفتوح ہے اور مکسور بھی۔

رَجُلٌ عَدْلٌ: گواہی میں سچا اور قابل اعتماد شخص۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

قَوْمٌ عَدْلٌ اور عُدُولٌ: (جو عدل کی جمع ہے) انصاف پسند قوم یا لوگ۔

قَدْ عَدُلَ الرَّجُلُ: آدمی گواہی کے قابل ہو گیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔ الاخفش نے کہا کہ العِدْلُ (عین مکسور) کا معنی مثل ہے۔ اور العَدْل: (عین مفتوح) دراصل مصدر ہے، مثلاً: یہ کہنا کہ عَدَلْتُ: (عین مکسور) کا معنی مثل ہے، چنانچہ کہیں گے: عِنْدِیْ عِدْلُ بِهٰذا عَدْلاً حَسَنًا: میں نے اس شخص کے ساتھ اچھا انصاف کیا۔ اور مثل کے لئے اسے اسم بنائیں گے تاکہ عَدْل اور عِدل میں فرق کیا جا سکے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ العَدْلُ (عین مفتوح) کا معنی ہے وہ چیز جو غیر جنس چیز

کے برابر ہو۔ اور الْعَدْلُ غُلَامِکَ وَعِدْلُ شَاتِکَ: میرے تیرے غلام جیسا غلام اور تیری بکری جیسی بکری ہے۔ جبکہ ایک غلام دوسرے غلام جیسا نہیں ہوتا اور بکری دوسری بکری جیسی ہوتی ہے۔ اگر تمہاری مراد ان میں قیمت کا موازنہ اور مقابلہ ہو تو عدل کو عین مفتوح پڑھیں گے۔ ممکن ہے بعض اسے مکسور العین بھی کہتے ہوں۔ لیکن یہ غلط لگتا ہے۔ اخفش نے مزید کہا کہ لوگوں نے اس کی جمع کا صیغہ الاَعْدَال بنایا ہے۔ جس کا واحد عِدْل (عین مکسور) ہے۔

العَدِيْلُ: ہم وزن عَدَلَ عَنِ الطَّرِيْقِ: وہ راستے سے ہٹ گیا۔ یعنی اس نے ظلم کیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ اِنْعَدَلَ عَنْهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ عَادَلْتُ بینَ الشَّيْئَيْنِ: میں نے دو چیزوں میں برابری کی۔ عَدَلْتُ فُلَانًا بِفُلَانٍ: میں نے فلاں شخص کا فلاں شخص کے ساتھ معادلہ کیا۔ یعنی ان کو برابر قرار دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

تَعْدِيْلُ الشَّيْءِ: کسی چیز کو سیدھا کرنا۔ کہا جاتا ہے: عَدَّلَهُ تَعْدِيْلًا فَاعْتَدَلَ: اس نے اسے سیدھا کیا تو وہ سیدھا ہو گیا۔ كُلُّ مُثَقَّفٍ مُعَدَّلٌ: ہر مہذب انسان راست باز ہوتا ہے۔

تَعْدِيْلُ الشُّهُوْدِ: گواہوں کو عادل قرار دینا۔

لَا يُقْبَلُ مِنْهَا صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ: اس سے نہ تو توبہ اور نہ ہی فدیہ قبول کیا جائے گا۔ یہی الفاظ قول خداوندی میں ہیں: وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذْ منها: اگر وہ روئے زمین کی ہر چیز فدیہ میں دے تو اس سے نہ لیا جائے گا۔ دوسرا قول خداوندی ہے: اَوْعَدْلُ ذٰلِکَ صِيَامًا: یا اس کے برابر روزے رکھے۔

العَادِل: مشرک جو اپنے پروردگار کے ساتھ دوسروں کو برابر سمجھتا ہے۔ یہی الفاظ حجاج بن یوسف سے ایک بڑھیا نے کہے تھے: اِنَّکَ لَقَاسِطٌ عَادِل: یعنی تو مشرک اور حق سے تجاوز کرنے والا ہے۔

ع د م — عَدِمْتُ الشَّيْءَ: میں نے چیز گم کر دی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور خلاف قیاس ہے۔

العَدَمُ کا معنی فقر اور ناداری بھی ہے۔ اسی طرح العُدْمُ بروزن القُفْلُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی مثال الجُحْدُ اور الجَحَدُ، الصُّلْبُ اور الصَّلَبُ، الرُّشْدُ اور الرَّشَدُ: اور الحُزْنُ اور الحَزَنُ ہے۔

اَعْدَمَهُ اللّٰهُ: خدا اسے نیست و نابود کرے۔ اَعْدَمَهُ الرَّجُلُ: آدمی نادار ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل مُعْدِمٌ اور عَدِيْمٌ

ہے۔
اَلعَنْدَمُ: دم الأخوین۔ ایک قسم کی لکڑی جو رنگنے کے کام آتی ہے۔
ع د ن — عَدَنْتُ بِالْبَلَدِ: میں نے شہریت اختیار کرلی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
عَدَنَتِ الإِبِلُ بِمَكانٍ: اونٹ نے کسی جگہ کو اپنا ٹھکانہ بنالیا اور وہاں سے ہلتا نہیں ہے۔
جَنّاتُ عَدْنٍ: رہائش کے باغات۔ اسی سے لفظ مَعْدِنٌ مشتق ہے۔ جس میں دال مکسور ہے کیونکہ لوگ گرمیوں سردیوں میں وہاں رہائش پذیر رہتے ہیں۔ ہر چیز کے مرکز کو اس کا مَعْدِنٌ کہا جاتا ہے۔ **عَدَنُ:** ایک شہر کا نام۔
ع د ا — العَدُوُّ: دشمن۔ دوست (ولی) کی ضد۔ اس کی جمع الأعداءُ ہے۔ کہا جاتا ہے **عَدُوٌّ:** عداوت اور معاداۃ کرنے والا۔ یعنی دشمنی کرنے والا۔ اس کا مؤنث کا صیغہ بغیر 'ہ' تانیث کے ہوتا ہے مثلاً: **رَجُلٌ صَبُورٌ، اِمْرَاۃٌ صَبُورٌ:** صابر مرد اور صابر عورت۔ سوائے ایک کلمہ کے جو شاذ اور نادر ہے اور یہ کلمہ **عَدُوَّةُ اللّٰہِ** ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ اس لفظ میں صرف 'ہ' محض **صدیقة** کے ساتھ مشابہت کے لئے داخل کیا گیا ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی کسی اسم کو اس کی ضد پر مبنی بنایا جاتا ہے۔
العِداءُ: (عین مکسور) دشمن بصیغہ جمع۔ اس جمع کی دوسری مثال نہیں ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے: **قَومٌ عُدًا:** (عین مضموم اور مکسور) دشمن لوگ۔ ثعلب کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے: **قَومٌ اَعْداءٌ وعِدًا** (عین مکسور) اگر اس پر 'ہ' کا اضافہ کریں تو پھر یہ **عُداۃٌ** (عین مضموم) ہوجائے گا۔
العادِي: دشمن۔ **تَعادَى القَومُ:** قوم آپس میں ایک دوسرے کی دشمن ہوگئی۔
العَداءُ: (عین مفتوح اور الف ممدود) ظلم کرنے میں حد سے گزرنا۔ کہا جاتا ہے: **عَدَا عَلَيْهِ:** اس نے اس پر سخت ظلم کیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔
عَداءٌ: (الف ممدود) اور **عَدْوًا:** بھی ازراہِ عداوت ودشمنی۔ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: **فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ!** تو وہ لوگ بغیر علم کے ازراہِ دشمنی و عداوت اللہ کو گالیاں دیں گے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اسے **عَدْوًا** کی بجائے **عُدُوًّا** پڑھا ہے۔ اس کی مثال **سُمُوٌّ** ہے۔
عَدَا: فعل استثناء اس سے پہلے کہیں 'ما' لگتا ہے اور کہیں نہیں لگتا مثلاً: **جَاءَنِي القَوْمُ عَدَا زَيْدًا وَمَا عَدَا زَيْدًا:** اس کے بعد کا اسم منصوب ہوتا ہے۔

عَـدَاهُ يَعْدُوْهُ عَدْوًا: اس نے دوڑ میں اسے پیچھے چھوڑ دیا یا آگے بڑھ گیا۔

التَّـعَـدِّی: کسی چیز کا دوسرے کی طرف بڑھ جانا۔ کہا جاتا ہے۔ عَـدَّاهُ تَعْدِيَةً فَـتَـعَدّٰی: وہ اس سے آگے نکل گیا۔ اس نے اسے آگے بڑھایا تو وہ آگے بڑھ گیا۔

عَـدِّ عَنْ مَا تَرٰی: جو کچھ تم دیکھتے ہو اس سے نظر ہٹا لو یعنی صرف نظر کرو۔

العُدْوَانُ: صریح ظلم۔

قَـدْ عَـدَا عَـلَـيْـهِ عَـدْوًا وعُـدُوًّا واعْتَدٰی عليه و تَعَدّٰی عليه: سب کا ایک ہی معنی ہے اور وہ یہ کہ اس نے اس پر ظلم کیا۔

عَـوَادِي الدَّهْرِ: زمانے کی رکاوٹیں اور مشکلات۔

العُـدْوَةُ: (عین مضموم ومکسور) وادی کا کنارا اور سمت۔ قول خداوندی ہے: فَهُمْ بِـالعُـدْوَةِ القُصْـوٰی: اور وہ قریبی کنارے پر تھے۔ ابو عمرو کا قول ہے کہ یہ بلند جگہ ہے۔ العَـدْوٰی: کسی حاکم سے تماری یہ درخواست کہ وہ تمہیں تم پر ظلم کرنے والے سے بدلہ لینے دے۔ کہا جاتا ہے کہ: اسْـتَـعْـدَيْتُ الأمِيْـرَ عَـلٰی فُـلَانٍ: میں نے فلاں شخص سے بدلہ لینے کے لئے امیر سے استدعا کی تو اس نے مجھے بدلہ دلوایا۔ اس کا اسم العَـدْوٰی ہے جس کا معنی مدد ہے۔

الـعَـدْوٰی: چھوت کی بیماری کو بھی کہتے ہیں مثلاً: خارش وغیرہ۔ جو ایک شخص سے دوسروں کو لگ جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اَعْدٰی فُلَانٌ فُلَانًا مِنْ خُلُقِهٖ اَوْ مِنْ عِلَّةٍ بِهٖ اَوْ مِـنْ جَرَبٍ: یعنی فلاں سے فلاں آدمی کو اس کے خلق واخلاق، یا بیماری یا خارش کی بیماری لگ گئی۔ حدیث شریف میں ہے: لَا عَدْوٰی: کوئی بیماری ایک کو دوسرے سے نہیں لگتی۔

العَدْوُ: دوڑنا۔ تمہارا یہ کہنا کہ عَدَا يَعْدُو عَدْوًا. اَعْـدٰی فَـرَسَهٗ: اس نے اپنا گھوڑا دوڑایا۔ اَعْـدٰی فی مَنْطِقِهٖ: اس نے اپنی گفتگو یا بات کرنے میں ظلم کیا۔

رَفَعْتُ عَنْکَ عَادِيَةَ فُلَانٍ: میں نے تم سے فلاں شخص کے شر کو دور کر دیا۔

ع ذ ب — العَذْبُ: میٹھا پانی۔ اس کا باب سهل ہے۔

ع ذ ر — اعْتَذَر من الذَّنب: اس نے گناہ سے معذرت کی۔ اعْتَذَرَ کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ معذور ہو گیا۔ یا اسے کوئی عذر پیش آیا۔

الاعْـتِـذَارُ کا معنی الاقتصاض بھی ہے یعنی ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔

العُـذْرَةُ بروزن العُـسْرَةُ: کنوار پن، بکارت۔

اَلعَذْرَاءُ: (الف ممدود) کنواری عورت۔ اس کی جمع العِذَارِیٰ ہے اس میں عین مفتوح اور مکسور ہے۔

اَلعَذْرَاوِتُ: اس کی تفصیل الصَّحْرَا کے تحت گزر چکی ہے۔

فُلَانٌ اَبُوْ عُذْرِھَا: وہ شخص اس کا ذمہ دار ہے۔

العَذِرَۃُ: گھر کا صحن۔ یہ نام اس لئے پڑا کہ کوڑا کرکٹ اور غلاظت کو صحنوں میں ڈالا یا پھینکا جاتا تھا۔

عَذَرَہٗ فِی فِعْلِہٖ: اس نے اسے اس کے اس کام میں معذور سمجھا۔ اس کا مضارع یَعْذِرُ ہے یعنی ذال مکسور ہے۔ اور اس کا مصدر عُذْرًا ہے۔ اور اسم المَعْذِرَۃُ بروزن المَغْفِرَۃُ ہے۔

العُذرٰی بروزن البُشْرَیٰ اور العِذرۃ بروزن العِبْرَۃُ دونوں کا یہی معنی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے اس قول خداوندی کے بارے میں کہا ہے: وَلَو اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ: اگرچہ وہ اپنے دفاع میں جھگڑا کرے۔

عِذَارُ الدَّابَۃِ: چوپائے کے نرم بال یا روئیں اس کی جمع عُذُرٌ (عین اور ذال مضموم ہے۔

عِذَار الرَّجُلِ: مرد کے رخساروں پر اُگنے والے بال۔ چنانچہ گمراہی میں دھنسے ہوئے انسانوں کو کہا جاتا ہے: خَلَعَ عِذَارَہٗ: یعنی اس نے شرم وحیا کو خیرباد کہہ دیا ہے۔

عَذَرَ الرَّجُلُ: آدمی عیوب میں دھنس گیا۔ اس کا باب ضرب اور نصر ہے۔ اَعْذَرَ کا بھی یہی معنی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَنْ یَھْلِکَ النَّاسُ حَتّٰی یُعْذِرُوا مِنْ اَنْفُسِھِم: تب تک لوگ ہلاک وتباہ اور برباد نہ ہوں گے جب تک گناہوں اور عیوب کی کثرت نہ ہو جائے۔ ابوعبید کا قول ہے: میں حدیث میں مذکور لفظ کو صرف عذر سے مشتق سمجھتا ہوں۔ یعنی جب تک لوگ سزا کے مستوجب نہ قرار پائیں۔ پھر جنہیں وہ عذاب دے گا، ان کے لئے عذر ہوگا۔ اَعْذَرَ کا معنی بھی عذر والا ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے: اَعْذَرَ مَن اَنْذَرَ: جس نے ڈرایا وہ صاحب عذر ہوگیا۔ یعنی جس نے برائیوں کے انجام سے لوگوں کو ڈرایا وہ خدا کے ہاں صاحب عذر ہوگیا۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اَعْذَرَہٗ کا معنی عَذَرَہٗ یعنی اس نے اسے معذور جانا۔

تَعَذَّرَ عَلَیْہِ الْاَمْرُ: اس پر معاملہ دشوار ہوگیا۔ تَعَذُّرٌ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے معذرت کی اور اپنے دفاع میں حجت اور دلیل پیش کی۔

جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ من الْاَعْرَابِ: میں المعذرون کو ذال مشدد اور مخفف

دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ لہٰذا الْمُعَذِّرُ (ذال مشدّد) بمعنی عذر خواہ یا معذرت خواہ ہوسکتا ہے سچا ہو اور ہوسکتا ہے کہ جھوٹا ہو۔ سچا ہو تو ان معنوں میں اس لفظ کا معنی الْمُعْتَذِرُ یعنی معذرت خواہ ہوگا کیونکہ اس کا عذر معقول ہوگا۔ کیونکہ تاء ذال میں بدل گئی اور پہلے سے موجود ذال میں اس کا ادغام ہوگیا۔ اور اس کی حرکت عین پر منتقل ہوگئی اور یوں یہ لفظ الْمُعَذِّرُوْن بن گیا۔ جس طرح یَخِصِّمُوْن پڑھا گیا ہے۔ جس میں خاء مفتوح ہے۔ البتہ جو سچا نہ ہو یعنی جس کا عذر معقول نہ ہو تو اس صورت میں اسے الْمُعَذِّرُ بروزن الْمُفَعِّلُ سمجھا جائے گا کیونکہ اس کا عذر معقول نہ ہوگا اور وہ بغیر عذر کے معذرت خواہی یا بالفاظ بہانہ سازی کر رہا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْن: ذال کی تشدید کے بغیر پڑھا ہے جو أَعْذَرَ فعل سے مشتق ہے۔ یعنی عذر بنانے والے۔ انہوں نے فرمایا کہ قسم بخدا! یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُعَذِّرِيْنَ یعنی خدا عذر بنانے والے پر لعنت کرے۔ گویا ان کے نزدیک الْمُعَذِّرُ (ذال مشدّد) بغیر معقول عذر کے عذر یا بہانہ یا حسد کرنے والے ہیں اور الْمُعْذِرُ (ذال غیر مشدّد) معقول عذر والا شخص ہے۔

ع ذ ق — العَذْقُ: (عین مفتوح) کھجور کا درخت پھل سمیت ہے۔ اور العِذْقُ (عین مکسور) کا معنی ذہانت ہے۔

ع ذ ل — العَذْلُ: ملامت و لعن طعن۔ قَدْ عَذَلَه: اس نے اسے ملامت کی۔ اس کا باب نصر ہے اور اس کا اسم العَذَلُ ہے یعنی عین اور ذال دونوں مفتوح ہیں کہا جاتا ہے کہ عَذَلَهٗ فاعْتَذَلَ اس نے اپنے نفس کو ملامت کی اور عتاب کیا۔ رَجُلٌ عُذَلَةٌ: بروزن هُمَزَةٌ: لوگوں کو بہت زیادہ ملامت کرنے والا ہنسی مذاق کرنے والے شخص کی طرح۔ العَاذِلُ: وہ رگ جس سے استحاضہ کا خون جاری ہوتا ہے۔ اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذلک العَاذِلُ يَغْذُوْ: اس رگ سے خون بہتا رہتا ہے۔

ع ذ ا — العِذْیُ: (عین مکسور اور ذال ساکن) بارانی زمین۔

ع ر ب — العَرَبُ: لوگوں کی ایک قوم۔ اس قوم کا منسوب شخص عَرَبِیٌ: یہ شہری لوگ ہیں۔ اس کے برعکس الأعراب یعنی اعرابی بادیہ میں رہتے ہیں۔ ان سے منسوب شخص اعرابی کہلائے گا۔ الاَعْرَابُ: عرب لوگوں کے جمع کا صیغہ

نہیں ہے بلکہ یہ اسم جنس ہے۔ ان میں سے خالص عربوں کو العَرَبُ العارِبَةُ کہتے ہیں۔ دوسرا لفظ تاکید لفظی ہے جس کی مثال لَيْلٌ لائِلٌ ہے۔ شاید انہیں العَرَبُ العَرْبَاء بھی کہا گیا ہے۔

تَعَرَّبَ: وہ عربوں کے مشابہ ہو گیا۔

العَرَبُ المُسْتَعْرِبَةُ: (راء مکسور) جو خالص عرب نہیں ہیں۔ اسی طرح مُتَعَرِّبَةُ ہیں جس میں راء مکسور اور مشدد ہے۔

العَرَبِيَّةُ: عربی زبان۔

العَرَبُ و العُرْبُ: واحد کا صیغہ ہے جس طرح العَجَم اور العُجْم ہے۔

الابِلُ العِرَابُ: (عین مکسور) بختی اونٹوں کے علاوہ دوسرے اونٹ۔

الخَيْلُ العِرَابُ: البراذین گھوڑوں کے علاوہ دوسرے گھوڑے۔

اَعْرَبَ بِحُجَّتِهِ: اس نے دلیل دے کر اپنی بات واضح کی۔ اور کسی سے نہیں ڈرا۔ حدیث شریف میں ہے: الثَّيِّبُ تُعْرِبُ عَنْ نَفْسِهَا: شوہر دیدہ عورت اپنے ضمیر یا مرضی کا برملا اظہار کر سکتی ہے۔ عَرَّبَ عَلَيْهِ تَعْرِيبًا: اس نے اسے برا بھلا کہا۔ حدیث شریف میں ہے: عَرِّبُوا عَلَيْهِ: یعنی اس کا انکار میں جواب دو۔ العَرُوبُ بروزن العَرُوسُ: خاوند کی چہیتی بیوی۔ اس کی جمع عُرُبٌ (عین اور راء مضموم) ہے۔

ع ر ب د — العَرْبَدَةُ: بداخلاقی۔ رَجُلٌ مُعَرْبِدٌ: بد خلق شخص۔ اس میں باء مکسور ہے۔ ایسا شخص جو نشے کی حالت میں اپنے ساتھی کو اذیت دیتا ہے۔

ع ر ب ن — العُرْبُونُ: بروزن العُرْجُونُ اور العَرَبُونُ (عین اور راء دونوں مفتوح) اور العُرْبَانُ بروزن القُرْبَانُ: زر بیعانہ۔ پیشگی رقم۔ عام لوگ اسے اَرْبُونُ کہتے ہیں۔

عَرْبَنَهُ: اس نے اسے پیشگی دے دی۔ یا زر بیعانہ دیا۔

ع ر ج — عَرَجَ فِي السُّلَّمِ: وہ سیڑھی پر چڑھا۔ عَرَجَ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس کے پاؤں میں کوئی تکلیف ہو گئی اور وہ لنگڑا کر چلا۔ ان دونوں کا باب دَخَلَ ہے۔ اور اگر یہ تکلیف فطری یعنی پیدائشی ہو تو اس کا باب طَرِبَ ہوگا۔ اور اسم فاعل اَعْرَجُ یعنی لنگڑا ہوگا۔ اس کی جمع عُرْجٌ اور عُرْجَانٌ ہے۔ اَعْرَجَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے لنگڑا کر دے۔ اس کی جگہ مَا اَعْرَجَهُ نہیں کہیں گے۔ کیونکہ رنگ اور جسمانی عیب کے لئے تعجب کا صیغہ مَا اَفْعَلَهُ کے وزن پر نہیں آتا۔ اس کے ساتھ اَشَدُّ وغیرہ کا اضافی لفظ لگانا ضروری ہوتا ہے۔

العَرَجَانُ: (عین اور راء دونوں مفتوح)

لنگڑے کی چال۔
التَّعْرِيْجُ علَى الشَّيْءِ: کسی چیز پر اقامت پذیر رہنا یا ٹھہرا رہنا۔ کہا جاتا ہے عَرَّجَ فُلَانٌ عَلَى الْمَنْزِلِ تَعْرِيْجًا: فلاں شخص نے اس جگہ اپنی سواری روک لی اور اقامت گزین ہوا۔ یہی معنی التَّعَرُّجُ کا ہے۔ تم کہتے ہو: مَالِيَ عليه عُرْجَةٌ بروزن جرعة۔ یہ لفظ عَرْجَةٌ بروزن رَجْعَةٌ نہیں ہے، اور نہ ہی یہ لفظ تَعْرِيْجٌ ہے اور نہ ہی تَعَرُّجٌ: اس کا معنی ہے۔ میرا وہاں قیام نہیں ہے۔
انْعَرَجَ الشَّيْءُ: چیز مڑ گئی۔
مُنْعَرَجُ الوادی: وادی کا موڑ۔ اس میں راء مفتوح ہے۔
مُنْعَطَفُهُ: اس کا منعطف یعنی دایاں اور بایاں۔ المِعْرَاجُ: سیڑھی۔ اسی سے ليلة المعراج ماخوذ ہے۔ اس کی جمع مَعَارِجُ ہے اور مَعَارِيْجُ ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ: تم چاہو تو اسے مِعْرَجٌ اور مَعْرَجٌ دونوں طرح کہہ سکتے ہو۔ اس کی مثال مِرْقَاةٌ اور مَرْقَاةٌ ہے یعنی میم کو مکسور کر دیا مفتوح دونوں طرح جائز ہے۔ المَعَارِجُ کا معنی سیڑھیاں۔
ع ر ج ن — العُرْجُوْنُ: کھجور کے خوشے کی جڑ جو ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ اس سے کھجور کے خوشے اتار لئے جاتے ہیں اور جڑ کی لکڑی خشک ہو کر باقی رہ جاتی ہے۔
ع ر ر — فُلَانٌ عُرَّةٌ: (عین مضموم اور راء مشدد) وعَارُوْرٌ اور عَارُوْرَةٌ بمعنی غلیظ اور گندہ یا میلا کچیلا۔ فلاں آدمی غلیظ ہے۔
هُوَ يَعُرُّ قَوْمَهُ: وہ قوم کو گندہ کرتا ہے۔ اس کا باب ردّ ہے۔ یعنی وہ اپنی قوم پر کوئی مصیبت لے آتا ہے اور پوری قوم کو اس میں ملوث کر دیتا ہے۔
المَعَرَّةُ بروزن المَبَرَّةُ: گناہ۔ العَرَارُ: (عین مفتوح) خشکی کا مسالے کا پودا۔ یہ ایک خوشبودار پودا ہوتا ہے۔ اس کا واحد کا صیغہ عرارۃ ہے۔
العَرِيْرُ بروزن الحَدِيْدُ: اجنبی۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔
المُعْتَرُّ: سفید پوش۔ وہ شخص جو مانگنے پر تو مجبور ہو جاتا ہے لیکن مانگتا نہیں ہے۔
ع ر س — العَرُوْسُ: دلہن دلہا۔ یہ صفت/نعت ہے۔ اس میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ جب تک وہ اپنی عرس کی حالت میں ہوں۔ کہا جاتا ہے رَجُلٌ عَرُوْسٌ: دولہا اور رِجَالٌ عُرُسٌ: دولہے۔ اس میں عین اور راء دونوں مضموم ہیں۔ اِمْرَأَةٌ عَرُوْسٌ: دلہن اور نِسَآءٌ عَرَائِسُ: دلہنیں۔
العِرْسُ: (عین مکسور) مرد کی عورت/بیوی۔ اس کی جمع اَعْرَاسٌ ہے۔ شاید مرد اور

عورت دونوں کو عِرْسَینِ کہتے ہیں۔
اِبْنُ عِرْس: نیولا۔ اس کی جمع بَنَاتُ عِرس ہے۔ اسی طرح ابن آوی بمعنی گیدڑ۔
ابْنُ مَخَاضٍ: اونٹنی کا مکمل ایک سال کا بچہ جو دوسرے سال میں ہو۔
ابْن لَبُوْنٍ: اونٹنی کا دوسال کا بچہ جو تیسرے سال میں ہو۔
اِبْنُ ماء: خالص عربی النسل انسان۔ اس کی جمع بھی ابن سے بنات لگا کر بنات آوی: بنات مخاض، بنات لَبُوْن اور بنات ماء ہے۔ الاخفش نے حکایت بیان کی کہ بنات عِرْس، بنو عِرْس، بنات نعش اور بنو نعش بھی جمع کی صورتیں ہیں۔
العُرْسُ بروزن القُفلُ: ولیمہ کا کھانا۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے یکساں مستعمل ہے۔ اس کی جمع اَعْرَاسٌ ہے۔ اور عُرُسَاتٌ ہے۔ جس میں راء مضموم ہے۔
قَدْ اَعْرَسَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے ولیمہ کیا۔
اَعْرَسَ بِاَهْلِهٖ: اس نے اپنی بیوی کے ساتھ مضاربت کی۔ ان معنوں میں عَرَّسَ نہیں کہنا چاہئے اگرچہ عام لوگ ایسا کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ صاحب کتاب کا مضاربت کے لئے بَنَی بِهَا کا لفظ کہنا بھی عام لوگوں کا کہنا ہے جو غلط ہے۔ اس کا ذکر صاحب کتاب نے بذیل مادہ 'ب ن ی' میں بیان کیا ہے۔
التَّعْرِیْسُ: قوم کا رات کے آخری حصے میں کسی جگہ پڑاؤ ڈالنا اور آرام کرنا۔ پھر آرام کرنے کے بعد سفر پر روانہ ہونا۔ اَعْرَسُوْا ان معنوں میں ایک مختصر یا چھوٹا سا لہجہ ہے۔ جائے عرس یعنی ولیمہ کی جگہ کو مُعَرَّس (راء مشدد) کہتے ہیں۔ اور اسے مُعْرَسٌ (راء غیر مشدد) بھی کہتے ہیں جو بروزن مُخْرَجٌ ہے۔
العِرِّیْسُ والعِرِّیْسَةُ: (راء دونوں میں مکسور) کا معنی شیر کی کچھار ہے۔

ع ر ش — العَرْشُ: تختِ شاہی۔
عَرْشُ البَیْتِ: گھر کی چھت۔ لوگوں کا قول ثُلَّ عَرْشُهٗ (فعل مجہول) اس کا معاملہ کمزور ہوگیا اور اس کی عزت جاتی رہی۔
عَرَشَ: اس نے لکڑی کا گھر بنایا یا چھپر بنایا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نصر ہے۔
کُرُوْمٌ مَعْرُوشَاتٌ: چھجوں پر چڑھی ہوئی انگور کی بیلیں۔
العَرِیْشُ الکَرْمِ: انگور کی بیل کا چھجہ۔ اس کا معنی لکڑی اور گھاس کا خیمہ بھی ہے۔ اس کی جمع عُرُشٌ ہے۔ اس میں 'ع' اور

ر' دونوں مضموم ہیں۔ اس کی مثال قَلِیبٌ اور قُـلُـبٌ ہے۔ اسی نسبت سے مکہ کے گھروں کو العُرُش کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ گھر لکڑیاں گاڑھ کر ان پر سایہ کے لئے گھاس وغیرہ کی چھت ڈالی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُـوْلِ اللّٰہ وفُـلَانٌ کَافِـرٌ بالعُرُشِ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزر اوقات کر رہے تھے جب فلاں کافر عُرش قسم کے مکانوں میں رہائش پذیر تھا۔ جس نے عُـرُش کے بدلے عُرُوش کہا تو اس کا واحد کا صیغہ عَـرْش ہے جس کی مثال فَلْسٌ اور فُلُـوْسٌ ہے۔ اسی کا ذکر اس حدیث شریف میں ہے: إنَّ ابْـنَ عُمَـرَ رضی اللّٰہ عنهمـا کان یَقْطَعُ التَّلْبِیَةَ اذا نَظَـرَ الی عُرُوشِ مکة: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر جب مکہ کے مکانوں کی چھتوں پر پڑتی تو وہ تلبیہ کہنا بند کر دیتے تھے۔

عَـرَّشَ الْكَرْم بالعُرُوْشِ تَعْرِیْشًا: اس نے انگور کی بیل کو چھپروں پر چڑھایا۔

إعْـتَـرَشَ العِـنَـبُ اذا عَـلا عَـلَـى العِـراش: انگور کی بیل چھپروں پر پھیل گی جب وہ چھت تک بلند ہوئی۔

ع ر ص ـ العَرْصَةُ: بروزن الضَّـرْبَةُ: مکانوں کے درمیان ایسا وسیع میدان جہاں کوئی گھر نہ بنا ہو۔ اس کی جمع العِرَاص ہے اور العَرَصَاتُ ہے۔

ع ر ض ـ عَـرَضَ لَهُ كذا: اسے فلاں بات پیش آئی۔

عَـرَضْـتُـهُ لَهُ: میں نے اسے وہ پیش کیا یا ظاہر کیا۔ کہا جاتا ہے: عَرَضْتُهُ لَهُ ثَوْبًا مكان حـقـه اَوْ مِـنْ حَقِّهِ: میں نے اسے اس کے حق کے بدلے ایک کپڑا دے دیا۔ اس میں مکان حَـقِّـهِ اور مِنْ حَقِّهِ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

عَـرَضَ الْبَـعِـيْـرَ عَلَى الحَوْضِ: وہ اونٹ کو پانی پر لے گیا۔ یہ عبارت الٹ دی گئی ہے۔ اس سے مراد ہے عَـرَضَ الحَوْض على البَعِيْرِ: پانی اونٹ کے سامنے رکھا گیا۔

عَرَضَ الجَارِيَةَ عَلَى البَيْعِ: اس نے لونڈی کو فروخت کے لئے پیش کیا۔

عَـرَضَ الكتاب: اس نے کتاب پیش کی یا خط پیش کیا۔

عَـرَضَ الجُـنْـدَ اذا امَـرَّهُـمْ عَلَـيْـهِ ونَظَرَ مَا حَالُهُمْ: اس نے فوج کو پیش کیا جب انہیں اپنے پاس سے گزارا اور دیکھا کہ ان کی کیا حالت ہے۔

اِعْتَرَضَهُمْ: وہ ان کے سامنے ہوا۔

عَـرَضَهُ عَـارِضٌ: اسے بخار وغیرہ کی بیماری لگ گئی۔

عَرَضَهُمْ عَلَى السَّيْفِ قتلًا: اس نے انہیں تلوار کے گھاٹ اتارا۔ ان تمام کا باب ضَرَبَ ہے۔

عَرَضَ العُوْد عَلَى الإنَاء والسيف على فَخِذِهِ: اس نے لکڑی برتن پر رکھی اور تلوار اپنی ران پر۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ المِعْرَضُ بروزن المِبْضَعُ کپڑے لباس جن میں لونڈیوں کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ المِعْرَاضُ: ایسا تیر جس پر پَر نہ لگے ہوں۔ العَرْضُ بروزن الفَلْس: سازوسامان۔ نقدی کے علاوہ باقی سارا کچھ عرض ہے۔ اور نقدی کو عَیْن کہا جاتا ہے۔ ابوعبید کا قول ہے کہ العُرُوْضُ وہ سازوسامان ہے جس کی پیائش اور وزن نہ ہوتا ہو اور نہ ہی وہ جاندار مال مویشی ہو۔ اور نہ سکونتی جائیداد ہو۔

العَرْضِيُّ: راء ساکن۔ کپڑوں کی ایک قسم۔

العَرْض: چوڑائی، الطُّوْلُ یعنی لمبائی کی ضد۔

قَدْ عَرُضَ الشَّيْءُ: چیز چوڑی ہوگئی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

عِرَضًا بروزن عِنَبَ: چوڑائی کے رُخ۔ اس کا اسم فاعل عَرِيض ہے بمعنی چوڑا۔

عُرَاضٌ (عین مضموم) اور العَرَض: (عین اور راء دونوں مفتوح) انسان کو جو بیاری وغیرہ یا مرض لگ جائے۔

عَرَضُ الدُّنيا: دنیاوی مال ومتاع، زیادہ ہو یا کم۔

الإعْرَاضُ عَنِ الشَّيْءِ: کسی چیز سے منہ موڑنا۔

أعْرَضَ الشَّيْءَ: اس نے اس چیز کو چوڑا کردیا۔

عَرَضَ الشَّيْءَ فأعْرَضَ: اس نے چیز کو ظاہر کیا تو وہ ظاہر ہوگئی۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے: كَبَّهُ فَاكَبَّ: لیکن یہ نادر ہے۔ قول خداوندی ہے: وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِيْنَ: ہم اس روز کافروں کے آگے جہنم پیش کریں گے۔ تاکہ وہ اسے دیکھیں۔

فَأعْرَضَتْ: تو وہ سامنے آگئی۔ یا نمودار ہوئی۔ اِدَّانَ فُلَانٌ مُعْرِضًا (راء مکسور) اس نے جس کسی سے ممکن ہوا قرض لیا بغیر اس بات کی پرواہ کئے کہ بعد میں کیا ہوگا۔

اعْتَرَضَ الشَّيْءُ: چیز آڑے آئی۔ مثلاً: دریا میں رک کر آڑے آنے والی لکڑی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اعْتَرَضَ الشَّيْءُ دون الشَّيْءِ: یعنی وہ دو چیزوں کے درمیان حائل ہوگئی یا ہوگیا۔

اعْتَرَضَ فُلَانٌ فُلَانًا: فلاں نے فلاں کے معاملے میں ٹانگ اڑائی۔

عَارَضَهُ: اس نے اسے کنارے کر دیا اور اس سے منہ موڑا۔

العَارِضُ: بادل جو افق پر نمودار ہوتے ہیں۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: هٰذا عَارِضٌ مُمْطِرُنا: افق پر نمودار ہونے والا بادل ہم پر بارش برسائے گا۔ یعنی مُمطِرٌ لَنَا: ہمارے لئے بارش برسائے گا۔ چونکہ یہ لفظ معرفہ ہے۔ اس لئے یہ عارض کی صفت نہیں ہوسکتا کیونکہ عارض نکرہ ہے۔ عرب صرف افعال کے اسمائے مشتقہ میں ایسا کرتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا جائز نہیں ہوگا کہ: هٰذا رَجُلٌ غُلامُنا: یعنی یہ شخص ہمارا غلام ہے۔ کے معنوں میں۔ عید فطر کے بعد ایک اعرابی نے یہ کہا کہ رُبَّ صَائمِهِ لَنْ يَصُومَهُ وَقائمِهِ لَنْ يَقُومَهُ: کتنے ہی ایسے رمضان کے روزے دار ہیں جنہوں نے درحقیقت روزہ نہیں رکھا، اور کتنے ہی رمضان میں تراویح پڑھنے والے ایسے ہیں جنہوں نے درحقیقت قیام لیل نہیں کیا۔ گویا اعرابی نے صائم اور قائم کو نکرہ بنایا۔ اور پھر اس کی اضافت معرفہ کے ساتھ کی۔

عَارِضَا الانسان: انسان کے دو رخسار یا گال۔ لوگوں کا یہ قول ہے کہ: فُلانٌ خَفِيفُ العَارِضَيْنِ: اس سے مراد یہ لی ہے کہ فلاں شخص کے دونوں رخساروں پر داڑھی کے بال خفیف یعنی ہلکے اور کم ہیں۔

عَارَضَهُ فِي المَسِيْرِ: وہ اس کے گرد ہو گیا۔

عَارَضَهُ بِمِثْلِ مَا صَنَعَ: اس نے جو کچھ کیا، اسے پیش آیا۔ یا اس نے جیسے چاہا اسے پیش آیا۔

عَارَضَ الكتابَ بالكتاب: اس نے کتاب کا کتاب کے ساتھ مقابلہ کیا۔

التَّعْرِيْضُ: اشاروں کنایوں میں بات کرنا۔ یہ التَّصْرِيْحِ کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عَرَّضَ لِفُلان وبِفُلانٍ: اس نے فلاں شخص پر تعریض کی۔ اسی سے المَعَارِيْضُ فی الکلام ماخوذ ہے جس کا معنی توریہ ہے۔ مثل ہے کہ اِنَّ فِي المَعَارِيْضِ لمَنْدُوحةً عَنِ الكَذِبِ: بلاشبہ تعریض اور توریہ میں جھوٹ کی گنجائش ہوتی ہے۔ یعنی دروغ مصلحت آمیز۔

عَرَّضَهُ لِكَذا فَتَعَرَّضَ له: اس نے اسے فلاں کے آگے کیا تو وہ ہو گیا۔

تَعَرَّضَ لِفُلَانٍ: وہ فلاں شخص کے آڑے آ گیا۔ کہا جاتا ہے: تَعَرَّضْتُ أسألُهُمْ: میں ان سے پوچھنے کے لئے سامنے ہو گیا۔

العَرُوضُ: شعر کے اوزان۔ کیونکہ شعر کے اوزان کو ان اوزان پر پرکھا جاتا ہے۔

یہ لفظ مؤنث ہے اور اس کی جمع نہیں ہوتی کیونکہ یہ اسم جنس ہے۔

العَــرُوض: شعر کے نصف اول کے آخری جز کے اسم کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَعَـارِیْـضُ ہے۔ اور یہ خلاف قیاس ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ جمع بنانے والوں نے اِعْرِیْضٌ کی جمع بنائی ہو۔ تم چاہو تو اس کی جمع اَعَارِضُ بنا سکتے ہو۔

عُرْضُ الشَّیْءِ بروزن **قُفْلٌ:** کسی چیز کا کنارہ۔ یعنی تم جس طرف سے بھی اسے دیکھو۔ **رَآہُ فِی عُـرْضِ النَّاسِ** کا معنی اس نے اسے لوگوں کے درمیان دیکھا، بھی ہے۔

فُلَانٌ مِنْ عُرْضِ النَّاسِ: فلاں شخص عام لوگوں میں سے ہے۔

فُلَانٌ عُـرْضَـةٌ لِلنَّاسِ: فلاں شخص لوگوں کا نشانہ ہے۔

جَعَلْتُ فُـلَانًا عُرْضَةً لِکَذَا: میں نے فلاں شخص کو اس کام کا نشانہ بنایا۔ قول خداوندی ہے: **لَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَةً لِأَیْـمَـانِکُمْ:** اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

نَظَرَ اِلَیْہِ عَنْ عُرْضٍ وعُرُضٍ بروزن **عُسْـرٍ** اور **عُسُـرٌ:** اس نے اس کی طرف ایک طرف سے ہو کر دیکھا۔

اسْتَعْرَضَہٗ: اس نے اسے جو کچھ اس کے پاس ہے، اسے سامنے کرنے کو کہا۔

العِــرْضُ: (عین مکسور) جسم وغیرہ کی بو خوشبو ہو یا بدبو۔ کہا جاتا ہے کہ **فُــلَانٌ طَیِّبُ العِرْضِ:** اس سے خوشبو آتی ہے اور **فلان مُنْتِنُ العِرْضِ:** اور فلاں شخص سے بدبو آتی ہے۔ **الـعِــرْضُ** کا معنی جسم بھی ہے۔ اہل جنت کو صفت میں بیان کیا گیا ہے کہ: **اِنَّمَا هُـوَ عَرَقٌ یَسِیْلُ مِنْ اَعْـرَاضِــهِمْ:** ان کے جسموں سے پسینہ بہہ رہا ہوگا۔ **العِرْضُ** کا معنی نفس بھی ہے کہا جاتا ہے کہ **اَکْرَمْتُ عَنْهُ عِرْضِی:** میں نے اس سے اپنے آپ کو بچالیا ہے۔

فُــلَانٌ نَقِیُّ العِرْضِ: وہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اسے گالی دے یا اس پر عیب لگائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ **عِـرْضُ الـرَّجُـلِ** کا معنی انسان کا حسب ونسب ہے۔

ع ر ط ز – عَرْطَزَ: یہ لفظ **عَـرْطَـسَ** کا لہجہ ہے اس کا معنی ہے: وہ کنارے ہوا یا الگ ہو گیا۔

ع ر ف – عَـرَفَهٗ یَعْرِفُهٗ: (راء مکسور) **مَـعْـرِفَةً وعِرْفَانًا:** (راء مکسور) اس نے اسے پہچان لیا۔

العَرْفُ: بو، خوشبو ہو یا بدبو۔

المَعْرُوفُ: نیکی۔ **المُنْکَرُ** کی ضد۔

العُــرْفُ: اقرار۔ **النُّکْرُ** کی ضد۔ کہا جاتا

ہے: أَوْلَاهُ عُرْفًا اس نے اسے معروف طریقے سے ولی بنایا۔

العُرْف: اعتراف فعل کا اسم بھی ہے۔

العُـرْف: گھوڑے کی ایال کو بھی کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: وَالمُرْسَلاتِ عُرْفًا: ان ہواؤں کی قسم! جو نرم نرم چلتی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہاں یہ لفظ عُـرْف الفَرَس بمعنی گھوڑے کی ایال سے مستعار کیا گیا ہے۔ یہ ہوائیں گھوڑے کی ایال کے بالوں کی طرح لگاتار چلتی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسی ہوائیں جنہیں معروف کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

المَعْـرَفَةُ: (راء مفتوح) ایسی جگہ جہاں العُرف یعنی کلغی اُبھرتی ہے۔

الأَعْرَافُ: اعراف جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ یہ مقام جنت اور دوزخ کے درمیان ہے۔

يَـوْمُ عَـرَفَة: یوم عرفہ عیدالاضحیٰ سے ایک دن پہلے کا دن۔ کہا جاتا ہے کہ عَـرَفَة پر تنوین نہیں آتی اور نہ ہی اس پر الف لام داخل ہوتا ہے۔

عَرَفَات: منیٰ (مکہ) میں ایک جگہ کا نام۔ یہ خود اسم جمع ہے۔ اس کی جمع نہیں بنتی۔ الفراء کا قول ہے کہ اس کا واحد کا صحیح صیغہ نہیں ہے۔ لوگوں کا یہ قول کہ نَزَلْنَا عَرَفَة یعنی ہم عرفہ میں اترے، مولّد لگتا ہے۔ یہ خالص عربی اسلوب نہیں ہے۔ یہ معرفہ ہے اگرچہ جمع ہے کیونکہ جگہیں اپنی موقعیت کو نہیں بدلتیں تو گویا یہ جمع کی صورت میں گویا شئے واحد کی طرح ہوتی ہیں۔ زُیود نے اس نظریئے کی مخالفت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ: هٰؤُلَاءِ عَرَفَاتٌ حَسَنَةٌ (نعت منصوب) کیونکہ وہ نکـرہ ہے۔ اور یہ منصرف ہے۔ کیونکہ قول خداوندی ہے: فَـاِذَا اَفَضْتُمْ مِـنْ عَـرَفَاتٍ: اخفش کا قول ہے کہ یہ لفظ اس لئے منصرف بن گیا کہ اس میں تاء مسلمین اور مُسْلِمُوْن میں یاء اور واؤ کے مقابل ہوگئی۔ کیونکہ یہ تذکیر کی علامت ہیں۔ اور تنوین نون جمع کے درجہ میں آگئی۔ جب اسے یعنی عَرَفات کو اسم بنایا گیا تو اسے اپنی حالت پر رہنے دیا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح مسلمون کو اگر اسم بنا دیا جائے اور یہ اپنی حالت پر برقرار رہے۔ یہی نظریہ آذرِعَـــات، عَانَات اور عُرَيْتنَات پر لاگو ہوتا ہے۔

العَارِفَةُ: نیکی۔

العَرِيْف اور العارِف کا ایک ہی معنی ہے جس طرح العليم اور العالم کا ایک ہی معنی ہے۔

العَرِيْف: اسے نقیب بھی کہتے ہیں۔ فوجی منصب جو کپتان یا کرنل کے برابر ہوتا ہے۔ یہ رئیس سے کم تر درجہ کا ہوتا ہے۔

اس کی جمع عُرَفَاء ہے۔ اس کا باب ظرف ہے۔

عَرُفَ: وہ عریف بن گیا۔ جب کوئی شخص کافی دیر تک اس منصب پر رہے تو اسے کہیں گے کہ عَرَفَ: وہ عریف ہے۔ اس کی مثال کَتَبَ ہے۔

التَّعْرِيْفُ: اطلاع دینا۔ مشتہر کرنا۔

التَّعْرِيْفُ کا معنی گم شدہ چیز کا اعلان کرنا بھی ہے۔

التَّعْرِيْفُ: لفظ العَرْف سے مشتق کے طور پر خوشبو یا عطر لگانا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: عَرَّفَهَا لهم: اللہ نے اہل جنت کے لئے جنت کو سنوار کر رکھا ہے۔

التَّعْرِيْفُ کا معنی عَرَفَات میں وقوف کرنا بھی ہے۔

المُعَرَّف: موقف۔ وقوف کی جگہ۔

الاعْتِرَافُ بِالذَّنْبِ: جرم یا گناہ کا اقرار۔ ممکن ہے اہل زبان نے اعْتَرَفَ کو عَرَفَ کی جگہ یا اس کے برعکس عَرَفَ کو اعتَرَفَ کی جگہ وضع کیا ہو یا استعمال کیا ہو۔

تَعَرَّفَ: شناخت کرنا۔ اس نے فلاں شخص سے اپنا تعارف کرایا۔

تَعَارَفَ القومُ: قوم یا لوگوں نے ایک دوسرے سے تعارف کیا یا ایک دوسرے کو پہچانا۔

ع ر ق — العَرَقُ: پسینہ جو بہتا ہے۔

تَذَعَّرِقَ: اسے پسینہ آگیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا معنی زنبیل بھی ہے۔

عِرْقُ الشَّجَرَةِ: درخت کی جڑ۔ تنا۔ اس کی جمع عُرُوْقٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ اَحْيَا ارضًا مَيْتَةً فهِيَ لَهُ وَلَيْسَ لِعِرْقِ ظالمٍ حق: جس کسی نے بنجر زمین کو آباد کیا تو اس کی ملکیت ہے۔ اور کسی عِرقِ ظالم کا اس میں کوئی حق نہیں۔ عرقِ ظالم کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص ایسی زمین پر آئے جسے کسی اور نے آباد کیا ہو اور وہاں کوئی پودا لگا دے یا فصل بو دے تا کہ وہ اس زمین کا حقدار بنے تو ایسے ظالم شخص کا اس زمین کی ملکیت پر کوئی حق نہیں۔

ذَاتُ عِرْقٍ: بادیہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

العِرَاقُ: ایک ملک کا نام ہے۔ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ فارسی سے معرّب ہے۔

العِرَاقَانِ: کوفہ اور بصرہ دو شہروں کا مجموعی نام۔

اَعْرَقَ الرَّجُلُ: آدمی عراق گیا۔

ع ر ک — عَرَکَ الشَّيْءَ: اس نے پاؤں سے کسی چیز کو ملا یا رگڑا۔ اس کا باب نصر ہے۔

المُعْتَرَک: جائے کارزار۔ معرکہ کا میدان۔ یہی معنی المَعْرَک اور المَعْرَکَۃُ کا ہے۔ اسے راء مضموم کے ساتھ اُلْمَعْرُکَۃُ بھی کہتے ہیں۔

العَرِیْکَۃُ: طبیعت اور مزاج۔ فُلَانٌ لَیِّنُ العَرِیْکَۃِ: فلاں شخص نرم مزاج ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: لَانَتْ عَرِیْکَتُہٗ: اس کا مزاج نرم ہوگیا۔ یا اس کی نخوت ختم ہوگئی۔

ع ر ک س — عَرْکَسَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو اوپر تلے ڈھیر کر دیا۔

ع ر م — العَرِم: وادی کا پشتہ یا پشتے۔ لفظاً اس کا واحد نہیں کہا گیا ہے کہ اس کا واحد عَرِقَۃٌ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قول خداوندی ہے: فَأَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ سَیْلَ العَرِمِ: ہم نے ان پر زبردست سیلاب بھیجا۔ اس کے بارے میں التھذیب میں درج اقوال میں سے ایک قول ہے کہ العَرِمُ سے زبردست سیلاب ہے جس کی روک تھام ممکن نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ العَرِمُ العَرِمَۃُ کی جمع ہے۔ جس کا معنی دریا کا بند یا پشتہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک وادی کا نام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی چوہا ہے جس نے بند یا پشتے کو لوگوں کے اوپر شگاف کر کے پھاڑ دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی شدید بارش ہے۔

العَرَمَۃُ: (عین اور راء دونوں مفتوح) اناج کا ڈھیر جو بھوسہ الگ کرنے کے لئے اکٹھا کیا جائے۔

العَرَمْرَمُ: لشکر جرار۔

ع ر ن — عِرْنِیْنُ: دو بھوؤں کے نیچے والا ناک کا حصہ۔ وہ ناک کا شروع کا حصہ ہوتا ہے جس میں سونگھنے کی قوت ہوتی ہے۔

العُرَیْنَۃُ: (عین مضموم) ایک قبیلے کا نام ہے جس نام سے عُرَنِیُّوْن لوگ منسوب ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری کے قول کے مطابق بَطْنُ عُرَنَۃَ میدان عرفات کے بالمقابل ایک وادی کا نام ہے۔

العَرِیْنُ اور العَرِیْنَۃُ: شیر کی کچھار جہاں شیر رہتا ہے۔ کہا جاتا ہے لَیْثُ عَرِیْنَۃٍ: کچھار کا شیر۔ العرین کا اصل معنی درختوں کا جھنڈ ہے۔

ع ر ا — العَرَاء: (الف ممدود) کھلی فضا۔ قول خداوندی ہے: لَنُبِذَ بالعَرَآءِ: اسے کھلی فضا میں چھوڑ دیا گیا۔

عُرْوَۃُ القَمِیْصِ: قمیض کا کاج، بٹن داخل کرنے کا سوراخ۔

عَرَاہُ: اس نے کاج بنایا، یا اسے پیش آیا۔ لاحق ہوا۔

اعْتَرَاہُ: اسے درپیش ہوا۔ اس نے اسے ڈھانپ لیا۔ اسے لگ گیا۔

العَرِیَّۃُ: ایسا درخت جسے مالک جھاڑ کر

کسی محتاج شخص کو اس کا پھل دے دے اور وہ شخص یہ پھل لے لے۔ یہ لفظ فعیلة کے وزن پر مفعول کے معنوں میں ہے۔ اس پر 'ۃ' کا اضافہ اسے منفرد ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ یوں یہ لفظ اسمائے اعداد میں سے بن گیا مثلاً: النَّطِيحَةُ اور الأكِيلَة: اگر اس لفظ کو النَّخلَة کی خبر بنا کر لائیں تو پھر یوں کہیں گے کہ النخلة عرِيٌّ: حدیث شریف میں ہے: انَّهُ رَخَّصَ فِی العَرَايا بَعْدَ نَهْيِهِ عَنِ المُزَابَنَة: حضور نبی اکرم ﷺ نے مزابنه (اندازہ لگا کر پھل بیچنے) سے منع فرمانے کے بعد عرایا کی رخصت دے دی۔ [1] شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ پھل لینے والا وہاں داخل ہونے میں اذیت محسوس کرتا ہو۔ اس صورت میں اسے بقیمت کھجور خریدنے کی ضرورت ہوتی تو حضور ﷺ نے اس کے خریدنے کی اجازت دے دی۔ کہ وہ اپنے پاس موجود خشک کھجور کے بدلے تازہ کھجور لے۔

عَرِیَ من ثِيَابِهِ: وہ اپنے کپڑے اتار کر برہنہ ہو گیا۔ اس کا مصدر عُرْيًا (عین مضموم) ہے اور اسم فاعل عَارٍ ہے۔ اور عُرْيَانٌ ہے بمعنی برہنہ یا ننگا۔ اور عورت کے لئے عُرْيَانَةٌ: کہا جائے گا۔ جو اسم فاعل فُعْلَانٌ کے وزن پر ہوتا ہے۔ اس کی مؤنث 'ۃ' کے اضافہ کے ساتھ بنتی ہے۔

أعْرَاهُ و عَرَّاه تَعْرِيَةً فتعرىٰ: اس نے اسے برہنہ کر دیا تو وہ برہنہ ہو گیا۔ فَرَسٌ عُرْیٌ: بغیر زین کے گھوڑا۔

ع ز ب — العُزَّاب: (زاء مضموم اور مشدد)

ایسے مرد جن کی بیویاں نہ ہوں اور ایسی عورتیں جن کے خاوند نہ ہوں۔ الکسائی کا قول ہے کہ الرَّجُلُ أعْزَبٌ یعنی مرد کو اَعْزَبٌ کہیں گے اور المَرْاۃ عَزَبَة: اور عورت کو عَزَبَة کہیں گے۔ اور اس کا اسم العُزْبَةُ: بے خاوند یا بے بیوی ہونا۔ اس لفظ کا وزن الْعُزْلَةُ ہے۔ اور دوسرا اسم العزوبة بھی ہے۔

عَزَبَ: وہ دور ہوا اور غائب یا نظروں سے دور ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ قَرَأَ القُرْآنَ فِي أرْبَعِينَ لَيْلَةً فَقَدْ عَزَّبَ: (زای مشدد) جس شخص نے چالیس رات میں قرآن ختم کیا اس نے بہت دیر کی۔

ع ز ر — العَزِيْرُ: توقیر و تعظیم، اس کا

معنی تادیب اور سزا دینا بھی ہے۔ اسی سے تعزیر کی شرعی اصطلاح ماخوذ ہے۔ جس سے مراد حد سے کم مارنا ہے۔

[1] مزابنہ سے مراد ہے درخت پر موجودہ کھجور کے اندازے کے مطابق اس کے بدلے میں اتری ہوئی کھجور لی جائے۔ اور عرایا سے مراد یہ ہے کہ اپنے پاس موجودہ خشک کھجور کے عوض تازہ کھجور لے لے۔

عُزَیرٌ: اسم۔ بغیر تشدید ہونے کے سبب۔ یہ منصرف ہے اگرچہ یہ نوح اور لوط کی طرح عجمی نام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ عَزْر کا اسم تصغیر ہے۔ اس لئے منصرف ہوگا۔

ع ز ز – العِزُّ: عزت۔ اَلزُّلّ: ذلّت کی ضد ہے۔ ہم اس کی تعریف عزّ یعزّ عِزًّا (عین مکسور) وعَـزَازَۃٌ (عین مفتوح) کرتے ہیں۔ اس کا اسم فاعل عَزِیزٌ یعنی ذلّت کے بعد قوی اور مضبوط اور غلبے والا ہے۔

اَعَـزَّہُ اللّٰـہُ: اللہ اسے عزت دے۔ غالب کرے۔ عَـزَّ الشَّیْءُ: چیز کم ہوگئی بلکہ ناپید ہوگئی۔ عَـزَزْتُ عَلَیْہِ: میں اس پر بھاری ہوگیا۔ قول خداوندی ہے: "فَعَـزَّزْنَـا بِثَالِثٍ:" پھر ہم نے انہیں تیسرے کے ذریعے تقویت دی۔ فَعَزَزنا میں 'زای' مشدد اور غیر مشدد دونوں طرح ہے۔ تَعَـزَّزَ الرَّجُلُ: آدمی باعزت ہوگیا۔ هُـوَ يَعْتَزُّ بِفُلَانٍ: اسے فلاں پر فخر اور ناز ہے۔

عَـزَّ عَلَيَّ اَنْ تَفْعَلَ كَذَا: مجھے تیرا ایسا کرنا گراں گزرا۔

عَزَّ عَلَيَّ ذَاكَ: وہ مجھ پر سخت اور شدید ہوگیا۔ مثل ہے: عَزَّ عَلَيَّ ذَاكَ فَهُنْ: جب تیرا بھائی سخت ہو جائے تو تُو نرمی اختیار کر۔

اُعْـزِزْ عَلَيَّ بِمَـا اُصِبْتَ: جو کچھ تم پر گزری وہ مجھ پر گراں ہے یعنی ناگوار ہے۔

اُعْـزِزْتُ بِمَـا اَصَابَكَ: اس کا فعل مجہول ہے۔ یعنی تمہاری تکلیف مجھ پر گراں گزری۔ العَزِيزُ کی جمع عِزَازٌ: جس طرح كَرِيمٌ کی جمع كِرَامٌ ہے۔

قَـوْمٌ اَعِـزَّةٌ وَاَعِـزَّاءُ: باعزت قوم یا باعزت لوگ۔

عَـزَّہُ: وہ اس پر غالب ہوا۔ بھاری پڑا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ مثلاً: مشہور ہے کہ مَنْ عَزَّبَزَّ: جو غالب ہوا، اس نے لوٹا۔ اس کا اسم العِـزَّةُ ہے جس کا معنی قوت اور غلبہ ہے۔ عَـزَّہُ فِي الخِطَابِ: بات کرنے میں وہ اس پر غالب ہوا۔ عَـازَّہُ کا معنی بھی یہی ہے۔

اُسْتُعِزَّ بِالْعَلِيلِ: بیمار کی تکلیف بڑھ گئی اور اس کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ اسم فعل مجہول ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اُسْتُعِزَّ بِكُلْثُومٍ۔

العُزّٰى: الأَعَزّ کی تانیث ہے۔ الأَعَزُّ العزیز کے معنوں میں بھی ہوسکتا ہے۔ العُزّٰى کا معنی العَزِيزَۃ بھی ہوسکتا ہے۔

العُـزّٰى: ایک بت کا نام بھی ہے۔ کہا گیا ہے کہ العُزّٰى ببول کا ایک درخت تھا۔ بنو غطفان اس کی پوجا کرتے تھے۔ انہوں

نے اس پر ایک عمارت تعمیر کی تھی اور اس کے پروہت مقرر کر رکھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اس عمارت کو منہدم کر دیا اور ببول کے درخت کو جلا دیا۔

ع ز ف — عَزَفَتْ نَفْسُهُ عن الشَّيْءِ: اس کا جی کسی چیز سے بھر گیا۔ یعنی بے رغبت ہو گیا۔ اور وہ اس سے دور ہٹ گیا۔ اس کا باب دَخَلَ اور جلس ہے۔

العَزِيْفُ: جن کی آواز۔ عَزَفَتِ الجِنّ: جنوں نے آواز نکالی۔ اس کا مضارع تَعْزِفُ (زای مکسور) اور اس کا مصدر عَزِيفًا ہے۔

المَعَازِفُ: کھیل کود۔ باجے۔

العَازِفُ: باجا بجانے والا۔ قَدْ عَزَفَ: اس نے باجا بجایا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ع ز ل — اِعْتَزَلَهُ وتَعَزَّلَهُ: دونوں ہم معنی ہیں یعنی وہ اس سے الگ ہوا۔ اس کا اسم العُزْلَة بمعنی تنہائی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ العُزْلَةُ عِبَادَةٌ: تنہائی عبادت ہے۔

عَزَلَهُ: اس نے اسے الگ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اَنَا عَنْ هٰذا الأمرِ بِمَعْزَلٍ: میں اس کام سے الگ ہوں۔ یعنی میرا اس کام سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔

عَزَلَهُ عَنِ العَمَلِ: اس نے اسے کام سے الگ کر دیا یا معزول کر دیا۔

عَزَلَ عَنْ اُمَّتِهِ: وہ اپنی امت سے الگ ہو گیا۔ تینوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

ع ز م — عَزَمَ عَلٰی كَذا: اس نے فلاں کام کا عزم کیا یا ارادہ کیا۔ اور وہ کام کرنے کا قطعی فیصلہ کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور عُزْمًا بروزن قُفْل و عَزِيمًا اور عَزِيمَةً بھی ہے یعنی کسی کام کے کرنے کا حتمی اور قطعی فیصلہ کرنا۔

اِعْتَزَمَ کا معنی بھی یہی ہے۔

عَزَمْتُ عَلَيْكَ: مجھے تیری قسم ہے۔

العَزَائِمُ: تعویز یا منتر اور ٹوٹکے وغیرہ۔

ع ز ا — عَزَاهُ الى اَبِيهِ: اس نے اسے اس کے باپ کی طرف منسوب کیا۔ اس کا باب عَدَا اور رَمٰی ہے۔ اِعْتَزَى و تَعَزَّى: دونوں کا ایک ہی معنی ہے، یعنی وہ منسوب ہوا۔ اس کا اسم العَزاء ہے۔ العَزَاء کا معنی صبر بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: عَزَّهُ تَعْزِيَةً فَتَعَزَّى: اس نے اسے تسلی دی تو اسے تسلی ہوئی۔

العِزَةُ: لوگوں کا ایک فرقہ۔ اس کی جمع العِزُون ہے۔ اس میں عین مکسور اور مضموم ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: عَنِ اليَمِيْنِ وعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْن: دائیں اور بائیں سے گروہ در گروہ ہو کر جمع ہو

جاتے ہیں۔

ع س ب — العَسْبُ: بروزن العَذْبُ: نر جانور سے نسل کشی کرانے کا کرایہ یا اُجرت۔

عَسْبُ الفَحلِ: نر جانور کی نسل کشی یا جفتی کرنے کا عمل۔ نر جانور کا مادہ بھی اس کا معنی بتایا گیا ہے۔

اليَعْسُوبُ: بروزن اليَعْقُوبُ: شہد کی مکھیوں کی ملکہ، رانی مکھی۔

ع س ج د — العَسْجَدُ: سونا، زر۔

ع س ر — العُسْرُ: (سین ساکن ومضموم) سختی وتنگی، اليُسْرُ کی ضد۔ عیسیٰ بن عمر کا قول ہے کہ تین حروف پر مشتمل کوئی اسم جن کا پہلا حرف مضموم ہو اور درمیانی حرف ساکن ہو تو عربوں میں بعض لوگ اسے خفیف کر کے یعنی بغیر حرکت کے پڑھتے ہیں اور بعض اسے ثقیل کر کے یعنی متحرک کر کے پڑھتے یا بولتے ہیں اس کی مثال عُسْرٌ اور عُسُرٌ ہے۔ رُحْمٌ اور رُحُمٌ اور حُلْمٌ اور حُلُمٌ ہے۔

قَدْ عَسُرَ الأَمْرُ: کام مشکل ہوگیا۔ (سین مضموم) اس کا مصدر عُسْراً ہے۔ اور اسم فاعل عَسِيْرٌ ہے۔

عَسِرَ عليه الأَمْرُ: اس پر کام دشوار ہوگیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل عَسِرٌ ہے۔

عَسَرَ غَرِيْمَهُ: اس نے اپنے مقروض سے قرض کا اس کی غربت اور تنگدستی کے باوجود مطالبہ کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

رَجُلٌ أَعْسَرُ: بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا البتہ دونوں ہاتھوں سے کام کر سکنے والے آدمی کو أَعْسَرُ يَسَرٌ کہتے ہیں۔ اسے أَعْسَرُ أَيْسَرُ نہیں کہنا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں ہاتھوں سے کام کر سکتے تھے۔

أَعْسَرَ الرَّجُلُ: آدمی تنگ دست ہوگیا۔

المُعَاسَرَةُ: تنگدستی وسختی۔ یہ المُيَاسَرَةُ کی ضد ہے۔ جس کا معنی آسانی اور خوش گزرانی ہے۔

التَّعَاسُرُ: باہم تنگی کا معاملہ کرنا۔ یہ التَّيَاسُرُ کی ضد ہے۔

المعسور: تنگ حال وبدحال۔ اس کی ضد المَيْسُوْرُ ہے۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔ سیبویہ کا قول ہے کہ دونوں صفت ہیں۔ اس کے نزدیک مَفْعُوْلٌ کے وزن پر ہرگز مصدر نہیں آتا۔

العُسْرى: تنگی سختی اس کی ضد اليُسْرى بمعنی آسانی ہے۔

ع س س — عَسٌّ: رات کو پہرہ دینا یا چوکیداری کرنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اس کا مصدر عسسًا بھی ہے اور اس کا معنی

رات کو مشکوک لوگوں کی جانچ پڑتال کرتا ہے اور ان کی روک تھام کرتا ہے۔ اس کا اسم فاعل عَاسّ بمعنی کوتوال یا چوکیدار ہے۔ قَوْمٌ عَسَسٌ: پہرہ دینے والی قوم یا لوگ۔ اسی طرح واحد سے جمع بنانے کی دوسری مثال خَادِمٌ سے خَدَمٌ ہے۔ اور طَالِبٌ کی جمع طَلَبٌ ہے۔ اِعْتَسَّ، عَسَّ ہی کی طرح ہے۔

عَسْعَسَ اللَّيْلُ: رات کی تاریکی چھا گئی۔ قول خداوندی ہے: "وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ:" "قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔ الفراء کے قول کے مطابق مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عَسْعَسَ کا معنی اَدْبَرَ ہے۔ الفراء نے کہا کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے اس لفظ کا معنی یہ کیا ہے کہ رات کا ابتدائی حصہ قریب ہوا اور تاریکی چھا گئی۔

ع س ف — العَسْفُ: غلط طریقے سے زبردستی چیز لینا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی طرح التَّعَسُّفُ، الاِعْتِسَافُ اور العَسُوْف کا معنی زیادتی اور ظلم کرنا ہے۔

العَسِيْفُ: مزدور۔

عُسْفَان: ایک جگہ کا نام ہے۔

ع س ق ل — عَسْقَلَانُ: ایک شہر کا نام ہے۔ اور عروس الشام یعنی شام کی دلہن، کہلاتا ہے۔

ع س ك ر — العَسْكَرُ: لشکر، فوج۔ عَسْكَرَ الرَّجُلُ: آدمی نے فوج تیار کی۔ اس کا اسم فاعل مُعَسْكِرٌ (کاف مکسور) ہے۔ فوجی چھاؤنی کو مُعَسْكَرٌ کہتے ہیں۔ اس میں کاف مفتوح ہے۔

ع س ل — العَسَلُ: شہد۔ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ کہتے ہیں کہ: عَسَلَ الطَّعَامَ: اس نے شہد سے کھانا تیار کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

زَنْجَبِيْلٌ مُعَسَّلٌ: شہد میں ڈلی ہوئی ادرک یعنی ادرک کا مربہ۔

العَاسِلُ: چھتے سے شہد نکالنے والا۔ اور شہد کی مکھی کو عَسَّالَةٌ کہتے ہیں۔

اِسْتَعْسَلَ: اس نے شہد مانگا۔

عَسَّلَهُ تَعْسِيْلًا: اس نے اسے شہد فراہم کیا۔

العَسَلُ کا معنی دوڑنا بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: عَسَلَ الذِّئْبُ يَعْسِلُ (سین مکسور) عَسْلًا وَّعَسَلَانًا: (عین اور سین دونوں مفتوح) بھیڑیا دوڑا اور تیز بھاگا۔ اور اسی طرح ہے۔ عَسَلَ الإِنْسَانُ: انسان تیز دوڑا اور تیز بھاگا۔ حدیث شریف میں ہے: كَذَبَ عَلَيْكَ العَسَلُ: تم تیز بھاگو۔ اسی بات سے: عَسَلَ الرُّمْحُ: اس نے نیزہ لہرایا۔ نیزہ

لہرانے والے کو عَسَّال کہتے ہیں۔

ع س ا—عَسَا الشَّیْءُ: اس کا باب سَمَا اور عَسَاءً (الف ممدود) چیز خشک ہوگئی اور سخت ہوگئی۔ عَسَا الشَّیْخُ یَعْسُوْ عُسِیًّا: بوڑھا ہوگیا۔ پیٹھ پھیر لی۔ اس کی مثال عَتَا ہے۔ الخلیل کا قول ہے کہ اس کا ایک لہجہ عَسِیَ (سین مکسور) ہے۔

عَسٰی: افعال مقاربہ میں سے ہے اس میں خواہش اور خوف کے معنی مضمر ہیں۔ یہ منصرف نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ ماضی کی شکل میں واقع ہوا ہے اور حال کے معنوں میں ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں کہ عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَخْرُجَ وَعَسَتْ هِنْدٌ اَنْ تَقُوْمَ: اس میں زَیْدٌ عَسٰی کا فاعل ہے اور اَنْ یَخْرُجَ اس کا مفعول ہے جو الخُرُوج کے معنوں میں ہے۔ الّا یہ کہ اس کی خبر اسم نہیں ہو سکتی اور یوں نہیں کہہ سکتے کہ عَسٰی زَیْدٌ مُنْطَلِقًا: رہا لوگوں کا یہ قول عَسٰی الغُوَیْرُ اَبْؤُسًا: تو یہ شاذ اور نادر ہے۔ یہ خبر کا قائم مقام ہے۔ اس قسم کی ترکیب صرف ضرب الامثال میں آتی ہے۔ عام استعمال میں نہیں، ہوسکتا ہے کہ اس مثال میں عَسٰی کو کَادَ کے مشابہ قرار دیا گیا ہو۔ اور اس کے بعد اَنْ کے بغیر فعل استعمال کیا گیا ہو۔ اور یوں کہا گیا ہو کہ عَسٰی زَیْدٌ یَنْطَلِقُ: کہا جاتا ہے کہ عَسَیْتُ اَنْ اَفْعَلَ ذَاکَ (سین مفتوح اور مکسور) اور قول خداوندی میں یہ لفظ دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے: فَهَلْ عَسَیْتُمْ کہتے ہیں۔ اس کے بعد یَفْعَلُ یا فَاعِلٌ نہیں کہا جاتا جیسے ہم نے کہا کہ۔ تمام قرآن میں عَسٰی کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف واجب کے معنوں میں آیا ہے۔ سوائے اس قول کے: عَسٰی رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗ: بقول ابوعبیدہ کلام عرب میں عسی کا لفظ امید اور یقین کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ یہ لفظ یقین کے معنوں میں عرب کے دو لہجوں میں سے ایک لہجے میں بیان ہوا ہے۔

ع ش ب—العُشْبُ: گھاس، تازہ چارہ۔ اسے خشک ہونے سے پہلے حَشِیْش نہیں کہتے۔ کہا جاتا ہے: بَلَدٌ عَاشِبٌ چارے والا ملک یا علاقہ اس کا فعل ماضی صرف اَعْشَبَ ہے یعنی چارہ اُگ آیا یا چارہ اُگایا۔

اَرْضٌ مُعْشِبَةٌ وعَشِبَةٌ: چارہ اگانے والی زمین۔

مَکَانٌ عَشِیْبٌ: چارے والی جگہ۔

اِعْشَوْشَبَتِ الْاَرْضُ: زمین میں بہت زیادہ چارہ اُگ آیا۔ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کی مثال اخْشَوْشَنَ ہے۔

ع ش ر—عَشَرَةُ رِجَالٍ: دس آدمی۔

(شین مفتوح)۔

عَشْـرُ نِسْـوَةٍ: دس عورتیں۔ (شین ساکن) بعض عرب عین کلمہ یعنی شین کو ساکن کہتے ہیں تا کہ حرکات کی طوالت سے بچیں اور اسم کی طوالت سے بھی بچیں۔ چنانچہ وہ اَحَدَ عَشَرَ سے لے کر تِسْعَةَ عَشَرَ کہتے ہیں۔ ان اعداد میں سے اثنی عَشَـرَ میں شین کو ساکن نہیں کرتے کیونکہ اس سے پہلے 'الف' اور 'ی' ساکن آئے ہیں۔ تم کہتے ہو اِحْدٰی عَشِرَةَ اِمْرَأَةً: اس میں شین مکسور ہے۔ چاہو تو اسے ساکن بھی کر سکتے ہو۔ اور تِسْعَ عَشْرةَ ایسا کیا جاسکتا ہے۔ اہل نجد شین کو مکسور کرتے ہیں۔ اور اہل حجاز اسے ساکن کرتے ہیں۔ البتہ مذکر کے لئے اَحَدَ عَشَرَ میں شین کو صرف مفتوح کہتے ہیں۔ اس پر کوئی اور حرکت نہیں آتی۔ عِشْرُوْنَ: بیس کے عدد کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ یہ عَشَرَ کا جمع کا صیغہ نہیں ہے۔ اور اگر تم اسے اضافت دو، تو نون ساقط ہو جائے گا، مثلاً کہیں گے: هٰذِهِ عِشْرُوْكَ وعِشْرِيَّ: یہ میرے بیس ہیں اور یہ تمہارے بیس ہیں۔

العُشْرُ: دسواں حصہ۔ اسی طرح العَشِيْرُ بروزن الشَّعِيْرُ کا بھی یہی معنی ہے اور اس کی جمع اَعْشِـرَاءُ ہے۔ اس کی مثال نصب اور اس کی جمع انصِبَاءُ کی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: تِسْعَةُ اَعْشِرَاءِ الـرِّزْقِ فِي التِّجَـارَةِ: رزق کا ۹/۱۰ حصہ تجارت میں ہے۔

مِعْشَـارُ الشَّيْءِ: چیز کا دسواں حصہ۔ عُشْرٌ کے سواء کسی اور عدد سے مفعال کے وزن پر کوئی جز مشتق نہیں ہوتا۔ عَشَرَهُمْ يَعْشُرُهُمْ: (شین مضموم) عُشْرًا (عین مضموم) کا معنی ہے اس نے ان کے مال کا دسواں حصہ لیا۔ اسی سے لفظ العَاشِرُ (عدد ترتیبی) اور العَشَّارُ (شین مشدد) مشتق ہیں۔ جس کا معنی دسواں ہے۔

عَشَـرَهُمْ: وہ ان کا دسواں آدمی بن گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَعْشَرَ القَوْمُ: قوم یا لوگ دس ہو گئے۔

المُعَـاشَرَةُ و التَّعَاشُرُ: گھل مل جانا۔ اس کا اسم العِشْرَةُ (عین مکسور) ہے۔

يَـوْمُ عَـاشُـوْرَاءَ اور عَشُوْرَاءَ: دونوں میں الف ممدود ہے۔

المَعَـاشِـرُ: لوگوں کی جماعتیں۔ اس کا واحد کا صیغہ المَعْشَرُ ہے۔

العَشِيْرَةُ: کنبہ خاندان۔ قبیلہ۔

العَشِـيْرُ: شریک حیات۔ خاوند یا بیوی۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ العَشِـيْرَ: تم عورتیں بہت زیادہ لعنت کرتی ہو اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔ قول خداوندی ہے:

وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ: اور بہت برا ساتھی۔
عُشَارُ: (عین مضموم) عَشَرَہ سے معدول لفظ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جآء الْقَوْمُ عُشَارَ عُشَارَ: قوم یا لوگ دس دس کر کے آئے۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ احاد، ثناء، ثلاث اور رُبَاع کے علاوہ سوائے کُمیت کے اشعار میں اور کسی عدد سے معدول عدد نہیں سنا گیا ہے۔ کُمیت نے عُشَار کا لفظ استعمال کیا ہے۔
العِشَارُ (عین مکسور) عُشَرَاءُ کی جمع بروزن فُقَهَاءُ ہے۔ اور اس کا معنی دس ماہ کی حاملہ اونٹنی ہے۔ اس کی جمع عُشَرَاوات بھی بنائی جاتی ہے جس میں عین مضموم ہے اور شین مفتوح ہے۔ قَدْ عَشَّرَتِ النَّاقَةُ تَعْشِيْرًا: اونٹنی عُشَرَاء ہوگئی۔ یعنی اسے حاملہ ہوئے دس ماہ گزر گئے۔

ع ش ش — عُشُّ الطَّائِرِ: پرندے کا گھونسلہ۔ جمع عِشَشَةٌ بروزن عِنَبَةٌ اور عِشَاشٌ (عین مکسور) ہے۔ یہ گھونسلے درختوں کی ٹہنیوں پر ہوتے ہیں۔ اگر یہ گھونسلے کسی پہاڑ یا دیوار وغیرہ کے اندر ہوں تو انہیں وَكْرٌ اور وَكْنٌ کہا جاتا ہے۔ اور یہ کہیں زمین میں ہوں تو انہیں اُفْحُوصٌ اور اُدْحِيٌّ کہا جاتا ہے۔ قَدْ عَشَّ الطَّائِرُ تَعْشِيْشًا: پرندے نے گھونسلہ بنایا۔ اور گھونسلے کی جگہ کو مُعَشَّشُ الطُّيُوْرِ کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بقول الازہری لیث نے کہا ہے کہ العُشّ بمعنی گھونسلہ کوے کیلئے مخصوص ہے جو وہ درخت پر بناتا ہے۔ اور جب یہ بڑا اور ضخیم ہو جاتا ہے تو اسے العُشّ کہتے ہیں۔ الجوہری نے بذیل مادہ و ک ر الوکر کی جو تفسیر کی ہے وہ یہاں اس جگہ مذکور تفسیر کے خلاف ہے۔

ع ش ا — العَشِيّ و العَشِيَّةُ: نمازِ مغرب سے لے کر تاریکی چھا جانے تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ العِشَاءُ (عین مکسور اور الف ممدود) کا معنی بھی یہی ہے۔
العِشَاءَان: مغرب اور تاریکی چھا جانے کا وقت۔ لوگوں کا خیال ہے کہ العِشَاء زوالِ شمس سے لے کر طلوعِ فجر تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بقول الأزہری العَشِيُّ زوالِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کے درمیانی وقت کا نام ہے۔
صَلَاتَا العَشِيِّ: نمازِ ظہر اور عصر۔ اور جب سورج غروب ہو جائے تو العِشَاء کا وقت ہے۔
العَشَاءُ: (عین مفتوح اور الف ممدود) رات کا کھانا جو الغداء: دوپہر کے کھانے کی ضد ہے۔
العَشَا: (الف مقصور) الأَعْشَى کا مصدر ہے۔ جس کا معنی ہے وہ شخص جسے رات کو نظر نہ آتا ہو، وہ صرف دن کو دیکھ سکتا

ہو۔ عورت کے لئے اَلعَشْوَاءُ کہیں گے۔
أَعْشَاهُ اللّٰه فعَشِيَ: اللہ نے اسے أَعْشٰى یعنی رتوندہ کر دیا، تو وہ رتوندہ ہو گیا۔
فَعَشِيَ میں شین مکسور ہے۔ اس کا مضارع یَعْشٰى (شین مفتوح) ہے اور اس کا مصدر عشاً ہے۔
اَلعَشْوَاءُ: وہ اونٹنی جسے اپنے سامنے کچھ نظر نہ آتا ہو اور وہ اپنے کھروں سے ہر چیز کو مسلتی چلی جاتی ہے۔
رَكِبَ فُلَانٌ اَلعَشْوَاءَ: فلاں شخص اندھا دُھن بے سوچ سمجھے چلتا ہے یا کام کرتا ہے۔
عَشَا: اس نے رات کا کھانا کھایا۔
عَشَاهُ: وہ اس کے پاس رات کو گیا۔ اصل تو یہ ہے، اس کے بعد یہ لفظ ہر قاصد کے لئے بطور عَاشِي استعمال ہوتا گیا۔
عَشَا الى النَّار: وہ نظر کی کمزوری کی وجہ سے آگ پر لٹک کر جھک گیا۔
عَشَا عَنْهُ: اس نے اس سے منہ موڑا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ: جو شخص رحمٰن کے ذکر سے منہ پھیرے۔ میں کہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے اس آیت میں مذکور لفظ يَعْشُ کا ترجمہ ضعف بصارت کیا ہے۔ کہا جاتا ہے عَشَا يَعْشُو: اس کی بینائی کمزور ہو گئی۔
عَشَّاهُ: (شین مخفف) اس نے اسے رات کا کھانا کھلایا۔ ان چھ افعال کا باب عَدَا ہے۔
عَشَّاهُ تَعْشِيَةً کا معنی بھی یہی ہے یعنی اس نے اسے رات کا کھانا کھلایا۔

ع ص ب — عَصَّبَ رَأسَهُ: (بالعِصَابَةِ تَعْصِيبًا): اس نے اس کے سر پر پٹی باندھی۔ اس کا ثلاثی باب ضَرَبَ ہے۔
عَصَبَةُ الرَّجُلِ: آدمی کے بیٹے اور باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو عصبہ کہتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اسے اپنے احاطے میں لیا ہوتا ہے۔ ان طرف والد بیٹا طرف کہلاتے ہیں اور چچا اور بھائی جانب کہلاتے ہیں۔
العُصْبَةُ: لوگوں کا گروہ جس کی تعداد دس سے لے کر چالیس تک ہوتی ہے۔
العِصَابَةُ: لوگوں (عین مکسور) لوگوں۔ گھوڑوں اور پرندوں کی جماعت۔
يَوْمٌ عَصِيبٌ وعَصَبْصَبٌ: سخت دن۔ مشکل دن یا وقت۔
اعْصَوْصَبَ اليَوْمُ: آج کا دن سخت دشوار ہو گیا۔

ع ص ر — العَصْرُ: زمانہ۔ یہی معنی العُصُرُ اور العُصْرُ کا ہے جو عُسُر اور عُسْر کی طرح ہیں۔ امرؤ القیس کا شعر ہے:

وَهَلْ يَعِمَنْ مَنْ كان فی العُصُرِ الخالی
"کیا بے فیض زمانے میں رہنے والا کہیں
خوش باش ہوسکتا ہے۔"
باالفاظ دیگر دریں دینا کسے بے غم نہ باشد۔
اس کی جمع عُصُوْرٌ ہے۔
العَصْرَان: رات اور دن۔ اس کا معنی صبح
اور شام بھی ہے۔ اسی سے صلاۃ العصر
عصر کے وقت کی نماز ماخوذ ہے۔
العَصَر: (عین اور صاد دونوں مفتوح)
گرد وغبار اس کا ذکر حدیث شریف میں
ہے: المُعْتَصِرُ والعَاصِرُ: جسے کوئی چیز
ملے اور وہ اس سے کچھ لے لے۔ ابو عبیدہ
نے کہا کہ قول خداوندی ہے: وَفِیْهِ
یَعْصِرُوْنَ: اور لوگ اس میں خوب رس
نچوڑیں گے۔
یَنْجُوْنَ مِنَ العُصْرَةِ بروزن النُّصْرَة:
وہ پناہ گاہ سے بچ نکلتے ہیں۔
العُصْرَةُ: پناہ گاہ۔ ابو الغوث کا کہنا ہے کہ
یَسْتَغِلُّوْنَ کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ انگور کا رس
نچوڑتے ہیں۔
اعْتَصَرَ مَالَهُ: اس نے اپنے ہاتھ سے
اپنا مال نکالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ:
یَعْتَصِرُ الوَالِدُ عَلٰی وَلَدِهٖ فی مالِهٖ:
باپ اپنے بیٹے سے مال بچا کر رکھتا ہے۔
عَصَرَ العِنَبَ: اس نے انگور کا رس
نچوڑا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اعْتَصَرَهُ فانْعَصَرَ: اس نے اسے نچوڑا
تو وہ نچڑ گیا۔ تعَصَّرَ کا بھی یہی معنی ہے۔
اعْتَصَرَ عَصِیْراً: اس نے اسے تیار کیا۔
العُصَارَةُ: اسے جو نچوڑ کر حاصل ہوا اور
نچوڑنے کے بعد جو تلچھٹ بچی رہی۔
المِعْصَرَةُ: (میم مکسور) جس میں انگور کا
رس نچوڑا جائے۔
المُعْصِرَاتُ: وہ بادل جس میں سے
بارش ٹپکتی ہو یا برستی ہو۔
عُصِرَ القَوْمُ: لوگوں پر بارش برسی۔ یہ
فعل مجہول ہے۔ اسی سے بعض لوگوں نے
قرآن کی آیت کو وَفِیْهِ یُعْصَرُوْنَ پڑھا
ہے۔ یعنی جب ان پر بارش برسے گی۔
الاعْصَارِ: اندھیری جس سے اٹھنے والا
غبار آسمان تک بلند ہوتا ہے۔ یوں معلوم
ہوتا ہے کہ غبار کا ایک ستون ہے۔ یہی لفظ
قول خداوندی میں ہے: فَاَصَابَهَا
اِعْصَارٌ: تو اس پر اندھیری پھر گئی۔ کہا
گیا ہے کہ اس کا معنی ایسی تند ہوا ہے جو
کڑک اور بجلی والے بادلوں کو ہانکتی ہے اور
ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہے۔
العُنْصُرُ: (صاد مضموم ومفتوح) اصل۔
جڑ۔ بنیادی حصہ۔

ع ص ع ص — العُصْعُصُ: (عین
مضموم) دم کی ہڈی۔ کہا جاتا ہے کہ حیوانی
جسمانی ڈھانچے میں پہلے یہی حصہ بنتا ہے

اور یہی حصے سب سے آخر میں بوسیدہ ہو کر فنا ہو جاتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری ابن الأعرابی نے کہا کہ العَصْعَصُ بھی اس لفظ کا ایک تلفظ یا لہجہ ہے۔

ع ص ف — العَصْفُ: بقول الفراء، زراعت کی سبزی۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اس قول خداوندی: فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے مُراد اناج کا بھوسہ ہے جس میں سے اناج کے دانے تو الگ کر لئے جاتے ہیں اور اس کا بھوسہ باقی رہ جاتا ہے۔

عَصَفَتِ الرِّيحُ: تیز ہوا چلی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور جَلَسَ ہے۔ ایسی سخت تند ہوا کو رِيحٌ عَاصِفٌ کہتے ہیں یا رِيحٌ عُصُوفٌ کہتے ہیں۔

يَوْمٌ عَاصِفٌ: ایسا دن جس دن سخت تند و تیز ہوائیں چلتی ہوں۔ لفظ عاصف فاعل کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے کہ لَيْلٌ نَائِمٌ وَهَمٌّ نَاصِبٌ: سوتی رات اور تکلیف دہ دکھ۔

أَعْصَفَتِ الرِّيحُ: تند و تیز ہوائیں چلیں۔ یہ قبیلہ اسد کے ہاں عَصَفَتْ کا ایک اور لفظ یا لہجہ ہے۔ اس کا اسم فاعل مُعْصِفٌ اور مُعْصِفَةٌ ہے۔

ع ص ف ر — العُصْفُرُ: (عین اور فاء مضموم) رنگ۔

قَدْ عَصْفَرَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا رنگا فَتَعَصْفَرَ تو کپڑا رنگا گیا۔

العُصْفُورُ: چڑیا اس کی تانیث عُصْفُورَةٌ ہے۔

عُصْفُورُ القَتَبِ: کجاوے کی چار لکڑی کی کیلوں میں سے ایک کیل۔ حدیث شریف میں ہے: قَدْ حُرِّمَتْ اَنْ تُعْضَدَ او تخبط الا لعُصْفُورِ قَتَبٍ او مسد محالة او عصا جديدة: یہ بات حرام کی گئی ہے کہ مدینہ کا کوئی درخت سوائے ہودے یا کجاوے کی لکڑی کے چرخی کی رسّی اور کلہاڑی یا کدال کے دستے کے کسی اور مقصد کے لئے کاٹا یا اکھیڑا جائے۔

ع ص ل — العُنصل: جنگلی پیاز۔

ع ص م — العِصْمَةُ: روکنا، بچانا، دفاع کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ عَصَمَهُ الطَّعَامُ اسے کھانے سے بھوک سے بچالیا۔

العِصْمَةُ کا معنی حفاظت بھی ہے۔ قَدْ عَصَمَهُ يَعْصِمُهُ (صاد مکسور) عِصْمَةً فَانْعَصَمَ اس نے اسے بچایا تو وہ بچ گیا۔

اعْتَصَمَ بِاللَّهِ: وہ خدا کے فضل سے گناہوں سے محفوظ رہا۔ قول خداوندی ہے: لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ: آج کے دن امر الٰہی سے کوئی بھی بچانے

والا نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اس عَاصِمُ سے مراد معصوم ہو یعنی یہ فاعل بمعنی مفعول واقع ہوا ہو۔

المِعْصَم: کلائی، پونچا، ساعد۔

اعتصم بِكذا: وہ اس طرح یا فلاں ذریعے سے بچ گیا یا اس/نے فلاں چیز کے ذریعے اپنا بچاؤ کیا۔

اسْتَعْصَمَ: وہ محفوظ رہا۔ مثل ہے: کُنْ عِصَامِيًّا ولاتكُنْ عِظَامِيًّا: ”شاہ حیرہ نعمان بن منذر کے حاجب عصام کی طرح ذاتی شرافت پیدا کرو۔ پدرم سلطان بود کہہ کر آباؤ اجداد پر فخر نہ کرو۔“ اس مثل کا مضمون اس شعر میں بیان ہوا ہے:

نَفْسُ عِصَامٍ سَوَّدَتْ عصاما
وعلَّمَتْهُ الكرَّ والاقداما

”ذاتی شرافتِ نفس نے عصام کو سردار بنا دیا۔ اور اسے حملہ آور ہونا اور پیش قدمی کرنا سکھایا۔“

ع ص ا— العَصَا: چھڑی۔ ہاتھ میں ٹیکنے کی لاٹھی۔ یہ مؤنث ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عصاً عصوان (تثنیہ) اور جمع عُصِيٌّ (عین مکسور اور مضموم) اور اُعْصٍ: بروزن زُمنٍ وأزْمُنٍ: لوگوں کا یہ قول اَلْقَى عَصَاهُ: اس نے لاٹھی رکھ دی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے سفر ختم کر کے ایک جگہ اقامت اختیار کر لی۔ یہ مثل ہے کہ هٰذِه عَصَايَ: یہ رہی میری لاٹھی۔ یعنی اب میں سفر پر جانے سے رہا۔ الفراء کے قول کے مطابق عراق میں عربی زبان میں پہلا لحن هٰذه عُصَاتِي سنا گیا۔ خوارج کے بارے میں مشہور ہے کہ: قَدْ شَقُّوا عَصَا المسلمين: انہوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ انْشَقَّتِ العَصَا: لاٹھی ٹوٹ گئی۔ یعنی اتحاد ختم ہو گیا۔ لوگوں کا یہ قول: لا ترفَعْ عَصَاكَ عَن اَهْلِكَ: اپنے اہل و عیال سے لاٹھی اُٹھا کے نہ رکھ، یعنی ان کی تادیب اور تربیت سے ہاتھ نہ اٹھا۔

عَصَاهُ: اس نے اسے لاٹھی سے مارا۔ اس کا باب عدا ہے۔ العِصْيان: نافرمانی۔ الطَّاعَةُ بمعنی فرماں برداری کی ضد ہے۔ قَدْ عَصَاهُ: اس کا باب رَمَی ہے۔ اس نے اس کی نافرمانی کی۔ اس کا مصدر مَعْصِيَةٌ اور عِصْيانًا بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل عَاصٍ اور عَصِيٌّ بمعنی نافرمان ہے۔

عَاصَاهُ کا معنی وہی ہے جو عَصَاهُ کا ہے۔

اسْتَعْصَى عليه: اس پر دشوار ہو گیا یا مشکل ہو گیا۔

ع ض ب— نَاقَةٌ عَضْبَاءُ: کان کٹی اونٹنی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کا لقب بھی ہے۔

ع ض د — العَضُدُ: بازو۔ یہ کہنی سے ہتھیلی تک ہے۔ اس کے چار لہجے ہیں:

(۱) عَضُدٌ (ضاد مضموم)
(۲) عَضِدٌ (ضاد مکسور)
(۳) عَضْدٌ (ضاد ساکن) اور
(۴) عُضْدٌ بروزن قُفْلٌ.

عَضَدَهُ: اس نے اس کی مدد کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ عَضَدَ الشَّجَرَ: اس نے درخت کاٹا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

المُعَاضَدَةُ: باہم مدد اور معاونت کرنا۔

اعْتَضَدَ بِهٖ: اس نے اس سے مدد لی۔

المِعْضَدُ: درانتی یا کلہاڑی۔

ع ض ض — عَضَّهُ: عَضَّ بِهٖ وعَضَّ عَلَيْهِ: سب کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے اسے دانت سے کاٹا۔ عَضَّهُ يَعَضُّهُ (عین مفتوح) عَضًّا: ایک دوسرے لہجے میں اس کا باب رَدَّ ہے۔

أَعَضَّهُ الشَّيْءَ فَعَضَّهُ: اس نے چیز کو دانت سے پکڑا پھر دانتوں سے کاٹا۔

ع ض ل — العَضَلُ: اس کا واحد عَضَلَةٌ ہے۔ معنی پنڈلی و پٹھہ، ہر جگہ کا گٹھا ہوا بھرواں اور اکٹھا ہوا گوشت عَضَلَةٌ یعنی پٹھا کہلاتا ہے۔

دَاءٌ عُضَالٌ اور اَمْرٌ عُضَالٌ: سخت لاعلاج مرض اور نہایت مشکل کام۔

أَعْضَلَنِي اَمْرُهٗ: مجھے اس کے معاملے یا کام نے عاجز کر دیا، یا تھکا دیا۔

أَعْضَلَ الأَمْرُ: معاملہ یا کام دشوار ہوگیا۔ اَمْرٌ مُعْضِلٌ: ایسا کام یا مشکل جس کا کوئی حل نہ سوجھتا ہو۔

المُعْضِلَاتُ: مشکلات۔ دشواریاں۔

عَضَلَ اَيِّمَهٗ: اسے شادی سے روک دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور نَصَرَ ہے۔

ع ض ہ — العِضَاهُ: ہر وہ درخت جو بڑا ہو کر کانٹے دار ہو جاتا ہے، اس کا واحد عِضَاهَةٌ، عِضَهَةٌ اور عِضَةٌ ہے۔ عضةٌ میں سے ہاء اصلی کو حذف کیا گیا ہے۔ اس کی مثال شَفَةٌ بمعنی ہونٹ جو اصل میں شَفَهَةٌ ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ اس میں سے ہاء کو کم کیا گیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ہاء کے بدلے واؤ کو کم کیا گیا ہے۔ الکسائی نے کہا کہ العِضَةُ کا معنی جھوٹ اور بہتان ہے۔ اس کی جمع عِضُوْنَ ہے جس کی مثال عِزَةٌ اور عِزُوْنَ ہے۔ قول خداوندی ہے: اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا القُرْآنَ عِضِيْنَ: جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کہا گیا ہے کہ اس لفظ میں سے واؤ کم ہوا ہے اور وہ عَضَوْتُهٗ بمعنی فَرَّقْتُهٗ: میں نے منتشر کر دیا، میں موجود ہے۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ مشرکین نے قرآن کریم کے بارے میں مختلف اور طرح

طرح کی باتیں بنائیں انہوں نے اس قرآن کو کذب (جھوٹ) سحر (جادو) کہانت اور شعر قرار دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس لفظ سے ھاء کم ہوا ہے کیونکہ اصل میں یہ لفظ عِضَهَةٌ کا معنی سحر اور جادو ہے وہ جادوگر کو عاضة کہتے ہیں۔

عِضَة: دیکھیے بذیل مادہ 'ع ض ہ' اور 'ع ض ا'۔

ع ض ا — العُضوُ: (عین مضموم ومکسور) اس کی جمع اعضاء ہے۔ اور معنی جسم کا جزیا حصہ ہے۔ عَضَّى الشَّاةَ تَعْضِيَه: اس نے بکری کے ٹکڑے بنا دیئے۔

عَضَّى الشَّيْءَ کا معنی بھی اس نے چیز کو الگ الگ کر دیا۔ لَا تَعْضِيَةَ فِي مِيرَاثٍ اِلَّا فِيما حَمَلَ القسم: یعنی ترکے یا میراث کا وہ مال ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوسکتا یعنی اسے توڑنے سے نقصان ہوتا ہے مثلاً: ہیرے جواہرات وغیرہ، تو انہیں ٹکڑے ٹکڑے نہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی حصہ دار اسے توڑنے کا مطالبہ کرے تو کیونکہ اس میں انہیں یا بعض کو نقصان پہنچتا ہے تو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کو تقسیم کیا جائیگا۔ قول خداوندی ہے: اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرآنَ عِضِيْنَ: عِضِيْنَ کا واحد عِضَةٌ، اصل لفظ میں سے واؤ اور ھاء کم کر دیئے گئے ہیں۔ ہم نے اس کا ذکر بذیل مادہ 'ع ض ہ' میں کر دیا ہے۔

ع ط ب — العَطَبُ: ہلاکت، موت۔ اس کا باب طرب ہے۔

المَعَاطِبُ: ہلاکتیں۔ اس کا واحد مَعْطَبٌ بروزن مَذْهَبٌ ہے۔

العُطْبُ والعُطُبُ: روئی۔

العُطْبَةُ: روئی کا ٹکڑا۔

ع ط ر — العِطْرُ: خوشبو، عطر۔ کہا جاتا ہے: عَطِرَتِ المَرْأَةُ: عورت نے خوشبو یا عطر استعمال کیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل عَطِرَةٌ: خوشبو یا عطر ملی عورت یا مُتَعَطِّرَةٌ: عطر ملی ہوئی عورت ہے۔ رَجُلٌ مِعْطِيرٌ ومِعْطَار: عطر مَلا ہوا آدمی۔ امرأة مِعْطِيرُ ومعطار بھی کہہ سکتے ہیں۔

ع ط ر د — عُطَارِد: عطارد سیارہ۔ خنس سیاروں میں سے ایک سیارہ۔ باقی سیارے یہ ہیں:

(۱) زحل
(۲) مشتری
(۳) مریخ
(۴) زہرہ

ع ط س — العُطَاسِ: (عین مضموم) العَطْسَةُ: چھینک۔ قَدْ عَطَسَ يَعْطِسُ (طاء مضموم اور مکسور) وہ چھینکتا ہے۔ شاید لوگوں نے صبح طلوع ہونے کے لئے عَطَسَ الصُّبْحُ بھی کہا ہے۔

الْمَعْطِسُ بروزن الْمَجْلِسُ: ناک۔ شاید اس لفظ میں طاء مفتوح ہے۔

ع ط ش - عَطِشَ: وہ پیاسا ہوا۔ اس کی ضد رَوِیَ ہے یعنی وہ سیراب ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ اس کا اسم فاعل عَطْشَانٌ ہے۔

قَوْمٌ عَطْشٰی: بروزن سَكْرٰی پیاسی قوم۔

عَطَاشٰی بروزن حَبَالٰی: پیاسی تشنہ۔

عِطَاشٌ: تشنہ۔ پیاسے۔

اِمْرَأَةٌ عَطْشٰی: پیاسی عورت۔

نِسْوَةٌ عِطَاشٌ: پیاسی عورتیں۔

مَكَانٌ عَطِشٌ: (طاء مکسور اور مضموم) کم پانی والی جگہ۔

ع ط ف - عَطَفَ: مائل ہوا۔ جھکا۔ مائل کیا اور جھکایا۔ موڑا عَطَفَ الْعُوْدَ: اس نے لکڑی کو موڑا تو وہ مڑ گئی۔ عَطَفَ الْوِسَادَةَ: اس نے تکیے کو دوہرا کیا۔

عَطَفَ عَلَيْهِ: وہ اس پر مہربان ہوا۔ ان تمام کا باب ضَرَبَ ہے۔ الْمِعْطَفُ (میم مکسور) گلوبند، چادر، کمبل اور الْعِطَافُ کا معنی بھی یہی ہے۔ تَعَطَّفَ عَلَيْهِ: وہ اس پر مہربان ہوا۔

تَعَاطَفُوْا: وہ ایک دوسرے پر مہربان ہوئے۔

اِسْتَعْطَفَهٗ عَلَيْهِ فَعَطَفَ: اس نے اس سے رحم کی اپیل کی یا ہمدردی و شفقت طلب کی تو اس نے اس پر مہربانی اور شفقت کی۔

عِطْفَا الرَّجُلِ: مرد کے دو پہلو۔ سر سے لے کر دونوں سرینوں تک اسی طرح عِطْفَا كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کے دو کنارے یا دو پہلو۔

ثَنٰی عِطْفَهٗ: اس نے کندھا موڑا۔ یعنی منہ پھیر لیا۔

مُنْعَطَفُ الْوَادِی: وادی کا موڑ۔ (طاء مفتوح ہے)۔

ع ط ل - عَطِلَتِ الْمَرْأَةُ: عورت کی گردن ہار سے برہنہ ہوگئی۔ ایسی عورت کو عُطُلٌ (عین اور طاء دونوں مضموم) کہتے ہیں۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسے عَاطِلٌ اور مِعْطَالٌ بھی کہتے ہیں۔

الْعَطَلُ: کسی چیز کے خالی ہونے کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ عَطِلَ الرَّجُلُ مِنَ الْمَالِ: آدمی قلاش ہوگیا۔ یعنی مال اور ادب دونوں سے کنگال ہوگیا۔ ایسے شخص کو عُطْلٌ (طاء مضموم اور ساکن) کہتے ہیں۔

تَعَطَّلَ الرَّجُلُ: آدمی کے پاس کرنے کو کام نہیں رہا۔ اس کا اسم الْعُطْلَةُ بمعنی چھٹی ہے۔

التَّعْطِيْلُ: خالی کرنا۔ بِئْرٌ مُعَطَّلَةٌ: اندھا

کنواں۔ مُردوں کو ڈالنے کے لئے۔
حدیث شریف میں ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت فوت ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عَطِّلُوْهَا اس کے زیور اتارلو۔
المُعطَّلُ: غیر آباد زمین۔ اِبِلٌ مُعَطَّلٌ: ایسا اونٹ جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔
ع ط ن — الأَعْطَانُ والمَعَاطِنُ: پانی کے قریب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ اور بھیڑ بکریوں کے باڑے بھی۔ اس کا واحد عَطَنٌ اور مَعْطَنٌ ہے۔
ع ط ا — أَعْطَاه مَالًا: اس نے اسے مال عطا کیا۔ اس کا اسم العطاء یعنی بخشش ہے۔ اِسْتَعْطَى وتَعَطَّى: اس نے بخشش یا عطیہ طلب کیا۔ رَجُلٌ مِعْطاءٌ: بہت زیادہ سخاوت فیاضی اور بخشش کرنے والا۔ امرأةٌ مِعْطاءٌ: فیاض عورت بھی اس کا معنی ہے۔ مِفْعَالٌ کے وزن پر اسم میں مذکر و مؤنث دونوں مشترک ہوتے ہیں۔ العَطِيَّةُ: عطیہ۔ بخشش میں دی جانی والی چیز۔ اس کی جمع العَطَايَاء ہے۔ لوگوں کا تعجب کے اظہار کے لئے یہ کہنا کہ مَا أَعْطَاه لِلْمَالِ یعنی: وہ مال خرچ کرنے میں کس قدر فیاض ہے، شاذ ہے۔ اسی طرح لوگوں کا اظہار تعجب کے طور پر یہ کہنا کہ مَا أَوْلَاهُ لِلْمَعْرُوْفِ کہ وہ نیکی کرنے کا کس قدر دلدادہ ہے۔ اور مَا أَكْرَمَهُ لِي وہ مجھ پر کس قدر مہربان ہے۔ بھی شاذ ہے۔ کیونکہ تعجب کا صیغہ افعل کے وزن پر داخل نہیں ہوتا۔ البتہ عربوں سے سنی بات تو جائز ہوسکتی ہے لیکن اس پر قیاس نہیں ہوسکتا۔
المُعَاطَاةُ: سخاوت وفیاضی میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا۔ فُلَانٌ تَتَعَاطَى كَذَا: فلاں شخص کسی معاملہ میں اس طرح منہمک ہو جاتا ہے۔ اس قول خداوندی کے بارے میں کہا گیا ہے: فَتَعَاطَى فَعَقَرَ: کہ وہ اپنے پنجوں کے بل کھڑا ہوا پھر اس نے ہاتھ اٹھائے اور اونٹنی کو مارا۔ اگر تم زید سے کوئی چیز لینا چاہو تو تم کہو گے کہ: هَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّهُ (یاء مفتوح اور مشدد) تم اسی طرح کسی جماعت سے بھی ایسے موقع پر یوں کہو گے کہ: هَلْ أَنْتُمْ مُعْطِيَّهُ: اس میں نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہوگئی اور واؤ مقلوب ہوکر یاء ہوگئی اور اس کا یاء میں ادغام ہوگیا۔ تم نے اس کی یاء کو مفتوح کردیا کیونکہ اس کا ماقبل ساکن ہے۔ تثنیہ کے لئے کہو گے: هَلْ أَنْتُمَا مُعْطِيَاهُ: (یاء مفتوح)۔
ع ظ م — عَظُمَ الشَّيْءُ: (ظاء مضموم) يَعْظُمُ عِظَمًا بروزن عِنَبٍ: چیز بڑی ہوگئی۔ اس کا اسم فاعل عَظِيْمٌ ہے اور

عُظام بھی جس میں عین مضموم ہے۔
عُظْمُ الشَّيْءِ: بروزن قُفْل کسی چیز کا بڑا حصہ۔ اور مُعْظَمُهُ کا بھی یہی معنی ہے۔
اَعْظَمَ الأمرَ، عَظَّمَهُ تَعْظِيمًا: اس نے اسے بڑا بنا دیا یا اس کی تعظیم کی۔
التَّعْظِيمُ: تعریف وتبجیل۔ کسی کی بزرگی کا بیان کرنا۔
اِسْتَعْظَمَهُ: اس نے اسے بڑا خیال یا شمار کیا۔ اِسْتَعْظَمَ وتَعَظَّمَ: اس نے تکبر کیا۔ اس کا اسم العُظْمُ بروزن القُفْلُ ہے۔ تَعَاظَمَهُ أَمْرُ كَذا: کہتے ہیں اَصَابَنَا مَطَرٌ لايتعاظَمُهُ شَيْءٌ: ہمارے ہاں ایسی بارش برسی کہ اس کے برابر کچھ نہیں۔ العَظِيمَةُ والمُعَظَّمَةُ (ظاء مفتوح) سخت مصیبت۔
العَظَمَةُ: (عین اور ظاء دونوں مفتوح) عظمت اور بڑائی۔
العَظْمُ: ہڈی اس کی جمع عِظامٌ ہے۔

ع ف ر — العَفَرُ: (عین اور فاء دونوں مفتوح) مٹی۔
عَفَرَهُ فِي التُّرابِ: اس نے اسے مٹی میں دھنسا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
عَفَّرَهُ تَعْفِيرًا: اس نے اسے مٹی سے لت پت کر دیا۔ التَّعْفِيرُ: سفید بنانا۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّ امْرَاَةً شَكَتْ اِلَيْهِ، (صلى الله عليه وسلم) اَنَّ مَالَهَا لايَزْكُو، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلامُ: مَا اَلْوَانُهَا؟ فَقَالَتْ: سُوْدٌ: فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلامُ: عَفِّرِي: "ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ اس کا مال یعنی بھیڑ بکریوں کی نسل میں اضافہ نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تیرے مال مویشی کا کیا رنگ ہے؟ عورت نے عرض کیا کہ ان کا رنگ سیاہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سفید رنگ کا مال یعنی بھیڑ بکریاں شامل کر دو، یعنی آپ ﷺ نے اسے بتایا سفید بکریاں رکھ۔ ان میں برکت ہوگی۔
الأعْفَرُ: سرخ رنگ کی ریت۔ الأعْفَرُ کا معنی سفید بھی ہے لیکن سفید فام نہیں۔
العفار: ایک مخصوص لکڑی جس سے آگ جھاڑی جاتی ہے۔ اس کا مکمل ذکر بذیل 'م ر خ' میں گزر چکا ہے۔
العِفْرُ: (عین مکسور) نرخنزیر۔ اس کا معنی خبیث اور بدکار مرد بھی ہے اس کا صیغہ تانیث عِفْرَةٌ ہے۔
المَرْاَةُ عِفْرَةٌ: عورت خبیث اور بد ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ العِفْرِيتُ: ہر چیز اور معاملہ میں مبالغہ کی حد۔ کہا جاتا ہے کہ فُلانٌ عِفْرِيتٌ نِفْرِيتٌ وعِفْرِيَةٌ ونِفْرِيَةٌ: فلاں آدمی بڑی بلا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ

العِفْرِيَةَ النِّفْرِيَةَ الَّذِي يُرْزَأُ فِي أَهْلٍ وَلَا مَالٍ: اللہ تعالیٰ ایسے خبیث اور بدکار شخص سے نفرت کرتا ہے کہ جس کے اہل و مال میں کمی نہ ہوتی ہو۔ یعنی وہ خرچ نہ کرتا ہو۔

العِفْرِيَةُ: تصحیح شدہ۔

النِّفْرِيَةُ: پیروی کرنا، پیچھا کرنا۔ العِفْرِيَةُ کا معنی بڑی بلا بھی ہے۔

مَعَافِرُ: (میم مفتوح) ہمدان کا ایک قبیلہ ہے۔ معرفہ اور نکرہ دونوں صورتوں میں مَسَاجِد کی طرح غیر منصرف ہے۔ یہ لوگ المَعَافِرِی کپڑا تیار کرنے کے لئے مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: ثَوْبٌ مَعَافِرِيٌّ: اس صورت میں یہ منصرف ہے۔

ع ف ص — العِفَاصُ: (عین مکسور) کارک، ڈاٹ۔ بوتل کا سر بند۔

العَفْصُ: جس سے سیاہی بنتی ہے۔ یہ نیا کلمہ ہے۔ اہل بادیہ کے کلام میں یہ لفظ موجود نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے: طَعَامٌ عَفِصٌ وفِيهِ عُفُوصَةٌ: کڑوا کسیلا کھانا یا جس کھانے میں کسیلا پن ہو۔

ع ف ف — عَفَّ عَنِ الحَرَامِ: يَعِفُّ (عین مکسور) عِفَّةً وعَفًّا وعَفَافَةً: اس نے حرام سے پرہیز کیا یا وہ حرام سے بچا رہا ایسا شخص عَفٌّ اور عَفِيفٌ ہے۔ اور عورت عَفَّةٌ اور عَفِيفَةٌ ہے۔

أَعَفَّهُ اللّٰهُ: اللہ اسے بچائے رکھے۔

اسْتَعَفَّ عَنِ المَسْأَلَةِ: وہ گداگری سے بچا رہا۔

تَعَفَّفَ: اس نے اپنے آپ کو عفیف ظاہر کیا۔

ع ف ن — شَيْءٌ عَفِنٌ، العَفُونَةُ: بدبودار چیز۔

قَدْ عَفِنَ اس میں بدبو پیدا ہوگئی۔ اس کا باب طرب ہے اور عُفُونَةٌ بھی۔

قَدْ عَفِنَ الحَبْلُ: رسی نمی یا پانی پڑنے سے بوسیدہ ہوگئی۔

ع ف ا — العَفَاءُ: (عین مفتوح و الف ممدود) مٹی۔ صفوان بن محرز کا قول ہے کہ

اذا دَخَلْتُ بَيْتِيَ فَأَكَلْتُ رَغِيفًا وَشَرِبْتُ عَلَيْهِ مَاءً فَعَلَى الدُّنيا العَفَاءُ: جب میں گھر میں داخل ہوں پھر ایک روٹی کھالوں اور اس پر پانی پی لوں تو دنیا بھر کا غم میری بلا سے۔

عَفْوُ المَالِ: فاضل مال، ضرورت سے زیادہ بچا ہوا مال۔ میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ، قُلِ العَفْوَ: اے پیغمبر! لوگ آپ سے پوچھتے کہ وہ کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دیجئے کہ اپنی ضرورت سے زائد۔

میں کہتا ہوں کہ اس قول خداوندی کہ: خُذِ الْعَفْوَ: سے مراد لوگوں سے ان کی مرضی سے بآسانی جو مال وہ دیں اسے لیجئے، اور پوچھ گچھ نہ کیجئے اور کرید نہ کیجئے۔ کہا جاتا ہے کہ اَعْطَاهُ عَفْوَ مَالِهِ: یعنی اس نے اسے بن مانگے اپنی ضرورت سے زائد مال دے دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اِعْفِنِی من الخُرُوْجِ مَعِکَ: یعنی مجھے اپنے ساتھ نکلنے دیجئے۔ اسْتَعْفَاهُ مِنَ الخُرُوْجِ مَعَهُ: اس نے اس سے اس کے ساتھ جانے سے معذرت کی۔

عَافَاهُ اللّٰه: اللہ تعالیٰ اسے عافیت سے رکھے۔ واَعْفَاه کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا اسم العَافِیَةُ ہے۔ اور اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی حفاظت ہے۔ اسے مصدر کی جگہ بھی استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: عَافَاهُ اللّٰه عَافِیَةً۔

عَفَا المَنْزِلُ: گھر بوسیدہ ہوگیا۔

عَفَتْهُ الرِّیْحُ: ہواؤں نے مکان کو بوسیدہ کردیا۔ یہ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

عَفَّتْهُ الرِّیْحُ: فاء کو مبالغہ کے لئے مشدّد کیا گیا ہے۔

تَعَفَّی المَنْزِلُ کا معنی عَفَا کی طرح ہے۔

عَفَا عَنْ ذَنْبِهِ: اس نے گناہ ترک کردیا اور دوبارہ اس کا ارتکاب نہیں کیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

العَفُوُّ بروزن فَعُوْلٌ: بہت زیادہ عفو اور درگزر کرنے والا۔

عَفَا الشَّعْرُ والنَّبْتُ وَغَیْرُهُمَا: بال اور پودے کثرت سے اُگے۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: حَتّٰی عَفَوْا: وغیرہ میں آیا ہے یعنی یہاں تک کہ ان کی کثرت ہوگئی۔

عَفَاهُ غَیْرُهُ: (فاء بغیر شدّ) واَعْفَاهُ: اس نے بہت کثرت کردی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَمَرَ اَنْ تُحْفی الشَّوَارِبُ وَتُعْفَی اللُّحَی: آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ موچھیں ترشوادی جائیں اور داڑھیاں بڑھائی جائیں۔

عَفَاهُ: (از باب عَدَا) واعْتَفَاهُ بھی، وہ اس سے بھلائی اور نیکی یعنی خیرات کی طلب میں آیا۔

العُفَاة: خیرات مانگنے والے لوگ اس کا واحد عَافٍ ہے۔

ع ق ب — عَاقِبَةُ کُلِّ شَیْءٍ: ہر بات یا ہر چیز کا انجام۔

العَاقِبُ: السَّیِّد کا نائب، ایک دینی منصب۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَا العَاقِبُ اَنَا السَّیِّدُ: میں انبیاء علیہم السلام کا آخری نبی ہوں۔

العَقِبُ: ایڑھی، (قاف مکسور) اس کی جمع

اَعْقَابٌ ہے۔ یہ مؤنث ہے۔
عَقِبُ الرَّجُلِ: آدمی کا بیٹا اور اس کا پوتا۔ اسی طرح عَقْبُهٗ (قاف ساکن) کا بھی یہی معنی ہے اور یہ بھی مؤنث ہے اور یہ اخفش رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ہے۔
العُقْبُ والعُقُبُ: انجام اس کی مثال عُسْرٌ اور عُسُرٌ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: خَيْرٌ ثَوَابًا وخَيْرٌ عُقْبًا: اور تم یہ کہتے ہو کہ جِئْتُ فی عقب وفِي عُقْبَانه: شہر رمضان یعنی میں رمضان کے آخر میں آیا۔ عُقْبَانه میں عین مضموم ہے اور قاف ساکن۔ اس سے مراد ہے کہ تم رمضان کا سارا مہینہ ختم ہونے کے بعد آئے ہو۔ جِئْتُ فی عَقِبِه (عین مفتوح اور قاف مکسور) تم رمضان کے کچھ دن باقی رہتے میں آئے ہو یا تم رمضان کے آخری دنوں میں آئے ہو۔
العُقْبَةُ بروزن الغُلْبَة کا معنی ہے نوبت، باری۔
عَاقَبْتُهٗ فی الراحلة: میں اس کے ساتھ سواری پر باری باری سوار ہوا۔ اَعْقَبْتُهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔ هُمَا يَتَعَاقَبَانِ: وہ رات دن کی طرح ایک دوسرے کے تعاقب میں آتے ہیں۔
العَقَبَةُ: گھاٹی پہاڑ۔ اس کی جمع عَقَبات: مراد مشکلات ہے۔
العِقَابُ: سزا۔ عقوبت۔
عَاقَبَهٗ بِذَنْبِه: اس نے اسے گناہ کی سزا دی۔ قول خداوندی ہے: فَعَاقَبْتُمْ: پھر تم سے بدلہ لے لیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔
عَاقَبَهٗ کا معنی بھی یہی ہے کہ وہ اس کے پیچھے آیا۔ اس کا اسم فاعل مُعَاقِبٌ ہوگا اور عَقِيْبٌ بھی۔
التَّعْقِيْبُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی پیچھا کرنا۔ اسی سے المُعَقِّبَاتُ مشتق ہے۔ جس میں قاف مشدد اور مکسور ہے۔ اس سے مراد رات دن کے فرشتے ہیں کیونکہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ المُعَقِّبَاتُ کو کثرت تعداد کی وجہ سے جمع مؤنث بنایا گیا ہے۔ اس کی مثال عَلَّامَةٌ اور نَسَّابَةٌ ہے۔ تم کہتے ہو کہ وَلّٰی مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ: وہ الٹا پھرا اور پیچھے نہیں مڑا (اس میں قاف مشدد اور مکسور ہے)۔
التَّعْقِيْبُ فی الصَّلَاةِ: نماز ختم کرنے کے بعد دعا کے لئے بیٹھے رہنے کو کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ عَقَّبَ فی صَلَاةٍ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ: جو نماز ختم کرنے کے بعد بیٹھا رہا تو گویا وہ ابھی نماز میں ہے۔

اَعْقَبَهُ بِطَاعَتِهِ: اس نے اسے فرماں برداری کا صلہ دیا۔

العُقْبیٰ: معاملات کا بدلہ اور صلہ۔

اَعقَبَ الرَّجلُ: آدمی اپنے پیچھے وارث یا بیٹا چھوڑ مرا۔ **اَکَلَ اُکْلَۃً اَعْقَبَتْہُ سُقْمًا:** اس نے ایسا کھانا کھایا جس کے بعد اسے ایک بیماری لگ گئی۔ میں کہتا ہوں کہ قول خداوندی میں یہی لفظ ہے: **فَاَعْقَبَهُمْ نَفَاقًا:** یعنی ان کے بخل نے بعد میں ان میں نفاق پیدا کیا۔ **اَعْقَبَهُمُ اللّٰه:** اللہ نے انہیں بدلے میں نفاق دیا۔ **تَعَقَّبَهُ بِذَنْبِهِ:** اس نے اس کے گناہ یا جرم کا پیچھا کیا۔

اِعْتَقَبَ البَائعُ السِّلْعَةِ: بائع نے سامان روک لیا۔ تاکہ خریدار سے قیمت وصول کرے۔ یعنی مال فروخت کرنے والے مشتری سے مال کی قیمت وصول کرنے تک مال روک لیا۔ حدیث شریف میں ہے: **اَلْمُعْتَقِبُ ضَامِنٌ:** قیمت کی وصولی تک سامان روکنے والا بائع اس دوران مال تلف ہونے کا ذمہ دار اور ضامن ہے۔ میں کہتا ہوں کہ الازہری نے مادہ 'ع ق ب' کے آخر میں یہ لکھا ہے کہ: **قال ابن السکیت** یعنی ابن السکیت نے کہا کہ **فُلَانٌ یَسْعٰی عَقِبَ آلِ فُلَانٍ:** فلاں شخص آل فلاں کے پیچھے یا بعد دوڑتا ہے۔ مجھے یہ فقرہ الصحاح میں نہیں ملا اور نہ ہی التَّهْذِیب میں ملا ہے تاکہ لوگوں کے اس قول کی صحت پر حجت بن سکے کہ **جَآءَ فُلَانٌ عَقِبَ فُلَانٍ:** یعنی فلاں آدمی فلاں شخص کے بعد آیا۔ مجھے صرف یہی ایک قول ملا ہے۔ البتہ لوگوں کا یہ قول کہ **جَاءَ عَقِیْبَهُ:** یعنی وہ اس کے بعد میں آیا، تو اس قول کا جواز مذکورہ بالا دونوں کتابوں میں نہیں ہے۔ میں نے ان دو کتابوں میں **عَقِیْبًا** کو بطور اسم ظرف نہیں دیکھا بلکہ صرف **مُعَاقِبٌ** کے معنوں میں پایا ہے جس سے مُرادرات اور دن کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا ہے اور کچھ نہیں۔

میرا کہنا ہے کہ کہا جاتا ہے: **عَقَّبَ الحَاکِمُ عَلٰی حُکْمِ مَنْ قَبْلَهُ اذا حَکَمَ بَعْدَ حُکْمِه بِغَیْرِه:** حاکم نے اپنے سے پہلے حاکم کے فیصلے کے بعد اس فیصلے کے خلاف فیصلہ دیا۔ یہی معنی قول خداوندی میں ہے: **لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِهِ:** کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بعد اس فیصلے کے خلاف کوئی فیصلہ دینے والا نہیں ہے۔ یعنی اللہ کے فیصلے کو نہ کوئی توڑنے والا ہے نہ اس میں کسی قسم کا ردّ و بدل کرنے والا ہے۔

ع ق د — عَقَدَ الحَبْلَ والبَیْعَ والعَهْدَ: اس نے رسی میں گرہ لگائی۔ بیع طے کی اور عہد باندھا۔ **فَانْعَقَدَ** تو وہ بندھ گیا یا

قرار پایا۔
عَقَدَ الرُّبُّ: شیرہ وغیرہ گاڑھا ہوگیا۔ اسے عَقِیدٌ کہتے ہیں۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
أعْقَدَهُ غَیْرُهُ: کسی اور نے اسے باندھا۔
عَقَّدَه تَعْقِیْدًا: اس نے اسے اچھی طرح باندھا یا گرہ لگادی۔
العُقْدَةُ: گرہ گانٹھ۔گرہ لگانے کی جگہ۔ اس میں عین مضموم ہے۔
العُقْدَةُ کا معنی جائداد بھی ہے۔
العِقْدُ: ہار مالا۔
کَلامٌ مُعَقَّدٌ: گرہ دار۔مشکل بات (قاف مشدد ہے)۔
اعْتَقَدَ کذا بِقَلْبِهِ: اس نے دل سے یہ اعتقاد کرلیا۔
لَیْسَ لَهُ مَعْقُوْدٌ: اس میں رائے قائم کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔
المُعَاقَدَةُ: معاہدہ۔ تَعَاقَدَ القومُ فیما بَیْنَهُم: قوم نے باہم معاہدہ کرلیا۔
المَعَاقِدُ: معاہدہ کرنے کی جگہیں۔
العَقِیْدُ: معاہدہ کرنے والا،ایک فوجی منصب۔
العُنْقُوْدُ: خوشہ گچھا۔(عین مضموم) اس کی جمع عَنَاقِیْدُ ہے۔
عَنَاقِیْدُ العِنَبِ: انگور کے گچھے۔

العِنْقَادُ: اس کی ایک دوسری لغت ہے یا دوسرا لہجہ ہے۔
ع ق ر — عَقَرَهُ: اس نے اسے زخمی کردیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔زخمی کرنے والا عَقِیْرٌ ہے۔اس کی جمع عَقْرَی ہے۔ اس کی مثال جَرِیْحٌ اور جَرْحَی ہے۔
کَلْبٌ عَقُوْرٌ: پھاڑ کھانے والا کتا۔
التَّعْقِیْرُ: عقر سے زیادہ شدید زخمی کرنا۔
العَقَاقِیْرُ: جڑی بوٹیاں۔اس کا واحد عَقَّارٌ بروزن عَطَّارٌ ہے۔
العَقَار: (عین مفتوح اور قاف مخفف بغیر تشدید) زمین، جائیداد اور کھجور کے درخت یا نخلستان۔کہا جاتا ہے کہ: فِی الْبَیْتِ عَقَارٌ حَسَنٌ: گھر میں اچھا خاصا ساز و سامان ہے۔
المُعْقِرُ بروزن المُعْسِرُ: بہت زیادہ جائیداد والا۔قَدْ أعْقَرَ: اس نے بڑی جائداد بنالی ہے۔
العُقَارُ: (عین مضموم) شراب۔اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ عقل کو زخمی کردیتی ہے۔یا شراب خور آدمی شور و غل مچاتا ہے۔
المُعَاقَرَةُ: شراب کا عادی ہونا۔ ہمیشہ شراب پینا۔عَقَرَ البَعِیْرَ و الفَرَسَ بالسَّیْفِ فَانْعَقَرَ: اس نے تلوار کے ساتھ اونٹ اور گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں، تو اس کی ٹانگیں کٹ گئیں۔ اس کا

باب ضَرَبَ ہے ایسے ٹانگ کٹے اونٹ کو عَقِيْرٌ اور گھوڑے کو عَقْرَى کہتے ہیں۔

عَقَرَ ظَهْرَ الْبَعِيْرِ: اس نے اونٹ کی پیٹھ کو زخمی کر دیا۔ عَقَرَهُ السَّرْجُ فَانْعَقَرَ: زین نے (گھوڑے کی پیٹھ کو زخمی کر دیا۔ تو وہ زخمی ہو گئی۔ اعْتَقَرَ کا معنی بھی یہی ہے۔ ان دونوں کا باب ضَرَبَ ہے۔ العَقَرُ: (عین اور قاف دونوں مفتوح) کا معنی یہ ہے کہ تم کسی شخص کی ٹانگیں نیچے گرا دو یعنی باندھ دو کہ وہ ڈر جائے اور وحشت کے مارے لڑ نہ سکے۔ اس کا باب طرب ہے۔ یہی الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائے کہ: فَعَقِرْتُ حَتّٰى خَرَرْتُ اِلَى الأرض: (جب میں نے حضور ﷺ کی وفات کی خبر سنی) تو دہشت زدہ ہو کر رہ گیا یہاں تک کہ میں زمین پر آن گرا۔

اَعْقَرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے دہشت زدہ کر دیا۔

العَاقِرُ: بانجھ عورت جس کے ہاں بچہ نہ ہوتا ہو۔

العُقْرُ: بانجھ پن۔ (عین مضموم) قَدْ عَقُرَتِ الْمَرْأَةُ تَعْقُرُ: (قاف مضموم) عُقْرًا (عین مضموم) عورت بانجھ ہو گئی۔

ع ق ر ب—العَقْرَبُ: بچھو۔ مؤنث سمجھا جاتا ہے۔ اس کا صیغہ تانیث عَقْرَبَةٌ اور عَقْرَبَاءُ (عین مفتوح اور الف ممدود) ہے۔ یہ غیر منصرف ہے۔ اس کا مذکر کا صیغہ عُقْرُبَانٌ (عین اور راء دونوں مضموم) ہے۔ مَكَانٌ مُعَقْرِبٌ: (راء مکسور) بچھوؤں والی جگہ۔

اَرْضٌ مُعَقْرِبَةٌ: بچھوؤں والی زمین بھی اس کا معنی ہے۔ بعض لوگ اسے اَرْضٌ مُعَقْرَةٌ (راء مفتوح) کہتے ہیں۔ اس کی مثال اَرْضٌ مُشْجَرَةٌ ہے یعنی درختوں والی زمین۔ صُدْغٌ مُعَقْرَبٌ: مڑی ہوئی کنپٹی۔ اس میں راء مفتوح ہے۔

ع ق ص—العَقِيْصَةُ: بالوں کی لٹ یا گت۔ کہا جاتا ہے کہ: لِفُلَانٍ عَقِيْصَتَانِ: فلاں کی دو گتیں ہیں یا دو لٹیں ہیں۔

عَقْصُ الشَّعْرِ: بالوں کی لٹ اور اس کا سر پر لپیٹنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ لوگوں کا قول ہے: لَهَا عِقْصَةٌ اس عورت کی چوٹی ہے۔ اس کی جمع عِقَصٌ اور عِقَاصٌ (عین مکسور) ہے۔ اس کی مثال رِهْمَةٌ اور رِهَمٌ اور رِهَامٌ ہے۔

ع ق ف—التَّعْقِيْفُ: ٹیڑھا کرنا۔

ع ق ق—العَقِيْقُ و العَقِيْقَةُ و العِقَّةُ: (عین مکسور) انسانی اور حیوانی نوزائیدہ بچوں کے سر کے بال۔ اسی لئے اس بکری کو عقیقۃ کہا جاتا ہے جو بچے کے پیدا ہونے کے بعد ذبح کی جاتی ہے۔ یہ نوزائیدہ بچے

کی ولادت کے باعث ذبح کی جاتی ہے۔
العَقِيقُ: نگینوں کی ایک قسم۔ مدینہ کے باہر اس نام کی ایک وادی بھی ہے جسے وادی عقیق کہا جاتا ہے۔
عَقَّ عَنْ وَلَدِهٖ: اس نے اپنے بچے کا عقیقہ کیا، جو ولادت کے ساتویں دن کیا جاتا ہے اسی طرح سر کے بال اتارنے کی رسم کو بھی عقیقہ کہا جاتا ہے۔
عَقَّ وَالِدَهٗ يَعُقُّ (عین مضموم) **عُقُوْقًا** و **مَعَقَّةً** بروزن **مَشَقَّةً**: اسم فاعل **عاقٌّ**: اس نے اپنے والد کی نافرمانی کی۔
عُقَقٌ بروزن **عُمَرُ** بھی اس کا اسم فاعل ہے۔
عَاقٌّ کی جمع **عَقَقَةٌ** ہے۔ اس کی مثال **كَافِرٌ** اور **كَفَرَةٌ** ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **ذُقْ عُقَقُ**: اے نافرمان! اپنی نافرمانی کا مزہ چکھ یعنی نافرمانی کے وبال کا مزا چکھ۔ میں کہتا ہوں کہ الازہری نے ابن السکیت سے نقل کیا ہے: **عَقَّ وَالِدَهٗ**: اس نے اپنے باپ کی نافرمانی کی۔ اس کا باب **رَدَّ** ہے۔
العَقْعَقُ: ایک پرندہ، اس کی آواز عقعقہ کی طرح ہوتی ہے۔
ع ق ل — **العَقْلُ**: منع کرنا، روکنا۔ **رَجُلٌ عَاقِلٌ** و **عَقُوْلٌ**: عقلمند انسان۔
قَدْ عَقَلَ: وہ عقلمند ہو گیا یا سمجھدار ہو گیا۔
اس کا باب **ضَرَبَ** ہے اور **مَعْقُوْلًا** بھی، اور یہ مصدر ہے۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ یہ صفت ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کا مصدر کسی طرح بھی مفعول کے وزن پر نہیں آیا۔
عَقْلٌ کا معنی دیت یعنی خون بہا بھی ہے۔
العَقُوْلُ: عین مفتوح۔ ایسی دوا جو دستوں کو بند کر دے۔
المَعْقِلُ: پناہ گاہ۔ ٹھکانا۔ یہ آدمیوں کا نام بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابی کا نام ہے جن کے نام سے بصرہ میں ایک نہر منسوب ہے۔
الرُّطَبُ المَعْقلی: معقلی کھجوریں۔
المَعْقُلَةُ: (قاف مضموم) دیت۔ خون بہا۔ اس کی جمع **مَعَاقِلُ** ہے۔
العَقِيْلَةُ كَرِيْمَةُ الحَيِّ: قبیلے کی شریف پردہ دار عورت۔
كَرِيْمَةُ الإِبِلِ: عمدہ اونٹ۔
عَقِيْلَةُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز میں سے عمدہ چیز۔
الدُّرَّةُ عَقِيْلَةُ البَحْرِ: موتی سمندر کی طرح عمدہ ترین چیز ہے۔
العِقَالُ: ایک سال کی زکوٰۃ۔ شاعر ایک زکوٰۃ وصول کرنے والے کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے:
سَعٰى عِقَالًا فَلَمْ يَتْرُكْ لَنَا سَبَدًا

فَكَيْفَ لَو قَدْ سعى عمرو عِقَالَيْنِ

''ہم سے زکوۃ وصول کرنے والے نے سال بھر کی زکوۃ وصول کر لی اور اس نے ہمارے لئے ایک ٹوکری تک نہیں چھوڑی۔ بھلا اگر عمرو دو سال کی زکوۃ وصول کرتا تو (ہمارا) کیا حال ہوتا۔''

یہ بات قبل ذکر ہے کہ زکوۃ سے وصولی سے پہلے مال کا خریدنا معیوب اور ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ میرا کہنا ہے کہ حَتّٰی يَقْبِضَهَا یعنی جب تک زکوۃ وصول کرنے والا زکوۃ کا مال اپنے قبضہ میں نہ کرے اس کا خریدنا ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ الازہری نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔ عَقَلَ الْقَتِيلَ: اس نے مقتول کی دیت ادا کر دی۔ عَقَلَ لَهُ دَمَ فُلَانٍ اذا تَرَكَ الْقَوَدَ لِلدِّيَةِ: اس نے فلاں شخص کے خون کی دیت ادا کر دی جب اس نے دیت کے بدلے قصاص لینا چھوڑ دیا۔

عَقَلَ عَنْ فُلَانٍ: اس نے اس کی طرف سے ارتکاب جرم کا جرمانہ یا تاوان ادا کر دیا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس پر دیت ادا کرنا لازم ہو تو وہ اس کی طرف سے ادا کر دے۔ لہٰذا یہ فرق ہے۔ عَقَلَهُ، عَقَلَ لَهُ اور عَقَلَ عَنْهُ میں۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ عَمْدًا وَلَا عَبْدًا: ددھیالی رشتہ دار قتل عمد کی دیت نہ دیں اور نہ ہی قاتل کے کہنے والے دیت دیں گے (بلکہ قاتل خود ہی دیت دینے کا ذمہ دار ہوگا) اسی طرح اگر غلام ارتکاب جنایت کرے تو مالک پر اس کی طرف سے دیت ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: اَنْ يَجْنِيَ الْعَبْدُ عَلَى حُرٍّ: غلام کسی آزاد کے خلاف جنایت کا خود ذمہ دار ہوگا اور امام ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کسی غلام کے خلاف جنایت کرنے کی صورت میں آزاد جنایت کا ذمہ دار ہوگا۔ اصمعی رحمہ اللہ نے اسی کو درست قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر حضور ﷺ کے ارشاد کا وہ مطلب ہوتا جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق ہے تو حدیث کے الفاظ یوں ہوتے کہ لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ عَنْ عَبْدٍ: کہ غلام کی طرف سے دیت کی ادائیگی کی ذمہ داری اس کے مالک پر نہ ہوگی۔ اور اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے قاضی ابویوسف رحمہ اللہ سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے عَقَلَهُ وعَقَلَ عَنْهُ کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی یہاں تک کہ میں نے اُن کے درمیان فرق انہیں سمجھایا۔

عَقَلَ الْبَعِيرَ: اس نے اونٹ کو باندھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ باندھنے کا

طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اونٹ کی پنڈلیوں والے حصے کو ٹانگ کے پچھلے حصے کے ساتھ باندھ لیتے ہیں۔ جب رسی سے اسے باندھا جاتا ہے اسے عِقَال کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُقُلٌ ہے۔

عَاقِلَةُ الرَّجُلِ: آدمی کے قریبی رشتہ دار، دودھیالی رشتہ دار، یہ رشتہ دار قتل خطاء کی صورت میں قاتل کی طرف سے دیت ادا کرتے ہیں۔ اہل عراق کا کہنا ہے کہ یہ اصحاب الدواوین ہیں۔ دیت کی تہائی حد تک میں عورت اور مرد برابر ہیں۔ البتہ جن زخموں میں ثلث یعنی تہائی دیت سے زیادہ دینا لازم ہے اس میں عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔

عَقَلَ الدَّوَاءُ بَطْنَهُ: دوا نے اس کے پیٹ کو روک لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

عَاقَلَهُ فَعَقَلَهُ: وہ اس پر عقل کے ذریعے غلبہ پا گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اِعْتَقَلَ رُمْحَهُ: نیزے کو اپنی پنڈلی اور رکاب کے درمیان میں رکھنا۔ اُعْتُقِلَ الرَّجُلُ: آدمی قید کر لیا گیا۔ اِعْتُقِلَ لِسَانُهُ: اس کی زبان رک گئی۔ وہ ہکلا گیا یعنی بات نہ کر سکا۔ دونوں میں مضموم التاء ہیں۔

تَعَقَّلَ: اس نے مصنوعی عقلمندی کا اظہار کیا۔ اس کی مثال تَحَلَّمَ اور تَكَسَّقَ اور

تَعَاقَلَ: اس نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا حالانکہ اس میں عقل نہیں۔

ع ق م—العَقَامُ: (عین مفتوح) بانجھ۔ یہ ایک مرض یعنی بانجھ کا نام بھی ہے۔ جو لاعلاج ہے۔ قیاساً تو اسے مضموم العین ہونا چاہئے لیکن سماعی طور پر مفتوح العین ہے۔ اَعْقَمَ اللّٰهُ رَحِمَهَا: اللہ نے اس کے رحم کو بانجھ کر دیا۔ فَعُقِمَتْ تو وہ بانجھ ہوگئی (یہ فعل مجہول ہے) یعنی وہ بچہ جننے کے قابل نہیں ہے۔ بقول الکسائی: رَحِمٌ مَعْقُوْمَةٌ: بانجھ رحم، اس کا مصدر العَقْمُ اور العُقْمُ ہے۔ اس میں عین مفتوح بھی ہے اور مضموم بھی، یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: عُقِمَتْ مَفَاصِلُ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ: اس کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں سوکھ گئی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: تُعْقَمُ اَصْلَابُ الْمُشْرِكِيْنَ: اور مشرکوں کے اصلاب کو بانجھ کر دے یا مشرکوں کے اصلاب بانجھ ہو جائیں۔

رَجُلٌ عَقِيْمٌ: بانجھ مرد جس سے عورت کو بچہ پیدا نہ ہو۔

اَلْمُلْكُ عَقِيْمٌ: ملک بانجھ ہے یعنی مردم خیز نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کوئی شخص ملک پر نا گہانی حالات آنے پر اپنے بیٹے کو قتل کر دے یا جب اسے بیٹے کے ملک دشمن ہونے کا خطرہ درپیش ہو۔

رِيحٌ عَقِيمٌ: بانجھ ہوا کہ جس سے بادل بارش برساتے ہوں اور نہ درختوں میں پھل پتے لگتے ہوں۔ قیامت کے دن کو يَوْمٌ عَقِيمٌ کہا جاتا ہے۔

نِسْوَةٌ عُقُمٌ: بانجھ عورتیں (عین اور قاف دونوں مضموم) اس میں قاف ساکن بھی ہوتا ہے۔

ع ق ا - العِقْيَانُ: خالص سونا۔ کہتے ہیں کہ یہ معدنی سونا ہے اور وہ نہیں ہے جو ریت اور پتھروں سے حاصل کیا جاتا ہے۔

اَعْقَيْتَ الشَّيْءَ: تو نے کڑواہٹ کی وجہ سے اپنے منہ سے کوئی چیز تھوک دی۔ مثل ہے کہ: لَا تَكُنْ حُلْوًا فَتُسْتَرَطَ وَلَا مُرًّا فَتُعْقَى: نہ اتنا میٹھا بن کہ ہڑپ کیا جائے اور نہ اتنا کڑوا بن کہ تھوک دیا جائے۔

ع ک ب - العَنْكَبُوتُ: مکڑی۔ اکثر اسے مؤنث سمجھا جاتا ہے۔ اس کی جمع عَنَاكِبُ ہے۔

ع ک ر - العَكْرَةُ: بروزن الضَّرْبَةُ: حملہ۔ لوٹ کر حملہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: قُلْنَا يَارَسُولَ اللهِ! نَحْنُ الفَرَّارُونَ فَقَالَ اَنْتُمُ العَكَّارُونَ اِنَّا فِئَةُ المُسْلِمِينَ: صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) ہم بھاگنے والے ہیں۔ یعنی جنگ سے فرار کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوٹ کر حملہ کرنے والے ہو۔ ہم مسلمان جماعت ہیں۔

اِعْتَكَرَ الظَّلَامُ: اندھیرا گھل مل گیا۔

العَكَرُ: (عین اور کاف مفتوح) تیل کی تہ میں رہنے والا مواد تلچھٹ وغیرہ۔

عَكِرَتِ المِسْرَجَةُ: چراغ دان تلچھٹ سے بھر گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

عَكَرُ الشَّرَابِ والماءِ والدُّهْنِ: شراب، پانی اور تیل کا آخری حصہ جو برتن کی تہ میں جمع رہ جاتا ہے۔ قَدْ عَكِرَ: جو بطور تلچھٹ رہ جائے فَهُوَ عَكِرٌ اسے تلچھٹ کہتے ہیں۔ اَعْكَرَهُ غَيْرُهُ وعَكَّرَهُ تَعْكِيرًا: اس میں کسی نے تلچھٹ ڈال دی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَمَّا نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ: تَنَاهَى اَهْلُ الضَّلَالَةِ قَلِيلًا ثُمَّ عَادُوا الٰى عَكَرِهِمْ: جب قرآن کریم کی آیت اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ لوگوں کے حساب کا وقت قریب آن لگا ہے، نازل ہوئی تو گمراہ قدرے اپنی سرگرمیوں سے باز رہے لیکن پھر اپنے اصل ردی مذہب اور بداعمالیوں کی طرف لوٹ گئے۔

ع ک ز - العُكَّازَةُ: (عین مضموم کاف مشدد)۔ ایسی لاٹھی جس کے نیچے کنارے

پر پھل لگا ہو۔ اس کی جمع عَکَاکِیزُ ہے۔

ع ک س — العَکْسُ: تمہارا کسی چیز کو اپنی پہلی حالت پر لوٹانا۔

ع ک ش — عُکَاشَۃُ بن مُحْصِنٍ: صحابی۔ بقول ثعلب یہ عُکَاشۃ (کاف مخفف) ہے۔

ع ک ظ — عُکَاظُ: عرب کی ایک منڈی۔ مارکیٹ یا بازار کا نام ہے۔ یہ مکہ شریف کے ایک کنارے پر واقع ہے۔ یہاں لوگ ہر سال جمع ہوتے تھے، خرید و فروخت کرتے، شعر پڑھتے سنتے اور ایک دوسرے پر اپنا فخر بیان کرتے۔ جب اسلام آیا تو یہ منڈی اور میلہ ختم ہو گیا۔

ع ک ف — عَکَفَہٗ: اس نے اسے روکا یا ٹھہرایا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالْھَدْیَ مَعْکُوْفًا: اسی سے الاعتکاف مشتق ہے۔ جس کا مطلب مسجد میں اعتکاف کرنا ہے۔

عَکَفَ عَلَی الشَّیْءِ: کسی چیز پر پابندی سے آنا یا کرنا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور جَلَسَ ہے۔ قول خداوندی ہے: یَعْکُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّھُمْ: وہ اپنے بتوں کا اعتکاف کرتے ہیں۔

ع ک ک — العُکَّۃُ: (عین مضموم) گھی کا برتن۔ اس کی جمع عُکَکٌ، عِکَاکٌ ہے۔

عَکَّۃُ: شام کے ایک سرحدی علاقہ کا نام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰی عَکَّۃَ: اسے مبارک ہو جس نے عکہ دیکھا۔

ع ک ل — العِکَالُ: العِقَالُ کا ایک دوسرا لہجہ یا لغت۔

ع ک م — اَلْعِکْمُ: (عین مکسور) گٹھڑی۔ گٹھ۔ گانٹھ۔ عَکَمَ الْمَتَاعَ: اس نے ساز و سامان گٹھڑی میں باندھ لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

العِکَامُ: (عین مکسور) دھاگا جس سے گانٹھ باندھی جاتی ہے۔

ع ک ن — العُکْنَۃُ: پیٹ کی سلوٹ جو مٹاپے کے باعث بن جاتی ہے۔ اس کی جمع عُکَنٌ اور اَعْکَانٌ ہے۔

ع ل ج — العِلْجُ: بروزن العِجْلُ: کفار عجم کا ایک فرد۔ اس کی جمع عُلُوْجٌ اور اَعْلَاجٌ اور عِلَجَۃٌ ہے جو بروزن عِنَبَۃ اور مَعْلُوْجَاءُ بروزن مَحْمُوْرَاءُ ہے۔

عَالَجَ الشَّیْءَ فَعَالَجَۃً وعِلَاجًا: اس نے کام کی مشق کی۔ عَالِجٌ بادیہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں ریت ہے۔

ع ل س — العَلَسُ: (عین اور لام دونوں مفتوح) ایک قسم کی گندم۔ ایک خوشہ میں دو دانے ہوتے ہیں۔ یہ اہل صنعاء کی خوراک ہے۔

ع ل ف — العَلَفُ: چارہ، مویشی کے لئے چارہ۔ اس کی جمع عِـلَاف ہے۔ اس کی مثال جَبَلٌ اور جِبَالٌ ہے۔

عَـلَـفَ الـدَّابَّةَ: اس نے مویشی کو چارہ ڈالا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

مِعْـلَفٌ: چارے کی جگہ۔ کھرلی وغیرہ۔ (اس میں میم مکسور ہے)۔

العَلِيْـفَـةُ: اونٹنی یا بکری جنہیں تم چارہ ڈالتے ہو اور چرنے کے لئے باہر بھی ہانک دیتے ہو۔

ع ل ق — العَلَقُ: گاڑھا خون۔ یا خون کا لوتھڑا جسے عَلَقَةٌ کہتے ہیں۔

الـعَلَقَةُ: ایک آبی کیڑا۔ جونک بھی ہے جو خون چوستا ہے۔ اس کی جمع عَلَقٌ ہے۔

عَلَقَتِ المَرْأَةُ: عورت حاملہ ہوگئی۔

عَلِقَ الظَّـبْيُ فِي الحِبَالَة: ہرن جال میں پھنس گیا۔

عَلِقَتِ الـدَّابَّةُ: چوپائے نے جب پانی پیا تو اسے جونک چمٹ گئی۔ ان تمام کا باب طَرِبَ ہے۔

عَلِـقَ بِهِ (لام مکسور) عُلُوْقًا: اس کا اس سے تعلق ہوگیا یا اس سے جڑ گیا۔

عَلِقَ يَفْعَلُ كَذَا: وہ یوں کرنے لگا۔ اس کی مثال طَـفِـقَ ہے۔ اور معنی بھی وہی ہے۔

العِـلْـقُ: (عین مکسور) نفیس اور عمدہ چیز۔ اس کی جمع أَعْـلَاقٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَرْوَاحُ الشُّـهَـدَآءِ فِيْ حَوَآصِلِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَعْلُقُ من ثَمَرِ الجَنَّة: شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی۔ جو پرندے جنت کے درختوں کے پھل کھاتے ہوں گے۔

تَعْـلُوْقٌ: میں لام مضموم ہے۔ المِعْلَاقُ وَالْمَـعْـلُوْقُ: جس کے ساتھ گوشت اور انگور وغیرہ لٹکائے جاتے ہوں۔ ہر وہ چیز جس کے ساتھ کچھ لٹکایا جائے، مِـعْـلَاقَةٌ کہلاتا ہے۔

العِلَاقَةُ: عین مکسور۔ کمان یا کوڑے وغیرہ کی تانت۔

العَـلَاقَةُ: عین مفتوح۔ دشمنی کا تعلق۔

العُلَّـيْـقُ بروزن القُبَّـيْطُ: ایک پودا جو درخت کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ أَعْـلَقَ أَظْفَـارَهُ في الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز میں پنجے گاڑھ دیئے۔

اَلْإِعْـلَاقُ: جونک کا کسی جگہ لگانا جہاں سے وہ خون چوسے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَللُّـدُودُ اَحَبُّ اِلَـيَّ مِن الإِعْلَاق: یعنی منہ کے ذریعے دوا کھانا یا کھلانا مجھے اعلاق سے زیادہ پسند ہے۔ اعلاق سے مراد یہاں گلے کی بیماری کے علاج کے طور پر گلے کی گلٹیاں دبانا ہے۔ یا

پھر جونک لگاتا ہے۔

عَلَّقَ الشَّیْءَ تَعْلِیْقًا: اس نے کوئی چیز لٹکائی۔ اِعْتَلَقَهُ: اس نے اس کو پسند کیا یا اس سے محبت کی۔

الْمُعَلَّقَةُ مِنَ النِّسَاءِ: وہ عورت جن کے خاوند گم ہوں، یا جن کے خاوندان سے بے تعلق ہوجائیں۔ قول خداوندی ہے: فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ: تو تم انہیں لٹکی چھوڑو۔ تَعَلَّقَهُ اور تَعَلَّقَ بِهٖ کا ایک ہی معنی ہے۔ تَعَلَّقَهُ کا معنی بھی عَلِقَهُ تَعْلِیْقًا ہے۔

ع ل ق م – العَلْقَمُ: کڑوا درخت ایلوے (حنظل) درخت اور ہر کڑوے درخت کو عَلْقَم کہتے ہیں۔

ع ل ک – العِلْکُ: چیونگ گم۔ چبانے والی چیز۔

قَدْ عَلَکَهُ: اس نے اسے چبایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

عَلَکَ الفَرَسُ اللِّجَامَ: گھوڑے نے لگام چبالی۔ شَیْءٌ عَلِکٌ: چپکتی یا چمٹتی چیز۔

ع ل ل – بَنُو العَلَّاتِ: آدمی کی مختلف بیویوں سے اولاد۔ انہیں اس نام سے اس لئے پکارا جاتا ہے کہ آدمی نے ایک سے اوپر دوسری بیوی کی ہوتی ہے جس سے پہلے وہ سیر ہوا ہوتا ہے، پھر دوسری بیوی سے دوبارہ پیتا ہے یعنی لطف لیتا ہے۔

العَلَلُ: دوبارہ پینا۔ کہا جاتا ہے: ایک دفعہ سیر ہونے کے بعد دوبارہ پینا۔

عَلَّهُ: اس نے اسے دوبارہ پلایا۔

عَلَّ هُوَ: اس نے خود دوبارہ پیا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی، اسے دونوں طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔ عَلَّ یَعُلُّ: (عین مضموم اور مکسور) عَلًّا.

العِلَّةُ: بیماری، مرض، علت۔ یا ایسا کوئی واقعہ یا حادثہ جو انسان کو مصروف و مشغول کردے یوں گویا دوسرا واقعہ اس آدمی کی دوسری مصروفیت بن گئی جس نے اسے پہلی مصروفیت سے روک لیا۔

اِعْتَلَّ: وہ بیمار ہوگیا۔ بیمار کو عَلِیْلٌ کہتے ہیں۔

لَا أَعَلَّکَ اللّٰهُ: اللہ تجھے بیمار نہ کرے یعنی خدا کرے تو بیمار نہ ہو۔

اِعْتَلَّ عَلَیْهِ بِعِلَّةٍ: اس نے اس پر بہتان لگایا۔

اِعْتَلَّهُ: اس نے اسے کام سے روک دیا۔

اِعْتَلَّهُ: اس نے اس پر زیادتی کی۔

عَلَّلَهُ: اس نے اسے بہلایا۔ جس طرح بچے کو دودھ چھڑانے کے لئے روٹی دے کر بہلاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ یُعَلِّلُ نَفْسَهُ بِتَعِلَّةٍ: فلاں شخص اپنے آپ کو بہلاتا ہے۔ تَعَلَّلَ بِهٖ: وہ بہل گیا۔

اور پہلے کام یا مصروفیت سے چھوٹ گیا۔
الْمُعَلِّلُ: سخت سردیوں کا ایک دن جو لوگوں کو قدرے بیمار کر دیتا ہے۔
العُلَالَةُ: (عین مضموم) بہلاوا۔
العِلِّيَّةُ: (عین مکسور) کمرہ۔ اس کی جمع **العَلَالِيُّ** ہے۔ اس کا ذکر معتل کے تحت بھی کیا گیا ہے۔
عَلَّ اور **لَعَلَّ** بمعنی شاید ایک ہی معنی کے لئے دو لہجے بیان کئے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے: **عَلَّکَ تَفْعَلُ:** شاید تو یہ کام کر لے۔ **عَلِّيْ اَفْعَل:** شاید میں یہ کام کروں۔ اور **لَعَلِّي اَفْعَلُ:** شاید میں یہ کام کروں۔ لوگوں نے ان معنوں میں **عَلَّنِي** اور **تَعَلَّنِي** بھی کہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل **عَلَّ** ہے۔ لام کا اضافہ صرف تاکید کیلئے کیا گیا ہے۔ اس کا معنی متوقع بات کی توقع ہے یا اندیشہ ناک بات کا اندیشہ ہے۔ یا طمع اور خوف کا اظہار ہے۔ یہ **اِنَّ** واخواتہا کی طرح ہے۔ بعض لوگ تو اس کے مابعد کو کسرہ دیتے ہیں وہ یوں کہتے ہیں: **لَعَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ:** شاید زید کھڑا ہے۔ اور **عَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ** کا بھی یہی معنی اور مقصد ہے۔
الْيَعَالِيْلُ: پانی کی سطح پر بلبلے۔
عُلِّيَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ل ا'۔

ع ل م — **العَلَمُ:** (عین اور لام دونوں مفتوح) علامت، نشان جھنڈا۔ اس کا معنی پہاڑ بھی ہے۔
عَلَمُ الثَّوبِ والرَّايَةِ: کپڑے یا جھنڈے کی علامت۔
عَلِمَ الشَّيْئَ: (لام مکسور) **يَعْلَمُهُ عِلْمًا:** اس نے چیز کو جان لیا۔
رَجُلٌ عَلَّامَةٌ: بہت بڑا عالم۔ اس میں 'ۃ' مبالغہ کے لئے ہے۔ **اسْتَعْلَمَهُ الْخَبَرَ فَاَعْلَمَهُ اِيَّاهُ:** اس نے اس سے خبر پوچھی تو اس نے اسے وہ خبر بتا دی۔
اَعْلَمَ الْقَصَّارُ الثَّوْبَ: دھوبی نے کپڑے پر نشان لگایا۔ نشان لگانے والا **مُعْلِمٌ** ہے اور کپڑا **مُعْلَمٌ**۔
اَعْلَمَ الْفَارِسُ: شہسوار نے اپنے لئے ایک نشان شجاعت مقرر کیا۔
عَلَّمَهُ الشَّيْءَ: اس نے اسے کچھ سکھا دیا۔
فَتَعَلَّمَ: تو اس نے سیکھ لیا۔ یہاں لام پر تشدید مبالغہ کے لئے نہیں ہے بلکہ اسے متعدی بنانے کے لئے ہے۔ **تَعَلَّمْ** کو **اَعْلَمْ** کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ عمرو بن معدیکرب کا شعر ہے:

تَعَلَّمْ اِنَّ خَيْرَ النَّاسِ طُرًّا
قَتِيلٌ بَيْنَ اَحْجَارِ الْكُلَابِ

"خوب جان لو کہ تمام لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو کلاب کے پتھروں کے درمیان معرکے میں قتل ہوا۔"
ابن السکیت کا قول ہے کہ **تَعَلَّمْتُ اَنَّ**

فُلَانًا خَارِجٌ: مجھے پتہ چلا کہ فلاں باہر ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ تم سے کوئی کہے کہ اِعْلَمْ اِنَّ زَیْدًا خَارِجٌ، توتم جواب دو کہ قَدْ عَلِمْتُ: مجھے پتہ ہے۔ اور جب یہ کہا کہ تَعَلَّمْ اَنَّ زَیْدًا خارِجٌ یعنی خوب جان لو کہ زید باہر ہے۔ تو اس کا جواب: قَدْ تَعَلَّمْتُ: میں نے خوب جان لیا، نہیں ہوگا۔

تَعَالَمَهُ الجَمِیْعُ: سب لوگوں نے یہ جان لیا۔

الأیَّامُ المَعْلُوْمَاتُ: ذی الحجہ کے دس دن۔

المَعْلَمُ: سنگ میل۔ وہ نشان جس سے راستے کی مسافت کا پتہ چلے۔

العَالَمُوْنَ: خلق یا مخلوق کی اقسام۔

ع ل ن۔ العَلَانِیَةُ: ظاہر۔ اس کی ضد السِّرّ (پوشیدہ) ہے۔ کہا جاتا ہے: عَلِنَ الأمْرُ: وہ معاملہ ظاہر ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور طَرِبَ ہے۔

عُلْوَانُ الکتاب: کتاب کا عنوان۔ سرنامہ۔

قَدْ عَلْوَنَ الکتاب: اس نے کتاب کا عنوان بنایا۔

عُلْوَان: دیکھیے بذیل مادہ 'ع ل ن' اور 'ع ل ا'۔

ع ل ا۔ عَلَا فی المَکَان: اس کا مرتبہ بلند ہوا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

عَلِیَ فی الشَّرَف: (لام مکسور)

عَلَاءً: (عین مفتوح اور الف ممدود) وہ شرف اور شرافت و بزرگی میں بلند ہوا۔ اس میں ایک اور لہجہ عَلَا یَعْلَی ہے۔ فُلَانٌ مِنْ عِلْیَةِ النَّاسِ: فلاں شخص شریف لوگوں میں سے ہے۔ عِلْیَةٌ عَلِیٌّ کی جمع ہے جس کا معنی شریف، بلند مرتبہ ہے۔ اس کی مثال صَبِیٌّ اور صِبْیَةٌ ہے۔

عَلَاهُ: وہ اس پر غالب آ گیا۔

عَلَاهُ بالسَّیْفِ: اس نے اس پر تلوار ماری۔

عَلَا فِی الأرْضِ: اس نے روئے زمین پر تکبر کیا۔ تینوں کا باب سَمَا ہے۔

عِلْوُ الدَّار: (عین مضموم اور مکسور) مکان کا بالائی حصہ اس کی ضد سِفْلٌ ہے جس کا معنی زیریں ہے۔ اس میں سین مضموم اور مکسور ہے۔

العَلْیَاءُ: ہر بلند مکان یا جگہ۔

العَلَاءُ و العُلَاءُ: بلندی رفعت، شرف و بزرگی۔ یہی معنی المَعْلَاۃ کا ہے جس کی جمع المَعَالی ہے۔

العَالِیَةُ: نجد کے بالائی حصہ سے لے کر ارض تہامہ تک ماروائے مکہ تک کا علاقہ جس میں حجاز اور اس کے نواحی علاقے شامل ہیں۔

العُلِّیَّةُ: (عین مضموم) کمرہ۔ اس کی جمع

العَــلَالِيّ ہے۔ بعض نے اسے العِلِّيَّةُ (لام مکسور) کہا ہے۔
المُعَلّٰی: (لام مفتوح) جوئے کے تیروں میں سے ساتواں تیر۔
اسْتَعْلَی الرَّجُلُ: آدمی نے تکبر۔
اسْتَعْلَاهُ: وہ اس پر غالب آ گیا۔
اعْتَــلَاهُ کا معنی بھی یہی ہے۔
تَــعَــلّٰی: وہ بتدریج بلند ہوا۔ آہستہ آہستہ چڑھا۔
تَــعَلَّتِ المَرْأَةُ مِنْ نِفَاسِهَا: عورت نفاس سے پاک ہوگئی۔
تَــعَلَّی الــرَّجُلُ مِنْ عِلَّةٍ: آدمی بیماری سے شفایاب ہوا۔
العَلِيُّ: بلند و بزرگ۔
اَعْلَاهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے بلند کیا یا کرے (بطور دعا) عَالَاهُ کا بھی یہی معنی ہے۔
التَّعَالِيُ: بلندی۔ اسی سے تَعَالَ کا لفظ مشتق ہے۔ جو بلانے کے موقع پر بولا جاتا ہے کہ: تَــعَــالَ یَارَجُلُ: آدمی آؤ، اس میں لام مفتوح ہے۔ اور عورت کے لئے تَعَالَیْ، دو عورتوں کے لئے تَعَالَیَا اور زیادہ عورتوں کے لئے تَعَالَیْنَ کہا جاتا ہے۔ اس فعل سے تَعَالَیْتُ ان معنوں میں کہنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس سے نہی کا صیغہ بنانا جائز ہے یعنی لَا تَعَالَ نہیں کہہ سکتے۔ کہا جاتا ہے: قَدْ تَعَالَیْتُ والی ای شیء

اَتَــعَالَی: میں اوپر آیا ہوں یا میں اوپر کہاں جاؤں۔ لوگوں کا یہ قول کہ: عَلَــيْــكَ زَيْــدًا: یعنی زید کو پکڑ لو کے معنوں میں ہے۔
عَــلٰی: حرف جر، یہ اسم فعل اور حرف پر آسکتا ہے۔ مثلاً: عَلٰی زَيْدٍ ثَوْبٌ: زید کے اوپر کپڑا ہے اور عَــلَا زَيْدًا ثوبٌ: اس کا الف ضمیر 'ی' میں تبدیل ہوگیا تو عَلَيْــكَ اور عَلَيْهِ بن گیا۔ بعض عرب اسے اپنی اصل حالت پر ہی رہنے دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ عَــلَاکَ اور عَلَاهُ بجائے عَلَيْكَ اور عَلَيْهِ.
شاعر کا قول ہے:
غَدَتْ مِنْ عَلَيْهِ تَنْفُضُ الطَّلَّ بَعْدَ مَا
یہاں عَلَــيْــهِ سے مراد مِــنْ فَوْقِهٖ ہے۔ یہاں یہ حرف جر نہیں ہے کیونکہ حرف جر پر صرف جر داخل نہیں ہوتا۔ لوگوں کے اس قول: كَــانَ كَــذَا عَلٰی عَهْدِ فُلَانٍ: فلاں کے دور میں ایسا ہوا۔ میں علٰی بمعنی فی آیا ہے۔ کبھی عَلٰی کو مِــنْ کے بدلے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: قول خداوندی: اِذَا اكْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ: جب وہ لوگوں سے تول کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ یہاں علٰی بمعنی مِــنْ استعمال ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عَلٰی کو کبھی باء کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جس کا ذکر صاحب

کتاب نے مثال سمیت کتاب الباء کے آخری باب میں بیان کیا ہے۔ تم کہتے ہو: عَلَيَّ زَيْدًا اور عَلَيَّ بِزَيْدٍ اس کا معنی ہے کہ زید مجھے دے دو۔

عُلْوَانُ الْكِتَابِ: کتاب کا عنوان یا سرنامہ۔

العِلاوَةُ: (عین مکسور) وہ چیزیں جو اونٹ پر بوجھ برابر کرنے کے بعد رکھو، مثلاً: پانی پینے کا برتن اور گوشت بھوننے کی لوہے کی سیخ وغیرہ۔ اس کی جمع العَلاوَى (واو مفتوح) ہے۔ اس کی مثال إِدَوَة اور اداوی ہے۔

عِمْ صِبَاحًا: دیکھئے بذیل مادہ 'ن ع م'۔

ع م د — العَمُودُ: گھر کا ستون۔ اس کی جمع قلت اَعْمِدَةٌ ہے اور جمع کثرت عَمَدٌ ہے۔ جس میں عین اور میم دونوں مفتوح ہیں اور عُمُدٌ (عین اور میم دونوں مضموم) ہے۔ قول خداوندی میں دونوں پڑھے گئے ہیں: "فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ" : سَطَعَ عَمُودُ الصُّبْحِ: صبح روشن ہوئی۔

الْعِمَادُ: (عین مکسور) بلند و بالا عمارتیں۔ مذکر و مؤنث دونوں یکساں اس کا واحد کا صیغہ عِمَادَةٌ ہے۔

عَمَدَ لِلشَّيْءِ: اس نے چیز کا قصد کیا۔ یعنی تَعَمَّدَ اس نے جان بوجھ کر قصد کیا۔ اس کی ضد الخطأ ہے۔

عَمَدَ الشَّيْءَ: اس نے کسی چیز کو ٹیک دی یا ستون کھڑا کیا۔

فَانْعَمَدَ: تو ٹیک لگ گئی یا ستون کھڑا ہو گیا۔ ان کا باب ضَرَبَ ہے۔

عَمُودُ الْقَوْمِ: قوم کا سربراہ۔ سردار۔

عَمِيدُهُمْ: ان کا سربراہ۔

العُمْدَةُ: (عین مضموم) معتمد یعنی با اعتبار شخص۔

اِعْتَمَدَ عَلَى الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز پر تکیہ کیا یا بھروسہ کیا۔ اِعْتَمَدَ عَلَيْهِ فِي كَذَا: اس نے اس پر فلاں معاملہ میں اعتماد کیا۔ یعنی کام اس کے سپرد کیا۔

ع م ر — عَمِرَ الرَّجُلُ: اس کا باب فَهِمَ ہے۔ عُمْرًا (عین مضموم) وہ ایک لمبی عمر جیا۔ یعنی اس نے طویل عمر پائی۔ اسی لفظ سے لوگوں کا یہ قول ماخوذ ہے کہ: أَطَالَ اللّٰهُ عُمْرَكَ: خدا تیری عمر دراز کرے۔ اس میں عین مضموم اور مفتوح ہے۔ قسم کے لئے عین مفتوح کے سواء اور کسی طرح استعمال نہیں ہوتا۔ مثلاً: لَعَمْرُ اللّٰهِ: خدا کی قسم! اس میں لام مبتدا کی تاکید کے لئے ہے اور خبر محذوف ہے۔ اس کی تقدیر ہے: لَعَمْرُ اللّٰهِ قَسَمِي یا لَعَمْرُ اللّٰهِ مَا أُقْسِمُ بِهِ: اگر تم اس پر لام داخل نہ کرو تو اس پر مصدر کی حیثیت سے نصب آئے گی اور کہیں گے: عَمْرَ

اللّٰہِ مَا فَعَلْتُ کَذا عَمْرَکَ اللّٰہُ
یعنی بِتَعْمِیْرِکَ اللّٰہُ: یعنی تیرا بشرط
زندگی کا اقرار کرنا۔
العُمْرَۃُ: حج کے دوران عمرہ کی ادائیگی۔
اس کی اصل زیارت کرنا ہے اس کی جمع عُمَرٌ
ہے۔
عَمَرْتُ الخَرَاب: میں نے بنجر زمین
آباد کی۔ اس کا باب کتب ہے۔ اس کا
اسم فاعل عَامِرٌ بمعنی معمور یعنی آباد
ہے۔ اس کی مثال ماءٍ دافِقٍ اور عِیْشَۃٍ
راضِیہ ہے۔ العِمَارۃُ کا معنی قبیلہ اور
خاندان بھی ہے۔
مَکَانٌ عَمِیْرٌ: آباد مکان یا آباد جگہ۔
اَعْمَرَہُ دارًا او اَرْضًا اَوْ اِبِلًا: اس
نے اسے ایک گھر، یا زمین یا ایک اونٹ
بخش دیا یا عطا کیا۔ اور کہا کہ یہ میری عمر بھر
کے لئے تمہاری عمر تک یعنی مرتے دم تک
تمہاری ہے۔ اور جب میں مر جاؤں تو
اسے لوٹا لوں گا تب تمہیں اسے واپس کرنا
ہوگا۔ اس کا اسم العُمری ہے۔
اِعْتَمَرَہُ: اس نے اس کی زیارت کی یا
ملاقات کی۔
اِعْتَمَرَ فی الحجِّ: اس نے حج کے
دوران عمرہ کیا۔
اِعْتَمَرَ: اس نے سر پر پگڑی باندھ لی۔
قول خداوندی ہے: وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا:
اس نے تمہیں اس میں بسایا۔
عَمَّرَہُ اللّٰہُ: اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر دراز
کی یا بطور دعا دراز کرے۔
عُمَّارُ البُیُوْتِ: گھروں میں رہنے
والے جن۔
العُمَرَانِ: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر
رضی اللہ عنہما۔ قتادہ رحمہ اللہ کے بقول اس
سے مراد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
اور حضرت عمر رحمہ اللہ بن عبدالعزیز ہیں۔

ع م ش — العَمَشُ فی العَیْنِ:
آنسو زیادہ بہنے کی وجہ سے نظر کی کمزوری۔
ایسے آدمی کو اعمَشَ اور عورت کو عَمْشَاء
کہتے ہیں۔

ع م ق — العُمْقُ: (عین مضموم ومفتوح)
کنویں کی گہرائی، گھاٹی کی گہرائی اور وادی
کی گہرائی۔ تَعْمِیْقُ البئرِ واِعْمَاقُھَا:
کنویں کو گہرا کرنا۔
عَمُقَ الرَّکِیُّ: پانی کا برتن۔ اس کا باب
ظرف ہے۔ عَمَّقَ النَّظْرَ فی الأمور
تَعْمِیْقًا: اس نے معاملات کا گہری نظر
سے جائزہ لیا۔
تَعَمَّقَ فی کَلامِہٖ: اس نے اپنی بات
بڑی چرب زبانی سے کی۔

ع م ل — عَمِلَ: اس نے کام کیا۔ اس کا
باب طرب ہے۔ اَعْمَلَہُ غَیْرُہُ اور
اسْتَعْمَلَہُ کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے

اس کو استعمال کیا یا اس سے کام لیا، یا اس سے کام مانگا۔
اِعْتَمَلَ: وہ کام میں سخت پریشان اور مضطرب ہوا۔
رَجُلٌ عَمِلٌ: (میم مکسور) وہ شخص جس کی گھٹی میں کام پڑا ہو۔
رَجُلٌ عَمُوْلٌ: بہت زیادہ کام کرنے والا۔ عَامِلُ الرُّمْحِ نیزے کے پھل کے قریب کا حصہ۔ یہ ثعلب سے الگ حصہ ہے۔ اور ثُعْلَب نیزے کا وہ سرا ہے جو پھل میں لگایا جاتا ہے۔
تَعَمَّلَ فُلَانٌ لِكَذَا: فلاں شخص ایسا کام کرنے کو تیار ہوگیا۔
التَّعْمِيْلُ: عامل یا حاکم مقرر کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ عَمَّلَهُ عَلَى الْبَصْرَة: اس نے اسے بصرہ کا حاکم یا گورنر مقرر کر دیا۔
العُمَالَةُ: (عین مضموم) مزدور کی مزدوری۔ میں نے کہا کہ بقول الازہری کہا جاتا ہے کہ اسْتَعْمَلَ فُلَانٌ اللَّبِنَ اذا بَنَى بِهِ بناءً: فلاں آدمی نے جب مکان بنایا تو اس میں اینٹ کا استعمال کیا۔
میرا کہنا ہے کہ فقہاء کا قول ہے: مَاءٌ مُسْتَعْمَلٌ: استعمال شدہ پانی، اسی پر قیاس ہے۔ ورنہ اس قیاس کے برعکس دوسرے کسی قیاس کے لئے کوئی وجہ نہیں ہے۔

ع م ل ق - العَمَالِيْقُ و العَمَالِقَة: عِملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد۔ ان کی مختلف جماعتیں شہروں میں منتشر ہو کر پھیل گئیں۔
ع م م - العَمُّ: چچا۔ والد کا بھائی۔ اس کی جمع أعمام ہے۔ عُمُوْمَةٌ: عم کا مصدر یعنی چچا ہونا۔ اس کی مثال بُعُوْلَةٌ ہے۔ دوسری مثالیں الأُبُوَّة اور الخُؤُولَةُ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ يَابْنَ عَمِّيْ (اے میرے چچا کے بیٹے) يَابْنَ عَمِّ (اے میرے چچا کے بیٹے) اور يَابْنَ عَمَّ: (اے میرے چچا کے بیٹے) اس کے یہ تین لہجے ہیں:
عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ: وہ کس بات کے بارے میں باہم پوچھتے ہیں؟ عَمَّ دراصل عَمَّا تھا۔ استفہام کے باعث الف حذف ہوگیا۔ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ: هُمَا ابنا عَمٍّ: وہ چچا کے دو بیٹے ہیں، لیکن هما ابنا خَالٍ: نہیں کہہ سکتے، جس کا معنی ہے وہ ماموں کے دو بیٹے ہیں۔ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ هُمَا ابنا خَالَةٍ: کہ وہ خالہ کے دو بیٹے ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ هُمَا ابنا عَمَّةٍ: وہ پھوپھی کے دو بیٹے ہیں۔
اِسْتَعَمَّهُ: اس نے اسے اپنا چچا بنایا۔
تَعَمَّمَهُ: اس نے اسے عَمّ یعنی چچا کہہ کر پکارا۔

العِمَامَةُ: پگڑی۔ اس کی جمع العَمائم ہے۔ عَمَّمَهُ تَعْمِيمًا اس نے اسے پگڑی پہنائی۔

عُمِّمَ الرَّجُلُ: آدمی کو سردار بنایا گیا۔ کیونکہ پگڑیاں عربوں کے ہاں تاج ہیں۔ اس مفہوم کے لئے عجمیوں کے ہاں تُوِّج استعمال کیا جاتا ہے یعنی اسے تاج پہنایا گیا۔

اعْتَمَّ بالعِمَامَة اور تعَمَّمَ کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے پگڑی پہنی۔ فُلَانٌ حَسَنُ العِمَّةِ: فلاں شخص اچھی پگڑی باندھے ہوئے ہے۔ العَامَّةُ: عوام اس کی ضد الخاصَّةُ: (یعنی خواص) ہے۔

عَمَّ الشَّيْءُ يَعُمُّ: (عین مضموم) عُمُومًا: چیز عام ہوگئی۔ کہا جاتا ہے: عَمَّهُمْ بالعَطِيَّةِ: اس نے سب کو شامل کرلیا۔

ع م ن — عُمَان: (میم مخفف) ایک شہر کا نام۔ شام میں اسی نام کا شہر عَمَّان (میم مفتوح اور میم مشدّد) ہے۔

ع م ہ — العَمَهُ: حیرت، حیرانگی اور تردّد، شش و پنج میں پڑنا۔ قَدْ عَمِهَ: وہ شش و پنج میں پڑ گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل عَمِهٌ اور عَامِهٌ ہے اس کی جمع عُمَّهٌ ہے۔

ع م ی — العَمَى: بینائی جاتی رہنا۔ اندھا ہونا۔ قَدْ عَمِيَ: وہ اندھا ہوگیا۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔ اس کا اسم فاعل أَعْمٰی ہے۔

قَوْمٌ عُمْيٌ: اندھی قوم۔

أَعْمَاهُ اللّٰه: اللہ نے اسے اندھا کردیا۔ یا کرے۔

تَعَامَى الرَّجُلُ: خود اندھا دکھائی دیتا ہے، خود اندھا ظاہر کرنا۔

عَمِيَ عَلَيْهِ الأَمْرُ: اس پر معاملہ مشتبہ یا خلط ملط ہوگیا۔ اسی سے قول خداوندی ہے: فَعُمِيَتْ عَلَيْهِمُ الأَنْبَآءُ: تو وہ اس روز خبروں سے اندھے ہوجائیں گے۔

رَجُلٌ عَمِي القَلْبِ: دل کا اندھا آدمی۔ جاہل۔

امْرَأَةٌ عَمِيَةٌ عِنِ الصَّوابِ وعَمِيَةُ القَلْبِ: سیدھے راستے سے بھٹکی ہوئی عورت، اور جاہل۔ دونوں میں عَمِيَة فَعِلَة کے وزن پر ہے۔

قَوْمٌ عَمُونَ: جاہل لوگ۔ فِيهِمْ عُمِّيَّتُهُمْ: ان میں ان کی جہالت موجود ہے۔

میرا کہنا ہے کہ یہ لفظ میم مشدّد اور یاء کے ساتھ لکھا ہے۔ جس کا پتہ التهذيب سے چلتا ہے۔ عَمَّيْتُ مَعْنَى البَيْتِ: میں نے بیت یا شعر کا معنی اور مفہوم پوشیدہ رکھا۔ تَعْمِيَةٌ: معنی چھپانا یا پوشیدہ رکھنا۔ اس سے

شعر کا معنا مشتق ہے۔ قرآن کی آیت: فَعُمِّيَتْ عَلَيْهِمْ: میں عمیت کو میم مشدد کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ لوگوں کا یہ قول مَا اَعْمَاهُ وہ کس قدر اندھا کا مقصد ہے مَا اَعْمَى قَلْبُهُ کہ اس کا دل کس قدر اندھا ہے۔ اس اسلوب سے اس شخص کی طرف گمراہی کی شدت و کثرت منسوب ہوتی ہے۔ آنکھوں کے اندھے کے لئے مَا اَعْمَاه نہیں کہا جاتا کیونکہ جس چیز میں زیادتی نہ ہوتی ہو اس سے کسی کو تعجب نہیں ہوتا۔

ع ن ب — العِنَباءُ: العِنَب کی ایک دوسری لغت یعنی لہجہ۔ اس میں عین مکسور، نون مفتوح اور الف ممدود ہے۔

ع ن ب ر — العَنْبَرُ: عنبر و عطر۔

ع ن ت — العَنَتُ: (عین اور نون دونوں مفتوح) گناہ۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ قول خداوندی میں یہی لفظ اس آیت میں آیا ہے: عَزِيزٌ عَلَيْكُمْ مَا عَنِتُّمْ: تمہاری تکلیف انہیں گراں معلوم ہوتی ہے۔ العَنَتُ کا معنی سخت دشوار اور ناگوار بات یا معاملہ بھی ہے۔ اس کا باب بھی طَرِبَ ہے۔

والمُتَعَنِّتُ: لغزش کا طالب۔ دوسروں کی لغزش کی جستجو کرنے والا۔

ع ن د — عَنَدَ: اس کا باب جَلَسَ ہے اور معنی: اس نے مخالفت کی۔ اور حق کو جان بوجھ کر ٹھکرایا۔ اس کا اسم فاعل عَنِيْدٌ ہے اور عَانِدٌ ہے۔ عَانَدَهُ مُعَانَدَةً وعِنَادًا (عین مکسور) اس نے اس کا مقابلہ کیا۔ عِنْدَ: پاس ہونا۔ قریب ہونا۔ اس کے تین لہجے ہیں:

(۱) عین مکسور یعنی عِنْدَ

(۲) عین مفتوح یعنی عَنْدَ اور

(۳) عین مضموم یعنی عُنْدَ

یہ ظرف مکان و زمان دونوں ہے۔ مثلاً: عِنْدَ الحَائِطِ: دیوار یا باغ کے پاس اور عِنْدَ اللَّيْلِ: رات کے وقت۔ البتہ یہ ظرف غیر متمکن ہے۔ یعنی عِنْدُكَ واسِعٌ نہیں کہہ سکتے۔ یعنی عِنْدَ کو مرفوع عِنْدُ نہیں کہہ سکتے۔ اس پر صرف ایک جگہ حرف جر داخل کیا گیا جس طرح لَدُنْ پر داخل کیا گیا۔ مثلاً: قول خداوندی ہے: رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا: ہماری طرف سے رحمت، اور دوسرا قول: مِنْ لَدُنَّا ہمارے پاس ہے۔ لیکن مَضَيْتُ اِلٰى عِنْدِكَ نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی الٰى لَدُنْكَ کہہ سکتے ہیں۔ اس کے ذریعے کسی کام پر اکسایا جا سکتا ہے مثلاً: عِنْدَكَ زَيْدًا یعنی زید کو پکڑلو۔

ع ن د ل — العَنْدَلُ: بلبل۔

يُعَنْدِلُ: چہچہاتا ہے۔

العَنْدَلِيبُ: ایک پرندہ جسے ہزار کہا جاتا ہے۔
میں کہتا ہوں کہ العَنْدَلِيبُ کی جگہ باب البـاء میں ہے۔ وہاں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہاں اس کا ذکر بے ضرورت ہے۔
ع ن د ل ب — العَنْدَلِيبُ: بروزن الزَّنْجَبِيلُ: ایک پرندہ ہے جسے ہزار کہا جاتا ہے۔ الهزار میں 'ھ' مفتوح ہے۔ اس کی جمع عَنَادِلُ ہے۔
البُلْبُلُ يُعَنْدِلُ: بلبل چہچہاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ يُعَنْدِلُ کا مقام باب اللام بذیلِ 'ع ن د ل' ہے۔
عندلیب: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ن د ل' اور 'ع ن د ل ب'۔
ع ن ز — العَنْزُ: بکری۔
العَنَـزَةُ: (عین اور نون دونوں مفتوح) لاٹھی سے قدرے لمبی اور نیزہ سے قدرے کم لاٹھی جس کے سر پر نیزہ کی طرح کا لوہا لگا ہو۔
ع ن س — عَنَسَتِ الجَارِيَةُ: اس کا باب دَخَـلَ ہے۔ مصدر عِنَاسًا (عین مکسور) اسم فاعل عَانِسٌ: لونڈی کا بالغ ہونے کے بعد بغیر شادی کے مالک کے گھر رہنا۔ اگر ایک دفعہ بھی اس کی شادی ہو جائے تو پھر اسے عَنَسَتْ نہیں کہیں گے۔ اسی طرح ایسے مرد غلام کو بھی عَانِسٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع۔ بَـازِلٌ بُـزَّلٌ اور بُزَّلٌ ہے۔ ابوزید کا قول ہے کہ عَنَّسَـتِ الجَـارِيَةُ کا مصدر تَعْنِيسًا بھی ہے۔ بقول اصمعی رحمہ اللہ عَنَّسَـتِ کہنا درست نہیں، عُنِّسَتْ بصیغہ مجہول کہہ سکتے ہیں یا عَنَّسَهَا اَهْلُهَا کہہ سکتے ہیں۔
ع ن ف — العُنْفُ: (عین مضموم) درشتی و سختی۔ یہ الرِّفْقُ بمعنی ملائی اور نرمی کی ضد ہے۔ مثلاً: عَنُفَ عَلَيْهِ عُنْفًا اور عَنُفَ بِـهِ بھی۔ معنی یہ ہے کہ اس نے اس پر سختی کی۔ التَّعْنِيفُ: عار دلانا اور ملامت کرنا۔
عُنْفُوَانُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا آغاز۔
ع ن ق — العُنُقُ: عین مضموم، نون مضموم اور ساکن۔ مذکر اور مؤنث یکساں۔ بمعنی گردن۔ اس کی جمع اَعْنَاقٌ.
الأَعْنَـقُ: گردن دراز شخص۔ اس کی مؤنث عَنْقَاءُ ہے۔
العِنَاقُ: معانقہ، گلے ملنا۔ قَدْ عَانَقَهُ: وہ اس سے بغلگیر ہوا۔ یا اس نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اسے اپنے گلے لگایا۔
تَعَـانَقَا: انہوں نے ایک دوسرے سے معانقہ کیا۔ اعْتَنَقَا: کا معنی بھی یہی ہے۔
العَنَاقُ: (عین مفتوح) بکروٹی۔ بکری کا مادہ بچہ۔ اس کی جمع اَعْنُقٌ اور عُنُوقٌ ہے۔
العَنْقَاءُ: بلا، انتہائی ذہین، اصل العَنْقَاءِ

ایک بہت بڑا پرندہ ہے جس کا نام تو مشہور و معروف ہے لیکن اس کا وجود نہیں۔

ع ن م — العَنَمُ: (عین اور نون دونوں مفتوح) نرم و نازک ٹہنیوں والا درخت۔ لڑکیوں کی انگلیوں کو نزاکت میں ان شاخوں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ اس کا معنی شامی خرنوب درخت کی اطراف ہیں۔ نابغہ کا یہ شعر:

عَنَمٌ عَلٰی اَغْصَانِهٖ لَمْ یَعْقِدُ

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عَنَمٌ کیڑا نہیں بلکہ پودا ہے۔

ع ن ن — عَنَّ لَهُ كَذَا يَعِنُّ: (عین مکسور اور مضموم) عَنَنًا: پیش کیا یا پیش ہوا۔

العِنَانُ: لگام۔ باگ۔ اس کی جمع اَعِنَّةٌ ہے۔ شِرْكَةُ العِنَانِ: ایسی کمپنی یا شراکت جس میں باقی جائیداد اور مال کو چھوڑ کر کسی خاص ایک مد میں دو فریق شریک ہوں۔ گویا ان دونوں کو کوئی چیز سامنے دکھائی دی تو انہوں نے مل کر وہ خرید لی۔

عَنَّ الفَرَسَ: اس نے احتیاط سے گھوڑے کو باندھا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

عُنْوَانُ الكِتَابِ: کتاب کا عنوان، یا سرنامہ۔ (عین مضموم) یہ فصیح زبان کا لفظ ہے۔ اسے عین مکسور سے بھی بولا جاتا ہے یعنی عِنْوَانُ الكِتَاب اور عِنْيَانُ الکتاب بھی کہا جاتا ہے۔

عَنْوَنَ الكِتَابَ يُعَنْوِنُهُ: اس نے کتاب کا عنوان طے کیا۔ عَنَّنَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

عَنَّاهُ میں اصل لفظ کا ایک نون بدل کر یاء بصورت الف کر دیا گیا ہے۔

العَنَانُ: (عین مفتوح) بادل۔ اس کا واحد کا صیغہ عَنَانَةٌ ہے۔

اَعْنَانُ السَّمَاءِ: آسمان کی بلندیاں اور آسمان کے کناروں میں ظاہر ہونے والے مظاہر۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ لفظ عَنَنٌ کی جمع ہو۔ یونس کا قول ہے کہ لَيْسَ لَمَنْقُوص البيان بهاء وَلَو حَكَ بِيَا فُوْخِهٖ اَعْنَانَ السَّماء: ناقص بیان شخص کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی وہ چاہے اپنے تالو کی چیخوں سے آسمان کو سر پر اُٹھالے۔

عَنْ حرف، اس کا معنی ہے علاوہ یا باہر ہے مثلاً: رَمٰى عَنِ القَوْسِ: اس نے تیر کمان سے باہر نکال دیا۔ کیونکہ اس نے کمان کے ذریعے ہی کمان سے تیر پھینکا۔ عَنْ کے استعمال کی دوسری مثال: اَطْعَمَهُ مِنْ جُوْعٍ: اس میں جُوْع کو بھوک سے منصرف اور تارک اور اس سے تجاوز کرنے والا ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی اس نے اسے بھوک سے نکالنے کے لئے کھانا کھلایا۔ بامحاورہ ترجمہ ہوگا کہ اس نے اسے بھوک

کے مارے کھانا کھلایا۔ اس کی جگہ مِنْ بھی استعمال ہوتا ہے لیکن عَنْ کبھی تو اسم بنتا ہے جس پر حرف جر داخل ہوتا ہے، مثلاً: جِئْتُ مِنْ عَنْ یَمِیْنِهٖ میں اس کی دائیں طرف سے ہو کر آیا۔ اور بعض اوقات عَنْ کو بَعْدَ کے بدلے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس نے کہا: لَقِحَتْ حَرْبُ وائل عَنْ حِیَالٍ: کئی سالوں کے بعد وائل کی جنگ حاملہ ہوگئی۔ ممکن ہے عَنْ کو بعض اوقات عَلٰی کی جگہ بھی استعمال کرتے ہوں۔ مثلاً: شعر ہے:

لَاهِ ابن عمک لاأفضلت فی حسب
عَنِّی وَلا انتَ دَیَّانِی فتخزونی

"تیرا چچازاد بھائی لاپرواہ اور بے نیاز ہے۔ تو نہ تو مجھ پر حسب میں فضیلت رکھتا ہے اور نہ ہی تو کوئی صاحب اختیار حاکم ہے جو مجھے رسوا کرے۔"

اس شعر میں عَنْ علٰی کے معنوں میں یا علٰی جگہ استعمال ہوا ہے۔

عُنْوَان: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ن ن' اور 'ع ن ا'۔

ع ن ا — عَنَا: جھک گیا اور ذلیل و مطیع ہو گیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ: اور چہرے اس حیّ وقیوم کے سامنے جھک جائیں گے۔

العَانِیُ: قیدی۔ کہا جاتا ہے کہ: عَنَا فُلَانٌ فِیْهِمْ اَسِیْرًا: فلاں شخص ان کے ہاتھوں یا ان میں گرفتار یا قیدی ہو گیا۔

عَانٍ: قیدی اور گرفتار شخص۔

قَوْمٌ عُنَاةٌ: قیدی لوگ۔ یا قیدی قوم۔

نِسْوَةٌ عَوَانٍ: قیدی و گرفتار عورتیں۔

عَنَی بِقَوْلِهٖ کذا: اس نے اپنے قول سے یہ مراد لی۔ مَعْنَی الکلام: بات یا کلام کا مفہوم۔

معناتُهٗ وَاحِدٌ: اس کا معنی ایک ہے۔ کہتے ہیں کہ عَرَفْتُ ذٰلک فی معنی کَلامِهٖ: مجھے اس کے کلام کے مفہوم سے یہ پتہ چلا۔

فی معناۃِ کلامه اور فی مَعْنِیِّ کلامه کا بھی یہی مفہوم ہے۔

عَنِیَ (نون مکسور) عَنَاءً: وہ تھک گیا اور ہار گیا۔ عَنَّاهُ غَیْرُہٗ: اسے کسی اور نے تھکا دیا۔ اس کا مصدر تَعْنِیَةٌ ہے۔

تَعَنَّاهُ، فَتَعَنَّی: اس نے اسے تھکا دیا تو وہ تھک گیا۔

عُنِیَ بِحَاجَتِهٖ، یُعْنٰی بِهٖ: اس نے اپنی ضرورت کا دھیان کیا یا اہتمام کیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا مصدر عِنَایَةٌ ہے بمعنی توجہ اور دھیان، اور اہتمام کرنا۔

فَهُوَ بِهَا مَعْنِیٌّ (بروزن مفعول) یہ اس کا معنی و مفہوم ہے۔ جب تم اس سے امر بنانا

چاہو تو کہو گے کہ: لِتُعْنَ بِحَاجَتِي: تم میری ضرورت کا دھیان کرو۔ حدیث شریف میں ہے: مِنْ حُسْنِ اسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مالا يَعْنِيهِ: کسی کے اچھے اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ان باتوں کو ترک کرتا ہے جن سے اس کا واسطہ نہ ہو یا جو اس کے مطلب کی نہ ہوں۔

عَنْوَنَ الْكِتَابَ: اس نے کتاب کا عنوان بنایا یا رکھا۔ عَلْوَنَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم العنوان ہے۔

الْمُعَانَاةُ: کوشش۔ جد وجہد۔ تکلیف اٹھانا۔ کہا جاتا ہے کہ عَانَاهُ فَتَعَنَّاهُ: اس نے تکلیف برداشت کی۔ تَعَنَّى هُوَ: اسے تکلیف پہنچی۔

ع ہ د—الْعَهْدُ: امان، قسم، وعدہ، ذمہ۔ حفاظت اور وصیت۔ عَهِدَ إِلَيْهِ: اس کے ذمہ لگایا یا اس کے سپرد کیا۔ اس کا باب فہم ہے معنی اس نے اسے وصیت کی۔ اسی سے وہ عہد نامہ مشتق ہے جو ولی عہد بنانے کے لئے لکھا جاتا ہے یا گورنروں کے تقرر کے وقت لکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں: عَلَيَّ عَهْدُ اللّٰهِ لافْعَلَنَّ كَذَا: میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ میں ضرور اور لازما ایسا کروں گا۔

الْعُهْدَةُ: بیع نامہ۔ ضمان۔ کفالت۔ اس کا معنی الدَّرْكُ بھی ہے۔ جس کا معنی تاوان ہے۔

الْعَهْدُ والْمَعْهَدُ: وہ جگہ جہاں سے قوم اگر دور چلی بھی جائے لیکن پھر ہمیشہ اسی جگہ کی طرف لوٹتے رہتے ہیں۔

الْمَعْهَدُ کا معنی وہ جگہ بھی ہے جس کے ساتھ تمہاری کوئی وابستگی ہو۔

الْمَعْهُودُ: وہ چیز جس کا عہد کیا گیا ہو۔ جانی پہچانی چیز۔ عَهِدَهُ بِمكَانِ كَذَا: وہ اسے فلاں جگہ ملا۔ اس کا باب فہم ہے۔

عَهْدِي بِهِ قَرِيبٌ: مجھے اسے ملے تھوڑی دیر ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ كَرَمَ الْعَهْدِ مِنَ الايمان: وعدے اور عہد کا پاس کرنا ایمان کی علامت و خصوصیت ہے۔

التَّعَهُّدُ: کسی چیز کی حفاظت کا ذمہ اور تجدید عہد۔ تَعَهَّدَ فُلَانًا: اس نے فلاں شخص کی ذمہ داری اٹھائی۔ تَعَهَّدَ ضَيْعَتَهُ: اس نے اس کی جائیداد کی حفاظت کی یا ذمہ اٹھایا۔ یہ لفظ تَعَاهد کی بہ نسبت زیادہ فصیح ہے۔ کیونکہ تعاهد تو صرف دو شخصوں کے درمیان ہوتا ہے۔

الْمُعَاهَدُ: ذمی، غیر مسلم رعایا۔

ع ہ ن—الْعِهْنُ: اون۔

ع و ج—عَوِجَ کا باب طَرِبَ ہے۔ معنی وہ ٹیڑھا ہوا۔ اس کی صفت اَعْوَج

ہے۔ اور اس کا اسم اَلعِوَجُ (عین مکسور) ہے۔ دیوار یا لکڑی میں جو کجی یا ٹیڑھ ہوتا ہے اسے عَوَجٌ کہتے ہیں۔ اس میں عین مفتوح ہے۔ اور اگر یہ ٹیڑھ اور کجی زمین میں یا دین و مذہب یا معاش و روزی میں ہو تو اسے عِوَجٌ کہتے ہیں۔ اس میں عین مکسور ہے۔

اَعْوَجُ: ایک گھوڑے کا نام ہے جس کی طرف الاَعْوَجِيَّاتُ اور بَنَاتُ اَعْوَجَ منسوب ہیں۔ عرب میں نسل کشی اور نسل کی ترقی کے لئے اس گھوڑے سے اور کوئی گھوڑا بہتر نہیں ہے۔

عَاجَ بِالْمَكَانِ: وہ جگہ میں ٹھہر گیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

عَاجَ غَيْرَهُ بِهٖ: اس نے مکان میں کسی اور کو ٹھہرایا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی ہے۔

اِعْوَجَّ الشَّيْءُ: چیز ٹیڑھی ہوگئی اس کا مصدر اِعْوِجَاجٌ ہے۔ اور ٹیڑھی چیز کو مُعْوَجٌّ کہتے ہیں یہ بروزن مُحْمَرٌّ ہے۔

عَصًا مُعْوَجَّةٌ: ٹیڑھی لاٹھی۔ عَوَّجَهُ فَتَعَوَّجَ: اس نے اسے ٹیڑھا کیا تو وہ ٹیڑھا ہوگیا۔

العَاجُ: ہاتھی دانت۔ اس کا واحد کا صیغہ عَاجَةٌ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ ہاتھی دانت والے کو عَوَّاجٌ کہتے ہیں۔ اس میں واؤ مشدد ہے۔

ع و د – عَادَ اِلَيْهِ: وہ اس طرف لوٹا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور عَوْدَةٌ بھی۔ مثل ہے: العَوْدُ اَحْمَدُ: احسان دُہرانا قابل تعریف ہے۔ یعنی دوبارہ احسان کرنا زیادہ قابل تعریف ہے۔ دراصل یہ مثل ایک شعر کا ایک ٹکڑا ہے۔ پورا شعر یہ ہے:

وَاَحْسَنَ عمرو فی الذی کان بَیْنَنَا
وَاِنْ عَادَ بالاحْسَان فالعود اَحْمَدُ

المَعَادُ: (میم مفتوح) لوٹنے کی جگہ۔ لوگوں کی لوٹنے کی جگہ آخرت ہے۔

عُدْتُ المَرِيْضَ اَعُوْدُهُ: میں نے مریض کی عیادت کی۔

العِيَادَةُ: تیمارداری۔ بیمار پرسی۔ (عین مکسور ہے)۔

العَادَةُ: عادت، صفت، خصلت، معمول۔ اس کی جمع عَادٌ ہے۔ اور عَادَاتٌ ہے۔ محاورہ ہے عَادَ فلانٌ كَذَا: فلاں شخص کی یہ عادت ہے۔ اِعْتَادَهُ وَتَعَوَّدَهُ: یہ اس کی عادت بن گئی۔

عَوَّدَ كَلْبَهُ الصَّيْدَ: اس نے کتے کو شکار کا عادی بنا دیا۔

فَتَعَوَّدَهُ: تو وہ اس کا عادی ہوگیا۔

اِسْتَعَادَهُ فَاَعَادَهُ: اس نے اس سے بات یا کام دھرانے کو کہا تو اس نے اسے دہرایا۔

فُلَانٌ مُعِيدٌ لِهٰذا الأمر: فلاں آدمی یہ کام کرسکتا ہے۔
المُعَاوِدَةُ: پہلے کام کی طرف لوٹنا۔
عَاوَدَتْهُ الحُمّٰی: اسے باری کا بخار ہوگیا۔
العَائِدَةُ: آمدنی۔ مہربانی اور منفعت کہا جاتا ہے کہ هٰذا شَیْءٌ اَعْوَدُ عَلَیْکَ مِنْ کَذا: یہ بات تمہاری فلاں بات سے زیادہ سود مند ہے۔
فُلَانٌ ذُوصَفْحٍ وَعَائِدَةٍ: فلاں آدمی درگزر کرنے والا شخص ہے اور مہربانی کرنے والا ہے۔
العُوْدُ: لکڑی۔ تیلی۔ اس کی جمع العِیْدَانُ ہے۔
العُوْدُ: ڈنڈا جس سے مارا یا کوٹا جاتا ہے۔
العُوْدُ: وہ لکڑی جس سے دھواں دیا جاتا ہے۔
عَادٌ: ایک مشہور تاریخی قبیلہ۔ یہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔
شَیْءٌ عَادِیٌّ: پرانی چیز گویا وہ قوم عاد کے وقت کی ہو۔
العِیْدُ: خوشی۔ اسلامی تہوار۔ اس کی جمع الأَعْیَادُ ہے۔
قَدْ تَعَیَّدُوا: انہوں نے عید منائی۔
ع و ذ - عَاذَ بِهٖ: اس کا باب قَالَ ہے۔
واسْتَعَاذَ: اس نے پناہ مانگی۔

هُوَ عِیَاذُهٗ: وہ اس کی پناہ گاہ ہے۔ اَعَاذَ غَیْرَهٗ بِهٖ: اس نے کسی اور کو پناہ دی۔
عَوَّذَه بِهٖ: کا معنی بھی یہی ہے۔ لوگوں کا قول: مَعَاذَ اللّٰهِ مَعَاذًا کا معنی ہے خدا کی پناہ یا خدا بچائے۔
العُوْذَةُ، المَعَاذَةُ اور التَّعْوِیْذُ: تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔
قَرَأْتُ المُعَوِّذَتَیْنِ: (واؤ مکسور) میں نے معوذتین پڑھیں یعنی دو سورتیں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ.
ع و ر - العَوْرَةُ: انسان کی شرمگاہ۔ نیز ہر وہ چیز جس کے ننگا ہونے یا ظاہر ہونے سے انسان شرم محسوس کرتا ہے۔ اس کی جمع عَوْرَاتٌ واؤ ساکن ہے۔
عورات میں واؤ کو اسماء جمع میں متحرک کیا جاتا ہے، جب وہ فَعْلَة کے وزن پر ہوں اور واوی یا یائی اسماء نہ ہوں۔ بعض لوگوں نے قرآن کی آیت میں: عَوَرَاتِ النِّسَاءِ: واؤ کو متحرک پڑھا ہے۔
رَجُلٌ اَعْوَرُ: کانا انسان۔ ایک آنکھ سے نابینا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کی جمع عُوْرَانٌ ہے۔ اور اسم العَوْرَةُ ہے۔ اس میں واؤ ساکن ہے۔
عَارَتِ العَیْنُ: آنکھ کانی ہوگئی۔ تعارَ اور عَوِرَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس میں واؤ

مکسور ہے۔ عُـوِرَتْ عَـيْـنَـهُ اَعْوَرُهَا وَاَعْوَرْتُهَا بھی ہم معنی ہیں یعنی میں نے اس کی آنکھ پھوڑ دی، اسے ایک آنکھ سے کانا بنادیا۔

عَوَّرْتُهَا تَعْوِيْرًا: کا بھی یہی معنی ہے کہ میں نے اسے کانا کر دیا۔

العَوْرَاء بروزن العَوْجَاء: کانا۔ یک چشم گل۔ یہ گالی ہے۔

العَـوَارُ: (عین مفتوح) عیب۔ نقص۔ کہا جاتا ہے: سِلْعَةٌ ذَاتُ عَـوَارٍ: عیب اور نقص والا سامان۔

العَارِيَّة: (یاء مشدد) گویا یہ عار کی طرف منسوب ہے کیونکہ اس کا طلب کرنا عار اور عیب ہے۔ العَارَةُ کا معنی العَارِيَّة بھی ہے یعنی آپس میں لین دین کرنا۔ هُـمْ يَتَعَوَّرُوْنَ: وہ آپس میں لین دین کرتے ہیں۔ اس کا مصدر تَعَوُّرًا ہے۔

اسْتَعَارَهُ ثَوْبًا: اس نے ادھار کپڑا مانگا۔

فَاَعَـارَهُ اِيَّاهُ: اس نے اسے یہ کپڑا اُدھار دے دیا۔ عَاوَرَ المَكَايِيْلَ، عَايَرَهَا کا ایک لہجہ ہے یعنی اس نے پیمانوں کا اندازہ کرلیا۔ اعْتَوَرُوا الشَّيْءَ: انہوں نے آپس میں چیزوں کا باہم تبادلہ یا لین دین کرلیا۔ یہی معنی تَعَوَّرُوْه تَعَوُّرًا کا ہے۔

ع و ز – اَعْوَزَهُ الشَّيْءُ: اسے کسی کے حصول نے مجبور اور لاچار کر دیا۔

الاِعْوَازُ: فقر، ناداری محتاجی۔

المُـعْـوِزُ: نادار۔ فقیر۔ عَوِزَ الشَّيْءُ: چیز نایاب ہوگئی۔

عَوِزَ الرَّجُلُ: آدمی نادار ہوگیا۔

اَعْـوَزَهُ الدَّهْرُ: زمانے نے اسے محتاج و نادار کر دیا۔

ع و ص – العَوِيْصُ من الشعر: ایسا شعر جس کے معنی معلوم کرنا مشکل ہوں۔

قَـدْ اَعْوَصَ الرَّجُلُ: آدمی ناقابل فہم ہوگیا۔

ع و ض – العِوَضُ: معاوضہ، مقابل۔ اس کی جمع الاَعْوَاض ہے۔ ہم کہتے ہیں عَاضَهُ وَاَعَاضَهُ وَعَوَّضَهُ تَعْوِيْضًا: اس نے اس کا معاوضہ ادا کر دیا۔ اعْتَاضَ وَتَعَـوَّضَ: اس نے بدلہ یا معاوضہ لے لیا۔

اسْتَعَاضَ: اس نے معاوضہ مانگا۔

ع و ط – اعْتَاطَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی کئی سال تک حاملہ نہیں ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّـهُ بَـعَـثَ مُـصَـدِّقًا فَاُتِيَ بِشَاةٍ شَـافِعٍ فَـلَـمْ يَـاْخُذْهَا وَقَالَ ائْتِنِيْ بِمُعْتَـاطٍ: رسول کریم ﷺ نے زکوۃ وصول کرنے والے ایک شخص کو (زکوۃ کی وصولی پر) روانہ فرمایا تو (زکوۃ کی مد میں) آپ ﷺ کے پاس ایک بکری لائی گئی۔ آپ ﷺ نے قبول نہ فرمائی اور

فرمایا کہ میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس کے ساتھ بچہ نہ ہو۔

ع و ق - عَاقَهُ عَنْ كَذَا: اس نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ یہی معنی اعْتَاقَهُ کا ہے۔ عَوَائِقُ الدَّهْرِ: زمانے کی رکاوٹیں۔ مشکلات۔ التَّعَوُّقُ: بددلی، حوصلہ شکستگی۔ التَّعْوِيقُ: ایک بت کا نام ہے جسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی۔ الْيَعُوقُ: سرخ رنگ کا چمکدار ستارہ جو کہکشاں کی دائیں طرف ہوتا ہے۔ یہ ثریا کے پیچھے ہوتا ہے۔ اس سے آگے نہیں ہوتا۔

ع و ل - الْعَوْلُ والْعَوْلَةُ والْعَوِيلُ: دھاڑیں مار کر رونا۔ ہم کہتے ہیں: اَعْوَلَ اِعْوَالاً: وہ دھاڑیں مار مار کر رویا۔ حدیث شریف میں ہے: الْمُعْوَلُ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ: جس میت پر دھاڑیں مار مار کر رویا جائے۔ اسے عذاب دیا جاتا ہے۔ عَوَّلَ عَلَيْهِ تَعْوِيلاً: اس نے اس پر بوجھ ڈالا، اس پر بھروسہ اور انحصار کیا۔ کہا جاتا ہے: عَوِّلْ عَلَيَّ بِمَا شِئْتَ: مجھ پر جتنی تمہاری مرضی اور خواہش ہے ذمہ داری کا بوجھ ڈال دیا یعنی جتنی مرضی ہے مدد مانگ۔ وَمَالَهُ فِي الْقَوْمِ مِنْ مُعَوِّلٍ: قوم میں یا لوگوں میں اس کا کوئی سہارا دینے والا نہیں ہے۔

عَالَ عِيَالَهُ وانفق عليهم: اس نے اپنے کنبے کو روٹی کھلائی۔ یعنی کھانا دیا، اور ان پر خرچ کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ عَالَهُ شَهْرًا: اس نے مہینہ بھر اس کا خرچ برداشت کیا۔ عَالَ الْمِيزَانُ: ترازو جھک گیا۔ کم تلا۔ اس کا اسم فاعل عَائِلٌ ہے یعنی دبا ہوا یا جھکا ہوا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ لَا تَعُوْلُوْا: اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لَاتَمِيْلُوْا کا معنی ہے 'بے انصافی نہ کرو'۔ کہا جاتا ہے کہ عَالَ فِي الْحُكْمِ: اس نے فیصلے میں ظلم کیا اور بے انصافی کی۔ عَالَهُ الشَّيْءُ: کسی چیز نے اس پر غلبہ کر دیا اور اس پر بھاری پڑ گیا۔ اسی سے لوگوں کا یہ قول ماخوذ ہے کہ عِيلَ صَبْرِي: میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ یعنی اب مجھ میں صبر کرنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ عَالَ الْأَمْرُ: معاملہ سخت دشوار ہو گیا۔ اور زیادہ گھمبیر ہو گیا۔ عَالَتِ الْفَرِيضَةُ: وراثت کے حصے بڑھ گئے۔ اس سے کمی اور نقصان کو اہل فرائض حصہ دار وارثوں پر ڈالا جاتا ہے۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ: میرا خیال ہے کہ یہ لفظ مَالَ سے

ماخوذ ہے کیونکہ جب حصص بڑھ جائیں تو پھر یہ سب اہل فرائض کی طرف جھکتے ہیں، اور انہیں حصہ کم ملتا ہے۔ عَالَ زَيْدٌ الفَرَائِضَ اور أَعَالَهَا دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ لہٰذا عَالَ فعل لازم بھی ہے اور فعل متعدی بھی۔ عَالَ المِيزَانُ سے لے کر بعد تک کے تمام صیغوں کا باب قَالَ ہے۔ المِعْوَلُ: بڑی کلہاڑی یا پھاوڑا جس سے چٹانیں توڑی جاتی ہیں۔ اس کی جمع العَاوِلُ ہے۔

ع و م — العَوْمُ: تیرنا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ العَوْمُ لَا يُنْسَى: تیرنا بھلایا نہیں جا سکتا۔ اونٹ اور کشتی کے چلنے کو بھی عَوْمٌ کہتے ہیں۔

العَامُ: سال۔

عَاوَمَهُ مُعَاوَمَةً: سالانہ معاوضے پر ملازم رکھنا۔ جیسے مُشَاهَرَةٌ: ماہانہ اجرت پر کام کرانا ہے۔

نَبْتٌ عَامِيٌّ: خشک پودا جس پر سال گزر چکا ہو۔ کہا گیا ہے کہ مُعَاوَمَةُ ممنوع ہے یعنی یہ ممنوع ہے کہ تم اپنے سال بھر کی فصل فروخت کر دو۔

ع و ن — العَوَانُ: ہر چیز کی عمر کا درمیان یا وسط۔ اس کی جمع عُوْنٌ ہے۔

العَوَانُ: ایسی جنگ جس میں بار بار قتال ہو گویا لوگ ہر بار از سر نو لڑائی شروع کریں۔

بَقَرَةٌ عَوَانٌ: ایسی گائے جو نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا یعنی چھوٹی عمر کی۔

العَوْنُ: کام میں مددگار و معاون۔ اس کی جمع الأَعْوَانُ ہے۔

المَعُونَةُ: اعانت، مدد، کمک۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا عِنْدَهُ مَعُونَةٌ وَلَا مُعَانَةٌ وَلَا عَوْنٌ: اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ الکسائی کا قول ہے کہ المَعُونُ، کا معنی بھی المَعُونَةُ ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ المَعُونُ، مَعُونَةٌ کی جمع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا أَخْلَانِي فُلَانٌ مَعَاوِنَهُ: فلاں شخص نے مجھے اس کی مدد نہ کرنے دی۔ اس فقرے میں بھی مَعَاوِنُ، مَعُونَةٌ کی جمع ہے۔

رَجُلٌ مِعْوَانٌ: لوگوں کی بہت زیادہ مدد کرنے والا۔

اسْتَعَانَ بِهِ فَأَعَانَهُ: اس نے اس سے مدد مانگی تو اس نے اس کی مدد کی۔ عَاوَنَهُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی اس نے اس کی مدد کی۔ دعا میں کہا جاتا ہے: رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ: اے میرے رب! میری مدد فرما اور میرے خلاف (دشمنوں کی) مدد نہ کر۔ تَعَاوَنَ القَوْمُ: قوم یا لوگوں نے ایک دوسرے کی مدد کی۔

اعْتَوَنُوا کا معنی بھی یہی ہے۔ العَانَةُ: جنگلی گدھوں کا ریوڑ یا غول۔ اس کی جمع

عُوْنٌ ہے۔

عَانَةُ: دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں ہے جہاں کی شراب مشہور ہے۔

ع و ہ—العَاهَةُ: آفت، مصیبت۔ کہا جاتا ہے کہ: عِيْهَ الزَّرْعُ: فصل آفت زدہ ہوگئی ہے۔ یہ فعل مجہول ہے۔

ع و ی—عوی الکلب والذِئب وابن آوی، یَعْوِی: (واؤ مکسور) عُوَاءً: عین مضموم الف ممدود۔ کتا۔ بھیڑیا۔ گیدڑ ہر ایک نے اپنی اپنی آواز نکالی۔ یعنی بھونکا یا چیخا۔

هُوَ يُعَاوِی الكِلَابَ: وہ کتوں کو بھونکواتا ہے۔

العَوَّاءُ: (واؤ مشدد اور الف ممدود) بہت زیادہ بھونکنے والا۔

ع ی ب—العَيْبُ: اور العَيْبَةُ بھی۔ اور العَابُ: سب کا ایک ہی معنی ہے۔

عَابَ المَتَاعُ، عَيْبَةً وعَابًا: سامان میں عیب پیدا ہوگیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے

عَابَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے عیب دار بنا دیا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

عیب دار چیز کو مَعِيْبٌ اور مَعْيُوْبٌ کہتے ہیں۔

وَمَا فِيْهِ مَعَابَةٌ ومَعَابٌ: (دونوں میں میم مفتوح ہے) اس میں کسی قسم کا عیب نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی عیب کی جگہ نہیں ہے۔ المَعِيْبُ مَعَابٌ کی طرح ہے۔ اس کی جمع المَعَايِبُ اور المعيُوْبُ ہے۔ عَيَّبَهُ تعييبًا: اس نے اسے عیب دار قرار دیا یا کہا۔ عَيَّبَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ع ی ث—العَيْثُ: فسادڈالنا۔ تباہی مچانا۔

عَاثَ الذِّئْبُ فِی الغَنَمِ: بھیڑیے نے بکریوں میں تباہی مچادی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

ع ی ر—العَيْرُ: جنگلی اور پالتو گدھا۔ اس کی تانیث العَيْرَةُ ہے۔

عَيْرٌ: مدینہ شریف کے پاس ایک پہاڑ کا نام۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ حَرَّمَ مَابَيْنَ عَيْرٍ وثَوْرٍ: نبی کریم ﷺ نے کوہ عیر سے لے کر جبل ثور تک کا علاقہ حرام قرار دیا ہے۔

فُلَانٌ عُيَيْرُ وحدِہٖ: (عین مضموم ومکسور) فلاں شخص خود پسند ہے۔ اور یہ ذم قابل مذمت بات ہے۔ ان معنوں میں عُوَيْرُ وَحْدِهٖ نہیں کہنا چاہئے۔

عَارَ الفَرَسُ: گھوڑا بدکا اور مستی میں اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔

اَعَارَهُ صَاحِبُهُ: اس کے مالک نے اسے عاریۃً دے دیا۔ عاریت پر دی ہوئی چیز کو مُعَارٌ کہتے ہیں۔ طرماح شاعر کا قول اسی سے ماخوذ ہے:

اَحَقُّ الخَيلِ بالرُّكضِ المُعَارُ "عاریت پر لیا ہوا گھوڑا کودنے کا زیادہ حقدار ہے۔"

ابو عبیدہ کا قول ہے: لوگ اس لفظ کو العارِيَة سے ماخوذ یا مشتق سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ فَرَسٌ عَيَّارٌ: مستی میں ادھر ادھر کودنے بھاگنے والا گھوڑا۔ شیر کو شکار کے لئے آنے جانے کی وجہ سے عَيَّار کہتے ہیں۔ رَجُلٌ عَيَّارٌ: بہت زیادہ گھومنے پھرنے والا ہوشیار شخص۔

عَيَّرَهُ كَذا: (تَعْيِيرٌ سے مشتق) اس نے اسے ڈانٹا، عار دلائی۔ عام لوگ اسے عَيَّرهُ بِكَذا کہتے ہیں۔

العَارُ: عار، گالی، دشنام اور عیب۔

عَايَرَ المَكَايِيلَ والمَوَازِيْنَ عِيَارًا: اس نے ناپ تول کے پیمانوں کا اندازہ لگایا یا معیار مقرر کیا۔ ان معنوں میں عَايَرَ کی جگہ عَيَّرَ نہیں کہنا چاہئے۔

المِعْيَارُ: (میم مکسور) معیار، کسوٹی۔

العِيْـرُ: (عین مکسور) اناج سے لدے ہوئے اونٹ یا اونٹوں کا کارواں۔

ع ی س — العِيْسُ: (عین مکسور) سفید رنگ کا اونٹ، جس کے سفید رنگ میں سرخ اور زرد رنگ کی آمیزش ہو۔ اس کا واحد اَعْيَسُ ہے۔ اور مؤنث کا صیغہ عَيْسَاءُ ہے۔ العَيْسُ: بھورا رنگ۔ کہا جاتا ہے:

هِيَ كَرائمُ الابِلِ: یہ عمدہ اور اعلیٰ اونٹ ہیں۔ عيسىٰ بن مريم عبرانی یا سریانی نام۔ اس کی جمع العِيْسُوْنَ ہے۔ اس میں سین مفتوح ہے۔ رَأيْتُ العِيْسَيْنَ وَمَرَرْتُ بِعِيْسَيْنَ: علماء کوفہ نے واؤ سے پہلے سین کو مضموم کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح پہلے سین کو مکسور کرنا بھی جائز قرار دیا ہے۔ علماء بصرہ نے اسے جائز قرار نہیں دیا۔ مُوْسٰی کے بارے میں بھی یہی قول یا حکم ہے۔ اس سے صفت نسبتی عِيْسَوِيٌّ اور مُوْسَوِي یا عِيْسِيٌّ اور مُوْسِيٌّ ہے۔

ع ی ش — العَيْشُ: زندگی۔

قَدْ عَاشَ يَعِيْشُ مَعَاشًا (میم مفتوح) اور مَعِيْشًا بروزن مَعِيب: وہ زندہ رہا۔ اس نے زندگی گزاری۔ ان دو میں سے ہر ایک مَعَاب اور مَعِيب اور مَمَال اور مَمِيل کی طرح مصدر بھی ہو سکتا ہے اور اسم بھی۔

اَعَاشَهُ اللّٰهُ عِيْشَةً رَاضِيَةً: اللہ تعالیٰ پسندیدہ زندگی گزارنا نصیب کرے۔

المَعِيْشَةُ: گزر اوقات۔ ذریعہ معاش اس کی جمع مَعَايِشُ ہے۔ جمع کے صیغے میں ہمزہ نہیں ہے۔ دراصل مَعْيِشَةٌ اور مَفْعِلَةٌ کے وزن پر مصدر ہے۔ اس میں یاء متحرک اصلی ہے۔ اسے جمع بناتے وقت ہمزہ میں مقلوب نہیں کیا جاتا۔ یہی مثال

مَكَايِلُ اور مَبَايِعُ وغیرہ کی ہے۔ اگر اسے اصل کی بجائے فرع کی بنیاد پر جمع بنائیں تو پھر ہمزہ لکھیں گے۔ اس صورت میں مَفعِلَةٌ کو فَعِيلَة کے مشابہ قرار دیں گے اس کی مثال مَصَائب ہے، کیونکہ اس کے واحد کے صیغہ یعنی مَصِيبَة میں یاء ساکن ہے۔ نحویوں میں سے بعض نے ہمزہ کو لحن قرار دیا ہے۔

التَّعَيُّش: وسائل معیشت میں تکلف۔ یا پُرتکلف زندگی۔ عَائشةُ ہمزہ سے ہے اسے بغیر ہمزہ کے عایشة نہیں کہنا چاہیے۔

ع ی ف — عَافَ الرَّجُلُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ، يَعَافُهُ: آدمی نے کھانا پینا ناپسند کیا۔ یا کھانے پینے سے نفرت کی۔ ایسے شخص کو عَائِفٌ کہیں گے۔ یعنی کھانے پینے سے متنفر۔

ع ی ل — العَيْلَةُ و العَالَةُ: فقر و فاقہ۔ بھوکے رہنا۔ کہا جاتا ہے: عَالَ يَعِيلُ عَيْلَةً و عُيُولًا: وہ نادار اور فقیر ہوا۔ عَائِلٌ: نادار اور مسکین وفقیر۔ یہی لفظ اس آیت میں آیا ہے: وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً: اگر تمہیں فقر وفاقے کا ڈر ہو۔

عِيَالُ الرَّجُلِ: آدمی کا زیر کفالت کنبہ۔ اس کا واحد کا صیغہ عَيِّلٌ ہے۔ اس کی مثال جَيِّدٌ ہے۔ اس کی جمع عَيَائِلُ ہے۔ اس کی مثال جَيَائِدُ ہے۔

أَعَالَ الرَّجُلُ: آدمی بہت عیالدار ہوگیا۔ ایسے شخص کو مُعِيلٌ کہتے ہیں۔ اور عورت کو مُعِيلَةٌ کہتے ہیں۔ اخفش رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ صاحب عیال ہوگیا۔

ع ی م — العَيْمَةُ: دودھ کی خواہش۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ اس کا معنی خواہش کی شدت ہے یعنی تڑپ۔

قَدْ عَامَ الرَّجُلُ يَعِيمُ وَيَعَامُ عَيْمَةً: آدمی دودھ کا سخت خواہشمند ہوا۔ ایسے شخص کو عَيْمَانُ کہتے ہیں۔ اور ایسی عورت کو عَيْمَاء کہتے ہیں۔

أَعَامَهُ اللّٰهُ: خدا اسے دودھ بنا چھوڑ دے۔

ع ی ن — العَيْنُ: آنکھ۔ بینائی کی حس۔ یہ مؤنث ہے اور اس کی جمع أَعْيُنٌ، عُيُونٌ اور أَعْيَانٌ ہے۔ اور اس کا اسم تصغیر عُيَيْنَة ہے۔

العَيْنُ: پانی کے چشمے کو بھی کہتے ہیں۔

عَيْنُ الرُّكْبَة: گھٹنے کا گڑھا۔ ہر گھٹنے کے دو گڑھے ہوتے ہیں اور پنڈلی کی طرف گھٹنے کے آگے ہوتے ہیں۔

العَيْنُ: چشمہ آفتاب۔

العين الدِّينَارُ: نقد دینار۔

العين: نقد جو مال وسامان کا مقابل یا ضد ہے۔

العَيْنُ: دیدبان یا جاسوس۔
عَيْنُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا بہترین حصہ۔
عين الشَّيْءِ: چیز بذات خود۔ کہا جاتا ہے کہ هُو هُو بعَيْنِهِ: وہ بالکل وہی ہے۔
وَلَا آخُذُ اِلَّا دِرْهَمِي بعَيْنِهِ: میں اپنے ہی درہم کے سواء اور کوئی درھم نہ لوں گا۔ یعنی میں بعینہ اپنا ہی درہم لوں گا۔
وَلَا اَطْلُبُ اثرًا بعد مُعَايَنَةٍ: میں خود معاینہ کرنے کے بعد کوئی نشان بطور ثبوت طلب نہیں کروں گا۔
رأسُ عين: ایک شہر کا نام ہے۔
عَيْنُ البَقر: انگور کی ایک قسم جو شام میں پائی جاتی ہے۔
اَعْيَانُ القَوْمِ: قوم کے اشراف اور سر برآوردہ لوگ۔
بَنُو الأَعْيَان: ایک ماں سے دو باپوں کی طرف سے بھائی۔ حدیث شریف میں ہے: اَعْيَانُ بنى الأمِّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بنى العَلَّات: سگے بھائی وارث ہوتے ہیں۔ سوتیلے بھائیوں کو کچھ نہیں ملتا۔
فِي المِيْزَانِ عَيْنٌ: ترازو برابر نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ أَنْتَ عَلَى عَيْنِي فِي الاكرام والحفظ جميعًا: چشم ما روشن ودل ماشاد۔ آپ کے احترام میں آنکھیں فرش راہ۔ قول خداوندی ہے: وَلِتُصْنَعَ عَلَى عَيْنِي تَعَيَّنَ الرَّجُل

المَالَ: آدمی نے مال کو نظرِ بد لگا دی۔
تَعَيَّنَ عَلَيْهِ الشَّيْءُ: اس نے اس پر ایک چیز مقرر یا لازم کر دی۔
حَفَرَ حَتَّى عَانَ: اس نے کھدائی کی حتی کہ پانی یا چشمہ نکل آیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔
اَلْمَاء مَعِيْنٌ ومَعْيُوْنٌ: پانی جاری ہے۔ یا رواں ہے۔ اعْيَنْتُ المَاءَ کا معنی بھی یہی ہے یعنی میں نے پانی کا چشمہ نکالا۔
عَانَ المَاءُ وَالدَّمعُ يَعِيْنُ عَيَنَانًا: (عین اور یاء دونوں مفتوح) چشمہ یا آنسو بہہ نکلے۔
عَانَهُ: اسے نظرِ بد لگ گئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اور اسم فاعل عَائِنٌ ہے اور اسم مفعول مَعِيْنٌ ہے۔ یہ ناقص ہے اور کامل مَعْيُوْن ہے۔
تَعْيِيْنُ الشَّيْءِ: مقرر و متعین کرنا۔ مجموعی چیزوں سے کچھ کو خالص کرنا۔
عَيَّنَ اللؤلؤه: اس نے موتی میں سوراخ کیا۔
عَايَنَ الشَّيْءَ عِيَانًا: اس نے چیز کا معائنہ کیا۔
رَجُلٌ اَعْيَنُ: (یاء مضموم و مکسور) وسیع النظر شخص۔ اس کی جمع عِيْنٌ ہے اور اس کی تانیث عَيْنَاءُ ہے۔
اَلْعِيْنَةُ: (عین مکسور) قرض۔

اِعْتَانَ الرَّجُلُ: آدمی نے ادھار چیز خریدی۔

ع ی ا—العَيّ: لُکنت ہتلاہٹ۔ ہکلا پن۔ اس کی ضد البیان ہے۔ قَدْ عَيَّ فِی مَنْطِقِهٖ: اس نے بولنے میں ہکلا پن کیا۔ اس کا اسم فاعل فَعْلٌ کے وزن پر عَيٌّ ہے۔ عَيِيَ يَعْيَا: بروزن رَضِيَ يَرْضَى: اس کا اسم فاعل عَيِيٌّ بروزن فَعِيْلٌ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عَيَّ بِأَمْرِهٖ وعَيِيَ: وہ اپنا کام درست طریقے سے نہ کر سکا۔ اس فعل میں زیادہ تر ادغام ہو جاتا ہے۔ اَعْيَاهُ اَمْرُهٗ: اس کے کام نے اس کو عاجز اور لاچار کر دیا۔ اس کی جمع کی صورت ہوگی عَيُوْا (یاء مخفف) جس طرح حَيُوْا کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اس لفظ کو عَيُّوْا (یاء مشدد) بھی کہا جاتا ہے۔

اَعْيَا الرَّجُلُ فِی الْمَشْیِ: آدمی چلنے میں عاجز آ گیا۔ ایسے شخص کو مُعْيٍ یعنی لاچار اور چلنے سے عاجز شخص کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو عَيَّانٌ نہیں کہتے۔

اَعْيَاهُ اللّٰه: خدا کرے وہ عاجز ہو جائے۔ دونوں فعل الف کے ساتھ ہیں۔

اَعْيَا عَلَيْهِ الْاَمْرُ: اس پر کام مشکل ہو گیا۔ تَعَيَّا اور تَعَايَا کا بھی یہی معنی ہے۔

دَاءٌ عَيَاءٌ: پیچیدہ اور سخت بیماری جس کا کوئی علاج نہیں۔ گویا اس بیماری نے معالجوں کو علاج سے عاجز کر دیا۔

الْمُعَايَاةُ: لاعلاج چیز، بے مداوا بات۔

باب الغین

الغـین: حروف معجم کا ایک حرف۔

غابـةٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'غ ی ب'۔

غ ب ب — الغِبُّ: (غین مکسور) وقفہ۔ اونٹ کو ایک دن چھوڑ کر ایک دن پانی پلانے کا وقفہ۔

الغِبُّ فی الزیارة: ملاقات میں وقفے کے بارے میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ملاقات ہفتہ میں ایک بار ہونا چاہیے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: زُرغِبًّا تَـزْدُ دْحُبًّا: وقفہ کے ساتھ ملاقات کرنا محبت میں اضافہ کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول حضور رسول اللہ ﷺ سے روایت حدیث ہے۔

غِبُّ کُلِّ شَیْءٍ: ہر چیز کا انجام۔ اَغَبَّنَا فُلَانٌ: فلاں شخص ہمارے پاس وقفے سے آیا۔ حدیث شریف میں ہے: اَغِبُّوْا فِی عِیَادَةِ المَرِیضِ وَاَرْبِعُوْا: مریض کی عیادت ایک دن چھوڑ کر یا دو دن چھوڑ کر تیسرے دن کرو۔

غ ب ر — الغُبارُ والغَبَرَةُ: (غین اور باء دونوں مفتوح) گردوغبار۔

الغُبْرَةُ: گرد رنگ جو غبار سے ملتا جلتا ہو۔

اِغْبَـرَّ الشَّیْءُ اِغْبِرَارًا: چیز غبار آلود ہوگئی۔

الغَبْراء: زمین۔

الغُبَیْراء: بروزن الحُمَیْرَاء: عناب کی طرح ایک مشہور ومعروف پھل۔

الغُبَیْراء: ایک شراب بھی ہے جسے حبشی لوگ جوار سے کشید کرتے ہیں۔ اور وہ نشہ لاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِیَّاکُمْ والغُبَیْـراءَ فَـاِنَّهَا خَمْـرُ العَالَمِ: غبیرا شراب پینے سے بچو، بلاشبہ وہ جہان کی شراب ہے۔

غَبَـرَ الشَّیْءُ: چیز باقی رہ گئی یا بچ گئی۔ غَبَـرَ کا معنی 'وہ گیا' بھی ہے۔ یہ لفظ کلمات اضداد میں سے ہے۔ اور اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اُغْبَرَّ وغَبَّرَ تَغْبِیرًا: گردوغبار اڑا یا اٹھا۔

غ ب ش — الغَبَش: (غین اور باء دونوں مفتوح) رات کا آخری حصہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی آخری رات کی تاریکی ہے۔

غ ب ط — الغِبْطَةُ: (غین مکسور) خوشی میں مسرور شخص کی حالت کی آرزو یا تمنا کرنا بغیر جذبۂ حسد کے کہ اس کی خوشی کو زوال

ہو۔ایک طرح کے رشک کی خوشی۔
غِبطَـهُ بِمَا نَال فاغتبط هُوَ: جو کچھ اس نے پایا اس نے اسے خوش کر دیا تو وہ خوش ہوا۔اس کا باب ضَـرَبَ ہے اور غَبطَةٌ بھی۔اس کی مثال: مَنعَهٗ، فامتنع اور حَبِسَهٗ فَاحتَبسَ ہے۔المُغتَبِطُ: (باء مکسور) خوشی میں مسرور شخص۔ابو سعید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کا اسم الغِبطَةُ ہے اور اس کا معنی اچھی حالت ہے یا خوش گزرانی ہے۔اسی سے لوگوں کا یہ قول ماخوذ ہے: اللّٰھُمَّ غَبطًا لا هَبطًا: اے اللہ! خوشی نصیب کر، اور ہمیں اچھی حالت سے نیچے نہ گرا۔ہم اس سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

غ ب ق — الغَبُوقُ رات کا مشروب یا رات کے وقت پینا۔
قَدْ غَبَقَهُ فاغتَبَقَ: اس نے اسے رات کو پلایا تو اس نے پی لیا۔اس کا باب نَـصَـرَ ہے۔

غ ب ن — غَـبَـنَـهُ فی البَيعِ اس نے اسے لین دین میں دھوکا دیا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
قَـدْ غُبِـنَ: اسے دھوکا دیا گیا۔اس کا اسم مفعول مَغبُونٌ ہے۔یعنی فریب خوردہ۔
غَبَنَ رَأيَهُ: اس نے اپنی رائے کو کم کر دیا یا ناقص بنا دیا۔اسے غَـبِـيـنٌ کہتے ہیں یعنی ضعیف الـرّائے شخص۔
فِيهِ غَبَانَةٌ: اس میں کمزوری رائے ہے۔اس کا اعراب سَفِهَ نَفسَهٗ میں بیان ہو چکا ہے۔
الغَبِينَةُ: دھوکا بازی اور فریب بالخصوص لین دین میں۔یہ لفظ غَبَنٌ سے مشتق ہے۔اسکی مثال الشَّتِيمَةُ ہے جو الشَّتمُ سے مشتق ہے۔
التَّغَابُنُ: قوم کا ایک دوسرے کو دھوکا دینا۔اسی کے پیش نظر قیامت کے دن کو یَـومُ الـتَّـغَابُن کہا گیا ہے۔کیونکہ اس روز اہل جنت اہل دوزخ کے مقابلے میں اپنا پلّہ بھاری کریں گے۔

غ ب ا — غَبِيتُ عَنِ الشَّيءِ میں چیز سے بے خبر رہا، اس میں باء مکسور ہے۔
غَبِيتُهٗ: میں اس سے بے خبر رہا۔
غَبَـــاوَةٌ: بے خبری، کند ذہنی، ناسمجھی اور نافہمی۔
غَبِيَ عَلَيَّ الشَّـيءُ: میں چیز یا بات کو سمجھ نہ سکا۔اس میں باء مکسور ہے۔اس کا مصدر غَبَــاوَةٌ ہے۔اس کا معنی ہے کہ تم نے اسے جانا یا پہچانا نہیں۔الغَبِيُّ بروزن فَعِيلٌ: ناسمجھ، کم فہم، کند ذہن۔
تَـغَـابَـيَ: وہ ایک دوسرے سے بے خبر رہے۔

غ ت م — الغُتمَةُ زبان کی لکنت۔
الأغتَمُ: وہ شخص جو اپنی بات واضح طور پر بیان نہ کر سکے۔اس کی جمع غُتمٌ ہے۔

رَجُلٌ غُتْمِيٌّ: ایسا شخص جو بات واضح طور پر بیان نہ کر سکے۔

غ ث ث – الغَثِيثُ والغَثُّ: (غین مفتوح) کمزور اور دُبلا گوشت۔ اس کا معنی ردّی اور فاسد بات بھی ہے۔ اس کا فعل غَثَّ يَغِثُّ (غین مکسور) غَثَاثَةً اور غُثُوثَةً ہے اور اسم فاعل غَثٌّ ہے۔

غ ث ر – الغَيْثَرَةُ: احمق اور بے وقوف لوگ۔ حدیث شریف میں ہے: رَعَاعٌ غَثَرَةٌ هكذا يُروىٰ: کمینے بے وقوف جاہل لوگ۔ روایت اسی طرح ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی اصل غَيْثَرَةٌ ہے۔ جس سے یاء کو حذف کر دیا گیا۔

غ ث ا – الغُثَاءُ: (غین مضموم، الف ممدود) جھاگ، چیتھڑے جنہیں سیلاب بہا کر لاتا ہے۔ اسی الغُثَّاءُ (ثاء مشدّد) کا معنی بھی یہی ہے۔

الغَثَيَانُ: خباثت نفس یا خبثِ باطن۔ قَدْ غَثَتْ نَفْسُهُ: اس کا نفس خبیث ہو گیا۔ اس کا باب رَمَىٰ ہے اور غَثَيَانًا (غین اور ثاء دونوں مفتوح) بھی۔

غ د د – الغُدَّ: گوشت میں موجود غدود۔ اس کا واحد غُدَدَةٌ اور غُدَّةٌ ہے۔

غ د ر – الغَدْرُ: بے وفائی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور اسم فاعل غَادِرٌ ہے اور غُدَرٌ بھی ہے جو عُمَرُ کے وزن پر ہے۔ گالی یا دشنام دیتے وقت دوسرا لفظ یعنی غُدَرُ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: یَا غُدَرُ! اے غدّار! یا اے بے وفا!

غَادَرَهُ: اس نے اسے ترک کر دیا۔

الغَدِيْرُ: پانی کا تالاب جس میں سیلاب پانی چھوڑ دیتا ہے، یہ اسم مُفَاعِلٌ کے معنوں میں فعيل کے وزن پر ہے۔ اور غَادَرَهُ سے مشتق ہے۔ یا پھر یہ لفظ اَغْدَرَهُ سے مُفْعِلٌ کے وزن پر مشتق ہے۔

اَغْدَرَهُ کا معنی ہے اس نے اسے چھوڑ دیا یا ترک کر دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ اپنے گھر والوں کو سخت ضرورت کے وقت قطع تعلق کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی جمع غُدْرَانٌ اور غُدُرٌ (غین اور دال دونوں مضموم) ہے۔

الغَدِيْرَةُ: واحد ہے اور اس کی جمع الغَدَائِر ہے۔ اور اس کا معنی عورتوں کی گندھی ہوئی چوٹیاں ہیں۔

غ د ف – الغُدَافُ: پہاڑی کوا۔

اَغْدَفَ الصَّيَّادُ الشَّبَكَةَ عَلَى الصَّيْدِ: شکاری نے شکار کے لئے جال بچھایا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ قَلْبَ المُؤْمِنِ اَشَدُّ ارتکاضًا من الذَّنب

يُصِيبُهُ من العُصْفُوْر حين يُغْدَفُ بِه: بے شک مومن کا دل اس گناہ پر جو اس سے سرزد ہو، اس چڑیا سے بھی زیادہ بے قرار ہوتا ہے جس پر جال ڈالا گیا ہو۔

غ د ق — الماءُ الغَدَقُ: وافر اور بھاری مقدار میں پانی۔ الغَدَقُ میں غین اور دال دونوں مفتوح ہیں۔

قَدْ غَدِقَتْ عَيْنُ الماء: پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ اس کا باب طرب ہے۔

غ د ا — الغَدَ: دراصل یہ لفظ غَدْوٌ تھا۔ اس میں واؤ کو بلاعوض حذف کیا گیا۔ بمعنی کل (آئندہ)۔

الغُدْوَةُ: (فجر کی نماز اور طلوع آفتاب کا درمیانی وقت کہا جاتا ہے: اَتَيْتُهُ غُدْوَةً: میں اس کے پاس صبح کے وقت آیا۔ یہ غیر منصرف ہے، کیونکہ یہ لفظ سحر کی طرح معرفہ ہے البتہ یہ ظروف متمکنہ میں سے ہے۔ اس کی جمع غُدًا ہے۔ کہا جاتا ہے: اٰتِيكَ غداة غدٍ: میں کل صبح تمہارے پاس آؤں گا۔ اس کی جمع الغَدَوات ہے۔ لوگوں کا یہ قول: اِنِّي لآتِيهِ الغَدَايَا و العَشَايَا: میں اس کے پاس صبح وشام آتا رہوں گا، یا آؤں گا۔ یہ ازدواج کلام ہے۔ اس کی مثال هَنَانِي الطَّعَامُ مَرَانِيْ: یہ لفظ دراصل أَمْرَانِي ہے۔ یعنی مجھے کھانا بہت اچھا خوشگوار لگا۔

الغُدُوّ بمعنی صبح الرَّوَاحُ بمعنی شام کی ضد ہے۔ قَدْ غَدَا: اس نے صبح کی۔ اس کی باب سَمَا ہے۔ قول خداوندی ہے: بِالغُدُوِّ والآصَالِ: صبحوں اور شاموں کے وقت اس سے مقصود وقت سے فعل کا اخذ ہے، جیسے کہا جاتا ہے: آتاه طُلُوْعَ الشَّمسِ: وہ اس کے پاس طلوع آفتاب کے وقت آیا۔

الغَدَاء: دوپہر کا کھانا۔ اس کی ضد العَشَاء بمعنی رات کا کھانا۔

الغَادِيَةُ: ایسے بادل جو صبح کو نمودار ہوتے ہوں۔

الإغتِدَاءُ: صبح کرنا۔

غَدَّاهُ فَتَغَدّى: اس نے اسے دوپہر کا کھانا کھلایا تو اس نے کھایا۔

الغِذَاء: غذا، خوراک، کھانا پینا۔ کہا جاتا ہے: غَذَوْتُ الصَّبِيَّ بالّلبَن: اس کا باب عَدَا ہے اور اس کا معنی میں نے اسے دودھ پلا کر پالا۔ اس معنی کو غَذَيْتُهُ (یا مخفف) سے ادا نہیں کریں گے۔ البتہ غَذَّيْتُهُ (ذال مشدد) کر کے کہتے ہیں۔

غ ر ب — الغُرْبَة الاغتراب: پردیس بے وطنی۔ تَغَرَّبَ اور اغْتَرَبَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ پردیس چلا گیا یا بے وطن ہو گیا۔

غَرِيْبٌ اور غُرُبٌ: (غین اور راء دونوں

مضموم) بے وطن، اجنبی، غیر مانوس۔ اس کی جمع الغُرَبَاءُ ہے۔
الغُرَبَاء کا معنی دور کے رشتہ دار بھی ہیں۔
اغتَرَبَ فُلَان: فلاں شخص نے غیر رشتہ داروں میں شادی کی۔ حدیث شریف میں ہے: اغْتَرِبُوْا لاتَضْوُوا: غیروں میں شادیاں کرو، اپنی اولاد کو ناتواں نہ کرو۔ اس حدیث کی تشریح اور تفسیر بذیل مادہ 'ض و ی' میں بیان کی گئی ہے۔
التَّغْرِيْبُ: جلاوطن یا ملک بدر کر دینا۔
اغْـرَبَ: اس نے ایک عجیب بات کی، یا کہی۔ اَغْـرَبَ کا معنی 'وہ غریب اور بے وطن ہو گیا' بھی ہے۔ اَسْـوَدُ غِـرْبِيبٌ بروزن قـنـديـل: کالا سیاہ۔ جب تم یہ کہو کہ غَـرَابِيـبُ سُوْدٌ: تو اس صورت میں سود، غرابیب کا بدل ہوگا کیونکہ رنگوں کی تاکید مؤکد سے پہلے نہیں آتی۔
الغَـرِبُ و المَغْرِب: دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔
غَـرَبَ: وہ دور چلا گیا۔ کہا جاتا ہے: اُغْرُبْ عَنِّي مجھ سے دور ہو جا۔
غَـرَبَتِ الشَّـمْـسُ: سورج غروب ہو گیا۔ ان دونوں کا باب دَخَلَ ہے۔
الغَرْبُ بروزن الضَّرْبُ: بڑا ڈول۔
غَرْبُ كُلِّ شَيْءٍ کا معنی ہر چیز کی حد بھی ہے۔

الغَـارِبُ: اونٹ کی کوہان سے کر گردن تک کا حصہ، اسی سے یہ قول ماخوذ ہے کہ: حَبْلُكِ علٰى غَـارِبِكِ: تیری رسی تیری کوہان پر ہے۔ یعنی تو آزاد ہے جہاں تمہارا دل چاہے، چلی جاؤ۔ یہ طلاق کا کنایہ بھی ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ اونٹنی جب چرتی ہے تو نکیل اس کی کوہان پر ڈال دی جاتی ہے تو وہ اسے دیکھتی ہے تو اسے کوئی اور چیز اچھی نہیں لگتی۔ آزادی سے چرتی ہے۔
غ ر ب ل — الغِرْبَالُ: چھلنی۔
غَرْبَلَ الدَّقيقَ: اس نے آٹا چھانا۔
غ ر ث — الغَرْثَانُ: بروزن العطشانُ: بھوکا مرد۔
الغَـــرْثَى: بھوکی عورت۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
غ ر د — الغَـــرَدُ: چہچہانا، (غین اور راء دونوں مفتوح)۔
غَـرِدَ الطَّائِرُ: پرندہ چہچہایا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل غَرِدٌ ہے۔
غَرَّدَ تَغْرِيْدًا اور تَغَرَّدَ تَغَرُّدًا کا معنی بھی یہی ہے۔
غ ر ر — الغُرَّةُ: (غین مضموم) گھوڑے کی پیشانی پر سفیدی جو درہم کی گولائی سے زیادہ ہو۔ کہا جاتا ہے: فَرَسٌ اَغَرُّ الاغَرُّ کا معنی سفید بھی ہے۔

قَوْمٌ غُرَّانٌ اور رَجُلٌ اَغَرُّ: شریف لوگ اور شریف شخص بھی۔
فُـلانٌ غُرَّةُ قَوْمِهِ: فلاں شخص اپنی قوم کا سردار ہے۔ غُـرَّةُ كُـلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا اول اور اشرف۔ الغُـرَّةُ: غلام اور لونڈی۔ حدیث شریف میں ہے: فِي الجَنِيْنِ بِغُـرَّةٍ: گویا آپ ﷺ نے سارے جسم کو بغُرَّة قرار دیا ہے۔
رَجُـلٌ غِـرٌّ: ناتجربہ کار آدمی۔ جَارِيَةٌ غِـرَّةٌ وغَـرِيْرَةٌ اور غِـرٌّ بھی۔ ناتجربہ کار لونڈی۔
الـغَـرَارَة: نوعمری۔ لاابالی پن (غین مفتوح) اس کا اسم الـغِـرَّةُ (غین مکسور) نوعمری و ناتجربہ کاری۔
الغِرَّةُ: کا معنی غفلت بھی ہے۔
الغارُّ: (راء مشدد) غافل۔
اغْتَـرَّ الرَّجُلُ واغترَّ بالشَّيْءِ: آدمی کو دھوکا لگا۔
الـغَـرَرُ: (غین اور راء دونوں مفتوح) خطر، ڈر۔ پیغمبر علیہ السلام نے بیع غرر سے منع فرمایا۔ اس کی مثال پانی کے اندر کی مچھلیوں کی اور فضا میں اڑتے پرندوں کی خرید و فروخت ہے۔
الغَـرُوْرُ: شیطان۔ قول خداوندی ہے: وَلَا يَغُـرَّنَّكُم بِاللّٰهِ الغَرُوْرُ: اللہ کے معاملے میں شیطان تمہیں دھوکا نہ دے۔

الغَرُوْرُ: کا معنی دوائی کے غرارے کرنا بھی ہے۔
الغُرُوْرُ: (غین مضموم) مال و متاع دنیا کے ذریعے غفلت اور دھوکے کا شکار ہونا ہے۔
الغِرَارُ: (غین مکسور) اونٹنی کے دودھ میں کمی واقع ہونا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا غِـرَارَ فِي الصَّـلاةِ: نماز میں رکوع و سجود میں کمی کرنا نہیں ہے، یعنی ناتکمل سجدہ یا رکوع کرنا نہیں ہے۔ الغِـرَارَةُ (غین مکسور) اس کی جمع غَـرَائِـرُ ہے۔ بمعنی چارہ، بھوسہ۔ میرا خیال ہے کہ یہ معرب ہے۔
غَـرَّهُ يَـغُـرُّهُ (غین مضموم) غُرُوْرًا: اس نے اسے دھوکا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ: مَـا غَرَّكَ بِفُـلَانٍ: تم نے اسے دھوکا دینے کی جرأت کیسے کی۔
التَّغْرِيْرُ: دھوکہ دینے کی خواہش رکھنا۔
غَـرَّرَ بِنَفْسِهِ تَغْرِيْرًا وتَغِرَّةً: (غین مکسور) اس نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا۔
الغَرْغَرَةُ: روح کا حلق میں اٹک جانا۔
غ ر ز — غرز الشَّيْءَ بالابرة: اس نے کسی چیز کو سوئی کے ساتھ چبھویا۔ اس کا باب ضَـرَبَ ہے۔ الغَـرِيْزَةُ بروزن الغَرِيْبَةُ: مزاج اور طبیعت۔
غ ر س — غَرَسَ الشَّجَرَ: اس نے پودا

لگایا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الغِـرَاسُ: کھجور کے درخت کی شجرکاری یا چھوٹا پودا جو ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لگایا جاتا ہے۔اس کا معنی شجرکاری کا وقت بھی ہے۔

غ ر ض ــ الغَرَضُ: نشانہ جس پر تیراندازی کی جاتی ہے۔فَهِمَ غَرَضَهُ: اس نے اس کا مقصد سمجھ لیا یا بوجھ لیا۔

غ ر ف ــ غَرَفَ المَاءَ بِيَدِهِ: اس نے چلو سے پانی پیا۔باب ضَرَبَ.

اغترف منه: اس نے اس سے چلو بھر پانی پیا۔

الغَـرْفَةُ: (غین مفتوح) ایک دفعہ کا پینا۔ اسی لفظ کو غین مضموم کے ساتھ کہیں تو یہ اسم مفعول ہے کیونکہ جب تک چلو بھر پانی پیا نہ جائے تب تک اسے غُرْفَةٌ نہیں کہہ سکتے۔اس کی جمع غِـرَاف ہے۔اس کی مثال نُطْفَةٌ کی جمع نِطَاف ہے۔

المِـغْـــرَفَةُ: (میم مکسور) جس سے چلو بھرا جائے۔

الغُـرْفَةُ العِـلِّـيَّـةُ: بالاخانہ۔اس کی جمع غُـرُفَاتٌ (راء مضموم،مفتوح اور ساکن) اور غُرَفٌ ہے۔

غ ر ق ــ غَرِقَ فِي المَاءِ: وہ پانی میں غرق ہوگیا۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔اس کا اسم فاعل غَـرِقٌ اور غَارِقٌ ہے۔

أَغْرَقَهُ: اس نے اسے ڈبو دیا۔

أَغْرَقَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے ڈبو دیا۔ غَـرَّقَـهُ کا معنی بھی یہی ہے،اس کا اسم مفعول مُغْرَقٌ ہے،اور غَرِيْقٌ ہے۔

لِجَـامٌ مُغْرَقٌ بالفضَةِ: چاندی کا جڑاؤ کی ہوئی لگام۔

التَغْرِيْقُ کا معنی مطلق قتل بھی ہے۔

أَغْرَقَ النَّازِعُ فِي القَـوسِ: تیرانداز نے کمان کا چلّہ چڑھایا۔میرا کہنا ہے کہ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَالنّٰزِعٰتِ غَـرْقًا: ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر کھینچ لیتے ہیں۔

الاسْتِغْـرَاق: استیعاب،مکمل انہماک۔ پوری طرح احاطہ کرنا۔الغُـرْنَـيْقُ (غین مضموم،نون مفتوح) لمبی گردن والا آبی جانور،سارس سے مشابہ پرندہ۔

غ ر ق أ ــ الغِرْقِيءُ: انڈے کی سفیدی کی جھلّی۔

غ ر ق د ــ الغَرْقَدُ: بروزن الفَـرْقَدُ: ایک درخت۔بقـيع الغَـرْقَـدُ: مدینہ شریف میں قبرستان کا نام۔اسے جنت البقیع کہتے ہیں۔

غ ر م ــ الغَرَامُ: دائمی شر اور دائمی دکھ اور عذاب۔قول خداوندی ہے: إِنَّ عَـذَابَهَا كَانَ غَرَامًا: بے شک اس کا عذاب بڑی تکلیف دہ چیز ہے۔ابوعبیدہ نے اس کا معنی بتایا ہے کہ ان کے لئے ہلاکت اور مستقل طور پر ساتھ رہنے والا دکھ۔

رَجُلٌ مُغْرَمٌ: قرض اور تاوان تلے دبا ہوا شخص۔ أُغْرِمَ بالشَّيْئِ: وہ کسی چیز پر فریفتہ ہو گیا۔

الغَرِيْمُ: مقروض۔ کہا جاتا ہے: خُذْ مِنْ غَرِيْمِ السُّوءِ مَا سَنَحَ: نادہندہ یا برے مقروض جو مل سکے لے لو، غَرِيْمٌ کا معنی قرض خواہ بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کُثَیِّر کا قول ہے:

قَضَى كُل ذِي دَيْنٍ فَوَفَّى غَرِيْمَهُ
وعَـزَّةُ مَمْطُولٌ مُعَنًّى غَرِيْمُهَا

اَغْرَمَهُ اور غَرَّمَهُ تَغْرِيْمًا: کا ایک ہی معنی ہے۔

الغَرَامَةُ. تاوان یا جرمانہ۔ جس کی ادائیگی لازمی ہوتی ہے۔ المَغْرَمُ اور الغُرْمُ دونوں کا معنی بھی یہی ہے۔

قَدْ غَرِمَ الرَّجُلُ الدِّيَةَ: (دال مکسور) غُرْمًا آدمی پر تاوان ڈالا گیا۔

غ ر ا — الغِرَاء: گوند جس سے کاغذ وغیرہ چپکاتے ہیں، اگر غین کو مفتوح کریں تو الف مقصور ہوگا اور اگر غین کو مکسور کریں تو الف ممدود ہوگا۔ یعنی الغَرى اور الغِرَاء) مثلاً: کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً: غَرَوْتُ الجِلْدَ بالغِرَاءِ: میں نے جلد کو گوند کے ساتھ چپکایا۔ اور أغْرَيْتُ الكَلْبَ بالصيد: میں نے کتے کو شکار پر ابھارا۔

اَغْرَيْتُ بينهُمْ: میں نے ان کے درمیان پھوٹ ڈال دی۔ اس کا اسم الغـراۃُ ہے۔

غَرِىَ بِهِ: وہ اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔ اور اس کا اسم الغُراءُ ہے۔ (غین مفتوح اور مضموم)۔

الغَرْوُ: تعجب۔

قَدْ غَرَا: اسے تعجب ہوا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ لوگوں کا قول ہے: لَاغَرْوَ: تعجب کی بات نہیں ہے۔

غ ز ر — الغَزَارَةُ: کثرت۔ اس کا باب ظرف ہے، اور اسم فاعل غَزِيْرٌ ہے۔

غَزَّةُ: شام کی پہاڑیوں پر واقع جگہ جہاں نبی کریم ﷺ کے جد ہاشم کی قبر ہے۔

غ ز ز — الغُزّ: ترکوں کی ایک قوم یا نسل۔

غ ز ل — الغَزَال: ہرن جس وقت کلیلیں بھرتا ہے۔ اس کی جمع غِزْلَةٌ اور غِزْلَانٌ ہے۔ اور اس کی مثال غِلْمَةٌ اور غِلْمَانٌ ہے۔

غَزَالَةُ الضُّحى: دن کا پہلا حصہ۔

الغَزَالَة کا معنی سورج بھی ہے۔

غَزَلَتِ المَراۃُ القُطْنَ: عورت نے روئی کات لی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اغْتَزَلَتْهُ: اس عورت نے اسے کاتا۔

الغَزْلُ: کاتی ہوئی روئی وغیرہ۔

المُغْزَلُ: (میم مضموم اور مکسور) چرخا جس پر روئی اور اون کاتتے ہیں۔ الفَرَّاء کا قول ہے کہ یہ لفظ دراصل مضموم المیم ہے کیونکہ یہ

اُغْزِلُ سے مشتق ہے یعنی اُدِيْرَ وفُتِلَ: (اسے پھیرا گیا اور بٹا گیا)۔

اَغْزَلَتِ المَرْاَةُ: عورت نے چرخا چلایا۔

رَجُلٌ غَزِلٌ: عورتوں سے اظہار محبت کرنے والا آدمی۔

قَدْ غَزِلَ: اس نے عورتوں سے اظہار محبت کیا یا غزل کہی۔ اس کا باب طرب ہے۔

غ ز ا – غَزَوْتُ العَدُوَّ: میں نے دشمن سے جنگ کی۔ اس کا باب عدا ہے۔ اور اس کا اسم الغَزَاةُ ہے۔

رَجُلٌ غَازٍ: غازی مرد۔ جنگجو مرد۔ اس کی جمع غُزَاةٌ ہے۔ اس کی مثال قاضٍ کی جمع قُضَاة ہے۔ دوسری مثال سَابِقٌ کی جمع سُبَّق ہے۔ اس کی ایک جمع غَزِيٌّ ہے۔ جس کی مثال حَاجٌّ کی جمع حَجِيْجٌ ہے اور قَاطِن کی جمع قَطِيْنٌ ہے۔ ایک اور جمع غُزَّاءٌ ہے جس کی مثال فَاسِقٌ کی جمع فُسَّاقٌ ہے۔

اَغْزَاهُ: اس نے اسے جنگ کے لئے تیار کیا یا آمادہ کیا۔

مَغْزَى الكَلَامُ: بات کا مغز یا خلاصہ یا لب لباب۔ اس میں میم مفتوح اور زای مفتوح۔ عَرَفْتُ مَا يُغْزَى مِنْ هذا الكلام: میں سمجھ گیا کہ اس کلام کا مقصد کیا ہے۔

غ س ق – الغَسَقُ: رات کی ابتدائی تاریکی۔

غَسَقَ اللَّيْلُ: رات تاریک ہوگئی یا رات کی تاریکی چھاگئی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

الغَاسِقُ: شفق غائب ہونے کے بعد کا رات کا وقت۔ قول خداوندی ہے: وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اذا وَقَبَ: اور شب تاریک کے شر سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے: 'جب رات داخل ہو جائے'۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد چاند ہے۔

الغَسَّاقُ: ٹھنڈا اور بدبودار۔ اسے مخفف اور مشدد دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ قول خداوندی میں یہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے یعنی: اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا اور غَسَاقًا.

غ س ل – غَسَلَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو دھویا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس کا اسم الغُسْلُ ہے۔ (سین مضموم بھی اور ساکن بھی)۔

الغِسْلُ: (غین مکسور) برگ خطمی وغیرہ جس سے سر دھویا جاتا ہے۔ الاَخفش کا قول ہے: اسی سے الغِسْلِيْنُ کا لفظ مشتق ہے۔ اس کا معنی اہل دوزخ کے گوشت اور خون کا دھوون ہے۔ اس میں صرف یاء اور نون کا

اضافہ کیا گیا ہے۔
اِغْتَسَلَ بِالْمَاءِ: اس نے پانی کے ساتھ غسل کیا۔ الغَسُوْلُ: وہ پانی جس سے غسل کیا جائے۔ المُغْتَسَلُ کا معنی بھی یہی ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: هٰـذا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وشَرَابٌ: یہ نہانے کے لئے ٹھنڈا پانی اور مشروب یعنی پینے کا پانی ہے۔
المَغْسِلُ: (سین مفتوح اور مکسور) مردوں کے نہانے کی جگہ۔ اس کی جمع مَغَاسِلُ ہے۔
الغُسَالَةُ: جس سے کوئی چیز دھوئی جائے۔
وشَيْءٌ غَسِيْلٌ ومَغْسُوْلٌ: دھلی ہوئی چیز۔
مِلْحَفَةٌ غَسِيْلٌ: دُھلا ہوا لحاف۔ شاید غَسِيْلَةٌ پر لغت کا حکم لاگو ہوتا ہے مثلاً: النَّطِيْحَةُ: یعنی ٹکروں سے مرا ہوا جانور بطور مفعول۔ حضرت حنظلہ بن الراھب رضی اللہ عنہ کو غَسِيْلُ الملائکۃ کہا جاتا ہے۔ وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ اور انہیں فرشتوں نے غسل میت دیا تھا۔

غ ش ش—غَشَّهُ يَغُشُّهُ: (شین مضموم) غِشًّا: (غین مکسور) اس نے اسے دھوکا دیا۔
شَيْءٌ مَغْشُوْشٌ: ملاوٹ والی یا دھوکے والی چیز۔
اِسْتَغَشَّهُ: اس نے اسے دھوکے باز سمجھا۔ اس کی ضد استنصحهُ یعنی اس نے اسے خیر خواہ جانا۔

غ ش م—الغَشْمُ: ظلم، زیادتی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

غ ش ا—الغِشَاءُ: ڈھکن، پردہ۔
جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشْوَةً: (غین مفتوح مضموم اور مکسور) اس نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔
غِشَاوَةٌ: پردہ۔ قول خداوندی میں یہی لفظ ہے۔ فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ: پس ہم نے ان پر پردہ ڈال دیا تو انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔
الغَاشِيَةُ: قیامت جو اپنی ہولناکیوں کے ذریعے چھا جائے گی۔
الغَاشِيَةُ: زمین کا غلاف۔
غَشَّاهُ تَغْشِيَةً: اس نے اسے ڈھانپ لیا یا ڈھک دیا۔
غَشِيَهُ بالسَّوْطِ: اس نے اسے کوڑے سے مارا۔
غَشِيَهُ غِشْيَانًا: وہ اس کے پاس آیا۔
أَغْشَاهُ إِيَّاهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے ڈھانپ دیا یا اسے کسی اور نے اکسایا یا بھڑکایا۔
غُشِيَ عَلَيْهِ: اس پر غشی آگئی۔ (غین مضموم) غَشْيَةً وغَشْيًا وغَشَيَانًا:

(غین اور شین دونوں مفتوح) اس کا اسم مفعول مَغْشِيٌّ عَلَيْهِ: جسے غشی آ گئی ہو۔
اِسْتَغْشَى بِثَوْبِهِ: اس نے کپڑا اُوڑھ لیا۔
واَغْشَى بِهِ کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی اس نے اپنا آپ ڈھانپ لیا۔

غ ص ب — اَلْغَصْبُ: جبر وظلم سے کسی کی کوئی چیز لے لینا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہتے ہیں: غَصَبَهُ مِنْهُ: اس نے چیز اس سے چھین لی، یا جبراً لے لی۔
اَلْاِغْتِصَابُ کا بھی یہی معنی ہے۔ جبراً چھینی ہوئی چیز کو غصب یا مَغْصُوب کہتے ہیں۔

غ ص ص — اَلْغُصَّةُ: گلا گھٹنا۔ پھندا لگنا۔ اندوہ۔ غم اس کی جمع غُصَصٌ ہے۔
اَلْغَصَصُ: (غین اور صاد دونوں مفتوح) اس کا مصدر غَصِصْتُ بِالطَّعَامِ: مجھے کھانے سے گلے میں پھندا لگ گیا۔
اَغَصُّ غَصَصًا: مجھے گلے میں پھندا لگتا ہے۔
غَاصٌّ بِهِ: جس سے گلے میں پھندا لگے۔
غَصَّانٌ کا بھی یہی معنی ہے۔
اَغْصَنِيْ غَيْرِيْ: مجھے کسی دوسرے نے پھندا لگوایا۔
اَلْمَنْزِلُ غَاصٌّ بِالْقَوْمِ: گھر لوگوں سے بھرا پڑا ہے۔

غ ص ن — اَلْغُصْنُ: درخت کی ٹہنی۔ اس کی جمع اَغْصَانٌ، غُصُوْنٌ، غِصَنَةٌ۔ اس کی مثال قُرْطٌ اور قِرَطَةٌ ہے۔ غَصَنَ الْغُصْنَ: اس نے درخت کی ٹہنی کاٹ دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اَبُوالْغُصْنِ: جحا کی کنیت ہے۔ جحا شیخ چلّی کی طرح ایک فرضی مزاحیہ کردار ہے۔

غ ض ب — غَضِبَ عَلَيْهِ: وہ اس پر ناراض ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
مَغْضَبَةٌ: غصہ اور ناراضگی۔ اس کی مثال اور وزن مَتْرَبَةٌ ہے۔
رَجُلٌ غَضْبَانٌ: ناراض اور غضب بھرا شخص۔
اِمْرَأَةٌ غَضْبَى: غضبناک عورت۔ قبیلہ بنی اسد کے لہجے میں ایسی عورت کو غَضْبَانَةٌ کہتے ہیں۔ وہ اسی طرح دوسرے الفاظ ملآنۃ اور اس سے ملتے جلتے الفاظ بولتے ہیں۔
قَوْمٌ غَضْبَى وغضابى: غضبناک قوم۔ اس کی مثال سَكْرَى اور سُكَارَى ہے۔
رَجُلٌ غُضُبَّةٌ: (غین اور ضاد مضموم اور باء مشدّد) سریع الغضب آدمی۔
غَضِبَ لِفُلَانٍ: وہ فلاں شخص سے ناراض ہوا۔ اگر فلاں شخص زندہ ہو اور اگر وہ مر گیا ہو تو غَضِبَ بِهِ کہتے ہیں۔
غَاضَبَهُ: اس نے اسے ناراض کر دیا۔ قول خداوندی ہے: "مُغَاضِبًا" اپنی قوم سے ناراض ہو کر۔

اِمْـرَأَةٌ غَضُـوبٌ: چڑچڑی عورت۔
الغَضَبُ الأحمَرُ: شدید غضب۔ کہا جاتا ہے: اَحْمَرُ غَضَبٌ: یعنی شدید غضب۔
غ ض ض — غَضَّ طَرْفَهُ: اس نے اپنی نظر جھکالی۔
غَضَّ مِن صَوتِهِ: اس نے اپنی آواز دھیمی کردی۔
كُلَّ شَيْءٍ كَفَفْتَهُ فَقَدْ غَضَضْتَهُ: ہر وہ چیز جسے تو روکے گویا تم نے اسے چھپا لیا۔ ان تمام افعال کا باب رَدَّ ہے۔ اہل حجاز کے لہجے میں اس سے فعل امر اُغْضُضْ مِنْ صَوتِكَ ہے۔ اور اہل نجد کے لہجے میں غُضَّ طَرْفَكَ یعنی اپنی نظریں نیچی کرو۔ اس کا امر ہے۔ وہ ضاد کا ادغام کرتے ہیں۔
ظَبْيٌ غَضِيضُ الطَرفِ: ناقص نظر ہرن۔ یا کمزور نظر ہرن۔
غَضُّ الطَرف: تکلیف یا آزار کا احتمال۔ شَيْءٌ غَضٌّ: تروتازہ چیز۔ اس لفظ کو یوں استعمال کیا جاتا ہے: غَضِضْتَ (ضاد مکسور اور مفتوح) غَضَاضَةً وغُضُوضَةً: تم تروتازہ ہو۔ ہر تروتازہ چیز غَضٌّ کہلاتی ہے۔ مثلاً: شباب یعنی جوانی وغیرہ۔
غَضَّ مِنْهُ: اس نے اس کی قدر و منزلت کم کردی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: لَيْسَ عَلَيْهِ فِي هٰذَا الأَمْرِ غَضَاضَةٌ: اس معاملہ میں اس پر کوئی ذلت رسوائی نہیں ہے۔

غ ض ف ر — الغَضَنْفَرُ: شیر۔
غ ض ی — الغَضَى: درخت۔
الاِغْضَاءُ: بھوؤں کا قریب کرنا۔
غ ط س — الغَطْسُ فِي الْمَاءِ: پانی میں ڈبکی لگانا۔ غوطہ دینا۔
قَدْ غَطَسَهُ فی الماء: اس نے اسے پانی میں غوطہ دیا۔ المِغْنَطِيْس: مقناطیس بروزن الزنجبیل۔ ایک خاص پتھر جو لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہ کلمہ معرب ہے۔
غ ط ش: اَغْطَشَ اللهُ اللَّيْلَ: اللہ نے رات کو تاریک کیا۔ اَغْطَشَ اللَّيل: رات تاریک ہوگئی۔
غ ط ط — غَطَّهُ فی الماء: اس نے اسے پانی میں غوطہ دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اِنْغَطَّ فِی الماء: اسے پانی میں غوطہ لگ گیا۔ یا اس نے پانی میں غوطہ کھایا۔ غَطِيْطُ النَّائم والمَخْنُوق نَخِيْرُهُ: سوتے میں خراٹے لینا اور گلا گھٹنے سے نکلنے والی خرخراہٹ کی آواز۔
غ ط ی — الغِطَاءُ: پردہ، ڈھکن۔ جس سے کچھ ڈھانکا یا ڈھانپا جائے۔ غَطَّاهُ تَغْطِيَةً: اس نے اسے ڈھک دیا یا ڈھانپا۔ یہ کلمہ بغیر طاء مشدد کے صرف غطاہ بھی ہے اور اس کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔
غ ف ر — الغَفْرُ: ڈھکنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
المِغْفَرُ بروزن المِبضَع: خود، ہیلمٹ۔ سر کی گولائی کے مطابق جالی دار

بُنی ہوئی زرّہ جو قلنسوۃ کے نیچے سر پر پہنی جاتی ہے۔
اِسْتَغْفَرَ اللّٰہَ لِذَنْبِہٖ ومِنْ ذَنْبِہٖ: اس نے اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگی۔
غَفَرَ لَہٗ: تو اللہ نے اس کی مغفرت کر دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ غُفْرَانًا اور مغفرۃ بھی ہے۔ اِغْتَفَرَ ذَنْبَہٗ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا اسم فاعل غَفُوْرٌ ہے۔ اس کی جمع غُفُرٌ ہے۔ اس میں غین اور فاء دونوں مضموم ہیں۔ لوگوں کا یہ قول ہے کہ:
جَآءُوْا جَمَّاءَ غَفِیْرًا: (الف ممدود) اور الجَمَّاءَ الغَفِیْرَ: وہ اپنی سب جماعت لے کر آ گئے جس میں ہر شریف اور رذیل شامل تھا۔ ان میں سے کوئی بھی چھوٹا نہ تھا۔ اور وہ بڑی تعداد میں تھے۔
الجَمَّاءُ الغَفِیْرُ کو مصدر ہونے کے لحاظ سے نصب دی گئی۔ مثلاً: تمہارا یہ قول کہ جَآءُوْا جَمِیْعًا وطُرًّا وقَاطِبَۃً وکافۃً: یعنی وہ سب کے سب آ گئے۔ اور الف لام کی مثال اَوْرَدَھَا العِرَاکَ کی سی ہے۔
غ ف ص — غافَصَہٗ: اس نے اسے اچانک جالیا۔ یا اسے بے خبری میں جا پکڑا۔
غ ف ل — غَفَلَ عَنِ الشَّیْءِ: وہ چیز سے غافل ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور غَفْلَۃٌ ہے۔
اَغْفَلَہٗ عَنْہُ غَیْرُہٗ: کسی اور نے اسے اس سے غافل کر دیا۔
اَغْفَلَ الشَّیْءَ: کسی چیز کا یاد سے اتر جانا۔
تَغَافَلَ عَنْہُ: اس نے اس سے غفلت یا لاپرواہی کی۔
تَغَفَّلَہٗ: اس نے اس سے غفلت کا بہانہ کیا۔ ان جان بن جانا۔
المُغْفَلَۃُ فِی الحَدِیْثِ: نچلے ہونٹ اور تھوڑی کا درمیانی حصہ۔ (حدیث شریف میں اس لفظ کا یہ معنی ہے)۔
غ ف ا — اَغْفٰی: وہ سو گیا۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ اسے غفا نہیں کہنا چاہیے۔
غ ل ب — غَلَبَ: اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ مصدر غَلَبَۃً اور غَلَبًا ہے۔ (دونوں لام مفتوح) اس نے اس پر غلبہ پالیا۔
غَالَبَہٗ مُغَالَبَۃً وغِلابًا: (غین مکسور) کا معنی بھی یہی ہے۔
تَغَلَّبَ عَلَی البَلَدِ: وہ ملک پر جبراً قابض ہو گیا۔
الغَلَّابُ: شدید غلبے والا۔
المُغَلَّبُ: بار بار مغلوب ہونے والا۔
تَغْلِبُ: (لام مکسور) ایک قبیلہ کا مورثِ اعلیٰ۔ اس کی صفت نسبتی التَّغْلَبِیّ لام

مفتوح ہے۔ (یاء کے ساتھ آگے پیچھے ایک ہی جگہ دو کسریں یا زیریں آنے سے بچتے ہوئے) شاید اسے اس لیے مکسور کیا گیا کہ اس میں دو حرف غیر مکسور ہیں۔ لہٰذا نَـمِـرُ کی صفت نسبتی میں اس میں فرق ہو گیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا مطلب ہے کہ نَمِر میں صرف ایک حرف غیر مکسور ہے، لہٰذا اس کی صفت نسبتی کسرہ سے نہیں بلکہ فتحہ سے بنائی گئی۔ صاحب کتاب نے کہا کہ حَدِيقَةٌ غَلْبَاءُ بروزن حَمْرَاءُ یعنی درختوں لپٹا ہوا باغ۔ یا درختوں بھرا باغیچہ۔

حَدَائِق غُلْبٌ: درختوں بھرے باغ۔

الغَلَبَةُ اور الغُلُبَّةُ: جبر اور قہر۔

غ ل ت — غَلِتَ: اس کی مثال غَـلِـطَ وزن اور معنی ہر دو اعتبار سے یعنی اس سے غلطی ہوگئی۔ یا بھول ہوگئی۔ اس کا باب طـرب ہے۔ ابوعمرو کا قول ہے: الغَلَتُ: حساب میں غلطی کرنا ہے۔ اور الـغَلَط: بات کرنے میں غلطی کرنا ہے۔

غ ل س — الغَلَسُ: غین اور لام دونوں مفتوح) آخری رات یعنی رات کے آخری حصے کی تاریکی۔

التَّـغْـلِـيْـسُ: منہ اندھیرے چل پڑنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: غَلَّسْنَا الْمَاءَ: یعنی ہم منہ اندھیرے پانی کے گھاٹ پر گئے۔ اس طرح منہ اندھیرے نماز پڑھنے کو بھی بِغَلَسٍ کہتے ہیں۔

غ ل ص م — الغَلْصَمَةُ: حلقوم کا سرا۔ یہ گلے میں سب سے زیادہ ابھری ہوئی جگہ ہے۔

غ ل ط — غَلِطَ فِي الأَمْرِ: اس سے کام میں غلطی ہوگئی۔ اس کا باب طـرب ہے۔

أَغْـلَـطَـهُ غَيْـرُهُ: کسی اور نے اس سے غلطی کرا دی۔ عرب کہتے ہیں کہ غَلِـطَ فِي مَنْطِقِهِ: اس نے بولنے میں غلطی کی، اور غَلِتَ: اس نے حساب میں غلطی کی۔ اور بعض اسے ایک ہی معنی ومفہوم کے دو مختلف لہجے کہتے ہیں۔

غَـالَطَهُ: اس نے اسے مغالطہ دیا۔ یا دھوکا دیا۔ غَلَّطَهُ تَغْلِيطًا: اس نے اسے کہا کہ تم نے غلطی کی ہے۔

الأُغْـلُـوطَـةُ: الف مضموم۔ مسائل میں جسے غلط قرار دیا جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے اغلوطات سے منع فرمایا۔ یعنی آپ ﷺ نے غلطی میں ڈالنے والے سوالات کرنے سے منع فرمایا۔

غ ل ظ — غَلُظَ الشَّيْءُ: (غین مضموم) غِلَظًا: چیز گاڑھی ہوگئی۔ غِلَظًا بروزن عِنَبًا. اسْـتَـغْـلَظَ کا معنی بھی یہی ہے۔

رَجُلٌ فِـيهِ غِلْظَةٌ: ایک شخص جس کے اندر درشتی اور کرختگی ہو۔ غِلْظَةٌ کا غین مکسور، مضموم اور مفتوح تینوں حرکتوں کے ساتھ ہے۔

غِلَاظَـةٌ: (غین مکسور) کھردار پن۔ موٹاپا۔

اَغْلَظَ لَهُ فِي الْقَوْلِ: اس نے اس سے کرختگی سے بات کی۔

غَلَّظَ عَلَيْهِ الشَّيْءَ تَغْلِيظًا: اس نے اس پر چیز سخت کردی۔ الدِيَةُ المُغَلَّظَةُ: دیت مغلظه اور اليَمِيْنُ المغلظه: تاکیدی قسم۔

اَغْـلَـظَ الثَّوْبَ: اس نے کھردرا اور موٹا کپڑا خریدا۔

اِسْتَغْلَظَهُ: کھردرے پن کی وجہ سے اس نے کپڑا خریدنا چھوڑ دیا۔

غ ل ف — الغِلَافُ: غلاف۔

غِـلَافُ السَّيف: تلوار کی ڈھال۔

غِلَافُ الغَارُوْرَةِ: بوتل کا غلاف۔

غَلَـفَ الشَّـيْءَ: اس نے چیز کو تھیلے یا لفافہ میں رکھ دیا یا چیز پر غلاف چڑھا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

أَغْلَفَهُ: اس نے اس کے لئے غلاف بنایا۔

اَغْلَفَهُ کا معنی غلاف میں ڈالا بھی ہے۔

تَغَلَّفَ الرَّجُلُ بِالغَـالِيَةِ: آدمی نے غالیہ خوشبو لگائی۔

غَلَّفَ بِهَا لِحْيَتَهُ: اس نے اپنی داڑھی میں غالیہ خوشبو لگائی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

قَلْبٌ اَغْـلَـفُ: ایسا دل جس پر غلاف چڑھ گیا ہوا اور اسے کچھ سمجھ نہ آرہی ہو۔ قول خداوندی ہے: وَقَـالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ: انہوں نے کہا کہ ہمارے دل غلاف میں لپٹے ہوئے ہیں۔ یعنی ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔

رَجُلٌ اَغْلَفُ: غیر مختون شخص۔ ہر وہ چیز جو غلاف میں لپٹی ہو، اَغْلَفُ کہلاتی ہے۔

غ ل ق — أَغْلَقَ البَابَ: اس نے دروازہ بند کیا۔ اس کا اسم مفعول مُغْلَق ہے اور اسم الغَلْقُ ہے۔

غَـلَـقَـهُ: ان معنوں میں یہ لفظ ردی اور متروک ہے۔ غَـلَّقَ الأَبوَابَ: اس نے سارے دروازے بند کئے۔ غلق پر تشدید کثرت کی وجہ سے ہے۔ ممکن ہے لوگوں نے اسے اَغْلَقَ ہی کہا ہو۔

الغَلَقُ (غین اور لام دونوں مفتوح)۔

المِـغْـلَاقُ: وہ چیز جس سے دروازہ بند کیا جائے۔ غَلِقَ الرَّهْنُ: اس کا باب طرب ہے معنی رہن بند ہوگیا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب مشروط وقت کے اندر اندر تک رہن نہ ہو تو پھر رہن یعنی جس کے پاس کوئی چیز گروی رکھی گئی ہو وہ اس چیز کا مالک اور حقدار ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ: رہن کو روکا نہیں جاسکتا۔

اِسْتَغْلَقَ عَلَيْهِ الكَلَامُ: اسے بات کرنا مشکل ہوگیا۔

كَلَامٌ غَلِقٌ: مشکل کلام۔
غ ل ل—الغَلَّةُ: غلہ، اناج۔ اس کی جمع الغَلَّاتُ ہے۔
الغِلَالَةُ: ایک مخصوص کپڑا شلوکہ جو قمیض یا زرہ کے نیچے بھی پہنا جاتا ہے۔
الغِلُّ: غین مکسور۔ دھوکہ دینا اور حسد کرنا بھی۔
قَدْ غَلَّ صَدْرُهُ يَغِلُّ: (غین مکسور) غِلًّا: وہ حسد اور بغض سے بھر گیا۔
الغُلُّ: (غین مضموم) اس کی جمع الاَغْلَالُ ہے، طوق، بیڑی، قلادہ۔ کہا جاتا ہے کہ: فِي رَقَبَتِهٖ غُلٌّ مِنْ حَدِيْدٍ: اس کی گردن میں لوہے کا طوق پڑا ہے۔ اسی سے مشتق لفظ غُلٌّ قَمِلٌ بدکردار اور بد خلق کو کہا جاتا ہے۔ اس کی اصل یہ ہے عرب لوگ قیدی کو چمڑے کے تسمے سے باندھتے تھے جس پر بال موجود ہوتے۔ جب وہ سوکھ جاتا تو اس میں جوئیں پڑ جاتیں اس طرح قیدی کو دوہری تکلیف ہوتی تھی۔
غَلَّ يَدَهُ اِلٰى عُنُقِهٖ: اس نے اپنے ہاتھ اپنی گردن میں حمائل کر دیے۔
قَدْ غُلَّ: اسے بیڑی پڑ گئی ایسے شخص کو مَغْلُوْل کہتے ہیں۔
الغُلُّ، الغُلَّةُ اور الغَلِيْلُ: پیاس کی تپش۔
غَلَّ مِنَ الْمَغْنَمِ يَغُلُّ: (غین مضموم) اس نے مالِ غنیمت میں خیانت کی۔ قرآن کی اس آیت: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَغُلَّ میں يُغَلَّ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس میں دونوں معانی کا احتمال ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کے مال غنیمت میں خیانت کی جائے۔ یعنی مال غنیمت سے مال لیا جائے۔ اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ خیانت کی تہمت دھری جائے یا آپ ﷺ سے خیانت منسوب کی جائے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ: الغُلُوْل کا معنی خاص کر مال غنیمت سے کچھ لینا یا خیانت کرنا نہیں ہے اور نہ ہی اس کا معنی حسد ہے۔ کیونکہ خیانت کے لئے لفظ اَغَلَّ يُغِلُّ استعمال ہوتا ہے۔ اور حسد کے معنوں میں غَلَّ يَغِلُّ (غین مکسور) کہا جاتا ہے۔ اور غُلُوْل غَلَّ يَغُلُّ کا مصدر ہے۔
اور اَغَلَّ الرَّجُلُ: آدمی نے خیانت کی۔
حدیث شریف میں ہے: وَلَا اِغْلَالَ وَلَا اِسْلَالَ: نہ خیانت اور نہ چوری، یہ بھی کہا گیا کہ اس کے ساتھ لا رِشْوَةَ اور نہ رشوت۔ امام شریح رحمہ اللہ کا قول ہے: لَيْسَ عَلَى الْمُسْتَعِيْرِ غَيْرِ الْمُغِلِّ ضَمَانٌ: خیانت کار کے سوا کسی مستعیر یعنی کرایہ پر لینے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ: مومن کا دل تین معاملات یا تین باتوں میں خیانت

نہیں کرتا۔ اور جس نے اس حدیث میں يُغِلُّ کی جگہ يَغِلُ روایت کیا ہے۔ تو اس کا معنی حسد ہے۔ یعنی مومن کا دل تین باتوں میں کسی سے حسد نہیں کرتا۔

اَغَلَّتِ الضِّيَاعُ: زمین غلہ والی ہوگئی یعنی زمین سے غلہ پیدا ہونے لگا۔ اَغَلَّ غلہ سے مشتق ہے۔

اَغَلَّ الْقَوْمُ: قوم کے پاس غلہ پہنچ گیا۔

فُلَانٌ يَغِلُّ عَلٰى عِيَالِهٖ: فلاں شخص اپنے گھر والوں کے لئے غلہ لاتا ہے۔

اِسْتَغَلَّ عَبْدَهٗ: اس نے اپنے غلام سے کام لیا۔

اِسْتِغْلَالُ الْمُسْتَغَلَّاتِ: غلہ حاصل کرنا۔

میں کہتا ہوں کہ بقول الازہری تَغَلْغَلَ فِيهِ کا معنی ہے اس نے اس معاملے میں دخل دیا یا مداخلت کی۔

غ ل م — الْغُلَامُ: لڑکا، خادم۔ اس کی جمع غِلْمَةٌ اور غِلْمَانٌ ہے۔ اس کی مؤنث غُلَامَةٌ ہے۔ کسی نے گھوڑے کی تعریف میں کہا ہے: تُهَانُ لَهَا الْغُلَامَةُ وَالْغُلَامُ: یہ گھوڑی ایسی ہے کہ اس کی خدمت میں کوتاہی کے لئے غلام اور لونڈی کو ڈانٹا جا سکتا ہے یا ان کی توہین بھی کی جا سکتی ہے۔

غ ل ی — غَلَتِ الْقِدْرُ: ہانڈی میں اُبال آ گیا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔ اور غَلَيَانًا بھی ہے جس میں غین اور لام دونوں مفتوح ہیں۔ اس کے بدلے غَلِيَتْ نہیں کہنا چاہئے یا نہیں کہتے۔

ابو الاسود الدؤلی کا شعر ہے:

وَلَا اَقُوْلُ بِقِدْرِ الْقَوْمِ قَدْ غَلِيَتْ
وَلَا اَقُوْلُ لِبَابِ الدَّارِ مَغْلُوْقٌ

"میں نہ تو یہ کہتا ہوں کہ قوم کی ہانڈی میں ابال آ گیا اور نہ یہ کہتا ہوں کہ گھر کا دروازہ بند ہے۔"

یعنی میں فصیح زبان بولنے والا ہوں۔ میری زبان میں لحن نہیں ہے۔

غَلَا فِي الْأَمْرِ: اس نے معاملے میں حد سے تجاوز کیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

غَلَا السِّعْرُ: نرخ گراں ہو گیا۔ اس کا مضارع يَغْلُوْ اور مصدر غَلَاءٌ ہے۔

غَلَا بِالسَّهْمِ: اس نے حتی الامکان فاصلے پر تیر مارا۔ اس کا باب عدا ہے۔

الْغَلْوَةُ: تیر کا فاصلہ یعنی جتنی دور تیر جا سکتا ہے۔

غَالٰى بِاللَّحْمِ: اس نے قیمتاً گوشت خریدا۔

غَالٍ اور اَغْلٰى بِهٖ بھی: گراں۔ مہنگا۔

الْغَالِيَةُ مِنَ الطِّيبِ: ایک خاص عطر یا خوشبو۔ کہا جاتا ہے کہ جس نے سب سے پہلے اس کا یہ نام رکھا وہ سلیمان بن عبد

الملک ہے۔ہم کہتے ہیں:تَغَلّٰی بالغَالِیَۃِ: اس نے غالیہ خوشبو لگائی۔

الغُـلَـوَاء الغُلُوّ: حد سے گزرنا۔مبالغہ کرنا۔اس کلمہ کا معنی جوانی کا آغاز اور نشاط بھی ہے۔

غ م د—غَمَدَ السَّیفَ: اس نے تلوار نیام میں رکھ دی اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

مَغمُودٌ: نیام میں رکھی ہوئی تلوار۔غمد کا اسم مفعول ہے۔

اَغمَدَہٗ: اس نے تلوار نیام میں رکھی۔اس کا اسم مفعول مُغمَدٌ ہے۔دونوں تلفظ فصیح ہیں۔

تَغَمَّدَہُ اللّٰہ بِـرَحـمَـتِـہٖ: اللہ اسے اپنی رحمت سے نوازے۔

غ م ر—الغَمرُ: بروزن الجمرُ: بہت زیادہ۔غَمَرَ الماءُ: پانی زیادہ آگیا یا بلند ہوا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الغمرۃ بروزن الجَـمـرَۃُ: شدت اور سختی۔اس کی جمع غُـمَـرٌ (میم مفتوح) ہے۔اس کی مثال نَوبَۃٌ کی جمع نُوَبٌ ہے۔

غَمَرَاتُ المَوتِ: موت یا جان کنی کی سختیاں۔

رَجُـلٌ غُـمـرٌ: (میم ساکن اور مضموم) ناتجربہ کار آدمی۔اس کا باب ظرف ہے۔اور اس کی مؤنث غُـمـرَۃٌ ہے بروزن غُمرَۃٌ۔

الغُمرَۃُ: ایک طلاء بھی ہے جو ورس پودے سے بنایا جاتا ہے۔

قَـد غَـمَّـرَت الـمَـرأۃُ وَجـهَـهَـا تَغمِیرًا: عورت نے اپنے چہرے پر ورس کا طِلاء مَلا تاکہ اس کے چہرے کا رنگ نکھرے۔تَغَمَّرَت کا معنی بھی یہی ہے۔

الغَامِـرُ مِنَ الاَرضِ: زمین کو خراب کرنے والا۔اس کی ضد الغامِرُ ہے۔کہا گیا ہے کہ غـامِر وہ شخص ہے جو زمین کی صلاحیت کے مطابق اس میں کاشت نہ کر سکے۔غامر اسے اس لئے کہا گیا ہے کہ پانی اس تک پہنچتا اور اسے بھر دیتا ہے۔غـامر اسم فاعل بمعنی مفعول ہے۔اس کی مثال سِرٌّ کَاتِمٌ چھپا ہوا بھید اور ماءٌ دَافِقٌ بہتا ہوا پانی ہے۔اسے اسم فاعل کے وزن پر اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ عَامِرٌ کے بالمقابل ہو سکے۔چنانچہ زمینوں کو پانی نہیں پہنچتا انہیں غـامِرٌ نہیں کہا جاتا۔

الاِنغِمَارِ: پانی میں ڈوب جانا۔

غ م ز—غَمَزَ الشَّیءَ بِیَدِہٖ وغَمَزَہٗ بِعَینِہٖ: اس نے کسی چیز کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور اس کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔قول خداوندی ہے:وَاِذَا مَرُّوا بِہِم یَتَغَـامَزُونَ: جب وہ ان کے پاس سے گزرتے ہیں تو اشارے کنائے کرتے ہیں۔اسی سے الغَمزُ بالنَّاسِ مشتق ہے۔

غَمَزَتِ الـدَّابَۃُ مِنَ رِجلِهَا: چوپایہ لنگڑا ہو گیا۔تینوں فعلوں کا باب ضَرَبَ

ہے۔

وَلَيْسَ فِي فُلَانٍ غَمِيزَةٌ: فلاں شخص میں طعن کی کوئی بات نہیں ہے۔

غ م س — غَمَسَهُ فِي الْمَاءِ: اس نے اسے پانی میں ڈبو دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الْغَمَسَ اور اغْتَمَسَ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ: ارادۃً جھوٹی قسم جس سے گناہ لازم آتا ہو۔

غ م ص — غَمِصَهُ: اس نے اسے جھوٹا سمجھا اور اسے وہ صحیح نظر آیا۔

غَمِصَ النِّعْمَةَ: اس نے نعمت کا شکر ادا نہیں کیا۔ ان دونوں کا باب فَهِمَ ہے۔

الْغَمَصُ: (غین اور میم دونوں مفتوح) آنکھ کا کیچڑ یا چیپڑ۔

قَدْ غَمِصَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھوں میں کیچڑ آیا ہے یا اس کی آنکھ آئی ہے۔ اس کا باب طرب ہے۔

غ م ض — الغَامِضُ من الكلام: غیر واضح اور مبہم کلام اس کی ضد الْوَاضِحُ ہے۔ اس کا باب سهل ہے۔

غَمَّضَهُ الْمُتَكَلِّمُ تَغْمِيضًا: بات کرنے والے نے مبہم بات کی۔ تَغْمِيْضُ الْعَيْنِ: صرف نظر کرنا۔ نظر بچانا۔ توجہ نہ کرنا۔

غَمَّضَ عَنْهُ: اس نے اس سے صرف نظر کیا، یعنی اس نے لین دین میں اس کے ساتھ تساہل برتا۔ اَغْمَضَ کا بھی یہی معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوا فِيْهِ: بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کرلو، کہا جاتا ہے کہ اَغْمِضْ اِلَيَّ فِيْمَ بِعْتَنِي: تم نے جو مال مجھے فروخت کیا ہے۔ اس مال کے ناکارہ ہونے کے پیش نظر یا تو مجھے مال زیادہ دو یا قیمت میں سے کچھ کمی کرو۔

انغماض الطرف: نظر بچالینا۔

غ م ط — غَمِطَ النِّعْمَةَ: اس نے نعمت کی ناشکری کی۔ اس کا باب فَهِمَ اور ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ غَمِطَ عَيْشَهُ: اس نے اپنی زندگی کو حقیر جانا۔

غَمْطُ النَّاسِ: لوگوں سے نفرت کرنا۔ ان کو حقیر جاننا اور نفرت کی نظر سے دیکھنا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّمَا ذٰلِكَ مِنْ سَفِهِ الْحَقِّ وغَمَطِ النَّاسِ: یہ تو اس کا کام ہے جو حق بات سے چشم پوشی کرے اور بندگانِ خدا کو حقیر جانے۔

غ م م — الغَمُّ: دکھ غم، اس کی جمع الْغُمُوْمُ ہے۔ غَمَّهُ فَانْغَمَّ: اس نے اسے غمگین کر دیا تو وہ غمگین ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غَمَّهُ فانْغَمَّ: اس نے اسے ڈھانک دیا تو وہ ڈھانکا گیا۔

الْغُمَّةُ: دکھ اور کرب، کہا جاتا ہے کہ اَمْرٌ

غُمَّةٌ: مبہم بات۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ لَا یَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّةً: پھر وہ کام تم پر پوشیدہ اور مبہم نہ رہے۔ ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ اس کا مجازی معنی تاریکی تنگی اور دکھ ہے۔

غَمَّ یَوْمُنَا: ہمیں آج گرمی محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ ایسے دن کو یَوْمٌ غَمٌّ: گرمی کا دن یا گرم کہتے ہیں۔ جس میں انسان کا دم گھٹتا ہو۔ اَغَمَّ یَوْمُنَا کا معنی بھی یہی ہے۔

لَیْلَةٌ غَمٌّ: بھی گرم رات کو کہتے ہیں۔ اس میں رات کی صفت بطور مصدر استعمال کی گئی ہے۔ اس کی مثال مَاءٌ غَوْرٌ ہے۔

غُمَّ عَلَیْهِ الْخَبَرُ: بطور فعل مجہول۔ خبر اس پر دکھ بن کر ٹوٹ پڑی۔ اور وہ گنگ ہو کر رہ گیا۔ جیسے اس پر غشی طاری ہوگئی۔

یوں بھی کہا جاتا ہے کہ غُمَّ الْهِلَالُ عَلَی النَّاسِ: پہلی کا چاند بادلوں وغیرہ نے لوگوں سے چھپا دیا اور وہ نظر نہ آیا۔

الْغَمَامُ: بادل۔ اس کا واحد غَمَامَةٌ ہے۔ قَدْ اَغَمَّتِ السَّمَاءُ: آسمان پر بادل چھا گیا یا چھا گئے۔

غ م ی۔ اُغْمِیَ عَلَیْهِ: (ہمزہ مضموم) اس پر غشی چھا گئی۔ ایسے شخص کو مُغْمًی عَلَیْهِ کہتے ہیں۔

غُمِیَ عَلَیْهِ: (غین مضموم) اس کا اسم مفعول مُغْمِیٌّ عَلَیْهِ ہے۔ یعنی اس پر غشی چھا گئی۔

اُغْمِیَ عَلَیْهِ الْخَبَرُ: خبر سن کر اس پر غشی طاری ہوگئی۔ اور اس کی زبان بند ہوگئی۔ اس کی مثال غُمَّ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: صُمْنَا لِلْغُمَّی (غین مضموم و مفتوح) جب لوگوں کو چاند نظر نہ آئے اور رات ابر آلود ہو۔

غ ن م۔ الْغَنَمُ: بھیڑ بکری۔ اسم مؤنث ہے اور جنس پر بولا جاتا ہے اور مذکر و مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جب اس سے اسم تصغیر بنانا چاہیں تو اس کے آخر میں 'ۃ' کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور غُنَیْمَةٌ کہتے ہیں کیونکہ ایسے اسماء جموع جن سے لفظاً واحد کا صیغہ نہیں آتا جب یہ انسانوں کے علاوہ اسماء ہوں تو ان کے آخر میں 'ۃ' تانیث کا اضافہ لازمی ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جائے گا: خَمْسٌ مِنَ الْغَنَمِ ذُکُوْرٌ: بھیڑوں میں سے پانچ نر ہیں۔ ایسی صورت میں عدد مؤنث ہوگا۔ اگر مراد مینڈھے ہوں۔ کیونکہ تانیث اور تذکیر میں تو عدد لفظ کے پیش نظر مذکر یا مؤنث آتا ہے نہ کہ معنی کے پیش نظر، یہی حکم اِبِلٌ کا ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

الْمَغْنَمُ اور الْغَنِیْمَةُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ قَدْ غَنِمَ (نون مکسور) غُنْمًا: اس

نے مال غنیمت حاصل کیا۔

غَنَّمَهُ تَغْنِيمًا: اس نے اسے حصے سے زائد دیا۔ اِغْتَنَمَهُ اور تَغَنَّمَهُ: اس نے اسے غنیمت جانا۔

غ ن ن — الغُنَّةُ: ناک سے غنہ کی آواز نکالنا۔

الأَغَنُّ: ناک سے بات کرنے والا۔ کہا جاتا ہے طَبْرٌ اَغَنُّ: زیادہ چہچہانے والا پرندہ اور وادٍ اَغَنُّ زیادہ گھاس والی وادی۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہاں مکھیاں بہت ہوتی ہیں جو گنگناتی یعنی بھنبھناتی رہتی ہیں۔ اسی کے پیش نظر ایسی بستی کو جہاں آبادی اور گھاس زیادہ ہو۔

غَنَّاء: مالا مال کہتے ہیں۔ البتہ لوگوں کا یہ قول: وَادٍ مُغِنٌّ تو اس سے مراد ایسی وادی ہے جہاں مکھیوں کی بہت زیادہ بھنبھناہٹ ہو، اور مکھیاں وہیں ہوتی ہیں جہاں گھاس اور سبزہ ہو۔

غ ن ی — غَنِيَ بِهٖ عَنْهُ: (نون مکسور) غُنْيَةً (غین مضموم) وہ اس سے بے نیاز ہوا۔

غَنِيَتِ الْمَرْأَةُ بِزَوْجِهَا غُنْيَانًا: عورت اپنے خاوند کے ساتھ اپنی خوبصورتی کے باعث آرائش وزینت سے بے نیاز ہوگئی۔

غَنِيَ بِالْمَكَانِ: وہ مکان میں مقیم ہوگیا۔

غَنِيَ کا معنی عَاشَ یعنی اس نے زندگی گزاری بھی ہے ان کا باب صَدِيَ ہے۔

اَغْنَيْتُ عَنْكَ مُغْنَى فلانٍ ومُغْنَاةَ فلانٍ: (میم مضموم ومفتوح) میں نے تیری طرف فلاں شخص کو بدلہ دے دیا۔

وَمَا يُغْنِي عَنْكَ هٰذا: تجھے یہ کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

الغَانِيَةُ بِزَوْجِهَا: اپنے خاوند کے ساتھ خوش اور مطمئن لڑکی۔ یا اپنے حسن و جمال کے باعث آرائش وزیبائش سے بے نیاز لڑکی۔

الأُغْنِيَةُ: نغمہ، گانا، گیت۔ یہ لفظ الأُحجِيَة کی طرح ہے۔ اس کی جمع اَغَانِي ہے۔

غَنَّى اور تَغَنَّى دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے گیت گایا۔

الغَنَاءُ: (غین مفتوح اور الف ممدود) مالداری وامارت۔ اس کا معنی سماع گیت سننا ہے۔ اور اگر غین مکسور ہو اور الف مقصور یعنی الغِنَى تو اس کا معنی فراخ دستی ہے۔ اس کا فعل غَنِيَ (نون مکسور)

غِنًى: فراخ دستی وآسودہ حالی۔ اس کا اسم فاعل غَنِيٌّ ہوگا۔

تَغَنَّى کا معنی بھی استغنی یعنی وہ بے نیاز ہوا ہے۔

تَغَانَوْا: وہ ایک دوسرے سے بے نیاز ہوگئے۔

المَغْنَى: (یائے مقصور) اس کی جمع

الْمَغَانِي ہے، ایسی جگہیں جہاں ان میں بسنے والے لوگ رہتے تھے۔

غ ہ ب — الْغَيْهَبُ تاریکی۔ اس کی جمع الْغَيَاهِبُ ہے۔ کہا جاتا ہے: فَرَسٌ غَيْهَبٌ: شدید سیاہ رنگ کا گھوڑا۔

الْغَهَبُ: (غین اور ہاء دونوں مفتوح) غفلت۔ حدیث شریف میں ہے: سُئِلَ عَطَاءٌ عَنْ رَجُلٍ أَصَابَ صيداً غَهَبًا قَالَ عَلَيْهِ الْجَزاء: عطاء سے پوچھا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جس نے غفلت اور بے خبری میں (دوران احرام) شکار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس پر تاوان ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ اس سے مراد غفلتِ بلاارادہ ہے۔

غ و ث — غَوَّثَ الرَّجُلُ تَغْوِيثًا: آدمی مدد کے لئے چلایا اور چیخا۔ یعنی اس نے کہا 'وَاغَوثاه' میری مدد کرو۔ اس کا اسم الْغَوْثُ (غین مفتوح) ہے۔ اور الْغُوَاثُ: غین مفتوح اور مضموم) ہے۔ الفرّاء کا قول ہے: کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی ہے: أَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهُ وَغُوَاثَهُ وغَوَاثَهُ: اللہ نے اس کی دعا یا فریاد سن لی اور قبول کر لی۔ اصوات میں اس لفظ کے سوا اور کوئی لفظ مفتوح الاول نہیں آتا ہے بلکہ سب مضموم الاول ہوتے ہیں، مثلاً: الْبُكَاء۔ الدُّعَاء یا مکسورالاول ہوتے ہیں۔ مثلاً: النِّدَاء اور الصِّيَاحُ۔

اسْتَغَاثَهُ: اس نے اس سے فریاد کی۔

فَأَغَاثَهُ: تو اس نے اس کی فریاد سن لی۔ اس کا اسم الْغِيَاثُ (غین مکسور) ہے۔

يَغُوثُ: قوم نوح علیہ السّلام کا ایک بت۔ اس کا ذکر بذیل مادہ 'ن س ر' ہوا ہے۔

غ و ر — غَوْرُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کی گہرائی یا تہہ۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ بَعِيدُ الْغَوْرِ: فلاں شخص بہت گہرا ہے۔ دور بین شخص۔ الْغَوْرُ: ہموار زمین کو بھی کہتے ہیں۔

الْغَوْرُ: تہامہ اور یمن کے ساتھ ملنے والے علاقے کو بھی کہتے ہیں۔

مَاءٌ غَوْرٌ: گہرا پانی۔ اسے دِرْهم ضَرْب اور ماء سَكْب کی طرح بطور مصدر بیان کیا گیا ہے۔

الْغَار: غار کھوہ۔ الْمَغَار اور الْمَغَارَة: پہاڑ کے اندر غار یا گپھا۔ غار کی جمع غِيرَان ہے۔ اور اس کا اسم تصغیر غُوَيْرٌ ہے۔

الْغَارُ: درخت کی ایک قسم بھی ہے۔

الْغَارَة: دشمن پر حملہ کرنا۔ لوٹنا۔ غارت، یہ الْإِغَارَةُ کا اسم ہے۔

غَارَ: وہ تہہ تک پہنچا۔ اسے غَائِر کہتے ہیں یعنی تہ تک پہنچنے والا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ غَارَ کی جگہ اَغَارَ نہیں کہنا چاہئے یا نہیں کہتے۔ الفرّاء کا خیال ہے کہ اَغَارَ

ایک لہجہ ہے۔

غَارَ الْمَاءُ: پانی نیچے چلا گیا یا زمین میں دھنس گیا۔ اس کا باب قَالَ ہے اور دَخَلَ ہے۔ اسی طرح غَارَتْ کا معنی ہوگا کہ اس کی آنکھ اس کے سر میں دھنس گئی۔ غَارَتْ عَيْنُهُ تَغَارُ اس کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔

اَغَارَ عَلَى الْعَدُوِّ: اس نے دشمن پر اچانک حملہ کردیا۔ اس کا مصدر اِغَارَةٌ اور مُغَارًا (میم مضموم) ہے۔ یہی معنی غَاوَرَهُمْ مُغَاوَرَةً کا ہے۔

مُغِيْرَةٌ ایک شخص کا نام۔ اس کی میم کہیں مکسور بھی ہوئی ہے۔

التَّغْوِيْرُ: تہہ میں اترنا۔ کہا جاتا ہے: غَوَّرَ وغَارَ، ان دونوں کا ایک ہی معنی ہے، یعنی وہ پستی کی طرف گیا۔

غ و ص — الْغَوْصُ پانی کی تہہ میں اترنا۔

قَدْ غَاصَ فِي الْمَاءَ: وہ پانی کے نیچے اتر گیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

الْغَوَّاصُ: (واؤ مشدد) سمندر میں غوطہ لگانے والا یا غوطہ خور جو سمندر کی تہہ سے موتی لاتے ہیں۔ اس فعل یعنی غوطہ خوری کے کام یا پیشے کو الغیاصة کہتے ہیں۔

غ و ط لوگوں کا یہ قول کہ أتی فُلَانٌ الْغَائِطَ: کا معنی ہے کہ فلاں آدمی پاخانہ کی جگہ آیا۔ دراصل الغائِط کھلی زمین میں کسی نشیبی یا پست جگہ کو کہتے ہیں۔ جب کسی شخص کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی تو وہ ایسی جگہ آجاتا اور قضائے حاجت سے فارغ ہوجاتا۔ اس لئے ہر اس آدمی کے لئے جو قضائے حاجت کے لئے آتا، یہ کہا جاتا کہ: ''قَدْ اَتَى الْغَائِطَ'' اس سے کنایہ پاخانہ ہوتا۔

قَدْ تَغَوَّطَ وَبَالَ: اس نے پاخانہ کیا اور پیشاب کیا۔

الْغُوْطَةُ: شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ وہاں پانی اور درخت با افراط پائے جاتے ہیں۔ اسے غُوْطَةُ دِمَشْق کہا جاتا ہے۔

غ و ل — غَالَهُ الشَّيْءُ اسے کسی چیز نے اچانک دبوچ لیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

اغْتَالَهُ: اس نے وہاں سے پکڑا جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہ تھا۔ قول خداوندی ہے: لَا فِيْهَا غَوْلٌ: اس میں سر درد نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک دوسرے مقام پر قول خداوندی ہے: لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا: اس سے نہ تو سر میں درد ہوگا...... ''ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ الغَوْلُ کا معنی ہے کہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔

الْغُوْلُ: (غین مضموم) غول بیابانی۔ بھوت۔ اس کی جمع اَغْوَالٌ اور غِيْلَانٌ ہے۔ ہر وہ بلا جو انسان کو اچانک حملہ کر کے ہلاک کردیتی ہے غُوْل ہے۔ غضب اور غصہ بردباری کے لئے غُوْل ہے کیونکہ وہ

بردباری کو اچانک اچک لے جاتا ہے۔
چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: اَیَّةُ غُوْلٍ اَغْوَلُ مِنَ الغَضَبِ: غصہ سے بڑھ کر کون سا بھوت ہوسکتا ہے۔
اِغْتَالَهُ: اس نے اسے اچانک حملہ کر کے قتل کر دیا۔ اس کی اصل واؤ ہے یعنی غول سے مشتق ہے۔

غ و ی — الغَيُّ: گمراہی۔ نامرادی اور ناکامی بھی۔
قَدْ غَوَى، يَغْوِي: (واؤ مکسور) غَيًّا وغَوَايةً (غین مفتوح) وہ گمراہ ہوا۔ اس کا اسم فاعل غَوِيٌّ ہے (بمعنی گمراہ) بروزن فَعِيلٌ.
الغَوْغَاءُ مِنَ النَّاسِ: لوگوں کی بھیڑ اور شوروغل۔

غِيَاث: دیکھئے بذیل مادہ 'غ و ث'.
غِيَاصَةُ: دیکھئے بذیل مادہ 'غ و ص'.
غياض دیکھئے بذیل مادہ 'غ ی ض'.

غ ی ب — الغَيْبُ: جو نظروں سے اوجھل ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ غَابَ عَنْهُ: وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اس کا باب بَاعَ اور غَيْبَةٌ بھی ہے۔ نیز اس کا مصدر غَيْبُوْبَةٌ غُيُوْبًا اور غِيَابًا (غین مفتوح) اور مَغِيْبًا ہے۔
الغَائِبُ کی جمع غُيَّبٌ اور غُيَّابٌ (غین مضموم اور یاء مشدّد ہے) اس کے علاوہ غَيَبٌ (غین اور یاء دونوں مفتوح) بھی ہے۔ اس میں تشدید نہیں ہے۔
غَيَابَةُ الجُبِّ: کنویں کی تہہ۔
غَابَتِ الشَّمْسُ: سورج غروب ہوگیا۔ اس کا مصدر غيابةٌ ہے۔
المُغَايَبَةُ: اس کی ضد المُخاطَبَةُ: غائبانہ بات کرنا۔
اِغْتَابَهُ، اغْتِيَابًا: اس نے اس کی غیبت کی۔ اس کا اسم الغِيْبَةُ غین مکسور ہے۔ یہ وہ فعل ہے کہ کسی کی پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر ایسی بات کہی جائے کہ اگر متعلقہ آدمی سنے تو اسے دکھ ہو۔ اگر تو ایسا ذکر سچ ہو تو یہ غیبت ہے اور اگر یہ جھوٹی غیبت ہو تو اسے بہتان کہا جاتا ہے۔
الغَابَةُ: جنگل جو گنجان ہو۔ اس کی جمع غَابٌ ہے۔ تَغَيَّبَ عَنِّي فُلَانٌ: فلاں شخص میری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔
جَاءَ فِي الشِّعْرِ تَغَيَّبَنِي: شعر میں آیا ہے جو مجھے یاد نہیں آرہا۔

غ ی ث — الغَيْثُ: بارش۔
غَاثَ الغَيْثُ الأَرْضَ: زمین پر بارش برسی۔ غَاثَ اللّٰهُ البِلَادَ: اللہ تعالیٰ نے ملک میں بارش برسادی۔ ان کا باب بَاعَ ہے۔ غِيْثَتِ الأَرْضُ تُغَاثُ غَيْثًا: زمین پر بارش برسی۔ ایسی زمین کو مَغِيْثَةٌ کہتے ہیں اور مَغْيُوْثَةٌ بھی کہتے ہیں۔ ممکن

ہے کہ بادل اور نباتات کو بھی غَیثًا کہتے ہوں۔

غ ی د — الغَیَدُ: (غین اور دال دونوں مفتوح) ملائم۔

امرأۃٌ غَیداء وغادۃٌ: ملائم و نازک اندام عورت۔

الأغیَدُ: جھکی ہوئی گردن والا اونگھنے والا شخص۔

غ ی ر — الغِیَرُ: بروزن العِنَبُ: تبدیلی۔ اس فعل کا اسم ہے کہ غَیَّرتُ فتغَیَّرَ: میں نے بدلا تو وہ بدل گیا۔ میرا کہنا ہے کہ اسی سے غِیَرُ الزَّمانِ ماخوذ ہے جس کا معنی گردش زمانہ ہے۔ بقول الازہری الکسائی نے کہا کہ یہ مفرد اور مذکر اسم ہے۔ اور اس کی جمع اغیَار ہے۔ ابوعمرو کا کہنا ہے کہ یہ لفظ الغِیرۃ کی جمع ہے۔ اور الغِیرۃُ کا معنی غیرت ہے۔ اس میں غین مفتوح ہے۔ یہ غَارَ الرَّجُلُ عَلٰی اَهلِهٖ: (آدمی نے اپنے اہل خانہ پر غیرت کھائی) کا مصدر ہے۔ اس کا فعل غَارَ یَغَار غیرًا وغَیرَۃ اور غیرًا ہے۔

رَجُلٌ غَیُورٌ وغَیرَانٌ: غیرت مند شخص۔ امرَأۃٌ غَیُورٌ وغَیرَی: غیرت مند عورت۔

تَغَایَرتِ الأشیاء: چیزیں آپس میں ادل بدل گئیں۔

غَیرٌ کا معنی سِوَی بھی ہے۔ اس کی جمع اَغیَارٌ ہے۔ یہ کلمہ بطور صفت اور بطور استثناء استعمال ہوتا ہے۔ اگر اسے بطور صفت استعمال کریں تو اس کے بعد کا اعراب اس سے ماقبل لفظ کے اعراب کا ہوگا۔ اور اگر اسے بطور حرف استثناء استعمال کریں تو پھر اس کا اعراب اِلّا کے بعد میں آنے والے اسم کا ہوگا۔ کیونکہ لفظ غَیرُ تو اصلاً صفت ہے۔ استثناء تو اس کی عارضی حالت ہے۔ الفرّاء کا کہنا ہے کہ بنی اسد اور قضاعہ کے بعض لوگ اسے منصوب یعنی غیرًا کہتے ہیں جب یہ اِلّا کے معنوں میں آئے، بات اس سے پہلے مکمل ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ وہ لوگ کہتے ہیں: ''مَا جاءنی غَیرَکَ اور مَا جَاءَ نِی اَحَدٌ غَیرَکَ: اور بعض اوقات تو غَیرٌ 'لا' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں اسے بطور حال نصب دیں گے۔ اس کی مثال قول خداوندی ہے: فَمَنِ اضطُرَّ غَیرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ: فَمَنُ اَضطُرَّ جَائعًا لا باغِیًا: اسی طرح دوسرا قول خدوندی ہے: غَیرَ نَاظِرِینَ اِنَاهُ، اور غَیرَ مُحِلِّی الصَّیدِ۔

غ ی ض — غَاضَ المَاءُ: پانی کم ہوا اور خشک ہوگیا یا زمین میں جذب ہوگیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

انْغَاضَ کا معنی بھی یہی ہے۔ غِيضَ الْمَاءُ: پانی جذب کیا گیا۔ غَاضَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے جذب کر دیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ قول خداوندی ہے: وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ: اور رحم جو سکڑتے ہیں۔

غَيَّضَ الدَّمْعَ تَغْيِيضًا: اس نے آنسو روک لئے۔ کہا جاتا ہے کہ: غَاضَ الْكِرَامُ: شریف لوگ کم ہو گئے۔ اور فَاضَ اللِّئَامُ اور کمینے لوگوں کی کثرت ہو گئی۔ الْغَيْضَةُ: پانی کے جمع ہونے کی جگہ جہاں درخت اُگتے ہیں۔

غ ی ظ — الْغَيْظُ: غصہ اور غضب۔ جو کسی بے بس اور لاچار کے اندر چھپا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے غَاظَهُ اس نے غصہ دلایا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَغِيظٌ ہے، بمعنی غضبناک۔ ان معنوں میں اَغَاظَهُ نہیں کہا جاتا۔

غَايَظَهُ فَاغْتَاظَ: اس نے اسے غصہ دلایا تو اسے غصہ آیا۔ تَغَيَّظَ کا معنی بھی یہی ہے۔

غ ی ل — الْغِيلُ: (غین مکسور) کچھار۔ شیر کی جگہ۔ اس کی جمع غُيُولٌ ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الْغِيلُ کا معنی چتوں سے لپٹا ہوا درخت ہے۔ اور الْغِيلَةُ (غین مکسور) کا معنی اغتیال۔ کہا جاتا ہے: قَتَلَهُ غِيلَةً اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی کو دھوکہ دے کر کسی جگہ لے جائے اور اسے وہاں قتل کر دے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اَضَرَّتِ الْغِيلَةُ بِوَلَدِ فُلَانٍ: فلاں شخص کے بچے کو حمل کی حالت میں دودھ پلانے نے نقصان پہنچایا۔ جب دودھ پلانے کی حالت میں اس کے ساتھ جماع کیا گیا۔ اور اسی طرح سے یہ کہ جب وہ حاملہ ہو تو بچے کو دودھ پلائے۔ حدیث شریف میں ہے: لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيلَةِ: میں نے قصد کیا کہ میں بچے کو دودھ پلانے کی حالت میں بیویوں کے ساتھ جماع سے منع کر دوں۔

الْغَيْلُ: حاملہ کے دودھ کا نام ہے۔

قَدْ اَغَالَتِ الْمَرْاَةُ وَلَدَهَا: عورت کی حمل کی حالت میں بچے کو دودھ پلایا۔ اس حالت میں عورت کو مُغِيلٌ کہتے ہیں۔

اَغْيَلَتْ کا معنی یہ بھی ہے کہ عورت نے حاملہ ہونے حالت میں بچے کو دودھ پلایا۔ اس عورت کو مُغْيِلٌ کہتے ہیں۔

اَغَالَ فُلَانٌ وَلَدَهُ: فلاں شخص نے اپنے بچے کے دودھ پینے کی حالت میں بیوی سے جماع کیا۔

الْغَيْلُ: کا معنی وہ پانی بھی ہے جو روئے زمین پر بہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَا سُقِيَ بِالْغَيْلِ فَفِيهِ الْعُشْرُ وَمَا

سُقِیَ بالدَّلْوِ فَفِیْهِ نِصْفُ العُشْرِ: جو زمین قدرتی بہتے پانی سے سیراب ہوتی ہو اس کی پیداوار پر دسواں حصہ زکوۃ ہے اور جو زمین کنویں کے ڈولوں سے سیراب ہوتی ہو اس پر نصف عُشر ہے۔

فُلَانٌ قَلِیْلُ الغَائِلَةِ والمَغَالَةِ: (میم مفتوح) فلاں آدمی کم شر پسند ہے۔

الغَوَائِلُ: بلّیات و آفات۔ أُمُّ غَیْلَانٍ: ببول کا درخت۔

غ ی م—الغَیْمُ: بادل۔ غَامَتِ السَّمَاءُ تَغِیْمُ غُیُوْمَةً: آسمان پر بادل چھاگئے۔ اَغَامَتْ، أُغْیِمَتْ اور تَغَیَّمَتْ تمام کا ایک ہی معنی ہے۔

أُغِیْمَ القَوْمُ: لوگوں پر بادل چھاگئے۔

غ ی ن—غِیْنَ عَلٰی کَذَا: فلاں چیز کو ڈھانپ لیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّهُ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ: میرے دل پر پرچھائیں آتی رہتی ہیں یعنی تفکرات و خیالات۔

الأَغْیَنُ: سبز۔

شَجَرَةٌ غَیْنَاءُ: سبز درخت جس پر بہت زیادہ پتے اور شاخیں ہوں۔ یعنی سرسبز درخت۔ اس کی جمع غِیْنٌ ہے۔

الغَیْنَةُ: درختوں کا جھنڈ جہاں پانی نہ ہو اور پانی ہو تو اسے الغَیْضَةُ کہیں گے۔

غ ی ا—غَیَابَةُ البِئْرِ: کنویں کی تہہ۔ اس کی مثال غَیَابَةٌ ہے۔ اس کا معنی یہ بھی ہے کہ ہر وہ چیز جو بادل، غبار اور تاریکی کی طرح تمہارے سر پر سایہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے: تَجِیْءُ البَقَرَةُ و آلِ عِمْرَانَ یَوْمَ القِیٰمَةِ کَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ غَیَایَتَانِ: قیامت کے دن سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران دو بادلوں یا دو سایوں کی طرح آئیں گی۔

الغَایَةُ: کسی چیز کی حد، اس کی جمع غایٌ ہے۔ اس کی مثال سَاعَةٌ کی جمع سَاعٌ ہے۔

غَیٌّ: دیکھئے بذیل مادہ 'غ و ی'.

باب الفاء

الفــاء: حرف عطف. تین موقعوں پر بطور حرف عطف استعمال ہوتا ہے۔اور ترتیب وتعقیب پر دلالت بالاشتراک کرتا ہے۔

پہلا موقع: ضَـرَبْتُ زَیْدًا فعَمْرًا.

دوسرا موقع: اس سے ماقبل اس کے مابعد کی علت ہو، اور اشتراک کے بغیر ترتیب اور تعقیب کا فائدہ دے مثلاً: ضَـرَبَـهُ فَبَكٰی وَضَرَبَهُ فَاَوْجَعَهُ اس صورت میں ضرب بُکاء کی علت ہوگی اور درد کی علت ہوگی۔

تیسرا موقع: ابتدا کا ہے اور یہ موقع جواب شرط کا ہوگا مثلاً: اِنْ تَـزُرْنِی فَـاَنْتَ مُحْسِـنٌ: اس فاء کے بعد از سرنو شروع ہونے والا کوئی کلام نہیں ہے جس کا ایک دوسرے پر کوئی عمل واقع ہو۔ کیونکہ اس قول میں اَنْتَ مبتدا اور مُحْسِنٌ اس کی خبر ہوگی۔اور جملہ جواب بالفاء بن گیا، اور یہی صورت اس وقت ہوگی جب تم اسے:

(۱) امر،
(۲) نہی،
(۳) استفہام،
(۴) نفی،
(۵) تمنّی اور
(۶) عرض کے بعد استعمال کروگے۔

اتنی بات ضرور ہے کہ تم ان چھ چیزوں میں فاء کے مابعد پر اَن لگا کر نصب دوگے مثلاً: زُرْنِی فَـأُحْسِنَ اِلَيْکَ: اس صورت میں تم نے زیارۃ کو احسان کی علت نہیں بنایا۔ بلکہ تم نے یہ کہا یہ بات میرے شایان شان ہے کہ میں ہر حال میں تم پر احسان کروں۔

ف أ ت—اِفْتَاتَ بِرَأْيِهٖ: اس نے خود پسندی کی، اپنی رائے میں منفرد ہوا اور اپنی رائے پر ڈٹا رہا۔ اس کلمہ کو مہموز سنا گیا ہے اور ثقہ لوگوں نے اسے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ف أ د—اَلْفُؤَادُ: دل اس کی جمع اَفْئِدَۃ ہے۔

ف أ ر—الفَاْرُ: (مہموز) اس کا واحد فَارَۃ ہے بمعنی چوہا۔

الفَارَۃُ: مشک نافہ۔

ف أ س—الـفَــأْسُ: مہموز، اس کی جمع فُؤُوسٌ ہے۔کلہاڑی۔

فَاْسُ اللِّجَامِ: لگام کا وہ حصہ جو گھوڑے کے منہ میں ہوتا ہے۔

ف أ ل—الفَــأْلُ: فال، خوش شگونی۔ کوئی

شخص بیمار ہو اور کسی دوسرے کو کہتے سنے کہ اے سالم! یعنی اے تندرست وصحیح وسالم! یا کوئی شخص کسی چیز کا طلبگار ہو اور کسی کو کہتے سُنے کہ اے پانے والے، اور ان باتوں سے اچھی فال لے۔ یعنی اچھا شگون لے۔ کہا جاتا ہے کہ تَفأَّلَ: اس نے فال لی۔ اس میں ہمزہ مشدّد ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الفَالَ وَيَكْرَهُ الطِّيَرَةَ: آپ ﷺ فال یعنی خوش شگونی کو پسند فرماتے تھے اور بدشگونی کو ناپسند فرماتے تھے۔

فِئَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ی ا' اور 'ف ا ی'.

ف ا ی — الفِئَةُ: جماعت، گروہ، جتھہ، اس کی جمع فِئُونَ ہے۔

فَائِدَة: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ی د'.

فَاقَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ف و ق'.

فَالُوْدَج اور فالوذق: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ل ذ'.

فَاهُ: دیکھئے بذیل مادہ 'ف و ہ'.

ف ت ا — مَا افْتَأَ يَذْكُرُهُ: وہ اسے ہمیشہ یاد کرتا رہا۔ مَا فَتِیَء اور مَا فَتَیَ کا ایک ہی معنی ہے۔ اور یہ کلمات مختص بالجحد ہیں۔ قول خداوندی ہے: تَاللّٰهِ تَفْتَاءُ تَذْكُرُ يُوسُفَ: تم ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہوگے۔

ف ت ت — فَتَّهُ: اس نے اسے توڑ دیا یا توڑ ڈالا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

التَّفَتُّتُ: ٹوٹ پھوٹ ہو جانا۔

الاِنْفِتَاتُ: انکسار۔ ٹوٹ جانا۔

فُتَاتُ الشَّيْءِ: کسی کے ٹکڑے یا ریزے۔

الفُتُوتُ وَالفَتِيتُ مِنَ الخُبْزِ: روٹی کے ٹکڑے یا ریزے۔

ف ت ح — فَتَحَ البَابَ: اس نے دروازہ کھولا، فانفتح تو وہ کھل گیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

فَتَّحَ البَابَ فَتَفَتَّحَتْ: فَتَّحَ میں تاء کو کثرت کے لئے مشدّد کیا گیا۔ اس نے دروازے کو کھولا تو وہ کھل گیا۔

اسْتَفْتَحَ الشَّيْءَ وَافْتَتَحَهُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ الاستِفْتَاحُ: دوسرے سے مدد ونصرت مانگنا۔

المِفْتَاحُ: چابی۔ مِفْتَاحُ البَابِ: دروازے کی چابی۔

المِفْتَاحُ كُلِّ مُسْتَغْلِقٍ: بند کی ہوئی چیز کی چابی۔ اس کی جمع مَفَاتِيحُ ہے۔ اور مَفَاتِحُ بھی۔

فَاتِحَةُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا اول وآغاز۔

الفَتَّاحُ: حاکم۔ کہا جاتا ہے: افْتَحْ بَيْنَنَا: ہمارے درمیان فیصلہ کر۔

الفَتْحُ: مدد، نصرت، ان دونوں کا باب بھی

قَطَعَ ہے۔

ف ت ر — الفَتْرَةُ: انکساری، کمزوری، شکستگی۔

قَدْ فَتَرَ الحَرُّ: گرمی کم ہوگئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

فَتَّرَهُ اللّٰه تفتيراً: اللہ نے اسے کمزور کردیا یا کردے۔

الفَتْرَةُ: وقفہ، بين الرَّسُوْلَيْنِ من رُسُلِ اللّٰه: اللہ کے رسولوں میں سے دو رسولوں کی بعثت کے درمیان کا وقفہ۔

طَرْفٌ فَاتِرٌ: کمزور نظر۔ جو تیز نہ ہو۔

الفِتْرُ بروزن الفِطْرُ: انگوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان کا فاصلہ جب ہاتھ کھلا ہوا ہو۔

ف ت ش — فَتَشَ الشَّيْءَ فَتْشاً: اس نے چیز تلاش کی۔

فَتَّشَهُ تَفْتِيْشاً کا معنی بھی یہی ہے۔

ف ت ق — فَتَقَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو پھاڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ فَتَّقَهُ تَفْتِيْقاً کا معنی بھی یہی ہے۔

فَانْتَفَقَ وتَفَتَّقَ: پس وہ چیز پھٹ گئی، یا پھاڑ دی گئی۔ یا ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

فَتْقُ المِسْكِ بِغَيْرِهِ: مشک کی کسی دوسری چیز کے ذریعے خوشبو نکالنا۔

شاعر کا قول ہے: كَمَا فَتَقَ الكَافُوْرُ بِالمِسْكِ فَاتِقُهُ رَجُلٌ فَتِيْقُ

اللِّسَانِ: تیز زبان آدمی۔ زبان آور انسان۔

ف ت ك — الفَاتِكُ: جری، جرأت مند و بہادر۔

الفَتْكُ: دھوکے سے یا بے خبری میں قتل کردینا۔ اس میں فاء پر فتحہ، ضمہ اور کسرہ تینوں حرکتیں ہیں۔

قَدْ فَتَكَ بِهِ يَفْتُكُ ويَفْتِكُ: (تاء مضموم ومکسور) اس نے قتل کردیا۔ حدیث شریف میں ہے: قَيَّدَ الإِيْمَانُ الفَتْكَ لا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ: ایمان نے غفلت میں اور دھوکے سے قتل کرنا روک دیا۔ مؤمن کسی کو غافل پاکر دھوکے سے قتل نہیں کرتا۔

ف ت ل — الفَتِيْلَةُ: بتی۔

الفَتِيْلُ: گٹھلی کے شگاف میں باریک سی بتی۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی دو انگلیوں کے درمیان جو میل جمع ہوتی ہے۔

فَتَلَ الحَبْلَ: اس نے رسی بٹی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ف ت ن — الفِتْنَةُ: آزمائش اور امتحان۔

ہم کہتے ہیں کہ فَتَنَ الذَّهَبَ يَفْتِنُهُ (تاء مکسور) فِتْنَةً اور مَفْتُوْناً بھی۔ سونے کو بھٹی میں ڈال کھوٹا اور کھرا کی پہچان کرنا۔

دِيْنَارٌ مَفْتُوْنٌ: پرکھا ہوا یا جانچا ہوا دینار۔

قول خداوندی ہے: إِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوْا المُؤْمِنِيْنَ والمُؤْمِنَاتِ: بے شک جن

لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو آزمائش میں ڈالا۔ یعنی ان کو جلا دیا۔ اسی نسبت سے سنار کو فَتَّان کہتے ہیں۔ اور شیطان کو بھی اسی طرح فتّان کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَلْمُؤْمِنُ أَخُوا الْمُؤْمِنِ يَسَعُهُمَا الْمَاءُ وَالشَّجَرُ وَيَتَعَاوَنَانِ عَلَى الْفَتَّانِ: ''ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے۔ پانی اور درختوں میں ان دونوں کی گنجائش ہوتی ہے اور شیطان کے فتنے کے مقابلے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔'' الفَتَّان کا فاء مفتوح باعتبار واحد ہے اور مضموم باعتبار جمع ہے۔ خلیل کا قول ہے کہ: الفَتْنُ کا معنی جلانا ہے۔ قول خداوندی ہے: يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ: اس دن یعنی قیامت کے دن وہ لوگ دوزخ کی آگ میں آزمائے جائیں گے۔ أُفْتِتِنَ الرَّجُلُ وفُتِنَ فَهُوَ مَفْتُوْن: جس آدمی کو مبتلائے آزمائش کیا گیا ہو وہ مَفْتُوْن ہے یعنی وہ مصیبت میں مبتلا ہو گیا اور اس کا مال و عقل سب کچھ جاتا رہا۔ یہی مفہوم أُخْتُبِرَ کا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا: ہم نے تمہیں مبتلائے آزمائش کیا۔

الفُتُوْنُ کا معنی افتتان یعنی فتنہ میں پڑنا بھی ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔

فَتَنَتْهُ الْمَرْأَةُ: عورت نے اسے فتنہ میں ڈالا، معنی گرفتار محبت کر دیا۔ اصمعی رحمہ اللہ نے افتنتهُ میں الف کا انکار کیا ہے۔

الفَاتِنُ: راہ حق سے بھٹکانے والا۔ الفَرَّاء کا قول ہے کہ اہل حجاز کا کہنا ہے کہ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِيْنَ: اے اہل نجد بمُفْتِنِين کہتے ہیں۔ اور اسے اَفْتَنْتُ سے ماخوذ قرار دیتے ہیں۔ البتہ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ: میں باء زائد ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا: میں باء زائد ہے۔ المَفْتُوْن کا معنی بطور مصدر فتنہ ہے، اس کی مثال المعقول اور المَخْلُوْف ہے۔ لہٰذا اَيُّكُم مبتدا ہوگا اور المَفْتُوْن اس کی خبر ہے۔ المَازنی نے کہا ہے کہ الفتونُ مبتدا ہونے کے لحاظ سے مرفوع ہے اور اس کا ماقبل اس کی خبر ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے: بِمَنْ مُرُوْرُكَ وَعَلٰى اَيِّهِمْ نُزُوْلُكَ: کیونکہ پہلا ظرف کے معنوں میں ہے۔ فَتَّنَهُ تَفْتِيْنًا: اس نے اسے سخت فتنے میں مبتلا کیا۔ اس کا اسم فاعل مُفَتِّنٌ ہے یعنی سخت فتنہ پرداز شخص۔

ف ت ی — الفَتٰی: نوجوان۔

اور الفَتَاةُ: نوجوان لڑکی۔ دوشیزہ۔

قَدْ فَتِيَ: (تاء مکسور) فَتَاءً: وہ جوان ہوا (تاء مفتوح اور الف ممدود) اس کا اسم

فاعل فَتِیٌّ ہے یعنی فتی السِّنِ بمعنی جوان عمر۔

الفَتـی کا معنی جوانمرد، سخی اور شریف بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ھو فَتًی: وہ صاحب فتوۃ یعنی جوانمرد ہے۔

قَـدْ تَفَتّٰی وتفاتٰی: اس نے جوانمردی دکھائی۔ فـتٰی کی جمع فِتْیَانٌ اور فِتْیَةٌ ہے۔

فُـتُـوٌّ بروزن مَفْعُوْلٌ اور فُتِیٌّ بروزن عُصِیٌّ ہے۔ اس میں عین مضموم ہے۔

اسْتَفْتَاهُ فی مَسْالَةٍ: اس نے ایک مسئلے میں اس سے فتویٰ پوچھا۔

فَـأَفْـتَـاهُ: تو اس نے فتویٰ دے دیا۔ اس کا اسم الفتویٰ اور الفُتیا ہے۔

تَفَـاتَوْا اِلَـيْـهِ: انہوں نے فتویٰ کے لئے معاملہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔

ف ج أ—فَـاجَـاهُ مَفَاجَـاةً وفِـجَـاءً: (فاء مکسور اور الف ممدود) اس نے اسے اچانک جا لیا۔ یا حیرت میں ڈال دیا۔

فَجِئَةٌ: (جیم مکسور) فُجَاءَة: (فاء مضموم اور الف ممدود اور فَجْأَة (فاء مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔

ف ج ج—الفَـــجُّ: (فاء مفتوح) دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستہ۔ اس کی جمع فِجَاجٌ ہے۔ (فاء مکسور) ہے۔

الفِجُّ: (فاء مکسور) شامی تربوز جسے ایرانی لوگ تربوز ہندی (یا ہندوانہ) کہتے ہیں۔ تربوز یا دوسرے پھل ابھی کچے ہوں انہیں فِجٌّ (فاء مکسور) کہتے ہیں۔

ف ج ر—فَجَرَ المَاءَ فَانْفَجَرَ: اس نے پانی بہایا تو بہہ پڑا یعنی جاری کیا تو پانی پھوٹ پڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

فَجَّـرَه تَفْجِيْـرًا فَتَفَجَّرَ: جیم کو اظہار کثرت کے لئے مشدد کیا گیا۔

الفَـجْــرُ: رات کے آخری حصہ اور شفق پھوٹنے کا ابتدائی حصہ۔

قَدْ افْجَرْنَا: ہم نے فجر کی۔ اس کی مثال اَصْبَحْنَا من الصبح ہے بمعنی ہم نے صبح کی۔ فَجَـرَ: اس نے فسق کیا۔ یعنی گالی گلوچ کی۔ فَجَـرَ کا معنی اس نے جھوٹ بولا بھی ہے۔ ان کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا اصل معنی ہے جھکا ہوا۔

ف ج ع—الفَجِيْـعَةُ: تکلیف۔ قــدْ فَجَعَتْهُ المُصِيْـبَةُ: مصیبت نے اسے تکلیف پہنچائی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

فَجَّـعَـتْـهُ تفجيعًا کا معنی بھی یہی ہے۔

تَفَـجَّـعَ لَـهُ: اس نے دکھ محسوس کیا۔ یا وہ اس کے لئے دردِ سر ہوا۔

ف ج ل—الفُـجْــلُ: شلغم۔ اس کا واحد فُجْلَةٌ ہے۔

ف ج ا—الفَجْوَةُ: شگاف، دراڑ، درز، دو چیزوں کے درمیان کا خلا۔ میرا کہنا ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں یہ لفظ ہے:

وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ.

ف ح ش — فَاحِشٌ: ہر وہ چیز جو اپنی حد سے تجاوز کرے۔ قَدْ فَحُشَ الأَمْرُ (حاء مضموم) فُحْشًا و تَفَاحَشَ: بات حد سے بڑھ گئی۔ أَفْحَشَ عَلَيْهِ فِي الْمَنْطِقِ: اس نے فحش بات کہی۔ ایسے شخص کو فُحَّاشٌ کہتے ہیں۔

تَفَحَّشَ فِي كَلَامِهِ: اس نے گفتگو میں فحش گوئی کی۔

ف ح ص — الفَحْصُ: کسی چیز کی تحقیق و پڑتال کرنا۔ پوچھ گچھ، باز پرس۔

قَدْ فَحَصَ عَنْهُ: اس نے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ تَفَحَّصَ اور افْتَحَصَ دونوں کا معنی بھی یہی ہے۔

الأُفْحُوص بروزن العُصْفُوْرُ: سنگ خوار کا گڑھا کیونکہ وہ کھود کرید کر بناتا ہے۔

المَفْحَصُ بروزن المَذْهَبُ کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: لَيْسَ لَهُ مَفْحَصُ قَطَاةٍ: اس کے پاس سنگ خوار کے بیٹھنے کی جگہ تک نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فَحَصُوْا عَنْ رُؤُسِهِمْ: انہوں نے اپنی چندیا (وسط سر) کے بال نکال دیئے ہوتے ہیں۔ یعنی انہوں نے سنگ خوار کے گڑھوں کی طرح سر کے درمیان کے بال منڈھا دیئے ہوتے ہیں اور کناروں کے بال رکھے ہوتے ہیں۔

ف ح ل: حیوانات میں مضبوط اور طاقتور نر حیوان۔ اس کی جمع فُحُوْلٌ اور فِحَالٌ ہے۔ الفَحْلُ چٹائی کو کہتے ہیں جو کھجور (کی چھال) سے بنائی جاتی ہے۔ یہ نر درخت مادہ درخت کے لئے بطور فحل (بار آور) ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم دَخَلَ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الانصار وفِي نَاحِيَةِ الْبَيْتِ مِن تلك الفُحُوْلِ فَاَمَرَ بِنَاحِيَةٍ مِنْهُ فَرُشَّتْ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ: حضور نبی اکرم ﷺ ایک انصاری کے گھر تشریف لے گئے، وہاں گھر کے ایک کونے میں یہی چٹائیاں پڑی تھیں۔ آپ ﷺ نے ایک چٹائی الگ کرنے کو فرمایا۔ اس پر پانی چھڑکا، یا بہایا گیا، آپ ﷺ نے اس پر نماز ادا کی۔ اسْتَفْحَلَ الأَمْرُ: بات بڑھ گئی۔ یعنی معاملہ سنگین ہو گیا۔ اِمْرَأَةٌ فَحْلَةٌ: تیز زبان یا تیز طرار عورت۔

ف ح م — الفَحْمُ: کوئلہ، ایک دانہ کو فَحْمَةٌ کہتے ہیں یعنی ایک کوئلہ یا انگارہ۔ اس میں حرف 'ح' کو کبھی حرکت بھی دی جاتی ہے جیسے نَهْرٌ کو نَهَرٌ کہہ دیتے ہیں، کہنے والے نے کہا: قَدْ قَاتَلُوْا لَوْ يَنْفُخُوْنَ فِي فَحِمٍ: اگر وہ کوئلے بھی

پھونکتے ہوں تب بھی جنگ کریں گے۔
الفَحِيْمُ بھی الفَحْمُ کی طرح کوئلہ ہے۔
فَحْمَةُ العِشَاءِ: عشاء کے وقت یعنی شروع رات کی تاریکی۔
شَعْرٌ فَاحِمٌ: سیاہ بال۔
فَحَّمَ وَجْهَهُ تَفْحِيمًا: اس نے اپنا چہرہ سیاہ کردیا۔
أَفْحَمَهُ: اس نے اسے جھگڑے یا بحث وغیرہ میں چپ کرادیا یعنی لاجواب کردیا۔
ف ح ا - فَحْوَى القولِ: قول کا معنی اور لحن (طرز گفتگو)۔ کہا جاتا ہے: عَرَفْتُ ذٰلِكَ فِي فَحْوَى كَلامِهِ: میں نے یہ بات اس کے فحوائے کلام سے معلوم کرلی یا جان لی۔
فحواء: کلام، الف ممدود اور الف مقصور، دونوں سے لکھا اور بولا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ اَكَلَ فَحَا اَرْضٍ لم يَضُرَّهُ ماؤها: جس نے کسی علاقے کے پیاز کھائے تو اسے پھر وہاں کا پانی نقصان نہیں دے گا۔
ف خ خ - الفَخُّ شکار کا جال۔ اس کی جمع فِخَاخٌ ہے (فاء مکسور) ہے۔ اور فُخُوْخٌ (فاء مضموم) ہے۔
ف خ ذ - فَخِذَان، یہ كَتِفٌ یعنی دستی کی طرح ہے۔ فَخْذٌ بروزن فَلْسٌ وفِخْذٌ بروزن عِرْقٌ۔
الفَخِذُ فِي العَشَائرِ کا ذکر بذیل مادہ ش ع ب میں گزر چکا ہے۔
التفخيذ، المُفاخَذَةُ: جدا جدا کرنا۔
میں کہتا ہوں کہ اپنی ماخذ کی کتب میں لفظ المُفَاخَذَةُ نہیں ملا۔ البتہ حدیث شریف میں ہے: بَاتَ يُفَخِّذُ عَشِيْرَتَهُ: یعنی جب آیت: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الأَقْرَبِيْنَ: نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے ایک ایک فرد کو دعوت دی، نام لے کر۔ نہایہ میں خاندان کے عددی تقسیم کے حصے یہ لکھے ہیں: شَعب، قبیلہ، فَصِيْلَة، عَمَارہ، بطن اور پھر آخر میں فَخذ.
ف خ ر - الفَخْرُ (خاء ساکن اور مفتوح) فخر کرنا۔ بڑائی جتانا۔
الإِفْتِخَار: فخر کرنا۔ پرانے لوگوں کی بڑائی کا شمار کرنا۔ اس کا باب قطع ہے۔ اس کا مصدر فَخْرًا ہے جس میں فاء اور خاء دونوں مفتوح ہیں۔
تَفَاخَرَ القَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے پر اپنا فخر جتایا۔
الفَخِيرُ، المُفَاخِرُ: فخر کرنے یا جتانے والا۔ اس کی مثال الخَصِيْمُ اور المُخَاصِمُ ہے۔
الفِخِّيرُ بروزن السِّكِّيتُ: بہت زیادہ فخر جتانے والا ہے۔ فَاخَرَهُ، فَخَرَهُ فَخْرًا (فاء اور خاء دونوں مفتوح) وہ اس سے ماں اور باپ دونوں کے لحاظ سے یعنی

حسب ونسب میں زیادہ باعزت ہے۔
الْمَفْخَرَةُ: برتری۔ الْفَخَّار: مٹی کے برتن۔ الْفَاخِرُ: عمدہ چیز۔

ف خ م — رَجُلٌ فَخْمٌ بڑی قدر و منزلت والا آدمی یا بڑی شخصیت۔ التَّفْخِيمُ: تعظیم، قدر کرنا۔ تَفْخِيمُ الْحَرْفِ: حرف کو منہ بھر کر آواز سے ادا کرنا اسی کی ضد امالہ ہے۔

ف د ح — فَدَحَهُ الدَّيْنُ قرض نے اسے زیر بار کر دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ ابن جریج رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قال: وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَلَّا يَتْرُكُوا مَفْدُوحًا فِي فِدَاءٍ اَوْعَقْلٍ: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ کسی مسلمان کو فدیہ یا خون بہا کی ادائیگی کے سلسلے میں زیر بار نہ رہنے دیں۔ ایک اور حدیث شریف میں مَفْدُوحًا کی جگہ مُفْرَحًا: راء کے ساتھ ہے جس کا معنی محتاج اور نادار ہے۔ یعنی اسلام میں کوئی شخص قرضوں اور جرمانوں کے بوجھ میں دبا ہوا محتاج و نادار نہ چھوڑا جائے۔
فَادِحٌ: عیالدار اور زیر بار انسان۔ جس کی کوئی شنوائی نہ ہو۔
اَفْدَحَهُ الدَّيْنُ مِمَّنْ يُوْثَقُ بِعَرَبِيَّتِهِ: قرض نے اسے زیر بار کر دیا جس سے عربی ہونے کا وثوق مجروح ہوا۔

ف د د — الْفَدِيْدُ آواز، صوت۔
فَدَّ الرَّجُلُ يَفِدُّ (فاء مکسور) فَدِيْدًا: آدمی نے آواز نکالی۔
رَجُلٌ فَدَّادٌ: بلند آواز آدمی۔ (فاء مفتوح اور دال مشدّد) حدیث شریف میں ہے: اِنَّ الْجَفَاءَ وَالْقَسْوَةَ فِي الْفَدَّادِيْنَ: بلند آواز میں بولنے والوں میں درشتی اور سنگدلی ہوتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے کھیتوں اور مال مویشی میں بلند آوازیں نکالتے ہیں۔

ف د م — الْفِدَامُ (فاء مکسور) ابریق لوٹے یا پانی کے برتن کے منہ پر چھلنی یا بندھا ہوا کپڑا جس سے پانی وغیرہ صاف ہو کر باہر آتا ہے۔
الْفَدَّامُ: (فاء مفتوح اور دال مشدّد) کا معنی بھی یہی ہے۔
رَجُلٌ فَدْمٌ: ہکلا آدمی جو ٹھیک سے بات نہ کر سکے۔

ف د ن — الْفَدَّانُ ہل جسے دو بیل چلاتے ہیں اور کھیت میں ہل چلایا جاتا ہے۔ ابو عمرو کا قول ہے کہ الْفَدَّان وہ بیل ہے جو ہل میں جوتا جاتا ہو۔ اس کی جمع فَدَادِيْنِ ہے لیکن اس میں دال مخفف ہے۔

ف د ی — الْفِدَاءُ (فاء مکسور، الف ممدود اور مکسور) قصر صرف فتحہ سے ہوتی ہے۔

فَدَاهُ و فَادَاهُ: اس نے اس کا فدیہ دیا اور اسے چھڑالیا۔

فَدَاهُ بِنَفْسِهِ: اس نے اس پر جان قربان کردی۔ فَدَاه تَفْدِيَة: اس نے جُعِلتُ فِدَاکَ کہا یعنی 'میں تیرے صدقے جاؤں' کہا۔

تَفَادُوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو جُعِلتُ فِدَاکَ کہا۔

اِفْتَدَى مِنْهُ بِكَذَا: اس نے اس سے اس قدر فدیہ دے کر جان چھڑالی۔

تَفَادَى فُلَانٌ كذا: اس نے اس سے پرہیز کیا اور اس سے کنارہ کش ہوا۔

الفِدْيَةُ، الفِدَى اور الفِداء: سب کا ایک ہی معنی ہے۔

ف ذ ذ – الفَذُّ: فرد۔

الفَذُّ: کا معنی جوے کا پہلا تیر بھی ہے۔ یہ تیر تعداد میں دس ہوتے ہیں۔ پہلا الفَذّ ہوتا ہے۔ دوسرا التَّوْءَم، تیسرا الرَّقِيبُ، چوتھا حِلْس، پانچواں النَّافِس، چھٹا المُسْبِلُ، ساتواں المُعَلّٰى: اس کے بعد تین تیروں کا کوئی نصاب نہیں ہے۔ ان کے نام السَّفِيحُ، المَنِيحُ اور الوَغْدُ ہیں۔

ف ر أ – الفَرَأُ: بروزن الكَلأ: گورخر، جنگلی گدھا۔ مثل ہے: كُلُّ الصَّيْدِ فِي جَوْفِ الفَرَاءِ: سارے شکار گورخر کے پیٹ میں۔ اصل مثل یہ ہے کہ تین شکاری شکار کو گئے۔ ایک نے خرگوش اور دوسرے نے ہرن کا شکار کیا اور اپنے اپنے شکار پر فخر کرنے لگے۔ تیسرے نے گورخر کا شکار کیا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ تمہارے شکار تو میرے گورخر کے پیٹ میں سما سکتے ہیں۔ ان کی حقیقت ہی کیا ہے۔ الفَرَا کی جمع فِرَاءٌ ہے اور اس کی مثال جَبَلٌ سے جِبَالٌ ہے۔ فَرَا کی جمع بنانے میں الف کو ہمزہ سے بدلا گیا ہے۔ لوگوں کا قول ہے کہ: أَنْكِحْنَا الفَرَا فَسَنَرَى.

فَرَا: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ر أ'.

ف ر ت – الفُرات: آبِ شیریں، میٹھا پانی۔ اسے مَاءٌ فُرَاتٌ بھی کہا جاتا ہے، اور مِيَاهٌ فُرَاتٌ بھی۔

الفُرَات: کوفہ میں واقع دریائے فرات۔

الفُرَاتَان: دریائے فرات اور دریائے دُجَيْلٌ (دجلہ)۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری دُجَيْل دریائے دجلہ سے نکلنے والی ایک چھوٹی سی نہر ہے۔

ف ر ث – الفَرْث: بروزن الفَلْس: گوبر جو ابھی جانور کے پیٹ (اوجھ) میں ہی ہو۔ اس کی جمع فُرُوثٌ ہے۔ اس کی مثال فُلُوسٌ ہے۔

أَفْرَثَ الكِرْشَ: اس نے اوجھ چاک کر

کے غلاظت نکال کر پھینک دی۔

ف ر ج — الفَرَجُ مِنَ الغَمِّ: دکھ سے آرام ہونا۔ کشائش اور فراخی۔ کہا جاتا ہے: فَرَّجَ اللّٰهُ غَمَّهُ تفريجًا: اللہ اس کے دکھ کو دور کرے۔

فَرَجَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الفَرْجَةُ (فاء مفتوح) من الغَمِّ: دکھ اور غم سے آرام۔ شاعر کا قول ہے:

رُبَّمَا تَكْرَهُ النُّفُوسُ مِنَ الامِ

رِ فَــرْجَــةٌ كَحَـلِّ العِــقَالِ

''بعض کاموں کو نفس ناپسند کرتا ہے لیکن ان میں اتنی خوشی ہوتی ہے جتنی قید سے چھوٹ جانے کی۔''

الفُــرْجَةُ: (فاء مضموم) دیوار میں سوراخ وغیرہ۔ کہا جاتا ہے کہ بَيْنَهُمَا فُرْجَةٌ: ان دو شخصوں کے درمیان رخنہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يُتْــرَكُ فِــي الاسْلامِ مُفْرَجٌ: اسلام میں کوئی رخنہ نہ چھوڑا جائے گا۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ لفظ حــاء کے ساتھ ہے۔ اس نے اس کے جیم سے ہونے انکار کیا ہے۔ ابو عبید کے بقول محمد بن حسن نے کہا ہے کہ اس لفظ کو جیم اور حاء دونوں کے ساتھ روایت کیا جاتا ہے، اور جیم کے ساتھ اس کا معنی ایسا مقتول ہے جو کسی جنگل میں پایا جائے، جو کسی آبادی کے قریب نہ ہو۔ ان کا قول ہے کہ ایسے مقتول کی بیت المال کے خرچ پر تجہیز و تدفین ہوگی۔ ابو عبید کا قول ہے کہ یہ ایسا شخص ہے جس کا کوئی والی وارث نہ ہو اگر اس سے کوئی جرم سرزد ہو تو اس کی ذمہ داری بیت المال پر ہوگی، کیونکہ اس کا کوئی عاقلہ یعنی تاوان ادا کرنے والا نہیں ہوتا۔

الفَرُّوجَةُ: چوزہ، مرغی کا چوزہ۔ اس کی جمع الفَرَارِيجُ ہے۔

دَجَاجَةٌ مُفْرِجٌ: چوزوں والی مرغی۔

ف ر ح — فَرِحَ بِهِ: وہ خوش ہوا۔ الفَرَحُ کا معنی اترانا بھی ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: انَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الفَرِحِيْنَ: اللہ تعالیٰ اترانے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتے۔ ان کا باب طَرِبَ ہے۔

اَفْرَحَهُ اور فَرَّحَهُ تَفْرِيْحًا: اس نے اسے خوش کر دیا۔ کہا جاتا ہے: مَا يَسُرُّنِي بِهٰذَا الاَمْرِ مُفْرِحٌ (راء مکسور) ومَفْرُوحٌ بِهِ: مجھے اس کام پر کوئی خوش کرنے والا یا خوش انسان خوش نہیں کرتا، یعنی میں اس کام سے کسی طرح بھی خوش نہیں ہوں۔

مَفْرُوحٌ بِهِ کے بدلے صرف مَفْرُوحٌ کہنا درست نہیں ہے۔

اَفْرَحَهُ الدَّيْنُ: قرض نے اسے زیر بار کر

دیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يُتْرَكُ فِي الْاِسْلَامِ مُفْرَحٌ: اسلام میں کسی کو زیر بار نہیں چھوڑا جائے گا۔

الازہری کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مَفْدُوْحٌ ہے۔ اور بقول اصمعی رحمہ اللہ یہ وہ شخص ہے جس کو قرض نے زیر بار کر دیا ہو۔ اصمعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس شخص کا قرض بیت المال کی طرف سے ادا کیا جائیگا، اور اسے مقروض نہیں رہنے دیا جائے گا۔ اصمعی رحمہ اللہ نے لوگوں کے اس لفظ کو مُفْرَج (جیم کے ساتھ) کہنے سے انکار کیا ہے۔

المِفْرَاحُ: (میم مکسور) سازگار حالات پر بہت زیادہ خوش ہونے والا۔

المُفَرِّحُ: فرحت بخش دواء۔

ف ر خ—الفَرْخُ: چوزہ۔ پرندے کا بچہ، مادہ بچے کو فَرْخَةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع قلت اَفْرُخٌ اور اَفْرَاخٌ ہے اور جمع کثرت فِرَاخٌ ہے۔

اَفْرَخَ الطَّائِرُ: پرندے نے انڈوں سے بچے نکالے۔

فَرَّخَ تَفْرِيْخًا کا معنی بھی یہی ہے۔ میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے: پرندہ بچوں والا ہو گیا۔

ف ر د—الفَرْدُ: وتر، طاق۔ اس کی جمع اَفْرَادٌ ہے اور فُرَادٰی (فاء مضموم) خلاف قیاس جمع ہے۔ وہ ایسا ہے جیسے فَرْدَانٌ کی جمع ہو۔

الفَرِيْدُ الدُّرِّ: گوہر یک دانہ۔

فَرَائِدُ الدُّرِّ: بڑے موتی۔ کہا جاتا ہے: جَآءُ وا اَفْرَادًا وفُرَادٰی (منون اور غیر منون) وہ ایک ایک کر کے آئے۔

فَرَدَ، انْفَرَدَ يَفْرُدُ (راء مضموم) فَرَادَةً: (فاء مفتوح) وہ اکیلا ہو گیا۔ یا وہ تنہا ہو گیا۔

تَفَرَّدَ کا بھی یہی معنی ہے۔

اسْتَفْرَدَهُ: وہ اس کے ساتھ تنہا ہو گیا، یعنی اس کے ساتھ الگ ہو گیا۔

ف ر د س—الفِرْدَوْسُ: باغ، الفراء کا قول ہے: یہ عربی لفظ ہے۔

الفـردوسُ: جنت میں ایک باغیچہ کا نام بھی ہے۔

فِـرْدَوْسٌ، الیمامۃ کے علاوہ ایک اور باغ کا نام ہے۔

الفَرَادِيْسُ: شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔

ف ر ر—فَرَّ، يَفِرُّ، فِرَارًا: وہ بھاگ گیا۔

اَفَرَّهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے بھگا دیا۔

رَجُلٌ فَرٌّ بروزن بَرٌّ: بھگوڑا، بھاگنے والا۔ یہ لفظ تثنیہ جمع اور مؤنث تینوں میں یکساں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: هٰذَا اِنَّ فَرُّ قُرَيْشٍ اَفَلَا اَرُدُّ عَلَى الْقُرَيْشِ فَرَّهَا: "یہ دونوں قریش کے بھاگے ہوئے ہیں۔ کیا میں قریش کو ان کے بھاگے ہوئے نہ لوٹا دوں"۔ یہ الفاظ سُراقہ

بن جشم نے اس وقت حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہے تھے جب آپ ہجرت کر کے مدینہ شریف جارہے تھے۔ الفَرُّ، فَارٌّ کی جمع ہوسکتی ہے۔ جس کی مثال رَاکِبٌ کی جمع رَکْبٌ ہے اور صَاحِبٌ کی صَحْبٌ ہے۔

اَفْتَرَّ ضَاحِکًا: اس نے ہنسی میں اپنے دانت نمایاں کئے۔

فَرَسٌ مِفَرٌّ: (میم مکسور) تیز بھاگنے والا گھوڑا اور بھاگتے وقت کام آئے یعنی ایسا گھوڑا جس پر سوار ہو کر بھاگا جاسکے۔

المَفَرُّ: فرار۔ قول خداوندی ہے: اَیْنَ المَفَرُّ: فرار کہاں۔

المَفِرُّ: جائے فرار۔

ف ر ز ــ **فَرَزَ الشَّیْءَ:** ایک چیز کو دوسری چیز سے الگ کرنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اَفْرَزَہُ کا معنی بھی یہی ہے۔ فَارَزَ شَرِیْکَہٗ: اس نے اپنے شریک کو اپنے سے دور کر دیا اور اس سے قطع تعلق کر لیا۔

اَفْرِیْزٌ: چاردیواری۔ یہ لفظ معرب ہے۔ اسی سے لفظ ثَوْبٌ مَفْرُوْزٌ ہے۔ جس کا معنی چیدہ کپڑا ہے۔

ف ر ز د ق ــ **الفَرَزْدَقُ:** گندھے ہوئے آٹے کا پیڑا۔ اس کا واحد فَرَزْدَقَۃٌ اسی سے فرزدق شاعر کا نام پڑا ہے۔ ورنہ اس کا اصل نام ھَمَّام ہے۔

ف ر س ــ **الفَرَسُ:** گھوڑا، گھوڑی، نر اور مادہ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ گھوڑی کے لئے فَرَسَۃٌ نہیں کہا جاتا۔ الفَرَسُ کا اسم تصغیر فُرَیْسٌ ہے۔ اگر مادہ کے لئے خاص طور پر نام لینا ہو تو فُرَیْسَۃٌ ہی کہتے ہیں، یعنی 'ۃ' کا اضافہ کرتے ہیں۔ الفَرَسُ کی جمع اَفْرَاسٌ ہے۔ گھڑسوار یا شہسوار کو فَارِسٌ کہتے ہیں۔ اس کی مثال لَابِنٌ اور تَامِرٌ کی سی ہے۔ گھوڑے کے مالک کو بھی فَارِسٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع فَوَارِسُ بنائی جاتی ہے۔ لیکن یہ جمع شاذ ہے اور قیاسی نہیں، کیونکہ فَوَاعِلُ کا وزن فَاعِلَۃٌ کے لئے مقرر ہے مثلاً: ضَارِبَۃٌ کی جمع ضَوَارِبُ یا پھر یہ فَاعِلٌ کی جمع کا وزن ہے جو مؤنث کی صفت ہو مثلاً: حَائِضٌ کی حَوَائِضُ ہے۔ یا پھر آدمی کے سوا دوسری صفت اور اسم کی جمع ہے مثلاً: بَازِلٌ کی جمع بَوَازِلُ اور حَائِطٌ کی جمع حَوَائِطُ ہے۔ رہا ذی عقل مذکر تو فَوَارِسٌ ھَوَالِکٌ اور نَوَاکِسُ کے علاوہ اور کوئی جمع اس وزن پر نہیں آتی۔ ابن السکیت رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: اذا کَانَ الرَّجُلُ عَلٰی حَافِرٍ بِرْذَوْنًا کَانَ اَوْ فَرَسًا اَوْ بَغْلًا اَوْ حِمَارًا قُلْتَ مَرَّ بِنَا فَارِسٌ: "یعنی جب کوئی کسی چوپائے پر سوار ہو، وہ خواہ ٹٹو

پر سوار ہو یا گھوڑے پر، یا خچر پر سوار ہو یا گدھے پر، تو تم کہو گے کہ ہمارے پاس ایک خچر سوار گزرا یا ہمارے پاس سے گدھا سوار گزرا۔" عُمارہ کا کہنا ہے۔ خچر والے کو بغّال کہتے ہیں فَارِسٌ نہیں کہتے۔ گدھے والے کو حمّار کہتے ہیں فَارِسٌ نہیں کہتے۔

فَرَسَ الاَسَدُ فَرِيْسَتَهٗ: شیر نے اپنے شکار کو پھاڑ کھایا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور معنی ہے کہ اس نے اس کی گردن توڑ دی۔

اِفْتَرَسَهَا کا معنی بھی یہی ہے۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ فَرَسَ الذِّئبُ الشَّاةَ: بھیڑیے نے بکری کو پھاڑ کھایا۔ نضر بن شُمَیل نے کہا کہ ان معنوں میں اَكَلَ الذِّئبُ الشَّاةَ: یعنی بھیڑیے نے بکری کو کھایا کہتے ہیں، اِفْتَرَسَهَا نہیں کہتے۔

اَبُوْ فِرَاس: شیر کی کنیت ہے۔

فَارِسٌ: فارس یعنی ایران کے رہنے والے فارسی لوگ۔ اس کی جمع فُرْسٌ ہے۔

الفُرْسَان: شہسوار لوگ۔

الفِرَاسَةُ: (فاء مکسور) تَفَرَّسْتُ: فعل کا اسم ہے۔ اس کا معنی بھلائی بھانپ لینا ہے۔

هُوَ يَتَفَرَّسُ: وہ دیکھتا بھالتا ہے۔ یعنی سوچتا سمجھتا ہے۔ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ فَارِسُ النَّظَرِ: تیز نگاہ انسان۔ حدیث شریف میں ہے: اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ المُؤْمِنِ: مومن کی فراست سے بچو یا محتاط رہو۔

الفَرَاسَةُ (فاء مفتوح)، الفُرُوْسَةُ اور الفُرُوْسِيَّةُ: سب کا معنی شہسواری یا گھڑ سواری ہے۔

قَدْ فَرُسَ: (راء مضموم) اس کا باب سَهُلَ اور ظَرُفَ ہے۔ اور معنی ہے کہ وہ گھوڑوں کے بارے میں ماہر اور تجربہ کار شخص ہے۔

ف ر س خ — الفَرْسَخُ: فرسنگ، کوس کا فاصلہ۔ اس کی جمع فَرَاسِخ ہے۔ یہ لفظ فارسی فرسنگ سے معرب ہے۔

ف ر ش — الفِرَاشُ: اس کی جمع الفُرُش ہے اور معنی بستر۔ بطور کنایہ عورت کو کہتے ہیں۔

فَرَشَ الشَّيْءَ، يَفْرُشُهٗ: (راء مضموم) فِرَاشًا: (فاء مکسور) اس نے بچھایا۔

الفَرْشُ بروزن العَرْش، الفُرُوْش: گھر کا فرنیچر۔ اونٹ کے بچوں کو بھی اس نام سے پکارتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: حَمُوْلَةً وَفَرْشًا: باربردار بڑے بڑے چوپائے اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے۔ الفَرّاء کا کہنا ہے کہ میں نے ان معنوں میں اس لفظ کی جمع کا صیغہ نہیں سنا۔

اس نے کہا کہ ہوسکتا ہے یہ مصدر ہو جو بطور اسم استعمال ہوا ہو۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے کہ فَرَشَهَا اللّٰهُ فَرْشًا: یعنی اس نے بچھونا بچھایا۔

اُفْتَرَشَ الشَّيْءُ: چیز بچھ گئی۔

اُفْتَرَشَهُ: اس نے اسے روندا۔ پامال کیا۔

اُفْتَرَشَ ذِرَاعَيْهِ: اس نے اپنے دونوں بازو زمین پر بچھائے۔

تَفْرِيْشُ الدَّار: گھر میں ٹائلیں لگوانا۔ یا پختہ فرش کرنا۔

فَرَاشَةُ القفل: راء مخفف۔ قفل کے جھڑ یا پَر۔ جو قفل میں ڈالا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَقْفَلَ فَاَفْرَشَ: اس نے قفل لگا دیا اور اس میں جھڑ ڈال دیا۔

الفَرَشَةُ: پروانہ، پتنگا۔ جو شمع کے گرد چکر کاٹتا ہے۔ مثل ہے: اَطِيْشُ مِنْ فِرَاشَةٍ: پروانے سے زیادہ بے قرار۔ اس کی جمع فِرَاشٌ ہے۔

ف ر ص - الفُرْصَةُ: فرصت، مہلت۔ کہا جاتا ہے کہ: وَجَدَ فُلَانٌ فُرْصَةً وَانْتَهَزَ فُلَانٌ الفُرْصَةَ: فلاں شخص کو موقع ملا اور فلاں شخص نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔

اُفْتَرَصَهَا: کا معنی بھی فرصت کو غنیمت جاننا ہے۔

الفَرْصُ: کاٹنا۔

المِضْرَاصُ: چاندی کاٹنے والی قینچی۔

الفَرِيْصَةُ: پہلو اور شانے کے درمیان کا گوشت۔ چوپایوں کا گوشت ہمیشہ پھڑکتا رہتا ہے۔ اس کی جمع فَرِيْصٌ اور فَرَائِصُ ہے۔ حدیث شریف ہے کہ: اَنَّ النبيَّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم قَالَ اِنِّي لَأَكْرَهُ اَنْ اَرَى الرَّجُلَ ثَائِرًا فَرِيْصَ رَقَبَتِهِ قَائِمًا عَلٰى مُرَيَّتِهِ يَضْرِبُهَا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس بات کو بُرا جانتا ہوں کہ آدمی کی گردن کی رگیں مارے غصے کے پھولی ہوئی دیکھوں کہ وہ کھڑا اپنی چھوٹی عورت کو مار رہا ہو۔ ابوعبید کا قول ہے کہ آپ ﷺ کے اس فرمان سے مراد گردن کے پٹھے اور رگیں ہیں کیونکہ غصے کے وقت یہی پٹھے تنتے اور رگیں پھول جاتی ہیں۔

ف ر ص د - الفِرْصَادُ: (فاء مکسور) سُرخ تُوت بالخصوص۔

ف ر ض - الفَرْضُ: کسی چیز میں شگاف ڈالنا۔ الفَرْضُ کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب کردہ اوامر اور احکام بھی ہے۔ انہیں یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ فرض امر کے علامات اور حدود متعین ہیں۔ قول خداوندی ہے: لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا: میں ضرور تمہارے بندوں میں ایک متعین تعداد کو اپنے قبضے

میں کرلوں گا۔

التَّفْرِيضُ: شگاف ڈالنا۔کاٹنا۔قرآن کی آیت: سُورَةٌ اَنْزَلْنَاهَا وَفَرَّضْنَاهَا: میں 'فرضنا' میں راء کومشدد کرکے پڑھا گیا ہے، یعنی ہم نے اس سورت کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔

فُرْضَةُ النَّهْرِ: دریا کا دہانہ۔فُرْضَةٌ کا فاء مضموم ہے، جہاں سے سیرابی کے لئے پانی لیا جاتا ہے۔

فُرْضَةُ الْبَحْرِ: بندرگاہ۔

فَرَضَ لَهُ فِي الْعَطَاءِ: اس نے اس کی پنشن مقرر کی۔

فَرَجَ لَهُ فِي الدِّيوَانِ: اس نے رجسٹر میں اس کا اندراج کر دیا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

فَرَضَتِ الْبَقَرَةُ: گائے بوڑھی ہوگئی۔

قول خداوندی میں یہی لفظ آیا ہے: لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ: وہ گائے نہ تو بوڑھی ہے اور نہ ہی بچھیا ہے۔اس کا باب جَلَسَ اور ظرف ہے۔

الفَارِضُ والفَرَضِيُّ: علم وفرائض (وراثت کے حصول کی تقسیم) کا علم جاننے والا۔

فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْنَا كَذَا: اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ کچھ واجب کیا ہے۔

افْتَرَضَ کا معنی بھی یہی ہے۔اس کا اسم الفَرِيضَةُ ہے۔حدیث شریف میں ہے: افْرَضُكُمْ زَيْدٌ: تم میں حضرت زید (رضی اللہ عنہ) سب سے زیادہ علم الفرائض کے جاننے والے ہیں۔

الفَرِيضَةُ کا معنی چرنے والے چوپایوں میں زکوۃ بھی ہے۔

ف ر ط – فَرَطَ فِي الأَمْرِ: اس نے معاملے میں کوتاہی کی اور معاملے کو ضائع کر دیا حتی کہ وہ ختم ہوگیا یا ہاتھوں سے جاتا رہا۔

فَرَّطَ فِيهِ تَفْرِيطًا کا معنی بھی یہی ہے۔

فَرَطَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر جلد بازی اور زیادتی کی۔یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: اَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا: ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا۔

فَرَطَ اِلَيْهِ کے بارے میں یہی قول ہے۔

فَرَطَ الْقَوْمَ: وہ پانی کے گھاٹ پر دوسروں سے پہلے پہنچ گیا۔ایسے شخص کو فَارِطٌ کہتے ہیں۔اور اس کی جمع فُرَّاطٌ (فاء مضموم) ہے۔اس کا وزن كُتَّابٌ ہے۔تمام کا باب نَصَرَ ہے۔

اَفْرَطَهُ: اس نے اسے چھوڑ دیا یا ترک کر دیا۔قول خداوندی میں ہے: وَاَنَّهُمْ مُفْرَطُوْنَ: وہ لوگ آگ میں چھوڑ دیے جائیں گے۔یعنی وہ ازیادرفتہ لوگ ہیں۔

اَفْرَطَ فِي الأَمْرِ: اس نے کام یا معاملے

میں زیادتی کی یعنی حد سے تجاوز کیا۔ اس کا اسم الفَـرُطُ ہے۔ اس میں راء ساکن ہے۔ کہا جاتا ہے: إِيَّاكَ وَالفَرْطُ فِي الأَمْرِ: کام میں حد سے تجاوز کرنے سے بچو۔

الفَـرَطُ: (فاء اور راء دونوں مفتوح) وہ شخص جو سب سے پہلے پانی پر پہنچتا ہے اور رسی ڈول تیار کرتا ہے اور حوض کا بندوبست کرتا ہے۔ اور دوسروں کو پانی پلاتا ہے۔ یہ اسم فَعَلٌ کے وزن پر فاعل کے معنوں میں ہے۔ اس کی مثال تَبَعٌ بمعنی تَابِعٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ فَـرَطٌ وقَـوْمٌ فَـرَطٌ بھی۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَا فَرَطُكُمْ عَـلَى الحَـوْضِ: میں قیامت کے دن حوض کوثر پر تمہارا افرط ہوں گا۔ یعنی تمہیں سیراب کرنے والا اور پانی پلانے والا۔ اسی نسبت سے بچے کی نماز جنازہ کی دعا میں یہ کہا جاتا ہے کہ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ فَـرَطًا: یعنی اے خدا! ہمارے اس بچے کو ہمارے لئے توشۂ آخرت اور اجر بنا جو ہم سے پہلے جائے اور ہم پھر اس کے پاس جا اتریں۔

أَمْـرٌ فُـرُطٌ: حد سے بڑھا ہوا کام یا معاملہ۔ فاء اور راء مضموم، قول خداوندی میں یہ لفظ آیا ہے: وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا.

ف ر ط س — فُرْطُوسَةُ الخِنْزِيرِ: سور کی تھوتھنی، (فاء مضموم)۔

ف ر ع — فَرْعُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا اوپر والا حصہ۔

الفَـرْعُ کا معنی پورے بال بھی ہے۔

الفَـرَعُ: (فاء اور راء دونوں مفتوح) اونٹنی پہلوٹا یعنی پہلا بچہ جسے وہ بتوں کے نام ذبح کرتے ہیں اور اسے بابرکت سمجھتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا فَـرَعَ وَلَا عَـتِيرَةَ: اسلام میں فَرَع یا عَتِیرہ نہیں ہے۔ فـرع سے مراد اونٹنی کے پہلوٹے بچے کی قربانی اور عـتـیـرہ ماہ رجب کی قربانی ہے۔ جو دور جاہلیت میں مروّج تھی اور اسلام میں ممنوع ہوگی۔

الأَفْـرَعُ: زیادہ بالوں والا، الأصلع یعنی گنجے کی ضد ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ أَفْـرَعُ: نبی کریم ﷺ کے سر پر بہت بال تھے۔ تَفَرَّعَتْ أَغْصَانُ الأَشْجَارِ: درختوں کی ٹہنیاں بہت زیادہ ہوگئیں یا زیادہ پھیل گئیں۔

ف ر ع ن — فِرْعَوْنُ: شاہ مصر ولید ابن مصعب کا لقب۔ ہر سرکش کو فرعون کہتے ہیں۔ اور باغیوں کو فَرَاعِنَة کہا جاتا ہے۔

قَدْ تَفَرْعَنَ: وہ فرعون بن گیا۔

هُوَ ذُو فَرْعَنَةٍ: وہ انتہائی مکر و فریب اور نخوت کا مالک ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَخَذْنَا فِـرْعَوْنَ هٰـذِهِ الأُمَّةِ: ہم نے اس امت کے فرعون کو پکڑ لیا۔

ف ر غ — **فَرَغَ مِنَ الشُّغْلِ فَرَاغًا:** وہ کام سے فارغ ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
تَفَرَّغَ لِكذا: اسے فلاں کام کے لئے فراغت مل گئی۔ **اسْتَفْرَغَ مَجْهُودَهُ:** اس نے بھرپور کوشش کی۔
فَرِغَ الْمَاءُ (راء مکسور) **فَرَاغًا:** پانی ختم ہوگیا یا جذب ہوگیا۔ **أَفْرَغَهُ غَيْرُهُ:** اسے کسی اور نے فارغ کردیا۔
حَلْقَةٌ مُفْرَغَةٌ: ہر طرف سے خاموشی چھایا ہوا حلقہ۔
تَفْرِيغُ الظُّرُوفِ: برتنوں کو خالی کردینا۔

ف ر ف خ — **الْفَرْفَخ:** ایک سبزی، خرفہ کا ساگ۔ اسے بَرْبَهَنْ کہا جاتا ہے۔

ف ر ق — **فَرَقَ بين الشَّيْئَيْنِ:** اس نے دو چیزوں کے درمیان فرق کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور فُرْقَانًا بھی۔
فَرَّقَ الشَّيْءَ تَفْرِيقًا وتَفْرِقَةً فانفرَقَ وتَفَرَّقَ وافْتَرَقَ: اس نے کسی چیز میں سے اپنا حصہ تھوڑا تھوڑا کر کے لے لیا، یا بار بار لیا۔ قول خداوندی ہے: **وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ:** اور قرآن کو جسے ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔ جس نے اسے راء مخفف کے ساتھ پڑھا۔ اس کا کہنا ہے کہ ہم نے فَرَقَ يَفْرُقُ میں بیان کردیا ہے اور جس نے اس میں راء کو مشدد کر کے پڑھا اس کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے: ہم نے اسے مختلف ایام واوقات میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔
الْفَرَقُ: مدینہ شریف میں ناپ کا ایک مشہور پیمانہ جو سولہ رطل کے برابر ہوتا ہے۔ اسے راء کی حرکت سے یعنی الفَرَق بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع فُرْقَانٌ ہے۔ اور یہ جمع کا صیغہ دونوں کی جمع ہے۔ اس کی مثال بطن کی جمع بُطْنَانٌ اور حَمَلٌ کی جمع حُمْلَانٌ ہے۔
الْفُرْقَانُ: قرآن کریم۔ حق وباطل میں فرق کرنے والی ہر چیز فُرْقَانٌ ہے۔ اسی لئے قول خداوندی ہے: **وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ:** "ہم نے موسیٰ اور ہارون کو الفرقان یعنی حق وباطل میں فرق کرنے والی چیز دے دی۔"
الْفُرْقَةُ اس قول کا اسم ہے کہ **فَارَقَهُ مُفَارَقَةً:** اس نے اس کے درمیان جدائی ڈال دی۔ اس کا اسم فِرَاقًا بھی ہے۔
الْفَارُوقُ: ایک نام جس سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ موسوم ہوئے۔
الْمَفْرِقُ: (راء مکسور ومفتوح) وسط سر۔ یہ سر کی وہ جگہ ہے جہاں سے بال الگ الگ ہوجاتے ہیں۔ **مَفْرِقُ الطَّرِيقِ وَمَفْرِقُهُ:** اس کا جمع کا صیغہ نہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ایک راستے سے دوسرا راستہ

الگ ہوتا ہو۔ لوگوں کا قول ہے کہ:
لِلْمَفْرِقِ مَفَارِقُ: یعنی ایک راستے سے کئی اور راستے نکلتے ہیں گویا انہوں نے ہر جگہ سے ایک راستہ نکالا ہے اور ان کی جمع بنالی ہے۔
الْفَرَقُ: خوف اور ڈر۔
قَدْ فَرِقَ مِنْهُ: وہ اس سے ڈر گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ان معنوں میں فَرَقَہٗ کہنا درست نہیں ہے۔
اِمْرَأَةٌ فَرُوقَةٌ: خوف زدہ عورت۔ مرد کے لئے بھی رَجُلٌ فَرُوقَةٌ بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع نہیں ہے۔
دِيكٌ اَفْرَقُ: کلغی والا مرغا۔
رَجُلٌ اَفْرَقُ: مانگ والا مرد۔ جس کے بالوں یا داڑھی میں مانگ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ اَبْيَنُ مِنْ فَرَقِ الصُّبْحِ (فاء اور راء دونوں مفتوح) وہ ابتدائے صبح سے بھی زیادہ نمایاں اور روشن ہے۔
الْفِرْقُ مِنَ الشَّيْءِ: کسی چیز سے پھوٹ نکلنا۔ یہیں سے قول خداوندی ہے:
فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ: تو سمندر پھٹ پڑا اور ہر ٹکڑا گویا ایک بڑا پہاڑ بن گیا۔
الْفِرْقَةُ: لوگوں کا فرقہ، جماعت۔
الْفَرِيقُ: لوگوں میں سے اکثر۔ حدیث شریف میں ہے: اَفَارِيقُ الْعَرَبِ: عرب کے فرقے۔ اَفَارِيقُ، اَفْرَاقٌ کی جمع ہے۔ اور اَفْرَاقٌ، فرقہ کی جمع ہے۔
اَفْرَقَ الْمَرِيضُ مِنْ مَرَضِهٖ والْمَحْمُومُ مِنْ حُمَّاهٗ: مریض کو مرض سے افاقہ ہوا اور بخار والے آدمی کو بخار سے آرام آیا۔
اِفْرِيقِيَّةُ: ایک اسلامی ملک کا نام۔

ف ر ق د — الْفَرْقَدُ: بچھڑا۔
الْفَرْقَدَانِ: قطب کے قریب دو ستارے۔

ف ر ق ع — الْفَرْقَعَةُ: انگلیوں کا چٹخانا۔
فَرْقَعَهَا فَتَفَرْقَعَتْ: اس نے انگلیوں کو چٹخایا تو وہ چٹخ گئیں۔

ف ر ک — فَرَكَ الثَّوْبَ وَالسُّنْبُلَ بِيَدِهٖ: اس نے اپنے ہاتھ سے کپڑے کو رگڑا اور بالی کو ہتھیلی سے مسلا۔
اَفْرَكَ السُّنْبُلُ: بالی یا خوشہ رگڑا یا مسلا گیا یعنی فریک بن کر اس کے دانے الگ الگ اور صاف ہوگئے اور دانے کھانے کے قابل ہوگئے۔

ف ر ن — الْفُرْنُ: تنور۔ جس میں روٹی پکاتے ہیں۔
الْفُرْنِيُّ: موٹی روٹی جو اس جگہ سے منسوب ہے۔ یہ تنور کے علاوہ ہے۔

ف ر ن د — فِرِنْدٌ: (فاء اور راء دونوں مکسور) تلوار۔
اِفْرِنْدُهٗ: (ہمزہ اور راء مکسور) تلوار کا

جوہر۔ اس کے نقش ونگار۔

ف ر ہ — الفَارِهُ: حاذق، تجربہ کار۔

قَدْ فَرُهَ: وہ تجربہ کار ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ اور سَهُلَ ہے اور فَرَاهِيَةٌ بھی۔ اس کا اسم فاعل فَارِهٌ ہے۔ جو نادر یا شاذ ہے۔ اور اس کی مثال حَامِضٌ ہے۔ از روئے قیاس تو اس کا اسم فاعل فَرِيْهٌ ہونا چاہئے۔ اور اس کی مثال حَمِيْضٌ ہے۔ مثلاً: صَغُرَ کا اسم فاعل صَغِيْرٌ اور عَظُمَ کا عظیمٌ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے قول خداوندی: فَارِهِيْنَ کا معنی تجربہ کار اور فَرِهِيْنَ کا معنی شریر اور متکبر بتایا ہے۔ نیز الفَارِهُ من النَّاس کا معنی خوش شکل اور الفَارِهُ من الدَّوَاب: کا معنی تیز رو بتایا ہے۔ دوسروں نے الفَارِهُ کا معنی خوبرو بتایا ہے۔ الجوہری کا قول ہے کہ ٹٹو، خچر اور گدھے کے لئے تو فارِهٌ کہا جاتا ہے جو الفُرُوْهَةُ، الفراهَةُ اور الفَرَهِيَة سے مشتق ہے۔ مثلاً: بَراذين فُرهة: عمدہ اور تیز رو ٹٹو۔ اس کی مثال صَاحِبٌ اور صحبة ہے۔ اور بَرَاذِيْنُ فُرْهَةٌ میں فُرْهَةٌ کی مثال بَازِلٌ اور بُزُلٌ ہے۔ البتہ گھوڑے کے لئے فَرَسٌ فَارِهٌ نہیں کہتے بلکہ گھوڑے کے لئے رَائِعٌ اور جَوَادٌ کہتے ہیں۔ فَرِهَ کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کی مثال اَشِرَ اور بَطِيَ ہے۔ جس کا معنی ہے وہ بد اور شریر ہوا اور متکبر اور اترانے والا بنا۔ قول خداوندی ہے: وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فَرِهِيْنَ: اور تم بہ تکلف اتراتے ہوئے پہاڑوں اور چٹانوں کو تراش کر مکانات تعمیر کرتے ہو۔ جس نے آیت میں فَرِهِين پڑھا تو وہ فَرِهَ سے مشتق ہے اور جس نے اس فَارِهِيْنَ پڑھا تو وہ فَرُهَ (راء مضموم) سے مشتق ہے۔

ف ر ا — الفَرْوُ: فَر۔ اس کی جمع الفِرَاء ہے۔ اَفْتَرى الفَرْوَ: اس نے فر کا لباس پہنا۔

فَرَى الشَّيْءَ: اس نے چیز کو مرمت کرنے یا درست کرنے کے لئے کاٹا، اس کا باب رَمَى ہے۔ فَرَى كَذِبًا: اس نے ایک جھوٹ گھڑا۔ اِفْتَرَاه: اس نے اس پر افتراء کیا یا بہتان باندھا۔ اس کا اسم الفِرْيَة: تہمت اور بہتان ہے۔ قول خداوندی ہے: شَيْئًا فَرِيًّا: کا معنی گھڑی ہوئی یا بنائی ہوئی بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی عظیم یعنی بہت بڑی بات ہے۔

اَفْرَى الاَوْدَاجَ: اس نے گردن کی رگیں کاٹ دیں۔

اَفْرَى الشَّيْءَ: اس نے چیز میں شگاف ڈال دیا۔ یا پھاڑ دیا۔

فَانْفَرَی وَتَفَرَّی: وہ چیز پھٹ گئی۔ کہا جاتا ہے: تَفَرَّی اللَّیْلُ عَنْ صُبْحِهٖ: رات پھٹ کر صبح روشن ہوئی۔ اَفْرَی الذِّئْبُ بَطْنَ الشَّاةِ: بھیڑیے نے بکری کا پیٹ پھاڑ دیا۔ بقول الکسائی: اَفْرَی الْاَدِیْمَ: اس نے خراب کرنے کے لئے چمڑے کو کاٹ دیا اور فَرَاہ کا معنی ہے اس نے مرمت اور اصلاح کے لئے چمڑے کو کاٹا۔

ف ز ر-الفَزَرُ: (فاء مفتوح) کپڑے میں سوراخ ہونا یا پھٹن، شگاف۔

قَدْ تَفَزَّرَ الثَّوْبُ: کپڑا پھٹ گیا اور بوسیدہ ہو گیا۔

فَزَرَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو پھاڑ دیا یا اس میں شگاف ڈال دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ف ز ز-اسْتَفَزَّهُ الخَوْفُ: اسے خوف نے دبلا اور کمزور کر دیا۔

قَعَدَ مُسْتَفِزًّا: وہ بے چین بیٹھا رہا۔

ف ز ع-الفَزَعُ: خوف اور دہشت اور گھبراہٹ۔ یہ دراصل مصدر ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی جمع اَفْزَاعٌ کے وزن پر بنائی گئی ہو۔ کہتے ہیں کہ فَزِعَ اِلَیْهِ: اس نے اس سے فریاد کی اور فَزِعَ مِنْهُ: وہ اس سے گھبرایا۔ دونوں کا باب طَرِبَ ہے۔ ان معنوں میں فَزَعَهٗ نہیں کہنا چاہئے۔

المَفْزَعُ بروزن المَجْمَعُ: پناہ۔ جائے پناہ۔ پناہ گاہ۔

فُلَانٌ مَفْزَعٌ لِلنَّاسِ: فلاں شخص لوگوں کے لئے پناہ گاہ ہے۔ اس میں واحد اور جمع دونوں یکساں ہیں۔ اسی طرح مؤنث اور مذکر بھی دونوں یکساں ہیں۔

اذا دَهَمَهُمْ اَمْرٌ فَزِعُوا اِلَیْهِ: جب انہیں کوئی خطرہ لاحق ہوا تو وہ اس کے پاس پناہ لینے گئے۔

الفَزَعُ: کا معنی فریاد بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے انصار سے فرمایا: اِنَّكُمْ لَتَكْثُرُوْنَ عِنْدَ الفَزَعِ وتَقِلُّوْنَ عِنْدَ الطَّمَعِ: (اے معشر انصار!) تم فریاد رسی یعنی دوسروں کی فریاد رسی کے لئے تو زیادہ سے زیادہ جوش و جذبہ اور کام کرتے ہو اور طمع اور لالچ کے موقعوں پر بہت کم دلچسپی لیتے ہو۔

الإفْزَاعُ: ڈرانا اور فریاد رسی کرنا بھی۔ کہا جاتا ہے: فَزِعَ اِلَیْهِ فَاَفْزَعَهٗ: وہ اس کے پاس فریاد لے کر گیا تو اس نے اس کی فریاد رسی کی۔ یا اس نے اس سے پناہ مانگی تو اس نے اسے پناہ دے دی۔

التَّفْزِیْعُ: کلمات اضداد میں سے ہے یعنی اس کے متضاد معانی ہیں۔ کہا جاتا ہے: فَزَّعَهٗ: اس نے اسے خوف زدہ کر دیا اور فَزَّعَ عَنْهُ: اس نے اس کا خوف دور کر

دیا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے:
حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ: تا آنکہ ان کے دلوں میں ڈر اور خوف دور ہو گیا۔

ف س ح—الفُسْحَةُ: (فاء مضموم) گنجائش۔ فراخی و وسعت۔
مَكَانٌ فَسِيْحٌ: کشادہ مکان۔
فَسَحَ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ: اس نے مجلس میں اسے جگہ دے دی۔ اس کا باب قطع ہے۔
اِنْفَسَحَ صَدْرُه: اس کا سینہ کشادہ ہوا۔
تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجْلِسِ: مجلس میں کھلے کھلے ہو کر بیٹھو۔

ف س خ—الفَسْخُ: توڑنا۔ اس کا باب قطع ہے۔ کہا جاتا ہے: فَسَخَ الْبَيْعَ وَالْعَزْمَ: اس نے بیع اور عزم فسخ کر دیا۔
فَانْفَسَخَ: تو وہ فسخ ہو گئے۔
تَفَسَّخَتِ الفارةُ فی الماء: چوہا پانی میں پھول کر پھٹ گیا۔

ف س د—فَسَدَ الشَّيْئُ يَفْسُدُ: (سین مضموم) فَسَادًا: چیز خراب ہو گئی۔ اسی چیز کو فاسدٌ کہتے ہیں۔
فَسُدَ (سین مضموم) فَسَادًا کا بھی یہی معنی ہے اس کا اسم فاعل فَسِيْدٌ ہے۔
اَفْسَدَهُ فَفَسَدَ: اس نے اسے خراب کیا تو وہ خراب ہوا۔ خراب ہونے کے معنوں کے لئے اِنْفَسَدَ نہیں کہنا چاہیے۔

المَفْسَدَةُ، المَصْلَحَةُ کی ضد۔ اس کا معنی خرابی ہے۔

ف س ر—الفَسْرُ: بیان۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
التفسیر کا معنی بھی یہی ہے۔
اِسْتَفْسَرَهُ: اس نے اس سے پوچھا۔ استفسار کیا۔

ف س ط—الفُسْطَاطُ: بالوں کا گھر یا خیمہ۔ اس کے بہت سے لہجے ہیں، وہ یہ ہیں:
(۱) فُسطَاط،
(۲) فُستَاطٌ اور
(۳) فُسَّاطٌ (سین مشدد)
ان میں الفِسْطَاط: (فاء مکسور) بھی ایک لہجہ ہے۔ اس طرح یہ چھ لہجے ہوتے ہیں۔
فُسْطَاطٌ: مصر کا ایک شہر۔

ف س ق—فَسَقَتِ الرُّطَبَةُ: تازہ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔ فَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهِ: اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ ابن الاعرابی رحمہ اللہ کا قول ہے: فَاسِقٌ کا لفظ جاہلی کلام یا جاہلی شعر و نظم میں قطعاً نہیں سنا گیا۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ عجیب بات ہے۔ حالانکہ یہ لفظ عربی ہے۔ الفِسِّيْقُ: ہمیشہ۔ دائمی طور پر فسق کرنے والا۔
الفُوَيْسِقَةُ: چوہیا۔

ف س ک ل – **الفِسْكِلُ**: (فاء مکسور کاف مکسور) گھڑ دوڑ میں آخر میں آنے والا گھوڑا۔ یعنی پھسڈی۔ اسی سے کہا جاتا ہے: **رَجُلٌ فِسْكِلٌ**: رذیل اور کمینہ آدمی۔ عام زبان میں اسے **فُسْكُلٌ** کہتے ہیں، جس میں فاء مضموم ہے۔ ابو الغوث کا قول ہے کہ گھڑ دوڑ میں پہلے یعنی اول آنے والے کو **المُجَلّي** کہتے ہیں۔ دوم کو **المُصَلِّي**، سوم کو **المُسَلِّي** چہارم کو **التَّالِي**، پنجم کو **العَاطِف**، ششم کو **المُرْتَاح**، ہفتم کو **المُؤَمِّل**، ہشتم کو **الحَظِيُّ**، اور نہم کو **اللَّطِيمُ**، اور دہم کو **السُّكَيْتُ** کہتے ہیں۔ یہی آخر میں آنے والا **الفُسْكِلُ** ہے۔ اسے **القَاشُور** بھی کہتے ہیں۔

ف س ل – **الفَسْلُ مِنَ الرِّجَالِ**: رذیل اور کمینے لوگ۔

المَفْسُوْلُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب **ظَرُفَ** اور **سَهُلَ** ہے۔ اور اسم فاعل **فَسْلٌ** ہے۔

ف س ا – **فَسَا**: اس نے بغیر آواز ریح خارج کی یا گوز کیا۔ اس کا باب **عَدَا** ہے اور اسم **الفُسُوُ**، **فَعُوْلٌ** کے وزن پر اسم مبالغہ، بمعنی بہت زیادہ گوز کرنے والا۔ مثل ہے: **مَا أَقْرَبَ مَحْسَاهُ من مَفْسَاهُ**: اس سے گھونٹ بھرنے کی آواز اس کے گوز کی آواز کے کس قدر قریب ہے۔

ف ش ش – **فَشَّ الذق الرِّيَاحَ**: اس نے دھونکنی سے ساری ہوا خارج کر دی یا ڈکار لی، (باب رَدَّ)۔

اِنْفَشَّتِ: مشک وغیرہ کے کھل جانے سے ساری ہوا خارج ہو گئی۔

ف ش ل – **الفَشِلُ**: کمزور اور بزدل آدمی۔ اس کی جمع **اَفْشَالٌ** ہے۔

قَدْ فَشِلَ: وہ بزدل ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

ف ش ا – **فَشَا الخَبَرُ**: خبر پھیل گئی۔ اس کا باب **سَمَا** ہے۔

الفَوَاشِي: بھیڑ بکری اور اونٹ وغیرہ قسم کی ہر منتشر اور پھیلی ہوئی چیز۔ حدیث شریف میں ہے: **ضُمُّوْا فَوَاشِيَكُمْ حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ العِشَاء**: اپنے چوپایوں کو عشاء کی تاریکی چلے جانے تک اپنے پاس روکے رکھو۔

ف ص ح – **رَجُلٌ فَصِيْحٌ وكَلَامٌ فَصِيْحٌ**: فصیح انسان اور فصیح کلام۔ یعنی بلیغ انسان اور بلیغ کلام۔ **لِسَانٌ فَصِيْحٌ**: تیز زبان۔ کہا جاتا ہے: **كُلُّ نَاطِقٍ فَصِيْحٌ ومَالَا يَنْطِقُ فَهُوَ اَعْجَمُ**: ہر بولنے والا فصیح ہے۔ اور جو بولتا نہیں وہ گونگا ہے۔

فَصُحَ العَجَمِيّ: عجمی کی زبان فصیح ہو گئی۔ اس کی زبان میں لحن باقی نہ رہا۔ ان کا باب ظرف ہے۔

تَفَصَّحَ فِي كَلَامِهِ: اس نے اپنے کلام

میں فصاحت کا تکلف کیا۔
تَفَاصَحَ: اس نے فصاحت کا تکلف کیا۔
اَفْصَحَ العَجَمِيُّ: عجمی نے عربی زبان میں بات کی۔

ف ص د—الفَصْدُ: رگ کاٹ کر فصد لینا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قَدْ فَصَدَ وافْتَصَدَ: اس نے فصد کھلوائی یا فصد لی۔

ف ص ص—فَصٌّ: (فاء مفتوح) انگوٹھی۔ یا انگوٹھی کا نگینہ۔ عوامی زبان میں اسے مکسور الفاء فِصّ بولتے ہیں۔ اس کی جمع فُصُوصٌ ہے۔ فَصُّ الأمرِ کا معنی حقیقت الامر بھی ہے۔ یعنی اصل بات۔
الفِصْفِصَةُ: (دونوں فاء مکسور) تازہ کھجور۔ فارسی میں اس کا اصل لفظ اسفست ہے۔

ف ص ع—فَصَعَ الرُّطَبَةَ: اس نے کھجور کا رس نچوڑا تا کہ چھلکا اتر جائے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ نَهٰى عَنْ فَصْعِ الرُّطَبَةِ: نبی اکرم ﷺ نے کھجور کا رس نکالنے یا پوست اتارنے سے منع فرمایا۔

ف ص ل—الفَصْلُ: اس کی جمع الفُصُوْلُ ہے بمعنی کاٹنا۔
فَصَلَ الشَّيْءَ فَانْفَصَلَ: اس نے چیز کو کاٹا تو وہ کٹ گئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
فَصَلَ مِنَ النَّاحِيَةِ: وہ باہر نکلا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ فَصَلَ الرَّضِيعَ عَنْ أُمِّهِ: دودھ پیتے بچے کو ماں سے چھڑا دیا۔ اس کا مضارع يَفْصِلُهُ (صاد مکسور) ہے۔ اور اسم فصالاً۔
اِفْتَصَمَهُ: اس نے اس کا دودھ چھڑا دیا۔
فَاصَلَ شَرِيْكَهُ: اس نے اپنے شریک کاروبار کو الگ کر دیا۔
المَفْصِلُ بروزن المجلِس، اس کی جمع مَفَاصِلُ ہے۔ معنی اعضائے بدن کے جوڑ۔
المِفْصَلُ بروزن المِبْضَع: کا معنی زبان ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ انْفَقَ نَفَقَةً فَاصِلَةً فَلَهُ مِنَ الأجرِ كذا: جس نے ایسا خرچ کیا جس سے اس کے کفر اور ایمان میں جدائی پڑ گئی تو اسے اس قدر اجر ملے گا۔
الفَصِيْلُ: اونٹنی کا بچہ، جب اسے ماں سے جدا کر دیا جائے۔ اس کی جمع الفُصْلَانُ اور فِصَالٌ ہے۔
فَصِيْلَةُ الرَّجُلِ: آدمی کا خاندان۔ قریبی رشتہ دار۔ کہا جاتا ہے کہ: جَآءَ بِفَصِيْلَتِهِمْ: وہ سب کے سب آگئے۔ عِقْدٌ مُفَصَّلٌ: ایسا ہار جس میں دو، دو موتیوں کو اکٹھا پرو دیا گیا ہو۔
التَّفْصِيْلُ کا معنی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کرنا بھی ہے۔
فَصَّلَ القَصَّابُ الشَّاةَ: قصاب نے

بکری کے اعضاء کاٹے۔ الفَیْصَل: حاکم۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنا ہے۔

ف ص م – فَصَمَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو غیر محسوس طریقے سے توڑا، کہتے ہیں کہ فَصَمَهُ: اس نے اسے توڑ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ فَانْصَمَ تو وہ ٹوٹ گیا۔ قول خداوندی ہے: لَا انْفِصَامَ لَهَا: اللہ کی رسی میں ٹوٹنے کا امکان نہیں ہے۔

تَفَصَّمَ کا معنی بھی انْفَصَمَ کا ہے۔

ف ص ا – تَفَصَّی: وہ تنگی اور مصیبت سے چھوٹ گیا۔ اس کا اسم الفَصْیَةُ (فاء مفتوح اور صاد ساکن) ہے۔ اس کا ذکر حدیث قیلہ میں ہے: وَمَا كِدْتُ اتَفَصَّى مِنْ فُلَانٍ: فلاں شخص سے ابھی تک میری جان نہیں چھوٹی۔ تَفَصَّی من الدُّیُونِ: وہ قرضوں سے سبکدوش ہو گیا۔

ف ض ح – فَضَحَهُ فَافْتَضَحَ: اس نے اس کی فضیحت کی تو اس کی فضیحت ہو گئی۔ یعنی اس نے اسے برا بھلا کہا اور اس کی برائیاں شمار کیں۔ اس کا باب قطع ہے۔ اور اس کا اسم الفَضِیْحَةُ ہے۔ اور الفُضُوحُ بھی ہے جس میں فاء اور ضاد دونوں مضموم ہیں۔

ف ض خ – الفَضِیْخُ: صرف بُسر کھجور سے بغیر آگ چھوائے کشید کی ہوئی شراب۔

ف ض ض – الفَضُّ: توڑنا۔ توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

فَضُّ خَتْمِ الْكِتَابِ: خط یا لفافے کی مہر توڑنا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَفْضِضِ اللّٰهُ فَاكَ: اللہ تیرا منہ یا تیرے دانت نہ توڑے۔ روایت ہے کہ یہ کلمات حضور ﷺ نے نابغہ جعدی کے ایک شعر پر سوال کے جواب پر فرمائے تھے۔ چنانچہ نابغہ ایک سو بیس سال زندہ رہے اور ان کے دانت سلامت رہے۔ ان معنوں میں: لَا يُفْضِضْ (یاء مضموم) نہیں کہنا چاہئے۔

انْفَضَّ الشَّیْءُ: چیز ٹوٹ گئی۔

فَضَّ الْقَوْمَ فَانْفَضُّوا: اس نے قوم کو منتشر کر دیا تو وہ منتشر ہو گئی۔ ہر منتشر چیز کو فَضَضٌ (فاء اور ضاد دونوں مفتوح) کہتے ہیں۔ البتہ الفِضَضُ (فاء مکسور) تو یہ فِضَّةٌ بمعنی چاندی کی جمع ہے۔ لِجَامٌ مُفَضَّضٌ: چاندی سے مرصع کی ہوئی لگام۔

ف ض ل – الفَضْلُ والفَضِیْلَةُ: النقیصة اور النقص کی ضد ہے اور معنی زیادہ دینا اور فضیلت ہے۔

الإِفْضَالُ: احسان کرنا۔

رَجُلٌ مِفْضَالَةٌ عَلَى قَوْمِهَا: اپنی قوم پر بہت زیادہ احسان کرنے والی فیاض

عورت۔

اَفضَلَ عَلَیْہِ وتَفَضَّلَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

المُتَفَضِّلُ: دوسروں پر اپنی فضیلت جتانے والا شخص۔ قول خداوندی ہے:

یُرِیْدُ ان یَتَفَضَّلَ عَلَیْکُمْ: وہ تم پر اپنی فضیلت جتانا چاہتا ہے۔ اَفْضَلَ مِنْہُ اور اسْتَفْضَلَ کا ایک ہی معنی ہے۔

فَضَّلَہُ عَلٰی غَیْرِہٖ: اس نے اسے دوسروں پر ترجیح دی۔ اس کا مصدر تَفْضِیلًا ہے۔ اور معنی اس نے اسے دوسروں سے افضل قرار دیا۔

فَاضَلَہُ فَفَضَلَہُ: اس کا باب نَصَرَ ہے اور معنی وہ فضیلت میں دوسرے پر غالب آ گیا۔

الفَضْلَۃُ و الفُضَالَۃُ: بچی ہوئی چیز، پس خوردہ وپس ماندہ۔

فَضَلَ مِنْہُ شَیْءٌ: اس میں سے کچھ چیز بچ گئی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا ایک دوسرا لہجہ فَھِمَ کے باب میں سے ہے۔ اور ایک تیسرا لہجہ بھی ہے: فَضِلَ یَفْضُلُ (ضاد مضموم) لیکن وہ شاذ ہے اور اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

ف ض ا — الفَضَاءُ: فضا۔ کشادہ جگہ۔

قَدْ اَفْضٰی: وہ کھلے میدان میں نکلا۔

اَفْضٰی اِلَیْہِ بِسِرِّہٖ: اس نے اسے راز دار بنایا یا اپنا راز بتایا۔

اَفْضٰی بِیَدِہٖ الی الأرض فی سُجُودِہٖ: اپنے سجدوں میں اس نے اپنی ہتھیلی سے زمین کو چھوا۔

ف ط ر — أَفْطَرَ الصَّائِمُ: روزہ دار نے افطار کیا۔ اس کا اسم الفِطْرُ ہے۔

فَطَّرَہُ غَیْرُہُ: کسی اور نے اسے روزہ افطار کرایا۔ اس کا مصدر تَفْطِیرًا ہے۔

رَجُلٌ مُفْطِرٌ: افطار کیا ہوا مرد۔ یعنی بے روزہ۔

قَوْمٌ مَفَاطِیرٌ: بے روزہ قوم۔ افطار کی ہوئی قوم۔ اس کی مثال مُوْسِرٌ کی جمع مَیَاسِیرٌ ہے۔ رَجُلٌ فِطْرٌ اور قَوْمٌ فِطْرٌ کا معنی مُفْطِرُوْنَ ہے۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

الفَطُوْرُ: (فاء مفتوح) ناشتہ یعنی معنی الفَطُوْرِیّ کا ہے۔ گویا یہ الفطور سے صفت نسبتی ہے۔

فَطَرَتِ المَرْأَۃُ العَجِیْنَ: عورت نے آٹا خمیر ہونے سے پہلے پکایا۔

الفِطْرَۃُ: فطرت، خصلت اور عادت۔

الفَطْرُ: پھاڑنا، شگاف ڈالنا۔ کہا جاتا ہے کہ فَطَرَہُ فَانْفَطَرَ: اس نے اسے پھاڑا تو وہ پھٹ گیا۔

تَفَطَّرَ الشَّیْءُ: چیز پھٹ گئی یا اس میں شگاف پڑ گیا۔ الفَطْرُ کا معنی ابتداء اور

اختراع بھی ہے۔ ان چاروں فعلوں کا باب نَصَرَ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ: فَاطِرُ السَّمٰوٰت کا معنی کیا ہے؟ یہاں تک کہ میرے پاس دو (اعرابی وبدو) آئے جو ایک کنویں کے بارے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: أَنَا فَطَرْتُهَا کہ اس کنویں کو میں نے کھودا ہے یعنی اسے شروع سے میں نے کھودا ہے۔

الفَطِيْرُ: فطیر، یہ خمیر کی ضد ہے۔ تازہ گندھا ہوا آٹا جو خمیر نہ ہوا ہو۔ ہر وہ چیز جسے پکنے سے پہلے لے لیا جائے فطیر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: إِيَّاكَ والرَّای الفَطِيْر: بدیہی رائے یعنی سوچے سمجھے بغیر دل میں آنے والی رائے سے محتاط رہو۔ اور کہا جاتا ہے: عِنْدِی خُبْزٌ خَمِيْرٌ وحَيْسٌ فَطِيْرٌ: میرے پاس خمیری روٹی اور تازہ تیار کیا ہوا حَیس کھانا ہے۔

ف ط س — الفَطَسُ: (فاء اور طاء دونوں مفتوح) ناک کی نالی کا چپٹا اور پھولا ہوا ہونا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے، ایسے شخص کو أَفْطَسُ چوڑی یا چپٹی ناک والا شخص۔ اس کا اسم الفَطَسَةُ ہے۔ اس میں فاء اور طاء دونوں مفتوح ہیں کیونکہ یہ لفظ عَاهَةٍ کی طرح ہے۔ یعنی جسمانی عیب ہے۔ اس لئے اس کی صفت افعل کے وزن أَفْطَسُ ہے۔

فَطَسَ: وہ مرگیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

ف ط م — فِطَامُ الصَّبِيِّ: بچے کا دودھ چھڑانا۔ یعنی ماں سے الگ کر دینا۔ کہا جاتا ہے: فَطَمَتِ الأُمُّ وَلَدَهَا. تَفْطِمُهُ (طاء مکسور) فِطَامًا: ماں نے اپنے بچے کا دودھ چھڑا دیا۔ ایسے بچے کو فَطِيْمٌ کہتے ہیں۔

فَطَمْتُ الرَّجُلَ مِنْ عَادَتِهِ: میں نے آدمی کی عادت چھڑا دی۔

ف ط ن — الفِطْنَةُ: فہم اور سمجھ۔ کہا جاتا ہے: فَطَنَ لِلشَّيْءِ، يَفْطُنُ (طاء مضموم) فِطْنَةً وفَطِنَ (طاء مکسور) فِطْنَةً بھی اور فَطَانَةً وفَطَانِيَةً (دونوں میں فاء مفتوح) اس نے چیز کو سمجھ لیا۔

رَجُلٌ فَطِنٌ: (طاء مکسور و مضموم) سمجھدار آدمی۔

ف ظ ظ — الفَظُّ مِنَ الرِّجَالِ: بدخلق اور غلیظ انسان۔ فَظَّ يَفَظُّ (فاء مفتوح) فَظَاظَةً (فاء مفتوح) جنگلوں میں اونٹ کی اوجھ کا پانی نچوڑنا اور پینا۔

ف ظ ع — فَظُعَ الأَمْرُ: بات حد سے بڑھ گئی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اسم فاعل فَظِيْعٌ یعنی بہت برا ہے۔ یہی معنی افْظَعَ الأَمْرُ کا ہے۔ اس کا اسم فاعل

مُـفْـظِـعٌ ہے۔ اَفْـظَـعَ الشَّـئُ ءَ اسْتَفْظَعَهٗ: اس نے چیز کو بہت برا پایا۔

ف ع ل — الفَعْلُ: (فاء مفتوح) فَعَلَ بمعنی اس نے کیا، کا مصدر ہے۔ اس کا مضارع يَفْعَلُ ہے۔ بعض نے اس آیت کو: وَاَوْحَـيْـنَا اِلَيْهِمْ فِـعْلَ الخيراتِ: پڑھا ہے۔

الفِعل: (فاء مکسور) اسم ہے اور اس کی جمع الفِعَال ہے۔ اس کی مثال قِدْحٌ کی جمع قِدَاحٌ ہے۔ الفَعَال: (فاء مفتوح) کرم اور فیاضی۔ الفَعَالُ، فَعَلَ کا مصدر بھی ہے اور اس کی مثال الذَّهَابُ ہے۔ اسی سے فَعْلَةٌ حَسَنَةٌ یاقَبِيحَةٌ مشتق ہے۔

فَعَلَ الشَّئُ ء فانْفَعَلَ: اس نے کوئی کام کیا تو وہ ہو گیا۔ اس کی مثال کَسَـرَهٗ فَـانْكَسَرَ: اس نے اسے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا ہے۔

ف ع م — اَفْعَمَ الاناءَ: اس نے برتن کو بھر دیا۔

ف ع ا — الأفْعٰی: سانپ۔ یہ اَفْعَلُ کے وزن پر اَفْعًی (منون) ہے۔ اس کی مثال اَرْوًی ہے۔ اس کی جمع اَفاعٍ ہے۔

الافْعُوَانُ: نر سانپ۔

اَرْضٌ مَفْعَاةٌ: سانپوں والی زمین۔

ف ق ا — فَقَاَ عَيْنَهٗ: اس نے اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ فَقَّأهَا تَفْقِئَةً کا معنی بھی یہی ہے۔ تَفَقَّأَ الدُّمَّلُ وَالقَرْحُ: پھوڑا یا زخم، پھوٹ پڑا اور اس سے مواد بہہ نکلا۔

ف ق د — فَقَدَهٗ: اس نے اسے کھویا یا ضائع کر دیا۔ اس کا باب ضَـرَبَ ہے۔ اور فُقْدَانًا بھی ہے۔

اِفْتَقَدَهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔ تَفَقَّدَهٗ: چیز کے گم ہونے پر اس نے اسے تلاش کیا۔

ف ق ر — ذُوْ الفَقَارِ: نبی کریم ﷺ کی تلوار کا نام۔

الفَاقِرَةُ: مصیبت اور بلا۔ کہا جاتا ہے کہ: فَقَرَتْهُ الفَاقِرَةُ: مصیبت نے اس کی کمر (ریڑھ کی ہڈی) توڑ دی۔ ابن السکیت رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الفَـقِـيْـرُ وہ ہے جس کے پاس کھانے کو کچھ نہ کچھ ہو، اور المِسْكِينُ وہ ہے جس کے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ ہو۔ اصمعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ مسکین فقیر کی بہ نسبت زیادہ بہتر حالت میں ہوتا ہے۔ یونس رحمہ اللہ کا قول ہے کہ فقیر، مسکین سے زیادہ خوشحال ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک اعرابی سے کہا: اَفَقِيْرٌ اَنْتَ؟ کیا تو فقیر ہے؟ تو اس نے کہا کہ: لَا وَاللّٰهِ! بَلْ مِسْكِيْنٌ: نہیں، بلکہ میں تو مسکین ہوں۔ ابن الاعرابی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور مسکین کا بھی یہی حال

ہے۔
الفُقْـرُ: (فاء مضموم) فَقْـر کا ایک لہجہ ہے جس کی مثال الضُّعف اور الضَّعْفُ ہے۔
اَفْقَرَهُ اللّٰهُ فَافْتَقَرَ: اللہ نے اسے فقیر کر دیا تو وہ فقیر ہو گیا۔
الفَقِيْرُ کا معنی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹا ہوا شخص بھی ہے۔ سَدَّ اللّٰهُ مَفَاقِرَهُ: اللہ تعالیٰ اس کی بدحالیوں کو بہتر کرے، یعنی اس کو مال دار بنا دے اور اس کے فقر کے اسباب کو ختم کر دے۔ لوگوں کا یہ قول: مَا اَغْنَاهُ وَمَا اَفْقَرَه: (وہ کس قدر مال دار ہے اور وہ کس قدر فقیر ہے)، شاذ ہے کیونکہ ان معنوں کے لئے اَفْتَصَوَ اور استغنی کے الفاظ آتے ہیں۔ لہٰذا اس مادے سے تعجب کا صیغہ بنانا درست نہیں ہے۔

ف ق س—فَقَسَ الطَّـائِرُ بَيْضَـهُ: پرندے نے اپنا انڈا گندہ کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ف ق ع—الفُقُوْعُ: اَصْفَرُ فَاقِعٌ: گہرا پیلا یا زرد۔ اس کا اسم ہے قَدْ فَقَعَ لَوْنُهُ: اس کا رنگ گہرا ہو گیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے اور دَخَلَ ہے۔
بَقَرَةٌ صَـفْرَاءُ لَوْنُهَا: ایک ایسی گائے جس کا رنگ گہرا زرد ہو۔
الفُقَّاعُ: جھاگ والی شراب۔

الفَقَاقِيْعُ: شیشے کی طرح پانی پر بننے والے بلبلے۔
فَقَّعَ اَصَابِعَهُ: اس نے اپنی انگلیوں کو چٹخایا اس کا مصدر تَفْقِيْعٌ ہے۔

ف ق م—الفُقْمُ: (فاء مضموم) جبڑا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ حَفِظَ مَا بَيْنَ فُقْمَيْهِ: جس نے دو جبڑوں کے درمیان کی چیز یعنی زبان کی حفاظت کی......
تَفَاقَمَ الاَمْرُ: بات بڑھ گئی۔ یا معاملہ سنگین ہو گیا۔

ف ق ہ—الفِقْهُ: فہم۔ قَدْ فَقِهَ الرَّجُلُ: (قاف مکسور) فِقْهًا: آدمی سمجھدار ہوا۔
فُلَانٌ لَا يَفْقَهُ وَلَا يَنْقَهُ: فلاں شخص کو نہ سمجھ ہے اور نہ شعور۔
اَفْقَهْتُهُ: میں نے اسے سمجھایا۔ اس لفظ کا اصل معنی تو یہ ہے بعد میں اس کا اطلاق علم شریعت پر ہوا، اور یہ شرعی اصطلاح بن گیا۔
الفَقِيْهُ: علم فقہ کا عالم۔ فَقُهَ: وہ فقیہ بن گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔
فَقَّهَهُ اللّٰهُ تَفْقِيْهًا: اللہ تعالیٰ نے اسے علم فقہ عطا کیا۔ فَاقَهَهُ: اس نے اس سے علم کے بارے میں بحث کی۔

ف ک ر—التَّفَكُّرُ: سوچ و بچار کرنا۔ اس کا اسم الفِكْرُ اور الفِكْرَةُ ہے اور مصدر الفَكْرُ (فاء مفتوح) ہے۔ اس کا

باب نَصَرَ ہے۔ اَفْکَرَ فِی شَیْءٍ، فَکَّرَ فِیہِ: (کاف مشدد) اور تفکّر: تینوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے سوچا یا غور وفکر اور سوچ بچار کیا۔

رَجُلٌ فِکِّیرٌ: بہت سوچ و بچار کرنے والا آدمی۔

ف ک ک—فَکَّ الشَّیْءَ: اس نے اس کو آزاد کر دیا۔ کُلُّ مُشْتَبَلَیْنِ فَصَلْتَهُمَا فَقَدْ فَکَّتَهُمَا: اس نے دو جڑی ہوئی چیزوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔

فَکَّکَهُ تَفْکِیْکًا کا بھی یہی معنی ہے۔

الفَکُّ: جبڑا۔ کہا جاتا ہے: مَقْتَلُ الرَّجُلِ بَیْنَ فَکَّیْهِ: آدمی کی ہلاکت دو جبڑوں کے درمیان میں ہے یعنی زبان کے غلط استعمال میں ہے۔

فَکَّ الرَّهْنَ: اس نے رہن چھڑوالیا۔ اِفْتَکَّهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

فِکَاکُ الرَّهْنِ: (فاء مفتوح اور مکسور) گروی یا رہن چیز کو واگزار کرانا۔ فَکُّ الرَّقَبَةِ: گردن یعنی غلام کا آزاد کرنا۔ ان تینوں کا باب رَدَّ ہے۔

اِنْفَکَّتْ رَقَبَتُهُ مِنَ الرِّقِّ: اس کی گردن غلامی سے آزاد ہوگئی۔

مَا انْفَکَّ فُلَانٌ قَائِمًا: فلاں شخص ابھی تک کھڑا ہے۔

سَقَطَ فُلَانٌ وانْفَکَّتْ قَدَمُهُ اَوْ اِصْبَعُهُ: وہ گر گیا اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا یا اس کی انگلی اپنی جگہ سے ڈھل گئی۔

ف ک ہ—الفاکِهَة: پھل، میوہ۔ اس کی مختلف قسموں کو اَلْفَوَاکِهُ کہتے ہیں۔

الفَاکِهَانِیُّ: پھل فروش۔

الفُکَاهَةُ: مزاح، خوش مزاتی۔ گپ شپ۔ (فاء مضموم) فاء مفتوح ہو تو فَکِهَ الرَّجُلُ کا مصدر ہے۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ اس کا اسم فاعل فَکِهٌ ہے۔ معنی خوش طبع آدمی ہے۔

الفَکِهُ کا معنی اترانے والا۔ خود پسند اور بدشرارتی آدمی بھی ہے۔ قرآن کی آیت: ونَعْمَةٍ کَانُوا فِیهَا فَکِهِیْنَ: وہ نعمتوں یعنی آرام و آسائش میں بدمست تھے۔

فَاکِهِیْنَ: عیش و آرام کرنے والے۔ خوش حال اور فارغ البال لوگ۔

المُفَاکَهَة: باہم خوش طبعی اور مزاح کرنا۔

تَفَکَّهُ: اسے تعجب ہوا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے وہ نادم ہوا۔ قول خداوندی ہے: فَظَلْتُمْ تَفَکَّهُوْنَ: تم ہاتھ ملتے رہ گئے یعنی نادم و پشیمان ہو کر رہ گئے۔

تَفَکَّهَ بِالشَّیْءِ: اس نے کسی چیز سے فائدہ اٹھایا۔

ف ل ت—اَفْلَتَ الشَّیْءُ: چیز چھوٹ

گئی۔ تَفَلَّتَ اور اِنْفَلَتَ کا معنی بھی یہی ہے۔

اَفْلَتَهُ غَيْرُه: کسی اور نے اسے چھڑایا۔

ف ل ج — الفَلْجُ: بروزن الفَلْسُ: کامیابی۔ فتح مندی۔

فَلَجَ عَلَى خَصِيمِه: وہ اپنے دشمن پر فتحمند ہوا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مثل ہے: مَنْ يَاتِ الحَكَمَ وَحْدَهُ يَفْلُجْ: جو شخص کسی مقدمے میں حاکم یا قاضی کے پاس اکیلا آئے گا وہ جیت جائے گا۔

اَفْلَجَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ: اللہ اسے اس پر فتحمند کرے۔ اس کا اسم الفُلْجُ (فاء مضموم) ہے۔ اَفْلَجَ اللّٰهُ حُجَّتَهُ: اللہ تعالیٰ اس کی حجت اور دلیل کو مضبوط کرے اور غالب کرے۔

الفَلَجُ فِى الأَسْنَانِ: (فاء اور لام دونوں مفتوح) دانتوں کے درمیان فاصلہ، اس کا باب طرب ہے۔

رَجُلٌ اَفْلَجُ الاَسْنَانِ: دانتوں کے درمیان فاصلے والا آدمی۔

امرأةٌ فَلْجَاءُ الاسنانُ: دانتوں کے درمیان فاصلے والی عورت۔ ابن درید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دانتوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

الفَالِجُ: ریح، ہوا۔ قَدْ فُلِجَ الرَّجُلُ: آدمی کو فالج ہو گیا۔ ایسے شخص کو مفلوج کہتے ہیں۔

ف ل ح — الفَلَاحُ: کامیابی، بقا اور نجات۔ یہ اسم ہے۔ اس کا مصدر الافلاحُ ہے۔ خاوند بیوی سے کہتا ہے: اِسْتَفْلِحِى بِاَمْرِكِ: اپنے معاملہ کی بھلائی کی فکر کرلے۔ یہ طلاق کا کنایہ ہے یعنی اپنی راہ لے۔ شاعر کا قول ہے:

وَلٰكِنْ لَيْسَ الدُّنيا فَلَاحُ

"لیکن اس دنیا کے لئے کامیابی کہاں؟ یعنی اسے بقاء کہاں حاصل ہے۔"

الفَلَاحُ کا معنی سحری بھی ہے۔ (جس کا اہتمام رمضان میں کیا جاتا ہے) حدیث شریف میں ہے: حَتّٰى خِفْنَا اَنْ يَفُوْتَنَا الفَلَاحُ: یہاں تک کہ ہمیں سحری کے چھوٹ جانے یا فوت کا خوف لاحق ہوا، کہا گیا ہے کہ سحری کو یہ نام اس لئے دیا ہے کہ اس سے روزے کی بقاء متعلق اور منحصر ہے۔

حَيَّ عَلَى الفَلَاحِ کا معنی ہے۔ کامیابی اور نجات کی طرف آؤ۔ فَلَحَ الأَرْضَ: اس نے کھیتی میں زراعت کے لئے ہل چلایا۔ اس کا باب قطع ہے۔ اسی نسبت سے کاشت کار کو فَلَّاح اور کاشتکاری کو الفِلَاحَةُ کہتے ہیں۔ مثل ہے: الحَدِيدُ بالحَدِيدِ يُفْلَحُ: لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔

ف ل ذ — الفَالُوْذُ: الفالوذق: فالودہ

دونوں معرب کلمے ہیں۔ یعقوب کا کہنا ہے کہ اسے الفالُوذَج نہیں کہنا چاہئے۔

ف ل س — الفَلْسُ: سب سے چھوٹا سکہ، پیسہ۔ اس کی جمع قلت اَفْلُس اور جمع کثرت فُلُوْس ہے۔

قَدْ اَفْلَسَ الرَّجُلُ: آدمی مفلس اور قلاش ہو گیا۔ یعنی اس کے درہم (زیادہ قیمت کے سکے) فلوس۔ (کم قیمت کے سکے) بن گئے یا کھوٹے ہو گئے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اَخْبَثَ الرَّجُلُ: آدمی خبیث بن گیا یعنی اس کے ساتھی خبیث ہو گئے۔ اور دوسری مثال اَقْطَفَ ہے یعنی اس کی سواری ست ہو گئی۔ ہو سکتا ہے کہ اَفْلَسَ کہنے سے مراد یہ ہو کہ آدمی کی حالت ایسی ہو گئی کہ اس کے پاس ایک فلس (پیسہ) بھی نہ رہا۔ اس کی مثال ہے: اَقْهَرَ الرَّجُلُ: یعنی آدمی کی حالت ایسی ہو گئی کہ اس پر قہر اور جبر کیا جا سکے۔ اور اَذَلَّ الرَّجُلُ: آدمی کا حال یہ ہو گیا کہ وہ ذلیل ہو۔

فَلَّسَهُ القَاضِيْ: عدالت نے اسے دیوالیہ قرار دیا۔

ف ل ع — فَلَعَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو توڑا۔ اس کا باب نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔

فَلَّعَهُ تَفْلِيْعًا کا معنی بھی یہی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا کہ فَلَّعَهُ فَانْفَلَعَ وتَفَلَّعَ: اس نے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا۔ فِيْ رِجْلِهٖ فُلُوْعٌ: اس کے پاؤں میں چاک پڑے گئے یعنی پاؤں پھٹ گئے ہے کہا جاتا ہے کہ کَلَّمَنِيْ مِنْ فَلْعٍ (لام ساکن) اس نے مجھ سے سوراخ یا شگاف میں سے بات کی۔ یا اس نے مجھ سے عجیب بات کی۔

الفَلَقُ: (فاء اور لام دونوں مفتوح) پو پھٹنا۔ کہا جاتا ہے کہ: فَلَقَ الصُّبْحَ فَالِقُهٗ: فالق (پھاڑنے والے) نے صبح کو پھاڑ نکالا، قول خداوندی ہے: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الفَلَقِ: میں پو پھٹانے والے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ کہا گیا ہے کہ فلق سے مراد صبح ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ساری تخلیق ہے۔

الفِلْقُ بروزن الرِّزْقُ: بلا، مصیبت اور عجیب دلچسپ بات۔ اسی سے اَفْلَقَ الرَّجُلُ وافْتَلَقَ: آدمی نے عجیب وغریب بات کی۔

شَاعِرٌ مُفْلِقٌ: انوکھا کلام کہنے والا شاعر۔

الفِلْقَةُ: (فاء مکسور) بمعنی ٹکڑا۔ کہا جاتا ہے: اَعْطِنِيْ فِلْقَةَ الجَفْنَةِ: مجھے نصف پیالہ دے دو۔ الفُلَيْقُ (فاء مضموم و لام مشدد) ایک قسم کا آڑو جو اپنی گٹھلی سے الگ ہو جاتا ہے۔

الفَيْلَقُ: فوجی دستہ۔ اس کی جمع فَيَالِقُ ہے۔

ف ل ک — فَلْكَةُ المِغزَلِ: چرخے کا ٹکڑا۔ (فاء مفتوح) اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے یہ چرخے کو گھماتا ہے۔

الفُلْكُ: کشتی، سمندری جہاز۔ واحد و جمع اور مذکر و مؤنث کے لئے یکساں ہے۔ قول خداوندی ہے: فِي الفُلْكِ المَشْحُوْنِ: اس میں الفلک مذکر اور جمع کے صیغے کے طور پر آیا ہے۔ اور دوسرے قول: وَالْفُلْكَ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ: میں مؤنث اور واحد و جمع دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور تیسرا قول خداوندی ہے: حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ: اس آیت میں الفُلک جمع کے طور پر آیا ہے۔ گویا یہ ایک مرکب کے معنوں میں ہو تو مذکر ہے اور اگر سفینہ کے معنوں میں ہو تو مؤنث ہے۔ سیبویہ کہا کرتے تھے کہ: اَلْفُلْكُ الَّتِيْ میں الفُلکُ صیغہ واحد الفلک کی جمع مکسر ہے۔ اور یہ جُنُبٌ کی طرح نہیں ہے جو واحد اور جمع کے صیغوں میں یکساں ہو۔ اور نہ ہی الطفل اور اس قسم کے اسماء کی طرح ہے، کیونکہ فُعْلٌ اور فَعَلٌ کے اوزان کسی ایک چیز پر مشترک ہوتے ہیں مثلاً: العُرْبُ العَرَبُ اور العُجْمُ اور العَجَمُ، نیز الوُهْبُ اور الوَهَبُ. پس جب یہ جائز ہے کہ فَعَلٌ کو فُعْلٌ کے وزن پر جمع بنایا جا سکے۔ مثلاً: اَسَدٌ کی اُسْدٌ، تو یہ بھی ناممکن نہیں ہے کہ فِعْلٌ کو فُعْلٌ کے ہی وزن پر جمع بنایا جائے۔

الفَلَكُ: اس کی جمع اَفْلَاكٌ ہے۔ اور معنی سیارے۔ اس کی جمع فُعُلٌ کے وزن پر بنانا جائز ہے، مثلاً: اَسَدٌ کی اُسُدٌ اور خَشَبٌ کی جمع خُشُبٌ.

ف ل ل — تَفَلَّلَتْ مضارِبُ السَّيْفِ: تلوار کی دھار میں دندانے پڑ گئے۔

فَلَّ الجَيْشَ: اس نے فوج کو شکست دے دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہا جاتا ہے: فَلَّهُ فَانْفَلَّ: اس نے اسے شکست دے دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہا جاتا ہے:

فَلَّهُ فَانْفَلَّ: اس نے اسے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا۔ محاورہ ہے: مَنْ قَلَّ ذَلَّ وَمَنْ اَمِرَ فَلَّ: جو تعداد میں کم ہوا۔ وہ ذلیل ہوا اور جن کی کثرت ہوگئی۔ انہوں نے فتح پائی۔

الفُلْفُلُ: سرخ مرچ۔

شَرَابٌ مُفَلْفَلٌ: تیز شراب جو مرچ کی طرح منہ کو جلا دے۔

ف ل ن — فُلَانٌ: فلاں، یہ کنایہ ہے۔ اور اشارہ ہر اس شخص کی طرف ہوتا ہے جو موضوع کلام ہو۔ لوگوں کے علاوہ دوسروں کے بارے میں (الف لام شامل کر کے) الفُلَانُ اور الفُلَانَةُ کہا جاتا ہے۔

ف ل ا - الفَلَاةُ: جنگل۔ اس کی جمع الفلا اور الفلوات ہے۔

الفَلُوُّ: (واؤ مشدّد) بچھیرا اور مؤنث کے لئے فَلُوَّة: بچھیری۔

الفِلْوُ بروزن الجِروُ: الفَلُوُّ کا ہم معنی ہے۔

فَلَى رَأسَهُ مِنَ القَمْلِ: اس نے اپنے سرسے جوئیں نکالیں، اس کا باب رَمَی ہے۔ تَفَالَى هُوَ: اس نے کسی سے سر کی جوئیں نکالنے کو کہا۔

اسْتَفْلَى: اس نے چاہا کہ اس کے سر سے کوئی جوئیں نکالے۔

فَلَى الشِّعْرَ: اس نے شعر میں غور وفکر کر کے اس کے غریب معانی نکالے، اس کا باب بھی رَمَی ہے۔

ف م - فَمٌ: اس کی اصل فُوْهٌ ہے۔ اس سے 'ہ' ساقط ہونے کے بعد میم کا بطور تعویض اضافہ کیا گیا تاکہ اس کا اعراب کیا جاسکے۔ میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے بذیل مادہ 'ف و ہ' بتایا ہے کہ میم کا 'ہ' کے عوض اضافہ کیا گیا ہے نہ کہ واؤ کے عوض۔ یہاں بیان کردہ بات اس کے الٹ ہے۔ اس لفظ کے کئی لہجے ہیں۔ لیکن فاء ہر حالت میں مفتوح ہے اور مضموم بھی ہر حالت میں ہے۔ اسی طرح فاء ہر حالت میں مکسور ہوگا۔ کچھ لوگ اس کا اعراب دو جگہوں میں کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: هٰذا فَمٌ رایتُ فَمًا اور مَرَرْتُ بِفَمٍ. البتہ ضرورت شعری کے پیش نظر میم کو مشدد کیا جاسکتا ہے۔

ف ن د - الفَنَدُ: (فاء اور نون دونوں مفتوح) جھوٹ۔ اس کا معنی بڑھاپے کے باعث کمزوری بھی ہے۔ اس سے فعل اَفْنَدَ ہے۔ عَجُوزٌ مُفْنِدَةٌ: کمزور رائے بڑھیا کہنا جائز نہیں، کیونکہ بڑھیا تو جوانی میں بھی صائب الرائی نہیں ہوتی۔

التَفْنِيدُ: ملامت۔ کسی کو ضعیف الرائی قرار دینا۔

ف ن ک - الفَنَکُ: لومڑی سے قدرے چھوٹا جانور جس کی کھال سے پوستین بنتا ہے۔

الفَنِيکُ: دو جبڑوں کے ملنے کی جگہ یا کنارہ۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا تَوَضَّاتَ فَلَاتَنسَ الفَنِيکَيْنِ: جب تم وضو کرنے لگو تو جبڑوں کے ملنے والی جگہوں کو نہ بھولنا۔ یہ دونوں بھولنے کی جگہیں ہیں۔

ف ن ن - الفَنُّ: فن اس کی جمع الفُنُوْن ہے، یعنی انواع و اقسام کے فنون اور دوسری جمع الافَانِيْنُ ہے جس کا معنی اسالیب ہے۔ اس سے مراد کلام کی مختلف جنس اور اسلوب وطریقے ہیں۔

رَجُلٌ مُتَفَنِّنٌ: صاحب فن شخص۔ اِفْتَنَّ الرَّجُلُ فِي حَدِيْثِهِ وفي خُطْبَتِهِ: اس نے اپنی بات اور اپنے خطبے میں فن پیدا کیا۔ اس کا وزن اِشْتَقَّ ہے۔

الفَنَنُ: ٹہنی۔ اس کی جمع الافْنَانُ ہے اور اس کی جمع اَفَانِيْنُ ہے۔

ف ن ی — فَنِيَ الشَّيْءُ فَنَاءً: چیز فنا ہوگئی۔ تباہ ہوگئی۔ تَفَانَوْا: انہوں نے جنگ میں ایک دوسرے کو فنا کردیا۔ فِنَاءُ الدَّار: گھر کا صحن۔ اس کی جمع اَفْنِيَةٌ ہے۔

ف ہ د — الفَهْدُ: چیتا۔ اس کی جمع فُهُوْدٌ ہے۔

فَهِدَ الرَّجُلُ: آدمی زیادہ سونے اور لیٹے رہنے میں چیتے کی طرح ہوگیا۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا دَخَلَ فَهِدَ وَاِذَا خَرَجَ اَسَدَ: جب وہ داخل ہوتا ہے تو چیتے کی طرح اور جب گھر سے نکلتا ہے تو شیر کی طرح۔

ف ہ م — فَهِمَ الشَّيْءَ: اس نے بات کو سمجھا۔ (ہاء مکسور ہے) اس کا مصدر فهمًا اور فَهَامَةٌ ہے۔

فُلَانٌ فَهِمٌ: فلاں شخص سمجھدار ہے۔

اِسْتَفْهَمَهُ الشَّيْءَ فَاَفْهَمَهُ: اس نے اس سے کچھ پوچھا تو اس نے بتادیا۔

فَهَّمَهُ تَفْهِيْمًا: اس نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا۔ تَفَهَّمَ الكلام: اس نے بتدریج بات سمجھ لی۔

فَهْمٌ: ایک قبیلے کا نام ہے۔

ف ہ ہ — الفَهَّةُ: سقطہ، درماندگی، بات نہ کرسکنا۔ غلطی، چوک، خطا، لغزش۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں بھی ہے۔

ف و ت — فَاتَهُ الشَّيْءُ: اس کی چیز گم ہوگئی، چوک گئی، ضائع ہوگئی۔ اس کا باب قَالَ اور فَوَاتًا (فاء مفتوح) ہے۔

اَفَاتَهُ اِيَّاهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اس سے وہ چیز ضائع کرادی یا گنوادی۔

الافْتِيَاتُ: دوسروں سے مشورہ کئے بغیر اپنی رائے سے کام کرنا۔ محاورہ ہے: اُفْتَاتَ عَلَيْهِ بِاَمْرِ كذا: اس سے فلاں بات ضائع ہوگئی یا چوک گئی۔

فُلَانٌ لا يُفْتَاتُ عَلَيْهِ: فلاں شخص کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔

تَفَاوَتَ الشَّيْئَانِ تَفَاوُتًا: دو چیزوں میں فرق پڑگیا۔ تَفَاوُتًا میں واؤ مضموم ہے لیکن خلاف قیاس اسے مفتوح اور مکسور بھی کیا گیا ہے۔

ف و ج — الفَوْجُ: لوگوں کی ایک جماعت۔ اس کی جمع افواج ہے اور فُلُوْس کے وزن پر فُؤُوْجٌ بھی ہے۔

ف و ح — فَاحَتْ رِيْحُ المسك: مشک (عطر) کی خوشبو پھیل گئی۔ اس کا

باب قَالَ اور بَاعَ ہے اور فُوُوحًا بھی ہے اور فَوَحَانًا بھی اور فَيَحَانًا بھی ہے۔ان میں فاء مفتوح ہے۔کہا جاتا ہے: فَاحَ الطِّيبُ: خوشبو پھیل گئی۔لیکن فَاحَتْ رِيحٌ خَبِيثَةٌ (یعنی بد بو پھیل گئی) نہیں کہتے۔

ف و خ—فَاخَتِ الرِّيحُ: ریح خارج ہوئی جب اس میں آواز ہو۔اس کا باب قَالَ ہے۔ اَفَاخَ الاِنْسَانُ اِفَاخَةً: انسان نے آواز کے ساتھ ریح خارج کی یعنی اس نے گوز مارا۔حدیث شریف میں ہے: كُلُّ بَائِلَةٍ تُفِيخُ: میرا کہنا ہے کہ پیشاب کرنے والا ہر جاندار جب پیشاب کرتا ہے تو اس سے آواز کے ساتھ ریح خارج ہوتی ہے۔

ف و د—فَوْدُ الرَّأْسِ: سر کی دو جانبیں یا طرفیں۔

ف و ر—فَارَتِ الْقِدْرُ: ہانڈی میں جوش آیا یا اُبال آیا۔اس کا باب قَالَ ہے اور فَوَرَانًا بھی۔اس میں واؤ مفتوح ہے۔ لوگوں کا قول ہے: ذَهَبْتُ فِي حَاجَةٍ ثُمَّ اَتَيْتُ فُلَانًا مِن فَوْرِي: میں کسی کام سے یا ضرورت سے گیا تھا پھر میں فوراً ہی فلاں شخص کے پاس آیا۔یعنی بغیر سکون کئے یا بغیر ٹھہرے۔

فَوْرَةُ الحَرِّ: گرمی کی لپک۔فُوَارَةُ الْقِدْرِ: ہانڈی کا ابال (فاء مضموم اور واؤ مخفف)۔

ف و ز—الْفَوْزُ: نجات، کامیابی۔اس کا معنی ہلاکت بھی ہے۔ان دونوں کا باب قَالَ ہے۔اَفَازَهُ اللّٰهُ بكذا ففاز: اللہ نے اسے فلاں کام میں کامیابی عطا کی تو وہ کامیاب ہوا۔یا اللہ نے اسے فلاں بات سے نجات دی تو وہ بچ گیا۔قول خداوندی ہے: بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ: عذاب سے نجات پانے والا۔

الْمَفَازَةُ: جنگل،اس کی جمع الْمَفَاوِزُ ہے۔ابن الاعرابی کا کہنا ہے کہ جنگل کا نام اس لئے مَفَاوَزَةٌ پڑا ہے کہ یہ جائے ہلاکت ہے، اور فَوَّزَ تَفْوِيزًا: بمعنی وہ ہلاک ہوا، سے ماخوذ ہے۔اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ نام بطور تفاعل یعنی نیک شگون کے طور پر لکھا گیا ہے اور فوز وسلامتی سے ماخوذ ہے۔

ف و ض—فَوَّضَ اليه الأمْرَ تفويضًا: اس نے کام اس کے حوالے کر دیا۔قَوْمٌ فَوْضَى بروزن سَكْرَى: غیر منظم قوم، جس کا کوئی سربراہ نہ ہو۔تَفَاوَضَ الشَّرِيكَان في المال: دو شریک کاروبار آدمیوں نے مالی معاملات میں باہم مذاکرات کئے۔ایسی شرکت کو شرِكَة المفاوضة کہتے ہیں۔فَاوَضَهُ في

اَمْرِہٖ: اس نے اپنے معاملے میں اس سے بات چیت کی۔
تَفَاوَضَ الْقَوْمُ: قوم کے لوگوں نے ایک دوسرے سے بات چیت کی۔
ف و ف — بُرْدٌ مُفَوَّفٌ: سفید دھاری والی چادر۔ اس کا معنی باریک چادر بھی ہے۔
ف و ق — فَوْق: اوپر، اس کی ضد تَحْتَ: نیچے ہے۔ قول خداوندی ہے: بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا: مچھر یا اس سے بڑھ کر۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اس کا معنی 'یا اس سے کمتر' ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے محاورۃً کہتے ہیں: فُلَانٌ صَغِيْرٌ 'هُوَ فَوْقَ ذٰلِكَ' یعنی فلاں چھوٹا ہے وہ تو اور بھی چھوٹا ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ فَمَا فوقَهَا کا معنی اَعْظَمُ مِنْهَا: اس سے بڑا ہے۔ یعنی مکھی اور مکڑی۔
فَاقَ الرَّجُلُ اَصْحَابَهٗ: آدمی کو اپنے ساتھیوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
فَاقَ الرَّجُلُ يَفُوْقُ فُوَاقًا (فاء مضموم) آدمی کے سینے میں ہوا اٹکی یعنی ہچکی لگ گئی یا سینے میں ہوا کی خرخراہٹ ہوئی۔
الفُوَاقُ: (فاء مضموم اور مفتوح) دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیان کا وقفہ۔ کیونکہ ایک بار دودھ دوہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے جانور کو چھوڑ دیا جاتا ہے، اس دوران جانور کا بچہ دودھ پیتا ہے اور تھنوں میں مزید دودھ اتر آتا ہے۔ پھر دوبارہ دودھ دوہا جاتا ہے۔ اس درمیانی وقفہ کو فُوَاق کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: مَا اَقَامَ عِنْدَهُ الافُوَاقًا: وہ اس کے پاس صرف ایک فُواق بھر رہا ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے: العِيَادَةُ قَدْرَ فُوَاقِ نَاقَةٍ: بیمار پرسی اتنی دیر ہوسکتی ہے جتنی دیر اونٹنی کے دوسرے بار دوہنے میں کرتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: مَالَهَا مِنْ فَوَاقٍ: فواق کو فاء مضموم اور مفتوح دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ یعنی اس زوردار چیخ کے بعد کوئی فواق بھر وقفہ بھی نہ ہوگا۔ ابوموسیٰ رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے جس میں وہ اپنی قراءت کا حال بیان کرتے ہیں: اَمَّا اَنَا فَاَتَفَوَّقُهٗ تَفَوُّقَ اللَّقُوْحِ: میں اونٹنی کے دوبارہ دوہنے کے وقفوں کے ساتھ قرآن پڑھتا ہوں۔ یعنی میں دن رات میں ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن پڑھتا ہوں۔ الفَاقَةُ: فاقہ، گرسنگی۔ فقر و ناداری۔
افْتَاقَ الرَّجُلُ: آدمی فاقہ زدہ ہوگیا۔ ان معنوں میں فَاقَ الرَّجُلُ نہیں کہتے۔
اسْتَفَاقَ مِنْ مَرَضِهٖ: اسے بیماری سے افاقہ ہوا۔ اِسْتَفَاقَ مِنْ سُكْرِهٖ: اسے نشے سے یا بیہوشی سے افاقہ ہوا۔
اَفَاقَ کا معنی بھی یہی ہے۔

ف و م-الفُوْم: تھوم،لہسن۔حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت میں 'وثومھا' ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ الفُوْمُ کا معنی گندم ہے۔اور شامی لہجے میں اس کا معنی چنا ہے۔

فَوِّمُوْا لَنَا: ہمارے لئے روٹی پکاؤ۔الفراء کا قول ہے کہ یہ پرانا اور قدیمی لہجہ ہے۔

الفَیُّوْمُ: مصر کی سرزمین کا علاقہ جہاں بنو امیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد قتل کیا گیا۔

ف و ہ-فُوَّۃ: ایک گھاس یا مخصوص درخت کی چھال جس کے ذریعے عطر کی اصلاح کی جاتی ہے جس طرح مصالحہ جات سے کھانوں کو مزیدار اور زود ہضم کرنے کے لئے اصلاح کی جاتی۔فُوۃ کی جمع اَفْوَاۃ ہے اور اس کی مثال سُوْق کی جمع اَسْوَاق ہے۔اس کی جمع الجمع اَفَاوِیْہُ ہے۔الفُوْہُ: جو ہمارے قول کا اصل لفظ فَمٌ ہے۔اس کی جمع بھی اَفْوَاہ ہے۔

کَلَّمْتُہٗ فَاہُ اِلٰی فِیَّ: میں نے اس سے روبرو بات کی۔فُوْہٌ میں 'ھا' میم کا عوض ہے نہ کہ واؤ کا۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب بذیل مادہ فَمٌ میں کہا کہ اس لفظ کی میم کا عوض 'ھا' واؤ کا عوض ہے نہ کہ 'ھا' کا۔لہٰذا یہاں یہ ذکر سابقہ بیان کی نقیض ہے۔

اَفْوَاہُ الْاَزِقَّۃِ وَالْاَنْھَار: اس کا واحد فُوْھَۃٌ ہے جس میں واؤ مشدد ہے۔اس کا معنی گلیوں یا دریاؤں کے دہانے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ: اَقْعُدُ عَلٰی فُوْھَۃِ الطَّرِیْقِ: میں راستے کے دہانے پر بیٹھا ہوں۔فَاہَ بِالْکَلَامِ: اس نے بات کی۔اس کا باب قَالَ ہے۔تَفَوَّہَ بِہٖ کا معنی بھی یہی ہے۔کہا جاتا ہے: مَا فُھْتُ بِکَلِمَۃٍ وَمَا تَفَوَّھْتُ: میں نے ایک بات تک نہ کی۔یا میں نے بات کرنے کے لئے اپنا منہ نہیں کھولا۔

ف و ا-الفُوَّۃُ: درختوں کی جڑیں جن کے ذریعے دوسری چیزوں کو رنگا جاتا ہے۔

ثَوْبٌ مُفَوًّی: رنگا ہوا کپڑا۔اس کی مثال قُوَّۃ سے مُقَوًّی ہے۔

ف ی أ-فَاءَ: وہ لوٹا۔واپس ہوا۔اس کا باب بَاعَ ہے۔

الفِئَۃُ: طائفہ،گروہ،اس کی جمع فِئُوْن اور فِئَاتٌ ہے اس کی مثال لِدَاتٌ ہے۔

الفَیْءُ: مال فئے،خراج اور غنیمت کا مال۔کہا جاتا ہے: اَفَاءَ اللّٰہُ عَلَیْنَا مَالَ الْکُفَّارِ: اللہ نے ہمیں کافروں کا مال بطور مالِ فَےْ عطا کیا۔اَفَاءَ میں الف ممدود ہے۔اس کا مضارع یُفِیْءُ اور مصدر اِفَاءَۃٌ ہے۔

الفَیْءُ کا معنی زوال آفتاب کے بعد سایہ کا ڈھلنا ہے۔اسے اس لئے فَیْءٌ کہا جاتا ہے

کہ اس وقت سایہ ایک طرف سے ہٹ کر دوسری طرف پھر جاتا ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ: الظِّلُّ مَا نَسَخَتْهُ الشَّمْسُ والفَيْءُ ما نَسَخَ الشَّمْسَ: یعنی ظِل سایہ وہ ہے جس کے پیچھے سورج ہو، اور فئے وہ ہے جس کے آگے سورج ہو۔ رُؤبة کا قول ہے کہ ہر وہ چیز جس پر دھوپ پڑ کر ڈھل گئی ہو اسے فِئے کہتے ہیں اور جس پر ابھی دھوپ نہ پڑی ہو تو وہ ظلّ ہے۔

فِيْء کی جمع اَفْيَاء اور فُيُوْء بروزن فُلُوْس ہے۔

فَيَّاتِ الشَّجَرَةُ تَفْيِئَةً: درخت سایہ دار ہو گیا۔ تَفَيَّأْتُ اَنَ فِي فَيْئِهَا: میں اس کے سائے میں بیٹھا۔ تَفَيُّأْتِ الظِّلَالُ: سایہ ڈھل گیا۔

ف ی د — الفَائِدَةُ: علمی یا مالی منفعت جس سے تم استفادہ کرتے رہو۔

فَادَتْ لَهُ فَائدَةٌ: اسے فائدہ پہنچا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اسی طرح فَادَلَه مَالٌ: اس کے لئے مال ثابت ہو گیا۔

اَفَدْتُ المَالَ: میں نے اسے مال دیا۔ اَفَدْتُهُ بھی اور اسْتَفَدْتُهُ کا معنیٰ بھی یہی ہے۔

ف ی ص: کہا جاتا ہے: وَاللّٰهِ مَا فَاصَ: قسم بخدا وہ نہیں ہٹا۔

وَمَا عَنْهُ مَحِيْصٌ وَلا مَفِيْصٌ: اس سے کوئی فرار نہیں۔ مااسْتَطَعْتُ اَنْ اَفِيْصَ مِنْهُ: میں اس سے دور نہ ہو سکا یا دور نہ ہٹ سکا۔

ف ی ض — فَاضَ الخَبَرُ، يَفِيْضُ واسْتَفَاضَ: خبر پھیل گئی۔

وهُوَ حَدِيْثٌ مُسْتَفِيْضٌ اور وہ لوگوں میں منتشر و مشتہر عام حدیث ہے۔ ان معنوں میں مُسْتَفَاض نہیں کہنا چاہیے۔

المُسْتَفِيْضُ: پانی بہانے کا سوال کرنے والا یا پانی مانگنے والا۔

فَاضَ المَاءُ: پانی کی کثرت ہو گئی یا پانی زیادہ ہو کر ندی کے کناروں تک بہا۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور فيضُوضَةٌ بھی۔

فَاضَ اللِّئَامُ: لئیم اور کمینے لوگوں کی کثرت ہو گئی۔

فَاضَ الرَّجُلُ: آدمی مر گیا۔ اس کا باب بَاعَ اور جَلَسَ ہے۔ فَاضَتْ نَفْسُهُ: اس کی روح نکل گئی یا جان نکل گئی۔ ابو عبید، ابو زید، الفرّاء اور اصمعی رحمہم اللہ کا کہنا ہے فَاضَ الرَّجُلُ اور فَاضَتْ نَفْسُهُ نہیں کہا جاتا البتہ يَفِيْضُ الدمع والماء: آنسو اور پانی بہتے ہیں۔ نیز کہا جاتا ہے کہ اَفَاضَ اِنَائَهُ حَتّٰى فَاضَ: اس نے اپنا برتن بھر لیا حتی کہ وہ لبریز ہو گیا۔ اور اَفَاضَ دُمُوْعَهُ: اس نے اپنے آنسو بہائے۔

اَفَاضَ الْمَاءَ عَلٰی نَفْسِہٖ: اس نے اپنے آپ پر پانی گرایا یا بہایا۔ اَفَاضَ النَّاسُ مِنْ عَرَفَاتٍ اِلٰی مِنًی: لوگ عرفات سے منیٰ کو چل پڑے۔ ہر بار کو افاضۃ کہتے ہیں۔ اَفَاضُوا فِی الْحَدِیْثِ: وہ باتوں میں مشغول ہو گئے۔

اَلْفَیْضُ: مصر کا دریائے نیل اور دریائے بصرہ بھی۔ نَھْرٌ فَیَّاضٌ: (یاء مشدد) ٹھاٹھیں یا موجیں مارتا دریا۔

رَجُلٌ فَیَّاضٌ: بہت زیادہ سخاوت کرنے والا شخص۔

ف ی ف — اَلْفَیْفَاءُ: چٹیل صحراء۔ اس کی جمع اَلْفَیَافِی ہے۔

ف ی ل — اَلْفِیْلُ: ہاتھی۔ اس کی جمع اَفْیَالٌ ہے اور فُیُوْلٌ وفِیَلَۃٌ بروزن عِنَبَۃ: اسے اَفْیِلَۃ نہیں کہنا چاہئے۔

فَیَّالٌ: ہاتھی بان، مہاوت۔

ف ل م — اَلْفَیْلَمُ: لوگوں میں سے بڑا قد آور آدمی۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی بڑے جثے والا اور موٹا آدمی ہے۔ دجال کے ذکر میں آیا ہے کہ رَاَیْتُہٗ فَیْلَمَانِیًا: میں نے اسے عظیم الجثہ دیکھا۔

ف ی ن — اَلْفَیْنَاتُ: گھڑیاں۔ کہا جاتا ہے: لَقِیْتُہُ الْفَیْنَۃَ بَعْدَ الْفَیْنَۃِ: میں اس سے وقفوں وقفوں کے ساتھ ملا۔ یا میں اس سے بار بار ملا۔

رَجُلٌ فَیْنَانٌ: خوبصورت لمبے بالوں والا۔

ف ی ا — فِیْ: حرف جر۔ یہ صرف برتن، جگہ اور سما جانے والی چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: کہیں گے فِی الاناء: برتن میں۔ زیدٌ فی الدار: زید گھر میں ہے۔

الشَّکُّ فِی الخبر: خبر میں شبہ ہے۔

بعض اوقات حرف فِیْ عَلٰی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی ہے: وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ: میں تمہیں کھجور کے درختوں کے تنوں پر لٹکا دوں گا۔ یونس کا خیال ہے کہ عرب لوگ نَزَلْتُ فِی ابنک کہہ کر اس سے مراد نزلت عَلٰی ابیک لیتے ہیں یعنی فی کہہ کر علٰی مراد لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ فِیْ کہیں باء کی جگہ بھی استعمال ہوا ہو۔

باب القاف

ق ب ب—قَبَّ الجلد و التَّمرُ: جلدیا کھال اور کھجور کا پانی سوکھ گیا یعنی خشک ہوا۔ الأَقَبُّ: پتلے پیٹ والا آدمی۔

القَبْقَبَةُ: گھوڑے کے پیٹ سے نکلنے والی آواز۔

القَابِـئَـةُ: قطرہ۔ کڑک کی آواز۔ القِبُّ: (قاف مکسور) ہر دو سرینوں کے درمیان اٹھی ہوئی ہڈی۔

القُبَّةُ: قُبہ۔ گنبد (قاف مضموم)۔ قَبَّ فُـلَانٌ يَدَ فُـلَانٍ: فلاں شخص نے فلاں شخص کا ہاتھ کاٹ دیا۔ القَبْـقَبُ بروزن الثَّعْلَبُ: پیٹ، شکم۔

ق ب ح—القُبْحُ: برائی، خرابی۔ اس کی ضد الحُسْنُ بمعنی خوبی ہے۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اور اسم فاعل قَبِيْحٌ ہے۔

قَبَحَهُ اللّٰهُ: اللہ اس کو بھلائی اور خیر سے دور کرے۔ یعنی اللہ اس کا برا کرے۔ اس کا باب قطع ہے۔ کہا جاتا ہے: قُبْحًا له: اس کا برا ہو۔ (قاف مضموم اور مفتوح)۔

الاسْـتِقْبَاحُ: کسی کو قبیح اور برا سمجھنا اور جاننا۔ اس کی ضد الاسْتِحْسَانُ ہے۔ قَبَّحَ عَلَيْهِ فِعْـلَهُ تَقْبِيْحًا: اس نے اس کے فعل کی سخت برائی کی یا اس کے کام کی خرابی ظاہر کی۔

ق ب ر—القَبْرُ: قبر، اس کی جمع المَقَابِرُ ہے۔ شعر میں المَـقْـبُرُ (ۃ) کے بغیر استعمال ہوا ہے۔ قَبَرَ المَيِّتَ: اس نے میت کو دفن کر دیا۔ اس کا باب ضَـرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

أَقْبَرَهُ: اس نے اسے دفن کرنے کا حکم دیا۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ أَقْبَرَهُ کا معنی ہے۔ اس نے دفن کرنے کے لئے اس کی قبر تیار کی۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ: پھر اس نے اسے موت دی اور اسے دفنا دیا۔ اسے کتوں کے آگے ڈالنے کے لئے نہیں چھوڑا۔ لہٰذا قبر بنی نوع انسان کی تکریم ہے۔

القُبَّرَةُ کی جمع القُبَّرُ ہے۔ یہ ایک طرح کا پرندہ ہے۔ القُـنْـبُـرَاءُ: (قاف اور باء مضموم، الف ممدود) القُبَّرَةُ کا ایک لہجہ ہے۔ اس میں بھی قاف اور باء مضموم ہیں اور الف ممدود ہے۔ اس کی جمع القَنَابِرُ ہے۔ عامی لہجے میں اسے القُنْبُرَةُ کہتے ہیں۔ یہ لفظ رجز یہ اشعار میں استعمال ہوا ہے۔

ق ب س—القَبَسُ: قاف اور باء دونوں

مفتوح۔ آگ کا شعلہ۔ چنگاری۔ المِقْبَاسُ کا معنی بھی یہی ہے۔ قَبَسَ مِنْهُ نارًا: اس نے اس سے آگ لے لی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

فَاَقْبَسَهُ: اس نے اسے آگ دے دی۔

اِقْتَبَسَ مِنْهُ نارًا وعلما کا معنی ہے۔ اس نے اس سے آگ لے لی۔ اور اس سے علم کا استفادہ کیا۔ الیزیدی کا کہنا ہے کہ اَقْبَسَهُ عِلْمًا: اس نے اسے علم دیا۔ اور قَبَسَهُ نَارًا: وہ کسی کے واسطے آگ لایا۔ اور اگر اپنے لئے آگ لانے کو کہنا ہو تو اَقْبَسَهُ کہتے ہیں۔ الکسائی کا کہنا ہے کہ اَقْبَسَهُ عِلْمًا وَّنَارًا: دونوں کا یکساں معنی ہے۔ اور قَبَسَهُ بھی دونوں میں یکساں مشترک ہے۔ اَبُوْ قَبِسٍ: مکہ شریف میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

ق ب ص – القَبْصُ: انگلیوں کے پوروں سے کوئی چیز لینا یا پکڑنا۔ اسی نسبت سے حضرت حسن بصریؒ نے فَقَبَصْتُ قَبْصَةً مِنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ پڑھا ہے۔

ق ب ض – قَبَضَ الشَّيْءَ: اس نے چیز لے لی۔

القَبْضُ: بند کرنا۔ اس کی ضد البَسْطُ یعنی کھولنا ہے۔ (یا بند ہونا اور کھلنا ہے) ان دونوں کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صَارَ الشَّيْءُ فِيْ قَبْضِكَ وقَبْضَتِكَ: یہ چیز تمہاری ملکیت ہوگئی۔

الاِنْقِبَاضُ: گھٹن۔ اس کی ضد الانبساط ہے یعنی فرحت۔

اِنْقَبَضَ الشَّيْءُ: چیز پر قبضہ ہوگیا۔

القُبْضَةُ: (قاف مضموم) مٹھی بھر چیز۔ کہا جاتا ہے: اَعْطَاهُ قُبْضَةً مِنْ سَوِيْقٍ اَوْ تَمْرٍ: اسے اس نے مٹھی بھر ستو دیے یا مٹھی بھر کھجوریں دیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ قَبْضَة (قاف مفتوح) بھی ہو۔ المَقْبِضُ (بروزن المَجْلِس) من القَوْسِ والسَّيْفِ: کمان یا تلوار وغیرہ کا دستہ جسے انسان ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ تَقَبَّضَتِ الجِلْدَةُ فی النار: کھال آگ میں جھلس گئی۔

قَبَّضَ الشَّيْءَ تَقْبِيْضًا: اس نے چیز کو اکٹھا کر کے رکھ لیا۔

قَبَّضَهُ المَالَ: اس نے مال اس کے قبضے میں دے دیا۔ قُبِضَ فُلَانٌ: فلاں شخص کی روح قبض کی گئی۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مَقْبُوْضٌ یعنی مردہ ہے۔

القَبْضُ: تیز رفتاری۔ اسی سے قول خداوندی ہے: صافاتٍ ويَقْبِضْنَ: یعنی پرندے فضا میں پر پھیلاتے اور سکیڑتے ہیں یعنی پھڑ پھڑاتے ہوئے اڑتے ہیں۔

ق ب ط – القِبْطُ: بروزن السِّبْطُ: اہل مصر جو وہاں کے اصل باشندے ہیں۔

رَجُـلٌ قِبطِيٌّ: قبطی آدمی۔
القُبَّاط: (قاف مضموم اور باء مشدّد) مٹھائی کی ایک قسم۔ اسی طرح القُبَّيْط بروزن العُلَّيْقُ کا معنی بھی یہی ہے اور القُبَّيْطى والقُبَيْطَاء (اگر باء کو مشدّد پڑھیں تو الف مقصور ہوگا اور اگر باء مخفف ہو تو پھر الف ممدود ہوگا) کا بھی یہی معنی ہے۔
القُنَّبِيط: (قاف مضموم اور نون مشدّد و مفتوح) ایک سبزی۔
قَبِيعَةُ السَّيْفِ: تلوار کے دستے پر چاندی یا لوہا۔
قَبْلُ: پہلے۔ اس کی ضد بَعْدُ ہے۔ یعنی پیچھے القُبُلُ، الدُّبُرُ اور الدُّبُرُ کی ضد۔ یعنی اگلا حصہ قُدَّ قَمِيصُهُ مِنْ قُبُلٍ ومِنْ دُبُرٍ: اس کی قمیص آگے اور پیچھے دونوں طرف سے پھٹی ہوئی ہے۔
القُبْلَةُ: بوسہ۔
القِبْلَةُ: قبلہ جس طرف نماز ادا کرتے ہیں۔ جَلَسَ قُبَالَتَهُ: (قاف مضموم) وہ اس کی طرف منہ کر کے بیٹھا، یہ اسم ہے اور بطور ظرف بھی استعمال ہوتا ہے۔
القَابِلَةُ: آنے والی رات۔
قَبِلَ اور أَقْبَلَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ آگے بڑھا کہا جاتا ہے: عَامٌ قَابِلٌ: آنے والا سال۔

تَقَبَّلَ الشَّيْءَ وقَبِلَهُ، يَقْبَلُهُ: اس نے چیز قبول کر لی۔ اس کا مصدر قَبُولًا (قاف مفتوح) ہے جو شاذ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس مصدر کی کوئی مثال نہیں ہے۔ ہم نے اس کا ذکر وَضُوْء کے تحت کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عَلَى فُلَانٍ قَبُولٌ: یعنی دل نے اسے پسند کیا یا قبول کیا۔ القَبُولُ: باد صبا کو بھی کہتے ہیں جو دَبُوْر کے مقابل ہے۔
قَدْ قَبَلَتِ الرِّيحُ: باد صبا چلی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا اسم مفتوح القاف ہے یعنی القَبُوْلُ اور مصدر مضموم القاف یعنی القُبُوْلُ ہے۔ وَرَآهُ قَبَلًا: (قاف اور باء دونوں مفتوح) وقُبُلًا (قاف اور باء دونوں مضموم) وقِبَـلًا (قاف مکسور و باء مفتوح) اس نے اسے آمنے سامنے دیکھا۔ قول خداوندی ہے: أَوْ يَـأْتِيَـهُمُ العَـذَابُ قُبُـلًا: یا انہیں آگے سے یا سامنے سے عذاب آئے۔ ولِي قِبَـلَ فُـلَانٍ حَـقٌّ: فلاں شخص کے ذمے میرا کچھ حق ہے۔ وَمَالِي بِـهِ قِبَلٌ: مجھے اس کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ القَابِلَةُ: دائی / دایہ۔ بچے کی ولادت کے وقت عورت کی مددگار خاتون۔ کہا جاتا ہے کہ: قَبِلَتِ القَابِلَةُ المَرأه تَقْبَلُهَا: دائی یا دایہ نے عورت کی دایہ گیری کی۔
القَبِيلُ: کفیل۔ ایک فوجی منصب۔

قَدْ قَبُلَ بِهٖ يَقْبِلُ: (باء مضموم اور مکسور) قَبَالَةً: (قاف مفتوح) وہ اس کا کفیل یا ضامن بن گیا۔ نَحْنُ فِي قَبَالَتِهٖ: ہم اس کی کفالت میں ہیں یا نگرانی میں ہیں۔

القَبِيْلُ: جماعت۔ جو تین سے لے کر زائد افراد پر مشتمل ہو۔ اور مختلف قوموں مثلاً: رومی، زنگی اور عرب وغیرہ میں سے ہو۔ اس کی جمع قُبُلٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلاً: اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کر دیتے۔ اس کی تفسیر کے بارے میں الاخفش کا کہنا ہے کہ قُبُلاً سے مراد قَبِيْلاً ہے۔ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اس سے مراد عِيَاناً ہے۔

القَبِيْلَةُ: قبیلہ، خاندان۔ اس کی جمع قَبَائِلُ ہے۔ اور قبائل عرب ہے جو ایک ہی جد اعلیٰ کی نسل ہوں۔ القَبِيْلُ: کاتتے وقت عورت کے سامنے جو کچھ آتا ہے یا ہوتا ہے۔ اسی سے محاورہ بنا ہے۔ مَا يَعْرِفُ قَبِيْلاً مِنْ دَبِيْرٍ: اس کو آگے پیچھے کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔

أَقْبَلَ: وہ آگے بڑھا۔ اس کی ضد ہے أَدْبَرَ وہ پیچھے ہٹا۔ کہا جاتا ہے: أَقْبَلَ مُقْبَلاً: وہ آگے بڑھا۔ اس کی مثال ہے: أَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ: حدیث شریف میں ہے: سُئِلَ الحَسَنُ عَنْ مُقْبَلِهٖ مِنَ العِرَاقِ: جب حضرت حسن بصری عراق سے آئے تو ان سے پوچھا گیا کہ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هٰهُنَا. أَقْبَلَ عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ: وہ اس کے روبرو ہوا۔

المُقَابَلَةُ: آمنے سامنے ہونا۔

التَّقَابُلُ کا معنی بھی یہی ہے۔

الاسْتِقْبَالُ: استقبال کرنا۔ اس کی ضد الاستدبار ہے۔ مُقَابَلَةُ الكِتَابِ: کتاب کا معارضہ کرنا۔

ق ب ن — القُبَّانُ: ترازو یہ معرب کلمہ ہے۔

ق ب ا — القَبَاءُ: قباء یا جبہ جو پہنا جاتا ہے۔ اس کی جمع الأَقْبِيَةُ ہے۔

تَقَبَّى: اس نے قباء پہن لی۔ القُبَاءُ: (الف ممدود) حجاز میں ایک جگہ کا نام ہے۔ جسے مذکر و مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

ق ت ت — القَتُّ: چغلی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَتَّاتٌ: چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

القَتُّ: ایک دانہ (جسے صحرائی لوگ کوٹ کر اور پکا کر کھاتے ہیں) اس کا واحد قَتَّةٌ ہے۔ اس کی مثال تَمْرَةٌ اور تَمْرٌ ہے۔

ق ت د — القَتَدُ: (قاف اور تاء دونوں مفتوح) رحل کی لکڑی۔ اس کی جمع أَقْتَادٌ

اور قُتُوْدٌ ہے۔

القَتَادُ: ایک خاردار درخت۔

ق ت ر - القَتَرُ: اس کا واحد قَتَرةٌ ہے۔ معنی غبار۔ یہ قول خداوندی میں ہے: تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ: (ان کے چہروں پر) غبار چھایا ہوگا۔ القُتْرُ: جانب، کنارہ، طرف۔ یہ القطر کا ایک لہجہ ہے۔ قَتَرَ عَلَى عِيَالِهِ: اس نے اپنی بیوی بچوں پر روزی کی سختی اور تنگی کی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور دَخَلَ ہے۔ قَتَّرَ تَقْتِيرًا أَقْتَرَ تین لہجے ہیں۔ اَقْتَرَ الرَّجُلُ: آدمی قلاش و مفلس ہوگیا۔

ق ت ل - القَتْلُ: جان سے مار دینا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور مصدر تِقْتَالاً ہے۔ قَتَلَهُ قِتْلَةَ سَوْءٍ: اس نے اسے بری طرح قتل کیا۔

مَقَاتِلُ الإِنْسَانِ: وہ مقامات اور اسباب جب پیدا ہوں تو انسان کو قتل کردیں۔ کہا جاتا ہے کہ مَقْتَلُ الرَّجُلِ بَيْنَ فَكَّيْهِ: انسان کا مقتل یعنی قتل ہونے کی جگہ اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے۔ یعنی زبان کا غلط استعمال انسان کے لئے باعث ہلاکت ہے۔

قَتَلَ الشَّيْءَ خُبْرًا: اس نے اسے غیر یقینی طور پر قتل کیا۔ قول خداوندی ہے: وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِينًا: انہوں نے اسے یقینی طور پر قتل نہیں کیا۔ یعنی انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں۔

المُقَاتَلَةُ: باہم لڑائی۔ قَاتَلَهُ قِتَالاً وقِيْتَالاً: اس نے اس سے لڑائی کی، یا جنگ کی۔

المُقَاتِلَةُ: (تاء مکسور) جنگ کرنے کے قابل لوگ۔ أَقْتَلَهُ: اس نے اسے قتل کروادیا۔ یا قتل کے لئے پیش کیا۔ قُتِّلُوا تَقْتِيلاً: انہیں کثرت سے قتل کیا گیا۔ اسْتَقْتَلَ: اس نے بہادری کے باعث قتل ہونے یا مرنے کی پرواہ نہیں کی۔ رَجُلٌ قَتِيلٌ: مقتول شخص۔ اِمْرَأَةٌ قَتِيلٌ: مقتول عورت۔ رِجَالٌ ونِسْوَةٌ قَتْلَى: مقتول مرد اور عورتیں۔ اگر امرأة کا لفظ استعمال نہ کریں تو پھر مؤنث کے لئے: هذهِ قَتِيلَةُ بَنِي فُلانٍ: یہ بنو فلاں قبیلہ کی مقتول عورت ہے۔ اسی طرح مَرَرْتُ بِقَتِيلَةٍ کہتے ہیں یعنی مقتول عورت کے پاس سے گزرا۔

اِمْرَأَةٌ قَتُوْلٌ: قاتل عورت۔

تَقَاتَلَ القَوْمُ: قوم نے آپس میں لڑائی کی۔ اِقْتَتَلُوْا کا معنی بھی یہی ہے۔

ق ت م - القَتَامُ: غبار۔

القِتْمَةُ: ایسا رنگ جس میں مٹی رنگ اور سرخ رنگ شامل ہو۔ الأَقْتَمُ: جس پر سرخ مٹی کا رنگ غالب ہو۔

ق ث ا—اَلْقِثَّاءُ: کھیرا۔ اس کا واحد قِثَّائَۃٌ ہے۔

اَلْمَقْثَاۃُ اور اَلْمَقْثُؤَۃُ: کھیرے والی جگہ۔

ق ث د—اَلْقَثَدُ: (قاف اور ثاء دونوں مفتوح) کھیرے سے ملتا جلتا پودا۔

ق ح ح—اَلْقُحُّ: (قاف مضموم اور حاء مشدّد)۔ ملاحت میں یا کرم وسخاوت میں خالص شخص۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ رَجُلٌ قُحٌّ: گنوار، اکھڑ، خشک اور غیر مہذب۔

عَرَبِیٌّ قُحٌّ: خالص عربی۔

ق ح ط—اَلْقَحْطُ: قحط، خشک سالی۔

قَحَطَ الْمَطَرُ: بارشیں رک گئیں۔ اس کا باب خَضَعَ اور طَرِبَ ہے۔

اَقْحَطَ الْقَوْمُ: قوم پر قحط نازل ہوا۔

قُحِطُوْا قَحْطًا: فعل مجہول۔ وہ قحط کا شکار ہو گئے۔

ق ح ف—اَلْقِحْفُ: کھوپڑی کی ہڈی جو دماغ کے اوپر ہوتی ہے۔ اَلْقِحْفُ: لکڑی کے ایک برتن کو بھی کہتے ہیں جو نصف قدح ہوتا ہے۔

ق ح ل—قَحَلَ الشَّیْءُ: چیز خشک ہو گئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس کا اسم فاعل قَاحِلٌ ہے۔

قَحِلَ جس کا باب طرب ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ ہے۔ قَحِلَی الشَّیْخُ قَحْلاً: بوڑھے کی ہڈیوں کی جلد خشک ہو گئی۔ شَیْخٌ قَحْلٌ: (حاء ساکن) اور اَلْقُحْلُ: بہت عمر رسیدہ بوڑھا۔

ق ح م—قَحَمَ فِی الْاَمْرِ: اس نے اپنے آپ کو لاپرواہ ہو کر کام میں جھونک دیا یا ڈال دیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

اَقْحَمَ فَرَسَهُ النَّهْرَ: اس نے دریا میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ فَانْقَحَمَ تو وہ دریا میں کود پڑا۔ حدیث شریف میں ہے: اَقْحِمْ یَا بْنَ سَیْفِ اللّٰہِ: اے سیف اللہ کے بیٹے! کود پڑو۔

اِقْتَحَمَ الْفَرَسُ النَّهْرَ: گھوڑا دریا میں کود پڑا۔

تَقْحِیْمُ النَّفْسِ فِی الشَّیْءِ: اپنے آپ کو لاپرواہ ہو کر کام میں ڈال دینا۔

قَحَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ق ح'۔

ق ح ا—اَلْاُقْحُوَانُ: گل بابونہ۔ بروزن اُفْعُلَانُ: ایک خوشبودار پودا جس کے گرد دو طرف سفید رنگ کی پتیاں ہوتی ہیں اور درمیان میں زرد رنگ کی۔ اس کی جمع اَلْاَقَاحِیُّ اور اَقَاحٍ ہے۔

ق د—قَدْ: (دال مخفف) سوائے افعال کے اور کسی پر داخل نہیں ہوتا۔ اور یہ تمہارے اس سوال کا جواب ہے کہ لَمَّا تَفْعَلُ:[1] خلیل کا خیال ہے کہ قد کا استعمال اس شخص کے جواب کے لئے ہے کہ جسے خبر

[1] لَمَّا تَفْعَلُ کی بجائے اَمَا تَفْعَلُ زیادہ واضح ہے۔ (مترجم)

سننے کا انتظار ہو، مثلاً: قَدْ مَاتَ فُلَانٌ: فلاں آدمی مرگیا ہے۔ اگر سامع کو خبر کا انتظار نہ ہوتا تو کہنے والا قَدْمَاتَ نہ کہتا بلکہ صرف اتنا کہتا کہ ''مَاتَ فُلَانٌ'' فلاں شخص مرگیا۔ بعض اوقات قَدْ رُبَّمَا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بقول شاعر:

قَدْ اَتْرُکُ الْقِرْنَ مُصْفَرًّا اَنَا مِلُهُ
کَاَنَّ اَثْوَابَهُ مُجَّتْ بِفِرْصَادِ

اگر قَدْ کو اسم بنائیں تو اسے مشدّد کرنا ہوگا اور پھر یوں کہیں گے: کَتَبْتُ قَدًّا حَسَنَةً: میں نے ایک اچھی مقدار لکھی ہے۔ قَدْکَ: حَسْبُکَ اسمٌ: تمہیں نام کافی ہے۔ ہم کہتے ہیں قَدِي اور قَدْنِي بھی جس میں نون خلاف قیاس بڑھایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ نون صرف افعال میں نون وقایہ کے طور پر ہی بڑھایا جاتا ہے مثلاً: ضَرَبَنِي وغیرہ، اس نے مجھے مارا۔ لہٰذا قَدِي اور قَدْنِي کا معنی ہوگا میرے لئے کافی ہے۔

ق د ح — القَدَحُ: پیالہ۔ جس میں پانی یا کوئی اور مشروب پیا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَقْدَاحٌ ہے۔

المِقْدَحَةُ: جس چیز سے آگ جلائی جاتی ہے۔ چقماق۔ لائٹر۔

القَدَّاحُ اور القَدَّاحَةُ: لائٹر۔ چقماق پتھر۔ (قاف مفتوح اور دال مشدّد)۔

قَدَحَ فِي نَسَبِهِ: اس نے اس کے نسب میں طعن کیا۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔

اِقْتَدَحَ الزَّنْدَ: اس نے چقماق سے آگ نکالی۔

ق د د — القَدُّ: پھاڑنا، کاٹنا۔ لمبائی کے رخ چیرنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ القَدُّ کا معنی قد وقامت بھی ہے اور کٹائی بھی۔ القِدُّ (قاف مکسور) طریقہ۔ لوگوں کا فرقہ یا گروہ جو ایک دوسرے سے الگ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ: کُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا: ہم الگ الگ راستوں پر ہیں۔ یا ہمارے مختلف مذہب ہیں۔ القَدِيْدُ: کٹا ہوا یا خشک کیا ہوا گوشت یا خشک گوشت کے ٹکڑے۔

ق د ر — قَدْرُ الشَّيْءِ: چیز کی مقدار۔ میرا کہنا ہے کہ یہ لفظ ساکن الدال اور مفتوح الدال ہے جس کا ذکر التهذیب اور المُجمَل میں ہے۔ قَدْرُ اللّٰهِ وَقَدَرُهُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اللہ کی تقدیر یا اس کی تقدیر، یہ دراصل مصدر ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِه: یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ تعظیم اور قدر نہیں کی۔

القَدَرُ اور القَدْرُ کا معنی تقدیر الٰہی بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَالِي عَلَيْهِ مَقْدِرَةٌ: (دال مکسور ومفتوح) اس میں مقدرہ کا معنی قدرت واستطاعت ہے۔

اسی لفظ سے یہ محاورہ بنا ہے کہ: المقدرة تُذْهِبُ الحَفِيظَةَ: قدرت پانا غصہ کو زائل کر دیتا ہے۔ رَجُلٌ ذُو مَقْدُرَةٍ: (دال مضموم) فراخ دست وخوشحال شخص۔ البتہ قضا وقدر کے معنی میں یہ لفظ المَقْدَرَةُ (دال مفتوح) ہے۔

قَدَرَ عَلَى الشَّيْءِ قُدْرَةً: اسے چیز پر قدرت حاصل ہوگئی۔ قُدْرة کے علاوہ اس کا مصدر قُدْرَانًا بھی ہے۔ جس میں قاف مضموم ہے۔ قَدِرَ يَقْدَرُ قُدْرَةً: اسی لفظ کا ایک لہجہ ہے۔ اس کی مثال عَلِمَ يَعْلَمُ ہے۔ رَجُلٌ ذُو قُدْرَةٍ کا معنی خوشحال شخص ہے۔

قَدَرَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کا اندازہ کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إِذَا غُمَّ عليكم المَلَالُ فَاقْدُرُوا لَهُ: جب بادلوں کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو پھر تیس روزے پورے کرلو۔

قَدَرتُ عَلَيْهِ الثَّوْبَ (دال مخفف) فانْقَدَرَ: میں نے اس پر کپڑے کا ناپ لیا تو پورا نکلا۔ قَدَرَ عَلَى عِيَالِهِ: (دال مخفف) اس نے اپنے اہل وعیال پر کنجوسی کی۔ قول خداوندی ہے: وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ: اور جس کی روزی میں تنگی آجائے۔

قَدَّرَ الشَّيْءَ تَقْدِيرًا: اس نے چیز کا اچھی طرح اندازہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: اسْتَقْدِرِ اللّٰهَ خَيْرًا: اللہ سے بھلائی کی قدرت یعنی توفیق مانگو۔ تَقَدَّرَ لَهُ الشَّيْءُ: اس کے لئے چیز تیار ہوگئی، یا اس کے مقدر ہوگئی۔ الاقْتِدَارُ عَلَى الشَّيْءِ: کسی چیز پر اختیار اور قدرت۔

القِدْرُ: (قاف مکسور) ہانڈی۔ مؤنث ہے۔ اور اس کا اسم تصغیر قُدَيْرٌ (بغیرۃ) خلاف قیاس ہے۔

ق د س — القُدْسُ: (دال ساکن ومضموم) پاکیزگی۔ یہ اسم بھی ہے اور مصدر بھی۔ اسی لفظ سے ماخوذ جنت کو حَظِيرَةُ القُدس کہا گیا ہے۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام کو رُوحُ القُدس کہا گیا ہے۔

التَّقْدِيسُ: پاک کرنا۔ پاکیزگی بیان کرنا۔

تَقَدَّسَ: وہ پاکیزہ ہوگیا۔ یا مقدس ہوا۔

الأرض المُقَدَّسَةُ: پاک سرزمین۔

بَيْتُ المُقَدَّسِ: (دال مشدد بھی اور مخفف بھی) بیت المقدس، اس سے اسم نسبتی مَقْدِسِيٌّ ہے۔ بروزن مَجْلِسِيٌّ اور مُقَدِّسِيٌّ بروزن مُحَمَّدِيٌّ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قادسیہ کو القُدس کہا تھا اور دعا کی تھی کہ یہ حاجیوں کی جگہ ہے۔

قُدُّوسٌ: اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں

سے ایک نام ہے۔ یہ القُدس سے فُعُوْلٌ کے وزن پر مشتق ہے۔ القُدس کا معنی پاکیزگی ہے۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ قَدُّوسٌ اور سَبُّوحٌ دونوں مفتوح الاول، کا ذکر بذیل مادہ (ذ ر ح) میں گزر چکا ہے۔ ثعلب کا قول ہے کہ فُعُوْل کے وزن پر ہر اسم مفتوح الاول ہوتا ہے۔ اس کی مثال سَفُوْد، کُلُوْب سَمُوْد شَبُوْط اور تَنُّور ہیں۔ البتہ السُّبُّوحُ اور القُدُّوسُ میں اکثر ضمہ ہے لیکن فتحہ بھی آتی ہے۔ ثعلب کا کہنا ہے کہ یہی معاملہ الذُّرُّوحُ کا ہے۔ جو ذال مضموم سے ہے لیکن بعض اوقات ذال مفتوح بھی ہوتا ہے۔

ق د ع— التَّقَادُعُ: کسی چیز میں ایک دوسرے پر گرنا۔ گویا ہر ایک دوسرے کو اپنے آگے دھکیلتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: يُحْمَلُ النَّاسُ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَتَتَقَادَعُ بِهِمْ جَنَبَتَا الصِّرَاطِ تَقَادُعَ الْفَرَاشِ فِي النَّارِ: قیامت کے دن جب لوگ پل صراط سے گزریں گے تو پل کے دونوں کنارے ان کو اس طرح ایک دوسرے پر گرائیں گے جیسے پتنگے آگ میں ایک دوسرے پر گرتے ہیں۔

ق د م— قَدِمَ مِنْ سَفَرِهٖ: (دال مکسور) قُدُوْمًا اور مَقْدَمًا (میم مفتوح) بھی، وہ سفر سے آیا۔ قَدَمَ يَقْدُمُ: بروزن نَصَرَ يَنْصُرُ قُدْمًا بروزن قُفْلٌ: وہ آگے بڑھا۔ قول خداوندی ہے: يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے ہوگا۔

قَدُمَ الشَّيْءُ (دال مضموم) قِدَمًا بروزن عِنَبٌ: چیز پرانی ہوگئی۔ اس کا اسم فاعل قَدِيْمٌ ہے۔ تَقَادَمَ کا معنی بھی یہی ہے۔ اَقْدَمَ عَلَى الْأَمْرِ: اس نے کام کرنے کا اقدام کیا یا کام کرنے کے لئے قدم بڑھایا۔ الْإِقْدَامُ: بہادری۔ کہا جاتا ہے: اَقْدِمْ آگے بڑھ۔ یہ کلمہ گھوڑے کو تیز چلنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ غزوات کی حدیث میں ہے: اِقْدِمْ حَيْزُوْمُ: حیزوم آگے بڑھو۔ اِقْدِمْ میں ہمزہ مکسور ہے، اسے صحیح اور درست مفتوح ہونا چاہئے۔ اَقْدَمَهٗ وَقَدَّمَهٗ دونوں کا معنی ایک ہی ہے، یعنی اس نے اسے آگے بڑھایا۔ قَدَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ: وہ آگے بڑھا۔ قول خداوندی ہے: لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے نہ بڑھو۔ یعنی اے مومنو! کسی بات کے جواب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پہلے نہ بول اٹھا کرو۔

القِدَمُ: قدیم ہونا۔ اس کی ضد الحَدُوث ہے یعنی جدید ہونا از سر نو پیدا ہونا۔ کہا جاتا

ہے کہ قِدْمًا کان کذا: یہ بات قدیم سے ایسی ہے۔ یہ قِدَم کا اسم ہے جو اسمائے ظرف زماں میں سے ہے۔
الْقَدَمُ: پاؤں اس کی جمع الاقدام ہے۔
الْقَدَمُ کا معنی درجہ اثر ونشان بھی ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے: لِفُلان قَدَمُ صِدقٍ: یعنی فلاں آدمی کا اچھا درجہ اور اثر ہے۔ اخفش کا کہنا ہے کہ اس کا معنی تقدیم ہے۔ یعنی گویا اس نے بھلائی پیش کی ہے۔ اور اسے بھلائی میں تقدم یعنی پہل حاصل ہے۔ المِقْدَامُ و المِقْدَامَة: دشمن کے خلاف بہت زیادہ پیش قدمی کرنے والا۔
اسْتَقْدَمَ اور تَقَدَّمَ دونوں کا معنی ایک ہے۔ اس کی مثال اجاب اور اسْتَجابَ ہے۔
مُقَدِّمُ العَیْنِ: (دال مکسور) آنکھ کا اگلا حصہ جو ناک کے ساتھ ملتا ہے۔ اسی طرح مُؤخرها: اس کا پچھلا حصہ جو کن پٹی کے ساتھ ملتا ہے۔
قَوَادِمُ الطَّیرِ: پرندے کے پروں کا اگلا حصہ۔ ان کی تعداد ہر پر میں دس ہوتی ہے۔ اس کا واحد قَادِمَةٌ ہے۔ اور قُدامَی بھی ہے۔
المُقَدَّمُ: اگلا حصہ۔ اس کی ضد المُؤَخَّرُ ہے بمعنی پچھلا حصہ۔ کہا جاتا ہے کہ: ضَرَبَ مُقَدَّمَ وَجْهِهِ: اس نے اسے چہرے کے اگلے حصے پر مارا۔
مُقَدِّمَةُ الجَیْشِ: فوج کا ہراول دستہ۔ اس میں دال مکسور ہے۔
قُدَّامٌ: آگے۔ اس کی ضد وَرَاءَ ہے بمعنی پیچھے۔
القَدُومُ: (دال مخفف) تیشہ جس سے پتھر تراشے جاتے ہیں۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ اس لفظ کو قَدُّومٌ (دال مشدّد) نہیں کہنا چاہئے۔ اس کی جمع قُدُمٌ ہے۔ قاف اور دال دونوں مضموم ہیں۔

ق د ا—القِدْوَةُ: نمونہ، کہا جاتا ہے کہ فُلانٌ قِدْوَةٌ: فلاں شخص نمونہ ہے۔ یُقْتَدَی بِهِ: جس کی اقتداء کی جاتی ہے یا نقل کی جاتی ہے، اس لفظ کو قاف مضموم کر کے بھی بولا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ لِی بِکَ قُدْوَةٌ: تم تو میرے لئے نمونہ ہو۔ اس لفظ کو قِدْوَةٌ اور قِدَةٌ بھی کہا جاتا ہے۔

ق ذ ر—القَذَرُ: غلاظت، گندگی۔ اس کی ضد النَّظافَةُ ہے۔
شَیْءٌ قَذِرٌ: گندگی اور غلیظ چیز۔
قَذِرْتُ الشَّیْءَ: میں نے چیز گندی کر دی۔ اس کا باب طرب ہے۔
تَقَذَّرْتُهُ و اسْتَقْذَرْتُهُ کا معنی ہے کہ مجھے اس چیز سے نفرت ہے۔

ق ذ ع—قَذَعَهُ و اَقْذَعَهُ: اس نے اسے گالی دی۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ

قَـالَ فِي الاِسْـلامِ شِعْرًا مُقْذِعًا فَلِسَانُهُ هَدَرٌ: جو شخص مسلمان ہو کر فحش اشعار کہے اس کی زبان کی نہ دیت ہے نہ قصاص، یعنی اگر اس کی کوئی زبان کاٹ لے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

ق ذ ف—القُذْفَةُ: کنگورہ یا کنگرہ۔ اس کی جمع قُذَفٌ اور قُذُفَاتٌ ہے۔ اس کی مثال غُرْفَةٌ کی جمع غُرَفٌ اور غُرُفَاتٌ ہے۔ اس کا معنی کنگرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أنَّ ابن عُمَرَ رضی اللّٰہ عنہ لا يُصَلِّي فی مَسْجِدٍ فِيهِ قِذَافٌ: حضرت ابن عمرؓ ایسی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے جس میں کنگرے ہوں۔ لوگ اس حدیث کو اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ اصمعی کا قول ہے کہ بے شک قُذَفٌ سے مراد کنگرے ہیں۔ القَذْفُ بالحِجارَةِ: پتھر پھینکنا۔ قَذَفَ الرَّجُلُ: آدمی نے قے کی۔ قَذَفَ المُحْصَنَةَ: اس نے محض عورت پر تہمت لگائی۔ ان تمام افعال کا باب ضَرَبَ ہے۔

ق ذ ل—القَذَالُ: گدی۔ اس کی جمع اَقْذِلَةٌ اور قُذُلٌ ہے۔

ق ذ ی—القَذَى: تنکا جو پانی میں یا شراب میں گرے۔

قَـذِيَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ میں تنکا گرا۔ اس کا باب صدی ہے۔ یہ فَعِلَ کے وزن پر قَذِيَ العين، سے ماخوذ ہے۔

قَذَتْ عَيْنُهُ: آنکھ نے تنکا باہر پھینک دیا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔

اَقْذَاهَا: اس نے آنکھ میں تنکا ڈال دیا۔

قَذَّاهَا تَقْذِيَةً: اس نے اس کی آنکھ سے تنکا نکال دیا۔

ق ر ا—القَرْءُ: (قاف مفتوح) حیض۔ اس کی جمع اَقْرَاءٌ اس کی مثال اَفْرَاخٌ ہے اور قُرُوْءٌ ہے اور اس کی مثال فُلُوْسٌ ہے۔ القَرْءُ کا معنی طہر بھی ہے یعنی حیض کے بعد پاکیزگی کے ایام۔ یہ لفظ کلمات اضداد میں سے ہے۔ قَـرَأَ الْكِتَـابَ قِرَاءَةً وقُـرْآنًا: (قاف مضموم) بھی اس کا معنی ہے، اس کتاب کو جمع کیا اور اکٹھا کیا۔ قرآن کو اس لئے یہ نام دیا گیا ہے کہ یہ سورتوں کو اکٹھا کئے ہوئے ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ: یہاں قرآن سے مراد اس کی قراءت ہے:

فُـلانٌ قَـرَأَ عَلَيْكَ السَّلامَ: فلان نے تجھے سلام بھیجا ہے۔ اَقْـرَاكَ السَّلامَ کا بھی یہی معنی ہے۔ القَارِئ کی جمع قَرَأَةٌ ہے۔ اور اس کی مثال كَافِرٌ کی جمع كَفَرَةٌ ہے۔ دوسری جمع القُرَّاء ہے۔ (قاف مضموم اور الف ممدود) اس کا معنی عبادت گزار ہے۔ اور یہ قاری کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔

ق ر ب — قَرُبَ: (راء مضموم) قُرْبًا (قاف مضموم) وہ قریب ہوا۔ قول خداوندی ہے کہ: إِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ: اللہ کی رحمت بے شک محسنوں کے قریب ہے۔ قرآن میں قَرِيبٌ کی بجائے قَرِيبَةٌ نہیں کہا گیا۔ جو رحمة کی رعایت سے ہونا چاہئے تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں مذکور رحمة سے مراد احسان ہے جو مذکر ہے۔ الفَرَّاء کا قول ہے کہ القَرِيبُ مسافت کے معنوں میں آیا ہے۔ جو مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ نسب اور قرابت کے معنوں میں تو یہ مؤنث استعمال ہوتا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے: هٰذِهِ الْمَرْأةُ قريبي: یعنی یہ عورت میری قرابت دار ہے۔

قَرِبَهٗ: (راء مکسور) قِرْبَانًا: (قاف مکسور) وہ اس کے قریب ہوا۔

القُرْبَانُ: (قاف مضموم) اللہ تعالیٰ تک ذریعہ رسائی یا قربت۔ یہ کہا جاتا ہے کہ قَرَّبْتُ لِلّٰهِ قُرْبَانًا: میں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا۔ تَقَرَّبَ إِلَى اللّٰهِ بِشَيْءٍ: اس نے کسی ذریعے سے اللہ کا قرب حاصل کیا۔ اقْتَرَبَ الوَعْدُ وتَقَارَبَ: وعدہ کا وقت قریب آ گیا۔

شَيْءٌ مُقَارِبٌ: (راء مکسور) عمدہ اور ردی چیز کے درمیانی چیز۔ اور اسی طرح سستی چیز کے لئے بھی یہی کہتے ہیں۔ ان معنوں میں راء مفتوح کر کے مُقَارَبٌ نہیں کہنا چاہئے۔

القَرَابَةُ اور القُرْبُ: رشتے کی قرابتداری۔ یہ دراصل مصدر ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ بَيْنَهُمَا قَرَابَةٌ: ان دو کے درمیان قرابت داری ہے۔ قَرَابَةٌ کے ساتھ قُرْبٌ، قُرْبَى اور مَقْرَبَةٌ (راء مضموم بھی) ہے۔ قُرْبَةٌ (راء ساکن) اور قُرُبَةٌ (راء مضموم) بھی اس کے ہم معنی الفاظ ہیں۔ هُوَ قَرِيبِي: وہ میرا قرابت دار ہے۔ هُمْ أَقْرِبَائِي وَأَقَارِبِي: وہ میرے رشتہ دار یا قرابتدار ہیں۔ عوامی لہجے میں لوگ قَرَابَتِي اور قَرَابَاتِي کہتے ہیں۔

ق ر ب س — القَرَبُوسُ: (قاف اور راء دونوں مفتوح) زین کا اگلا یا پچھلا کوہان نما ابھرا ہوا حصہ۔ سوائے ضرورت شعری کے اسے مخفف کر کے نہیں پڑھا جاتا ہے یعنی القَرْبُوس صرف شعری ضرورت کے پیش نظر کہا جائے گا۔

ق ر ح — القَرْحَةُ: زخم، اس کی جمع القَرْحُ ہے جو الفَلْسُ کے وزن پر ہے۔ اور دوسری جمع القُرُوحُ ہے۔

القَرْحُ (قاف مفتوح) اور القُرْحُ: (قاف مضموم) اس لفظ کے دو لہجے ہیں۔

اس کی مثال الضَّعفُ اور الضُّعفُ ہے۔ میرا کہنا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ القَرْحُ (قاف مفتوح) کا معنی زخم ہے اور القُرْحُ (قاف مضموم) کا معنی زخم کی تکلیف ہے۔ الأزہری نے بھی الفراء سے یہی نقل کیا ہے۔

قَـرَحَـهُ: اس نے اسے زخمی کر دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اور اس کا اسم فاعل بمعنی مفعول قَرِيْحٌ ہے، یعنی زخمی اور اس کی جمع قَرْحٰی ہے۔ قَرِحَ جِلْدُهُ: اس کی جلد پر پھنسی پھوڑے نکل آئے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ پھنسی پھوڑے نکلے ہوئے شخص کو قَـرِحٌ کہتے ہیں۔ اس میں (راء مکسور) ہے۔

اَقْرَحَهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ کرے کہ اس کے جسم پر پھوڑے نکل آئیں۔

بَعِيْرٌ قُرْحَانٌ بروزن رُجْحَانٌ: ایسا اونٹ جسے کبھی خارش نہ ہوئی ہو۔

صَبِيٌّ قُرْحَانٌ: ایسا بچہ جسے کبھی چیچک نہ نکلی ہو۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّ اَصْحَابَ النَّبِيِّ قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ قُرْحَانٌ: نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب مدینے آئے تو اس سے پہلے انہیں کوئی بیماری نہیں لگی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کسی دوسرے کے حوالے سے یہ لفظ قُرْحَانُوْنَ ہے لیکن یہ تلفظ اور لہجہ متروک ہے۔

قَرَحَ الحَافِرُ: بچھڑے کے مکمل دانت نکل آئے۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ واضح رہے کہ بچھڑے کے دانت پانچ برسوں میں پورے نکل آتے ہیں۔ پہلے سال کے بچھڑے کو حَوْلِيٌّ کہتے ہیں۔ پھر جَذَعٌ پھر ثَنِيٌّ پھر رُبَاعٌ اور پھر پانچویں سال کے بچھڑے کو قَارِحٌ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: اَجْذَعَ الْمُهْرُ وَاَثْنٰی وَاَرْبَعَ وَقَرَحَ: یعنی بچھیرا دو سال کا ہو گیا، تین سال کا ہو گیا۔ چار سال کا ہو گیا اور پھر پانچ سال کا ہو گیا۔ پانچویں سال کی عمر کے بچھیرے کو قَرْحٌ بغیر الف کے کہتے ہیں۔

الفَرَسُ قَارِحٌ: گھوڑا پانچ سال کا ہے۔ اس کی جمع قُرَّحٌ بروزن سُكَّرٌ ہے۔ یہ لفظ ابو ذؤیب نے اپنے شعر میں استعمال کیا ہے۔

وَالقُبُّ المَقَارِيْحُ: گھوڑیوں کے لئے قَوَارِحُ کہا جاتا ہے۔

القَـرَاحُ: (قاف مفتوح) ایسا کھیت جس میں کوئی تعمیر نہ ہو اور نہ درخت ہوں۔ اس کی جمع اَقْرِحَةٌ ہے۔

المَـاءُ القَـرَاحُ: ایسا پانی جس میں کسی اور چیز کا شائبہ نہ ہو۔

القَـرِيْحَـةُ: کنویں سے نکلنے والا پہلا پانی۔ اسی سے یہ محاورہ بنا ہے کہ لِفُـلَان

قَرِيْحَةٌ جَيِّدَةٌ: فلاں شخص کی طبیعت اور قدرت واستعداد نہایت عمدہ ہے، اس سے مراد حصول علم کے لئے اعلیٰ استعداد یا جودت طبع ہے۔

اِقْتَرَحَ عَلَيْهِ شَيْئًا: اس نے کوئی چیز بے تکلف مانگ لی۔

اِقْتِرَاحُ الكلام: فی البدیہہ بات یا شعر کہنا۔

ق ر د ـ القُرَادُ: (قاف مضموم) چیچڑی، اس کی جمع القِرْدَانُ: (قاف مکسور) ہے۔

التَّقْرِيْدُ: دھوکہ۔

قَرَّدَ بَعِيْرَهُ تَقْرِيْدًا: اس نے اپنے اونٹ کی چیچڑی دور کی۔

القِرْدُ: بندر۔ اس کی جمع قُرُودٌ اور قِرَدَةٌ ہے۔ اس میں راء مفتوح ہے۔ اس کی مثال فِيْلٌ کی جمع فِيَلَةٌ ہے۔ قِرْدٌ کی مؤنث قِرْدَةٌ بندریا ہے۔ اور اس کی جمع قِرَدٌ ہے۔ اس کی مثال قِرْبَةٌ کی جمع قِرَبٌ ہے۔

ق ر ر ـ القَرَارُ: زمین میں ٹھکانہ۔ يَوْمُ القَرِّ: (قاف مفتوح) یوم النحر کے بعد والا دن۔ کیونکہ لوگ اس دن گھروں میں قربانی کرتے ہیں۔

القُرْقُوْرُ بروزن العُصْفُوْر: بڑی لمبی کشتی یا جہاز۔ القِرَّةُ: (قاف مکسور) سردی۔

القَارُوْرَةُ: اس کی جمع القَوَارِيْرُ ہے اور معنی شیشہ۔

قَرْقَرَ بَطْنُهُ: اس کے پیٹ میں سے گڑگڑ کی آواز آئی۔

قُرَّ اليَوْمُ يُقَرُّ قُرًّا: (قاف مضموم) آج دن سرد ہے۔

يَوْمٌ قَارٌّ اور قَرٌّ سرد اور ٹھنڈا دن۔

لَيْلَةٌ قَارَّةٌ وقَرَّةٌ: (قاف مفتوح) ٹھنڈی اور سرد رات۔

القَرَارُ فِي المَكَانِ: مکان کے اندر ٹھہرنا۔ کہا جاتا ہے کہ قَرِرْتُ بالمَكَانِ (راء مکسور) اَقَرُّ قَرَارًا وقَرَرْتُ الصنا (قاف مفتوح) اَقِرُّ قَرَارًا وقُرُوْرًا: میں مکان میں ٹھہرا۔

قَرَّ بِهِ عَيْنًا يَقِرُّ: اس نے اس سے آنکھ ٹھنڈی کی۔ اس کی مثال ضَرَبَ يَضْرِبُ اور عَلِمَ يَعْلَمُ ہے۔ ان کا مصدر قُرَّةٌ اور قُرُوْرًا ہے۔

رَجُلٌ قَرِيْرُ العَيْنِ: مطمئن شخص اپنا مطلوب پانے کے بعد آنکھوں میں ٹھنڈک پانے والا انسان۔

قَرَّتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی یعنی اسے سکون ملا۔ اس کا مضارع تَقَرُّ (قاف مکسور اور مفتوح) ہے۔ اس کی ضد سَخِنَتْ ہے۔ یعنی گرم ہوئی۔

اَقَرَّ اللّٰهُ عَيْنَهُ: اللہ اس کی آنکھ ٹھنڈی

کرے یعنی اسے سکون بخشے۔ یعنی اسے اتنا کچھ عطا کرے کہ اسے اپنے سے برتر لوگوں سے حسد کرنے کی نوبت نہ آئے۔ کہا جاتا ہے کہ: حَتّٰی تَبْرُدَ وَلَاتَسْخَنَ: تا آنکہ آنکھ ٹھنڈی ہو اور گرم نہ ہو، کیونکہ خوشی کے موقع پر ٹھنڈے آنسو نکلتے ہیں اور دکھ اور حزن وغم کے موقع پر گرم آنسو نکلتے ہیں۔

قَارَّهُ مَقَارَّةً: اس نے اس کے ساتھ رہائش اختیار کی۔ حدیث شریف میں ہے: قَارُّوا الصَّلٰوةَ: نماز سکون سے اور قرار سے ادا کرو۔ یہ لفظ قرار سے مشتق ہے نہ کہ وقار سے۔

اَقَرَّ بِالْحَقِّ: اس نے حق کا اقرار و اعتراف کرلیا۔

قَرَّرَهٗ غَيْرُهٗ بالحق حتى اَقَرَّبِهٖ: کسی اور نے اس سے حق کا اعتراف کرایا تا آنکہ اس نے حق کا اقرار کیا۔

اَقَرَّهٗ فِي مَكَانِهٖ فَاسْتَقَرَّ. اس نے اسے اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ لہٰذا وہ وہاں ٹھہر گیا۔

اَقَرَّهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ اسے سکون و قرار دے۔ یہ اَلْقُرُّ سے مشتق ہے۔ اس کا اسم مفعول خلاف قیاس مَقْرُوْرٌ ہے۔ گویا یہ مبنی بر قُرَّ ہے۔

قَرَّرَهٗ بِالشَّيْءِ: اس نے اسے کسی چیز کے اقرار کرنے پر آمادہ کیا۔

قَرَّرَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو اس کے ٹھکانے پر رکھا۔ قَرَّرَ عِنْدَهُ الْخَبَرَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ: اس نے اس کو خبر کا یقین دلادیا تا آنکہ اسے یقین ہوا۔

فُلَانٌ مَا يَتَقَارُّ فِي مَكَانِهٖ: فلاں شخص اپنے مکان میں نہیں رہتا۔

ق ر س — قَرَسَ الْمَاءُ: پانی جم گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل قَرِيْسٌ اور قَارِسٌ ہے۔ اسی سے سَمَكٌ قَرِيْسٌ کہا جاتا ہے۔ یعنی پہلے مچھلی کو پکایا جاتا ہے پھر اس کے لئے ایک مخصوص مصالحہ تیار کیا جاتا ہے اور مچھلی کو اس میں ڈال دیا جاتا ہے۔ جس میں مچھلی جم جاتی ہے۔

ق ر ش — اَلْقَرْشُ: کمانا اور جمع کرنا یا جوڑنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قریش کا نام اسی لفظ سے ماخوذ ہے جو ایک مشہور قبیلہ کا نام ہے۔

رَجُلٌ قَرَشِيٌّ: شاید اسے قُرَيْشِيٌّ بھی کہا گیا ہے جو مبنی بر قیاس ہے۔

قُرَيْشٌ سے اگر مراد محلّہ ہے تو یہ منصرف ہوگا اور اگر اس سے مراد قبیلہ لیا جائے تو پھر یہ غیر منصرف ہوگا۔

ق ر ص — اَلْقَرْصُ: دو انگلیوں سے چٹکی بھرنا یا لینا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

قَرْصُ الْبَرَاغِيْثِ: مچھروں کا کاٹنا۔ اَلْقُرْصُ وَالْقُرْصَةُ: روٹی کی ٹکیہ۔ اَلْقُرْصَةُ کی جمع قُرَصٌ

ہے۔ اس کی مثال صُبْرَةٌ کی جمع صُبَرٌ ہے۔

قَرَصَ العَجِينَ: اس نے گندھے ہوئے آٹے کے پیڑے بنائے۔ قَرَّصَهُ کا بھی یہی معنی ہے اور تشدید کثرت کے معانی کے لئے ہے۔

قُرْصُ الشَّمْسِ: چشمہ آفتاب۔ سورج کی ٹکیہ۔

ق ر ض - قَرَضَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو کاٹا۔

قَرَضَتِ الفَارَةُ الثَّوْبَ: چوہیا نے کپڑے کو کترا۔

قَرَضَ الرَّجُلُ الشِّعْرَ: آدمی نے شعر کہا اور شعر کو قَرِيضٌ کہتے ہیں۔ ان سب کا باب ضَرَبَ ہے۔

القُرَاضَةُ: (قاف مضموم) کاٹنے سے جو کترن وغیرہ بچتی ہے۔ اسی سے قُرَاضَةُ الذَّهَبِ ماخوذ ہے جس کا معنی سونے کا ریزے یا ذرات ہیں۔

المِقْرَاضُ: قینچی۔ اس کی جمع المَقَارِيضُ ہے۔

قَرَضَ فُلَانٌ: فلاں شخص فوت ہو گیا۔

اِنْقَرَضَ القَوْمُ: پوری قوم ختم ہو گئی اور ان میں کوئی نہیں بچا۔ قول خداوندی ہے: تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ: اور جب سورج غروب ہو تو ان کی بائیں جانب سے کترا کر نکل جائے۔

القَرْضُ: قرض۔ وہ مال جو تم کسی کو اس کی واپسی کی شرط پر دو۔ قاف مکسور یعنی القِرْضُ اس کا ایک لہجہ ہے۔

اِسْتَقْرَضَ مِنْهُ: اس نے اس سے قرض مانگا۔ فَأَقْرَضَهُ: تو اس نے اس کو قرض دیدیا۔

اِقْتَرَضَ مِنْهُ: اس نے اس سے قرض لیا۔

القَرْضُ: وہ مال جو تم کسی کو بطور نیکی دو۔ یا بطور بدلی سے دو، یہ بطور تشبیہ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا: اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو۔

المُقَارَضَةُ: مضاربہ یعنی شراکت کے کاروبار میں رقم دینا۔

قَارَضَهُ قِرَاضًا: اس نے اس کو مقررہ شرائط اور وضع پر رقم دی۔

ق ر ط - القُرْطُ: بالی جو کانوں میں پہنی جاتی ہے۔ اس کی جمع قِرَطَةٌ بروزن عِنَبَةٌ اور قِرَاطٌ بروزن رُمْحٌ و رِمَاحٌ ہے۔

قَرَّطَ الجَارِيَةَ تَقْرِيطًا فَتَقَرَّطَتْ هِيَ: اس نے لونڈی کو بالی پہنائی تو اس نے پہن لی۔

القِيرَاطُ: نصف دانگ وزن۔ البتہ حدیث شریف میں قیراط کا ذکر آیا ہے۔ اس کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ کوہ اُحد کی طرح ہے۔

ق ر ط س—القُرطَاسُ: (قاف مکسور و مضموم) کاغذ جس پر لکھا جاتا ہے۔
القَرطَسُ بروزن المَذهَبُ کا معنی بھی یہی ہے۔ نشانے کو بھی قِرطَاسُ کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ رَمَی فَقَرطَسَ: اس نے تیر چلایا تو وہ نشانے پر لگ گیا۔

ق ر ط ل—القِرطَالَةُ: اس کی جمع القِرطَالُ ہے اور معنی ٹوکری ہے۔
میرا کہنا ہے کہ الازہری نے اس کا معنی جانور کی پیٹھ پر ڈالا جانے والا کپڑا بتایا ہے۔ جسے عرق گیر کہتے ہیں۔

ق ر ط م—القُرطُمُ: کُسُم کے بیج۔ تخم مُعصفر۔
القِرطِمُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ق ر ظ—القَرَظُ: درخت قرظ کے پتے جس سے رنگ دیا جاتا ہے۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی بلوط درخت کی چھال ہے۔
قُرَيظَة: بنو قریظہ اور بنو نضیر وادی خیبر کے دو یہودی قبیلے۔

ق ر ع—قَرَعَ الباب: اس نے دروازہ کھٹکھٹایا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔
القَرعُ: کدو کی بیل۔ اس کا واحد قَرعَةٌ ہے۔
القُرعَةُ: (قاف مضموم) قرعہ، فال۔
الأَقرَعُ: جس کے سر کے بال کسی بیماری کے سبب جھڑ گئے ہوں۔
وَقَد قَرِعَ: اس کے سر کے بال جھڑ گئے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ایسے شخص کو اَقرَعُ کہتے ہیں۔ اور سر کے جس جگہ سے بال جھڑ گئے ہوں اسے القَرَعَة (راء مفتوح) کہتے ہیں۔
القَومُ قُرعٌ وقُرعَانٌ: گنجی قوم۔ ایسے لوگ جن کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں۔ یہ لفظ مصدر بھی ہے مثلاً: یہ کہنا کہ قَرِعَ الفِنَاءُ: مویشیوں کے باڑے کا خالی ہونا۔ محاورہ ہے کہ نَعُوذُ باللّٰهِ مِن قَرَعِ الفِنَاءِ وصَفَرِ الإِنَاءِ: ہم باڑے کے خالی ہونے اور برتن کے خالی ہونے یا رہنے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔
ثعلب کا کہنا ہے کہ نَعُوذُ باللّٰهِ مِن قَرعِ الفناء: (راء ساکن) خلاف قیاس ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث میں ہے: قَرِعَ حَجُّكُم: تمہارے حج کے ایام لوگوں سے خالی ہو گئے۔ یعنی حج کی چہل پہل ختم ہوگئی۔
المِقرَعَةُ: (میم مکسور) مویشی ہانکنے کی لاٹھی۔
القَارِعَةُ: زمانے کی سختیوں میں سے ایک سختی اور یہ آفت ہے۔
قَارِعَةُ الدَّار: گھر کا صحن۔ قَارِعَةُ الطَّرِيقِ: راستے کا اوپر کا حصہ۔

قَـوَارِعُ القُـرآن: قرآن کی وہ آیات جو انسان جن وغیرہ کے خوف کے مارے یا اس سے بچنے کے لئے پڑھتا ہے مثلاً: آیت الکرسی۔ گویا یہ آیتیں جنات کو بھگا دیتی ہیں۔

اَقْـرَعَ بَیْنَھُمْ: اس نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا۔

إقْتَرَعُوا وَتَقَارَعُوا کا ایک ہی معنی ہے یعنی انہوں نے باہم قرعہ ڈالا۔

التَّقْرِیْعُ: کسی کے ساتھ سختی اور درشتی سے پیش آنا۔

المُقَارَعَةُ: حصے ڈالنا۔ باہم حصہ دار بننا۔ کہا جاتا ہے: قَارَعَهُ فَقَرَعَهُ: اس نے اس کے ساتھ قرعہ ڈالا تو اس کا قرعہ نکل آیا یعنی وہ قرعہ اندازی میں جیت گیا۔

ق ر ف — القِرْفَةُ: ایک دواء۔ چھلکا۔

المُـقْـرِفُ: دوغلا۔ وہ شخص جس کی ماں عربی ہو اور باپ غیر عرب ہو۔

الاقْرَافُ: باپ کی طرف سے دوغلا ہونا۔ اور الهُجْنَةُ ماں کی طرف سے دوغلا ہونا۔

إقْتِرَافُ: کمانا۔ ارتکاب کرنا۔

القَـرَفُ: بیماری کے قریب ہونا۔ اس کا باب طَـرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أنَّ قَـوْمًا شَـكَوْا الیه وَبَـاءَ اَرْضِـهِمْ فَـقَـال تَحَوَّلُوْا فَإنَّ من القَـرَفِ التَّلَفَ: ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ ان کی سرزمین یعنی علاقہ میں وباء پھوٹ پڑی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ۔ کیونکہ بیماری کے قریب ہونا ہلاکت ہے۔

قَـارَفَ الخَطِیئَةَ: اس سے غلطی ہوئی یا گناہ سرزد ہوا۔

ق ر ف ص — القُـرْفُصَـاءُ: (قاف اور فاء مضموم) بیٹھنے کا ایک انداز، اکڑوں بیٹھنا۔ یہ لفظ الف ممدود اور الف مقصور دونوں سے لکھا جاتا ہے۔ جب تم یہ کہو کہ قَعَدَ فُلَانٌ القُرْفُصَاء: تو گویا تم نے یہ کہا کہ وہ ایک مخصوص انداز سے بیٹھا اور وہ انداز یہ کہ وہ اپنی دوسرینوں کے بل بیٹھا اور اس کی دونوں رانیں اس کے پیٹ سے لگ گئیں۔ اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنی پنڈلیوں پر رکھے۔ جس طرح انسان کپڑا لیتا ہے۔ اس طرح گویا اس کے دونوں ہاتھ کپڑے کا بدل ہو گئے۔ یہ قول ابو عبید کا ہے۔ ابو المہدی کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے گھٹنوں کے بل اکڑوں بیٹھے اور اپنا پیٹ دونوں رانوں کے ساتھ جوڑے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں بغلوں میں رکھے۔ اسی کو اعرابی بیٹھک کہتے ہیں۔

ق ر ق ف — القَرْقَفُ: شراب۔

ق ر م — المُقْرَمُ: متبرک اونٹ۔ اس پر بوجھ نہیں لادا جاتا۔ نہ اسے کسی اور کام میں جوتا جاتا ہے۔ بلکہ اسے صرف نسل کشی کے لئے رکھا جاتا ہے۔ یہی معنی القَرْم کا ہے۔ اسی نسبت سے اس اونٹ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے سردار کو قَرْمٌ اور مُقْرَمٌ کہا جاتا ہے۔ البتہ حدیث شریف میں جو ذکر ہے کہ: کالبعیر الأقْـرَم: یہ ایک نامعلوم لہجہ ہے۔

القَـرَمُ: (قاف اور راء مفتوح) گوشت کھانے کی شدید خواہش۔

قَدْ قَـرِمَ الی اللَّحمِ: اس نے گوشت کھانے کی شدید خواہش کی۔ اس کا باب طرب ہے۔

القِـرَامُ: ایسا پردہ جس پر لکھائی اور نقش و نگار ہوں۔ یہی معنی المِقْرَمُ اور المِقْرَمَةُ کا ہے۔

ق ر م ط — القَرْمَطَةُ: لکھائی میں سطروں کا قریب قریب ہونا۔

ق ر ن — القَرْنُ: سینگ۔ بیل وغیرہ کے سینگ۔

القَـرْنُ: بالوں کے جوڑے کو بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: لِلرَّجُـلِ قَـرْنَانِ: آدمی کی دو مینڈھیاں یا لٹیں ہوتی ہیں۔

ذُو القَـرْنَـيْنِ: سکندر رومی کا لقب۔

القَـرْنُ: اسی برس کا دورانیہ۔ بعض نے کہا ہے کہ تیس سال کا وقفہ۔

القَـرْنُ: ہم عُمر۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ عَلٰى قِرْنِي: وہ میرا ہم عمر ہے۔

القَرْنُ فِي النَّاسِ: ہم عصر لوگ۔ بقول شاعر:

اذا ذَهَبَ القَرْنُ الذى اَنتَ فِيهِمُ
وخُـلِّفْتَ في قَـرْنٍ انت غَـرِيبُ

"جب تمہارے ہمعصر لوگ گزر جائیں یعنی دنیا سے اٹھ جائیں تو تم پیچھے ایسے لوگوں یا ایسے زمانے میں رہ جاؤ گے جہاں تم اجنبی ہو گے۔"

القَـرْنُ: کجاوے کا قرن۔ اس سے مراد کجاوے کے سر کی طرف کا حصہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ ذوالقرنین کو اس لئے ذوالقرنین کہا گیا ہے کہ اس نے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی تو لوگوں نے اس کے سینگوں یعنی سر کے دو اطراف پر مارا۔

قَـرْنُ الشَّـمْـسِ: طلوع ہوتے وقت سورج کا اوپر والا حصہ۔ القَـرَنُ: (راء متحرک) ایک جگہ کا نام جو اہل نجد کے لئے میقات ہے۔ حضرت اویس قرنیؒ کا اسی جگہ سے تعلق تھا۔

میرا کہنا ہے کہ التھـذیب میں یہ لفظ راء ساکن کے ساتھ ہے۔ جو صاحب کتاب نے اصمعی سے نقل کیا ہے۔ اس نے بطور دلیل ایک شعر بھی لکھا ہے اور اس کی تحقیق

الْمُغرب میں ہے۔

الْقَرَنُ: اس قول: رَجُلٌ اَقْرَنُ کا مصدر بھی ہے۔ ایسے شخص کو مَقْرُون الحاجِبَیْنِ: ایسا شخص جس کے دونوں ابرو جڑے ہوئے ہوں۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ الْقِرْنُ (قاف مکسور) بہادری میں تمہارا مد مقابل۔

الْقُرْنَةُ: (قاف مضموم) ہر چیز کی ابھری ہوئی دھار، مثلاً کہا جاتا ہے: قُرْنَةُ الْجَبَلِ: پہاڑ کی دھار۔ اور قُرْنَةُ النَّصْلِ: نیزے کی دھار۔

قَرَنَ بینَ الحجِّ والعُمرة: اس نے حج اور عمرہ کو ملا دیا۔ اس کا مضارع یَقْرُنُ (راء مضموم) اور یَقْرِنُ (راء مکسور) ہے۔

قَرَنَ الشَّیْئُ بالشَّیْئِ: اس نے ایک چیز کا دوسری چیز سے مقابلہ کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

قُرِّنَتِ الأَسَارَى بالحِبَال: قیدیوں کو رسیوں میں جکڑا گیا۔ تشدید بیان کثرت کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ قول خداوندی ہے: مُقَرَّنِیْنَ فی الأَصْفَاد: ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے۔

اقْتَرَنَ الشَّیْئُ بِغَیْرِہٖ: چیز دوسری چیز کے ساتھ مل گئی یا جڑ گئی۔

قَارَنَتْهُ قِرَانًا: وہ اس کے ساتھ رہی۔ اسی سے قِرَانُ الکواکِب کی اصطلاح ماخوذ ہے۔ جس کا مطلب سیاروں کا اقتران ہے۔ یعنی بیک وقت ستاروں کا طلوع ہونا۔

الْقِرَانُ: دو دو کھجوریں اکٹھی کر کے کھانا۔ اس کا باب قِرانُ الحج ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اَقْرَنَ لَهٗ: وہ اس پر غالب آیا۔ قابو کرنا۔ قول خداوندی ہے: وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ: اور ہم میں یہ طاقت نہ تھی کہ ان کو بس میں کر لیتے۔

الْقَرِیْنُ: ساتھی، ہم نشین۔

قَرِیْنَةُ الرَّجُلِ: آدمی کی بیوی۔

الْقَرُوْنُ: وہ شخص جو دو دو کھجوریں اکٹھی کر کے کھاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اَبْرَمًا قَرُوْنًا: بخیل اور لالچی۔

قَارُوْنُ: ایک شخص کا نام جو اپنی دولتمندی کے لئے مشہور تھا۔ عجمی نام اور معرفہ ہونے کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہے۔

ق ر ن ص – بَازٌ مُقَرْنَصٌ: آنکھوں پر پٹی بندھا باز۔

قَدْ قَرْنَصَهٗ: اس نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔

قِرَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ق ر'.

ق ر ا – القَرَا: دو پہر۔

الْقَرْیَةُ: گاؤں۔ اس کی جمع القُرٰی ہے۔ از روئے قیاس اسے قِرَاء ہونا چاہئے اس کی مثال ظَبْیَةٌ کی جمع ظباء ہے۔ التَّرْیَةُ

(قاف مکسور) القَرِيَةُ کا یمنی لہجہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ذِرْوَةٌ کی جمع ذُرًا اور لِحْيَةٌ کی جمع لُحًى کی بناء پر ایسا کیا ہو۔ اس سے صفت نسبتی قَـرَوِیٌّ ہے۔

القَرْيَتَيْن کا لفظ قرآن میں اس آیت میں آیا ہے: عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ: یعنی قرآن دو بستیوں مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل ہوا۔

اسْتَقْرَى البِلَادَ: وہ طلب ضیافت میں جگہ جگہ پھرا۔

قَرَى الضَّيْفَ يَقْرِيْهِ: اس نے اس کی مہمان نوازی کی۔ اس کا مصدر قِرًى (قاف مکسور) اور قَرَاءٌ (قاف مفتوح اور الف ممدود) ہے۔ القِرَى کا معنی مہمان نوازی اور ضیافت بھی ہے۔

القَيْرُوَانُ: (راء مضموم) کاروان۔ فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ اس کا معنی قافلہ ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں ہے: يَغْدُو الشَّيْطَانُ بِقَيْرُوَانِهِ إِلَى السُّوْقِ: شیطان صبح کو اپنے لاؤ لشکر سمیت مارکیٹ اور بازار میں پہنچ جاتا ہے۔

ق ز ح — قَوْسُ قُزَحَ: دھنک۔ یہ غیر منصرف ہے۔ قُزَحُ نام کا مزدلفہ میں ایک پہاڑ بھی ہے۔

ق ز ز — اتَّقَزُّزُ: غلاظت اور پلیدی سے دور رہنا۔

قَدْ تَقَزَّزَ مِنْ كَذَا: وہ فلاں چیز سے دور رہا۔

فَهُوَ رَجُلٌ قَزٌّ: لہٰذا وہ شخص غلاظت سے بچنے والا ہے۔ اس میں قاف مفتوح، مضموم اور مکسور تینوں حرکتوں والا ہے۔

القَزُّ: ریشم، معرب کلمہ ہے۔

القَازُوْزَةُ: پینے کا پیالہ۔ اسے قَدَحٌ بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح القَاقُزَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اسے قَاقُزَّةٌ نہیں کہنا چاہیے۔ القَاقُوْزَةُ کی جمع قَوَاقِيْزُ ہے۔

ق ز ع — القَزَعُ: (قاف اور زای دونوں مفتوح) بدلی۔ بادلوں کا ایک ٹکڑا۔ اس کا واحد القَزَعَةُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: كَأَنَّهُمْ قَزَعُ الخَرِيْفِ: گویا موسم خریف میں آسمان پر بادل کے ٹکڑے ہوں۔ جو جدا جدا ہوتے ہیں اور پھر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ القَزَعُ کا معنی یہ بھی ہے کہ بچے کے سر کے بال اس طرح مونڈھے جائیں کہ سر پر کہیں کہیں بالوں کی چوٹیاں رہنے دی جائیں۔ ایسا کرنا منع ہے۔

القُنْزُعَةُ: (قاف مضموم زای مضموم) اس کی جمع قَنَازِعُ ہے۔ یہ سر کے گرد کے بال ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: غَطِّيْ عَنَّا قَنَازِعَكِ أُمَّ أَيْمَنَ: اے ام ایمن!

اپنے سر کے گرد بال ہم سے ڈھانپ لے۔

ق س ب — القَسْبُ: پیٹھ۔

اَلْقَسْبُ: خشک کھجور جو گٹھلی کی طرح منہ میں ٹوٹتی ہے۔

الْقِسْيَبُ: نہایت دراز وطویل۔

رَجُلٌ قِسْيَبٌ: بہادر اور جری آدمی۔

ق س ر — قَسَرَهُ عَلَى الأمْرِ: اس نے اس کو کام پر مجبور کیا اور اس پر قہر کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اِقْتَسَرَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ القَسْوَرُ اور القَسْوَرَةُ: شیر۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ: جو شیر کو دیکھ کر بھاگا ہو۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی تیر انداز شکاری ہیں۔ قِنَّسْرُوْنَ (قاف مکسور اور نون مشدد و مفتوح) شام میں ایک علاقہ اس سے مشتق اسم صفت کا ذکر بذیل مادہ 'ن ص ب' میں ہے۔

ق س س — القَسُّ: نصاریٰ کا دینی علمی اور مذہبی سردار ورہنما۔ یہی معنی القِسِّيْسُ کا ہے۔ یہ بھی قاف مکسور کے ساتھ ہے۔

القَسِّيُّ: ایک کپڑا جو مصر سے لایا جاتا ہے۔ اس میں ریشم کی آمیزش ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ نَهَى عَنْ لُبْسِ القَسِّيِّ: نبی کریم ﷺ نے قَسِّی کپڑا پہننے سے منع فرمایا۔ ابوعبید کا قول ہے کہ یہ کپڑا اس علاقے سے منسوب ہے جس کا نام قَسّ ہے۔ اصحاب حدیث اسے قاف مکسور کر کے پڑھتے اور بولتے ہیں اور اہل مصر اسے قاف مفتوح کہتے ہیں۔ قُسُّ بنُ سَاعِدَةَ الايادی: نجران کا پادری اُسقف۔ یہ شخص عرب کے حکماء میں سے ہوگزرا ہے۔

ق س ط — القُسُوْطُ: ظلم و جوار اور حق سے روگردانی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ یہ لفظ قول خداوندی میں اس طرح ہے: وَاَمَّا القَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا: رہے راہ حق سے ہٹنے والے تو وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

القِسْطُ: عدل و انصاف۔ (قاف مکسور)۔

اَقْسَطَ الرَّجُلُ: آدمی نے عدل کیا۔ عدل کرنے والے کو مُقْسِطٌ کہتے ہیں۔ اسی پر قول خداوندی ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ: بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

القِسْطُ کا معنی حصہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: تَقَسَّطْنَا الشَّيْئَ بَيْنَنَا: ہم نے چیز آپس میں تقسیم کر لی۔ یعنی اس کے حصے کر لئے۔

ق س ط س — القُسْطَاسُ: (قاف مضموم اور مکسور) ترازو۔

ق س م — القَسْمُ: (قاف مفتوح)۔ قَسَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز تقسیم کی تو وہ تقسیم ہوگئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

مَجْلِسٌ کی طرح اس کا اسم ظرف مَقْسِمٌ ہے۔ القِسْمُ (قاف مکسور) قسمت، خوش نصیبی۔ اس کی مثال طَحَنَ طَحْنًا ہے۔ اور الطِّحْنُ (طاء مکسور) کا معنی آتا ہے۔ اَقْسَمَ: اس نے قسم اُٹھائی یا کھائی۔ اس کی اصل القَسَامَةُ ہے۔ یہ وہ حلف ہیں جو خون کے اولیاء کو دیئے جاتے ہیں۔ القَسَمُ: (قاف اور سین دونوں مفتوح) حلف، قسم۔ اسی طرح المُقسَمُ ہے۔ یہ اَلْمُخْرَجُ کی طرح مصدر ہے۔ المُقْسَمُ کا معنی قسم کی جگہ کی بھی ہے۔

قَاسَمَهُ: اس نے اسے قسم دلائی۔

قَاسَمَهُ المَال، تَقَاسَمَاهُ و اقْتَسَمَاهُ: تینوں کا معنی ہے انہوں نے آپس میں مال تقسیم کیا۔

القِسْمَةُ: تقسیم کرنا۔ یہ مؤنث ہے۔ البتہ صرف قول خداوندی میں: وارْزُقُوهُمْ مِنْهُ آیا ہے جو اذا حَضَرَ القِسْمَةَ کے فوراً بعد آیا ہے۔ یعنی مال اور میراث کے معنوں میں آیا ہے جو مذکر ہیں۔

اِسْتَقْسَمَ: اس نے تیروں کے ذریعے قسمت معلوم کی۔

ق س ا — قَسَا قَلْبُهُ: اس کا دل سخت ہو گیا۔ اس کا مضارع يَقْسُو ہے۔ مصدر قَسَاءِ (قاف مفتوح اور الف ممدود) اور قَسْوَةٌ اور قَسَاوَةٌ بھی ہے۔

اَقْسَاهُ الذَّنْبُ: گناہ کے ارتکاب نے اسے سنگدل کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ الذَّنْبُ مَقْسَاةٌ لِلْقَلْبِ: گناہ کرنے سے دل سخت ہوتا ہے۔ حَجَرٌ قَاسٍ: سخت پتھر۔

قَاسَى الأَمْرَ: اس نے کام میں تکلیف اور سختی برداشت کی۔

دِرْهَمٌ قَسِيٌّ: کھوٹا درہم۔ جس کی چاندی سخت اور خراب ہوتی ہے۔ اس کی جمع قِسْيَانٌ ہے۔ اس کی مثال صَبِيٌّ کی جمع صِبْيَانٌ ہے۔ دَرَاهِمُ قَسِيَّةٌ وقَسِيَّاتٌ: کھوٹے درہم۔

ق ش ر — القِشْرُ: چھلکا، چھال۔ اس کی جمع القُشُورُ ہے۔ القِشْرَةُ زیادہ عام اور مستعمل ہے۔

قَشَرَ العُودَ: اس نے لکڑی کو چھیل دیا یا چھال اتار لی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

قَشَّرَهُ تَقْشِيرًا: اس نے اس کا چھلکا اتار لیا۔

اِنْقَشَرَ العُودُ: لکڑی کی چھال اتر گئی۔ تَقَشَّرَ کا معنی بھی یہی ہے۔

القَاشِرَةُ: ہلکی رگڑ یا زخم جو کھال اتار دے۔

لِبَاسُ الرَّجُلِ قِشْرُه: انسان کا لباس تو اس کی کھال ہے۔ (یعنی لباس تو ظاہری دکھاوا ہے۔ اصل انسان تو اندر کا ہے)۔

اس کا ذکر حدیث قَيْله میں ہے: تَمْرٌ قَشِرٌ: (شین مکسور) بہت زیادہ چھلکے والی کھجور۔

ق ش ع — القِشَعُ: بروزن العِنَبُ: سُوکھی کھالیں۔ اس کا واحد قَشْعٌ ہے بروزن فَلْسٌ. اس کا ذکر سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ حدیث یہ ہے: لَوْ حَدَّثْتُكُمْ بِكُلِّ ما أعْلَمُ لَرَمَيْتُمُوْنِي بِالقِشَعِ: اگر میں تمہیں وہ سب باتیں بتادوں جو میں جانتا ہوں تو تم مجھے ڈھیلے پتھروں سے مارو گے۔

ق ش ع ر — اقْشَعَرَّ جِلْدُهُ اقْشِعرارًا: اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ ایسے شخص کو مُقْشَعِرٌّ کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع قَشَاعِرُ ہے۔

اَخَذَتْهُ قُشَعْرِيرَةٌ: اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اس میں قاف مضموم اور شین مفتوح ہے۔

ق ش ع م — القَشْعَمُ: بوڑھا گدھ اور عمر رسیدہ آدمی۔

ق ش ف — رَجُلٌ قَشِفٌ: سورج کی تمازت سے جھلسا ہوا انسان یا بھوک کا مارا ہوا آدمی۔ اس کا باب طرب ہے۔ کہا جاتا ہے اَصَابَهُمْ مِنَ العَيْشِ قَشَفٌ: ان کی زندگی تلخ اور دشوار ہوگئی۔

المُتَقَشِّفُ: بھوک کا مارا ہوا اور چیتھڑے پہنے آدمی۔

ق ش م — القَشْمُ: بہت کھانا۔ دھانستا، بری طرح کھانا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ القَشْمُ کا معنی اچھے کھانے سے بُرے اور رَدّی کھانے کو صاف کرنا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا اَصَابَت الابِلُ مَقْشَمًا: اونٹ کو چرنے کی جگہ نہ ملی۔

ق ش ا — المَقْشُوُّ: چھلکا اترا ہوا۔ تراشا ہوا۔ اس کا ذکر حدیث قیلہ میں ہے۔

ق ص ب — القَصَبُ: گنا اور سرکنڈا۔ القَصْباء بروزن الحَمْرَاءُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا واحد القَصَبَةُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ القَصْبَاءُ ما الحَلْفَاء اور الطَّرْفَاءُ واحد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہوتے ہیں۔

القَصَبُ: خول دار موتی۔ حدیث شریف میں ہے: بَشِّرْ خَدِيْجَةَ بِبَيْتٍ فِي الجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ: خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری دو جو پھولدار جواہر اور موتیوں سے بنا ہوگا۔

قَصَبَةُ الأنفِ: ناک کا بانسہ یعنی ناک کی نرم ہڈی۔

قَصَبَةُ القَرْيَةِ: بستی کا وسط۔

قَصَبَةُ السَّوادِ: شاداب علاقے کا شہر۔

اَلْقَضْبُ: کاٹنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی سے لفظ قصاب مشتق ہے جس کا معنی گوشت کاٹنے والا ہے۔

ق ص د — اَلْقَصْدُ: کسی چیز تک پہنچنا۔ ارادہ کرنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہتے ہیں: قَصَدَهُ وَقَصَدَ لَهُ اور قَصَدَ اِلَيهِ سب کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ اس کے پاس آیا۔

قَصَدَ قَصْدَهُ: وہ اس کی طرف آیا۔

اَلْقَصِيْدُ: شعری قصیدہ کی جمع۔ اس کی مثال سَفِيْنٌ اور سَفِيْنَةٌ ہے۔

اَلْقَاصِدُ: قریب۔ کہا جاتا ہے کہ: بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمَاءِ لَيْلَةٌ قَاصِدَةٌ: ہمارے اور پانی کے درمیان بہت آسان فاصلہ ہے نہ اس میں تکلیف ہوتی ہے اور نہ دیر لگتی ہے۔

اَلْقَصْدُ: اسراف اور کنجوسی کے درمیان میانہ روی اور اعتدال۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں مُقْتَصِدٌ فِي النَّفَقَةِ: فلاں شخص خرچ کرنے میں میانہ رو آدمی ہے۔

اِقْصِدْ فِي مَشْيِكَ: اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر۔

اِقْصِدْ بِذَرْعِكَ: ٹھہرو، توقف کرو۔

اَلْقَصْدُ: عدل وانصاف۔

ق ص ر — اَلْقَصْرُ: محل۔ اس کی جمع اَلْقُصُوْرُ ہے۔ لوگ کہتے ہیں یا محاورہ ہے کہ: قَصْرُكَ اَنْ تَفْعَلَ كَذَا وقَصَارُكَ: (قاف مفتوح) اور قُصَارَاكَ: (قاف مضموم) تمہاری غرض وغایت یہی ہے۔ اور کام کی انتہا یہ ہے۔ مَا اقْتَصَرْتَ عَلَيْهِ کا معنی بھی یہی ہے۔

اَلْقَوْصَرَّةُ: (راء مشدد) وہ چٹائی کی بوریاں جن میں کھجوریں رکھی جاتی ہیں۔ یا اسٹور کی جاتی ہیں۔ اس لفظ کو مخفف بھی پڑھا یا بولا جاتا ہے۔ اَلْقَصَرَةُ: (قاف اور صاد دونوں مفتوح) گردن کی جڑ یعنی شروع کا حصہ۔ اس کی جمع قَصَرٌ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے قرآن کی آیت: اِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصَرِ: میں اَلْقَصَرِ کا صاد مفتوح پڑھا ہے اور اس کی تفسیر درختوں کے تنے کی ہے یعنی درختوں کی گردنیں۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الاہروی حضرت ابن عباسؓ نے اس لفظ کی تفسیر اونٹ کی گردنیں کی ہے۔ اور بقول زمخشری اس آیت کی تفسیر میں اَلْقَصَر کا معنی اونٹوں کی گردنیں اور درختوں کے تنے، کیا گیا ہے۔

قَصَرَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو روک لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے لفظ مَقْصُوْرَةٌ بمعنی جامع مشتق ہے۔

قَصَرَ عَنِ الشَّيْئِ: وہ کام سے عاجز رہا

یا قاصر رہا۔ اور اسے کر نہ سکا۔ یا وہ کسی چیز سے قاصر رہا یعنی اسے پا نہ سکا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ قَصَرَ السَّهْمُ تیر نشانے پر لگنے سے رہ گیا۔ یعنی نشانے پر نہ لگ سکا۔

قَصُرَ الشَّیْئُ: چیز چھوٹی رہ گئی۔ یہ طَالَ کی ضد ہے۔ اس میں صاد مضموم ہے۔ اور اس کا مضارع یَقْصُرُ ہے۔ اور مصدر قِصَرًا بروزن عِنَبًا ہے۔

قَصَرَ مِنَ الصَّلٰوۃ: اس نے نماز میں قصر کی۔ اسی طرح قَصَرَ الشَّیْئَ: چیز کو کسی اور تک نہ بڑھنے دیا۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

اِمْرَأَۃٌ قَاصِرَۃُ الطَّرْفِ: خاوند کے بغیر کسی غیر مرد کی طرف نہ دیکھنے والی عورت۔

قَصَرَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑے کو کوٹا (جیسے دھوبی دھوتے وقت کپڑے کو کوٹتے ہیں) اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور اسی سے القَصَّارُ بمعنی دھوبی مشتق ہے۔ قَصَّرَہُ تَقْصِیرًا کا معنی بھی یہی ہے۔

التقصیر مِنَ الصَّلٰوۃ و الشَّعر: نماز میں قصر کرنا اور بالوں میں قصر کرنا یا انہیں چھوٹا کرنا بھی القَصْر کی طرح ہے

التَّقْصِیْرُ فِی الأمرِ: کام میں کوتاہی کرنا۔

القَیْصَرُ: روم کے بادشاہوں کا لقب۔

الاِقْتِصَارُ عَلَی الشَّیْئِ: کسی چیز پر اکتفا کرنا۔

اَقْصَرَ عَنْہُ: قدرت وطاقت کے باوجود وہ اس کام سے رُک گیا اگر یہ کہنا ہو کہ وہ اس کام سے عاجز رہ گیا تو کہیں گے قَصَرَ عَنْہُ: (قاف مفتوح)۔ قَصَرَ کے شروع میں الف داخل کئے بغیر۔ اَقْصَرَ فِی الصَّلٰوۃ: (اس نے نماز میں قصر کی) قَصَرَ کا ایک لہجہ ہے۔

اَقْصَرَتِ المَرْأَۃُ: عورت نے کوتاہ قد اولاد پیدا کی۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ الطَّعِیلَ قَدْ نُقْصِرُ وِاِنَّ القَصِیْرَۃَ قَدْ نُطِیْلُ: بسا اوقات قدآور لوگوں کی اولاد کوتاہ قد ہوتی ہے اور کوتاہ قد لوگوں کی قدآور۔

اِسْتَقْصَرَہُ: اس نے اسے قصیر (کوتاہ قد) سمجھا یا معذور جانا۔

ق ص ص — قَصَّ اَثَرَہُ: اس نے اس کی پیروی کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے اور مصدر قَصَصًا ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: فارْتَدَّا عَلٰی آثَارِھِمَا قَصَصًا: وہ دونوں اپنے نقش پاء پر لوٹ آئے۔ اور یہی معنی اِقْتَصَّ اَثَرَہُ کا ہے اور تَقَصَّصَ اَثَرَہُ کا ہے۔ یعنی اس نے اپنے نقش پاء کی پیروی کی۔ یعنی پاؤں کے نشانات دیکھتے

انہیں نشانات پر واپس آئے۔

الْقِصَّةُ: قصہ کہانی، معاملہ۔

اقْتَصَّ الحَدِيْثَ: اس نے اس کے منہ پر بات کی۔

قَصَّ عَلَيْهِ الخَبَرَ قَصَصًا: اس نے اسے خبر سنادی۔ اس کا اسم بھی القَصَصُ ہے جس میں قاف مفتوح ہے جو قائم مقام مصدر ہے۔ القِصَصُ (قاف مکسور) اس کا واحد قصہ ہے جو لکھا جاتا ہے۔

القِصَاصُ: خون کا بدلہ۔ قَدْ أَقَصَّ الأمِيرُ فلانًا مِن فلان: امیر نے فلاں شخص سے فلاں شخص کا قصاص لیا۔ یعنی زخم کا بدلہ زخم سے یا قتل کے بدلے قتل کے ذریعے۔

اسْتَقَصَّهُ: اس نے اس سے قصاص کا مطالبہ کیا۔

تَقَاصَّ القَوْمُ: قوم نے باہم ایک دوسرے سے قصاص لیا۔

قَصَّ الشَّعْرَ: اس نے بال کترے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

المِقَصُّ: قینچی۔

هُمَا مِقَصَّان: یہ دو قینچیاں ہیں۔ اصمعی کا قول ہے کہ قُصَاصُ الشعر یعنی کا ثنایا کترنا سے مراد ماتھے کی طرف سے جہاں سے بال شروع ہوتے ہیں اور پیچھے گردن کی طرف سے بال کترنا ہے۔ اور اس لفظ کے تین لہجے ہیں:

(۱) قاف مضموم۔

(۲) قاف مفتوح اور

(۳) قاف مکسور۔

قاف مضموم فصیح ترین اور سب سے زیادہ اعلیٰ تلفظ یا لہجہ ہے۔

القَصُّ: (قاف مفتوح) سینے کا اُبھرا ہوا حصہ۔ اسی طرح القَصَصُ: بکری وغیرہ کے سینے کی ہڈی۔ القَصَّةُ (قاف مفتوح) گچ، چونا۔ یہ حجازی لہجہ ہے۔

القُصَّةُ: ماتھے کے بال۔

ق ص ع—القَصْعَةُ: (قاف مفتوح) بڑا پیالہ۔ اس کی جمع قِصَعٌ اور قِصَاعٌ۔

القَصْعُ بروزن الفَلْسُ: پانی کے گھونٹ حلق سے اتارنا یا جگالی کرنا۔

قَصَعَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے جگالی کی۔ اور جگالی کو واپس پیٹ میں لوٹا دیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے: اونٹنی نے جگالی نکال کر اپنا منہ بھر لیا۔ حدیث شریف میں ہے: انَّهُ خَطَبَهُمْ عَلَىٰ رَاحِلَتِهِ وانَّهَا لَتَقْصَعُ بِجِرَّتِهَا: یہ کہ نبی کریم ﷺ اپنے سواری، اونٹنی پر سوار لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور اونٹنی جگالی کر رہی تھی۔ ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ قَصْعُ الجِرَّةِ کا معنی زور سے چبانا ہے۔ اور دانتوں کو ایک دوسرے پر ملانا یا رکھنا ہے۔

ق ص ف — القَصْفُ: توڑنا، اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

رِيْحٌ قَاصِفٌ: تند وتیز ہوا۔

رَعْدٌ قَاصِفٌ: کرخت آواز کڑک۔

التَّقَصُّفُ: ٹوٹنا، ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔

القَصَفُ: کھیل کود۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ دخیل یعنی نیا ہے۔

قَصْفَةُ القَوْمِ: قوم کا اپنی مدافعت کرنا اور ہنگامہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ فُرَّاطٌ لِقَاصِفِيْنَ: میں اور دوسرے انبیاء ہجوم کرنے والوں کے پیش خیمہ ہوں گے۔ یعنی اپنی اپنی امتوں کو نجات دلانے کے لئے آگے بڑھیں گے۔ فُرَّاط، فارط کی جمع ہے۔ اور یہ صورت حال جنت کے دروازے پر ہوگی۔

ق ص ل — القَصْلُ: کاٹنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی سے لفظ القَصِيْلُ مشتق ہے جس سے مراد بھوسے سے الگ کیا ہوا گیہوں ہے۔

قَصَلَ الدَّابَّةَ: اس نے چوپائے کو چارہ کھلایا۔

قَصِيْلًا اس کا مصدر ہے۔ اس کا باب بھی ضَرَبَ ہے۔

القَصَلُ (قاف اور صاد دونوں مفتوح) فِي الطَّعَامِ: جانوروں کی خوراک۔ چارہ وغیرہ۔

القُصَالَةُ: بھوسے سے الگ کیا ہوا گیہوں جسے دوسری مرتبہ صاف کیا جاتا ہے۔

ق ص م — قَصَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو توڑ ڈالا یا اچھی طرح توڑ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

قَصَمَهٗ فَانْقَصَمَ: اس نے اسے توڑ ڈالا تو وہ ٹوٹ گیا۔ تَقَصَّمَ کا بھی یہی معنی ہے کہ وہ ٹوٹ گیا۔ حدیث شریف میں ہے: اِسْتَغْنُوْا عَنِ النَّاسِ وَلَوْ عَنْ قِصْمَةِ لَاسِوَاکٍ: لوگوں کی محتاجی سے بے نیاز ہو جاؤ۔ اگر چہ وہ مسواک توڑ کر لا دینے میں ہی ہو۔ یعنی معمولی سے معمولی کام کے لئے بھی کسی کو زحمت نہ دو۔

القَيْصُوْمُ: ایک پودے کا نام ہے۔

ق ص ا — قَصَا المَكَانُ: جگہ دور ہو گئی۔ یا جگہ دور مسافت پر ہے۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ اس کا اسم فاعل قَاصٍ اور قَصِيٌّ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: مَكَانًا قَصِيًّا دوری پر واقع جگہ۔

اَرْضٌ قَاصِيَةٌ اور قَصِيَّةٌ: دور کی سرزمین۔

قَصَا عَنِ القَوْمِ: وہ قوم سے دور ہو گیا۔ اسم فاعل قَاصٍ اور قَصِيٌّ ہے۔ اس کا باب بھی سَمَا ہے۔ قَصِيَ کا باب صَدِيَ ہے۔ اور معنی وہی ہے۔

اَقْصَاهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے دور کر دیا۔ اس کا اسم مفعول مُقْصًى ہے، اسے مَقْصِيٌّ نہیں کہنا چاہیے۔

قَصَا الْبَعِيْرَ وَالشَّاةَ: اس نے اونٹ اور بکری کے کان کا کنارہ کاٹ دیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ ایسی بکری کو شَاةٌ قَصْوَاء یعنی کن کٹی بکری کہیں گے۔ اور نَاقَةٌ قَصْوَاء کن کٹی اونٹنی کو کہتے ہیں۔ البتہ ان معنوں میں جَمَلٌ اَقْصٰى نہیں کہتے بلکہ جَمَلٌ مَقْصُوٌّ اور مُقْصًى کہتے ہیں یعنی کن کٹا اونٹ۔ اس کی مثال امْرَاَةٌ حَسْنَاءُ: خوبصورت عورت لیکن مرد کے لئے رَجُلٌ اَحْسَنُ نہیں کہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو اونٹنی تھی اس کا نام قَصْوَاء تھا۔ لیکن وہ کان کٹی نہ تھی۔

قَصّٰى اَظْفَارَهُ: اس نے اپنے ناخن کاٹے۔ اس کا مصدر تَقْصِيَةٌ بمعنی قَصٌّ ہے۔ الکسائی کا قول ہے کہ اس لفظ کا معنی ہے: اَخَذَ مِنْ اَقَاصِيْهَا: اس نے اسے اس کے کناروں سے پکڑا۔

فُلَانٌ بِالْمَكَانِ الْاَقْصٰى: فلاں شخص دور جگہ پر ہے۔

النَّاحِيَةُ الْقُصْوٰى وَالْقُصْيَا: پرلا کنارہ یعنی دور کا کنارہ یا دور والی جانب۔ ان دونوں میں قاف مضموم ہے۔

اُسْتَقْصٰى فِى الْمَسْاَلَةِ وَتَقَصّٰى: وہ مسئلے کی تہہ کو پہنچا۔

ق ض ب — اَلْقَضْبُ: کاٹنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اِقْتَضَبَهُ: اس نے اسے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اقْتِضَابُ الْكَلَامِ: فی البدیہہ کلام کہنا۔

الْقَضْبُ وَالْقَضْبَةُ: گھاس جو بطور چارہ استعمال ہوتی ہے اسے فارسی میں اسفست کہتے ہیں۔ اس کے اگنے کی جگہ کو مَقْضَبَةٌ کہتے ہیں۔ جو بروزن مِتْرَبَةٌ ہے۔

الْقَضِيْبُ: ٹہنی، اس کی جمع قُضْبَان (قاف مضموم اور مکسور) ہے۔ یہ دونوں تلفظ الازہری نے نقل کئے ہیں۔

قَضَبْتُ النَّاقَةَ: میں اونٹنی پر سوار ہوا۔

ق ض ض — اِنْقَضَّ الْحَائِطُ: دیوار گر گئی۔

اِنْقَضَّ الطَّائِرُ: پرندہ پرواز کے دوران گر پڑا، اسی سے انْقِضَاضُ الْكَوَاكِبِ: ستاروں یا تاروں کا گرنا ماخوذ ہے۔

اَقَضَّ عَلَيْهِ الْمَضْجَعُ: اس کی خواب گاہ خاک آلود اور سخت کھردری ہو گئی۔

اَقَضَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْمَضْجَعَ: خدا اس کا بچھونا خاک آلود اور سخت کرے۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

اسْتَقَضَّ مَضْجَعَهُ: اس نے اپنا بچھونا

خاک آلودہ اور سخت پایا۔

ق ض ف — القَضَفُ: پتلا ہونا۔ باریک ہونا۔ قَدْ قَضُفَ: وہ کمزور اور لاغر ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اور اسم فاعل قَضِيْفٌ بمعنی لاغر اور نحیف ہے۔ اس کی جمع قِضَاف ہے۔

ق ض م — القَضْمُ: دانتوں کے کناروں سے کھانا یا کاٹ کھانا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ ایک اعرابی یعنی بدو مکہ میں اپنے ایک چچازاد بھائی کے پاس آیا اور کہا کہ: اِنَّ هٰذِهِ بِلَادٌ مُقْتَضِمٌ وَتَسِيْتُ بِبِلَادِ مَخْضَمٍ: یہ شہر تو شہر مقتضم ہے نہ شہر مَخْجَم یعنی یہاں لوگ منہ بھر کے کھانا نہیں کھاتے بلکہ دانتوں کے کناروں سے کھاتے ہیں۔ قضم کے بدلے کھانے کے لئے خضم یعنی منہ بھر کے کھانے کا استعمال مبالغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ منہ بھر بھر کے نہ کھانے کے بدلے صرف منہ کے اطراف سے کھانے سے بھی سیر شکمی حاصل ہو جاتی ہے۔ گویا ایک بڑا مقصد نرمی اور متانت سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ (یعنی چھوٹے چھوٹے نوالے لینے سے بھی تو پیٹ بھر سکتا ہے۔ اس کے لئے منہ بھر بھر کے بڑے بڑے نوالے لینا کیا ضروری ہے۔) بقول شاعر:

تَبَلَّغْ باخلاق الثياب جديدها
وبالقضم حتى تُدرِك الخضم بالقضم

"پرانے کپڑوں سے بھی تو نئے کپڑوں کے پہننے کا مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے نوالوں سے بھی تو بڑے بڑے نوالے لینے کی مراد پوری ہو سکتی ہے۔"

القَضِيْمُ: جانوروں کے لئے چارہ۔ جو۔ اَقْضَمَهَا: اس نے جانوروں کو جو کا چارہ کھلایا۔ فَقَضِمَتْهُ تو مویشیوں نے وہ چارہ کھالیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

ق ض ی — القَضَاءُ: حکم، فیصلہ۔ اس کی جمع اَقْضِيَةٌ ہے۔ القَضِيَّةُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی مقدمہ اور اس کا فیصلہ کرنا۔ اس کی جمع القَضَايَا ہے۔

قَضٰى يَقْضِي قَضَاءً: (ضاد مکسور) اس نے فیصلہ کیا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ: اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اس کا معنی قضائے حاجت سے فراغت بھی ہوتا ہے۔ یعنی قَضٰى حَاجَتَهُ وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوا۔

ضَرَبَهُ فَقَضٰى عَلَيْهِ: اس نے اسے مارا تو وہ مر گیا۔ گویا وہ اس سے فارغ ہوا۔ قَضٰى نَحْبَهُ کا معنی بھی 'وہ مر گیا' ہے۔ اس کا معنی ذمہ داری پورا کرنا اور کام مکمل کرنا بھی ہے مثلاً: دَيْنَهُ: اس نے قرض ادا کر دیا اور قول خداوندی: وَقَضَيْنَا اِلٰى

بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فِی الْکِتَابِ: ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کے حوالے کر دیا۔ اور دوسرا قول خداوندی: وَقَضَیْنَا اِلَیْهِ ذٰلِکَ الْأَمْرَ: ہم نے یہ کام اس کے حوالے یا سپرد کر دیا۔ الفرّاء کا قول ہے کہ قول خداوندی: ثُمَّ اقْضُوا اِلَیَّ کا معنیٰ پھر میرے طرف چلے آؤ۔ کہا جاتا ہے کہ قَضیٰ فُلَان: فلاں آدمی چل بسا۔ کہیں اس کا معنیٰ بنانا اور اندازہ کرنا بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: قَضَاهُ یعنی اس نے اسے بنایا وَقَدَّرَهُ: اور اس کا اندازہ لگایا یا جانچا۔ یہی معنی اس قول خداوندی میں ہے: فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ: اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں سات آسمان بنائے یہی لفظ قضاء قدر اور تقدیر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ان سب کا باب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ کہا جاتا ہے اسْتُقْضِیَ: وہ قاضی بن گیا اور قَضَّی الأَمِیْرُ قَاضِیًا: (ضاد مشدّد) امیر یا حاکم نے ایک قاضی مقرر کر دیا۔ اس کی مثال أَمَّرَ أَمِیْرًا: اس نے ایک اور امیر مقرر کیا۔

انْقَضَی الشَّیْئُ: وَتَقَضّٰی کا ایک ہی معنی ہے یعنی چیز ختم ہو گئی۔ اقْتَضٰی دَیْنَهُ وتَقَاضَاهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی اس نے قرض کا تقاضا کیا۔ قَضٰی لُبَانَتَهُ وقَضَاهَا کا ایک ہی معنی ہے وہ یہ کہ اس نے اپنی ضرورت پوری کی۔

تَقَضَّی البَازِی: باز گر پڑا۔ اس کی اصل تَقَضَّضَ تھی۔ ضاد کی تعداد کی کثرت کے پیش نظر ایک ضاد کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا۔

ق ط ب — قُطْبُ: (قاف مضموم، مفتوح اور مکسور) چکی۔ القُطْبُ: قطب ستارہ جو جلدی اور فرقدین کے درمیان واقع ہے۔ اور جس پر آسمان گردش کرتا ہے۔

میرا کہنا کہ بقول الازہری وہ سفید رنگ کا ایک چھوٹا ستارہ ہے۔ جو کبھی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔ البتہ وہ چکی کی آہنی میخ یعنی دُھرے سے مشابہت رکھتا ہے۔ جو چکی کے دو پاٹوں میں سے نچلے پاٹ میں لگا ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے چکی کا اوپر والا پاٹ چلتا ہے۔ اسی طرح دوسرے سیارے اس ستارے پر گھومتے ہیں۔ اسی لئے اسے قُطب کہا جاتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری کی بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس لفظ کے تین لہجے ہیں اگرچہ مجھے اس کی کوئی نص نہیں ملی۔

قُطْبُ القَوْمِ: قوم کا سردار جس کے سر پر قوم کا سارا دارومدار ہوتا ہے۔ صاحب الجیش قطب رحی الحربِ: فوجی کمانڈر جنگ کی چکی کا قطب یعنی دُھرا

ہوتا ہے۔
جَآءَ الْقَوْمُ قَاطِبَةً: قوم ساری کی ساری آئی۔ یہ اسم ہے اور عموم پر دلالت کرتا ہے۔
قَطَبَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: اس نے دونوں آنکھوں کو سکیڑ لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور جَلَسَ ہے۔ ایسے شخص کو قُطُوْبٌ کہتے ہیں بمعنی تُرش رُو شخص۔
قَطَّبَ وَجْهَهُ تَقْطِيبًا: اس نے منہ بسورا۔

ق ط ر – الْقَطْرُ: بارش۔ یہ قَطْرَةٌ کی جمع بھی ہے۔
قَطَرَ الْمَاءُ: پانی برسا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
قَطَرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے برسایا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔
قَطَرَانُ الْمَاءِ: پانی کا ٹپکنا (طاء مفتوح)۔
الْقَطِرَانُ (طاء مکسور) تارکول۔
قَطَرَ الْبَعِيْرَ: اس نے اونٹ پر تارکول مَل دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَقْطُوْرٌ ہے۔ شاید اسے مُقَطْرَنٌ بھی کہتے ہیں۔ الْقُطْرُ: (قاف مضموم) کنارہ، طرف اور جانب۔ اس کی جمع اَقْطَارٌ ہے۔
الْقِطْرُ بروزن الْفِطْرُ: تانبہ۔ قول خداوندی ہے: سَرَابِيْلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ: ان کے کرتے یعنی لباس تانبے کے ہوں گے۔ بعض قاری حضرات کی قراءت میں یہ لفظ قِطْرٍ آنٍ ہے۔
الْقِطَارُ: (قاف مکسور) اونٹوں کی قطار۔ اس کی جمع قُطُرٌ (قاف اور طاء دونوں مضموم) بھی ہیں۔
الْقُطَارَةُ: (قاف مضموم) مٹکے وغیرہ سے ٹپکا ہوا ٹپکنے والا پانی کا قطرہ۔
تَقْطِيْرُ الشَّيْئِ: کسی چیز کا قطرہ قطرہ کر کے ٹپکانا۔
الْقَنْطَرَةُ: پُل۔
الْقِنْطَارُ: وزن، تول۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ہزار دو سو اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ اور کچھ کے قول کے مطابق ایک سو بیس رطل کے برابر ہوتا ہے۔ اور بعض کے قول کے مطابق یہ بیل کی کھال بھر کے سونے کے برابر۔ اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ (واللہ اعلم)۔ اسی سے قَنَاطِيْرُ مُقَنْطَرَةٌ: ڈھیروں کے ڈھیر کا لفظ مشتق ہے۔

ق ط ط – قَطَّ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو چوڑائی کی طرف سے کاٹا یا چوڑائی کے رُخ کاٹا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسی سے قَطَّ الْقَلَمَ مشتق ہے یعنی اس نے قلم کو قط لگایا۔
الْمِقَطَّةُ: جس لکڑی پر قلم کو قط لگایا جائے۔

قَـطُّ: کا معنی زمانہ ماضی ہے۔ بمعنی کبھی۔ مَـا رَأَيْتُـهُ قَطُّ: میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا یا پہلے نہیں دیکھا۔ قَطُّ فعل مستقبل پر داخل نہیں ہوتا۔ چنانچہ مَا افَارِقُهُ قَطُّ: یعنی میں اسے کبھی اپنے سے الگ نہیں کروں گا، نہیں کہتے۔ صاحب کتاب نے اس کا ذکر عَوْضُ میں کیا ہے۔ یعنی مستقبل کے لئے قَـطُّ کی بجائے ان معنوں میں عَـوْضُ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ مَـا اُفَارِقُكَ عَـوْضُ کہیں گے۔ قَطُ: (طاء مخفف قاف مفتوح ومضموم) ایک لہجہ ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی الدَّهْرُ یعنی زمانہ ہوگا لیکن اگر: قَطْ بمعنی حَسْبُ ہو تو قاف صرف مفتوح ہوگا اور طاء ساکن۔ چنانچہ کہیں گے: رَأَيْتُـهُ مَـرَّةً وَاحِـدَةً فَـقَـطْ: میں نے اسے صرف ایک مرتبہ دیکھا۔

القِـطُّ: (قاف مکسور) بلا۔ اس کی جمع قِطَاطٌ.

القِطَّةُ: بلی۔ القِطُّ کا معنی تحریر، اور انعام کی دستاویز ہے۔ قول خداوندی ہے: عَجِّلْ لَّـنَـا قِطَّنَا: اے خدا ہمیں ہمارا حصہ پہلے ہی دے دے۔

ق ط ع — قَطَعَ الشَّـيْئَ: اس نے چیز کو کاٹا۔

يَقْطَـعُهُ قَطْعًا، قَطَعَ النَّهْرَ: اس نے دریا عبور کیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

قَطَـعَ رَحِـمَـهُ: اس نے قطع رحمی کی۔

قَطِيْعَةٌ رَجُلٌ قُطَعٌ: قطع رحمی کرنے والا آدمی۔ یہ بروزن عُمَـر ہے۔ اور قُطَعَةٌ بروزن هُمَزَةٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ لْيَقْطَعْ: لوگوں نے اس کا ترجمہ یا معنی یہ کیا ہے کہ: پھر وہ اپنا گلا گھونٹ دے۔ کیونکہ گلا گھونٹنے والا چھت کے ساتھ رسی لٹکاتا یا باندھتا ہے۔ پھر زمین سے اپنا رابطہ کاٹ ڈالتا ہے تاکہ اس کا گلا گھٹ جائے اور اسے پھانسی لگے۔ چنانچہ ایسے موقع پر کہتے ہیں: قَطَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے کاٹ دیا، یعنی زمین سے اپنا رابطہ کاٹ دیا۔

لَبَنٌ قَاطِعٌ: کھٹا یا ترش دودھ۔

الأَقْطَعُ: آخر رات کی تاریکی۔ یہی لفظ آیت خداوندی میں ہے: فَاسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ: رات کے آخر حصے کی تاریکی میں چل پڑا۔ اخفش کا قول ہے کہ اس کا معنی رات کی تاریکی ہے۔

القِطْعَةُ: گروہ، مجموعہ۔

المِقْـطَـعُ: وہ اوزار جس سے کوئی چیز کاٹی جائے۔

القَطِيْعُ: گایوں کا گلہ یا بھیڑ بکریوں کا ریوڑ۔ اس کی جمع اَقَاطِيْعُ، اَقْطَاعُ اور قُطْعَانٌ ہے۔

القَطِيعَةُ: دُوری، جدائی، علیحدگی۔
القُطَاعَةُ (قاف مضموم) کاٹنے سے جو ریزے یا ذرات گرتے ہیں۔
مُنْقَطَعُ كُلِّ شَيْئٍ: ہر چیز کا موڑ۔ جہاں راستہ ختم ہوتا ہو اور آگے موڑ آتا ہو۔ مثلاً: مُنْقَطَعُ الوَادِی والرَّمْلِ والطریقِ: وادی، ریت اور راستے کا موڑ۔
انْقَطَعَ الحَبْلُ: رسّی کٹ گئی۔
قَطَّعَ الشَّيْئَ فَتَقَطَّعَ: اس نے چیز کو کاٹا تو وہ کٹ گئی۔ طاء کو اظہار کثرت کے لئے مشدّد کیا گیا۔
تَقَطَّعُوا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ: انہوں نے اپنا معاملہ باہم تقسیم کرلیا۔
تَقْطِيعُ الشِّعْرِ: شعر کا اوزان کے مطابق تقطیع کرنا۔
اَقْطَعَهُ قَطِيعَةً: اس نے اس کے لئے خراج کی زمین کا ایک قطعہ مقرر کیا۔
قَاطَعَهُ عَلَى كذا: اس نے اس کے ساتھ اس شرط پر معاملہ طے کیا۔
التَّقَاطُعُ: ایک دوسرے سے کٹ جانا۔ اس کی ضد التَّوَاصُلُ ہے۔
اقْتَطَعَ من الشَّيْئِ قطعةً: چیز میں سے اپنے لئے کچھ حصہ لینا یا کسی چیز سے ایک ٹکڑا کاٹ لینا۔

ق ط ف — قَطَفَ العِنَبَ: اس نے انگور اُتار لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
القِطْفُ: (قاف مکسور) خوشہ۔ انگور کا گچھا۔ قرآن کریم میں یہ لفظ بصیغہ جمع یوں آیا ہے: قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ: اس کے گچھے لٹکتے ہوں گے۔ القِطَاف: (قاف مکسور) پھل چُننے کا وقت۔ (قاف مفتوح اور مکسور) ہے۔ اَقْطَفَ الْكَرْمُ: انگور کے گچھے لگنے کا وقت آگیا۔
القَطِيْفَةُ: مخملی حُلّہ یا چادر یا کمبل۔ اس کی قریب جمع قَطَائِفُ اور قُطُفٌ بھی ہے۔ اس کی مثال صَحِيْفَةٌ کی جمع صُحُفٌ ہے۔ اسی سے لفظ قَطَائِفِ مشتق ہے یہ ایک کھانا ہے جو آٹے میں پانی ملا کر بنایا جاتا ہے اور کھایا جاتا ہے۔

ق ط م — القَطَمُ: (قاف اور طاء دونوں مفتوح) گوشت کھانے کی شدید خواہش۔
رَجُلٌ قَطِمٌ: گوشت کھانے کا شوقین شخص۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
المُقَطَّمُ: (طاء مشدّد) مصر میں واقع ایک پہاڑ کا نام ہے۔
قَطَامُ: ایک عورت کا نام ہے۔ اہل حجاز اسے مبنی بر کسرہ قرار دیتے ہیں۔ اہل نجد اسے مجرور اور غیر منصرف قرار دیتے ہیں۔

ق ط م ر — القِطْمِيرُ: کھجور کی گٹھلی پر جو خفیف سی خشک جھلّی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ایک سفید نکتہ ہوتا ہے جو گٹھلی کی پشت پہ ہوتا ہے اور اسی سے کھجور کا درخت

پھوٹتا ہے۔

ق ط ن — قَطَنَ بالْمَكَان: وہ مکان میں رہائش پذیر ہو گیا۔ رہائش پذیر کو قاطِنٌ کہتے ہیں۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کی جمع قُطَّانٌ اور قَاطِنَةٌ اور قَطِيْنٌ ہے۔ اس کی مثال غَازٍ، غَزِيّ، اور غَازِبٍ و غَزِيْبٌ ہے۔

القَطَنُ: تمام حروف متحرک۔ دوسرینوں کے درمیان پرندے کی دُم کی جڑ۔

القُطْنُ: (قاف مضموم) رُوئی، کپاس۔

القُطْنَةُ: روئی، روئی کے لئے یہ لفظ زیادہ مخصوص ہے۔ القُطُنُ (طاء مضموم) بھی ایک لہجہ ہے۔

المَقْنَةُ: کپاس کے کھیت۔

القِطْنِيَّةُ: مسور وغیرہ کی طرح کے دانے جنہیں پکا کر کھایا جاتا ہے۔

اليَقْطِيْنُ: بیل جس کا تنا نہیں ہوتا مثلاً: کدو کی بیل وغیرہ۔

اليَقْطِيْنَةُ: تازہ کدو۔

القَيْطُوْنُ: اہل مصر کے لہجہ میں تکیے یا سرانے کو کہتے ہیں۔

ق ط ا — القَطَا: اس کا واحد قَطَاةٌ ہے اور جمع قَطَوَاتٌ بھی ہے۔ معنی بھٹ تیتر۔ شاید اس کی جمع قَطَيَاتٌ بھی ہے۔ مثل ہے: لَيْسَ القَطَا مِثْلَ قُطَيٍّ یعنی بڑے لوگ چھوٹے لوگوں جیسے نہیں ہوتے۔

رِيَاضُ القَطَا: ایک جگہ کا نام ہے۔

كِسَاءٌ قَطَوَانِيٌّ: سُوتی کمبل۔

قَطَوَان: کوفہ میں ایک جگہ کا نام۔

ق ع د — قَعَدَ: وہ بیٹھا۔

مَقْعَدًا: اس کا باب دَخَلَ ہے اور جَلَسَ بھی۔

القَعْدَةُ: ایک دفعہ کا بیٹھنا۔ یا نماز کے دوران قعدہ کرنا۔

المَقْعَدَةُ: (میم مفتوح) سیٹ، نچلا یا نچلی جگہ۔

ذُو القَعْدَةِ: قمری گیارھواں مہینہ۔ اس کی جمع ذَوات القعدہ ہے۔

القَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ: بچے کی پیدائش اور حیض سے نا اُمید عورت۔ اس کی جمع القَوَاعِدُ ہے۔

قَوَاعِدُ البَيْتِ: گھر کی بنیادیں۔

تَقَعَّدَ فُلَانٌ عَنِ الأمر: فلاں آدمی معاملے سے دستبردار ہو گیا۔ تَقَعَّدَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے اس کی ضرورت سے روک دیا۔ اور اسے عاق کر دیا۔

تَقَاعَدَنِي عَنْكَ شُغْلٌ: ایک کام نے مجھے تم سے روک دیا۔ القَعُوْدُ (قاف مفتوح) بَعِيْر یعنی سواری کے قابل اونٹ یعنی اس کی پیٹھ اتنی مضبوط ہو چکی ہو کہ وہ سواری کے کام آسکے۔ اس کی عمر کم از کم دو سال سے لیکر تیسرے سال تک کی ہو۔ اور

جب وہ تیسرے سال میں ہو تو اسے جَمَلٌ کہتے ہیں۔ اونٹ کے بچے کو قَعُوْدٌ نہیں کہتے بلکہ اسے قَلُوْص کہتے ہیں۔ ابوعبید کا قول ہے کہ القَعُوْد وہ اونٹ ہے جسے چرواہے ہر ضرورت سے فارغ کر کے بٹھا رکھتے ہیں۔

المَقَاعِدُ: بیٹھنے کی جگہیں۔ اس کا واحد مَقْعَدٌ ہے۔ بروزن مَذْهَبٌ القَعِيْدُ: ہم نشین۔ قول خداوندی ہے: عَنِ اليَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ: دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے۔ اصولاً تو قَعِيْدَان ہونا چاہئے۔ لیکن فَعِيْلٌ اور فَعُوْل کے وزن پر آنے والے اسماء واحد اور تثنیہ اور جمع میں یکساں ہوتے ہیں۔ مثلاً: قول خداوندی: اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ العَالَمِين: ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور دوسرا قول خداوندی: والمَلٰئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ: یہاں جمع کے لئے ظہیر واحد کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

قَعِيْدَةُ الرَّجُلِ وقِعَادُهُ: آدمی کی بیوی (قاف مکسور)۔

المُقْعَدُ: لنگڑا۔ چنانچہ کہتے ہیں: اُقْعِدَ الرَّجُلُ: آدمی لنگڑا ہو گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔

ق ع ر - قَعْرُ البِئْرِ: کنویں کی تہہ یا گہرائی۔

قَعَرْتُ الشَّجَرَةَ: میں نے درخت کو جڑ سے اُکھاڑ دیا۔ فَانْقَعَرَت تو وہ جڑ سے اکھڑ گیا۔ میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: اَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ: جڑ سے اُکھڑے ہوئے درختوں کے تنے۔

ق ع ص - مَاتَ فُلَانٌ قَعْصًا: فلاں شخص چوٹ لگنے یا تیر لگنے سے مر گیا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ قُتِلَ قَعْصًا فَقَدْ اسْتَوْجَبَ المَآب: جو کسی چوٹ لگنے سے فوراً مر جائے۔ اس کی آخرت کی عمدگی واجب ہو گئی۔

القُعَاصُ: (قاف مضموم) ایک بیماری ہے جو بکریوں کو لگی ہے جس سے وہ فوراً ہی مر جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: مُوْتَانٌ يَكُوْنُ فِي النَّاسِ كَقُعَاصِ الغَنَمِ: قرب قیامت کی ایک علامت یہ ہوگی کہ لوگوں میں ایسی موت پڑے گی جیسے بکریوں میں قعاص کی بیماری پڑتی ہے یعنی موتیں جلدی جلدی واقع ہوں گی۔

ق ع ط - الاِقْتِعَاطُ: ٹھوڑی کے نیچے سے شملہ لپیٹے بغیر سر پر پگڑی باندھنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهُ نَهٰى عَنِ الاقْتِعَاطِ وامَرَ بالتَّلَحِّي: یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے اقتعاط سے منع فرمایا اور تلحی کا حکم دیا۔ یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے پگڑی کا پھیر ڈالے بغیر پگڑی باندھنے سے

منع کیا ہے۔ اور ٹھوڑی کے نیچے سے پگڑی کا ایک پھیر دے کر پگڑی باندھنے کا حکم دیا ہے۔

ق ع ع — القَعْقَعَةُ: اسلحے وغیرہ کی جھنکار کی کہانی یا حکایت۔

ق ع ا — اَقْعَى الكَلْبُ: کتا اپنی پچھلی ٹانگیں پھیلا کر اور اگلی ٹانگیں کھڑی کر کے پشت کے بل بیٹھا۔ نماز میں اقعاء سے منع کیا گیا ہے۔ اقعاء یہ ہے کہ انسان نماز میں دو سجدوں کے درمیان دونوں سرین اپنی ایڑھیوں پر رکھ کر بیٹھے۔ فقہاء نے اقعاء کی یہی تفسیر کی ہے۔ البتہ اہل لغت کے نزدیک اقعاء کی تفسیر یہ ہے کہ انسان اپنے دونوں سرین زمین پر چپکا دے اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھڑی رکھے اور پیٹھ کے بل ٹیک لگائے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهٗ اَكَلَ مُقْعِيًا: کہ آپ ﷺ نے اِقعاء کی صورت میں کھانا کھایا۔ یعنی اکڑوں بیٹھ کر کھانا کھایا۔

ق ف ر — القَفْرُ: بے آب و گیاہ جنگل۔ اس کی جمع قِفَـارٌ ہے۔ کہا جاتا ہے اَرْضٌ قَفْرٌ وَمَفَازَةٌ قَفْرٌ وَقَفْرَةٌ اور مِقْفَارٌ: بے آب و گیاہ بنجر زمین۔ القَفَـارُ (فاء مفتوح) بے سالن کے روٹی۔ کہا جاتا ہے کہ: اَكَلَ خُبْزَهٗ قَفَارًا: اس نے بغیر سالن کے روٹی کھائی۔

اَقْفَرَتِ الدَّارُ: گھر خالی ہو گیا۔

اَقْفَـرَ الرَّجُلُ: آدمی کے پاس سالن نہ رہا۔ حدیث شریف میں ہے: مَـا اَقْـفَـرَ بَيْتٌ فِيْـهِ خَلٌّ: جس گھر میں سرکہ ہو وہ بے سالن گھر نہیں ہے۔

ق ف ز — قَـفَــزَ: وہ جھپٹا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور قَفَزَانًا بھی (قاف اور فاء دونوں مفتوح)۔

القَفِيْزُ: پیمانہ۔ جو آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ایک مکوک ڈیڑھ صاع کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَقْفِزَةٌ اور قُفْزَانٌ ہے۔

القُفَّازُ بروزن العُكَّازِ: دستانہ جس کے اندر روئی بھری ہو۔ اس کے ساتھ بٹن لگے ہوں تاکہ اسے کلائی کے ساتھ بند کیا جا سکے اور سردی سے بچا جا سکے۔ عورتیں یہ دستانیں پہنتی ہیں اور یہ جوڑے ہوتے ہیں۔ یعنی دونوں ہاتھوں کے لئے۔

ق ف ص — القَفَصُ: پرندوں کا پنجرہ۔ اس کی جمع اَقْفَاصٌ ہے۔

ق ف ع — القَفَعَةُ: بروزن القَصْـعَةُ: زنبیل کی قسم کا ایک ٹوکرا جس کو بند کرنے کے لئے کوئی کاج نہیں ہوتا۔ اسے کھجور کی ٹہنیوں سے بنایا جاتا ہے اور یہ زیادہ بڑا نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے: لَيْتَ عِـنْـدَنَا مِنْـهُ قَفْعَةٌ اَوْ قَفْعَتَيْنِ: کاش ہمارے پاس ان ٹڈیوں کا ایک ٹوکرا یا دو

ٹوکرے ہوتے۔

ق ف ف—قَفَّ شَعْرُهُ: يَقِفُ (قاف مکسور) قُفُوفًا: خوف کے مارے اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

القُفَّةُ: زمین کی سطح سے ابھری ہوئی جگہ۔ اس کا معنی خشک اور پرانا درخت بھی ہے۔ اسی نسبت سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ كَبِرَ حَتّٰى صَارَ كَأَنَّهُ قُفَّةٌ: وہ بڑا ہوگیا۔ گویا وہ سطح زمین سے اُبھرا ہوا ٹیلہ بن گیا۔ اس کا معنی خشک کدو بھی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کھجور وغیرہ کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی خشک کدو کی طرح کی ٹوکری جس میں عورتیں رُوئی رکھتی ہیں۔ اس کی جمع قِفَاف ہے۔

قَفْقَفَ الرَّجُلُ: آدمی پر سردی کے مارے کپکپی طاری ہوگئی۔

ق ف ل—القُفْلُ: تالا۔ القُفُوْلُ: سفر سے لوٹنا۔ واپس ہونا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی لفظ سے القَافِلَةُ مشتق ہے۔ جس کا معنی سفر سے لوٹنے والی جماعت ہے۔

اَقْفَلَ البَابَ: اس نے دروازے کو تالا لگا دیا۔

قَفَّلَ الابوابَ تَقْفِيلًا: اس نے دروازے بند کئے۔

القِيْفَالُ: ہاتھ یا بازو کی ایک رگ جس سے فصد لی جاتی ہے۔ یہ لفظ معرب ہے۔

ق ف ن—القَفِيْنَةُ: بکری جسے گردن کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کا ذکر ابراہیم نخعی کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ: اِنِّی اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ الفَاجِرَ لِأَسْتَعِيْنَ بِقُوَّتِهِ ثُمَّ اَكُوْنَ عَلٰى قَفَائِهِ: میں کسی فاجر شخص کو حاکم مقرر کرتا ہوں تاکہ اس کی قوت اور صلاحیت سے استعانت کروں پھر اس کی گردن پر سوار رہتا ہوں یعنی سخت نگرانی کرتا ہوں۔ قَفَانِهِ میں نون زائد ہے۔ یہ اصل میں 'قَفَاہ' ہے۔ ابو عبید کے قول کے مطابق یہ لفظ قَبَّان سے معرب ہے، جس سے وزن کیا جاتا ہے۔

ق ف ا—القَفَا: (الف مقصور) گردن کا پچھلا حصہ۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے یکساں ہے۔ اس کی جمع قُفِيٌّ (قاف مضموم) اَقْفَاءٌ اور اَقْفِيَةٌ ہے جو خلاف قیاس ہے کیونکہ یہ ممدود قَفَاء کی جمع ہے۔ اس کی مثال كِسَاء کی جمع اَكْسِيَةٌ ہے۔

قَفَا اَثَرَہُ: وہ اس کے نقش پاء پر چلا۔ یعنی اس نے اس کی پیروی کی۔ اس کا باب عَدَا اور سَمَا ہے۔ قَفّٰى عَلٰى اَثَرِهِ بِفُلَانٍ: اس نے فلاں کو اس کے پیچھے چلا دیا۔ قول خداوندی میں یہی لفظ یوں ہے: ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا: پھر ہم

نے ان کے پیچھے اپنے پیغمبر بھیجے۔ اسی لفظ سے کلام مُقَفّٰی مشتق ہے۔ اور اسی سے قوافی شعر ماخوذ ہیں۔ کیونکہ اس میں ایک قافیہ دوسرے قافیے کے پیچھے آتا ہے۔

القَافِيَةُ کا معنی بھی قَفَا: پیچھا اور پیروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے: يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ اَحَدِكُمْ: تم میں کسی کی گدی میں شیطان گرہیں لگاتا ہے (تاکہ وہ صبح دیر تک سوتا رہے)۔

قَفَوْتُ الرَّجُلَ قَفْوًا: میں نے آدمی پر صریحًا فاجر ہونے کی تہمت لگائی۔ حدیث شریف میں ہے: لَا حَدَّ اِلَّا فِي القَفْرِ البَيِّنِ: واضح اور صریح تہمت کے سوا حد نہیں ہے۔

اِقْتَفٰى اَثَرَهُ وتَقَفَّاه: اس نے اس کی پیروی کی۔

ق ل ب – القَلْبُ: دل۔ اس سے بعض اوقات عقل بھی مراد لی جاتی ہے۔ یعنی یہ لفظ عقل کی جگہ بھی بولا جاتا ہے۔ الفراء نے اس قول خداوندی کے بارے میں کہا ہے: لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ: یعنی جو کوئی دل بمعنی عقل رکھتا ہو۔

المُنْقَلَبُ: تبدیلی۔ یہ لفظ مکان اور مصدر استعمال ہوتا ہے۔ اس کی مثال المُنْصَرَف ہے۔

قَلَبَ القَوْمَ: اس نے قوم کو بدل دیا یا پھیر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

قَلَبْتُ النخلَةَ: میں نے کھجور کے پودے کو اکھاڑ دیا۔

قِلْبُ النَّخْلَةِ: (قاف مفتوح، مضموم اور مکسور) کھجور کے درخت کا اندرونی نرم حصہ۔

القُلْبُ مِنَ السِّوَارِ: عورت کا ایک کنگن۔ جوڑے میں سے ایک کنگن۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری القُلْبُ کا معنی اکہرا کنگن ہے، دوہرا نہیں جس میں صرف ایک پھیر ہو۔

فُلَانٌ حُوَّلٌ قُلَّبٌ: (بروزن سُکَّرٌ) فلاں شخص بہت ہوشیار اور کاریگر اور دور اندیش ہے۔ حالات کے مطابق اپنی وضع بدلتا ہے اور مناسب طریق کار اختیار کرتا ہے۔

القَالَبُ: (قاف مفتوح) موزے وغیرہ کا سانچہ۔

القَلِيْبُ: پرانا کنواں۔ جس کے گرد دیوار نہ ہو۔ مذکر اور مؤنث دونوں صیغوں میں یکساں۔ ابوعبیدہ کا قول ہے القَلِيبُ سے مراد پرانا عام کنواں ہے۔

ق ل ت – القَلَتُ: ہلاکت (قاف اور لام دونوں مفتوح) اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ایک اعرابی کا قول ہے: اِنَّ المُسَافِرَ

وَمَتَاعَهُ عَلٰى قَلَتٍ إِلَّا مَا وَقَى اللّٰهُ: مسافر خود اور اس کا مال ومتاع کے تلف ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اِلّا یہ کہ جسے اللہ رکھے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ علماء لغت میں سے بھی کسی نے موجودہ دور میں اس قول کو بیان کیا ہو جس طرح بعض فقہاء اسے اپنی کتابوں میں روایت کرتے ہیں۔

المَقْتَلَةُ: جائے تلف وہلاکت۔

ق ل ح—القَلَحُ: (قاف اور لام مفتوح) دانتوں پر جمی ہوئی زردی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ایسے شخص کو جس کے دانتوں پر زردی ہو اَقْلَحُ کہتے ہیں۔

ق ل د—القِلَادَةُ: ہار۔ جو گلے میں پہنا جاتا ہے۔

قَلَّدَهُ، فَتَقَلَّدَ: اس نے اسے ہار پہنایا تو اس نے پہن لیا۔ اسی سے لفظ تَقْلِيدُ مشتق ہے۔ یعنی التقليد فی الدين: دین میں کسی شخص کی پیروی۔

تَقْلِيدُ الوُلَاةِ الأَعْمَالَ: والیوں کا دوسروں کے ذمے کام لگانا۔

تَقْلِيدُ البَدَنَةِ: قربانی کے جانور کے گلے میں قلادہ ڈالنا، تاکہ یہ پہچان ہو کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

تَقَلَّدَ السَّيْفَ: اس نے گلے میں تلوار لٹکالی۔

الإِقْلِيدُ: (ہمزہ مکسور) چابی۔

المِقْلَدُ بروزن المِبْضَعُ: چابی۔ اس کی مثال المِبْخَلُ ہے۔ اس کی جمع المَقَالِيدُ ہے۔

ق ل س—القَلْسُ: بروزن فَلْسُ: بہتان یا تہمت لگانا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ خلیل کا قول ہے القَلْسُ مَا خَرَجَ مِنَ الحَلْقِ مِلْءَ الفَمِ اَوْ دُوْنَهُ وَلَيْسَ بِقَيْءٍ: قَلْس کا معنی قے کے علاوہ حلق سے منہ بھر کر کسی چیز کا نکلنا ہے۔ اور اگر کوئی دوبارہ اس طرح سے نکلے تو پھر وہ قے ہے۔

القَلَنْسُوَةُ: (قاف مفتوح) ٹوپی۔ اس کی جمع قَلَانِسُ ہے۔ چاہیں تو قَلَاسٍ اور قَلَانِيسٍ یا قَلَاسِيَ بھی کہہ سکتے ہیں۔

قَدْ قَلْسَاهُ فَتَقَلْسَى: اس نے اسے ٹوپی پہنائی تو اس نے پہن لی۔ تَقَلْنَسَ وتَقَلَّسَ کا بھی یہی معنی ہے۔

ق ل ص—قَلَصَ الشَّيْءُ: چیز اوپر اٹھی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ یہی معنی قَلَّصَ تَقْلِيصًا اور تَقَلَّصَ کا ہے۔ یعنی وہ جڑ گیا۔ یا سکڑ گیا۔

قَلَصَ الثَّوْبُ بعد الغَسْلِ: کپڑا دھونے کے بعد سکڑ گیا۔

شَفَةٌ قَالِصَةٌ: سکڑے ہوئے ہونٹ۔

ظِلٌّ قَالِصٌ: گھٹتا ہوا سایہ۔
القَلُوصُ مِنَ النُّوقِ: نوجوان اونٹنی جو بمنزلہ دوشیزہ ہوتی ہے۔ اس کی جمع قُلُصٌ ہے۔ (قاف اور لام دونوں مضموم) اور دوسری جمع قَلَائِصُ ہے۔ اس کی مثال قَدُومٌ قُدُمٌ اور قَدَائِمُ ہے اور القُلُصُ کی جمع قِلَاصٌ ہے۔

ق ل ع — قَلَعَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
انْقَلَعَ: وہ جڑ سے اکھڑ گیا۔
قَلَّعَهُ تَقْلِيعًا فَتَقَلَّعَ: اس نے اسے جڑ سے اُکھاڑا تو وہ اُکھڑ گیا۔
الاقْلاعُ عَنِ الأمرِ: کسی کام سے رک جانا۔ کہا جاتا ہے: أَقْلَعَ عَمَّا كَانَ عَلَيْهِ: اس نے اپنا وطیرہ بدل لیا۔
أَقْلَعَتْ عَنْهُ الحُمّٰى: اس کا بخار اتار گیا۔
القَلْعُ بروزن القَطْعُ: ایک معدنی دھات جس سے اچھا سیسہ منسوب ہوتا ہے۔
القَلْعَةُ: پہاڑ پر واقع قلعہ۔
القُلْعَةُ: بروزن الجُرْعَةُ: ادھار لیا ہوا مال۔ مانگے کا مال۔ حدیث شریف میں ہے: بِئْسَ المَالُ القُلْعَةُ: مانگے کا مال بُرا ہوتا ہے۔
المِقْلَاعُ: (میم مکسور) فلاخند۔ وہ آلہ جس کے ذریعے پتھر پھینکا جاتا ہے۔
القَلَّاعُ: (قاف مفتوح لام مشدّد) پولیس کا سپاہی۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَلَّاعٌ: سپاہی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ القُلَاعُ (قاف مضموم اور لام مخفف) مٹی جس میں سے پانی خشک ہو جانے کے بعد چاق پڑ جائیں یعنی جو مٹی پھٹ جائے۔ اس مٹی کے ایک ٹکڑے کے ڈھیلے کو قُلَاعَةٌ کہتے ہیں۔
القَلَاعَةُ: وہ پتھر اور ڈھیلا جو زمین میں سے اکھاڑ لیا جائے۔ اور کسی پر پھینکا جائے، کہا جاتا ہے کہ رَمَاهُ بِقَلَاعَةٍ: اس نے اسے پتھر یا ڈھیلا دے مارا۔
القِلْعُ: (قاف مکسور) بادبان۔ اس کی جمع قِلَاعٌ ہے۔
سُفُنٌ مُقْلَعَاتٌ: (لام مفتوح) بادبانوں والی کشتیاں۔

ق ل ف — رَجُلٌ أَقْلَفُ: ایسا آدمی جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔ القُلْفَةُ: (قاف مضموم) حشفہ کی کھال۔
قَلَفَهَا الخَاتِنُ: ختنہ کرنے والے نے (حشفہ کی کھال کو) کاٹ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ عربوں کا یہ خیال ہے یا تھا کہ جو بچے چاندرات میں پیدا ہوں ان کے حشفہ کی کھال سخت ہوتی ہے۔ اور یوں لگتا ہے جیسے اس کا ختنہ ہو چکا ہو۔

ق ل ق — القَلَقُ: قلق، بے چینی۔
قَدْ قَلِقَ: وہ بے چین ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسم فاعل قَلِقٌ ہے بمعنی بے چین اور بے قرار۔ کہا جاتا ہے کہ: بات

فُلَانٌ قِلْقًا: فلاں رات بھر بے چین رہا۔
اَقْلَقَهُ غَيْرُه: کسی اور نے اسے بے چین کر دیا۔

ق ل ل—شَيْءٌ قَلِيلٌ: تھوڑی چیز۔ اس کی جمع قُلَلٌ ہے اس کی مثال سَرِيْرٌ کی جمع سُرُرٌ ہے۔
قَوْمٌ قَلِيْلُوْنَ: (تھوڑے سے لوگ) اور صرف قلِيلٌ بھی۔ قول خداوندی ہے: وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ: وہ وقت یاد کرو جب تم تھوڑی تعداد میں تھے تو اللہ نے تمہاری تعداد میں کثرت کر دی۔
قَلَّ الشَّيْءُ يَقِلُّ: (قاف مکسور) چیز کم ہوگئی۔
قِلَّةً: کم ہونا۔
اَقَلَّهُ غَيْرُهٗ: کسی اور نے اسے کم کر دیا۔
قَلَّلَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔
قَلَّلَهُ فِي عَيْنِهِ: اسے وہ کم دکھائی دیا۔
اَقَلَّ: وہ نادار اور فقیر ہوگیا۔
اَقَلَّ الجَرَّةَ: وہ مٹکے کو اٹھا سکا، یا اس نے مٹکا اٹھالیا۔
القُلُّ اور القِلَّةُ: قلت اور کمی، اس کی مثال الذُّلُّ اور الذِّلَّةُ ہے۔ کہا جاتا ہے: الحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى القُلِّ وَالكُثْرِ: کمی اور بیشی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔
مَالَهٗ قُلٌّ وَلَا كُثْرٌ: اس کے پاس نہ کم ہے اور نہ زیادہ یعنی کچھ بھی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: الرِّبَا وَاِنْ كَثُرَ فَهُوَ اِلٰى قُلٍّ: سود کا مال کتنا ہی زیادہ کیوں ہی نہ ہو اس کا انجام گھاٹا ہے۔
القُلَّةُ: پہاڑ کی چوٹی۔
قُلَّةُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا اوپر کا حصہ یا چوٹی۔
رَاْسُ الاِنْسَانِ قُلَّةٌ: انسان کا سر اس کا قُلّہ ہے۔ اس کی جمع قُلَلٌ ہے۔
القُلَّةُ: عربوں کے ہاں ایک برتن ہے جو بڑے مٹکے کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی جمع قُلَلٌ اور قِلَالٌ ہے۔
اِسْتَقَلَّهُ: اس نے اسے قلیل یعنی کم خیال کیا۔
اِسْتَقَلَّ القَوْمُ: قوم چلی گئی۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگئی۔
قَلْقَلَهُ قَلْقَلَةً وقِلْقَالًا فَتَقَلْقَلَ: اس نے اسے حرکت دی تو اس میں حرکت آگئی یا اس نے حرکت کی۔ اگر اس میں قاف کو مکسور کریں تو پھر یہ لفظ مصدر بن جائے گا اور اگر اسے مفتوح کریں تو یہ اسم ہوگا۔ اس کی مثال الزِّلْزَالُ اور الزَّلْزَالُ ہے۔

ق ل م—قَلَمَ ظُفُرَهٗ: اس نے اپنے ناخن تراشے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
قَلَّمَ اَظْفَارَهٗ: اس نے اپنے ناخن تراشے۔ لام کو مشدد کثرت کے لئے کیا گیا۔

القُـلامَةُ: (قاف مضموم) تراشنے کے ریزے اور تراشے۔

القَلَمُ: قلم جس سے لکھا جاتا ہے۔ القَلْمُ کا معنی زَلْم بھی ہے یعنی کم کرنا۔

الإقْلِيمُ: ولایت۔ اس کی جمع اَقَـالِيمُ

السَّبْعَةُ: ہفت اقلیم ہے۔

المِقْلَمَةُ: قلمدان۔

ابُو قَلَمُـوْنَ: رومی کپڑے کی ایک خاص قسم جو دیکھنے میں مختلف رنگوں کا نظر آتا ہے۔

ق ل ا—قَـلاَ السَّوِيْقَ واللَّحمَ: اس نے ستو اور گوشت کو پکایا۔ اس کا اسم مفعول مَـقْلِيٌّ اور مَـقْلُوٌّ ہے یعنی پکا ہوا۔ اس کا باب رَمٰی اور عَـدَا ہے اور پکانے والے کو قَـلَّاءٌ کہتے ہیں۔

القَلِيَّةُ من الطَّعَامِ: پکا ہوا کھانا۔ اس کی جمع قَـلَايَا ہے۔

المِقْلٰي اور المِقْلَاةُ: کڑاہی۔ وہ برتن جس میں پکایا جائے۔ ان دونوں کو مِقْلَيَان کہتے ہیں۔ اس کی جمع المَقَالِي ہے۔

القِـلٰى: بغض۔ کہتے ہیں قَـلَاهُ يَقْلِيْهِ قِـلًى وقَـلَاءً: (قاف مفتوح اور الف ممدود) اس نے اس سے بغض رکھا۔

يَقْـلَاهُ: یہ اسی لفظ کا قبیلہ طے کا لہجہ ہے۔

القِلْيُ: ترش گھاس کو جلا کر بنائی ہوئی کھار یا سجی۔

قَـالِيْ قَـلَا: ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ دو اسم ہیں جن کو ایک بنا دیا گیا ہے۔ اور دونوں کا آخر ساکن ہے۔

ق م ح—القَمْحُ: گیہوں گندم۔

الإقْمَاحُ: سر اٹھانا اور نظر جھکانا۔ کہا جاتا ہے: اَقْمَحَهُ الغُـلُّ: بیڑی کی تنگی کے باعث اس نے سر اٹھا رکھا۔

ق م ر—القَمَرُ: چاند۔ قمری مہینے کی تین تاریخ سے لے کر مہینے کے آخر تک چاند کو اس کی سفیدی کی وجہ سے قمر کہتے ہیں۔

القَـمَـرُ کا معنی برف کی وجہ سے آنکھ کا چندھیانا بھی ہے۔

قَـدْ قَمِرَ الرَّجُلُ: آدمی کی نظر چندھیا گئی۔ اس کا باب طرب ہے۔ القِـمَار

المُقَامَرَةُ وتَقَامَرُوْا: جوا کھیلنا۔

قَـامَرَهُ فَقَـمَـرَهُ: اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور معنی اس نے اس کے ساتھ جوا کھیلا تو جیت گیا۔

قَامَرَهُ فَقَمَرَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے جوئے میں اپنا فخر جتایا تو اس نے اس پر غلبہ پایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

عُوْد قَمَارِي: (قاف مفتوح) ہندوستان کی ایک جگہ قمار سے منسوب لکڑی۔

القُمْرِي: ایک پرندے قمر سے منسوب۔

قُـمْـرٌ بروزن حُمْرٌ ہے۔ اَقْمَرُ: زیادہ سفید۔ روشن۔ یہ لفظ قـمـری کی جمع بھی

ہے۔اس کی مثال رُومی اور رُومٌ ہے۔ اس کی مؤنث قُمْرِيَّةٌ ہے۔اور مذکر ساق حرٍّ ہے۔اس کی جمع قَمَارِيُّ ہے۔یہ غیر منصرف ہے۔

لَيْلَةٌ قَمْرَاءُ: چاندنی رات۔ أَقْمَرْنَا: ہم پر چاند طلوع ہوا۔

ق م س—قَامُوسٌ: سمندر۔اس کا وسط اور اس کا اکثر حصہ۔اس کا ذکر حدیث میں مدو جزر میں ہے

ق م ش—القَمْشُ: اِدھر اُدھر سے چیزیں اکٹھی کرنا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ذٰلِکَ الشَّيْءُ قُمَاشٌ: یہ ادھر ادھر سے اکٹھی کی ہوئی چیز ہے۔

قُمَاشُ البَيْتِ: گھر کا سازوسامان۔

ق م ص—القَمِيصُ: کرتہ یا قمیص۔ جسے پہنا جاتا ہے۔اس کی جمع القُمْصَانُ اور الأَقْمِصَةُ ہے۔ قَمَّصَهُ قَمِيصًا فَتَقَمَّصَهُ: اس نے اسے قمیض پہنا دی تو اس نے پہن لی۔

ق م ط—القِمَاطُ: (قاف مکسور) وہ رسّی جس سے بکری کی ٹانگیں ذبح کرتے وقت باندھی جاتی ہیں۔ نیز جس سے بچے کو پنگھوڑے یا جھولے میں باندھ کر رکھا جاتا ہے۔

قَمَطَ الشَّاةَ والصبيَّ بالقِمَاطِ: اس نے ذبح کرتے وقت بکری کی ٹانگوں کو اور جھولے میں بچے کو رسی سے باندھا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

القِمْطُ: (قاف مکسور) رسّی جس سے جھونپڑے کی کھجور کی ٹہنیاں باندھی جاتی ہیں۔اسی سے حدیث میں وارد مَعَاقِدُ القُمُطِ کا لفظ ماخوذ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری حدیث شریح نے ایک جھونپڑی کی ملکیت کا فیصلہ اس شخص کے حق میں دیا جس کے مکان کے ساتھ اس جھونپڑی کی رسیاں بندھی تھیں۔ اس حدیث میں وارد مَعَاقِدُ قُمُطِ میں قاف اور میم دونوں مضموم ہیں۔ قُمُطُهُ کا معنی وہ رسیاں ہیں جن سے کھجور کے پتے اور اس کی ٹہنیاں وغیرہ باندھی جاتی ہیں۔

ق م ط ر—يَوْمٌ قَمْطَرِيرٌ: سخت مشکل دن۔ القِمَطْرُ بروزن الهِزَبْرُ اور القِمَطْرَةُ کتابیں محفوظ رکھنے کا تھیلہ یا بستہ۔اس لفظ میں تشدید نہیں ہے۔اس لفظ کی مناسبت سے یہ ایک شعر پڑھا جاتا ہے۔یا زبان زد ہے۔ لَيْسَ العِلْمُ ما يَعِي القِمَطْرُ، ما العِلْمُ الا ما وعاه الصَّدْرُ: علم وہ نہیں ہے جو بستے یا تھیلے میں بند ہو۔ بلکہ علم تو وہ ہے جو سینوں میں سمایا ہوا ہو۔

ق م ع—المِقْمَعَةُ: (میم مکسور) اس کی جمع المَقَامِعُ ہے۔لوہے کا ہتھوڑا یا ہاتھی

کے سر پر مارنے والا لوہے کا آنکس ہے۔
قَمَعَهُ: اس نے اسے آنکس سے مارا۔
قَمَعَهُ اور اَقْمَعَهُ: اس نے اسے سختی کی اور اسے ذلیل کیا۔ فانقمع تو وہ قابو آ گیا یا ذلیل ہوا یا مغلوب ہوا۔
القِمْعُ: (میم ساکن اور مفتوح) قیف جس کے ذریعے تیل وغیرہ کسی برتن میں ڈالتے ہیں۔
القِمْعُ بروزن السَّمْعُ: اس کا ایک لہجہ ہے۔
القِمْعُ و القِمِعُ: نیم پختہ اور پختہ کھجور کی ڈنڈی۔
ق م ل — القَمْلُ: جوئیں۔ اس کا واحد القَمْلَةُ ہے۔
قَمِلَ رَاْسُهُ: اس کے سر میں جوئیں پڑ گئیں۔ اس کا باب طرب ہے۔
القُمَّلُ: چیچڑی جو اونٹ کے کمزور ہونے پر اس کے بدن میں لگ جاتی ہے۔
ق م م — القِمَّةُ: (قاف مکسور) انسان کا قد وقامت۔ کہا جاتا ہے: هُوَ حَسَنُ القِمَّةِ اور القَامَةِ: وہ اچھے قد وقامت کا آدمی ہے۔
القِمَّةُ و القُمَامَةُ: لوگوں کی جماعت یا گروہ۔
القِمَّةُ: چوٹی۔ سر کی چوٹی یعنی سب سے اوپر کا حصہ۔ اسی طرح ہر چیز کی چوٹی۔

القُمَامَةُ: کوڑا کرکٹ۔ اس کی جمع قِمَامٌ ہے۔
تَقَمَّمَ: کوڑے کرکٹ میں چیزیں تلاش کیں۔ قَمْقَمَ اللّٰهُ عَصَبَهُ: اللہ نے اسے لپیٹ لیا۔ جمع کیا اور قبضے میں کر لیا۔
القُمْقُمَةُ: تانبے کا ایک برتن جس کے دو دستے ہوتے ہیں۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ یہ لفظ رومی ہے۔
ق م ن: کہا جاتا ہے: اَنْتَ قَمَنٌ ان تَفْعَلَ كَذا: تو اس بات کا اہل ہے کہ ایسا کرے۔ (میم مفتوح) اس کا نہ تثنیہ یا جمع کا صیغہ ہے اور نہ مؤنث کا۔ البتہ اگر میم کو مکسور کریں یا قَمِین بنائیں تو پھر اس کا تثنیہ اور جمع کا صیغہ بن سکتا ہے۔
ق ن ا — اَحْمَرُ قَانِیءٌ: گہرے سرخ رنگ کا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔
ق ن ت — القُنُوتُ: اس کی اصل طاعت اور فرماں برداری ہے۔ چنانچہ قول خداوندی ہے: وَالقَانِتِيْنَ وَالقَانِتَاتِ: فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں۔ بعد میں اس کا معنی نماز میں خشوع وخضوع کے ساتھ قیام ہو گیا۔ حدیث شریف میں ہے: اَفْضَلُ الصَّلاةِ طُوْلُ القُنُوتِ: افضل نماز لمبا قنوت ہے۔ اسی سے وتر میں قنوت ماخوذ ہے۔ ان تمام کا باب دَخَلَ ہے۔
ق ن د — القَنْدُ: چینی، کھانڈ، کہا جاتا ہے سَوِيْقٌ مَقْنُوْدٌ و مُقَنَّدٌ: چینی ملے ستو۔

ق ن د ل-القِنديلُ: ایک قسم کا چراغ۔
اس کا وزن فِعْلِيلٌ ہے۔
قِنسرُون: دیکھئے بذیل مادہ 'ق ن س ر'.
ق ن ص-القَانِصُ والقَنِيصُ: اور القَنَّاصُ: (قاف مفتوح دونوں مشدد) شکاری۔
القَنِيصُ: شکار۔ یہی معنی القَنَصُ (قاف اور نون دونوں مفتوح) کا ہے۔
قَنَصَهُ: اس نے اس کا شکار کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
اقْتَنَصَهُ: اس نے اس کا شکار کیا۔
تَقَنَّصَهُ: اس نے اس کا شکار کیا۔
القَانِصَةُ: پوٹا۔ اس کی جمع قَوَانِصُ ہے۔ پرندوں کے علاوہ دوسروں کے لئے اس کے بدلے مَصَارِيْن کہا جاتا ہے۔
ق ن ط-القُنُوطُ: مایوسی اور ناامیدی۔ اس کا باب جلس، دَخَلَ، طرب اور سَلِمَ ہے۔ اس کا اسم فاعل قَنِطٌ ہے۔ قُنُوطٌ اور قَانِطٌ ہے۔ قرآن کی آیت کو: لَا تَكُنْ مِنَ القَنِطِيْنَ بجائے القانطين بھی پڑھا گیا ہے۔ البتہ قَنَطَ يَقْنَطُ (دونوں میں نون مفتوح) اور قَنِطَ يَقْنِطُ (دونوں میں نون مکسور) تو یہ جمع بین الغتیق ہے۔
ق ن ع-القُنُوعُ: سوال کرنا۔ عاجزی اور انکساری کرنا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس کا اسم فاعل قَانِعٌ اور قَنِيعٌ ہے۔ الفَرَّاء کا قول ہے کہ القَانِعُ وہ ہے جو تجھ سے کچھ مانگے اور تو اسے نہ دے تب بھی راضی رہے۔
القَنَاعَةُ: قیمت پر راضی اور شاکر رہنا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ اس کا اسم فاعل قَنِعٌ اور قُنُوعٌ ہے۔
اَقْنَعَهُ الشَّيْءُ: کسی چیز نے اسے راضی کر لیا۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ: إِنَّ القُنُوعَ قد يَكُوْنُ بمعنى مِرضا والقانع بمعنى الراضي، قناعت کا معنی رضا بھی ہو سکتا ہے اور قانع کا معنی راضی۔ انہوں نے بطور دلیل یہ شعر پڑھا ہے:

وَقَالُوْ القَدْ نُهِيْتَ قُلْتُ كَلَّا
وَلٰكِنَّ اَعَزَّنِىَ القُنُوعُ

"لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تو متکبر ہو گیا ہے۔ تو میں نے کہا ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہے۔ لیکن مجھے قناعت نے عزت بخشی ہے۔"

لبید کا شعر ہے:

فَمِنْهُمْ سَعِيْدٌ آخِذٌ بِنَصِيبِهِ
وَمِنْهُمْ شَقِيٌّ بالمعشةِ قَانِعٌ

"لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو خوشحال ہیں اور اپنی قسمت لئے ہوئے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو کم نصیب اور نادار ہیں لیکن اپنی روزی پہ قانع ہیں۔"

مثل مشہور ہے: خَيْرُ الغِنىٰ القنُوعُ منكرٌ افقر الخضُوعُ: بہترین دولتمندی قناعت ہے اور بدترین ناداری عاجزی ہے۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ ممکن ہے کہ گداگر کو اس لئے قانع کہا جاتا ہے کہ اسے جو کچھ ملے اس پر راضی ہو جاتا ہے وہ تھوڑا ہو یا بہت وہ اسے قبول کرتا ہے رد نہیں کرتا۔ لہٰذا دونوں کلمات کا معنی رضا پر دلالت کرتا ہے المِقنَعُ اور المِقنَعَةُ (دونوں میں میم مکسور) اوڑھنی جس سے عورت اپنا سر ڈھانپتی ہے۔

القِنَاعُ: پردہ۔ المِقنَعَةُ سے زیادہ وسیع معانی رکھتا ہے۔

أَقْنَعَ رَأْسَهُ: اس نے اپنا سر اونچا کیا۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: مُقْنِعِي رُؤُسِهِمْ: وہ سر اٹھائے ہوں گے۔

ق ن ف ذ — القُنفُذُ: (فاء مضموم ومفتوح) اس کی جمع قَنَافِذُ ہے اور معنی خار پشت۔ سیہہ۔

ق ن م — الأَقَانِيمُ: اُصول، بنیادیں۔ اس کا واحد اُقْنُوم ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ رومی زبان کا کلمہ ہے۔

ق ن ن — القِنُّ: غلام۔ جب وہ اور اس کے ماں باپ دونوں غلام ہوں۔ یہ کلمہ تثنیہ، جمع اور تانیث کے صیغوں میں مشترک ہے۔ ممکن ہے عَبِيد بصیغہ جمع کو أَقْنَانٌ کہتے ہوں۔ پھر اس کی جمع اَقِنَّة ہو گی۔

القُنَّةُ: پہاڑ کی چوٹی (قاف مضموم)۔ اس کی مثال القُلَّةُ ہے۔ اور القُنَّةُ کی جمع قِنَانٌ ہے۔ اس کی مثال بُرْمَةٌ اور بِرَامٌ ہے۔ جمع کے دوسرے صیغے قُنَنٌ اور قُنَاتٌ ہیں۔

القِنِّينَةُ: (قاف مکسور اور نون مشدد) بوتل جس میں شراب ڈالی جاتی ہے۔ اس کی جمع قَنَانِيُّ ہے۔

القَوَانِين: قانون اس کا واحد ہے۔ یہ عربی لفظ نہیں ہے۔

ق ن ا — قَنَوْتَ الغَنَمَ: وغیرہ۔ قُنْوَةٌ اور قِنْيَتُهَا قِنْيَةٌ بھی۔ (قاف مکسور اور مضموم) تم نے بھیڑ بکریاں اپنے لئے رکھیں یا پالیں نہ کہ تجارت کے لئے۔

اقتِنَاءُ المال: وغیرہ۔ مال و دولت جمع کرنا۔ مثل ہے: لَا تَقْتَنِ مِنْ كَلْبِ سُوْءٍ جَرْواً: بدنسل برے کتے کا پلا نہ پال۔

قَنِيَ الرَّجُلُ (قاف مکسور) قِنىً بروزن رِضًا: وہ مالدار ہو گیا یا مطمئن اور راضی ہو گیا۔

أَقْنَاهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ نے اسے مالدار کر دیا۔ أَقْنَاهُ کا معنی یہ بھی ہے: اس نے اسے راضی کر لیا۔

القِنىَ: رضا۔ عربوں کے ہاں بطور محاورہ کہتے ہیں کہ: مَنْ أُعْطِيَ مائةً مِن

الضَّـأن فَـقَـدْ أُعْطِيَ الغِـنىٰ ومن أُعطي مـائـةً مِـنَ الإبِلِ فَقَدْ أُعْطِيَ لامُنيَ: جسے ایک سو بکریاں دی گئیں تو گویا اسے اَقْنِي یعنی اطمینان ورضا بخشا گیا۔ جسے ایک سو بھیڑ دی گئی اسے غنی یعنی مالداری دی گئی اور جسے سو اونٹ دیے گئے تو گویا اس کی آرزو پوری ہوگئی۔ کہا جاتا ہے: اَغْنَاهُ اللّٰه وَاَقْنَاهُ: اللہ نے اسے مالدار کر دیا اور اسے مطمئن اور راضی کر لیا۔ یعنی اللہ نے اسے وہ کچھ عطا کیا جس سے اسے سکون واطمینان حاصل ہو۔

القِنْوُ: انگور یا کھجور کا گچھا یا خوشہ۔ اس کی جمع القِنْوَانُ اور الأَقْنَاءُ ہے۔ القَنَا (الف مقصور) القنو کا ہم معنی۔ اس کی جمع اَقْنَاء بھی ہے۔

القَنَا: نیزے۔ اس کا واحد القَنَاةُ ہے اور اس کی جمع قَنَوَاتٌ اور فُعُولٌ کے وزن پر قُنِيٌّ بھی ہے۔ اور قِنَاءٌ بھی ہے جس کی مثال جَبَلٌ کی جمع جِبَالٌ ہے۔ اسی طرح القَنَاةُ: نہر جو کھودی جاتی ہے۔

اَحْمَرُ قَانٍ: گہرا سرخ۔

میرا کہنا ہے کہ مشہور اور معروف تو اَحْـمَـرُ قَـانِیءٌ (ہمزہ کے ساتھ) ہے جیسا کہ علمائے لغت نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے حتی کہ الجوہریؒ نے بھی اسے الھمزہ کے باب کے تحت لکھا ہے۔ اگر اس کلمے کے دو باب ہوتے تو وہ متنبہ کر دیتے۔ یا کسی اور عالم نے بھی اس معتل کلمات میں بیان کیا ہوتا۔ میں نہیں جانتا کہ صاحب کتاب کے علاوہ کسی اور نے اس کا ذکر کیا ہو، لہٰذا ممکن ہے کہ یہ سہو قلم ہو۔

القَنَا: ناک کا بلند بانسہ چنانچہ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ اَقْنَى الأنفِ: بلند بانسہ اور تنگ نتھنوں والا آدمی۔

اِمْرَأَةٌ قَنْوَاءُ: بلند بانسے اور تنگ نتھنوں والی عورت۔

ق ھ ر — قَهَرَهُ: اس نے اسے مغلوب کر لیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

القَهْقَرَى: واپس لوٹنا۔ پیچھے مڑنا۔

رَجَعَ القَهْقَرَى: اس نے رجعت قہقری کر لی یا پسپائی اختیار کر لی۔ یہ پسپائی ایک مخصوص قسم کی پسپائی ہے۔

ق ھ ق ھ — القَهْقَهَةُ: قہقہہ مار کر ہنسنا۔ جس سے قہ قہ کی آواز بلند نکلے۔

قَهٌّ اور قَهْقَهَ کا معنی ایک ہی ہے۔

القَـهْـوَةُ: شراب، قہوہ۔ کہا گیا ہے کہ یہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے بھوک جاتی رہتی ہے یعنی ختم ہو جاتی ہے۔

ق و ب — القُوبَاءُ: (واؤ مفتوح اور الف ممدود) ایک مشہور بیماری داد یا چنبل۔ یہ کلمہ مؤنث ہے اور غیر منصرف ہے۔ اس کی جمع قُوَبٌ بروزن غُلَبٌ ہے۔ واؤ پر

حرکت کے ثقیل ہونے کے باعث اسے ساکن بھی کر دیا جاتا ہے۔ اگر اسے ساکن کر دیا جائے تو پھر یہ مذکر ہوگا اور منصرف ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ: بَيْنَهُمَا قَابُ قَوْسٍ: ان دو کے درمیان ایک قوس کا فرق یا فاصلہ ہے۔ یہاں قاب کا معنی مقدار ہے۔

اَلْقَابُ: کمان کے کونے سے لے کر قبضے تک۔ اس طرح ہر کمان میں دو قاب ہوتے ہیں۔ یعنی قبضے کے دو طرف کی دو طرفیں۔ قول خداوندی ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ: سے مراد کمان کی یہی دو اطراف ہیں۔ یعنی قَابَيْن ہیں جسے قلب کر کے قاب قوسین کر دیا گیا ہے۔

ق و ت - قَاتَ اَهْلَهُ: اس نے اپنے اہل وعیال کو خوراک دی یا کھانا دیا۔ اس کا باب قَالَ اور کتب ہے۔ اور اس کا اسم القُوْتُ بمعنی روزی ہے۔ اس سے مراد وہ غذا ہے جس سے انسانی بدن قائم رہتا ہے۔

قُتُّهُ فَاقْتَاتَ: میں نے اسے روزی یا خوراک دی تو اس نے کھالی۔

اسْتَقَاتَهُ: اس نے خوراک طلب کی۔

هُوَ يَتَقَوَّتُ بِكَذا: وہ اس طرح روزی پاتا ہے۔

اَقَاتَ عَلَى الشَّيْءِ: وہ اس چیز پر قادر ہوا۔ یا اس نے قدرت پائی۔ الفَرَّاء کا قول ہے کہ المُقِيْتُ کا معنی ایسا مقتدر ہے جو ہر شخص کو روزی دیتا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا: اللہ تعالیٰ ہر چیز کو روزی دینے والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ المُقِيْتُ کا معنی ہے چیزوں کا حافظ ونگہبان اور شاہد ونگراں۔ (واللہ اعلم)

ق و د - قَادَ الفَرَسَ: اس نے گھوڑے کو چلایا، یا ہانکا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور مَقَادَةً (میم مفتوح) بھی۔ اور قِيْدُوْدَةً. اقْتَادَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ قَوَّدَهُ کا معنی بھی ہے۔ مشدد اظہار کثرت کے لئے کیا گیا۔

الاِنْقِيَادُ: مطیع ہو جانا۔ کسی کے چلائے چلنا۔ کہا جاتا ہے کہ: قَادَهُ فَانْقَادَ: اس نے اسے چلایا تو وہ چل پڑا۔ اسْتَقَادَ کا معنی بھی یہی ہے۔

القَوَدُ: (قاف اور دال دونوں مفتوح) قصاص۔

اَقَادَ القَاتِلَ بِالقَتِيْلِ: اس نے مقتول کا قصاص قاتل سے لیا، یعنی مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کر دیا۔ کہا جاتا ہے: اَقَادَهُ السُّلْطَانُ مِنْ اَخِيْهِ: سلطان نے اسے اس کے بھائی کے قتل کے بدلے قتل کر دیا۔

اسْتَقَادَ الحَاكِمَ: اس نے حاکم سے

مطالبہ کیا کہ مقتول کے بدلے قاتل کو قتل کیا جائے یعنی قاتل سے قصاص لیا جائے۔

المِقْـوَدُ: (میم مکسور) وہ رسی جو لگام میں باندھی جاتی ہے۔ جس سے جانور ہانکا جاتا ہے۔

القَائِدُ: قائد، لیڈر، سربراہ۔ اس کی جمع القادۃ اور القُوَّاد بروزن التُّفَّاح ہے۔

ق و ر — قَـوَّرَہٗ تَقْـوِیْراً: واقْتَوَرَہٗ واقْتَارَہٗ: سب کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے لپیٹ لیا۔ یا گولائی کے رخ کاٹ لیا۔ اسی سے لفظ قُوَارَۃُ القَمِیْصِ لفظ ماخوذ ہے جس کا معنی قمیص کی چندی یعنی درمیان سے کاٹا ہوا کپڑا۔ اس میں قاف مضموم اور واؤ مخفف ہے۔

قُوَارَۃُ البِطِّیْخِ: تربوز کے درمیان سے کاٹا ہوا حصہ۔ اقْتَوَرَہٗ و القَتَارَہٗ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ یعنی اس نے اسے گولائی کے رخ کاٹا۔

القَارُ: تارکول۔

ق و س — القَوْسُ: کمان۔ مذکر ومؤنث ایک جیسے۔ اس کی جمع قِسِیٌّ اَقْوَاسٌ اور قِیَاسٌ ہے۔

قَـاسَ الشَّیْءَ بِغَیْـرِہٖ وعلٰی غیرہ فـانْقَـاسَ: اس نے چیز کو دوسری چیز پر قیاس کیا تو وہ قیاس پر پوری اتری، یعنی قیاس کے مطابق نکلی۔ اس کا باب بَاعَ اور قَالَ ہے اور قِیَاساً بھی ہے۔ ان معنوں میں اَقَاسَہٗ نہیں کہتے۔

المِقْیَاسُ: مقدار۔

قَایَسَ بین الاَمْرَیْنِ: اس نے دو باتوں کے درمیان قیاس کیا۔ یعنی موازنہ کیا۔

اقْتَـاسَ الشَّیْءَ بِغَیْرِہٖ: اس نے ایک چیز کو کسی اور چیز پر قیاس کیا۔

ھُوَ یَقْتَاسُ بِاَبِیْہِ: وہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا ہے۔

ق و ض — قَـوَّضَ البِنَـاءَ تَقْوِیْضـاً: اس نے عمارت کو توڑے بغیر گرا دیا۔

تَقَوَّضَتِ الحِلَقُ والصُّفُوْفُ: حلقے اور صفیں بکھر گئیں۔

ق و ع — القَاعُ: ہموار اور نرم زمین کا ٹکڑا۔ اس کی جمع اَقْـوُعٌ، اَقْـوَاعٌ اور قِیْـعَـانٌ ہے۔ القِیْعَۃُ کا معنی بھی وہی ہے جو القاع کا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ القِیْعَۃُ جمع کا صیغہ ہے۔

قَاعَۃُ الدَّارِ: گھر کا صحن۔

ق و ف — قَافٌ: پہاڑ، جس کے ارد گرد زمینیں ہوتی ہوں یا زمینوں سے گھرا ہوا ہو۔

القَـائِفُ: آثار کا جاننے والا۔ قیافہ شناس۔ اس کی جمع القَـافَۃُ ہے۔ کہا جاتا ہے: قَـافَ اَثَـرَہٗ: اس نے اس کا نشان پہچان لیا اور نشان پر چل پڑا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اس سے مراد قَفَا اَثَرَہٗ ہے۔

ق و ل — قَالَ يَقُوْلُ قَوْلًا وقَوْلَةً ومَقَالًا وَمَقَالَةً: اس نے کہا۔ کہا جاتا ہے کہ: كَثُرَ القِيْلُ والقَالُ: قیل وقال یعنی بحث مباحثہ بڑھ گیا یا زیادہ ہو گیا۔ حدیث شریف میں ہے: نَهى عَنْ قِيلٍ وقَالٍ: حضور نبی اکرم ﷺ نے قیل وقال یعنی معاملات میں کرید کرنے اور مین میخ نکالنے سے منع فرمایا۔ اس میں قیل اور قال دو لفظ ہیں۔ اور بقول عبداللہؓ: ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ: (قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ): اور یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں۔ اور یہ سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اور اسی طرح القَالَةُ کا معنی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ كَثُرَتْ قَالَةُ النَّاسِ: لوگوں کا قیل وقال یا کرید بڑھ گئی۔ قُلْتُ اصل میں قَوَلْتُ تھا جس میں قاف مفتوح ہے۔ اس کو مضموم کہنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فعل متعدی ہے۔

رَجُلٌ قَوُوْلٌ وقَوْمٌ قُوْلٌ: باتونی شخص اور باتونی لوگ یعنی زیادہ باتیں کرنے والے۔ اس کی مثال صَبُوْرٌ اور صُبُرٌ ہے۔ چاہیں تو واؤ کو ساکن کر سکتے ہیں۔

رَجُلٌ مِقْوَلٌ ومِقْوَالٌ وقُوَلَةٌ وقَوَّالٌ اور تِقْوَالَةٌ بقول الکسائی بمعنی بہت زیادہ باتیں کرنے والا۔ المِقْوَلُ کا معنی زبان بھی ہے۔ القُوَّلُ جمع ہے اور اس کا واحد قَائِلٌ ہے اس کی مثال رَاكِعٌ اور رُكَّعٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: قَوَّلَهُ مالَمْ يَقُلْ تَقْوِيْلًا اور اَقْوَلَهُ مَالَمْ يَقُلْ: اس نے اس سے کچھ کہلوایا جو اس نے نہیں کہا۔ یعنی اس پر کہنے کا دعویٰ کیا۔

تَقَوَّلَ عَلَيْهِ: اس پر جھوٹ باندھا۔

اِقْتَالَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر حکم چلایا۔

قَاوَلَهُ فِي اَمْرِهٖ: اس نے اپنے معاملے میں اس سے بات کی۔

تَقَاوَلَا: ان دو آدمیوں نے آپس میں گفت وشنید کی۔ بعض اوقات اقْتَال کا معنی قَال بھی کیا گیا ہے۔

ق و م — القَوْمُ: لوگ (بغیر عورتوں کے) لفظاً اس کا واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ زُہیر کا شعر ہے:

وَمَا اَدْرِيْ ولَسْتُ اِخَالُ اَدْرِيْ
اَقَوْمٌ الُ حِصْنٍ ام نِسَآءٌ

''میں نہیں جانتا اور نہ میرا خیال ہے کہ میں جان سکوں کہ آلِ حصن مرد ہیں یا عورتیں ہیں''۔

قول خداوندی ہے: لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ: مرد دوسرے مردوں سے تمسخر نہ کریں اور اس کے ساتھ ہی فرمایا: وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ: اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں۔ (گویا قوم سے مراد صرف

مرد لئے گئے) ممکن ہے کہ اس آیت میں نِسَاءٌ تتبع کلام کے طور پر داخل ہوا ہو۔ کیونکہ کسی نبی کی قوم میں تو مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ قَوْمٌ کی جمع اَقْوَامٌ ہے اور جمع الجمع اَقَاوِمُ اور اَقَائِمُ ہے۔ اَلْقَوْمُ مذکر و مؤنث دونوں صیغوں میں یکساں ہے۔ کیونکہ ایسے اسماء جمع جن کا لفظاً واحد کا صیغہ نہ ہو جب وہ آدمیوں کے لئے استعمال ہو تو مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے مثلاً: اَلرَّهْطُ: خاندان اَلنَّفَرُ: لوگ اور اَلْقَوْمُ: قوم۔ قول خداوندی ہے: وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ: اور تیری قوم نے اس کی تکذیب کی۔ دوسرا قول خداوندی ہے: كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ: حضرت نوحؑ کی قوم نے تکذیب کی۔

قَامَ يَقُوْمُ قِيَامًا: وہ کھڑا ہوا۔

اَلْقَوْمَةُ: ایک دفعہ کا کھڑا ہونا۔ قومہ۔

قَامَ بِاَمْرِ كَذَا: وہ فلاں کام کے لئے اٹھا۔

قَامَ الْمَاءُ: پانی جم گیا۔

قَامَتِ الدَّابَّةُ: چوپایہ رک گیا یا ٹھہر گیا۔

قَامَتِ السُّوْقُ: بازار یا مارکیٹ تیز ہوگئی یعنی کاروبار تیز ہوگیا۔ ان تمام کا باب ایک ہی ہے۔

قَاوَمَهُ: اس نے کشتی میں اس کا مقابلہ کیا۔

تَقَاوَمُوْا: انہوں نے جنگ میں ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔

اَقَامَ بِالْمَكَانِ: اس نے مکان میں رہائش اختیار کی۔

اَقَامَهُ فِي مَوْضِعِهٖ: اس نے اسے اپنی جگہ کھڑا کیا۔

اَقَامَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو قائم کیا۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ: اور نماز قائم کرتے ہیں۔

اَلْمُقَامَةُ: (میم مضموم) اقامت یعنی رہائش پذیر ہونا۔ اور میم مفتوح ہو تو معنی مجلس ہوگا اور لوگوں کی جماعت مراد ہوگی۔ البتہ اَلْمَقَامُ اور اَلْمُقَامُ: دونوں کا معنی اقامت ہوسکتا ہے یا دونوں کا معنی جائے اقامت کیونکہ اسے قَامَ يَقُوْمُ سے مشتق بنائیں تو پھر یہ اَلْمُقَامُ مضموم ہوگا۔ اور قول خداوندی: لَا مَقَامَ لَكُمْ: کا معنی ہوگا کہ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے۔ اس آیت کو لَا مُقَامَ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی ہوگا۔ تمہارے لئے یہاں ٹھہرنا نہیں ہے۔ دوسری آیت: حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا: میں مُقَامًا کا معنی جائے اقامت یعنی جگہ ہے۔

اَلْقِيْمَةُ: قیمت۔ اس کی جمع اَلْقِيَمُ ہے۔

قَوَّمَ السِّلْعَةَ تَقْوِيْمًا: اس نے سامان درست کیا۔ اہل مکہ کہتے ہیں: اِسْتَقَامَ السِّلْعَةَ: اس نے سامان درست کیا۔ ان

دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔
الإِسْتِقَامَةُ: اعتدال۔ ٹھہراؤ۔ کہا جاتا ہے: اِسْتَقَامَ لَهُ الأَمْرُ: اس کا کام بن گیا۔ یا اعتدال پر آ گیا یا کام سیدھا ہوا۔ قول خداوندی ہے: فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ: اس کی طرف سیدھے ہو جاؤ۔ یعنی جوں سے توجہ ہٹا کر صرف خدا کی طرف سیدھے متوجہ ہو جاؤ۔
قَوَّمَ الشَّيْءَ تَقْوِيمًا: اس نے چیز کو سیدھا کیا۔ فَهُمَ قَوِيمٌ تو وہ سیدھی ہو گئی۔ لوگوں کا یہ قول کہ مَا أَقْوَمَهُ: وہ کس قدر سیدھا ہے، شاذ ہے۔ اور قول خداوندی ہے: "ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ"۔ الْقَيِّمَةُ کے مؤنث لانے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد ملت حنیفہ ہے جو مؤنث ہے۔
الْقَوَامُ: (قاف مفتوح) عدل۔ قول خداوندی ہے: وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا: دو انتہاؤں کے درمیان یہ اعتدال وعدل کا راستہ ہے۔
قِوَامُ الأَمْرِ: (قاف مکسور) معاملہ کا نظام اور اس کا ستون۔ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ قِوَامُ اَهْلِ بَيْتِهٖ: فلاں شخص اپنے گھر والوں کا کرتا دھرتا ہے۔ قوام کی جگہ قیام اهل بَيْتِهٖ بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ شخص جو گھر کے معاملات چلاتا ہو۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا: اور نابالغ بچوں کو اپنی وہ جائیدادیں سپرد نہ کرو جن کا ذمہ دار اللہ نے تم کو بنایا ہے یا جسے اللہ تعالیٰ نے تمہاری ذمہ داری بنایا ہے۔ قِوَامُ الأَمْرِ کا معنی املاک یعنی سرمایہ یا سہارا بھی ہے۔ لفظ اقوام مفتوح بھی ہے۔
قَامَةُ الإِنسانِ: انسان کا قد کاٹھ۔ اس کی جمع قَامَاتٌ اور قِيَمٌ ہے۔ اس کی مثال تَارَاتٌ اور تِيَرٌ ہے۔
قَائِمُ السَّيْفِ وقَائِمَتُهُ: تلوار کا دستہ پکڑنے کی جگہ۔
القَائِمَةُ: ٹانگ۔ اس کی جمع قوائم
الدَّابَّةِ: چوپایوں کی ٹانگیں۔
القَيُّومُ: ذات باری کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام۔ حضرت عمرؓ نے اسے الحَيُّ القَيَّامُ پڑھا ہے۔ یہ بھی القَيُّومُ کا ایک لہجہ ہے۔
يَوْمُ القِيٰمَةِ: قیامت کا دن۔

ق و ہ — القُوهِيُّ: ایک قسم کا سفید کپڑا۔

ق و ا — القُوَّةُ: طاقت۔ اس کی ضد الضعف بمعنی کمزوری ہے۔
القُوَّةُ: اسی کی مضبوطی۔ اس کی جمع قُوًى ہے۔
رَجُلٌ شَدِيْدُ القُوَى: لوگوں کی گرفت کرنے میں سخت مضبوط۔

اَقْوَی الرَّجُلُ: وہ شخص جس کی سواری بہت مضبوط ہو۔ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ قَوِیٌّ مُقْوٍ: فلاں آدمی خود بھی مضبوط ہے اور اس کی سواری بھی مضبوط ہے۔

القِیُّ (قاف مکسور) والقَوَی والقَوَاءُ: (الف مقصور وممدود) چٹیل میدان۔

مَنْزِلٌ قِوَاءٌ: تنہائی اور وحشت کی جگہ یا مکان۔

قَوِیَتِ الدَّارُ واَقْوَتْ: گھر خالی ہو گیا یا سُنا ہو گیا۔

اَقْوَی القَوْمُ: لوگ خالی جگہ یا وحشتناک جگہ میں آ گئے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِینَ: اور بھوکے لوگوں کے لئے ساز وسامان ہے۔ کہا گیا ہے کہ المُقْوِی کا معنی وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی زاد راہ نہ ہو۔

قَوِیَ الضَّعِیفُ: کمزور آدمی قوی اور طاقتور ہو گیا۔ (واؤ مکسور) اس کا مصدر قُوَّۃٌ اور اسم فاعل قَوِیٌّ ہے۔ تَقَوَّی کا معنی بھی یہی ہے۔ قَاوَاہ فَقَوَاہُ: وہ اس پر غالب آ گیا۔

قَوِیَ المَطَرُ قَوًی: بارش رک گئی۔

الدَّجَاجَۃُ تُقَوْقِی قَوْقَاۃً وقِیْقَاءً: مرغی کڑکڑ کرتی ہے۔ یہ فَعْلَلَ، فَعْلَلَۃً اور فِیلَالًا کے ابواب میں سے ہے۔

ق ی ا - قَاءَ: اس کا باب بَاعَ ہے۔ واسْتَقَاءَ (الف ممدود) وتَقَیَّأ: اس نے قے کی۔ جھوٹ موٹ قے کی یا جان بوجھ کر قے کی۔

ق ح ی - القَیْحُ: پیپ یا پس جس میں خون شامل نہ ہو، کہتے ہیں۔

قَاحَ القُرْحُ: زخم میں پیپ پڑ گئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

قَیَّحَ تَقْیِیحًا اور تَقَیَّحَ تَقَیُّحًا: پیپ بہہ نکلی یا پیپ پڑ گئی۔

ق ی د - القَیْدُ: بیڑی۔ اس کی جمع القُیُودُ ہے۔

قَیَّدَ الکِتَابَ: اس نے لکھائی پر حرکات لگا دیں۔

بَیْنَهُمَا قَیْدُ رُمْحٍ: ان دو کے درمیان ایک نیزے کی مقدار کا فاصلہ ہے۔

قَیْدُوْدَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ق و د'۔

ق ی ر - القِیرُ: تارکول۔

قَیَّرَ السَّفِینَۃَ تَقْیِیرًا: اس نے کشتی پر تارکول مل دیا۔

ق ی س - قَاسَ الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ: اس نے ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ موازنہ کیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ: بَیْنَهُمَا قِیسُ رُمْحٍ: ان دو آدمیوں کے درمیان ایک نیزے کے برابر فاصلہ ہے۔ قَاسُ رُمْحٍ بھی کہا جاتا ہے۔

ق ی ص — انْقَاصت البئرُ: کنواں گر گیا۔ اصمعی کا قول ہے کہ المُنقاصُ کا معنی المُنقَعِرُ یعنی جڑوں سے کھوکھلا یا کھدا ہوا ہے اور المُنْقَاضُ کا معنی لمبائی کے رخ پھٹا ہوا ہے اور ابو عمرو کا کہنا ہے۔ ان دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی میں یہ لفظ دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے: يُرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ: صاد کے ساتھ اور ضاد کے ساتھ۔ دونوں حرف مخفف ہیں۔ یعنی انہیں الازہری نے نقل کیا ہے۔

ق ی ض — انقَاضَ الجِدَار انقياضًا: دیوار میں گرے بغیر دراڑ پڑ گئی۔ یا دیوار پھٹ گئی۔

میرا کہنا ہے کہ قرآن کی آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: يُرِيْدُ اَنْ يَّنقَضَّ: اس کا ذکر ہم نے بذیل مادہ ق ی ص کر دیا ہے۔

قَايَضَهُ مُقَايَضَةً: اس نے اسے سامان کے بدلے دیا۔ یا سامان کے ساتھ تبدیل کیا۔

قَيَّضَ اللّٰهُ تعالٰى فُلانًا لِفُلانٍ: اللہ تعالیٰ نے فلاں کو فلاں کے مقدر کیا یا اللہ تعالیٰ فلاں کو فلاں کے پاس لایا اور وہ اسے بخش دیا۔ قول خداوندی ہے: وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ: ہم نے شیطان کو ان کا ہم نشین بنا دیا۔

ق ی ظ — القَيْظُ: موسم گرما کی تپش۔

قَاظَ بالمَكَانِ: وہ گرمیوں میں مکان میں ٹھہرا۔

تَقَيَّظَ بِهِ: اس نے اس میں گرمیاں گزاریں۔ ایسی جگہ کو مَقِيظٌ کہتے ہیں۔

قَاظَ يَوْمُنَا: ہمارا آج کا دن سخت گرم ہو گیا ہے۔

ق ی ل — القَائِلَةُ: دوپہر۔ کہا جاتا ہے کہ: اَتَانَا عِنْدَ القَائِلَةِ: وہ ہمارے پاس دوپہر کے قریب آیا۔ القَائلة کا معنی قیلولہ دوپہر کا آرام کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ قَالَ: اس نے قیلولہ کیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اور قَيْلُوْلَةً بھی۔ اور مَقِيْلًا بھی۔ اس کا اسم فاعل قَائِل ہے۔

قَوْمٌ قَيْلٌ: قیلولہ کرنے والے لوگ۔ اس کی مثال صَاحِبٌ اور صَحْبٌ ہے۔ قُيَّلٌ بھی کہا جاتا ہے جس میں یاء مشدد ہے۔ یعنی قیلولہ کرنے والے۔

القَيْلُ: دوپہر کے وقت کے پینے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: قَيَّلَهُ فَتَقَيَّلَ: اس نے اسے دوپہر کو پلایا تو اس نے پی لیا۔

اَقَالَهُ البَيْعَ اقالَةً: اس نے اس کی بیع فسخ کر دی۔ شاید اسے اَقَالَهُ کی بجائے قَالَهُ بھی کہا گیا ہے۔ اس میں شروع کا الفاظ نہیں ہے۔ لیکن یہ بہت کم مروّج ہے۔

اسْتَقَالَهُ البَيْعَ فَاَقَالَهُ اِيَّاهُ: اس نے

اسے بیع فسخ کرنے کو کہا تو اس نے اسے فسخ کر دیا۔

ق ی ن — القَیْنُ: لوہار۔ اس کی جمع قُیُوْنٌ ہے۔ القَیْنُ کا معنی غلام بھی ہے۔

القَیْنَةُ: لونڈی۔ وہ گانے والی ہو یا نہ ہو۔ اس کی جمع قِیَانٌ ہے۔

باب الکاف

ک ا ب — الکَآبَۃُ: (الف ممدود) بدحالی، خستہ حالی، دکھ کے مارے انکسار۔ قَدْ کَئِبَ: وہ دکھ کے مارے بدحال ہوا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے اور کَآبَۃٌ بروزن رَھْبَۃٌ بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل کَئِیْبٌ بمعنی دکھ کا مارا ہوا۔ اِمْرَأَۃٌ کَئِیبَۃٌ اور کَأْبَاءُ (الف ممدود) دُکھیاری۔ اِکْتَأَبَ کا بھی یہی معنی ہے۔

ک ا د — عَقَبَۃٌ کَئُوْدٌ: پیچیدہ گھاٹی۔

ک ا س — الکَأْسُ: جام پیالہ، مؤنث ہے۔ قول خداوندی ہے: بِکَأْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ بَیْضَاءَ: شراب لطیف کے جام جو رنگ میں سفید ہوں گے۔ ابن الاعرابی کا قول ہے کہ پیالے کو تب تک کَأْسٌ (جام) نہیں کہتے جب تک اس میں شراب نہ ہو۔ اس کی جمع کُؤُوْسٌ ہے۔

ک ب ب — کَبَّہُ اللّٰہُ بِوَجْھِہٖ فَاَکَبَّ ھُوَ عَلٰی وَجْھِہٖ: خدا نے اسے اوندھا کر دیا تو وہ اندھا ہو گیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ یہ نادر اور شاذ بات ہے کہ کوئی فعل فَعَلَ کے وزن پر متعدی ہو اور اَفْعَلَ کے وزن پر لازم ہو۔ کَبْکَبَہٗ: اس نے اسے اوندھا کر دیا۔ قول خداوندی ہے: فَکُبْکِبُوْا فِیْھَا: پھر انہیں اوندھے منہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اَکَبَّ فُلَانٌ عَلٰی کَذَا یَفْعَلُہٗ وانْکَبَّ دونوں کا ایک ہی معنی ہے، یعنی وہ پورے انہماک کے ساتھ فلاں کام کرنے میں لگ گیا۔ یا کام میں جت گیا۔ الکَبَابُ: کباب۔ میرا کہنا ہے کہ اس کا فعل التَّکْبِیْبُ ہے۔

ک ب ت — الکَبْتُ: دور کرنا، مغلوب کرنا اور ذلیل کرنا۔ کہا جاتا ہے: کَبَتَ اللّٰہُ العَدُوَّ: خدا دشمن کو ذلیل و مغلوب کرے اور دور کرے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کَبَتَہٗ لِوَجْھِہٖ: اللہ اسے اوندھے منہ ذلیل کرے اور پچھاڑ دے۔

ک ب ح — کَبَحَ الدَّابَّۃَ: جانور کو لگام کھینچ کر روک لینا تاکہ وہ رک جائے اور آگے نہ چلے۔ لگام دینا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ک ب د — الکَبِدُ: اور الکِبْدُ بروزن کَذِبٌ اور کِذْبٌ: کلیجہ۔ اس کی جمع اَکْبَادٌ ہے۔ اسے باء ساکن کر کے کَبْدٌ بروزن فَلْسٌ بھی کہتے ہیں۔ جس طرح فَخِذٌ کو فَخْذٌ کہتے ہیں۔ کَبِدُ السَّمَاءِ: آسمان کا وسط۔ الکَبَدُ (کاف

اور باء دونوں مفتوح) سختی اور مشقت۔ قول خداوندی ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ: بے شک ہم نے انسان کو سختی اور مشقت میں پیدا کیا۔

كَابَدَ الْأَمْرَ: اس نے کام کی شدت اور سختی کو جھیلا۔ الْكُبَادُ: (کاف مضموم) کلیجے کی درد۔ حدیث شریف میں ہے: الْكُبَادُ مِنَ الْعَبِّ: کلیجے کا درد غٹاغٹ پانی پینے سے ہوتا ہے۔ اور لوگوں کا قول: تُضْرَبُ اِلَيْهِ اَكْبَادُ الْاِبِلِ: علم وغیرہ کی تلاش میں اس کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔

ک ب ر- كَبِرَ: وہ بڑا ہو گیا۔ یعنی اس کی عمر بڑھ گئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور مَكْبِرًا بروزن مَجْلِس بھی۔ کہا جاتا ہے: عَلاهُ الْمَكْبِرُ: اس پر بڑے ہونے کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔ اس کا اسم الْكَبْرَةُ ہے۔ کہا جاتا ہے: عَلَتْهُ كَبْرَةٌ: اس پر بڑا ہونے کے آثار ظاہر ہیں۔

كَبُرَ يَكْبُرُ: وہ بڑا ہو گیا (باء مضموم) كِبَرًا بروزن عِنَب اس کا اسم فاعل كَبِيْرٌ ہے اور كُبَارٌ (کاف مضموم) ہے۔ اور جب فعل میں افراط کا اظہار مقصود ہو تو كُبَّارًا کہا گیا ہے۔ اس میں باء مشدد ہے۔

الْكِبْرُ: (کاف مکسور) عظمت، بڑائی، یہی معنی ہے الْكِبْرِيَاءِ (کاف مکسور اور الف ممدود) کا ہے۔ كِبْرُ الشَّيْئِ (کاف مکسور) چیز کا بڑا حصہ۔ اس لفظ کا یہی معنی قول خداوندی: وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهُ: میں نے لوگوں کے اس قول: هُوَ كُبْرُ قَوْمِهِ: (کاف مضموم کا معنی یہ ہے وہ نسب کے اعتبار سے اپنی قوم میں جدا علی کے زیادہ قریب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الْوَلَاءُ لِلْكُبْرِ: ترکہ خاندان کے بڑے آدمی کو ملے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ایک آدمی فوت ہو جائے اور ایک بیٹا اور پوتا چھوڑ مرے اس کی وراثت بیٹے کو ملے گی اور پوتے یعنی بیٹے کے بیٹے کو نہیں ملے گی۔

الْكَبَرُ: (کاف اور باء مفتوح) فارسی سے معرب ہے اور معنی ہے ایک خاردار درخت یا جھاڑی۔

الْكُبْرَى: الْأَكْبَرُ کی مؤنث۔ اس کی جمع كُبَرُ (باء مفتوح) ہے۔ اور الْاَكْبَرُ کی جمع الْأَكَابِرُ اور الْاَكْبَرُوْنَ ہے۔ اسے كُبَرٌ نہیں کہا جاتا کیونکہ یہ خاص طور پر صفت کے لئے بنا ہے جس طرح الْاَحْمَرُ اور الْأَسْوَدُ ہے۔ لیکن اَحْمَرُ کی طرح اَكْبَرُ کو بطور صفت استعمال نہیں کر سکتے اور یوں نہیں کہہ سکتے کہ: هٰذَا رَجُلٌ اَكْبَرُ: تا آنکہ اس کے بعد مِنْ نہ

لگایا جائے۔ یا اس پر الف لام نہ داخل کیا جائے۔ لوگوں کے اس قول: تَوَارَثُوا الْمَجْدَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ: یکے بعد دیگرے اپنے بزرگوں سے ورثے میں حاصل کی۔ اَكْبَرَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو بڑا سمجھا، یا کہا۔

التَّكْبِيرُ: تعظیماً کسی کو بڑا سمجھنا یا اس کی تعظیم کرنا۔

التَّكَبُّرُ والاسْتِكْبَار: بڑائی۔ گھمنڈ۔ لوگوں کا یہ قول: اَعَزُّ مِنَ الكِبْرِيتِ الأَحْمَرِ: خالص سونے سے زیادہ قیمتی۔ دوسرے قول: اَعَزُّ مِنْ بَيْضِ الأَنُوقِ: شکرے کے انڈوں سے زیادہ نایاب کی طرح ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے: ذَهَبٌ كِبْرِيتٌ: خالص سونا۔

ک ب س — الكِبَاسَةُ: (کاف مکسور) انگور کے گچھے کی طرح کھجور کا گچھا یا خوشہ۔

الكَابُوسُ: رات کو بے ہوشی کا دورہ۔ کہا جاتا ہے کہ انسان پر یہ دورہ مرگی سے پہلے پڑتا ہے۔

ک ب ش — الكَبْشُ: مینڈھا۔ نر بھیڑ۔ اس کی جمع اَكْبَاش اور اكبُش ہے۔

كَبْشُ القَوْمِ: قوم کا سردار۔

ک ب ل — المُكَابَلَةُ: تمہارے پڑوس میں کوئی مکان بک رہا ہو اور تمہیں اس مکان کی ضرورت ہو۔ تم خود اسے خریدنا مؤخر کر دو تا کہ کوئی اور شخص اسے خریدے تو پھر تم حق شفعہ کا دعویٰ کر کے خرید لو، ایسا کرنا مکروہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں اس کا ذکر ہے۔

ک ب ا — كَبَا لِوَجْهِهِ: وہ منہ کے بل گرا۔ اس کا اسم فاعل كَابٍ ہے۔

كَبَا الزَّنْدُ: چقماق نے آگ نہیں دی۔ ان دونوں کا باب عَدَا ہے۔

ک ت ب — كَتَبَ: كِتَابًا وكِتَابَةً: اس نے لکھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الكِتَابُ کا معنی فرض، حکم اور تقدیر بھی ہے۔

الكَاتِبُ: عربوں کے ہاں اس کا معنی عالم ہے۔ اسی سے قول خداوندی ہے: أَمْ عِنْدَهُمُ الغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ: یا ان کے پاس غیب کا علم ہے جو اسے وہ لکھ لیتے ہیں۔

الكُتَّابُ: (کاف مضموم اور تاء مشدد) لکھنے والے لوگ۔

المَكْتَبُ: لکھنے کی جگہ۔ اس کی جمع الكَتَاتِيبُ اور المَكَاتِبُ ہے۔

الكَتِيبَةُ: فوج یا فوجی دستہ۔

اِكْتَتَبَ: اس نے لکھا۔ اكْتَتَبَ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو سلطان کے دیوان میں درج کرایا۔

المُكْتِبُ: بروزن المُخْرِجُ: جو کتابت سکھاتا ہو۔

اِسْتَكْتَبَهُ الشَّيْئَ: اس نے اس سے لکھ کر دینے کو کہا۔
الْمُكَاتَبَةُ والتَّكَاتُبُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی غلام کا مالک کی شرط پوری کرنے پر آزاد ہونے کا معاہدہ۔
الْمُكَاتَبُ: وہ غلام جو مالک کو ایک معین قیمت ادا کرنے کی شرط پر آزادی حاصل کرے۔

ک ت ع - كُتَعُ: اس کا واحد كَتْعَاء ہے۔ مؤنث کی تاکید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ: اِشْتَرَيْتُ هٰذِهِ الدَّارَ جَمْعَاءَ كَتْعَاءَ: میں نے یہ گھر سارے کا سارا خرید لیا ہے۔ اور رَأَيْتُ أَخَوَاتِكَ جُمَعَ كُتَعَ: میں نے تیری سب کی سب بہنوں کو دیکھا۔ اور رَأَيْتُ الْقَوْمَ أَجْمَعِيْنَ أَكْتَعِيْنَ: میں نے سب کے سب لوگوں کو دیکھا۔ تاکید کے لئے لفظ كُتَعَ کو لفظ جُمَعَ سے پہلے نہیں لایا جاتا اور نہ ہی اس لفظ كُتَعُ کو اکیلے استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ جُمَعُ کے اتباع میں آتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ لوگوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: أَتَى عَلَيْهِ حَوْلٌ كَتِيعٌ: یعنی اس پر پورا ایک سال گزر گیا۔

ک ت ف - الْكَتِفُ: اور الْكِتْفُ: کندھا۔ اس کی مثال كَبِدٌ اور كِبْدٌ ہے۔ اس کی جمع الْأَكْتَافُ ہے۔
كَتَفَهُ بِالْكِتَافِ: اس نے رسی سے اس کے ہاتھ الٹے باندھ لئے۔ یعنی پشت کی طرف۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ک ت ل - الْكُتْلَةُ: ٹکڑا۔ گوند وغیرہ کا گھٹا ہوا ٹکڑا۔
الْمِكْتَلُ: زنبیل کی طرح کا تھیلا جس میں پندرہ صاع چیز سماتی ہو۔
الْمُكَتَّلُ: (تاء مشدّد) کوتاہ قد۔
التَّكَتُّلُ: چلنے کا ایک خاص انداز۔

ک ت م - كَتَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز چھپالی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور كِتْمَانًا (کاف مکسور) بھی۔
اِكْتَتَمَهُ: اس نے اسے چھپالیا۔
سِرٌّ كَاتِمٌ: پوشیدہ راز۔
مُكَتِّمٌ: چھپانے میں مبالغہ کرنے والا۔
اسْتَكْتَمَهُ سِرَّهُ: اس نے اسے اس کا بھید چھپانے کو کہا۔ كَاتَمَهُ سِرَّهُ: اس نے اس کا راز یا بھید چھپایا۔ رَجُلٌ كُتَمَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: اپنا راز چھپانے والا آدمی۔ الْكَتَمُ: ایک پودا یا گھاس جسے وسمہ کے ساتھ ملا کر خضاب میں استعمال کیا جاتا ہے۔

ک ت ن - الْكِتَّانُ: بریشم۔

ک ث ب - الْكَثِيبُ مِنَ الرَّمْلِ الْمُجْتَمِعُ: ریت کا اکٹھا ڈھیر۔

ک ث ث ــ كَثَّ الشَّيْئُ: چیز گاڑھی ہوگئی یا گھنی ہوگئی۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔

لِحْيَةٌ كُثَّةٌ، وَكَثَّاءُ: (الف ممدود اور ثاء مُشدّد) گھنی داڑھی۔ رَجُلٌ كَثُّ اللِّحْيَةِ: گھنی داڑھی والا آدمی۔

الكَثْرَةُ: کثرت، زیادہ ہونا۔ اس کی ضد القِلَّةُ ہے۔

الكِثْـرَة: (کاف مکسور) اس لفظ کا ایک ردی اور ناکارہ لہجہ ہے۔ قَدْ كَثُرَ يَكْثُرُ (ثاء مضموم) كَثْرَةً: وہ زیادہ ہوا۔ یعنی اس کی مقدار یا تعداد بڑھ گئی۔ اس کا اسم فاعل كَثِيْرٌ ہے۔

قَوْمٌ كَثِيْرٌ: بڑی کثیر التعداد قوم۔

هُمْ كَثِيْرُوْنَ: وہ بہت ہیں۔

اَكْثَرَ الرَّجُلُ: آدمی کثیر المال یعنی مال دار ہوگیا۔

كَاثَـرُوهُمْ فَكَثَـرُوهُمْ: انہوں نے کثرت میں دوسروں پر غلبہ پالیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اِسْتَكْثَرَ مِنَ الشَّيْئِ: اس نے چیز زیادہ طلب کی۔

الكُثْرُ: (کاف مضموم) بہت زیادہ مال و دولت۔ کہا جاتا ہے: مَالَهُ قُلٌّ وَلَا كُثْرٌ: نہ اس کے پاس تھوڑا مال ہے نہ زیادہ یعنی کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى القُلِّ والكُثْرِ: کم مال اور زیادہ مال، ہر دو پر اللہ کا شکر ہے۔ یعنی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔

القِـلُّ و الكِثْرُ: (مضموم ومکسور) دونوں تلفظ دُرست ہیں۔

التَّكَاثُرُ: کثرت میں باہم مقابلہ۔

الكَوْثَرُ مِنَ الرِّجَال: لوگوں میں کثیر الخیر شخص۔

الكَوْثَرُ: بہت زیادہ گرد وغبار۔ الْكَوْثَرُ: جنت میں ایک دریا یا نہر۔

الكَثَـرُ: (کاف اور ثاء دونوں مفتوح) کھجور کے درخت کا گابھا۔ سفید رنگ کا سیال مادہ۔ بعض لوگوں نے اس کا معنی کھجور کے درخت کا تنا کہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ ولا كَثَرٍ: پھل کے چُرانے اور کھجور کا گابھا چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ک ث ف ــ الكَثَافَةُ: غلاظت وگندگی۔ اس کا باب ظَـرُفَ ہے اور اسم فاعل كَثِيْفٌ ہے اور تكاثُفٌ بھی ہے۔

ک ح ل ــ الكُحْـلُ: سُرمہ، کاجل۔

الأَكْحَـلُ: بازو میں ایک رگ جس سے فصد لی جاتی ہے۔ اسے عِـرْقُ الأَكْحَل نہیں کہتے۔

رَجُـلٌ اَكْحَـلُ: سُرمہ ڈالے ہوئے آدمی۔ سرگیں شخص۔

رَجُلٌ الكَحَـلِ: جس کی پلکیں سُرمہ

لگائے بغیر سُرمگیں ہوں۔

عَيْنٌ كَحِيلٌ: سرمگین آنکھ۔

اِمْرَأَةٌ كَحْلَاءُ: سرمگین آنکھوں والی عورت۔ المُكْحَلُ والمِكْحَالُ: سُرمہ سلائی۔ المُكْحُلَةُ: (میم اور حاء مضموم) سُرمہ دانی۔ آلات میں سے یہ واحد اسم ہے جو مضموم الاول ہے۔

تَمَكْحَلَ الرَّجُلُ: آدمی نے سُرمہ دانی پکڑی۔ كَحَلَ عَيْنَهُ: اس نے اپنی آنکھوں میں سُرمہ ڈالا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ تَكَحَّلَ اور اِكْتَحَلَ دونوں کا یہی معنی ہے یعنی اس نے سُرمہ ڈالا یا سُرمہ لگایا۔

ک د ح - الكَدْحُ: کام کرنا۔ کوشش کرنا۔ مشقت برداشت کرنا اور کمائی کرنا۔ اس کا معنی کریدنا اور خراش کرنا یا چھیلنا بھی ہے۔ ان سب کا باب قَطَعَ ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّكَ كَادِحٌ اِلَى رَبِّكَ: تو اپنے پروردگار کی طرف دوڑ کر آنے والا ہے۔

بِوَجْهِهِ كُدُوحٌ: اس کے چہرے پر خراشیں ہیں۔ هُوَ يَكْدَحُ لِعِيَالِهِ: وہ اپنے کنبے کے لئے جان مار کر روزی کماتا ہے۔

يَكْتَدِحُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ک د د - الكَدُّ: سختی کار، محنت اور مشقت سے روزی کمانا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

كَدَّهُ: اس نے اسے مشقت میں ڈال دیا یا تھکا دیا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

ک د ر - الكَدَرُ: گدلا پن۔ اس کی ضد الصَّفْوُ ہے۔ اس کا باب طَرِبَ اور سَهُلَ ہے۔ اس کا اسم فاعل كَدِرٌ اور كَدْرٌ یعنی گدلا ہے۔ اس کی مثال فَخِذٌ اور فَخْذٌ ہے۔

تَكَدَّرَ: گدلا ہو گیا۔

كَدَّرَهُ غَيْرُهُ تَكْدِيرًا: کسی نے اسے گدلا کیا۔

اَلْكَدَرُ مصدر بھی ہے۔

الْأَكْدَرُ: ایسا شخص جس کی رنگت میں گدلا پن ہو۔

الْأَكْدَرِيَّةُ: قانون میراث (فرائض) کا ایک معروف مسئلہ۔

الكُنْدُرُ: لوبان۔

اِنْكَدَرَ: وہ تیز چلا۔

اِنْكَدَرَتِ النُّجُومُ: تاروں کی روشنی ماند پڑ گئی۔

ک د س - الكُدْسُ: بروزن القُفْلُ: کھانا۔ اس کی جمع اَلْدَاسُ ہے۔

ک د ش: کہا جاتا ہے کہ: هُوَ يَكْدِشُ لِعِيَالِهِ: وہ اپنے اہل و عیال کے لئے سخت محنت و مشقت کرتا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

كَدَسُ مِنْ فُلَانٍ عَطَاءً وَاكْتَدَشَ: اس نے فلاں شخص سے بخشش یا عطیہ پایا۔

الْكُنْدُشُ: ایک قسم کی دوا۔

ک د م—**الْكَدْمُ:** اگلے دانتوں سے کاٹنا جس طرح گدھا کاٹتا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

ک د ن—**الْكَوْدَنُ:** ٹٹو۔ جس کے ساتھ کندذہن کو تشبیہ دی جاتی ہے۔

ک د ی—**اَكْدَى الرَّجُلُ:** آدمی لاخیر ہوگیا۔ آدمی بے فیض ہوگیا۔ قول خداوندی ہے: **وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى:** اس نے تھوڑی سی سخاوت کی (پھر) بے فیض ہوگیا۔ یعنی تھوڑی سی بھلائی بھی منقطع کردی۔

ک ذ ا—**كَذَا** یوں، اس طرح۔ کسی چیز کی طرف اشارہ کر کے کہنا۔

فَعَلَ كَذَا وَكَذَا: اس نے یوں یوں کام کیا۔ اگر کنایہ اور اشارہ عدد کی طرف ہو تو اس کا مابعد بطور تمیز منصوب ہوتا ہے مثلاً: **عِنْدِي كَذَا دِرْهَمًا:** میرے پاس اتنے درہم ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ہم **عِنْدِيْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا** کہیں۔

كَذَا: اسم مبہم ہے مثلاً: کہتے ہیں کہ **فَعَلْتُ كَذَا:** میں نے ایسا کیا۔ بعض اوقات یہ لفظ کَمْ کے معنوں میں آتا ہے تو اس صورت میں بطور تمیز اپنے مابعد کو نصب دیتا ہے۔ مثلاً: **عِنْدِي كَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا:** یہ گویا کنایہ اور اشارہ ہے۔

ک ذ ب—**كَذَبَ يَكْذِبُ:** (ذال مکسور) كِذْبًا اور كَذِبًا بروزن عِلْم وكَتِف یعنی اس نے جھوٹ کہا۔ اس کا اسم فاعل كَاذِبٌ ہے۔

كَذَّابٌ، كَذُوبٌ، كَيْذُبَانٌ، (ذال مضموم)، **مَكْذَبَانٌ** (ذال مضموم)، **مَكْذَبَانَةٌ** (ذال مفتوح)، **كُذَبَةٌ** بروزن هُمَزَةٌ اور **كُذْبُذُبٌ:** (کاف مضموم، دونوں ذال مخفف) اور بعض اوقات پہلی ذال مُشدد جیسے **كُذُّبْذُبٌ**۔

كَاذِبٌ کی جمع **الْكُذَّبُ** ہے اس کی مثال رَاكِعٌ اور رُكَّعٌ ہے۔

التَّكَاذُبُ: ایک دوسرے سے جھوٹ بولنا۔ اس کی ضد التَّصَادُقُ ہے۔

الْكُذُبُ: (کاف اور ذال مضموم) كَذُوبٌ کی جمع ہے اور اس کی مثال صَبُوْرٌ کی جمع صُبُرٌ ہے۔ بعض نے آیت قرآنی کو یوں پڑھا ہے: **لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكُذُبُ:** (اور یوں ہی جھوٹ جو تمہاری زبان پر آجائے)۔ یہاں اسے اَلْسِنَةٌ کی نعت بنایا گیا ہے۔

الْاُكْذُوْبَةُ: جھوٹ۔

اَكْذَبَهُ: اس نے اسے جھوٹا کہا۔ **كَذَّبَهُ:** اس نے اس سے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا ہے۔ یعنی اس نے اسے جھٹلایا۔ الکسائی رحمہ اللہ کا

اللہ کا قول ہے کہ اَكْذَبَهٗ کا معنی ہے کہ اس نے اسے خبر کردی کہ اس نے جھوٹ بولا ہے اور؛ كَذَّبَهٗ: اس نے اسے جھٹلایا ہے یعنی اس نے کہا ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ ثعلب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دونوں لفظوں کا ایک ہی معنی ہے۔ بعض اوقات اَكْذَبَهٗ کا معنی كَذَبَهٗ ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس نے اسے جھوٹ بولنے پر آمادہ کیا اور بعض اوقات اس نے اسے جھوٹا پایا ہوتا ہے۔ قول خداوندی: كِذَّابًا، فَعَّلَ (عین مشدّد) کے مصادر میں سے ایک مصدر ہے۔ یہ تفعیل کے وزن پر بھی آتا ہے مثلاً: التَّكْلِيمُ اور بعض اوقات تَفْعِلَة کے وزن پر آتا ہے مثلاً: التَّوصِيَة اور بعض اوقات المُفَعَّلُ کے وزن پر بھی آتا ہے مثلاً: التَّكْلِيمُ اور بعض اوقات تَفْعِلَة کے وزن پر بھی آتا ہے، مثلاً: التَّوصِيَة اور بعض اوقات تَفْعِلَةٌ کے وزن پر آتا ہے۔ اس کی مثال قول خداوندی ہے: وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ. قولِ خداوندی: لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ میں كَاذِبَةٌ اسم ہے جسے مصدر کی بجائے استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی مثال العَاقِبَة، العَافِيَة اور البَاقِيَة ہے۔ صیغہ قول خداوندی ہے: هَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ: یعنی کیا تمہیں ان کے لئے کوئی بقا نظر آتی ہے۔

كَذَبَ بعض اوقات وَجَبَ کے معنوں میں آسکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ثَلَاثَةُ اَسْفَارٍ كَذَبْنَ عَلَيْكُمْ: تم پر تین سفر واجب ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: كَذَبَ عَلَيْكُمُ الحَجُّ: تم پر حج واجب ہے۔ اصلاً اس کا معنی اس کے بیان کا مکمل کرنا ہے۔

تَكَذَّبَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے اپنے آپ کو جھوٹا ظاہر کیا۔ یا وہ جھوٹا بنا۔ كَذَبَ لَبَنُ النَّاقَةِ: اونٹنی کا دودھ سوکھ گیا یا کم ہوا۔

ک ر ب — الكُرْبَةُ: (کاف مضموم) غم، دُکھ۔ جو انسان کا سانس پکڑ لیتا ہے۔ یہی معنی الكَرْبُ کا ہے۔

كَرَبَهُ الغَمُّ: وہ غم سے نڈھال ہوگیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

كَرَبَ اَنْ يَفْعَلَ كَذَا: وہ ایسا کرنے لگا۔ اس میں راء مفتوح ہے۔ اور كَرَبَ كاد کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

كَرَبَ الحَرْثَ: اس نے کھیت میں ہل جوتا۔ یعنی زمین کی مٹی کو الٹ پلٹ کیا۔

مَعْدِيكَرِب: اس کے تین لہجے (لغات) ہیں:

(۱) مَعْدِيكَرِبُ: (باء مضموم) غیر منصرف۔

(۲) مَعْدِيكَرِبَ: (باء مفتوح) مضاف الیہ غیر منصرف کیونکہ كَرِبَ اس

لغت کے لہجے والوں کے نزدیک مؤنث اور اسم معرفہ ہے اور؛

(۳) مَعْدِیْکَرِبَ: مضاف الی منصرف، اس میں مَعْدِیْ کا حرف 'یاء' ہر حالت میں ساکن ہوگا۔

ک ر ب س — الکِرْبَاسُ: فارسی کرپاس سے معرب کلمہ ہے اس میں کاف مکسور ہے اور اس کی جمع کَرَابِیْسُ ہے۔ اور معنی بوریا یا ٹاٹ یا کوئی کھردرا کپڑا۔ اور شراب چھاننے کی چیز۔

ک ر ب ل — کَرْبَلَ الحِنْطَةَ: اس نے گیہوں کو صاف کیا۔ اس کی مثال غَرْبَلَهَا ہے۔

کَرْبَلاءُ: ایک جگہ جہاں حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا مقبرہ ہے۔

ک ر ث — الکُرَّاثُ: کدو۔ ایک سبزی۔ کہا جاتا ہے: مَا اکْتَرِثُ بِهٖ مجھے اس کی پرواہ نہیں۔

ک ر ر — الکَرُّ: (کاف مفتوح) وہ رسّی جس کے ذریعے درخت پر چڑھتے ہیں۔

الکَرَّةُ: مرتبہ، بار۔ اس کی جمع کَرَّاتٌ ہے۔

الکُرُّ: اس کی جمع اکْرَارٌ ہے اور اس کا معنی 'کھانا' ہے۔ فَرَسٌ مِکَرٌّ: (میم مکسور) حملے کرنے کی صلاحیت رکھنے والا گھوڑا۔

المَکَرُّ: (میم مفتوح) جنگ کی جگہ یا میدان جنگ۔

الکَرُّ: رجوع، واپس لوٹنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہا جاتا ہے: کَرَّهٗ: اس نے اسے واپس کر دیا۔ یا منہ موڑ دیا۔ اور کَرَّ بِنَفْسِهٖ: وہ خود واپس لوٹا۔ یہ فعل لازم بھی اور متعدی بھی۔ کَرَّرَ الشَّیْئَ تَکْرِیْرًا اور تَکْرَارًا بھی۔ تَکْرَارًا میں تاء مفتوح ہے اور یہ مصدر ہے۔ البتہ تاء مکسور ہو تو اسم ہے۔

ک ر ز — الکِرَازُ: وہ مینڈھا (نر بھیڑ) جس پر چرواہا اپنا تھیلا لادتا ہے۔ اس کا بغیر سینگ ہونا ضروری ہے ورنہ سینگ والا اسے ٹکریں مارتا ہے۔

ک ر س — الکُرْسِیُّ: (کاف مضموم)۔ اس کی جمع کَرَاسِیُّ ہے۔ ممکن ہے اسے کِرْسِیٌّ (کاف مکسور) بھی کہتے ہیں۔ معنی کرسی۔

الکُرَّاسَةُ: نوٹ بک۔ اس کی جمع الکُرَّاسُ الکَرَارِیْسُ اور الکَرَارِسُ ہے۔

ک ر س ع — الکُرْسُوْعُ: گٹے کی چھنگلیا کی طرف کا حصہ۔

ک ر س ف — الکُرْسُفُ: روئی، کپاس۔

ک ر ش — الکَرِشُ: بروزن الکَبِدُ:

جگالی کرنے والے جانور کی اوجھ، جو اُن جانوروں کے لئے انسانی معدے کی طرح ہوتی ہے۔ عربوں کے ہاں یہ مؤنث ہے۔ الکَـرِشُ کا معنی لوگوں کی جماعت بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الأَنصارُ کَرِشِيَ وعَيْبَتِي: انصار میرا پیٹ اور میری گٹھڑی ہیں یعنی وہ میرے رازدار اور میرے معتمد علیہم ہیں۔

ک ر ع - کَرَعَ فی المَاءِ: اس نے پانی کی جگہ سے منہ لگا کر بغیر اوق یا برتن کے پانی پیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ فَهِمَ کے باب سے اس کا ایک اور لہجہ بھی ہے۔ الکُـرَاعُ: (کاف مضموم) فی البَقَرِ والغَنَمِ: گائے یا بکری کے پائے جس طرح گھوڑے اور اونٹ کی پنڈلی ہوتی ہے۔ یعنی پنڈلی کا باریک اور پتلا حصہ۔ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ اس کی جمع اَکْرُعٌ ہے اور اس کی جمع اَکَارِعُ ہے یعنی جمع الجمع۔ مثل ہے کہ أُعطِيَ العَبْدُ کُرَاعًا فَطَلَبَ ذِرَاعًا: غلام کو پایہ دیا گیا تو اس نے اس کے بدلے دستی کا مطالبہ کیا۔ گوشت میں دستی یا دست کا مطالبہ کیا۔

الکُرَاعُ: گھوڑوں کے گروہ کے لئے بطور اسم مستعمل ہے۔

ک ر ف - الکِرْنَافُ: (کاف مکسور) کھجور کی ٹہنیوں کو کاٹنے کے بعد تنے کے باقی ماندہ حصے کی جڑیں۔ ٹہنیوں کا ساتھ کٹے ہوئے حصے کو الکَرَبُ کہتے ہیں۔ اس کا واحد کِرْنَافَةٌ ہے۔

الکِرْنَاف کی جمع کَرَانِيفُ ہے۔

ک ر ف س - الکَـرَفْـسُ: مشہور سبزی، ترکاری جو بطور سلاد استعمال ہوتی ہے۔

ک ر ک - الکُرْکِـيُّ: ایک پرندہ۔ اس کی جمع الکَرَاکِيُّ ہے۔

ک ر ک م - الکُرْکُمُ: زعفران۔

ک ر م - الکَرَمُ: (کاف اور راء دونوں مفتوح) کرم وشرف، اس کی ضد اللُّؤم یعنی ملامت ہے۔

کَرُمَ: (راء مضموم) کَرَمًا: صاحب کرامت ہونا۔ اس کا اسم فاعل کَرِيمٌ ہے۔

قَوْمٌ کِرَامٌ: شریف قوم یا لوگ۔

کُرَمَاءُ: شریف وکریم اور فیاض لوگ۔

نِسْوَةٌ کَرَائِمُ: شریف وفیاض عورتیں۔

رَجُـلٌ کَـرَمٌ: صاحب کرامت وفیاض انسان۔ یہ لفظ اسی طرح مؤنث اور جمع کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ مصدر ہے۔

الکُـرَامُ: (کاف مضموم) حد سے بڑھ کر کریم اور فیاض اسے کُرَّامٌ (کاف مضموم اور راء مشدّد) بھی کہا گیا ہے۔

الکَــرِیْمُ: دوسروں سے درگزر کرنے والا گناہ معاف کرنے والا۔

اَکْرَمَهُ یُکْرِمُهُ: اس نے اس کی تعظیم و تکریم کی۔ اظہار تعجب کے لئے کہا جاتا ہے کہ: مَـا اَکْـرَمَـهُ لِیْ: وہ مجھ پر کس قدر مہربان ہے۔ یہ شاذ ہے۔ اور اس سے رباعی صیغہ نہیں بنتا۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بعض نے قرآنی آیت کو: مَنْ یُهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهُ مِنْ مُکْرَمٍ (جسے اللہ ذلیل کرے اس کی عزت و تکریم کرنے والا کوئی نہیں) پڑھا ہے۔ یعنی مُکْرِم میں راء کو مفتوح پڑھا ہے۔ جو اِکْرَام سے مشتق ہے جو مصدر ہے۔ اس کی مثال المُخْرَج اور المُدْخَلُ ہے۔

الْکَرْمُ: انگور کی بیل۔

الکَرْمُ کا معنی ہار یا قلادہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: رَاَیْتُ فِی عُنُقِهَا کَرْمًا حَسَنًا مِـنْ لُؤْلُوءٍ: میں نے اس کے گلے میں لؤلؤ موتیوں کا ایک ہار دیکھا۔

المَکْرُمَةُ: کرامت و شرافت اس کی جمع المَکَارِمُ (اچھے اخلاق) ہے۔ الکسائی رحمہ اللہ کے نزدیک المَکْرُمَةُ کے لئے المَـکْـرُمُ ہے۔ اور الفراء رحمہ اللہ کے نزدیک المَکْـرُمُ، المَکْرُمَةُ کی جمع ہے۔

الأُکْـرُوْمَةُ: الکَرْمُ سے مشتق ہے اور اس کی مثال العَـجَـبُ سے الأُعْـجُوْبَةُ ہے۔

التَّکَرُّمُ: اظہار کرم۔

کسی کا قول ہے:

تَکَرَّمْ لِتَعْتَادَ الجَمِیْلَ فَلَنْ تَرَی
اَخَـا کَـرَمٍ اِلَّا بِاَنْ یَتَـکَـرَّمَـا

"اظہار کرم کرتا کہ تجھے احسان و نیکی کرنے کی عادت پڑے کیونکہ تمہیں بغیر اظہار کرم کے کوئی شخص صاحب کریم نہیں ملے گا۔ یعنی جو دوسروں کی تکریم کرے گا اسی کی تکریم کی جائے گی۔"

اَکْـرَمَ الرَّجُـلُ: آدمی نے شریف بچے پیدا کئے۔

اِسْتَکْرَمَ: اس نے ایک نہایت عمدہ چیز نئی پیدا کی، طلب کی اور پائی۔

التَّکْرِیْمُ اور الإِکْـرَامُ کا ایک ہی معنی ہے۔ اس کا اسم الکرامَـةُ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: حَمَلَ اِلَیْهِ الْکَرَامَةَ: اس نے اُسے بزرگی پیش کی۔ بزرگی سے یہاں مراد مہمان نوازی ہے۔ (میں نے بادیہ میں اس محاورہ کے بارے میں لوگوں سے پوچھا لیکن کسی کو بھی اس محاورے کا پتہ نہیں تھا)۔

ک ہ ر - کَـرِهْتُ الشَّـیْئَ: میں نے چیز کو ناپسند کیا۔ اس کا باب سَـلِـمَ اور کَرَاهِیَةٌ بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل کَرِیْهٌ

ہے۔
هُوَ شَيْئٌ مَكْرُوهٌ: وہ مکروہ یعنی ناپسندیدہ چیز ہے۔ الكَرِيهَةُ: جنگ کی شدت۔ بقول الفراء رحمہ اللہ المكُرْهُ (کاف مضموم) کا معنی مشقت اور تکلیف ہے۔ اور کاف مفتوح ہو تو اس کا معنی الإكراه یعنی مجبور کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: قَامَ عَلَى كُرْهٍ: وہ بڑی مشکل اور مشقت سے کھڑا ہوا اور أَقَامَهُ فُلَانٌ عَلَى كَرْهٍ: فلاں آدمی نے اسے مجبور کر کے اٹھایا۔ الکسائی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ دونوں الفاظ ایک ہی معنی کے دو مختلف لہجے ہیں۔
أَكْرَهَهُ عَلَى كَذَا: اسے اس نے فلاں کام پر مجبور کیا یا جبرًا آمادہ کیا۔ كَرِهْتُ إِلَيْهِ الشَّيْئَ تَكْرِيهًا: میں نے اس کے لئے چیز کو خوش نما بنا دیا۔
اسْتَكْرَهْتُ الشَّئَ: میں نے چیز کو مکروہ سمجھا، یا جانا۔

ک ر ی — الكَرِى: نیند یا اُونگھ۔ قَدْ كَرِيَ: اسے نیند یا اونگھ آ گئی۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔ اس کا اسم فاعل كَرٍ ہے۔
اِمْرَأَةٌ كَرِيَةٌ: خوابدیدہ عورت، اس کا وزن فَعِلَةٌ ہے۔ كَرَى النَّهْرَ: اس نے نہر کھودی۔ اس کا باب رَمَى ہے۔
الكِرَاءُ: (الف ممدود) کرایہ پر دینا۔ یہ مصدر ہے۔
رَجُلٌ مُكَارٍ: کرایہ پر دینے والا شخص، کرایہ کش۔ نیز مُفَاعِلٌ کے وزن پر فَاعَلَ سے مشتق ہے۔
المُكَارِيُ: کرایہ کش (یاء مخفف) اس کی جمع مرفوع المُكَارُوْنَ اور جمع منصوب و مجرور المُكَارِيْنَ (ایک یاء کے ساتھ) ہوگی۔ اس کو یاء مشدد کر کے المُكَارِيِّيْنَ نہیں کہنا چاہئے۔ البتہ اسے اپنی طرف یعنی متکلم کی طرف مضاف کر کے هٰذَا مُكَارِيَّ یہ میرا کرایہ کش ہے۔ یعنی مجھے کرایہ دینے والا ہے۔ اسی طرح سے هٰؤُلَاءِ مكارِيَّ یہ میرے کرایہ پر دینے والے ہیں۔ اس میں کسی فرق کے بغیر یاء مفتوح اور مشدد ہے۔
هٰذَانِ مُكَارِيَايَ: یہ میرے دو کرایہ لینے والے ہیں۔ اس میں یاء مفتوح ہوگا۔
أَكْرَى الدَّارَ: اس نے مکان کرایہ پر دیا۔ اسی کا اسم مفعول مُكْرَاةٌ ہوگا یعنی کرایہ پر دیا ہوا گھر۔
البَيْتُ مُكْرًى: گھر کرائے پر ہے۔
اِكْتَرَى، اسْتَكْرَى اور تَكَارَى تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی اس نے کرائے پر لیا۔
الكُرَةُ: گینڈ جو ہاکی یا بلے کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔ اس کی جمع كُرِيْنَ کاف مضموم

اور مکسور ہے۔ اور اس کی جمع کُرَاتٌ ہے۔

الكَرَوَانُ: (کاف مفتوح) ایک پرندہ۔ اسے الحُبَارَيٰ بھی کہا جاتا ہے۔ جسے اردو میں سُرخاب کہا جاتا ہے۔ نر پرندے کو کَرًا کہتے ہیں۔

الكَرَوَان کی جمع کِرْوَانٌ ہے۔ اس کی مثال وَرَشَانٌ اور وِرْشَانٌ ہے۔ اس کی جمع کَرَاوِيْنُ بھی ہے جس کی مثال وَرَاشِيْنُ ہے۔

ک ز ب ر – الكُزْبُرَةُ: (باء مضموم)، باء مفتوح بھی ہے۔ اور معنی دھنیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کلمہ معرب ہے۔

ک ز ز – الكَزَازَةُ: (کاف مفتوح) گھٹن اور خشکی۔ کھردرا پن۔ اس کا فعل كَزَّ يَكُزُّ (کاف مضموم) كَزَازَةٌ ہے۔ اور اسم فاعل كَزٌّ۔

رَجُلٌ كَزٌّ: گھٹا ہوا درشت انسان (کاف مفتوح)۔

قَوْمٌ كُزٌّ: گھٹی ہوئی اور درشت قوم یا گھٹے ہوئے اور درشت لوگ۔

الكُزَازُ: (کاف مضموم) ایک بیماری جو سخت سردی کے باعث لگ جاتی ہے۔

قَدْ كُزَّ الرَّجُلُ: آدمی کو کزاز کی بیماری لگ گئی۔ اس کا اسم مفعول مَكْزُوزٌ ہوگا۔

رَجُلٌ مَكْزُوزٌ: شدید سردی سے گھٹن کا مریض۔

ک ز م – كَزَمَ الشَّيْئَ بِمُقَدَّمِ فِيْهِ: اس نے اپنے اگلے دانتوں سے چیز کو کاٹا یا توڑا۔ وَاسْتَخْرَجَ مَا فِيْهِ لِيَأكُلَهُ: اور اس میں سے جو تھا اسے نکال لیا تاکہ اسے کھالے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ک س ب – الكَسْبُ: کمائی کرنا۔ روزی تلاش کرنا۔ اس کی اصل جمع یعنی اکٹھا کرنا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ كَسَبَ اور اكْتَسَبَ کا ایک ہی معنی ہے۔

فُلَانٌ طَيِّبُ الكَسْبِ: فلاں شخص کا معاش اچھا ہے۔

الكَسْبُ، المَكْسِبَةُ (سین مکسور) اور الكِسْبَةُ: (کاف مکسور) سب کا ایک ہی معنی ہے۔

كَسَبْتُ اَهْلِيْ خَيْرًا: میں نے اپنے اہل کے لئے اچھی روزی کمائی۔

كَسَبْتُهُ مَالًا فَكَسَبَهُ: میں نے اسے مال حاصل کرایا تو اس نے اسے حاصل کیا۔ یا میں نے اسے مال دلوایا تو اس نے لے لیا۔ یہ فَعَلْتُهُ فَفَعَلَ کے اسلوب پر ہے۔

الكَوَاسِبُ: اعضاء بدن انسان کے ہوں یا جانور کے۔

تَكَسَّبَ: اس نے تکلف یا تکلیف سے کمایا یا حاصل کیا۔

الكُسْبُ: تیل کی تلچھٹ۔ تہہ میں بچا ہوا تیل۔

ک س ج — الْكَوْسَجُ: (کاف مفتوح) جس شخص کی تھوڑی پر بال ہوں اور رخساروں پر نہ ہوں۔ کم دانتوں والا۔ ست رو گھوڑا یا ٹٹو۔ ایک قسم کی مچھلی جس کی ناک آرہ کی طرح ہو۔ یہ لفظ معرب ہے۔

ک س ح — الأَكْسَحُ: لنگڑا۔ معذور یعنی چلنے پھرنے سے لاچار۔ حدیث شریف میں ہے: الصَّدَقَةُ مَالُ الْكُسْحَانِ والعُوْرَانِ: زکوۃ کا مال لنجے اور آنکھوں سے کانے لوگوں کا ہے۔

ک س د — كَسَدَ الشَّيْئُ يَكْسُدُ: (سین مضموم) كَسَادًا: چیزوں کی قیمت گر گئی یا ان میں مندا پڑ گیا۔ اس کا اسم فاعل کَاسِدٌ اور كَسِيْدٌ ہے۔

سِلْعَةٌ كَسِيْدَةٌ: سامان جس کا مندا پڑ گیا۔ کم قیمت اور بے قدر سامان۔

سُوْقٌ كَاسِدٌ: مندا بازار۔ کاسد کے آخر میں 'ۃ' نہیں ہے۔

أَكْسَدَ الرَّجُلُ: آدمی بے قیمت و بے قدر ہو گیا۔ یعنی اس کی کوئی قدر و قیمت نہ رہی۔

ک س ر — كَسَرَهُ: اس نے اسے توڑا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

انْكَسَرَ وَتَكَسَّرَ: وہ ٹوٹ گیا۔ كَسَّرَهُ تَكْسِيْرًا: اس نے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ شد اظہار کثرت کے لئے ہے۔

نَاقَةٌ كَسِيْرٌ: خستہ و شکستہ اونٹنی۔ اس کی مثال كَفٌّ خَضِيْبٌ (خضاب سے رنگی ہوئی ہتھیلی) ہے۔

الْكِسْرَةُ: ٹکڑا، ریزہ۔ توڑی ہوئی چیز کا ریزہ یا ٹکڑا۔ اس کی جمع كِسَرٌ ہے اور اس کی مثال قِطْعَةٌ سے قِطَعٌ ہے۔

كِسْرَى: ایرانی بادشاہوں کا لقب۔ (کاف مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی)۔ اس کا معرب خُسْرَوْ۔ اس کی صفت نسبتی كِسْرَوِيّ اور كِسْرِيٌّ ہے۔ كِسرىٰ کی جمع اَكَاسِرَة ہے جو خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ از روئے قیاس اس کی جمع كِسْرَوْنَ ہے جس میں راء مفتوح ہے۔ جس کی مثال عِيْسَوْنَ اور مُوْسَوْنَ (سین مفتوح) ہے۔

ک س ع — الْكُسْعَةُ: بروزن الرُّقْعَةُ: گدھا۔ كُسَعُ: یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ یا بَنِي الكسع کی ایک شاخ ہے۔ لوگوں کے اس قول: نَدَامَةَ الْكُسَعِيِّ: کسعی کی ندامت کی طرح کی تفصیل یا قصہ یہ ہے کہ کسیعہ قبیلے کا ایک شخص تھا۔ اس نے ایک عمدہ کمان تیار کی تھی۔ وہ بڑا ماہر تیر انداز بھی تھا۔ اس نے رات کی تاریکی میں گدھوں کو تیر مارے اور ہر تیر گدھے کے جسم سے پار ہو کر آگے پتھر پر لگا جس کے باعث اس سے آگ نکلتی

رہی۔ وہ یہ سمجھا کہ تیر نشانے پر نہیں لگے غصے میں آ کر اس نے کمان توڑ دی۔ اور اپنی انگلی کاٹ ڈالی۔ جب صبح کی روشنی ہوئی تو کیا دیکھتا ہے کہ گدھے سب خون آلود ہو کر مرے پڑے ہیں۔ اور تیر ان کے جسم سے پار ہو کر خون سے لتھڑے ہوئے ہیں۔ اسے اپنے کئے پر سخت ندامت ہوئی اور تب سے یہ مثل مشہور ہوگئی کہ کسی کو کُسیعِیؔ جیسی ندامت اور پشیمانی ہوئی۔ شاعر کا قول اسی مثل کا بیان اور تفصیل ہے:

نَدِمْتُ نَدَامَةَ الْكُسَعِيِّ لَمَّا
رَأَتْ عَيْنَاهُ مَا صَنَعَتْ يَدَاهُ

"مجھے بھی کسیعی جیسی ندامت اور پشیمانی ہوئی کہ جب اس کی آنکھوں نے اپنے ہاتھوں کے کرتوت دیکھ لئے تو وہ پشیمان ہوگیا۔"

ک س ف — الكِسْفَةُ: کسی چیز کا ٹکڑا۔ اس کی جمع الكِسَفُ اور الكِسْفُ ہے۔ کہا گیا ہے کہ الكِسْفُ اور الكِسْفَةُ واحد ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس نے اسے کِسْفًا پڑھا اس نے اسے واحد سمجھا، یا بنایا اور جس نے کِسَفًا پڑھا تو اس نے اسے جمع بنایا۔

كَسَفَتِ الشَّمْسُ: سورج کو گہن لگ گیا۔ اس کا باب جلَس ہے۔

كَسَفَهَا اللّٰهُ: اللہ نے اسے گہنا دیا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔ شاعر کا قول ہے:

الشَّمْسُ طَالِعَةٌ لَيْسَتْ بِكَاسِفَةٍ
تَبْكِيْ عَلَيْكَ نُجُوْمَ اللَّيْلِ وَالْقَمَرَا

"سورج طلوع ہوا ہے اور چاند ستاروں کی روشنی کو ماند نہیں کر رہا جو تم پر ماتم کرتے ہوئے رو رہے ہیں۔"

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے بذیل مادہ 'ب ک ی' اس شعر کا ذکر کیا ہے۔ اور النجوم اور القَمَرَ کو تُبْكِي لکھ کر منصوب بنایا ہے۔ اور یہاں اسے كَاسِفَةً کے ذریعے منصوب بنایا ہے۔ لہٰذا مفہوم کے اعتبار سے یہ شعر محلِ نظر ہے۔ اسی طرح شعر میں كَسَفَ القمر لکھا ہے حالانکہ بہتر اور عمدہ تعبیر کے طور پر خَسَفَ ہونا چاہئے تھا۔ عام لوگ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ کہتے ہیں۔ یعنی سورج کو گہن لگ گیا۔

رَجُلٌ كَاسِفُ الْوَجْهِ: خشک چہرے والے انسان۔ مثل ہے: أَكَسْفًا وَإِمْسَاكًا: یعنی کیا بخیل بھی اور ترش رُو یا بد اخلاق بھی۔

ک س ل — الكَسَلُ: سستی۔ اس کا باب طرب ہے اور اسم فاعل كَسْلَانُ ہے۔

قَوْمٌ كُسَالَى: (کاف مضموم ومفتوح) چاہیں تو كُسَالِي (لام مکسور) بھی کہہ سکتے ہیں جس طرح ہم نے الصَّحَارَى میں واضح کیا ہے۔

ک س ا — الكِسْوَةُ: (کاف مکسور و مضموم) لباس۔ اس کی جمع الكُسَا ہے۔

كَسَوْتُهُ ثَوْبًا كِسْوَةً: (کاف مکسور) میں نے اسے کپڑا پہنایا۔

فَاكْتَسَى: تو اس نے پہن لیا۔

الكِسَاءُ: چادر، کمبل۔ اس کی جمع الأكْسِيَة ہے۔

تَكَسَّى بالكساء: اس نے لباس پہنا۔

كَسِيَ العُرْيَانُ: برہنہ شخص نے لباس پہنا۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔

حُطيئه کے قول میں یہی ذکر ہے:

دَعِ المَكَارِمَ لَاتَرْحَل لِبُغْيَتِهَا
واقْعُدْ فانَّك انْتَ الطاعِمُ الكاسي

"شرف و بزرگی اور اعلیٰ اخلاق و مکارم کو چھوڑ و اور ان کے حصول کے لئے سفر پر نکلو اور بیٹھے رہو کیونکہ تمہیں اس بات کی ضرورت نہیں تم تو لوگوں کو کھانے کھلانے اور انہیں لباس پہنانے والے ہو۔ شرف و بزرگی کے لئے یہ کافی ہے۔"

میرا کہنا ہے کہ الفراء کا قول ہے کہ: المَكْسُوُّ کا معنی بہتا پانی اور پسندیدہ زندگی ہے۔ میرا یہ بھی کہنا ہے کہ الفراء کی اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ تو اپنی جگہ حقیقت ہے۔ البتہ المَكْتَسُوُّ کا معنی مكتسی ہے یعنی ملبوس انسان۔

ک ش ح — الكَشْحُ: بروزن الفَلْس کمر سے لیکر پشت کی پسلی تک کا حصہ۔

طَوَى فُلَانٌ عَنِّي كَشْحَهُ: فلاں شخص نے مجھ سے قطع تعلق کیا۔

الكَاشِحُ: وہ شخص جو تمہارے لئے اپنے اندر دشمنی چھپائے ہوئے ہے۔ کہا جاتا ہے:

كَشَحَ لَهُ بِالعَدَاوَةِ: اس نے اپنے اندر دشمنی چھپالی ہے۔ (اس کا باب قطع ہے) یہی معنی كَاشَحَهُ کا ہے۔

ک ش ط — كَشَطَ الجُلَّ عَنْ ظَهْرِ الفَرَسِ والغِطَاءَ عَنِ الشَّيْئِ: اس نے گھوڑے کی پیٹھ سے پالان اتارا اور چیز کے اوپر سے ڈھکن اتارا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس کا ایک لہجہ قَشَطَ ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں اذا السَّمَآءُ قُشِطَتْ ہے بجائے كُشِطَتْ۔

كَشَطَ البَعِيرَ: اس نے اونٹ کی کھال اتاری۔ اس کی بجائے سَلَخَهُ نہیں کہیں گے۔ بلکہ كَشَطَهُ یا جَلَّدَهُ تَجْلِيدًا کہیں گے۔

ک ش ف — كَشَفَ الشَّيْئَ: اس نے

چیز دریافت کی، اس نے کسی چیز کو کھولا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

فَانْكَشَفَ وَتَكَشَّفَ: تو اس کا انکشاف ہو گیا۔

كَاشَفَهُ بالعَدَاوة: اس نے اس کے ساتھ دشمنی کا اظہار کیا۔ کہا جاتا ہے: لَوْ تَكَاشَفْتُمْ مَا تَدَافَنْتُم: کاش تمہارے عیب ایک دوسرے پر ظاہر ہوں یا اگر تمہارے عیب ایک دوسرے پر ظاہر ہوں۔

ک ظ م– كَظَمَ غَيْظَهُ: اس نے اپنا غصہ پی لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

رَجُلٌ كَظِيمٌ: غصہ پینے والا آدمی۔ اسم فاعل ہوگا۔

والغيظ مَكْظُومٌ: اور غصہ پیا گیا۔ اسم مفعول ہوگا۔

كَاظِمَةُ: ایک جگہ کا نام ہے۔

ک ع ب– الكَعْبُ: ٹخنہ (پنڈلی اور پاؤں کے درمیان ابھری ہوئی ہڈی)۔ اصمعی رحمہ اللہ نے اس بات سے انکار کیا کہ لوگوں کے بقول الکعب پاؤں کی پشت پر ابھری ہوئی ہڈی ہوتی ہے۔

كَعَبَتِ الجارِيَةُ: نوجوان لڑکی کی چھاتیاں ابھرنا شروع ہو گئیں۔ انہیں كَعَابٌ (کاف مفتوح) اور كَاعِبٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع كَوَاعِبُ ہے۔

الكَعْبَةُ: خانہ کعبہ۔ مکعب شکل کا ہونے کے باعث اس کا یہ نام پڑا ہے۔

ک ع ت– الكُعَيْتُ: بُلبل۔ یہ اسم مصغر ہے۔ اس کی جمع كِعْتَانٌ ہے۔ جو بروزن غِلْمَانٌ ہے۔

ک ع ک– الكَعْكُ: کیک۔ یہ معرب کلمہ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری الکَعْکُ کا معنی خشک روٹی ہے۔ اللیث کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ کلمہ معرب ہے۔

ک ع م– المُكَاعَمَةُ: بوسہ دینا یا لینا۔ اونٹ کے منہ پر توبرہ چڑھانا تا کہ وہ کسی کو کاٹ نہ سکے اور نہ کچھ چارہ چر سکے۔

ک ف ا– الكَفِيْءُ: نظیر۔ یہی معنی كُفْءٌ اور كُفُوٌّ (فاء ساکن اور مضموم) بروزن فُعْلٌ وفُعُلٌ: معنی ہمسر، برابر کا۔

میرا کہنا ہے کہ الصِّحَاح کے اکثر نسخوں میں اس وزن کے ساتھ فُعُوْلٌ کا وزن بھی لکھا ہے جو تحریف ہے۔ جو کاتب کے ہاتھوں ہوئی ہے یعنی وہ کتابت کی غلطی ہے۔ اس کا مصدر الكَفَاءَةُ (کاف مفتوح اور الف ممدود) ہے۔ حدیث شریف میں ہے جو عقیقہ کے بارے میں ہے: شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ: (فاء مکسور) دو تساوی یعنی برابر ایک جیسی دو بکریاں۔ محدثین کے قول کے مطابق یہ لفظ مکافَأتان ہے۔ یعنی فاء مفتوح ہے۔ ہر وہ چیز جو دوسری چیز کے

مساوی اور برابر ہو یا ایک جیسی ہو اسے مُكَافِئٌ لَـهُ کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ تُذْبَحُ اِحْدَاهُمَا مُقَابِلَةَ أُخْرَى: ایک بکری دو بکری کے بالمقابل ذبح کی جائے۔

مُكْفِئُ الظَّعْنِ: سخت سردی کے دنوں میں سے ایک دن۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے اس کلمہ کو بذیل مادہ 'ع ج ز' درج کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ: كَافَأَهُ مُكَافَأَةً وَكِفَاءً (کاف مکسور اور الف ممدود) کا معنی اس نے اسے انعام دیا۔ التَّكَافُؤُ: برابری، ہمسری، باہم برابر ہونا۔

ک ف ت — كَفَتَهُ: اس نے اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا یا جوڑ لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اكْفِتُوْا صِبْيَانَكُمْ بِاللَّيْلِ، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ خَطَفَةٌ: رات کے وقت اپنے بچوں کو اپنے پاس رکھا کرو کیونکہ رات کو شیطان مختلف شکلوں میں پھیلتے رہتے ہیں اور چیزیں اُچکتے ہیں۔

الْكِفَاتُ: وہ جگہ جہاں کوئی چیز پاس رکھی جائے۔ اس سے یہ قول خداوندی ہے: اَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا: کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والا نہیں بنایا۔

ک ف ح — كَفَحَهُ: وہ اس کے روبرو ہوا۔ آمنے سامنے ہوا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنِّي لَأُكْفِحُهَا وَاَنَا صَائِمٌ: میں منہ سے منہ لگا کر بیوی کا بوسہ لیتا ہوں جب کہ روزہ رکھے ہوئے ہوتا ہوں۔ یعنی میں روزے کی حالت میں منہ سے منہ لگا کر بیوی کا بوسہ لیتا ہوں۔ فُلَانٌ يُكَافِحُ الْأُمُوْرَ: وہ خود سارے کام سرانجام دیتا ہے۔

ک ف ر — الْكُفْرُ: کفر۔ اس کی ضد الْاِيْمَانُ ہے۔

قَدْ كَفَرَ بِاللّٰهِ: اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الْكَافِرُ کی جمع كُفَّارٌ، كَفَرَةٌ اور كِفَارٌ (کاف مکسور اور فاء مخفف) ہے۔ اس کی مثال جَائِعٌ کی جمع جِيَاعٌ اور نَائِمٌ کی جمع نِيَامٌ ہے۔

الْكَافِرَةُ کی جمع الْكَوَافِرُ ہے۔ الْكُفْرُ کا معنی کفران نعمت اور ناشکری بھی ہے۔ جو شکر کی ضد ہے۔

قَدْ كَفَرَهُ: اس نے اس کی ناشکری کی۔ اس کا باب دَخَلَ اور كُفْرَانًا (کاف مضموم) بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُوْنَ: ہمیں ہر بات سے انکار ہے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: فَاَبٰى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا: ظالموں نے کفر اور ناشکری کے علاوہ ہر بات ماننے

سے انکار کیا۔ اخفش رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ کُفُوْرٌ، کفر کی جمع ہے۔ اس کی مثال برد کی جمع بُرُودٌ ہے۔

الکَفْرُ: (کاف مفتوح) ڈھانپنا یا ڈھانکنا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الکَفْرُ کا معنی گاؤں بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: یُخْرِجُکُمُ الرُّومُ مِنْهَا کَفْرًا کَفْرًا: رومی تمہیں وہاں ایک ایک گاؤں سے نکال دیں گے۔ مراد شام کے گاؤں سے ہے۔ اور اسی سے لوگوں کا یہ قول ہے: کَفْرُ تُوثَا وَنَحْوَهُ: توثا وغیرہ کا گاؤں۔ یہ گاؤں لوگوں کے نام سے منسوب ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اَهْلُ الْکُفُوْرِ هُمْ اَهْلُ الْقُبُوْرِ: دیہاتوں اور گاؤں کے لوگ قبروں میں پڑے مردوں کی طرح ہوتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ یہ لوگ نہ شہر دیکھتے ہیں اور نہ لوگوں کو دیکھتے ہیں۔

الکَافِرُ: اندھیری رات۔ کیونکہ وہ اپنی تاریکی میں ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے۔ جب ہر وہ چیز جو دوسری چیزوں کو ڈھانپ لے تو کہیں گے: کَفَرَهُ۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ انہیں معنوں کے پیش نظر کافر کو کَافِرٌ کہتے ہیں کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

الکَافِرُ کا معنی کاشتکار بھی ہے وہ اناج کے بیج کو مٹی کے اندر چھپا دیتا ہے۔

الکُفَّارُ: کاشت کار لوگ۔ زراعت کا کام کرنے والے۔

اَکْفَرَهُ: اس نے اسے کافر کہا۔ کہا جاتا ہے کہ: لَا تُکْفِرْ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ قِبْلَتِکَ: اپنے اہل قبیلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہو۔

تَکْفِیْرُ الْیَمِیْنِ: قسم توڑنے کی صورت میں جو واجب ہے اس کا کرنا یعنی قسم توڑنے کی سزا یا تاوان بھرنا۔ اس کا اسم الکَفَّارَةُ یعنی کَفَّارَةٌ ہے۔

الکَافُوْرُ: کافور۔ کھجور کا شگوفہ۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی شگوفے کا غلاف ہے۔ یہی معنی الکُفُرَّی (کاف مضموم اور راء مشدّد) کا ہے۔

الکافُور: کافور خوشبو، دوا۔

ک ف ف — الکَفُّ: ہتھیلی۔ اس کی جمع الأَکُفُّ ہے۔

کِفَّةُ المِیْزَانِ: (کاف مکسور ومفتوح) ترازو کا پلڑا۔ اس کی جمع کِفَفٌ (کاف مکسور) ہے۔

الکَافَّةُ: سارے کے سارے لوگ۔ کہا جاتا ہے: لَقِیْتُهُمْ کَافَّةً: میں ان سب سے ملا۔

کَفَّ الثَّوْبَ: اس نے کپڑے کا کنارہ

پیا۔ یہ گوٹ کرنے کے بعد دوبارہ سینا ہے۔

اَلْمَكْفُوْفُ: آنکھوں سے معذور۔ اندھا شخص۔ كُفَّ بَصَرُهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔

كَفَّهٗ عَنِ الشَّيْئِ: اس نے اسے کسی چیز سے روکا۔

فَكَفَّ: تو وہ رک گیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ سب کا باب رَدَّ ہے۔

الْكَفَافُ مِنَ الرِّزْقِ: روزی، خوراک۔ اتنی خوراک جو اسے لوگوں کے سامنے مانگنے یا ان کی محتاجی سے باز رکھے اور بے نیاز کر دے۔ یعنی گزر اوقات یا گزارہ۔ حدیث شریف میں ہے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ كَفَافًا: اے اللہ! آل محمد کو بقدر کفاف روزی عطا کر۔

اِسْتَكَفَّ اور تَكَفَّفَ کا ایک ہی مطلب و معنی ہے۔ وہ یہ کہ اس نے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ يَتَكَفَّفُ النَّاسَ: فلاں شخص لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے یعنی مانگتا ہے۔

ک ف ل – الْكِفْلُ: گنا، چند۔ قول خداوندی ہے: يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهٖ: "وہ تمہیں اپنی رحمت سے دگنا یا دوچند عطا کریگا۔" کہا گیا ہے کہ اس کا معنی حصہ بھی ہے۔

ذُو الْكِفْلِ: انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی کا نام ہے۔ اور یہ نام اَلْكَفَالَةُ سے مشتق ہے۔

الْكِفْلُ کا معنی وہ کپڑا ہے جس کو اونٹ کا سوار اونٹ کی کوہان کے گرد لپیٹ کر اس پر بیٹھتا ہے۔ اس کا ذکر حدیث ابراہیم میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ: يُكْرَهُ الشُّرْبُ مِنْ ثُلْمَةِ الْاِنَاءِ وَمِنْ عُرْوَتِهٖ: برتن کے سوراخ اور اس کے دستے کی طرف سے پانی پینا مکروہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اِنَّهَا كِفْلُ الشَّيْطَانِ: کیونکہ یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔

الْكَفِيْلُ: ضامن۔ كَفَلَ بِهٖ، يَكْفُلُ (فاء مضموم) كَفَالَةً: اس نے اس کی ضمانت دی۔

كَفَلَ عَنْهُ بِالْمَالِ لِغَرِيْمِهٖ: اس نے اس کی طرف سے اسی کے قرض خواہ کے مال کی ذمہ داری قبول کر لی۔

اَكْفَلَهُ الْمَالَ: وہ اس کے مال کا ضامن ہوا۔ كَفَلَهٗ اِيَّاهُ: (فاء مخفف) اس نے اس کی ذمہ داری لی۔

فَكَفَلَ هُوَ بِهٖ: تو وہ اس کی زیرِ کفالت آ گیا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

كَفَّلَهٗ اِيَّاهُ تَكْفِيْلًا کا بھی یہی معنی ہے۔

تَكَفَّلَ بِدَيْنِهٖ: وہ اس کا قرض کا ضامن

بنا۔

الکَافِلُ: کفالت کرنے والا۔ کھانے اور دوسری ضروریات پوری کرنے والا۔ اسی کا ذکر قول خداوندی میں ہے: وَ کَـفَّـلَـهَـا زَكَرِيَّا: اور حضرت زکریاؑ نے اس کی کفالت کی یعنی انہیں پالا پوسا۔ اسے کَفِلَهَا (فاء مکسور) بھی پڑھا گیا ہے۔

الکَـفَـلُ: (کاف اور فاء دونوں مفتوح) جانور کے جسم کا پچھلا حصہ۔

ک ف ن — الکَفَنُ: کفن، میت کو لپیٹنے کا کپڑا۔

کَفَّنَ المَـیِّتَ تَکْفِینًا: اس نے میت کو کفن دیا یا کپڑے میں لپیٹا۔

ک ف ی — کَفَاهُ مَؤُونَتَهُ: تَکْفِیَةً کِفَایَةً وَ کَفَاهُ الشَّیْئُ۔ اس کے لئے اس کے گزارے کا سامان کافی ہے۔

اِکْتَفَی بِهٖ: اسے یہ کافی ہوگیا۔ یا اس نے اس پر اکتفا کیا۔

اسْتَكْفَيْتُهُ الشَّيْئَ: میں نے اس سے بقدر کفایت چیز مانگی۔

فَکَفَانِیْهِ: تو اس نے مجھے وہ دیدی۔ یا پوری دے دی۔

کَافَاهُ مُکَافَاةً: اس نے اسے بدلہ دے دیا۔ رَجَا مُکَافَاتَهُ: اس نے اس کی کفایت یعنی کافی ہونے کی تمنا کی۔

رَجُلٌ کَافٍ: کفایت والا آدمی۔ رَجُلٌ کَفِيٌّ: کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی مثال سَالِمٌ اور سَلِیْمٌ ہے۔

ک ک ب — الكَوْكَبُ: ستارہ۔ اسے کَوْکَبٌ اور کَوْکَبَةٌ کہا جاتا ہے۔ جس طرح بَیَاضٌ اور بَیَاضَةٌ، عَجُوْزٌ اور عَجُوْزَةٌ کہا جاتا ہے۔

کَوْکَبُ الرَّوْضَةِ: باغیچہ کی کلی یا غنچہ۔

کَوْکَبُ الشَّیْئِ: کسی چیز کا بیشتر حصہ۔

ک ل ا — الکَلَأُ: گھاس۔ تازہ ہو یا خشک۔

کَلَأَهُ اللّٰهُ یَکْلَـؤُهُ کَلَاءَةً: (کاف مکسور اور الف ممدود) اللہ اس کی حفاظت کرے۔

الکَـالِیءُ: ادھار۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهُ علیه الصلاة و السّلام نَهَى عَنِ الكَالِى بِالكَالِى: آنحضورﷺ نے ادھار کو ادھار کے بدلے فروخت کرنے سے منع کیا۔ اصمعی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق الکالی کے آخر میں ہمزہ نہیں ہے۔

ک ل ب — الکَلْبُ: کتا۔ شاید اسے برے نام کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں مثلاً: کہتے ہیں اِمْرَأَةٌ کَلْبَةٌ: اس کی جمع اَکْلُبٌ، کِلَابٌ اور کَلِیْبٌ ہے۔ اس کی مثال عَبْدٌ کی جمع عَبِیْدٌ ہے۔ اور یہ جمع عزیز ہے۔

الاَکَالِبُ: اَکْلُب کی جمع ہے۔

الکَلَّابُ: (لام مشدّد) کتے رکھنے والے۔ سگ دار یا سگ بان۔

المُکَلِّبُ: (لام مشدّد ومکسور) شکاری کتوں کو سدھارنے والا۔

رَجُلٌ کَالِبٌ: کُتے والا شخص اس کی مثال التَّامِرُ: کھجور والا اور لَابِنٌ: دودھ والا ہے۔

المُکَالَبَةُ والتَّکَالُبُ: باہم جھگڑا کرنا۔ تُو تکار۔ کتوں کی طرح ایک دوسرے کے دست وگریباں ہونا۔

هُمْ یَتَکَالَبُوْنَ: وہ ایک دوسرے کے ساتھ کُتوں کی طرح جھگڑتے ہیں۔

ک ل ح — الکُلُوْحُ: تیوری چڑھا کر دانت نکالنا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

ک ل س — الکِلْسُ: گارا۔ مٹی ملا ہوا چونا۔ جس سے مکانات تعمیر کئے جاتے ہیں۔

ک ل ف — الکَلَفُ: چھائیاں جو چہرے پر نمودار ہوتی ہے۔ الکَلَفُ کا معنی سیاہی مائل سرخی یا سرخی مائل سیاہ رنگ کو بھی کہتے ہیں۔ اسے مٹیالی سُرخی کہتے ہیں جو چہرے پر چھا جاتی ہے۔ اس کا اسم الکُلْفَةُ ہے۔

الرَّجُلُ اَکْلَفُ: آدمی کے چہرے پر چھائیاں ابھری ہوئی ہیں۔

کَلِفَ بِکَذَا: آدمی یا وہ فلاں چیز پر فریفتہ ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

کَلَّفَهُ تَکْلِیْفًا: اس نے کسی کے ذمے کوئی کام لگا دیا جس کا کرنا اسے دشوار یا تکلیف دہ ہے۔ تَکَلَّفَ الشَّیْئَ: اس نے کام کی مشقت برداشت کی۔

الکُلْفَةُ: کلفت، تکلیف اور مشقت۔

المُتَکَلِّفُ: دوسروں کو بلاوجہ تکلیف دینے والا، تکلف کرنے والا، بلاضرورت مشقت یا تکلیف دہ کام کرنے والا۔

ک ل ل — الکَلُّ: بوجھ، ذمہ داری۔ قول خداوندی ہے: هُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلَاهُ: وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے۔ الکَلُّ کا معنی یتیم بھی ہے۔ اور الکَلُّ اسے بھی کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو اور نہ اس کا والد زندہ ہو۔ اسی نسبت سے کہا جاتا ہے: کَلَّ الرَّجُلُ یَکِلُّ (کاف مکسور) کَلَالَةً آدمی لاوارث ہو گیا۔ ابن الاعرابی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الکَلَالَةُ: دور کے چچازاد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الکَلَالَةُ مصدر ہے۔ جس کا فعل تَکَلَّلَهُ النَّسَبُ: دو اطراف یعنی والد اور بیٹے کی طرف لینا۔ یعنی اب اس کا ان دونوں اطراف میں سے کوئی بھی موجود نہیں۔ اور اس کا نام کلمہ کے مصدر پر پڑ گیا۔ عرب کہتے ہیں: هُوَ ابن عَمِّ الکَلَالة وابن عَمِّ کَلَالَةً: وہ قریبی رشتہ دار نہیں ہے بلکہ دور پار کا رشتہ دار ہے لیکن اس کا تعلق خاندان سے ہے۔

كَلَّ الرَّجُلُ والبَعِيرُ المَشْيَ: انسان یا اونٹ چلنے سے رہ گیا۔ اس کا مضارع يَكِلُّ اور مصدر كَلَالًا ہے اور كَلَالَةً بھی ہے۔

كَلَّ السَّيفُ والرُّمحُ والطَّرفُ واللِّسَانُ يَكِلُّ كَلَالًا وكُلُولًا وكِلَّةً وكَلَالَةً: تلوار میں دندانے پڑ گئے۔ نیزہ کند ہو گیا۔ نظر پتھرا گئی اور زبان لڑکھڑا گئی۔ سَيفٌ كَلِيلُ الحَدِّ: کند دھار والی تلوار۔

رَجُلٌ كَلِيلُ اللِّسَانِ: لڑکھڑائی ہوئی زبان والا آدمی۔

وكَلِيلُ الطَّرفِ: چندھیائی ہوئی یا پتھرائی ہوئی آنکھ والا شخص۔

الكِلَّةُ: باریک پردہ جسے گھر کی طرح بنا جاتا ہے جو مچھروں اور پسوؤں سے محفوظ رہنے کے لئے ہوتا ہے۔ یعنی مچھر دانی وغیرہ۔

كُلٌّ: لفظاً تو یہ واحد ہے لیکن جمع پر بولا جاتا ہے۔ یعنی یہ اسم جمع ہے مثلاً: کہا جاتا ہے: كُلٌّ حَضَرَ: ہر شخص آیا۔ اور كُلٌّ حَضَرُوا: سب لوگ آئے۔ كُلٌّ اور بَعضٌ دونوں معرفہ ہیں۔ عربوں نے اس کے ساتھ الف لام داخل نہیں کیا حالانکہ ایسا کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس میں اضافت کا مفہوم اور معنی ہے چاہے اسے بطور مضاف الیہ استعمال کریں یا نہ کریں۔

الإِكلِيلُ: تاج، جس میں جواہرات جڑے جاتے ہیں۔ الكَلكَلُ والكَلكَالُ: سینہ چھاتی۔

أَكَلَّ الرَّجُلُ بَعِيرَهُ: آدمی نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا۔ أَكَلَّ الرَّجُلُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس کا اونٹ تھک گیا۔

أَصبَحَ مُكِلًّا: وہ عیالدار ہو گیا۔ یعنی اس پر خاندان یا رشتہ داروں کی کفالت کا بوجھ پڑ گیا۔

كَلَّلَهُ تَكلِيلًا: اس نے اسے تاج پہنایا۔

رَوضَةٌ مُكَلَّلَةٌ: کلیوں اور غنچوں سے بھرا ہوا یا ڈھکا ہوا باغیچہ۔

ک ل ا — كَلَّا: کلمہ زجر و توبیخ۔ اس کا معنی 'رک جاؤ'، 'نہ کرو'۔ جیسے قول خداوندی ہے: أَيَطمَعُ كُلُّ امرِئٍ مِنهُم أَن يُدخَلَ الجَنَّةَ كَلَّا: "کیا ہر انسان یہ آس لگائے بیٹھا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا، ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہوگا"۔

كَلَّا کا معنی حَقًّا بھی ہوتا ہے یعنی اصل اور حق بات یہ ہے یا سچ مچ۔ مثلاً: قول خداوندی: كَلَّا لَئِن لَم يَنتَهِ لَنَسفَعًا بِالنَّاصِيَةِ: حق بات یہ ہے کہ اگر وہ باز نہ آئے یا اپنی روش سے باز رہے تو ہم یقیناً ان کو پیشانی سے پکڑیں گے۔

ک ل م — الكَلَامُ: بات۔ یہ اسم جنس

ہے۔ مقدار کے اعتبار سے کم یا زیادہ دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔
الكَلِمُ: اس کا اطلاق تین کلمات سے کم پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ كَلِمَةٌ کی جمع ہے۔ اس کی مثال نَبِقَةٌ اور نَبِقٌ ہے۔ لفظ کلمة کے تین تلفظ یعنی لہجے ہیں:
(۱) كَلِمَةٌ.
(۲) كِلْمَةٌ اور
(۳) كَلْمَةٌ.
الكَلِمَةُ کا معنی پورا قصیدہ بھی ہے۔
الكَلِيمُ: تم سے کلام یا بات کرنے والا۔
كَلَّمَهُ تَكْلِيمًا وكِلَّامًا: اس نے اس سے بات کی۔ اس کی مثال كَذَّبَهُ تَكْذِيبًا وكِذَّابًا ہے۔
تَكَلَّمَ كَلِمَةً أَوْ بِكَلِمَةٍ: اس نے ایک بات کی۔
كَالَمَهُ: اس نے اس کی بات کا جواب دیا۔
تَكَالَمَا بَعْدَ التَّهَاجُرِ: ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد انہوں نے باہم بات کی۔
كَانَا مُتَهَاجِرَيْنِ فَأَصْبَحَا يَتَكَالَمَانِ: وہ دو ایک دوسرے سے بچھڑے ہوئے تھے تو وہ ایک دوسرے سے باہم بات کرنے لگے۔ ایسے موقع پر يَتَكَلَّمَانِ نہیں کہتے۔ مجھے مقام کلام کے معنوں میں مُتَكَلَّمٌ (لام مفتوح) لفظ نہیں ملا۔
الكِلْمَانِيُّ: منطقی۔ علم کلام و منطق جاننے والا۔
الكَلْمُ: زخم۔ اس کی جمع كُلُومٌ اور كِلَامٌ ہے۔ قَدْ كَلَمَهُ: اس نے اسے زخمی کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قرآن کی آیت: دَابَّةً مِنَ الأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ: میں جس نے تَكْلِمُهُمْ پڑھا ہے۔ اس کی قراءت کا معنی ہوگا کہ ہم زمین میں سے ایسا جانور نکالیں گے جس کو تم زخمی کرو گے اور داغ دو گے۔
التَّكْلِيمُ: زخمی کرنا۔
عيسٰى عليه السلام كَلِمَةُ الله:
حضرت عیسٰی علیہ السّلام اس لحاظ سے کلمة الله ہیں کہ جس طرح دین میں ان کی ذات سے نفع اٹھایا گیا ہے اسی طرح ان کے کلام سے بھی نفع حاصل کیا گیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہیں کہ: فُلَانٌ سَيْفُ اللهِ: فلاں شخص اللہ کی تلوار ہے۔ یا کہیں فُلَانٌ أَسَدُ اللهِ: فلاں شخص اللہ کا شیر ہے۔

ک ل ا — الكُلْيَةُ: اور الكُلْوَةُ: گردہ، اسے كِلْوَةٌ (کاف مکسور) نہیں کہنا چاہئے۔ اس کی جمع كُلْيَاتٌ اور كُلًى ہے۔ ات لگا کر جمع بنانے کی صورت میں

اس کلمہ کا یاء مضموم نہیں ہوگا۔
کِلَا اثنین: یعنی تثنیہ کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ اس کی مثال جمع کے صیغے کی کُلّ سے تاکید ہے۔ یہ کلمہ اسم مفرد ہے تثنیہ نہیں اس کی مثال مِعًی ہے۔ یہ کلمہ دو پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جس طرح دو یا دو سے زیادہ عدد پر دلالت کرنے کیلئے نَحْنُ وضع کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کلمہ خود مفرد ہے۔
کِلْتَا: مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
کِلَا اور کِلْتَا دونوں کلمے مضاف بنے بغیر استعمال نہیں ہوتے۔ اگر یہ کسی ظاہری اسم کی طرف مضاف ہوں تو رفعی، نصبی اور جری حالت میں اپنی ایک ہی حالت پر رہتے ہیں مثلاً: کہیں گے جَآءَنِی کِلَا الرَّجُلَیْنِ: میرے پاس دونوں آدمی آئے۔ اور اسی طرح رَأیتُ اور مَرَرْتُ کے بعد یہ کلمے اپنی کِلَا کی شکل میں آئیں گے۔ اگر یہ ضمیر کی مضاف ہوں تو پھر نصبی اور جری حالت میں ان کا الف یاء میں تبدیل ہو جائے گا مثلاً: کہیں گے رَأیتُ کِلَیْهِمَا اور مَرَرْتُ بِکِلَیْهِمَا: البتہ رفعی حالت کِلَا اور کِلْتَا اپنی حالت پر برقرار رہیں گے۔ الفراء کا قول ہے کہ یہ کلمہ مثنیٰ ہے اور اسے بطور واحد استعمال نہیں کیا جاتا۔ اور اگر کبھی بطور واحد مستعمل ہو تو پھر یہ کُلٌّ اور کِلْتٌ کِلَانِ اور کلتان کی شکل میں استعمال ہوتے ہیں۔ بطور دلیل کسی شاعر کا یہ شعر پیش کیا جاتا ہے:

فِیْ کلتِ رِجْلَیْهَا سُلَامی واحِدَه

"یعنی اس کے دو پاؤں میں سے ایک پاؤں میں ایک جوڑ ہے۔"
یعنی اہل بصرہ کے نزدیک یہ کمزور دلیل ہے۔ اس شعر میں کِلْتَا کا الف ضرورت شعری کی وجہ سے محذوف ہوا ہے۔ اس کلمہ کے مفرد ہونے پر جریر کا یہ شعر دلیل اور حجت ہے:

کِلَا یَوْمَیْ اُمَامَةَ یَوْمُ صدِّ

مجھے یہ شعر ابوعلی نے سنایا ہے۔
ک م ث ر — الْکُمَّثْرَیٰ: امرود، ایک پھل۔ اس کا واحد کُمَّثْرَاةٌ ہے۔
ک م خ — الْکَامَخُ: چٹنی جسے بطور سالن یا سالن کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ کلمہ معرب ہے۔
ک م د — الْکَمَدُ چھپا ہوا دکھ۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل کَمِدٌ اور کَمِیْدٌ ہے۔
الْکُمْدَةُ: رنگ کی تبدیلی۔ تَکْمِیْدُ الْعُضْوِ: جسم سے کسی عضو کو کسی کپڑے وغیرہ سے گرم کرنا یا سینکنا۔ یہی معنی الْکِمَادُ (کاف مکسور) کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الْکِمَادُ اَحَبُّ اِلَیَّ

مِنَ الكَيِّ: مجھے داغنے سے کپڑے کو گرم کرنا یا سینکنا پسند ہے۔

ک م ع - كَامَعَهُ: اس نے اسے اپنے ساتھ لٹایا یا سُلایا۔

المُكَامَعَةُ: دو آدمیوں کا اکٹھے ایک بستر پر لیٹنا یا سونا۔ جس کی حدیث شریف میں یوں ممانعت آئی ہے کہ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ درمیان میں کوئی آڑ یا ستر کے بغیر نہ لیٹے۔

ک م ل - الكَمَالُ: کامل ہونا، پورا ہونا۔ قَدْ كَمَلَ يَكْمُلُ (میم مضموم) كَمَالًا: اس نے مکمل کیا۔

كَمُلَ اسی لفظ کا ایک اور لہجہ ہے۔ اس میں میم مضموم ہے۔ كَمِلَ (میم مکسور) بھی اس کا ایک اور لہجہ ہے لیکن یہ ردی اور گھٹیا لہجہ ہے۔

تَكَامَلَ الشَّيْئُ: چیز مکمل ہوگئی یا پوری ہو گئی۔

أَكْمَلَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے مکمل کیا۔

رَجُلٌ كَامِلٌ: کامل شخص۔

قَوْمٌ كَمَلَةٌ: کامل قوم یا صاحب کمال لوگ۔ اس کی مثال حَافِدٌ اور حَفَدَةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: اعْطِهِ المَالَ كَمَلًا: اسے پورا یعنی سارے کا سارا مال دے دو۔ التَّكْمِيلُ والاكْمَالُ: مکمل کرنا، پورا کرنا۔ اسْتَكْمَلَهُ: اس نے کام پورا یا مکمل کرایا یا مکمل کرنے کو کہا۔

ک م م - الكُمُّ: قمیض کی آستین۔ اس کی جمع اَكْمَامٌ اور كِمَمَةٌ ہے۔

الكُمَّةُ: گول ٹوپی کیونکہ یہ سر ڈھانپتی ہے۔

الكِمُّ: (کاف مکسور) اور الكِمَامَةُ: غلاف، شگوفہ اور کلی یا غنچے کا غلاف۔ اس کی جمع اَكْمَامٌ، اَكِمَّةٌ، كِمَامٌ اور اَكَامِيمُ ہے۔ اَكْمَتِ النَّخْلَةُ وكَمَمَتْ: کھجور کے درخت نے شگوفے نکالے۔

اَكَمَّ القَمِيصَ: اس نے قمیض کی آستین بنائیں۔

كَمْ: اسم ناقص مبہم ہے اور مبنی بر سکون ہے۔ یہ دو موقعوں پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کا پہلا موقع تو استفہام ہے اور دوسرا خبر۔ استفہام کی مثال ہے: كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ؟ تیرے پاس کتنے لوگ یا آدمی ہیں۔ بطور تمیز اس کا مابعد منصوب ہوتا ہے۔ اور خبر کی مثال یہ ہے: كَمْ دِرْهَمٍ اَنْفَقْتَ: تم نے بہت سے درہم خرچ کر دیئے۔ اس سے مراد مال کی کثرت ظاہر کرنا ہے۔ اور اس کا مابعد مجرور ہوگا جس طرح رُبَّ کا مابعد مجرور ہوتا ہے۔ کیونکہ كَمْ برائے تعبیر رُبَّ برائے تقلیل کی ضد ہے۔ چاہیں تو اسے منصوب بھی کر سکتے ہیں۔ اگر اسے اسم تام بنائیں تو پھر اس کا

آخری صرف مشدّد ہوگا اور یہ منصرف ہو گا۔ اس کی مثال ہے: اَکْثَرْتُ مِنَ الکَمِّ: یہاں کَمّ سے مراد کمیت یعنی مقدار ہے۔

ک م ن — کَمَنَ: چھپ گیا، پوشیدہ ہوگیا، روپوش ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی لفظ کمین فی الحرب لڑائی میں گھات اور حُزنٌ مُکْتَمِنٌ (دل کے اندر چھپا ہوا دکھ) ماخوذ ہے۔

اَلْکَمُّوْنُ: (میم مشدّد) بادیان، سونف۔

ک م ہ — الاَکْمَهُ: مادر زاد اندھا۔ قَدْ کَمِهَ: وہ مادر زاد اندھا ہے، اس کا باب طرب ہے۔

ک م ی — الکَمِیُّ: بہادر، دلاور۔ المُتَکَمِّیُ فِی سِلَاحِه: اپنے ہتھیاروں میں غرق، ہتھیار بند یعنی ڈھال اور خود سے لیس۔ اس کی جمع الکُمَاة ہے۔

الکِیْمِیَاء: علم کیمیا جس میں عناصر اور ان کے باہم عمل اور ردّ عمل پر بحث کی جاتی ہے۔ یہ عربی کلمہ ہے۔

کُنْتِیٌّ: دیکھئے بذیل مادہ 'ک و ن'۔

ک ن د — کَنَدَ: اس نے کفران نعمت یا ناشکری کی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا اسم فاعل کَنُوْدٌ ناشکر گزار مرد اور ناشکر گزار عورت بھی ہے۔

ک ن ز — الکَنْزُ: خزانہ، دفینہ۔ قَدْ کَنَزَہ: اس نے اسے خزانہ بنا کر رکھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: کُلُّ مَالٍ لا تُؤدّی زَکَاتُهُ فَهُوَ کَنْزٌ: ہر وہ مال جس کی زکوۃ ادا نہ کی جائے، کنز یعنی خزانہ ہے۔

اِکْتَنَزَ الشَّیُٔ: چیز جمع ہوگئی یا بھر گئی۔

ک ن س — الکَانِسُ: ہرن کے چھپنے کی جگہ یعنی پناہ گاہ میں چھپنے والا ہرن۔ الظَّبْیُ یَدْخُلُ فِی کِنَاسِه: ہرن درختوں کے جھنڈ میں چھپ جاتا ہے یا پناہ لیتا ہے۔ قَدْ کَنَسَ الظَّبْیُ: ہرن نے پناہ گاہ میں پناہ لی۔ یعنی درختوں کے جھنڈ میں چھپ گیا۔ اس کا باب جلَسَ ہے۔ تَکَنَّسَ کا معنی بھی یہی ہے۔

کَنَسَ البَیْتَ: اس نے گھر میں جھاڑو پھیر کر صفائی کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

المِکْنَسَةُ: جھاڑو۔

الکُنَاسَةُ: کوڑا کرکٹ، جھاڑ۔

الکَنِیْسَةُ: گرجا گھر۔ عیسائیوں کا عبادت خانہ۔

الکُنَّسُ: ستارے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے: کیونکہ ستارہ چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہو جاتا ہے اس لئے اسے الخُنَّسُ السَّیَّارة کہتے ہیں۔

ک ن ف — کَنَفَهُ: اس نے اسے گھیر لیا اور

بچالیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الکَنَفُ: (کاف اور نون دونوں مفتوح) جانب، طرف، پہلو۔ تَکَنَّفُوْهُ، اکتَنَفُوْهُ اور کَنَّفُوْهُ تَکْنِیفًا: سب کا معنی انہوں نے گھیر لیا ہے، یا احاطہ کرلیا۔

الکِنفُ (کاف مکسور) وہ برتن یا تھیلا جس میں چرواہا اپنا سامان رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں اس کے اسم تصغیر کا ذکر موجود ہے۔ کُنَیفٌ مُلِئَ عِلمًا: چھوٹا سا تھیلا علم سے بھر گیا۔ (یہ کلمات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہے تھے)۔

الکَنِیفُ: پردہ پوش، ڈھکن۔ اسی نسبت سے مذہب کو کنیف کہتے ہیں۔

ک ن ن — الکِنُّ: سُترہ، آڑ۔ اس کی جمع اَکْنَانٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَجَعَلَ لَکُم مِنَ الجِبَالِ اَکْنَانًا: اور تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔

الأکِنَّةُ: پردہ۔ قول خداوندی ہے: وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَکِنَّةً: ہم نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا۔ اس کا واحد کِنَانٌ ہے۔ بقول الکسائی: کَنَّ الشَّیْئَ: اس نے چیز کو چھپالیا اور دھوپ سے بچالیا یا محفوظ کرلیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اَکَنَّهُ فِي نَفْسِهِ: اس نے اسے اپنے دل میں چھپالیا۔ ابو زید کا قول ہے: کَنَّهُ اور اَکَنَّهُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ جس میں چھپانا اور دل کے اندر کا مفہوم سب شامل ہے۔

اَلْکَنَّةُ: بہو، بیٹے کی بیوی۔ اس کی جمع کَنَائِنُ ہے۔

الکِنَانَةُ: ترکش۔ جس میں تیر ڈالے یا رکھے جاتے ہیں۔ اکْتَنَّ اور اسْتَکَنَّ: وہ چھپ گیا۔

الکَانُوْنُ اور الکَانُوْنَةُ: چولھا۔ کانون الاول اور کانون الآخر: رومی کیلنڈر کے مطابق سردیوں کے وسط کے دو مہینے۔

ک ن ه — کُنْهُ الشَّيْئِ: چیز کی انتہاء۔ کہا جاتا ہے: اَعْرِفُهُ کُنْهَ المَعْرِفَةِ: میں اسے خوب جانتا پہچانتا ہوں۔ لوگوں کا یہ قول ہے: لَا یَکْتَنِهُهُ الوَصْفُ: وہ اس کی انتہا کو نہیں پہنچا۔ یہ مولّد کلام ہے۔ یعنی غیر عربی۔

ک ن ی — الکِنَایَةُ: بظاہر کوئی بات کہی جائے اور اس سے مراد کچھ اور لی جائے۔

قَدْ کَنَیْتُ بِکَذا عَنْ کَذا: میں نے کنایۃً یہ بات کہی۔

وَکَنَوْتُ کِنَایَةً کا معنی بھی یہی ہے۔

رَجُلٌ کَانٍ وقَوْمٌ کَانُوْنَ: کنایۃً بات کرنے والا آدمی اور قوم یا لوگ۔

الکُنْیَةُ: کنیت (کاف مضموم اور مکسور) اس کی جمع کُنًی ہے۔

اِكْتَنَى فُلَانٌ بكذا: فلاں شخص نے یہ کنیت اختیار کی۔

هُوَ يُكْنَى بِأَبِي عبد الله: اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔

كَنَّاهُ أَبَا زَيْدٍ: اس نے اس کی ابوزید کنیت رکھی۔ اس کا مصدر تَكْنِيَة ہے اور اس کا اسم فاعل كَنِيٌّ ہے۔ مثلاً: هُوَ كَنِيَّةٌ: وہ اس کا ہم کنیت ہے۔ اس کی مثال هُوَ سَمِيُّهُ یعنی وہ اس کا ہم نام ہے۔

میرا کہنا ہے کہ كَنَاهُ كذا اور بكذا (نون مخفف) يَكْنِيهِ کا ذکر فارابی نے کیا ہے۔ كُنَى الرُّؤْيَاء: خوابوں کی تعبیروں کے اشارات اور کنایات ان اشارات اور کنایات کو خواب کی تعبیر بتانے والے بیان کرتے ہیں۔ ان خوابوں میں اہم دو ضروری باتوں کی طرف اشارات ہوتے ہیں۔

ک ہ ر — الكَهْرُ: جھڑکنا، ڈانٹنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق قول خداوندی ہے: وَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَكْهَرْ: اور رہا یتیم تو اسے مت جھڑکو۔ الکسائی کے قول کے مطابق كَهَرَهُ اور قَهَرَهُ دونوں کا معنی ایک ہے۔

ک ہ ف — الكَهْفُ: غار، گپھا۔ پہاڑ میں کھدی ہوئی غار۔ اس کی جمع كُهُوف ہے۔ فُلَانٌ كَهْفٌ: فلاں شخص پناہ یا پناہ گاہ ہے۔

ک ہ ل — الكَهْلُ من الرِّجَال: تیس برس سے زائد عمر کا آدمی جس پر بڑھاپے کے آثار نظر آنے لگیں۔

امْرَأَة كَهْلَةٌ: بوڑھی (ادھیڑ عمر) عورت۔ حدیث شریف میں ہے: هَلْ فِي اَهْلِكَ مِنْ كَاهِلٍ: کیا تمہارے خاندان میں کوئی اُدھیڑ عمر شخص ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے: مَنْ كَاهِل کا معنی ہے مَنْ اَسَنَّ جو عمر رسیدہ ہو وہ ادھیڑ عمر کا ہو گیا۔

الكَاهِلُ: دو مونڈھوں کے درمیان کی جگہ۔

اِكْتَهَلَ: وہ ادھیڑ عمر کا ہو گیا۔

ک ہ ن — الكَاهِنُ: کاھن، غیب کی باتیں بتانے والا۔ اس کی جمع كُهَّانٌ اور كَهَنَةٌ ہے۔

قَدْ كَهَنَ: اس نے کہانت کی، پیش گوئی کی۔ اس کا باب كَتَبَ ہے۔

قَدْ تَكَهَّنَ کا معنی بھی یہی ہے۔

كَهُنَ: وہ کاہن بن گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

ک و ب — الكُوبُ: (کاف مضموم) ایک پیالہ جس کا دستہ نہ ہو۔ اس کی جمع اکواب

ہے۔

ک و ح- كَاوَحَهُ: اس نے اسے گالی دی اور جھڑکا۔

تَكَاوَحَا: ان دو آدمیوں نے ایک دوسرے کے ساتھ تو تکار کی اور آپس میں دنگا فساد کیا۔

ک و خ- الكُوخُ: (کاف مضموم) جھونپڑا یا جھونپڑی۔ جس پر نہ تو ڈنڈوں یا سرکنڈوں کی چھت ہو اور نہ روشن دان یا کوئی کھڑکی ہو۔ اس کی جمع اَكْوَاخٌ ہے۔

ک و د- كَادَ يَفْعَلُ كَذَا: يَكَادُ، كَوْدًا اور مكادةً بھی۔ وہ ایسا کرنے لگا۔ یعنی وہ ایسا کرنے کے قریب ہوا لیکن ابھی کیا نہیں۔ سیبویہ نے کسی عرب کا یہ قول روایت کیا ہے: كُدْتُ اَفْعَلُ كَذا (کاف مضموم) میں ایسا کرنے ہی والا تھا۔ لوگ كَادَ کے بعد عَسَى کے ساتھ تشبیہ کے طور پر اَنْ شامل کرتے ہیں۔ بقول شاعر:

قَدْ كَادَ مِنْ طُوْلِ البِلَى اَنْ يَمْصَحَاهُ

"یا طویل مصیبتوں کے باعث اس کا نام و نشان مٹنے والا ہی تھا"

كَادَ کا لفظ مقاربت فعل کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ اگر یہ لفظ اکیلا آئے تو نفی فعل کا مطلب دیتا ہے۔ اور اگر حرف انکار کے ساتھ مل کر آئے تو وقوع فعل کا فائدہ دیتا ہے۔ بعض مفسروں نے قول خداوندی:

اَكَادُ اُخْفِيهَا: کا معنی یہ کیا ہے کہ میں اسے چھپانا چاہتا ہوں، کیا ہے۔ جس طرح اس آیت میں يَكَادُ کی جگہ يُرِيْدُ وضع کیا گیا ہے۔ يُرِيْدُ اَنْ يَنْقَضَّ: دیوار گرا ہی چاہتی تھی۔ یعنی گرنے کے قریب تھی۔ لہٰذا پہلی آیت میں اَكَادُ کو اُرِيْدُ کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ اخفش رحمہ اللہ نے بطور دلیل یہ شعر نقل کیا ہے:

كَادَتْ وكِدْتُ وتلك خَيْرُ ارادةٍ
لَوْ عَادَ مِنْ لَهْوِ الصَّبَابَةِ مَامَضٰى

كادت اور كدت کے کلمات بہترین خواہش کا مظہر ہیں۔ اے کاش! جوانی کی بے فکری کے گزرے اور بیتے دن لوٹ آتے۔

ک و ر- كَارَ العَمَامَةَ عَلَى رَاْسِهِ: اس نے اپنے سر پر پگڑی باندھی یعنی اس نے اپنے سر پر پگڑی کو لپیٹ لیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ پگڑی کے ہر پھیر یا لپیٹ کو کور کہتے ہیں۔

الكُوْرُ: (کاف مضموم) اونٹ کا کجاوہ سازوسامان کے سمیت۔ اس کی جمع اَكْوَار اور كِيْرَانٌ ہے۔

الكُوْرُ کا معنی لوہار کی مٹی سے بنی ہوئی بھٹی بھی ہے۔

كَوَّارَةُ النَّحْلِ: شہد کی مکھیوں کا چھتہ

جس کی موم میں شہد ہوتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری الكُوّارُ اور الكُوّارَةُ شاخوں سے بنی ہوئی ٹوکری قسم کی کوئی چیز جس کا دہانہ تنگ ہوتا ہے، جسے شہد کی مکھیوں کے لئے بنایا جاتا ہے۔ المُغرِب میں لکھا ہے کہ الكُوّارَةُ شہد کا چھتہ ہوتا ہے اگر وہ مٹی کا بنا ہو۔ الكُورَةُ بروزن الصُّورَةُ کا معنی شہر اور علاقہ ہے۔ اور اس کی جمع كُوَرٌ ہے۔ الكارَةُ: پیٹھ پر اٹھایا جانے والا کپڑوں کا گٹھڑ۔

تَكْوِيْرُ المتَاعِ: سامان اکٹھا کرنا اور اس کو گٹھڑی میں باندھنا۔

تَكْوِيْرُ العِمَامَةِ: پگڑی کا لپیٹنا۔

تَكْوِيْرُ اللَّيْلِ عَلَى النَّهَارِ: رات کا دن پر چھا جانا یا دن کو ڈھانپنا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی رات کا دن سے زیادہ ہونا ہے۔ قول خداوندی ہے: إذا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے كُوِّرَتْ کا معنی غُوِّرَتْ کیا ہے۔ جس کا معنی لپیٹے جانے کی بجائے ڈوبنے کے ہوتے ہیں۔ اور بقول قتادہ اس کا معنی یہ ہے کہ سورج کی روشنی زائل ہو جائے گی۔ اور ابو عبید نے کہا کہ: كُوِّرَتْ کا معنی تَكْوِيْرُ العِمَامَةِ پگڑی باندھنے کی طرح ہے جسے سر پر لپیٹا جاتا ہے تو وہ لپٹ کر ختم ہو جاتی ہے۔

ک و ز — الكُوزُ: پیالہ۔ اس کی جمع كِيْزَانٌ، اكْوَازٌ اور كِوَزَةٌ ہے۔ جو بروزن عِنَبَةٌ ہے۔ اس کی مثال عُودٌ، عِيْدَانٌ، أعْوَادٌ اور عِوَدَةٌ ہے۔

ک و س — كَوَّسَهُ عَلَى رَأسِهِ تَكْوِيْسًا: اس نے اسے اپنے سر پر الٹایا، یا الٹنا۔ حدیث شریف میں ہے: وَاللّٰهِ لَوْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ لَكَوَّسَكَ اللّٰهُ فِي النَّارِ رَأسُكَ اسْفَلُكَ: خدا کی قسم! اگر تم ایسا کرتے تو خدا تمہیں دوزخ میں تمہارا سر الٹا کر کے پھینک دیتا۔ (یہ کلمات سالم بن عبداللہ بن عمر نے حجاج سے کہے تھے جب حجاج نے عبداللہ بن عمر کو قتل نہ کرنے پر افسوس کا اظہار کیا تھا)۔

الكُوسُ: نقارہ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کلمہ معرب ہے۔

ک و ع — الكُوعُ: اور الكَاعُ: کلائی کا وہ حصہ جو ہاتھ کے انگوٹھے کی طرف رکھا جاتا ہے۔

كَاعَ عَنِ الشَّيْئِ: وہ کسی چیز سے ڈر کر دور ہٹ گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ كَعَّ يَكِعُّ کے بدلے يَكَاعُ بھی ایک لہجہ ہے۔ اور معنی ڈرنا اور ڈر کر بزدلی کے مارے پیچھے ہٹنا ہے۔

ک و ف — الكُوفَةُ: سرخ رنگ کی ریت۔ اسی نسبت سے کوفہ نام پڑا ہے۔

الکـاف: حروف ہجا میں سے ایک حرف ہے جو مذکر اور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ دوسرا حروف ہجا کا بھی یہی حال ہے۔ کاف حرف جر ہے اور تشبیہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو کبھی یہ اسم کی جگہ واقع ہوتا ہے تو اس پر حرف جر داخل ہوتا ہے۔ بقول شاعر:

وَرُحْنَا بِكَابْنِ المَاءِ يُجْنَبُ وسطِنا
تَصَوَّبُ فيه العَيْنُ طورًا وتَرْتقي

حرف کاف بعض اوقات ضمیر مخاطب کے طور پر استعمال ہوتا ہے کبھی مجرور اور کبھی منصوب ہونے کی صورت میں مفتوح ہوتا ہے اور مؤنث کی صورت میں مکسور تا کہ دونوں میں فرق ظاہر کیا جائے۔ کبھی یہ حرف خطـاب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس اعراب کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں یہ حرف اسم نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف حرف خطاب ہوتا ہے۔ مذکر کے لئے مفتوح اور مؤنث کے لئے مکسور۔

کَوْکَبٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ک ک ب'۔

ک و م— کَوَّمَ کُوْمَةً: (کاف مضموم) مٹی کا ایک ڈھیر بنا کر اسے زمین سے اوپر کر کے اس کی چوٹی بنائی۔ اس کی مثال الصُبْرُ من الطعام: کھانے کا ڈھیر بنانا ہے۔

الکِیْمِیَاء: علم کیمیا جس میں عناصر کے باہمی عمل اور رد عمل کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

ک و ن— کان: فعل ناقص ہے۔ اسے خبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اسے فعل تام قرار دیا جائے تو اس کا معنی حَدَثَ اور وَقَعَ بمعنی 'کوئی فعل سرزد ہوا' ہے۔ اس صورت میں اسے خبر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً: أنَا أعْرِفُهُ مُذ کان: میں اسے شروع سے جانتا ہوں۔ یہاں مُذ کَانَ سے مراد مُذْخُلِقَ ہے۔ بعض اوقات کَانَ تاکید کیلئے بطور حرف زائد استعمال ہوتا ہے مثلاً: کَانَ زَیْدٌ مُنطَلِقًا: اس معنی زَیْدٌ مُنطَلِقٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَکَـانَ اللّٰهُ غَفُــوْرًا رَّحِيمًا: اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔ اس صورت میں کَانَ کا فعل کَانَ کونًا اور کَیْنُوْنَةً ہوگا۔ لوگوں کا یہ قول: لَمْ یَکُ: دراصل لم یَکُـوْنُ تھا جس میں التقائے ساکنین کے باعث واؤ حذف ہو گیا اور لَمْ یَکُنْ باقی رہ گیا۔ پھر کثرت استعمال کے پیش نظر تخفیف کے لئے نون بھی حذف ہو گیا۔ البتہ متحرک ہونے کی صورت میں نون برقرار رہے گا۔ مثلاً: لوگ کہتے ہیں: لَمْ یَکُـنِ الرَّجُلُ: یونس کے ہاں حرکت کے باوجود نون حذف کرنا جائز ہے۔ بطور دلیل انہوں نے یہ شعر پڑھا:

إِذَا لَمْ تَكُ الْحَاجَاتُ مِنْ هِمَّةِ الْفَتٰى
فَلَيْسَ بِمُغْنٍ عَنْكَ عَقْدُ الرَّتَائِمِ

"جب حاجت روائی اور مشکل کشائی کسی انسان کی ہمت سے باہر ہو جائے تو پھر یاد دہانی کے لئے اس کی انگلیوں پر دھاگے باندھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے یہ شعر بذیل مادہ 'ر ت م' درج کیا ہے۔ اور وہاں اس شعر کے درج کرنے کا مقصد کچھ اور ہے۔ شاید اس میں دو روایتیں ہیں۔ یا دو شاعروں کو اس شعر کا توارد ہوا ہے جن کے بعض الفاظ ایک جیسے ہیں یہ کہنا کہ جَاءُوْنِي لَايَكُوْنُ زَيْدًا: سے مراد زید کا استثناء ہے اس میں لَايَكُونُ الآتي زيدًا مقدر ہے۔ كَوَّنَهُ فَتَكَوَّنَ: اس نے اسے گڑھا یا شکل دی تو وہ تیار ہو گیا یا بن گیا۔ تمہارا یہ کہنا كُنْتُهُ و كُنْتُ إِيَّاهُ منفصل ضمیر کو متصل ضمیر کی جگہ رکھتا ہے۔

چنانچہ ابو الأسود الدؤلی کا شعر ہے:

دَعِ الْخَمْرَ يَشْرِبُهَا الْغُوَاةُ فَإِنَّنِي
رَأَيْتُ أَخَاهَا مُجْزِئًا بِمَكَانِهَا
فَإِلَّا يَكُنْهَا أَوْ تَكُنْهُ فَإِنَّهُ
أَخُوهَا غَذَتْهُ أُمُّهُ بِلِبَانِهَا

"شراب گمراہوں کو پینے دو یا شراب پینا گمراہ لوگوں کو مبارک ہو۔ میں نے تو اس کے بھائی یعنی خشک انگور کو اس کا نعم البدل پایا ہے۔ شراب کی جگہ اس کا وجود بہتر ہے۔ (کیونکہ انگور سے ہی شراب کشید ہوتی ہے)۔ گویا انگور شراب کا بھائی ہے اور ایک ہی ماں نے اسے بھی دودھ پلایا ہے۔"

اس سے مراد زبیب یعنی منقا یعنی خشک انگور ہے۔

الْكَوْنُ: وجود، اس کی جمع الأَكْوَانُ ہے۔ الإِسْتِكَانَةُ: کمزوری وضعف اور شکستہ بدنی۔ الْمَكَانَةُ: قدر و منزلت۔ فُلَانٌ مَكِينٌ عِنْدَ فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں شخص کے پاس ٹھہرا ہوا ہے۔ الْمَكَانُ والْمَكَانَةُ: جگہ۔ قول خداوندی ہے: وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ: اگر ہم چاہیں تو انہیں، انہی کی جگہوں پر مسخ کر کے رکھ دیں یعنی ان کی شکلیں بدل دیں۔ میم کثرت استعمال کے باعث اس کے اصلی حرف ہونے کا وہم ہو گیا ہے جس کے باعث مکان کو فعل کی شکل دی گئی اور اس سے فعل تَمَكَّنَ بنایا گیا۔ اس کی دوسری مثال مِسْكِينٌ سے تَمَسْكَنَ ہے۔ جب کوئی بوڑھا ہو جائے تو اسے كُنْتِيٌّ کہا جاتا ہے گویا اسے اس کے اپنے اس قول کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ: كُنْتُ فِي شَبَابِي كَذَا: میں جوانی میں ایسا تھا۔ اسی طرح یہ شعر ہے:

فَأَصْبَحْتُ كُنْتِيًّا وَأَصْبَحْتُ عَاجِنًا
وَشَرُّ خِصَالِ الْمَرْءِ كُنْتٌ وَعَاجِنٌ

"پس میں کُنتی اور لاٹھی ٹیکنے والا بوڑھا ہوگیا۔ اور انسان کی بدترین خصلت بوڑھا ہونا اور لاٹھی کے سہارے چلنا ہی تو ہے۔"

ک و ی - كَوَاهُ يَكْوِيهِ كَيًّا: فَاكْتَوَى هُوَ: اس نے اسے داغ دیا تو اسے داغ دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ آخِرُ الدَّوَاءِ الْكَيُّ: آخری علاج داغ دینا ہے۔ ان معنوں میں آخِرُ الدَّآءِ الْكَيُّ نہیں کہا جاتا۔ الْمِكْوَى: استری (کپڑے استری کرنے والی)، داغ دینے والا لوہا۔

الْكَوَّةُ: (کاف مفتوح) گھر کے اندر روشن دان یا ہوا کے لئے سوراخ۔ اس کی جمع الكِواءُ (کاف مکسور اور الف ممدود اور مقصور) ہے۔ الْكُوَّه اس کا ایک اور لہجہ ہے۔ اس کی جمع كُوَى ہے۔

كَيْ: (یاء مخفف) تاکہ کہنے والے کے اس سوال کا جواب: لِمَ فَعَلْتَ؟ تم نے یہ کیوں کیا؟ اور جواب یہ ہے کہ كَيْ يَكُونَ كَذَا: تاکہ ایسا ہو۔ اور نتیجے کے اعتبار سے اس کا عمل لام جیسا ہے۔ یہ اپنے بعد میں آنے والے فعل مستقبل کو نصب دیتا ہے۔ وقف کی صورت میں كَيْمَهْ کہا جاتا ہے جس طرح لِمَهْ؟ کہا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے: كَانَ مِنَ الامر كَيْتَ وَكَيْتِ: (تاء مفتوح اور مکسور) فلاں فلاں بات تھی۔

ک ی ت - التَّكْيِيتُ: ساز وسامان تیار کرنا۔ كَانَ الأَمْرُ كَيْتَ وَكَيْتَ: بات ایسی ویسی تھی۔ (دونوں لفظوں میں تاء مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی)۔

ک ی د - الْكَيْدُ: مکر، فریب، چال۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

مَكِيدَةٌ (کاف مکسور) کا معنی بھی یہی ہے۔

ک ی ر - كِيرُ الحَدَّاد: لوہار کی دھونکنی جو کھال یا موٹے چمڑے کی بنی ہوتی ہے۔

ک ی س - الْكَيْسُ: بروزن الكَيْل: ذہانت وعقل مندی۔ یہ لفظ الحُمق بمعنی حماقت کی ضد ہے۔

الرَّجُلُ كَيِّسٌ ومُكَيِّسٌ: آدمی ذہین یا خوش طبع ہے۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ كِيَاسَةٌ (کاف مکسور) کا بھی یہی معنی ہے۔ الْكِيسُ: بٹوہ، تھیلا، جیب۔ اس کی جمع أَكْيَاسٌ ہے۔ اكياس الدَّرَاهِم: درہموں کی تھیلیاں۔

ک ی ف - كَيْفَ: اسم مبہم غیر ممکن ہے۔ اس کا آخری حرف التقائے ساکنین کی وجہ سے متحرک کیا گیا ہے۔ اور یاء کے بدلے کسرہ کو چھوڑ کر اسے مبنی علی الفتح کر دیا گیا۔

یہ لفظ احوال پرسی کے لئے استعمال ہوتا (یعنی کیا حال ہے)۔ یہ لفظ بعض اوقات اظہار تعجب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی: كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ: تم اللہ کی نافرمانی کیسے کر سکتے ہو! اگر اس کے آخر میں 'مَا' کا اضافہ کیا جائے تو پھر اس مثال کو شرط بنا کر اس کے بعد جزا لانا درست ہوگا مثلاً: كَيْفَمَا تَفْعَلْ اَفْعَلْ: تم جیسے کرو گے میں بھی ویسا ہی کروں گا۔

كيمياء: دیکھئے بذیل مادہ 'ک و م' اور بذیل 'ک م ی'۔

ک ی ل – الكَيْلُ المِكْيَالُ: ناپنے کا برتن۔ الكَيْل مصدر بھی ہے۔ مثلاً: كَالَ الطَّعَام: اس نے اناج کا ناپ کیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

مَكَالًا اور مَكِيْلًا کا معنیٰ بھی یہی ہے۔ اس کا اسم الكِيْلَةُ (کاف مکسور) ہے۔ کہا جاتا ہے: اِنَّهُ لَحَسَنُ الكِيْلَةِ (بروزن الجِلْسَةِ والرِّكْبَةِ) وہ پورا تولنے ا ناپنے والا شخص ہے۔ محاورہ یا مثل ہے: اَحَشَفًا وَسُوْءَ كِيْلَةٍ: کیا بری کھجور یعنی کھجور بھی ناقص اور پھر تول اور ناپ بھی برا۔ یعنی دونوں خرابیاں۔ کہا جاتا ہے کہ كَالَ لَهُ: اس نے اسے ناپ کر یا تول کر دیا۔ قول خداوندی ہے: وَاِذَا كَالُوْهُمْ: اور جب وہ لوگوں کو (کچھ) تول کر دیتے ہیں۔ اِكْتَالَ عَلَيْهِ: اس نے اس سے تول کر یا ناپ کر لیا۔ کہا جاتا ہے: كَالَ المُعْطِي واكتالَ الآخذُ: دینے والے نے تول کر یا ناپ کر دیا اور لینے والے نے تول کر یا ناپ کر لیا۔ كِيْلَ الطَّعَامُ: اناج تولا گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ چاہیں تو کاف کو اور الطَّعَامُ کو مضموم کر لیں: مَكِيْلٌ اور مَكْيُوْلٌ اس کی مثال مَخِيْطٌ اور مَخْيُوْطٌ ہے۔ بعض لوگ كُوْلَ الطَّعَامُ کہتے ہیں۔ اسی طرح وہ بُوْعَ، اصْطُوْدَ الصَّيْدُ اور اسْتُوْقَ مَالُهُ کہتے ہیں۔ كَايَلَهُ وتَكَايَلَا: اس نے دوسرے کو یا ان دو نے ایک دوسرے کو تول کر یا ناپ کر دیا اس کا اسم فاعل مُكَايِل بغیر ہمزہ کے ہوگا۔

الكَيُّوْل: صف کا آخر یا صف کے آخر پر رہنے والا یا آخری صف۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔

ک ی ن – كَأَيِّنْ: خبر اور استفہام کے معنوں میں اس کا معنیٰ كَمْ یعنی کِتنا ہے۔ كَائِنْ بھی اس کا ایک لہجہ ہے جو بروزن كَاعٍ ہے۔

باب اللام

اَللَّام: حروف زیادہ میں سے ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک متحرک اور دوسرا ساکن۔

متحرک لام تین ہیں:

(۱) لام امر۔

(۲) لام تاکید اور

(۳) لام اضافہ۔

لام امر سے غائب کے صیغے میں فعل امر بنایا جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے امر مخاطب بھی بناتے ہیں اور قرآن کی آیت یوں بھی پڑھی گئی ہے: فَبِذٰلِکَ فَلْتَفْرَحُوْا (تاء کے ساتھ) ضرورت شعری کے پیش نظر اسے یعنی لام کو حذف بھی کر سکتے ہیں۔ یعنی ایسا کرنا جائز ہے۔ ایسی صورت میں اس کا عمل مضمر ہوتا ہے مثلاً: یہ قول: اَوْ یَبْکِ مَنْ بَکٰی جو رونا چاہے وہ روئے۔

لام تاکید پانچ ہیں:

(۱) لام ابتداء مثلاً: لَزَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو، اور خبر پر داخل ہونے والا لام جو اِنَّ مشدد و مخفف دونوں کی خبر کے طور پر ہو مثلاً: قول خداوندی: اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ: اور قول خداوندی: وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَۃً اور وہ لام جو لَوْ اور لَوْلَا کے جواب میں ہو مثلاً: قول خداوندی: لَوْلَا اَنْتُمْ لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ اور قول خداوندی: لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا: اور وہ لام جو نون تاکید والے فعل مستقبل میں ہو مثلاً: قول خداوندی: لَیُسْجَنَنَّ اَوْ لَیَکُوْنًا مِنَ الصَّاغِرِیْنَ.

(۲) لام جواب قسم اور تمام لام تاکید جواب قسم کے طور پر آ سکتے ہیں اور

لام اضافہ، اس کی آٹھ اقسام ہیں:

(۱) لام مِلک مثلاً: یہ کہنا کہ اَلْمَالُ لِزَیْدٍ.

(۲) لام اختصاص مثلاً: یہ کہنا کہ: اَخٌ لِزَیْدٍ.

(۳) لام استغاثہ مثلاً: یہ شعر:

یَا لَلرِّجَالِ لِیَوْمِ الاربعاء اَمَا
یَنْفَکُّ یُحْدِثُ لِی بَعْدَ النُّهٰی طَرَبًا

اور دو لام جر جن میں پہلے کو مفتوح کیا گیا ہے اور دوسرے کو مکسور تا کہ مستغاث بہ اور مستغاث لہٗ کے درمیان فرق کیا جائے۔ بعض اوقات مستغاث بہ کو حذف کیا جاتا

ہے اور مستغاث لہٗ کو باقی رہنے دیا جاتا ہے۔ اور یوں کہتے ہیں: یَالِلماء اور اس سے مراد یَا قَوْمُ لِلمَاءِ اُدْعُوْکُمْ لِیے ہیں۔ اگر مستغاث بہ کے ساتھ دوسرا لام عطف کریں تو اسے مکسور کیا جاتا ہے گویا عطف کے ذریعے تم نے التباس ختم کر دیا۔ مثلاً یہ شعر:

یا لِلکُهُوْلِ وللشُّبَّان لِلعجبِ ۔

اور یہ شعر:

بالبَکْرِ انشُرُوا لِی کُلَیْبًا

اس میں لام بطور استغاثہ یعنی بطور فریاد آیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس مصرع میں یا لَبَکْرٍ دراصل یا آل بَکْرٍ ہے۔ ہمزہ حذف کر کے اس میں تخفیف کی گئی۔ ان میں سے ایک لام تعجب ہے جو مفتوح ہوتا ہے۔ مثلاً: یہ کہنا کہ یا لَلْعَجَبْ! اس کا معنی یہ ہے کہ: یَا عَجَبُ اُحْضُرْ فهذا آوانُکَ: یعنی اے تعجب! آموجود ہو۔ تیرے موجود ہونے کا یہی وقت ہے۔

لام علّت بمعنی کَیْ مثلاً: قول خداوندی: لِتَکُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَی النَّاسِ اور ضَرَبَهُ لِیَتَاَدَّبَ۔

لام عاقبت مثلاً بقول شاعر:

فلِلْمَوْتِ تَغْذُو الوالداتُ سِخَالها
کما لِخَرَابِ الدهر تُبْنَی المَسَاکِنُ

"مائیں بچوں کو موت کے لئے اس طرح پالتی پوستی ہیں جس طرح اُجڑنے کے لئے گھر تعمیر کئے جاتے ہیں۔"

اشعار کا مطلب ہے کہ انسان اور گھروں کا انجام یہ ہے کہ یہ سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ مَا کَانَ اور لَمْ یَکُنْ کے بعد لام جحود کے ساتھ نافیہ اِلّا نہیں آتا مثلاً: قول خداوندی: وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ: یہاں لِ سے مراد لِاَنْ یُعَذِّبَهُمْ ہے۔ لام تاریخ کا معنی ہے: کَتَبْتُ لِثَلاثٍ خَلَوْنَ یعنی بَعْدَ ثَلاثٍ۔

البتہ لام ساکن کی دو قسمیں ہیں:

(۱) لام تعریف: یعنی اَلْ یہ لام ہمیشہ ساکن ہوتا ہے۔ اور

(۲) لام اَمر: اگر اس سے پہلے حرف عطف آئے تو پھر اس لام کا ساکن کرنا اور مکسور کرنا دونوں جائز ہیں مثلاً: قول خداوندی: وَلْیَحْکُمْ اَهْلُ الإنْجِیْلِ۔

ل ا ل ا – قَلأْلأَ البَرْقُ: بجلی چمکی۔ اللُّؤْلُؤَة: موتی، ہیرا۔ اس کی جمع اللُّؤْلُؤ اور اللَّآلِي ہے۔

ل ا م – اللَّئِیْمُ: کمینہ خصلت انسان اور بخیل نفس۔ قَدْ لَؤُمَ: وہ کمینہ ہو گیا (ہمزہ مضموم) لُؤْمًا و مَلْأمَةً اور لَآمَةً۔ اَلْأَمَ اِلْئَامًا: اس نے قابل ملامت کام کیا۔ المَلَامُ اور المِلْآمُ بروزن مِفْعَل

اور مِفْعَالٌ: وہ شخص جو کمینوں کو معذور سمجھے یا ان کی حمایت کرے یا ان کی عذر خواہی۔

لَأَمَ الْجُرْحَ وَالصَّدْعَ: اس نے زخم مندمل کیا اور چاک سیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ فَالْتَاءَمَ: زخم مندمل ہوا اور چاک سِل گیا۔

لَاءَمَ بَيْنَ الْقَوْمِ مُلَاءَمَةً: اس نے قوم میں صلح کرائی اور انہیں اکٹھا کیا۔

قَدِ الْتَأَمَا: دو چیزیں آپس میں متفق ہو گئیں یا جڑ گئیں۔ اسی سے ماخوذ لوگوں کا یہ کلام ہے کہ هٰذَا طَعَامٌ لَايُلَائِمُنِي: یہ کھانا مجھے نہیں بھاتا۔ ان معنوں میں يُلَاوِمُنِي نہیں کہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ لفظ لَوْم یعنی ملامت سے مشتق ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لِيَتَزَوَّجِ الرَّجُلُ لُمَتَهُ: آدمی کو چاہئے کہ اپنے جوڑ کی عورت سے شادی کرے۔ لُمَتَهُ سے مراد اس کی ہم عمر و ہم شکل ہے۔ اس میں 'ۃ' ہمزہ کا عوض ہے جو اس کے درمیان میں سے ختم ہو گئی ہے۔

ل ا ی—اللَّأْوَاءُ: شدت اور سختی۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهِنَّ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ: جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی تکلیف اور رنج و مصیبت اور شدت و سختی پر صبر کرے تو وہ بیٹیاں اس کے لئے دوزخ کی آگ سے ڈھال ہوں گی۔

ل ا—لَا: حرف نفی ہے۔ جو کسی فعل کے واقع ہونے کی نفی کرتا ہے۔ یعنی جب کوئی کہے کہ: هُوَ يَفْعَلُ غَدًا یعنی وہ کل کرے گا اور تم کہو کہ: لَايَفْعَلُ غَدًا وہ کل نہیں کرے گا۔ بعض اوقات یہ لفظ یعنی 'لا' بَلٰی اور نَعَمْ کی ضد بھی ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات یہ اسی کے لئے ہوتا ہے مثلاً: یہ کہنا کہ لَا يَقُمْ زَيْدٌ: زید نہ اٹھے۔ اس لفظ کو ہر غائب و حاضر کی نہی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات یہ لفظ لا یعنی بے مقصد ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی: مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ: اس سے مراد: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ ہے۔ بعض اوقات یہ لفظ حرف عطف کی جگہ استعمال ہوتا ہے جو کلام میں پہلے سے داخل اسم میں سے بعد میں داخل ہونے والے کو خارج کرتا ہے مثلاً: کہیں کہ: رَأَيْتُ زَيْدًا لَا عَمْرًوا: میں نے زید کو دیکھا نہ کہ عمرو کو۔ اور اگر لا سے پہلے واؤ داخل کریں تو پھر لا کے حرف عطف ہونے کی حیثیت ختم ہو جائے گی مثلاً: یہ کہیں کہ: لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ وَلَا عَمْرٌو یعنی نہ زید کھڑا ہوا اور نہ عمرو کھڑا ہو۔ کیونکہ دو حرف عطف بیک وقت ایک دوسرے پر داخل نہیں ہو سکتے۔ اس

صورت میں واؤ تو صرف عطف ہوگا اور لا تاکید نفی کے لئے استعمال ہوگا۔ بعض اوقات لَا کے آخر میں 'ت' کا اضافہ کر کے لَاتَ کہا جاتا ہے۔اس کا ذکر بذیل مادہ 'ل ی ت' میں گزر چکا ہے۔ لَا کے بعد میں اگر اَلْ تعریف والا لفظ آجائے تو لَا کے الف کا تلفظ ختم ہو جائے گا۔ مثلاً: یہ کہنا کہ الجدُّ یَرْفَعُ وَلَا الْجَدُّ: انسان کو محنت ومشقت سربلند کرتی ہے کہ باپ دادا۔ کا نام۔

لائمۃٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'ل و م'.

لَاتَ: دیکھیے بذیل مادہ 'ل ی ت'.

لَاھُوت: دیکھیے بذیل مادہ 'ل ی ہ'.

ل ب أ—اللِّبَأُ: بروزن عِنَبُ: بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلا دودھ۔ پیوی۔

اللَّبُوَۃُ: شیرنی۔اس کا ایک لہجہ اللَّبْوَۃ بروزن النَّبْوَۃ ہے۔

لَبَّأَ بالحج تَلْبِئَۃً: اس نے حج کے دوران تلبیہ پڑھا۔ یہ لفظ دراصل بغیر ہمزہ ہے۔ الفراء کا قول ہے کہ شاید لوگوں کی زبان کی فصاحت نے غیر مہموز کلمات کو مہموز بنا دیا۔ مثلاً: لَبَّأْ بالحجّ، حَلَّأْ السَّوِیْقَ اور رَثَأْ المَیِّتَ کلمات میں ہمزہ اصلی نہیں بلکہ لوگوں کی فصاحت کے باعث ہے۔

ل ب ب—اَلَبَّ بالمَکَانِ اِلْبَابًا: وہ مکان میں ٹھہرا اور رہائش پذیر ہوا۔اس لفظ کا ایک لہجہ لَبَّ ہے۔ الفراء نے کہا کہ لوگوں کا لَبَّیْکَ کہنا بھی اسی لفظ سے ماخوذ ہے۔اس کا معنی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔اس کا نصب اس کے مصدر ہونے کی وجہ سے ہے۔اس کی مثال حمدًا لَکَ وشُکْرًا ہے۔حق تو یہ تھا کہ یہ لفظ لبًّا لَکَ ہوتا لیکن اسے معنوں میں تاکید پیدا کرنے کے لئے کر دیا گیا یعنی اِلبَابًا بِکَ بَعْدَ اِلْبَابِ اور اَقَامَۃً بَعْدَ اَقَامَۃٍ: خلیل کا یہ قول ہے کہ اس کی اصل لوگوں کا یہ قول ہے کہ: دَارُ فُلَانٍ تَلُبُّ دَارِی۔

تَلُبُّ بروزن تَرُدُّ، اس کا معنی ہے 'فلاں شخص کا گھر میرے گھر کے بالمقابل ہے'۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میں تمہارے بالکل سامنے ہوں۔ جس سے میری اجابت و موجودگی تمہیں پسند ہے۔اس میں 'یاء' تثنیہ کے لئے ہے۔اور اسی میں اس کا منصوب ہونا اس کے مصدر ہونے کی دلیل ہے۔

اللُّبُّ: عقل۔اس کی جمع اَلْبَاب اور اَلْبُبُ ہے۔ اس کی مثال اَشُدٌّ ہے۔ اس کو مضاعف بنانا شاید ضرورت شعری کے پیش نظر ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ اَلْبُبُ بروزن اَرْجُلٍ اَللَّبِیْبُ: عاقل، دانا۔اس کی جمع اَلِبَّاءُ ہے جو بروزن اَشِدَّاءُ ہے۔

قَدْ لَبِبْتَ يَا رَجُلُ: (باء اول مکسور)۔ اس کا مصدر لَبَابَةٌ (لام مفتوح) ہے اور معنی اے آدمی! تو عقل مند ہو گیا۔ یونس نے بتایا ہے کہ لَبُبْتَ (باء اول مضموم) نادر ہے۔ مضاعف کلمات میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ ہر چیز کے خلاصے یا نچوڑ کو: لُبُّهٗ کہتے ہیں یعنی اس کا نچوڑ (اردو میں لُبِّ لُباب عام مستعمل ہے)۔

اَلحَسَبُ اللُّبَابُ: (لام مضموم)، خالص حسب۔

اَللَّبَّةُ بروزن الحَبَّةُ: جانور کا گلا جہاں سے اسے ذبح کیا جاتا ہے۔

ل ب ث—لَبِثَ: وہ ٹھہرا۔ اس کا باب فهم ہے اور لَبَاثًا (لام مفتوح) بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل لَابِثٌ ہے اور: لَبِثٌ (باء مکسور) بھی ہے۔ قرآن کی آیت: لَابِثِيْنَ فِيْهَا اَحْقَابًا کو لَبِثِيْنَ فِيْهَا اَحْقَابًا: بھی پڑھا گیا ہے۔

ل ب د—اللِّبْدُ: بروزن الجِلْدُ: تہ بہ تہ جمائے ہوئے بال۔ چمٹی ہوئی چیز۔ اس کا واحد اللُّبُوْدُ ہے اور زیادہ مشہور اللِّبْدَةُ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس کی جمع لِبَدٌ ہے۔ دلیل قول خداوندی: كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔

اللُّبَادَةُ: لبادہ۔ اوڑھنی۔ بارش سے بچنے کے لئے جو کپڑا اوپر لیا جاتا ہے۔ یہ محاورہ: مَالَهٗ سَبَدٌ وَلَا لَبَدٌ کی تفسیر بذیل مادہ 'س ب د' گزر چکی ہے۔

التَّلْبِيْدُ: احرام بند حاجی کا اپنے سر میں گوند قسم کی کوئی چیز ڈالنا جس سے اس کے بال باہم چمٹ جائیں تاکہ وہ احرام کے دوران گرد و غبار آلودہ نہ ہوں۔

اَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا کا معنی ہے 'میں نے خوب مال خرچ کیا'۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: النَّاسُ لُبَدٌ: لوگ اکٹھے ہیں یا جمع ہیں۔

ل ب س—لَبِسَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا پہنا۔ اس کا مضارع يَلْبَسُ (باء مفتوح) ہے۔ اور مصدر لُبْسًا (لام مضموم) ہے۔

لَبَسَ عَلَيْهِ الأَمْرُ: اس پر بات غیر واضح ہو گئی یا التباس پیدا ہو گیا۔ یا کام گڈ مڈ ہو گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُوْنَ۔

فِي الأَمْرِ لُبْسَةٌ: (لام مضموم) معاملے یا بات میں ابہام یا التباس ہے۔ یا شک و شبہ ہے۔

اللِّبَاسُ: (لام مکسور) پہناوا، لباس۔ یہی معنی المَلْبَسُ کا ہے جو بروزن المَذْهَبُ ہے۔

اللِّبْسُ بروزن الذِّبْسُ کا معنی بھی یہی ہے۔ لِبْسُ الكَعْبَةِ: غلاف کعبہ۔

لِبْسُ الْهَوْدَجِ: کجاوے کے اوپر پڑا ہوا کپڑا یا پردہ۔

لِبَاسُ الرَّجُلِ: آدمی کی بیوی یا بیوی کا خاوند۔ قول خداوندی ہے: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ: وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

لِبَاسُ التَّقْوىٰ: شرم وحیا۔ تفسیر میں اسی طرح وارد ہوا ہے۔ کہا گیا ہے اس کا معنی موٹا، کھردرا اور کوتاہ کپڑا ہے۔

اللَّبُوْسُ: (لام مفتوح) پہناوا۔ جو پہنا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ: ہم نے اسے تمہارے لئے زرہ بنانے کا ہنر سکھایا۔

تَلَبَّسَ بالأَمْرِ: وہ بات میں اُلجھ گیا۔

تَلَبَّسَ بالثَّوْبِ: اس نے کپڑا پہنا۔

لَابَسَ الأَمْرَ: اس نے بات گڈ مڈ کر دی۔ لَابَسَ فُلَانًا: اس نے فلاں شخص اس کے اندر سے پہچانا یعنی اس کا اندر ٹٹولا۔

اِلْتَبَسَ عَلَيْهِ الأمر: اس پر بات مبہم اور مشتبہ ہوگئی۔

التَّلْبِيْسُ: شیطنت، شرارت۔ تدلیس اور معاملہ گڈ مڈ کر دینا۔ اظہار شدت کے لئے اسے مشدد کیا گیا یعنی اس کا فعل لَبَّسَ يُلَبِّسُ ہوگا۔

رَجُلٌ لَبَّاسٌ: بہت زیادہ کپڑے پہنا ہوا شخص۔ ان معنوں میں اسے مُلَبِّسٌ نہیں کہنا چاہئے۔ اس کا معنی بہت زیادہ خلط ملط کرنے والا بھی ہے۔

ل ب ق – اللَّبِقُ: (باء مکسور) عقل مندی۔ ہنرمندی۔ لیاقت وصلاحیت، قابلیت۔

اللَّبِيْقُ: تجربہ کار اور ماہر شخص۔ اپنے کام میں لائق۔ قَدْ لَبِقَ: وہ ماہر اور تجربہ کار ہو گیا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: لَبِقَ بِهِ الثَّوْبُ: اس پر کپڑا سجا، پھبا۔

ل ب ن – اللَّبَنُ: دودھ، دہی۔ یہ اسم جنس ہے۔ اس کی جمع أَلْبَانٌ ہے۔

اللَّبُوْنُ: دودھ دینے والی بکری یا اونٹنی، زیادہ دودھ والی ہو یا کم دودھ دینے والی۔ زیادہ دودھ دینے والی کو غَزِيْرَةٌ کہتے ہیں۔

قَدْ لَبِنَتْ: وہ دودھ دینے والی ہوگئی اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ابْنُ لَبُوْنٍ: پورے دو سال کی عمر کا اونٹنی کا بچہ جو تیسرے سال میں پہنچا ہو۔ مادہ بچے کو ابْنَةُ لَبُوْنٍ کہتے ہیں۔ کیونکہ اونٹنی نے اس دوران دوسرا بچہ جنا ہوتا ہے اور اب اس کا دودھ دوسرے بچے کا ہوتا ہے۔ یہ اسم نکرہ ہے۔ اسے الف لام کے ساتھ معرّف کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے: ابنُ اللَّبُوْنِ.

لَبَنَهُ: اس نے اسے دودھ پلایا۔ اس کا اسم

فاعل لَابِنٌ ہوگا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔
رَجُلٌ لَابِنٌ: دودھ فروش۔ اس کی مثال رَجُلٌ تَامِرٌ کھجور فروش ہے۔ هٰذا العُشْبُ مَلْبَنَةٌ: اس گھاس کے کھانے سے بکری زیادہ دودھ دیتی ہے۔
اِسْتَلْبَنَ الرَّجُلُ: آدمی نے گھر والوں یا مہمانوں کے لئے دودھ مانگا۔
اللَّبِنَةُ: اینٹ جو مکانوں کی تعمیر میں استعمال ہوتی ہے۔ اس کی جمع لَبِنٌ ہے اس کی مثال كَلِمَةٌ کی جمع كَلِمٌ ہے۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ بعض عرب اسے لِبْدَةٌ اور لِبْدٌ کی طرح لِبْنَةٌ اور لِبْنٌ کہتے ہیں۔
لَبَّنَ الرَّجُلُ تَلْبِينًا: آدمی نے اینٹ بنائی۔ المِلْبَنُ: اینٹ بنانے کا سانچہ یا قالب۔
لَبِنَةُ القَمِيصِ: قمیض کا گریبان۔
میرا کہنا ہے کہ التہذیب میں لِبْنَةُ القَمِيصِ کا معنی بَنِيقَةٌ لکھا ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔
اللِّبَانُ: (لام مکسور) دودھ شریک۔ کہا جاتا ہے: هُوَ اَخُوهُ بِلِبَانِ اُمِّهِ: وہ اس کا دودھ شریک بھائی ہے۔ ان معنوں میں بِلَبَنٍ نہیں کہا جاتا۔
اللُّبَانُ: صنوبر کا درخت (لام مضموم)۔
اللُّبَانَةُ: حاجت، ضرورت۔

لُبْنَانُ: پہاڑ۔
لَبْوَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل ب أ'۔
ل ب ی - لَبَّى بِالحَجِّ تَلْبِيَةً: اس نے حج میں تَلْبِيه پڑھایا کہا۔ یہ لفظ شاید لَبَّأَ بھی کہا گیا ہو یعنی ہمزہ کے ساتھ۔ دراصل یہ لفظ غیر مہموز ہے جس کا ذکر بذیل مادہ 'ل ب أ' گزر چکا ہے۔
لَبَّاهُ: اس نے اسے لبیک کہا یعنی خوش آمدید کہا۔ یونس النحوی کا کہنا ہے کہ لَبَّيْكَ مثنى یعنی تثنیہ کا صیغہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ عَلَيْكَ اور اِلَيْكَ کی طرح ہے۔ خلیل کے قول کے مطابق یہ مثنی ہے۔ جس کا ذکر بذیل مادہ 'ل ب ب' گزر چکا ہے۔ ابوعبیدہ نے خلیل کے حوالے سے کہا ہے کہ تَلْبِيَة کا معنی کسی جگہ رہائش پذیر ہونا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: اَلَبَّ بِالمَكَانِ: وہ مکان میں رہائش پذیر ہو گیا۔ انہیں معنوں میں لَبَّ بِهِ بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے مزید کہا کہ پھر دوسرے حرف کو یاء میں تبدیل کیا گیا تاکہ ثقل تلفظ سے بچا جا سکے۔ اس کی مثال تَظَنَّى ہے جو اصل میں تَظَنَّنَ تھا۔
میرا کہنا ہے کہ خلیل کے قول کے مطابق یہ نتیجہ نکالنا بذیل مادہ 'ل ب ب'۔ ان میں تضاد باقی نہیں رہے گا۔ یعنی اگر دونوں بیانات کو جمع کرنا ممکن ہو۔

ل ت أ — لَتَأْتُ الرَّجُلَ بِحَجَرٍ: میں نے آدمی کو پتھر مارا۔

لَتَأْتُهُ بِعَيْنِي: میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

لَتَأْتُ أُمُّهُ بِهِ: اسے ماں نے جنا۔ محاورہ ہے کہ لَعَنَ اللّٰهُ أُمًّا لَتَأَتْ بِهٖ خدا اس ماں پر لعنت کرے جس نے اسے جنا۔

ل ت ت — لَتَتُّ السَّوِيقَ: میں نے ستو کو گھولا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

ل ت ی — اَلَّتِيُ: اسم مبہم ہے اور مؤنث کا صیغہ ہے۔ یہ معرفہ ہے۔ اسے نکرہ بنانے کے لئے اس سے الف لام کو الگ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور صلہ کے بغیر اس کا مفہوم مکمل نہیں ہوتا۔

اس کے تین لہجے ہیں:

(۱) اَلَّتِي.

(۲) اَللَّتِ: (تاء مکسور) اور،

(۳) اَللَّتْ: (تاء ساکن)۔

تثنیہ کے صیغے میں بھی اس کے دو لہجے ہیں: اَللَّتَانِ اور اَللَّتَانِّ (نون مشدّد) اور دوسرا اَللَّتَا (نون محذوف)۔

جمع کے صیغے میں اس کے پانچ لہجے ہیں:

(۱) اَللَّاتِي.

(۲) اَللَّاتِ: (تاء مکسور)۔

(۳) اَللَّوَاتِي.

(۴) اَللَّوَاتِ: (تاء مکسور) اور،

(۵) اَللَّوَا: (تاء ساقط)۔

اَلَّتِي کا اسم تصغیر اَللَّتَيَّا (تاء مفتوح اور یاء مشدّد)۔ کہا جاتا ہے کہ وَقَعَ فُلَانٌ فِي اللَّتَيَّا وَالَّتِي: فلاں شخص مختلف مصیبتوں میں پھنس گیا۔ یہ دونوں اسم اسمائے داہیہ میں سے ہیں۔

ل ث ث — أَلَثَّ بِالْمَكَانِ: وہ مکان میں مقیم ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُلِثُّوا بِدَارِ مَعْجَزَةٍ: ایسی جگہ نہ رہو جہاں تمہیں روزی کی تنگی ہو۔ اس کی تفسیر بذیل مادہ 'ع ج ز' گزر چکی ہے۔

ل ث غ — اَللُّثْغَةُ فِي اللِّسَانِ: زبان میں ایسی لکنت کہ راء کی جگہ زبان سے غین اور سین کی جگہ ثاء کی آواز نکلے۔

قَدْ لَثِغَ: اس کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل مذکر اَلْثَغُ اور مؤنث لَثْغَاءُ ہے۔

ل ث م — اَللِّثَامُ: منہ کے اوپر والا نقاب۔

اَللَّثْمُ: چومنا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

لَثَمَ: (ثاء مفتوح) اس کا ایک اور لہجہ ہے جسے ابن کیسان نے المبرد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

لِثَةٌ: دیکھئے بذیل 'ل ث ی'.

ل ث ی — اَللِّثَةُ: (ثاء مخفف) دانتوں کے اردگرد کی جگہ۔ مسوڑھے۔ اس کی جمع اَللِّثَاتُ اور لِثِيٌّ ہے۔

ل ج أ — لَجَأَ إِلَيْهِ لَجَأً: (لام اور جیم مفتوح)

اس نے اس کے ہاں پناہ لی۔ اس کی مثال قَطَعَ يَقْطَعُ ہے۔
مَلْجَأ اور اِلْتَجَأ: دونوں کا معنی بھی وہی ہے۔
التَّلْجِئَةُ: کسی کو مجبور کرنا۔
اَلْجَأَهُ اِلٰی کَذَا: اس نے اسے فلاں بات پر مجبور کیا۔
اَلْجَأَ اَمْرَهُ اِلَی اللّٰهِ: اس نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کیا۔

ل ج ج — لَجِجْتَ: (جیم اول مکسور) لَجَاجًا و لَجَاجَةً: دونوں میں لام مفتوح) تو نے لجاجت یعنی اپنی بات منوانے پر اصرار کیا۔ اس کا اسم فاعل لَجُوجٌ اور لَجُوجَةٌ ہے۔ لَجُوجَةٌ میں 'ۃ' مبالغہ کے لئے ہے۔
لَجَجْتَ: (جیم اول مفتوح) تَلِجُّ (لام مکسور) بھی اسی کا ایک لہجہ ہے۔
المُلَاجَّةُ: جھگڑے میں مداومت کرنا۔
رَجُلٌ لُجَجَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: جھگڑالو اور مقدمہ باز شخص۔ اللَّجْلَجَةُ اور التَّلَجْلُجُ: بات کرنے میں تردد ہونا۔ فیصلہ نہ کرسکنا۔ کہا جاتا ہے کہ: الحَقُّ اَبْلَجُ و الباطِلُ لَجْلَجٌ: سچ واضح ہوتا ہے اور جھوٹ تردد میں پڑتا ہے اور یہ بات طے نہیں کرسکتا۔
لُجَّةُ المَاءِ: گہرا پانی۔ یہی معنی اللُّجُّ کا ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ بَحْرٌ لُجِّيٌّ: گہرا سمندر ہے۔
لَجَّجَتِ السَّفِينَةُ تَلْجِيجًا: جہاز گہرے سمندر میں چلا گیا۔

ل ج م — اللِّجَامُ: لگام فارسی سے معرب کلمہ ہے۔
اللِّجَامُ: وہ کپڑا جو حیض والی عورت باندتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَلَجَّمِي: کپڑا باندھو۔ یہ اِسْتَثْفِرِي سے ملتا جلتا کلمہ ہے جس کا معنی ہے لنگوٹ باندھ۔

ل ج ن — اللُّجَيْنُ: (لام مضموم) چاندی۔ یہ لفظ ثُرَيَّا اور كُمَيْتٌ کی طرح اسم تصغیر ہے۔

ل ح ح — اَلْاِلْحَاحُ: بروزن الالحاف: اصرار کرنا۔
کہا جاتا ہے: اَلَحَّ عَلَيْهِ بالمَسْاَلَة: اس نے اس سے سوال کرنے پر اصرار کیا یا مانگنے پر اصرار کیا۔

ل ح د — اَلْحَدَ فِي دِينِ اللّٰهِ: وہ اللہ کے دین سے علیحدہ ہوگیا اور مڑ گیا۔ لَحَدَ کا معنی بھی یہی ہے یہ اس کا دوسرا لہجہ ہے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قرآن کی آیت کو یوں بھی پڑھا گیا ہے: لِسَانُ الَّذِي يَلْحَدُونَ اِلَيْهِ: (یعنی یَلحدون میں یاء پر ضمہ کی بجائے فتحہ) معنی جس زبان کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں۔
اَلْتَحَدَ کا معنی بھی یہی ہے۔ اَلْحَدَ

الـرَّجُلُ: آدمی نے حرم میں ارتکاب ظلم کیا۔ قول خداوندی ہے: وَمَنْ یُرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ: وہ جو اس میں شرارت سے کج روی (وکفر) کرنا چاہے۔ یہاں لفظ الحاد سے پہلے باء زائد ہے یعنی یہ الحادًا بِظُلْمٍ ہے۔

اللَّحْدُ بروزن الفَلْسُ: قبر کے اندر ایک طرف کو کھودنا۔ اس کا ایک لہجہ لام مضموم کے ساتھ یعنی اللُّحْدُ ہے۔

لَحَدَ للقبرِ لَحْدًا: اس نے قبر میں لحد بنائی یعنی اندر سے ایک جانب کی کھدائی کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اَلْحَدَ لَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ل ح س — اللَّحْسُ باللِّسَانِ: زبان کے ساتھ چاٹنا۔ اس کا باب فهم ہے اور لَحْسَةٌ اور لُحْسَةٌ (لام مفتوح و مضموم) ولَحَظَ اِلَيْهِ: چوری آنکھ سے دیکھنا یا گوشۂ چشم سے دیکھنا۔

ل ح ظ — لَحَظَهُ اللَّحَاظُ: (لام مفتوح)، گوشۂ چشم۔ آنکھ کا کنپٹی کی طرف کا کنارہ۔ اور اللِّحَاظ: (لام مکسور) لاحَظَهٗ کا مصدر ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اس نے اس کی رعایت کی یا اس کا لحاظ کیا۔

ل ح ف — اِلْتَحَفَ بالثَّوبِ اس نے کپڑا لپیٹ لیا، یا اوڑھ لیا۔

اللِّحَافُ: لحاف۔ جسے اوڑھا جاتا ہے یا کسی چیز کو ڈھانپا جاتا ہے۔

اِلْتَحَفْتَ: تو نے ڈھانپ لیا۔ اوڑھ لیا۔

اَلْحَفَ السَّائِلُ: مانگنے والے نے اصرار کیا۔ محاورہ ہے: لَيْسَ لِلْمُلْحِفِ مِثْلُ الرَّدِّ: اصرار کر کے مانگنے والے کو بری طرح دھتکارا جاتا ہے۔

ل ح ق — لَحِقَهُ: (حاء مکسور) اور لَحِقَ بِه لَحَاقًا (لام مفتوح) وہ اس سے جاملا یا اس نے اسے پالیا۔

اَلْحَقَهُ غَيْرُه: اسے کسی اور نے اس کے ساتھ ملا دیا۔ اَلْحَقَهُ کا معنی لَحِقَهُ بھی ہے۔ دُعا (قنوت) میں یہ کلمات: اِنَّ عَذَابَكَ بالكُفَّارِ مُلْحِقٌ: کا معنی ہے کہ بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا یا پہنچنے والا ہے۔ اس میں مُلْحِقٌ حاء مکسور ہے جبکہ دُرست حاء مفتوح ہے یعنی مُلْحَقٌ۔

تَلاحَقَتِ المَطَايَا: سواری ایک دوسرے کے ساتھ مل گئیں۔

لَاحِقٌ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کے ایک گھوڑے کا نام تھا۔

ل ح م — اللَّحْمُ: گوشت۔ زیادہ مشہور اللَّحْمَةُ ہے۔ اس کی جمع لِحَامٌ لُحُومٌ اور لُحْمَانٌ ہے۔

اللُّحْمَةُ: (لام مضموم) قرابت، رشتہ داری۔

لُحْمَةُ الثَّوبِ: کپڑے کا پاتا۔ (لام

مضموم بھی ہے اور مفتوح بھی)۔

لُحْمَةُ الْبَازِي: شکار میں سے باز کا حصہ۔ اس میں بھی لام مضموم اور مفتوح ہے۔

الْمَلْحَمَةُ: فتنہ کے دوران خونریزی۔

الْمُتَلَاحِمَةُ: گوشت کے اندر کا زخم جو ہڈی کے اوپر کی جھلی تک نہ پہنچا ہو۔

الْمُلْحَمُ: کپڑے کی ایک قسم۔

لَاحَمَ الشَّيْئُ بِالشَّيْئِ: اس نے ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ ویلڈ نگ کی۔

لَحُمَ الرَّجُلُ: آدمی فربہ ہو گیا۔ یعنی پُر گوشت ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل لحیم ہے یعنی پُر گوشت آدمی۔

لَحِمَ: اسے گوشت کی خواہش ہوئی۔ اس کا باب طرب ہے۔

لَحِمٌ: گوشت کھانے کا رسیا یا شوقین۔

لَحَمَ الْقَوْمَ: اس نے قوم کو گوشت کھلایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

لَاحِمٌ: گوشت کھلانے والا۔ ان معنوں میں اَلْحَمَهُمْ نہیں کہنا چاہئے۔ یہ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: رَجُلٌ لَاحِمٌ: گوشت والا۔ اس کی مثال لَابِنٌ اور تَامِرٌ ہے۔

اللَّحَّامُ: گوشت فروش۔

لَحَمَ الْعَظْمَ: اس نے ہڈی سے گوشت اتارا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اَلْحَمَ النَّاسِجُ الثَّوْبَ: کپڑا بُننے والے نے کپڑا بُنا۔ مثل ہے کہ: اَلْحِمْ مَا اَسْدَيْتَ: یعنی تو نے نیکی کا جو کام شروع کیا ہے اسے پورا کر۔

اَلْحَمَ الرَّجُلُ: آدمی کے گھر میں گوشت کی فراوانی ہو گئی۔

اِلْتَحَمَ الْجُرْحُ: زخم کو انگور آ گیا۔

ل ح ن — اللَّحْنُ: اعراب میں غلطی کرنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ لَحَّانٌ اور لَحَّانَةٌ بھی یعنی فلاں شخص اعراب میں غلطی کرتا ہے۔

التَّلْحِيْنُ: لحن کے ساتھ پڑھنا یا پڑھنے میں غلطی کرنا۔

اللَّحْنُ: طرز ادا، لَے، انداز۔ اس کی جمع الحان اور اللُّحُوْنُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

اِقْرَأُوْا بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ: قرآن کریم کو عربوں کے لب و لہجے میں پڑھو۔

قَدْ لَحَنَ فِي قِرَائَتِهٖ: وہ اپنی قراءت (قرآن) میں غلطیاں کرتا تھا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ قرآن کو گا کر اور گنگنا کر پڑھتا تھا۔

هُوَ اَلْحَنُ النَّاسِ: وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ اچھا قاری اور خوش آواز ہے۔

اَلْحَنُ: (حاء مفتوح) ذہانت، فطانت۔

قَدْ لَحِنَ: وہ زیادہ ذہین نکلا۔ اس کا باب

طَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: وَلَعَلَّ اَحَدَکُمْ اَلْحَنُ بِحُجَّتِهٖ مِنَ الآخر: شاید تم میں سے کوئی ایک فریق دوسرے سے اپنی دلیل دینے میں زیادہ چالاک اور ہوشیار ہو۔

لَحَنَ لَهٗ: اس نے اشارے کنائے سے کوئی بات کہی جسے وہ سمجھ گیا لیکن کسی دوسرے کو اس کا پتہ نہ چلا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

لَحِنَهٗ هُوَ عَنْهُ: اس نے اس کی بات سمجھ لی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَلْحَنَهٗ هُوَ اِیَّاہ: اس نے اسی کو بات سمجھا دی۔ بقول الفزاری:

مَنْطِقٌ رَائِعٌ وَاَلْحَنُ اَحْیَا
وخیر الحَدِیْثِ ما کان لَحْنَا

"بات عمدہ ہے لیکن اس کی بات میں کبھی کبھار لحن ہوتا ہے اور بہترین بات وہ ہے جو سمجھی جا سکے۔"

شاعر کی مراد یہ ہے کہ اس کی محبوبہ بعض اوقات جو بات کہتی ہے اس سے اس کی مراد کچھ اور ہوتی ہے۔ وہ اپنی بات میں تعریض کرتی ہے اور اپنی ذہانت سے اپنی بات کو اس جہت سے پھیر لیتی ہے۔ بقول خداوندی: وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ: تم ان کے لب ولہجہ سے اصل بات جان لو گے۔ اور اصل مقصد ومراد کو سمجھ لو گے۔

ل ح ی - اَللَّحْیُ: داڑھی اُگنے کی جگہ، انسان کی ہو یا کسی اور کی۔

هُمَا لِحْیَان: وہ دو تھوڑیاں ہیں۔

ثَلاثَةُ اَلْحٍ: تین تھوڑیاں۔ بہت زیادہ ہوں تو کہیں گے: لُحِیٌّ بروزن فُعُوْلٌ۔

اَللِّحْیَةُ: داڑھی۔ اس کی جمع لُحِیٌّ (لام مکسور ومضموم) ہے۔ مضموم کی مثال ذُرْوَةٌ کی جمع ذُرًی ہے۔

قَدِ الْتَحَی الغُلَامُ: لڑکے کی داڑھی آ گئی۔

رَجُلٌ لِحْیَانِیٌّ: لمبی داڑھی والا آدمی (لام مکسور)۔ التَّلَحِّیَ: پگڑی کا ایک پھیر تھوڑی کے نیچے سے گزارنا۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ نَهَی عَنِ الاقْتِعَاطِ وَاَمَرَ بِالتَّلَحِّیَ: نبی اکرم ﷺ نے اقتعاط (تھوڑی کے نیچے سے پھیر گزار بغیر پگڑی باندھنے سے) منع فرمایا اور تلحیٔ کا حکم دیا۔

اِللِّحَاءُ: (لام مکسور اور الف ممدود) درخت کی چھال۔ لَحَا العَصَا: اس نے لاٹھی کی چھال اتار لی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

لَحَاهَا یَلْحَاهَا (لَحْیًا) کا معنی بھی یہی ہے۔

لَحَاهُ یَلْحَاهُ لَحْیًا: اس نے اسے

ملامت کی۔

لَاحَاهُ مُلَاحَاةً ولِحَاءً: اس نے اس سے جھگڑا کیا۔ مثل ہے: مَنْ لَاحَاکَ فَقَدْ عَادَاکَ: جس نے تم سے جھگڑا کیا تو گویا اس نے تمہارے ساتھ دشمنی کی۔

تَلَاحَوْا: انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ محاورہ ہے: لَحَاهُ اللّٰهُ: اللہ اس پر لعنت کرے۔

ل خ ص - التَّلْخِيصُ: خلاصہ بیان کرنا۔ تفصیل یا شرح بیان کرنا۔

ل خ ف - اللِّخَافُ: (لام مکسور) سفید باریک پتھر۔ اس کا واحد لَخْفَةٌ بروزن صَحْفَةٌ ہے۔ اس کا ذکر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

ل خ ق - اللُّخْقُوقُ: بروزن العُصْفُورُ: زمین میں بل کی طرح شگاف۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّ رَجُلًا كَانَ وَاقِفًا مَعَ النَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلّم فَوَقَصَتْ بِهِ نَاقَتُهُ فِي اَخَاقِيقِ جِرْذَانٍ: ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑا تھا اچانک اس کی اونٹنی چوہوں کے بلوں اور ان کے سوراخوں میں بدکنے لگی۔ اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ لفظ لَخَاقِيقُ ہے اور اس کا واحد لُخْقُوقٌ ہے۔ اس کا معنی زمین کے شگاف ہیں۔

ل د د - رَجُلٌ اَلَدُّ: جھگڑالو شخص۔

قَوْمٌ لُدٌّ: جھگڑالو قوم۔

لَدَّهُ: وہ اس کے ساتھ جھگڑ پڑا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اس کا اسم فاعل لَادٌّ اور لَدُوْدٌ (لام مفتوح) ہے۔

ل د غ - لَدَغَتْهُ العَقْرَبُ: بچھو نے اسے ڈس لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اور تَلْدَاغًا بھی ہے۔ اس کا اسم مفعول مَلْدُوْغٌ اور لَدِيْغٌ ہے۔

ل د م - اللَّدْمُ: پتھر یا کسی اور چیز کے زمین میں پڑنے سے پیدا ہونے والی آواز۔ یہ آواز زیادہ سخت نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے: وَاللّٰهِ لَا اَكُوْنُ مِثْلَ الضَّبُعِ تَسْمَعُ اللَّدْمَ حَتّٰى تَخْرُجَ فَتُصَادَ: یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ معنی یہ ہے: 'اللہ کی قسم! میں بجو کی طرح نہ بنوں گا جو کسی چیز کے گرنے کی آواز سنتا ہے تو شکار کرنے کیلئے باہر نکلتا ہے اور خود شکار ہو جاتا ہے'۔

ل د ن - رُمْحٌ لَدْنٌ: (لام مضموم) نرم لچکدار نیزہ، اور رِمَاحٌ لُدْنٌ: (لام مضموم)۔ لَدُنٌ ایک جگہ کا نام ہے، جو یہاں مراد ہے۔

لَدُنٌ: اسم ظرف غیر متمکن ہے جس کا معنی پاس اور قریب ہے۔ حروف جر میں سے صرف ایک حرف جر مِنْ اس پر داخل کیا گیا

ہے۔قول خداوندی ہے: مِنْ لَّدُنَّا: یہ مضاف ہوکر آتا ہے اور اپنے مابعد کو جر دیتا ہے۔اس کے تین لہجے ہیں:

(۱) لَدُنْ.

(۲) لَدَی اور

(۳) لَدْ.

لوگ کہتے ہیں: لَدُنْ غُدْوَةً صبح کے وقت۔غُدْوَةً کے سوا اور کوئی لفظ لَدُن کے بعد منصوب نہیں آیا۔صرف غُدْوَةً ہی ایک مخصوص لفظ ہے جو لَدُن کے بعد منصوب آتا ہے۔

ل د ی - لَدَی: پاس۔لَدُن کا ایک لہجہ ہے۔قول خداوندی ہے: وَاَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَی الْبَابِ: دونوں کو دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا۔لَدَی کا ضمیروں کے ساتھ اتصال عَلَیْک کی طرح ہوتا ہے۔(یعنی لَدَیْک وغیرہ)۔

ل ذ ذ - اَللَّذَّةُ: لذت، مزا۔اس کی جمع لَذَّات ہے۔

قَدْ لَذِذْتُ الشَّیْئَ: میں نے چیز کا مزا چکھا یا میں نے اسے مزیدار پایا۔اس کا باب سَلِمَ ہے۔اور لِذاذًا بھی۔

اِلْتَذَّ بِہٖ وتَلَذَّذَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

شَرَابٌ لَذٌّ: مزیدار شراب یا مشروب۔

لَذِیْذٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

اِسْتَلَذَّہٗ: اس نے اسے مزیدار سمجھا یا خیال کیا۔

اَللَّذُّ: نیند۔

اَللَّذِ اور اَللَّذْ: (ذال مکسور اور ذال ساکن) اَلَّذِیْ کے دو لہجے ہیں۔اس کا تثنیہ اللَّذَا ہے اور جمع اَلَّذِیْنَ۔شاید اسے رفعی حالت میں اللَّذُوْن بھی کہا گیا ہو۔

ل ذ ع - لَذَعَتْہُ النَّارُ: اسے آگ نے جلا دیا۔اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اَللَّوْذَعِیُّ: خوش مزاج اور زندہ دل شخص۔اور خوش بیان آدمی۔

ل ذ ی - اَلَّذِیْ: اسم مبہم، مذکر، یہ مبنی ہے اور معرفہ ہے، صلہ کے بغیر مفہوم اور معانی مکمل نہیں ہوتے۔دراصل یہ لفظ لذی ہے۔اس پر الف لام داخل ہوا۔اس سے الف لام کو الگ کرنا جائز نہیں ہے۔اس کے چار لہجے ہیں:

(۱) اَلَّذِیْ.

(۲) اَللَّذِ: (ذال مکسور)۔

(۳) اَللَّذْ: (ذال ساکن) اور،

(۴) اَلَّذِیُّ: (یاء مشدد)۔

اس کے تثنیہ کے صیغے کے تین لہجے ہیں:

(۱) اَللَّذَانِ.

(۲) اَللَّذَا: (نون محذوف) اور،

(۳) اَللَّذَانِّ: (نون مشدد)۔

اس کی جمع کے دو لہجے ہیں:

(۱) اَلَّذِيْنَ: (رفعی، نصبی اور جری تینوں حالتیں یکساں)۔

(۲) اَلَّذِی: (نون محذوف)۔

بعض لوگ رفعی حالت میں اللَّذُوْنَ کہتے ہیں۔اس کا اسم تصغیر اللَّذَيَّا (لام مفتوح اور یاء مشدد) ہے۔

ل ز ب – طِيْنٌ لَازِبٌ: چپکتا گارا۔اس کا باب دخل ہے۔

اَللَّازِبُ کا معنی الثَّابِتُ یعنی مضبوط بھی ہے۔کہا جاتا ہے کہ: صَارَ الشَّيْئُ ضَرْبَةَ لَازِبٍ: چیز مضبوط ہوگئی۔یہ ضرورت سے زیادہ فصیح ہے۔

ل ز ج – لَزِجَ الشَّيْئُ: چیز لیسدار اور چکنے والی بن گئی یا پھیل گئی۔اس کا اسم فاعل لَزِجٌ ہے۔اور اس کا باب طرب ہے۔

ل ز ز – لَزَّهُ: اس نے اسے باندھ لیا یا اسے چپکا دیا۔اس کا باب رَدَّ ہے۔

اَلْمُلَزَّزُ: بناوٹ کے اعتبار سے سخت گھٹا ہوا یا بندھا ہوا۔قَدْ لَزَّهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے گھوٹ کے باندھ دیا۔

لَازَزْتُهُ: میں نے اسے چپکا دیا۔

ل ز ق – لَزِقَ بِهٖ: (زای مکسور) لُزُوْقًا: وہ اس کے ساتھ چپک گیا۔لُزُوْقًا میں لام مضموم ہے۔

اَلْتَزَقَ بِهٖ: وہ ساتھ چمٹ گیا یا چپک گیا۔

کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ لِزْقِي وبِلْزِقِي اور لَزِيْقِي: فلاں میرے پہلو میں ہے۔یعنی بہت قریبی ہے۔

ل ز م – لَزِمْتُ الشَّيْئَ: میں نے ایک چیز کو لازم پکڑا۔اپنے لئے ضروری قرار دیا۔اس میں زای مکسور ہے۔اس کا مصدر لُزُوْمًا اور لِزَامًا ہے۔

لَزِمْتُ بِهٖ وَلَازَمْتُهُ: میں نے اسے اپنے ساتھ رکھا، یا میں اس کے ساتھ ہوگیا۔

اَللِّزَامُ الْمُلَازِمُ: مستقل ساتھ رہنے والا۔موت۔نہایت ضروری ساتھ۔کہا جاتا ہے: صار كذا ضَرْبَةَ لَازِمٍ: ایسا ضروری ہوگیا۔یہ محاورہ ضَرْبَةُ لَازِبٍ کا ایک لہجہ ہے۔

اَلْزَمَهُ الشَّيْئُ فَالْتَزَمَهُ: اس نے اس کے ذمے کوئی چیز یا بات لگا دی۔تو اس نے اسے اپنے اوپر لازم کر لیا یا ذمے لے لی۔

ل س ع – لَسَعَتْهُ الْعَقْرَبُ والحَيَّةُ: اسے بچھو اور سانپ نے ڈس لیا۔اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ل س ق / ل ص ق – لَسِقَ بِهٖ اور لَصِقَ بِهٖ: (سین اور صاد مکسور) لَصُوْقًا (صاد مضموم) اَلْتَسَقَ بِهٖ اور التصق بِهٖ: وہ اس کے ساتھ چمٹ گیا۔

اَلْسَقَهُ بِهٖ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے اس

کے ساتھ چمٹایا۔
اَلْصَقَهُ بِـهِ غَيْرُه کا معنی بھی یہی ہے۔
فُـلانٌ لِسْـقِـيْ ولِصْـقِي وبِلِسْقي وبِلِصْـقِي ولَسِـيْقِيْ اور لَصِـيْقِيْ: تمام کا معنی یہ ہے کہ وہ میرے پہلو میں ہے یعنی میرا قریبی ساتھی ہے۔

ل س ن — اَللِّسَان: زبان، آلۂ کلام۔ بعض اوقات یہ کلمہ بطور کنایہ بات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تو اس حالت میں یہ مؤنث ہے۔ جن لوگوں نے اسے مذکر قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں: ثَـلاثَةُ اَلْسِنَةٍ بمعنی تین زبانیں۔ اس کی مثال حِـمَـارٌ اور اَحْمِـرَةٌ ہے۔ اور جو اسے مؤنث کہتے ہیں وہ کہتے ہیں: ثَلاث اَلْسُـنٍ اس کی مثال 'ذِراعٌ اور اَذْرُعٌ' ہے۔
اَللَّسَـــنُ: (لام اور سین دونوں مفتوح) فصاحت۔
قَـــدْ لَسِنَ: وہ فصیح ہوگیا۔ یا اس نے فصیح بات کی۔ اس کا باب طَـرِبَ ہے اور اسم فاعل لَسِنٌ بمعنی فصیح اور اَلْسَنُ ہے یعنی فصیح البیان شخص۔
فُـــلانٌ لِسَـــانُ الْقَـــوْمِ: فلاں شخص قوم کا ترجمان ہے۔
اللِّسَـــانُ: لِســـان الميزان: ترازو کا وہ حصہ جو تولتے وقت ہاتھ میں رہتا ہے۔

لَسَنَهُ: اس نے اسے زبان سے پکڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ل ص ص — اللِّـصُّ: چور، اس کی جمع اللُّصُوْص۔
اللُّـصُّ: (لام مضموم) ایک اور لہجہ اور لَـصٌّ ہے۔
اللُّصُــوْصِـيَّـةُ: چوری (لام مضموم اور مفتوح)۔ هُوَ يَتَلَصَّصُ: وہ چوروں والی حرکات کرتا ہے۔ اَرْضٌ مَلَصَّةٌ: چوروں والی زمین یا جگہ، بروزن مَحَجَّةٌ۔
لَصِقَ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل س ق'.

ل ط خ — لَطَخَهُ بِكَذا فَتَلَطَّخَ: اس نے اسے فلاں چیز سے لتھڑایا آلودہ کیا تو وہ لتھڑ گیا، یا آلودہ ہوگیا۔

ل ط ع — اللَّطْعُ: دانتوں کا گرنا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

ل ط ف — لَطف الشَّيئُ: چیز لطیف اور ہلکی ہوگئی۔ اس کا باب ظَـرف ہے اور اسم فاعل لَطِيْفٌ ہے۔
اللُّطْـفُ فِـيْ العَمل: کام میں شفقت اور مہربانی اور نرمی۔
اللُّطْفُ مِـن اللّٰه تعـــالى: اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عصمت۔ الطَـفَـهُ بِكَـذا: اس نے اسے یہ تحفہ دیا یا اس پر یہ مہربانی کی۔ اس کا اسم اللَّطَـفُ (لام اور طاء دونوں مفتوح)۔ کہا جاتا ہے: جَـاءَتْنَا لَطَـفَـةٌ

مِــنْ فُــلَانٍ: ہمیں فلاں شخص کی طرف سے تحفہ آیا۔

اَلْمُـلَاطَفَــةُ: باہم ایک دوسرے کے ساتھ لطف ومہربانی کرنا۔

اَلتَلَطُّفُ لِلْأَمْــرِ: کام کے لئے نرمی اختیار کرنا۔

ل ط م - اَللَّطْمُ: تھپڑ، طمانچہ، منہ پر ہتھیلی سے تھپڑ مارنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَللَّطِيْمَةُ: اونٹوں کا وہ کارواں جو خوشبو اور تاجروں کے کپڑے بار کئے ہوئے ہو، اُٹھاتا ہے یا اٹھائے ہوتا ہے۔ ممکن ہے عطّاروں کے بازار کو بھی اللَّطِيْمَة کہتے ہوں۔

اَللَّطِيْـــمُ: وہ شخص جس کے ماں باپ دونوں مرگئے ہوں۔ اور العَجِيُّ وہ شخص جس کی صرف ماں مرگئی ہو اور اليتيم وہ شخص جس کا باپ مرگیا ہو۔

لَاطَمَهُ: اس نے اسے تھپڑ مارا۔

تَـلَاطَمَا: دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو تھپڑ مارے۔

اِلْتَطَمَتِ الْأَمْوَاجُ: لہریں باہم ٹکرائیں۔

ل ظ ظ - أَلَظَّ بِهٖ: وہ اس کے ساتھ رہا اور اس سے الگ نہیں ہوا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اَلِظُّوْا فِي الدُّعَا بِيَاذَ الجَلَال والاكْرَام: دُعا میں لازماً یا ذا الجلال والاکرام کہا کرو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَلْإِلْظَاظُ کا معنی الحاح یعنی عاجزی وانکساری اور مانگنے پر اصرار ہے۔

ل ظ ی - اَللَّظٰی: شعلہ، آگ۔ لَـظٰـی بھی جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یہ اسم معرفہ اور غیر منصرف ہے۔

اِلْتِظَاءُ النَّارِ: آگ کا بھڑکانا۔ بھڑکنا۔

تَلَظِّيْهَا: آگ کا بھڑک اٹھنا۔

ل ع ب - اَللَّعِبُ: کھیلنا۔ اللَّعْبُ کا معنی بھی یہی ہے۔ لَعِبَ کا باب طَرِبَ ہے اور لِعْبًا بروزن عِلْمًا کا معنی بھی یہی ہے۔

تَلَعَّبَ: وہ بار بار کھیلا۔

رَجُلٌ تِلْعَابَةٌ: (تاء مکسور) بہت زیادہ کھیلنے والا، کھلاڑی، کھلنڈرا۔

اَلتَّلْعَابُ: لعب کا مصدر ہے۔ کھیلنا۔

لُعَابُ النَّحْلِ: شہد۔ اللُّعَابُ: منہ سے ٹپکنے والی رال۔ لعاب دھن۔

لَعَبَ الصَّـبِيُّ: بچے کے منہ سے رال ٹپکی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

لُعَـابُ الشَّـمْـسِ: دھوپ کی تمازت کے باعث مکڑی کے جالے کی طرح جو جالا سا نظر آتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہی سَراب ہے۔

ل ع ث م: بقول ابو زید: تَلَعْثَمَ فِي الأَمْــرِ: اس نے کام میں دیر کی یا تاخیر کی یا سستی کی۔ خلیل کا قول ہے کہ اس کا معنی

ہے: وہ اس سے ہٹ گیا اور اسے خوب غور سے دیکھا یا اسے دیکھتا رہا۔

ل ع س - اللَّعَسُ: (لام اور عین دونوں مفتوح) ہونٹوں کا رنگ جو تھوڑا سا سیاہی مائل ہو۔ اسے ملیح یعنی خوبصورت سمجھا جاتا ہے۔ اس کا باب طَـرِبَ ہے۔ کہا جاتا ہے: شَفَةٌ لَعْسَاء: نمکیں یا خوبصورت ہونٹ۔

فِتْيَةٌ وِنِسْوَةٌ لُعْسٌ: خوبصورت لڑکے اور عورتیں۔

ل ع ع - لَعْلَعٌ: ایک پہاڑ جس پر ایک اہم واقعہ یا حادثہ ہوا تھا۔ (المنجد میں اس کا معنی سراب، بھیڑیا اور حجازی درخت دیا گیا ہے)۔

ل ع ق - لَعِقَ الشَّيْئَ: اس نے ایک چیز کو چاٹ لیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

المِلْعَقَـةُ: چمچا یا چمچی۔ اس کی جمع المَلَاعِقُ ہے۔

اللُّعْقَةُ: (لام مضموم) جو چیز چمچے سے لی جائے۔ اللَّعْقَةُ: (لام مفتوح) ایک چمچہ بھر، چمچہ سے ایک دفعہ کوئی چیز لینا۔

اللَّعُوقُ: (لام مفتوح) چٹنی یا مُربہ۔ یا تُرشی۔

ل ع ل - لَعَلَّ: کلمہ شک۔ یہ کلمہ اصل میں عَلَّ ہے اور شروع والا لام حرف زائد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لَعَلِّي اَفْعَلُ اور لَعَلَّنِي اَفْـعَـلُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی میں شاید یہ کام کروں۔

ل ع ن - اللَّعْنُ: دھتکارنا۔ یا خیر سے دور ہٹانا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اللَّعْنَةُ: اس کا اسم ہے یعنی لعنت۔ اس کی جمع لِعَانٌ اور لَعَنَاتٌ ہے۔

الرَّجُلُ لَعِيْنٌ ومَلْعُوْنٌ: راندہ یا دھتکارا ہوا آدمی۔

المَـــرْأَةُ لَعِـيْـنٌ: عورت ملعون ہے۔ مؤنث کے لئے بھی لعین آتا ہے۔

المُلَاعَنَةُ: ایک دوسرے کو لعنت کرنا۔

اللِّعَـــانُ: لعنت کی بددعا کرنا۔ میاں بیوی کی تفریق کی ایک اصطلاح۔

المَلْعَـنَـةُ: چوک۔ راستے کا موڑ۔ لوگوں کے اُترنے کی جگہ۔ حدیث شریف میں ہے: اِتَّـقُـوْا المَـلَاعِنَ: ناپاک جگہوں سے بچو، پرہیز کرو۔

رَجُـلٌ لُعَـنَـةٌ: لوگوں کو بہت زیادہ لعنت کرنے والا شخص۔ اور رَجُلٌ لُعْـنَـةٌ (عین ساکن) بہت بڑا لعنتی جسے لوگ کثرت سے لعنت کرتے ہوں۔

ل ع ا: جسے ٹھوکر لگے اسے دعائیہ کلمے کے طور پر کہا جاتا ہے: لَعًا لَّـكَ یعنی جیتے رہو۔

ل غ ب - اللُّغُوْبُ: (لام اور غین دونوں مضموم) تکان۔ تھک ہار جانا، رہ جانا، اس

کا باب دَخَلَ ہے۔
لَغِبَ: (غین مکسور) اس کا ایک کمزور لہجہ ہے۔
ل غ ز -اَلْغَزَ فِي كَلَامِهِ: اس نے پہیلی یا اشاروں کنایوں میں بات کی۔ اس کا اسم اللُّغْزُ پہیلی، معمہ، اس کی جمع اَلْغَازٌ ہے۔ اس کی مثال رُطَبٌ اور اَرْطَابٌ ہے۔
ل غ ط -اللَّغَطُ: (لام اور غین دونوں مفتوح) آواز، شور وغوغا۔ قَدْ لَغَطُوْا: انہوں نے شور مچایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ لِغَاطًا (لام مکسور) اور لَغَطًا (لام مفتوح اور غین دونوں مفتوح) کا معنی بھی یہی ہے۔
ل غ م: ابن الاعرابی رحمہ اللہ نے بتایا کہ: میں نے ایک اعرابی یعنی بدو سے کہا: کب چلو گے؟ تو اس نے جواب دیا کہ: تَلَغَّمُوْا بِيَوْمِ السَّبْتِ: یعنی انہوں نے چلنے کے لئے ہفتہ کا ذکر کیا ہے۔
بقول الکسائی لَغَمَ کا باب قَطَعَ ہے۔ اور معنی یہ ہے: اس نے اپنے ساتھی کو ایسی بات بتائی جس کا اسے یقین نہیں۔
ل غ ا -لَغَا: اس نے باطل یا لغو کہا۔ اس کا باب عَدَا اور صَدِيَ ہے۔
اَلْغَى الشَّيْءَ: اس نے چیز کو باطل اور لغو یعنی بیکار کردیا۔
اَلْغَاهُ مِنَ الْعَدَدِ: اس نے عدد میں سے اسے نکال دیا۔ اللَّاغِيَةُ: منسوخ یا باطل قرار دی گئی چیز۔ قول خداوندی ہے: لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً: (جنتی لوگ جنت میں) کوئی لغو اور بیہودہ بات نہیں سنیں گے۔
لَاغِيَةٌ کی مثال لَابِنٌ اور تَامِرٌ ہے۔
اللَّغْوُ فِي الْأَيْمَانِ: ایسی قسم، جس کا انسان کے دل میں ارادہ نہ ہو۔ یعنی غیر ارادی طور پر منہ سے نکلی ہوئی قسم۔ مثلاً: یہ کہنا لا واللہ اور بَلٰی، واللہ۔
اللُّغَةُ: اس کی اصل لُغَيٌّ ہے یا لُغَوٌّ ہے۔ اس کی جمع لُغًى ہے۔ اس کی مثال بُرَةٌ اور بُرًى ہے۔ اس کی جمع لُغَاتٌ بھی۔
اس کا معنی مصطلح کلام، زبان، علم معرفت اَوْضَاعِ مفردات ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ: سَمِعْتُ لُغَاتَهُمْ: میں نے ان کی باتیں سنیں۔ اس میں تاء مفتوح ہے۔ صاحب کتاب نے اس تاء کو 'ۃ' سے تشبیہ دی ہے جو وقف کی صورت میں ھاء کی آواز سے بولی جاتی ہے۔ لغة سے صفت نسبتی لُغَوِيٌّ ہے۔ اسے لَغَوِيٌّ (لام مفتوح) نہیں کہنا یا پڑھنا چاہیے۔
ل ف ت -اللَّفْتُ: گردن موڑنا، توجہ کرنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: اِنَّ مِنْ اَقْرَا النَّاسِ الْقُرآنِ مُنَافِقًا

لَايَدَعُ مِنْهُ وَاوًا وَلَا اَلِفًا يَلْفِتُهُ بِلِسَانِهِ كَمَا تَلْفِتُ الْبَقَرَةُ الخلى بِلِسَانِهَا: قرآن کے بڑے قاریوں میں سے ایک وہ منافق بھی ہوگا جو کسی واؤ یا الف کو زبان سے مروڑے بغیر نہ چھوڑے جس طرح گائے ہری گھاس کو زبان سے مروڑتی ہے۔

لَفَتَ وَجْهَهُ عَنْهُ: اس نے اس سے منہ پھیر لیا۔

لَفَتَهُ عَنْ رَايِهِ: اس نے اس کی رائے سے پھیر لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اِلْتَفَتَ اِلْتِفَاتًا: اس نے توجہ کی۔

التَّلَتُّفُ: بہت زیادہ توجہ کرنا، دھیان دینا۔

ل ف ح — لَفَحَتْهُ النَّارُ والسُّمُوْمُ بِحَرِّهَا: آگ یا گرم ہوا نے اسے اپنی گرمی سے جلایا یا جھلسا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے: جس ہوا میں لَفْحٌ (جلن) ہو وہ حَرٌّ ہے اور جس ہوا میں نَفْحٌ (یعنی پھونک یا ٹھنڈک ہو) وہ بَرْدٌ ہے۔

اللُّفَّاحُ بروزن التُّفَّاحُ: ایک خوشبودار پودا جس کو لوگ سونگھتے ہیں۔ وہ جب زرد ہو جاتا ہے تو اس کی شکل بینگن کی طرح ہوتی ہے یعنی پک کر اس کی شکل بینگن جیسی ہو جاتی ہے۔

ل ف ظ — لَفَظَ الشَّيْئَ مِنْ فَمِهِ: اس نے اپنے منہ سے کوئی چیز نکال پھینکی۔ اس پھینکی ہوئی چیز کو لُفَاظَةٌ کہتے ہیں۔ لفظ بِالْكَلَامِ و تَلَفَّظَ بِهِ: اس نے بات کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

ل ف ف — لَفَّ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو لپیٹ لیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

لَفَّفَهُ: اسے مبالغہ کے لئے مشدد کیا گیا۔

تَلَفَّفَ فِي ثَوْبِهِ: اس نے کپڑے میں لپیٹ لیا۔ التَفَّ بِثَوْبِهِ: وہ اپنے کپڑے میں لپٹ گیا۔ اللِّفَافَةُ: جو انسان وغیرہ کے اوپر لپیٹا جاتا ہے۔ اس کی جمع اللَّفَائِفُ ہے۔

اللَّفِيْفُ: مختلف قبائل کے لوگوں کا اجتماع یا اکٹھ۔ قول خداوندی ہے: جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا: ہم تم کو لپیٹ کے یعنی اکٹھا کر کے لے آئیں گے۔ عربی زبان کے قواعد میں ایک اصطلاح لفیف ہے جس میں کسی کلمہ میں ثلاثی مجرد کے افعال میں سے دو حروف علت آئیں مثلاً: ذوی اور حیی۔

الأَلْفَافُ: گھنے درخت جو ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے ہوئے ہوں۔ قول خداوندی ہے: وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًا: گھنے درختوں کے باغات۔ اس کا واحد لِفٌّ ہے۔ اس میں لام مکسور ہے۔

ل ف ق - لَفَقَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑے کے ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے سے جوڑ کر سیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اَحَادِیْثُ مُلَفَّقَةٌ: جھوٹی باتیں اور خرافات۔ چکنی چپڑی باتیں۔

ل ف ا - اللَّفَاءُ: (لام مفتوح) گھٹیا اور حقیر چیز۔ کہا جاتا ہے کہ: رَضِیَ فُلَانٌ مِنَ الْوَفَاءِ بِاللَّفَاءِ: فلاں شخص اپنے بڑے حصے کے مقابل معمولی سی چیز پر راضی ہوگیا۔ اَلْفَاهُ: اس نے اسے پالیا۔ تَلَافَاهُ: انہوں نے اس کا تدارک کیا، یا اس کی تلافی کر دی۔

ل ق ب - اللَّقَبُ: کسی کو اچھا یا بُرا نام دینا یا اچھے بُرے نام سے پکارنا۔ لَقَّبَهُ بِكَذَا فَتَلَقَّبَ بِهِ: اس نے اسے فلاں لقب سے پکارا تو وہ اس نام سے پکارا جانے لگا۔ یا اس نے اسے فلاں لقب دیا تو اس کا وہ لقب ہوگیا۔

ل ق ح - اَلْقَحَ الْفَحْلُ النَّاقَةَ: اونٹ نے اونٹنی کو حاملہ کر دیا۔

اَلْقَحَتِ الرِّیْحُ السَّحَابَ: ہوا نے بادلوں کو بار آور کیا۔

رِیَاحٌ لَوَاقِحُ: بادلوں سے بارش برسانے والی ہوائیں۔ لَوَاقِحُ کے بدلے مَلَاقِحُ نہیں کہنا چاہئے، یہ نادر ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کلمہ کی اصل مُلْقِحَةٌ ہے۔ لیکن ہوائیں تب تک بادلوں کو بار آور نہیں کرتیں تاوقتیکہ یہ خود حامل نہ ہوں۔ گویا ہوائیں پہلے خود بار آور ہوتی ہیں اور ان میں خیر کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر جب یہ بادل پیدا کرتی ہیں اور ان میں خیر کا مادہ پیدا ہوتا ہے تو ایک خیر دوسری خیر تک پہنچتی ہے۔

تَلْقِیْحُ النَّخْلِ: کھجور کے درخت میں پیوند کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ: لَقَحَ النَّخْلَةَ: اس نے کھجور کے درخت کا پیوند کیا۔ اس کا مصدر تَلْقِیْحًا ہے۔

اَلْقَحَهَا: اس نے اسے پیوند کیا۔

المَلَاقِحُ: نر اونٹ۔ یہ کلمہ ان اونٹنیوں کے لئے بولا جاتا ہے جن کے پیٹ میں ان کے بچے ہوں۔

المَلَاقِیْحُ: اونٹنیوں کے پیٹ میں جنین بچے۔ اس کا واحد مَلْقُوْحَةٌ ہے جو لُقِحَتْ فعل مجہول سے مشتق ہے۔ اس کی مثال حُمَّ سے مَحْمُوْمٌ اور جُنَّ سے مَجْنُوْنٌ ہے۔

ل ق ط - لَقَطَ الشَّیْئَ: اس نے زمین پر سے یا فرش پر سے چیز اٹھالی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اِلْتَقَطَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ لوگوں کا قول ہے کہ لِكُلِّ سَاقِطٍ لَاقِطَةٌ: ہر گرنے والی چیز کا ایک اٹھانے والا ہوتا ہے۔ یعنی

نادر کلمات کو سننے والے اور پھیلانے والے بھی ہوتے ہیں۔
اَللَّقِيطُ: گری پڑی چیز۔
اَللَّقَطُ: (لام اور قاف دونوں مفتوح) چیزوں میں چُنی ہوئی چیز۔ اسی سے ماخوذ لفظ لَقَطُ المَعْدَنِ ہے۔ اس کا معنی سونے کا ٹکڑا جو سونے کی کان میں ملے۔
لُقَطُ السُّنبُلِ: (لام مضموم) فصل کاٹنے کے بعد گرے ہوئے خوشے یا بٹے جنہیں لوگ چُن لیتے ہیں۔ یہی معنی لُقَاطُ السُّنبُلِ کا ہے لُقَاط میں لام مضموم ہے۔
تَلَقَّطَ التَّمرَ: اس نے ادھر ادھر سے کھجور کے دانے اٹھا لئے۔
ل ق ف - لَقِفَ الشَّيْئَ: اس نے چیز جلدی سے لے لی۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔
تَلَقَّفَهُ: اس نے جلدی سے اسے لے لیا۔
ل ق ق - لَقَّ عَيْنَهُ: اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھ پر مارا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔
اَللَّقْلَقُ: زبان۔ حدیث شریف میں ہے: من وقِيَ شَرَّ لَقْلَقِهِ: جسے زبان کے شر سے بچایا گیا وہ جنت میں داخل ہوا۔
اَللَّقْلَاقُ: سارس، لمبی گردن والا عجمی پرندہ جو سانپ کھاتا ہے۔ شاید اسے لَقْلَقُ بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع اللَّقَالِقُ ہے۔ اس کی آواز لَقْلَق کی طرح ہوتی ہے۔ ہر آواز میں اسی طرح حرکت اور لڑکھڑاہٹ ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: مَالَمْ يَكُنْ نَقْعٌ ولا لَقْلَقَةٌ: میّت پر ماتم کرنا اس حد تک جائز ہے جس میں سر پر خاک ڈالنا اور چیخ و پکار نہ ہو۔ بقول ابو عبید اللَّقْلَقَةُ کا معنی سخت آواز یا آواز کی کرختگی اور شدت ہے۔
ل ق م - لَقِمَ اللُّقْمَةَ: اس نے نوالا نگلا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔
اِلْتَقَمَهَا کا بھی یہی معنی ہے۔
تَلَقَّمَهَا: اس نے اسے آہستہ آہستہ نگل لیا۔
لَقَّمَهَا غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے لقمہ دیا۔ اس کا مصدر تَلْقِيمًا ہے۔
أَلْقَمَهُ حَجَرًا: اس نے پتھر سے دہانہ بند کر دیا۔
ل ق ن - لَقِنَ الكَلَامَ: اس نے بات سمجھی۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔
تَلَقَّنَهُ: اس نے اسے تیز فہمی سے حاصل کیا۔ التَّلْقِينُ: تفہیم، سمجھانا۔
ل ق ی - لَقِيَهُ لِقَاءً: (لام مکسور اور الف ممدود) وَلُقًى (لام مضموم اور یاء مقصور)۔ وَلُقِيًّا (لام مضموم اور یاء مشدّد) ولَقْيَانًا ولُقْيَانَةً وَاحِدَةً (دونوں میں لام مفتوح) ولَقْيَةً وَاحِدَةً (لام مفتوح) وَلِقَاءَةً وَّاحِدَةً (لام مکسور و الف ممدود) اُس نے اُس کے ساتھ ایک دفعہ ملاقات کی۔ ان معنوں میں لَقَاةً نہیں کہنا چاہئے کیونکہ یہ کلمہ مولّد ہے اور غیر عربی کلمہ ہے۔
أَلْقَاهُ: اس نے اسے پھینک دیا، گرا دیا۔

کہتے ہیں کہ: اَلْقِهِ مِن يَدِكَ: اپنے ہاتھ سے اُسے چھوڑ دو۔
اُلْقِيَ اِلَيْهِ المَوَدَّةَ وبالمَوَدَّةِ: اس کے دل میں محبت ڈال دی گئی۔ التَقَوا وتَلاقَوا دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ آپس میں ملے۔
اسْتَلْقَى عَلَى قَفَاهُ: وہ چت لیٹ گیا۔
تَلَقَّاهُ: اس نے اس کا استقبال کیا۔ دوسروں تک پہنچایا۔ قول خداوندی ہے: اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ: جب تم اپنی زبانوں پر اس کا چرچا ایک دوسرے سے کرتے تھے۔
جَلَسَ تِلْقَاءَهُ: وہ اس کی طرف منہ کر کے یا اس کے بالمقابل بیٹھ گیا۔
التِلْقَاءُ، لِقَاءٌ کی طرح مصدر بھی ہے۔
اللَّقَى (لام مفتوح) الشَّيْئُ المُلْقَى لِهَوَانِهِ: بے قدر ہونے کے باعث گری پڑی چیز۔ یعنی بے وقعت چیز۔
اللَّقْوَةُ: لقوہ، فالج کی بیماری خاص چہرے پر فالج، کہا جاتا ہے۔ لُقِيَ الرَّجُلُ: آدمی کو فالج ہو گیا (لام مضموم) جسے لقوہ کی بیماری ہو اسے مَلْقُوٌّ کہتے ہیں یعنی فالج زدہ۔

ل ک ز: بقول ابو عبید اللَّكْزُ کا معنی ضَرَبَ ہے۔ یعنی کسی کی چھاتی پر مکا مارنا۔ ابوزید کا کہنا ہے کہ صرف چھاتی پر نہیں بلکہ اس کا معنی سارے جسم پر کسی جگہ مکا مارنا ہے۔

ل ک ع - رَجُلٌ لُكَعٌ: بروزن عُمَر کمینہ شخص۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ذلیل غلام ہے یعنی ذلیل فطرت غلام۔
امْرَأَةٌ لَكَاعِ مانند قَطَام: کمینی عورت۔
رَجُلٌ اَلْكَعُ: کمینہ مرد۔ اِمْرَأَةٌ لَكْعَاءُ کمینی عورت۔ چھوٹے بچے کو بھی پیار سے کہا جاتا ہے یعنی ننھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: أَثَمَّ لُكَعٌ: اس سے ان کی مراد حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ حدیث یہ ہے: اِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلامُ جَاءَ يَطْلُبُ الحسن بن علی قَالَ أَثَمَّ لُكَعٌ: حضور علیہ السلام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے ہوئے تشریف لائے اور پوچھا کہ وہاں ننھا یا منا ہے۔ (مترجم)۔

ل ک ک - اللَّكُّ: (لام مفتوح) سرخ رنگ کی ایک چیز جس سے رنگ دیا جاتا ہے۔
اللُّكُّ: (لام مضموم) اس کی تلچھٹ جو نیزے کے دستے پر چڑھائی جاتی ہے۔

ل ک م - لَكَمَهُ: اس نے اسے مکا مارا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
اللُّكَّام: (لام مضموم اور کاف مشدد) شام میں ایک پہاڑ ہے۔

ل ک ن - اللُّكْنَةُ: لکنت۔ زبان میں

لڑکھڑاہٹ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: رَجُلٌ اَلْکَنُ: لکنت والا آدمی۔

قَـدْ لَکِنَ: اس کی زبان میں لکنت ہے۔ اس کا باب طـرب ہے۔ ولٰکِنْ (نون ثقیلہ وخفیفہ) استدراک اور تحقیق کی غرض استعمال میں آنے والا حرف عطف ہے۔ اس سے نفی کے بعد کا بیان واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ اَنَّ (نون ثقیلہ) اِنَّ کا عمل کرتا ہے۔ اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ نفی کے بعد استدرک اور ایجاب کا کام دیتا ہے مثلاً: مَا تَکَلَّمَ زَیْدٌ لٰکِنَّ عمرًا قَـدْ تَکَلَّمَ زید نے بات نہیں کی البتہ عمرو نے بات کی ہے۔ اور مَا جَآءَنِی زَیْـدٌ لٰکِنْ عمرًا قَدْ جَاءَ: میرے پاس زید نہیں آیا لیکن عمر آیا ہے۔ نون خفیفہ پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ قول خداوندی ہے:

لٰکِنَّا هُـوَ اللّٰهُ رَبِّـیْ: لیکن وہی خدا میرا رب ہے۔ یہاں لٰکِنَّا دراصل لٰکِنْ أنا ہے۔ پھر الف کو حذف کیا گیا اور التقاء نونین یعنی دونوں اکٹھے آنے کے باعث تشدید آ گئی۔

ل م ح - لَمَحَهُ: اس نے اسے ایک لحہ نظر سے دیکھا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم اَللَّمْـحَـةُ (لام مفتوح) ہے۔ فی فُلَانٍ لَمْحَةٌ مِنْ أَبِیْهِ: فلاں شخص میں اس کے باپ کی شباہت ہے۔ یا فِیْـهِ مَـلَامِـحُ مِـنْ اَبِـیْـهِ: اس کے اندر اس کے باپ کے خدوخال ہیں۔ لَمْـحَـةُ کی یہ جمع غیر لفظی ہے اور ایسا ہونا نادر اور شاذ ہے۔

ل م ز - اَللَّمْزُ: عیب، اصل میں اس کا معنی آنکھ وغیرہ سے اشارہ کرنا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ قول خداوندی میں یہ لفظ دونوں ابواب سے پڑھا گیا ہے۔ وَمِـنْـهُـمْ مَـنْ یَلْـمِـزُکَ فِـی الـصَّـدَقَـاتِ: ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو تقسیم صدقات (زکوٰۃ) میں آپ ﷺ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

رَجُـلٌ لَمَّـازٌ: (میم مشدد) سخت عیب لگانے والا اور طعنہ زن۔

رَجُلٌ لُمَـزَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: طعنہ زن شخص، عیب چین۔

ل م س - اَللَّمْسُ: چھونا، ہاتھ سے چھونا۔

قَدْ لَمَسَهُ: اس نے اسے ہاتھ سے چھوا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

اَلْإِلْتِمَاسُ: طلب، درخواست، استدعا۔

اَلتَّلَمُّسُ: بار بار طلب کرنا۔

بَیْعُ الْمُلَامَسَةُ: بیع ملامسہ، وہ یہ ہے کہ جب ایک فریق کہے کہ جب میں سامان کو چھولوں یا ہاتھ لگا دوں تو ہمارے درمیان اس قیمت پر بیع واجب اور پکی ہو گئی۔

ل م ظ - لَمَظَ: اس کا باب نَصَـرَ ہے۔

تَلَمَّظَ: جب کوئی منہ کے اندر کا نوالہ کھالے اور اپنی زبان نکال کر اپنے ہونٹوں پر پھیرے۔

اللُّمْظَةُ: (لام مضموم) سفید نقطہ۔ حدیث شریف ہے: الایْمَانُ یَبْدُوْ لُمْظَةً فِي القَلْبِ: ایمان دل پر ایک سفید نقطے کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔

ل م ع - لَمَعَ البَرْقُ: بجلی چمکی یا کوندی۔ اس کا باب قَطَعَ اور لَمَعانًا بھی ہے۔ اس میں میم مفتوح ہے۔

اَلْتَمَعَ کا بھی یہی معنی ہے۔ اللُّمْعَةُ بروزن الرُّقْعَةُ: پودے کا ایک ٹکڑا جب وہ مرجھا رہا ہو۔

الألْمَعِيّ: ذکی، ذہین اور ہوشیار۔

المُلَمَّعُ مِنَ الخَيْلِ: ایسا گھوڑا جس کے جسم میں ایک دھبّہ ہو جو باقی سارے جسم کے رنگ سے مختلف ہو۔

ل م م - لَمَّ اللّٰهُ شَعَثَهُ: اللہ تعالیٰ اس کے منتشر اور بکھرے ہوئے معاملات کی اصلاح کرے اور انہیں جمع کرے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الألْمَام: نازل ہونا، اُترنا۔ کہا جاتا ہے: اَلَمَّ بِهِ: وہ اس پر اُترا۔

غُلَامٌ مُلِمٌّ: بالغ ہونے کے قریب لڑکا۔ حدیث شریف میں ہے: وَاِنَّ مِمَّا یُنْبِتُ الرَّبِیْعُ مَا یَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ یُلِمّ: بے شک موسم بہار میں کچھ نباتات ایسی اُگتی ہیں جن کے کھانے سے انسان بدہضمی کے باعث مر جاتا ہے یا قریب المرگ ہو جاتا ہے۔

اَلَمَّ الرَّجُلُ مِنَ اللَّمَمِ: آدمی نے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا، اور اس نے کہا کہ: اِن تغفر اللّٰهم تغفر جَمًّا وایّ عَبْدٍ لَکَ لاَ اَلَمَّا: اے اللہ! اگر تو بخشنے والا ہے تو بڑے بڑے گناہوں کو بخش اور چھوٹے چھوٹے گناہ، تو تیرا کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جس نے نہ کئے ہوں۔ کہا گیا ہے کہ اِلْمَام کا معنی معصومیت کے قریب والے کام ہیں۔ جن میں واقعتاً معصیت کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللَّمَمُ کا معنی گناہوں کے قریب ہونا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے بقول الفراء کہا ہے کہ قرآن کی آیت میں: اِلاَّ اللَّمَمَ کا معنی صغیرہ گناہوں کے قریب ہونا ہے۔

اللَّمَمُ کا معنی ایک طرح کا جنون بھی ہے۔ رَجُلٌ مَلْمُوْمٌ: ایسا شخص جو جنون سے متاثر ہو۔ کہا جاتا ہے: اَصَابَتْ فُلاَنًا مِنَ الجِنِّ لَمَّةٌ: فلاں شخص پر جن کا کچھ اثر یا دخل ہوا ہے۔ لَمَّةٌ سے مراد مس ہے یا تھوڑا سا اثر۔

المُلِمَّةُ: نازل ہونے والی دنیاوی تکلیفیں

اور مصیبتیں۔

العَیْنُ اللّامَۃُ: نظر بد جو کسی کو لگ جاتی ہے۔کہا جاتا ہے: **اُعِیْذُہُ مِنْ کُلِّ ھَامَّۃٍ وَلَامَّۃٍ**: میں اسے ہر زہریلے کیڑے اور نظر بد سے پناہ میں دیتا ہوں، یعنی اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اللِّمَّۃُ: (لام مکسور) سر کے بال جو کنپٹی سے نیچے لٹک رہے ہوں۔اور جب یہ بال کندھوں تک پہنچیں تو انہیں **جُمَّۃ** کہتے ہیں۔اس کی جمع **لِمَمٌ** ہے اور **لِمَامٌ** ہے۔

فُلانٌ یَزُوْرُنَا فِی الأحایِیْن: وہ شخص اکثر اوقات ہم سے ملاقات کرتا ہے۔

کِتَیْبَۃٌ مُلَمْلَمَۃٌ ومَلْمُوْمَۃٌ: ایک دوسرے کے ساتھ گھٹا ہوا یا جڑا ہوا گروہ یا جتھا۔**صَخْرَۃٌ مُلَمْلَمَۃٌ وَمَلْمُوْمَۃٌ**: گول اور سخت چٹان۔

یَلَمْلَمُ اور **اَلَمْلَمُ**: ایک جگہ کا نام ہے جو اہل یمن کے لئے میقات حج ہے۔قول خداوندی ہے: **وَتَاکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا**: تم لوگ میراث میں اپنا حصہ بھی اور دوسروں کا حصہ بھی کھا جاتے ہو۔

البتہ اس قول خداوندی: **وَاِنَّ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ رَبُّکَ**: میں (**لَمَّا** کا میم مشدّد) کا معنی الفراء نے یہ بتایا ہے کہ یہ کلمہ دراصل **لَمِمَّا** ہے۔میم کی کثرت کے باعث ایک میم حذف ہوگئی اور باقی **لَمَّا** رہ گیا۔الزہری نے **لمًّا** کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی **جَمِیْعًا** ہے۔اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ لفظ **لَمَنْ مَنْ** ہو اور اس میں میم حروف کی کثرت کے پیش نظر ایک میم حذف ہوگئی۔کسی کہنے والے کا قول ہے کہ **لَمَّا** کا معنی **اِلَّا** ہے۔لیکن یہ توجیہ لغت یا علم لغت میں معروف نہیں ہے۔**لَمْ**: حرف نفی ہے اور ماضی کا معنی دیتا ہے۔اور بعد والے فعل مضارع کو جزم دیتا ہے۔حروف جازمہ یہ ہیں: **لَمْ، لَمَّا، اَلَمْ** اور **اَلَمَّا**: اور اصل میں یہ تمام کلام ہے۔**لِمَ** (لام مکسور) حرف استفہام ہے مثلاً: **لِمَ ذَھَبْتَ** ؟ تم کیوں گئے؟ دراصل یہ حرف بھی **لِمَا** ہے۔تخفیف کے باعث الف محذوف ہے۔قول خداوندی ہے: **عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ**: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو معاف کرے آپ ﷺ نے انہیں کیوں اجازت دی۔وقف کی صورت میں **لم** کے بعد 'ھا' کا اضافہ کرنا چاہئے اور **لِمَہْ** کہنا چاہئے۔

لُمَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل م ی'۔

ل م ی — اللَّمَی: ہونٹوں کا گندمی رنگ جو اچھا سمجھا جاتا ہے۔

رَجُلٌ اَلْمَي: گندمی ہونٹوں والا شخص۔

جَارِیَۃٌ لَمْیَاءُ: گندمی ہونٹوں والی لڑکی۔

لُمَۃُ الرَّجُلِ: آدمی کی شکل وصورت۔

حدیث شریف میں ہے: لِیَتَزَوَّجِ الرَّجُلُ لُمَتَهُ: آدمی کو اپنی برابر کی عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہیے۔

ل ن - لَنْ: حرف نفی فعل مستقبل کے لئے آتا ہے اور بعد میں آنے والے فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ مثلاً: لَنْ تَقُومَ: تم ہرگز نہیں اُٹھو گے۔

ل ہ ب - لَهَبُ النَّارِ: آگ کا شعلہ۔ ابو لہب کی یہ کنیت اس کے جمال اور خوبصورتی کے باعث تھی۔

اَلْتَهَبَتِ النَّار: آگ بھڑک اٹھی۔

تَلَهَّبَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔

اَلْهَبَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے آگ بھڑکائی۔ اللَّهَبَانُ: (لام اور ھاء دونوں مفتوح) آگ کا بھڑکنا۔ یہی معنی اللَّهِيبُ اور اللُّهَابُ کا ہے۔ اس میں لام مضموم ہے۔

اللَّهَثَانُ: (ھاء مفتوح) پیاس اور اگر 'ھا' ساکن ہو تو اس کا معنی پیاسا، تشنہ ہوگا۔

الْمَرْاةُ لَهْثَى: عورت پیاسی ہے۔ اس کا باب طَرِبَ اور لَهَاثًا (ھاء مفتوح) بھی ہے۔

اللُّهَاثُ: (لام مضموم) کا معنی بھی پیاس کی شدت ہے۔

لَهَثَ الْكَلْبُ: کتے نے پیاس یا تھکن کے مارے زبان باہر نکال لی۔

اِهَانثا: اسی طرح آدمی کا تھکاوٹ کے مارے ہانپنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اور لُهَاثًا (لام مضموم) بھی ہے۔

ل ہ ج - اللَّهَجُ بالشَّيْئِ: چیز پر فریفتہ ہونا۔ قَدْ لَهِجَ بِهِ: وہ اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اللَّهْجَةُ بروزن البَهْجَةُ: لب ولہجہ، انداز گفتگو۔ اس لفظ کا 'ھا' بعض اوقات مفتوح بھی ہوتا ہے۔

هُوَ فَصِيحُ اللَّهْجَةِ: اس کا انداز گفتگو بڑا فصیح ہے۔

اللَّهْجَةِ: ھاء مفتوح یعنی اللَّهَجَةُ بھی ہے۔

ل ہ ذ م - لَهْذَمَهُ: اس نے اسے توڑا یا کاٹا۔

اللَّهْذَم من الأسِنَّةِ: کاٹنے والا دانت۔

ل ہ ف - لَهِفَ: اس کا باب فَهِمَ ہے اور معنی ہے وہ دکھی ہوا اور اسے حسرت ہوئی۔ یہی معنی التَّلَهُّفُ عَلَى الشَّيئِ کا ہے۔

المَلْهُوف: مظلوم، فریادی۔

اللَّهِيفُ: مجبور ولاچار۔

اللَّهْفَانُ: متحیر، حیرت زدہ، حیران۔

ل ہ م - اللّٰهُمَّ: اے اللہ! اللہ کے آخر میم مشدّد حرف ندا کا عوض ہے۔

الإلْهَام: الہام، دل میں ڈالی جانے والی بات۔ کہا جاتا ہے: اَلْهَمَهُ اللّٰهُ: اللہ نے

اس کے دل میں بات ڈال دی۔
اِسْتَلْهَمَ اللّٰهَ الصَّبْرَ: اس نے اللہ سے صبر کی توفیق کی دعا کی۔

ل ہ ا — **اللُّهَاةُ**: حلق کا کوا۔ اس کی جمع **اللُّهَا** اور **اللَّهَوَات** ہے اور **اللَّهَيَاتُ** بھی۔
اللُّهْوَةُ (لام مضموم) دراہم کا عطیہ یا کسی اور چیز کا عطیہ۔ اس کی جمع **اللُّهَا** ہے۔
لَهِيَ عَنِ الشَّيْئِ لُهِيًّا: (لام مضموم اور یاء مشدّد) و **لُهْيَانًا** (لام مضموم اور مکسور) اس نے چیز سے تسلی پائی، اس کا ذکر چھوڑ دیا، اور اس سے توجہ ہٹا دی۔ **اَلْهَاهُ**: اس نے اسے مصروف کر دیا۔ یا مشغول کر دیا۔
لَهَّاهُ بِهٖ تَلْهِيَةً: اس نے اسے اس کے ساتھ مشغول کر دیا۔ **لَهَا بالشَّيْئِ**: وہ چیز کے ساتھ کھیلنے لگا۔ **تَلَهَّى** کا معنی بھی یہی ہے۔
تَلَاهَوْا: وہ سب باہم کھیل کود میں لگ گئے۔ قول خداوندی ہے: **لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَتَّخِذَ لَهْوًا**: اگر ہم چاہتے تو ہم لہوا اختیار کر لیتے۔ مفسّرین نے **لَهْوًا** سے امراۃ یعنی عورت مراد لیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وَلَدًا یعنی لڑکا ہے۔ کہتے ہیں: **اِلْهَ عَنِ الشَّيْئِ**: چیز کو چھوڑ دے۔
حدیث شریف میں وضو کے بعد یا جامہ پر تری کے بارے میں ہے کہ **اِلْهَ عَنْهُ**: اس کا دھیان یا پرواہ نہ کرو۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ جب کڑک سی آواز سنتے تو اس کا ذکر چھوڑ دیتے اور اس سے منہ موڑ لیتے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: **اِلْهَ عَنْهُ** اور **اِلْهَ مِنْهُ** دونوں کا معنی ایک ہے۔

ل و — **لَوْ**: حرف تمنا ہے۔ پہلی چیز کے ممکن نہ ہونے کے پیش نظر دوسری چیز کے امتناع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ: **لَوْ جِئْتَنِيْ لَاَكْرَمْتُكَ**: کاش تم میرے ہاں آتے تو میں آپ کی خاطر تواضع کرتا۔ یہ کلمہ اِنْ حرف شرط کی ضد ہے۔ جو جواب شرط یعنی جزا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ 'اِنْ' مرفوع اول کے باعث وقوع ثانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ل و ب: ابوعبیدہ کا قول ہے کہ **اللُّوْبَةُ** اور **النُّوْبَةُ** بروزن **الكُوْفَةُ** دو لفظوں کا معنی جھلسا دینے والی گرمی، سیاہ پتھر ہے۔ اسی لفظ کی نسبت سے سیاہ رنگ آدمی کو **لُوْبِيّ** اور **نُوْبِيّ** کہتے ہیں۔
لَابَتَا المَدِيْنَةِ: (باء مخفف) مدینہ شریف کی دو کالی پتھریلی زمینیں۔ حدیث شریف میں ہے: **اَنَّهُ عليه السَّلامُ حَرَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ المَدِينة**: بے شک حضور نبی کریم علیہ السلام نے مدینہ شریف کی دو کالی پتھریلی زمینوں کے درمیان کی جگہ کو حرام قرار دیا ہے۔

ل و ث — لَوَّثَ ثِيَابَهُ بالطِّين تلويثا: اس نے اپنے کپڑے مٹی سے آلودہ کر دیے۔

لَوَّثَ المَاءَ: اس نے پانی گدلا کر دیا۔

ل و ح — لَاحَ الشَّيئُ: چیز نمودار ہوگئی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

لَاحَ البَرْقُ: بجلی چمکی۔ اَلَاحَ کا معنی بھی یہی ہے۔

لَوَّحَتْهُ الشَّمسُ تَلْوِيحًا: دھوپ نے اس کے چہرے کا رنگ بدل دیا۔

ل و ذ — لَاذَبِهِ: اس نے اس کی پناہ لی۔ اس کا باب قَالَ ہے اور لِيَاذًا ہے اس میں لام مکسور ہے۔

لَاوَذَ القَومُ مُلَاوَذَةً ولِوَاذًا: قوم کے لوگوں نے ایک دوسرے کے ہاں پناہ لی یا ایک دوسرے کو پناہ دی۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا: وہ آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں۔ آیت میں وارد لِوَاذًا لَاذَ کا مصدر نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو لِوَاذًا کی بجائے لِيَاذًا ہونا چاہیے تھا۔

لَوْذَعِيٌّ: دیکھیے بذیل مادہ 'ل ذ ع'۔

ل و ز — اللَّوْزَةُ: بادام، اس کی جمع اللَّوْز ہے۔

اَرْضٌ مَلَازَةٌ: باداموں والی زمین جس میں بادام کے درخت ہوں۔

مَلَازَةٌ میں میم مفتوح ہے۔

ل و ص — اَلَاصَهُ علىٰ كَذَا: اس نے کسی متوقع بات کے لئے اپنی بات دہرائی۔

حدیث شریف میں ہے: هِيَ الكَلِمَةُ الَّتِي اَلَاصَ عليها النَّبِيُّ عَمَّهُ: یہی وہ کلمہ ہے جو نبی کریم نے اپنے چچا ابو طالب پر بار بار پیش کیا۔

ل و ط — اِسْتَلَاطَهُ: اس نے اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ حدیث شریف میں ہے: اِسْتَلَطْتُمْ دَمَ هٰذَا الرَّجُلِ: تم نے اس شخص کا خون اپنے اوپر واجب کر لیا۔ (لغات الحدیث میں اس حدیث کے شروع میں بِمَا کا لفظ ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ: 'تم اس کے خون کے کس طرح حقدار ہوئے یعنی تم نے اس کو اپنے لوگوں میں کیسے ملا لیا'۔ [مترجم])۔

لُوطٌ: عجمی اسم اور معرفہ ہونے کے باوجود منصرف ہے، یہی معاملہ نوح کا ہے جو عجمی نام اور معرفہ ہونے کے باوجود منصرف ہے۔ ان دونوں اسموں کا منصرف ہونا دو اسباب میں سے ایک سبب کے پیش نظر ضروری ہے تاکہ اپنے مخفف ہونے کی مقاومت کر سکیں بخلاف هِنْد اور دَعْد کے۔ جن کے بارے میں تمہیں اس بات کا اختیار ہے کہ تم انہیں منصرف سمجھو یا غیر منصرف۔

ل و ع — لَوْعَةُ الْحُبِّ: محبت کی حرارت۔ قَدْ لَاعَهُ الْحُبُّ: محبت نے اسے رسیا کر دیا۔ اس کا باب قال ہے۔ الْتَاعَ فُؤَادُهُ: آتشِ عشق سے اس کا دل جل گیا۔

ل و ک — لَاکَ الشَّيْئَ فِي فِيهِ: اس نے اپنے منہ میں کچھ چبایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ لَاکَ الْفَرَسُ اللِّجَامَ: گھوڑے نے لگام کو چبایا۔

ل و ل ا — لَوْلَا: اِنْ اور لَوْ دو کلمات کا مرکب۔ وہ اس طرح کہ لَوْ پہلے حصے کی خاطر دوسرے حصّے کی نفی نہیں کرتا۔ کہتے ہیں: لَوْلَا زَيْدٌ لَهَلَكْنَا: اگر زید نہ ہوتا تو ہم ہلاک ہو گئے ہوتے۔ اس میں زید کے وجود کے سبب ہلاکت کا واقع ہونا ناممکن ہو گیا۔ لَوْلَا بعض اوقات هَلَّا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں قرآن کریم میں کثرت سے ملتی ہیں، مثلاً: لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْ إِلٰى أَجَلٍ قَرِيبٍ.

ل و م — اللَّوْمُ: ملامت کرنا۔ کہتے ہیں: لَامَهُ عَلٰى كَذَا: اس نے فلاں بات پر اس کو ملامت کی۔ اس کا باب قَالَ ہے اور لَوْمَةٌ بھی ہے۔ اس کا اسم مفعول مَلُوْمٌ ہے یعنی ملامت زدہ۔ لَوَّمَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ تشدید مبالغہ کے معانی پیدا کرنے کے لئے ہے۔ اللُّوَّمُ کا واحد لَائِمٌ ہے۔ اس کی مثال رَاكِعٌ اور رُكَّعٌ ہے۔

اللَّائِمَةُ: ملامت، کہا جاتا ہے کہ: مَا زِلْتُ اَتَجَرَّعُ فِيكَ اللَّوَائِمَ: میں ابھی تک تمہارے بارے میں ملامتوں کے گھونٹ پی رہا ہوں۔ الْمَلَاوِمُ کا واحد مَلَامَةٌ ہے۔

اَلَامَ الرَّجُلُ: آدمی نے قابل ملامت کام کیا۔ مثل ہے: رُبَّ لَائِمٍ مُلِيمٌ: بہت سے ملامت کرنے والے خود قابل ملامت ہوتے ہیں۔ بقول ابوعبیدہ اَلَامَهُ کا معنی ہے: 'اس نے اس کو ملامت کی'۔

تَلَاوَمُوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی۔

رَجُلٌ لُوَمٌ: ایسا شخص جسے لوگ ملامت کرتے ہوں۔

لُوَمَةُ النَّاسِ: لوگوں کو ملامت کرنے والا شخص۔ اس میں واؤ مفتوح ہے۔

التَّلَوُّمُ: انتظار۔

ل و ن — اللَّوْنُ: رنگ، سیاہ یا سرخ۔ فُلَانٌ مُتَلَوِّنٌ: فلاں شخص متلون المزاج ہے۔ کسی ایک عادت پر قائم نہیں رہتا۔ لَوَّنَ الْبُسْرُ تَلْوِيْنًا: بُسر کھجور پکنے کے قریب ہو گئی۔

اللَّوْنُ: کھجور درخت کی ایک قسم۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ کلمہ جمع ہے اور اس کا

واحد لِيْنَةٌ ہے۔ لیکن اگر اس سے پہلے مکسور حرف آئے تو پھر واوؔ یاء میں بدل جاتی ہے۔ قول خداوندی ہے: مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ: اس کی کھجور موٹی ہوتی ہے جسے عَجْوَہ کھجور کہتے ہیں۔
لِيْنَةٌ کی جمع لِيْنٌ ہے۔

ل و ی - لَوَى الحَبْلَ: اس نے رسی کو بٹا۔ اس کا مضارع يَلْوِيه اور مصدر لَيًّا ہے۔ لَوَى رَأْسَهُ اس نے اپنا سر جھکایا۔
اَلْوَى بِرَأْسِهِ: اس نے اپنا سر جھکایا اور پھیرا۔ قول خداوندی ہے: وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا، تَلْوُوا میں دو واوؔ ہیں۔ اگر تم پیچدار شہادت دو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس سے مراد قاضی ہے کہ (فیصلہ کرتے وقت) جس کا سر کا جھکانا اور منہ پھیرنا مقدمہ کے فریقین میں سے ایک کے حق میں اور دوسرے کے خلاف ہوگا۔ آیت میں تَلُوا کو دو کی بجائے ایک واوؔ مضموم سے بھی پڑھا گیا ہے جو وَلِی سے مشتق ہے۔ چنانچہ مجاہد رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ: إِنْ تَلُوا الشهادة فَتُقِيمُوهَا أَوْ تُعْرِضُوا عنها فَتَتْرُكُوهَا: اگر تمہیں شہادت دینا پڑے تو تم صحیح شہادت قائم کرو گے اور اگر اس سے اعراض کرو تو اسے ترک کر دو گے اور اس قول خداوندی:
لَوَّوْا رُؤُوسَهُمْ: میں واوؔ پر تشدد اظہار کثرت کے لئے اور اظہار مبالغہ کے لئے ہے۔
اَلتَّوَى اور تَلَوَّى: دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے۔
لَوِيَ عليه: وہ اس پر مہربان ہوا۔ لِوَى الرَّمْلِ: (لوی میں یاء مقصور) قطعۂ ریت کا موڑ۔ ریت کے بعد اس کے نشانات۔
لِوَاء الأمِيْر: (لواء میں الف ممدود) امیر کا جھنڈا۔
الأَلْوِيَةُ: چھوٹے جھنڈے۔
اَلْوَى بِحَقِّيْ: وہ میرا حق لے گیا۔
اَلْوَتْ بِهِ عَنْقَاءُ مُغْرِبٌ: اسے عنقاء پرندہ لے گیا۔
اللَّاؤُون: یہ کلمہ الَّذی کا جمع کا غیر لفظی صیغہ ہے۔ اس کا معنی الَّذِيْنَ ہے۔ اس کے تین لہجے ہیں:
(۱) اللَّاؤُوْنَ: (رفعی حالت میں)۔
(۲) اللَّائِيْنَ: (نصبی اور جری حالت میں)۔
(۳) اللَّاؤُو: (بغیر نون)۔
واللَّاءِی: ہر حالت میں یاء برقرار، اس میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ چاہو تو النِّسَاء یعنی مؤنث کے صیغے کے لئے اللَّا (الف مقصور) بغیر یاء اور بغیر الف ممدود

اور بغیر ہمزہ کہہ سکتے ہیں۔ بعض اسے ہمزہ دیتے ہیں، (یعنی وہ اسے اللاء کہتے ہیں)۔ میرا کہنا ہے کہ اس موقع پر لغزشِ قلم ہوئی ہے۔

ل ی ت - لَیْتَ: حرف تمنا، اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ علم نحو کے علماء کا کہنا ہے کہ بعض عرب اسے وَجَدْتُ کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور اسے متعدی بہ دو مفعول کا قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: لَیْتَ زَیْدًا شَاخِصًا: اس سے قول شاعر کی تائید ہوتی ہے جو حسب ذیل ہے:

لَیْتَ اَیَّامَ الصِّبَا رَاجِعًا: اے کاش کہ لوٹ آتی جوانی۔

البتہ لَیْتَ کا مشہور و معروف لہجہ اس کو بطور حال نصب کرتا ہے۔ یعنی: یَالَیْتَهَا اِلَیْنَا رَوَاجِعَ: کہا جاتا ہے کہ لَیْتِیْ اور لَیْتَنِیْ اسی طرح ہے جس طرح سے تَعَلِّیْ اور لَعَلَّنِیْ، اور اِنِّیْ اور اِنَّنِیْ ہے۔ اَلَاتَهُ مِنْ عَمَلِهٖ شَیْئًا: اس نے اپنے کام میں کچھ کمی کی ہے۔ اس کی مثال اَلَتَهُ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ لَا تَهُ یَلِیْتُهُ بمعنی اَلَتَهُ اَ لَاتَهُ سے زیادہ مشہور و معروف ہے۔ یہ قراءت سبع میں سے ہے۔ صاحب کتاب نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ الازہری نے اپنی تصنیف التھذیب میں اس کے تین لہجوں

کا ذکر کیا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ: (اور اب بچاؤ کہاں! یعنی اب بچنے کی کوئی صورت نہ تھی)۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ علماء نے لَاتَ کو لَیْسَ کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اور اسم فاعل کو اس میں مضمر کر دیا ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ لَاتَ کا لفظ حِیْنَ کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔ البتہ شعر میں حِیْنَ کو حذف کیا گیا ہے۔ بعض نے اس آیت کو وَلَاتَ حِیْنُ مَنَاصٍ پڑھا ہے۔ یعنی حِیْنُ کو مرفوع پڑھا ہے اور خبر کو مضمر کر دیا۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ یہ عبارت لا اور حِیْن میں تاء زائد ہے۔

ل ی س - لَیْسَ: کلمہ نفی ہے۔ وہ فعل ماضی ہے۔ یہ لفظ اصل میں لَیِسَ (یاء مکسور) ہے۔ ثقل کے پیش نظر یاء کو ساکن کر دیا گیا ہے۔ لیکن اسے الف میں تبدیل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ جب اسے ماضی کے تلفظ کے ساتھ حال کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ کلمہ منصرف ہوتا ہے۔ اس کے فعل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ لوگ اس کی گردان یوں کرتے ہیں: لَسْتَ ولَسْتُمَا وَلَسْتُمْ جس طرح ضَرَبْتَ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ کی گردان کرتے ہیں۔ باء لَیْسَ کی خبر کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن یہ باء لَیْسَ کے اَخَوَات کے

ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ چنانچہ لَیسَ زَیْدٌ بِمُنْطَلِقٍ: باء کا یہ اضافہ فعل متعدی بنانے اور نفی کی تاکید کے لئے ہے۔ ضروری ہے کہ باء کو تمام افعال پر داخل نہ کیا جائے کیونکہ مؤکد افعال پر باء داخل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بعض افعال بذاتِ خود متعدی ہوتے ہیں یا ان کے ساتھ حرف جر لگا ہوتا ہے جس کے باعث ان پر باء داخل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً: اشْتَقْتُکَ والشْتَقْتُ اِلَیْکَ: (مجھے تمہارا شوق پیدا ہوا)۔

کبھی لَیسَ کو استثناء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: جَآءَ الْقَوْمُ لَیسَ زَیْدًا: قوم آگئی سوائے زید کے۔

یہاں لَیسَ اِلّا کے بدلے استعمال ہوا ہے اور اس کی تقدیر ہے لَیسَ الجائی زَیْدًا: یعنی زید آنے والا نہیں ہے۔ کہنا یہ چاہئے کہ جاءَ القَوْمُ لَیسَکَ: البتہ بہتر یہ ہے کہ یہاں ضمیر منفصل استعمال کی بجائے مثلاً: لَیسَ اِیَّاکَ ولَیسَ اِیَّایَ: یہ ترکیب لَیسِیَ اور لَیسَکَ سے بہتر ہے ورنہ یہ ساری صورتیں جائز ہیں۔

ل ی ط – اللِّیْطَۃُ: گنے کا چھلکا۔ اس کی جمع لِیطٌ بروزن لِیفٌ ہے۔

ل ی ف – اللِّیْفُ: کھجور کی چھال۔ اس کا واحد لِیفَۃٌ ہے۔

ل ی ق – لَاقَتِ الدَّوَاۃُ: دوات میں صوف پڑ گیا۔ یا صوف میں سیاہی لگ گئی۔

لَاقَهَا صَاحِبُهَا: دوات والے نے دوات میں صوف ڈال دیا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور فعل متعدی بھی ہے۔

مَلِیْقَۃٌ: صوف پڑی ہوئی دوات یعنی استعمال کے قابل۔

اَلاقَهَا اِلَاقَۃً: اس کا ایک لہجہ ہے۔ لیکن یہ لہجہ کم مروج ہے۔ اس کا اسم اللِّیْقَۃُ ہے یعنی صوف (وہ روئی یا دھاگوں کا چھوٹا سا گچھا جو پہلے زمانے میں سیاہی کی دوات میں ڈالا جاتا ہے۔ جس سے قلم پر حسب ضرورت سیاہی چمٹی تھی)۔

لَاقَ بِهِ الثَّوْبُ: اس پر کپڑا اچھا۔

هٰذا الامر لا یلیقُ بِکَ: یہ بات تمہیں زیب نہیں دیتی۔ اس کا باب بھی بَاعَ ہے۔

ل ی ل – اللَّیْلُ: رات۔ مفرد کا صیغہ جمع کے معنوں میں ہے۔ اس کا واحد لَیْلَۃٌ ہے جس طرح تَمرۃ اور تمر ہے۔ اس کی جمع لَیَالٍ بھی ہے جس میں درمیانی یاء کا اضافہ خلاف قیاس کیا گیا ہے۔ اس کی مثال اَهْلٌ اور اَهَالٍ ہے۔

لَیْلٌ اَلْیَلُ: سخت اندھیری رات۔ لَیْلَۃٌ لَیْلَاءُ اور لَیْلٌ لَائِلٌ کا بھی یہی معنیٰ ہے

اور اس کی مثال شِعْرٌ شاعِرٌ جو بغرض تاکید ہے۔

عَامَلَهٗ مُلَايَلَةً: اس نے اسے راتوں کے حساب سے کام پر رکھا۔ اس کی مثال مُیاوَمَةٌ دہاڑی داری یعنی روزانہ حساب پر ہے۔

ل ی ن - اللِّيْنُ: ملائمت، نرمی۔ اس کی ضد الخُشُوْنَةُ ہے یعنی کھردراپن۔

قَدْ لَانَ الشَّيْئُ: چیز نرم اور ملائم ہوگئی۔ اس کا مضارع يَلِيْنُ اور مصدر لِيْنًا ہے۔

شَيْئٌ لَيِّنٌ: نرم اور ملائم چیز۔ اس کا مخفف لَيْنٌ ہے۔

لَيَّنَ الشَّيْئُ: اس نے چیز کو نرم کیا۔ اس کا مصدر تَلْيِيْنًا ہے۔

اَلِيْنَهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے: آلَانَهٗ جس میں یاء کو کم کیا گیا ہے۔ اس کی مثال اَطَالَهٗ اور اَطْوَلَهٗ ہے۔

لَايَنَهٗ مُلَايَنَةً ولِيَانًا اور اسْتَلَانَهٗ: اس نے اسے ملائم خیال کیا۔

تَلَيَّنَ لَهٗ: اس نے اس کے سامنے چاپلوسی کی۔

لِيْـنَـةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل و ن'۔

ل ی ہ - لَاهَ: چھپ گیا، در پردہ ہوگیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ سیبویہ رحمہ اللہ نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم کی اصل یہی لاہ ہو۔ بقول شاعر:

كَحَلْفَةٍ مِنْ اَبِیْ رَبَاحٍ
يَسْمَعُهَا لَاهُهُ الْكُبَارُ

"ابورباح کی قسم اور حلف کی طرح جسے صرف اس کا خدائے بزرگ ہی سنتا ہے۔"

شعر میں لَاهُهٗ سے مراد اِلَاهُهٗ ہے۔ اس پر الف لام داخل کیا گیا۔ اس طرح یہ اسم عَلَم بن گیا۔ اس کی مثال العَبَّاس اور الحَسَن ہے۔ البتہ یہ نام دوسرے اعلام سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ یہ بطور اسم صفت ہے۔ لوگوں کا ہمزہ قطع کے ساتھ یَا اَللّٰہ کہنا اس لئے جائز اور درست ہے کہ اس سے کہنے والے کی نیت حرف ندا پر وقف کرنا ہوتا ہے۔ اور اسم کو تفخیم سے پڑھنا ہوتا ہے۔ لوگوں کے لَاهُمَّ اور اَللّٰهُمَّ کہنے میں میم حرف ندا کا بدل ہے۔ ہوسکتا ہے اس میں بدل اور مُبْدَل منه کو جمع کرنا مقصود ہو۔ اور یہ ضرورت شعری کے باعث ہو بقول شاعر:

غَفَرْتَ اَوْ عَذَّبْتَ يَا اللّٰهُمَّا

"اے اللہ! (تو مالک ہے) بخشش کرے یا عذاب دے۔"

شاعر کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ چیز کو اس کی اصل کی طرف لوٹا دے۔ البتہ لَاهُوْتٌ: اگر یہ درست مانا جائے کہ یہ عربی لفظ ہے تو یہ لاہ سے مشتق ہے۔ اور

اس کا وزن فَعَلُوْتٌ ہے۔ اس کی مثال رَهَبُوْتٌ اور حَمُوْتٌ ہے۔ اور یہ الطَّاغُوْتُ کی طرح مقلوب نہیں ہے۔
اللّات: ایک بُت کا نام جو طائف کے مقام بنوثقیف قبیلے کا تھا۔

ل ی ا – اللِّيَاءُ: لوبیا، چنے سے ملتی جلتی کوئی چیز۔ اس کا چھلکا بہت سخت اور سفید ہوتا ہے۔ یہ جنس حجاز میں پائی جاتی ہے اور بطور خوراک کھائی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: دُخِلَ عَلیٰ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ يَأْكُلُ لِيَاءً مُقَشًّى: کچھ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اس وقت وہ چھلکا اتری ہوئی لیاء کھا رہے تھے۔ اردو میں اسے سفید لوبیا کہتے ہیں۔

باب المیم

م ا ق — أَمْأَقَ الرَّجُلُ: (ہمزہ مفتوح) ہچکی، جو روتے وقت انسان اپنے سینہ میں سانس کی رکاوٹ محسوس کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَالَمْ تُضْمِرُوا الإِمَاقَ: جب تک تم دل میں فریب اور دغا بازی عہد شکنی نہ رکھو۔ اس سے مراد وہ غیظ وغضب و ناراضگی اور گریہ وزاری جو تمہیں زکوٰۃ کی ادائیگی میں درپیش ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد غداری اور عہد شکنی ہے۔

مُؤْقُ العَيْنِ: گوشۂ چشم۔ آنکھ کا وہ کنارہ جو ناک کی طرف ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَمْآق اور اَمْآق ہے اس کی مثال آبَار اور اَبْآر ہے۔

مَاقِي العَيْنِ: اس کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ اور فَعْلِيٌ کے وزن پر ہے نہ کہ مَفْعَلُ کے وزن پر کیونکہ میم نفسِ کلمہ میں موجود ہے۔ بقول ابن السکیت یہ مَفْعِلٌ کے وزن پر ہے۔ اس کی تفصیل اصل کتاب الصحاح میں موجود ہے۔

م أ ن — المِئونَةُ: (مہموز اور غیر مہموز) مَأَنْتُ القَوْمَ: اس کا باب قَطَعَ ہے اور معنی ہے۔ میں نے قوم کا دکھ جھیلا۔ جس نے اسے غیر مہموز جانا اس نے اسے مُنْتُهُمْ کیا اس کا باب قَالَ ہے۔

المَئِنَّةُ: علامت، نشان۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

إِنَّ طُوْلَ الصَّلَاةِ وَقِصَرِ الْخُطْبَةِ مِئنةٌ مِن فقهِ الرَّجُلِ: بے شک ارکانِ نماز کو پورے اطمینان سے ادا کرنا اور خطبہ مختصر کر کے پڑھنا آدمی کی سمجھداری اور عقلمندی کی نشانی ہے۔ حدیث اور شعر کے بارے میں یہی روایت کی جاتی ہے۔ اس کلمہ میں نون مشدّد بھی ہے۔ میرے نزدیک اس کلمہ کے تلفظ کے بارے میں حق بات یہ ہے کہ اسے مَئِينَةٌ بروزن مَعِينَةٌ کہا جائے کیونکہ اس میں میم اصلی ہے الّا یہ ہے کہ اصل کلمہ کسی اور باب سے ہو۔ ابو زید کہا کرتے تھے کہ مَئِنَّةٌ: تاء کے ساتھ ہے جو اس مفہوم کے لئے تخلیق کیا گیا ہے۔ اور اس کے شایانِ شان اور مروّج ہے۔

م أ ی — مَائَةٌ: ایک سو، عدد۔ اس کی جمع مِئُوْن (میم مکسور اور بعض کے نزدیک مضموم) ہے۔ اس کی جمع مِئَاتٌ بھی ہے۔ سیبویہ کے قول کے مطابق ثلثمائۃ کو ثلاث مئین یا مِئَاتٌ ہونا چاہئے تھا۔

جس طرح ثَلاثة آلاف کہتے ہیں کیونکہ تین سے لے کر دس تک عدد کا معدود یا ممیز جمع ہوتا ہے مثلاً: ثَلاثة رِجَالٍ اور عَشرة دَرَاهِمٍ ہے۔ لیکن لوگوں نے اسے أَحَدَ عَشَرَ اور ثلاثة عشر کے مشابہ قرار دیا ہے۔ أماى القَوْمُ: قوم کی تعداد ایک سو ہوگئی۔ اماهم غَيْرُهم: کسی اور نے ان کی تعداد سو بنادی۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور فعل متعدی بھی۔

م ا - مَا: نو قسم کا ہے:

(۱) بطورِ استفہام: مثلاً: ما عِنْدَکَ: تیرے پاس کیا ہے۔

(۲) بطورِ خبر: مثلاً: رأیتُ مَا عِندکَ: میں نے دیکھا جو کچھ تیرے پاس ہے۔

(۳) بطورِ جزا: مَا تَفْعَلُ أَفْعَلَ: جو تم کرو گے میں بھی وہی کروں گا۔

(۴) بطورِ تعجب: مَا أَحْسَنَ زَيدًا: زید کتنا اچھا انسان ہے!

(۵) فعل کے ساتھ تاویلِ مصدر کے لئے مثلاً: بَلَغَنِي ماصَنَعْتَ اى صَنِيعُکَ: مجھے پتہ چل گیا جو کچھ تم نے کیا۔ یعنی مجھے تمہاری کارگزاری کی خبر مل گئی۔

(۶) بطورِ نکرہ: جس کے ساتھ نعت آنا ضروری ہے مثلاً: مَرَرْتُ بِمَا مُعْجِبٍ لک ای بشيئٍ معجب لک: میں تمہاری پسندیدہ چیز پر سے گزرا۔

(۷) بطورِ زائدہ کافّہ از عمل: مثلاً: إِنَّمَا زَيدٌ مُنْطَلِقٌ: اس کے سواء اور کچھ بات نہیں کہ زید روانہ ہو رہا ہے۔

(۸) زائدہ غیر کافّہ مثلاً: قولِ خداوندی: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ: پس صرف خدا کی مہربانی سے۔

(۹) بطورِ نافیہ یعنی حرفِ نفی: مَا خَرَجَ زَيْدٌ اور وَمَا زَيْدٌ خَارِجًا: زید نہیں نکلا اور زید نکلنے والا نہیں یا نکل نہیں رہا مَا بطور حرفِ نفی کے اہلِ نجد کے لہجے میں مروّج نہیں ہے کیونکہ اس کے بہت معانی ہیں۔ قیاس یہی ہے۔

البتہ اہلِ حجاز کے لہجے میں لَيْسَ کے ساتھ تشبیہ کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: مَا زَيْدٌ خَارِجًا اور قولِ خداوندی: ما هٰذا بَشَرًا: مَا الف محذوف کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے جب اس کے شروع میں اس کے ساتھ کوئی اور حرف ملا دیا جائے مثلاً: بِمَ اور عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ. ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اُس قصیدے کو قصیدہ ماویہ کہتے ہیں جس کے ہر شعر کا قافیہ 'ما' ہو۔ بقول شاعر: إِمَّا تَرَىٰ: اگر تم دیکھو، تَرَىٰ کے آخر میں نون خفیفہ اور نون ثقیلہ داخل ہوتا

ہے مثلاً: اِمَّا تقُو مَنّ اَقُم: اگر تم اُٹھو گے
تو میں اُٹھوں گا۔ اور اگر 'ما' کو حذف کیا
جائے تو پھر صرف اَنْ تَقُمْ اَقُمْ کہیں گے۔
اس صورت میں نون [illegible] یا بولا جائے
گا۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب کی مراد یہ
ہے کہ اس پر نون تاکید داخل نہیں کیا جائے
گا۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ اِمّا
مجازات یعنی جزا کے معنوں میں ہوگا
کیونکہ یہ لفظ دراصل اِنْ ہے جس پر ما
بڑھایا گیا ہے۔ یہی صورت مَهْمَا کی
ہے۔ اس میں بھی جزا کے معانی ہیں۔ خلیل
کا خیال ہے کہ مَهْمَا دراصل 'ما' ہے جس
کے شروع میں 'ما' بلاوجہ جوڑ دیا گیا پھر اس
'ما' کے الف کو ھا میں بدل دیا گیا، (اور
اس طرح مهما بن گیا)۔ سیبویہ کا کہنا ہے
کہ ہوسکتا ہے کہ مَهْ دراصل اذ کی طرح ہو
جس پر 'ما' کا اضافہ کیا گیا ہو۔ (اور یوں
مهما بن گیا ہو)۔

مَاءٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'م و ہ'.

مائدۃ: دیکھیے بذیل مادہ 'م ی د'.

مَالٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'م و ل' اور بذیل
مادہ 'م ی ل'.

م ت ت — المَتُّ: قرابت کے ذریعے
توسُّل۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

المَوَاتُّ: وسائل۔ اس کا واحد مَاتَّةٌ
ہے۔ ان دونوں لفظوں میں تاء مشدد ہے۔

مُتَخَمَةٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'و خ م'.

م ت ع — المَتَاعُ: مال ومتاع، سازو
سامان... اس کا معنی منفعت بھی ہے اور
فائدہ بھی جس سے تم مستفید ہوتے ہو۔

قَدْ مَتَعَ بِهٖ: اس نے اس سے فائدہ
اُٹھایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قول
خداوندی ہے: اِبْتِغَاءَ حِلْيَةٍ اَوْمَتَاعٍ:
زیور کی تلاش میں یا مال ومتاع کی تلاش
میں۔

تَمَتَّعَ بِكَذَا: اس نے فلاں سے فائدہ
اٹھایا۔ اسْتَمْتَعَ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس
کا اسم اَلْمُتْعَةُ ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ
مُتْعَةُ الحج ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب
فائدہ حاصل کرنا ہے۔

اَمْتَعَهُ اللّٰهُ بِكَذَا: اللہ تعالیٰ اسے اس کا
نفع اور فائدہ دے۔

مَتَّعَهُ تَمْتِيعًا کا معنی بھی یہی ہے۔

م ت ک: یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے:
وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتْكًا: الفراء کا کہنا ہے
کہ یہاں مُتكا سے مراد الزماورد کھانا
ہے جو انڈوں اور گوشت سے تیار کیا جاتا
ہے۔ اخفش کا کہنا ہے کہ اس لفظ کا معنی
اَلْاُتْرُجُّ ہے یعنی لیموں۔

مُتَّكَأٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'و ک أ'.

م ت ن — مَتَنَ الشَّيْءُ: کسی چیز کی کمر یا

پیٹھ۔اس کا باب ظَرُفَ ہے۔اس کا اسم فاعل مَتِيْنٌ ہے بمعنی مضبوط۔

مَتْنَا الظَّهْرِ: پیٹھ کے دائیں اور بائیں جانب کے پٹھے اور گوشت۔ بطور مذکر و مؤنث مستعمل ہے۔

م ت ی - مَتٰی: اسم ظرف ہے اور غیر متمکن فعل ہے۔ظرف زماں اور بطور جزاء کے بھی استعمال ہوتا ہے۔اس کا معنی کب اور تب۔قبیلہ ہذیل کے لہجے میں اس کا معنی مِنْ بمعنی 'سے' ہے۔ابو عبید نے بعض لوگوں کو یوں کہتے سنا ہے: وَضَعْتُهُ مَتٰی كُمِّيْ یعنی میں نے اُسے اپنی آستین کے اندر یا وسط میں رکھا۔

م ث ل - مِثْلُ: کلمہ تسویہ ہے۔کہا جاتا ہے: هٰذَا مِثْلُهُ: یہ اس کے مساوی ہے۔ اگر مَثَلُهُ کہیں تو معنی ہوگا یہ اس کے مشابہ ہے۔

الْمَثَلُ: ضرب المثل جو بطور استدلال بیان کی جاتی ہے۔

مَثَلُ الشَّيْئِ: (م اور ث دونوں مفتوح) چیز کی صفت۔

الْمِثَالُ: بستر، اس کی جمع مُثُلٌ ہے اس میں ثاء مضموم اور ساکن ہے۔

الْمِثَالُ: مِثال، نمونہ۔اس کی جمع اَمْثِلَةٌ ہے اور مُثُلٌ ہے۔

مَثَّلَ لَهُ كَذَا تَمْثِيْلًا: اس نے اس کے لئے یہ تصویر بنائی۔یہ تصویر تحریری ہو یا کسی اور دوسری شکل کی۔

التِّمْثَالُ: مجسمہ، اس کی جمع التَّمَاثِيْلُ ہے۔

مَثَلَ بَيْنَ يَدَيْهِ: وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا۔اس کا باب دَخَلَ ہے۔

مَثَلَ بِهِ: اسے عبرت ناک سزا دی۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔اور اس کا اسم الْمُثْلَةُ (میم مضموم) ہے۔

مَثَلَ بِالْقَتِيْلِ: اس نے مقتول کا مثلہ کیا یعنی ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔اس کا باب بھی نَصَرَ ہے۔

الْمَثُلَةُ: (میم مفتوح، ثاء مضموم) سزا۔ اس کی جمع الْمَثُلَاتُ ہے۔

اَمْثَلَهُ: اس نے اس کا مُثلہ کیا۔کہا جاتا ہے: اَمْثَلَ السُّلْطَانُ فُلَانًا قَوَدًا: امیر نے فلاں شخص کا قتل کے بدلے میں مثلہ کیا۔

فُلَانٌ اَمْثَلُ بَنِيْ فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں قبیلے میں سب سے مثالی نیک انسان ہے۔

هٰؤُلَاءِ اَمَاثِلُ الْقَوْمِ: وہ لوگ قوم کے مثالی نیک لوگ ہیں۔

الْمُثْلٰى، الْاَمْثَلُ کی مؤنث۔اس کی مثال الْقُصْوٰى کی تانیث الْاَقْصٰى ہے۔

تَمَاثَلَ: وہ بیماری سے صحت یاب ہونے

کے قریب ہوا۔
تَمَثَّلَ بِھٰذَا الْبَیْتِ اور تَمَثَّلَ ھٰذَا الْبَیْتَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ وہ یہ کہ اس نے اس گھر کے مشابہ گھر بنایا۔
اِمْتَثَلَ اَمْرَہٗ: اس نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔

م ث ن — المَثَانَۃُ: مثانہ۔ جس میں پیشاب جمع رہتا ہے۔
المَمْثُوْن: مثانہ کی درد کا مریض۔ اس کا ذکر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

مَجَازَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ج و ز'.
مجاعۃ: دیکھئے بذیل مادہ 'ج و ع'.

م ج ج — مَجَّ الشَّرَابَ مِنْ فِیْهِ: اس نے اپنے منہ سے شراب پھینک دی یا مشروب پھینک دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔
المُجَاجُ (میم مضموم) اور المُجَاجَۃُ بھی۔ وہ تھوک جو تم اپنے منہ سے پھینکو۔ کُلّی کرنا۔ کہا جاتا ہے: المَطَرُ مُجَاجُ المُزْنِ: بارش بادلوں کی تھوک ہے اور العَسَلُ مُجَاجُ النَّحْلِ اور شہد، شہد کی مکھی کی تھوک ہے۔
مَجْمَجَ کِتَابَهٗ: اس نے اپنی تحریر میں حروف واضح اور نمایاں نہیں لکھے۔
مَجْمَجَ فِی خَبَرِہٖ: اس نے اپنی اطلاع یا بات واضح نہیں کی۔

م ج د — المَجْدُ: بزرگی، سخاوت، کرم۔
قَدْ مَجَدَ الرَّجُلُ: آدمی بزرگی والا بنا۔ اس میں جیم مضموم ہے اس کا مصدر مَجْدًا ہے۔ اور اسم فاعل مَجِیْدٌ ہے اور مَاجِدٌ ہے۔ المجد اور الحسب میں فرق اس سے بذیل مادہ 'ح س ب' گزر چکا ہے۔
مثل ہے: فِی کُلِّ شَجَرٍ نَارٌ وَاسْتَمْجَدَ المَرْخُ وَالعَفَارُ: یوں تو ہر درخت میں آگ ہوتی ہے، لیکن مَرْخ اور عَفَار درختوں کو اس میں فضیلت و فوقیت حاصل ہے۔ گویا آگ پیدا کرنا ان کے حسب میں داخل ہے۔ کہا جاتا ہے: لأنَّھُمَا یُسْرِعَانِ الوَرْیَ فَشُبِّھَا بِمَنْ یُکْثِرُ فِی العَطَاءِ طَلَبًا لِلْمَجْدِ: چونکہ یہ دونوں تیزی سے آگ سلگاتے ہیں یا آگ پکڑتے ہیں اس لئے انہیں بزرگی کے حصول میں زیادہ سے زیادہ سخاوت کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

م ج ر — المَجْرُ: مانند الفَجْرُ یہ کہ اس اونٹنی کے پیٹ کے اندر چیز یعنی بچہ فروخت کیا جائے۔ حدیث شریف میں ہے: أنَّهٗ نَھٰی علیه السَّلامُ عَنِ المَجْرِ: نبی کریم ﷺ نے مجر یعنی اونٹنی کا بچہ پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ کے اندر ہوتے ہی فروخت کیا جائے، سے منع فرمایا ہے۔

م ج س—اَلْمَجُوْسِيَّةُ: (میم مفتوح) ایک مذہب ہے، آتش پرستی۔

اَلْمَجُوْسِيُّ: آتش پرست، دین مجوسیت کا پیروکار۔ اس کی جمع اَلْمَجُوْسُ ہے۔

تَمَجَّسَ الرَّجُلُ: آدمی نے مجوسیت کا دین اختیار کیا۔

مَجَّسَهٗ غَيْرُهٗ: اسے کسی اور نے مجوسی بنایا۔ حدیث شریف میں ہے: فَاَبَوَاهُ يُمَجِّسَانِهٖ: تو اس کے والدین مجوسی بنا دیتے ہیں۔ پوری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کے والدین اسے مختلف راستوں اور مسلکوں میں الجھا دیتے ہیں۔ یعنی مجوسی بنا دیتے ہیں۔

م ج ن—اَلْمَجْنُوْنُ: دیوانہ، پاگل۔ جسے اس بات کی پرواہ یا ہوش نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

قَدْ مَجَنَ: وہ پاگل ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور مَجَانَةٌ بھی۔ اس کا اسم فاعل مَاجِنٌ ہے اور اس کی جمع مُجَّانٌ ہے۔ لوگ کہتے ہیں: اَخَذَهٗ مَجَّانًا: اس نے یہ مفت میں لیا۔ اس کا وزن فَعَّال ہے اور یہ منصرف ہے۔

مُحَالٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ح و ل'۔

مَحَالٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ح ی ل'۔

مَحَالَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ح و ل' اور بذیل مادہ 'ح ی ل'۔

م ح ص—مَحَصَ الذَّهَبَ بِالنَّارِ: اس نے سونے کو آگ میں ڈال کر صاف کرنا اور آلائشوں سے پاک کرنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اَلتَّمْحِيْصُ: آزمانا اور چن لینا۔

م ح ض—اَلْمَحْضُ: بروزن اَلْفَلْسُ: خالص دودھ، جس میں پانی نہ ملایا گیا ہو۔ یہ دودھ ہو یا دَہی ہو۔

مَحَضَهُ الْوُدَّ وَاَمْحَضَهٗ: اس نے اس کے ساتھ مخلصانہ دوستی کی۔ تم جس چیز کو خالص کرو گویا تم نے اسے محض یعنی آلائش سے پاک کیا۔

عَرَبِيٌّ مَحْضٌ: نسب کے اعتبار سے خالص عربی النسل شخص۔ لفظ مَحْضٌ: مذکر، مؤنث اور جمع سب کیلئے یکساں ہے، لیکن چاہو تو اس کا مؤنث، تثنیہ اور جمع کا صیغہ بھی بنایا جا سکتا ہے۔

م ح ق—مَحَقَهٗ: اس نے اسے باطل قرار دیا اور اسے مٹا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

تَمَحَّقَ الشَّيْءُ وَامْتَحَقَ: چیز مٹ گئی یا باطل ہو گئی۔ اَلْمُحَاقُ مِنَ الشَّهْرِ: مہینے کی آخری تین راتیں۔

مَحَقَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے برکت سے محروم کر دیا یا برکت اٹھا لی۔

اَمْحَقَهٗ: اس کا ایک ردی اور ناکارہ لہجہ ہے۔

م ح ل — المَحْلُ: قحط سالی۔ بارش کا رُک جانا اور زمین کا بے آب و گیا ہونا۔ کہا جاتا ہے: بَلَدٌ مَاحِلٌ زَمَانٌ مَاحِلٌ: قحط زدہ شہر اور قحط کا وقت۔

اَرْضٌ مَحْلٌ اور مُحُوْلٌ: بے آب و گیاہ زمین۔ اس کی مثال اَرْضٌ جَدْبٌ اور ارض جُدُوْبٌ ہے۔ اس میں واحد جمع مراد لی گئی ہے۔

قَدْ اَمْحَلَتْ: وہ (زمین) بنجر ہوگئی یا خشک ہوگئی۔

اَمْحَلَ البَلَدُ: شہر میں قحط پڑ گیا۔ اسے بَلَدٌ مَاحِلٌ یعنی قحط زدہ شہر کہتے ہیں۔ لوگ مَاحِلٌ کے بدلے مُمْحِلٌ نہیں کہتے۔ ہو سکتا ہے کہ ضرورتِ شعری کے تحت ایسا کہا گیا ہو۔

اَمْحَلَ القَوْمُ: قوم قحط زدہ ہوگئی۔

المَحْلُ: مکر و فریب۔ کہا جاتا ہے کہ: مَحَلَ بِهٖ: اُس نے سلطان سے اس کی چغلی کھائی۔ اسے بھی مَاحِلٌ یعنی چغلخور کہتے ہیں۔ اسے مَحُوْلٌ بھی کہتے ہیں۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ دعا میں کہا جاتا ہے: لَا تَجْعَلْهُ مَاحِلًا مُصَدَّقًا: اے اللہ اسے مَاحِل مُصَدَّق نہ بنا یعنی ایسا چغلی کھانے والا جسے سچ جانا جائے۔

میرا کہنا ہے کہ یوں لگتا ہے گویا تَجْعَلْهُ میں 'ہٗ' کی ضمیر قرآن کریم کے لئے ہے۔ کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے ذریعے حدیث شریف میں آیا ہے: اِنَّ هٰذَا القُرآنَ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ وَمَاحِلٌ مُصَدَّقٌ: بے شک یہ قرآن ایسی شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مانی جائے گی اور ایسا چغلی کھانے والا ہے جس کی چغلی کو سچ مانا جائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایسا بنایا ہے کہ جو قرآنی احکام کا اتباع نہ کرنے والے کی اللہ کے حضور شکایت کرے گا اور چغلی کھائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ ایسا جھگڑا کرنے والا شخص ہے جس کے دعوے کی تصدیق کی جاتی ہو۔

المُمَاحَلَةُ: ایک دوسرے کی ساتھ مکر وفریب کرنا۔

تَمَحَّلَ: اس نے حیلہ سازی کی۔ اس کا اسم فاعل مُتَمَحِّلٌ ہے۔

رَجُلٌ مُتَمَاحِلٌ: دراز قد انسان۔ حدیث شریف میں ہے: اُمُوْرٌ مُتَمَاحِلَةٌ: بہت طول کھینچنے والے معاملات اور فتنے۔

م ح ن — المِحْنَةُ: محنت و تکلیف۔ اس کی جمع مِحَنٌ ہے۔ ایسی مشکل یا مصیبت جس کے ذریعے انسان کی آزمائش کی جاتی ہے۔

مَحَنَهُ: اس نے اسے مشقت میں ڈال دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اِمْتَحَنَهُ: اس نے اس کا امتحان لیا۔ یا اسے آزمایا۔ اس کا اسم: اَلْمِحْنَةُ ہے۔

م ح ا - مَحَا لَوْحَهُ: اس نے اپنی لوح یا تختی صاف کی۔ اس کا باب عَدَا اور رَمَی ہے اور یَمْحَاهُ بھی، اس کا مصدر مَحْيًا ہے۔ اس کا اسم فاعل مَمْحُوٌّ اور مَمْحِيٌّ ہے۔ اس سے انفعال کے وزن پر صیغہ اِمَّحَى ہے جس کا معنی مٹ گیا یا صاف ہو گیا۔ اس کا ایک لہجہ اِمْتَحَى ہے جو نہایت کمزور لہجہ ہے۔

مَحْيَا و مُحَيًّا: دیکھئے بذیل مادہ 'ح ی ا'۔

م خ خ - اَلْمُخُّ: گودا، مغز جو ہڈی کے اندر ہوتا ہے۔ ان معنوں میں اَلْمُخَّةُ زیادہ مخصوص لفظ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دماغ کو بھی مُخ کہا جاتا ہو۔ ہر چیز کے خلاصے یا نچوڑ کو بھی اس کا مُخ کہا جاتا ہے۔

اِمْتَخَخْتُ الْعَظْمَ اور تَمَخَّخْتُهُ: میں نے ہڈی میں سے اس کا گودا نکال لیا۔

م خ ر - مَخَرَتِ السَّفِيْنَةُ: اس کا باب قَطَعَ اور دَخَلَ ہے اور معنی یہ ہے کہ کشتی آواز کے ساتھ پانی کو چیر کر روانہ ہوئی یا چل پڑی۔ اسی نسبت سے قول خداوندی ہے: وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ: اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمُ الْبَوْلَ فَلْيَتَمَخَّرِ الرِّيحَ: تم میں سے جب کوئی پیشاب کرنا چاہے تو ہوا کا رخ دیکھ لے اور ہوا کے سامنے ہو کر نہ بیٹھے تا کہ ہوا سے پیشاب کے چھینٹے اس پر لوٹ کر نہ آئیں۔

م خ ض - مَخَضَ اللَّبَنَ: اس نے دودھ بلویا۔ اس کا باب قَطَعَ نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔

اَلْمِمْخَضَةُ: (میم اول مکسور) دودھ بلونے کا برتن، مشکیزہ یا بلونی۔

اَلْمَخِيْضُ و الْمَمْخُوْضُ: مکھن نکلا ہوا دودھ۔

تَمَخَّضَ اللَّبَنُ و امْتَخَضَ: چاٹی میں دودھ بلویا گیا۔ كَذٰلِكَ الْوَلَدُ: اسی طرح بچے نے ماں کے پیٹ میں حرکت کی۔ اَلْمَخَاضُ: (میم مفتوح) دردِ زہ۔ بچہ پیدا ہونے کی تکلیف۔

قَدْ مَخِضَتِ الْحَامِلُ: حاملہ عورت کے دردِ زہ شروع ہوا۔ اس میں خاء مکسور ہے۔ ایسی عورت کو مَاخِضٌ کہتے ہیں۔

اَلْمَخَاضُ: حاملہ اونٹنیوں کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا واحد خَلِفَةٌ ہے۔ اس کلمہ کا لفظاً واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ اسی لئے جب اونٹنی کا بچہ ایک سال کی عمر پوری کر کے دوسرے سال میں لگتا ہے تو اسے اِبْنُ مَخَاضٍ کہتے ہیں۔ مادہ بچے کو اِبْنَةُ مَخَاضٍ کہتے ہیں۔ کیونکہ اس عمر میں بچہ

ماں سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ماں یعنی اونٹنی دوبارہ حاملہ ہونے والی ہو جاتی ہے۔ چاہے فی الواقع حاملہ ہو یا نہ ہو۔ ابن مخاضِ اسم نکرہ ہے۔ اگر اسے معرفہ بنانا چاہیں تو ابن المخاض کہتے ہیں۔ یہ جنس کو معرفہ بناتا ہے۔ اس کے جمع کے صیغے میں صرف بَنَتُ مخاض، بنات لبون اور بنات آوی کہتے ہیں۔

م خ ط — المُخاطُ: ناک کی رینٹ یا ریزش جو ناک سے بہتی ہے۔

قَدْ مَخَطَهُ مِن اَنْفِهٖ: اس نے اپنی ناک سے رینٹ یا ریزش نکالی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اِمْتَخَطَ اور **تَمَخَّطَ** دونوں کا معنی ہے اس نے ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کیا۔

م د ح — المَدْحُ: تعریف وثنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ یہی معنی المِدْحَةُ کا ہے۔ اس میں میم مکسور ہے۔

المَدِيْحُ اور **الْاُمْدُوْحَةُ** کا بھی یہی معنی ہے۔ اس میں ہمزہ مضموم ہے۔ **اِمْتَدَحَهُ** کا معنی بھی وہی ہے جو مَدَحَهُ کا ہے یعنی اس نے اس کی تعریف کی۔

تَمَدَّحَ الرَّجُلُ: آدمی نے اپنی تعریف کرانا چاہی۔

رَجُلٌ مُمَدَّحٌ: بروزن مُحَمَّدٌ ایسا شخص جس کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہو۔

م د د — مَدَّهُ فَامْتَدَّ: متصل بڑھوتری، لگاتار زیادتی۔

مَدَّ اللّٰهُ فِي عُمْرِهٖ: اللہ اس کی عمر دراز کرے۔

مَدَّهُ فِي غَيِّهٖ: اس نے اسے اس کی گمراہی میں ڈھیل دی۔

المَدُّ: سیلاب، کہا جاتا ہے: **مَدَّ النَّهْرُ** **وَمَدَّهُ نَهْرٌ آخَرُ** دریا میں سیلاب آ گیا۔ اور اس کے ساتھ ایک اور دریا آن ملا۔ کہا جاتا ہے: **قَدُمُدَّ البَصَرِ:** جہاں تک نظر جاتی ہے یا کام کرتی ہے۔

رَجُلٌ مَدِيْدُ القَامَةِ: دراز قد آدمی۔

تَمَدَّدَ الرَّجُلُ: آدمی پاؤں پسار کر لیٹ گیا۔

المُدُّ: ایک پیمانہ جو ایک رطل اور تہائی رطل کے برابر ہوتا ہے۔ یہ معیار اہل حجاز کا ہے۔ اہل عراق کے ہاں ایک مُدّ دو رطل کے برابر ہوتا ہے۔

مُدَّةٌ: مدت، عرصہ اور وقت کا دورانیہ۔

مُدَّةٌ مِنَ الزَّمانِ: تھوڑا سا وقت۔

المُدَّةُ: (میم مضموم) قلم کے ساتھ لگی سیاہی کے لئے اسم اور اگر میم مفتوح ہو تو معنی ایک مرتبہ یا ایک دفعہ ہے۔ مثلاً: **مَدَدْتُ الشَّيْئَ** میں نے ایک دفعہ چیز لی۔

الْمِدَّةُ: (میم مکسور) پیپ۔

الْمِدَادُ: سیاہی یا روشنائی۔

مَدَّ الدَّوَاةَ وَأَمَدَّهَا: اس نے دوات میں روشنائی ڈال دی۔

أَمْدَدْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو قلم سے روشنائی لینے دی۔

أَمْدَدْتُ الْجَيْشَ: میں نے فوج کی مدد کی۔

الاِسْتِمْدَادُ: مدد طلب کرنا۔ ابوزید کا قول ہے: مَدَدْنَا الْقَوْمَ: ہم قوم کے لئے مدد بن گئے۔

وَأَمْدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ: ہم نے انہیں پھل بھیجے۔ بغیرنا، ہم نے دوسروں کے ذریعہ مدد کی۔

أَمَدَّ الْجُرْحُ: زخم میں پیپ پڑ گئی۔

م د ر - الْمَدَرَةُ: (میم اور دال دونوں مفتوح) اس کی جمع مَدَرٌ ہے۔ عرب کے لوگ گاؤں کو مَدَرَةٌ کہتے ہیں۔

م د ل - تَمَدَّلَ بِالْمِنْدِيلِ: اس نے سر پر رومال باندھا۔ یہ کلمہ تَنَدَّلَ کا ایک لہجہ ہے۔

م د ن - مَدَنَ بِالْمَكَانِ: وہ مکان میں رہائش پذیر ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی سے لفظ الْمَدِينَةُ ماخوذ ہے۔ اس کی جمع مَدَائِنُ (مہموز) مُدْنٌ اور مُدُنٌ (مخفف ومشدد) ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ دِيْنَتْ یعنی مُلِكَتْ سے ماخوذ ہے۔

فُلَانٌ مَدَّنَ الْمَدَائِنَ تَمْدِينًا: فلاں شخص نے مختلف یا بہت سے شہروں میں رہائش اختیار کر لی۔ اس کی مثال مَصَّرَ الأَمْصَارَ ہے۔ میں نے ابوعلی الفسوی سے پوچھا کہ مَدَائِن میں ہمزہ کیسی ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ جس نے اس سے مراد اقامت لی اس نے اس پر ہمزہ دے دی اور جس نے اس کلمہ کو مِلْك سے ماخوذ سمجھا تو اس نے اس پر ہمزہ نہیں دی، جس طرح مَعَالِش پر ہمزہ نہیں دی جاتی۔ مدینۃ الرسول ﷺ سے نسبت کے باعث مَدَنِي اور مَدِينَةُ الْمَنْصُور سے منسوب شخص کو مَدِيْنِي کہتے ہیں۔ اور کسریٰ کے مدائن سے اسم نسبتی مَدَائِنِي ہے۔ ان کلمات میں یہ فرق اس لئے رکھا جاتا ہے کہ نام باہم گھل مل یا گڈمڈ نہ ہوں۔ مَدْيَنُ: حضرت شعیب علیہ السلام کے گاؤں کا نام ہے۔

م د ی - الْمَدَى: مقصد، غایت۔ کہا جاتا ہے کہ: قِطْعَةُ أَرْضٍ قَدْرِ مَدَى الْبَصَرِ: زمین کا ٹکڑا نظر کی پہنچ کے برابر ہے۔ اس کی بجائے قَدْ رَمَدِ الْبَصَرِ بھی کہا جاتا ہے۔

الْمُدْيَةُ: (میم مضموم) چھرا۔ اسے مکسور کر کے الْمِدْيَةُ بھی کہہ سکتے ہیں اس کی جمع مُدْيَاتٌ اور مُدًى بھی ہے۔

الْمُدْيُ: صاع کے برابر کا ایک پیمانہ۔ یہ

قصر شامی یعنی شامی مُدّ ہے۔ اور یہ معروف مُدّ سے مختلف ہے۔

مُذ: دیکھئے بذیل مادہ 'م ن ذ'.

م ذ ر - مَذِرَتِ البَيْضَةُ: انڈا خراب ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

م ذ ق - مَذَقَ الوُدَّ: اس نے دوستی میں اخلاص نہیں برتا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل مَذَّاق اور مُمَاذِق ہے۔ اور اس کا معنی غیر مخلص ہے۔

م ذ ی - المَاذِيُّ: سفید شہد۔

م ر ا - مَرُؤَ الطَّعَام: کھانا خوشگوار بن گیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔

مَرِئَ بھی (راء مکسور) اور مَرَأَهُ الطَّعَامُ: کھانا اس کے لئے خوشگوار ہوا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ بعض لوگ أَمْرَأَهُ کہتے ہیں۔

مَرِئَ الطَّعَامَ: اس نے کھانے کو خوشگوار خیال کیا۔

المُـــرُوءة: مردانگی و جوانمردی اور انسانیت۔ اس کلمہ کو مشدّد کرنا چاہئے۔

مَـرِيءُ الجَـزُوْرِ والشَّـــاةِ: اونٹ اور بکری کا نرخرہ یعنی خوراک اور پانی کے گزرنے کی جگہ یہ حلقوم کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔

المَرْءُ: آدمی، مثلاً: کہتے ہیں: هٰذا مَرْءٌ صَـــالِحٌ: یہ نیک مرد ہے۔ اس میں میم مضموم بھی اس کلمہ کا ایک لہجہ ہے۔

هُمَـا مَـرْءَانِ: یہ دو آدمی ہیں۔ اس کلمہ کی جمع نہیں ہے۔

هٰذِهِ مَرْأَةٌ: یہ عورت ہے، ہمزہ کے بغیر اور راء مفتوح مَرَةٌ بھی درست ہے۔ اگر مذکر کی صورت میں اس پر الف وصل داخل ہو تو اس صورت میں اس کے تین لہجے ہیں۔ راء ہر حال میں مفتوح ہوگا۔ راء ہر حال میں مضموم اور ہر حال میں اس کا اعراب یوں ہوگا کہ تیسرے لہجے میں دو جگہوں پر تو یہ کلمہ معرب ہوگا اور هٰذِهِ امْرَأَةٌ میں راء ہر حال میں مفتوح ہوگا۔

م ر ج - المَرْجُ: مویشیوں کی چراگاہ۔

مَرَجَ الدَّابَّةَ: اس نے مویشی کو چرنے کے لئے بھیجا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ قول خداوندی ہے: مَـرَجَ البَحْرَيْنِ: میں مَـرَج کا معنی دو سمندروں کے درمیان خلا تاکہ دو سمندر ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔

مَـرِجَ الأَمْرُ والدِّيْنُ: امارت اور دین ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو گئے۔ اس کا باب طَـــرِبَ ہے۔ اسی سے لفظ الهَرْجُ والمَـرْجُ ماخوذ ہے۔ المَرْج میں راء ساکن ازدواج یعنی هَرْج کے ساتھ جوڑے کے لئے ہے۔

أَمْرٌ مَرِيْجٌ: خلط ملط یا ملا جلا معاملہ۔

أَمْرَجَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے بچہ پانی اور

خون بن جانے کے بعد باہر نکال دیا۔
مَارِجٌ مِنْ نَار: بغیر دھوئیں کے آگ۔
المِرْجَان: چھوٹے موتی۔
م ر ح — المَرَحُ: شدت خوشی، پھولے نہ سمانا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل مَرِحٌ ہے جس میں راء مکسور ہے۔ اور سِکِّیتٌ کے وزن پر اس کا اسم فاعل مِرِّيحٌ بھی ہے۔
أمْرَحَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے حد سے زیادہ خوش کر دیا۔ اس کا اسم مِرَاح (میم مکسور) ہے۔
م ر خ — مَرَخَ جَسَدَهُ بِالدُّهْنِ: اس نے تیل سے اپنے جسم کی مالش کی۔
مَرَّخَهُ تَمْرِيخًا: اس نے اسے پتلا کیا یا نرم کیا۔
المِرِّيخُ: (میم مکسور) پانچویں آسمان پر خنس ستاروں میں سے ایک ستارہ مریخ۔
م ر د — غُلَامٌ أمْرَدُ: نوعمر، بے ریش لڑکا۔
المَرَدُ: (میم اور دال دونوں مفتوح) نو عمر۔ لیکن لڑکی کے لئے جارِيَةٌ مَرْدَاء نہیں کہتے۔ البتہ رَمْلَةٌ مَرْدَاء ایسی ریتیلی زمین کو کہتے ہیں جس میں کچھ نہ اُگتا ہو۔
غُصْنٌ أمْرَدُ: ایسی ٹہنی جس پر کوئی پتا نہ ہو۔
تَمْرِيدُ البِنَاء: عمارت کو ہموار اور ملائم کرنا۔

المُرُوْدُ عَلَى الشَّيْئِ: کسی بات کا عادی ہو جانا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
المَارِدُ: سرکش، اس کا باب ظرف ہے۔ اس کا اسم فاعل مَارِدٌ، مَرِيْدٌ اور مُتَمَرِّدٌ ہے۔
المِرِّيْدُ بروزن السِّكِّيتُ: سخت سرکش۔
م ر ر — المَرَارَةُ: (میم مفتوح) کڑواہٹ، تلخی۔ اس کی ضد الحَلَاوَة ہے۔
المَـرَارَةُ کا معنی صفراء یا سوداء مزاج والی چیز بھی ہے۔
شَيْئٌ مُرٌّ: تلخ یا کڑوی چیز۔ اس کی جمع أمْرَارٌ ہے۔
هٰذَا أمَرُّ مِنْ كَذَا: یہ چیز اس سے زیادہ کڑوی ہے۔
الأمَرَّانِ: دو تلخ باتیں، ناداری اور بڑھاپا۔
المُرِّيُّ بروزن الدُّرِّيُّ: چٹنی۔ گویا یہ لفظ المَرَارة کے ساتھ منسوب ہے۔ عام لوگ اسے بغیر تشدید بولتے ہیں۔
أبُوْ مُرَّةَ: ابلیس کی کنیت ہے۔
المَرَّةُ: بار، دفعہ، مرتبہ۔ اس کی جمع المَرّ اور المِرَارُ ہے۔
المَرْمَرُ: سنگ مرمر۔
المِرَّةُ: صفراء یا سودا یعنی عناصر اربعہ میں ایک طبعی مزاج۔

الْمِرَّةُ کا معنی قوت اور انتہائی عقلمندی بھی ہے۔
رَجُلٌ مَرِيرٌ: مضبوط وقوی اور صاحب عقل۔
مَرَّ عَلَيْهِ وبِهِ: وہ وہاں سے گزرا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ مَرٌّ کا باب رَدَّ اور مُرُورًا بھی ہے یعنی وہ چلتا گیا۔ اسْتَمَرَّ کا معنی بھی یہی ہے۔ یعنی وہ چلا گیا۔
الْمَمَرُّ: (اول ودوم میم دونوں مفتوح) گزرگاہ، پُل اور مصدر اَمَرَّ الشَّيْئُ: چیز کڑوی ہوگئی۔ اسی طرح مَرَّ يَمَرُّ (میم مفتوح)۔
مَرَارَةٌ: وہ تلخ یا کڑوا ہوگیا۔ اس کا اسم فاعل مُرٌّ ہے۔
اَمَرَّهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے کڑوا کر دیا۔ مَرَّرَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ: مَا اَمَرَّ فُلَانٌ: فلاں شخص کس قدر کڑوا انسان ہے۔ اور مَا اَحْلَى: وہ کس قدر شیریں یا میٹھا ہے۔ یعنی اس نے کس قدر تلخ بات کہی یا اس نے کس قدر میٹھی بات کہی۔
م ر س — الْمِرَاسُ: تجربہ کرنا، مشق کرنا، علاج کرنا۔
مَرَسَ التَّمْرَ وَغَيْرَهُ فِي الْمَاءِ: اس نے کھجور کو پانی میں صاف کیا۔
وَمَرَثَهُ بِيَدِهِ: اس نے اپنے ہاتھ سے ملا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
الْمَارِسْتَانُ: ہسپتال، یہ معرب کلمہ ہے۔ اصل کلمہ بیمارستان ہے۔
م ر ض — الْمَرَضُ: مرض، بیماری۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
اَمْرَضَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے مریض کر دیا۔
مَرَّضَهُ تَمْرِيضًا: اس نے اس کی تیمارداری کی۔
التَّمَارُضُ: بیمار دکھائی دینا جبکہ فی الواقع بیمار نہ ہو۔
عَيْنٌ مَرِيضَةٌ: آنکھ جس میں خرابی ہو۔
م ر ط — الْمِرْطُ: (میم مکسور) اس کی جمع الْمُرُوطُ ہے۔ اور معنی اونی یا ریشمی اَن سِلا کپڑا جسے بطور ازار یا چادر استعمال کیا جاتا ہے۔
تَمَرَّطَ: اس کے بال گر گئے۔
الْمُرَيْطَاءُ بروزن الْحُمَيْرَاءُ: ناف سے لے کر بغل تک کا حصہ۔ یہی لفظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں وارد ہے جو انہوں نے ابو محذورہ سے اس وقت کہی جب ابو محذورہ نے نہایت بلند آواز سے اذان دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے: أَمَا خَشِيتَ أَنْ تَنْشَقَّ مُرَيْطَاءُكَ: کیا تمہیں (اتنے زور سے اذان دینے سے) یہ خوف

لاحق نہ ہوا کہ اس سے تیری ناف سے لے کر تیری بغل تک کا حصہ پھٹ جائے گا۔

م ر ع ـ المَرِيْعُ: زرخیز۔ قَدْ مَرُعَ الوَادِيُ: وادی زرخیز ہو گئی۔ یعنی وادی گھاس کے اُگنے سے سرسبز وشاداب ہو گئی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ أَمْـرَعَ کا معنی بھی یہ ہے کہ وہاں گھاس اُگ آئی۔ ایسی گھاس والی سرسبز زمین یا وادی کو مَرِيْعٌ یا مُمْرِعٌ کہتے ہیں۔

أَمْـرَعَهُ: اس نے سرسبز جگہ پالی۔ یا اسے سرسبز جگہ مل گئی۔ مثل ہے: أَمْـرَعْـتَ فَـانْـزِلْ: تمہیں سرسبز جگہ ملی یہیں پڑاؤ ڈال لو۔

م ر غ ـ مَرَّغَهُ فِي التُّرَابِ تَمْرِيْغًا فَتَمَـرَّغَ: اس نے اسے مٹی میں لتھیڑا یا لوٹایا۔ تو وہ مٹی میں لتھڑ گیا یا مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔ ایسی جگہ کو مُتَمَرَّغٌ، مَرَاغٌ اور مَرَاغَةٌ کہتے ہیں۔ یعنی ایسی جگہ جہاں جانور اور مویشی لوٹتے ہوں۔

م ر ق ـ المَرَقُ: سالن، شوربا۔ المَرَقَةُ زیادہ مخصوص کلمہ ہے۔

مَرَقَ القِدْرَ: ہانڈی میں سالن ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ أَمْرَقَ کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی اس نے سالن زیادہ کیا۔

مَرَقَ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ: تیر نشانے یعنی شکار پر لگ کر پار ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی نسبت سے خوارج کا نام مَارِقَةٌ پڑ گیا۔ نبی اکرم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق: يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الـرَّمِيَّةِ: یہ لوگ دین سے اس طرح باہر نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار پر لگ کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہے۔

المَارِقُ کی جمع مُرَّاقٌ ہے۔

م ر ن ـ مَرَنَ عَلَى الشَّيْئِ: اس نے ایک چیز پر مشق کی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

مَـرَانَةٌ: کسی کام پر مشق کرنا۔ عادی ہونا یا مستقل کام کرتے رہنا۔

المَرَانَةُ: ملائمی، نرمی۔

التَّمْرِيْنُ: نرم کرنا۔

المَارِنُ: ناک کی نرم ہڈی جو ناک کی نالی کے پہلو میں ہوتی ہے۔ المُرَّانُ: (میم مضموم) تیر، اس کا واحد مُرَّانَةٌ ہے۔

م ر ا ـ المَرْوُ: چمکدار سفید پتھر جس سے (چقماق کے ذریعے) آگ نکلتی ہے۔ اس کا واحد مَرْوَةٌ ہے۔ مکہ شریف المَرْوة نام کی پہاڑی اسی نام سے موسوم ہے۔

مَرَاهُ حَقَّهُ: اس نے اس کا حق دینے میں جھگڑا کیا۔ قول خداوندی ہے: أَفَتُمْرُوْنَهُ عَلٰى مَا يَرٰى: کیا تم اُن سے اس بات پر جھگڑا کرتے ہو جو کچھ وہ دیکھتے ہیں۔

مَارَاهُ مِرَاءً: اس نے اس سے جھگڑا کیا۔

المِرْيَةُ: شک، میم کو مضموم بھی پڑھا گیا ہے۔ قول خداوندی کو میم مضموم اور مکسور دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ فَلَاتَکُ فِی مُرْیَةٍ مِنْهُ: اس کے بارے میں تم شک میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ یہی معنی التَّمارِی کا ہے۔ مَرْو ایک جگہ کا نام ہے۔ اس جگہ کی نسبت سے مُرُوزِیٌّ خلاف قیاس اسم ہے۔ الثَّوْبُ مَرْوِی قیاس کے مطابق ہے یعنی مرو کا کپڑا۔

م ز ج – مَزَجَ الشَّرَابَ: اس نے شراب میں پانی یا کچھ اور ملایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

مِزَاجُ الشَّراب: شراب میں ملاوٹ۔

مِزَاجُ البَدَنِ: بدن کا مزاج، طبیعت، اُفتاد۔

م ز ح – المَزْحُ: تفریح، خوش طبعی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور اس کا اسم المُزَاحُ اور المُزَاحةُ ہے۔ میم دونوں لفظوں میں مضموم ہے۔ البتہ المِزَاحُ (میم مکسور) مَازَحَهُ کا مصدر ہے۔

هُمَا یَتَمَازَحَان: دو شخص آپس میں خوش طبعی کرتے ہیں۔

م ز ر – المِزْرُ: (میم مکسور) مشروب کی ایک قسم۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: هُوَ مِنَ الذُّرَةِ: وہ جوار سے تیار کیا جاتا ہے۔

م ز ز – مَزَّهُ: اس نے اسے چوسا یا چکھا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

المَزَّةُ: ایک چوس۔ حدیث شریف میں ہے: لَاتُحَرِّمُ المَزَّةُ وَلَاالمَزَّتَانِ: ایک یا دو گھونٹ چوسنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

شَرَابٌ مُزٌّ: گھونٹ بھر شراب۔

رُمَّانٌ مُزٌّ: میٹھے اور ترش کے درمیان ذائقہ والا انار۔ یعنی کھٹا میٹھا۔

المَزْمَزَةُ: حرکت دینا۔ حدیث شریف میں ہے: تَرْتِرُوهُ وَمَزْمِزُوهُ: اسے ہلاؤ جلاؤ۔ (یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ان کے پاس ایک بدمست شخص کو لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اسے ہلاؤ جلاؤ تاکہ ہوش میں آ سکے۔ (مترجم)

م ز ع – فُلَانٌ یَتَمَزَّعُ: فلاں شخص غصے میں اور غیظ و غضب کے مارے کانپ رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ غَضِبَ غَضَبًا شَدِیْدًا حَتّٰی یُخَیَّلَ إِلَیَّ أَنَّ أَنْفَهُ یَتَمَزَّعُ: یہ کہ ایک دفعہ آپ سخت غضب ناک ہوئے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ آپ کی ناک مارے غصے کے پھڑک رہی ہے۔

م ز ق – مَزَّقَ الشَّیْءَ تَمْزِیْقًا فَتَمَزَّقَ: اس نے ایک چیز کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو وہ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ المُمَزِّقُ: (زای

مفتوح) التَّمْزِيقُ کی طرح مصدر ہے۔انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ: ہم نے انہیں پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ منتشر کر دیا۔ المِزْقُ: کپڑے کے چیتھڑے۔اس کا واحد مِزْقَةٌ ہے۔

م ز ن: بقول ابو زید المُزْنَةُ کا معنی سفید بادل ہے۔اس کی جمع مُزْنٌ ہے۔ المُزْنَةُ کا معنی بارش بھی ہے۔

م ز ا-المَزِيَّةُ: فضیلت وخصوصیت و خاصیت۔کہا جاتا ہے: لَهُ عَلَيْهِ مَزِيَّةٌ: یہ اس کی خصلت وخصوصیت ہے۔اس سے فعل نہیں بنایا جاتا۔

مُسَافَةٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'س و ف'۔

م س ح-مَسَحَ بِرَأْسِهِ: اس نے اپنے سر کا مسح کیا۔اس کا باب قَطَعَ ہے۔

تَمَسَّحَ بالأرض: اس نے زمین سے پونچھا۔

مَسَحَ الأرضَ يَمْسَحُ: (میم اوّل مفتوح) اور مضارع سین مفتوح۔

مِسَاحَةٌ: (میم مکسور) اس نے زمین کی پیمائش کی۔

مَسَحَهُ بِالسَّيْفِ: اس نے اپنے تلوار سے کاٹا۔

المَسِيحُ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح کذاب دجال۔

المِسْحُ بروزن المِلْحُ: ٹاٹ، بوریا۔ اس کی جمع أَمْسَاحٌ اور مُسُوحٌ ہے۔

التِّمْسَاحُ: بروزن مگرمچھ۔

م س خ-المَسْخُ: صورت کا بگاڑنا۔اس کا باب قَطَعَ ہے کہا جاتا ہے: مَسَخَهُ اللّٰهُ قِرْدًا: اللہ نے اس کی شکل مسخ کر کے بندر کی طرح بنا دی۔

م س د-المَسَدُ: چھال۔کہا جاتا ہے: حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ: چھال سے بٹی ہوئی رسی۔ المَسَدُ کا معنی کھجور کی چھال یا پتوں سے بٹی ہوئی رسّی بھی ہے۔ یہ رسی اونٹ کے چمڑے کی بھی ہوتی ہے یا اونٹ کی فر سے۔ مَسَدَ الحَبْلَ: اس نے رسی کو اچھی طرح بٹا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

م س س-مَسَّ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو چھوڑا۔اس کا مضارع يَمَسُّ (میم مفتوح) ہے اور مصدر مَسًّا ہے۔اس کا باب فَهِمَ ہے۔اور یہ فصیح لہجہ ہے۔ رَدَّ کے باب سے اس کلمے کے اور لہجے ہیں۔ شاید مِسَّ الشَّيْئَ بھی کہا گیا ہو۔ جس میں پہلا سین حذف کیا گیا ہے۔اور اس کی حرکت کسرہ میم پر منتقل کر دی گئی ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس حرکت کو منتقل نہیں کرتے اور میم کو اپنی حالت پر مفتوح برقرار رکھتے ہیں۔ اس کی نظیر اور مثال یہ قول خداوندی ہے: فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ: اس

میں فَظَلْتُمْ مکسور اور مفتوح دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ یہ لفظ دراصل ظَلِلْتُمْ ہے۔ اور یہ تخفیف شاذ ہے۔

اَمَسَّهُ الشَّيْئَ فَمَسَّهُ: اس نے چیز کو اس کے ساتھ مس کرایا تو اس چیز کو مَس کیا۔

الْمَسِيْسُ: چھونا، تعلق رکھنا۔

الْمُمَاسَّةُ: ایک دوسرے کو چھونا اور بطور کنایہ۔ اس کا معنی مقاربت اور جماع کرنا ہے۔ اور یہی معنی التَّمَاسُّ کا ہے۔ قول خداوندی ہے: مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا: پیش تر اس کے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں اس سے مراد ہے کہ وہ مقاربت کریں۔ اسی سے ماخوذ لفظ لَا مِسَاسَ ہے۔ یعنی نہ میں کسی کو چھوؤں اور نہ مجھے کوئی چھوئے۔

بَيْنَهُمَا رَحِمٌ مَاسَّةٌ: ان کے درمیان بڑی گہری قرابت داری ہے۔

حَاجَةٌ مَاسَّةٌ: نہایت اہم ضرورت یا اشد ضرورت۔

قَدْ مَسَّتْ اِلَيْهِ الْحَاجَةُ: اسے سخت ضرورت پیش آئی۔

م س ک — اَمْسَكَ بِالشَّيْئِ: اس نے چیز کو پکڑا۔ تَمَسَّكَ بِهٖ، اِسْتَمْسَكَ بِهٖ اور اِمْتَسَكَ بِهٖ کا معنی ایک ہے۔ یعنی اس نے مضبوطی سے تھاما۔ اور اسی طرح مَسَّكَ بِهٖ تَمْسِيْكًا کا معنی بھی یہی ہے۔ قرآنی آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: وَلَا تُمَسِّكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ: (یہاں تُمَسِّكُوْا میں سین مشدد ہے)۔ اَمْسَكَ عَنِ الْكَلَامِ: وہ بات کرنے سے رُک گیا۔ یعنی خاموش ہوگیا۔ وَمَا تَمَاسَكَ اَنْ قَالَ: وہ کہے بنا رہ نہ سکا۔ الْاِمْسَاكُ: بخل، کنجوسی۔ کہا جاتا ہے کہ فِيْهِ مُسْكَةٌ مِنْ خَيْرٍ: مُسْكَة میں میم مضموم ہے۔ معنی ہے: اس میں کچھ بھلائی باقی ہے۔

الْمِسْكُ: خوشبو، عطر۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ عرب لوگ اسے مَشْمُوْمٌ کہا کرتے تھے۔

م س ا — الْمَسَاءُ: شام۔ اس کی ضد الصَّبَاحُ صبح کرنا ہے۔ اَمْسٰی اور مُمْسٰی بھی الاصباح کی ضد ہے۔ یہ کلمہ مصدر بھی ہے اور اسم ظرف بھی۔ الْاِمْسَاء کا اسم مُمْسٰی ہے۔

م ش ج — مَشَجَ بَيْنَهُمَا: اس نے دونوں کو ملایا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ والشَّيْئُ مَشِيْجٌ: چیز مخلوط ہے۔ اس کی جمع اَمْشَاجٌ اس کی مثال يَتِيْمٌ اور اَيْتَامٌ ہے۔

م ش ش — الْمِشْمِشُ: (دونوں میم مکسور اور مفتوح) میوہ۔ الْمُشَاشُ: دانتہ۔ یہ کلمہ

معرب ہے یا مولّد۔

م ش ط — امْتَشَطَتِ الْمَرْأَةُ: (وَمَشَطَتْهَا الْمَاشِطَةُ) عورت نے بالوں میں کنگھی کی۔ گیسو آراء نے اس کے بالوں میں کنگھی کی۔ الْمُشَاطَةُ (میم مضموم) بالوں میں کنگھی کرتے وقت گرنے والے بال۔

الْمُشْطُ: (میم مضموم) پشت پا کی ہڈیاں یا جوڑ۔

مُشْطُ الْكَتِفِ: کندھے کی چوڑی ہڈی۔

م ش ق — الْمَشْقُ: نیزہ بازی کی تیزی، مارنے میں تیزی، کھانے میں تیزی اور لکھنے میں تیزی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

جَارِيَةٌ مَمْشُوقَةٌ: اچھے قد و قامت والی لڑکی۔ سڈول بدن والی لڑکی۔

م ش ن — الْمُشَانُ: کھجور کی ایک قسم۔ مثل ہے: بِعِلَّةِ الْوَرْشَانِ تَأْكُلُ رُطَبَ الْمُشَانِ: کبوتر سے مشابہ وشان زقمری کے شکار کی تلاش کے بہانے تم بہترین قسم کی مُشان کھجور بھی کھاتے ہو۔ یعنی کے ہوتے ہو کچھ اور نظر آتے ہو کچھ۔ اس مثل میں رُطَبَ الْمُشَانِ کے بدلے الرُّطَبُ الْمُشَانُ نہیں کہنا چاہیے۔

م ش ی — مَشَى: وہ چلا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔ مَشَّى تَمْشِيَةً کا معنی بھی یہی ہے۔ مَشَّاهُ اور أَمْشَاهُ دونوں کا ایک معنی ہے یعنی اس نے اسے چلایا۔

تَمَشَّتْ فِيهِ حُمَيَّا الْكَاسِ: شراب کے دور اول کا جوش اس میں اپنا اثر کر گیا۔

کہا جاتا ہے: اسْتَمْشَى وأَمْشَاهُ الدواء: دوا نے اس کے دست جاری کر دیے۔

اَلْمَاشِيَةُ: مال مویشی یا چوپائے۔ اس کی جمع الْمَوَاشِي ہے۔

م ص ر — مِصْرُ: مشہور ملک۔ مذکر و مؤنث یکساں۔

الْمِصْرُ: شہر۔ اس کی جمع الامصار ہے۔

الْمِصْرانِ: کوفہ اور بصرہ کے دو شہر۔

الْمَصِيرُ بروزن الْبَصِيرُ: آنت۔ اس کی جمع مُصرَان ہے۔ اس کی مثال رَغِيفٌ کی جمع رُغْفَان ہے۔ اور الْمَصِيرُ کی جمع الجمع الْمَصَارِينُ ہے۔

فُلَانٌ مَصَّرَ الامصارَ تَمْصِيرًا: اس کی مثال مَدَّنَ الْمُدُنَ اور معنی ہے۔ اس نے شہر بسائے۔

م ص ص — مَصَّ الشَّيْئَ يَمَصُّهُ: (میم مفتوح) مَصًّا: اس نے ایک چیز کو چوسا۔ امْتَصَّ کا معنی بھی یہی ہے۔

التَّمَصُّصُ: ٹھہر ٹھہر کر چوسنا۔

أَمَصَّهُ الشَّيْئُ فَمَصَّهُ: اُس نے اسے

چوسا، یا تُو نے اسے چوسا۔
المَصْمَصَةُ: کلی کرنا۔ لیکن زبان کی نوک سے۔ اس کے مقابل المَضْمَضَةُ پورے منہ سے یا منہ بھر کلی کرنا ہے۔ دونوں لفظوں کے درمیان ایسا ہی لفظی فرق ہے جیسا القبصة اور القَبْضَة میں ہے۔
حدیث شریف میں ہے: کُنَّا تُمَصْمِصُ مِنَ اللَّبَنِ ولا تُمَصْمِصُ من التَّمْرِ: ہم دودھ پی کر نوک زبان سے کلی کرتے تھے لیکن کھجور کھا کر کلی نہیں کرتے تھے۔ (پوری حدیث یہ ہے کہ ہم وضو صرف آگ پر پکی چیز کے کھانے کے بعد کرتے تھے چنانچہ ہم دودھ پی کر تو کلی کرتے تھے لیکن کھجور کھا کر کلی نہیں کرتے تھے۔ (مترجم)۔
المَصُوْصُ: کھانا۔ عام لوگ میم کو مضموم بولتے ہیں۔
مَصِيْصَةُ: مخفف۔ شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے مَصِّيْصَةُ: صاد کو مشدّد نہیں کرنا چاہیے۔
م ص ل ــ المَصْلُ: دُودھ سے ٹپکا ہوا پانی۔
المُصَالَةُ: پنیر سے ٹپکا ہوا پانی۔ مٹکے سے ٹپکنے والے پانی کو بھی کہتے ہیں۔
مُصِيْبَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ص و ب'۔
مُضَاهَاةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ض ہ أ' اور 'ض ہ ی'۔
م ض ر: حدیث شریف میں ہے: مُضَرُ، مُضَرُهَا اللّٰهُ فی النّارِ: (یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جب انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حال سُنا کہ وہ لڑنے کے لئے نکلی ہیں اور قبیلہ مُضر کے لوگ ان کے ساتھ نکلے ہیں تو انہوں نے کہا:
ترجمہ: "قبیلہ مُضَر! اللہ ان کو آگ میں جھونکے۔"
ہمارا خیال ہے کہ اس کلمہ کی اصل مُضُوْرُ اللَّبَن یعنی دُودھ کا کھٹا یا ترش ہو جانا ہے جس سے زبان میں چُبھن محسوس ہوتی ہے۔ اس پر تشدید مبالغہ کے لئے ہے۔
المَضِيْرَةُ: دہی سے تیار کیا ہوا کھانا۔ دہی کی کھٹاس سے زبان جھلتی ہے پیشتر اس کے کہ یہ اچھی طرح جمی ہوئی ہو۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
م ض ض ــ أَمَضَّهُ الجُرْحُ: اسے زخم نے دُکھایا۔ مَضَّهُ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔
الكُحْلُ يَمُضُّ العَيْنَ: سرمہ سے آنکھ جلنے لگتی ہے یا جلتی ہے۔
المَضَضُ: مصیبت کا دُکھ اور تکلیف۔
المَضْمَضَةُ: کلی کرنا۔
تَمَضْمَضَ فِي وُضُوئِه: اس نے اپنے

وضو میں کلی کی۔

م ض غ—مَضَغَ الطَّعَامَ: اس نے کھانا چبایا۔ اس کا باب قَطَعَ اور نَصَرَ ہے۔

المُضْغَةُ: گوشت کا ٹکڑا۔

قَلْبُ الإنسانُ مُضْغَةٌ مِنْ جَسَدِهِ: انسان کا دل اس کے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔

م ض ی—مَضَى الشَّيْئُ: چیز گزر گئی۔ يَمْضِيُ (ضاد مکسور) مُضِيًّا مَضَى فِي الأَمْرِ يَمْضِيُ، مَضَاءً: اس نے حکم نافذ کیا۔ مَضَيْتُ عَلَى الْأَمْرِ مُضِيًّا اور مَضُوْتُ بھی، مَضْوًا (میم مفتوح اور مضموم) میں نے کام پورا کیا۔

هٰذا أَمْرٌ مَمْضُوْءٌ عَلَيْهِ: پورا کیا ہوا کام۔

أَمْضَى الأَمْرَ: اس نے حکم نافذ کیا، یا کام پورا کیا۔

م ط ر—مَطَرَتِ السَّمَاءُ: آسمان سے بارش برسی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

أَمْطَرَهَا اللّٰهُ: اللہ نے اسے برسایا۔

قَدْ مُطِرْنَا: ہم پر بارش برسی۔ کہا گیا ہے کہ: مَطَرَتِ السَّمَاءُ وَأَمْطَرَتْ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الإِسْتِمْطَارُ: بارش کے لئے دُعا کرنا۔ پانی مانگنا۔

المِمْطَرُ بروزن المِبْضَعُ: چھتری یا رین کوٹ جو بارش سے بچاؤ کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

م ط ط—مَطَّهُ: اس نے اسے کھینچا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

تَمَطَّطَ: وہ کھنچ گیا، لیٹ گیا، یا لمبا پڑ گیا۔

المُطَيْطَاءُ بروزن الحُمَيْرَاء: اِترانا، فخر و غرور سے اظہار کرنا۔ چلنے میں دونوں ہاتھوں کا مٹکانا۔ حدیث شریف میں ہے: إِذَا مَشَتْ أُمَّتِيَ الْمُطَيْطَاءَ وَخَدَمَتْهُمْ فَارِسُ وَالرُّوْمُ كَانَ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ: جب میری امت کے لوگ اکڑتے ہوئے اور اتراتے ہوئے چلیں گے اور فارس و روم کے لوگ ان کی خدمت میں ہوں گے تو پھر ان کی آپس میں جنگ برپا ہوگی۔

م ط ل—مَطَلَ الحَدِيْدَةَ: اس نے لوہے کو کوٹ کر لمبا کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ ہر لمبی چیز کو مَمْطُوْل کہتے ہیں۔ اسی سے المَطْل بالدَّيْنِ کا لفظ مشتق ہے جس کا معنی قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَطَلَهُ، اس کا باب نَصَرَ ہے اور مَاطَلَهُ بِحَقِّهِ: اس نے اس کے قرض یا حق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کیا۔

م ط ا—المَطَا: (الف مقصور) پیٹھ۔

المَطِيَّةُ: سواری۔ اس کی جمع المَطِيُّ

اور المَطَايَا. اِلْمَطِيُّ، واحد، جمع مذکر اور مؤنث سب میں یکساں ہے۔ اصمعی کا قول ہے: المَطِيَّة، ایسی سواری ہے جو چلتے وقت لمبے ڈگ بھرتی ہو۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مَطْوٌ سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی لمبے ڈگ بھرنا ہے۔

اِمْتَطَاهَا: اس نے اسے بطور سواری اختیار کیا۔

التَمَطِّی: اِترانا، اکڑ کر چلنا۔ اور چلتے وقت بازو پھیلا کر چلنا۔ کہا گیا ہے کہ اس کی اصل تَمَطُّطٌ ہے۔ ان میں ایک طاء کو مقلوب کر کے یاء میں بدل دیا گیا۔ اس کی مثال التَظَنِّی اور التَقَضِّی ہے جو اصل میں التَظَنُّنُ اور التَقَضُّضُ تھے۔

میرا کہنا ہے کہ یہی لفظ اس آیت میں آیا ہے: ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی: وہ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کے پاس چل دیا۔

م ع د – المَعِدَةُ لِلانسانِ: انسان کا معدہ۔ جگالی کرنے والے چوپایوں کے لئے معدے کی جگہ اوجھ یا اوجھڑی ہوتی ہے جو معدے کا کام کرتی ہے۔ المِعْدَةُ بھی اس لفظ کا ایک لہجہ ہے۔ جو الرِّغْدَةُ کے وزن پر ہے۔

م ع ز – المَعْزُ: بکری۔ اس کی ضد الضَّأْنُ یعنی بھیڑ ہے۔ یہ دونوں لفظ اسم جنس ہیں۔ المَعَزُ (عین مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ المَعِیزُ، الْأُمْعُوزُ (الف مضموم) اور المِعْزَی (میم مکسور) اس کے ہم معنی الفاظ ہیں۔ المَعْزُ کا واحد ماعِزٌ ہے۔ اس کی مثال صاحب اور صَحْبٌ کی ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ مَاعِزَةٌ ہے۔ اس کا معنی ایک بکری ہے۔ اس کی جمع مَوَاعِزُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے مِعْزًی منون اور منصرف ہے۔ کیونکہ الف مقصور الحاق کے لئے ہے نہ کہ مؤنث کی علامت۔ الفراء کا قول ہے کہ المِعْزَی مؤنث ہے۔ بعض نے اسے مذکر قرار دیا ہے۔ ابوعبید نے کہا ہے کہ تمام عرب معزًی کو نکرہ کی حالت میں منون کر کے بولتے ہیں۔

م ع ص – المَعَصُ: (میم اور عین دونوں مفتوح) آدمی کا پٹھا چڑھا یعنی پٹھے کا کھنچ جانا۔ حدیث شریف میں ہے: شَكَا عمرو بن مَعْدِیکرب اِلٰی عُمَرَ رضی اللّٰہ عنہ المَعَصَ فَقَالَ: كَذَبَ عَلَیْكَ العَسَلُ: عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنا پٹھا کھنچ جانے کی شکایت کی تو آپؓ نے فرمایا: ”تم پر تیز تیز چلنا ضروری ہے یعنی اس کا علاج ہے“۔ لفظ عسل عَسَلَانُ الذئب (بھیڑیے

کی تیز چال) سے ماخوذ ہے۔
رَجُلٌ امْعَطُ: ایسا شخص جس کے جسم پر بال نہ ہوں۔
قَدْ مَعِطَ: اس کے جسم پر بال نہیں ہیں۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
امْتَعَطَ شَعْرُ: بیماری سے اس کے بال گر گئے۔ یہی معنی اِنْمَعَطَ کا ہے۔ جس کا باب انْفَعَلَ ہے۔

م ع ع — المَعْمَعَةُ: بروزن المَزْرَعَةُ: سرکنڈوں وغیرہ میں آگ لگنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح جنگ میں جنگجوؤں کی آواز۔
المَعْمَعَانُ بروزن الزَّعْفرانُ: گرمی کی شدت۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: يَوْمٌ مَعْمَعَانٌ: سخت گرمی والا دن۔
المَعْمَعِيُّ: وہ شخص غلبے پانے والے کے ساتھ ہو۔
مَعَ: مصاحبت پر دلالت کرنے والا کلمہ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایسا اسم ہے جس کے آخری حرف کی حرکت ماقبل حرکت کے مطابق ہو۔ اسے ساکن اور منوّن کر کے بھی بولا یا پڑھا جاتا ہے مثلاً: جَاءُ وا مَعًا: وہ سب ایک ساتھ آئے۔

م ع ک — المَعْکُ: ٹال مٹول اور ہیر پھیر کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ: مَعَکَهُ بِدَيْنِهِ: اس نے قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ ممکن ہے لوگ مَعَکَ الادِيْمَ (اس نے چمڑے کو ملایا رگڑا) کہتے ہوں۔
تَمَعَّکَ الدَّابَّةُ: چوپایہ زمین پر لوٹ پوٹ ہوگیا۔
مَعَّلَهَا صَاحِبُهَا: اس کے مالک نے اسے زمین پر لوٹ پوٹ کرادیا۔ لوگ بطور

م ع ن۔ لوگ بطور محاورہ کہتے ہیں حَدِّثْ عَنْ مَعْنٍ ولاحَرَجَ: معن سے روایت کر، اس میں حرج کی کوئی بات نہیں ہے۔ معن عربوں میں سب سے زیادہ فیاض اور سخی شخص تھے۔ یہ مثل اس شخص کے متعلق ہے جو بات یا معاملے میں وسعت اختیار کرتا ہو۔
المَاعُوْنُ: اسم جمع، گھر میں روزمرہ کے استعمال کی چیزیں۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ دورِ جاہلیت میں ہر کارآمد چیز کو مَاعُوْن کہتے تھے۔ اور دورِ اسلام میں اس سے مراد زکوٰۃ اور صدقات ہے۔ کہا گیا ہے کہ: الماعون دراصل مَعُوْنَةٌ ہے۔ الماعون میں الف ھاء کا بدل ہے۔
اَمْعَنَ الفَرَسُ: گھوڑا اپنی دوڑ میں دور نکل گیا۔
مَاءٌ مَعِيْنٌ: جاری پانی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ المَاعُوْن، عِنْتُ المَاءَ کا مفعول ہے جب تم بذیل مادہ ع ی ن کے مطابق اس کا استنباط کرو یعنی عَانَ يَعِيْنُ سے اس

کا اسم مفعول بناؤ تو الماعون ہوگا۔

مَعَانُ: شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔

م ع ی — المِعَی: آنت۔ اس کی جمع الأمْعَاءُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: المُؤمِنُ يَأكُلُ فِي مِعیً وَاحِدٍ وَالکَافِرُ يَأكُلُ فِي سَبْعَةِ أمْعَاءٍ: مؤمن ایک آنت بھرنے کے لئے کھانا کھاتا ہے جب کہ کافر سات آنتیں بھرنے کے لئے کھاتا ہے۔ اس مثل سے مراد یہ ہے کہ مؤمن حلال روزی کے سواء اور کچھ نہیں کھاتا۔ وہ حرام روزی اور مشتبہ و مشکوک روزی سے بھی بچتا ہے۔ جب کہ کافر کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس نے کیا کھایا، کہاں سے کما کر کھایا، اور کیسے کھایا۔ یعنی اسے حرام اور حلال کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔

م غ ر — المَغْرَةُ: سرخ مٹی۔ اسے المَغَرَة بھی کہتے ہیں۔

م غ ص — المَغْصُ: (غین ساکن) آنتوں میں درد۔ پیچش کا مرض۔ عام لوگ یعنی عامی لہجہ میں اسے المَغَصُ غین متحرک کرکے بولتے ہیں۔

قَدْ مُغِصَ الرَّجُلُ: آدمی کو پیچش کی تکلیف ہوگئی۔ یہ فعل مجہول ہے۔ پیچش کے مریض کو مَمْغُوصٌ کہتے ہیں۔

مُغِيرَةُ: دیکھئے بذیل مادہ 'غ و ر'۔

مَغَانَةُ: دیکھئے بذیل مادہ 'ف و ز'۔

م ق ت — مَقَتَهُ: اس نے اس سے بغض رکھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَقِيتٌ اور مَمْقُوتٌ ہے۔

نِکَاحُ المَقْتِ: سوتیلی ماں کے ساتھ شادی کرنا۔ دورِ جاہلیت میں اس کا رواج تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لیتا تھا۔

م ق ر — سَمَکٌ مَمْقُورٌ: پانی اور نمک میں ڈلی ہوئی مچھلی۔ مَمْقُورٍ کو مَنْقُورٌ نہیں کہنا چاہئے۔

م ق ط — المِقَاطُ: (میم مکسور) رسی۔ یہ لفظ القِمَاطُ سے مقلوب ہے۔

م ق ل — المُقْلُ: گوگل کا پھل۔ المُقْلَةُ: آنکھ کا ڈھیلا جس میں سفید اور سیاہ دونوں حصے شامل ہوتے ہیں۔

مَقَلَهُ فِي المَاءِ: اس نے اسے پانی میں ڈبویا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي الطَّعَامِ فَامْقُلُوهُ فَإنَّ فِي أحَدِ جَنَاحَيْهِ سُمًّا وَفِي الآخَرِ الشِّفَاءُ وَإنَّهُ يُقَدِّمُ السُّمَّ وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ:

جب تمہارے کھانے میں مکھی پڑے تو اسے کھانے میں ڈبولو، کیونکہ اس کے ایک پر میں زہر ہوتا ہے اور دوسرے پر میں شفا۔ وہ پہلے اپنا زہر والا پر ڈالتی ہے اور بعد میں شفا والا پر۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جو نماز کے دوران اپنے سامنے سے کنکر برابر کرنے کے بارے میں ہے۔ آپ نے فرمایا: مَرَّةٌ وَتَرْكُهَا خَيْرٌ مِنْ مائة نَاقَةٍ لِمُقْلَةٍ: کنکریوں کو ایک دفعہ ہموار کرنا جائز ہے اور ایسا نہ کرنا ایک سو ایسے اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے جو آدمی دیکھ بھال کر کے لے۔ یعنی حسب منشا اور من پسند اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

مِقَـــةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و م ق'.

مُكَافَاةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ک ف ی'.

م ک ث — الْمُكْثُ: ٹھہرا رہنا، انتظار کرنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مَكُثَ بھی (ک مضموم) مَكْثًا (میم مفتوح) وہ ٹھہرا رہا۔ اس کا اسم الْمُــكْثُ ہے۔ اور الْمِكْثُ (میم مضموم اور مکسور) بھی اس کا اسم ہے۔

تَمَكَّثَ: اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔

م ک ر — الْمَكْرُ: مکر، چال، فریب اور دھوکہ۔

قَدْ مَكَرَ بِهِ: اس نے اس کے ساتھ فریب کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل مَاكِرٌ اور مَكَّارٌ ہے۔

م ک س — مَكَسَ فِي الْبَيْعِ: اس نے لین دین میں قیمت کم کرالی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ مَاكَسَ کا معنی ٹیکس بھی ہے۔

الْمَــاكِس: عُشر وصول کرنے والا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَدْخُــلُ صَـاحِبُ مَكْسٍ الْجَنَّةَ: ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ عُشر کی وصولی کرنے والا جو کچھ لیتا ہے، اسے بھی الْمَكْسُ کہتے ہیں۔

م ک ک — تَمَكَّكَ الْعَظْمَ: اس نے ہڈی سے گودا نکال لیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَمَكَّكُوا عَلٰى غُرَمَائِكُمْ: اپنے قرض داروں پر سخت تقاضا مت کرو۔

مَكَّةُ: مکہ مکرمہ، حرمت والا شہر۔

الْمَكُّوكُ: پیمانہ جو تین کیلجات کے برابر ہوتا ہے۔ اور ایک کیلجہ ایک سات بٹہ آٹھ من کے برابر ہوتا ہے۔ اور من دو رطل کے برابر ہوتا ہے۔ ایک رطل بارہ اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ ایک اوقیہ ایک دو بٹہ تین ۴/۲ استار کے برابر ہوتا ہے۔ ایک استار چار ایک بٹہ دو ۱/۴ مثقال کے برابر ہوتا ہے۔ ایک مثقال ایک تین بٹہ سات ۳/۱ درہم کے برابر ہوتا ہے۔ ایک درہم چھ دانق کے برابر ہوتا

ہے۔ ایک دانق دو قیراط کے برابر ہوتا
ہے۔ ایک قیراط دو طسوج کے برابر ہوتا
ہے۔ ایک طسوج دو حبے کے برابر ہوتا
ہے اور ایک حبہ ایک بٹہ اڑتالیسؒ درہم کے
برابر ہوتا ہے۔ اس کی جمع مَکَاکِیک
ہے۔

م ک ن – مَکَّنَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّیْئُ
تَمْکِینًا و اَمْکَنَهُ: دونوں کا ایک ہی معنی
ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کچھ طاقت و
قدرت دی ہے۔ اِسْتَمْکَنَ الرَّجُلُ
وَتَمَکَّنَ مِنْهُ دونوں کا ایک معنی ہے اور وہ
یہ کہ اس نے قدرت و طاقت پائی۔ یا اسے
حاصل ہوئی۔

فُلَانٌ لَایُمْکِنُهُ النُّهُوضُ: فلاں
شخص اُٹھ نہیں سکتا۔ لوگوں کا یہ قول کہ
اَمْکَنَهُ عِنْدَ الْأَمِیْرِ: یعنی امیر کے
ہاں اسے مرتبہ ملا، شاذ ہے۔ الْمَکِنَةُ
(کاف مکسور) اس کی جمع الْمَکِنُ اور
الْمَکِنَاتُ ہے: گھونسلہ حدیث شریف
میں ہے: أَقِرُّوا الطَّیْرَ عَلیٰ مَکِنَاتِهَا:
پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں رہنے دو۔ اس
کا تلفظ مَکُنَاتِهَا (کاف مضموم) بھی
ہے۔ ابو زید وغیرہ بدو لوگوں کا قول ہے:
ہم پرندوں کے گھونسلے کے معنوں میں
مَکِنَاتُ نہیں جانتے۔ البتہ یہ لفظ
وُکُنَاتٌ ہے۔ مَکِنَاتٌ تو گوہ کو کہتے

ہیں۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ اگر مَکِنٌ کا
لفظ گوہ کے لئے مخصوص ہے لیکن اسے بطور
تشبیہ گھونسلے کے لئے استعمال کرنا جائز
ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا قول مُشَافِرُ
الْحَبَشِیِّ ہے، یعنی حبشی کے ہونٹ۔
ہونٹ کے لئے مُشَافِرٌ کا لفظ تو اونٹ کے
ہونٹوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور بقول
شاعر جس میں شیر کا وصف بیان کرتا ہے:

لَهُ لِبَدٌ أَظْفَارُهُ لَمْ تُقَلَّمِ

"شیر کی گردن پر ایال ہے اور اس کے
ناخن کٹے ہوئے نہیں ہیں۔"

شعر میں شیر کے پنجے کے لئے اظفار بمعنی
ناخن استعمال کیا گیا ہے۔ جبکہ شیر کے
پنجوں کو مَخَالِفٌ کہتے ہیں۔ ابو عبید کا کہنا
ہے کہ ہوسکتا ہے مَکِنَات سے مراد عَلیٰ
اَمْکِنَتِهَا ہو یعنی پرندوں کو ان کی ان
جگہوں میں رہنے دو جو اللہ تعالیٰ نے ان
کے لئے بنا رکھی ہے۔ ان پرندوں کو وہاں
سے نہ ڈراؤ بلکہ ان کی طرف دھیان تک نہ
کرو کیونکہ یہ پرندے نہ کسی کو نقصان دیتے
ہیں اور نہ فائدہ۔ کہا جاتا ہے کہ النَّاسُ
عَلیٰ مَکِنَاتِهِم یعنی لوگ اپنی اپنی
استقامت پر ہیں۔ اسم کے بارے میں علم
نحو کے علماء کا قول ہے: مَکِنَاتُ متمکن
اسم ہے یعنی وہ عُمَر اور ابراھیم کی طرح
معرب ہے۔ اس کے باوجود جب اسے

منصرف بنایا جاتا ہے تو وہ زید اور عمرو کی طرح المتمکن الامکن کہلاتا ہے۔ اور غیر متمکّن وہ اسم ہے جو کَیْفَ اور اَیْنَ کی طرح مبنی ہو۔ اسم ظرف کے بارے میں نحویوں کا قول ہے کہ وہ اسم متمکن ہے یعنی وہ کبھی تو بطور اسم مستعمل ہوتا ہے اور کبھی بطور ظرف۔ مثلاً: یہ کہنا کہ جَلَسَ خَلْفَهُ، یہاں خلف منصوب ہے اور مَجْلِسُهُ خَلْفُهُ میں خلفُ مرفوع ہے۔ یہاں اس کا ظرف ہونا مناسب ہے۔ غیر المتمکن وہ اسم ہے کہ جو اس جگہ پر ظرف ہی استعمال ہوتا ہے جہاں اسے بطورِ ظرف آنا ہو مثلاً: لَقِيَهُ صَبَاحًا اور مَوْعِدُه صَبَاحًا ان دونوں مقامات پر صباحًا منصوب استعمال ہوا ہے۔ اس حالت میں بھی اس کو مرفوع بنانا جائز نہیں جہاں آپ کی مراد دن کی صبح ہو۔ ان دونوں میں فرق کرنے کا اس کے سواء اور کوئی سبب نہیں کہ عرب اس طرح استعمال کرتے ہیں۔

م ک ا — المُكَّاءُ: (میم مضموم اور کاف مشدّد) ایک پرندہ۔ اس کی جمع المَكَاكِيُّ ہے۔ المُكَاءُ (کاف مخفف یعنی غیر مشدّد) سیٹی۔

قَدْ مَكَا: اس نے سیٹی بجائی۔ اس کا باب عَدَا اور مُكَاءُ بھی ہے۔ قول خداوندی میں یہ لفظ ہے: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَاءً: بیت اللہ میں ان کی نماز سیٹیوں کے سواء اور کچھ نہ تھی۔

مِيكَائِيل (مہموز اور غیر مہموز بھی) اسم ہے۔ یعنی خاص نام ہے۔ یہ لفظ دو اجزاء سے مرکب ہے: میکا اور ایل۔ مِيكَائِين اور مِيكَال اس کے دو اور لہجے ہیں۔

م ل ا — مَلَا الاِنَاءَ: اس نے برتن بھرا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَمْلُوْءٌ ہے یعنی بھرا ہوا۔

دَلْوٌ مَلْآى بروزن فَعْلَى اور كُوزٌ مَلآنُ مَاءً: پانی سے بھرا ہوا پیالہ۔ عوامی لہجہ میں لوگ مَلاً مَاءٌ (پانی سے بھرا ہوا) کہتے ہیں۔

المِلْءُ: (میم مکسور) برتن بھر پانی۔

اِمْتَلَأَ الشَّيْئُ: چیز بھر گئی۔ تَمَلَّأَ کا معنی بھی یہی ہے۔

مَلُؤَ الرَّجُلُ: آدمی پُر اعتماد ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل مَلِيْءٌ (یا ممدود) ہے۔

المَلَاءُ اور المَلَاءَةُ: دونوں میں الف ممدود ہے۔ ان کا باب ظرف ہے۔ مَالَأَهُ على كذا ممالأةً: اس نے اس کی مدد کی۔ حدیث شریف میں ہے: وَاللّٰهِ مَا قَتَلْتُ عُثْمَانَ وَلَا مَالَأْتُ على قَتْلِهِ: خدا کی قسم! نہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور نہ میں نے ان کے قتل میں تعاون یا مساعدت کی۔ (یہ حضرت علی رضی

اللہ عنہ کا قول ہے۔ (مترجم)

تَمَالَأُوا علی الأمر: انہوں نے کام میں ایک دوسرے کی مدد کی۔ یا اکٹھے ہوئے۔

المَلأُ: جماعت۔ اس کا معنی خلق بھی ہے۔ اس کی جمع اَمْلاءٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ قَالَ لأَصْحَابِهِ حِيْنَ ضَرَبُوا الأعرابیَّ: احسِنُوا اَمْلاءَكُمْ: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اس وقت فرمایا جب انہوں نے ایک اعرابی کو (مسجد میں پیشاب کرنے پر) مارا کہ اپنے اخلاق درست کرلو۔

م ل ح — مَلَحَ القِدْرَ: اس نے ہانڈی میں مناسب نمک ڈالا۔

اَمْلَحَهَا: اس نے زیادہ نمک ڈال کر اسے خراب کر دیا۔

مَلَّحَهَا تَمْلِيْحًا: کا معنی بھی یہی ہے۔

مَلُحَ المَاءُ: پانی کھارا ہو گیا۔ اس کا باب دخل اور سھل ہے۔ اسے ماءٌ مِلْحٌ یعنی کھارا پانی کہتے ہیں۔ اسے ماءٌ مَالِحٌ نہیں کہتے۔ ایسا کہنا ایک ردی اور ناکارہ لہجہ ہے۔

المِمْلَحَةُ: (میم مکسور) نمک دان جس میں نمک رکھتے ہیں۔

مَلُحَ الشَّيْئُ: چیز نمکین ہو گئی۔ اسی چیز کو مَلِيْحٌ اور مُلَاحٌ کہتے ہیں۔ اس میں میم مضموم اور لام مخفف ہے۔

اِسْتَمْلَحَهُ: اس نے اسے نمکین جانا یا سمجھا۔ المَلِيْحُ کی جمع مِلَاحٌ (میم مکسور) ہے اور اَمْلَاحٌ ہے۔ اس کی مثال شَرِيْفٌ اور اَشْرَافٌ ہے۔

المُلَّاحُ بروزن التُّفَّاحُ: بہت زیادہ خوبصورت۔

قَلِيْبٌ مَلِيْحٌ: کھارے پانی کا کنواں۔

سَمَكٌ مَلِيْحٌ و مَمْلُوْحٌ: نمکین مچھلی۔ اسے مَالِحٌ نہیں کہتے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا اَمَيْلِحَ زَيْدًا: زید کس قدر خوبصورت ہے۔ اس فعل کے سواء اور لوگوں کے اس قول: مَا اُحَيْسِنَهُ کے سواء اس وزن پر کوئی تصغیر نہیں بنایا گیا ہے۔

المُمَالَحَة: ایک دوسرے کو ساتھ کھلانا اور دودھ پینا، پلانا۔

المُلْحَةُ: بروزن السُّبْحَة: اس کی جمع المُلَحُ ہے اور معنی مزیدار باتیں۔

المُلْحَةُ کا معنی سفید اور سیاہ مخلوط رنگ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: كَبْشٌ اَمْلَحُ وَتَيْسٌ اَمْلَحُ: مینڈھا اور بھورا بکرا، جس کی اون سفید و سیاہ مخلوط رنگ کی ہو، یعنی بھورے رنگ کی ہو۔

المَلَّاحُ: (میم مفتوح اور لام مشدد)

کشتی بان، ملّاح۔

المَـلَّاحَةُ: نمک کی کان۔

م ل د — غُصْنٌ اُمْـلُـوْدٌ: نرم اور ملائم ٹہنی۔

م ل س — المَلَاسَةُ: ملائی ونرمی اس کی ضد الخُشُونَة یعنی کھردراپن ہے۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔

شَيْئٌ اَمْلَسُ: ملائم چیز۔

قَدْ اَمْلَاسَّ الشَّيْئُ: چیز نرم اور ملائم ہو گئی۔ اس کا مصدر امْلِيْسَاسًا ہے۔

مَلَّسَهُ غَيْرُهُ تَمْلِيْسًا فَتَمَلَّسَ: کسی نے اسے ملائم بنایا تو وہ ملائم ہو گیا۔ اَمْلَسَ کا معنی بھی یہی ہے۔

رُمَّانٌ إِمْلِيْسِيٌّ: املیسی انار۔

م ل ص — المَـلَـصُ: (میم اور لام دونوں مفتوح) پھسلن۔

قَـدْ مَلِسَ الشَّـيْـئُ مِـنْ يَدِيْ: چیز میرے ہاتھ سے پھسل گئی یا چھوٹ گئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

انْمَلَصَ الشَّيْئُ: چیز چھوٹ گئی یا ضائع ہو گئی۔

م ل ق — تَـمَلَّقَهُ: اس نے اس سے چاپلوسی کی۔ اظہار دوستی کیا۔

تَمَلَّقَ لَهُ تَمَلُّقًا وتِمِلَّاقًا: (تاء مکسور) کا بھی یہی معنی ہے۔

المَلَقُ: دوستی، مہربانی۔

قَدْ مَلِقَ: اس نے چاپلوسی کی۔

رَجُـلٌ مَلِـقٌ: چاپلوس شخص، صرف زبان سے اظہار دوستی کرنے والا۔

اَلْمَلَـقَ مِـنْـهُ الشَّـيْـئُ: اس سے چیز نکل گئی یا چھوٹ گئی۔

المَلَقَةُ: صاف شفاف ہونا۔ ملائی ونرمی اور چکناہٹ۔

الإِمْـلَاقُ: فقر وناداری۔ قول خداوندی میں یہی لفظ آیا ہے: مِـنْ اِمْـلَاقٍ: فقر و ناداری کے مارے۔

م ل ک — مَلَكَهُ يَمْلِكُهُ: (لام مکسور) مِلْكًا (میم مکسور) اس نے اس پر قبضہ کیا، یا وہ اس کا مالک بنا۔

هٰـذَا الشَّـيْـئُ مِلْکُ يَمِيْنِي: یہ چیز میرے دائیں ہاتھ کی ملکیت ہے۔ مِـلْک کے بدلے مَـلْک زیادہ فصیح ہے۔

مَـلَـکَ المَـرْأَةَ: اس نے عورت سے شادی کر لی۔

المَمْلُوْکُ: غلام۔

مَلَّکَهُ الشَّيْئَ تَمْلِيْكًا: اس نے چیز اس کی ملکیت میں دے دی۔ کہا جاتا ہے:

مَـلَّـكَهُ المَـالَ والمُلْکَ: اس نے مال اور مُلک اس کی ملکیت میں دے دیا۔

الفرزدق شاعر نے ہشام بن عبد الملک کے ماموں کے بارے میں کہا کہ:

وَمَا مِثْلُهُ فِي النَّاسِ إِلَّا مُمَلَّكًا
أَبُو أُمِّهِ حَيٌّ أَبُوهُ يُقَارِبُهُ
الإِمْلَاكُ: تزویج، شادی کرنا۔
قَدْ أَمْلَكْنَا فُلَانًا فُلَانَةً: ہم نے فلاں عورت کی فلاں مرد سے شادی کردی۔
جِئْنَا بِهِ مِنْ إِمْلَاكِهِ: ہم اُسے اس کی شادی سے لے آئے۔ الْمَلَكُوتُ لفظ الْمُلْك سے ماخوذ ہے جس طرح الرَّهْبَةُ سے الرَّهَبُوتُ ہے۔ کہا جاتا ہے: مَلَكُوتُ العراق: عراق کا اقتدار اور عزت۔ اس کا اسم فاعل مَلِيكٌ، مَلْكٌ اور مَلِكٌ بمعنی بادشاہ ہے۔ اس کی مثال فَخْذٌ ہے۔ اور فَخِذٌ ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ: الْمَلْكُ، مَلِكٌ کا مخفف ہے۔ اور الْمَلِكُ، الْمَالِكُ یا الْمَلِيكُ کی مقصور صورت ہے۔ اس کی جمع الْمُلُوكُ اور الْأَمْلَاكُ ہے۔ اور اس کا اسم الْمُلْكُ ہے۔ اور اس کا اسم ظرف مکاں مملكة ہے۔
تَمَلَّكَهُ: اس نے جبراً اس پر قبضہ کرلیا۔
عَبْدُ مَمْلَكَةٍ وَمَمْلُكَةٍ: (لام مفتوح اور مضموم) ایسا غلام جو خود غلام ہو گیا ہو لیکن اس کے ماں باپ غلام نہ ہوں۔ اس کی ضد الْقِنُّ ہے۔ جس کا معنی ایسا غلام ہے جو خود بھی غلام ہو اور اس کے ماں باپ بھی غلام ہوں۔ اس کا ذکر اشعث بن قیس کی حدیث میں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الْقِنُّ زرخرید غلام ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا فِي مَلَكِهِ شَيْءٌ: (میم اور لام دونوں مفتوح) اس کے پاس کچھ نہیں۔
فُلَانٌ حَسَنُ الْمَلَكَةِ إِلَى مَمَالِيكِهِ: وہ شخص اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلَكَةِ: جنت میں بد خلق آدمی داخل نہیں ہوگا۔
مِلَاكُ الْأَمْرِ: (میم مفتوح و مکسور) سرمایہ، سہارا۔ کہا جاتا ہے کہ: الْقَلْبُ مِلَاكُ الْجَسَدِ: دل جسم کا جزو اعظم ہے۔
وَمَا تَمَالَكَ أَنْ قَالَ: وہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔
الْمَلَكُ: فرشتہ۔ یہ لفظ واحد اور جمع ہے لیکن اس کی جمع مَلَائِكَة اور مَلَائِك بھی کہی جاتی ہے۔

م ل ل – مَلَّ الشَّيْءَ: اور مَلَّ مِنَ الشَّيْءِ: وہ چیز سے اُکتا گیا۔ اس کا مضارع يَمَلُّ (میم مفتوح) ہے اور مصدر مَلَلًا، مَلَّةً اور مَلَالَةً بھی ہے۔ اور معنی دل برداشتہ ہونا۔ اُکتا جانا ہے۔ اسْتَمَلَّ کا معنی بھی یہی ہے۔
رَجُلٌ مَلٌّ وَمَلُولٌ وَمَلُولَةٌ اور ذُو مَلَّةٍ: دل برداشتہ یا ملول مرد۔

اِمْـــرأَةٌ مَـلُـوْلَةٌ: دل برداشتہ اور ملول عورت۔

اَمَـلَّـهُ وَاَمَـلَّ عَلَيْهِ: اس نے اسے دل برداشتہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے: أَدَلَّ فَامَلَّ: پہلے ناز برداری کی اور پھر رنجیدہ کر دیا۔ أَمَلَّ عَلَيْهِ کا معنی اس نے اسے إملا کرایا یعنی لکھوایا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: اَمْلَلْتُ عَلَيْهِ الْكِتَـــابَ: میں نے اسے کتاب لکھوائی۔

مَـلَّ الْخُبْزَةَ: اس نے کھانا بھوبھل آگ میں ڈالا یا پکایا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اِمْتَلَّها: اس نے اسے بھوبھل آگ میں تیار کیا۔ بھوبھل آگ میں تیار کیا ہوا کھانا المَلِيْلِ اور المَمْلُوْل کہلاتا ہے۔ اسی طرح گوشت جو بھوبھل آگ میں پکایا گیا ہو، المَلِيْل اور المَمْلُوْلُ کہلاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: اَطْعَمَنَا خُبْزَ مَلَّةٍ: اس نے ہمیں بھوبھل آگ میں پکی روٹی کھلائی۔ اور:

اَطْـعَـمَـنَـا خُـبـزَ ةً مَلِيْلًا: اس نے ہمیں بھوبھل میں پکایا ہوا کھانا کھلایا۔ اس کی بجائے اَطْعَمَنا مَلَّةً نہیں کہنا چاہئے۔ کیونکہ المَلَّةَ کا معنی گرم راکھ یا بھوبھل ہے۔ ابوعبید کا کہنا ہے کہ المَلَّةُ خود اس گڑھے کا نام ہے۔

هُـوَ يَتَمَلْمَلُ عَلٰى فِـرَاشِهِ: وہ اپنے بستر پر کروٹیں بدل رہا ہے۔ یعنی بے قرار اور بے چین ہے۔

يَتَمَـلْـمَلُ: وہ درد کے مارے انگاروں پر لوٹ رہا ہے یعنی سخت بے چینی کی حالت میں ہے۔

الْمِــــلَّةُ: ملّت، دین اور شریعت۔

الْمُــلْـمُـــوْلُ: سُرچو، سرمہ سلائی جس سے آنکھوں میں سُرمہ ڈالا جاتا ہے۔

م ل ا: کہا جاتا ہے: مَــلَّاكَ اللّٰہ حَبِيْبَكَ تَمْلِيَةً: اللہ تمہیں تمہارا محبوب نصیب کرے اور بڑی دیر اس کے ساتھ رہنا نصیب کرے۔

تَمَلَّيْتُ عُمُرِي: میں نے اپنی عمر سے استفادہ کیا۔ یا عمر سے لطف اندوز ہوا۔

الْمَــلِــيُّ: طویل مدّت۔ یہی لفظ قول خداوندی میں وارد ہے: وَاهْجُــرْنِـيْ مَلِيًّا: اور تو مجھے عمر بھر کے لئے چھوڑ دو۔

الْمَــلَـوَانُ: رات اور دن۔ اس کا واحد مَلًا (الف مقصور) ہے۔

اَمْلٰى لَـهُ فِي غَـيِّـهِ: اس نے اسے اس کی گمراہی میں ڈھیل دے دی۔

اِمْـلٰى اللّٰهُ لَـهُ: اللہ نے اسے مہلت دی اور اس کی رسی دراز کی۔ أَمْلَى الْكِتَابَ وَأَمَلَّهُ: اس نے کتاب لکھوائی۔ اس نے اسے کتاب لکھوائی۔ یہ دونوں عمدہ لہجے ہیں جو قرآن میں آئے ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ صاحب کتاب کی قرآن کا حوالہ دینے سے مراد قرآن کریم کی یہ دو آیات ہیں:

(۱) وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ اور

(۲) فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ.

اِسْتَمْلَاهُ الْكِتَابَ: اس نے اس کو کتاب لکھوانے کے لئے کہا۔

م ن — مَنْ: کون۔ اس کا نام جس کے ساتھ مخاطب ہونا مطلوب ہو۔ یہ اسم مبہم اور غیر متمکن ہے۔ لفظاً یہ کلمہ واحد ہے۔ لیکن جمع کے معنوں میں بھی کبھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: قول خداوندی: وَمِنَ الشَّيَاطِيْنِ مَنْ يَغُوْصُوْنَ لَهُ.

اس کے چار مقامات استعمال ہیں:

(۱) استفہام: مثلاً: مَنْ عِنْدَكَ: تمہارے پاس کون ہے۔

(۲) خبر: مثلاً: رَأَيْتُ مَنْ عِنْدَكَ: میں نے اسے دیکھ لیا جو تمہارے پاس ہے۔

(۳) جزاء: مثلاً: مَنْ يُكْرِمُنِي أُكْرِمْهُ: جو میری عزت کرے گا میں اس کی عزت کروں گا۔

(۴) اسم نکرہ: مثلاً: مَرَرْتُ بِمَنْ مُحْسِنٍ: میں ایک محسن شخص کے پاس سے گزرا۔

مِنْ (میم مکسور) سے، حرف جر یہ منزل کی ابتداء کیلئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: خَرَجْتُ من بغداد الى الكوفة: میں بغداد سے کوفہ کی طرف نکلا۔ بعض اوقات یہ مِنْ تبعیض کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے، مثلاً: هٰذَا الدِّرْهَمُ مِنَ الدَّرَاهِمِ: یہ درہم منجملہ درہموں میں سے ہے۔ بعض اوقات یہ حرف بیان اور تفسیر کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: لِلّٰهِ دَرُّهُ مِنْ رَجُلٍ: یہاں مِنْ اسم مَكْنِيُّ دَرُّهُ کی تفسیر اور ترجمہ و شرح کے طور پر آیا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ: اس میں پہلا مِنْ ابتدائے سفر کیلئے ہے۔ دوسرا مِنْ تبعیض کیلئے اور تیسرا مِنْ تفسیر و بیان کیلئے ہے۔ کبھی یہ مِنْ تاکید لغو کے طور پر استعمال ہوتا ہے مثلاً: مَا جَاءَنِي مِنْ اَحَدٍ اور وَيْحَهُ مِنْ رَجُلٍ ان دونوں میں مِنْ کے ذریعے تاکید خبر کی گئی ہے۔ قول خداوندی ہے: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ: یعنی خباثت و نجاست سے بچو اور یہ نجاست بت ہیں۔ اسی طرح ثَوْبٌ مِنْ خَزٍّ ہے۔ اخفش نے اس قول خداوندی: وَتَرَى الْمَلٰئِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ: اور دوسرا قول خداوندی: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ: کے بارے میں کہا ہے کہ ان آیات میں مِنْ کا حرف تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اسی کی مثال رَأَيْتُ زَيْدًا نَفْسَهُ ہے۔ اور عرب لوگ کہتے ہیں: مَا رَأَيْتُهُ مِنْ سَنَةٍ: یہاں مِنْ سے مراد مُنْذُ ہے۔ قول خداوندی ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ: میں بھی مِنْ سے مراد مُنْذُ ہے۔ زُہیر شاعر کا قول ہے:

لِمَنِ الدِّيَارُ بِقُنَّةِ الحجر
اَقْوَيْنَ مِنْ حِجَجٍ وِمِنْ دَهرٍ

"قُنَّةُ الحجر کے پاس یہ کس کے گھر ہیں جو برسوں اور زمانے سے رہنے والوں سے خالی پڑے ہیں۔"

بعض اوقات مِنْ، عَلٰی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی: وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ: ہم نے اسے (آیات کو جھٹلانے والی) قوم پر نصرت بخشی۔ یہاں مِنْ، عَلٰی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لوگوں کا قول: وَمِنْ رَبِّی مَا فَعَلْتُ: خدا کی قسم میں نے نہیں کیا۔ یہاں مِنْ حرف جر باء کے بدلے استعمال ہوا کیونکہ حروف جر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ ایسا کرنے سے معانی میں التباس پیدا نہ ہوتا ہو۔ بعض عرب مِنْ کے نون کو بعد میں آنے والے الف لام کے وقت اِلتِقَاء ساکنین کے پیش نظر حذف کر دیتے ہیں۔ مثلاً: مِنَ الكَذِب کو مِلْكَذِب کہتے ہیں۔

م ن ج ن۔ **اَلْمَنْجَنُوْن**: رہٹ۔ جس کے ذریعے پانی نکالا جاتا ہے۔ اور زمین کو سینچا جاتا ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ اَلْمَنْجَنُوْن وہ اَلْمَحَالَةُ (لکڑی) ہے جس پر کھڑے ہو کر کنوئیں سے پانی کھینچا جاتا ہے۔ اسے بطور مؤنث استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع مَنَاجِيْنُ ہے۔ اس کا ایک لہجہ اَلْمَنْجَنِيْنُ ہے۔ میرا کہنا ہے کہ اَلْمَحَالَةُ وہ بڑی چرخی ہے جس کے ذریعے اونٹ کنوئیں سے پانی کھینچتا ہے۔

منجنيق: دیکھئے بذیل مادہ 'ج ن ق'۔

م ن ح۔ **اَلْمَنْحُ**: عطا، عطیہ، بخشش۔ اس کا باب قَطَعَ اور ضَرَبَ ہے۔ اور اس کا اسم اَلمِنْحَةُ بمعنی عطیہ ہے۔ اس میں میم مکسور ہے۔

م ن ذ۔ **مُنْذُ**: مبنی علی الضم اور اس کا ہم معنی لفظ مُذْ مبنی علی السکون، یہ دونوں حروف جر ہیں جو مابعد کو جر دیتے ہیں اور فِي کا کام دیتے ہیں۔ انہیں اپنے موجودہ زمانے کے سواء اور کہیں داخل نہیں کیا جاتا مثلاً: رَأَيْتُهُ مُذِ اللَّيلة: میں نے اسے رات سے نہیں دیکھا۔ بعض اوقات یہ حروف اسم ہوتے ہیں اور مابعد کو رفع دیتے ہیں۔ جب مابعد تاریخ یا وقت ہو مثلاً: مَا رأيتُهُ مُذ يومُ الجُمُعَةِ: میں نے اسے جمعہ کے دن کے بعد سے نہیں دیکھا۔ یا وقت ظاہر کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں مثلاً: مَا رَاَيْتُهُ مُذْ

سَنَةً: میں نے اسے ایک سال سے نہیں دیکھا یعنی ایک سال کے دوران۔ اس موقع پر ھا صرف بطور نکرہ آتی ہے کیونکہ ہم یہاں سنۃً سے مراد فلاں سن نہیں لیتے (بلکہ سال کی مدت مراد لیتے ہیں) سیبویہ کا قول ہے کہ مُنْذُ زمان (وقت) کے تعین کے لئے اسی طرح استعمال ہوتا ہے جس طرح مِنْ مکان یعنی جگہ کے تعین کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حرف مُنْذُ دو حرفوں کا مرکب ہے یعنی مِنْ اور اِذْ کو ایک حرف بنا دیا گیا ہے۔ لیکن اس قول کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

م ن ع — المَنْعُ: (روکنا) اس کی ضد الاِعطاء ہے یعنی بخشنا۔

قَدْ مَنَعَ: اس نے روکا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور اسم فاعل مَانِعٌ، مَنُوْعٌ اور مَنَّاعٌ ہے۔

مَنَعَهُ عَنْ كَذَا فَامْتَنَعَ: اس نے اسے فلاں کام سے روکا تو وہ رُک گیا۔

مَانَعَهُ الشَّيْئَ: اس نے اسے چیز دینے میں بخل کیا۔ اس کا مصدر ممانعة ہے۔ اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے چیز دینے سے انکار کر دیا۔

مَكَانٌ مَنِيْعٌ: بہت مضبوط مکان، نا قابلِ تسخیر۔

قَدْ مَنُعَ: وہ نا قابلِ تسخیر ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

فُلَانٌ فِيْ عِزَّةٍ وَمَنَعَةٍ: (میم اور نون دونوں مفتوح) وہ شخص عزت واقتدار اور حفاظت میں ہے۔ بقول ابن السکیت مَنْعَةٌ میں نون کو ساکن بھی کراتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ المَنَعَةُ، مَانِعٌ کی جمع ہے۔ اس کی مثال كَافِرٌ اور كَفَرَةٌ ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عزت وآبرو میں ہے اور اپنے خاندان کے ان لوگوں میں ہے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

م ن ن — المُنَّةُ: (میم مضموم) قوت و طاقت۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ ضَعِيْفُ المُنَّةِ: یعنی وہ کمزور ہے یا اس میں طاقت وقوت نہیں ہے۔

المَنُّ: کاٹنا۔ اس کا معنی کمی اور نقص بھی بتایا گیا ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ: ان کے لئے غیر منقطع اجر ہے۔

مَنَّ عَلَيْهِ: اس نے اس کو نعمت وانعام سے نوازا۔ دونوں کا باب رَدَّ ہے۔

المَنَّانُ: اسمائے باری تعالٰی میں سے ایک اسم ہے۔

مَنَّ عَلَيْهِ: اس نے اس پر احسان جتایا۔ اس کا باب رَدَّ ہے اور مِنَّةٌ بھی۔ کہا جاتا ہے کہ: المِنَّةُ تَهْدِمُ الصَّنِيْعَةَ: احسان

جتانا نیکی کو برباد کر دیتا ہے۔
رَجُلٌ مَنُوْنَۃٌ: احسان جتانے والا شخص۔
اَلْمَنُوْنُ: زمانہ۔ المنون کا معنی موت بھی ہے کیونکہ وہ رسد و رزق کو منقطع کر دیتی ہے اور تعداد کم دیتی ہے، یہ مؤنث ہے، یہ واحد بھی ہے اور جمع بھی ہو سکتی ہے۔
اَلْمَنُّ: وزن ایک مَن جو دو رطل کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی جمع أَمْنَانٌ ہے۔
اَلْمَنّ: ترنجبین کی طرح کا پھل۔ حدیث شریف میں ہے: اَلْکُمأۃُ مِنَ الْمَنِّ: کہ کھمبی (سانپ کی چھتری) مَنّ کی ایک قسم ہے۔
میرا کہنا ہے کہ الزجاج نے بقول الازہری کہا کہ مَنّ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ بطور انعام دیتے ہیں جس کے حاصل کرنے میں کسی قسم کی محنت و مشقت نہیں کرنا پڑتی۔ حدیث شریف سے یہی مراد ہے۔ ابوعبید کا قول ہے کہ مَنّ سے مراد وہ خوراک ہے جو بنی اسرائیل پر اترتی تھی۔ جو نرم تھی جسے پکانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ یہی صورت حال کھمبی (سانپ کی چھتری) کی ہے۔ اسے نہ تو کاشت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ پانی سے سینچنے کی۔
م ن ا – اَلْمَنَا: (الف مقصور) قدیم پیمانہ۔ اس کا تثنیہ مَنَوَانِ ہے اور جمع اَمْنَاءٌ یہ کلمہ الْمَنّ سے زیادہ فصیح ہے۔ کہا جاتا ہے: دَارِی مَنَادَارِ فُلَانٍ: میرا گھر فلاں شخص کے گھر کے سامنے ہے۔ مجاہد کی حدیث میں ہے: اِنَّ الْحَرَمَ حَرَمٌ مَنَاہُ مِنَ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ الْأَرْضِیْنَ السَّبْعِ: حرم شریف ساتواں آسمان اور زمینوں کے مقابل اور درمیان میں واقع ہے۔
میرا کہنا ہے کہ میری معلومات کے مطابق حدیث شریف میں ہے: اَلْبَیْتُ الْمَعْمُوْرُ مَنَا مَکَّۃَ: یعنی بیت المعمور مکہ شریف کے بالمقابل (عین اُوپر) ہے۔
اَلْمَنِیَّۃُ: موت۔ یہ لفظ مُنِيَ لَہٗ سے مشتق ہے یعنی اس کی قسمت میں لکھا گیا، کیونکہ موت مقدر ہے۔ اس کی جمع اَلْمَنَایَا ہے۔
اَلْمُنْیَۃُ: آرزو، خواہش۔ اس کی جمع اَلْمُنَی ہے۔ مِنَیً (یاء مقصور) مکہ میں مشہور جگہ کا نام۔ یہ کلمہ مذکر ہے اور منصرف ہے۔ یونس کا قول ہے کہ اَمْتَنَی الْقَوْمُ: قوم منیٰ میں آئی۔ اور بقول ابن الاعرابی اَمْنَی القوم قوم منیٰ میں آئی۔
اَلْأُمْنِیَّۃُ: آرزو، خواہش۔ اس کی جمع اَلْأَمَانِيُّ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ اس کلمہ کی جمع اَمَانٍ اور اَمَانِيّ (یاء مخفف اور مشدد) کہی جاتی ہے۔ اخفش سے بھی یہی بات نقل کی گئی

ہے۔ جو بذیل مادہ (ف ت ح) درج کتاب ہے۔

الاُمْنِیَّۃ سے ماخوذ فعل تَمَنَّی الشَّیْئَ: اس نے ایک چیز کی آرزو کی ہے۔ مَنَّی غَیْرَہٗ تَمْنِیَۃً: اس نے کسی اور کو آرزو دیا آس دلائی۔

تَمَنَّی الکِتابَ: اس نے کتاب کو پڑھا۔

قول خداوندی ہے: وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَایَعْلَمُوْنَ الکِتَابَ اِلَّا اَمَانِیَّ: ان میں سے کچھ لوگ ایسے اُمّی ہیں جنہیں امنگوں اور آرزؤں کے سواء کتاب کا کچھ علم نہیں ہے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ: ھٰذا شَیْئٌ رَوِیْتُہٗ ام شَیْئٌ تَمَنَّیْتُہٗ: یہ چیز یا تو میں نے روایت کی ہے یا اس کی تمنا کی ہے۔ اور؛

فُلَانٌ یَتَمَنَّی الأحَادِیث: فلاں شخص جھوٹی باتیں گھڑتا ہے۔ یہ لفظ 'مین' سے مقلوب ہے اور المَیْن کا معنی جھوٹ ہے۔

مَنَاۃ: ایک بت کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان بنو ہذیل قبیلے کا تھا۔

م ہ ج — المُهْجَۃُ: خون۔ کہا گیا ہے اس کا معنی خاص طور پر دل کا خون ہے۔

خَرَجَتْ مُهْجَتُہٗ: اس کی روح نکل گئی۔

م ہ د — المَهْدُ: بچے کا گہوارہ، پنگھوڑا۔

المِهادُ: بستر۔ مَهَدَ الفِرَاشَ: اس نے بستر بچھایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

تَمْهِیْدُ العُذْرِ: عذر پیش کرنا اور اسے قبول کرنا۔

تَمْهِیْدُ الاُمُوْرِ: معاملات کی درستی کرنا۔

م ہ ر — المَهْرُ: حق مہر۔ عورت کا حق مہر۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اَمْهَرَهَا: اس نے اس عورت کا مہر دے دیا۔

المَهَارۃ: مہارت، تجربہ۔ کسی کام کے کرنے کی کامل صلاحیت۔ قَدْ مَهَرْتُ الشَّیْئَ: میں نے کسی چیز کی مہارت حاصل کر لی۔ اَمْهَرُہٗ (ھاء مفتوح) مَهَارَۃً (میم مفتوح) کا معنی بھی یہی ہے کہ مجھے اس میں مہارت حاصل ہے۔

المُهْرُ: بچھیرا، گھوڑی کا بچہ۔ اس کی جمع اَمْهَارٌ، مِهَارٌ اور مِهَارَۃٌ (دونوں میم مکسور) ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ مُهْرَۃٌ یعنی بچھیری ہے۔ اس کی جمع مُهَرٌ بروزن عُمَر اور مُهَرَاتٌ ہے۔ اس میں ھاء مفتوح ہے۔

فَرَسٌ مُمْهِرٌ: بچھیرے والی گھوڑی۔

م ہ ل: المَهَلُ: (میم اور ھاء دونوں مفتوح) نرمی اور آرام سے کام کرنا۔

اُمْهَلَهُ: اس نے اسے مہلت دی۔ مَهَّلَهُ تَمْهِيلًا کا بھی معنی یہی ہے۔ اس کا اسم المُهْلَةُ ہے۔

الاسْتِمْهَال: مہلت طلب کرنا۔

تَمَهَّلَ فِي اَمْرِهِ: اس نے اپنے کام میں صبر وتحمل اور سوچ بچار سے کام لیا۔ لوگوں کا یہ قول ہے مَهْلًا يا رَجُلُ! اے شخص! ذرا دم لو، یا صبر کرو۔ ٹھہرو! تثنیہ جمع اور مؤنث کے صیغوں کے لئے بھی یہ لفظ اسی طرح بولا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے: بِمَاءٍ كَالمُهْلِ: کہا گیا ہے کہ مُهل کا معنی پگھلا ہوا تانبہ ہے۔ ابوعمرو کا کہنا ہے کہ مُهل کا معنی تلچھٹ ہے۔ نیز اس کا معنی خون آلود پیپ اور خالص پیپ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اِدْ فِنُونِي فِي ثَوْبَيْنِ هٰذَيْنِ فَانَّمَا هُمَا لِلمُهْلِ وَالتُّرَاب: مجھے ان دو کپڑوں میں کفن پہنا کر دفن کر دینا۔ کیونکہ یہ تو پیپ اور مٹی کے لئے ہیں۔

م ہ ن — المَهْنَةُ: (میم مفتوح) خدمت۔ ابوزید اور الکسائی نے بیان کیا کہ المِهْنَةُ میں میم مکسور ہے لیکن اصمعی نے اس سے انکار کیا ہے۔

المَاهِنُ: خادم، خدمت گزار۔

قَدمَهَنَ القَوْمَ: اس نے قوم کی خدمت کی ہے۔

يَمْهَنُهُمْ: (ھاء مفتوح) وہ ان کی خدمت کرتا ہے۔

مَهْنَةٌ: خدمت کرنا۔

اِمْتَهَنْتُ الشَّيْئَ: میں نے چیز کو حقیر جانا۔

رَجُلٌ مهين: حقیر شخص۔

م ہ ہ — المَهَاهُ: تروتازگی، طراوٹ۔ عمران بن حطان کا شعر ہے:

وَلَيْسَ لِعَيْشِنَا هٰذَا مَهَاهٌ
وَلَيْسَتْ دَارُنَا الدُّنيا بِدَارِ

''ہماری اس زندگی میں کوئی تروتازگی اور طراوٹ نہیں۔ اور ہمارا یہ دنیاوی گھر، گھر کہلانے کے لائق نہیں ہے۔''

کسی اور کا شعر ہے:

كَفٰى حَزَنًا اَنْ لَا مَهَاةَ لِعَيْشِنَا
وَلَا عَمَلٌ يَرضٰى بِهِ اللّٰهُ صَالِحٌ

''دکھی کرنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ ہماری زندگی میں کوئی حُسن اور تروتازگی نہیں ہے۔ اور نہ کوئی عمل صالح ہے جس سے کہ اللہ راضی ہو۔''

المَهْمَهَةُ: دور کا جنگل۔ اس کی جمع المَهَامِهُ ہے۔

مَهْ: مبنی بر سکون۔ فعل امر کا اسم ہے اور معنی ہے ٹھہر جا۔ اگر اس کو متصل کر کے یعنی دہرا کر کے کہنا ہو تو اس کے آخر کو تنوین دیتے ہیں، مثلاً: مَهٍ مَهٍ کہتے ہیں۔

م ہ ا—المَهَا: (میم مفتوح) اس کا واحد مَهَاةٌ ہے۔ اس کا معنی جنگلی گائے ہے۔ اس کی جمع ہے مَهَوَاتٌ. المَهَاةُ: بلور کو بھی کہتے ہیں۔

أَمْهَى: پان دیا ہوا لوہا۔

م و ت—المَوْتُ: موت۔ اس کی ضد حیاۃ ہے بمعنی زندگی۔

مَاتَ يَمُوْتُ وَيَمَاتُ: وہ مر گیا۔ اس کا اسم فاعل مَيِّتٌ مشدّد اور مخفف دونوں طرح) ہے۔

قَوْمٌ مَوْتَى وَأَمْوَاتٌ، مَيِّتُوْن اور مَيْتُوْن (مشدّد و مخفف) اور معنی مردہ قوم یا مردہ لوگ۔ مذکر اور مؤنث دونوں صورتوں میں یکساں۔ قول خداوندی ہے: لِنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَيْتًا: تا کہ ہم اس (بارش) کے ذریعے مردہ آبادی کو زندہ کریں۔

المَيْتَةُ: مُردار۔ جس جانور کو ذبح کر کے پاک نہ کیا گیا ہو۔ المُوَاتُ (میم مضموم) موت اور المَوَاتُ (میم مفتوح) بے رُوح اور بے جان۔ المَوَاتُ کا معنی ایسی زمین بھی ہے جس کا کوئی مالک نہ ہو۔ اور نہ کوئی اس سے استفادہ کرتا ہو۔ المَوَتَانُ (میم اور واؤ دونوں مفتوح) الحَيَوَانُ کی ضد ضرب المثل ہے: إِشْتَرِ المَوَتَانَ وَلَا تَشْتَرِ الحَيَوَانَ: زمین اور گھر خریدنا لیکن غلام اور جانور نہ خریدنا۔ کہا جاتا ہے: أَمَاتَهُ اللّٰهُ اور مَوَّتَهُ بھی۔ اللہ اسے مارے۔ یا اس پر اللہ کی مار پڑے۔

المُتَمَاوِتُ: نفس کُش زاہد نما۔

م و ج—مَاجَ البَحْرُ: سمندر میں لہریں اٹھیں یا طوفان آیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

النَّاسُ يَمُوْجُوْنَ: لوگوں کی بھیڑ ہو رہی ہے۔ کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔

م و ر—مَارَ: موجزن ہونا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ لفظی معنی ہلا آیا اور گیا۔ قول خداوندی ہے: يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاءُ مَوْرًا: الضحاک نے اس کا معنی بتایا ہے۔ جس روز آسمان موجزن ہو گا۔ ابو عبیدہ اور اخفش نے اس کا معنی تَكَفَّأُ یعنی لڑکھڑانا بتایا ہے۔

م و ز—المَوْزُ: کیلا۔ اس کا واحد مَوْزَةٌ ہے۔

م و س—مُوْسَى: آدمی کا نام۔ الکسائی نے کہا کہ اس کا وزن فُعْلَى ہے۔ ابو عمرو بن العلا کا قول ہے کہ یہ مُفْعَلٌ کے وزن پر ہے۔ اس کے باقی اشتقاقات بذیل مادہ 'و س ی' میں بیان ہوں گے۔

م و ق—المُوْقُ: موزہ جو باریک موزے پر پہنا جاتا ہے۔ یہ لفظ فارسی سے معرب ہے۔

م و ل—المَالُ: مال و دولت۔

رَجُلٌ مَالٌ: بڑا دولت مند شخص۔

تَمَوَّلَ الرَّجُلُ: آدمی دولتمند ہو گیا۔
مَوَّلَهٗ غَيْرُهٗ: کسی اور نے اسے مال دیا۔ اس کا مصدر تَمْوِيْلاً ہے۔

م و م-المُوْمُ: موم۔ معرب لفظ ہے۔میم حرف معجم ہے۔

م و ن-مَانَهٗ: اس نے اس کی کفالت کی ذمہ داری اٹھائی۔اس کا باب قَالَ ہے۔

م و ہ-المَاءُ: پانی۔اس کے آخر میں ہمزہ ھاء کا بدل ہے جو لام کلمہ کی جگہ ہے۔اصل میں یہ لفظ مَـوَہٌ تھا۔جس میں سارے حروف متحرک ہیں۔ کیونکہ اس کی جمع اَمْوَاہٌ ہے اور یہ جمع قلت ہے۔اس کی جمع کثرت مِیَاہٌ ہے۔اس کی مثال جَمَلٌ کی جمع قلت اَجْمَال اور جمع کثرت جِمَالٌ ہے۔اس میں سے ھاء نکل گئی کیونکہ اس کا اسم تصغیر مُوَیْہٌ ہے۔

مَـوَّہَ الشَّيْئَ تَمْوِيْهًا: اس نے چیز پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا۔ اور اس کے نیچے تانبہ یا لوہا ہوتا ہے۔اسی سے لفظ التَّمْوِيْهُ ماخوذ ہے جس کا معنی تَلْبِيْس یعنی شیطنت ہے۔الماء کی طرف منسوب کو مَائِیٌّ کہتے ہیں۔چاہو تو مَاوِیٌّ کہہ سکتے ہو۔

مِيْتَدَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ت د'.
مِيْثَرَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ث ر'.
مِيْجَرٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ج ر'.

م ی ح-المَيْحُ: کنویں میں اترنا اور کنویں سے پانی بھر لانا۔یہ تب جب کنویں میں پانی کم ہو اس کا باب بَاعَ ہے۔

اسم فاعل: مَائِحٌ ہے۔اس کی جمع مَاحَةٌ ہے۔حدیث شریف میں ہے: نَزَلْنَا سِتَّةَ مَـاحَـةٍ: ہم چھ بار کنویں میں اترے۔

مَاحَهٗ: اس نے اسے عطا کیا۔اس کا باب بَـاعَ بھی ہے۔

اسْـتَـمَـاحَهٗ: اس نے اس سے عطیہ یا بخشش طلب کی۔

الاِمْتِيَاحُ، المَيْحُ کا ہم معنی ہے۔

م ی د-مَادَ الشَّيْئُ: چیز کو حرکت ہوئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

مَادَتِ الأَغْصَـان: ٹہنیاں جھکیں۔

مَـادَ الرَّجُـلُ: آدمی اترایا۔

المَيْدَانُ: میدان۔اس کی جمع مَيَادِيْنُ ہے۔مَادَهُ المِيرة سے مشتق فعل مَارَ کا ایک لہجہ ہے۔اسی سے لفظ المَائِدَة ماخوذ ہے۔اس کا معنی دسترخوان ہے جس پر کھانا چنا ہو۔اگر کھانا چنے بغیر ہی بچھا ہو تو اسے المَـائِـدہ نہیں بلکہ صرف خِـوان کہتے ہیں۔ابوعبیدہ نے کہا کہ یہ فاعل بمعنی مفعول ہے اور اس کی مثال عِـيْـشَـةٌ رَاضِـيَـةٌ بمعنی مَرْضِـيَّـةٌ ہے۔

مَيْدَ، بَيْدَ کا ایک لہجہ ہے جس کا معنی غیر

ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَا أَفْصَحُ الْعَرَبِ بَيْدَ أَنِّي مِنْ قُرَيْشٍ وَنَشَأْتُ فِي بَنِي سَعْدِبْنِ بَكْرٍ: کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں لفظ مَيْدَ کا معنی بھی مِنْ أَجْلِ ہے۔ اس لحاظ سے حدیث کا مطلب ہوگا کہ میں عرب کا فصیح ترین شخص ہوں کیونکہ میں قریش میں سے ہوں۔ میری پرورش بنوسعد بن بکر قبیلے میں ہوئی ہے۔

م ی ر — المِيْرَةُ: اناج، جسے انسان کھاتے ہیں۔

قَدْ مَارَ اَهْلَهُ: اس نے گھر والوں کو خوراک فراہم کی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اسی سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ مَا عِنْدَهُ خَيْرٌ وَلَا مَيْرٌ: اس کے پاس نہ دولت ہے اور نہ اناج۔ الامْتِيَارُ کا معنی بھی وہی ہے جو میر کا ہے۔

م ی ز — مَازَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو الگ کیا۔ یا علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اسی طرح مَيَّزَهُ تَمِيْزاً فَانْمَازَ اَمْتَازُ، تَمَيَّزَ، اسْتَمازَ تمام کا معنی وہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: امْتَازَ الْقَوْمُ: اور لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔

فُلَانٌ يَكَادُ يَتَمَيَّزُ مِنَ الغَيْظِ: فلاں شخص غصے کے مارے کانپ رہا ہے۔

م ی س — مَاسَ: وہ اترایا، اکڑ کر چلا۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور مَيَسَانًا بھی ہے۔ اس میں یاء مفتوح ہے۔ اس کا اسم فاعل مَيَّاسٌ ہے۔ تَمَيَّسَ کا بھی یہی معنی ہے۔

المَــيْسُ: ایک درخت ہے جس سے کجاوے وغیرہ بناتے ہیں۔

مِيْسَمٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و س م'۔

م ی ط — مَاطَهُ: اس کا باب بَاعَ ہے۔

اَمَــاطَهُ: اس نے اسے ہٹا دیا۔ اسی سے إماطة الاذى عَنِ الطَّرِيقِ ماخوذ ہے یعنی راستے میں سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا۔

م ی ع — مَاعَ السَّمْنُ: گھی زمین پر بہہ گیا۔ اس کا باب بَـاعَ ہے۔ تَمَيَّعَ کا معنی بھی یہی ہے۔

م ی ل — مَـالَ الشَّيْئُ: چیز ایک طرف جھک گئی۔ اس کا باب بَاعَ اور مَيَلَانًا بھی ہے۔ اس میں یاء مفتوح ہے نیز اس کا باب مَمَـالًا اور مَمِيْلًا ہے۔ اس کی مثال مَعَـاب اور مَعِيْبٌ ہے جو اسم اور مصدر ہیں۔ مَـالَ عَنِ الحَــقِّ: وہ حق سے پھر گیا۔

مَـالَ عَلَيْـهِ فِي الظُّلْمِ: اس نے اس پر ظلم کیا۔

اَمَـالَ الشَّيْئَ فَمَـالَ: اس نے چیز کو جھکایا تو وہ جھک گئی۔ تَمَـايَلَ فِـي مِشْيَتِهِ: اس نے اپنی چال میں ناز و ادا کا اظہار کیا۔

اسْتَمَالَهُ و اسْتَمَال بِقَلْبِهِ: وہ اس پر مہربان ہوا۔

المِيْلُ: میل کا فاصلہ بقول ابن السکیت یہ فاصلہ وہ ہے جہاں تک نظر کام کرے۔

مِيلُ الْكُحْلِ: سرمہ سلائی۔ جس کے ذریعے آنکھوں میں سرمہ ڈالتے ہیں۔

مِيلُ الجَرَاحِةِ: زخم ناپنے کا آلہ۔

مِيلُ الطَّرِيْقِ: سفر کا میل۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔

م ی ن — المَيْنُ: جھوٹ۔ اس کی جمع مُيُوْنٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اَكْثَرُ الظُّنُوْنِ مُيُوْن: اکثر بدگمانیاں غلط اور جھوٹی ہوتی ہیں۔

قَدْ مَانَ الرَّجُلُ: آدمی نے جھوٹ بولا۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور اسم فاعل مَائِنٌ اور مَيُوْنٌ ہے۔

ميناءُ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ن ی'.

م ی ا — مَيَّةُ: ایک عورت کا نام۔ اسے مَىٌّ بھی کہتے ہیں۔

باب النون

ن أ ش — التَّنَاؤُش: (مہموز) ایک دوسرے سے پیچھے رہنا اور دُور رہنا۔

ن أ ی — نَـآه: اور نأی عنه، ینأی (ہمزہ مفتوح) نأیاً بروزن فلس وہ دور رہوا۔

أناه فانتأی: اس نے اسے دور کردیا تو وہ دور ہوگیا۔

تناءَوا: وہ ایک دوسرے سے دور ہوگئے۔

المُنتأی: دور افتادہ جگہ۔

نَـائبَةٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'ن و ب'.

نَائرة: دیکھیے بذیل مادہ 'ن و ر'.

نَـاقَة: دیکھیے بذیل مادہ 'ن و ق'.

ن ب أ — النَّـبَـأُ: خبر، اطلاع۔ کہا جاتا ہے: نَبَأَ نَبَأً اور أَنْبَأَ یعنی اس نے اطلاع دی۔ اسی سے ماخوذ النَّبِیُّ ہے کیونکہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دی ہوتی ہے۔ یہ فَعِیلٌ کے وزن پر فاعل کے معنوں میں ہے۔ اس میں ہمزہ کو ترک کیا گیا ہے۔ اس کی مثال الذُّرِیَّةُ البَرِیَّةُ اور الخابِیَةُ ہے۔ البتہ اہل مکہ ان چار کو ہمزہ کے ساتھ کہتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ النَّبِیّ کے بارے میں پوری معلومات بذیل مادہ 'ن ب ا' معتل کے باب میں دی گئی ہیں۔

ن ب ت — نَبَتَ الشَّیْئُ: چیز اُگ آئی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور نَبَاتًا بھی ہے۔

نَبَتَتِ الأَرْضُ: زمین میں نباتات اُگ آئیں۔ أَنْبَتَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔

نَبَتَ البَقْلُ: سبزی اُگ آئی۔

أَنْبَتَهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ نے اسے اُگایا۔ اس سے اسم مفعول مَنْبُوتٌ خلاف قیاس ہے۔

المَنْبِتُ: (باء مکسور) نباتات کے اُگنے کی جگہ۔

ن ب ج — مَنْبِجٌ: بروزن مَجْلِسٌ: ایک جگہ کا نام ہے۔ اس جگہ سے منسوب صفت نسبتی مَنْبَجَانِیّ ہے۔ اس میں باء مفتوح ہے۔

ن ب ح — نَبَحَ الكَلْبُ: کتا بھونکا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ ہے اور نَبِیحًا بھی ہے۔ نیز نُبَاحًا بھی۔ نون مضموم بھی ہے اور مکسور بھی۔ شاید لوگوں نے نَبَحَ الظَّبْیُ بھی کہا ہو یعنی ہرن کی آواز کو بھی نبح کہا ہو۔

ن ب ذ — نَبَذَهُ: اس نے اسے پھینک دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ نَبَّذَهُ کا یہی معنی ہے۔ البتہ تشدید اظہار کثرت کے لئے ہے۔

جَلَسَ نُبْذَةً ونَبْذَةً: (نون مضموم اور مفتوح) اور معنیٰ وہ ایک طرف ہو بیٹھا۔

اِنْتَبَذَ: وہ کنارے جا بیٹھا۔

ذَهَبَ مَالُهُ وبَقِيَ نَبْذٌ مِنْهُ: (نون مفتوح) اس کا مال ضائع ہو گیا اور اس میں سے تھوڑا سا باقی بچ رہا۔

بارض كذا نَبْذٌ مِن مَاءٍ ومن كَلأٍ: فلاں جگہ تھوڑا سا پانی ہے اور تھوڑا سا گھاس یعنی چارہ۔

فِي رأسِهِ نَبْذٌ مِن شَيْبٍ: اس کے سر میں بڑھاپے کے کچھ آثار ہیں۔

اَصَابَ الأَرْضَ نَبْذٌ مِنْ مَطَرٍ: زمین پر تھوڑی سی بارش ہوئی۔

النَّبِيذُ: نبیذ۔ اسکی جمع الانبذة ہے۔

نَبَذَ نَبِيذاً: اس نے نبیذ تیار کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ عام لوگ اس کی جگہ اَنْبَذَهُ کہتے ہیں۔

ن ب ر - نَبَرَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو اُبھارا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی سے لفظ المِنبَرُ ماخوذ و مشتق ہے۔

اَنْبَارُ الطَّعَامِ: کھانے کے ڈھیر۔ اس کا واحد نِبْرٌ ہے۔ اس کی مثال سِدْرٌ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ: الأنبار کا معنی اناج یعنی کھانے کی اقسام مثلاً: گیہوں، کھجور اور جو وغیرہ ہیں جس کا ذکر بذیل مادہ 'ف د ی' ہو چکا ہے۔

ن ب ز - النَّبَزُ: (نون اور باء دونوں مفتوح) لقب۔ اس کی جمع اَنْبَازٌ ہے۔

نَبَزَهُ: اس نے اسے لقب سے پکارا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

تَنَابَزُوا بِالأَلْقَابِ: انہوں نے ایک دوسرے کو لقب سے پکارا۔

ن ب ش - نَبَشَ البَقْلَ والمَيِّتَ: اس نے سبزی یا مُردے یا دفینے کو کھود نکالا۔ اسی سے لفظ النَّبَّاش مشتق ہے یعنی مردے نکال کھانے والا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ن ب ض - نَبَضَ العِرقُ: رگ میں حرکت ہوئی یا رگ پھڑکی۔ نبض میں حرکت ہوئی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَبَضَاناً ہے اس میں باء مفتوح ہے۔

ن ب ط - نَبَطَ المَاءُ: پانی نکلا۔ اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔

الإستنباط: استخراج، نکالنا۔

النَّبَطُ (نون اور باء دونوں مفتوح) اور النَّبِيطُ: ایک قوم یا لوگ جو عراقین کی وادیوں میں اقامت گزین ہیں۔ اس کی جمع اَنْبَاط ہے۔ اس قوم سے منسوب شخص کو رَجُلٌ نَبَطِيٌّ. نَبَاطِيٌّ اور نَبَاطٍ کہتے ہیں۔ اس کی مثال يَمَنِيٌّ، يَمَانِي اور يَمَانٍ ہے۔ یعقوب نے بتایا کہ نُبَاطِيٌّ بھی ہے۔ اس میں نون مضموم ہے۔

ن ب ع - نَبَعَ المَاءُ: پانی نکلا یا زمین

سے پھوٹ نکلا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
نَبَعَ یَنْبِعُ (باء مکسور) نَبَعَانًا: (باء مفتوح) بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ الازہری نے اس کا فعل نقل کیا ہے اور دوسروں نے مصدر۔
اَلْیَنْبُوْع: پانی کا چشمہ۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ یَنْبُوْعًا: تاآنکہ ہمارے لئے زمین سے چشمے پھوٹ نکلیں۔ اس کی جمع المَنَابِعُ ہے۔
النَّبْعُ: ایک مخصوص لکڑی ہے جس سے کمانیں بنائی جاتی ہیں۔ اور اس کی ٹہنیوں سے تیر بنائے جاتے ہیں۔ اس کا واحد نَبْعَةٌ ہے۔
یَنْبُعُ: ایک شہر کا نام بھی ہے۔
ن ب غ — نَبَغَ الشَّیْئُ: چیز ظاہر ہوئی۔ اس کا باب نَصَرَ، قَطَعَ، ضَرَبَ اور دخل ہے۔
ن ب ق — النَّبُقُ: یہ لفظ النَّبِقُ (باء مکسور) کی مخفف (یعنی باء ساکن) صورت ہے۔ اس کا معنی بیری کا بوجھ یا بار ہے۔ اس کا واحد نَبِقَةٌ ہے اس کی مثال کَلِمَةٌ اور کَلِمٌ ہے۔ اور نَبِقَاتٌ بھی ہے جس کی مثال کَلِمَاتٌ ہے۔
ن ب ل — النَّبْلُ: عربی تیر۔ یہ مؤنث ہے اور لفظ اس کا واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ اس کی جمع نِبَالٌ اور اَنْبَالٌ بنائی گئی ہے۔
النَّبَّال: (باء مشدد) تیروں والا۔
النَّابِلُ: تیر بنانے والا۔
النُّبْلُ (نون مضموم) اور النَّبَالَةُ بفضیلت و شرف۔
قَدْ نَبُلَ: وہ صاحب فضیلت بن گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اور اسم فاعل نَبِیْلٌ ہے۔
النُّبَلُ: استنجاء کا پتھر، کلوخ۔ حدیث شریف میں ہے: اِتَّقُوا الْمَلَاعِنَ وَاَعِدُّوا النُّبَلَ: قابل لعنت و ملامت باتوں سے بچو اور استنجاء کے لئے چھوٹے پتھر تیار رکھو۔ محدثین النَّبل میں نون کو مفتوح قرار دیتے ہیں۔
نَبَلَهُ: اس نے اسے تیر مارا۔
نَابَلَهُ فَنَبَلَهُ: اس نے اس کے ساتھ تیر اندازی کا مقابلہ کیا تو اسے تیر مارا یعنی تیر اندازی میں اس سے بہتر ثابت ہوا اور مقابلے میں زیادہ ماہر نکلا۔ ان تمام کا باب نَصَرَ ہے۔
ن ب ہ — نَبُهَ الرَّجُلُ: آدمی نمایاں ہوا اور مشہور ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اس کا اسم فاعل نَبِیْهٌ اور نَابِهٌ ہے بمعنی ہوشیار و ہوشمند۔ اس کی ضد الخَامِلُ یعنی سست اور کاہل ہے۔
نَبَّهَهُ غَیْرُهُ: کسی اور نے اسے خبردار کیا۔

اس کا مصدر تبنیھا ہے۔ یعنی کسی نے اسے سستی اور کاہلی سے اٹھایا۔

اِنْتَبَهَ مِنْ نَوْمِهٖ: وہ اپنی نیند سے بیدار ہوا۔

اَنْبَهَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے (نیند سے) جگایا۔

نَبَّهَهُ ايضًا عَلَى الشَّيْءِ: اس نے اسے کسی چیز پر متنبہ یا باخبر کیا۔

فَتَنَبَّهَ: تو وہ متنبہ ہو گیا یا باخبر ہو گیا۔

ن ب ا — نَبَا الشَّيْءُ عَنْهُ: چیز اس سے دور ہو گئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

اَنْبَاهُ: اس نے اسے اپنے آپ سے دُور کر دیا۔ مثل ہے کہ: اَلصِّدْقُ يُنْبِي عَنكَ لا الوَعِيْدُ: سچ بولنا جنگوں میں تم سے تمہاری مصیبت کو بغیر کسی ڈراوے یا دھمکی کے دُور کرتا ہے۔ ابوعُبید کا قول ہے کہ یہ لفظ انبا غیر مہموز ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ اصل میں یہ لفظ الإنباء سے مشتق ہے اور اس میں ہمزہ ہے۔ اس کا معنی ہے کہ فعل تمہیں تمہاری حقیقت حال سے باخبر کرتا ہے نہ کہ قول۔

نَبَا السَّيْفُ: تلوار نے کام نہیں کیا یعنی اس سے کاری ضرب نہیں لگی۔

نَبَا بَصَرِي عَنِ الشَّيْءِ: چیز سے میری نظر چُوک گئی۔

نَبَا بِفُلَانٍ منزلُهُ: فلاں شخص کو اس کی منزل راس نہ آئی۔ اسی طرح فِرَاشُهُ کا معنی ہے۔ سب کا باب مذکورہ بالا یعنی سَمَا ہے۔

اَلنُّبُوَّةُ اور النَّبَاوَةُ: زمین سے بلند جگہ۔ اگر لفظ النَّبِيّ کو اس کلمہ سے ماخوذ سمجھا جائے تو نبی کا معنی ہوگا ساری مخلوق سے زیادہ شرف والا انسان۔ لہٰذا اس کی اصل غیر مہموز ہے اور یہ کلمہ فعیل کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔

ن ت ا — نَتَأَ: بلند ہوا۔ اس کا اسم فاعل نَاتِئٌ ہے۔ اس کا باب خضع اور قطع ہے۔

ن ت ج — نَتِجَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے بچہ جنا۔ اس سے فعل مجہول تُنْتَجُ نَتَاجًا ہے۔

نَتَجَهَا اَهْلُهَا: اسے اس کے لوگوں نے پیدا کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

أَنْتَجَتِ الفَرَسُ والنَّاقَةُ: گھوڑی اور اونٹنی کے بچہ جننے کا وقت قریب آ گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی حمل ظاہر ہونا ہے۔ ایسی گھوڑی اور اونٹنی کو نتوج کہتے ہیں مُنْتِجٌ نہیں کہتے۔

ن ت ر — النَّتْرُ: زبردستی کھینچنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ن ت ش — نَتَشَ الشَّيْءَ بالمِنْتَاشِ: اس نے موچنے سے چیز کو نکال لیا۔ اس کا

باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا نَتَش مِنْ فُلَانٍ شَيْئٌ: فلاں شخص سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔

ن ت ف — نَتَفَ الشَّعْرَ: اس نے بال اُکھاڑا یا نوچا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ نتانَف فَانْتَتَفَ: تو وہ اُکھڑ گیا، یا نُچ گیا۔

نَتَّفَ الشُّعُوْرَ: اس نے بال خوب نوچے۔ تشدد اظہار کثرت کے لئے ہے۔

المِنْتَاف: موچنا۔ بال نوچنے کا آلہ۔

النُّتَافَةُ: (نون مضموم) بال نوچنے سے جو بال اُکھڑ کر نیچے گر پڑیں۔

النُّتْفَةُ: ہاتھوں یا انگلیوں سے اکھیڑی ہوئی گھاس وغیرہ۔ اس کی جمع النُّتَفُ ہے۔

ن ت ق — النَّتْقُ: ہلانا، توڑنا۔

قَدْ نَتَقَهُ: اس نے اسے ہلایا یا اوپر اٹھایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ: جب ہم نے پہاڑ کو اوپر اُٹھایا، یا بلند کیا۔

ن ت ن — النَّتْنُ: بدبو، غلاظت وگندگی۔

قَدْ نَتَنَ الشَّيْئُ: چیز بدبودار ہوگئی۔ اس کا باب ظَرُفَ اور سَهُلَ ہے۔ اور نَتَنًا بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل مُنْتِنٌ اور مِنْتِنٌ (میم مکسور باتباع تاء مکسور)۔

قَـوْمٌ مَنَاتِيْنُ: گندے اور غلیظ لوگ۔

لوگ کہتے ہیں کہ: مَا اَنْتَنَهُ: وہ کس قدر غلیظ اور گندہ ہے۔

ن ت ا — النَّوَاتِيْ: ملاح لوگ۔ اس کا واحد نُوْتِيٌّ ہے۔

ن ث ث — نَثَّ الحَدِيْثَ: اس نے بات افشاء کردی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

نَثَّ الـزِّقُّ: مشک سے پانی ٹپکا یا رِسا۔ اس کا مضارع يَنِثُّ (نون مکسور) اور مصدر نَثِيْثًا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: وَاَنْتَ تَنِثُّ نَثِيْثَ الحَمِيْتِ: تم تو گھی کی مشک کی طرح پسیج رہے ہو۔ (یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ان کے پاس ایک شخص سوال کرنے آیا اور اس نے کہا کہ میں تو ہلاک ہوگیا۔ وہ شخص بظاہر اچھا خاصا تندرست وتوانا تھا۔ اسے دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ الفاظ فرمائے)۔ [مترجم]

ن ث ر — نَثَـرَهُ: اس نے اسے بکھیر دیا، پھیلا دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ فَانْتَثَرَ پس وہ بکھر گیا۔ اس کا اسم النِّثَارُ (نون مکسور) ہے۔ النُّثَارُ (نون مضموم): بکھری ہوئی چیز۔

دُرٌّ مُنَـثَّـرَةٌ: بکھرے ہوئے موتی۔ شدّت اظہار کثرت کیلئے ہے۔ الاِنْتِثَارُ اور الاِسْتِنْثَارُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اس کا معنی ناک جھاڑنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا اسْتَنْشَقْتَ

فَانْثُر: جب ناک میں پانی ڈالو تو ناک جھاڑو۔ حدیث شریف میں ہے: رُدُّو نَجْأَةَ السَّائِلِ بِاللُّقْمَةِ: بھیک مانگنے والے کی نظر ایک لقمہ دے کر رفع کرو۔ (یعنی تمہارے کھانے پر اس کے نظر لگنے کا اثر اس سے زائل ہوگا)، (مترجم)۔ اس کا وزن ضَرْبَةٌ ہے۔

ن ج ب۔رَجُلٌ نَجِيبٌ: کریم النفس اور فیاض انسان۔ اس کا باب ظرف ہے۔

النُّجَبَةُ بروزن الهُمَزَةُ: نجیب وکریم۔

انْتَجَبَهُ: اس نے اسے چُن لیا اور انتخاب کرلیا۔

النَّجِيبُ مِنَ الإِبِلِ: اچھی نسل کا اونٹ۔ اس کی جمع نُجُبٌ (نون اور جیم دونوں مضموم) اور نَجَائِبُ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری کا کہنا ہے کہ یہ اعلیٰ نسل کے اونٹ یا اونٹنیاں وہ ہوتی ہیں جو مقابلے کی دوڑ میں استعمال کی جاتی ہیں۔

ن ج ح۔النُّجْحُ: بروزن النُّصْحُ اور النَّجَاحُ: کامیابی، حصول مطلب میں کامیاب ہونا۔

أَنْجَحَ الرَّجُلُ: آدمی کامیاب ہوا۔ اس سے اسم فاعل مُنْجِحٌ ہے۔

وَمَا أَفْلَحَ وَلا أَنْجَحَ: اس نے نہ فلاح پائی اور نہ کامیاب ہوا۔

أَنْجَحَ الحَاجَةَ: اس نے ضرورت پوری کی۔

نَجَحَتِ الحَاجَةُ: ضرورت پوری ہو گئی۔

نَجَحَ أَمْرُهُ: اس کا کام آسان ہوگیا۔ اس کا اسم فاعل نَاجِحٌ ہے۔ اس کا فعل نَجَحَ يَنْجَحُ (جیم مفتوح) نُجْحًا (نون مضموم) اور نَجَاحٌ (نون مفتوح) ہے۔

ن ج د۔النَّجْدُ: زمین سے اُبھری ہوئی جگہ۔ اس کی جمع نِجَادٌ (نون مکسور) نُجُودٌ اور أَنْجُدٌ ہے۔

النَّجْدُ: بلند راستہ۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی میں یہ لفظ یوں ہے: وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ: ہم نے اسے دو راستے دکھائے۔ ایک خیر کا اور دوسرا شر کا۔

التَّنْجِيدُ: تزئین وآرائش کرنا، سجانا۔

النَّجَّادُ بروزن النَّجَّارُ: بستر، تکیے مرمت کرنے والا اور سینے والا۔

نَجْدٌ: عرب کا ایک علاقہ، یہ الغَوْر کے اُلٹ ہے۔ الغور یعنی نشیبی علاقہ تہامہ ہے۔ تہامہ سے سرزمین کی طرف ساری مرتفع علاقہ کو نَجْد کہا جاتا ہے۔ یہ مذکر ہے۔

أَنْجَدَ: وہ نجد کے علاقے میں داخل ہوا۔

اسْتَنْجَدَه فَأَنْجَدَ: اس نے اس سے مدد طلب کی تو اس نے اس کی مدد کی۔

النِّجَاد: تلوار کی حمائل۔

ن ج ذ - النَّاجِذُ: آخری داڑھ۔ ہر انسان کی چار ناجذ داڑھیں ہوتی ہیں جو دانتوں کے پچھلی طرف آخر میں ہوتی ہیں۔ انہیں عقل داڑھ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ داڑھیں انسان کے بالغ ہونے اور عقل پختہ ہونے کے بعد آتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ: وہ قہقہہ مار کر ہنسا، تا آنکہ اس کی عقل داڑھیں دکھائی دینے لگیں۔ ایسی ہنسی تعجب کے موقع پر آتی ہے۔

ن ج ر - نَجَرَ الخَشَبَةَ: اس نے لکڑی کو چیرا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ لکڑی کا کام کرنے والے کو نَجّار کہتے ہیں۔

نَجْرَان: یمن میں ایک جگہ کا نام ہے۔

ن ج ز - نَجَزَ الشَّیْئُ: چیز گزر گئی، ختم ہوگئی۔ اس کا باب طرب ہے۔

نَجَزَ حَاجَتَهُ: اس نے اپنی ضرورت پوری کرلی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ کہا جاتا ہے: نَجَزَ الوَعْدَ: اس نے وعدہ پورا کیا۔

اَنْجَزَ حُرٌّ مَا وَعَدَ: ایک آزاد مرد نے جو وعدہ کیا پورا کیا۔ لوگ کہتے ہیں: اَنْتَ عَلٰی نُجْزِ حَاجَتِکَ: (نون مفتوح اور مضموم) تیری ضرورت پوری ہونے والی ہے۔

اسْتَنْجَزَ الرَّجُلُ حَاجَتَهُ وَتَنَجَّزَهَا: آدمی نے اپنی ضرورت پوری کرالی۔

النَّاجِزُ: حاضر، موجود۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَبِیْعُوْا حَاضِرًا بِنَاجِزٍ: حاضر کا ناجز کے بدلے لین دین نہ کرو۔ میرا کہنا ہے کہ صرف یعنی نقدی کے کاروبار کے بارے میں جو مشہور حدیث ہے اس میں نَهٰی عن بیع الصَّرف اِلَّا ناجزًا بِنَاجِزٍ کے الفاظ ہیں۔ یعنی حاضر کے بدلے حاضر کا لین دین کرنے کے سواء نقدی کے کاروبار کی ممانعت آئی ہے۔ رہا اصل کتاب میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی بظاہر کوئی توجیہ نہیں ہوسکتی۔

ن ج س - نَجِسَ الشَّیْئُ: چیز ناپاک ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل نَجِسٌ (جیم مکسور و مفتوح) ہے۔

قول خداوندی ہے: اِنَّمَا المُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ: بلاشبہ مشرک لوگ ناپاک ہیں۔

اَنْجَسَهُ غَیْرُہٗ: کسی اور نے اسے ناپاک کیا۔ نَجَّسَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ن ج ش - النَّجْشُ: خرید میں قیمت بڑھا

کر بولی دینا تا کہ دوسرا آدمی خرید نہ سکے۔ جس چیز کی بولی بڑھانے والے کو ضرورت نہ بھی ہو۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَنَاجَشُوْا: ایک دوسرے کی بولی پر قیمت بڑھا کر بولی نہ دو۔

النَّجَاشي: حبشہ کا بادشاہ۔

ن ج ع – نَجَعَ فِيهِ الْخِطَابُ وَالْوَعْظُ وَالدَّوَاءُ: خطاب، وعظ یا دوا اس کے اندر اتر گئی اور اثر انداز ہوگئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

النَّجْعَةُ بروزن الرُّقْعَةُ: گھاس کی جگہ پر گھاس تلاش کرنا۔ ان معنوں میں کہہ سکتے ہیں کہ: اِنْتَجَعَ: اسے چراگاہ مل گئی یا گھاس اور چارہ مل گیا۔

اِنْتَجَعَ فُلَانًا: وہ اپنے مطلوب کی تلاش میں آیا۔

الْمُنْتَجَعُ: چراگاہ۔

النَّجِيعُ: سیاہی مائل خون۔ اصمعی کا قول ہے اس کا معنی خاص طور پر پیٹ کا خون ہے۔

ن ج ل – النَّجْلُ: نسل۔

الْمِنْجَلُ: درانتی، جس سے گھاس یا فصل کاٹتے ہیں۔

النَّجَلُ: (نون اور جیم دونوں مفتوح) آنکھ کا بڑا ہونا۔ [illegible]

وَالرَّجُلُ اَنْجَلُ: آدمی خوبصورت اور موٹی آنکھوں والا ہے۔

وَالْعَيْنُ نَجْلَاءُ: آنکھ موٹی اور خوبصورت ہے۔ اس کی جمع نُجْلٌ ہے۔

الْإِنْجِيْلُ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب۔ مذکر اور مؤنث دونوں یکساں۔ جس نے اسے مؤنث کہا اس نے صحیفہ مان کر مؤنث کہا اور جس نے اسے مذکر کہا تو اس نے اسے کتاب کے مفہوم میں مذکر کہا۔

ن ج م – نَجَمَ الشَّيْئُ: چیز ظاہر ہوگئی اور نمایاں ہوگئی یا طلوع ہوگئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: نَجَمَ السِّنُّ وَالْقَرْنُ وَالنَّبْتُ: دانت اُگ آیا، سینگ نکل آیا اور پودا اُگ آیا۔

وَالنَّجْمُ: مقررہ وقت۔ اسی سے لفظ الْمُنَجِّمُ ماخوذ ہے۔ (جس کا معنی وقت کا حال بتانے والا ہے) کہا جاتا ہے کہ: نَجَّمَ الْمَالَ تَنْجِيْمًا: اس نے رقم قسطوں میں ادا کی۔

النَّجْمُ: پودے کی بیل جو خود اپنے تنے پر کھڑی نہ ہو سکے۔ قول خداوندی ہے: وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ: بیل بوٹے اور درخت دونوں سجدہ ریز ہیں۔

النَّجْمُ: ستارہ۔

النَّجْمُ الثُّرَيَّا: ثریا ستارہ۔ یہ اسم علم ہے

جس طرح زید اور عمرو اسماء علم ہیں۔ لوگ جب طَلَعَ النَّجم کہتے ہیں۔ یعنی ستارہ طلوع ہوا تو اس سے مراد ثریا لیتے ہیں۔ اگر اس سے الف لام الگ کر دیا جائے تو پھر یہ عام ستارہ ہوگا۔

ن ج ا۔ نَجَا مِنَ کَذا: اس نے فلاں سے نجات پائی۔

یَنجُو نجاءً (الف ممدود) اور نَجَاۃً: (الف مقصور) الصِّدقُ مُنجَاۃٌ: سچ میں نجات ہے۔

اَنْجی غَیرَہٗ: اس نے کسی اور کو نجات دلائی، یا بچایا۔ نَجَّاہُ: اس نے اسے بچایا۔ یہ لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: فَالْیَوْمَ نُنَجِّیکَ بِبَدَنِکَ: صاحب کتاب نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ آج ہم تمہیں نجات نہیں دیں گے بلکہ ہلاک کریں گے۔ یعنی اس آیت میں لا نَفعلُ کے الفاظ کو عبارت میں پوشیدہ بتایا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ یہ نہایت انوکھی بات ہے۔ میں نے صاحب کتاب رحمہ اللہ کے سواء علم تفسیر ولغت کے بڑے بڑے ائمہ میں سے کسی سے اس آیت کا یہ مطلب و معنی نہیں سُنا۔ بعض نے اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے: نُنَجِّیکَ: ہم تمہیں بلند زمین یا ٹیلے پر اُٹھائیں گے اور تمہیں ظاہر کریں گے کیونکہ آیت میں بِبَدَنِکَ آیا ہے بِرُوحِکَ نہیں آیا۔ (اس سے مفہوم یہ نکلتا ہے کہ ہم تیرے بدن کو محفوظ کریں گے، اور فرعون کی لاش ابھی تک محفوظ ہے)۔

اِسْتَنْجی: اس نے تیزی کی یا جلدی جلدی تیزی سے چلا۔ حدیث شریف میں ہے: اذا سافرتُم فی الجَدُوبَۃِ فاسْتَنْجُوا: جب تم کسی قحط زدہ علاقے میں سفر کرو تو تیزی سے گزرو۔

اَلنَّجوُ: پیٹ سے جو نجاست خارج ہوتی ہے۔

اِسْتَنْجی: اس نے نجاست والی جگہ کو پونچھا یا دھویا۔

اَلنَّجوُ: اونچی جگہ، ٹیلہ۔

اَلنَّجوُ: دو آدمیوں کے درمیان راز کی بات۔ کہا جاتا ہے کہ: نَجَوتُہٗ نَجواً: میں نے اس سے راز کی بات کہی۔ یہی معنی نَاجَیتُہٗ کا ہے۔ اِنْتَجَی القَومُ وتَنَاجَوا: لوگوں نے آپس میں سرگوشی کی یا ایک دوسرے سے راز کی باتیں کیں۔

اِنْتَجَاہُ بِمُنَاجَاتِہٖ: اس نے اپنی راز کی باتوں کے لئے اسے خاص کیا۔ اس کا اسم النَّجویٰ بمعنی سرگوشی اور راز کی بات کہنا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاِذْ ھُمْ نَجوَیٰ: جب وہ سراپا سرگوشی تھے۔ قرآن نے یہاں منافقین کو النجوی قرار دیا۔

حالانکہ النجوی سے مراد ان کا سرگوشی کا فعل ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے: قَوْمٌ رِضًا میں رَضا سے مراد ان کا راضی ہونے کا فعل ہے۔

النَّجِيُّ بروزن فَعِيْلٌ: جس کے ساتھ راز کی بات کی جائے، یعنی رازدار۔ اس کی جمع الأَنْجِيَةُ ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ النَّجِيُّ سے مراد جماعت ہے جس طرح الصَّدِيق سے مراد راستبازوں کی جماعت ہے۔ قول خداوندی ہے: خَلَصُوْا نَجِيًّا: وہ الگ ہو کر سرگوشی کرنے لگے۔ الفَرَّاء کا کہنا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ: النَّجِيُّ اور النَّجْوَى اسم اور مصدر ہوں۔

ن ح ب - النَّحْبُ: مدت اور وقت۔ اسی سے یہ محاورہ بنا ہے: قَضَى فُلَانٌ نَحْبَهُ: فلاں شخص نے اپنا وقت گزار دیا۔ یعنی وہ مر گیا۔

النَّحِيْبُ: بلند آواز سے رونا۔ نَحَبَ، يَنْحِبُ (حاء مکسور) نَحِيْبًا و الانتحاب کا معنی بھی یہی ہے۔

ن ح ت - نَحَتَهُ: اس نے اسے تراشا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ بھی ہے جس کو الازہری نے نقل کیا ہے۔

النُّحَاتَةُ: تراشا۔

ن ح ح - التَّنَحْنُحُ: اور النَّحْنَحَةُ: دونوں لفظوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی سینے کے اندر آواز اٹکنا۔ ٹھسکا۔

ن ح ر - النَّحْر والمَنْحَرُ: بروزن المَذْهَبُ: گلا، سینے پر پٹا ڈالنے کی جگہ المَنْحَر کا معنی قربانی کے جانور کے گلا کاٹنے کی جگہ بھی ہے۔

النَّحر: جانور کی گردن وغیرہ اور سینے کے درمیان وگدگی میں ہوتا ہے اور ذبح حلق میں ہوتا ہے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

النِّحْرِيْرُ بروزن المِسْكِيْنُ: ثقہ عالم۔

اِنْتَحَرَ الرَّجُلُ: آدمی نے خودکشی کی۔

اِنْتَحَرَ القَوْمُ علىٰ شَيْئٍ: لوگ کسی چیز پر پل پڑے۔ تَنَاحَرُوا فِي القِتَالِ: انہوں نے لڑائی میں ایک دوسرے کو قتل کیا۔

ن ح س - النَّحْسُ: منحوس، بدشگون۔ اس کی ضد سعد بمعنی سعادت و نیک شگون ہے۔ اس قول خداوندی کو یوں پڑھا گیا ہے: فِي يَوْمٍ نَحْسٍ: (منحوس دن میں) یہاں نَحْس بطور صفت استعمال ہوا ہے۔ البتہ اس کا بطور مضاف الیہ استعمال زیادہ اور بہتر ہے۔

قَدْ نَحِسَ الشَّيْئُ: چیز منحوس ہو گئی۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ اس کا اسم فاعل نَحِسٌ: (حاء مکسور) ہے۔ اسی سے ماخوذ أَيَّامٌ نَحِسَاتٌ ہے۔

النُّحَاسُ: تانبہ، مشہور دھات۔
النُّحَاسُ: اس دھویں کو بھی کہتے ہیں جس میں شعلہ نہ ہو۔

ن ح ص — النُّحْصُ: بروزن القُفْلُ: پہاڑ کا نشیب۔ حدیث شریف میں ہے: یالَیْتَنِی غُودِرْتُ مَعَ اصحابِ نُحصِ الجَبلِ: کاش میں پہاڑ کے نشیب میں چھوڑ دیا جاتا یعنی احد میں شہید ہونے والوں کے ساتھ۔

ن ح ف — النَّحافَةُ: کمزوری، لاغری یا دُبلا پن۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اس کا اسم فاعل نَحِيفٌ ہے۔

ن ح ل — النَّحلُ و النَّحلَةُ: شہد کی مکھی۔ مذکر و مؤنث دونوں یکساں۔
يَعْسُوب: شہد کی مکھیوں کی رانی۔ ملکہ مکھی۔ النُّحلُ (نون مضموم) مصدر۔
نَحلَهٗ يَنْحلُهٗ (حاء مفتوح)۔
نُحْلًا: عطاء کرنا۔ اس نے عطا کیا۔
النُّحلیٰ بروزن الحُبْلیٰ: عطیہ۔
نَحلَ المرأةَ مَهرَهاء، يَنْحلُها نِحلَةً: (نون مکسور) اس نے عورت کو اس کا حق مہر اپنی خوشی سے بغیر عورت کے مطالبے کے ادا کر دیا۔ اس کا معنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے بغیر کوئی عوض لئے اس کا حق مہر ادا کر دیا۔ اور یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: اَعْطَاهَا مَهرَها نِحلَةً: اس نے خوشی سے حق مہر دے دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: النِّحلَةُ تسمیہ ہے اور وہ یہ کہ آدمی یہ کہے کہ: نَحلتُها كذا و كذا: میں نے اسے فلاں فلاں چیز دے دی اور پھر چیز کی تعین و تحدید حق مہر کی کرے۔ النِّحلَةُ کا معنی دعویٰ بھی ہے۔
النُّحُولُ: کمزوری ولاغری۔
قَدْ نَحَلَ جِسمُهٗ: اس کا جسم لاغر ہوا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ نَحِلَ (حاء مکسور) نُحُولًا: اس کا ایک لہجہ ہے۔ لیکن حاء مفتوح زیادہ فصیح ہے۔
نَحلَهُ القَولَ: اس کا باب قَطَعَ ہے اور معنی: اس نے مزید کہا یعنی جو بات اس نے پہلے کہی تھی اس پر اس بات کا اضافہ کیا اور اس پر اپنا دعویٰ کیا۔ اِنْتَحَلَ فُلانٌ شِعْرَ غَيرِهٖ: فلاں شخص نے کسی اور کا شعر اپنی طرف منسوب کیا اور اس کا دعویٰ کیا۔ تَنحَّلَ کا معنی بھی یہی ہے۔ فُلانٌ يَنْتَحِلُ مَذْهَبَ كَذَا وَقَبِيلَةَ كَذَا: فلاں شخص اپنے آپ کو فلاں مذہب اور فلاں قبیلے سے منسوب کرتا ہے۔

ن ح ن — نَحْنُ: ضمیر متکلم۔ یہ اَنَا بمعنی 'میں' کی جمع ہے۔ اس کا آخری حرف نون متحرک مضموم ہے۔ اور اس کا سبب التقاء ساکنین ہے۔ کیونکہ ضمہ واؤ کی جنس سے ہے جو جمع کی علامت ہے اور نحنُ جمع کے

لئے کنایہ ہے۔

ن ح ا - النَّحْوُ: چلنا، راستہ۔ کہا جاتا ہے: نَحَا نَحْوَهُ: وہ اس طرف چلا۔ اور نَحَا بَصَرَهُ اِلَيْهِ: اس نے اس کی طرف اپنی نظر پھیری۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

اَنْحٰی بَصَرَهُ عَنْهُ: اس نے اس کی طرف سے اپنی نظر پھیر لی۔ نَحَّاهُ عَنْ مَوْضِعِهِ فتنحّی: اس نے اسے اپنی جگہ سے ہٹا دیا تو وہ ہٹ گیا۔

النَّحْوُ: عربی کلام کو اعراب دینا۔

النِّحْيُ: گھی وغیرہ رکھنے کے لئے مشک۔ اس کی جمع اَنْحَاءٌ ہے۔

النَّاحِيَةُ: طرف، جانب، سمت۔ اس کی جمع النَّوَاحِي ہے۔

ن خ ب - الانتخاب: منتخب کرنا، چننا۔

النُّخْبَةُ بروزن النُّجْبَةُ: منتخب اور چیدہ لوگ۔ اس کی جمع نُخَبٌ ہے۔ اس کی مثال رُطَبَةٌ اور رُطَبٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: جَآءَنِيْ نُخَبُ اَصْحَابِهٖ: وہ چیدہ چیدہ منتخب دوستوں کے ساتھ آیا۔

ن خ ع - النَّخْعَةُ: (نون مفتوح) پتلا، باریک۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی کام کرنے والا بیل ہے۔ ثعلب کا قول ہے کہ یہ معنی درست ہے۔ کیونکہ یہ لفظ النَّخْعِ سے مشتق ہے جس کا معنی تیز ہانکنا یا چلانا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَيْسَ فِي النَّخْعَةِ صَدَقَةٌ: کام کرنے والے بیلوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ الکسائی کا قول ہے کہ یہ لفظ مضموم النون ہے اور اس کا معنی کام کرنے والے یا کام میں لائے جانے والے بیل ہیں۔

ن خ ر - نَخِرَ الشَّيْئُ: چیز بوسیدہ ہو گئی۔ اس کا اسم فاعل نَخِرٌ ہے۔ اور اس کا باب ضَرِبَ ہے۔ کہا جاتا ہے: عِظَامٌ نَخِرَةٌ: بوسیدہ ہڈیاں۔

المَنْخِرُ بروزن المَجْلِسُ: نتھنا۔ خاء کی کسرہ کے اتباع میں میم بھی مکسور ہے۔ اس کی مثال مِنْتِنٌ ہے۔ یہ دونوں مثالیں نادر اور شاذ ہیں۔ کیونکہ مِفْعِل کا وزن مبنی اوزان میں سے نہیں ہے۔

النَّخِيرُ: خراٹا۔ اس کا فعل نَخَرَ يَنْخِرُ (خاء مکسور) نَخِيرًا ہے۔ يَنْخُرُ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

النَّاخِرُ مِنَ العِظَامِ: ہڈیوں میں داخل ہو کر نکلنے والی ہوا کی آواز۔

ن خ س - نَخَسَهُ بالعُوْدِ: اس کا باب نَصَرَ اور قَطَعَ ہے۔ اس نے اسے لکڑی سے یا کچوکا ٹھوک دیا۔ اسی سے ماخوذ لفظ النَّخَّاسُ ہے۔ غلاموں اور بکریوں کی

تجارت کرنے والا۔ یا بہت زیادہ کچوکے مارنے والا۔

ن خ ع—النُّخَاعَةُ: (نون مضموم) کھانستے وقت سینے سے نکلنے والی بلغم۔

تَنَخَّعَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے کھانس کر بلغم تھوک دیا۔ النُّخَاعُ (نون مضموم مکسور و مفتوح) حرام مغز جو ریڑھ کی ہڈی میں ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے ذَبَحَهُ فَنَخَعَهُ: اس نے اسے ذبح کیا اور چھری حرام مغز تک پہنچ گئی۔

ن خ ل—النَّخْلُ: اور النَّخِيْلُ دونوں ہم معنی ہیں یعنی کھجور کے درخت۔ اس کا واحد النَّخْلَةُ ہے۔ بقول شاعر:

رَأَيْتُ بِهَا قَضِيْبًا فَوْقَ دِعْصٍ
عليه النخل اَيْنَعَ والكُرُوْمُ

"میں نے ایک رتیلے ٹیلے پر ایک ٹہنی دیکھی جہاں ایک کھجور کا درخت ہے جس کے پھل پکے ہیں اور انگور کی بیلیں ہیں۔"

النَّخل کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے مراد زیورات ہیں اور الکروم سے مراد ہار ہیں۔

نَخَلَ الدَّقِيْقَ: اس نے آٹا چھان لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

النُّخَالَةُ: چھان۔ آٹا چھاننے کے بعد جو بھوسا باقی بچ رہتا ہے۔

المُنْخُلُ: چھلنی جس سے آٹا چھانا جاتا ہے۔ یہ اسم ان اسماء سے ہے جو مُفْعُلٌ کے وزن پر بنتے ہیں۔ المُنْخَلُ (خاء مفتوح) اس کا ایک اور لہجہ ہے۔

انْتَخَلَ الشَّيْئُ: چیز چھن گئی۔ یعنی اس میں سے بہترین حصہ نکال لیا گیا۔

تَنَخَّلَهُ: اس نے اسے اپنے لئے چن لیا۔

ن خ م—النُّخَامَةُ: (نون مضموم) کھانسی کے ذریعے سینے سے باہر آنے والا بلغم۔

تَنَخَّمَ: اس نے بلغم تھوکی۔

ن خ ا—النَّخْوَةُ: غرور، گھمنڈ اور عظمت۔ کہا جاتا ہے: انْتَخَى فُلَانٌ عَلَيْنَا: اس نے ہم پر فخر اور بڑائی جتائی۔

ن د ب—نَدَبَ الْمَيِّتَ: اس نے میت پر ماتم کیا اور اس کی اچھائیوں اور اس کے محاسن گنے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور اس کا اسم النُّدْبَةُ ہے۔

نَدَبَهُ لِأَمْرٍ فَانْتَدَبَ لَهُ: اس نے اسے کسی کام کے لئے بلایا تو اس نے بات مان لی۔

رَجُلٌ نَدْبٌ بروزن ضَرْبٌ: یعنی کم ضرورتوں یا ہلکی ضرورتوں والا شخص۔

ن د ح—نَدَحَ لَهُ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ: اس نے اپنے لئے اس معاملے سے بچنے کی گنجائش پائی۔

مَنْدُوْحٌ اور مُنْتَدَحٌ: گنجائش، وسعت، فراخی۔ کہا جاتا ہے کہ: اِنَّ فِي

الْمَعَارِيْضِ لَمَنْدُوحَةٌ عَنِ الْكَذِبِ: بے شک تعریض کے ذریعے جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔ اس لفظ کے بدلے مَمْدُوحَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔

حضرت ام سلمیٰؓ کی حدیث میں ہے: قَدْ جَمَعَ الْقُرآنُ ذَيْلَكِ فَلَا تَنْدِحِيهِ: قرآن نے تمہارے دامن کو سمیٹ دیا ہے۔ اسے مت پھیلائیں یا کشادہ کریں۔ (حضرت امّ سلمیٰؓ نے حضرت عائشہؓ سے اس وقت یہ کلمات کہے تھے جب وہ جنگ کے لئے بصرہ کی طرف جانے کی تیاری کر رہی تھیں)۔ روایت میں فَلَا تَبْدَحِيهِ کے الفاظ بھی آئے ہیں جس میں نون کے بدلے باء ہے اور معنی ہے: 'اسے مت کھولئے'۔ یہ بَدَح سے مشتق ہے۔ جس کا معنی کوئی کام کرنا ہے۔

ن د د — نَدَّ الْبَعِيرُ يَنِدُّ: (نون مکسور) نَدًّا (نون مفتوح) وَنِدَادًا (نون مکسور) اور نُدُودًا (نون مضموم) اونٹ بدکا اور بدک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بعض نے قرآن کریم میں: يَوْمَ التَّنَادِّ (دال مشدّد) پڑھا ہے۔

نَدٌّ: خوشبو یا عطر۔ یہ کلمہ غیر عربی ہے۔

النِّدُّ (نون مکسور) ہمسر، برابر، نظیر۔ یہی معنی النَّدِيدُ اور النَّدِيدَةُ کا ہے۔ بقول لبید:

لِكَيْ لَا يَكُونَ السُّنْدَرِيُّ نَدِيدَتِي

"تاکہ سندری شاعر میرے برابر اور میرا ہمسر نہ بنے۔"

میرا کہنا ہے کہ سندری شاعر ہے۔

ن د ر — نَدَرَ الشَّيْئُ: چیز نایاب ہوگئی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے لفظ النَّوَادِرُ مشتق ہے۔

أَنْدَرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے نایاب کر دیا، یا نادر بنا دیا، یا اسے گرا دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ: لَقِيتُهُ فِي النَّدْرَةِ والنَّدَرَةِ (نون ساکن اور مفتوح) میں اس سے کبھی کبھار ہی ملا ہوں۔ الأَنْدَرُ بروزن الأَحْمَرُ: کھلیاں۔ یہ معنی اہل شام کی زبان میں ہے۔ اس کی جمع الأَنَادِرُ ہے۔

نَدَفَ الْقُطْنَ: اس نے روئی دُھنی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الْمِنْدَفُ: دھنک، کمان۔ جس سے روئی دُھنتے ہیں۔

نَدَفَتِ السَّمَاءُ: آسمان سے برف گری۔

النَّدِيفُ: دُھنی ہوئی روئی یا اُون۔

ن د ل — الْمِنْدِيْلُ: رُومال۔

تَنَدَّلَ بِالْمِنْدِيلِ وتَمَنْدَلَ: اس نے رومال سے منہ پونچھا۔ الکسائی نے تَمَنْدَلَ کی صحت سے انکار کیا ہے۔

اَلْمَنْدَلِيُّ: ہندوستان کی ایک جگہ مندل سے منسوب عطر۔

ن د م – نَدِمَ عَلٰی ما فَعَلَ: اسے اپنے کئے پر ندامت ہوئی۔ اس کا باب طرب اور سَلِمَ ہے۔ تَنَدُّم کا بھی یہی معنی ہے۔

اَنْدَمَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے نادم کر دیا۔

فَنَدِمَ: تو اسے ندامت ہوئی۔ یا وہ پشیمان ہو گیا۔

رَجُلٌ نَدْمَانٌ: پشیمان یا نادم آدمی۔ کہا جاتا ہے کہ: اَلْيَمِيْنُ حِنْثٌ اَوْ مَنْدَمَةٌ: حلف یا قسم یا تو گناہ ہے یا ندامت۔ بقول لبید شاعر:

وَلَمْ يَبْقَ هٰذَا الدَّهْرُ فِي الْعَيْشِ مَنْدَمَا

"اس زمانے نے زندگی میں کوئی جائے ندامت پشیمانی باقی نہ چھوڑی۔"

نَادَمَهُ عَلَى الشَّرَابِ: اسے اُس نے شراب نوشی میں اپنا ندیم وہم پیالہ بنا لیا، تو وہ اس کا ندیم بن گیا۔ اس کا اسم فاعل نَدِيْمٌ اور نَدْمَانٌ ہے۔

اَلنَّدِيْمُ کی جمع نِدَامٌ ہے۔ اور الندمان کی جمع نَدَامَى ہے اور **اَلْمَرْاَةُ نَدْمَانَةٌ**: عورت نادم ہے۔

اَلنِّسْوَةُ نَدَامَى: عورتیں پشیمان ہیں۔ کہا گیا ہے کہ: **اَلْمُنَادَمَةُ**، **الْمُدَامِنَةُ** کی مقلوب شکل ہے کیونکہ وہ اپنے ندیم کا ہم نشین ہو کر شراب پیتا ہے۔ اس نے اونٹوں کو اکٹھا کر کے ہانکا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ دورِ جاہلیت میں طلاق دینے کا طریق کار یہ تھا کہ خاوند بیوی سے کہتا کہ: اِذْهَبِيْ فَلَا اَنْدَهُ سَرْبَكِ یعنی تو چلی جا۔ میں تیرے اونٹوں کو نہیں لوٹاؤں گا۔ وہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔

ن د ا – اَلنِّدَاءُ: آواز، بعض اوقات اسے مضموم بھی کیا جاتا ہے مثلاً: **نَادَاهُ مُنَادَاةً وَنِدَاءً بِهٖ**: اُسے اس نے چیخ کر پکارا۔

تَنَادَوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔

تَنَادَوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو مجلس میں بٹھایا۔

اَلنَّدِيُّ بروزن **فَعِيْلٌ**: قوم کی بیٹھک، چوپال۔ یہی معنی **اَلنَّدْوَةُ**، **اَلنَّادِي** اور **اَلْمُنْتَدٰى** کے ہیں۔ اگر لوگ منتشر ہو کر الگ الگ بیٹھیں گے تو اسے النَّدِی بمعنی بیٹھک نہیں کہیں گے۔ اسی سے مراد **النَّدْوة** کا لفظ ماخوذ ہے۔ جو قُصَيّ نے مکہ میں تعمیر کیا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ اس میں جمع ہوتے تھے اور باہم مشورے کرتے تھے۔ قول خداوندی ہے: **فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ**: وہ اپنے خاندان اور جماعت والوں کو بُلا لے۔ اس سے مراد صرف اہل نادیہ ہوتے تھے۔ یہ نادی ہی ان کا مکان اور بیٹھک و مجلس ہوا کرتی تھی۔ لہٰذا اللہ نے انہیں اس نام سے پکارا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ: **تَقَوَّضَ الْمَجْلِسُ**: مجلس منتشر ہو گئی یا منہدم ہو گئی اس سے مراد یہ ہو گی کہ اس کے اہل وعیال منتشرہ تتر بتر ہو گئے۔ نَدَا مِنَ

الجُوْدِ: اس نے سخاوت کی۔ کہا جاتا ہے:
سَنَّ لِلنَّاس النَّدَی: اس نے لوگوں کے لئے سخاوت کی رسم ڈالی تو لوگوں نے سخاوتیں کیں۔
فُلانٌ نَدِیُّ الکف: وہ سخی اور فیاض ہے۔
النِّدَا: آواز کی پہنچ۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلانٌ اَنْدَی صَوْتًا من فلانٍ: کہ فلاں شخص کی آواز زیادہ دور تک جاتی ہے بمقابل دوسرے شخص کے یعنی فلاں شخص دوسرے شخص کے مقابلے میں زیادہ بلند آواز ہے۔
النَّدی: سخاوت۔
رَجُلٌ نَدٍ: سخی آدمی۔
فُلانٌ اَنْدَی من فُلانٍ: فلاں آدمی فلاں آدمی سے زیادہ سخی ہے۔
هُوَ یَتَنَدَّی علیٰ اَصْحَابِهٖ: وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فیاضی کا سلوک کرتا ہے۔ اس کے بدلے هُوَ یُنَدِّی علیٰ اصحابه نہیں کہنا چاہئے۔
النَّدَی: بارش اور شبنم۔ اس کی جمع اَنْداء ہے۔ اس کی جمع اَنْدِیَة بھی بنائی گئی ہے لیکن یہ شاذ ہے۔ کیونکہ یہ جمع ممدود ہے جس کی مثال اَکْسِیَة ہے۔
نَدَی الأرض: زمین کی نمی۔
اَرْضٌ نَدِیَةٌ بروزن فَعِلَةٌ: (عین مکسور) تر زمین۔ اس لفظ کو نَدِیَّة (یاء مشدّد) نہیں کہنا چاہئے۔ کہا گیا ہے کہ النَّدی کا معنی صبح کے وقت کی نمی اور السَّدی رات کے وقت کی نمی ہے۔ نَدِیَ الشَّیئُ: چیز بھیگ گئی۔ بھیگی ہوئی چیز کو نَدٍ کہتے ہیں۔ اس کا باب صَدِیَ ہے اور نُدُوْةٌ بھی ہے جس کو الازہری نے نقل کیا ہے۔
اَنْدَاهُ غَیْرُهُ: اسے کسی اور نے بھگو دیا یا پانی میں تر کیا۔ نَدَّاه تَنْدِیَةً کا معنی بھی یہی ہے۔

ن ذ ر — الإنْذَارُ: وارننگ دینا، تنبیہ، دھمکانا۔ اس کا اسم النُّذُرُ (نون اور ذال دونوں مضموم) یہی لفظ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔ فَکَیْفَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ: پھر میرا عذاب اور میری تنبیہ کیسی ہوگی۔
النَّذِیْرُ، المُنْذِرُ، الإنْذَار: سب کا ایک ہی معنی ہے۔ النَّذْرُ: قربانی، اس کی جمع النُّذُوْرُ ہے۔
قَدْ نَذَرَ لِلّٰهِ کَذَا: اس نے اللہ کے لئے فلاں نذر مان لی۔ اس کا باب نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: نَذَرَ عَلیٰ نفسه نَذْرًا نَذَر مَالَهُ نَذْرًا: اس نے اپنی جان کی نذر مان لی اور اپنا بطور نذر پیش کیا۔
تَنَاذَرَ القَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے کو ڈرایا۔ نَذِرَ القَوْمُ بالعَدُوِّ: قوم کو دشمن کا پتہ چل گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

ن ذ ل—اَلنَّذالَةُ: کمینگی، سفلہ پن۔
قَدْ نَذُلَ: وہ کمینہ اور خسیس بن گیا۔ اس کا اسم فاعل نَذْلٌ اور نَذِيْلٌ ہے یعنی خسیس اور کمینہ۔

ن ز ح—نَـزَحَ الْبِـئْرُ: اس نے کنویں کا سارا پانی نکال لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
نَزَحَتِ الـدَّارُ: گھر دور ہو گیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

ن ز ر—النَّـزْرُ: کم، معمولی۔ اس کا باب ظرف ہے۔
عَطَاءٌ مَنْزُوْرٌ: تھوڑا سا عطیہ۔

ن ز ز—النَّـزُّ: (نون مفتوح و مکسور) زمین سے پانی کا نکلنا۔ قَـدْ اَنَزَّتِ الْاَرْضُ: زمین چشموں والی ہو گئی۔

ن ز ع—نَـزَعَ الشَّيْئَ مِـنْ مَكَانِهٖ: کسی چیز کو اپنی جگہ سے اُکھاڑنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ لوگ کہتے ہیں: فُلَانٌ فِـي النَّـزْعِ: فلاں شخص جانکنی کے عالم میں ہے۔ نَزَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَنْزِعُ (زای مکسور) نِزَاعًا وہ اپنے گھر کا مشتاق ہوا۔ اسے اپنے گھر جانے کا شوق ہوا۔
نَـزَعَ عَنْ كذا: اس نے فلاں سے قطع تعلق کر لیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ اور یہی باب نَزَعَ اِلٰى اَبِيْهِ کا ہے جس کا معنی ہے: اس کی شکل و صورت اپنے باپ پر گئی ہے۔

رَجُـلٌ اَنْـزَعُ، نَـزَعٌ: (نون و زای مفتوح) سے مشتق۔ وہ شخص جس کے ماتھے کے دونوں طرف کے بال گر گئے ہوں۔ گرے ہوئے بالوں والی جگہ کو النَّزَعَةُ (زای مفتوح) کہتے ہیں۔ دونوں طرف کی جگہوں کو النَّزَعَتَانِ کہتے ہیں۔
نَـازَعَهُ مُنَازَعَةً: اس نے اس کے ساتھ جھگڑا کیا۔
بَيْنَهُـمْ نَـزَاعَةٌ: ان کے درمیان اپنے اپنے حق پر جھگڑا ہے۔ نَـزَاعَةٌ میں نون مفتوح ہے۔
التَّـنَازُعُ تَخَـاصُـمٌ: دو فریقوں کے درمیان جھگڑا۔
نَازَعَتِ النَّفْسُ اِلٰى كذا: نفس یا دل میں فلاں کا شوق پیدا ہوا۔
اِنْتَزَعَ الشَّيْئَ فَانْتَزَعَ: اس نے اسے اکھاڑا تو وہ اُکھڑ گیا۔

ن ز غ—نَـزَغَ الشَّـيْطَـانُ بَـيْنَهُـمْ: شیطان نے ان کے درمیان فساد ڈال دیا۔ اور ان کو بہکایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ن ز ف—نَزَفَ مَـاءَ الْبِـئْرِ ونَزَفَ: اس نے کنویں کا سارا پانی نکالا اور پانی نکل گیا یا ختم ہو گیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔ اس کا باب ضَـرَبَ ہے۔
نُزِفَتِ الْبِئْرُ: کنویں میں سے سارا پانی نکالا گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ قول خداوندی

ہے: وَلَا يُنْزَفُوْنَ: یعنی اہل جنت، جنت میں شراب پی کر نشہ میں بہک نہیں جائیں گے اور نہ ان کی عقلیں جاتی رہیں گی۔

اَنْزَفَ الْقَوْمُ: لوگوں کی شراب منقطع ہو گئی۔ اس کے مطابق قرآن کی آیت بالا کو: لَا يُنْزِفُوْنَ: پڑھا گیا۔ یعنی ان کی شراب نوشی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا۔ یہاں (زای کو مکسور) پڑھا گیا ہے۔

ن ز ق - اَلنَّزَقُ: خفیف العقل ہونا اور غصے میں آپے سے باہر ہونا۔

قَدْ نَزِقَ: وہ غصے کے مارے آپے سے باہر ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ن ز ل - اَلنُّزُلُ: بروزن القُفُلُ: مہمانداری، ضیافت اس کی جمع الْأَنْزَالُ ہے۔ النُّزُلُ کا معنی کثرت اور برکت بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طَعَامٌ كَثِيْرُ النُّزُلِ والنَّزَلِ: بہت بابرکت کھانا۔

اَلْمَنْزِلُ: گھاٹ اور گھر۔ الْمَنْزِلَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔ الْمَنْزِلَةُ کا معنی قدر و منزلت بھی ہے۔ اس کا جمع کا صیغہ نہیں ہے۔

اسْتُنْزِلَ فُلَانٌ: فلاں شخص اپنے مرتبے سے گر گیا۔ الْمُنْزَلُ (میم مضموم اور زای مفتوح) اترنے کی جگہ۔ محاورہ ہے: اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُبَارَكًا: مجھے مبارک اور بابرکت و باعزت جگہ پر اتارو یا ٹھہراؤ۔

اَلْمَنْزَلُ: (میم مفتوح اور زای مفتوح) اترنا، یا ٹھہرنا۔

اَلنُّزُوْلُ: اترنا، یا ٹھہرنا، پڑاؤ ڈالنا۔ ہم کہتے ہیں: نَزَلَ يَنْزِلُ نُزُوْلًا وَمَنْزَلًا: وہ اُترا، یا ٹھہرا۔

اَنْزَلَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے اُتارا، یا نازل کیا۔

اسْتَنْزَلَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ نَزَّلَهُ تَنْزِيْلًا: اس نے بتدریج نازل کیا۔

اَلتَّنْزِيْلُ کا معنی ترتیب بھی ہے۔

اَلتَّنَزُّلُ: بتدریج نازل ہونا۔

اَلنَّازِلَةُ: لوگوں پر آنے والی دنیاوی آفت اور گردش زمانے کی مصیبت۔

اَلنُّزْلَةُ: نزلہ زکام۔ کہا جاتا ہے کہ: بِهِ نَزْلَةٌ وَقَدْ نُزِلَ: یعنی اسے زکام ہوا ہے۔ نُزِلَ میں نون مضموم ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى: لوگوں نے اس کا معنی یہ بتایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام کو دوسری بار دیکھا۔

اَلنَّزِيْلُ: مہمان۔ قول خداوندی ہے: جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا: جنت فردوس میں ایک دوسرے کی مہمانداریاں ہوں گی۔ اخفش نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ لوگ جنت فردوس میں ایک دوسرے کے مہمان ہوں گے۔ لوگ بطور محاورہ کہتے ہیں کہ: مَا وَجَدْنَا عِنْدَكُمْ نُزُلًا: ہم نے تمہارے ہاں کوئی مہمانداری نہیں

دیکھی یا پائی۔ یعنی تم مہمان نواز نہیں ہو۔

ن ز ہ – النُّزْهَةُ بمکانٌ نِزْهٌ تفریح گاہ قَدْ نَزِهَتِ الأَرْضُ: زمین سرسبز ہوگئی۔ نَزِهت میں زای مکسور ہے۔ خَرَجْنَا نَتَنَزَّهُ فِي الرِّيَاضِ: ہم تفریح کے لئے باغ گئے۔ اس کی اصل بُعد یعنی فاصلہ ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے: لوگوں کی بے محل باتوں میں سے ایک بات ان کا یہ کہنا ہے کہ: خَرَجْنَا نَتَنَزَّهُ ہے۔ جس سے وہ باغات میں جانا مراد لیتے ہیں۔ جب کہ التَّنَزُّهُ کا معنی مطلب پانیوں اور آبادیوں سے دور نکلنا ہے۔ اسی نسبت سے لوگ کہتے ہیں کہ فُلَانٌ يَتَنَزَّهُ عَنِ الأَقْذَارِ: فلاں شخص غلاظتوں سے دور رہتا ہے۔ اور يُنَزِّهُ نَفْسَهُ عَنْهَا: اور اپنے آپ کو ان غلاظتوں سے دور رکھتا ہے۔

النَّزَاهَةُ: برائی اور شر سے دور رہنا۔

فُلَانٌ نَزِيهٌ: فلاں شخص شریف اور پاکباز ہے اور قابل ملامت کاموں سے دور ہے۔

هُوَ نَزِيهُ الخُلُقِ: وہ پاکیزہ اخلاق کا مالک ہے یا خوش خلق ہے۔

هٰذَا مَكَانٌ نَزِيهٌ: یہ مکان لوگوں سے دور ہے اور اس میں کوئی نہیں ہے۔

ن ز ا – نَزَا: وہ جھپٹا۔ اس نے حملہ کیا۔ اس کا باب عَدَا اور نَزَوَانًا ہے۔ اس میں نون اور زای دونوں مفتوح ہیں۔

ن س ا – المِنْسَاةُ: (میم مکسور) عصا، لاٹھی۔ یہ کلمہ مہموز بھی ہے اور غیر مہموز بھی۔

النَّسِيئَةُ بروزن فَعِيلَةٌ: تاخیر کرنا یا دیر کرنا۔ یہی معنی النَّسَاءُ کا ہے جس میں الف ممدود ہے۔ قرآنی آیت میں مذکور النَّسِيئُ بروزن فَعِيلٌ بمعنی مفعول ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں نَسَأَهُ: اس نے اسے مؤخر کردیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ مؤخر شدہ کو مَنْسُوءٌ کہتے ہیں۔ مَنْسُوءٌ کو نَسِيءٌ میں بدلا گیا۔ جس طرح مقتول کو قتیل میں بدلا گیا۔ قرآن میں وارد لفظ النَّسِيئُ کا مطلب ہے کہ انہوں نے محرم مہینے کی حرمت کو مؤخر کر کے اسے ماہِ صفر میں منتقل کردیا۔

ن س ب – النَّسَبُ: نسب۔ خاندانی سلسلہ۔ اس کی جمع الأَنْسَابُ ہے۔

النِّسْبَةُ (نون مکسور و مضموم) کا معنی بھی یہی ہے۔

رَجُلٌ نَسَّابَةٌ: علم الانساب کا ماہر اور عالم۔ لفظ کے آخر میں ھاء مبالغہ کے اظہار کے لئے ہے۔

فُلَانٌ يُنَاسِبُ فُلَانًا، فَهُوَ نَسِيبُهُ: فلاں شخص فلاں شخص کا رشتہ دار ہے۔ یا فلاں شخص فلاں شخص کے ساتھ نسبت یا قرابت

رکھتا ہے۔
بَيْنَهُمَا مُنَاسَبَةٌ: ان دونوں کے درمیان مشابہت ہے۔
نَسَبْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کا نسب بیان کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ نِسْبَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔
اِنْتَسَبَ اِلٰى اَبِيْهِ: وہ اپنے باپ کے ساتھ منسوب ہوا۔
تَنَسَّبَ اِلَيْكَ: اس نے تم سے قرابت داری کا دعویٰ کیا۔
ن س ج – نَسَجَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا بُنا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ کپڑا بننے کے ہنر اور صنعت کو نِسَاجَةٌ کہتے ہیں۔ اس میں نون مکسور ہے۔ اور کپڑا بننے کی جگہ کو مَنْسَجٌ بروزن مَذْهَبٌ کہتے ہیں۔ اور مَنْسِجٌ بروزن مَجْلِسٌ بھی کہتے ہیں۔
الْمِنْسَجُ بروزن الْمِنْبَرُ: وہ کَل جس پر تانا تن کر کپڑا بُنا جاتا ہے۔
فُلَانٌ نَسِيْجُ وَحْدِهٖ: فلاں شخص اپنی بناوٹ یا ساخت کا واحد انسان ہے یعنی اس کی نظیر یا مثال نہیں ہے۔ علم میں یا کسی اور بات میں۔ دراصل یہ لفظ کپڑا بننے سے متعلق ہے جب کپڑا اعلیٰ درجہ کا ہو تو گویا اس طرح کا دوسرا کپڑا تیار نہیں کیا جاسکتا۔

ن س خ – نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ وا نْتَسَخَتْهُ: سورج نے سایہ ہٹا دیا۔
نَسَخَتِ الرِّيْحُ آثَارَ الدِّيَارِ: ہوا نے بستیوں کے آثار مٹا دیئے۔ یعنی آبادیوں کی شکل بدل دی۔ نَسَخَ الْكِتَابَ، اِنْتَسَخَهٗ اور استنسخه سب کا ایک معنی ہے یعنی اس نے کتاب لکھی۔ النُّسْخَةُ الْمُنْتَسِخُ کا اسم ہے۔
نَسْخُ الآيَةِ بالآية: قرآن کی ایک آیت کا دوسری آیت سے منسوخ کرنا یا ہونا یا ایک حکم کا دوسرے حکم سے منسوخ ہونا۔ ان تمام کا باب قَطَعَ ہے۔
ن س ر – النَّسْرُ: (نون مفتوح) گدھ، چیل۔ اس کی جمع قلّت اَنْسُرٌ ہے۔ اور جمع کثرت نُسُوْرٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: النَّسْرُ لَامِخْلَبَ لَهٗ وإنَّمَا له ظُفُرٌ كَظُفُرِ الدَّجاجة و الغُرَابِ: چیل یا گدھ کے پنجے نہیں ہوتے بلکہ مرغی اور کوّے کی طرح اس کے ناخن ہوتے ہیں۔
نَسْرٌ: قوم نوحؑ کے بتوں میں سے ایک بت کا نام بھی ہے۔ اس پر الف لام داخل ہوجاتا ہے۔
النَّاسُوْرُ: (سین اور صاد دونوں کے ساتھ) آنکھ کے اندر کے گوشے میں بیماری پیدا ہوتی ہے اور پانی بہنا شروع ہوتا ہے اور یہ پانی بہنا بند نہیں ہوتا۔ بعض اوقات

یہ بیماری پاخانہ کی جگہ کے اردگرد ہوجاتی ہے۔ اور بعض اوقات یہ بیماری مسوڑھوں میں ہو جاتی ہے۔ یہ لفظ معرب ہے۔

النَّسْرُ کا معنی باز کے گوشت نوچنے کو بھی کہتے ہیں۔ جو وہ اپنے چونچ سے نوچتا ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

المِنْسَرُ: (میم مکسور) بروزن المِبْضَع: نوکدار چونچ۔ یہ شکاری پرندوں کے لئے عام پرندوں کی چونچ کی طرح ہوتی ہے۔

ن س ف — نَسَفَ البِنَاءَ: اس نے بلڈنگ کو اکھاڑ دیا۔

نَسَفَ الطَّعَامَ: اس نے اناج کو چھاج سے پھٹکا۔ ان دونوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

المِنْسَفُ: چھاج جس سے اناج پھٹکا جاتا ہے۔

النُّسَافَةُ: پھٹک۔ یعنی اناج پھٹکنے سے جو ملاوٹ الگ ہوجاتی ہے۔

ن س ق — ثَغْرٌ نَسَقٌ: (نون اور سین دونوں مفتوح) برابر برابر دانتوں والا دہانہ۔

خَرَزٌ نَسَقٌ: پروئے ہوئے موتی۔

النَّسَقُ من الكَلَامِ: کلام جو ایک خاص ترتیب سے کہا گیا ہو۔

النَّسْقُ: (سین ساکن) نسق کلام کا مصدر ہے۔ جس کلام میں بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیا گیا ہو۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

التَّنْسِيقُ: تنظیم و ترتیب۔

ن س ک — النُّسُكُ: عبادت۔

النَّاسِكُ: عابد، عبادت گزار۔

قَدْ نَسَكَ، يَنْسُكُ: (سین مضموم) نُسُكًا بروزن رُشْدٌ و نَتَسَّكَ: اس نے عبادت گزاری کی۔

نَسُكَ: اس کا باب ظرف ہے۔ معنی ہے وہ ناسک یا عابد بن گیا۔

النَّسِيكَةُ: ذبیحہ۔ اس کی جمع نُسُكٌ ہے (نون اور سین مضموم) ہے۔ ہم کہتے ہیں: نَسَكَ لِلّٰهِ يَنْسُكُ (سین مضموم) نُسُكًا بروزن رُشْدٌ: اس نے خدا کے لئے عبادت کی۔

المَنْسِكُ: (سین مفتوح اور مکسور) وہ جگہ جہاں حج کے دوران قربانیاں کی جاتی ہیں۔ اسی معنی میں قرآن کی یہ آیت پڑھی گئی ہے: لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کی جگہ مقرر کر دی۔

ن س ل — النَّسْلُ: بیٹا، اولاد۔

تَنَاسَلُوْا: انہوں نے بچے پیدا کئے۔

نَسَلَتِ النَّاقَةُ بِوَلَدٍ كَثِيرٍ: اونٹنی نے بہت سے بچے دیئے۔ اس کا مضارع تَنْسُلُ (سین مضموم) ہے۔

نَسَلَ الطَّائِرُ رِيشَهُ: پرندے نے اپنے پر گرا دیئے۔ یا نوچے اس کا باب ضَرَبَ

اور نَصَرَ ہے۔

نَسَلَ الرِّيْشُ بِنَفْسِهٖ: پر خود بخود گر گئے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔

نَسَلَ فِي العَدْوِ: اس نے دوڑنے میں تیزی کی۔ اس کا مضارع يَنْسِلُ (سین مکسور) ہے۔ اور مصدر نَسْلًا اور نَسَلَانًا (سین مفتوح) ہے۔ قول خداوندی ہے: اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ: لوگ (قیامت کو) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔

ن س م—النَّسِيْمُ: خوشگوار ہوا، بادِ نسیم۔

قَدْ نَسَمَتِ الرِّيْحُ: خوشگوار ہوا چلی۔ اس کا مضارع تَنْسِمُ (سین مکسور) ہے۔ اس کا مصدر نَسِيْمًا اور نَسَمَانًا (نون اور سین مفتوح) ہے۔

نَسَمُ الرِّيْحِ: (نون اور سین دونوں مفتوح) نرم ہوا کا پہلا جھونکا یعنی تیز ہونے سے پہلے کا جھونکا۔ حدیث شریف میں یہی لفظ ہے: بُعِثْتُ فِي نَسَمِ السَّاعَةِ: میں اس وقت مبعوث ہوا ہوں جب قیامت کی ہوا شروع ہوئی یا ان جانداروں میں پیدا کیا گیا جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یعنی مجھے قرب قیامت کے وقت دنیا میں بھیجا گیا۔ النَّسَمُ بھی نَسَمَةٌ کی جمع ہے جس کا معنی جان ہے اور دمہ یا سانس کی بیماری ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَنَكَّبُوا الغُبَارَ فَمِنْهُ تَكُوْنُ النَّسَمَةُ: گرد و غبار سے بچو، کیونکہ اس سے دمہ یعنی سانس کی بیماری لگ جاتی ہے۔ النَّسَمَةُ کا معنی انسان بھی ہے۔

تَنَسَّمَ: اس نے سانس لیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَمَّا تَنَسَّمُوْا رُوْحَ الحَيَاةِ: جب وہ زندگی کی ہوا سونگھیں گے۔

المَنْسِمُ بروزن المَجْلِسُ: اونٹ کا کھر۔ اصمعی کا قول ہے کہ لوگوں نے اس کا معنی شترمرغ کا پَیر بتایا ہے۔

ن س ن س—النَّسْنَاسُ: مخلوق کی ایک قسم جو صرف ایک پاؤں پر پھدکتا ہے۔

ن س ا—النِّسْوَةُ: (نون مکسور و مضموم) النِّسَاءُ اور النِّسْوَانُ تینوں کلمے امْرَأَةٌ کی جمع ہیں اور معنی ہے 'عورتیں'۔ یہ جمع غیر لفظی ہے۔ نِسْوَة کا اسم تصغیر نُسَيَّةٌ ہے اور نُسَيَّاتٌ بھی کہا جاتا ہے۔ النِّسْيَان (نون مکسور و سین ساکن) بھول۔ اس کی ضد ذِکْر اور حِفظ ہے یعنی یادداشت اور حافظہ۔ رَجُلٌ نَسْيَانٌ (نون مفتوح) بہت زیادہ بھولنے والا یعنی بھلکڑ۔

قَدْ نَسِيَ الشَّيْئَ: وہ بات بھول گیا۔ نَسِيَ میں سین مکسور ہے۔ اس کا مصدر نِسيانًا ہے۔

اَنْسَاهُ اللّٰهُ الشَّيْئَ: اللہ نے اسے بات

بھلا دی۔

نَسَّاهُ تَنْسِيَةً: کا معنی بھی یہی ہے۔

تَنَاسَاهُ: اس نے بھول جانے کا بہانہ کیا۔

النِّسيانُ کا معنی بھی بھول جانا اور چھوڑنا ہے۔ قول خداوندی ہے: نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ: وہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔ نیز دوسرا قول: لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ: آپس کے لین دین میں زیادہ دینا نہ چھوڑو۔ بعض نے نسئی میں ہمزہ کو جائز سمجھا ہے۔ چنانچہ المبرد کا قول ہے: والاختیار تَرْكُ الهمزة: اور اختیار ہمزہ کو ترک کر دینے پر ہے۔ اور اصمعی نے کہا کہ: النَّسَا (نون مفتوح اور الف مقصور) ایک رگ۔ اسے عِرْقُ النَّسَا نہیں کہنا چاہئے۔ یہ رگ سرین سے ٹخنوں تک جاتی ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ اس رگ کا نام عِرْقُ النَّسَا ہے۔

النِّسْيُ (نون مفتوح اور مسکور) وہ کپڑا یا چیتھڑا جو عورت اپنی بیماری کے دنوں کے بعد پھینک دیتی ہے۔ قرآن کی آیت کو: وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا پڑھا گیا ہے۔ اور معنی: 'اور میں بھولی بسری ہو جاتی'۔

النِّسْيُ: جو چیز بھول جائے یا فراموش ہو جائے۔ یا پڑاؤ سے کوچ کرنے والوں کی جگہوں سے ان کے ساز و سامان میں سے گری پڑی چیزیں۔ چنانچہ ایسے موقع پر کہتے ہیں کہ: تَتَبَّعُوا أَنْسَائَكُمْ: اپنی گری پڑی چیزوں کو تلاش کرو۔

المِنْسَاة: لاٹھی، عصا۔ اصل میں یہ کلمہ مہموز ہے اور بذیل مادہ 'ن س أ' اس کا ذکر ہو بھی چکا ہے۔

ن ش أ — أَنْشَأَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے پیدا کیا یا پروان چڑھایا۔ اس کا اسم النَّشْأَةُ ہے اور النَّشَاءَةُ (الف ممدود) بھی ہے۔

أَنْشَأَ يَفْعَلُ كَذا: اس نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔

نَشَأَ فِي بَنِي فُلانٍ: اس نے فلاں قبیلے میں پرورش پائی۔ اس کا باب قطع اور خضع ہے۔

نُشِّيءَ، تَنْشِئَةً اور أُنْشِيءَ: سب کا ایک ہی معنی ہے۔ قرآن کی آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: أَوَمَنْ يُنَشَّأُ فِي الحِلْيَةِ: ینشا میں شین مشدد ہے۔

نَاشِئَةُ اللَّيْلِ: رات کی ابتدائی گھڑیاں۔ اور یہ معنی بھی بتایا گیا ہے کہ رات کی جن گھڑیوں میں عبادت کی جاتی ہے۔

نَشَأَتِ السَّحَابَةُ: بادل چڑھے یا بلند ہوئے۔

أَنْشَأَهَا اللّٰهُ: اللہ نے اسے بنایا۔

المُنْشَآتُ: سمندری جہاز جن کے

بادبان بلند کئے گئے ہوں۔

ن ش ب — اَلنَّشَبُ: (نون اور شین مفتوح) مال و دولت اور ساز و سامان۔

نَشِبَ الشَّیْئُ فی الشَّیْئِ (شین مکسور) نُشُوْبًا: ایک چیز دوسری چیز میں چمٹ گئی۔

اَلنَّاشِبُ صَاحِبُ النُّشَّابِ: تیروں کا مالک، تیروں والا یا تیرانداز۔

ن ش د — نَشَدَ الضَّالَّةَ: (شین مفتوح) یَنْشُدُھَا (شین مضموم) نِشْدَةً ونِشْدَانًا: (دونوں میں نون مکسور اور شین ساکن) اس نے گم شدہ چیز کو آواز دے کر تلاش کیا۔

اَنْشَدَھَا: اس نے اس کے بارے میں پوچھا۔

نَشَدَہٗ: اس نے اس کے بارے میں پوچھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اصل معنی یہ ہے کہ اس نے اسے خدا کی قسم دے کر پوچھا۔

اِسْتَنْشَدَہٗ شِعْرًا: اس نے اسے شعر سنانے کے لئے کہا۔

فَاَنْشَدَہٗ اِیَّاہُ: تو اس نے اسے شعر سنا دیا۔

اَلنَّشِیْدُ: ترانہ، شعر، نغمہ۔

المتناشِدُ بین القوم: قوم کے درمیان ایک دوسرے کو شعر سنانے والا۔

ن ش ر — اَلنَّشْرُ: بروزن اَلنَّصْرُ: خوشبو۔

اَلنَّشَرُ: (نون اور شین دونوں مفتوح) پھیلانا، چیرنا۔ اَلْمُنْتَشِرُ: پھیلا ہوا، چیرا ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: اَتَمْلِکُ نَشْرَ الْماءِ: کیا تم پانی کو (بھاپ بن کر) اڑنے سے روک سکتے ہو۔

نَشَرَ الْمَتَاعَ وغیرہ: اس نے ساز و سامان وغیرہ پھیلا دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ رِیْحٌ نَشُوْرٌ (نون مفتوح) ہے جس کا معنی ہے بادل کو گھیرنے والی ہوا۔

رِیَاحٌ نُشُرٌ: (نون اور شین دونوں مضموم) بادلوں کو گھیرنے والی ہوائیں۔

نَشَرَ الْمَیِّتَ: مردہ جی اُٹھا۔ اس کا اسم فاعل نَاشِرٌ ہے یعنی موت کے بعد جی اُٹھنے والا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ یَوْمُ النُّشُوْرِ ہے۔ یعنی قیامت کا دن۔

اَنْشَرَہُ اللّٰہ تعالیٰ: اللہ تعالیٰ نے اسے مرنے کے بعد زندہ کیا۔ اسی کے پیش نظر حضرت ابن عباسؓ نے قرآن کی آیت کو: کَیْفَ نُنْشِرُھَا پڑھا ہے۔ اور دلیل میں قرآن کی یہ آیت پیش کی ہے: ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَہٗ: پھر جب اللہ چاہے اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس کلمہ کو نَنْشُرُھَا پڑھا ہے۔ الفراء کا

کہتا ہے کہ حضرت حسنؒ نے اس سے مراد 'پھیلانا' اور 'لپیٹنا' لیا ہے۔ اور اس کی دلیل تمہارا یہ کہنا ہے کہ اَنْشَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالىٰ فَنَشَرُوا هم: اللہ نے ان کو پھیلا دیا تو وہ پھیل گئے۔

نَشَرَ الخَشَبَةَ: اس نے لکڑی کو آری سے چیرا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

النُّشَارَةُ: لکڑی کا بورا جو چیرتے وقت نکلتا ہے۔

نَشَرَ الخَبَرَ: اس نے خبر نشر کر دی یا پھیلا دی۔ اس کا باب نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔

صُحُفٌ مُنَشَّرَةٌ: (شین کو کثرت کے لئے مشدد کیا۔ معنی کھلے ہوئے اعمال نامے۔ النُّشْرَة سے ماخوذ التَّنْشِيْرُ کا معنی تعویذ اور منتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ قَالَ، فَلَعَلَّ طِبًّا اَصَابَهُ ثُمَّ نَشَّرَهُ بِقُلْ اعوذ برب الناس: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شاید اس پر جادو ہوا ہے، پھر آپ نے اس پر قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر پھونکا اور یہی معنی كَتَبَ لَهُ النُّشْرَةَ کا ہے یعنی اس نے اسے تعویذ لکھ کر دیا۔

اِنْتَشَرَ الخَبَرُ: خبر پھیل گئی۔

ن ش ز – النَّشْزُ: بروزن الفَلْسُ: زمین سے اُوپر اُٹھی ہوئی جگہ۔ اس کی جمع نُشُوْزٌ ہے۔ اسی طرح النَّشَزُ (نون اور شین دونوں مفتوح) اس کی جمع اَنْشَازٌ اور نِشَازٌ (نون مکسور) آتی ہے۔ اس کا معنی اور مثال جَبَلٌ، اَجْبَالٌ اور جِبَالٌ ہے۔

نَشَزَ الرَّجُلُ: آدمی جگہ سے اُٹھا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ یہی لفظ قرآن کی اس آیت میں ہے: وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا: جب تم سے اُٹھنے کو کہا جائے تو اُٹھ جاؤ۔

اِنْشَازُ عِظَامِ المَيِّتِ: مردے یا میت کی ہڈیاں اپنی جگہ سے اُٹھانا اور انہیں ایک دوسرے پر رکھ دینا۔ یہی لفظ قرآن کی اس آیت میں ہے: كَيْفَ نُنْشِزُهَا: ہم ان (ہڈیوں) کو اپنی جگہ سے اُٹھا کر کس طرح دوبارہ ترکیب اور ترتیب سے رکھ دیں گے۔

نَشَزَتِ المَرْاَةُ: عورت اپنے خاوند کے خلاف سرکش ہوگئی اور خاوند سے نفرت کرنے لگی۔ اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔

نَشَزَ بَعْلُهَا عَلَيْهَا: خاوند نے بیوی کو مارا پیٹا اور اس پر سختی کی۔ یہی کلمہ آیت قرآنی میں ہے: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا: اگر عورت کو خاوند کی طرف سے مار پیٹ اور سختی و درشتی کا ڈر ہو۔

ن ش ش – النَّشُّ: بیس درہم جو نصف اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ اسی طرح پانچ

درہم کو نَوَاۃٌ کہتے ہیں۔

ن ش ط—نَشِطَ الرَّجُلُ: (شین مکسور) نَشَاطًا (نون مفتوح) اس کا اسم فاعل نَشِیْطٌ ہے۔آدمی چست وچالاک اور ہشاش بشاش ہوا۔

تَنَشَّطَ لِاَمْرِ کَذَا: کسی کام کے لئے ہشاش بشاش ہو کر تیار ہونا۔قول خداوندی ہے:وَ النَّاشِطَاتِ نَشْطًا: یعنی ستارے جو ایک بُرج سے دوسرے بُرج میں جا داخل ہوتے ہیں یا جس طرح جنگلی بیل ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے۔

النَّاشِطُ: جنگلی بیل جو ایک زمین سے نکلتا ہے دوسری زمین میں جا داخل ہوتا ہے۔

الْأُنْشُوطَةُ: (الف مضموم) ایسی گرہ/گانٹھ جس کا کھولنا آسان ہو جیسے ازار بند کی گرہ۔

ن ش ف—نَشِفَ الثَّوْبُ الْعَرَقَ: کپڑے نے پسینہ خشک کر دیا۔

نَشِفَ الْحَوْضُ الْمَاءَ: حوض نے پانی جذب کر لیا۔اس کا باب فَـهِـمَ ہے۔

تَنَشَّفَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

اَرْضٌ نَشِفَةٌ: خشک زمین جس میں پانی سوکھ گیا ہو۔

ن ش ق—اِسْتَنْشَقَ الْمَاءَ: اس نے ناک میں پانی ڈالا۔

اسْتَنْشَقَ الرِّيحَ: اُس نے خوشبو سونگھی۔

نَشِقَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً: اس نے اس کی خوشبو سونگھی۔اس کا عربی مترادف شَمَّ ہے۔

ن ش ل—الْمَنْشَلَةُ: (میم مفتوح) چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی جگہ۔حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: عَلَيْكَ بِالْمَنْشَلَةِ: وضو کرتے وقت چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی جگہ کا خیال رکھ کہ خشک نہ رہ جائے۔

ن ش ا—رَجُلٌ نَشْوَانٌ: نشہ میں دُھت آدمی۔ النَّشْوَةُ (نون مفتوح) نشہ۔ یُونس کے خیال کے مطابق اَنَّهُ سُمِعَ فِيْهِ نِشْوَةٌ سنا گیا ہے کہ اس میں نشہ ہے۔ نِشْوَةٌ میں نون مکسور ہے۔

قَدْ انْتَشَى: اسے نشہ ہو گیا۔

النَّشَا: نشاستہ جو فارسی سے معرب ہو کر نَشَاسْتَجُ بن گیا۔اس لفظ کا آخری حصہ حذف ہو کر نَشَا رہ گیا ہے۔جس طرح مَنَازِلٌ مخفف ہو کر مَنَا رہ گیا ہے۔

ن ص ب—نَصَبَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو گاڑھ دیا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الْمَنْصِبُ بروزن الْمَجْلِسُ: منصب و مرتبہ۔النِّصَابُ (نون مکسور) کا معنی بھی یہی ہے۔

نَصِبَ: وہ تھک گیا۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔

هَمٌّ نَاصِبٌ: تھکا دینے والا دُکھ یا غم۔

اس کی مثال رَجُلٌ تَامِرٌ اور لَابِنٌ ہے۔ کہا گیا ہے کہ: نَاصِبٌ اسم فاعل بمعنی مفعول ہے۔ کیونکہ تھکان نَاصِبٌ کے اندر گڑھ جاتی ہے اور انسان تھک جاتا ہے۔ اس کی مثال لَيْلٌ نَائِمٌ ہے یعنی ایسی رات جس میں انسان سوتا ہے۔ اسی طرح دوسری مثال يَوْمٌ عَاصِفٌ یعنی وہ دن جس میں تیز ہوا چل رہی ہو۔

النَّصْبُ بروزن الضَّرْبُ: جس چیز کو نصب کیا جائے اور اس کی اللہ کے سواء پوجا کی جائے، یعنی استھان۔ یہی معنی النُّصُبُ (نون مضموم) کا ہے جو بروزن القُفُلُ ہے۔ بعض اوقات اس کا صاد بھی مضموم ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَنْصَابٌ ہے۔ النُّصْبُ کا معنی شرّ۔ اور مصیبت بھی ہے۔ یہی لفظ اس آیت قرآنی میں ہے: بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ۔

نَصِيْبِيْنُ: ایک شہر کا نام۔ بعض عرب اسے ایک ہی اسم جانتے اور مانتے ہیں۔ اور غیر منصرف قرار دیتے ہیں۔ اور اس کا اعراب بھی غیر منصرف کا اعراب کرتے ہیں اور اس سے صفت نسبتی نَصِيْبِيْنِي بناتے ہیں۔ اور بعض عرب اسے جمع سالم کا قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ اور اس کا اعراب جمع سالم کا اعراب کرتے ہیں۔ اور اس سے صفت نسبتی نَصِيْبِيّ بناتے ہیں۔ یہی بات يَبْرِين، فِلَسْطِيْن، سَيْلَحِيْن، يَاسَمِين اور قِنَّسْرِيْنِ کے متعلق کہتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ سَيْلَحُوْن ایک گاؤں کا نام ہے اور یاسمین ایک پھول ہے۔

ن ص ت — الْإِنْصَاتُ: خاموش رہنا اور غور سے سننا۔ ہم کہتے ہیں کہ اَنْصَتَهُ وَاَنْصَتَ لَهُ: اس نے خاموش ہو کر اس کی بات سنی۔ بقول شاعر:

> إِذَا قَالَتْ حِذَامِ فَانْصِتُوْهَا
> فَانَّ الْقَوْلَ مَا قَالَتْ حِذَامِ
> "جب حذام کوئی بات کہے تو اسے خاموش ہو کر سنو کیونکہ بات وہی ہے بات کہلانے کے قابل ہے جو حذام کہے۔"

یہ بھی روایت ہے کہ شعر میں اس کلمہ کا معنی ہے۔ اس کی تصدیق کرو یعنی اسے سچ مانو۔

ن ص ح — نَصَحَهُ وَنَصَحَ لَهُ: دونوں میں صاد مفتوح) نُصْحًا (نون مضموم) وَنَصَاحَةً (نون مفتوح) یہ کلمہ لام تعریف کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔ معنی اس نے اس کی خیر خواہی کی۔ قول خداوندی: وَاَنْصَحُ لَكُمْ: میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اس کا اسم النَّصِيْحَةُ ہے۔

النَّصِيْحُ: ناصح، خیر خواہ، نصیحت کرنے والا۔

قَوْمٌ نُصَحَاءُ بروزن الفُقَهَاءُ: خیر خواہ قوم یا لوگ۔

رَجُلٌ نَاصِحُ الجَيْبِ: صاف دل شخص۔
النَّاصِحُ: خالص، بغیر ملاوٹ۔
اِنْتَصَحَ فُلَانٌ: فلاں نے نصیحت قبول کرلی۔ کہا جاتا ہے: اِنْتَصِحْنِیْ فَانِّیْ نَاصِحٌ لَکَ: میری نصیحت مانو! میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔
تَنَصَّحَ: اس نے خیر خواہوں کی مشابہت کی۔
اِسْتَنْصَحَهٗ: اس نے اسے خیر خواہ سمجھا۔
ابن الاعرابی کا قول ہے: نَصَحَتِ الإبِلُ الشُّرْبَ نُصُوْحًا: اونٹوں نے صاف پانی پیا۔
اَنْصَحْتُهَا: میں نے اونٹوں کو پانی پلایا۔
اسی لفظ سے ماخوذ تَوبَةُ النُّصُوْحِ ہے جس کا معنی سچی توبہ ہے۔
نَصَحَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا سیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس سے ماخوذ تَوبَةُ النُّصُوْحِ ہے اس سے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ کا قول ہے: مَنْ اغْتَابَ خَرَقَ وَمَنْ اِسْتَغْفَرَ رَفَأَ: جس نے غیبت کی اس نے جامہ دری کی اور جس نے استغفار کیا اس نے جامہ کو رفو کیا۔
النَّاصِحُ: درزی۔
النِّصَاحُ: (نون مکسور) دھاگہ۔
ن ص ر — نَصَرَهٗ عَلٰی عَدُوِّهٖ: اس نے اس کے دشمن کے خلاف اس کی مدد کی۔ اس کا مضارع یَنْصُرُهٗ ہے اور مصدر نَصْرًا اور اس کا اسم النُّصْرَةُ ہے۔
النَّصِیْرُ، النَّاصِرُ: مددگار اور معاون۔ اس کی جمع اَنْصَارٌ ہے۔ اس کی مثال شَرِیْفٌ اور اَشْرَافٌ ہے۔
النَّاصِرُ کی جمع نَصْرٌ ہے۔ اس کی مثال صاحبٌ اور صحبٌ ہے۔
اِسْتَنْصَرَهٗ عَلٰی عَدُوِّهٖ: اس نے اپنے دشمن کے خلاف اس سے مدد مانگی۔
تَنَاصَرَ القَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے کی مدد کی۔
اِنْتَصَرَ مِنْهُ: اس نے اس سے انتقام لیا۔
نَصْرَانُ بروزن نَجْرَانُ ہے۔ یہ شام میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ النَّصَارٰی اس گاؤں سے منسوب کیے جاتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس گاؤں کا نام نَاصِرَہ ہے۔
نصاری نَصْران کی اور نَصْرانَةٌ کی جمع ہے۔ اس کی مثال النَّدَامٰی ہے جو نَدْمَانٌ اور نَدْمَانَةٌ کی جمع ہے۔ نَصْرَانٌ کا لفظ یائے نسبتی کے بغیر کہیں استعمال میں نہیں ہے، یعنی اس نام سے صرف نَصْرَانِی ہی مشہور ہے۔
نَصَّرَهٗ تَنْصِیْرًا: اس نے اسے نصرانی بنایا۔ حدیث شریف میں ہے: فَأَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ وَیُنَصِّرَانِهٖ: (بچے کو بڑے ہو

کر) والدین یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں۔

ن ص ص — نَصَّ الشَّیْئُ: اس نے چیز کو اُٹھایا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ مِنَصَّةُ العُروسِ: اس لفظ میں میم مکسور ہے۔ اس کا معنی دلہن کے بیٹھنے کی کرسی ہے۔

نَصَّ الحدیث الی فلان: اس نے بات فلاں کی طرف پہنچائی۔ نَصُّ کل شَیْئٍ: ہر چیز کی انتہاء اور اخیر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث شریف میں ہے: اِذَا بَلَغ النِّسَاءُ نَصَّ الحِقَاق: جب عورتیں جوانی کی عمر کو پہنچیں، اپنے حقوق خود طلب کر سکیں۔ حدیث شریف کا بقیہ حصہ ہے: فالعَصَبَةُ اولٰی: تو پھر ددھیال والوں کا حق ان پر ننھیال والوں سے زیادہ ہوگا۔

نَصْنَصَ الشَّیئَ: اس نے چیز کو ہلایا یا حرکت دی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو انہوں نے اس وقت سے متعلق کہی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور وہ اپنی زبان ہلا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: هٰذا اَوْرَدَنِی المَوَارِدَ: اسی (زبان) نے مجھے مصیبتوں میں ڈال دیا۔ ابو عبید کا قول ہے کہ یہ لفظ صرف صاد کے ساتھ ہے۔ اس نے مزید کہا کہ اس کا ایک اور لہجہ ہے لیکن اس کا ذکر حدیث میں نہیں ہے، وہ ہے: نَضْنَضَ یعنی ضاد معجمہ سے لکھا جانے والا لفظ۔

ن ص ع — النَّاصِعُ: ہر ملاوٹ سے پاک اور خالص۔ کہا جاتا ہے: اَبْيَضُ ناصِعٌ یعنی خالص سفید یا سفید فام اور اصفر ناصع یعنی خالص زرد یا پیلا زرد۔ اصمعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ہر سفید فام، پیلا زرد اور لال سرخ کپڑا ناصع کہلاتا ہے۔ کہتے ہیں: نَصَعَ لَوْنُهُ: یعنی اس کا رنگ خالص اور گہرا ہے۔ اس میں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہیں ہے۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

ن ص ف — النِّصْفُ: آدھا حصہ۔ نون مضموم بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قول خداوندی فَلَهَا النُّصْفُ میں نون کو مضموم پڑھا ہے۔

النَّصَفُ: (نون اور صاد دونوں مفتوح) نوجوانی، اور بڑھاپے کے درمیان اُدھیڑ عمر والی عورت۔

رَجُلٌ نَصَفٌ: نوجوانی اور بڑھاپے کے درمیان ادھیڑ عمر کا مرد بھی۔

النَّصِيفُ: آدھا، نصف۔

النَّصِيفُ پیمانہ بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَا بَلَغْتُمْ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا

نَصَفَهُ: تم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مُد یا نصف وزن کے برابر بھی نہیں پہنچے۔ (اس سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم کے ثواب واجر کی وضاحت ہے)۔
نَصَفَ الشَّیْئُ: وہ آدھے تک پہنچا۔ مثلاً: نصف القرآن یعنی وہ آدھے قرآن تک پہنچا۔ اور نَصَفَ عُمْرَهُ: اس نے آدھی عمر گزاری یا آدھی عمر کو پہنچا۔
نَصَفَ الشَّیْبُ رَأْسَهُ: اس کا آدھا سر سفید ہو گیا یعنی وہ ادھیڑ ہو گیا۔
نَصِفَ الْإِزَارُ سَاقَهُ: ازار اس کی آدھی پنڈلی تک پہنچا۔
نَصَفَ النَّهَارُ: آدھا دن گزر گیا یا دو پہر آ گئی۔
اَنْتَصَفَ کا معنی بھی یہی ہے۔ تمام کا باب نَصَرَ ہے۔
المَنْصَفُ بروزن المَعْلَمْ: آدھا راستہ۔
اَنْصَفَ النَّهَارُ: دو پہر ہو گئی۔ اَنْصَفَ الرَّجُلُ: آدمی نے انصاف کیا۔ کہا جاتا ہے: اَنْصَفَهُ مِنْ نَفْسِهٖ و انْتَصَفَ هُوَ مِنْهُ: اس نے اپنے آپ سے انصاف کیا یا اس سے اپنا حق لیا۔
تَنَاصَفَ الْقَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے سے انصاف لیا یا اپنا اپنا حق لیا۔
تَنْصِیْفُ الشَّیْئِ: چیز کو دو حصوں میں بانٹنا۔

نَاصَفَهُ الْمَالَ: اس نے اسے آدھا مال دیا۔
ن ص ل - النَّصْلُ: تیر کا پھل، تلوار کی دھار۔ چھری کی دھار۔ نیزے کی انی۔ اس کی جمع نُصُوْلٌ اور نِصَالٌ ہے۔
المُنْصُلُ: (صاد مفتوح اور مضموم) تلوار۔
نَصَلَ الشَّعْرُ: اس نے بالوں سے خضاب اُتار لیا۔
لِحْيَةٌ نَاصِلٌ: خضاب اُتری داڑھی۔
نَصَلَ السَّهْمُ: تیر کا پھل نکلا۔ نَصَلَ السَّهْمُ: کا معنی تیر کا کسی چیز میں پیوست ہو جانا، اور پھر نہ نکلنا ہے۔ یہ کلمہ کلماتِ اضداد میں سے ہے۔ ان تینوں کا باب دَخَلَ ہے۔
نَصَّلَ السَّهْمَ تَنْصِیْلًا: اس نے اپنا تیر نکالا۔
نَصَّلَهُ کا معنی تیر پر پھل چڑھانا بھی ہے۔ یہ کلمہ بھی کلمات اضداد میں سے ہے۔
اَنْصَلَ الرُّمْحَ: اس نے نیزہ نکالا۔
تَنَصَّلَ فُلَانٌ مِنْ ذَنْبِهٖ: فلاں شخص نے اپنے گناہ سے بری ہونے کا اظہار کیا۔
ن ص ا - النَّاصِیَةُ: پیشانی، ماتھا۔ اس کی جمع النَّوَاصِی ہے۔
نَصَاهُ: اس نے اسے پیشانی سے پکڑا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا نے فرمایا: مَالَكُمْ تَنْصُوْنَ مَيِّتَكُمْ: تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اپنے مُردوں کی پیشانی کھینچتے ہو۔ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو میت کے سر میں کنگھی کرنا ناگوار محسوس ہوا۔

ن ض ب — نَضَبَ الْمَاءُ: پانی زمین میں گہرا چلا گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اصل میں النُّضُوْب کا معنی بُعد یعنی دوری ہے۔

ن ض ج — نَضِجَ الثَّمَرُ واللَّحْمُ: پھل پک گیا اور گوشت پک گیا۔ اس لفظ میں ضاد مکسور ہے۔ اس کا مصدر نُضْجًا (نون مضموم اور مفتوح) اس کا اسم فاعل نَاضِجٌ اور نَضِيْجٌ ہے۔

رَجُلٌ نَضِيْجُ الرَّاْيِ: پختہ رائے رکھنے والا شخص۔

ن ض ح — النَّضْحُ: پانی چھڑکنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

نَضَحَ الْبَيْتَ: اس نے گھر میں چھڑکاؤ کیا۔

النَّاضِحُ: وہ اونٹ جس کے ذریعے آبپاشی کی جائے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ نَاضِحَةٌ اور سَانِيَةٌ ہے۔

انْتَضَحَ عَلَيْهِ الْمَاءَ: اُس نے اپنے اوپر پانی چھڑکا۔ نَضَحَتِ الْقِرْبَةُ وَالْخَابِيَةُ: مشک اور مٹکے سے پانی ٹپکا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور تَنْضَاحًا (تاء مفتوح) بھی ہے۔

ن ض خ — عَيْنٌ نَضَّاخَةٌ: بہت زیادہ پانی والا چشمہ، ابو عبیدہ نے اس قول خداوندی نَضَّاخَتَان کا معنی دو فوّارے بتایا ہے۔

ن ض د — نَضَدَ مَتَاعَهُ: اس نے اپنا سامان تہہ بہ تہہ رکھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی: مِنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ: میں ہے یعنی تہہ بہ تہہ رکھے ہوئے پتھر۔

نَضَّدَهُ تَنْضِيْدًا کا معنی بھی یہی ہے۔ اس میں تہہ بہ تہہ رکھنے میں مبالغہ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ: النَّضِيْدُ الْمَنْضُوْدُ: تہہ بہ تہہ رکھی ہوئی چیز۔ یہی لفظ اس قول خداوندی: لَهَا طَلْعٌ نَضِيْدٌ میں ہے۔ یعنی ان کے تنے تہہ بہ تہہ ہیں۔

ن ض ر — النَّضْرُ: بروزن النَّصْرُ، النُّضَارُ (نون مضموم) اور النَّضِيْرُ: سونا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ النُّضَارُ کا معنی ہر خالص چیز ہے۔ یا ہر چیز کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

النَّضْرَةُ بروزن البَصْرَةُ: تروتازگی اور حُسن۔ قَدْ نَضَرَ وَجْهُهُ: اس کا چہرہ پُر رونق ہوگیا۔ اس کا مضارع يَنْضُرُ (ضاد مضموم) ہے اور مصدر نَضْرَةٌ ہے، اور معنی

خوبصورتی ہے۔
نَضَرَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ: اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو پُرنور کرے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔
نَضُرَ جس کا باب ظَرُفَ ہے، یہ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ ابوعبید نے نَضَرَ کا باب ضَرَبَ بتایا ہے۔ نَضَّرَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ تَنْضِيْرًا اور اَنْضَرَه دونوں کا ایک معنی ہے یعنی اللہ اس کا چہرہ پُر رونق اور پُر نور کرے۔
نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَأً: (ضاد مشدّد) اللہ تعالیٰ آدمی کو نعمتوں سے نوازے۔ حدیث شریف میں ہے: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم اور آباد رکھے جس نے میری باتیں سنیں اور انہیں یاد رکھا یا سمجھا۔
اَخْضَرُ نَاضِرٌ: گہرا سبز، اس کی مثال اَصْفَرُ فَاقِعٌ اور اَبْيَضُ نَاصِعٌ ہے۔
ن ض ض: اہل حجاز درہموں اور دیناروں کو اس وقت النَّضّ اور النَّاضّ کہتے ہیں جب انہیں جنس سے نقد میں بدلا جائے۔ کہا جاتا ہے: خُذْ مَانَضَّ لَکَ مِنْ دَيْنٍ: قرض میں جو کچھ میسّر ہے لے لے۔ هُوَ يَسْتَنِضُّ حَقَّهٗ من فُلَان: وہ فلاں شخص سے اپنا حق یا قرض تھوڑا تھوڑا کرکے لیتا ہے۔

ن ض ل — نَاضَلَهٗ: اس نے اس کے ساتھ تیراندازی کی۔ کہا جاتا ہے کہ: نَاضَلَهٗ فَنَضَلَهٗ: اس نے اس سے تیراندازی میں مقابلہ کیا تو اس پر غالب آیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
اِنْتَضَلَ الْقَوْمُ وتَنَاضَلُوْا: قوم نے ایک دوسرے کے ساتھ تیر اندازی میں مقابلہ کیا۔
فُلَانٌ يُنَاضِلُ عَنْ فُلَان: فلاں شخص فلاں کی طرف سے عذر پیش کرتا ہے۔ اور اس کا دفاع کرتا ہے۔
ن ض ا — اَلنِّضْوُ: (نون مکسور) کمزور اور لاغر اونٹ۔
اَلنَّاقَةُ نِضْوَةٌ: لاغر اونٹنی۔
قَدْ اَنْضَتْهَا الْأَسْفَارُ: سفروں نے اسے لاغر کر دیا ہے۔ ایسی اونٹنی کو مُنْضَاةٌ کہتے ہیں یعنی تھکی ماندی اونٹنی۔
اَنْضَى بَعِيْرَهٗ: اس نے اپنے اونٹ کو لاغر کر دیا۔
نَضَا ثَوْبَهٗ: اس نے اپنا کپڑا اُتار دیا۔
نَضَا سَيْفَهٗ: اس نے تلوار سونت لی۔ ان دونوں کا باب عَدَا ہے۔
اِنْتَضَى سَيْفَهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔
اَلنِّضْوُ کا معنی پھٹا ہوا کپڑا بھی ہے۔
اَنْضَيْتُ الثَّوبَ واَنْتَضَيْتُهٗ: میں نے کپڑے کو بوسیدہ کر دیا۔

ن ط ح—نَطَحَهُ الْكَبْشُ: مینڈھے نے اسے ٹکر ماردی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ ہے۔ انتطحتِ الكِباش وَتَنَاطَحَتْ: مینڈھوں نے ایک دوسرے کو ٹکر ماردی۔ كَبْشٌ نَطَّاحٌ: (طاء مشدّد) بہت زیادہ ٹکریں مارنے والا مینڈھا۔

النَّطِيْحَةُ المَنْطُوْحَةُ: ٹکروں سے مرا ہوا (جانور)۔ لفظ کی آخری ھاء اسم کے غلبہ کے اظہار کیلئے ہے۔

ن ط ر—النَّاطِرُ والنَّطُوْرُ: انگوری بیلوں یعنی تاکستان کی رکھوالی کرنے والا۔ اس کی جمع النَّاطِرُوْن اور النَّوَاطِيْرُ ہے۔

ن ط س—التَّنَطُّسُ: صفائی اور پاکیزگی میں مبالغہ۔ ہر وہ شخص جو معاملات میں دِقّت نظر سے کام لیتا ہو اور ان معاملات کی واقفیت حاصل کرتا ہو، اسے مُتَنَطِّسٌ کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: لَوْلَا التَّنَطُّسُ مَا بَالَيْتُ اَلَّا اَغْسِلَ يدی: اگر مجھے پلیدی کا ڈر نہ ہوتا تو میں ہاتھ دھونے کی پرواہ نہ کرتا۔

ن ط ع—النَّطْعُ: اس کے چار لہجے ہیں:

(۱) نَطْعٌ بروزن طَلْعٌ.

(۲) نَطَعٌ بروزن طَبَعٌ.

(۳) نِطْعٌ بروزن دِرْعٌ اور؛

(۴) نِطَعٌ بروزن ضِلَعٌ. اس کی جمع نُطُوْعٌ اور أنْطَاعٌ ہے۔

تَنَطَّعَ فِي الْكَلامِ: اس نے کلام میں غلو کیا۔ یعنی بال کی کھال نکالی۔

ن ط ف—النُّطْفَةُ: صاف پانی تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اس کی جمع نِطَافٌ (نون مکسور) ہے۔

النَّاطِفُ القُبَيْطِي: ایک خاص قسم کا حلوہ۔ نَطَفَانُ المَاءِ: پانی کا بہنا (طاء مفتوح)۔

قَدْ نَطَفَ يَنْطِفُ: (طاء مکسور و مضموم) بہا، یا ٹپکا۔

ن ط ق—المَنْطِقُ: کلام۔ قَدْ نَطَقَ يَنْطِقُ: وہ بولا (طاء مکسور) اس کا مصدر نُطْقًا (نون مضموم) اور مَنْطِقًا ہے۔

نَاطَقَهُ واسْتَنْطَقَهُ: وہ اس کے ساتھ بولا۔

المِنْطِيْقُ: بلیغ۔ لوگ کہتے ہیں مَالَهُ صَامِتٌ ولا نَاطِق: اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔

النَّاطِقُ کا معنی حیوانات یا مویشی ہیں اور صَامِتٌ: اس کے علاوہ دوسرا سامان ہے۔

میرا کہنا ہے کہ ان کلمات کی یہ تفسیر اس تفسیر سے زیادہ عام ہے جو بذیل مادہ (ص م ت) بیان کی گئی ہے۔

النِطَاقُ: عورتوں کے کپڑوں کا ایک ٹکڑا۔
المَنطِقَةُ: پٹی، کمر بند اور منطقہ بمعنی اقلیم۔
ن ط ل–نَطَلَ رأسَ العَلِيْلِ بالنُّطُول: اس نے مریض کے سر پر دواء ملا پکا ہوا پانی پیالے میں ڈال کر تھوڑا تھوڑا کر کے ڈالا۔
ن ط ا–الاِنْطَـــاء: عطا کرنا۔ اہل یمن الاعطاء کو الاِنْطاء کہتے ہیں۔
ن ظ ر–النَّظَرُ و النَّظَرانُ: (نون اور ظاء دونوں مفتوح) آنکھوں سے کسی چیز کو غور اور تامل کے ساتھ دیکھنا۔ قَدْ نَظَـرَ إِلَى الشَّــيْئُ: اس نے کسی چیز کی طرف غور سے دیکھا۔
النَّـظَــرُ کا معنی انتظار بھی ہے۔ چنانچہ ان دونوں میں کہا جاتا ہے: نَظَرَهُ يَنْظُرُهُ (ظاء مضموم) نَظَـرًا: اس نے اس کا انتظار کیا۔ یا اس نے اسے دیکھا۔
النَّاظِرُ فِي المُقْلَةِ: آنکھ کے ڈھیلے میں چھوٹا سیاہ دائرہ جس میں آنکھ کا سوراخ ہوتا ہے۔ یعنی آنکھ کی پُتلی۔ آنکھ کو النَّاظِرَةُ کہتے ہیں۔
النَّاظِرُ: نگران، محافظ یا چوکیدار۔
النَّظِرَةُ: مہلت، تاخیر۔
أَنْظَرَهُ: اس نے اسے مہلت دی۔
اِسْتَـنْـظَـرَهُ: اس نے اس سے مہلت مانگی۔
تَنَظَّـرَهُ تَنَظُّرًا فِي مُهْلَةٍ: وہ مہلت اور فرصت کے انتظار میں رہا۔
نَــاظَــرَهُ: اس نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا۔
المَنْظَرَةُ بروزن المَتْرَبَةُ: دیدبان۔ کہا جاتا ہے کہ: مَنْظَرُهُ خَيْرٌ مِنْ مَخْبَرِهِ: اس کا دیکھنا اس سے متعلق اطلاع سے زیادہ بہتر ہے۔
النَّظَّـارَةُ: (ظاء مشدد) کسی چیز کی طرف دیکھنے والے لوگ۔
نَظِــيْــرُ الشَّــيْئُ: کسی چیز جیسی دوسری چیز۔
النِظْرُ بروزن التِبْرُ: نظیر کا ایک لہجہ ہے۔ اس کی مثال النَّدِيْدُ اور النِدُّ ہے۔
ن ظ ف–النَظافَةُ: صفائی، پاکیزگی۔
قَدْ نَظُفَ الشَّيْئُ: چیز پاک یا صاف ہو گئی۔ اس کا باب ظَـرُفَ ہے۔ اس کا اسم فاعل نَظِيْفٌ ہے۔
نَظَّـفَـهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے صاف کیا۔ اس کا مصدر تنظیفًا ہے۔
التَّنَظُّفُ: صفائی کا تکلف کرنا۔
ن ظ م–نَظَمَ اللُّؤلُؤَ فِي السِلْكِ: اس نے موتی دھاگے لڑی میں پروئے۔ اس کا باب ضَـرَبَ ہے۔
نَظَّمَهُ تَنْظِيْمًا کا معنی بھی یہی ہے۔ اسی سے ماخوذ نَظَمَ الشِّعْرَ ہے یعنی شعر نظم

کرنا۔ نَظْمَةٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

النِظَـامُ: وہ دھاگہ یا لڑی جس میں موتی پروئے جاتے ہیں۔

نَظْمٌ مِـنْ لُؤْلُؤٍ: موتیوں کا پرونا۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

الاِنْتِظَامُ: منظم ہونا، یا مرتب ہونا۔

ن ع ب — نَعَبَ الغُـرَابُ: کوے نے کائیں کائیں کی۔ اس کا باب قَطَعَ، ضَرَبَ، نَعِيبًا بھی، تَنْعَابًا (تاء مفتوح) اور نَعَبَانًا (عین مفتوح) بھی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مرغی کے کڑکڑانے کو بھی نَعَبَ الدِّيْكُ بطور استعارہ کہتے ہوں۔

ن ع ج — النَعْجَةُ: بکری۔ اس کی جمع نِعَاجٌ ہے (نون مکسور) اور نَعَجَاتٌ (عین مفتوح) بھی اس کی جمع ہے۔

نِعَاجُ الرَّمْلِ: جنگلی بکری۔

ن ع ر — النُّعْرَةُ: بروزن الشُّعْرَةُ: نتھنے سے آواز نکالنا۔

قَـدْ نَعَرَ الرَّجُلُ: آدمی نے نتھنے سے آواز نکالی۔ اس کا مضارع يَنْعِرُ ہے اور مصدر نَعِـيْـرًا ہے۔ نَعَرَاتُ المُؤذِّنِ (نون اور عین دونوں مفتوح) مؤذن کی اذان۔

النَّـاعُوْرُ، اس کی جمع النَّوَاعِيْرُ ہے۔ اور معنی رہٹ جس کے ذریعے آب پاشی کی جاتی ہے اور جو پانی کھینچتا ہے۔ اس سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

ن ع س — النُّعَاسُ: اونگھ۔

نَعَسَ يَنْعُسُ (عین مضموم) وَنَعَسَ نَعْسَةً واحدَةً: اس نے ایک چھینک ماری۔ اس کا اسم فاعل نَاعِسٌ یعنی چھینک مارنے والا۔

ن ع ش — نَعَشَ اللّٰهُ: اللہ نے اسے اٹھا لیا، (یا اٹھالے، بطور بددعا) اس کا باب قَطَعَ ہے۔ ان معنوں میں اَنْعَشَهُ اللّٰه نہیں کہتے۔

اِنْتَعَشَ العَاثِرُ: ٹھوکر کھانے والا ٹھوکر کھا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

النَّعْشُ: میت کی چارپائی، تابوت۔ زمین سے بلند ہونے کے باعث اس کا یہ نام پڑا ہے۔ اگر اس پر میت نہ ہو تو اسے سَرِيْرٌ کہتے ہیں۔ یعنی صرف چارپائی۔

میرا کہنا ہے کہ یہ بیان جنازے کی سابقہ تفسیر کے بالکل الٹ ہے۔

مَيِّتٌ مَنْعُـوْشٌ: تابوت پر رکھی ہوئی میت۔

ن ع ع — النُّعْنَاعُ: پودینہ۔ النَّعْنَعُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ن ع ق — النَّعِيْقُ: چرواہے کی بھیڑ بکریوں کو بلاوے کی آواز۔ قَـدْ نَعَقَ بِهَا يَنْعِقُ (عین مکسور) نَعِيْقًا و نُعَاقًا (نون مضموم) اور نَعَقَانًا (نون اور عین دونوں مفتوح)

چرواہے نے آواز دے کر بھیڑ بکریوں کو ہانکا۔ ابن کیسان رحمہ اللہ نے بتایا کہ نَعَق الغُرَابُ: کوے کی کائیں کائیں کرنے کو بھی کہتے ہیں۔

ن ع ل - النَّعْلُ: جوتی۔ یہ مؤنث ہے اور اس کا اسم تصغیر نُعَیْلَةٌ ہے۔

اَنْتَعَلَ: اس نے جوتی پہن لی۔

رَجُلٌ نَاعِلٌ: جوتے پہنے ہوا شخص۔

اَنْعَلَ خُفَّهُ ودابَّتَهُ: اس نے اپنے موزوں کے نیچے تلوے لگوائے۔ اور اپنی سواری یعنی گھوڑے کے نعل لگوائے۔

اَنْعَلَ کی بجائے نَعَلَ نہیں کہتے۔

نَعْلُ السَّیفِ: تلوار کی نیام لوہے یا چاندی کا دستہ جو اس کے نیچے لگا ہوتا ہے۔

ن ع م - النِّعْمَةُ: احسان، نیکی۔ منّت اور جو کچھ بھی بطور انعام ملے۔ یہی معنی النُّعْمَی کا ہے۔ اگر اس میں نون کو مفتوح کریں تو پھر الف ممدود ہوگا اور یہ النَّعْمَاءُ بن جائے گا۔

النَّعِیْمُ کا معنی بھی یہی ہے۔

فُلَانٌ وَاسِعُ النِّعْمَةِ: فلاں شخص بہت مال دار ہے۔ لوگ کہتے ہیں: اِنْ فَعَلْتَ ذٰلِکَ فَبِهَا ونِعْمَتْ اگر تم نے یہ کام کر لیا تو بہت اچھا۔ نِعْمَتْ سے مراد نِعْمَتِ الخَصْلَةُ ہے جس کا معنی ہے کہ یہ بات اور عادت اچھی ہے۔

نِعْمَ اور بِئْسَ مدح و ذم کے دو فعل ہیں۔

اور ان کے چار لہجے ہیں:

(۱) اَصل نَعِمَ: (مفتوح الاول اور مکسور الثانی) ہے۔

(۲) نِعِم: مکسور الاول جو مکسور الثانی کے تابع ہے۔

(۳) پھر دوسرے حرف کی کسرہ کو حذف کر کے نِعْمَ ہو گیا۔

(۴) پھر اگر چاہیں تو اسے مکسور الاول کی بجائے مفتوح الاول بنا کے نَعْمَ کہتے ہیں۔

اور نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ کہتے ہیں یعنی زید کیا ہی اچھا آدمی ہے۔ اور نِعْمَ المَرْأَةُ هند: یعنی ہند کیا ہی اچھی عورت ہے۔ چاہیں تو نِعْمَتِ المَرْأَةُ ہند بھی کہہ سکتے ہیں۔ لہٰذا الرَّجُلُ نِعْمَ کا فاعل ہے۔ اور زَیْدٌ پر دو وجہ سے رفع آئی ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ مبتدا ہے جس پر خبر کو مقدم کیا گیا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے اور اس کی تقدیر هُوَ ہے جو سائل کے اس سوال کا جواب ہے کہ مَنْ هو؟ یعنی اچھا کون ہے۔ جب ہم نِعْمَ الرَّجُلُ اور النُّعْمُ میں نون مضموم ہو جو البُؤس کی ضد یا خلاف ہے تو کہا جائے گا کہ یَوْمٌ نُعْمٌ اور یَوْمٌ بُؤسٌ، نُعْمٌ کی جمع اَنْعُمٌ ہے۔ اور البئوس کی جمع اَبْؤُس ہے۔

نَعُمَ الشَّيْئُ: چیز ملائم ہوگئی۔اس کا باب سَهُلَ ہے۔یہی معنی نَعِمَ يَنْعَمُ کا ہے۔جس کی مثال عَلِمَ يَعْلَمُ ہے۔اور اس کا ایک تیسرا لہجہ جو اُن دو لہجوں سے مرکب ہے۔ اور وہ ہی نَعِمَ يَنْعُمُ اس کی مثال فَضِلَ يَفْضُلُ ہے۔اور چوتھا لہجہ نَعِمَ يَنْعِمُ (یاء مکسور) ہے، لیکن یہ شاذ ہے۔ النَّعْمَةُ (نون مفتوح) التَّنْعِيمُ بمعنی نعمتوں سے نوازنا۔کہا جاتا ہے: نَعَّمَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے نعمتوں سے نوازا یا بطور دعا نوازے۔ اس کا مصدر تَنْعِيمًا ہے۔

نَاعَمَهُ فَتَنَعَّمَ: اس نے اسے نرم وملائم بنایا تو وہ ملائم ہوگیا۔

امرأةٌ مُنَعَّمَةٌ: نازوں سے پلی ہوئی عورت۔اور مُنَاعَمَةٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ: اللہ نے اُس کو ہر نعمت سے نوازا۔یہ نعمة سے ماخوذ ہے۔

أَنْعَمَ اللّٰه صَبَاحَهُ: اللہ نے اس کی صبح اچھی کی۔یہ النُّعُومَة سے ماخوذ ہے۔

أَنْعَمَ لَهُ: اس نے اسے نَعَمْ یعنی 'ہاں' کہا۔

فَعَلَ كَذا وأَنْعَمَ: اس نے فلاں کام کیا اور اس سے زائد کیا۔

أَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا: اللہ تعالیٰ تیری آنکھیں ٹھنڈی کرے یعنی تجھے وہ سکون عطا کرے جو تجھے پسند ہو۔اسی طرح: نَعِمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا اور نَعِمَكَ عَيْنًا کا معنی بھی یہی ہے۔

النَّعَمُ: چوپایہ، جانور۔اس کی جمع الأَنْعَام ہے۔اس کا معنی مال مویشی ہے۔اس نام کا اطلاق زیادہ تر اونٹ پر ہوتا ہے۔الفرّاء کا قول ہے: یہ کلمہ یعنی النَّعَمُ مذکر ہے۔اس کی مؤنث نہیں۔لوگ یوں کہتے ہیں کہ هٰذا نَعَمٌ وَارِدٌ اس کی جمع نُعْمَانٌ ہے۔ اس کی مثال حَمَلٌ اور حُمْلَانٌ ہے۔

الأنْعَامُ: مذکر و مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔قول خداوندی ہے: مِمَّا فِي بُطُونِهِ: اور مِمَّا فِي بُطُونِهَا: اس کی جمع الجمع أَنَاعِيمُ ہے۔ نَعَمْ بطور وعدہ یا تصدیق اور جواب استفہام استعمال ہوتا ہے۔شاید یہ بَلٰى کا نقیض ہے مثلاً: جب کہا جائے کہ: لَيْسَ لِي عِنْدَكَ وَدِيعَةٌ: تمہارے پاس میری کوئی امانت نہیں ہے تو تمہارا نَعَمْ کہنا تصدیق کلام کے لئے ہوگا اور بَلٰى تکذیب کے لئے۔ نَعِمْ (عین مکسور) اس کا ایک لہجہ ہے۔

النَّعْلَمةُ: شتر مرغ۔مذکر و مؤنث یکساں۔

النَّعَامُ اسم جنس ہے۔اس کی مثال حَمَامٌ اور حَمَامَةٌ اور حَمَامَةٌ اور جَرَادٌ اور جَرَادَةٌ ہے۔

النُّعَامَى: بادِ جنوبی۔کیونکہ یہ ہوا بہت تر

اور مرطوب ہوتی ہے۔

نَعْمَانُ: (نون مفتوح) طائف کے راستے میں ایک وادی کا نام ہے۔ جو عرفات کی طرف جانکلتی ہے اسے نَعْمَانُ الأَرَاک کہا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں: عِمْ صَبَاحًا: کلمہ تحیہ ہے۔ گویا یہ کلمہ نَعِمَ يَنْعِمُ (عین مکسور) سے نون محذوف ہو کر بنا ہے۔ اس کی مثال اَكَلَ يَاكُلُ سے مخفف ہو کر رہ جانے والا كُلْ بمعنی 'کھا' ہے۔

التَّنْعِيم: مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

ن ع ی — النَّعْيُ: موت کی اطلاع۔ کہا جاتا ہے: نَعَاهُ لَهُ يَنْعَاهُ نَعْيًا: بروزن السَّعْيُ، ونُعْيَانًا ایضًا (نون مضموم) اس نے اس کی موت کی اطلاع دی۔

النَّعِيُّ بروزن فَعِيلٌ کا معنی بھی النَّعْيُ جیسا ہے۔ کہا جاتا ہے جَاءَ نَعِيُّ فُلَانٍ: فلاں شخص کے مرنے کی خبر آگئی۔ النَّعِيُّ (یاء مشدّد) کا معنی موت کی خبر دینے والا بھی ہے۔

ن غ ب — النُّغْبَةُ: (نون مضموم) گھونٹ۔ اس میں کبھی نون مفتوح بھی ہوتا ہے۔ اس کی جمع نُغَبٌ ہے جو رُطَبٌ کے وزن پر ہے۔

ن غ ر — النُّغَرَةُ: بروزن الهُمَزَةُ: اس کی جمع النُّغَرُ ہے۔ یہ چڑیوں کی طرح کا ایک پرندہ ہے جس کی چونچ سُرخ ہوتی ہے۔

اس کا اسم تصغیر حدیث شریف میں آیا ہے:

يَا أَبَا عُمَيْرُ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟

اے ابو عمیر! تمہارے نُغیر کا کیا بنا؟ یعنی تمہارے چڑوٹے کا کیا ہوا۔

النَّغِرُ بروزن الكَتِفُ: وہ شخص جس کے اندر غیظ وغضب کا الاؤ جل رہا ہو۔ اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں خاوند کی شکایت کرنے والی عورت کا یہ لفظ آیا ہے: نَغِرَةٌ.

ن غ ص — نَغَّصَ اللّٰهُ عَلَيْهِ العَيْشَ تَنْغِيصًا: اللہ نے اس کی زندگی مکدر کر دی۔ شعر میں بھی یہ لفظ نَغَّصَهُ استعمال ہوا ہے۔ اخفش رحمہ اللہ نے یہ شعر پڑھا:

لَا أَرَى المَوْتَ يَسْبِقُ المَوْتَ شَيْئًا
نَغَّصَ المَوْتُ ذَا الغِنَى والفَقِيْرَا

"مجھے نظر نہیں آتا کہ کسی کو موت سے پہلے موت آگئی ہو۔ موت نے امیر و غریب دونوں کی زندگی کو اجیرن کر دیا ہے۔"

تَنَغَّصَتْ عَيْشَتُهُ: اس کی زندگی اجیرن ہوگئی۔

نَغِصَ الرَّجُلُ: اس کا باب طَرِبَ ہے اور معنی ہے: 'انسان کی مراد پوری نہ ہوئی'۔

نَغَضَ رَأْسُهُ: اس کا باب نَصَرَ اور جَلَسَ ہے اور معنی 'اُس کا سر ہلا' ہے۔

أَنْغَضَ رَأْسَهُ: اس نے اپنا سر اس طرح

ہلایا جیسے کسی چیز پر تعجب کرتے وقت کوئی سر ہلاتا ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُؤُوسَهُمْ: وہ آپ ﷺ کی طرف تعجب و حیرت سے سر ہلائیں گے۔

نَغَضَ فُلَانٌ رَأْسَهُ: فلاں شخص نے حیرت سے اپنا سر ہلایا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔

ن غ ف — النَّغَفُ: (نون اور غین دونوں مفتوح) وہ کیڑا جو اونٹ یا بھیڑ بکری کے ناک میں ہوتا ہے۔ اس کا واحد نَغَفَةٌ (نون اور غین دونوں مفتوح) ہے۔ ابوعبید کا قول ہے: اس کا معنی وہ سفید کیڑا بھی ہے جو گٹھلی میں پیدا ہوتا ہے۔ جب گٹھلی کو کافی دیر تک پانی میں بھگویا جائے۔ حدیث شریف ہے: إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ يُسَلَّطُ عَلَيْهِمُ النَّغَفُ فَيَأْخُذُ فِي رِقَابِهِمْ: بلا شک یأجوج و ماجوج پر ایک کیڑا مسلط کیا جائے گا جو ان کی گردنوں میں جا گھسے گا۔

ن غ ق — نَغَقَ الْغُرَابُ: کوے نے آواز نکالی۔ اس کا مضارع يَنْغِقُ (غین مکسور) ہے اور مصدر نَغِيقًا ہے۔

ن غ ل — نَغِلَ الأَدِيمُ: چمڑا خراب ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

اس کا اسم فاعل نَغِلٌ ہے۔ لوگ کہتے ہیں: فُلَانٌ نَغِلٌ: یعنی فلاں شخص بدنس ہے۔ عام لوگ اس لفظ کو نَغْلٌ کہتے ہیں۔

ن غ م — النَّغْمُ: (غین ساکن) دھیمی بات، گنگنانا۔

قَدْ نَغَمَ: وہ گنگنایا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ ہے۔

سَكَتَ فُلَانٌ فَمَا نَغَمَ بِحَرْفٍ: فلاں شخص چپ ہو گیا اور اس نے منہ سے ایک بات تک نہ نکالی۔

مَا تَنَغَّمَ کا معنی بھی یہی ہے۔

فُلَانٌ حَسَنُ النَّغْمَةِ: فلاں شخص سریلی آواز والا ہے۔ یا قراءت میں اس کی آواز بہت اچھی ہے۔

ن غ ی — الْمُنَاغَاةُ: معاشقہ کرنا۔ محبت کی گفتگو کرنا۔

الْمَرْأَةُ تُنَاغِي الصَّبِيَّ: عورت بچے کو لوری دیتی ہے، یا عورت بچے سے اس کی پسندیدہ یا لبھانے والی باتیں کرتی ہے، جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔

ن ف ث — النَّفْثُ: پھونک سے ملتی جلتی حرکت۔ لیکن یہ تفل یعنی تھوکنے سے کم تر درجہ کی حرکت ہے۔ (اسے دَم کرنا بھی کہتے ہیں)۔

قَدْ نَفَثَ الرَّاقِي: منتر پڑھنے والے نے دم کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

النَّفَّاثَاتُ فِي الْعُقَدِ: جادو ٹونے۔ جادو کے لئے گرہوں میں پھونکیں مارنے والیاں۔

ن ف ج – نَافِجَةُ المِسْکِ: مشک دان یا عطر دان۔

ن ف ح – نَفَحَ الطِّیبُ: خوشبو پھیل گئی۔
لَهٗ نَفْحَةٌ طَيِّبَةٌ: اس کی اچھی خوشبو ہے۔
نَفَحَتِ الرِّيحُ: ہوا چلی۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے: مَا كَانَ مِنَ الرِّيَاحِ لَهٗ نفحٌ فَهُوَ بَرْدٌ وَمَا كان له لَفْحٌ فَهُوَ حَرٌّ: ہواؤں میں سے جو کچھ نکلتا ہے اس میں اگر نفخ ہو تو سرد ہوگی اور اگر ان میں تپش کی لپٹ ہو تو وہ گرمی ہوگی۔ اس کا ذکر پہلے ایک دفعہ ہو چکا ہے۔ تینوں کا باب قَطَعَ ہے۔ نَفْحَةٌ مِنَ العَذَابِ: عذاب کا ایک ٹکڑا۔
الإِنْفَحَةُ: (ہمزہ مکسور اور حاء مفتوح و مخفف) اونٹ یا بکری کی خالی یعنی بناء کچھ کھائے اوجھ، اور اگر خوراک کھائی ہو تو پھر اسے کَرِش کہتے ہیں۔ اور یہی معنی المِنْفَحَةُ کا ہے جس میں میم مکسور ہے۔ اس کی جمع اَنَافِحُ (مفتوح الہمزہ) ہے۔
میرا کہنا ہے کہ ثعلب نے اپنی تصنیف الفصیح کے باب المکسور اَوَّلُهٗ میں بتایا ہے کہ الإِنْفَحَةُ مشدد بھی ہے اور مخفف بھی۔ اور یہی بات الازہری نے التہذیب میں کہی ہے۔

ن ف خ – نَفَخَ فِيهِ: اس نے اس میں پھونکا۔ اس کا ایک لہجہ نَفْخَةٌ بھی ہے۔
بقول شاعر:
وَلَا خُرَاسَانُ حتى يُنْفَخَ الصُّور
اس کا باب نَصَرَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اَجِدُ نَفْخَةً: (نون مفتوح و مضموم و مکسور) میرا پیٹ پھول گیا۔

ن ف د – نَفِدَ الشَّيْئُ: (فاء مکسور) نَفَادًا: چیز ختم ہو گئی۔
اَنْفَدَهٗ غَيْرُهٗ: کسی اور نے اسے ختم کیا۔
خَصْمٌ مُنَافِدٌ: جان توڑ دشمن یا جانی دشمن۔ حدیث شریف میں ہے: اِنْ نَافَدْتَهُمْ نَافَدُوكَ: اگر تم ان سے جانی دشمنی کرو گے تو تمہارے ساتھ جانی دشمنی کریں گے۔ حدیث میں فاء کی بجائے قاف بھی روایت کیا جاتا ہے۔ اس کے پیش نظر ترجمہ یہ ہوگا کہ: 'اگر تم ان پر یعنی لوگوں پر تنقید کرو گے تو وہ تم پر تنقید کریں گے'۔

ن ف ذ – نَفَذَ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ: تیر شکار کے آر پار ہو گیا۔
نَفَذَ الكِتَابُ اِلٰى فُلَانٍ: کتاب فلاں شخص تک پہنچ گئی۔ ان کا باب دَخَلَ ہے اور نِفَاذًا بھی ہے۔
اَنْفَذَهٗ هُوَ: اس نے نافذ کیا یا لاگو کیا۔

نَفَذَهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔
اَمْرٌ نَافِذٌ: لاگو حکم۔
ن ف ر—نَفَرَتِ الدَّابَّةُ: جانور بدک گیا۔ تَنْفِرُ (فاء مکسور) نِفَارًا اور تَنْفُرُ (فاء مضموم) نُفُورًا
نَفَرَ الحَاجُّ مِنْ مِنًى: حاجی لوگ منیٰ سے چل پڑے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
اَنْفَرَهٗ عَنِ الشَّيْئِ: اس نے اسے کسی چیز سے نفرت دلا دی۔ نَفَّرَهٗ تَنْفِيْرًا اور اِسْتَنْفَرَهٗ سب کا معنی ایک ہے۔
الاِسْتِنْفَارُ: نفرت، بدکنا۔ اسی لفظ سے ماخوذ لفظ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ ہے۔ ڈر کے مارے بدک کر بھاگے ہوئے گدھے۔
نَافِرَةٌ اور مُسْتَنْفَرَةٌ (فاء مفتوح) کا معنی بھی یہ ہے۔
النَّفَرُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح) کچھ عدد لوگ جن کی تعداد تین سے دس تک ہو سکتی ہے۔ یہی معنی النَّفِيْرُ کا ہے۔
النَّفْرُ اور النَّفْرَةُ: (دونوں میں فاء ساکن)۔ کہا جاتا ہے کہ: يَوْمُ النَّفْرِ اور لَيْلَةُ النَّفْرِ: منیٰ سے روانہ ہونے کا دن اور یہ يَوْمُ القَرِّ کے بعد والا دن ہوتا ہے۔
اسے يَوْمُ النَّفَرِ (فاء مفتوح) بھی کہا جاتا ہے اور يَوْمُ النُّفُوْرِ بھی کہا جاتا ہے۔ نیز اسے يَوْمُ النَّفِيْرِ بھی کہتے ہیں۔
نَفَرَ جِلْدُهٗ: اس کی جلد پر ورم آ گیا۔ حدیث شریف میں ہے: تَخَلَّلَ رَجُلٌ بِالْقَصَبِ فَنَفَرَ فَمُهٗ: ایک شخص نے سرکنڈے سے دانتوں میں خلال کیا تو اس کے منہ میں ورم آ گیا۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ: هُوَ مِنْ نِفَارِ الشَّيْئِ مِنَ الشَّيْئِ یعنی اس لفظ کا معنی ایک چیز کا دوسری چیز سے نکل جانا اور دور ہونا ہے۔
ن ف س—النَّفْسُ: روح، جان، کہا جاتا ہے کہ: خَرَجَتْ نَفْسُهٗ: یعنی اس کی جان نکل گئی۔
النَّفْسُ: خون۔ کہتے ہیں: سَالَتْ نَفْسُهٗ: اس کا خون بہہ نکلا۔ حدیث شریف میں ہے: مَالَيْسَ لَهٗ نَفْسٌ سَائِلَةٌ فَاِنَّهٗ لَا يُنَجِّسُ المَاءَ اذا مَاتَ فِيْهِ: جن جانداروں یعنی کیڑے مکوڑوں کے جسم میں بہنے والا خون نہیں ہوتا اگر وہ پانی میں گر کر مریں تو اس سے پانی نجس نہیں ہوتا۔ اس حدیث میں النَّفْسُ سے مراد جسم ہے۔ لوگ ثَلَاثَةُ اَنْفُسٍ کہہ کر اَنْفُس سے مراد انسان لیتے ہیں۔ اسی لئے اسے مذکر کے صیغے میں بیان کرتے ہیں۔
نَفْسُ الشَّيْئِ: چیز بذات خود یا بعینہٖ۔ اس کلمہ کے ذریعے پہلے کلام کی تاکید کی جاتی ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں رَاَيْتُ فُلَانًا نَفْسَهٗ میں بعینہٖ اسی آدمی کو دیکھا یا خود اسی آدمی کو دیکھا۔ اور جَاءَنِيْ بِنَفْسِهٖ: وہ

خود میرے پاس آیا۔
اَلنَّفَسُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح) سانس۔ اس کی جمع **الأَنْفَاسُ** ہے۔
قَدْ تَنَفَّسَ الرَّجُلُ: آدمی نے سانس لیا۔
تَنَفَّسَ الصُّعَدَاءَ: صُعداء نے سانس لیا۔ ہر پھیپھڑے والی مخلوق **مُتَنَفِّسٌ** ہے۔ البتہ پانی کے جانوروں کے پھیپھڑے نہیں ہوتے۔
تَنَفَّسَ الصُّبْحُ: پو پھٹ گئی یا صبح طلوع ہوئی۔
شَيْئٌ نَفِيسٌ: ایسی عمدہ اور قیمتی چیز جس میں باہم مقابلہ اور دلچسپی رکھی جاتی ہے۔
هٰذَا أَنْفَسُ مَالِي: یہ میرے مال میں سے نفیس ترین حصہ ہے جو میرے لئے انتہائی پسندیدہ اور قابل عزت ہے۔
نَفِسَ بِهِ: اس نے اس کے ساتھ بخل کیا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ **نَفُسَ الشَّيْئُ**: چیز مرغوب بن گئی۔ اس کا باب ظرف ہے۔ **نَافَسَ فِي الشَّيْئِ مُنَافَسَةً وَنِفَاسًا** (نون مکسور) اس نے شرافت و کرم میں مقابلہ کیا۔
تَنَافَسُوا: انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کیا۔ **نَفَّسَ عَنْهُ تَنْفِيسًا**: اس نے اسے سکون دیا یا آرام پہنچایا۔ کہا جاتا ہے: **نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَتَهُ**: اللہ تعالیٰ نے اس کے دکھ اور تکلیف کو دور کر دیا۔
اَلنِّفَاسُ: بچے کی ولادت کے بعد عورت کی حالت۔ ایسی عورت کو **نُفَسَاءُ** یعنی نفاس والی عورت کہتے ہیں۔ اس کی جمع **نِسْوَةٌ نِفَاسٌ** ہے یعنی نفاس والی عورتیں۔ عربی زبان میں **فُعَلَاءُ** کے وزن پر اس کی جمع **فِعَالٌ** کے وزن پر نہیں آتی۔ اس قاعدے سے صرف **نُفَسَاءُ، عُشَرَاءُ** مستثنیٰ ہیں۔
اِمْرَأَتَانِ نُفَسَا وَانِ: دو نفاس والی عورتیں۔
قَدْ نَفِسَتِ الْمَرْأَةُ (فاء مکسور) **نِفَاسًا**: عورت نفاس میں ہے۔
نُفِسَتِ الْمَرْأَةُ غُلَامًا: عورت نے ایک لڑکا جنا ہے۔ یہ فعل مجہول ہے۔ پیدا شدہ بچے کو **مَنْفُوسٌ** کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: **مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ**: کوئی نوزائدہ بچہ ایسا نہیں ہے کہ جس کی قسمت میں جنتی یا دوزخی نہ لکھ دیا گیا ہو۔ یعنی ہر بچے کے جنتی اور دوزخی ہونے کی تقدیر لکھ دی جاتی ہے۔

ن ف ش — نَفَشَ الصُّوفَ وَالْقُطْنَ: اس نے اون یا روئی کو دُھنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

عِهْنٌ مَنْفُوْشٌ: دُھنی ہوئی رنگ دار اُون۔ نَفَّشَهُ تَنْفِيشًا کا معنی بھی یہی ہے۔ نَفَشَتِ الإبِلُ والغَنَمُ: اونٹ اور بھیڑ بکریاں بغیر چرواہے کے رات کو چرتی رہیں۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

نَفَشَتْ تَنْفُشُ (فاء مضموم) نَفْشًا: (نون اور فاء دونوں مفتوح) اُس نے چر لیا۔ اسی سے قول خداوندی میں یہ لفظ آیا ہے: إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ القَوْمِ: جب لوگوں کی بھیڑ بکریوں نے کھیت میں (فصل) چر لی۔

أَنْفَشَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے چروایا یعنی رات کو بغیر چرواہے کے بھیڑ بکریوں کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔

نَفْشٌ: (بمعنی فصل کا چرنا) بغیر رات کے نہیں ہوتا۔ یعنی اس میں رات کا مفہوم آنا ضروری ہے۔ البتہ اسی معنی میں بغیر چرواہے کے اونٹ کے چرنے کے لئے الهَمَل کے لفظ میں رات دن کی قید کا مفہوم شامل نہیں ہے۔

ن ف ض — نَفَضَ الثَّوْبَ والشَّجَرَ: اس کا باب نَصَرَ ہے۔ معنی اس نے کپڑے کو جھاڑا اور درخت کو خوب ہلایا تا کہ اس سے پتے جھڑیں۔ نَفَّضَهُ میں فاء مبالغہ کے لئے مشدد کیا گیا ہے۔

النَّفَضُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح ہیں) درختوں پر سے اترے ہوئے پتے یا پھل۔ یہ فَعَلٌ کے وزن پر بمعنی مفعول کلمہ ہے۔ اس کی مثال: القَبَضُ بمعنی المَقْبُوض ہے۔ النُّفَاضُ (نون مضموم) اور النُّفَاضَةُ: جھاڑنے سے جو کچھ جھڑ جاتا ہے۔

النَّافِضُ: کپکپی چڑھانے والا بخار۔ کہا جاتا ہے کہ: اخَذَتْهُ حُمَّى نَافِضٌ: اسے لرزہ والا بخار ہوا ہے اور نفضته الحُمّى: اسے بخار نے لرزہ طاری کر دیا۔ یعنی وہ بخار میں کانپ رہا ہے۔ ایسے مریض کو مَنْفُوضٌ کہتے ہیں۔

ن ف ط — النَّفَطُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح) آبلہ، پھالہ۔ قَدْ نَفِطَتْ يَدُهُ: اس کے ہاتھ پر آبلہ ہوا ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور نَفِيطًا بھی ہے۔

تَنَفَّطَتْ: اسے آبلہ پڑ گیا یا چھالہ پڑ گیا۔

النَّفْطُ والنِّفْطُ: پٹرول۔ نون مکسور زیادہ فصیح ہے۔

ن ف ع — النَّفْعُ: نفع، فائدہ۔ اس کی ضد ضَرّ ہے۔ کہا جاتا ہے: نَفَعَهُ بكذا: اس نے اسے اتنا نفع دیا یا فائدہ دیا۔ فانْتَفَعَ: تو اس نے نفع کمایا یا فائدہ اٹھایا۔ اس کا اسم المَنْفَعَةُ ہے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ن ف ف — النَّفْنَفُ: ہوا۔ دو پہاڑوں کے درمیان ہوا کی گزرگاہ کو نَفْنَفٌ کہتے ہیں۔

ن ف ق — نَفَقَتِ الدَّابَّةُ: چوپایہ مرگیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

نَفَقَ البَيْعُ يَنْفُقُ: (فاء مضموم) خرید و فروخت کا رواج پڑ گیا۔

النِّفَاقُ: (نون مکسور) منافقت یا منافقوں والا کام کرنا۔

أَنْفَقَ الرَّجُلُ: آدمی قلاش ہو گیا اور اس کا مال جاتا رہا۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: إِذًا لَأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الإِنْفَاقِ: تب تو تم قلاش ہونے کے ڈر سے کنجوسی اور بخل کرو گے۔

أَنْفَقَ الدَّرَاهِمَ: اس نے درہم خرچ کیے۔

النَّفَقُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح) زمین کے اندر کی سُرنگ جو کسی دوسری جگہ جا نکلتی ہو۔

نَيْفَقُ السَّرَاوِيْلُ: شلوار کا نیفہ۔ عام لوگ اسے نون مکسور بولتے ہیں۔

ن ف ل — النَّفْلُ والنَّافِلَةُ: رضا کارانہ طور پر نیکی کا کام۔ اسی سے ماخوذ نافلة الصّلاة ہے یعنی نفل نماز۔

النَّفَلُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح) مال غنیمت اس کی جمع الأَنْفَالُ ہے۔ بقول لبید شاعر:

إِنَّ تَقْوَى رَبِّنَا خَيْرُ نَفَلْ

"بلاشبہ خدا خوفی بہترین نفلی عبادت ہے۔"

اسی رعایت سے کہا جاتا ہے: نَفَّلَهُ تَنْفِيْلًا: اس نے اسے بطور نفل خیرات دی۔

التَّنَفُّلُ: بطور نفل عبادت یا پرہیزگاری۔ نفلی عبادت کرنا۔

ن ف ی — نَفَاهُ: اس نے اسے جلاوطن کر دیا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ کہا جاتا ہے: نَفَاه فَانْتَفَا ونفى: اس نے اسے جلاوطن کر دیا تو وہ جلاوطن ہو گیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔ بقول القطامی:

فَأَصْبَحَ جَارَاكُم قَتِيْلًا وَنَافِيًا

"پس تمہارے پڑوسی قتل ہوئے اور جلا وطن ہوئے۔"

کہتے ہیں کہ: هٰذَا يُنَافِي ذٰلِكَ وهُمَا يَتَنَافِيَانِ: یہ اس کے منافی ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے کے منافی ہیں۔

النُّفَايَةُ: کوڑا کرکٹ۔ ردی اور بیکار چیزیں۔

ن ق ب — نَقَبَ الجِدَارَ: اس نے دیوار میں نقب لگائی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس نقب لگانے کو النُّقْبَةُ بھی کہتے ہیں اور نَقَبٌ بھی کہتے ہیں۔

المَنْقَبَةُ بروزن المَتْرَبَةُ: کسی کی تعریف۔ اس کی ضد المَثْلَبَةُ یعنی بد

تعریفی کرتا ہے یا عیب بیان کرتا ہے۔
النَّقِيْبُ: فوجی، کپتان۔ ایک فوجی عہدہ۔ وہ قوم کا سربراہ ہوتا ہے۔ اور ان کا ضامن و ذمہ دار شخص ہوتا ہے۔ اس کی جمع نُقَبَاء ہے۔
قَدْ نَقَبَ عَلٰى قَوْمِهٖ: وہ اپنی قوم کا سردار بن گیا۔ اس کا مضارع يَنْقُبُ ہے اور مصدر نِقَابَةٌ. اس کی مثال كَتَبَ يَكْتُبُ كِتَابَةً ہے۔ الفراء کا قول ہے اگر کہنے سے مراد یہ ہو کہ وہ نقیب اور سردار تو نہ تھا لیکن اس نے یہ کام کر لیا، تو کہتے ہیں: نَقُبَ نَقَابَةً: وہ از خود نقیب بن گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ سیبویہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: النِّقَابَة (نون مکسور) اسم ہے اور (نون مفتوح) النَّقَابَةُ مصدر ہے۔ اس کی مثال الوِلَايَةُ اور الوَلَايَةُ ہے۔
النَّقِيْبَةُ: نفس۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ مَيْمُوْنُ النَّقِيْبَةِ: وہ مبارک یا بابرکت نفس آدمی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: مَيْمُوْنُ الأَمْرِ يَنْجَعُ فِيْمَا يُحَاوِلُ وَيَظْفَرُ: میمون الأمر آدمی اپنی کوشش میں کامیاب اور فتح مند ہوتا ہے اور اسے مَيْمُوْنُ الْمَشْوَرَةِ بھی کہا گیا ہے۔
نَقَبُوْا فِي الْبِلَادِ: وہ بھاگنے یا راہ فرار کی تلاش میں سارے ملک میں گھومے پھرے یا فرار کی تلاش میں سارا ملک چھان مارا۔

ن ق ح — تَنْقِيْحُ الشِّعْرِ: شعر کو سنوارنا۔ کہا جاتا ہے کہ: خَيْرُ الشِّعْرِ الْحَوْلِيّ الْمُنَقَّحُ: بہترین شعر وہ ہے جس کی سال بھر تک نوک پلک درست نہ ہوتی رہی ہو۔

ن ق خ — النُّقَاخُ: (نون مضموم) میٹھا پانی۔ جو اپنی ٹھنڈک کے باعث دل کو تراوٹ دیتا ہے۔ میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی يَنْقُخُهُ ہے یعنی وہ اسے توڑتا ہے۔

ن ق د — نَقَدَهُ الدَّرَاهِمَ نَقَدَ لَهُ الدَّرَاهِمَ: اس نے اسے درہم عطا کیے۔ فَانْتَقَدَهَا: تو اس نے لے لئے۔ نَقَدَ الدَّرَاهِمَ وَانْتَقَدَهَا: اس نے درہموں میں سے کھوٹے الگ نکال دیے۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔
دِرْهَمٌ نَقْدٌ: کھرا درہم۔ نَاقَدَهُ: اس نے معاملے میں اس کے ساتھ مناقشہ کیا۔

ن ق ذ — أَنْقَذَهُ مِنْ كَذَا: اس نے اسے فلاں (مشکل) سے نکال لیا یا بچا لیا۔
اسْتَنْقَذَهُ وَتَنَقَّذَهُ تَنَقُّذاً: سب کا معنی یہی ہے۔

ن ق ر — نَقَرَ الطَّائِرُ الْحَبَّةَ: پرندے نے دانے پر چونچ ماری اور اسے اُٹھا لیا۔
نَقَرَ الشَّيْئَ: اس نے چیز میں چونچ سے سوراخ کر دیا۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ: صُور پھونکا گیا۔
النُّقْرَةُ: ڈلی۔ النُّقْرَةُ کا معنی زمین کے اندر چھوٹا سا سوراخ بھی ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ نُقْرَةُ القَفا ہے یعنی گردن کے پچھلے حصے کا گڑھا۔
النَّقِيْرُ: گٹھلی کے اوپر والی جھلّی۔
النَّقِيْرُ دراصل وہ لکڑی ہے جس میں کھود کر پیالے کی طرح گڑھا سا بنایا جاتا ہے۔ اس میں نبیذ بھگویا جاتا ہے تاکہ اس میں جلد نشہ آجائے۔ اسی کے بارے میں حدیث میں ممانعت آئی ہے۔
المِنْقَرُ بروزن المِبْضَعُ: کدال۔
مِنْقَارُ الطَّائِرِ: پرندے کی چونچ۔ اور نجّار کا آلہ یعنی ستھرا یا چھینی۔ اس کی جمع مَنَاقِيْرُ ہے۔
أَنْقَرَ عَنْهُ: وہ اس سے رُک گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُنْقِرَ عَنْ قَاتِلِ المُؤْمِنِ: یعنی اللہ تعالیٰ مومن کے قاتل کو ہلاک کئے بغیر رکنے والے نہیں ہیں۔

ن ق ر س — النِّقْرِسُ: (نون مکسور) ایک مشہور بیماری۔

ن ق س — النَّاقُوْسُ: گھڑیال، جو نصاری اپنی عبادات کے اوقات پر بجاتے ہیں۔
قَدْ نَقَسَ: اس نے ناقوس بجایا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: كَادُوْا يَنْقُسُوْنَ حَتّٰى رَاى عَبْدُ اللّٰهِ بنُ زَيْدٍ الأَذَانَ فِي المَنَامِ: مسلمان نماز کے لئے لوگوں کو بلانے کیلئے ناقوس بجانے ہی والے تھے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی۔
النِّقْسُ: (نون مکسور) روشنائی جس سے لکھا جاتا ہے۔ اس کی جمع أَنْقُسٌ اور أَنْقَاسٌ ہے۔
نَقَّسَ دَوَاتَهُ تَنْقِيْسًا: اس نے اپنی دوات میں روشنائی ڈالی۔

ن ق ش — نَقَشَ الشَّيْئَ: چیز پر نقش و نگار بنانا۔
النَّقْشُ کا معنی موچنے سے بال نوچنا بھی ہے۔
المِنْقَاشُ: بال نوچنے کا موچنا۔
المُنَاقَشَةُ: حساب میں تفصیلی جائزہ لینا۔ باہم مباحثہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ نُوْقِشَ عُذِّبَ: جس سے سختی سے حساب لیا گیا تو عذاب دیا گیا۔
نَقَشَ الشَّوْكَةَ مِنْ رِجْلِهِ: اس نے اپنے پاؤں سے کانٹا نکالا۔ اس کا باب نَصَرَ بھی ہے۔ انْتَقَشَهَا: اس نے کانٹے کو نکال باہر کیا۔

ن ق ص — نَقَصَ الشَّيْئُ: چیز گھٹ گئی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور نُقْصَانًا بھی

ہے۔
نَقَصَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے گھٹایا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔
میرا کہنا ہے کہ النَّقصُ فعل متعدی کا مصدر ہے اور النُّقصَان فعل لازم کا مصدر ہے۔
یہ فعل متعدی بہ دو مفعول ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ نَقَصَهُ حَقَّهُ یعنی اس نے اس کا حق گھٹا دیا یا کم کر دیا۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا: پھر وہ تمہیں حق میں کچھ کمی نہ کریں گے۔ رہا یہ کہنا کہ نَقَصَ المَالُ دِرْهَمًا والبُرُّ مُدًّا: رقم میں ایک درہم کم ہوا اور گیہوں میں ایک مُدّ تو یہاں درهمًا اور مُدًّا تمیز ہے۔
میری بات ختم ہوئی۔
انْتَقَصَ الشَّيْئُ: چیز گھٹ گئی۔ انْتَقَصَهُ غَيْرُهُ کا معنی کسی اور نے اسے گھٹا دیا، بھی ہے۔
اسْتَنْقَصَ المُشْتَرِي الثَّمَنَ: گاہک نے اسے قیمت کم کرنے کو کہا۔
المَنْقَصَةُ: (میم مفتوح، قاف مفتوح) کمی، گھاٹا۔
النَّقِيصَةُ: عیب۔
فُلَانٌ يَنتقِصُ فُلَانًا: فلاں شخص فلاں شخص کی عیب گوئی کرتا ہے۔

ن ق ض – نَقَضَ البِنَاءَ الحَبْلَ والعَهْدَ: اس نے عمارت گرا دی اور رسی توڑ دی۔ اور عہد شکنی کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
النُّقَاضَةُ: (نون مضموم) بالوں کی رسّی سے گرنے والی لڑی۔
المناقَضَةُ في القول: متناقض بات کرنا۔ وہ بات کہنا جو اس کے معنی کے خلاف ہو۔
الانْتِقَاضُ: کمزور اور دبلا ہونا۔
النِّقْضُ: (نون مکسور) توڑنا۔
المَنْقُوضُ: ٹوٹا ہوا، توڑا ہوا، شکستہ۔
أَنْقَضَ الحِمْلُ ظَهْرَهُ: بوجھ نے اس کی کمر توڑ ڈالی۔ یہی لفظ آیت قرآنی میں ہے: أَنْقَضَ ظَهْرَكَ: بار نبوت نے آپ کی کمر توڑ دی۔ الإنْقَاضُ کا اصل معنی چرچراہٹ قسم کی ہلکی آواز ہے۔
انْقَاضُ العِلْكِ: چبانے کی آواز۔ کھانا کھاتے وقت ایسی آواز نکالنا مکروہ ہے۔
النَّقِيضُ: کجاوے اور ہودج کی حرکت کی آواز۔

ن ق ط – النُّقْطَةُ: نقطہ، اس کی جمع نُقَطٌ اور نِقَاطٌ (نون مکسور) بھی ہے۔ اس کی مثال بُرْمَةٌ کی جمع بِرَامٌ ہے۔
نَقَطَ الكتابَ: اس نے کتاب میں نقطے ڈال دیئے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
نَقَّطَ المَصَاحِفَ تنقيطًا: اس نے مصاحف پر نقطے لگائے۔ اس کا اسم فاعل نَقَّاطٌ ہے۔

ن ق ع – النَّقْعُ: بروزن النَّفْعُ: غبار، گرد، مٹی۔ النَّقْعُ کا معنی کنویں میں جمع شدہ

پانی بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ نَهَى اَنْ يُمْنَعَ نَقْعُ الْبِئرِ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں کے جمع شدہ پانی کو روکنے سے منع فرمایا۔

النَّقُوْعُ: (نون مفتوح) دواء یا نبیذ کے لئے رات ہی سے رکھا ہوا پانی۔

اَنْقَعَ الدَّوَاءَ وَغَيْرَهُ فِي الْمَاءِ: اس نے دواء وغیرہ کو پانی میں بھگویا۔ اسے مُنْقَعٌ کہتے ہیں۔

نَقَعَ الْمَاءُ الْعَطَشَ: پانی نے پیاس بجھا دی۔ اس کا باب قطع اور خضع ہے۔ مثل ہے کہ گھونٹ گھونٹ کر کے اور تھوڑا تھوڑا کر کے پانی پینا پیاس زیادہ بجھاتا ہے۔ یعنی پیاس بجھانے میں زیادہ کارگر ہے۔

سُمٌّ نَاقِعٌ: زہر قاتل۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پختہ زہر۔

النَّقِيْعُ: منقے یا انگور سے حاصل کیا ہوا مشروب جسے پکائے بغیر پانی میں بھگویا جاتا ہے۔

نَقَعَ بِالْمَاءِ: اس نے پانی میں بھگویا۔

شَرِبَ حتى نَقَعَ: اس نے سیر ہو کر پیا۔

مَـاءٌ نَاقِعٌ: صاف و شفاف پانی جو سیر کر کے پیاس بجھاتا ہے۔

نَقَعَ الْمَاءُ فِي الْمَوْضِعِ: پانی ایک جگہ جمع ہو گیا۔ اِسْتَنْقَعَ کا بھی یہی معنی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ: طال انقاع الماء: پانی بڑی دیر جمع رہا۔

اِسْتِنْـقَـاعُهُ: پانی کا زیادہ دیر تک جمع رہ کر رنگ زرد ہو جانا۔

سَمٌّ مُنَقَّعٌ: مارا ہوا زہر۔

اِسْتَنْقَعَ فِي الْغَـدِيْرِ: وہ تالاب میں اتر کر نہایا گویا وہ وہاں ٹھہرا رہا تا کہ ٹھنڈا ہو جائے۔ ایسی جگہ کو مُسْتَـنْقَعٌ کہتے ہیں۔

اِسْتَنْقَعَ الْمَآءُ فِي الْغَدِيْرِ: تالاب میں پانی جمع ہو گیا اور ٹھہرا رہا۔

اُسْتُنْقِعَ الشَّيْئُ: چیز پانی میں بھگونے کو پڑی رہی۔ یہ فعل مجہول ہے۔

ن ق ف -- النَّقْفُ: کھوپڑی توڑ کر دماغ سے نکال لینا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ن ق ق -- نَقَّ الضِّفْدَعُ: مینڈک ٹرایا۔

نَقُّ الْعَقْرَبُ: بچھو کی آواز۔

الدِّجَاجَة تَنِقُّ (نون مکسور) نَقِيْقًا: مرغی کڑکڑاتی ہے۔ یا کُڑ کُڑ کرتی ہے۔ شاید بلی کی میاؤں میاؤں کرنے کو بھی یہی کہتے ہیں۔

ن ق ل -- نَقَلَ الشَّيْئُ: چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کرنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الْمُنْقَلُ: پھٹا ہوا پرانا موزہ یا پھٹا ہوا پرانا جوتا۔ اس کا ذکر حضرت ابن مسعود رضی اللہ

عنہ کی حدیث میں ہے۔
النُّقْلُ: (نون مضموم) شراب پینے کے بعد جو خُرش چیزیں کھائی جاتی ہیں۔
میرا کہنا ہے کہ الازہری کے بقول ثعلب نے کہا کہ النَّقْلُ صرف نون مفتوح کے ساتھ ہے۔ النُّقْلَةُ اسم ہے فعل انتقال کا یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔
نَاقَلَهُ الحَدِيْثُ: دو آدمیوں میں سے ایک نے دوسرے کو حدیث سنائی۔
النَّقِيْلَةُ: وہ پیوند یا چمڑے یا کپڑے کا ٹکڑا جس سے اونٹ کے کھر یا جوتے کو پیوند کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع النَّقَائِل ہے۔
قَدْ نَقَلَ ثَوْبَهُ: اس نے اپنے کپڑے کو پیوند لگایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اَنْقَلَ خُفَّهُ: اس نے اپنے موزے کو پیوند لگایا یا اس کی مرمّت کی۔ نَقَّلَهُ تَنْقِيْلًا کا بھی یہی معنی ہے۔ کہا جاتا ہے: نَعْلٌ مُنَقَّلَةٌ یعنی مرمّت شدہ جوتا۔
التَّنَقُّلُ: تحویل۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔
نَقَّلَهُ تَنْقِيْلًا: اس نے اسے کثرت سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا۔
المُنَقِّلَةُ: (قاف مکسور) وہ زخم جو ہڈی کو توڑے تا آنکہ اس ہڈیوں میں سے پتلی ہڈیاں نمودار ہوں۔
ن ق م — نَقَمَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر عتاب کیا۔ اس کا اسم فاعل نَاقِمٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا نَقَمَ مِنْهُ اِلا الاِحْسَان: اس نے اس سے انتقام کے بدلے احسان کے سواء اور کچھ نہیں کیا۔
نَقَمَ الأَمْرَ: اس نے بات کو ناپسند کیا۔ ان دونوں کا باب ضَرَبَ ہے اور نَقِمَ کا باب فَهِمَ ہے جو نَقَمَ کا ایک لہجہ ہے۔
اِنْتَقَمَ اللّٰهُ مِنْهُ: اللہ نے اس پر عذاب کیا۔ اس کا اسم النِّقْمَةُ ہے۔ اس کی جمع نِقِمَاتٌ اور نِقَمٌ ہے۔ اس کی مثال کَلِمَةٌ کی جمع کَلِمَاتٌ اور کَلِمٌ ہے۔ چاہو تو اس کے بدلے نِقْمَةٌ اور نِقْمٌ بھی کہہ سکتے ہو۔ اس کی مثال نِعْمَةٌ اور نِعَمٌ ہے۔
فُلَانٌ مَيْمُوْنُ النَّقِيْمَةِ: فلاں شخص بابرکت طبیعت والا ہے۔ یہاں النَّقِيْمَةُ النَّقِيْبَةُ سے بدلا ہوا ہے۔
ن ق ہ — نَقِهَ مِنَ المَرَضِ: وہ صحت یاب ہوا۔ اس کا باب طرب اور خَضَعَ ہے۔ یہ صحتیابی بیماری کے بعد والی ہے۔ اس کا اسم فاعل نَاقِهٌ بمعنی صحت یاب ہے۔ اس کی جمع نُقَّهٌ ہے۔
اَنْقَهَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے شفایاب کرے۔
فُلَانٌ لَا يَفْقَهُ وَلَا يَنْقَهُ: وہ نہ سمجھتا ہے نہ بوجھتا ہے۔
ن ق ا — نُقَاوَةُ الشَّيْئِ وَنُقَايَتُهُ: (نون مضموم) چیز کا عمدہ اور چیدہ حصہ۔

نَقِيَ الشَّيْئُ: چیز صاف ستھری ہوگئی۔ (قاف مکسور) اس کا مصدر نَقَاوَةٌ (نون مفتوح) ہے۔ اس کا اسم فاعل نَقِيٌّ یعنی پاک صاف ستھرا ہے۔

النَّقَاءُ: (الف ممدود) صفائی۔ النَّقَا: (الف مقصور) ریت کا ڈھیر یا ٹیلہ۔ اس کی تثنیہ نَقَوَانِ اور نَقَيَانِ بھی ہے۔

التَّنْقِيَةُ: صاف کرنا۔

الإِنْتِقَاءُ: منتخب کرنا۔ چُن لینا۔

التَّنَقِّي: چُنا جانا، منتخب ہونا۔ اَنْقَتِ الإِبِلُ وغیرہ: اونٹ وغیرہ موٹا تازہ یا فربہ ہوگیا۔ اور اس کے اندر گودا پیدا ہوگیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: هٰذِهِ نَاقَةٌ مُنْقِيَةٌ یہ اونٹنی فربہ ہے۔ وهٰذِهٖ لَا تُنْقِي: اور یہ اونٹنی فربہ نہیں ہوتی۔

ن ک ب - نَكَبَ عَنِ الطَّرِيْقِ: وہ راستے سے بھٹکا، یا دوسری طرف مُڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ کہا جاتا ہے: نَكَّبَ عَنْهُ تَنْكِيْبًا وتَنَكَّبَ عَنْهُ تَنَكُّبًا: وہ اس سے مُڑ گیا یا پھر گیا یعنی اس نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے الگ ہوگیا۔ نَكَّبَ تَنْكِيْبًا کا معنی بھی یہی ہے۔

تَنَكَّبَهُ: اس نے اس سے اجتناب کیا۔

النَّكْبَةُ: اس کی جمع نَكَبَاتُ الدَّهْرِ: زمانہ کی گردش۔

نُكِبَ الرَّجُلُ: آدمی پر گردش آگئی۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مَنْكُوْبٌ ہے۔

الْمَنْكِبُ: بروزن الْمَجْلِسُ: کندھے اور بازو کا جوڑ۔

ن ک ث - نَكَثَ الْعَهْدَ والْحَبْلَ: اس نے عہد شکنی کی اور رسی یا تعلق توڑ دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ن ک د - نَكِدَ عَيْشُهُ: اس کی زندگی تلخ ہوگئی یا تنگ ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

رَجُلٌ نَكِدٌ: غریب آدمی۔ اس کی جمع اَنْكَادٌ اور مَنَاكِيْدُ ہے۔

نَاكَدَهُ وَهُمَا يَتَنَاكَدَانِ: اس نے اس کی زندگی تلخ یا تنگ کر دی۔ اور ان دونوں نے ایک دوسرے کی زندگی تلخ یا تنگ کر دی۔

الأَنْكَدُ: منحوس شخص۔

ن ک ر - النَّكِرَةُ: اسم نکرہ، اس کی ضد الْمَعْرِفَةُ اسم معرفہ ہے۔ قَدْ نَكِرَهُ: اس نے اس کو نہیں جانا یا پہچانا، وہ اس سے ناواقف ہوا۔ اس میں کاف مکسور ہے۔ اس کا مصدر نُكْرًا اور نُكُوْرًا (نون مضموم) ہے۔

اَنْكَرَهُ واسْتَنْكَرَهُ: دونوں کا ایک معنی ہے وہ یہ کہ اس نے اسے جاننے پہچاننے سے انکار کیا۔

نَكَّرَهُ: اس نے اسے بدل دیا۔ یا اس کی شکل بدل دی یا اسے اَنجان بنایا۔ فَتَنَكَّرَ: تو اس کی شکل بدل گئی یا وہ ان جان بن گیا۔
المُنكَرُ: ناشائستہ کام، برائی۔ اس کی جمع المَنَاكِيرُ ہے۔
التَّنْكِيرُ والانكار: برائی کو بدلنا۔
مُنكَر ونَكِيْر: دو فرشتوں کے نام۔
النُّكْرُ: برائی۔ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا: تم نے ایک نازیبا کام کیا۔ اس لفظ کو بعض اوقات کاف متحرک کر کے پڑھتے ہیں اس کی مثال عُسْرٌ اور عُسُرٌ کی ہے۔
الإِنْكَارُ: انکار کرنا۔

ن ک س — نَكَسَ الشَّيْئَ فَانْتَكَسَ: اس نے اسے سر کے بل الٹا دیا تو وہ الٹ گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
نَكَّسَهُ تَنْكِيسًا کا بھی یہی معنی ہے۔
النُّكْسُ: (نون مضموم) شفایاب ہونے کے بعد دوبارہ بیمار ہونا۔ قَدْ نُكِسَ الرَّجُلُ نُكْسًا: آدمی اُلٹ گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ کہا جاتا ہے: تَعْسًا لَهُ ونُكْسًا: اس کے لئے تباہی ہو۔ اس محاورے میں نکسا کو مفتوح النون بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ یا دو ہم معنی لفظوں کے آنے کی وجہ سے ہے یا پھر یہ اس لفظ کا ایک اور لہجہ ہے۔

ن ک ص — النُّكُوصُ: کسی چیز سے رُک جانا یا پیچھے ہٹنا۔ کہا جاتا ہے: نَكِصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ: وہ اُلٹے پاؤں مڑا۔ اس کا باب نَصَرَ، دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔

ن ک ف — النُّكُفُ: منہ پھیرنا، پھر جانا، منہ موڑنا۔

ن ک ل — النِّكْلُ: بروزن الطِّفْلُ: بیڑی، جولان۔ اس کی جمع اَنْكَالٌ ہے۔
نَكَّلَ بِهِ تَنْكِيْلًا: اس نے اسے دوسروں کے لئے عبرت بنا دیا۔
نَكَلَ عَنِ العَدُوِّ وعَنِ اليمين: وہ دشمن اور حلف سے پیچھے ہٹا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ یعنی وہ بزدل ہوا یا اس نے بزدلی دکھائی۔ ابو عبید نے کہا کہ نَكِلَ (کاف مکسور) اس کا ایک لہجہ ہے۔ لیکن اصمعی رحمہ اللہ نے اس سے انکار کیا ہے۔
حدیث شریف میں ہے: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ النَّكَلَ عَلَى النَّكَلِ: (نون اور کاف دونوں مفتوح) خدا تعالیٰ تجربہ کار مضبوط شہسوار، تجربہ کار مضبوط گھوڑے پسند کرتا ہے۔

ن ک ہ — النَّكْهَةُ: منہ کی بو۔
نَكِهَهُ: اس نے اس کی بو سونگھی۔
استَنْكَهَهُ فَنَكَهَ: اس نے اُسے بو سنگھانے کو کہا تو اس نے اس کے منہ کی بو سونگھ لی تاکہ یہ دیکھ لے کہ وہ شراب پیے

ہوئے تو نہیں ہے۔

نَكِهَ الرَّجُلُ: یہ فعل مجہول ہے اور معنی ہے کہ بدہضمی کے باعث منہ کی بو بدل گئی ہے۔

ن ک ی ـ نَكَى فِي العَدُوِّ: اس نے دشمنوں میں قتل کیا اور زخمی کیا۔ اس کا مضارع يَنكِي ہے اور مصدر نِكايةٌ ہے۔

ن م ر ـ النَّمِرُ: بروزن الكَتِفُ: چیتا، درندہ جانور۔ اس کی جمع نُمُورٌ (نون مضموم) ہے۔ شعر میں یہ لفظ نُمُرٌ بھی آیا ہے۔ لیکن یہ شاذ ہے۔ اس کی مؤنث نَمِرَةٌ ہے۔ النَمِرَةُ کا معنی ادنی چادر بھی ہے جو بدو لوگ اوڑھتے ہیں۔ اس کا ذکر حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

مَاءٌ نَمِيرٌ بروزن سَمِيرٌ: صحت مند پانی، میٹھا ہو یا نہ ہو۔

ن م ر ق ـ النُّمْرُقُ والنُّمْرُقَةُ: چھوٹا تکیہ۔

النِّمرِقَةُ اس کا ایک اور لہجہ ہے۔ اس میں نون مکسور ہے۔ شاید کجاوے پھٹے پرانے کپڑے (الطِّنفِسَةُ) کو نُمرُقَةٌ کہتے ہیں۔

ن م س ـ نَامُوسُ الرَّجُلِ: آدمی کا راز دار دوست، ہمراز جو اسے دل کی بات کہے اور اس کا راز دوسروں سے نہ کہے۔ اہل کتاب حضرت جبریل امین کو النَّامُوس کہتے ہیں۔

النَّامُوسُ کا معنی گھات بھی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ مجھے اپنے پاس دستیاب اصول لغت کی کتابوں میں التَّنَمُّسُ اور التَّنمِيسُ کا لفظ ان معنوں میں نہیں ملا جو معانی صاحب کتاب کا مقصود ہیں۔

النِّمسُ: نیولا جو سانپ کو مار ڈالتا ہے اور مصر کی سرزمین میں پایا جاتا ہے۔

قَدْ نَمِسَ السَّمْنُ: گھی خراب ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ن م ش ـ النَّمَشُ: (نون اور میم دونوں مفتوح) سیاہ اور سفید دھبے یا نقطے۔

ن م ط ـ النَّمَطُ: (نون اور میم دونوں مفتوح) لوگوں کی جماعت جن کا معاملہ یا کام ایک ہو۔ حدیث شریف میں ہے: خَيْرُ هٰذِهِ الأُمَّةِ النَّمَطُ الأَوْسَطُ يَلْحَقُ بِهِمُ التَّالِي وَيَرْجِعُ إِلَيْهِمُ الغَالِي: اس امت کے بہترین لوگ وہ معتدل اور متوسط مزاج لوگ ہیں جن کے ساتھ پیچھے رہ جانے والے جا ملتے ہیں اور غلو کرنے والے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (اشارہ اہل بیت کی طرف ہے)۔

ن م ق ـ نَمَقَ الكِتَابَ: اس نے کتاب لکھی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

نَمَّقَهُ تَنْمِيْقًا: اس نے اسے لکھائی سے آراستہ کیا۔

ن م ل — النَّمْلُ: چیونٹی۔ اس کا واحد النَّمْلَةُ ہے۔

اَرْضٌ نَمِلَةٌ: چیونٹی والی سرزمین۔

طَعَامٌ مَنْمُوْلٌ: جس کھانے میں چیونٹیاں پڑی ہوں۔

الأَنْمَلَةُ: (الف مفتوح) انگلی اس کی جمع الأَنَامِلُ ہے۔ اس کا معنی انگلیوں کے سرے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ الأُنْمَلَةُ (الف مفتوح اور میم مفتوح) کا ذکر الدیوان کے باب افعل کے تحت کیا گیا ہے۔ ثعلب نے بباب المفتوح اوّله من الاسماء میں لکھا ہے کہ بعض اوقات اس کلمے کا پہلا حرف مضموم ہوتا ہے۔ البتہ میم مضموم کا مجھے علم نہیں کہ کسی نے اس کا ذکر کیا ہو۔ اس کا ذکر صرف المُطَرِّزی نے المُغْرِب میں کیا ہے۔

ن م م — نَمَّ الحَدِيْثَ: اس نے چغلی کھائی۔ اس کا باب رَدَّ ہے لیکن نَمَّ يَنِمُّ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ اس کا اسم النَّمِيْمَةُ ہے بمعنی چغلی۔ چغلخور مرد کو نَمٌّ اور نَمَّامٌ کہتے ہیں۔

النَّمَّامُ: ایک خوشبودار پودے کو بھی کہتے ہیں۔

نَمْنَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو نقش و نگار سے آراستہ کیا۔

ثَوْبٌ مُنَمْنَمٌ: نقش و نگار سے آراستہ کپڑا۔

ن م ی — نَمَى المَالُ: مال بڑھا۔ (میم مکسور)۔ يَنْمِيْ نَمَاءً: (نون مفتوح اور الف ممدود)۔ ممکن ہے اس کا باب سَمَا ہو۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُمَثِّلُوْا بِنَامِيَةِ اللّٰهِ: خلق خدا کا مثلہ نہ کرو کیونکہ مخلوق بھی تو نامیہ ہے۔

نَمَى الحَدِيْثَ اِلٰى فُلَانٍ: اس نے حدیث کی نسبت فلاں شخص سے کی۔

نَمَى الرَّجُلَ اِلٰى اَبِيْهِ: اس نے اسے اس کے باپ سے منسوب کیا۔ دونوں کا باب رَمَى ہے۔

اِنْتَمَى هُوَ: وہ منسوب ہوا۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: نَمَيْتُ الحَدِيْثَ (میم مخفف) میں ازراہِ اصلاح و خیر خواہی بات اس تک پہنچا دی۔

نَمَّيْتُهُ تَنْمِيَةً: میں اس تک بات بطور چغلی اور شرانگیزی پہنچا دی۔

رَمَى الصيد فَاَنْمَاهُ: اس نے شکار کو تیر مارا۔ شکار نظروں سے غائب ہو کر مر گیا۔ حدیث شریف میں ہے: كُلْ مَا اَصْحَبْتَ وَدَعْ مَا اَنْمَيْتَ: جس جانور کو تم مارو (شکار کر کے یا ذبح کر کے)

اور وہ تمہارے تیر سے مر جائے اس کا گوشت کھاؤ۔ لیکن جو جانور مارنے کے بعد بھاگ نکلے اور تمہاری نظروں سے اوجھل ہو کر مرے۔ اس کا گوشت نہ کھاؤ۔ اسے چھوڑ دو۔

ن ہ ب – النَّهْبُ: بروزن الضَّرْبُ: مال غنیمت، اس کی جمع النِّهَابُ (نون مکسور ہے) ہے۔ الانْتِهَابُ: لوٹ۔ وہ مال جسے جو چاہے لے لے۔ کہا جاتا ہے: اَنْهَبَ الرَّجُلُ مَالَهُ فَانْتَهَبُوْهُ نهبوه وناهبوه: آدمی نے اپنا مال لٹایا تو لوگوں نے اسے لوٹ لیا۔ ان سب کلمات کا ایک ہی معنی ہے۔

ن ہ ب ر – النَّهَابِرُ: بروزن المَنَابِرُ: ہلاکت کی جگہیں۔ مقامات ہلاکت۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ جَمَعَ مَالًا مِنْ مَهَاوِشَ اَذْهَبَهُ اللّٰهُ فِي نَهَابِرَ: جس نے حرام ذرائع سے مال جمع کیا اسے اللہ تعالیٰ مقامات ہلاکت میں لے جائے گا۔

ن ہ ج – النَّهْجُ: بروزن الفَلْسُ اور المَنْهَجُ بروزن المَذْهَبُ اور المِنْهَاجُ: واضح راستہ۔

نَهَجَ الطَّرِيْقَ: اس نے راستہ کو ظاہر، نمایاں اور واضح کر دیا۔ نَهَجَهُ: کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ راہ چلا۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔

النَّهَجُ: (نون اور ھاء دونوں مفتوح) ہانپنا اور چکا چوند ہونا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ رَاَى رَجُلًا يَنْهَجُ: کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو موٹاپے کے باعث ہانپ رہا تھا۔

ن ہ ر – النَّهَارُ: دن، اس کی ضد اللَّيْلُ: رات ہے۔ عَذَابٌ اور سَرَابٌ کی طرح اس کی جمع نہیں بنائی جاتی، لیکن اگر جمع بنانا چاہو تو اس کی جمع قلت اَنْهُرٌ اور جمع کثرت نُهُرٌ ہو گی۔ ان میں نون اور ھاء دونوں مضموم ہیں۔ اس کی مثال سَحَابٌ کی جمع سُحُبٌ ہے۔ بطور سند ابن کیسان نے یہ شعر پڑھا:

لَوْلَا ثَرِيْدَانِ لَمُتْنَا بِالضُّمُرْ
ثَرِيْدُ لَيْلٍ وَثَرِيْدُ بِالنُّهُرْ

"اگر رات اور دن کے دو ثرید (کھانے) نہ ہوتے تو ہم لاغری اور کمزوری کے مارے جاتے۔"

النَّهَرُ: (ھاء ساکن اور مفتوح) پانی کی نہر۔ اس کی جمع اَنْهَارٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: فِي جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ: باغات اور نہروں میں۔ یہاں نَهَرٍ واحد کے صیغے سے جمع مراد ہے۔ اسی طرح دوسرا قول خداوندی ہے: وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ: اسی طرح کہا گیا ہے: فِي ضِيَاءٍ وَسَعَةٍ.

نَهَرَ النَّهْرَ: اس نے نہر کھودی۔

نَهَرَ المَاءُ: پانی زمین میں رواں اور

جاری ہو گیا۔ اور اس نے نہر کی شکل اختیار کی۔ ان دونوں کا باب قطع ہے۔ کثیر مقدار میں جو چیز ہے اسے نَهَرَ کہتے ہیں۔ إِسْتَنْهَرَ کا معنی بھی یہی ہے۔ أَنْهَرَ الدَّمَ: اس نے خون بہایا۔ أَنْهَرَ: وہ دن میں داخل ہوا۔ نَهَرَهُ: اس نے اسے جھڑکا۔ اس کا باب قطع ہے۔ انتَهَرَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ن ھ ز — النُّهْزَةُ: بروزن الفُرْصَةُ: وزن اور معنی ہر دو اعتبار سے۔

انتَهَزَهَا: اس نے (فرصت) کو غنیمت جانا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔

نَاهَزَ الصَّبِيُّ البُلُوْغَ: بچہ بلوغت کے قریب ہو گیا۔

ن ھ س — نَهَسَتْهُ الحَيَّةُ: اسے سانپ نے کاٹ کھایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ن ھ ض — نَهَضَ: وہ کھڑا ہوا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔

أَنْهَضَهُ فَانْتَهَضَ: اس نے اسے اُٹھایا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

اسْتَنْهَضَهُ لِأَمْرِ كَذَا: اس نے اسے فلاں کام کے لئے اُٹھایا۔

ن ھ ق — نُهَاقُ الحِمَارِ: گدھے کی ڈھینک یا رینگ۔ قَدْ نَهَقَ يَنْهِقُ (ہاء مکسور) نَهِيْقًا وَيَنْهُقُ (ہاء مضموم) نُهَاقًا (نون مضموم) اور معنی وہ رینگا۔

ن ھ ک — نَهَكَهُ السُّلْطَانُ عَنْهُ اس کا باب فَهِمَ ہے اور معنی: سلطان نے اسے حد سے زیادہ سزا دی۔ حدیث شریف میں ہے: اعضا کو خوب دھو کر صاف کر لو ورنہ آگ انہیں سخت سزا دے گی۔

انْتِهَاکُ الحُرْمَةِ: حرام کاموں کا ارتکاب کرنا، حُرمت توڑنا۔

ن ھ ل — المَنْهَلُ: گھاٹ۔ جہاں چراگاہوں میں اونٹ پانی پینے آتے ہیں۔ جنگلوں میں مسافروں کے راستے پر ٹھہرنے کی جگہوں کو مَنَاهِل کہتے ہیں کیونکہ وہاں پانی دستیاب ہوتا ہے۔

النَّاهِلُ: پیاسا، تشنہ، اور سیراب بھی، یہ کلمہ کلمات اضداد میں سے ہے۔ بعض اس کے متضاد معانی ہیں۔

النَّهْلُ: پہلا گھونٹ، یا پہلی بار پینا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ن ھ م — النَّهْمَةُ: کسی کام میں حد درجہ ہمت کرنا۔

قَدْ نَهِمَ بِكَذَا نَهْمَةً: وہ فلاں کام کا مشتاق ہو گیا۔ ایسے شخص کو مَنْهُوْمٌ کہتے ہیں جس کا معنی مشتاق اور رَسیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمٌ بالمَالِ وَمَنْهُوْمٌ بِالعِلْمِ: دو مشتاق اور دلدادہ شخص سیر نہیں ہوتے، ایک مال کا دلدادہ اور رسیا، دوسرا

علم کار سیا۔
النَّهَـــمُ: (نون اور حاء دونوں مفتوح) کھانے کا بہت زیادہ لالچ۔
وَقَدْ نَهِـــمَ: وہ کھانے کا حد درجہ لالچی ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔
نَهَمَ الإبلَ: اس نے اونٹ کو ڈانٹا اور اس پر چیخا تا کہ وہ تیز چلے۔ اس کا باب قَطَعَ اور نَهِيمًا بھی ہے۔
ن ہ ہ—نَهْنَهَهُ عَنِ الشَّيئِ: اس نے کسی کام سے روکا اور ڈانٹا تو وہ رک گیا۔
ن ہ ی—النَّهْيُ: منع کرنا یا روکنا۔ اس کی ضد امر ہے۔
نَهَــاهُ عَنْ كَذا يَنْهَاهُ نَهْيًا، وانْتَهیٰ عنـــه: اس نے اسے فلاں بات سے روکا تو وہ رک گیا۔
تَناهَـــى کا معنی بھی یہی ہے یعنی وہ رک گیا۔
تَنَاهَـوْا عَـنِ الْمُنْكَرِ: انہوں نے ایک دوسرے کو برائی سے روکا۔ لوگ کہتے ہیں:
اِنَّهُ لَأَمُوْرٌ بالمَعْـرُوْفِ، نَهُوٌّ عَـنِ الْمُنْكَرِ: وہ بھلائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا اور برائی سے بہت زیادہ روکنے والا ہے۔ نَهُوٌّ فَعُوْلٌ کے وزن پر ہے۔
النُّهْيَةُ: (نون مضموم) عقل سمجھ۔ اس کی جمع النُّهَى ہے۔ اس لفظ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عقل برے کاموں سے روکتی ہے۔

تَنَاهَى الْمَاءُ: پانی تالاب میں ٹھہر گیا۔
الإنْهَاء: اطلاع پہنچانا۔
اَنْهَى اِلَيْهِ الْخَبَرَ فانْتَهَى وتَنَاهَى: اس نے اس تک خبر پہنچائی تو وہ پہنچ گئی۔
النِّهَــايَةُ: نہایت، آخر، غایت۔ کہا جاتا ہے کہ: بَلَغَ نِهَايَتَهُ: وہ اپنی غایت یا مراد کو پہنچ گیا۔
هـــذا رَجُلٌ نَاهِيْكَ مِنْ رَجُلٍ: یہ آدمی تمہارے لئے اس آدمی کے مقابل میں کافی ہے۔ وہ تمہیں اپنی سنجیدگی اور مروت کے پیش نظر کسی دوسرے کی تلاش سے منع کرتا ہے۔
وَهـــذِهِ امرأةٌ نَاهِيَتُكَ مِن امرأةٍ: یہ عورت تمہارے اس عورت کے مقابلے میں کافی ہے۔ یہ لفظ کو مذکر و مؤنث، تثنیہ اور جمع بنایا جاتا ہے کیونکہ یہ فاعل ہے۔ اسم معرفہ کے ساتھ کہتے ہیں۔ هـــذا عَبْـدُ اللّٰهِ ناهِيْكَ مِنْ رَجُلٍ: یہ عبداللہ ہے جو تیرے لئے اس شخص کے مقابلے میں کافی ہے۔ یہاں نَاهِيْكَ کو نصب حال ہونے کے سبب سے دی گئی ہے۔
ن و أ—نَاءَ بالحِمْــلِ: وہ بوجھ اٹھا کر بھاری قدموں اٹھا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
نَـاءَ بِــهِ الحِـــمْـلُ: وزن یا بوجھ نے اسے بھاری قدم کر دیا۔ یہی مفہوم اس قول خداوندی میں ہے: لَتَـنُوْءُ بالعُصْبَةِ:

ایک جماعت بھی بمشکل ان کو اٹھا سکتی تھی۔

النَّوْءُ: کسی ستارہ کا مغرب میں اپنی منازل سے گر جانا یعنی غروب ہونا اور اسی وقت فجر کا طلوع ہونا اور اس ستارے کا مدّ مقابل ستارہ کا مشرق سے اسی وقت طلوع ہونا، اور یہ عمل ہر تیرہ دن کے بعد ہوتا ہے۔ سوائے الجَبْهَة کے، کہ اس کے چودہ دن ہوتے ہیں۔ عرب لوگ دورِ جاہلیت میں بارشیں، ہوائیں، گرمی اور سردی کے اوقات کا تعین اس ستارے کے غروب ہونے سے کرتے تھے۔ طلوع ہونے والے ستارے کے لئے کہا جاتا تھا کہ بارشوں، ہواؤں اور سردی گرمی کا آنا اس کے اختیار میں ہے۔ اس کی جمع اَنْوَاء اور نُوْءَان ہے۔ اس کی مثال عَبْدٌ اور عُبْدَان ہے۔ نَاوَاه مُنَاوَأَةً ونِوَاءً: (نون مکسور اور الف ممدود)۔ اس نے اس سے دشمنی کی۔ کہا جاتا ہے کہ: اِذَا نَاوَأْتَ الرِّجَالَ فَاصْبِرْ: جب لوگوں سے دشمنی کرو تو (رد عمل پر) صبر کرو یا برداشت کرو۔ ممکن ہے کہ اسے حرف لین سے بھی بولا اور لکھا جاتا ہو۔ نَاءَ اللَّحْمُ: اس کا باب بَاعَ ہے اور معنی گوشت کچا رہ گیا۔ اس کا اسم فاعل نَيِّءٌ بروزن نَيِّلٌ ہے۔ اور معنی کچا یا ناپختہ۔

اَنَاءَهُ غَيْرُهُ اِنَاءَةً: کسی اور نے اسے کچا رکھا۔ نَاءَ بروزن بَاعَ نَأَي کا ایک لہجہ ہے۔ جس کا معنی ہے وہ دور ہوا۔

ن و ب — نَابَ عَنْهُ يَنُوبُ مَنَابًا: وہ اس کا قائم مقام ہوا۔ اَنَابَ اِلَى اللّٰهِ: اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کیا اور توبہ کی۔ النَّوْبَة اور النِّيَابَة دونوں کا ایک معنی ہے یعنی 'باری'۔ کہتے ہیں: جَاءَتْ نَوْبَتُكَ ونِيَابَتُكَ: تیری باری آ گئی۔ هُمْ يَتَنَاوَبُوْنَ فِي الْمَاءِ وَغَيْرِهِ: وہ پانی وغیرہ کی تقسیم میں اپنی اپنی باریاں مقرر کرتے ہیں۔ النَّائِبَةُ: مصیبت۔ اس کی جمع نَوَائِبُ الدَّهْرِ ہے یعنی زمانے کی مصیبتیں۔ الحُمّٰى النَّائِبَةِ: روز آنے والا بخار۔

ن و ح — التَّنَاوُحُ: تقابل۔ ایک دوسرے کے مدمقابل ہونا۔ اسی نسبت سے یعنی باہم مقابل ہونے کی نسبت سے النَّوَائِح: میت پر نوحہ کرنے والیاں نام پڑا ہے۔ نَاحَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے نوحہ یا ماتم کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور نِيَاحًا بھی۔ اس میں نون مکسور ہے۔ اس کا اسم النِّيَاحَةُ بمعنی نوحہ اور ماتم ہے۔ نِسَاءٌ نَوْحٌ: ماتم کرنے والی عورتیں۔ نَوْحٌ بروزن لَوْحٌ اَنْوَاحٌ بروزن اَلْوَاحٌ، نُوَّحٌ بروزن سُكَّرٌ نَوَائِحُ اور نَائِحَات سب الفاظ ہم معنی ہیں۔ لوگ

کہتے ہیں: كُنَّا فِي مَنَاحَةِ فُلَانٍ: ہم فلاں شخص کی عزاداری میں گئے تھے۔ مَنَاحَة میں میم مفتوح ہے۔ نُوْح: اسم علم۔ عجمہ اور معرفہ ہونے کے باوجود یہ اسم منصرف ہے۔ یہی صورت ان تمام اسماء کی ہے جو سہ حرفی ہوں اور درمیانی حرف ساکن ہو مثلاً: لُوْط کیونکہ اس کے مخفف ہونے کے باعث ایسے اسموں کے دو ثقلوں میں سے ایک ثقل جاتا رہا۔

ن و خ - اَنَخْتُ الْجَمَلَ فَاسْتَنَاخَ: میں نے اونٹ کو بٹھا دیا تو وہ بیٹھ گیا۔

ن و ر - النُّوْرُ: روشنی۔ اس کی جمع اَنْوَارٌ ہے۔ اَنَارَ الشَّيْئُ: چیز روشن ہو گئی۔ اسْتَنَارَ کا معنی بھی یہی ہے۔

التَّنْوِيْرُ: روشن کرنا۔ اس سے مراد صبح کا سفیدہ بھی۔ یا کسی چیز کو سفید کرنا بھی ہے۔ نیز درخت پر شگوفے آنا یا پھول کھلنا بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: نَوَّرَتِ الشَّجَرَةُ تَنْوِيْرًا: درختوں پر شگوفے آ گئے۔

اَنَارَتْ: اس نے شگوفے نکالے۔

النَّارُ: آگ۔ یہ مؤنث ہے۔ اس کا مادہ 'ن و ر' ہے کیونکہ اس کا اسم تصغیر نُوَيْرَة ہے۔ اور اس کی جمع نُوْرٌ اور اَنْوُرٌ اور نِيْرَانٌ ہے۔ اس میں یاء واؤ سے مقلب ہو کر آئی ہے اور یہ تبدیلی ماقبل مکسور ہونے کے باعث ہوئی۔ بَيْنَهُمْ نَائِرَةٌ: ان کے مابین عداوت اور دشمنی ہے۔

تَنَوَّرَ النَّارَ: اس نے دور سے آگ کو غور سے دیکھا۔ تَنَوَّرَ کا معنی 'اس نے نورہ استعمال کیا' بھی ہے۔ بعض لوگ ان معنوں میں اِنْتَارَ بھی کہتے ہیں۔

النُّوَّارُ: (نون مضموم اور واو مشدد) درخت کا شگوفہ۔ اس کا واحد نُوَّارَةٌ ہے۔

الْمَنَارُ: نشانِ راہ۔

الْمَنَارَةُ: منارہ جس پر چڑھ کر اذان دی جاتی تھی۔ الْمَنَارَةُ کا معنی چراغ دان بھی ہے۔ یہ الاستنارة سے مَفْعَلَةٌ کے وزن پر اسم ظرف ہے۔ اس کا میم مفتوح ہے۔ اس کی جمع الْمَنَاوِرُ ہے۔ اس لفظ میں 'واؤ' ہے کیونکہ یہ نُوْرٌ سے مشتق ہے جس نے مَنَاوِرُ کی جگہ مَنَائِرُ کہا اور واؤ کی جگہ ہمزہ پڑھا اس نے اصل حروف کو زائد کے ساتھ تشبیہ دی۔ اس کی مثال مَصَائِب ہے جو اصل میں مَصَاوِبٌ ہے۔

ن و س - النَّوْسُ: تذبذب، ڈانواڈول ہونا۔ ہلنا، حرکت کرنا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اَنَاسَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے ہلایا۔ اُمّ زرع کی حدیث میں ہے: أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ: اس نے زیور پہنا کر میرے دونوں کان لٹکا کر ہلا دیئے۔

النَّاسُ: یہ لفظ ممکن ہے الانس سے مشتق ہو یا جن سے۔ اس کی اصل أُنَاسٌ ہے۔

مخفف ہو کر نَاسٌ رہ گیا۔

ن و ش — التَّنَاوُش: پکڑنا، لینا۔ الانتیاش کا معنی بھی یہی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ: آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ان کافروں نے جب دنیا میں کفر کیا تو بھلا قیامت میں انہیں ایمان کی دولت کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ ضروری ہے کہ التَّنَاوُشُ کے واو پر ہمزہ دی جائے۔ اس کی مثال اُقِّتَتْ اور وُقِّتَتْ ہے۔ قرآن میں دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔

ن و ص — النَّوْصُ: ہچکچانا، پیچھے ہٹنا۔ کہا جاتا ہے کہ: نَاصَ عَنْ قِرْنِهٖ: یعنی وہ اپنے مدمقابل سے بھاگ کھڑا ہوا اور بچ نکلا۔ اس کا باب قَالَ اور مَنَاصًا ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ: یعنی اب بچ نکلنے کا اور بھاگنے کا وقت کہاں؟ المَنَاص کا معنی جائے پناہ اور جائے فرار بھی ہے۔

ن و ط — نَاطَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو لٹکایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ ذَاتُ النواط: ایک درخت کا نام ہے۔ اس کا ذکر حدیث میں ہے: وَهُوَ عَنِّيْ اوهُوَ مِنِّيْ مَنَاطَ الثُّرَيَّا: وہ مجھ سے دوری میں ثریا کی دوری کے برابر ہے۔

ن و ع — النَّوْعُ: نوع یعنی قسم۔ یہ لفظ جنس سے زیادہ خاص ہے۔ قَدْ تَنَوَّعَ الشَّيْئُ انْوَاعًا: چیز کی کئی قسمیں ہو گئیں۔

ن و ق — النَّاقَةُ: اونٹنی۔ اس کی جمع نُوْقٌ اور انْوُقٌ ہے۔ بعد میں واوٴ پر ضمہ کو ثقیل سمجھا جانے لگا تو اسے ماقبل کے حرف پر منتقل کر دیا گیا اور یہ کلمہ اَوْنُقٌ بن گیا۔ پھر واو کے بدلے بطور عوض یاء لایا گیا اور لوگ اسے اَيْنُقٌ کہنے لگے۔ اس کے بعد اس کی جمع اَيَانِقُ بنایا گیا۔ بعض اوقات النَّاقَةُ کی جمع نِيَاقٌ (نون مکسور) بھی بنائی جاتی ہے۔ مثل ہے: اِسْتَنْوَقَ الجَمَلُ: یعنی اونٹ اونٹنی بن گیا۔ یہ مثل اس شخص پر صادق آتی ہے جو بات کرنے اور ذاتی صفات میں ایک طرح کا ہو لیکن بعد میں کچھ باتیں اس شخص میں مل جائیں۔ اور یہ باتیں اس شخص تک منتقل ہو جائیں۔ اس کا اصل واقعہ یہ ہے کہ طرفہ بن العبد کسی بادشاہ کے ہاں تھا۔ المسیب بن علس اسے شعر سناتا تھا۔ جس میں اونٹ کی صفات کا ذکر ہوتا تھا۔ پھر اس نے یہی صفات اونٹنی کی طرف منتقل کر دیں۔ تو طرفہ نے کہا کہ: قَدْ اسْتَنْوَقَ الجَمَلُ: اونٹ اونٹنی بن گیا۔ تَنَوَّقَ فِي الأَمْرِ: اس نے کام احتیاط و حکمت سے انجام دیا۔ اس کا اسم النِّيْقَةُ ہے۔ بعض لوگ تَنَوَّقَ نہیں کہتے۔

ن و ل — المِنْوَال: وہ لکڑی جس پر جولاہا

کپڑا لپیٹتا ہے۔ اسے النَّوْل بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَنْوَالٌ ہے۔ اس قوم یا لوگوں کو عَلٰی مِنْوالٍ وَاحِدٍ کہا جاتا ہے جب ان کے اخلاق ایک جیسے ہوجائیں۔
النَّوَال: عطا اور بخشش۔ النَّائل کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے: نَالَ لَهُ بالعَطِيَّةِ: اس نے اسے عطیہ دیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ نَالَهُ العَطِيَّةَ کا معنی بھی یہی ہے۔
نَوَّلَهُ تَنْوِيْلًا: اس نے اسے بخشش یا عطیہ دیا۔ نَاوَلَهُ الشَّيْئَ فَتَنَاوَلَهُ: اس نے اسے کوئی چیز پکڑائی تو اس نے وہ پکڑلی۔
ن و م — النَّوْمُ: نیند۔
قَدْ نَامَ يَنَامُ: وہ سویا۔ اس کا اسم فاعل النَّائم ہے یعنی سویا ہوا۔ اس کی جمع نِيَامٌ ہے۔ اصل میں نائم کی جمع نُوَّمٌ اور لفظ نُيَّمٌ ہے۔ لوگ بہت زیادہ سونے والے کو يَانَوْمَانُ کہتے ہیں۔ ارے نیند کے مارے ہوئے! اس کے بدلے رَجُلٌ نَوْمَانٌ نہیں کہنا چاہئے کیونکہ یہ لفظ ندا کے لئے مخصوص ہے۔ اَنَامَهُ اور نَوَّمَهُ کا ایک معنی ہے وہ یہ کہ اس نے اسے سلادیا۔ تَنَاوَمَ: اس نے سونے کا بہانہ کیا۔ نُمْتُ الرَّجُلَ: میں سونے میں آدمی پر غالب آگیا۔ نَاوَمَهُ فَنَامَهُ يَنُوْمُهُ: اس نے اس سے سونے میں مقابلہ کیا تو وہ اس پر سونے میں غالب آگیا۔
نَامَتِ السُّوْقُ: منڈی میں مندا پڑ گیا۔ کساد بازاری ہوگئی۔
رَجُلٌ نُوَمَةٌ: (واو مفتوح) بہت زیادہ سونے والا۔
لَيْلٌ نَائِمٌ: سوتی رات۔ جس رات نیند کی جائے۔ اس کی مثال يَوْمٌ عاصِفٌ: اندھیری اور طوفان والا دن اور هَمٌّ نَاصِبٌ: تھکا مارنے والا دکھ یہ فاعل بمعنی مفعول ہے۔
ن و ن — النُّوْنُ: مچھلی۔ اس کی جمع اَنْوَانٌ اور نِيْنَانٌ ہے۔ ذو النُّون: حضرت یونس بن متی علیہ الصلاۃ والسلام کا لقب ہے۔
النُّوْنُ: حروف تہجی میں سے ایک حرف ہے۔ اسے حروف زیادات میں شمار کیا جاتا ہے۔ نون خفیفہ اور نون ثقیلہ دونوں تاکید فعل کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔
نَوَّنْتُ الإِسْمَ تَنْوِيْنًا: میں نے اس کو مُنَوَّن کیا۔
التَّنْوِيْن: اسماء کے سوا کسی اور لفظ یا حرف پر نہیں آتی۔
ن و ہ — نَاهَ الشَّيْئُ: چیز بلند ہوئی۔ اس کا اسم فاعل نَائِهٌ یعنی بلند ہے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
نَوَّهَهُ غيرُهُ تنويها: کسی اور نے اسے بلند کیا۔
نَوَّهَ باسمه: اس نے اس کا ذکر بلند کیا۔

ن و ي–نَوَي يَنوِي نِيَةً ونَوَاةً: اس نے نیت کی، ارادہ کیا۔ اِنْتَوٰی کا معنی بھی یہی ہے۔

النِیَۃُ بھی اور النَّوٰی: وہ جہت قریب ہو یا دور، جس طرف جانے کا مسافر ارادہ کرتا ہے۔ یہ مؤنث ہے البتہ النّوی جو نواۃُ بمعنی کھجور کی گٹھلی ہے۔ وہ مذکر اور مؤنث یکساں ہے۔ اس کی جمع النواءٌ ہے۔

النَّـوَاةُ: پانچ درہم کا سکہ جس طرح بیس درہموں کے سکے کو نَشٌ کہتے ہیں۔

نَـاوَاهُ: اس نے اس سے دشمنی کی۔ اصل میں یہ لفظ مہموز ہے۔ اور اس کا ذکر مہموز یعنی ن ا ی کے ذیل میں کیا گیا ہے۔

ن ي ب–نَابَهُ يَنِيبُـهُ: اس نے اس کے دانت پر مارا۔

نَيَّبَهُ تَنْيِيبًا: دانتوں سے کاٹا۔

ن ي ر–نِيْرُ الفَدَّانِ: دو بیلوں کی گردن پر رکھنے والا لکڑی کا جوا۔ اس کی جمع النِّيْرَانُ اور الأَنْيَـارُ ہے۔

ن ي ف–النَّيِّـفُ بروزن الهَيِّـنُ: زیادہ۔ مشدّد اور بلا تشدید دونوں طرح ہے۔ کہا جاتا ہے: عَشْـرَةٌ وَنَيِّفٌ اور مِـائَةٌ ونَـيِّفٌ: کچھ اوپر دس اور کچھ اوپر سو۔ دھائی سے جس قدر زیادہ ہو اسے نَـيِّـفُ کہتے ہیں۔ تا آنکہ دوسری دھائی نہ آئے۔

نَيَّفَ فُـلانٌ علىٰ سَبْعِيْنَ: فلاں نے ستر پر کچھ بڑھا دیئے۔ اَنَافَتِ الدَّرَاهِمُ عَلَى المائةِ: سو سے کچھ اوپر درہم ہیں۔

ن ي ل–نَالَ خَيْرًا يَنَال ونَـيْلاً: وہ نیکی کو پہنچا۔ اسے نیکی ملی یا اسے دولت ملی۔ اصل میں یہ فعل نَيِلَ يَنْيَلُ تھا بروزن فَهِمَ يَفْـهَمُ. اس سے فعل امر نَلْ ہے۔ اس میں نون مفتوح ہے۔ اور اگر اسے صیغہ متکلم میں بطور خبر استعمال کریں تو پھر نون مکسور ہوگا یعنی نِلْتُ اور نِلْنَا۔

النِّيْلُ: دریائے نیل۔

نِيَّـةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ن و ي'.

باب الواؤ

الـواو: حروف عطف میں سے ایک حرف جو دو چیزوں کو آپس میں ملاتا ہے۔ اور ترتیب پر دلالت نہیں کرتا۔ اس حرف پر الف استفہام داخل ہوتا ہے۔ مثلاً: قول خداوندی: أَوَعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ: کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی۔ یا جس طرح ہم کہتے ہیں کہ اَفَعَجِبْتُمْ یعنی کیا تمہیں تعجب ہے۔ بعض اوقات یہ حرف مَعَ کے معنوں میں مصاحبت کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: نبی کریم ﷺ کا یہ قول: بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَين، واشار اِلَى السَّبابة والوسطى: یعنی میں اور قیامت اس طرح ایک ساتھ بھیجے گئے ہیں، آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس طرح یعنی جتنا قرب اِن دو انگلیوں میں ہے اتنا ہی قرب میرا اور قیامت کا ہے۔ یعنی میرا قیامت کے ساتھ یہ ساتھ ہے۔ بعض اوقات 'واؤ' حال کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: لوگوں کا یہ قول: قُمْتُ وَاُكْرِمُ زَيْدًا: یعنی میں زید کے اکرام میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور قُمْتُ والنَّاسُ قُعُوْدٌ میں اُٹھ کھڑا ہوا جب کہ دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ بعض اوقات یہ حرف قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: وَاللهِ لَقَدْ كَانَ كَذا: خدا کی قسم! بات یوں تھی۔ اس صورت میں یہ حرف باء کا بدل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں حروف یعنی واؤ اور باء کا مخرج ایک دوسرے کے قریب ہے۔ واؤ مظہر کے سواء اور کسی پر داخل نہیں ہوتا مثلاً: وَاللهِ وَحَيَاتِكَ وَاَبِيْكَ: بخدا مجھے تمہاری زندگی اور تمہارے باپ کی قسم ہے۔ بعض اوقات یہ حرف جمع مذکر کی ضمیر کی حیثیت سے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: فَعَلُوْا، يَفْعَلُوْنَ وافْعَلُوْا: بعض اوقات یہ بطور حرف زائد استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ اور قول خداوندی: حَتّٰى اِذَا جَاءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا: یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت میں یہ واؤ صرف زائد ہو۔

و أ د — وَاَدَ بِنْتَهُ: اس نے اپنی بیٹی کو زندہ دفن کر دیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اس کا

اسم مفعول مَوْءُوْدَةٌ ہے۔ یعنی زندہ درگور کی ہوئی۔ قبیلہ بنوکندہ بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ أَتَادَ فِي مَشْيِهِ وتَوَأَدَ: اس نے اپنی چال میں آہستگی اختیار کی یا وہ سُست رفتار چلا۔ اس کا وزن اِفْتَعَلَ اور تَفَعَّلَ ہے۔ اور مصدر التُّؤَدَةُ ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اِتَّئِدْفِي اَمْرِكَ: اپنے معاملے میں ذرا صبر سے کام لو۔

و أ ل — المَوْئِلُ: پناہ گاہ۔ قَدْ وَأَلَ إِلَيْهِ: اس نے اس کے ہاں پناہ لی۔ اس کا باب وَعَدَ اور وُؤُوْلًا بروزن وُجُوْبٌ ہے۔

الاوّل: پہلا۔ اس کی ضد الآخِرُ ہے۔ یہ لفظ دراصل أَوْءَلُ ہے بروزن اَفْعَلُ اور مہموز الاوسط۔ ہمزہ واؤ میں بدل گئی اور دونوں واؤ مدغم ہو گئے۔ اس کی دلیل لوگوں کا یہ قول ہے: هٰذا اوّل مِنْكَ: اسکی جمع الأوائل اور الأوالي بھی ہے جس میں قلب ہوا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس لفظ کا اصل وَوَّلُ ہے جو فَوْعَلُ کے وزن پر ہے۔ پہلی 'واؤ' ہمزہ میں قلب ہو گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اسے صفت بناؤ تو اس صورت میں یہ منصرف نہیں ہوگا۔ مثلاً: کہیں گے لَقِيْتُهُ عَامًا اَوَّلَ: اور جب اسے صفت نہ بنائیں تو اس صورت میں یہ منصرف ہوگا۔ مثلاً: لَقِيْتُهُ عَامًا اَوَّلًا: ان معنوں میں عام اناوّل نہیں کہنا چاہئے۔ ہم کہتے ہیں: مَا رأيْتُهُ مُذْعامٌ أَوَّلُ ومُذْعَامٌ اَوَّلَ: جس نے اوّل کو مرفوع کیا اس نے اس عام کی صفت قرار دے کر ایسا کیا، گویا اس نے یہ کہا کہ: اَوَّلُ مِنْ عَامِنَا: اور جس نے اس لفظ کو منصوب کیا اس نے اسے اسم ظرف قرار دے کر ایسا کیا۔ گویا اس نے کہا: مُذْعَامٌ قَبْلَ عَامِنَا: اور جب تم یہ کہو کہ: اِبْدَأْ بِهٰذَا اَوَّلُ، تو تم نے اوّل کو اپنی غایت قرار دے کر ایسا کیا۔ اس کی مثال ہے: فَعَلْتُهُ قَبْلُ: اور اگر تم محذوف کو ظاہر کرو تو پھر اسے نصب دو، مثلاً: اِبْدَأْ بِهِ اَوَّلَ فِعْلِكَ: تم کہتے ہو کہ: مَا رأيْتُهُ مُذْ اَمْسِ. اور اگر تم نے اسے گذشتہ دن سے ایک دن پہلے نہ دیکھا ہو تو تم کہو گے: مَا رَأَيْتُهُ مُذْ اَوَّلُ مِنْ اَوَّلَ مِنْ اَمْسِ: اس سے بڑھ کر نہیں کہتے۔ تم کہتے ہو: هٰذا اَوَّلَ بَيْنَ الأَوَّلِيَّةِ، اور مؤنث کے صیغے کے لئے کہتے ہیں: هِيَ الأوْلٰى اور جمع کے لئے الأُوَلُ کہتے ہیں۔ اس کی مثال أخْرَى اور أُخَرُ ہے۔ جمع مذکر کے لئے بھی اسی طرح ہوگا۔ بقول شاعر:

عَوْدٌ عَلٰى عودٍ لأقْوَامٍ أَوَّلُ

چاہو تو اوّل کی جگہ الاوَّلُوْنَ کہہ سکتے ہیں۔

و أ م — المُوَائَمَةُ: موافقت۔ کہا جاتا ہے:

وَاءمَهُ مُوَاءمَةً: اس نے اس کے ساتھ موافقت کی۔ مثل ہے: لَوْلا اِلْوِءَامُ لَهَلَکَ الْأَنَامُ: یعنی اگر لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رہن سہن میں موافقت نہ کرتے تو ہلاک ہوجاتے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: لَوْلا الْوِئَامُ لَهَلَکَ اللِّئَامُ: اگر مقابلہ بازی نہ ہوتی تو لئیم لوگ جو فطرۃً اچھے کام نہیں کیا کرتے صرف مقابلے بازی کی وجہ سے اچھے کام کرتے ہیں، ہلاک ہوجاتے ہیں۔

و أ ی — الوَأیُ: وعدہ۔ کہا جاتا ہے: وَأَیْتُهُ وَأْیًا: میں نے اس سے وعدہ کیا۔

الوَأیُ: (ہمزہ متحرک) گورخر۔

وا — وَا: حرف ندبہ مثلاً: وَازَیْدَاهُ: اس کی بجائے یَازَیْدَاهُ کہا جاتا ہے۔

وَادِ: دیکھئے بذیل مادہ 'و د ی'۔

وازی: دیکھئے بذیل مادہ 'ا ز ا'۔

وازر: دیکھئے بذیل مادہ 'ا ز ر'۔

وَاسَی: دیکھئے بذیل مادہ 'ا س ا' اور بذیل مادہ 'و س ی'۔

واهًا: دیکھئے بذیل مادہ 'و و ہ'۔

و ب ا — الوَبَا: (الف مقصور وممدود) وباء، عام بیماری۔ اس کی جمع ممدود أَوْبِئَةٌ ہے۔

و ب خ — التَوْبِیْخ: ڈانٹ ڈپٹ، جھاڑ۔

و ب ر — الوَبْرُ: بروزن الفَجْرُ: سخت سردیوں کے دنوں میں ایک دن۔ الوَبَرُ (واؤ اور باء دونوں مفتوح) اونٹ کی پشم۔ اس کا واحد وَبَرَةٌ ہے۔

و ب ش — الأَوْبَاش مِنَ النَّاسِ: گھٹیا اور آوارہ لوگ۔ اس کی جمع أَوْشَابٌ ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ البُوْش کی جمع مقلوب ہے۔ حدیث شریف ہے: وَبَّشَتْ قُرَیْشٌ أَوْبَاشًا لَهَا: قریش نے اوباش اور آوارہ لوگوں کو اکٹھا کیا۔

و ب ق — وَبَقَ یَبِقُ: (باء مکسور) وُبُوْقًا: وہ ہلاک ہوا۔ المَوْبِقُ بروزن مُفْعِلٌ اس کی مثال وَعَدَ یَعِدُ سے المَوْعِدُ ہے اور معنی ہلاکت یا جائے ہلاکت ہے۔ قول خداوندی ہے: وَجَعَلْنَا بینهم مَوْبِقًا: ہم نے ان کے درمیان ہلاکت ڈال دی۔ اس لفظ کا ایک اور لہجہ وَبِقَ (باء مکسور) یَبِقُ (باء مکسور) ہے۔

أَوْبَقَهُ: اس نے اسے ہلاک کردیا۔

و ب ل — وَبُلَ المَرْتَعُ: (باء مضموم) یَوْبُلُ وَبَالًا اور وَبَالًا بھی۔ چراگاہ گھنی ہوگئی۔ اس کا اسم فاعل وَبِیْلٌ بمعنی بھاری بھرکم ہے۔

الوَابِلُ: سخت موسلا دھار بارش۔ قَدْ وَبَلَتِ السَّمَاءُ: آسمان سے خوب بارش برسی۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: أَخْذًا وَبِیْلًا: یعنی سخت

گرفت۔

ضَرْبٌ وَبِيْلٌ: سخت مار، ضرب شدید۔

عَذاب وَبِيْلٌ: سخت عذاب۔

و ب ہ — فُلانٌ لا يُوْبَهُ لَهُ ولا يُوْبَهُ بِهٖ: فلاں شخص کی پرواہ نہیں کی جاتی۔

و ت د — الوَتِدُ: (تاء مکسور) اس کی جمع الأَوْتَادُ ہے، (تاء مفتوح) اس کا ایک لہجہ ہے۔ یہی معنی الوَدّ کا ہے۔ جو اُن لوگوں کا لہجہ ہے جو تاء اور دال میں ادغام کرتے ہیں۔ قَدْ وَتَدَ الوَتِدَ: اس نے میخ گاڑھ دی۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اس کا فعل امر تِدْ (تاء مکسور) وَتِدْکَ بالمِيْتَدَةِ بروزن المِيْقَدة ہتھوڑے کے ساتھ میخ گاڑو۔

و ت ر — اَلوِتْرُ: (واؤ مکسور) فرد، طاق۔ اور واؤ مفتوح ہو تو معنی خون کا بدلہ۔ یہ اہل عالیہ کا لہجہ ہے۔ اور اہل نجد کے لہجے کے مطابق یہ لفظ مضموم الواؤ ہے۔ اور بنو تمیم کے لہجے میں یہ لفظ دونوں معنوں میں مکسور الواؤ ہے۔

الوَتَرُ: (واؤ اور تاء دونوں مفتوح) کمان کی تانت۔

وَتَرَ القَوْسَ: اس نے کمان کی تانت کو کس دیا۔

الوَتِيرَةُ: وطیرہ، طریقہ۔ کہا جاتا ہے: مَا زَالَ علىٰ وَتِيرَةٍ وَاحِدَةٍ: وہ ابھی تک ایک ہی طریقے پر ہے۔

وَتَرَهُ حَقَّهُ: اس نے اس کے حق میں کمی کی۔ اس کا مضارع يَتِرُهُ (تاء مکسور) اور مصدر وِتْرًا (واؤ مکسور) بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: لَنْ يَتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ: وہ تمہارے اعمال میں کمی نہیں کرے گا۔ اس کی مثال دَخَلْتُ البَيْتَ ہے جس سے مراد دَخَلْتُ فِي البَيْتِ ہے۔

اَوْتَرَهُ: اس نے اسے وتر (طاق) بنا لیا۔ اسی لفظ سے ماخوذ اَوْتَرَ صَلَاتَهُ: اس نے اپنی نماز کو وتر بنا لیا۔

اور اَوْتَرَ قَوْسَهُ اور وَتَّرَهُ تَوْتِيرًا کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے اپنی کمان کی تانت کس لی ہے۔

المُوَاتَرَةُ: متابعت، پیچھا کرنا۔ چیزوں میں وقفہ کے بغیر تسلسل یا ایک کے پیچھے دوسرے چیز کے آنے کو المُوَاتَرَةُ نہیں کہتے۔ اگر وقفہ کے بغیر متابعت ہو تو اسے مُدَارَكَةٌ اور مُوَاصَلَةٌ کہتے ہیں۔

مُوَاتَرَةُ الصوم سے مراد ایک دن یا دو دن چھوڑ کر روزہ رکھنا ہے۔ یعنی وقفوں کے ساتھ ایک ایک روزہ رکھنا اس سے مقصود مسلسل روزے رکھنا نہیں ہے۔ کیونکہ لفظ کی اصل میں وتر کا مادہ ہے۔ اسی طرح سے وَاتَرَ الكُتُبَ فَتَوَاتَرَتْ کا معنی ہے اس نے کتابیں وقفوں کے ساتھ بغیر

انقطاع کے ایک ایک کر کے بھیجیں اور وہ پہنچ گئیں۔

تَتْرَی: کے دو لہجے ہیں۔ ایک لہجے میں رُاءُ کو منوّن کرتے ہیں اور دوسرے میں تنوین نہیں ہے۔ جس نے اسے معرفہ ہونے کے باوجود غیر منصرف قرار دیا، اس نے اس کے الف کو علامت تانیث بنایا۔ اور یہ زیادہ بہتر تعبیر ہے۔ اس کی اصل وَتری ہے جو وِتْر سے مشتق ہے اور طاق ہے۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرٰی: اس کے بعد ہم نے یکے بعد دیگرے رسول بھیجے۔ اور جس نے اسے منوّن کر کے پڑھا اس نے اس کے الف کو ملحق سمجھا۔

و ت ن -- الوَتِيْنُ: دل کے اندر ایک رگ، رگِ جان، اگر یہ کٹ جائے تو انسان کی موت واقع ہوتی ہے۔

و ث ب -- وَثَبَ: اس نے حملہ کیا یا وہ جھپٹ پڑا۔ اس کا باب وَعَدَ اور وُثُوْبًا بھی ہے اور وَثِيْبًا اور وَثَبَانًا بھی ہے۔ اس میں ثاء مفتوح ہے۔ ثِبْ: (ثاء مکسور) حمیری لہجے میں اس کا معنی اُقْعُدْ یعنی بیٹھ جانا ہے۔

و ث ر -- مِيْثَرَةُ الفَرَسِ: گھوڑے کی زین کے نیچے کا عرق گیر۔ مِیْثَرَۃ کا میم مکسور ہے اور لفظ غیر مہموز ہے۔ اس کی جمع مَيَاثِرُ اور مَوَاثِرُ ہے۔ ابوعبید کہتا ہے کہ المَيَاثِرُ الحُمْرُ (سرخ رنگ کے عرق گیر) جس کی ممانعت ہے۔ وہ عجمی لوگوں کی سواریوں کی زینوں تلے استعمال ہونے والے ریشمی اور دیباج کے عرق گیر ہوتے تھے۔

و ث ق -- وَثِقَ بِهٖ: يَثِقُ (ثاء مکسور) اعتماد یا خود اعتمادی جب کسی کو امن نصیب ہو۔

المِيْثَاق: عہد و پیمان۔ اس کی جمع المَوَاثِيْقُ، المَيَاثِقُ اور المَيَاثِيْقُ ہے۔

المَوْثِقُ: میثاق اور عہد و پیمان۔

المُوَاثَقَةُ: معاہدہ کرنا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَمِيْثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهٖ: اور وہ عہد و پیمان جو اس نے تم سے لیا ہے۔

اَوْثَقَهُ فِي الوَثَاقِ: اس نے اسے معاہدہ میں باندھ دیا ہے۔ قول خداوندی ہے: فَشُدُّوا الوَثَاقَ: پھر گرفت مضبوط کرو۔

الوِثَاق: (واؤ مکسور) اس کا ایک لہجہ ہے۔

الوَثِيْقُ: مضبوط چیز۔ اس کی جمع وِثَاق (واؤ مکسور) ہے

قَدْ وَثُقَ: وہ مضبوط اور ثقہ ہو گیا۔ کہا جاتا ہے: اَخَذَ بِالوَثِيْقَةِ فِي اَمْرِهٖ: اسے اپنے معاملے میں وثوق حاصل ہوا۔

تَوَثَّقَ فِي اَمْرِهٖ کا معنی بھی یہی ہے۔

وَثَّقَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو پختہ کیا۔ اس کا مصدر تَوْثِيْقًا ہے۔ اور اسم فاعل مُوَثِّق

ہے بمعنی توثیق کرنے والا۔

وَثَّقَهُ: اس نے اسے ثقہ قرار دیا۔

اِسْتَوْثَقَ مِنْهُ: اس نے اس سے پختہ عہد لیا۔

و ث ن—اَلْوَثَنُ: بُت۔ اس کی جمع وُثُنٌ اور اَوْثَانٌ ہے۔ اس کی مثال اُسُدٌ اور آسَادٌ ہے۔

و ج أ—اَلْوِجَاءُ: (واؤ مکسور اور الف ممدود) بیضوں کی رگوں کو اس قدر مسلنا یا ملنا کہ وہ پھول کر فوطوں کی طرح ہو جائیں۔ حدیث شریف میں ہے: عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ: تم پر شادی کرنا لازم ہے اور جو شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے ایسا کرنے سے اس کی شہوانی قوت کمزور ہو گی۔ حدیث شریف میں یہ بھی ہے: اَنَّهُ ضَحّٰى بِكَبْشَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ: یعنی حضور ﷺ نے دو آختہ کئے ہوئے مینڈھے قربان کئے۔ اسی لفظ سے ماخوذ وَجَأَهُ يَجَأُهُ ہے جس کا معنی وَضَعَهُ يَضَعُهُ یعنی اس نے رکھا ہے۔

و ج ب—وَجَبَ الشَّيْءُ: چیز واجب ہو گئی۔ يَجِبُ وُجُوْبًا اِسْتَوْجَبَهُ: وہ اس کا مستحق ہو گیا۔

وَجَبَ الْبَيْعُ: بیع واجب ہو گئی۔ اس کا مصدر جِبَةٌ (جیم مکسور) ہے۔

اَوْجَبْتُ الْبَيْعَ فَوَجَبَ: میں نے بیع واجب کر دی تو واجب ہو گئی۔

وَجَبَ الْقَلْبُ وَجِيْبًا: دل دھڑکا، یا مضطرب ہو گیا۔

اَوْجَبَ الرَّجُلُ بروزن اَخْرَجَ: آدمی نے ایسا کام کیا جس کے باعث اس کے لئے جنت یا دوزخ واجب ہو گئی۔

اَلْوَجْبَةُ بروزن الضَّرْبَةُ: دھاکے کے ساتھ زمین پر گر جانا یا دھڑام سے گرنا۔ قول خداوندی ہے: فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا: جب یہ قربانی کے جانور پہلو کے بل گر جائیں۔

وَجَبَ الْمَيِّتُ: مردہ گر گیا اور مر گیا۔ مقتول کو اسی نسبت سے وَاجِبٌ کہا جاتا ہے۔

وَجَبَتِ الشَّمْسُ: سورج غروب ہوا۔

اَلْمُوَجِّبُ بروزن الْمُعَلِّمُ: جو دن رات میں صرف ایک وقت کھانا کھاتا ہے۔

فُلَانٌ يَأْكُلُ وَجْبَةً: (جیم ساکن) فلاں شخص ایک وقت کا کھانا کھاتا ہے۔ قَدْ وَجَّبَ نَفْسَهُ تَوْجِيْبًا: اس نے اپنے آپ کو ایک وقت کھانے کا عادی کر لیا۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری کا قول ہے: وَجَبَ الْبَيْعُ وُجُوْبًا اور جِبَةً وَجَبَتِ الشَّمْسُ وُجُوْبًا: یعنی بیع واجب ہو گئی اور سورج غروب ہو گیا۔ ثعلب کا کہنا ہے کہ وَجَبَ

الْبَيْعُ وُجُوْبًا وجِبَةً: یعنی بیع واجب ہو گئی۔ اور اسی طرح وجب الحَقُّ: یعنی حق واجب ہو گیا۔

وَجَبَتِ الشَّمْسُ وُجُوبًا: سورج غروب ہو گیا۔

وَجَبَ القَلْبُ وَجِيبًا: دل پریشان اور مضطرب ہو گیا۔

وَجَبَ الحَائطُ وغَيْرُهُ وجْبَةً: دیوار وغیرہ دھڑام سے گر گئی۔

و ج ج—وَجٌّ: طائف میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: آخِرُ وَطْأَةٍ وَطِئَهَا اللهُ بِوَجّ: اللہ نے جس زمین کو سب سے آخر میں پامال کیا وہ وَجّ ہے۔ اس سے مراد غزوہ طائف ہے۔

و ج د—وَجَدَ مَطْلُوْبَهُ: اس نے اپنا مطلوب پالیا۔

يَجِدُهُ (جیم مکسور) وُجُوْدًا، يَجُدُ: (جیم مضموم) اس کا ایک لہجہ ہے۔ جو عامری لہجہ ہے۔ مثال کے باب میں اس کی اور کوئی مثال نہیں ہے۔

وَجَدَ ضَالَّتَهُ وِجْدَانًا: اس نے اپنی گم شدہ چیز پالی۔ وَجَدَ عَلَيْهِ فِي الغَضَبِ مَوْجِدَةً (جیم مکسور) وِجْدَانًا (واؤ مکسور) وہ غصے میں اُس پر برس پڑا۔

وَجَدَ فِي الحُزْنِ وَجْدًا: (واؤ مفتوح) اسے دُکھ لگا۔

وَجَدَ فِي المَالِ وُجْدًا (واؤ مضموم ومفتوح ومکسور) اور جِدَةً: (جیم مکسور) بھی، وہ مال سے بے نیاز ہوا۔

أَوْجَدَهُ اللهُ مَطْلُوبَهُ: اللہ نے اسے کامیاب کیا۔

أَوْجَدَهُ: اللہ نے اسے بے نیاز کر دیا۔

و ج ر—الوَجُورُ: (واؤ مفتوح) منہ میں دواڈالنا۔ وَجَرْتُ الصَّبِيَّ: میں نے بچے کے منہ میں دواڈال دی۔

أَوْجَرْتُهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

المِيْجَرُ: منہ میں دواڈالنے کا آلہ۔

المِسْعَطُ: ناک میں دواءڈالنے کا آلہ۔

اتَّجَرَ: منہ میں دواڈالنے کے ذریعے علاج کرنا۔ اس لفظ کا اصل أُوْتَجَرَ ہے۔

و ج ز—أَوْجَزَ الكَلَامَ: اس نے بات مختصر کی۔

كَلَامٌ مُوْجَزٌ: مختصر کلام یا مختصر بات۔ اس میں جیم مفتوح اور مکسور ہے۔

وَجْزٌ بروزن فَلْسٌ اور وَجِيْزٌ: مختصر۔

و ج س—الوَجْسُ: بروزن الفَلْس: دھیمی آواز۔ اس کا ذکر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے۔

الوَاجِسُ: دل میں آنے والا خیال۔

أَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً: اُس نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا، یا چھپایا۔

تَوَجَّسَ کا معنی بھی یہی ہے۔

و ج ع — الوَجَعُ: مرض، بیماری۔ اس کی جمع اَوْجَاعٌ اور وِجَاعٌ ہے۔ اس کی مثال جَبَلٌ، اَجْبَالٌ اور جِبَالٌ ہے۔

وَجِعَ فُلَانٌ (جیم مکسور) یَوْجَعُ، یَیْجَعُ اور یَاجَعُ (تینوں میں جیم مفتوح) فلاں شخص بیمار ہوا۔

قَوْمٌ وَجِعُوْنَ ووَجْعٰی بروزن مَرْضٰی اور وَجَاعٰی: مریض قوم یا لوگ۔

نِسْوَةٌ وَجَاعٰی بروزن حَبَالٰی اور وَجِعَاتٌ: بیمار عورتیں۔ اس لفظ کو بنو اسد یِیْجَعُ (یاء مکسور) کہتے ہیں۔

فُلَانٌ یَوْجِعُ رَاسَهُ بنصب الراسِ: فلاں آدمی کو سر درد ہے۔ اگر اس فعل کے آخر میں ھاء بڑھائیں تو اسے مرفوع بنا کر یَوْجَعُهُ رَاسُهُ کہتے ہیں۔ اور اَنَا اَیْجَعُ رَاسِی اور یَوْجَعُنِی رَاسِی کہتے ہیں۔ یعنی میرا سر درد کر رہا ہے۔ یا میرے سر میں درد ہے۔ ان معنوں میں یُوْجِعُنِیْ رَاسِیْ نہیں کہنا چاہئے اگرچہ عام لوگ اس طرح کہہ دیتے ہیں۔

الإِیْجَاعُ: درد، دکھ، تکلیف سہنا، برداشت کرنا۔

ضَرْبٌ وَجِیْعٌ: دکھ دہ ضرب۔ تکلیف دہ مار۔ اس کی مثال اَلِیْمٌ ہے۔

تَوَجَّعَ لَهُ مِنْ کَذا: اس نے فلاں شخص سے اظہارِ غم کیا۔

و ج ف — وَجَفَ الشَّیْئُ یَجِفُ: (جیم مکسور) وَجِیْفًا: وہ مضطرب ہوا۔

قَلْبٌ وَاجِفٌ: مضطرب اور پریشان دل۔

الوَجِیْفُ: اونٹ یا گھوڑے کی چال کی ایک قسم۔

قَدْ وَجِفَ البَعِیْرُ یَجِفُ (جیم مکسور) وَجْفًا بروزن ضربٌ وَوَجِیْفًا: اونٹ تیز چلا۔

اَوْجَفَهُ صَاحِبُهُ فَاَعْجَفَ: اسے اس کے مالک نے تیز چلایا یا دوڑایا، تو اسے لاغر کر دیا۔ قول خداوندی ہے: فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ: تو اس کے لئے نہ تو تم نے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ، یعنی تم نے اس کے لئے کچھ کام نہیں کرایا۔

و ج ل — الوَجَلُ: خوف۔

قَدْ وَجِلَ (جیم مکسور) یَوْجَلُ وَجَلًا ومَوْجَلًا: (جیم مفتوح) وہ خوف زدہ ہوا۔ خوف کی جگہ کو مَوْجِلٌ (جیم مکسور) کہتے ہیں۔

و ج م — وَجَمَ مِنَ الأَمْرِ یَجِمُ: (جیم مکسور) وُجُوْمًا: وہ کام کے مارے دکھی ہوا، اور اس کی زبان بند ہوگئی۔

الوَاجِمُ: شدید دکھی جو دکھ کے مارے بول بھی نہ سکتا ہو۔

و ج ن — الوَجْنَاءُ: سخت گالوں یا بڑے

بڑے گالوں والی اونٹنی۔

الوَجْنَةُ: گالوں کا اُبھار۔

و ج ہ-الوَجْهُ: چہرہ۔اس کی جمع الوُجُوهُ ہے۔

الـوَجْـهُ اور الجِهَةُ دونوں کا معنی ایک ہے۔ اس کے آخر میں هاء واؤ کا عوض ہے۔کہا جاتا ہے کہ: هٰـذا وَجْـهُ الـرَّأيِ۔یعنی یہی اصل رائے ہے۔اس کا اسم الوِجْهَةُ (واؤ مکسور اور مضموم ہے)۔

المُـوَاجَهَةُ: آمنے سامنے ہونا۔مقابلہ، رُو در رُو۔

اتَّجَهَ لَهُ رَأيٌ: اسے ایک رائے یا تجویز سُوجھی۔

قَعدَ تُجاهَهُ: وہ اس کی طرف منہ کر کے بیٹھا۔(تاء مضموم اور مکسور)۔

وَجَّهَـهُ فِيْ حَاجَةٍ: اس نے اسے کسی ضرورت سے یا کام سے بھیجا۔

وَجَّهَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ: اس نے اپنا رُخ اللہ کی طرف موڑا۔

تَـوَجَّهَ نَحْوَهُ وَإلَيْهِ: وہ اس کی طرف مڑا۔

شَـيْءٌ مُوَجَّهٌ: کسی ایک رخ موڑی ہوئی چیز جو رخ تبدیل نہ کرے۔

قَدْ وَجُهَ الرَّجُلُ: آدمی وجیہ ہو گیا۔یعنی مرتبہ والا بن گیا۔اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

أوْجَهَـهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے صاحبِ وجاہت بنایا۔

وُجُوهُ البَلَدِ: شہر کے سربرآوردہ لوگ۔

وَجْـهٌ: دیکھئے بذیل 'ج و ہ' اور بذیل 'و ج ہ'۔

و ح د-الوَحْدَةُ: اکیلا پن،تنہائی۔

رَأيْتُهُ وَحْـدَهُ: میں نے اس کو اکیلے دیکھا،یا میں نے صرف اسی کو دیکھا۔یہ کلمہ اہل کوفہ کے نزدیک ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔اہل بصرہ کے ہاں بہرحال مصدر ہونے کی بناء پر منصوب ہے گویا تم نے یہ کہا کہ: أوْحَدْتُهُ بِـرُؤْيَتِـيْ إيْحَادًا: یعنی میں نے اکیلے صرف اسی کو دیکھا اس کے ساتھ کسی اور کو نہیں دیکھا۔ پھر اس کے بعد تم نے اس جگہ وحـده کا لفظ استعمال کیا۔ابو العباس کا قول ہے کہ ایک اور صورت بھی ممکن ہے وہ یہ کہ دیکھا جانے والا شخص اکیلا ہو،اور تم نے یوں کہا ہو کہ: رَأيْتُ رَجُلًا مُنْفَرِدًا إنْفِرَادًا: پھر اس کی جگہ تم نے وحده کا لفظ کہا ہو۔ سوائے لوگوں کے اس محاورے یا قول کے کسی اور جگہ اس لفظ کو بطور مضاف استعمال نہیں کیا جاتا۔ فُلَانٌ نَسِيْجُ وَحْدِهِ: یعنی وہ اپنے ڈھنگ یا طرز کا انسان ہے۔ یہ دونوں الفاظ کلماتِ ذَمّ ہیں۔گویا کہا یہ گیا کہ نَسِيْجُ إفْرَادٍ جب تم نے وحده کے لفظ کو مصدر مجرور کی جگہ رکھا تو اسے جر

دی۔ شاید یہ محاورہ یوں ہو کہ: رُجَيْلٌ وَحْدِهِ: اس میں رُجَيْلٌ بطور اسم تصغیر اور بھی تحقیر ظاہر کرتا ہے۔

اَلْوَاحِدُ: ایک، پہلا عدد۔ اس کی جمع وُحْدَانٌ اور اُحْدَانٌ ہے۔ اس کی مثال شَابٌّ کی جمع شُبَّانٌ اور رَاعٍ کی جمع رُعْيَانٌ۔ کہا جاتا ہے: حَيٌّ وَاحِدٌ وَحَيٌّ وَاحِدُوْنَ: اس کی مثال شِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ہے۔ کہا جاتا ہے: وَحَّدَهُ اور اَحَّدَهُ: اس نے اسے ایک جانا یا اکیلا کیا۔ اس میں حاء مشدد ہے۔ اسی طرح ثَنَّاهُ بمعنی اسے دوہرا کیا اور ثَلَّثَهُ: اُس نے اُسے تہرا کیا۔

رَجُلٌ وَحَدٌ، وَحِدٌ (حاء مفتوح اور مکسور) وَوَحِيْدٌ: اکیلا آدمی۔

تَوَحَّدَ بِرَائِهِ: اس نے ایک رائے رکھی۔ یا اس کی منفرد رائے رہی۔

فُلَانٌ وَاحِدُ دَهْرِهِ: فلاں شخص اپنے زمانے کا بے نظیر آدمی ہے۔

اور فُلَانٌ لَاوَاحِدَ لَهُ: فلاں کے برابر کوئی ایک آدمی بھی نہیں۔

اَوْحَدَهُ اللّٰهُ: اس اللہ تعالیٰ نے بے مثال بنا دیا۔ اس کی جمع اُحْدَانٌ ہے اور اسکی مثال اَسْوَدُ کی جمع سُوْدَانٌ ہے۔ اسکی اصل وُحْدَانٌ ہے۔ محاورہ ہے کہ: لَسْتُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ بِأَوْحَدَ: میں اس معاملے میں تنہا یا اکیلا نہیں ہوں۔ لیکن مؤنث کے لئے وَحْدَاءُ نہیں کہا جاتا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ: أَعْطِ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَلٰى حِدَةٍ: یعنی ان میں سے سب کو علیحدہ علیحدہ دے دو۔ اور کہا جاتا ہے: جَآءُوْا مَوْحَدَ مَوْحَدَ وَأُحَادَ أُحَادَ اور وُحَادَ وُحَادَ: وہ اکیلے اکیلے یا ایک ایک کر کے آگئے۔ یہ عدل اور صفت کی بناء پر غیر منصرف ہیں۔

و ح ر - الْوَحَرُ: (واؤ اور حاء مفتوح) بمعنی جلن، کینہ، اور بُغض وحسد۔ حدیث شریف میں ہے: يَذْهَبُ بِوَحَرِ الصَّدْرِ: روزہ سینے کی جلن یا بغض دور کرتا ہے۔

و ح ش - الْوَحْشُ: الْوُحُوْشُ: جنگلی جانور۔ اس کا واحد کا صیغہ وَحْشِيٌّ ہے۔ کہا جاتا ہے: حِمَارٌ وَحْشٍ: جنگلی گدھا یعنی گورخر۔ اور اضافت کے ساتھ اسے حِمَارٌ وَحْشِيٌّ کہتے ہیں۔

أَرْضٌ مَوْحُوْشَةٌ: جنگلی یا وحشی جانوروں والی زمین۔

الْوَحْشَةُ: تنہائی، دکھ یا غم۔ قَدْ أَوْحَشَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے وحشی یا غیر مانوس بنا دیا۔ فَاسْتَوْحَشَ: تو وہ وحشی یا غیر مانوس بن گیا۔

أَوْحَشَ الْمَنْزِلُ: گھر ویران ہو گیا یا اُجڑ گیا۔ اور لوگ وہاں سے چلے گئے۔

وَحَّشَ الرَّجُلُ تَوْحِيْشًا: آدمی نے

پکڑے جانے کے ڈر سے اپنے کپڑے اور اپنا اسلحہ پھینک دیا۔ حدیث شریف میں ہے: فَوَحَّشُوْا بِرِمَاحِهِمْ: تو انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیے۔ (پورا متن حدیث یہ ہے: اذا كان بين الأوس والخزرج قتال فجاءَ النَّبِيّ صلّى الله عليه وسلّم، فَلَمَّا راهم نَادٰى يَاَيها الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا اللّٰه حَقَّ تُقَاتِه فَوَحَّشُوْا بأسلحتهم وَاعتنق بعضهم بعضًا) (مترجم)

و ح ل — الوَحَـلُ: (واؤ اور حاء مفتوح) پتلا گارا، کیچڑ۔

المَـوْحَلُ: (حاء مفتوح) مصدر اور حاء مکسور۔ کیچڑ والی جگہ (ظرف مکان)۔

الوَحْـلُ: (حاء ساکن) اس لفظ کا ردی اور نا کاری لہجہ ہے۔

وَحِـلَ الرَّجُـلُ (حاء مکسور) يَوْحَلُ وَحَلًا ومَوْحَلًا: بھی (حاء مفتوح) وہ کیچڑ میں دھنس گیا یا گر گیا۔

و ح م — الوَحَـامُ: (واؤ مفتوح ومکسور) خواہش، خاص کر حاملہ عورت کی۔

قَدْ وَحِمَتْ (حاء مکسور) تَوْحَمُ وَحَمًا: (واؤ اور حاء دونوں مفتوح) اس عورت نے خواہش کا اظہار کیا۔ ایسی عورت کو اِمْرأةٌ وَحْمَى کہتے ہیں اور اس کی جمع نِسْوَةٌ وَحَامَى ہے۔ مثل ہے:

وَحْمَى ولا حَبَلَ: حمل کے بغیر ہی حاملہ کی سی خواہش رکھنا۔

وَحَّمَهَا تَوْحِيمًا: اس نے حاملہ عورت کو اس کی خواہش کے مطابق کھانا کھلایا۔

و ح ی — الوَحْيُ: الكتاب۔ اس کی جمع وُحِيٌّ ہے اس کی مثال حُلْی کی جمع حُلِيٌّ ہے۔ اس کا معنی اشارہ، کتابت، رسالت، الہام۔ پوشیدہ گفتگو ہے اور ہر وہ بات جو تم کسی سے کہو۔ کہا جاتا ہے: وَحَى اِلَيْهِ الكلام يَحْيِه وَحْيًا: اس نے اس سے بات کی۔ اور اَوْحَى کا معنی بھی یہی ہے کہ اس نے اس کے ساتھ پوشیدہ گفتگو کی یا سرگوشی کی۔

وَحَى واَوْحَى کا معنی بھی 'اُس نے لکھا' ہے۔

اَوْحَى اللّٰه الى اَنبيَائِهٖ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی طرف وحی بھیجی۔

اَوْحَى: اس نے اشارہ کیا۔ قول خداوندی ہے: فَاَوْحَى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا: اس نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم تسبیح کرو۔

الوَحَا: (الف ممدود اور مقصر) جلدی، تیزی۔ کہا جاتا ہے: الوَحَا الوَحَا: جلدی کرو، جلدی کرو۔

الوَحِيُّ بروزن فَعِيْلُ: تیز رفتار۔ کہا جاتا ہے: مَوْتٌ وَحِيٌّ جلدی کی موت یا فوری موت۔

و خ ز - الوَخْزُ: نیزے وغیرہ کے ساتھ کچوکہ دینا۔ لیکن نیزہ جسم میں داخل نہیں ہوتا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

و خ ش: کہا جاتا ہے کہ: هُوَ مِنْ وَخْشِ النَّاسِ: وہ رذیل لوگوں میں سے ہے۔

جَاءَنِیْ اَوْخَاشٌ مِنَ النَّاسِ: میرے پاس کچھ رذیل لوگ آئے۔

قَدْ وَخُشَ الشَّیْئُ: چیز خراب یا رڈی ہو گئی۔ اس کا باب سَهُلَ اور ظَرُفَ ہے۔

و خ ط - وَخَطَهُ الشَّیْبُ: وہ ادھیڑ عمر کا ہوگیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

و خ م - رَجُلٌ وَخِمٌ: (خاء مکسور) وَوَخْمٌ: (خاء ساکن) اور معنی تومند یا فربہ شخص۔

وَخِیْمٌ: بھاری۔

اَلْوَخَامَةُ والْوُخُوْمَةُ: بھاری پن۔

وَخِیْمٌ کی جمع اَوْخَامٌ وِخَامٌ ہے۔

شَیْئٌ وَخْمٌ: ناگوار چیز یا مضر صحت چیز۔

بَلْدَةٌ وَخْمَةٌ وَخِیْمَةٌ: نامناسب آب و ہوا والا شہر جو وہاں رہنے والوں کے لئے موافق نہ ہو۔

اِسْتَوْخَمَهَا: اس کو وہ جگہ ناموافق لگی۔

اِسْتَوْخَمَ الطَّعَامَ: اسے کھانے سے بدہضمی ہوگئی۔

تَوَخَّمَهُ: اسے وہ بلائے جان محسوس ہوا۔

وَخِمَ الرَّجُلُ: آدمی کو بدہضمی ہوگئی، چنانچہ کہا جاتا ہے: اِتَّخَمَ مِنَ الطَّعَامِ وَعَنِ الطَّعَامِ: اسے کھانے سے بدہضمی ہوگئی۔ اس کا اسم اَلتُّخَمَةُ یعنی بدہضمی ہے۔ (خاء مفتوح) ہے۔ لیکن عام لوگ اسے ساکن کرتے ہیں۔ شعر میں یہ لفظ ساکن ہی استعمال ہوا ہے۔ اس کی جمع تُخَمَاتٌ (خاء مفتوح) اور تُخَمٌ ہے۔

اَتْخَمَهُ الطَّعَامُ: کھانے نے اسے بدہضمی کر دی۔ اصل میں یہ لفظ اَوْخَمَهُ تھا۔

هٰذَا الطَّعَامُ مُتْخَمَةٌ: (خاء مفتوح) اصل میں مَوْخَمَةٌ تھا۔ یہ کھانا بدہضمی کرنے والا ہے۔

و خ ی - تَوَخّٰی مَرْضَاتَهُ: اس نے اپنی پسندیدہ چیزوں کی طلب کی یا قصد کیا۔

و د ج - اَلْوَدَجُ: (واؤ اور دال مفتوح)۔

اَلْوِدَاجُ: (واؤ مکسور) گردن میں ایک رگ۔

هُمَا وَدَجَانِ: وہ دو رگیں ہیں۔

و د د - وَدِدْتُ لَوْ تَفْعَلُ كَذَا وُدًّا: (واؤ مضموم) وَدَادًا اور وَدَادَةً: میری آرزو ہے کہ کاش تو ایسا کرے۔

وَدِدْتُ الرَّجُلَ (دال مکسور) وُدًّا: (واؤ مضموم) میں نے آدمی سے دوستی کی۔

اَلْوُدُّ: (واؤ مفتوح، مضموم اور مکسور) دوستی، محبت۔

بِـوُدِّی اَنْ یَکُوْنَ کَـذَا: میری آرزو ہے کہ ایسا ہو۔
الوِدُّ (واؤ مکسور) الوَدِیْدُ: اس کی جمع اَوُدٌّ (واؤ مضموم) ہے۔ اس کی مثال قِدْحٌ کی جمع اَقْـدُحٌ ہے۔ دوستی اور دوستی کرنے والا۔
هُـمَـا یَتَوادّانِ: وہ دو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔
وَهُـمْ اَوِدَّاءُ: وہ سب ایک دوسرے کے دوست ہیں۔
الـوَدُوْدُ: بہت محبت کرنے والا۔ رِجَالٌ وَدَدَاءُ: محبت کرنے والے لوگ۔ اس کا وزن فُقَهَاءُ ہے۔ اس میں مذکر اور مؤنث دونوں برابر ہیں۔ اس کی وجہ اس لفظ کا مبالغہ کے اظہار کے لئے صفت در صفت ہوتا ہے۔
اَلْـوَدُّ: (واؤ مفتوح) اہل نجد کے لہجے ہیں۔ الوَتِدُ: بمعنی کھونٹی۔
وَدٌّ: ایک بُت۔ جسے حضرت نُوح علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی۔

و د ع- التَّوْدِیْعُ: سفر کرتے وقت کسی کو الوداع کہہ کے رخصت کرنا۔ اس کا اسم الـوَدَاعُ ہے۔ واؤ مفتوح ہے۔ قول خداوندی ہے: مَـا وَدَّعَکَ رَبُّکَ: اس کا معنی مفسرین نے یہ کیا ہے کہ "اس نے آپ (ﷺ) کو نہیں چھوڑا"۔

الوَدَعَاتُ: سفید رنگ کے موتی جو سمندر سے نکلتے ہیں جو چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ یعنی حجم میں مختلف ہوتے ہیں۔ اس کا واحد وَدْعَـةٌ (دال ساکن اور مفتوح) ہے۔
الـدَّعَـةُ: سکون اور راحت۔ وَدُعَ (دال مضموم) الـرَّجُـلُ: آدمی پُر سکون ہوا۔ اس کا اسم فاعل وَدِیْعٌ یعنی پُر سکون ہے۔ اور وَادِعٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی مثال حَمُضَ اور حامِضٌ ہے۔ المُوَادَعَةُ: مصالحت۔
التَّـوادُعُ: ایک دوسرے کے ساتھ مصالحت کرنا۔ لوگ کہتے ہیں: دَعْ ذا: یعنی اسے چھوڑ دے۔ اس کی اصل وَدَعَ یَدَعُ ہے۔ ان معنوں میں اس کا ماضی کا صیغہ نہیں ہوتا چنانچہ وَدَعَهُ نہیں کہتے بلکہ تَرَکَهُ کہتے ہیں۔ نہ ہی وَادِعٌ کہتے ہیں بلکہ اس کی جگہ تَارِکٌ کہتے ہیں۔ ممکن ہے ضرورت شعری کے پیش نظر وَدَعَـهُ اور مَـوْدُوْعٌ اپنے اصل معنوں میں استعمال ہوتے ہوں۔
الوَدِیْعَةُ: امانت اس کی جمع الوَدَائِعُ ہے۔ کہا جاتا ہے: اَوْدَعَهُ مَالًا: اس نے اس کے پاس کچھ مال بطور امانت رکھا۔ اَوْدَعَهُ مَالًا کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے مال قبول کر لیا بطور امانت یہ کلمہ کلمات اضداد میں سے ہے۔

اسْتَوْدَعَهُ وَدِيْعَةً: اس نے اس کو امانت دی۔ یعنی اس کے پاس مال محفوظ رکھوایا۔

و د ق - الوَدْقُ: بارش۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

و د ک - الوَدَکُ: گوشت کی چربی۔

دَجَاجَةٌ وَدِيْكَةٌ: موٹی تازی مرغی۔

دِيْکٌ وَدِيْکٌ: موٹا تازہ اور فربہ مرغا۔

و د ی - الوَدْيُ: (دال ساکن) پیشاب کے بعد خارج ہونے والے قطرے۔

الوَدِيّ (یاء مشدد) کا معنی بھی بقول الأموی یہی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: وَدَى يَدِي وَدْيًا (بغیر الف)۔ الدِّيَةُ: دیت، خون بہا۔ اس کی جمع الدِّيات ہے۔ اس میں حاء، واؤ کا عوض ہے۔

وَدَيْتُ القَتِيْلَ: میں نے مقتول کی دیت ادا کی۔ اس کا مضارع أدِيْهِ اور مصدر دِيَةٌ ہے۔

اتَّدَيْتُ: میں نے دیت لی۔ اس سے فعل امر دِ فُلانًا ہوگا یعنی فلاں کی دیت ادا کر۔ اس کا تثنیہ دِيَا اور جمع دُوا فُلانًا ہوگا۔

أوْدَى الرَّجُلُ: آدمی ہلاک ہوگیا۔ اس کا اسم فاعل مُودٍ ہے۔

الوَدِيُّ بروزن فَعِيْلٌ: چھوٹا پودا۔ اس کا واحد وَدِيَّةٌ ہے۔

الـوادی: وادی۔ بعض اوقات اسے یاء چھوڑ کر صرف وَادِ کہنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ بقول شاعر:

قَرْقَرَ قُمْرُ الوَادِ بالشَّاهِقِ

"وادی کی قمری یا بلبل بلند درخت پر چہچہائی۔"

اس کی جمع أوْدِيَةٌ ہے۔ اور یہ خلاف قیاس ہے۔ یہ تو وَدِيٌّ کی جمع لگتی ہے۔ اس کی مثال سَرِيٌّ کی جمع أسْرِيَةٌ ہے۔ جس کا معنی نہر ہے۔

و ذ ر - ذَرْهُ: اسے چھوڑ دے یا جانے دے۔ هُوَ يَذَرُهُ: وہ اسے چھوڑتا ہے۔ اس کی بجائے وَذَرَهُ نہیں کہتے۔ اور نہ ہی وَاذِرٌ کہا جاتا ہے بلکہ اس کے بدلے تَرَكَهُ اور تَارِكٌ کہا جاتا ہے۔

و ذ م - الوذامُ: پیٹ اور آنتیں۔ اس کا واحد وَذَمَةٌ ہے۔ اس کی مثال ثَمَرَةٌ اور ثِمَارٌ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ولَئِن ولِيتُ بَنِي أُمَيَّةَ لأنْفُضَنَّهُمْ نَفْضَ القَصَّابِ التُّرَابَ الوَذِمَةَ: اگر مجھے بنوامیہ پر قدرت اور غلبہ ملا تو میں ان کو جھاڑ پونچھ کر ایسا صاف کردوں گا جیسے قصاب پیٹ اور آنتوں کی مٹی صاف کرتا ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں نے اس لفظ کے

متعلق شعبہ سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کا یہ معنی نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس طرح قصاب اس اوجھڑی کو جو مٹی میں گری ہوتی ہے اور خاک آلود یعنی مٹی سے لتھڑی ہوتی ہے اسے صاف کرتا ہے۔

و ر ث — وَرِثَ اَبَاہُ: وہ اپنے باپ کا وارث ہوا۔ وَرِثَ الشَّیْئَ مِنْ اَبِیْہِ: اس کو اپنے باپ سے چیز ورثہ میں ملی۔ اس کا مضارع یَرِثُہٗ (راء مکسور) ہے اور مصدر وِرْثًا، وِرْثَۃً اور وِرَاثَۃً (واؤ مکسور) ہے۔ نیز اِرْثًا (ہمزہ مکسور) بھی ہے۔ اَوْرَثَہٗ اَبُوْہُ الشَّیْئَ: اس کے باپ نے اسے وراثت میں چیز دی۔

وَرَّثَ فُلَانٌ فُلَانًا تَوْرِیْثًا: فلاں نے فلاں شخص کو وارث بنایا۔

و ر د — وَرَدَ، یَرِدُ: (راء مکسور) وُرُوْدًا: وہ وارد ہوا۔ اَوْرَدَہٗ غَیْرُہٗ: کسی اور نے اسے وارد کیا۔

اِسْتَوْرَدَہٗ: اس نے اسے درآمد کیا۔

الوِرْدُ: (واؤ مکسور) جزء۔ پارہ

قَرَأْتُ وِرْدِیْ: میں نے اپنا ورد یعنی جزو پڑھا، یا پارہ پڑھا۔

الوِرْدُ، الصدر کی ضد ہے۔ اور اس کا معنی الوُرَّادُ بھی ہے۔ جس کا معنی وہ لوگ ہیں جو پانی پر اترتے ہیں۔ اس کا معنی باری کے بخار کا دن بھی ہے۔

حَبْلُ الْوَرِیْدِ: شہ رگ۔ عربوں کا خیال ہے یہ رگ جان ہے۔ اور یہ دو رگیں یعنی الوَرِیْد اور الوتین گردن کے دونوں اطراف میں ایسی جگہ ہوتی ہیں جہاں گردن کا اگلا حصہ ان موٹی رگوں سے ملتا ہے۔

الوَرْدُ: گلاب کا پھول۔ اس کا واحد وَرْدَۃٌ ہے اور رنگ کے اعتبار سے شیر کو اور گھوڑے کو وردٌ کہتے ہیں۔ اور یہ رنگ کمیت اور اشقر یعنی گہرے سرخ رنگ کے درمیان کا رنگ ہے۔ اس کی مؤنث وَرْدَۃٌ ہے۔ اس کی جمع وُرْدٌ (واؤ مضموم) ہے۔ اس کی مثال جون اور جُون ہے اس کی جمع وِرَادٌ (میں واؤ مکسور) بھی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَکَانَتْ وَرْدَۃً: جب آسمان پھٹ جائے گا، تو وہ (پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح) گلابی ہوگا۔

الوَارِدُ: راستہ۔ یہی معنی المورد کا ہے۔

الزُّمَاوَرْدُ: معرب کلمہ ہے۔ عام لوگ اسے بَزْمَا وَرْدُ کہتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ یہ درحقیقت بھنا ہوا گوشت جو کوٹا ہوا ہو اور پھر کسی پتلے کاغذ میں لپٹا ہو۔ پھر اسے کاٹا جاتا ہے۔ اسے اَوْساط کہا جاتا ہے۔ اس کی یہ وضاحت المنہاج کے مصنف نے اپنی کتاب میں بذیل مادہ باء مع زای دی ہے۔

و ر خ: دیکھئے بذیل 'ا ر خ'۔

و ر س — الوَرْسُ: بروزن الفَلْسُ یمن میں پیدا ہونے والا زرد رنگ کا پودا یا گھاس یا کائی۔ جس سے چہرہ کی صفائی کے لئے لیپ تیار کیا جاتا ہے۔

اَوْرَسَ المکانُ: مکان میں اَوْرَسُ گھاس (کائی) اُگ آئی۔ ایسی جگہ کو وَارِسٌ کہتے ہیں۔ اس کے بدلے مُوْرِسٌ نہیں کہا جاتا۔ اور یہ نادر ہے۔

وَرَّسَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑے ورس سے رنگے۔

و ر ش — الوَارِشُ: اس وقت قوم کے ہاں آنے والا جب کہ قوم یا لوگ کھانا کھا رہے ہوں اور اُسے کھانے میں شرکت کی دعوت نہ دی گئی ہو، یعنی بن بلایا مہمان۔ اس کی مثال الواغِلُ کی ہے جو پینے کی مجلس میں بن بلایا آئے۔

الوَرْشَانُ: زُمری۔ مثل ہے: بِعِلَّةِ الوَرْشَانِ تَاكُلُ رُطَبَ المُشَانِ: تم زمری کے بہانے مشان کھجور کھاتے ہو۔ (اس کی تفصیل بذیل مادہ 'م ش ن' دی گئی ہے)۔ اس کی جمع الوَرَاشِین اور الوِرْشَانُ (واؤ مکسور اور راء ساکن) ہے لیکن یہ خلاف قیاس ہے اس کی مثال کِروان ہے جو کَرَوان کی جمع ہے۔

و ر ط — الورطَةُ: ہلاکت، تباہی۔ اَوْرَطَهُ وَوَرَّطَهُ تَوْرِيطًا فَتَوَرَّطَ: اس نے اسے ہلاکت میں ڈال دیا، تو وہ ہلاکت میں پڑ گیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا خِلَاطَ وَلَا وِرَاطَ: نہ خِلَاط جائز ہے اور نہ وِرَاط۔ خِلَاط دو مختلف شخصوں کے جانوروں کو اکٹھا کر کے نصاب مکمل کر کے زکوۃ کی وصولی ہے اور وِراط یہ ہے کہ بکریاں کہیں نشیب میں چھپا دی جائیں تاکہ زکوۃ کی وصولی کے تحصیل دار کو خبر نہ ہو اور اس طرح زکوۃ کی ادائیگی سے بچا جائے۔

و ر ع — الوَرِعُ: (راء مکسور) پرہیزگار شخص۔ اس کا فعل وَرِعَ يَرِعُ رِعَةً (راء مکسور تینوں میں) ہے۔

تَوَرَّعَ مِنْ كَذَا: وہ فلاں چیز سے بچ گیا۔

وَرَّعَهُ تَوْرِيعًا: اس نے اسے روکا، یا بچایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: وَرِّعَ اللِّصَّ وَلَا تُرَاعِهِ: یعنی تم چور کو اپنے گھر میں دیکھو یا پاؤ تو اسے روکو اور اپنی مدافعت کرو اور اس بات کا انتظار نہ کرو کہ اس کے ہاتھوں کیا کچھ ہوتا ہے۔ یعنی اسے اپنی کاروائی کی مہلت نہ دو۔

و ر ق — الوَرِقُ: ٹکسالی درہم۔ یہی معنی الرِّقَةُ (مخفف) کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے فِی الرِّقَةِ رُبْعُ العُشْرِ:

چاندی میں زکوٰۃ کا نصاب چالیسواں حصہ ہے۔ الورق کے تین لہجے ہیں:

(۱) وَرِقٌ.

(۲) وِرْقٌ اور

(۳) وَرْقٌ.

اس کی مثال کَبِدٌ، کِبْدٌ اور کَبْدٌ ہے۔

رَجُلٌ وَرَّاقٌ: بہت درہموں کا مالک یعنی مالدار شخص۔ وَرَّاق کا معنی ورق ساز اور کاتب کو بھی کہتے ہیں۔ الـوَرَقُ مـن اَوْرَاق الشَّجر: درختوں کے پتوں میں سے ایک پتا۔ یا کتاب کا ایک ورق۔ اس کا واحد وَرَقَةٌ ہے۔

شَجَرَةٌ وَرَقَةٌ ووَرِيقَةٌ: برگ دار درخت۔ پتوں بھرا درخت۔

اَوْرَقَ الشَّجَــرُ: درخت پر پتے پھوٹ نکلے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان معنوں میں وَرَقَ الشَّجَرُ واَوْرَقَ کہا جاتا ہے لیکن اَوْرَقَ کا استعمال زیادہ ہے۔

وَرَّقَ تَوْرِيقًا کا بھی یہی معنی ہے۔

الـوَارِقَـةُ: سرسبز درخت اور خوش برگ درخت۔ الـوَرَقُ (راء مفتوح) کا معنی مالدار بھی ہے جس کے پاس دولت اور اونٹ وغیرہ ہوں۔ کبوتری کو بھی سیاہی مائل صاف وشفاف اور چمکدار سفید رنگ کی بناء پر وَرْقَاءُ کہتے ہیں۔

و ر ک – الـوَرِکُ: سُرین، ران سے اوپر والا حصہ۔ یہ لفظ مؤنث ہے بعض اوقات فَخِذٌ اور فَخْذٌ کی طرح اسے بھی مخفف کر کے الـوَرْکُ کہا جاتا ہے۔

التَّـوَرُّکُ علی الیُمنٰی: نماز میں سرین کو دائیں پاؤں پر رکھ کر بیٹھنا۔ البتہ حدیث ابراہیم میں ہے کہ: اَنَّـهُ يَكْـرَهُ التَّوَرُّكَ فِي الصَّــلَاةِ: نبی اکرم ﷺ نماز میں تورک کو ناپسند فرماتے تھے۔ اس کے برعکس دونوں یا ایک سرین زمین پر ٹکانا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث ہے: نَهَى اَنْ يَسْجُدَ الرَّجُلُ مُتَوَرِّكًا: یعنی آپ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص تورک کر کے سجدہ کرے۔

تَوَرَّكَ عَلَى الدَّابَةِ: اس نے سواری پر تورک کیا یعنی سواری پر بیٹھے زین کے اوپر پاؤں موڑ کر اس پر اپنا سرین رکھا۔

و ر ل – الـوَرَلُ: رینگنے والا جاندار مثلاً: گوہ۔

و ر م – الوَرَمُ: ورم، سُوجن۔ اس کی جمع الاَوْرَامُ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: وَرِمَ جِلْدُهُ: اس کی جلد میں ورم آ گیا۔ اس کا مضارع يَرِمُ (ماضی مضارع دونوں میں راء مکسور ہے، یہ شاذ ہے۔

تَوَرَّمَ کا معنی بھی یہی ہے۔

وَرَّمَـهُ غَيْـرُهُ: کسی اور نے اس پر ورم

چڑھا دیا۔ اس کا مصدر تَوْرِیْمًا ہے۔

و ر ی — وَرَی القَیحُ جَوْفَهُ، یَرِیَهُ، وَرْیًا: پیپ نے اس کے پیٹ کو بیمار کر دیا۔

میرا کہنا ہے کہ مکمل حدیث یہ ہے کہ: خَیرٌ مِنْ اَنْ یَمْتَلِیَ شِعرًا: مفہوم یہ ہے کہ شعر سے پیٹ بھرنے سے بہتر یہ ہے کہ پیٹ میں پیپ بھر جائے اور انسان بیمار ہو جائے۔

الْوَرَی: مخلوق خدا۔

وَرَی الزَّنْدُ، یَرِی (راء مکسور) وَرْیًا: چقماق سے آگ نکلی۔ اس کا ایک اور یہ لہجہ ہے: وَرِیَ: یَرِی (ماضی و مضارع میں راء مکسور)۔

أَوْرَاهُ غَیْرُهُ: کسی اور نے چقماق سے آگ نکالی۔

وَرَّاهُ تَوْرِیَةً: اس نے اسے چھپا دیا۔

تَوَارَی: وہ چھپ گیا۔

وَرَاءٌ: بمعنی پیچھے اور بعض اوقات اس کا معنی آگے بھی ہوتا ہے۔ یہ لفظ کلمات اضداد میں سے ہے۔ اگر اسے کسی اور اسم یا ضمیر کے ساتھ اضافت نہ دیں تو اسے بطور غایت رفع دیتے ہیں۔ اور اس کی مثال مِنْ قَبْلُ اور مِنْ بَعْدُ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَكَانَ وَرَاءَ هُمْ مَلِكٌ: یہاں وَرَاءَ کا معنی ان کے سامنے سے ہے۔

وَرَّی الخَبَرَ تَوْرِیَةً: اس نے خبر کو پوشیدہ رکھا اور کسی اور نے اسے ظاہر کر دیا۔ گویا وہ خبر انسان کے پیچھے سے لی گئی۔ گویا وہ شخص خبر کو اپنے پیچھے رکھتا ہے جہاں سے دوسرے اسے دیکھ لیتے ہیں۔

و ز ب — المِیْزَابُ: پرنالہ۔ فارسی کلمہ ہے۔ اسے ہمزہ کے ساتھ معرب کیا گیا ہے اور مِئْزَاب بنایا گیا ہے۔ اور ہمزہ کے بغیر اس کی جمع مَیَازِیْبُ ہے۔

و ز ر — الوَزَرُ: (واؤ اور زای دونوں مفتوح) پناہ گاہ۔ اس کا اصل معنی پہاڑ ہے۔

الوِزْرُ: بوجھ اور گناہ، گٹھڑی اور اسلحہ۔

الوَزِیْرُ المُوَازِرُ: اس کی مثال الأَکِیْلُ وَالمُوَاکِلُ ہے۔ کیونکہ وزیر دوسرے کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ یعنی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتا ہے یا کام میں ہاتھ بٹاتا ہے۔

الوَزَارَةُ، الوِزَارَة: ایک دوسرا لہجہ ہے۔

قَدْ اسْتُوْزِرَ فُلَانٌ: فلاں شخص کو وزیر بنایا گیا۔ یعنی وہ امیر کی ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھاتا ہے۔ یَتَوَزَّرُ لَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

اِتَّزَرَ الرَّجُلُ: آدمی بوجھ پر سوار ہوا۔[1] قول خداوندی ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرَی: کوئی کسی کا بوجھ نہیں

[1] اتزر الرجل: آدمی نے ازار باندھا یا لنگوٹ کس لیا۔ (مترجم)

اٹھائے گا۔ اخفش رحمہ اللہ نے کہا کہ: کسی کو کسی دوسرے کے جرم اور گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا۔ اس سے فعل یہ ہے: وَزِرَ (زای مکسور) یُوْزَرُ اور وَزَرَ یَزِرُ (زای مکسور)۔ وُزِرَ یُوْزَرُ: اس کا فعل مجہول ہے۔ اور اس کا اسم مفعول مَوْزُوْرٌ ہے۔ حدیث شریف میں صرف مَاجُوْرَاتٌ کے مقابل مَازُوْرَاتٌ آیا ہے۔ مفرد کے طور پر اسے مَوْزُوْرَاتٌ کہتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اِرْجِعْنَ مَاجُوراتٍ غیر مَازُوْرَاتٍ۔

و ز ز- الوَزُّ: ایک لہجہ ہے الإوَزُّ کا۔ یہ ایک آبی پرندہ ہے۔ بطخ یا مُرغابی۔

و ز ع- وَزَعَهُ یَزَعُهُ وَزْعًا: اس کی مثال وَضَعَهُ یَضَعُهُ وَضْعًا ہے۔ اس کا معنی ہے: اس نے اسے روکا۔

فَاتَّزَعَ: تو وہ رک گیا۔

اَوْزَعَهُ بالشَّيْئِ: اس نے اس کو کچھ دے کر بہلایا یا پھسلایا۔

اِسْتَوْزَعْتُ اللهَ شُكْرَهُ: میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے کی توفیق مانگی۔

فَاَوْزَعَنِي: تو اللہ نے مجھے توفیق عطا کر دی۔

الوَازِعُ: وہ شخص جو صف سے آگے بڑھ کر صف درست کرتا ہے۔ اور لوگوں کو آگے پیچھے کرتا ہے۔ اس کی جمع وَزَعَةٌ ہے۔ اس کا ذکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: لا بُدَّ لِلنَّاسِ مِن وازِعٍ: لوگوں میں صف درست کرنے والا ایک آدمی ہونا چاہیے۔ یعنی ایک بااختیار سلطان ہونا چاہیے جو لوگوں کو بُرائی سے روکے۔

کہا جاتا ہے: وَزَعْتَ الجَيْشَ: تم نے فوج کو ترتیب سے رکھا۔ قول خداوندی ہے: فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ: تو ان کو اقسام میں ترتیب دیا جاتا رہا۔

التَّوْزِيْعُ: تقسیم کرنا۔ الگ الگ ترتیب دینا۔ کہا جاتا ہے: تَوَزَّعُوْا: وہ آپس میں بٹ گئے۔

الاَوْزَاعُ: ہمدان کے وسط میں ایک جگہ کا نام۔ اس جگہ سے منسوب الامام الاوزاعی ہیں۔

و ز غ- الوَزَغَةُ: ایک کیڑا۔ اس کی جمع وَزَغٌ اَوْزَاغٌ اور وِزْغَانٌ (واؤ مکسور) ہے۔

و ز ف- وَزَفَ يَزِفُ: (زای مکسور) وَزِيفًا: اس نے جلدی کی۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی ہے: فَاَقْبَلُوْا اِلَيْهِ يَزِفُوْنَ (فاء مخفف) وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔

الوَزِيْفُ والزَّفِيْفُ: (دونوں برابر

تیز رفتار۔

و ز ن - المِيزَانُ: ترازو۔

وَزَنَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو تولا۔ اس کا باب وَعَدَ اور زِنَةً بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: وَزَنْتُ فُلَانًا اور وَزَنْتُ لِفُلَانٍ: میں نے فلاں شخص کو تول کر دیا۔ قول خداوندی ہے: وَإِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ: جب وہ اوروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

هٰذَا يَزِنُ دِرْهَمًا: یہ ایک درہم کے وزن یا قیمت کے برابر ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے: 'اس چیز کی قیمت ایک درہم کے برابر ہے نہ کہ اس چیز کا وزن درہم کے برابر ہے'۔ میں نے یہی سمجھا ہے۔ یہی لفظ حدیث شریف میں ہے: لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ: کاش! اللہ کے نزدیک اس دنیا کی قیمت مچھر کے ایک پر کے برابر ہوتی۔

دِرْهَمٌ وَازِنٌ: درہم معیاری وزن ہے یا وزن کا معیار ہے۔ وَازَنَ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ: اس نے دو چیزوں کے درمیان موازنہ کیا۔ اس کا مصدر مُوَازَنَةٌ اور وِزَانًا ہے۔ هٰذَا يُوَازِنُ هٰذَا: یہ اس کے برابر ہے یا یہ اس کے آمنے سامنے ہے۔ اور کہا جاتا ہے: وَزَنَ الْمُعْطِيْ

وَاتَّزَنَ الْآخِذُ یا یوں کہا جاتا ہے کہ نَقَدَ الْمُعْطِيْ وَانْتَقَدَ الْآخِذُ: دینے والے نے تول کر دیا اور لینے والے نے اسے پرکھا۔

و س خ - الوَسَخُ: میل کچیل۔ غلاظت۔

قَدْ وَسِخَ الثَّوْبُ: کپڑا میلا ہو گیا، (سین مکسور)۔ يَوْسَخُ وَسَخًا تَوَسَّخَ اور اتَّسَخَ: تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔

اَوْسَخَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے میلا کر دیا۔

و س د - الوِسَادُ: الوِسَادَةُ: (واؤ مکسور) تکیہ۔ اس کی جمع وَسَائِدُ اور وُسُدٌ (واؤ اور سین دونوں مضموم) ہے۔

وَسَّدْتُهُ الشَّيْئَ تَوْسِيْدًا فَتَوَسَّدَهُ: میں نے اسے کوئی چیز تکیہ رکھنے کے لئے دی تو اس نے اسے تکیہ بنا لیا۔ یعنی اپنے سر کے نیچے رکھ لیا۔

و س ط - وَسَطَ الْقَوْمَ: وہ لوگوں کے وسط میں بیٹھا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے اور سِطَةً بھی ہے۔ اس میں سین مکسور ہے۔

اس سے مراد وہ قوم کا ثالث بن گیا ہے۔

الاِصْبَعُ الْوُسْطٰى: درمیانی انگلی۔

التَّوْسِيْطُ: کسی کو وسط میں رکھنا۔ یا کسی کو واسطہ بنانا۔ بعض نے فَوَسَّطْنَ بِهٖ جَمْعًا: میں سین کو مشدد پڑھا ہے۔

التَّوْسِيْطُ کا معنی کسی چیز کو نصف سے کاٹ کر دو حصوں میں بانٹنا بھی ہے۔

التَّوَسُّطُ بينَ النَّاسِ: لوگوں کے درمیان واسطہ بننا۔

الوَسَطُ من کل شَیْئٍ: ہر چیز کا معتدل ترین حصہ یا عادل حصہ۔ قول خداوندی ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا: اس طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل امت بنایا۔

شَیْئٌ وَسَطٌ: عمدہ اور ردّی کے درمیان والی چیز۔

وَاسِطَةُ القَلَادَةِ: ہار کے درمیان میں جڑا ہوا ہیرا۔ جو تمام ہیروں سے زیادہ عمدہ ہوتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری اس سے مراد وہ ہیرا ہے جو ہار کے عین نصف میں یا وسط میں جڑا ہوا ہوتا ہے۔

وَاسِطٌ: ایک شہر کا نام جو کوفہ اور بصرہ کے درمیان حجاج کے بنے ہوئے محل کی نسبت سے مشہور ہے۔ یہ منصرف اور مذکر ہے۔ یوں شہروں کے نام زیادہ تر مؤنث ہوتے ہیں۔ شہروں میں سے غیر منصرف شہر یا جگہیں منیٰ، شام، عراق، واسط، دابق، فلج اور ہجر ہیں۔ یہ جگہیں مذکر مانی جاتی ہیں اور منصرف ہیں۔ ممکن ہے کہ ان سے مراد البُقْعَةُ یا البَلْدَةُ لی جاتی ہو تو انہیں غیر منصرف بنایا جاتا ہو۔

جَلَسْتُ وَسْطَ القَوْمِ میں وسط کا سین ساکن ہے کیونکہ وہ ظرف ہے اور جَلَسْتُ فِي وَسَطِ القومِ میں وسط کا سین متحرک ہے کیونکہ یہاں وسط اسم ہے۔ ہر جگہ جس میں بَیْنَ کا استعمال مناسب ہو وہاں وَسْطٌ (سین ساکن) ہے۔ یعنی بَیْنَ کے معنوں میں وَسْط میں سین ساکن ہوتا ہے اور جہاں بین کے معنی نہ ہوں وہاں وَسَط میں سین متحرک ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایسے موقعوں پر بھی سین کو ساکن کیا جاتا ہو لیکن اس کی کوئی توجیہ نہیں۔

و س ع - وَسِعَهُ الشَّيْئُ: (سین مکسور) يَسَعُهُ، سَعَةً (سین مفتوح) اور الوُسْعُ اور السَّعَةُ (سین مفتوح) چیز نے اسے سمیٹ لیا۔ یا چیز اس کے لئے کافی ہوگئی۔

السَّعَةُ: (سین مفتوح) وسعت، گنجائش اور صلاحیت و طاقت۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ من سَعَتِهِ: کا معنی ہے کہ صاحب استطاعت اور مال دار اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرے۔

اَوْسَعَ الرَّجُلُ: آدمی مال دار بن گیا۔ اسی نسبت سے قول خداوندی ہے: وَالسَّمَآءَ بَنَيْنَاهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ: یہاں مُوْسِعُوْن کا معنی قدرت رکھنے والا ہے۔ کہا جاتا ہے: اَوْسَعَ اللهُ عَلَيْكَ: اللہ تعالیٰ تجھے

وسعت وکشائش عطا کرے۔ یعنی تجھے مال دار بنائے۔

التَّوْسِيعُ، التَّضْيِيقُ: بمعنی تنگ کرنے کی ضد ہے۔ اور معنی وسیع اور کشادہ کرنا ہے۔

کہا جاتا ہے: وَسَّعَ الشَّيْئَ فَاتَّسَعَ: اس نے چیز کو کشادہ کیا تو وہ کشادہ ہوگئی۔

اِسْتَوْسَعَ: وہ وسیع ہوگیا۔ اس نے توسیع پسند کی۔ تَوَسَّعُوْا فِي الْمَجْلِسِ: وہ مجلس میں کھلے ہوکر بیٹھے۔

يَسَعُ: ایک عجمی نام ہے جس پر الف لام داخل ہوا ہے جب یہ ایسے ناموں مثلاً: يَعْمُر، يَزِيْد، يَشْكُر پر داخل نہیں ہوتا۔ البتہ ضرورت شعری کے تحت ایسا ہو بھی جاتا ہے۔ اور اَللَّيْسَعُ کو دو لام کے ساتھ اللَّيْسَعُ پڑھا گیا ہے۔

و س ق — الْوَسْقُ: مصدر ہے۔ اس کا فعل وَسَقَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو جمع کیا اور اسے اُٹھایا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ: یعنی جب رات پہاڑوں، درختوں، سمندروں اور زمین پر چھا گئی اور یہ ساری جگہیں رات میں جمع ہوگئیں تو گویا رات نے انہیں اکٹھا کرلیا اور اُٹھایا۔

الْوَسْقُ: ایک پیمانہ ہے جو ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے۔

خلیل کا قول ہے کہ الْوَسْقُ اونٹ کا بوجھ ہے اور الْوِقْرُ خچر اور گدھے کا بوجھ ہے۔

الاتِّسَاق: انتظام۔

اَوْسَقَ الْبَعِيْرَ: اس نے اونٹ پر اس کا بوجھ لاد دیا۔

و س ل — الْوَسِيْلَةُ: ذریعے جو کسی کو دوسرے تک پہنچادے یا قریب کردے۔ اس کی جمع الْوَسِيْلُ اور الْوَسَائِلُ ہے۔

التَّوْسِيْلُ اور التَّوَسُّلُ دونوں کا ایک معنی ہے یعنی وسیلہ اختیار کرنا۔ وَسَّلَ (سین مشدد) فُلَانٌ اِلٰى رَبِّهٖ وَسِيْلَةً: اس نے اپنے رب تک پہنچنے کے لئے ایک وسیلہ اختیار کیا یا تلاش کیا۔

تَوَسَّلَ اِلَيْهِ بِوَسِيْلَةٍ: اس نے ایک وسیلہ کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کر لیا۔

و س م — وَسَمَهُ: اس کا باب وَعَدَ اور سِمَةً بھی ہے۔ اس نے مہر یا داغ کے ذریعے اسے نشان زد کرلیا۔

الْوَسِمَةُ (سین مکسور) عِظْلِمَ: نامی پودا ہے جس سے خضاب بنایا اور لگایا جاتا ہے۔ اس لفظ میں سین ساکن اس کا ایک لہجہ ہے۔ اسے وُسْمَةٌ (واؤ مضموم) نہیں کہنا چاہئے۔ اس سے امر کا صیغہ تَوَسَّمْ ہے۔

الْوَسْمِيُّ: موسم بہار کی پہلی بارش۔ کیونکہ

یہ بارش زمین پر سبزہ پیدا کر کے اسے سرسبز کر دیتی ہے۔ گویا زمین کو وسمہ لگا دیتی ہے۔ اور زمین کی اس حالت کو مَوْسُوْمَۃٌ کہتے ہیں۔

تَوَسَّمَ الرَّجُلُ: آدمی نے وسمی گھاس طلب کی۔

مَوْسِمُ الحَاجِّ: حاجیوں کا موسم۔ یہ نام اس لئے پڑا کہ ان دنوں حاجی جمع ہوتے ہیں۔

وَسَّمَ النَّاسُ تَوْسِيمًا: لوگوں نے موسم پالیا، یا منالیا۔ اس کی مثال عَيَّدُوْا ہے یعنی لوگوں نے عید منائی۔

المِيْسَمُ: اِستری۔ اس لفظ میں یاء دراصل واؤ ہے۔ اس کی جمع لفظاً مَيَاسِمُ ہے اور اصلاً مَوَاسِمُ ہے۔ دونوں جائز ہیں۔

العِيْسَمُ کا معنی خوبصورتی بھی ہے۔

فُلَانٌ وَسِيْمٌ: فلاں شخص خوبرو ہے۔

قَوْمٌ وِسَامٌ: خوبرو لوگ۔ اِمْرَأَةٌ وَسِيْمَةٌ: خوبرو عورت۔

نِسْوَةٌ وِسَامٌ: خوبرو عورتیں۔ اس کی مثال ظَرِيْفٌ اور اس کی جمع ظِرَافٌ ہے اور صَبِيْحَةٌ اور صِبَاحٌ ہے۔

وَسُمَ الرَّجُلُ: (اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ وَسَامَةٌ اور وَسَامًا (بحذف ھاء بھی) اور معنی آدمی خوبرو ہوا۔ اس کی مثال جَمُلَ جَمَالًا ہے۔

فُلَانٌ مَوْسُوْمٌ بِالْخَيْرِ: فلاں شخص نیکی اور بھلائی کے لئے مشہور و معروف ہے۔

تَوَسَّمْتُ فِيْهِ الْخَيْرَ: میں نے اس میں بھلائی کے آثار دیکھے۔

اتَّسَمَ الرَّجُلُ: آدمی نے اپنے لئے ایک نشان یا پہچان مقرر کر لی۔

و س ن – الوَسَنُ والسِّنَةُ: اُونگھ۔ قَدْ وَسِنَ (سین مکسور) الرَّجُلُ: آدمی کو اونگھ آ گئی۔

يَوْسَنُ وَسَنًا: اس کا اسم فاعل وَسْنَانٌ اونگھنے والا۔

اسْتَوْسَنَ کا معنی بھی یہی ہے۔

و س و س – الوَسْوَسَةُ: وسوسہ، دل میں کھٹکنے والی بات، کھٹکا۔

وَسْوَسَتْ إِلَيْهِ نَفْسُهُ: اس کے نفس نے اس میں وسوسہ ڈال دیا۔ اس کا مصدر وَسْوَسَةٌ، وِسْوَاسٌ (واؤ مکسور) ہے۔

الوَسْوَاسُ: (واؤ مفتوح) اس کا اسم ہے بمعنی کھٹکا۔ اس کی مثل الزِّلْزَالُ اور الزَّلْزَالُ ہے۔ قول خداوندی ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ: تب ان کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈال دیا۔

لَهُمَا سے مراد اِلَيْهِمَا ہے۔ لیکن عرب فعل کو بطور صلہ ان تمام حروف کے ساتھ ملاتے ہیں۔ زیورات کی جھنکار کو بھی وَسْوَاسٌ

کہتے ہیں۔ اور وَسْوَاسٌ شیطان کا نام بھی ہے۔

و س ی - أَوْسَی رَأسَہُ: اس نے سر منڈھایا۔

المُوسَی: بلیڈ یا اُسترا جس سے سر کے بالوں کا حلق کرتے ہیں۔ الفراء کا قول ہے کہ یہ کلمہ مؤنث ہے اور الاموی کا قول ہے کہ یہ صرف مذکر ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ ہم نے سوائے الاموی کے کسی سے اس کا مذکر ہونا نہیں سُنا۔

مُوسَی: آدمی کا نام۔ ابوعمرو بن العلاء کا قول ہے کہ یہ لفظ نکرہ کی حیثیت سے منصرف ہونے کے باعث مُفْعَل کے وزن پر ہے۔ فُعْلَی کے وزن پر اسم کسی صورت میں بھی منصرف نہیں ہوتے۔ اسماء فُعْلَی سے زیادہ مُفْعَلُ کے وزن پر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اَفْعَلْتُ کا صیغہ مبنی ہوتا ہے۔ الکسائی کا قول ہے کہ اس کا وزن فُعْلَی ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ 'م و س' میں ہو چکا ہے۔ اس سے منسوب لفظ مُوسَوِیٌّ اور مُوسِیٌّ ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ 'ع ی س' ہو چکا ہے۔

آساہ کا ایک کمزور لہجہ 'واساہ' ہے۔

و ش ب - الأَوْشَابُ مِنَ النَّاسِ: گھٹیا لوگ۔ ان کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔

و ش ح - الوِشَاحُ: (واؤ مکسور) چمڑے کا بُنا ہوا چوڑا پٹکا جس پر جڑاؤ کا کام ہوا ہوتا ہے جسے عورتیں اپنے دو کندھوں اور پیٹ کے گرد باندھ لیتی ہیں۔ وَشَّحَهَا فَتَوَشَّحَتْ: اس نے اس عورت کو پٹکا پہنایا تو اس عورت نے پہن لیا۔ شاید یہ بھی کہا گیا ہے کہ تَوَشَّحَ الرَّجُلُ: آدمی نے پٹکا باندھا اور تلوار حمائل کر لی۔

و ش ر - وَشَرَ الخَشَبَةَ بِالمِيشَارِ: اس نے لکڑی کو آرے سے چیرا۔ یہ اَشَرَ کا ایک لہجہ ہے۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ الوَشْرُ کا معنیٰ عورت کا اپنے دانت تیز کرنا اور انہیں باریک کرنا بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَعَنَ اللّٰهُ الوَاشِرَةَ وَالمُؤتَشِرَةَ: اللہ تعالیٰ دانت تیز اور باریک کرنے اور کرانے والیوں پر لعنت کرے۔

و ش ق - الوَشِيقُ والوَشِيقَةُ: گوشت جسے ایک بار اُبالا جائے اور پھر اسے سُکھا کر قدید بنا کر خشک کیا جائے اور سفروں میں ساتھ لے جایا جائے۔ یہ سب سے زیادہ دیر پا قدید یعنی خشک گوشت ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قدید کی طرح کا گوشت ہوتا ہے لیکن اسے آگ نے چھوا نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ اُتِيَ بِوَشِيقَةٍ يَابِسَةٍ مِنْ

لَحْمِ صَیْدٍ. فَقَالَ: اِنِّی حَرَامٌ: نبی کریم ﷺ کے پاس شکار کا خشک کیا ہوا وشیقہ گوشت لایا گیا یا آپ ﷺ کو پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں حالتِ احرام میں ہوں۔

و ش ک – وَشْکٌ: دوری، فوری جدائی۔

خَرَجَ وَشِیْکًا: وہ تیزی سے نکلا۔

اَوْشَکَ الرَّجُلُ یُوْشِکُ اِیْشَاکًا: وہ تیزی سے چلا۔ یہی لفظ لوگ یوں کہتے ہیں: یُوْشِکُ اَنْ یَکُوْنَ کَذَا: بہت جلد ایسا ہونے والا ہے۔ اس میں شین مکسور ہے۔ عام لوگ یُوشَکُ میں شین کو مفتوح بولتے ہیں اور یہ ایک ردی قسم کا لہجہ ہے۔

و ش م – وَشَمَ یَدَہٗ: اس نے اپنے ہاتھ سوئی سے نقش و نگار گندھوائے، پھر ان میں نیل بھروایا۔ اس کا اسم بھی الوَشْمُ ہے۔ اس کی جمع وِشَامٌ ہے۔

اسْتَوْشَمَہٗ: اس نے اس سے گوندھوانے کو کہا۔ حدیث شریف میں ہے: لَعَنَ اللّٰہُ الوَاشِمَۃَ والمستوشِمَۃَ: اللہ گوندھوانے والی اور گوندھنے والی پر لعنت کرے۔

و ش و ش – رَجُلٌ وَشْوَاشٌ: ہلکا آدمی، جلد باز۔

الوَشْوَشَۃُ: سرگوشی، کانا پھوسی یا گڈ مڈ گفتگو۔

و ش ی – الشِّیَۃُ: گھوڑے کے زیادہ تر رنگوں کا مخالف رنگ۔ اس کی جمع شِیَاتٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: لَاشِیَۃَ فِیْهَا: اس میں دوسرے تمام رنگوں کے مخالف کوئی رنگ نہ ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وَشَی الثَّوبُ یَشِیْہِ وَشْیًا وَشِیَۃً: اس نے کپڑے پر پھول بوٹے یا نقش و نگار بنائے۔

وَشَّاہ تَوْشِیَۃً: میں تشدید اظہار کثرت کے لئے ہے۔ اس کا اسم فاعل مُوْشِیٌّ اور مُوْشّی ہے۔ اس نے نقش و نگار بنائے۔

الوَشْیُ مِنَ الثِّیَابِ: کپڑوں کے نقش و نگار۔ کہا جاتا ہے: وَشَی کَلَامَہٗ: اس نے جھوٹ بولا۔

وَشَی بِہٖ اِلَی السُّلْطَانِ: اس نے بادشاہ کے آگے چغلی کی۔

و ص ب – الوَصَبُ: (صاد مفتوح) بیماری، مرض۔ قَدْ وَصِبَ یَوْصَبُ بروزن عَلِمَ یَعْلَمُ: وہ بیمار ہوا۔ اس کا اسم فاعل وَصِبٌ ہے۔ اس میں صاد مکسور ہے۔ اَوْصَبَہُ اللّٰہُ: اللہ نے اسے بیمار کر دیا۔ اس کا اسم مفعول مُوْصَبٌ ہے۔

وَصَبَ الشَّیْئُ یَصِبُ (حاء مکسور) وُصُوْبًا: چیز مستقل برقرار رہی۔ قول خداوندی ہے: وَلَہُ الدِّیْنُ وَاصِبًا:

اس کا دین مستقل اور دائمی ہے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ: ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

و ص د — الوَصِيدُ: ڈیوڑھی، صحن، دہلیز۔

اَوْصَدْتُ البَابَ: میں نے دروازہ بند کر دیا۔

آصَدْتُهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اُوْصِدَ البَابُ: دروازہ بند کیا گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مُوْصَدٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُوْصَدَةٌ: اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ دوزخیوں پر عذاب یا جہنم کی آگ تہہ بہ تہہ ہوگی۔

و ص ر — الوِصْرُ: بروزن الوِزْرُ: دستاویز، معاہدہ کی تحریر۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔

و ص ع — الوَصَعُ: چڑیا سے چھوٹا پرندہ ممولا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ اِسْرَافِيلَ لَيَتَوَاضَعُ لِلّٰهِ حتّى يَصِيرَ كَاَنَّهُ الوَصَعُ: بے شک حضرت اسرافیل اللہ کے آگے اس قدر تواضع اور خاکساری کرنے لگتے ہیں جیسے وہ ممولا ہوں۔

و ص ف — وَصَفَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کی تفصیل بیان کی۔ اس کا باب وَعَدَ اور صِفَةً بھی ہے۔

تَوَاصَفُوا الشَّيْئَ مِنَ الوَصْفِ: انہوں نے ایک دوسرے سے چیز کی صفت بیان کی۔ اِتَّصَفَ الشَّيْئُ: چیز بیان کے قابل ہوئی۔

بَيْعُ المُوَاصَفَةِ: بغیر دیکھے صرف صفت کے بیان پر خرید و فروخت۔

الوَصِيفُ: نوکر، لڑکا ہو یا لڑکی۔ اس کی جمع الوُصَفَاءُ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نوکر لڑکی کو وَصِيفَةٌ کہتے ہوں جس کی جمع وَصَائِفُ ہے۔

اِسْتَوْصَفَ الطَّبِيبَ لِدَائِهِ: طبیب نے پوچھا کہ وہ بتائے کہ اس کا علاج کس چیز سے کرے۔ طبیب نے اس کی بیماری کے لئے نسخہ تلاش کیا۔

الصِّفَةُ: بیان۔ اس کی مثال العِلم اور السَّوَادُ ہے۔ البتہ نحویوں کی اصطلاح میں یہ معانی اور مفہوم نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے ہاں نعت کو صفت کہتے ہیں۔ اور وہ اسم فاعل ہوتا ہے مثلاً: ضَارِبٌ اور اس مفعول مثلاً: مَضْرُوبٌ اور معانی کے ذریعے یعنی معانی کے اعتبار سے جو اسم فاعل اور اسم مفعول بنتے ہوں مثلاً: مِثْلٌ اور شِبْهٌ یا ان کے قائم مقام ہوں۔ مثلاً: لوگ کہتے ہیں: رَاَيْتُ اَخَاكَ الظَّرِيفَ: اس میں الأخ موصوف ہے۔ اور الظَّرِيف اس کی صفت ہے۔ کہا گیا ہے کہ موصوف کی صفت کے ساتھ کسی چیز کی اضافت کرنا جائز

نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ بات جائز ہے کہ صفت خود اپنی طرف مضاف ہو۔ کیونکہ کہنے والوں کے نزدیک صفت خود موصوف ہے۔ کیا یہ نظر نہیں آتا کہ الظریف خود الأخ ہے۔

و ص ل — **وَصَلْتُ الشَّيْئَ**: میں نے چیز کو ملایا۔ اس کا باب وَعَدَ اور صِلَةٌ بھی ہے۔

وَصَلَ اِلَيْهِ يَصِلُ وُصُوْلًا: وہ اس تک پہنچ گیا۔ **وَصَلَ** بمعنی **اِتَّصَلَ** یعنی جاہلیت کے طریقے پر بلا وادیا۔ وہ یہ کہ اس نے یا لَفُلان کر کے پکارا۔ قول خداوندی ہے: **اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ**: سوائے ان لوگوں کے جو ان لوگوں سے جا ملیں (جن کے ساتھ تمہارا صلح کا معاہدہ ہو)۔

الوَصْلُ: ملاپ۔ اس کی ضد الھِجْرَان: جدائی ہے۔ **الوَصْلُ** کا معنی کپڑے یا موزے کی پھٹی ہوئی جگہ کو سی کر جوڑنا بھی ہے۔ یعنی ٹانکا لگانا۔

بَيْنَهُمَا وُصْلَةٌ: ان دو کے درمیان ملاپ ہے۔ ایک چیز کے دوسری چیز کے ساتھ جوڑ کو بھی وُصْلَةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع وُصَلٌ ہے۔

الأَوْصَالُ: جوڑ۔

الوَصِيْلَةُ: دورِ جاہلیت میں اس بکری کو الوَصِيْلَة کہتے تھے جو سات مرتبہ تو دو دو مادہ بچے جنے اگر آٹھویں بار وہ نر بچے کو جنے تو اسے بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا۔ اور اگر ایک نر اور ایک مادہ بچہ جنے تو کہتے کہ اب مادہ بچے کا بھائی آ گیا ہے۔ لہٰذا اس مادہ بچے کی خاطر نر بچے کو ذبح نہ کرتے۔ عورتیں اس بکری کا دودھ نہ پیتی تھیں۔ یہ دودھ مردوں کے لئے ہوتا تھا۔ یہ بکری السائبہ کے قائم مقام ہوتی تھی۔ حدیث شریف میں ہے: **لَعَنَ اللّٰهُ الوَاصِلَةَ وَالمُسْتَوْصِلَةَ الَّتِيْ يُفْعَلُ بِهَا ذٰلِكَ**: اللہ بالوں میں جوڑ لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت کرے۔

تَوَصَّلَ اِلَيْهِ: اس نے اس تک پہنچنے کے لئے حیلہ کیا۔

التَّوَاصُلُ: ایک دوسرے سے ملنا۔ اس کی ضد التَّصَارُمُ ہے بمعنی ایک دوسرے سے کٹ جانا۔

وَصَّلَهُ تَوْصِيْلًا: اس نے اسے بکثرت ملایا۔

وَاصَلَهُ مُوَاصَلَةً: اس نے اس کے ساتھ تعلق یا رابطہ رکھا۔ اس کا مصدر وِصَالًا ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ المواصلة فی الصوم: دائمی روزے رکھنا ہے۔

المَوْصِلُ: شہر کا نام ہے۔

و ص م — **الوَصْمُ**: عیب، خرابی۔ شرم و

عار۔لوگ کہتے ہیں کہ: مَا فِي فُلانٍ وَصْمَةٌ: فلاں شخص میں شرم وحیا نہیں ہے۔

و ص ی – اَوْصَى لَهُ بِشَيْئٍ: اس نے اسے کسی بات کی وصیت کی۔

اَوْصَى اِلَيهِ: اس نے اسے وصی بنایا۔ اس کا اسم الوَصَايَة (واؤ مفتوح اور مکسور) ہے۔ اَوْصَاهُ اور وَصَّاهُ توصيةً دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے اسے وصیت کی، اس کا اسم الوَصَاةُ ہے۔

تَوَاصَى القَوْمُ: لوگوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی۔ حدیث شریف میں ہے: اسْتَوْصُوا بالنِّسَاءِ خَيْرًا فَانَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ: عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرو۔ وہ بلا شبہ تمہارے پاس قید، مجبور ولاچار ہیں۔

و ض أ – الوَضَاءَةُ: حُسن اور صفائی و پاکیزگی۔

تَوَضَّأْتُ: میں نے وضو کیا۔ اس کی بجائے تَوَضَّيْتُ نہیں کہنا چاہئے۔ اگرچہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔

الوَضُوءُ: وہ پانی جس سے وضو کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ وَلُوْعٌ اور قَبُوْلٌ کی طرح مصدر بھی ہے۔ کہا گیا ہے کہ الوَلُوْع اور القَبُول دونوں شاذ مصدر ہیں۔ ان دو مصدروں کے علاوہ دوسرے سارے مصادر مضموم الاول ہیں۔

و ض ح – وَضَحَ الأَمْرُ يَضِحُ وُضُوحًا واتَّضَحَ: بات واضح ہو گئی۔

اَوْضَحَهُ غَيْرُه: کسی اور نے اسے واضح کیا۔

اسْتَوْضَحْتَ الشَّيْئَ: (تم نے کسی چیز کی وضاحت طلب کی)۔ جب تم اپنی آنکھ پر ہاتھ رکھو اور دیکھو کہ کیا تمہیں وہ نظر آتا ہے۔ آنکھ پر ہاتھ رکھ کر کسی کو دیکھنا۔

اسْتَوْضَحَهُ الأَمْرَ: اس نے اس سے بات کی وضاحت طلب کی۔

الأَوْضَاحُ: اصل چاندی کے زیورات۔

الوَضَحُ: (واؤ اور ضاد دونوں مفتوح) روشنی اور سفیدی بطور کنایہ برص یعنی پھلبہری کی بیماری۔

المُوْضِحَةُ: ایک ایسا زخم جس سے ہڈی ظاہر ہو گئی ہو۔

و ض ع – المَوْضِعُ الشَّيْئَ مِنْ يَدِهِ: اس نے کوئی چیز اپنے ہاتھ سے نیچے رکھ دی۔ اس کا مضارع يَضَعُ اور مصدر وضعًا اور مَوْضِعًا ہے۔ اور مَوْضُوعًا بھی ہے۔ یہ ان مصادر میں سے ایک مصدر ہے۔ جو مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتے ہیں۔

الْمَوْضَعُ (ضاد مفتوح) الْمَوْضِعُ ایک لہجہ ہے۔
الْوَضِيعَةُ: اس کی جمع الْوَضَائِعُ ہے۔ اور معنی ہے قوم کے بوجھ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: أَيْنَ خَلَّفُوا وَضَائِعَهُمْ: انہوں نے اپنے بوجھ کہاں پیچھے چھوڑ دیے۔
الوضِيعَةُ کا معنی وَضَائِعُ كِسْرى کی طرح ہے۔ کسری لوگوں کی ایک جماعت کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ آباد کرتا تھا۔ اور یہ لوگ پولیس اور فوجی دستوں کا کام دیتے تھے۔
الْوَضِيعُ: کمینہ۔ قَدْ وَضُعَ (ضاد مضموم) الرَّجُلُ: آدمی کمینہ بن گیا۔ اس کا مضارع يَوْضَعُ ہے اور مصدر ضِعَةٌ (ضاد مفتوح اور مکسور) کہا جاتا ہے کہ: فِي حَسَبِهِ ضِيعَةٌ: اس کے خاندان میں کمینگی ہے۔ اس کا ضاد مفتوح اور مکسور ہے۔
الْمُوَاضَعَةُ: ایک دوسرے کے پاس رہن رکھنا۔ اس کا معنی متاركة الْبَيْع بھی ہے یعنی باہم خرید و فروخت ترک کرنا۔
وَاضَعَهُ فِي الْأَمْرِ: اس نے اس کے معاملے میں موافقت کی۔
وَاضَعَه الْمَرأةُ وَضْعًا: عورت نے بچہ جنا۔
وَضَعَ الْبَعِيرُ وغَيْرُهُ: اونٹ وغیرہ نے اپنی رفتار تیزی کر دی۔
أَوْضَعَهُ رَاكِبُهُ: سواری کو سوار نے تیز چلایا۔
میرا کہنا ہے کہ یہ لفظ قول خداوندی میں یوں آیا ہے: ولأَوْضَعُوا خِلَالَكُم: وہ ان کے درمیان (فتنہ پھیلانے کے لئے) تیزی سے دوڑتے بھاگتے ہیں۔
وُضِعَ الرَّجُلُ فِي تِجَارتِهِ: آدمی کو کاروبار میں خسارہ ہوا اور أُوضِعَ: دونوں میں فعل مجہول ہے۔ یعنی اسے نقصان ہوا۔
فَهُوَ مَوْضُوعٌ فِيهَا: وہ تجارت میں نقصان اٹھانے والا ہے۔
التَّوَاضُعُ: تواضع، انکساری۔

و ض م - الْوَضَمُ: لکڑی یا کوئی تراشہ جس پر مٹی سے بچانے کے لئے گوشت کاٹنے کے لئے رکھا جاتا ہے۔
قَدْ وَضَمَ اللَّحْمَ: اس نے گوشت کو لکڑی کے تختے پر رکھا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔
أَوْضَمَهُ: اس نے اس کے لئے تختہ تیار کیا۔
ابن دُرید کا قول ہے: أَوضَمَ اللَّحْمَ وَأَوضَمَ لَهُ: اس نے گوشت کو تختہ پر رکھا اور اس کے لئے تختہ بنایا۔

و ض ن - الْمَوْضُونَةُ: بُنی ہوئی زرہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی موتیوں کی جڑاؤ کی ہوئی زرہ ہے۔ یہی لفظ قول

خداوندی میں ہے: عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ: آراستہ کئے ہوئے تختوں پر۔

و ط أ--وَطِیئَ الأرضَ ونحوَھا: اس نے زمین وغیرہ کو روندا۔ اس کا مضارع یَطَأُ ہے۔

وَطُأَ المَوضِعُ: جگہ پامال ہوئی۔ اس کا باب ظرف ہے۔

وَطَّأهُ تَوطِئَةً: اس نے اس کو روندا۔

الوَطْأةُ: قوم کے نشان۔ اس کی مثال الضَّربَةُ ہے۔ اس کا معنی دباؤ بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَللّٰھُمَّ اشْدُدْ وَطْأتَکَ عَلٰی مُضَرٍ: اے اللہ! قبیلہ مضر پر اپنا دباؤ سخت کر۔

الوِطَاءُ (واؤ مکسور) الغطاء بمعنی پردے کی ضد ہے۔

الوَطِیئَةُ: بروزن فَعِیلَةٌ غرارے کی طرح کی کوئی چیز یا تھیلا۔ حدیث شریف ہے: اَخْرَجَ ثَلاثَ اُکَلٍ مِنْ وَطِیئَةٍ: اس نے ایک گون یا تھیلے سے تین روٹیاں نکالیں۔

وَاطَأهُ عَلَی الأمرِ: اس نے معاملے میں اس کے ساتھ موافقت کی۔

تَوَاطَأُوا: انہوں نے باہم اتفاق کر لیا۔

قول خداوندی ہے: اَشَدُّ وِطَاءً: (الف ممدود) کا معنی سخت پامال کرنا ہے۔ یہ پامالی سننے اور دیکھنے دونوں کی ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اَشَدُّ وَطْأً پڑھا گیا ہے جس کا معنی قیام ہے۔

و ط د--وَطَدَ الشَّیئَ: اس نے چیز کو مضبوط کیا یا بھاری کیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

وَطَّدَهُ تَوطِیدًا کا معنی بھی یہی ہے۔

و ط ر--الوَطَرُ: حاجت، ضرورت۔ اس سے فعل نہیں بنتا۔ اس کی جمع اَوْطَارٌ ہے۔

و ط س--الوَطِیسُ: تنور۔

اَوْطَاسٌ: (ہمزہ مفتوح) جگہ۔

و ط ط--الوَطْوَاطُ: چمگادڑ۔

و ط ف--رَجُلٌ اَوْطَفُ: گھنی بھوؤں والا آدمی۔

الوَطَفُ: (واؤ اور طاء مفتوح) بھوؤں اور آنکھوں پر بالوں کی کثرت۔

سَحَابَةٌ وَطْفَاءُ: پانی بھرے بادل۔ زمین تک لٹکنے والے بادل۔

و ط ن--الوَطَنُ: انسان کے رہنے کی آبائی جگہ۔

اَوْطَانُ الغَنَمِ: بھیڑ بکریوں کے باڑے۔

اَوْطَنَ الأرضَ ووَطَّنَهَا واسْتَوْطَنَهَا اور اتَّطَنَهَا: اس نے زمین یا ملک کو اپنا وطن بنایا۔

تَوطِینُ النَّفسِ علی الشَّیئِ: کسی چیز کے لئے نفس کو آمادہ کرنا۔

المَوْطِنُ: لڑائی کا موقع، مورچہ،

میدان۔ قول خداوندی ہے: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ: اللہ تعالیٰ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کی ہے اور تمہیں فتح دی ہے۔

و ظ ب — وَظَبَ عَلَيْهِ يَظِبُ: (ظاء مکسور) وُظُوبًا: اس نے اس پر پابندی کی۔

الْمُوَاظَبَةُ: کسی کام پر ثابت قدمی اور پابندی کرنا۔

و ظ ف — الْوَظِيفَةُ: وظیفہ، الاؤنس۔ گزر اوقات کے لئے مالی امداد۔

قَدْ وَظَّفَهُ توظِيفًا: اس نے اسے ملازم رکھ لیا یا اس کا وظیفہ مقرر کیا۔

و ع ب — اسْتِيعَابُ الشَّيْءِ: کسی چیز کو پوری طرح سمجھنا۔ جڑ سے اکھاڑنا۔

و ع د — الْوَعْدُ: اچھے اور برے دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی وعدہ کرنا بھی اور ڈرانا بھی۔ اس کا فعل وَعَدَ يَعِدُ (عین مکسور) وَعْدًا یعنی اس نے وعدہ کیا ہے۔

الفرّاء کا قول ہے کہ: وَعَدْتُهُ خَيْرًا: میں نے اس سے بھلائی کرنے کا وعدہ کیا۔ اور وَعَدْتُهُ شَرًّا: میں نے اسے برے سلوک یا شرّ کی دھمکی دی۔ جب خیر اور شر دونوں میں سے کسی کا ذکر نہ ہو تو اس لفظ کو خیر کے معنوں میں الْوَعْدُ اور العِدَةُ کہا جاتا ہے۔ اور شرّ کے معنوں میں الاِیْعَادُ والْوَعِيدُ کہا جاتا ہے۔ جب برے معنوں کے اظہار کے ساتھ باء استعمال کیا جائے تو فعل سے پہلے الف کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً: أَوْعَدَهُ بِالسِّجْنِ: اس نے اسے قید کرنے کی دھمکی دی۔

العِدَةُ: وعدہ۔

شاعر کا قول ہے:

وَأَخْلَفُوكَ عِدَ الأمْرِ الَّذِي وَعَدُوا

"انہوں نے تم سے جس بات کا وعدہ کیا تھا انہوں نے اس کی وعدہ خلافی کی۔"

شعر میں عِدَ سے مراد عِدَةٌ ہے۔ حاء کو اضافت کے باعث حذف کیا گیا ہے۔

المِيعَادُ الْمُوَاعَدَةُ: وقت اور جگہ۔ اسی طرح الْمَوْعِدُ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَوَاعَدَ الْقَوْمُ: لوگوں نے ایک دوسرے سے وعدے کئے۔ یعنی بھلائی کے وعدے۔ شرّ کے اظہار کے لئے اتَّعَدُوا کہتے ہیں۔

الاِتِّعَادُ: دھمکی کا قبول کرنا۔ التَّوَعُّدُ: بہت دھمکی دینا۔

و ع ر — جَبَلٌ وَعْرٌ: (عین ساکن) دشوار گزار پہاڑ۔

مَطْلَبٌ وَعْرٌ: سخت مشکل مطلب۔ اسے وَعِرٌ نہیں کہنا چاہیے۔

قَدْ وَعُرَ (عین مضموم) وُعُورَةً وتَعَوَّرَ: پیچیدہ اور مشکل ہو گیا۔

وَعَّرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پیچیدہ

اور مشکل بنادیا تَوْعِیْرًا

اِسْتَوْعَرَهٗ: اس نے اسے مشکل اور پیچیدہ پایا۔

و ع ظ - الوَعْظ: نصیحت۔ نتائج سے باخبر کرنا۔

قَدْ وَعَظَهٗ: اس نے اسے نصیحت کی۔ اس کا باب وَعَدَ اور عِظَةٌ ہے۔ عِظَۃٌ میں عین مکسور ہے۔

فَاتَّعَظَ: پس اس نے نصیحت قبول کی۔ یا اسے نصیحت آ گئی۔ محاورہ ہے: السَّعِیْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَیْرِہٖ: سعادتمند وہ ہے جو دوسروں کے تجربات وواقعات سے نصیحت پکڑے۔ الشَّقِیُّ مَنْ اتَّعَظَ بِهٖ غَیْرُہٗ: اور بد نصیب و بدبخت وہ شخص ہے جو اوروں کیلئے نصیحت وعبرت کا سبق ہو۔

و ع ک - الوَعْک: تیز بخار چڑھنا۔

قَدْ وَعَکَتْهُ الحُمّٰی: اسے تیز بخار چڑھا ہے۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اور اسم مفعول مَوْعُوْک ہے۔

و ع ل - الوَعِلُ: (عین مکسور) زبردست و زور آور شخص۔ اس کی جمع وُعُوْلٌ اور اَوْعَالٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَظْهَرُ التُّحُوْتُ عَلَی الوُعُوْل: زبردست کمزور لوگ زبردست لوگوں پر غلبہ پائیں گے۔ یہ حدیث قیامت کی نشانیوں سے متعلق ہے۔

الوَعْلُ: (عین ساکن) ٹھکانہ، پناہ۔ یہ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

و ع ی - الوِعَاءُ: برتن۔ اس کی جمع الأوْعِیَةُ ہے۔ اَوْعَی الزاد والمَتَاع: اس نے زادِراہ اور سامان برتن میں ڈالا۔ وَعَی الحَدِیْث یَعِیْهِ وَعْیًا: اس نے حدیث یاد کی۔

أُذُنٌ وَاعِیَةٌ: سننے اور یاد رکھنے والے کان۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ: اللہ انہیں جانتا ہے جو جھوٹ یہ لوگ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔

و غ د - الوَغْدُ: بروزن الوَعْدُ: کمینہ انسان جو پیٹ کا مارا خدمت کرتا ہے۔

و غ ل - وَغَلَ الرَّجُلُ: جو شخص لوگوں کی پینے پلانے کی محفل میں بن بلایا جائے اور بغیر دعوت کے شریک شرب ونوش ہو جائے۔ کھانے کی مجلس میں بن بلائے جانے والے الوَارِش کہتے ہیں۔

الایْغَال: تیزی سے چلنا اور غور سے دیکھنا یا تاڑنا۔

تَوَغَّلَ فی الأرْضِ: وہ زمین یا ملک کے دور اندر تک چلا گیا۔

و غ ی - الوَغَی: شور وغوغا۔ اسی اعتبار سے جنگ کو الوغی کہتے ہیں کیونکہ جنگ میں سخت شور وغوغا ہوتا ہے۔

و ف د- وَفَدَ فُلانٌ عَلَى الأمِيرِ: فلاں شخص امیر کے پاس وفد کی شکل میں گیا۔ یا سفیر بن کر گیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔اس کا اسم فاعل وَافِدٌ ہے۔اور اس کی جمع وَفْدٌ ہے۔اس کی مثال صَاحِبٌ کی جمع صَحْبٌ ہے۔

الوَفْدُ کی جمع اَوْفَادٌ اور وُفُودٌ ہے۔اس کا اسم الوِفَادةُ ہے۔اس میں واؤ مکسور ہے۔

اَوْفَدَهُ اِلَى الأمِيرِ: اس نے اسے امیر کے پاس بھیجا۔

اسْتَوْفَدَ فِي قِعْدَتِهِ: اسْتَوْفَزَ کا ایک لہجہ ہے۔اس کا معنی ہے وہ اس طرح بیٹھا کہ فوراً اٹھ سکے۔

و ف ر- المَوْفُوْرُ: پوری چیز۔ وَفَرَ الشَّيْئُ يَفِرُ (فاء مکسور) وُفُوْرًا: چیز وافر ہوگئی۔

وَفَرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پورا کیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے۔اور فعل لازم بھی۔ الوَفْرُ بروزن النَّصْرُ: کثیر مال ودولت۔

وَفَّرَ عَلَيْهِ حَقَّهُ تَوْفِيْرًا واسْتَوْفَرَهُ: اس نے اس کو اس کا پورا حق دے دیا۔

هُمْ مُتَوَافِرُوْنَ: وہ بہت لوگ ہیں۔

و ف ز- الوَفْزُ: (فاء ساکن اور مفتوح) عجلت اور جلدی۔اس کی جمع اَوْفَازٌ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ: نَحْنُ عَلَى اَوْفَازٍ قَدْ اَشْخَصْنَا وَاَنَا عَلَى اَوْفَازٍ: ہمارے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے ہم سفر کے لئے تیار ہیں۔اس لفظ کے بدلے وِفَازٌ نہیں کہنا چاہئے۔

اسْتَوْفَزَ فِي قِعْدَتِهِ: وہ اس طرح بیٹھا کہ فوراً اٹھ سکے۔

و ف ض- اَوْفَضَ، اسْتَوْفَضَ: اس نے تیزی کی یا جلدی کی۔قول خداوندی ہے: كَاَنَّهُمْ اِلَى نُصُبٍ يُوْفِضُوْنَ: جیسے وہ شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں۔

الاَوْفَاضُ: لوگوں کے فرقے، اور مختلف قبائل کے ملے جلے لوگ جیسے اصحاب صُفّہ۔حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَنْ تُوْضَعَ فِي الأوْفَاضِ: نبی اکرم ﷺ نے صدقہ زکوۃ لوگوں کی مخلوط جماعتوں میں بانٹنے کا حکم دیا۔

و ف ق- الوِفَاقُ: المُوَافَقَةُ والتَّوَافُقُ الاتِّفَاقُ: دو چیزوں کا بیک وقت ظاہر ہونا۔

وَافَقَهُ: وہ اچانک اس کے سامنے نمودار ہوا۔

وَفَّقَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے توفیق دی یا اللہ اسے توفیق دے۔

اسْتَوْفَقَ اللّٰهَ: اس نے اللہ سے توفیق

طلب کی۔

الوَفْقُ: موافقت۔ دو چیزوں کے درمیان موافقت ہونا۔ کہا جاتا ہے: حَلُوْبَتُه وَفْقُ عِيَـالِهٖ: اس کا دودھ اس کے عیال کی ضرورت کے مطابق ہے۔ اس سے زیادہ نہیں ہے۔

و ف ہ — الوَافِهُ: اہل حیرہ کے لہجہ میں گرجا گھر کا نگران۔ حدیث شریف میں ہے: لا يُغَيَّرُ وَافِهٌ عَنْ وَفْهِيَّتِه ولا قِسِّيسٌ عن قِسِّيسَتِهٖ: کسی گرجا گھر کا نگران اس کے منصب سے اور کوئی قسیس اپنے منصب سے تبدیل نہیں کیا جائے گا۔

و ف ی — الوَفَاءُ: پورا کرنا، ایفائے عہد کرنا، یا وفادار رہنا۔ اس کی ضد الغَدْرُ ہے وفائی ہے۔ کہا جاتا ہے: وَفَى بِعَهْدِهٖ: اس نے اپنا عہد پورا کیا۔

اَوْفَى کا معنی بھی یہی ہے۔ وَفَى الشَّيْئُ يَفِيْ: (فاء مکسور) وُفِيًّا بروزن فُعُوْلٌ: چیز پوری ہوگئی یا کافی ہوگئی، چیز کی کثرت ہوگئی۔

الوَفِـيُّ: وفا کرنے والا۔ اَوْفَى عَلَى الشَّيْئِ: اس نے چیز کی نگرانی کی۔ یا اوپر سے دیکھا۔

اَوْفَاهُ حَقَّهٗ: اس نے اس کا حق پورا پورا دے دیا۔

اسْتَـوْفَى حَقَّهٗ: اس نے اپنا پورا پورا حق لیا۔ تَوَفَّاهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَوَفَّاهُ اللّٰهُ: اللہ نے اس کی روح قبض کر لی۔

اَلْوَفَاةُ: وفات، موت۔

وَافَى فُلَانٌ: فلاں شخص آیا۔

تَوَافَى القَوْمُ: لوگوں نے ایک دوسرے کو پورا پورا حق یا حصہ دیا۔

و ق ب — وَقَبَ: وہ داخل ہوا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

وَقَبَ الظَّلَامُ: لوگوں پر اندھیرا چھا گیا۔ قول خداوندی ہے: وَمِـنْ شَـرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَـبَ: اور شب تاریک کی برائی اور شر سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔

و ق ت — الوَقْتُ: وقت۔

المِـيْقَـاتُ: کسی کام کرنے کا مقررہ وقت۔

المِـيْقَاتُ کا معنی جگہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: هٰـذَا مِيْقَاتُ اَهْلِ الشَّامِ: یہ اہل شام کا میقات ہے جہاں سے وہ حج کے لئے احرام باندھتے ہیں۔

وَقَتَهٗ: (قاف مخفف) اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اور اسم مفعول مَـوْقُوْتٌ ہے۔ اس نے اسے وقت دیا۔ یا اس کے لئے وقت مقرر کیا۔ قول خداوندی ہے: كِـتَـابًا مَـوْقُوْتًا: اوقات کے مطابق فرض کی گئی نمازیں۔

التَّوْقِيْتُ: وقت مقرر کرنا۔ کہا جاتا ہے: وَقَّتَهُ لِيَوْمٍ كَذَا تَوْقِيْتًا: اس نے اسے فلاں دن کا وقت دیا ہے۔ اس کی مثال اَجَّلَهُ ہے۔ قرآن کی آیت: وَاِذَا الرُّسُلُ وُقِّتَتْ: (قاف مشدد) وَوُقِّتَتْ ایضًا اور (قیامت کے دن جب رسول فراہم کیے جائیں گے۔

وُقِّتَتْ کو وُقِتَتْ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس میں قاف مشدد نہیں بلکہ مخفف ہے۔ اس کا ایک لہجہ اُقِّتَتْ بھی ہے۔

المَوْقِتُ: مقام وقت۔ اس کی مثال المَجْلِسُ ہے۔

و ق ح — وَقُحَ الرَّجُلُ: اس کا باب ظَرُفَ ہے، اور معنی آدمی بے حیا ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل وَقِحٌ یعنی بے حیا ہے۔ وَقَاحٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا اسم القِحة (قاف مکسور و مفتوح)۔ اِمْرَاَةٌ وَقَاحُ الوَجْهِ: بے حیا چہرے والی عورت۔

تَوْقِيْحُ الحَافِرِ: پگھلی ہوئی چربی کے ذریعے کھر کا سخت بنانا۔

و ق د — وَقَدَتِ النَّارُ: آگ سلگ گئی۔ تَوَقَّدَت کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب وَعَدَ اور وُقُوْدًا اس میں واؤ مضموم ہے، اور وَقِيْدًا (واؤ مفتوح) ہے اور قِدَةً بھی ہے۔ اس میں قاف مکسور ہے۔ ان کے علاوہ وَقْدًا اور وَقَدَانًا بھی ہے۔ دونوں میں قاف مفتوح ہے۔

اَوْقَدَهَا هُوَ واسْتَوْقَدَهَا: اس نے اسے سلگایا۔

الاتِّقَاد: سلگنا، روشن ہو جانا۔

التَّوَقُّدُ کا معنی بھی یہی ہے۔

الوَقُوْدُ: (واؤ مفتوح) جلانے کی لکڑی۔ اور واؤ مضموم ہو تو معنی سلگنا ہے۔ قرآن کی آیت کو: النَّارُ ذَاتِ الوُقُوْدِ پڑھا گیا ہے۔ جس میں واؤ مضموم ہے۔ اور آگ جلنے کی جگہ یعنی چولھے کو مَوْقِدٌ بروزن مَجْلِسٌ کہیں گے۔

النَّارُ مُوْقَدَةٌ: آگ جل رہی ہے۔

و ق ذ — وَقَذَهُ: اس نے اسے اتنا مارا کہ وہ ڈھیلا پڑ گیا اور مرنے کے قریب ہو گیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ شَاةٌ مَوْقُوْذَةٌ: لاٹھی سے ماری ہوئی بکری۔

و ق ر — الوَقْرُ: (واؤ مفتوح) کانوں یا شنوائی میں بہرہ پن۔ (اور واؤ مکسور) بوجھ بار۔

قَدْ اَوْقَرَ بَعِيْرَهُ: اس نے اپنے اونٹ پر بوجھ لادا۔

الوِقْرُ: بمعنی بوجھ۔ زیادہ تر خچر اور گدھے کے بوجھ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اونٹ کے بوجھ کے لئے زیادہ تر الوَسْقُ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

أَوْقَرَتِ النخلة: کھجور کا درخت بوجھ سے لد گیا۔ کہا جاتا ہے: نَخْلَةٌ مُوْقِرَةٌ: پھلوں سے لدا ہوا کھجور کا درخت۔ اسے مُوْقِرٌ اور مُوْقَرَةٌ بھی کہا جاتا ہے۔

مُوْقَرٌ: (قاف مفتوح) بھی بتایا گیا ہے۔ لیکن قاف مفتوح خلافِ قیاس ہے۔ کیونکہ فعل کا وقوع کھجور کے درخت کے لئے نہیں ہے۔ البتہ مُوْقِرٌ سے ھاء کو اِمْرَأَةٌ حَامِلٌ پر قیاس کرتے ہوئے حذف کیا گیا ہے۔ کیونکہ کھجور کے درخت کا بارآور ہونا عورت کی بارآوری کے مشابہ ہے۔

مُوْقَرٌ: (قاف مفتوح) شاذ ہے۔

قَدْ وَقِرَتْ أُذُنُهُ: اس کا کان بہرا ہو گیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

وَقَرَ اللّٰهُ أُذُنَهُ: اللہ اس کا کان بہرا کر دے (بددعا)۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

الوَقَارُ: (واؤ مفتوح) بردباری، وقار، پختگی، شان۔

قَدْ وَقَرَ الرَّجُلُ، يَقِرُ (قاف مکسور) وَقَارًا وَقِرَةً بروزن عِدَةً: آدمی باوقار ہوا۔ اسم فاعل وَقُوْرٌ بمعنی باوقار شخص۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: وَقِرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ: تم عورتیں اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو یا جس نے اس لفظ کو واؤ مفتوح کر کے وَقَرْنَ پڑھا تو یہ قَرَار سے مشتق ہے۔ یعنی اپنے گھروں میں قرار پکڑو۔

التَّوْقِيرُ: تعظیم اور رزانت بھی یعنی کسی کو پختہ عقل قرار دینا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: مَالَكُمْ لاتَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا: بقول اخفش رحمہ اللہ اس کا معنی ہے کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔

و ق ص — الوَقَصُ: (واؤ اور قاف مفتوح) اس کی جمع الأَوْقَاصُ ہے۔

الوَقَصُ فِي الصَّدَقَةِ: زکوٰۃ کے نصابوں کی بڑھوتی یا دو نصابوں کے درمیان کی تعداد۔ یہی معنی الشنَقَ کا ہے۔ بعض علماء نے الوَقَصُ کو گائے بیلوں کے لئے مخصوص مانا ہے اور الشَّنق کو اونٹوں کے لئے خاص کیا ہے۔

و ق ع — الوَقْعَةُ: جنگ کا صدمہ یا ٹکراؤ۔ حادثہ، جنگ یا واقع جنگ۔

الوَاقِعَةُ: قیامت۔

مَوَاقِعُ الغَيْثِ: بادلوں کے گرنے کی جگہ یا بادلوں کا برسنا۔ کہا جاتا ہے: وَقَعَ الشَّيْئُ فِي مَوْقِعِهِ: چیز اپنی جگہ پر ٹک گئی۔

الوَقِيعَةُ فِي النَّاسِ: غائب ہونا۔ غیبت کرنا۔ الوَقِيعَةُ کا معنی قتال یعنی لڑائی بھی ہے۔ اس کی جمع وَقَائِعٌ ہے۔ وَقَعَ

الشَّيئُ، يَقَعُ وُقُوعًا: چیز گر گئی۔
وَقَعْتُ مِنْ كذا عَنْ كذا: میں فلاں جگہ سے گر گیا۔ اہل کوفہ اس فعل کو متعدی کہتے ہیں۔
وَقَعَ فِي النَّاسِ وَقِيعَةً: اس نے لوگوں کی غیبت کی۔
هُوَ رَجُلٌ وَقَّاعٌ ووَقَّاعَةٌ: (قاف مشدّد) وہ شخص لوگوں کی غیبت کرتا ہے۔
التَّوْقِيعُ: کسی تحریر پر دستخط کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ السُّرُورُ تَوْقِيعٌ جَائِزٌ: خوشی منانا جائز ہے۔
و ق ف–الوَقْفُ: ہاتھی دانت کا کنگن۔
وَقَفَتِ الدَّابَّةُ: سواری رک گئی۔
تَقِفُ، وُقُوفًا، وَقَفَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے اسے روکا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔
وَقَفَهُ عَلَىٰ ذَنْبِهِ: اس نے اسے اس کے جرم یا غلطی سے آگاہ کیا۔
وَقَفَ الدَّارَ لِلْمَساكِيْنَ: اس نے مسکینوں کے لئے گھر وقف کیا۔ دونوں کا باب وَعَدَ ہے۔
أَوْقَفَ الدَّارَ: اس نے مکان وقف کر دیا۔ ایک گھٹیا اور ردی لہجہ ہے۔ کلام عرب میں 'أَوْقَفَ' کا استعمال صرف ایک جگہ ہے۔ اور وہ یہ کہ أَوْقَفْتُ عَنِ الأَمْرِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ: یعنی میں جس کام میں مشغول تھا، میں اس سے رک گیا ہوں یا میں نے وہ کام چھوڑ دیا ہے۔ ابو عمرو اور الکسائی کے قول کے مطابق رکے ہوئے آدمی سے پوچھا جاتا ہے: مَا أَوْقَفَكَ هُنا: تمہیں کس چیز نے یہاں رکنے پر مجبور کیا ہے۔
المَوْقِفُ: اڈہ۔ رکنے یا ٹھہرنے کی جگہ جہاں کہیں ہو۔
تَوْقِيفُ النَّاسِ فِي الحجِّ: مقررہ پڑاؤ یا ٹھہرنے کی جگہوں پر ٹھہرنا یا رکنا۔
التَّوْقِيف: کسی شرعی حکم کا بطور نص ہونا۔
وَاقَفَهُ عَلَىٰ كذا مُوَاقَفَةً ووِقَافًا اور اسْتَوْقَفَهُ: اس نے اسے ٹھہرنے کو کہا۔
التوقّف في الشَّيئِ: کسی چیز یا کام میں توقف کرنا، سوچ میں پڑ جانا۔ اس کی مثال التَّلَوُّم ہے۔
و ق ق–الوَقْوَقَةُ: ڈر اور خوف کے وقت کتے کا بھونکنا۔
الوَقْوَاقُ: ایک درخت جس کی لکڑی سے دوات بنائی جاتی ہے۔
اَلْوَقْوَاقُ: ایک علاقہ جو چین کے اوپر واقع ہے۔ اسے بلادِ وقواق کہتے ہیں۔
و ق ی–اتَّقَى وتَقَى، يَتَّقِي: اس نے تقویٰ اختیار کیا۔ اس کی مثال قَضَىٰ يَقْضِي ہے۔

التَّقْوَى اور التُّقَى دونوں کا معنی ایک ہے۔یعنی پرہیزگاری۔
التُّقَاةُ التَّقِيَّةُ وَتُقَاةٌ: بچاؤ۔کہا جاتا ہے:
اتَّقَى تَقِيَّةً: اس نے بچاؤ کیا یا بچاؤ کی تدبیر کی۔التَّقِيُّ: پرہیزگار۔لوگوں کا کہنا ہے کہ: مَا اتْقَاهُ لِلّٰه: وہ کس قدر خدا خوف ہے۔تَوَقَّى اور اتَّقَى دونوں ہم معنی ہیں۔
وَقَاهُ اللّٰهُ وِقَايَةً: (واؤ مکسور) اللہ نے اس کی حفاظت کی یا بطور دعا 'اللہ اسے محفوظ رکھے'۔
الوِقَايَةُ: وہ بچاؤ یا پردہ جو عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔اس لفظ کو واؤ مفتوح کہنا بھی ایک لہجہ ہے۔
الأُوْقِيَةُ: حدیث شریف میں چالیس درہم کے برابر۔اس سے پہلے دور میں بھی ایسا ہی تھا۔البتہ آجکل کے زمانے یعنی صاحب کتاب کے زمانے میں اطباء کے نزدیک دس درہم اور درہم کے پانچ ساتویں حصے یعنی $10\frac{5}{7}$ درہم ہے اور یہ $1\frac{2}{3}$ استار کے برابر ہوتا ہے۔
الأُوقِيَة: کی جمع الأَوَاقِيّ (یاء مشدد) ہے۔چاہیں تو یاء کو غیر مشدد بھی کر سکتے ہیں۔
و ک أ – المُتَّكَأُ: ٹیک لگانے کی جگہ۔ اخفش رحمہ اللہ نے آیت قرآنی کی تفسیر میں اس کا معنی مجلس بتایا ہے۔
تَوَكَّأَ عَلَى العَصَا: اس نے لاٹھی پر ٹیک لگایا۔أَوْكَأَهُ إِيْكَاءً: اس نے اس کے لئے ایک ٹیک نصب کی۔
وِكَاف: دیکھئے بذیل مادہ 'ا ک ف' اور بذیل مادہ 'و ک ف'۔
و ک ب – المَوْكِبُ: بروزن المَوْضِعُ: جلوس، سواری۔اس سے مراد زیبائش و رونق افروزی کے لئے اونٹوں پر سوار لوگوں کا جلوس ہے۔اسی طرح گھڑ سواروں کا جلوس۔
و ک د – التَّوْكِيدُ: یہ لفظ تاکید کا ایک اور لہجہ ہے۔
قَدْ وَكَّدَ الشَّيْئَ: اس نے ایک چیز کی تاکید کی۔أَكَّدَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔
التَّوْكِيد زیادہ فصیح لہجہ ہے۔اسی طرح أَوْكَدَهُ اور آكَدَهُ إِيْكَادًا کا معنی بھی یہی ہے۔
و ک ر – وَكْرُ الطَّائِر: پرندے کا گھونسلہ (واؤ مفتوح) ہے۔یہ گھونسلہ چاہے پہاڑ میں ہو یا کسی درخت پر ہو۔اس کی جمع وُكُورٌ اور أَوْكَارٌ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے 'ع ش ش' کی ذیل میں موجودہ تفسیر کے خلاف لکھا ہے۔

و ک ز — وَكَزَهُ: اس نے اسے مارا اور دھکا دیا۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی کسی کی ٹھوڑی پر مُکّا مارنا ہے۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

و ک س — الوَكْسُ: نقص، کمی۔

قَدْ وَكَسَ الشَّيْءُ: چیز کم ہو گئی۔ حدیث شریف میں ہے: **لَهَا مَهْرُ مثلها لا وَكْسَ وَلا شطط:** اس کے لئے مہر مثل ہے نہ کم نہ زیادہ۔

قَدْ وَكَسْتُهُ فُلَانًا: میں نے فلاں شخص کو کم دیا۔ اس کا باب بھی وَعَدَ ہے۔

و ک ف — وَكَفَ البَيْتُ: گھر ٹپکا، یعنی گھر کی چھت ٹپکی۔ اس کا باب وَعَدَ، وَكِيفًا اور تَوْكَافًا بھی ہے۔

أَوْكَفَ البَيْتُ اس کا ایک اور لہجہ ہے۔

الوِكَافُ اور **الإِكَافُ:** گدھے کا پالان۔ کہا جاتا ہے: **آكَفَهُ** اور **وَكَّفَهُ:** اس نے گدھے پر پالان ڈال دیا۔

و ک ل — الوَكِيلُ: وکیل، قائم مقام، نمائندہ، کارساز۔

کہا جاتا ہے: **وَكَّلَهُ بِأَمْرِ كَذَا:** اس نے فلاں کام اس کے سپرد کیا۔ اس کا مصدر **توكيلًا** ہے۔ اس کا اسم **الوَكَالَةُ** (واؤ مفتوح اور مکسور) ہے۔

التَّوَكُّلُ: اظہارِ بے چارگی اور دوسرے پر اعتماد کا اظہار۔ اس کا اسم **التُّكْلَانُ** ہے۔

اِتَّكَلَ عَلَى فُلَانٍ فِي أَمْرِهِ: اس نے اپنے کام کے سلسلے میں اس پر اعتماد کیا۔

وَكَلَهُ إِلَى نفسه، وُكُولًا: اس نے اسے اپنے سپرد کیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے اور وُكُولًا بھی ہے۔

هٰذا الأَمْرُ مَوْكُولٌ إِلى رأيك: یہ کام تمہاری رائے اور سوچ سمجھ کے سپرد ہے۔

وَاكَلَهُ مُوَاكَلَةً: ان دونوں نے ایک دوسرے پر اعتماد کیا۔

و ک ن — الوَكْنُ: (واؤ مفتوح) پہاڑ یا دیوار میں پرندے کا گھونسلہ۔ المَوْكِنُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الوَكْنُ پرندے کا ٹھکانہ بغیر گھونسلے ہے۔ اور الوَكْرُ (راء کے ساتھ) گھونسلے میں ٹھکانے کے معنوں میں آتا ہے۔

و ک ی — الوِكَاءُ: جس سے مشک یا مشکیزے کا منہ باندھا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **اِحْفَظْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا:** اس کے ظرف اور اس کے سر بند کی حفاظت کر۔ **أَوْكَى عَلَى مَافِي سِقَائِهِ:** اس نے اپنے مشکیزے کو سر بند سے باندھ دیا۔ حدیث شریف میں ہے: **أَنَّهُ كَانَ يُوكِي بَيْنَ الصفا والمَرْوَةِ:** یعنی نبی کریم ﷺ صفا اور مروہ

کی درمیانی جگہ کو اپنی تیز رفتاری سے اس طرح بھر دیتے تھے جس طرح مشک کا منہ پانی بھرنے کے بعد بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ خاموش رہتے تھے اور بولتے نہ تھے۔ گویا وہ مشک کے منہ بند کرنے کی طرح اپنا منہ بند رکھتے تھے۔ انہیں معنوں میں یہ محاورہ ہے کہ اَوْکِ حَلْقَکَ: اپنا منہ بند رکھ یعنی خاموش رہ۔

و ل ج—وَلَجَ: یَلِجُ: (لام مکسور) وُلُوْجًا: وہ داخل ہوا۔

اَوْلَجَہٗ غَیْرُہٗ: کسی اور نے اسے داخل کیا۔ قول خداوندی ہے: یُوْلِجُ اللَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ: یعنی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں ڈال دیتا ہے۔

وَلِیْجَۃُ الرَّجُلِ: آدمی کے خاص اور رازدار لوگ۔

و ل د—الْوَلَدُ: لڑکا، واحد اور جمع دونوں میں یکساں۔ یہی صورت الْوُلْدُ بروزن القُفل کی ہے۔ ممکن ہے الْوُلْدُ الْوَلَدُ کی جمع ہو جس کی مثال اَسَدٌ کی جمع اُسْدٌ ہے۔

الوِلْدُ (واؤ مکسور) الْوُلْدُ کا ایک اور لہجہ ہے۔

الْوَلِیْدُ: چھوٹا بچہ اور غلام۔ اس کی جمع وِلْدَانٌ ہے۔ اس کی مثال صِبْیَانٌ ہے۔ وِلْدَۃٌ کی مثال صِبْیَۃٌ ہے۔

الْوَلِیْدَۃُ: چھوٹی بچی اور لونڈی۔ اس کی جمع الْوَلَائِدُ ہے۔

وَلَدَتِ الْمَرْاَۃُ وِلَادًا: عورت نے بچہ جنا۔ اَوْلَدَتْ: اس کے بچہ جننے کا وقت آ گیا۔

تَوَالَدُوْا: ان کی تعداد زیادہ ہو گئی اور انہوں نے ولادت کا عمل جاری رکھا۔

الْوَالِدُ: باپ۔

الْوَالِدَۃُ: ماں۔

شَاۃٌ وَالِدٌ: حاملہ بکری۔

تَوَلَّدَ الشَّیْئُ مِنَ الشَّیْئِ: ایک چیز سے دوسری چیز پیدا ہو گئی۔ مِیْلَادُ الرَّجُلِ: اس وقت کا نام جس وقت کوئی پیدا ہوا ہو۔ تاریخ پیدائش۔

الْمَوْلِدُ: جائے پیدائش۔ عَرَبِیَّۃٌ مُوَلَّدَۃٌ وَرَجُلٌ مُوَلَّدٌ: عورت یا مرد جو خالص عربی نہ ہو۔

و ل ع—الْوَلُوْعُ: (واؤ مفتوح) وَلَعَ یَلِعُ (لام مکسور) وَلَعًا (لام مفتوح) وَوَلُوْعًا (واؤ مفتوح) کا اسم۔ اس کا مصدر اور اسم دونوں میں واؤ مفتوح ہے۔ شیفتہ اور دلدادہ ہونا۔

اَوْلَعَہٗ بِالشَّیْئِ: اس نے اسے ایک چیز کا مشتاق یا دلدادہ بنایا۔

اُوْلِعَ بِہٖ: وہ اس کا دلدادہ ہو گیا۔ یہ فعل

مجہول ہے۔ ایسا شخص مُوَلَّعٌ (لام مفتوح) دلدادہ اور فریفتہ ہوتا ہے۔

و ل غ — وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْاِنَاءِ: کتے نے برتن میں منہ ڈالا۔

يَلَغُ اس کا مضارع ہے۔ ان میں لام مفتوح ہے۔ اس کا مصدر وُلُوغًا ہے۔ کتے نے برتن کے اطراف سے چاٹ لیا۔

اَوْلَغَهُ صَاحِبُهُ: کتے کے مالک نے اسے پلایا یا چٹایا۔ کہا گیا ہے کہ پرندوں میں سے مکھی کے سواء اور کوئی پرندہ چاٹتا نہیں ہے۔ ابوزید نے بتایا کہ: وَلَغَ الكلبُ بِشَرَابِنَا وَفِي شَرَابِنَا وَمِنْ شَرَابِنَا: کتے نے ہمارے برتن میں سے پیا۔

و ل ق — الْوَلْقُ: (لام ساکن) مستقل طور پر جھوٹ بولتے رہنا۔ اسی لفظ سے ماخوذ قراءتِ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے: اِذْ تَلِقُوْنَهُ بِاَلْسِنَتِكُمْ: جب تم برابر اپنی زبانوں سے جھوٹ بولتے جاتے تھے۔

و ل م — الْوَلِيْمَةُ: شادی کا کھانا۔

قَدْ اَوْلَمَ: اس نے ولیمہ کی دعوت کی۔ حدیث شریف میں ہے:

اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ: ولیمہ ضرور کرو چاہے ایک ہی بکری سے ہو۔

و ل ہ — الْوَلَهُ: شدت وجد کے مارے عقل مت کا مارا جانا اور حیرت زدہ ہونا۔ قَدْ وَلِهَ (لام مکسور) يَوْلَهُ وَلَهًا وَوَلَهَانًا (لام مفتوح) بھی۔ وَتَوَلَّهَ اور اِتَّلَهَ: وہ ازخود رفتہ ہو گیا۔ اس کی عقل مت ماری گئی۔ یا وہ ہوش وحواس کھو بیٹھا۔

رَجُلٌ وَالِهٌ: ازخود رفتہ مرد۔

اِمْرَاَةٌ وَالِهٌ وَوَالِهَةٌ: ازخود رفتہ عورت۔

التَّوْلِيْهُ: ماں اور اس کے بچے کو ایک دوسرے سے جدا کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُوَلَّهُ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا: والدہ کو اس کے بچے سے الگ نہیں کیا جائے گا۔ یہ قیدیوں کے بارے میں حکم ہے۔

و ل ی — الْوَلْيُ: (لام ساکن قرب اور نزدیکی) کہا جاتا ہے: تَبَاعَدَ بَعْدَ وَلْيٍ: نزدیکی کے بعد وہ دور ہوا۔ اور كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ: دسترخوان پر اپنے نزدیک اور پاس رکھا کھانا کھاؤ۔ اسی لفظ سے ماخوذ لفظ وَلِيَهُ يَلِيهِ ہے جو شاذ ہے۔ ان دونوں میں لام مکسور ہے۔ اَوْلَاهُ الشَّيْئَ فَوَلِيَهُ: اس نے چیز اُس کے قریب کر دی تو وہ چیز اس کے قریب ہو گئی۔ اسی طرح وَلِيَ الوالي الْبَلَدَ: والی نے شہر پر قبضہ کر لیا اور غلبہ پالیا۔

وَلِيَ الرَّجُلُ الْبَيْعَ وِلَايَةً: آدمی کاروبار کا مالک بن گیا۔

اَوْلَاهُ: اس نے اسے والی مقرر کیا۔ تعجب کے اظہار کے وقت کہتے ہیں: مَا اَوْلَاهُ

للمَعروفِ: وہ نیکی اور بھلائی کے کسی قدر قریب ہے، یہ شاذ ہے۔ وَلّاہُ بَیعَ الشَّیءِ: اس نے اسے بیع کا اختیار دے دیا۔

وَلّاہُ الأمیرُ عَمَلَ کَذا: امیر نے فلاں کام کا اسے ذمہ دار بنایا، یا امیر نے فلاں کام اس کے سپرد کیا۔

تَوَلّی العَمَلَ: اس نے کام سنبھالا۔

تَولّی عَنہُ: اس نے اس سے منہ موڑ لیا۔

وَلّی ھارِبًا: وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ قول خداوندی ہے: وَلِکُلٍّ وِجھَۃٌ ھُوَ مُوَلِّیھا: ہر انسان کی ایک سمت اور جہت ہوتی ہے جس طرف وہ متوجہ ہوتا ہے۔

الوَلِیُّ دوست۔ اس کی ضد العَدُوُّ یعنی دشمن ہے۔ تَوَلّاہُ: اس نے اسے دوست بنایا۔ ہر وہ آدمی جو دوسرے کا کام سنبھالے، اس کا ولی ہے۔

المَولٰی: آقا اور غلام، چچازاد بھائی، مدد گار، ہمسایہ، حلیف۔

الوَلاءُ: آقا کے ساتھ غلام کا تعلق۔

المُوالاۃ: دوست داری، دوستانہ مراسم۔ اس کی ضد المعاداۃ ہے۔ یعنی دشمن سے تعلقات۔ کہا جاتا ہے: وَالا بَینَھُما وِلاءً: ان دو کے درمیان دوستی ہو گئی۔ وِلاء کی واؤ مکسور ہے، اور انہوں نے ایک دوسرے کا پیچھا کیا۔ اِفعَل ھٰذہ الاشیاءَ علَی الولاءِ: تم یہ چیزیں لگاتار کرتے جاؤ۔

تَوالَی عَلَیھِم شَھرانِ: ان پر لگاتار دو ماہ گزر گئے۔

اِستَولٰی عَلَی الامَدِ: وہ اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا یا اس نے مراد پالی۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ الوِلایَۃُ (واؤ مکسور) اختیار و اقتدار اور الوَلایَۃ (واؤ مفتوح) مدد و فتح مندی، واؤ مکسور اس کا اسم ہے۔

اَولٰی لَکَ: کہنے میں ڈراوا اور دھمکی ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے کہ وہ چیز اس کے قریب آ لگی ہے جو اسے ہلاک کر دے یا اس پر آن پہنچے۔ ثعلب رحمہ اللہ کا قول ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ سے پہلے کسی نے اُس جیسی یعنی اصمعی رحمہ اللہ جیسی بات نہیں کہی۔

فُلانٌ اَولٰی بِکَذا: فلاں آدمی اس بات کے زیادہ قریب اور اس کا زیادہ حق دار ہے۔ کہا جاتا ہے: ھُوَ الاولٰی: وہ شخص زیادہ قریب و حقدار ہے اور عورت کے لئے کہا جاتا ہے ھِیَ الوُلیا۔

و م أ - أومأتُ الیہِ: میں نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بدلے اَومَیتُ نہیں کہنا چاہیے۔ وَمَأتُ اِلیہِ، اَمأُ

وَمْئًا کی مثال وَضعتُ، اَضعُ وَضعًا ہے اور یہ ایک دوسرا لہجہ ہے۔

و م ض — وَمَضَ البَرقُ: بجلی ہلکی سی چمکی اور بادلوں کے اردگرد نہیں کوندی۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اور وَمِیضًا بھی ہے اور وَمَضَانًا بھی ہے۔ اس میں میم مفتوح ہے۔

اَوْمَضَ کا معنی بھی یہی ہے۔

و م ق — المِقَةُ: محبت۔

وَمِقَهُ یَمِقُهُ: (دونوں میں میم مکسور) اس نے اس سے محبت کی۔ اس کا اسم فاعل وَامِقٌ ہے یعنی محبت کرنے والا۔

و ن ی — الوَنَیٰ: کمزوری، ضعف، فتور، اُکتاہٹ اور تکان۔ کہا جاتا ہے: وَنَی فی الأمرِ یَنِیَ وَنی ووَنیًا: وہ کام میں لاغر اور کمزور ہوگیا، اس کا اسم فاعل وَانٍ ہے یعنی کمزور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فُلانٌ لَایَنِیَ یَفعَلُ کَذا: فلاں آدمی ایسا کرتے تھکتا نہیں ہے۔

تَوَانَی فی حَاجتِهِ: وہ شخص اپنی ضرورت پوری کرنے سے قاصر رہا۔

المِینَاء: (الف ممدود) جہازوں کے ٹھہرنے کی اور کنارے لگنے کی جگہ یعنی بندرگاہ۔ یہ اسم وَنی فعل سے مِفعَالٌ کے وزن پر ہے۔

و ہ ب — وَهَبَ لَهُ شَیئًا: اس نے اسے کچھ دیا۔ اس کا مضارع یَهَبُ اور مصدر وهْبًا بروزن وَضعَ یَضَعُ ہے۔ یہ مصدر هاء مفتوح کے ساتھ وَهَبًا بھی ہے۔ اس کا ایک مصدر هِبَةٌ (هاء مکسور) بھی ہے۔

اس کا اسم المَوْهِبُ اور المَوْهِبَةُ (دونوں میں هاء مکسور) ہے۔ بمعنی بخشش، عطیہ۔

الاتِّهَابُ: بخشش قبول کرنا۔

الاسْتِیهَابُ: بخشش مانگنا۔

هَبْ زَیدًا مُنطلقًا: (هَبْ بروزن دَعْ) زید کو عطیہ دے۔ اس سے ماضی اور مستقبل کا صیغہ نہیں بنتا۔

رَجُلٌ وَهَّابٌ ووَهَّابَةٌ: بہت زیادہ بخشش اور عطیہ دینے والا۔ هاء کا اضافہ مبالغہ کے لئے ہے۔

و ہ ج — الوَهَجُ: (واؤ اور هاء دونوں مفتوح) آگ کی تپش۔

الوَهْجُ: (هاء ساکن) وَهَجَتِ النارُ کا مصدر ہے۔ اس کا باب وَعَدَ اور وَهَجَانًا بھی ہے۔ اس میں هاء مفتوح ہے۔ اور وَهَجَتْ کا معنی آگ بھڑک اٹھی۔

اَوْهَجَها غَیرُها: کسی اور نے آگ بھڑکائی۔

تَوَهَّجَتْ: بھڑک اُٹھی۔

لَهَا وَهِیجٌ آگ میں تپش ہے۔

و ہ د — الوَهْدَةُ: بروزن الوَرْدَةُ:

اطمینان کی جگہ۔ اس کی جمع وُهُدٌ (بروزن وَعْدٌ) اور وِهَادٌ بروزن مِهَادٌ ہے۔

و ہ ص — الوَهْصُ: زور سے روندنا یا پھینکنا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ آدَمَ حِيْنَ اُهْبِطَ مِنَ الْجَنَّةِ وَهَصَهُ اللهُ: حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے اتارے گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زور سے پھینکا اور زمین کی طرف لڑھکا دیا۔

و ہ ل — لَقِيَهُ اَوَّلَ وَهْلَةٍ: وہ پہلی ہی فرصت میں اس سے ملا۔

و ہ م — وَهِمَ فِي الْحِسَابِ: اسے حساب میں غلطی لگ گئی۔ اور وہ بھول گیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

وَهَمَ فِي الشَّيْئِ: اسے چیز میں وہم ہو گیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ یعنی اس کا دھیان کسی اور طرف ہو گیا۔

تَوَهَّمَ: اس نے سوچا یا خیال کیا۔

اَوْهَمَ غَيْرَهُ: اس نے کسی اور کو وہم میں ڈال دیا۔ اس کا مصدر اِيْهَامًا ہے۔

وَهَّمَهُ تَوْهِيمًا کا معنیٰ بھی یہی ہے۔

اِتَّهَمَهُ بِكَذَا: اس نے اس پر یہ تہمت لگائی۔ اس کا اسم التُّهَمَةُ ہے اس میں ھاء مفتوح ہے۔

اَوْهَمَ الشَّيْئَ: اس نے ساری چیز کو ترک کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ: اَوْهَمَ مِنَ الْحِسَابِ مِائَةً: یعنی اس نے حساب میں سے سو کو کم کر دیا اور اَوْهَمَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً: اس نے نماز میں سے ایک رکعت کم کی۔

و ہ ن — اَلْوَهْنُ: کمزوری، ضعف۔ قَدْ وَهَنَ: وہ کمزور ہو گیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ وَهَنَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے کمزور کر دیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔

وَهِنَ يَهِنُ: (دونوں میں ھاء مکسور) وَهْنًا اس کا ایک لہجہ ہے۔

اَوْهَنَهُ غَيْرُهُ اور وَهَّنَهُ تَوْهِيْنًا: کسی اور نے اس کی توہین کی۔ الوَهْنُ اور المَوْهِنُ: آدھی رات کے قریب۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: هُوَ حِيْنَ يُدْبِرُ اللَّيْلُ: یہ رات کے ڈھلنے کا وقت ہے۔

و ہ ی — وَهَى السِّقَاءُ يَهِي: (ھاء مکسور) وَهْيًا: مشک میں سوراخ ہو گیا ہے یا وہ پھٹ گئی۔ مثل ہے:

خَلِّ سَبِيْلَ مَنْ وَهَى سِقَاؤُهُ
وَمَنْ هُرِيْقَ بِالْفَلَاةِ مَاؤُهُ

"اس انسان کا راستہ چھوڑ دو یعنی اسے اپنے حال پر چھوڑ دو جس کی مشک پھٹ گئی ہو اور صحرا میں اس کی مشک کا پانی بہہ گیا ہو۔"

اس سے مراد یہ ہے۔ غیر محتاط اور غیر ذمہ

دار شخص کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔

وَهَى الحَائطُ: دیوار کمزور ہوگئی اور گرنے والی ہوگئی۔ کہا جاتا ہے:

ضَرَبَهُ فَاَوْهَى يَدَهُ: اس نے اسے مارا تو اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا یا اسے چوٹ وغیرہ لگ گئی۔

و و ہ: کسی پسندیدہ چیز کو دیکھ کر تعجب کے طور پر 'وَاهًا' کہنا یا واہ واہ کرنا یا کہنا کہ کیا ہی اچھی چیز ہے۔

و ی ب—وَيْبٌ، وَيْلٌ: کی طرح کا کلمہ۔ مثلاً: یہ کہنا وَيْبَكَ ووَيْبَ زَيْدٍ: اللہ تم پر یا زید پر تباہی لائے اور وَيْبٌ لِزَيْدٍ: زید پر افسوس اور ویل ہے۔

و ی ح—وَيْحٌ: کلمۂ رحمت اور وَيْلٌ کلمۂ عذاب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں کلمات کا معنی ایک ہے، مثلاً: وَيْحٌ لِزَيْدٍ اور وَيْلٌ لِزَيْدٍ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ یعنی زید کے لئے بربادی ہے، یا افسوس ہے زید پر۔ اس شکل میں یہ الفاظ مبتدا ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہوں گے۔ لیکن اَلْزَمَهُ اللّٰه مقدر مان کر فعل مضمر کے ساتھ یہ منصوب ہوں گے مثلاً: وَيْحًا اور وَيْلًا وغیرہ۔ اور اسی طرح وَيْحَكَ، وَيْلَكِ، وَيْح. زيدًا اور وَيْلَ زيدٍ فعل مضمر کے ساتھ منصوب ہوں گے۔ رہا لوگوں کا یہ کہنا کہ: تَعْسًا لَهُ اور بُعْدًا لَهُ: اور اس قسم کے دوسرے مرکب تو یہ ہمیشہ منصوب ہوں گے کیونکہ لام کے بغیر ان کی اضافت درست نہیں۔ لہٰذا تَعْسَهُ اور بُعْدَهُ کہا جاتا ہے۔ اس لئے ان میں فرق ہو گیا ہے۔

و ی ک—وَيْكَ: بھی وَيْبَ اور وَيْحَ کی طرح کا کلمہ ہے۔ جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ اس میں کاف خطاب کے لئے ہے۔

و ی ل—وَيْلٌ: بھی وَيْحَ کی طرح کا کلمہ ہے۔ البتہ یہ کلمۂ عذاب ہے۔ اس کا استعمال یوں ہوتا ہے: وَيْلَهُ، وَيْلَكَ اور وَيْلِيْ اور اظہار ماتم و تعزیت کے لئے وَيْلَاه کہتے ہیں۔ یہ کہنا کہ وَيْلٌ لِزَيْدٍ اور وَيْلًا لِزَيْدٍ میں پہلا وَيْلٌ بطور مبتدا مرفوع ہے اور دوسرا ویل فعل مضمر کے باعث منصوب ہے۔ یہ صورت اضافت نہ ہونے کی حالت میں ہے لیکن اضافت کی صورت میں نصب کے علاوہ اس پر کوئی اعراب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر اس صورت میں اسے مرفوع بنایا جائے تو اس کے لئے خبر موجود نہ ہوگی جس کا مبتدا کے لئے ہونا ضروری ہے۔ عطاء بن یسار رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اَلْوَيْلُ: جہنم میں ایک وادی کا نام ہے۔ اگر اس میں پہاڑ بھی ڈالے جائیں تو وہ بھی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں۔

و ی ہ: جب کوئی چیز کسی کے دل کو لگے تو وہ

کہتا ہے: وَيْهًا يَـا فُـلَانٌ: اور کیا بات ہے، یہ کلمہ تحریص وترغیب کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس کی مثال دُونَکَ یا فُلان ہے یعنی 'ارے بچو!'۔

و ی ا – وَیُ: کلمۂ تعجب۔ کہا جاتا ہے: وَیْکَ اور وی لِعَبْـــدِ اللّٰهِ یہ کلمہ وَیُ، کَـانَّ (نون مشدد ومخفف دونوں) پر داخل ہوتا ہے۔ اور یوں کہا جاتا ہے کہ: وَیْکَأَنْ: خلیل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ دونوں کلمے الگ الگ ہیں۔ پہلے وَیُ، کہتے ہیں پھر کَان سے بات شروع ہوتی ہے۔ الکسائی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ لفظ دراصل وَیْکَ ہے جس پر اَن داخل ہوا ہے اور اس کا معنی ہے 'کیا تم نے نہیں دیکھا'۔ صاحب کتاب نے الکسائی رحمہ اللہ کے قول کا ذکر بذیل مادہ 'و ا' الف لینہ کے باب میں کیا ہے۔

باب الھاء

الھاء: حروف معجم میں سے ایک حرف اس کا شمار بھی حروف زیادات میں ہے۔ ھا حرف تنبیہ ہے مثلاً: ھَاَنْتُمْ اور ھٰؤُلاءِ: یہ ھاء ایّ سے الگ نہیں ہوتا مثلاً: یٰاَیُّھَا الرَّجُلُ: بعض اوقات ھاء غائب مذکر یا مؤنث کے لئے بطور کنایہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: ضَرَبَہُ اور ضَرَبَھَا: ھاء مقصور، قریب کا معنی ظاہر کرنے کے لئے بولا جاتا ہے، مثلاً: اَیْنَ اَنْتَ کے جواب میں ھااَنَاذا اور مؤنث کے لئے کہتے ہیں: ھاأنذہ: اسی طرح اَیْنَ فُلَانٌ کے جواب میں اگر وہ قریب ہو تو کہتے ہیں: ھَاھو ذا اور اگر دور ہو تو کہتے ہیں: ھاھُوَ ذاک، اور مؤنث کے لئے اگر قریب ہو تو ھا ھی ذہ اور اگر دور ہو تو ھَاھی تلک کہتے ہیں۔ کلام عرب میں ھاء بطور حرف زائد کی سات قسمیں ہیں:

(۱) الفاعل اور الفاعلة کے درمیان فرق کرنے کیلئے۔ مثلاً: ضَارِبٌ اور ضَارِبَۃٌ نیز کَرِیْمٌ اور کَرِیْمَۃٌ۔

(۲) جنس میں مذکر و مؤنث میں فرق کرنے کے لئے مثلاً: اِمْرِیٌٔ اور اِمْرَاَۃٌ۔

(۳) واحد اور جمع کے درمیان فرق کرنے کیلئے مثلاً: بَقَرۃ وتَمَرَۃ اور بقرٌ اور تمرٌ۔

(۴) حقیقت تانیث کی نفی کے ساتھ لفظ تانیث کیلئے مثلاً: قَرْیَۃٌ اور غُرْفَۃٌ۔

(۵) مبالغہ کے لئے خواہ مدح کے لئے مثلاً: عَلَّامَۃٌ اور

(۶) نَسَّابَۃٌ، یا ذم کے لئے ہو مثلاً: ھِلْبَاجَۃ اور بَقَاقَۃٌ.

جہاں ھاء مدح کے لئے ہو تو اس کا مؤنث ہونا تانیث غایت ونہایت وداہیہ ہوتا ہے۔ اور جہاں ھاء ذم کے لئے آئے تو وہاں اس کا مؤنث ہونا تانیث بھیمۃ کے لئے ہوتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الھِلْبَاجَۃ کا معنی احمق اور البقاقۃ کا معنی باتونی ہے۔ ان میں سے بعض اسماء میں مذکر و مؤنث یکساں ہوتے ہیں۔ مثلاً: رَجُلٌ مَلُولَۃٌ اور اِمْرَاَۃٌ ملولۃٌ اور صیغہ واحد از جنس مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔ مثلاً: البَطَّۃُ اور الحَیَّۃُ۔

جمع کے صیغے میں تین وجوہ کی بناء پر داخل ہوتی ہے:

(۱) نسب ظاہر کرنے کیلئے مثلاً: المَھَالِبَۃُ

(۲) عجمہ ظاہر کرنے کیلئے مثلاً: المَوَازِجَۃ: (موزے) اور الجــوارِبــۃ: (جرابیں) اور

(۳) حرف محذوف کے عوض کے طور پر مثلاً: العَبَادَلَۃ اور وہ عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنھم ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے العبادلۃ کی تفسیر بذیل مادہ 'ع ب د' اس تفسیر کے خلاف کی ہے۔

ھَــاتِ: دیکھئے بذیل مادہ 'ہ ت ا' اور 'ہ ی ت'۔

ھـــالَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ہ و ل'۔

ہ ب ب—ھَبَّ مِنْ نَوْمِہٖ: وہ نیند سے اُٹھا یعنی جاگا یا بیدار ہوا۔

الھبــوبَۃُ الرِّیْــحُ: ہوا کا چلنا جس سے گرد وغبار اڑے۔

ھَــبَّ البَــعِــیْــرُ فِی السَّیْر: اونٹ چلنے میں تیز ہو گیا۔

ھَبْھَبَ النَّجْمُ: تارا یا ستارا چمکا۔

الھَبَّۃُ: گھڑی۔

الھِبَّۃُ: نر کا جوش۔

ھَبَّتِ الرِّیْحُ: ہوا چلی۔ اس کا مضارع تَھُبُّ (ھاء مضموم) اور مصدر ھُبُوْبًا اور ھَبِیْبًا بھی ہے۔

ہ ب ج—الھَبَجُ: وَرَم کی طرح جو اونٹنی کے تھنوں میں ہوتی ہے۔

المُھَبَّجُ بروزن المُھَذَّبُ: ثقیل النفس۔ جسے سانس کی تکلیف ہو۔ سست اور کند ذہن۔

ہ ب ش—الھَــبْــشُ: اکٹھا کرنا، کمانا، حاصل کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ: ھُــوَ یَھْبِشُ لِعَــیَــالِــہٖ: وہ اپنے اہل وعیال کے لئے روزی کماتا ہے۔ اس کا مضارع یَتَھَبَّشُ اور اس کا اسم فاعل ھَبَّــاشُ ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ہ ب ط—ھَــبَــطَ: وہ نیچے آیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ ھَــبَــطَہٗ: اس نے اسے نیچے اتارا۔ اس کا باب ضَــرَبَ ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔ کہا جاتا ہے: اَللّٰھُمَّ غَبْطًا لاَ ھَبْطًا: اے اللہ! ہم تجھ سے خوشی مانگتے ہیں اور اپنے حال سے گر جانے سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ یہ حدیث وہ ہے جسے الازہری نے نقل کیا ہے۔

اَھْــبَــطَہٗ فَانْھَبَطَ: اس نے اسے نیچے گرا دیا تو وہ گر گیا۔

ھَــبَــطَ ثَمَــنُ السلعۃ: سامان کی قیمت گر گئی یعنی کم ہو گئی۔

هَبطَهُ غَيرُهُ: اس قیمت کو کسی اور نے گرا دیا۔

الهَبُوطُ: (ھاء مفتوح) گراوٹ، کمی۔

ه ب ل - هَبَّلَهُ اللَّحمُ تَهبِيلًا: اس پر گوشت چڑھ گیا یعنی وہ موٹا ہوگیا۔

رَجُلٌ مُهَبَّلٌ: ایسا شخص جس کے جسم پر گوشت کی تہیں چڑھی ہوں۔ حدیث افک میں ہے: وَالنِّسَاءُ يَومَئِذٍ لم يُهَبِّلهُنَّ اللَّحمَ: ان دنوں عورتیں فربہ بدن نہ تھیں یعنی ان کے جسم پر گوشت کی تہیں نہیں چڑھی تھیں۔ هُبَلُ: ایک بت جو خانہ کعبہ کے اندر نصب تھا۔

هِبَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ه ب'.

ه ب ا - الهَبَاءُ: بکھری ہوئی چیز جو سورج کی روشنی میں گھر کے اندر نظر آتی ہے۔

الهَبَاءُ کا معنی مٹی کے ذرات بھی ہے۔

الهَبوَةُ: غبار، گرد۔

ه ت ر: کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ مُستَهتَرٌ (دونوں تاء مفتوح) بالشَّرَابِ: فلاں شخص شراب کا رسیا ہے۔ اسے اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کہ شراب کے بارے میں کیا کچھ کہا گیا ہے۔

تَهَاتَرَ الرَّجُلَانِ: دو آدمیوں نے ایک دوسرے کے خلاف غلط دعوے کئے۔

ه ت ف - الهَتفُ: آواز، چہچہانا۔ کہا جاتا ہے: هَتَفَتِ الحَمَامَةُ: کبوتری نے آواز نکالی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

هَتَفَ بِهِ: وہ چیخا، آواز بلند کی۔

يَهتِفُ (تاء مکسور) هِتَافًا: (ھاء مکسور)۔

ه ت ک - الهَتکُ: پردہ دری کرنا۔ آبرو ریزی۔

هَتَكَهُ فَانتَهَكَ: اس نے اس کی پردہ دری کی تو اس کی پردہ دری ہوگئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

هَتَّكَ الأَستَارَ: تاء کو کثرت کے اظہار کے لئے مشدد کیا گیا۔ اس کا اسم الهُتكَةُ (ھاء مضموم) ہے۔

تَهَتَّكَ: اس کی آبرو ریزی یا پردہ دری ہوئی۔

ه ت ن: بقول ابو زید التَّهتَانُ: لگاتار بارش۔ موسلا دھار لگاتار بارش ہے۔ اور بقول النَّضر التهتان کا معنی وقفوں کے ساتھ بارش کا برسنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: هَتَنَ المَطَرُ والدَّمعُ: بارش یا آنسو کے قطرے لگاتار گرے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور جَلَسَ ہے۔ اور تَهتَانًا بھی ہے۔

سَحَابٌ هَاتِنٌ وهُتُونٌ: لگاتار برسنے والے بادل۔

ه ت ا: هَاتِ يَا رَجُلُ: لاؤ۔ اور مؤنث کے لئے هَاتِي کہتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے جو باتیں

یہاں 'ہ ت ا' کے ذیل میں کہی ہیں وہ ایک دفعہ بذیل مادہ 'ہ ی ت' پہلے کہی گئی ہیں۔ یہاں ان سب باتوں کو نہیں دُہرایا گیا بلکہ اس کا کچھ حصہ دُہرایا گیا ہے۔

ہ ث م—الهَيْثَمُ: عقاب کا بچہ۔

ہ ج د—هَجَدَ: اس کا باب دَخَلَ اور تَهَجَّدَ ہے۔ وہ رات کو سویا۔

هَجَدَ وتَهَجَّدَ: وہ سویا۔ یہ لفظ کلمات اضداد میں سے ہے۔ اسی نسبت سے رات کی نماز کو التَهَجُّدُ کہتے ہیں۔

التَهْجِيدُ: تنویم، سُلانا۔

ہ ج ر—الهَجْرُ: دوری، فراق۔ اس کی ضد الوَصْلُ ہے۔ اس کا باب نَصَرَ اور هِجْرَانًا بھی ہے۔ اور اس کا اسم الهِجْرَةُ ہے۔

المُهَاجَرَةُ: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔

التَّهَاجُرُ: ایک دوسرے کو چھوڑ دینا، قطع تعلق کرنا۔

الْهُجْرُ: (ھاء مفتوح) بڑبڑانا، ہذیان بکنا۔

قَدْ هَجَرَ المَرِيْضُ: مریض ہذیان بکنے لگا یا بڑبڑانے لگا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل هَاجِرٌ اور كَلَامٌ مَهْجُوْرٌ کا معنی متروک کلام ہے۔ مجاہد وغیرہ۔ مفسرین نے اس قول خداوندی: اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا کی تفسیر میں مهجورًا کا معنی باطلًا کیا ہے۔ الهَجْرُ (ھاء مفتوح) الهَاجِرَةُ اور الهَجِيْرُ کا معنی دوپہر کی کڑی دھوپ ہے۔ التَّهْجِيْرُ اور التَهَجُّرُ کا معنی دوپہر کے وقت سفر کرنا یا چلنا ہے۔

تَهَجَّرَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے مہاجروں کی مشابہت کی۔ حدیث شریف میں ہے: هَاجِرُوا وَلَاتَهَجَّرُوْا: ہجرت کرو اور نقلی یا جھوٹے مہاجر نہ بنو۔

هَجَرٌ: ایک جگہ کا نام ہے، مذکر اور منصرف ہے۔ مثل ہے: كَمُبْضِعِ تَمْرٍ اِلٰى هَجَرَ: الٹے بانس بریلی کو؟

ہ ج س—الهَاجِسُ: کھٹکا، اندیشہ، وسوسہ۔ کہا جاتا ہے کہ: هَجَسَ فِي صَدْرِيْ شَيْئٌ: میرے دل میں کوئی چیز کھٹکی۔ یا اندیشہ پیدا ہوا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے حَدَسَ کو وَقَعَ اور خَطَرَ کے معنوں میں استعمال کیا ہے اور ان معنوں میں یہ لفظ غیر معروف ہے۔

ہ ج ع—الهُجُوْعُ: رات کی نیند۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

التَّهْجَاعُ: ہلکی نیند۔ کہا جاتا ہے کہ اَتَيْتُ فُلَانًا بَعْدَ هَجْعَةٍ: میں رات کو

تھوڑی سی نیند کرنے کے بعد فلاں شخص کے پاس آیا۔

ہ ج م — هَجَمَ عَلَى الشَّيْئِ بَغْتَةً: اس نے کسی چیز پر اچانک حملہ کر دیا یا دھاوا بول دیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

هَجَمَ غَيْرُهُ: کسی غیر نے حملہ کرایا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔

هَجَمَ الشِّتَاءُ: سردی آ گئی۔

هَجْمَةُ الشِّتَاءِ: سردی کی شدت اور هجمة الحرّ: گرمی کی شدت۔

ہ ج ن — اِمْرأةٌ هِجَانٌ: شریف و کریم عورت۔ اصمعی نے حضرت علیؓ کے اس قول: هٰذا جَنَای وهِجَانُهُ فِيْهِ وكُلُّ جَانٍ يَدُهُ اِلىٰ فِيْهِ میں هِجان کا معنی خیار یعنی نچوڑ اور خلاصہ بیان کیا ہے یعنی چیدہ اور چنے ہوئے لوگ۔ حضرت علیؓ کے قول کا معنی یہ ہے کہ یہ میرے چنے ہوئے لوگ ہیں۔ اور ان کے عمدہ اور چنے ہوئے لوگ بھی انہیں میں ہیں۔ اور ہر ارتکاب جرم کرنے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف ہوتا ہے۔ رَجُلٌ هَجِيْنٌ: کمینہ شخص۔

الهُجْنَةُ: (کمینگی) یا کم ذاتی، انسانوں اور گھوڑوں دونوں میں ہوتی ہے۔ اگر یہ ماں کی طرف ورثہ میں ہو تو بچہ مُجَيَّنٌ ہوگا۔ باپ کی طرف سے ورثہ میں ملنے والی اس صفت کو اِقْتِرَاف کہتے ہیں۔

تَهْجِيْنُ الأَمْرِ: کسی کام یا بات کو قبیح کہنا یا جاننا۔

ہ ج ا — الهِجَاءُ: ہجو کرنا۔ اس کی ضد المَدح ہے۔ اس کا باب عَدَا اور هِجاءٌ بھی۔ اور تَهْجَاءٌ بھی ہے۔ اور تَهْجَاءٌ بھی ہے۔ اس میں تاء مفتوح ہے۔ جس کی ہجو کی جائے، اسے مَهْجُوٌّ کہتے ہیں۔ بطور فعل هَجُتُهُ نہیں کہنا چاہیے۔

هَجَوْتُ الحُرُوفَ هجوًا وَهَجَّيْتُهُ تَهْجِيَةً اور تَهَجَّيْتُهَا: میں حروف کے ہجے کیے۔ ان سب الفاظ کا یہی معنی ہے۔

ہ د أ — هَدَأَ: ٹھہرا۔ سکون پذیر ہوا۔ اس کا باب قطع اور خضع ہے۔

اَهْدَأَهُ: اس نے اسے دھیما یا پُرسکون کر دیا۔

ہ د ب — هُدْبُ العَيْنِ: آنکھ کی پلک۔

ہ د د — هَدَّ البِنَاءَ: اس نے عمارت ڈھادی یا کمزور کردی۔ اس کا باب رَدّ ہے۔

حَدَّتْهُ المُصِيْبَةُ: مصیبت نے اسے توڑ کر رکھ دیا۔

الهَدَّةُ: دیوار وغیرہ کے گرنے کی آواز، دھڑام کی آواز۔

التَّهْدِيْدُ والتَّهَدُّدُ: ڈرانا دھمکانا۔

الهُدْهُدُ: ہدہد، مشہور پرندہ۔

الهُدَاهِدُ: کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی

جمع الهَداهِدُ ہے۔ اس میں ھاء اول مفتوح ہے۔

ہ د ر — هَدَرَ دَمُهُ: اس کا خون رائگاں ہوا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَهْدَرَهُ السُّلْطَانُ: سلطان نے اس کا خون مباح کر دیا۔

ذَهَبَ دَمُهُ هَدَرًا: اس کا خون رائگاں گیا۔ (اس میں دال ساکن بھی ہے اور مفتوح بھی) نہ اس کا قصاص ہوگا اور نہ خون بہا۔

هَدَرَ الحَمَامُ: کبوتر نے آواز نکالی، غٹرغوں کیا۔

هَدَرَ البَعِيرُ: اونٹ نے اپنے گلے میں آواز کی گرج پیدا کی یا بلبلایا۔ اس کا فعل هَدَرَ يَهْدِرُ ہے۔ (دال مکسور) ہے۔ اور مصدر هَدِيرًا ہے۔

ہ د ف — الهَدَفُ: عمارت، ریت کا ٹیلہ یا پہاڑ جو سطح زمین سے اونچا ہو۔ اسی نسبت سے نشانے کو ہدف کہتے ہیں۔

ہ د ل — الهَدِيلُ: نر کبوتر۔ اس کا معنی کبوتر کی آواز بھی ہے۔ هَدَلَ القُمْرِيُّ يَهْدِلُ (دال مکسور) هَدِيلًا: قمری نغمہ سرا ہوئی۔ الهَدِيلُ: حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ایک پرندہ تھا جسے کسی شکاری پرندے نے شکار کیا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اب وہ کبوتری اسکے ماتم میں گریہ و ماتم کرتی ہے۔

هَدَلَ الشَّيْئَ: اس نے کسی چیز کو ڈھیلا کر دیا اور نیچے لٹکا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

تَهَدَّلَتْ اَغْصَانُ الشَّجَرِ: درختوں کی ٹہنیاں نیچے جھک گئیں۔

ہ د م — هَدَمَهُ: اس نے اسے منہدم کر دیا۔ فَانْهَدَمَ: تو وہ منہدم ہوگئی۔ تَهَدَّمَ کا بھی یہی معنی ہے۔ هَدَّمَ کا بھی یہی معنی ہے۔

هَدَّمُوْا بُيُوْتَهُمْ: انہوں نے اپنے مکانات منہدم کر دیئے۔ دال کو کثرت کے اظہار کے لئے مشدد کر دیا گیا۔

الهِدْمُ: پھٹا پرانا بوسیدہ کپڑا۔ اس کی جمع اَهْدَامٌ ہے۔

مُهَنْدَمٌ: اچھی ترتیب سے رکھا ہوا۔ یہ کلمہ معرب ہے۔

ہ د ن — هَادَنَهُ: اس نے اس سے صلح کی۔ اس کا اسم الهُدْنَةُ بمعنی جنگ بندی یا عارضی صلح ہے۔ انہیں معنوں میں لوگ کہتے ہیں: هُدْنَةٌ علٰى دَخَنٍ: مکر و فساد کی حالت میں صلح کرنا۔

ہ د ی — الهُدٰى: رشد و ہدایت اور رہنمائی۔ مذکر و مؤنث کہا جاتا ہے: هَدَاهُ اللّٰهُ لِلدِّيْنِ يَهْدِيْهِ هُدًى: اللہ نے دین کی ہدایت دے۔

هَدَاهُ اللّٰهُ لِلدِّيْنِ، يَهْدِيْهِ، هُدًى:

اللہ اسے دین کی ہدایت دے۔ قول خداوندی ہے: أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ: ابوعمرو بن العلاء نے اس کا معنی یہ بتایا ہے کہ کیا اس نے ان پر یہ واضح نہیں کیا۔

هَدَيْتُهُ الطَّرِيقَ والبَيْتَ: میں نے اسے راستے اور گھر کا پتہ بتلا دیا۔ اس کا مصدر هَدَايَةٌ ہے۔ یہ اہل حجاز کا لہجہ ہے۔ دوسرے لوگ ان معنوں میں هَدَيْتُهُ إِلَى الطَّرِيقِ وَإِلَى الدَّارِ کہتے ہیں۔ میرا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں بھی هَدَى کا لفظ تین وجوہ سے آیا ہے:

(۱) مُعَدّي بنفسه: براہِ راست مفعول تک پہنچنے والا۔ مثلاً: قول خداوندی: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ: ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ اور دوسرا قول خداوندی: وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ: ہم نے اسے دو راستے بتلا دیے۔

(۲) معدّی باللام: لام کے ذریعے مفعول پر دلالت کرنے والا مثلاً: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا: اس خدا کی تعریف اور حمد و ثنا جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی۔ اور دوسرا قول خداوندی: قُلِ اللّٰهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ۔

(۳) معدی بِإلٰى: إلٰى کے ذریعے مفعول تک پہنچنے والا مثلاً: قول خداوندی: وَاهْدِنَا إِلٰى سَوَاءِ الصِّرَاطِ۔

ابوعمرو نے مزید کہا کہ هَدَى اور اهْتَدَى دونوں کا ایک معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ: جو راستے سے بھٹکے اللہ اسے ہدایت نہیں دیتے۔ الفراء کا قول ہے کہ اس کا معنی يَهْتَدِي ہے۔

الْهَدْيُ: وہ قربانی جو جانور کی صورت میں حرم میں کی جاتی ہے۔

الْمَهْدِيُّ بروزن فَعِيْلٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ قرآن کی اس آیت: حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ: میں الهدی کو مخفف اور مشدّد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اس کا واحد هَدْيَةٌ اور هَدِيَّةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا أَحْسَنَ هِدْيَتَهٗ: اس کی سیرت کس قدر اچھی ہے۔ هِدْيَتُهٗ کی ھاء مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی۔ اس کی جمع هَدْيٌ ہے۔ اس کی مثال تَمْرَةٌ اور اس کی جمع تَمْرٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: هَدٰى هَدْيَ فُلَانٍ: کیا اس نے فلاں شخص کی سیرت اختیار کر لی۔ حدیث شریف میں ہے: واهْدُوْا هَدْيَ عَمَّارٍ: عمار کی سیرت اختیار کرو۔

الْهَادِي: گردن۔

الْهَدِيَّةُ: تحفہ، نذرانہ۔ اس کی جمع الْهَدَايَا ہے۔ کہا جاتا ہے: أَهْدَى لَهُ وإِلَيْهِ: اس نے اسے تحفہ دیا۔

التَّهَادِيْ: لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کو تحفے دینا۔ حدیث شریف میں ہے: تَهَادُوا تَحَابُّوا: ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو۔ اس سے آپس میں محبت پیدا ہوگی۔

ب — التَّهْـذِيْبُ: تنقیہ، صاف و شفاف بنانا۔ مہذب بنانا۔ سدھارنا۔

رَجُلٌ مُهَذَّبٌ: پاکیزہ اخلاق والا شخص۔

هَذَرَ فِي مَنْطِقِهِ: اس نے بولنے میں بیہودہ باتیں کیں۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم الهَـذَرُ ہے۔ اس میں ھاء اور ذال دونوں مفتوح ہیں۔ اس کا معنی بیہودہ گفتگو ہے۔ اس کا اسم فاعل هَـذِرٌ یعنی بیہودہ گو (اس میں ذال مکسور ہے) اور هُذَرَةٌ بروزن هُمَزَةٌ ہے۔ هَذَّارٌ (ذال مشدّد) اور مِهْذَارٌ: بہت زیادہ لغو اور بے ہودہ باتیں کرنے والا۔

أَهْذَرَ فِي كَـلَامِهِ: اس نے بیہودہ گفتگو کی۔

ہ ذ ر م — الهَـذْرَمَـةُ: پڑھنے اور بات کرنے میں تیزی یا تیز کلامی۔ کہا جاتا ہے: هَـذْرَمَ وِرْدَهُ: اس نے اسے تیزی سے کاٹا۔

ہ ذ ی — هَذَى فِي مَنْطِقِهِ يَهْذَاءً: اس نے ہذیانی گفتگو کی۔ یا وہ بات کرنے میں بڑبڑایا۔

ہ ر أ — هَـرَأَ اللَّحْمَ: اس کا باب قَطَعَ ہے، اور معنی اُس نے گوشت کو اتنا پکایا کہ گوشت ہڈیوں سے الگ ہو گیا۔ أَهْـرَأَهُ، هَـرَّأَهُ تَهْرِئَةً کا معنی بھی یہی ہے۔ لَحْمٌ هَرِئٌ (یا ممدود) اچھی طرح پکا ہوا گوشت۔

ہ ر ب — الهَـرَبُ: فرار، بھاگنا۔ قَـدْ هَـرَبَ يَهْـرُبُ هَـرَبًا: اس کی مثال طَلَبَ يَطْلُبُ طَلَبًا وأَهْـرَبَ: وہ ڈر کے مارے تیزی سے بھاگا۔

ہ ر ج — الهَـرْجُ: فتنہ، آزمائش۔ گھل مل جانا۔ اس کا باب ضَـرَبَ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ: بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ هَرْجٌ: یعنی قیامت کی علامات میں سے جنگ و جدل اور قتل ہوں گے۔

ہ ر ر — الهِرُّ: بلا۔ اس کی جمع هِرَرَةٌ ہے۔ اس کی مثال قِرْدٌ اور قِرَدَةٌ ہے۔ اس کی مؤنث هِرَّةٌ ہے۔ اس کی جمع هِرَرٌ ہے۔ اس کی مثال قِرْبَةٌ اور قِرَبٌ ہے۔ مثل ہے: فُلَانٌ لَا يَعْرِفُ هِـرًّا مِنْ بِرٍّ: یعنی فلاں شخص کو دوست دشمن کی پہچان نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ: الهِـرُّ هُنَا دُعَاءُ الغَـنَمِ والبِرُّ سَـوْقُهَا: یعنی هِرّ کہہ کر

بھیڑ بکریوں کو پانی پلانے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ اور البِرّ کہہ کر انہیں ہانکا جاتا ہے۔ (یہ بکریوں کو بلانے اور ہانکنے کی مخصوص آوازیں ہیں جو چرواہے استعمال کرتے ہیں یعنی ھرّ اور بِرّ)۔

هَرِيْرُ الْكَلْبِ: سردی کے مارے بے صبری سے کتے کا بغیر بھونکے آواز نکالنا۔

قَدْ هَرَّ يَهِرُّ (ہاء مکسور) هَرِيْرًا: اس نے بغیر بھونکے آواز نکالی۔

هَارَّهُ فِي وَجْهِهِ: اس نے اسے دیکھ کر تیوری چڑھائی۔

ہ ر س — الهَرْسُ: کوٹنا۔ اسی سے لفظ الهَرِيْسَه ماخوذ ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ المِهْرَاسُ: (میم مکسور) ہاون یا اوکھلی جس میں چیزیں کوٹی جاتی ہیں۔ یا جس میں وضو کے لئے پانی رکھا جاتا ہے۔

ہ ر ش — الهِرَاش، المُهَارَشَةُ الكِلَابُ: کتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے پر اُکسانا، چھیڑنا۔

التَّهْرِيْش، التَّحْرِيْش: چھیڑنا۔ دوسرے کو لڑنے پر اُکسانا۔

ہ ر ع — الاِهْرَاعُ: تیزی کرنا۔ جلدی کرنا۔ قول خداوندی ہے: وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ: اس کی قوم کے لوگ اس کے پاس دوڑتے بھاگتے تیزی سے آئے یا ہانپتے ہوئے آئے۔ ابوعبیدہ نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو اُکساتے ہوئے حضرت لوط علیہ السّلام کے پاس آئے۔

ہ ر ق — المُهْرَقُ: (راء مفتوح) صحیفہ، تحریر، کتاب۔ فارسی سے معرب ہے۔ اس کی جمع مَهَارِقُ ہے۔

هَرَاقَ المَاءَ، يُهَرِيْقُهُ: (هَرَاق میں ہاء مفتوح)۔

هِرَاقَةً: (ہاء مکسور) پانی گرانا یا ڈالنا یا بہانا۔ اصل میں یہ لفظ اَرَاقَ يُرِيْقُ اِرَاقَةً ہے۔ اس کا ایک دوسرا لہجہ اَهْرَقَ المَاءَ يُهْرِقُهُ اِهْرَاقًا بروزن اَفْعَلَ يُفْعِلُ ہے۔ اور ایک تیسرا لہجہ اَهْرَاقَ يُهْرِيْقُ اِهْرَاقَةً ہے۔ اس کا اسم فاعل مُهْرِيْقٌ ہے۔ اور الشَّيْئُ مُهْرَاقٌ بہائی گئی چیز۔ اور مُهَرَاقٌ بھی (یعنی ہاء مفتوح) حدیث شریف میں ہے: اُهْرِيْقَ دَمُهُ: اس کا خون بہایا گیا۔

ہ ر ق ل — هِرَقْلُ: بروزن خِنْدِفْ: رُوم کا بادشاہ۔ اسے هِرَقْلُ بروزن دِمَشْق بھی کہا جاتا ہے۔

ہ ر م — الهَرَمُ: بڑھاپا۔

قَدْ هَرِمَ: وہ بوڑھا ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل هَرِمٌ ہے۔

قَوْمٌ هَرْمَى: بوڑھی قوم یا بوڑھے لوگ۔

مَهْرَمَةٌ: رات کا کھانا چھوڑ دینا۔

الھَرَمَان: مصر میں ایک عمارت کا نام ہے۔

ہ ر و ل — الھَرْوَلَةُ: تیز قدموں چلنا، ایک طرح کا دوڑنا۔ یعنی دوڑنے اور چلنے کی درمیانی چال۔

ہ ر ا — الھِرَاوَةُ: (ھاء مکسور) موٹا عصا۔ لٹھ۔ اس کی جمع الھَرَاوَی (ھاء اور واؤ دونوں مفتوح)۔

هَرَاة: ہرات، ایک شہر کا نام۔

ہ ز أ — هَزِئَ مِنْهُ: (زای مکسور) اس نے اس کا مذاق اُڑایا۔ يَهْزَأُ هُزْئًا کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی مثال قَطَعَ يَقْطَعُ ہے اور مصدر هُزْءًا يُهْزَأُ بِهِ: وہ شخص جس کا مذاق اڑایا جاتا ہو۔ هُزَأَةٌ (زای متحرک) وہ شخص جو لوگوں کا مذاق اُڑاتا ہو۔

ہ ز ب ر — الھِزَبْرُ: طاقتور شیر۔

ہ ز ج — الھَزَجُ: (ھاء اور زای دونوں مفتوح) کڑک کی آواز۔

الھَزَجُ کا معنی سُر نغمہ کی ایک قسم بھی ہے۔ اس میں ترنم ہوتا ہے۔ ان دونوں کا باب طَرِبَ ہے۔

ہ ز ز — هَزَّ الشَّيْئَ فَاهْتَزَّ: اس نے چیز کو ہلایا تو وہ ہل گئی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الھِزَّةُ: (ھاء مکسور) نشاط اور آرام و راحت۔

ہ ز ل — الھَزْلُ: غیر سنجیدگی، مذاق۔ اس کی ضد الجِدُّ سنجیدگی ہے۔

قَدْ هَزَلَ: اس نے مذاق میں بات کہی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الھُزَال: لاغری، دُبلا پن۔ اس کی ضد السِّمَنُ یعنی موٹاپا ہے۔ کہا جاتا ہے: هُزِلَتِ الدَّابَّةُ: جانور کمزور اور لاغر ہو گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا مصدر هُزَالًا ہے۔ هَزَلَهَا صَاحِبُهَا: جانور کو اس کے مالک نے دُبلا کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور اسم مفعول مَهْزُوْلَةٌ ہے۔

ہ ز م — هَزَمَ الجَيْشَ: اس نے فوج کو شکست دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور هَزِيمَةٌ بھی ہے۔ فَانْهَزَمُوا: تو وہ شکست کھا گئے۔

ہ ش ش — هَشَّ الوَرَقَ: اس نے لاٹھی سے پتے جھاڑے تاکہ وہ نیچے گریں۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِي: اور میں اسی لاٹھی کے ساتھ اپنی بھیڑ بکریوں کے لئے درختوں سے پتے جھاڑتا ہوں۔

الهَشَاشَة: ہشاش بشاش رہنا۔

قَدْ هَشَّ بِهِ يَهَشُّ: (ھاء مفتوح) هَشَاشَةً: وہ اسے دیکھ کر خوش ہوا اور اس نے راحت محسوس کی۔

رَجُــلٌ هَــشٌّ بَــشٌّ: ہشاش بشاش انسان۔

شَیْئٌ هَشٌّ وهَشِیْشٌ: نرم اور تر و تازہ چیز۔

ہ ش م—الهَشْمُ: کسی سوکھی چیز کا توڑنا۔ کہا جاتا ہے کہ: هَشَمَ الثَّرِيْدَ: یعنی اس نے روٹی شوربے میں توڑ کر اس میں بھگو کر ثرید تیار کر لیا۔ اس کا باب ضَـرَبَ ہے۔ اسی نسبت سے هاشم بن عبد المناف کا نام هاشم پڑا۔ اس کا اصل نام عَمْرو تھا۔

الهَشِيْمُ: خشک اور شکستہ و ریختہ پودے اور بوسیدہ درخت جنہیں لکڑہارا اُٹھا لے جاتا ہے۔

ہ ص ر—هَصَـرَ الغُصْنَ وبالغُصْنِ: اس نے ٹہنی کو سرے سے پکڑا اور اپنی طرف جھکا لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ہ ض م—هَضَـمَهُ: اس نے اسے ہضم کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اِهْتَضَمَهُ: اس نے اس پر ظلم کیا۔ اس کا اسم مفعول بروزن فعيل هَضِيمٌ اور مُهْتَضَـمٌ ہے۔ تَـهَـضَّـمَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

الهَاضُـومُ: وہ دوا جسے جوارش کہتے ہیں جس سے کھانا ہضم ہوتا ہے۔

طَعَـامٌ سَـرِيْعُ الإنْضهام: جلد ہضم ہونے والا کھانا۔

طَعَـامٌ بَطِيئُ الانْهِضَام: دیر سے ہضم ہونے والا کھانا۔ کھجور کے گابھے یعنی شگوفے کو اس لئے هَضِيْمٌ کہتے ہیں کہ ابھی تک اس کے دو غلاف ایک دوسرے میں داخل ہونے کے لئے نکلے ہوتے ہیں۔

الهضِيْـمُ مِـنَ النِّسَاء: پتلی کمر والی عورت۔

ہ ط ع—أَهْطَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے گردن لمبی کی اور سر سیدھا کیا۔

اَهْطَـعَ فی عَـدْوِهِ: اس نے اپنے دوڑنے میں تیزی کی۔

ہ ط ل—الهَطْلُ: بارش کا موسلا دھار برسنا اور آنسوؤں کی جھڑی بندھ جانا۔ کہا جاتا ہے: هَـطَلَتِ السَّـمَـاءُ: آسمان سے موسلا دھار بارش برس رہی ہے۔ اس کا باب ضَـرَبَ اور هَطَلانًا (طاء مفتوح) ہے۔ اور تَهْطَـالًا بھی ہے۔ سَحَابٌ هَطِـلٌ ومَـطَـرٌ هَطِـلٌ: لگاتار بارش یا برسنے والے بادل اور موسلا دھار بارش۔

سَحَـائِبُ هُطُلٌ: لگاتار بارش برسانے والے بادل۔ اس کا واحد هَـاطِـلٌ ہے۔

دِيْـمَـةٌ هَطْلَاءُ: اس کی مثال اِمْرأةٌ حَسْنَاءُ ہے۔ رَجُـلٌ أَحْسَنٌ نہیں کہا جاتا۔

ہ ف ف—هَفَّ: اِمْرَاَةٌ هَفْهَفَةٌ: پتلے پیٹ والی عورت۔ اسے مُهَفْهَفَةٌ بھی کہتے ہیں۔

ہ ف ا—الهَفْوَةُ: پھسلن، پھسلنا۔ لغزش۔ قَدْ هَفَا يَهْفُوْ: وہ پھسل گیا۔ هفوة۔

ہ ک ل—الهَيْكَلُ: نصاریٰ کا عبادت گھر۔ یہ ان کا بت خانہ ہوتا ہے۔

ہ ک م—تَهَكَّمَ عَلَيْهِ: اس کا غصہ اور بھڑکا۔
المُتَهَكِّمُ: متکبر شخص۔

ہ ل ج—الإِهْلِيْلَجُ: معرب کلمہ ہے۔ الا ئچی۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ اس لفظ کے دونوں لام مکسور ہیں۔ اس کا واحد کا صیغہ بھی یہی ہے۔ ابن الاعرابی کا قول ہے کہ دوسرا لام مفتوح ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ عربی زبان میں اِفْعِيْلِلٌ کے وزن پر کوئی لفظ نہیں ہے۔ جس میں لام مکسور ہو۔ البتہ اِفْعِيْلَلٌ کے وزن پر کلمات ہیں مثلاً: اِبْرِيْسَمٌ اور اِطْرِيْفَلٌ۔

ہ ل ع—الهَلَعُ: بدترین گھبراہٹ اور بے چینی و اضطراب کا مظاہرہ کرنا۔ اس کا باب طرب ہے۔
وهَلُوْعٌ هَلِعٌ: بدترین گھبراہٹ کا مظاہرہ کرنے والا مضطرب۔ حدیث شریف میں ہے: مِنْ شَرِّ مَا أُوتِيَ العَبْدُ شُحٌّ هَالِعٌ وجُبْنٌ خَالِعٌ: انسان کو دی گئی بد ترین خصلت بے چین کرنے والا بخل اور دل کھینچنے والی بزدلی یعنی نامردی ہے۔ یعنی بدترین انسان وہ ہے جو بخل اور کنجوسی کرے اور بزدلی اور نامردی کا مظاہرہ کرے اور ناکامی پر حزن وملال کا شکار ہو۔ اس ترکیب کی مثال يَوْمٌ عَاصِفٌ اور لَيْلٌ نَائِمٌ ہے۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ هَالِع کا لفظ خالِع کے ساتھ وزن ملانے کے لئے وضع ہوا ہو۔ خالِعٌ کا معنی سختی کی شدت کے مارے دل کا نکل جانا ہے۔

ہ ل ک—هَلَكَ الشَّيْئُ: چیز فنا ہوگئی۔ اس کا مضارع يَهْلِكُ (لام مکسور) ہے اور مصدر هَلَاكًا، هُلُوْكًا، مَهْلَكًا (لام مفتوح و مکسور اور مضموم) اور تَهْلُكَةً (لام مضموم) ہے۔ الیزیدی کا قول ہے کہ التَّهْلُكَةُ: نادر مصادر میں سے ہے اور یہ قیاس کے مطابق نہیں ہے۔ اهلكه و اسْتَهْلَكَهُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اس نے ختم کیا یا ہلاک کر دیا یا خرچ کیا۔ المَهْلَكَةُ: (لام مفتوح اور مکسور) جنگل۔ تمیم کی لغت اور لہجے میں هَلَكَهُ کا معنی اَهْلَكَهُ ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور هَالِكٌ کی جمع هَلْكَى اور هُلَّاكٌ ہے۔ مثل ہے: فلان هالك في الهَوَالِكِ هَالكٌ: شاذ کلمات میں سے ہے جیسا کہ ہم نے فَوَارِس کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ الهَلَكَةُ کا معنی بھی

الھلاک ہے۔

ہ ل ل — الھِلَال: پہلی، دوسری اور تیسری رات تک کا چاند۔ اس کے بعد والے چاند کو القمرُ کہتے ہیں۔

تَھَلَّلَ السَّحَابُ: بادلوں میں بجلی چمکی اور کوندی۔

تَھَلَّلَ وَجْہُ الرَّجُلِ مِنْ فَرْحِہٖ: آدمی کا چہرہ خوشی کے مارے دمک اٹھا۔ اسْتَھَلَّ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَھَلَّلَتْ دُمُوْعُہٗ: اس کے آنسو ٹپکے۔

انْھَلَّتِ السَّمَاءُ: آسمان سے بارش برسی۔

اِنْھَلَّ المَطَرُ انْھَلَالًا: بڑے زور کی بارش ہوئی۔

ھَلَّلَ الرَّجُلُ تَھْلِیْلًا: آدمی نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا، یا کہا۔ یہ لفظ الھَیْلَلَۃ سے زیادہ کثیر الاستعمال ہے۔ اسْتَھَلَّ الصَّبِیُّ: پیدائش کے وقت بچہ رویا یا چیخا۔

اَھَلَّ المُعْتَمِرُ: عمرہ کرنے والے نے زور سے تلبیہ پڑھا، یا کہا۔

اَھَلَّ بِالتَّسْمِیَۃِ عَلَی الذَّبِیْحَۃِ: اس نے ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا۔ قول خداوندی ہے: وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ: اور جس ذبیحے پر اللہ کے بغیر کسی اور کا نام لیا جائے۔ اس لفظ کا اصل معنی آواز بلند کرنا ہے۔

اُھِلَّ الھِلَالُ واسْتُھِلَّ: ہلال نظر آیا۔ ان معنوں میں اَھَلَّ نہیں کہتے۔ کہا جاتا ہے: اھللنا عَنْ لَیْلَۃِ کذا: ہم نے فلاں رات سے تہلیل شروع کی۔ اس کی بجائے اھللناہُ فَھَلَّ نہیں کہا جاتا جس طرح سے کہ: اَدْخَلنَاہ فَدَخَلَ کہا جاتا ہے۔ حالانکہ قیاس کے مطابق یہ کہنا جائز ہونا چاہیے۔

ھَلْ: حرف استفہام۔ ابوعبیدہ نے اس قول خداوندی: ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ کے متعلق کہا ہے کہ ھَلْ کے یہاں اثبات کے معانی ہیں یعنی اَتٰی۔ بعض اوقات ھَل 'ما' نافیہ کی جگہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ لوگ ھَلَا: جلدی کرانے اور آمادہ کرنے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا ذُکِرَ الصَّالِحُوْنَ فَحَیَّھَلَ بِعُمَرَ: جب صالحین کا ذکر ہو تو ان میں عمرؓ کا ذکر بطور خاص ضروری ہے۔ کیونکہ وہ ان اوصاف کا مالک ہے۔ اذان میں حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ والفَلَاحِ: نماز اور فلاح کی دعوت ہے۔ اور اس کا معنی ہے نماز اور کامیابی کی طرف اور اس سے قریب آؤ۔ اسے حَیْعَلَ المؤذن کہتے ہیں یعنی مؤذن نے حی علی الصلاۃ کہا۔ اس کی مثال حَوْلَقَ ہے۔ جس کا معنی ہے کہ اس نے لا حول ولا قوۃ الا

باللّٰہ کہا۔

ہ ل ا - ھَلَّا: اصل میں یہ لفظ لا ہے جو ھل کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ دونوں مل کر تحضیض یعنی برانگیختہ کرنے کے معانی دیتے ہیں۔

ہ ل م - ھَلُمَّ یَا رَجُلُ: (میم مفتوح) اے آدمی آجا۔ یہ لفظ اہل حجاز کے ہاں واحد، جمع اور مؤنث کے سب صیغوں میں اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالْقَائِلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا: اور اپنے ساتھیوں یا بھائیوں سے یہ کہتے ہیں کہ تم ہماری طرف آؤ۔ اہل نجد اس لفظ کو منصرف سمجھتے ہیں اور تثنیہ کے لئے هَلُمَّا کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جمع کے لئے هَلُمُّوا، عورت کیلئے هَلُمِّيْ، اور جمع مؤنث کے لئے هَلْمُمْنَ کہتے ہیں۔ لیکن پہلی صورت زیادہ فصیح ہے۔

ہ ل ن - الهِلْيَوْن: ایک پودا ہے۔

ہ م ج - الهَمَجُ: (حاء اور میم دونوں مفتوح) اس کا واحد هَمَجَةٌ ہے۔ مچھر کی طرح کی چھوٹی مکھی۔ جو بھیڑ بکریوں، گدھوں کے جسم اور ان کی آنکھوں کے ساتھ چمٹ جاتی ہے۔ بے وقوف اور نا سمجھ چرواہوں کو کہا جاتا ہے کہ: انما هُمْ هَمَجٌ: یعنی وہ تو نرے ہمج ہیں۔

ہ م د - هَمَدَتِ النَّارُ: آگ بجھ گئی اور بالکل ختم ہو گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اَرْضٌ هَامِدَةٌ: ایسی زمین جس میں کوئی سبزہ نہ اُگتا ہو۔

ہ م ر - هَمَرَ المَاءُ والدَّمعُ: پانی اور آنسو گرا، یا ٹپکا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

انْهَمَرَ المَاءُ: پانی بہا۔

ہ م ز - الهَمْزُ بروزن اللَّمْزُ: وزن اور معنی کے اعتبار سے دونوں ایک۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الهَامِزُ والهَمَّازُ: عیب جوئی کرنے والا۔ الهُمَزَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔

امْرَأَةٌ هُمَزَةٌ: عیب جوئی کرنے والی عورت۔

هَمَزَاتُ الشَّيْطَانِ: شیطانی وسوسے جو شیطان انسانی دل میں ڈالتا ہے۔

المِهْمَزُ بروزن المِبْضَعُ اور المِهْمَازُ: وہ لوہا جو چابک کے سرے پر لگا ہوتا ہے (اس کی شکل کیل کی ہو یا پتری کی) اس کا معنی مہمیز اور ایڑ بھی ہے۔

ہ م س - الهَمْسُ: ہلکی آواز۔ آہٹ۔

هَمْسُ الاَقْدَامِ اخفی ما یکون من صَوْتِ القَدَمِ: پاؤں کی چاپ کے مقابلے میں آہٹ بہت ہلکی ہوتی ہے۔ قول خداوندی ہے: فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا: تم سوائے آہٹ کے اور کچھ نہیں سنو گے۔ اسکا باب ضَرَبَ ہے۔

ه م ع - ا ۔ هُمُوع: (ہاء مفتوح) بہنے والی چیز اور ہاء مضموم ہو تو اس کا معنی 'سیلان' یعنی بہنا ہوگا۔

قَدْ هَمَعَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ سے آنسو بہہ نکلے۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔ اور هَمَعَانًا بھی ہے۔ اس میں میم مفتوح ہے۔ یہی معنی الطَّلُّ کا ہے کہ جو بارش کا قطرہ درخت پر پڑ کر نیچے گرے۔

کہا گیا ہے کہ: هَمَعَ کا معنی 'بہہ نکلا' ہے۔

سَحَابٌ هَمِعٌ بروزن كَتِفٌ بمعنی برسنے والا بادل۔

ه م ک ۔ انْهَمَکَ الرَّجُلُ فی الامر: آدمی کام میں مصروف ہو گیا۔

ه م ل ۔ هَمَلَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ اشکبار ہوئی۔ اس کا باب نَصَرَ اور هَمَلَانًا (میم مفتوح) بھی ہے۔ اِنْهَمَلَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔

اَهْمَلَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو نظر انداز کر دیا۔

الْمُهْمَلُ مِنَ الْكَلَامِ: نظر انداز کی ہوئی بات اس کی ضد الْمُسْتَعْمَلُ ہے۔

ه م م ۔ الْهَمُّ: غم و حزن۔ اس کی جمع الْهُمُومُ ہے۔

اَهَمَّهُ الأمْرُ: معاملہ نے اسے پریشان اور دکھی کر دیا۔ فکرمند کیا۔ کہا جاتا ہے: هَمُّکَ مَا اَهَمَّکَ: تمہیں اپنی دلچسپی والے معاملہ کی ہی فکر ہے۔

الْمُهِمُّ: اہم اور بہت ضروری کام۔

هَمَّهُ الْمَرَضُ: بیماری نے اسے پگھلا دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الاهتمام: فکرمندی۔ دلچسپی۔

اهتَمَّ له بِأمْرِهٖ: اسے اس کے کام کی فکر لگ گئی۔

الهِمَّةُ: ہمت۔ اس کی جمع الهِمَمُ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ بَعِيدُ الهِمَّةِ: (ہاء مکسور و مفتوح) یعنی فلاں شخص بڑی ہمت والا ہے۔ بلند حوصلہ انسان ہے۔

هَمَّ الشيخ الفاني والمرأة هِمَّةً: بوڑھا آدمی اور عورت بہت بوڑھے ہو گئے۔

الهُمَام: عظیم الہمت بادشاہ۔

الهَامَّة: اس کی جمع الهَوَامُّ ہے۔ اس نام کا اطلاق زہریلے اور خوفناک سانپوں کے سوا اور کسی پر نہیں ہوتا۔

الهَمْهَمَةُ: ہمہمہ، چھاتی یا سینے میں آواز کا پھرنا، یا گونجنا۔

ه م ن ۔ الْمُهَيْمِنُ: نگران و نگہبان، جو دوسرے کو خوف سے امان دے۔ اس کی تفسیر بذیل مادہ 'ا م ن' میں گزر چکی ہے۔

ه م ي ۔ هَمَى المَاءُ والدَّمعُ: پانی اور آنسو ٹپکا، یا بہا۔ اس کا باب رَمَى ہے اور هَمَيَانًا بھی ہے۔ اس میں ہاء اور میم

دونوں مفتوح ہیں۔
هِمْيَانُ الدَّرَاهِمِ: درہموں کی تھیلی۔
دراھـم میں ہاء مکسور ہے۔ یہ معرب لفظ ہے۔

ھ ن ا - هُنَا اور هَاهُنَا: قریب کی دکان کی طرف اشارہ یعنی 'یہاں'۔ اس کے مقابل هُـنـاک اور هـنـالک کا معنی ہے 'وہاں'۔ ان الفاظ میں لام زائدہ ہے اور کاف خطاب کا ہے اور اس سے دور کی جگہ پر دلالت ہوتی ہے۔ کاف مفتوح مذکر کیلئے اور کاف مکسور مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ھ ن أ - هَنُأَ الطَّعَامُ: کھانا خوشگوار ہوگیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔
هَنِئَ: (نون مکسور) کا معنی بھی یہی ہے۔
هَنَأَهُ الطَّعَامُ: اسے کھانا اچھا لگا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ ہے۔
هَنِئَ الطَّعَامَ: (نون مکسور) تَهَنَّأَ بِهِ: اسے کھانا خوشگوار لگا۔ بغیر مشقت حاصل ہونے والی ہر چیز کو هَنِیئٌ کہتے ہیں۔
التَّـهْـنِئَةُ: مبارک دینا۔ اس کی ضد التَّعْزِيَةُ ہے یعنی تعزیت پرسی ہے۔
هَـنَّأَهُ بِكَـذَا تَهْنِئَةً وتَهْنِيئًا: اس نے اسے فلاں بات کی مبارک دی۔ تَـهْـنِيئًا میں یاء ممدود ہے۔

ھ ن د - هِـنْـدُ: عورت کا نام۔ منصرف بھی ہے غیر منصرف بھی۔ اس کی جمع مکسر هُنُوْدٌ ہے۔ اور جمع سالم هِنْدَاتٌ ہے۔
سَيْفٌ هِنْدُوَانِيٌّ: ہندوستانی تلوار۔ ہاء کو دال کے تتبع میں مضموم بھی کیا جا سکتا ہے۔
الْمُهَنَّدُ: ہندوستانی لوہے سے بنی ہوئی تلوار۔

ھ ن د ب - هِـنْـدَبٌ و هِـنْدَبًا: (الف مقصور)، وَهِـنْـدَبَاةٌ: (دال مفتوح) سبزی۔ ابوزید کا قول ہے کہ: الهِـنْـدِبَا (دال مکسور الف ممدود و مقصور) ہے۔

ھ ن د ز - الهِنْدَازُ: بروزن المِفْتَاحُ: معرب لفظ ہے۔ فارسی اصل لفظ اَنْدَازہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اَعْطَاهُ بِلَا حِسَابٍ وَلَا هِـنْـدَازٍ: اس نے اسے حساب اور اندازے کے بغیر عطیہ دیا۔ اسی سے ماخوذ الْمُهَنْدِزُ ہے جس کا معنی ہے نالیوں اور عمارتوں کا تخمینہ اور اندازہ لگانے والا فرق صرف یہ ہے۔ الْمُهَنْدِسُ میں ز ا ی کو سین میں بدلا گیا ہے اور اس طرح یہ لفظ الْمُهَنْدِس ہوگیا ورنہ عربی کلام میں دال سے قبل زای نہیں آتی۔

ھ ن م - الهَيْنَمَةُ: ہلکی یا دھیمی آواز۔

ھ ن ا - هَنٌ: بروزن اَخٌ: یہ کنایہ کا کلمہ ہے اس کا معنی چیز ہے۔ دراصل یہ لفظ هَنَوٌ (ہاء اور نون مفتوح) ہے۔ کہا جاتا ہے کہ:

ھٰـذا ھَـنُـنُـک: یہ تیری چیز ہے۔ یہ اسمائے ستہ میں سے ہے۔ چنانچہ اس کے اعراب اس طرح بدلتے ہیں: جَـاءَ فِيْ ھَـنُوْک، رَاَيْتُ ھَنَاکَ اور مررت بِھَنِيْکَ۔

ہ و – ھُـوَ: مذکر کے لئے بمعنی وہ۔ اور مؤنث کے لئے ھِيَ۔ بعض اوقات بیان حرکت کے لئے وقف کی صورت میں ہاء کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً: لِمَ کو لِمَهْ اور سلطانِیَه، ما لِیَهْ اور ثُمَّ مَهْ یعنی ماذا۔ ممکن ہے کہ ہاء ہمزہ کا بدل ہو مثلاً: اَرَاق کی جگہ ھَرَاق۔

ہ و أ – ھَاءِ یَا رَجُلُ: (الف ممدود اور ہمزہ مکسور)۔ ھَاتِ یا رَجُـلُ: اے آدمی لاؤ اور ھَـاءِیْ یا امرأةُ: اے عورت لاؤ۔ یہ اصل میں ھَاتِي ہے۔

ھَـایا رَجُلُ: (الف ممدود و ہمزہ مفتوح) یعنی ھَــاکَ: اے آدمی۔ ھَــاؤُمَا وھَـاؤُمُ، اس کی مثال ھاکُما اور ھاکُم ہے۔ ھاءِیا امرأةُ: بغیر یاء، اس کی مثال ھاکِ: اے عورت! ہے۔

ہ و ج – رَجُلٌ اَھْـوَجُ: دراز قد آدمی، جو جلد باز اور احمق ہو۔ اس کا اسم ھَوَجٌ (ہاء اور واؤ مفتوح) ہے۔

ہ و د – ھَادَ: اس نے توبہ کی اور حق کی طرف لوٹا۔ اس کا باب قَــالَ ہے اور اسم فاعل ھَـائِدٌ ہے۔

قَــوْمُ ھُـوْد: حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ التَّھَوُّدُ کا معنی توبہ اور عمل صالح ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: ھَادَ وتَھَوَّدَ کا معنی ہے: وہ یہودی ہو گیا۔

الھُود بروزن عُوْدُ: یہود۔ ھُودٌ (علیہ السّـلام): ایک نبی کا نام۔ یہ منصرف ہے۔ ہم ھٰذہِ ھُوْدٌ کہہ کر قرآن کریم کی سورت ھُـود مراد لیتے ہیں۔ سورہ کے نام کی صورت میں یہ اسم غیر منصرف ہوگا۔ اسی طرح سورۂ نوح اور سورۂ نون کے نام بھی غیر منصرف ہوں گے۔

التَّھْوِیْدُ: کیڑے کی طرح آہستہ چلنا یعنی رینگنا۔ حدیث شریف میں ہے: اَسْرِعُوْا الْمَـشْيَ فِي الجَنَازَةِ وَلا تُـھَـوِّدُوْ كَمَا تُھَوِّدُ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارَیٰ: جنازہ لے کر جلدی چلا کرو۔ یہود اور نصاریٰ کی طرح آہستہ آہستہ نہ چلا کرو۔

التَّـھْـوِیْـدُ: انسان کو یہودی بنانا۔ یعنی یہودی مذہب اختیار کرانا۔ حدیث شریف میں ہے: فَاَبَوَاهُ یُھَوِّدَانِه: یعنی بچے کے والدین اسے یہودی بناتے ہیں۔

ہ و ر – ھَـارَ الجُرُفُ: اس کا باب قَالَ اور ھَـرَوْرًا بھی ہے۔ نہر کا کنارہ گر گیا ڈھے گیا۔ اس کا اسم فاعل ھَائِرٌ ہے۔ اس

کے بدلے جُرُفٌ هَارٍ بھی کہا ہے۔
یہاں هَارٍ کو رفع کے بدلے جر دی گئی
ہے۔ اور هَار سے مراد هَائر لیا گیا ہے۔
جو ثلاثی سے رباعی باب میں مقلوب کیا گیا
ہے۔

هَوَّرَهُ فَتَهَوَّرَ: اس نے اسے گرادیا تو
وہ گر گیا یا اس نے اسے ڈھادیا تو وہ ڈھ گیا
یعنی منہدم ہو گیا۔ انْهَارَ کا معنی منہدم ہونا
ہے۔

التَّهَوُّرُ: بے باکی سے کسی کام میں
ہاتھ ڈالنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ
مُتَهَوِّرٌ: فلاں شخص بے باکی سے کام
کرنے والا اور غیرت مند ہے۔

ہ و س — الهَوَسُ: (ھاء اور واؤ دونوں
مفتوح) ایک طرح کا جنون۔

ہ و ش — الهَوْشَةُ: فتنہ، ہیجان، اضطراب
اور بے چینی۔ کہا جاتا ہے:
هَاشَ القَوْمُ: اس کا باب قَالَ ہے۔
هَوَّشَ القَوْمُ تَهْوِيشًا کا بھی یہی معنی
ہے۔ یعنی قوم مضطرب اور بے چین ہو گئی۔
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:
إِيَّاكُمْ وَهَوْشَاتُ اللَّيْلِ وَهَوْشَاتِ
الأسواق: رات کے ہنگاموں اور خرابیوں
اور گلی کوچوں کے ہنگاموں اور خرابیوں سے
بچے رہو۔

قَدْ تَهَوَّشَ القَوْمُ: قوم فتنوں میں
پڑ گئی۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ
أَصَابَ مَالًا مِنْ مَهَاوِشَ أَذْهَبَهُ اللهُ
فِي نَهَابِرَ: جس نے حرام طریقوں
سے مال کمایا اللہ اسے ہلاکت و بربادی
کے مقامات پر لے جائے مہاوش سے مراد
ہر وہ مال جو حرام طریقے یعنی غصب اور
چوری وغیرہ سے حاصل کیا ہو۔

ہ و ع — التَّهَوُّعُ: قے آنا۔

ہ و ک — التَّهَوُّكُ: حیرانی، حیرت
زدگی۔ حدیث شریف میں ہے: أَمُتَهَوِّكُونَ
أَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَ اليَهُودُ
وَالنَّصَارَى: کیا تم بے پرواہ ہو کر ہلاکت
میں پڑنے والے ہو۔ جیسے یہود اور نصاریٰ پڑ
گئے۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس کا معنی
المتحَيِّرُونَ بتایا ہے۔

ہ و ل — هَالَهُ الشَّيْءُ: چیز نے اسے خوفزدہ
کر دیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
مَكَانٌ مَهِيلٌ: ہولناک اور خوفناک جگہ۔
یہی معنی مَكَانٌ مَهَالٌ کا ہے۔
هَالَهُ فَاهْتَالَ: اس نے اسے خوف زدہ کر
دیا، تو وہ خوف زدہ ہوا۔
التَّهْوِيلُ: جزع فزع اور واویلا کرنا۔
اور التَّهْوِيلُ: ہول اور خوف میں مبتلا
کرنا۔ یعنی ہولناک ہونا۔
الهَالَةُ: چاند کے گرد گول دائرہ، ہالہ۔

ہ ہ م — هَوَّمَ الرَّجُلُ تَهْوِيمًا: (اونگھ میں

سر ہلانا۔

ہ و ن—الھَوْنُ: سکون اور وقار۔

فُلَانٌ یَمْشِیْ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا: فلاں آدمی زمین پر وقار کے ساتھ چلتا ہے۔

الھَوْنُ: مصدر بھی ہے اس سے فعل ھَانَ علیہ الشَّیْئُ یَھُوْنُ اس پر کوئی چیز یا بات آسان ہوگئی۔

ھَوَّنَہُ اللّٰہُ تَھْوِیْنًا: اللہ نے اس پر آسانی پیدا کردی۔

شَیْئٌ ھَیِّنٌ: معمولی اور آسان بات یا چیز۔

قَوْمٌ ھَیِّنُوْنَ (ھاء مضموم) الھَوَانُ: توہین و بے عزتی۔

اَھَانَہُ: اس نے اس کی توہین کی۔ اس کا اسم العَھوانُ اور المَھَانَۃُ ہے۔ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ فِیْہِ مَھَانَۃٌ: ایسا شخص جس میں اہانت کی صفت موجود ہو یعنی ذلت اور رُسوائی۔ کہا جاتا ہے: اِمْشِ عَلٰی ھِیْنَتِکَ: باوقار طریقے سے چل۔

الھَاوَنُ: ہاون، اوکھلی، جس میں چیزیں کوٹی جاتی ہیں۔ یہ تانبے یا کسی اور دھات کا بنا ہوا برتن نما ہوتا ہے۔ یہ فارسی سے معرّب ہے۔

ہ ی ا—الھَیْئَۃُ: شکل و صورت۔ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ حَسَنُ الھَیْئَۃِ: کا معنی جماعت اور تنظیم بھی ہے۔

ھِئْتُ لِلْاَمْرِ، اَھِیْئُ، ھَیْئَۃً: میں نے کام کی صورت گری یا تیاری کی۔ اس کی مثال جِئْتُ اَجِیْئُ، جِیْئَۃً ہے۔

تَھَیَّاْتُ لَہُ تَھَیُّؤًا: میں نے اس کے لئے تیاری کی۔ اسی نسبت سے قول خداوندی کو ھِیْتُ لَکَ: پڑھا گیا۔

ھَیَّاَہُ: اس نے اسے تیار کیا یا دُرست کیا۔

ہ ی ب—الھَیْبَۃُ: ہیبت، جلال، دبدبہ، خوف۔

قَدْ ھَابَہُ یَھَابُہُ: اس نے اسے ہیبت زدہ کردیا۔ اس سے فعل امر ھَبْ: (ھاء مفتوح) ہے۔

تَھَیَّبْتُہُ: میں نے اسے خوفزدہ کردیا۔

تَھَیَّبَنِیْ: اس نے مجھے خوفزدہ کردیا۔

رَجُلٌ مَھُوْبٌ و مَھِیْبٌ: خوفزدہ شخص جسے لوگ ڈراتے ہوں۔

مَکَانٌ مَھُوْبٌ اور مَھَابٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ یعنی ہیبت ناک جگہ۔

الھَیُوْبُ: بزدل۔ جو لوگوں سے ڈرتا ہو۔ حدیث شریف میں ہے: الاِیْمَنُ ھَیُوْبٌ: صاحب ایمان گناہوں کے ارتکاب سے ڈرتا ہے۔

ہ ی ت—ھَیْتَ لَکَ: یعنی آ۔ ھَاتِ یَا رَجُلُ: (تاء مکسور) لا، مجھے دے۔ تثنیہ کے لئے ھَاتِیَا بروزن آتِیَا اور جمع کے لئے ھَاتُوْا، عورت کے لئے ھَاتِیْ (باضافت

یاء) دو عورتوں کے لئے ھَاتِیَا اور عورتوں (بصورت جمع) کے لئے ھَاتِیْنَ کہتے ہیں۔ اس کی مثال عَاطِیْنَ ہے۔ (واللہ اعلم)۔

ہ ی ج — ھَاجَ الشَّیئُ: چیز میں ہیجان پیدا ہوا۔ یا بھڑک اٹھی۔ اس کا باب بَاعَ اور ھِیَاجًا بھی (ھاء مکسور) اور ھَیَجَانًا (ھاء اور یاء دونوں مفتوح) بھی ہے۔ اھتَاجَ اور تَھَیَّجَ کا معنی بھی یہی ہے۔

ھَاجَہُ غَیْرُہُ: کسی اور نے اسے بھڑکایا۔ اس کا باب صرف باع ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔ ھَیَّجَہُ، تَھْیِیْجًا اور ھَایَجَہُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ھَاجَ النَّبْتُ یَھِیْجُ ھِیَاجًا: (ھاء مکسور) سبزہ خشک ہو گیا۔ الھَیْجَاءُ: جنگ (الف ممدود و مقصور)۔

ہ ی ش — الھَیْشَۃُ: اس کی مثال الھَوْشَۃُ ہے۔

قَدْ ھَاشَ الْقَومُ: قوم حرکت میں آ گئی اور انہوں نے ہنگامہ برپا کیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

ہ ی ض: کہا جاتا ہے کہ: بِالرَّجُلِ ھَیْضَۃٌ: آدمی کو ہیضہ ہو گیا ہے۔

ہ ی ع — المَھْیَعَۃُ: بروزن المَشْرَعَۃُ: الجُحْفَۃُ: یہ اہل شام کا میقات ہے۔

ہ ی ف — الھَیَفُ: (ھاء اور یاء دونوں مفتوح) پتلے پیٹ اور پتلی کمر والا ہونا۔

رَجُلٌ اَھْیَفُ: پتلے پیٹ اور پتلی کمر والا شخص یا چھریرے بدن کا آدمی۔

اِمْرَاَۃٌ: چھریرے بدن کی عورت۔

قَوْمٌ ھِیْفٌ: دبلے پتلے لوگ۔

فَرَسٌ ھَیْفَاءُ: چھریرے بدن کی گھوڑی۔

ہ ی ل — ھَالَ الدَّقِیْقَ فِی الجِوَابِ: اس نے ناپے بغیر آٹا تھیلے میں ڈال دیا۔ ہر چیز مثلاً: ریت، مٹی اور اناج جو بغیر ناپے تولے بھیجا جائے اسے کہیں گے: ھَالَہُ فَانْھَالَ: یعنی اس نے روانہ کر دیا۔ تو وہ پہنچ گیا۔ یا اس نے گرایا تو وہ گر گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اَھَالَ اس کا ایک اور لہجہ ہے۔ اور اسم فاعل مُھَالٌ اور مَھِیْلٌ ہے۔

ہ ی م — الھَامَۃُ: کھوپڑی، اس کی جمع ھَامٌ ہے۔

ھَامَۃُ القَوْمِ: قوم کا سردار یا سربراہ۔

الھَامَۃُ: رات جاگنے والا پرندہ، ایک بڑے سر والا الّو۔ اس کی جمع ھَامٌ۔ دور جاہلیت میں عربوں کا خیال تھا کہ جس مقتول کا قصاص نہ لیا جا سکے تو اس کی روح ھامہ کی شکل اختیار کرتی ہے اور مقتول کی قبر پر پکارتی رہتی ہے۔ اسْقُونِی اسْقُوْنِی مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ یعنی میرے

خون کا بدلہ لو۔ اور جب اس مقتول کا بدلہ لے لیا جاتا تو یہ پرندہ قبر پر سے اُڑ جاتا۔
قَـلْبٌ مُسْتَهَامٌ: حیران و پریشان دِل۔ آوارہ دل۔ الهُـيَامُ: (ھاء مضموم) شدید پیاس۔
الهِيَامُ: (ھاء مکسور) پیاسے اُونٹ۔ اس کا واحد هَيْمَانُ ہے۔ اور پیاسی اونٹنی کو نَاقَةٌ هَيْمَى کہتے ہیں۔ اس کی مثال عَطْشَانُ اور عطشی ہے۔
قَـوْمٌ هِـيَـمٌ: پیاسی قوم یا پیاسے لوگ۔ قول خداوندی ہے: فَشَـارِبُوْنَ شُرْبَ

الهِـيـمُ: یہ پیاسے اونٹ ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ریت ہے۔ یہ معنی اخفش نے بتایا ہے۔
میرا کہنا ہے کہ: كَـثِيْبٌ أَهْـيَـمُ و كُثُبَانٌ هِـيَـمٌ: ریت کے پیاسے ٹیلے جو آسمانی بارش سے بھی سیراب نہیں ہوتے۔
هِـيْـنَـةٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'ہ و ن'۔

ہ ی ہ — هَيْهَاتَ: کلمہ تبعید، یعنی بعید از امکان۔ یہ کلمہ مبنی علی الفتحہ ہے۔ بہت سے لوگ اسے مکسور کہتے ہیں۔

باب الیاء

الیاء: حروف معجم میں سے ایک حرف، یہ حروف زیادات اور حروف مدّ ولین میں سے ہے۔ اس کو متکلم مجرور کے لئے بطور کنایہ استعمال کرتے ہیں۔ اس میں مذکر و مؤنث دونوں شامل ہیں۔ مثلاً: ثَوْبِيْ: میرا کپڑا اور غُلامي: میرا غلام۔ چاہو تو اسے مفتوح بناؤ اور چاہو تو ساکن رہنے دو۔ البتہ نِدا کی صورت میں اسے حذف کرنا چاہیئے۔ خاص کر یَا قَوْمِ (میم مکسور) اور یَا عِبَادِ (دال مکسور) ہیں۔ اور اگر یہ حرف یعنی یاء الف کے بعد آئے تو اسے مفتوح کرنا چاہیئے اس کے علاوہ اس پر کوئی حرکت نہیں آتی، مثلاً: عَصَايَ اور رَحَايَ. اسی طرح اگر یہ یاء جمع کے بعد آئے مثلاً: قول خداوندی: وَمَا اَنْتُم بِمُصْرِخِيَّ. بعض قاریوں نے اس مقام پر اسے مکسور کہا ہے لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ بعض اوقات یہ حرف متکلم منصوب کے لئے بطور کنایہ استعمال ہوتا ہے، مثلاً: نَصَرَنِيْ اور اَكْرَمَنِيْ وغیرہ۔ بعض اوقات یہ صرف مؤنث کی علامت ہوتا ہے۔ مثلاً: اِفْعَلِيْ: تو عورت اور تفعلِيْنَ. ایسا قصیدہ جس کے قافیہ میں یاء آتا ہوا سے قصیدہ یاویّہ کہتے ہیں۔ حرف یاء کے ذریعے قریب اور دور کے آدمی کو بلایا جاتا ہے۔ بقول راجز: یَا لَکِ مِنْ قُبَّرَةٍ بِمَعْمَر: یاء کلمہ تعجب ہے۔ قول خداوندی ہے: اَلاَ یَا سجُدُوا لِلّٰهِ: (یاء مخفف)۔ اس کا معنی یہ ہے کہ: اَلا یَاهٰؤُلاءِ اسْجُدُوا: اس میں منادی حذف کیا گیا۔ اور صرف حرف ندا 'یا' پر اکتفاء کیا گیا۔ اس طرح اس قول خداوندی میں بھی منادی پر اکتفاء کرتے ہوئے حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے: یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا: کیونکہ اس میں مراد معلوم ہے۔ کہا گیا ہے کہ پہلی آیت میں بلاشبہ یَا تنبیہ کے لئے آیا ہے۔ گویا اللہ نے فرمایا: 'اَلا اسْجُدُوا' جب اس پر یا تنبیہ کے لئے داخل ہوا تو 'اسْجُدُوا' کا الف ساقط ہوگیا کیونکہ وہ ہمزۂ وصل ہے اور یاء کا الف اجتماع ساکنین کی وجہ سے ساقط ہوگیا۔ یعنی یاء کا الف اور اسجدوا کا شروع کا الف۔ اس کی نظیر ذوالرمہ کا شعر ہے:

الا یا اُسْلمِي یَا دارَمَيَّ عَلَى البلا
ولا زال مُنْهَلًا بِجَرْعَائِکَ القَطْرُ

ي أ س — اليَأْسُ: مایوسی، ناامیدی۔

قَدْ يَئِسَ مِنَ الشَّيْئِ: وہ کسی چیز سے مایوس ہوگیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ (يَئِس) يَيْئِسُ (دونوں میں ہمزہ مکسور ہے)۔ لیکن یہ شاذ ہے۔

رَجُلٌ يَؤُوسٌ: مایوس انسان۔

يَئِسَ کا معنی عَلِمَ بھی ہے، یعنی اس نے جان لیا۔ یہ اہل نخع کا لہجہ ہے۔ قول خداوندی ہے: اَفَلَمْ يَيْئَسِ الَّذِيْنَ آمَنُوا: میں یہ لفظ آیا ہے۔ آيَسَهُ اللهُ مِنْ كَذَا: اللہ نے اسے فلاں کام سے مایوس کردیا۔

فَاسْتَيْأَسَ: تو وہ مایوس وناامید ہوگیا۔

ي ب س — يَبِسَ الشَّيْئُ: (باء مکسور) يَبْسًا ويَبِسَ، يَيْبِسُ: (باء مکسور) ایک اور لہجہ ہے لیکن یہ شاذ ہے۔ چیز خشک ہوگئی۔

اليَبْسُ بروزن الفَلْسُ: خشکی، سوکھا پن۔

اليَابِسُ: خشک۔ کہا جاتا ہے کہ: حَطَبٌ يَبْسٌ بمعنی خشک یا سوکھا ہوا ایندھن۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ: يَبْسٌ، يَابِسٌ کی جمع ہے اس کی مثال رَاكِبٌ کی جمع رَكْبٌ ہے۔ ابوعبید کا قول ہے کہ: اليَبْسُ کا ایک لہجہ اليُبْسُ (یاء مضموم) ہے۔

اليَبَسُ: (یاء اور باء دونوں مفتوح) ایسا مکان یا جگہ جو پہلے گیلی تھی بعد میں خشک ہوگئی۔ قول خداوندی ہے: فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا: ان کے لئے لاٹھی مار کر سمندر میں ایک راستہ بنادو، جو خشک ہوجائے گا۔

اليَبِيْسُ: سوکھے ہوئے پودے یا خشک شدہ سبزہ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: يَبِسَ يَيْبَسُ فَهُوَ يَبِيْسٌ: اس کی مثال سَلِمَ سے سَلِيْمٌ ہے۔

يَبَّسَ الشَّيْئَ تَيْبِيْسًا فَاتَّبَسَ: اس نے چیز کو خشک کیا تو وہ خشک ہوگئی۔ اس کا اسم فاعل بمعنی مفعول مُتَّبِسٌ ہے، یعنی خشک ہونے والا۔

يَبْرِين: دیکھئے بذیل مادہ 'ب ر ن'۔

ي ت م — اليَتِيْمُ: اس کی جمع أَيْتَامٌ اور يَتَامَى ہے۔

قَدْ يَتِمَ (تاء مکسور) الصَّبِيُّ: بچہ یتیم ہوگیا۔ اس کا مضارع يَيْتَمُ اور مصدر يُتْمًا (یاء مضموم ومفتوح اور تاء ساکن دونوں میں)۔

اليُتْمُ: یتیمی۔ انسانوں میں باپ کے مرنے سے اور حیوانات میں ماں کے مرنے سے۔ اور ہر وہ چیز جو اپنی نوعیت کی مفرد اور جس کی مثال اور نظیر ملنا مشکل ہو، اسے يَتِيْم کہتے ہیں۔ مثلاً: دُرٌّ يتيم یعنی نایاب وبے مثال وبے نظیر موتی۔

ي د ي — اليَدُ: یہ لفظ اصل میں يَدْيٌ بروزن فَعْلٌ ہے۔ اس میں عین کلمہ یعنی یاء

ساکن ہے، کیونکہ اس کی جمع اَيْدٍ اور يُدِيٌّ ہے اور یہ دونوں فَعْلٌ کی جمع ہیں۔ اس کی مثال فَلْسٌ و اَفْلُسٌ اور فُلُوسٌ ہے۔ فَعْلٌ کے وزن پر اسماء کی جمع تھوڑے سے اسماء کے سوا اَفْعُلٌ کے وزن پر نہیں آتی مثلاً: فَرْخٌ کی اَزْمُنٌ اور جَبَلٌ کی جمع اَجْبُلُ: شعر میں الأيْدِي کی جمع أياد بنائی گئی ہے۔ یہ جمع الجمع ہے۔ اس کی مثال اَكْرُعٌ کی اَكَارِعُ. بعض عرب جمع میں الايدی کا یاء حذف کر کے صرف الأيد بولتے ہیں۔ اور بعض عرب اليَدُ کی بجائے يدَى کہتے ہیں اور اس کی مثال رَحًى ہے۔ اس لہجے میں اس کی تثنیہ يَدَيَان بروزن رَحَيَان بناتے ہیں۔ اليَدُ کا معنی قوت وطاقت ہے۔

اَيَّــدَهُ: اس نے اس کی تائید کی یا اسے قوت دی۔

مَالِيَ بفــلان يَدَان: فلاں کے مقابلے میں مجھے قوت حاصل نہیں ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالسَّمَآءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ: اور آسمان کو ہم نے طاقت سے بنایا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ مذکورہ آیت میں بأيْدِ کا لفظ آدَ کیئِیْدُ کا مصدر ہے جو قوت کے معنوں میں ہے نہ کہ يَد بمعنی ہاتھ کی جمع۔ اس آیت کا اندراج دال کے تحت ہونا چاہیئے تھا نہ کہ یاء کے تحت۔ الازہری نے یہ آیت بطور نص الأيْد بمعنی مصدر کے ضمن میں بیان کی ہے۔ میں نے ائمہ لغت یا ائمہ تفسیر میں سے کسی کو بھی علامہ الجوہری کا یہ مذہب اختیار کرتے نہیں پایا کہ آیت میں مذکور لفظ يَد کی جمع ہے۔ قول خداوندی ہے: "حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ" میں يد کا معنی ذلت اور استسلام یعنی زیر دست ہونے کے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جب تک وہ جزیہ نقد ادا نہ کریں نہ کہ ادھار۔

اليَدُ: احسان، منت، نعمت۔ جو تم کسی کے لئے انجام دو۔ اس کی جمع يُدِيٌّ ہے۔ اس میں یاء مضموم اور مکسور ہے۔ اس کی مثال عُصِيٌّ (عین مضموم ومکسور) ہے۔ أيْد کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: إنَّ بين يَـدَى السَّـاعَـةِ اَهْـوَالًا: بے شک قیامت سے پہلے یا آگے بہت سی ہولناکیاں ہوں گی۔ اور هٰذا ما قَدَّمَتْ يَـدَاكَ: یعنی یہ وہ کچھ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔ اس اسلوب میں مَا قَدَّمْتَهُ اَنْتَ: یعنی جو کچھ خود تم نے بھیجا کی تاکید ہے۔ اس کی مثال مَا جَنَتْ يَدَاكَ یعنی جو کچھ جرم تیرے ہاتھوں نے کئے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو جرم خود تم نے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے: سُقِطَ فِي يَدَيْهِ يَا اُسْقِطَ: یعنی وہ نادم اور پشیمان

ہوا۔ انہیں معنوں میں یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ: جب وہ نادم اور پشیمان ہوئے۔

هٰذا الشَّيْئُ فِي يَدِي: یہ چیز میرے اختیار میں ہے، یا میرے قبضے میں ہے۔

يَرْبُوع: دیکھئے بذیل مادہ 'ر ب ع'۔

ي ر ر — حَجَرٌ أَيَرٌّ بروزن أَصَمٌّ: سخت پتھر۔ اس کا ذکر حدیث لقمان میں ہے۔

ي ر ع — اليَرَاعُ: اس کا واحد يَرَاعَةٌ ہے اور معنی نرکل، سرکنڈا، بھنگا اور جگنو۔

ي ر ق — اليَرَقَان: ایک بیماری، مرض۔ اس کی مثال: ارقان: آفت و بلا ہے جو فصلوں کو لگ جاتی ہے اور ایک بیماری ہے جو انسانوں کو بھی لگ جاتی ہے۔

ي س ر — اليُسْرُ: (سین ساکن اور مضموم)۔ اس کی ضد العُسْرُ ہے، معنی فراخ دستی، کشادگی اور آسودگی۔

المَيْسُوْرُ: دستیاب۔ اس کی ضد المَعْسُوْر: تنگی سے دستیاب و میسّر۔

قَدْ يَسَّرَهُ اللهُ لِلْيُسْرَى: اللہ نے اسے آسودگی عطاء کی ہے۔

قَعَدَ يَسْرَةً: وہ منحوس ہو کر بیٹھا۔ تَيَسَّرَ لَهُ كَذَا: اسے یہ میسر ہوا، یا اسے فلاں چیز میسر آ گئی۔ اسْتَيْسَرَ کا معنی بھی یہی ہے، یعنی تیار ہوا۔

الأَيْسَرُ: بایاں۔ اس کی ضد الأَيْمَنُ ہے۔

المَيْسَرَةُ: فوج کا بایاں بازو۔ اس کی ضد المَيْمَنَةُ فوج کا دایاں بازو۔

المَيْسُرَةُ: (سین مفتوح اور مضموم) آسودگی و خوشحالی۔ بعض نے قرآن کی اس آیت کو: فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسُرَةٍ پڑھا ہے۔ مزید یہ کہ اخفش کا قول ہے کہ ایسا کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ عربی کلام میں مَفْعُلُ کے وزن پر ھاء کے بغیر کوئی اسم نہیں۔ البتہ مَكْرُمٌ اور مَعُوْنٌ مَكْرُمَةٌ اور مَعُوْنَةٌ کے جمع کے صیغے ہیں۔

المَيْسِرُ: تیروں کے ذریعے جوا کھیلنا۔

اليَاسِرُ: اس کی ضد اليَامِنُ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: يَاسِرْ بِأَصْحَابِكَ: اپنے ساتھیوں کو بائیں طرف کر۔ یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ نرم سلوک کر۔

تَيَاسَرْ يَا رَجُلُ: یہ يَاسِرْ کا ایک لہجہ ہے۔ اور معنی اے شخص! بائیں طرف ہو۔ بعض اس کے منکر ہیں۔

يَاسَرَهُ: اس نے اسے سہولت فراہم کی۔

رَجُلٌ أَعْسَرُ يَسَرٌ: دائیں اور بائیں ہاتھ سے یکساں کام کر سکنے والا آدمی۔

اليَسَارُ: بائیں طرف اس کی ضد اليَمِيْنُ ہے یعنی دائیں طرف۔ اسے اليِسَارُ نہیں کہنا چاہیے۔

اليَسَارُ والعَسَارَةُ: آسودگی اور

خوشحالی۔

أَيْسَرَ الرَّجُلُ يُوسِرُ: آدمی آسودہ حال ہوگیا۔ اس کے مضارع کے صیغے میں حرف یاء، واؤ میں بدل گیا، کیونکہ یہ ساکن ہے اور اس کا ماقبل مضموم ہے۔

الْيَسِيرُ: تھوڑا۔

شَيْئٌ يَسِيرٌ: معمولی چیز۔

ي س م – الْيَاسِمِيْن: یاسمین پھول۔ معرب کلمہ ہے۔ بعض عرب اسے مرفوع کرکے الیاسمون کہتے ہیں۔ ہم نے اس کا ذکر بذیل مادہ (ن ص ب) کردیا ہے۔ شعر میں یَاسَم کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

يَعَالِيْلُ: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ل ل'۔

ي ف ع – الْيَفَاعُ: سطح زمین سے بلند جگہ۔

أَيْفَعَ الْغُلَامُ: لڑکا بڑا ہوگیا۔ یعنی نوجوان ہوگیا۔

الْيَافِعُ: نوجوان لڑکا۔ اسے مُوْفِع نہیں کہا جاتا۔ یہ نوادر میں سے ہے۔

ي ق ظ – رَجُلٌ يَقُظٌ: بیدار آدمی۔ اس میں قاف مضموم اور مکسور ہے۔

أَيْقَظَهُ مِنْ نَوْمِهِ فَتَيَقَّظَ: اس نے اسے نیند سے جگا دیا تو وہ جاگ پڑا۔

اِسْتَيْقَظَ: وہ بیدار ہوا یا جاگ پڑا۔ اسم کا اسم فاعل يَقْظَانٌ ہے بمعنی بیدار۔ اس کا اسم الْيَقَظَةُ ہے۔ اس میں یاء اور قاف دونوں مفتوح ہیں۔

ي ق ق – أَبْيَضُ يَقَقٌ نَاصِعُهُ: سفید فام پیشانی والی۔

پہلا قاف مکسور یعنی یَقِقٌ بھی ایک لہجہ ہے۔

ي ق ن – الْيَقِيْنُ: علم اور رفع شک وشبہ۔

یوں کہا جاتا ہے کہ: يَقِنْتُ الأَمْرَ: مجھے بات کا یقین آگیا۔ اس کا باب ضرب ہے۔

أَيْقَنْتُ، اسْتَيْقَنْتُ اور تَيَقَّنْتُ سب کا ایک معنی ہے۔

أَنَا عَلَى يَقِيْنٍ: مجھے یقین ہے۔

شاید لوگ اپنے شک وشبہ کا اظہار یقین کرتے ہیں یا یقین کا اظہار شک وشبہ کے ذریعے کرتے ہیں۔

ي ل م – يَلَمْلَمُ: یہ اَلَمْلَمُ کا ایک لہجہ ہے۔ اور یہ اہل یمن کے میقات کا نام ہے۔

ي ل م ق – الْيَلْمَقُ: قبا۔ فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ اس کی جمع یَلَامِقُ ہے۔

ي م م – يَمَّمَهُ: اس نے اس کا قصد کیا۔ یا اس کا رخ کیا۔

تَيَمَّمَهُ: اس نے اس کا قصد کیا۔

تَيَمَّمَ الصَّعِيْدَ لِلصَّلَاةِ: اس نے نماز کے لئے مٹی کا قصد کیا یا تلاش کی۔ اس کا

اصل تَعَمُّدٌ ہے اور توخی ہے یعنی تلاش کرنا۔ لوگ تَيَمَّمَهُ اور تَأَمَّمَهُ اسی معنوں میں کہتے ہیں۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ: فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا کا معنی ہے پاک و صاف مٹی کا قصد کرو۔ پھر یہ لفظ کثرت استعمال کی وجہ سے بازوؤں اور منہ پر مٹی سے ہاتھ پھیرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

يَمَّمَ الْمَرِيضَ فَتَيَمَّمَ لِلصَّلَاةِ: اس نے بعض کو نماز کیلئے تیمم کرایا تو اس نے تیمم کرلیا۔ بقول اصمعی الیمام کا معنی جنگلی کبوتر ہے۔ اس کا واحد الْيَمَامَةُ ہے۔ الکسائی کا کہنا ہے کہ یہ وہ کبوتر ہے جو گھروں کے ساتھ مانوس ہوجاتا ہے۔ یعنی یہ کبوتر پالتو ہوتے ہیں۔

الْيَمَامَةُ: ایک مجبود چشم یعنی نیلی آنکھوں والی لڑکی کا نام ہے، جس کی نظر اس قدر تیز تھی کہ اسے تین دن کی مسافت سے آتا ہوا گھڑ سوار نظر آجاتا تھا۔ چنانچہ محاورہ بنا ہے کہ: اَبْصَرُ مِنْ زَرْقَاءِ الْيَمَامَةِ: زرقاء یمامہ سے بھی زیادہ تیز نظر والا آدمی۔

الْيَمَامَةُ: ایک شہر کا نام بھی ہے۔ اس شہر کا نام پہلے الْجَوُّ تھا، پھر اس کا نام اس لڑکی کے نام کی نسبت سے الیمامۃ پڑا اور جَوُّ الیمامۃ کہا جانے لگا۔

الْيَمُّ: سمندر۔

ي م ن - الْيَمَنُ: عرب ملک۔ اس ملک کی نسبت سے یمنی یعنی یمن کا رہنے والا یا یمن کا بنا ہوا ہے۔ یمان کا بھی یہی معنی ہے۔ اس میں یاء کی تخفیف ہوگئی ہے۔ اور الف یاء نسبتی کا عوض ہے۔ اس لیئے دونوں یعنی یائے نسبتی اور الف اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ بعض لوگ یمانيٌّ (یاء مشدد) کہتے ہیں۔

قَوْمٌ يَمَانِيَةٌ وَيَمَانُونَ: یمنی لوگ یا یمنی قوم۔ اس کی مثال ثَمَانِيَةٌ اور ثمانُونَ ہے۔

اِمْرَأَةٌ يَمَانِيَةٌ: یمنی عورت۔

اَيْمَنَ الرَّجُلُ، يَمَّنَ تَيْمِينًا وَيَامَنَ: آدمی یمن میں آیا اور اس نے چلنے میں دایاں رخ اختیار کیا۔

يَامِنْ يَافُلَانُ بِاَصْحَابِكَ: اپنے ساتھیوں کو دائیں طرف یا دائیں ہاتھ کرلو۔ يَامِنْ کی بجائے تَيَامَنْ نہیں کہنا چاہیے۔ اگرچہ عام لوگ ایسا کہتے ہیں۔

تَيَمَّنَ: اس نے یمن کے ساتھ اپنی نسبت قائم کرلی۔

الْيُمْنُ: برکت۔ قَدْ يُمِنَ فُلَانٌ عَلٰى قَوْمِهِ: فلاں شخص اپنی قوم میں بابرکت بن گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔

مَيْمُوْنٌ: بابرکت یا مبارک شخص۔

يَمَنَهُمْ: وہ انہیں دائیں طرف لے گیا۔

اس کا مصدر یَمْنًا ہے اور اسم فاعل یَامِنٌ ہے۔

تَیَمَّنَ بِهٖ: اس نے اس سے برکت حاصل کی۔

اَلْیُمْنَةُ: دائیں طرف ہونا۔ اس کی ضد اَلْیُسْرَةُ ہے یعنی بائیں طرف ہونا۔

اَلْأَیْمَنُ والْمَیْمَنَةُ: دایاں اور دایاں بازو۔ اس کی ضد اَلْأَیْسَرُ اور اَلْمَیْسَرَةُ: بایاں اور بایاں بازو ہے۔

اَلْیَمِیْنُ: قوت اور طاقت۔ قول خداوندی ہے: تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْیَمِیْنِ: حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ تم ہمارے پاس دین کی طرف سے آتے ہو اور ہماری گمراہی کو ہمارے لئے خوشنما بناتے ہو، گویا مراد یہ ہے کہ تم ہمارے پاس آسان راستے سے آتے ہو۔

اَلْیَمِیْنُ: قسم اور حلف۔ اس کی جمع اَیْمُنٌ اور اَیْمَانٌ ہے۔ قسم کا نام اس لئے الیمین پڑ گیا کہ لوگ قسم کھاتے یا اٹھاتے وقت ایک دوسرے کے دائیں ہاتھ پر اپنا دایاں ہاتھ مارتے تھے۔ اگر اَلْیَمِیْنَ ظرف مکان سمجھا جائے تو پھر اس کی جمع نہیں بنتی کیونکہ اسمائے ظرف کی تقریباً جمع بنتی نہیں ہے۔

اَلْیَمِیْنُ الانسانِ وغیرہ: انسان وغیرہ کی قسم۔

اَیْمُنُ اللّٰهِ: قسم کھانے یا اٹھانے کے لئے مقررہ الفاظ۔ اس میں میم اور نون مضموم ہوتے ہیں۔ یہ لفظ یمین کی جمع ہے۔ اکثر نحویوں کے نزدیک اس کا الف، وصل والا الف ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے اسماء پر الف مفتوح نہیں آتا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا نون حذف کر کے اسے اَیْمُ اللّٰهِ (ہمزہ مفتوح و مکسور) کر دیا گیا ہو۔ اور شاید صرف میم رہنے دیا گیا ہو اور اسے صرف مُ اللّٰہ اور مِ اللّٰہ میم مضموم اور مکسور بنا دیا گیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اسے مُنُ اللّٰهِ میم اور نون مضموم، مَنَ اللّٰهِ (میم اور نون مفتوح)، اور مِنِ اللّٰهِ (میم اور نون دونوں مکسور) کہتے ہوں۔ لوگ کہتے ہیں: یَمِیْنُ اللّٰهِ لا اَفْعَلُ: خدا کی قسم میں نہیں کروں گا۔ یَمِیْنٌ کی جمع اَیْمُنٌ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ي ن ع — یَنَعَ الثَّمَرُ: پھل پک گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ، جَلَسَ، قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔ اس کا مصدر یُنْعًا ہے۔ اس میں یاء مضموم ہے۔ اَیْنَعَ کا معنی بھی یہی ہے۔ قرآن میں وارد لفظ یُنْعِهٖ کو یاء مضموم اور مفتوح کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس کی مثال اَلنُّضْجُ اور اَلنُّضْجُ ہے۔

اَلْیَنِیْعُ اور اَلْیَانِعُ: پکا ہوا، پختہ۔ اس کی مثال اَلنَّضِیْجُ اور اَلنَّاضِجُ ہے۔ یَانِعٌ

کی جمع يَنعٌ ہے۔اس کی مثال صَاحِبٌ کی جمع صَحْبٌ ہے۔

يَهـه: چرواہے کا بکریوں کو دور سے یاہ یاہ کر کے بلانا۔یعنی آگے آؤ۔

يُوسُفُ: دیکھئے بذیل مادہ 'ا س ف'.

ي و م—اليَـوْمُ: آج۔اس کی جمع ايَامٌ ہے۔اخفش نے قول خداوندی: مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ: کے متعلق کہا ہے کہ اس سے مراد مِنْ اَوَّلِ الأيَّام ہے۔اس کی مثال: لِقِيتُ كُـل رَجُـلٍ ہے جس سے مراد يُحـلُ الـرِّجَالِ ہے۔ عَامَلَهُ مُيَاوَمَةً: اس نے اس کے ساتھ دیہاڑی داری پر کام کیا ہے۔اس کی مثال مُشَاهَرَةً یعنی ماہانہ بنیاد پر کام کرنا ہے۔ شاید لوگ يَوْمٌ اَيْوَمُ کہہ کر دن کی تاکید کا اظہار کرتے ہیں۔جس طرح لَيْلَةٌ لَيْلاءُ کہہ کر رات کی شدت یا تاکید کا اظہار کرتے ہیں، یا رات کی طوالت کا اظہار کرتے ہیں۔

يَـامٌ: حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جو طوفان میں غرق ہو گیا تھا۔

خواتین کے لئے دلچسپ معلوماتی اور مستند اسلامی کتب

کتاب	اردو	انگریزی	مصنف
تحفہ زوجین			حضرت تھانویؒ
بہشتی زیور	اردو	انگریزی	"
اصلاح خواتین			"
اسلامی شادی			"
پردہ اور حقوقِ زوجین			"
اسلام کا نظام عفت وعصمت	"	"	مفتی ظفیر الدین
حیلۂ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح			حضرت تھانویؒ
خواتین کے لئے شرعی احکام	"	"	اہلیہ ظریف تھانوی
سیر الصحابیات مع اسوۂ صحابیات	"	"	سید سلیمان ندوی
چھ گناہ گار عورتیں	"	"	مفتی عبدالرؤف صاحب
خواتین کا حج	"	"	"
خواتین کا طریقہ نماز	"	"	"
ازواج مطہرات			ڈاکٹر حقانی میاں
ازواج الانبیاء			احمد خلیل جمعہ
ازواج صحابہ کرام			عبدالعزیز شناوی
پیارے نبی کی پیاری صاحبزادیاں			ڈاکٹر حقانی میاں
نیک بیبیاں			حضرت میاں اصغر حسین صاحبؒ
جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین			احمد خلیل جمعہ
دور نبوت کی برگزیدہ خواتین			"
دور تابعین کی نامور خواتین			"
تحفہ خواتین	"	"	مولانا عاشق الٰہی بلند شہری
مسلم خواتین کے لئے بیس سبق	"	"	"
زبان کی حفاظت			"
شرعی پردہ			"
میاں بیوی کے حقوق	"	"	مفتی عبدالغنی صاحب
مسلمان بیوی			مولانا ادریس صاحب
خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق			حکیم طارق محمود
خواتین اسلام کا مثالی کردار			نذیر محمد مکتبی
خواتین کی دلچسپ معلومات ونصائح			قاسم عاشور
امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں خواتین کی ذمہ داریاں			نذیر محمد مکتبی
قصص الانبیاء	مستند ترین	"	امام ابن کثیرؒ
اعمال قرآنی	عملیات ووظائف	"	مولانا اشرف علی تھانویؒ
آئینہ عملیات	"	"	صوفی عزیز الرحمٰن
اسلامی وظائف	قرآن وحدیث سے ماخوذ وظائف کا مجموعہ		

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں!!

ملنے کا پتہ: دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۲۶۳۱۸۶۱ - ۲۲۱۳۷۶۸